تالیف

حضرۃ مولانا عبدالقیوم مدظلہ العالی مہاجر مدنی

تقاریظ

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ

حضرت مولانا محمد انظر شاہ کشمیری رحمہ اللہ

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ چوک فوارہ ملتان پاکستان
(0322-6180738, 061-4519240)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دینی دسترخوان
جلد اوّل

دینی دسترخوان کے بارے میں جذبات وتاثرات (منظوم)

(ازمولانا سعید علی ضیاء رحمہ اللہ)

دینی دسترخواں ہے کیا؟ الوان نعمت گونا گوں
مسلک علمائے حق کا ترجماں لاریب ہے

اعتقاد حق کا مرشد عمل صالح کا دلیل
نغمہ حمد خدا ہے، زمزمہ نعت نبیؐ

تذکرہ اصحاب کا اور سیرت و اخلاق کا
لائق صد آفریں ہے کاوش عبد القیوم

دینی دسترخواں ہے کیا؟ اصناف نعمت رنگ رنگ
معرفت کا ہے خزنیہ کنز معلومات کا

سیر حاصل تذکرہ ہے مختلف ادوار کا
ذکر ہے اس میں مفصّل ایسی شخصیات کا

جو پڑھے اس کو میسر ہو اسے قلبی سکوں
جن کی ہیبت سے ہوا باطل سدا خوار وزبوں

حکمت ودانش کی پاکٹ، ڈائری خیر القروں
جس سے حاصل روح مسلم کو غذائے اندروں

تبصرہ اہل باطل پر بانداز جنوں
دینی دسترخواں سے ظاہر جن کا ہے سوز دروں

علم و دانش کا مرقع جہل کا رنگیں فسوں
اطعمہ و اشربہ ہیں، اور فواکہ گونا گوں

درج ہیں دینی مسائل مندرج علم الفنوں
جن کے علم وفن کے آگے زعم باطل سرنگوں

ھدیۂ مُحبّت

بخدمت جناب ....

....

....

....

نوٹ:۔ دوست احباب کو ہدیہ کر کے اپنے لئے صدقہ جاریہ بنائیے

جدید اسلامی انسائیکلوپیڈیا

مدینہ منورہ میں ترتیب دیا جانیوالا

ہر قسم کی اسلامی معلومات پر مشتمل

مستند مجموعہ

دینی دسترخوان

(اضافہ شدہ جدید ایڈیشن)

تالیف

حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب مہاجر مدنی

مدظلہ العالی

تقاریظ

حضرت مولانا محمد انظر شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ

حضرت مولانا قاری محمد طاہر مہاجر مدنی رحمہ اللہ

حضرت مفتی مجد القدوس خبیب رومی مدظلہ العالی

جلد اوّل

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ

چوک فوارہ ملتان پاکستان

(0322-6180738, 061-4519240
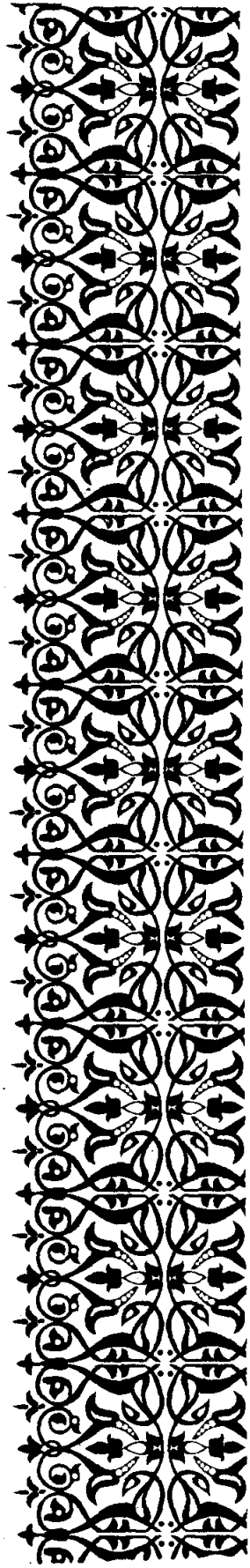
دینی دسترخوان

تاریخ اشاعت............ربیع الاول ۱۴۳۳ھ

ناشر..............ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

طباعت............سلامت اقبال پریس ملتان

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تا کہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ادارہ تالیفات اشرفیہ.....چوک فوارہ.....ملتان
اسلامی کتاب گھر۔ خیابان سرسید عظیم مارکیٹ ... راولپنڈی

ادارہ اسلامیات........انارکلی.......لاہور
دارالاشاعت.......اُردو بازار..........کراچی

مکتبہ سید احمد شہید..........اردو بازار.....لاہور
ادارۃ الانور.........نیوٹاؤن.........کراچی

مکتبہ رحمانیہ.......اُردو بازار .... لاہور
مکتبہ دارالاخلاص....قصہ خوانی بازار......پشاور

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K
(ISLAMIC BOOKS CENTERE
119-121- HALLIWELL ROAD
BOLTON BLI 3NE. (U.K.)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترتیب نو

''دینی دستر خوان'' جواب الحمدللہ اپنے مؤلف اور ناشر کا تعارف بن چکا ہے۔اس کا نیا ایڈیشن آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ ہماری توقعات سے کہیں زیادہ مقبولیت حاصل کرنے والا یہ اسلامی انسائیکلوپیڈیا جسے ہمارے والد مکرم حضرت الشیخ المحترم عبدالقیوم مدظلہ العالی نے ترتیب دیا ہے۔اس کی چند خصوصیات ایسی ہیں جو شاید و باید ہی کسی کتاب کو حاصل ہوتی ہیں۔

سب سے پہلی خصوصیت یہ کہ اس کی ترتیب وتالیف کا کام مدینہ منورہ کی مبارک فضاؤں میں ہوا۔ دوسرے یہ کہ کتاب کی تکمیل پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت وبشارت' تیسرے یہ کہ اپنے مواد کے لحاظ سے انتہائی جامع ہے ایک مسلمان کی زندگی سے متعلق کوئی موضوع ایسا نہیں جس پر اس مجموعہ میں معلومات موجود نہ ہوں۔ چوتھے یہ کہ برصغیر پاک و ہند کے علماء وصوفیاء حضرات میں سے تقریباً اکثر بزرگوں کی تصنیفات' تالیفات اور خطبات وملفوظات اور تبرکات کا تذکرہ' حوالہ یا اقتباس اس مجموعہ میں موجود ہے اور اس کے علاوہ بھی اہل عرب میں سے تاریک اسلام کے عبقری علماء کے افادات بھی شامل ہیں۔ان تمام اوصاف اور قبول عام کے حصول کے باوصف آخر انسانی ہاتھوں کی کاوش سے یہ مجموعہ ترتیب پایا ہے اس لئے بہر حال مختلف پہلوؤں سے ترمیم وتبدیل کی گنجائش موجود رہی تھی اب ہم نے اس کے مختلف ابواب کی ترتیب میں مزید ہم آہنگی نمایاں کرنے کی غرض سے کچھ تبدیلی کی ہے۔اور کچھ اضافے بھی کئے ہیں۔امید ہے کہ اس سے قارئین کرام کے ذوق علم کو تسکین ملے گی اور ہمیں اپنی نیک دعاؤں سے سرفراز کریں گے۔

قارئین سے دعاؤں کی التجا ہے۔ اللہ تعالیٰ والد مکرم مدظلہ کو صحت و عافیت کے ساتھ سلامت باکرامت رکھے آمین۔

احقر محمد اسحٰق

ربیع الاول ۱۴۳۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذی اصطفیٰ اما بعد

بندہ کے والد مکرم الحاج عبدالقیوم صاحب مہاجر مدنی عارف کامل حضرت مولانا عبدالغفور مدنی قدس سرہٗ کے متوسلین میں سے ہیں۔ اپنے مرشد و مربی اور دیگر علمائے حق سے محبانہ ومخلصانہ ارادت و خادمانہ تعلق کے باعث دین کا صحیح ذوق، علوم و معارف قرآنیہ سے خاص ربط، طریق سنت نبوی سے محبت اور اس پر عمل اور اسلاف و اکابر امت کی تعبیرات پر کامل اعتماد رکھتے ہیں۔ آپ کو عرصہ بارہ سال سے مدینہ منورہ (علی صاحبہا الف الف تحیۃ وسلام) میں قیام کی سعادت حاصل ہے۔

محترمہ والد صاحب دامت برکاتہم نے آج سے تقریباً ۲۰ برس قبل بندہ سے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ ایسی کتاب ترتیب دی جائے جس میں ایک مسلمان کے جملہ دینی ضروریات کے تمام مضامین بقدر کفایت بیان کر دیئے جائیں۔ بحمداللہ ان کی یہ تمنا ''دینی دسترخوان'' کی اشاعت کی صورت میں تکمیل پذیر ہو رہی ہے۔ اس دسترخوان پر ان شاء اللہ اہل ذوق کی انواع و اقسام کی شیریں روحانی غذائیں، دل و دماغ کی فرحت و تسکین کے لئے مقویات اور تفریح و لطافت کے لئے نمکینی کلام سے تواضع کی گئی ہے اور مہمان نوازی کا سلیقہ رکھنے والے ایک مخلص میزبان کی طرح جامع کتاب نے اپنی بساط کے مطابق ہر چیز اپنے مہمانوں کے سامنے لا رکھی ہے۔ کہ جس شخص کو جو لقمہ خوش ذائقہ لگے، نوش جان کرے اور جو نوالہ پسند آئے تناول کرے۔ غرضیکہ دینی، علمی، اخلاقی اور اسلامی معلومات کا یہ خزینہ اپنی طرز کا جدید ''اسلامی انسائکلو پیڈیا'' کہلانے کے قابل ہے۔

اس کتاب کی تالیف کے دوران محترم والد صاحب پر اس کی تکمیل و اشاعت کے جذبات وارفتگی کی حد تک غالب رہے۔ اس کے لئے انہوں نے بلا مبالغہ سینکڑوں کتب کا مطالعہ کیا۔ بے شمار رسائل دیکھے، متعدد اصحاب علم سے مراجعت کی، کئی کئی راتیں مسلسل جاگ کر کاٹیں اور اس محنت شاقہ کے بعد یہ بیش بہا علمی ذخیرہ مرتب فرمایا۔

الحمدللہ ''دینی دسترخوان'' کے دو ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کتاب نے مثالی مقبولیت حاصل کی ہے۔ اب تیسری طباعت بہت ساری مزید خوبیوں اور اضافوں کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔ بارگاہ خداوندی میں التجا ہے کہ وہ اس کتاب کو حضرت مؤلف ممدوح، ناشر اور ان سطور کے راقم کے لئے وسیلہ مغفرت و ذریعہ نجات بنائیں اسے قبولیت و نافعیت عامہ عطا فرمائیں اور زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کو اس سے نفع مند ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔

والسلام

طالب دُعاء

محمد اسحاق

ناظم ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

افتتاحیہ

راقم السطور کو جب رب کائنات نے رحمت کائنات کے جوار میں رہنے کی سعادت نصیب فرمائی تو احقر کے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ ہمارے اسلاف کی کتب میں بے شمار ایسے درشہوار موجود ہیں۔ جن میں سے ہر ایک شاہکار کی حیثیت کا حامل ہے۔

دینی ذوق رکھنے والوں کو ایسے قیمتی جواہر کا یکجا ملنا مشکل تھا۔ اور اتنی کتب خرید کر سب کا مطالعہ کرنا بھی ہر ایک کی استطاعت میں نہیں۔

اس لئے بندہ نے اپنے ذوق اور حالات زمانہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کتب سے مضامین کا انتخاب کرتے ہوئے یہ مجموعہ ''دینی دستر خوان'' کے نام سے ناظرین کی خدمت میں پیش کیا ہے۔

اس میں معتمد کتب دینیہ سے اخذ کردہ مسائل کے علاوہ احسان وسلوک' شریعت وطریقت' لطافت وظرافت' تاریخ حرم مکہ مکرمہ' مع قدیم تصاویر' موعظت وحکمت کے علاوہ بالخصوص آنحضرت ﷺ کی وہ مبشرات بھی شامل ہیں جو صحابہ کرام تابعین عظامؒ اور علماء کرام کو ہوئیں۔

ان موضوعات کے علاوہ بھی ناظرین کو اس میں بے شمار انتہائی مفید باتیں نظر آئیں گی۔ اس کتاب کی جمع وترتیب میں ہر لحہ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور رحمت خاصہ شامل حال رہی۔ ورنہ مجھ جیسا بے بضاعت اتنی بڑی دینی حدمت کی سعادت کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

یہ سب اس ذات والاصفات کی عنایت ہے اور اس کے حبیب' حبیب کائنات کے قرب ورحمۃ کا صدقہ ہے۔

اس کتاب کی ترتیب کے دوران موقعہ بموقعہ آنحضرت ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوتا رہا۔ جس کی برکت سے ترتیب و تکمیل کے انہماک میں اضافہ ہوتا رہا۔

بندہ کا خیال یہی تھا کہ سارا مواد ایک جلد میں تکمیل پا جائے گا مگر میری چھوٹی بچی سلمھا اللہ تعالیٰ کو زیارت نبوی ﷺ ہوئی تو اس نے آنحضرت ﷺ سے اس کتاب کے بارے میں پوچھا۔

تو آپ ﷺ نے دو خط کھینچے

حسن اتفاق یہ ہے کہ کثرت مواد کی بناء پر مجبوراً کتاب کو دو جلدوں ہی میں شائع کرنا پڑا۔

اس سے اس خیال کو تقویت ملتی ہے کہ بارگاہ نبوی میں یہ کتاب مقبول ومنظور ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب ترتیب ہی اس لئے دی گئی کہ اسے بارگاہ نبوی میں ''ہدیہ'' کے طور پر پیش کیا جائے۔ اس رحمت کائنات سے پر وثوق امید ہے کہ وہ اسے قبول فرما کر خاکسار مرتب کو اپنے غلاموں میں شامل فرمالیں گے۔ ع شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

ناظرین کتاب سے بندہ کی عاجزانہ التماس ہے کہ جو اس کتاب سے فائدہ اٹھائیں وہ اس خاکسار مرتب اور اس کے والدین نور اللہ مرقدھما کو اپنی مستجاب دعاؤں میں ضرور شامل فرمالیں۔

بندہ کی بھی مخلصانہ دُعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے مرتب' اور اس کے والدین اور طابع وناشر اور معاونین وقارئین کو سعادت دارین سے نوازیں۔ آمین یا الہ العالمین۔

آخر میں قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اس میں کسی قسم کی کوئی غلطی محسوس کریں تو مطلع فرمائیں۔ احسان ہوگا۔ تاکہ آئندہ ایڈیشن میں تصحیح ہو جائے۔

عبدالقیوم
مسکین مدینہ

کلمات مبارکہ

اللہ تعالیٰ ہر دور میں ضرورت زمانہ کے مطابق اپنے بندوں سے کام لیتا رہا ہے

ہر کسے را کارے ساختند   میل اودر دلش انداختند

ہمارے مشفق ومہربان جناب الحاج عبدالقیوم صاحب زید مجدہم کے دل میں بڑی شدت سے یہ جذبہ پیدا ہوا کہ انسائیکلوپیڈیا دائرۃ المعارف کے طور ایک ایسی کتاب ہونی چاہئے جس میں تمام اہم دینی موضوعات (عقائد' عبادات' معاملات' معاشرت' اخلاقیات' پردہ' حقوق والدین' حقوق زوجین' علم دین' احسان وسلوک تصوف' رد بدعات' فرق باطلہ کی تردید' عشق رسول ﷺ' عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم) کے بارے میں ضروری معلومات یکجا جمع کردی جائیں۔

چنانچہ موصوف نے اس سلسلہ میں محنت شاقہ اور عرصہ کی مسلسل تلاش وجستجو سے اسلامی کتابوں کے عظیم ذخیرہ کو کھنگالا۔ اور اس میں سے جو مواد بھی پسند آیا اور اسے مفید پایا۔ اپنے اس کشکول میں جمع کرتے چلے گئے۔ اور پھر اپنے ذوق خاص' اور اللہ جل جلالہٗ ورسول ﷺ (فداہ ابی وامی) کے عشق ومحبت کے خاص جذبہ کے تحت یہ تالیف وجود میں آئی ہے۔

دوران تالیف بارہا حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہوتا رہا (جیسا کہ حضرت مؤلف مسلمہ نے افتتاحیہ میں اس کا تذکرہ کیا) جو انشاء اللہ مؤلف اور تالیف دونوں کے لئے قبولیت کی بشارت ہے۔

مؤلف زید مجدہم کو اپنی اس تالیف کے ساتھ خصوصی شغف ومحبت ہے۔ اس کتاب بلکہ اس کے قارئین کے لئے بھی بکمال الحاح وزاری دعائیں کی ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

احقر کو اس کتاب کی ترتیب کے دوران بہت دفعہ عالم رؤیا میں زیارت نبوی ﷺ کا شرف حاصل ہوا۔ اسی طرح احقر کی بچی۔۔۔ سلمہا اللہ تعالیٰ اور دیگر متعلقین کو بھی۔

بندہ نے اس سعادت میں ناظرین کو شامل کرنے کے لئے' صفا کی چوٹی پر بیٹھ کر بصد الحاح وزاری بارگاہ باری میں یہ التجا کی کہ یا اللہ اس کتاب کے قارئین کو بھی یہ شرف عطا فرما۔ جس جذبہ وکثرت سے یہ دُعاء کی ہے اس کی بناء پر ذات مجیب الدعوات سے پوری امید ہے کہ اس نے اس عاجزانہ درخواست کو ضرور شرف قبول بخشا ہوگا اور ان شاء اللہ اس کے قارئین ضرور زیارت نبویہ سے مشرف ہوں گے۔ **واللہ تعالیٰ علی کل شی قدیر وھو ارحم الراحمین۔**

کتاب واقعی مختلف ومتنوع قسم کے دینی موضوعات پر مشتمل ہے۔ زبان سلیس ہے۔ دلچسپی وجاذبیت کا یہ حال ہے کہ جس مقام سے شروع کریں۔ چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ ایک بات ختم ہوتی ہے تو دوسری نوع کی دوسری بات شروع ہو جاتی ہے۔ اور اس طرح سے بلا تکلف دینی معلومات کا ایک ذخیرہ قاری کے ذہن میں جمع ہوتا چلا جاتا ہے۔

دُعاء ہے کہ حضرت مؤلف زید مجدہم کو اللہ تعالیٰ تمام اہل اسلام کی طرف سے بے پایاں جزائے خیر عنایت فرماویں اور اپنی رضائے عالی سے نوازیں۔ نیز کتاب ہذا کو مولیٰ تعالیٰ شانہٗ قبول عام نصیب فرمائیں اور کوئی مسلمان گھرانہ اس سے خالی نہ رہے۔

اللھم تقبل بحرمۃ سید الابرار صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔

(حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالستار صاحب مدظلہ العالی مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان)

تاثرات

فضیلۃ الشیخ فخر القرأ حضرت مولانا قاری محمد طاہر صاحب رحیمی مہاجر مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

حامداً مصلیاً ومسلما

امابعد!

حالاً تین ضخیم مجلدات میں گلہائے رنگارنگ اور گوناگوں سامان ضیافت سے آراستہ ''دینی دسترخوان'' نامی زیرنظر مبسوط ومطول کتاب میرے محترم پیارے بزرگ ابوعثمان حضرۃ الحاج عبدالقیوم زادمجدہ مہاجر مدنی کی لاجواب تالیف وکاوش ہے۔

ہمہ جہت جامع عجیب جاذب القلوب کشکول' مذہبی لٹریچر کی نرالی شاہکار دستاویز اپنے خاص انداز میں فی زمانہ قابل قدر دینی و علمی سوغات ہے جو اپنی افادیت میں وقت کی ضرورت اور عصر حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ سرسری مطالعہ سے محسوس ہوا کہ ماشاء اللہ اہل ذوق ناظرین باصفا کی تفریح وضیافت طبع کیلئے دینی معلومات سے اذہان کو مالا مال کردینے کے جذبہ صادقہ کے ساتھ بہت سلیقے اور قرینے سے متنوع سامان ضیافت' رنگارنگ اصناف نعمت' گوناگوں روحانی اطعمہ واشربہ' علمی فوائد وثمار انواع و اقسام کی شیریں روحانی اغذیہ اور دل ودماغ کیلئے فرحت وتسکین بخش مقویات ومفرحات کو اس دینی دسترخوان پر یکجائی شکل میں چن دیا گیا ہے جس سے ہر شخص اپنے ظرف وذوق طبع کے موافق لطف اندوز ہوسکتا ہے۔

ہر طرز فکر کے صاحب ذوق مسلمان کیلئے اس کتاب میں مختلف ومتنوع موضوعات سے متعلق گوناگوں قیمتی مضامین نادر مفید دینی معلومات بہت شگفتہ سلیس عام فہم اچھوتے انداز میں یکجا جمع کرنے کی پرسوز ودردمندانہ کامیاب سعی کی گئی ہے۔

ویسے تو کتاب ہذا عقائد وعبادات' معاشرت ومعاملات' اخلاقیات وسیاسیات' احسان وسلوک وتصوف' تردید بدعات و فرق باطلہ' مواعظ ونصائح' سیرت نبویہ' پردہ' حقوق الوالدین' حقوق الزوجین' مکتوبات نبوی' ختم نبوت' امثال عبرت' مذاہب عالم' بہترین نعتیں' مجرب طبی نسخے' زیارت نبوی سے مشرف ہونے والے ایک سو دس حضرات کے خواب' عظمت صحابہ' حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی باہمت محبت' مسائل واحکام' خواتین کے مسائل و دینی جذبات' علامات قیامت' احوال آخرت' عجائبات عالم' جنات کے پراسرار حالات' شہداء کربلا پر مستند تحقیقی مضمون اور ان جیسے بیسیوں عنوانات کے گرد گھومتی ہوئی ایک نادر اچھوتی دلچسپ کتاب ہے مگر ناچیز کو بالخصوص حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم' زیارت نبویہ کے خوابی مبشرات' مسجد نبوی شریف و لطائف ستہ کے نقشہ جات جات والے مضامین بہت پسند آئے۔ مزید برآں حسب ذیل حدیث نبویؐ کے ساتھ کتاب ہذا کے عنوان دینی دسترخوان کی لطیف مناسبت وموافقت دیکھ کر بھی میری مسرت کی حد نہ رہی۔

وہ کھانا جس کی طرف لوگوں کو عام دعوت دی جائے اس کو عربی زبان میں مادبہ کہتے ہیں جو ادب بمعنی بلانا سے ماخوذ ہے۔

حضرت ربیعہ جرشی کی ایک مرفوع حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو بمنزلہ دار ایک بڑے گھر کے بنایا اور اس گھر میں جنت کو بمنزلہ مَادَبَہ یعنی عام دعوت کے دستر خوان کے تیار کیا۔ پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دستر خوان کا داعی بنا کر بھیجا اب جو شخص اس داعی کی پکار پر لبیک کہہ دے گا وہ اس گھر میں داخل ہو کر دعوت کھائے گا اور اس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جائیں گے۔ لیکن جو اس داعی کی دعوت پر لبیک نہ کہے گا وہ نہ تو اس گھر میں داخل ہوگا اور نہ ہی اس دعوت کو نوش جان کر سکے گا اور اللہ تعالیٰ بھی اس سے ناراض ہو جائینگے۔ (رواہ الدارمی مشکوۃ)

اس عنوان کے ساتھ کتاب ہذا کے عنوان کا توافق احقر کی نظر میں اس کتاب کی افادیت عامہ وقبولیت تامہ کی نیک نامی ہے۔ مؤلف مدظلہ کا مطالعہ ولگن کا خاص ذوق وشغف، دینی علوم ومعارف سے خصوصی ربط ووابستگی، مسلسل انتھک کاوش ومحنت وشاقہ کا عظیم ولولہ ایک خاص عطیہ خداوندی ہے جس پر وہ جتنا بھی شکر خداوندی بجالائیں کم ہی کم ہے۔

اللھم زد فزد، امید کرتا ہوں کہ آئندہ ایڈیشنوں میں املائی وکتابی اغلاط کا ازالہ کر کے ترتیب مضامین کو مزید بہترین شکل دینے کی اور ہر مضمون کے ساتھ حوالہ کتاب درج کرنے کی بھرپور کوشش کی جائے گی۔ بفضلہ تعالیٰ یہ چیز دینی دستر خوان کی مزید سجاوٹ اور اس کے مضامین ومندرجات کی صحت واستفادیت کی گارنٹی میں مزید عروج وکمال کا باعث ثابت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ مولف کو جزائے خیر عطا فرمائیں اور کشکول ہذا کو مزید بر مزید قبولیت ونافعیت تامہ نصیب فرما کر اہل اسلام کو اس سے بے حد مستفید ومتمتع فرمائیں اور اس نوع کی مزید دینی خدمات کی انجام دہی کیلئے مؤلف کو خوب ہمت وعافیت وقوت عطا فرما کر آخری سانس تک اپنی توفیق ورحمت خاصہ کو ان کے شامل حال کئے رکھیں۔ (آمین ثم آمین یارب العالمین)

فقط

وانا العبد الملتجی الی رحمۃ رب القادر ابوالشاکر وابوعبدالقادر

محمد طاہر

المقیم بالمدینۃ المنورۃ زادہا اللہ نوراً وشرفاً وسکینۃ

لخامس شہر ذی الحجۃ الحرام ۱۴۱۹ھ

بیوم الاثنین

کتبہ فی حرم المسجد النبوی شریف

علی صاحبہ افضل صلوۃ وازکی تحیۃ

تقاریظ

حضرت مولانا محمد انظر شاہ کشمیری مدظلہ
خلف الرشید
حضرت علامہ مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ

دینی دسترخوان کے کیا کہنے بہشتی زیور کے بعد اسی رنگ میں اس سے زیادہ جامع و مانع' مضامین کا تنوع' عنوانات کا تعدد' مضامین کی جامعیت ہر ایک دامن کش۔ پہلی جلد کا احقر نے مطالعہ کر لیا اور مستفید کی حیثیت میں اس وقت رواروی میں ہوں ورنہ اس تالیف انیق کے متعلق میرے تاثرات وسعت صحراء کے طالب ہیں۔

از حضرت مولانا مفتی مجد القدوس خبیب رومی مدظلہ العالی مفتی مظاہر العلوم سہارنپور انڈیا

سبحان ما اعظم شانهٔ

''دینی دسترخوان'' جدید اسلامی انسائیکلوپیڈیا

(تالیف حضرت الحاج محترم عبدالقیوم صاحب مہاجر مدنی زاد اللہ قیامہ فی المدینۃ المنورہ) کے مطالعہ کی سعادت نصیب ہوئی ماشاء اللہ یہ کتاب اپنی جامعیت اور افادیت کے لحاظ سے مجمع العلوم والفنون والتواریخ ہے۔

ہمارے بعض اکابر مدظلہم کی یہ رائے ہے کہ دینی دسترخوان علماء' طلباء' خطباء' اور عوام سب کے لئے یکساں مفید ہے تصنیف و تالیف اور طباعت و اشاعت کی بھیڑ بھاڑ اور بہتات کے دور میں ان شاء اللہ یہ دینی دسترخوان مہمانوں کی ضیافت کے لئے نہایت مفید و نافع ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس دسترخوان چننے والے میزبان کو دارین میں اجر جزیل سے نوازے آمین۔ بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ اجمعین ومن تبعهم باحسان الی یوم الدین۔

کتبہ الاحقر مجد القدوس خبیب رومی عفا اللہ عنہ
خادم الافتاء والتدریس بمظاہر علوم قدیم سہارنپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست عنوانات

عنوان	صفحہ
عقائد	
شرک کی برائی اور توحید کی خوبیاں	۱۱
شرک فی العلم کی تردید	۱۲
بری عادتوں کی تردید	۱۲
نجومی سے قسمت پوچھنا	۱۲
سنت کو اختیار کرنا اور بدعت سے بچنا	۱۳
ایمان کی تعریف	۱۶
آسمانی کتابیں	۱۷
کتابوں کے نام	۱۷
رسالت ونبوت	۱۷
ثبوت نبوت پر چند دلائل	۱۸
ختم نبوت پر چند دلائل	۱۹
نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق عقیدہ	۲۰
کتب سماویہ اور قرآن کریم کی ضرورت	۲۰
قرآن پاک کے سچ ہونے پر چند دلائل	۲۱
نزول قرآن کا آغاز	۲۲
انبیاء علیہم السلام کی عصمت	۲۲
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض معجزات	۲۵
قیامت کی تعریف	۲۷
عبادات کے فضائل واہمیت	
عبادت کی قسمیں	۵۱
پاک کرنے کا طریقہ	۵۲
نجاست کی قسمیں	۵۲
استنجے کا بیان	۵۳
وضو کا بیان	۵۳
وضو کے فرائض	۵۳
فضائل مسواک	۵۴
وضو توڑنے والی چیزوں کا بیان	۵۵
معذور کے احکام	۵۵
غسل کے آداب	۵۶
جانوروں کا جھوٹا پانی	۵۷
کنویں کے احکام	۵۷
تیمم کا بیان	۵۸
حیض ونفاس کا بیان	۵۸
نماز کا بیان	۵۹
مستحب وقتوں کا بیان	۶۰
اذان اور تکبیر	۶۰
قراءت وغیرہ کا بیان	۶۱
ستر کا بیان	۶۲
نماز کی نیت کا بیان	۶۲
قبلہ کا بیان	۶۲
نماز میں اعضاء کو کہاں کہاں رکھے	۶
تعداد رکعت	۶۳
واجبات نماز	۶۳
مفسدات نماز	۶۴
مریض کی نماز	۶۹
سجدۂ سہو	۷۰
مدرک، مسبوق، منفرد اور لاحق کے احکام	۷۰
غسل دینے کا بیان	۷۲
کفنانے کا طریقہ	۷۲
دفن کے بعد کی دُعاء	۷۲
نماز جمعہ کا بیان	۷۳
نماز تراویح	۷۶
سجدۂ تلاوت	۷۶
نماز توڑ دینے کا بیان	۷۷

عنوان	صفحہ
عید کی نماز	۷۷
جب سورج میں گرہن ہو	۷۸
جب چاند میں گرہن ہو	۷۸
نماز استسقاء	۷۸
نماز خوف	۷۸
بیت اللہ شریف میں نماز	۷۸
شہید کا بیان	۷۸
چاند دیکھنے کا بیان	۷۹
روزوں کا بیان	۷۹
روزہ توڑنے والی چیزیں	۸۱
اعتکاف	۸۲
زکوٰۃ	۸۲
زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ	۸۳
پیداوار کی زکوٰۃ	۸۴
صدقۂ فطر	۸۶
قربانی اور اس کے احکام	۸۶
عقیقہ کا بیان	۸۹
حج کا بیان	۹۰
حج کا طریقہ اور مسائل	۹۲
وہ کام جو حالت احرام میں منع ہیں	۹۳
ضروری اور مفید مشورہ	۹۳
طریقہ طواف	۹۳
حجر اسود کا بوسہ	۹۴
مقام ملتزم	۹۴
سعی کرنے کا طریقہ	۹۵
حج کے پانچ دن مخصوص ہیں	۹۵
عربی الفاظ اور فقرے	۹۶
ضروری الفاظ	۹۶
نکاح	
نکاح کی فضیلت احادیث کی روشنی میں	۱۲۷
لامذہب عورت سے نکاح	۱۲۷
بارہ برس کی عمر کی لڑکی کی اجازت	۱۲۷
تقریبات میں شرکت	۱۲۸
بیوی کا جیب خرچ	۱۲۸
خاوند کو مطیع کرنے کے لئے تعویذ	۱۲۸
عدت کی قسمیں	۱۲۸
زنا سے حمل ہو جانے کی صورت	۱۲۹
فرقہ شیعہ سے نکاح کرنے کا مسئلہ	۱۲۹
یادداشت عورتوں کی بے عقلی سے متعلق	۱۲۹
سہاگ رات	۱۳۰
صحبت کا مناسب وقت	۱۳۲
قابل تقلید اور سبق آموز واقعات	۱۳۲
ایک صاحب کی سہاگ رات	۱۳۳
گربہ کشتن روز اول	۱۳۴
معاملات	
معاملات کی اہمیت	۱۳۶
قرض کا معاملہ	۱۳۷
سودی لین دین	۱۳۷
خرید و فروخت کا معاملہ	۱۳۷
زمین کے معاملات	۱۳۷
مالک و مزدور کا معاملہ	۱۳۷
معاشرت کی حقیقت	۱۳۸
صحیح معاشرت کی ابتداء کب سے ہوئی	۱۳۸
اخلاقیات	
اخلاق کی اہمیت	۱۴۰
اخلاص کی حقیقت	۱۴۱
صبر کی ضرورت اور اس کی فضیلت	۱۴۱
شکر پیدا کرنے کا طریقہ	۱۴۲
زہد حاصل کرنے کا طریقہ	۱۴۲
محبت پیدا کرنے کا طریقہ	۱۴۲
خوف پیدا کرنے کا طریقہ	۱۴۳
توکل حاصل کرنے کا طریقہ	۱۴۳
رضاء پیدا کرنے کا طریقہ	۱۴۳
تفویض و تسلیم حاصل کرنے کا طریقہ	۱۴۴
فناء پیدا کرنے کا طریقہ	۱۴۵
اخلاق رذیلہ کی فہرست	۱۴۵

عنوان	صفحہ
حرص کا علاج	۱۴۵
ریاء سے بچنے کا طریقہ	۱۴۶
حب جاہ سے بچنے کا طریقہ	۱۴۶
بخل اور حب مال سے بچنے کا طریقہ	۱۴۶
دنیا کی محبت	۱۴۶
حب دنیا کو دل سے نکالنے کا طریقہ	۱۴۶
تکبر کو نکالنے کا طریقہ	۱۴۷
غصہ سے بچنے کا طریقہ	۱۴۷
غیبت سے بچنے کا طریقہ	۱۴۷
حسد سے بچنے کا طریقہ	۱۴۸
کینہ سے بچنے کا طریقہ	۱۴۸
ولایت کا بیان	۱۴۸
شیخ کامل کی پہچان	۱۴۸
کرامت کا بیان	۱۴۹
سیاست کا بیان	۱۴۹
گناہوں کی قسمیں	۱۵۰
گناہوں سے دنیا کے نقصانات	۱۵۱
بدعت کی حیثیت	۱۵۱
عرس کی شرعی حیثیت	۱۵۱
محرم کا بیان	۵۴
ربیع الاول کا بیان	۱۵۵
ربیع الثانی کا بیان	۱۵۷
رجب کا بیان	۱۵۸
شعبان کا بیان	۱۵۸
رمضان شریف کا بیان	۱۶۰
ذی الحجہ کا بیان	۱۶۱
بعض باتیں لوگوں میں غلط پھیل گئی ہیں	۱۶۲
حقوق والدین	۱۶۳
میاں بیوی کے حقوق	
میاں بیوی کے حقوق	
احادیث سے مرد کی فوقیت	۱۷۴
بیوی کے حقوق	۱۷۶
ایک سبق آموز واقعہ	۱۷۷
پردہ	
ازواج مطہرات تو نص قرآنی سے اہل بیت ہیں	
ایک سبق آموز مسئلہ	۱۸۵
حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں	
ایک عجیب مباحثہ	۱۸۷
کبائر ورذائل اخلاق	۱۹۰
کبائر ورذائل اخلاق	
حکومت وامارت	۱۹۰
بے حیائی‘ عریانی اور فحاشی	۱۹۱
ٹخنوں سے نیچے پاجامہ پہننا	۱۹۱
فوٹو اور تصویر	۱۹۱
رشوت اور مال حرام	۱۹۲
اشیاء کی عیب پوشی اور ملاوٹ	۱۹۲
سود کی لعنت	۱۹۳
حقوق ہمسایہ	۱۹۳
مذمت غیبت	۱۹۳
دیوث کون ہے	۱۹۳
لعنت کا وبال	۱۹۴
بے رحمی وبد خلقی	۱۹۴
قتل نفس خود یعنی خودکشی	۱۹۴
ظلم کی نحوست	۱۹۴
عمامہ کی فضیلت سے لاپرواہی	۱۹۵
ڈاڑھی کی سنت سے بے اعتنائی	۱۹۵
علم غیر نافع	۱۹۹
سیرتِ نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ولادت شریفہ	
ولادت شریفہ ﷺ	۲۰۲
شق صدر	۲۰۳
نکاح کا بیان	۲۰۵
افضلیت محمد ﷺ	۲۰۶
معراج کب اور کیسے ہوئی	۲۰۷
ثبوت معراج پر چند دلائل	۲۰۸
مدینہ میں اسلام اور بیعت عقبہ اولیٰ	۲۱۰
سب سے پہلا مدرسہ	۲۱۰

عنوان	صفحہ
ہجرت کے اسباب	۲۱۱
غارِ ثور کا قیام	۲۱۲
مدینہ طیبہ میں داخل ہونا	۲۱۳
مسجد نبوی کی تعمیر	۲۱۳
مدینہ منورہ کی عظمت	۲۱۴
سکونت مدینہ کی ترغیب	۲۱۶
مدینہ منورہ کے قیام سے اعراض	۲۱۷
اہل مدینہ کا اکرام	۲۱۸
مدینہ طیبہ کی مٹی اور اس کی کھجور	۲۱۸
مدینہ منورہ کی طاعون اور دجال سے حفاظت	۲۱۸
جبل اُحد اور وادیٔ عقیق	۲۱۹
جنت کی چیزیں دنیا میں	۲۱۹
جہاد کا حکم کیوں ہوا	۲۲۰
غزوہ بدر	۲۲۲
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جانثاری	۲۲۲
اسیران جنگ بدر کے ساتھ مسلمانوں کا سلوک	۲۲۳
غزوہ اُحد	۲۲۳
آپ ﷺ کے چہرہ انور کا زخمی ہونا	۲۲۴
غزوۂ خندق	۲۲۴
کفار پر ہوا کا طوفان	۲۲۵
شرائط عہد نامہ	۲۲۶
غزوۂ خیبر عمرہ کی قضاء فتح فدک	۲۲۷
مکہ معظمہ کی فتح کا کچھ حال	۲۲۷
قریش کے ساتھ مسلمانوں کا حسن سلوک	۲۲۷
غزوۂ حنین کا حال	۲۲۸
غزوۂ طائف	۲۲۸
غزوۂ تبوک کا حال	۲۲۸
لوگوں کا اسلام میں داخلہ	۲۲۹
وفود کا بیان	۲۲۹
سرایا کا بیان	۲۳۰
مرض وفات	۲۳۱
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی امامت	۲۳۱
آپ ﷺ کے آخری کلمات	۲۳۲
آپ ﷺ کے اخلاق وخصائل	۲۳۲

ذکر حبیب صلی اللہ علیہ وسلم بیان نور محمدی

عنوان	صفحہ
معراج کے اہم واقعات	۲۳۴
نبوت کے بعد کی مکی زندگی کے چند واقعات	۲۳۴
ہجرت مدینہ طیبہ	۲۴۴
آپ ﷺ کی تقسیم اوقات وطرز معاشرت	۲۵۳
آپ ﷺ کا طیب ومطیب ہونا	۲۵۶
قوت بصر وبصیرت	۲۵۶
قوت بدنیہ	۲۵۶
بعض صفات ومکارم اخلاق	۲۵۷
بعض اخلاق جمیلہ وطرز معاشرت	۲۵۷
آپ ﷺ کا تنگی معاش کو اختیار کرنا	۲۵۸
حسن جمال	۲۵۸
وفات شریفہ	۲۵۹
آپ ﷺ کے بعض عوارض بشریت کا ظہور	۲۵۹
چند معجزات	۲۶۰
آپ ﷺ کے بعض اسمائے شریفہ	۲۶۳
آپ ﷺ کے بعض خصائص	۲۶۳
آپ ﷺ کے ماکولات ومشروبات	۲۶۴
ومرکوبات وغیرہ	۲۶۴
اہل وعیال وحشم وخدم	۲۶۶
ازواج مطہرات	۲۶۶
کنیزیں جو ہم بستری کے لئے تھیں	۲۶۷
آپ ﷺ کے عالم برزخ میں تشریف	۲۷۰
رکھنے کا بیان	۲۷۰
آپ ﷺ کے فضائل جو میدان قیامت	۲۷۱
میں ظاہر ہوں گے	۲۷۱
آپ ﷺ کے فضائل جو جنت میں	۲۷۱
ظاہر ہوں گے	۲۷۱
آپ ﷺ کے افضل المخلوقات ہونے کا بیان	۲۷۲
آپ ﷺ کے بعض لوازم عبدیت	۲۷۳
امت کے ساتھ شفقت	۲۷۳
آپ ﷺ کی توقیر	۲۷۴
آپ ﷺ کے حقوق جو امت کے ذمہ ہیں	۲۷۴
آپ ﷺ پر درود بھیجنے کی فضیلت	۲۷۶

عنوان	صفحہ
آپ ﷺ کے ساتھ توسل حاصل کرنا	۲۷۶
زیارت فی المنام	۲۷۷
حضرات صحابہؓ واہل بیت وعلماء کی	۲۷۷
محبت وعظمت	۲۷۷
فضائل اہل بیت	۲۷۷
فضائل علماء	۲۷۸
اندھیروں میں آفتاب	
آپ ﷺ کا اعلان تبلیغ اور عرب قوم کا طرز عمل	۲۷۹
بنیاد نبوت	۲۸۰
ذات نبوت ﷺ میں شانِ علم	۲۸۱
اجتماع علوم کی محسوس مثال	۲۸۱
انبیاء کو پابند کیا گیا	۲۸۲
آپ ﷺ کی ذات بابرکات میں علوم کی جامعیت	۲۸۳
آپ ﷺ کی شان اخلاق	۲۸۳
شرائع سابقہ اور شریعت محمدی	۲۸۴
آپ ﷺ کو معجزہ علمی دیا گیا	۲۸۶
حقیقت محمدی کی عجیب تعبیر	۲۸۶
قرآن معجزہ نما بھی ہے	۲۸۷
مقام صحابہ اوران کی فدائیت	۲۸۷
مقام امت محمدیہ	۲۸۸
محسن بادشاہ	
باغی رعایا	۲۹۰
جاں نثار جماعت	۲۹۱
خوش نصیب انسان	۲۹۳
ناخلف جانشین	۲۹۳
انبیاء علیہم السلام کا کردار	۲۹۴
انبیاء علیہم السلام کا ضبط وتحمل	۲۹۵
گلستان خداوندی کے ناز پروردہ پھول کی بعثت	۲۹
عالمی بغاوت کی سرکوبی کے لئے قدسی نفس	۲۹۷
بعثت نبوی ﷺ سے پہلے تمدن پر ایک نظر	۲۹۸
اہل عرب کو آپ ﷺ کی پہلی دعوت	۲۹۹
تمسخر وتحقیر پر خیر خواہی	۳۰۰
آپ ﷺ کا باعظمت دعویٰ	۳۰۱
اہل عرب کا سوشل بائیکاٹ	۳۰۱
لوگوں کا مسلمان ہونا	۳۰۳
کچھ لوگ شعراء عرب کی طرف سے قرآن کا	۳۰۳
جواب نہ پاکر مسلمان ہوئے	۳۰۳
کچھ لوگ تکوینی معجزات دیکھ کر مسلمان ہوئے	۳۰۴
کچھ لوگ تعلیم شریعت کے ذاتی حسن کو	۳۰۵
دیکھ کر مسلمان ہوئے	۳۰۵
صحبت نبوی ﷺ کا اثر	۳۰۶
کفار کے مظالم اور حضرات صحابہ	۳۰۷
ایمان کی شیرینی	۳۰۷
اسلام کی مقبولیت	۳۰۸
مسلمانوں کی حبشہ کو ہجرت	۳۰۹
سرداران قریش کا تعاقب	۳۰۹
آپ ﷺ کے قتل کا منصوبہ	۳۰۹
ہجرت مکہ مکرمہ کا حکم	۳۱۰
اہل مدینہ کا استقبال	۳۱۰
معرکہ بدر کا پس منظر	۳۱۰
مدینہ میں آپ ﷺ کی شفقت کا رنگ	۳۱۱
مدینہ میں تین دشمنوں کی مدافعت	۳۱۲
غزوۂ خندق کا پس منظر	۳۱۳
سلاطین دنیا کے نام آپ ﷺ کے خطوط	۳۱۴
صلح حدیبیہ کا حیرت انگیز نتیجہ	۳۱۴
اہل مکہ کی بدعہدی	۳۱۶
اہل مکہ سے آپ ﷺ کا حسن سلوک	۳۱۷
قبائل عرب کے وفود کی آمد	۳۱۸
حجۃ الوداع	۳۱۸
آپ ﷺ کا مرض وفات	۳۱۸
فتح مکہ تعجب خیز بھی اور دشوار گذار بھی	۳۱۸
آپ ﷺ کا بیس سالہ کارنامہ	۳۱۹
تاریخ دنیا آپ ﷺ کے انقلاب کی مثال	۳۲۰
پیش نہیں کرسکتی	۳۲۰
آپ ﷺ کے سپرد کردہ کام کا نتیجہ	۳۲۰
کسب معاش کے لئے نصاب تعلیم	۳۲۱
نصاب تعلیم کی وسعت وجامعیت	۳۲۲

عنوان	صفحہ
معلمین کی حیرت انگیز تعداد	۳۲۲
کمال معلم ﷺ	۳۲۴
طرز تعلیم	۳۲۵
روحانی تربیت	۳۲۶
دنیا بھر کے عقلاء کو چیلنج	۳۲۶
تزکیہ نفوس اور تکمیل نتیجہ امتحان	۳۲۷
آپ ﷺ کی نظر کیمیا اثر	۳۲۷
تاثیر نظر کی قوت	۳۲۹
تربیت کی واقعاتی شہادت	۳۲۹
شان صدیقی رضی اللہ عنہ وفاروق رضی اللہ عنہ	۳۳۲
علمائے امت محمدیہ ﷺ	۳۳۲
آپ ﷺ کی خدمات مبارکہ کا حاصل	۳۳۲
اپنی خدمات کا کوئی صلہ آپ ﷺ نے نہیں چاہا	۳۳۴
نعت شریف	۳۳۵

مکتوبات نبوی

عنوان	صفحہ
معاہدہ مدینہ	۳۳۶
معاہدہ حدیبیہ	۳۳۸
شاہ حبش کے نام دوسرا مکتوب نبوی	۳۳۸
قیصر روم کے نام	۳۳۹
انبیاء کی شبیہیں	۳۳۹
خسرو پرویز شہنشاہ فارس کے نام	۳۳۹
کسریٰ شاہ فارس کے نام	۳۳۹
اہل فارس کو قاصد نبوت کی تنبیہ	۳۴۰
ہرمزان کے نام	۳۴۰
نائب السلطنت مصر کے نام	۳۴۰
ہوذہ بن علی گورنر یمامہ کے نام	۳۴۰
حارث غسانی شاہ دمشق کے نام	۳۴۰
یہود خیبر کے نام	۳۴۰
کوہ تہامہ والوں کے نام	۳۴۱
منذر بن ساوی گورنر بحرین کے نام	۳۴۱
معاہدہ اکبر بن عبد القیس	۳۴۱
عبد شاہ عمان کے نام	۳۴۲
بنی عبد اللہ مرزبان ہجر کے نام	۳۴۲
سردار بنی وائل کے نام	۳۴۲
دومۃ الجندل کے نام	۳۴۲
بنی جنبہ اور اہل مقنا کے نام	۳۴۲
اہل عقبہ کے نام	۳۴۳
معاہدہ بنی غادیا و بنی عریض	۳۴۳
معاہدہ نجران	۳۴۳
نجاشی شاہ حبش کے نام	۳۴۴
قبیلہ لخم کے نام	۳۴۴
قبیلہ بارق کے نام	۳۴۴
سرداراں عبابلہ کے نام	۳۴۵
خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کے نام	۳۴۵
شاہان حمیر کے نام معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے نام	۳۴۵
ضمیرہ لیثی رضی اللہ عنہ کے نام	۳۴۶
بنی نہد کے نام	۳۴۶
ربیعہ بن ذی مرحب الحضرمی کے نام	۳۴۶
قبیلہ کلب کے نام	۳۴۶
عامر بن اسود طائی کے نام	۳۴۷
زمل بن عمرو العذری کے نام	۳۴۷
بنی قمح کے نام	۳۴۷
حضرت زبیر کے نام	۳۴۷
بلال بن حارث المزنی کے نام	۳۴۷
سعد بن سفیان کے نام	۳۴۸
عتبہ بن فرقد کے نام	۳۴۸

زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

عنوان	صفحہ
مدینہ تشریف لے آئیے	۳۴۹
قادیانیوں کی مذمت	۳۵۰
شہادت عثمان رضی اللہ عنہ	۳۵۰
عامر رضی اللہ عنہ تمہارے لئے دعا	۳۵۰
حضرت نافع کے منہ سے خوشبو	۳۵۱
امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے لئے بشارت	۳۵۱
صحیح بخاری شریف کا مقام	۳۵۲
بایزید بسطامی کو شادی کی ترغیب	۳۵۲
آپ ﷺ کا خواب میں روٹی عنایت فرمانا	۳۵۲

عنوان	صفحہ
ہرنی جانور پر رحم کرنے پر بادشاہی ملی	۳۵۳
سلطان محمود غزنوی	۳۵۳
کثرت درود شریف پر انعام	۳۵۳
دعوت وبشارت	۳۵۴
جلد آ تجھ سے ملنے کا بہت اشتیاق ہے	۳۵۵
مدینہ منورہ میں سخت قحط	۳۵۵
شہادت حسین ؓ	۳۵۵
تمہاری عمر بہت باقی ہے غم نہ کرو	۳۵۶
آپ ﷺ نے اپنا لعاب دہن عطاء فرمایا	۳۵۶
غیبت سے چارہ نہ ہو تو یہ عمل کرو	۳۵۶
علامہ سیوطی کو ۷۵ مرتبہ زیارت نبوی	۳۵۷
آپ ﷺ کی زیارت کے لئے دو عمل	۳۵۷
محبت رسول میں اپنے بچے کا قتل	۳۵۷
برودت معدہ کے لئے نسخہ	۳۵۸
خلل دماغ کے لئے نسخہ	۳۵۸
تیری کثرت درود	۳۵۸
ایک درویش کی رہائی کا حکم فرمایا	۳۵۹
ہم ﷺ تم سے ملنے آئے ہیں	۳۵۹
عید کے کپڑوں کا انتظام کرادیا	۳۶۰
جسد اطہر کو غائب کرنے کی نیت سے	۳۶۰
امام مالک کا خواب	۳۶۱
کتاب شفاء الاسقام کا مقام	۳۶۲
اہل بیت کے سلسلہ میں بیعت فرمایا	۳۶۲
مفلوج آدمی کا ٹھیک ہونا	۳۶۳
ملائکہ بھی غم زدہ ہیں	۳۶۳
جس قدر زیادہ درود بھیجا جاتا ہے	۳۶۴
ہمایوں کے سر سے شاہی تاج	۳۶۴
تجہیز وتکفین کا انتظام کرادیا	۳۶۵
مجدد الف ثانیؒ کے رسالہ کو	۳۶۵
شیخ عبدالحق اور زیارت نبوی	۳۶۵
حضرت سید آدم بنوری کو بشارت	۳۶۶
حضرت شہاب الدین سہروردی	۳۶۶
مشکل سے مشکل کام مومن ہوتا ہے	۳۶۷
حضرت علی ؓ کے برا کہنے والے	۳۶۸
حضرات شیخین کی محبت میں زبان کا کٹنا	۳۶۸
چاروں مسالک فقہ وتصوف حق ہیں	۳۶۹
جنت البقیع میں تدفین کا حکم	۳۷۰
میں تم سے بہت خوش ہوں	۳۷۱
تم ہمارے پاس آؤ	۳۷۱
مولانا محمد قاسم نانوتوی	۳۷۱
کتاب رحمۃ اللعالمین طلب کرو	۳۷۲
مرزا قادیانی میری احادیث کو ریزہ ریزہ	۳۷۲
کررہا ہے	۳۷۲
تمہارے منہ سے تمباکو کی بدبو	۳۷۳
علامہ اقبال کو خط	۳۷۳
حضرت تھانویؒ کے مکان پر تشریف لے گئے	۳۷۳
زیادتی عمر کی خوشخبری	۳۷۴
مثنوی مولانا جامیؒ	۳۷۵
حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم	
سونے سے وضو نہ ٹوٹنا	۳۷۸
اعتقاد الصدیق لحیات الرفیق	۳۷۹
حضرت فاروق اعظم	۳۸۰
حضرت عثمانؓ کا اعتقاد	۳۸۰
حضرت علی کا اعتقاد	۳۸۰
بیان عقیدہ از حضرت عائشہ صدیقہؓ	۳۸۰
دو دوسرے مقربین کے اجساد	۳۸۱
عبداللہ بن عمرؓ کا تعامل	۳۸۱
ابوایوب انصاریؓ	۳۸۲
اکابر جماعت اہل حدیث	۳۸۲
محمد بن عبدالوہاب نجدی	۳۸۲
نواب صدیق حسن خاں	۳۸۲
میاں نذیر حسین صاحب دہلوی	۳۸۳
مولانا عظیم آبادی	۳۸۳
التعلیقات السلفیہ	۳۸۳
اشاعرہ اور ماتریدیہ	۳۸۳
واقعہ حرہ	۳۸۳
صحابہ کرام کا روضہ اقدس پر سلام	۳۸۴

عنوان	صفحہ
سلام بھجوانا	۳۸۴
شہدائے احد کے جسم صحیح سالم	۳۸۵
قبر سے آواز	۳۸۵
نورالدین شہید محمود بن زنگی	۳۸۵
اشہادات اجماع	۳۸۶
حضرت علامہ عینی	۳۸۶
استاذ حضرت شاہ عبدالغنی مجددی	۳۸۶
شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۳۸۶
نواب قطب الدین صاحب دہلوی	۳۸۷
جمیع اہل سنت	۳۸۷
حضرت مولانا محمد زکریا صاحب	۳۸۷
عقیدہ حیات النبی اور علماء دیوبند	۳۸۸
مسئلہ حیات النبی ﷺ	۳۹۱
آخری فیصلہ	۳۹۱
ختم نبوت	
حدیث عائشہ میں یہ دعویٰ خاتمیت	۴۰۲
نبوت کے جھوٹے دعویدار	
مسیلمہ کذاب	۴۰۵
مختار بن ابوعبید ثقفی	۴۰۸
مختار کا دعویٰ نبوت	۴۰۸
مصعب ابن زبیر رضی اللہ عنہ	۴۰۸
حارث کذاب دمشقی	۴۰۹
مغیرہ بن سعید بن عجلی	۴۱۰
زندہ نذر آتش	۴۱۰
بیان بن سمعان تمیمی	۴۱۰
ابومنصور عجلی	۴۱۰
بہافرید نیشاپوری	۴۱۱
بہافرید کا قتل	۴۱۱
اسحٰق اخرس مغربی مدعی نبوت	۴۱۱
دس سال تک گونگا بنا رہا	۴۱۱
اسحٰق کے معجزات	۴۱۲
عساکر خلافت سے معرکہ آرائیاں	۴۱۲
استاذ سیس خراسانی	۴۱۳
سیس کا قتل	۴۱۳
حکیم مقنع خراسانی	۴۱۳
دعوائے خدائی	۴۱۳
مقنع کی خدائی کا خاتمہ	۴۱۴
جھوٹے مدعیان نبوت	۴۱۴
آئینہ مرزائیت	۴۱۵
نبوت مرزا غلام احمد قادیانی پر ختم	۴۱۵
مکہ اور مدینہ کی توہین	۴۱۶
مسلمانوں کی توہین	۴۱۶
تمام مسلمان کافر ہیں	۴۱۶
سلطنت برطانیہ کا خودکاشتہ پودا	۴۱۷
قرآن مجید کی توہین	۴۱۷
مرزا قادیانی کی دُعاء	۴۱۷
مرزا کی پیش گوئی جو سچی نکلی	۴۱۷
قادیانیوں کو مسلمان کہلانے کا کیا حق ہے	۴۱۸
مجاہدین ختم نبوت	
تحریک تحفظ ختم نبوت	
حضرت ابومسلم خولانی رحمہ اللہ	۴۲۰
حبیب بن ام عمارہؓ	۴۲۰
حضرت زید بن خارجہؓ	۴۲۰
حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ	۴۲۱
مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ	۴۲۱
مولانا خواجہ ابوالسعد	۴۲۳
سید انور شاہ کشمیریؒ	۴۲۳
شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ	۴۲۳
سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ	۴۲۳
غازی علم الدین شہیدؒ	۴۲۵
شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ	۴۲۵
خان عبدالرحمان خان والیٔ افغانستان	۴۲۶
حکیم محمد عالم آسی	۴۲۶
مولانا غلام قادر بھیرویؒ	۴۲۶
علامہ اقبال	۴۲۶
علامہ ابوالحسنات محمد احمد قادریؒ	۴۲۷
شیخ حسام الدینؒ	۴۲۷

حضرت خواجہ اللہ بخش تونسویؒ	۴۲۸
قاضی احسان احمد شجاع آبادی	۴۲۸
مولانا محمد علی جالندھری	۴۲۹
مولانا لال حسین اخترؒ	۴۳۱
مولانا محمد شریف جالندھریؒ	۴۳۳
مولانا محمد شریفؒ بہاولپوری	۴۳۳
مولانا سید شمس الدین شہیدؒ	۴۳۴
مولانا خلیل احمد قادری صاحب	۴۳۴
حضرت مولانا خواجہ خان محمد	۴۳۴
مولانا غلام غوث ہزارویؒ	۴۳۴
مرزائیوں کو شاہ فہد کا جواب	۴۳۵
مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ	۴۳۵
سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ	۴۳۵
مجاہد ختم نبوت آغا شورش کاشمیریؒ	۴۳۶
ذوق جنوں کے واقعات	۴۳۶
ختم نبوت زندہ باد	۴۳۷
مولانا مفتی محمودؒ	۴۳۷
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم	
صحابی کی تعریف	۴۳۹
خلافت	۴۴۰
صحابہ کی خوبیاں	۴۴۰
اہل بیت کی فضیلت	۴۴۲
حضرت حسنؓ کی فضیلت	۴۴۲
حضرت حسینؓ کی شہادت	۴۴۲
خلفائے راشدین کی یگانگت	۴۴۴
ثالثی علی المرتضیٰ	۴۴۴
اقدام ابوبکرؓ و عمرؓ	۴۴۵
صدیقی خدمات	۴۴۶
عثمانی عطیہ	۴۴۶
نکاح علی المرتضیٰ	۴۴۶
اہتمام رخصتی	۴۴۷
روابط فاطمہ و عائشہؓ	۴۴۷
سفارت علی المرتضیٰؓ	۴۴۸
مزاح و بے تکلفی	۴۴۹
تردید تقیہ	۴۴۹
فقیہ و مفتی	۴۵۰
تصدیق ''صدیق''	۴۵۰
اعتراف افضلیت	۴۵۰
رشک علی المرتضیٰؓ	۴۵۱
تمنائے علی المرتضیٰؓ	۴۵۱
فاروقی عطیہ	۴۵۱
وسعت قلبی	۴۵۱
گریہ علی المرتضیٰؓ بر وفات صدیق اکبرؓ	۴۵۲
تعزیت عمر فاروقؓ	۴۵۲
گریہ دختران علی المرتضیٰؓ	۴۵۳
نماز جنازہ حضرت عثمانؓ	۴۵۳
سزائے غلط بیانی	۴۵۳
بیزاری امام جعفر صادقؒ	۴۵۳
بغض صحابہؓ کی وجہ سے آنکھیں باہر نکل آنا	۴۵۴
ایک روافضی کا خنزیر بن جانا	۴۵۴
نماز کی توہین سے خنزیر بن جانا	۴۵۴
ایک سبی روافضی کا بندر بن جانا	۴۵۵
حضرات شیخینؓ کی لاشیں نکالنے کا مشہور واقعہ	۴۵۵
بغض صدیقؓ کی وجہ سے خنزیر بن جانا	۴۵۶
ایک روافضی کا خواب میں قتل ہو جانا	۴۵۶
گلے میں سانپ کا چمٹ جانا	۴۵۷
قبر میں خنزیر بن جانا	۴۵۷
بغض صحابہؓ سے قبر میں سانپ	۴۵۸
دشمنان صحابہؓ پر کتے کا مسلط ہونا	۴۵۸
حضرت علیؓ کی توہین کرنے والے کا چہرہ	۴۵۸
خنزیر کی شکل میں	۴۵۸
حضرت حسینؓ کی توہین کرنے والے	۴۵۸
حضرت معاویہؓ کی توہین کرنے والے	۴۵۸
عبرت آموز حکایات	۴۵۹
ایک شہید کے سر نے تلاوت کی	۴۶۰
حضرت بایزید بسطامی	۴۶۰
عائشہ صدیقہؓ پر بہتان کی سزا	۴۶۰
سات سال تک نیند	۴۶۱

مشاہیر عالم اور اُن کا سفرِ آخرت

عنوان	صفحہ
انبیاء کرام علیہم السلام	۴۶۲
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم	۴۶۲
حضرت آدمؑ	۴۶۲
حضرت ابراہیمؑ	۴۶۲
حضرت ادریسؑ	۴۶۲
حضرت اسحٰقؑ	۴۶۳
حضرت اسمٰعیلؑ	۴۶۳
حضرت الیاسؑ	۴۶۳
حضرت ایوبؑ	۴۶۳
حضرت داؤدؑ	۴۶۳
حضرت زکریاؑ	۴۶۳
حضرت سلیمانؑ	۴۶۴
حضرت شعیبؑ	۴۶۴
حضرت موسیٰؑ	۴۶۴
حضرت ہارونؑ	۴۶۴
حضرت یعقوبؑ	۴۶۴
حضرت یحییٰؑ	۴۶۵
حضرت یوسفؑ	۴۶۵
حضرت یونسؑ	۴۶۵
حضرات صحابہ کرامؓ	۴۶۵
ابوبکر صدیقؓ حضرت	۴۶۵
ابودرداء صحابیؓ	۴۶۵
ابوذر غفاریؓ حضرت	۴۶۵
ابوالسفیان بن الحارث	۴۶۵
ابوہریرہؓ حضرت	۴۶۵
امام حسینؓ حضرت	۴۶۶
بلالؓ حضرت	۴۶۶
حذیفہؓ حضرت	۴۶۶
خالد بن ولیدؓ حضرت	۴۶۶
خبیب بن عدیؓ حضرت	۴۶۶
سعد بن ربیعؓ حضرت	۴۶۶
سعد بن جبیرؓ حضرت	۴۶۷
عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھما حضرت	۴۶۷
عبادہ بن صامت انصاریؓ حضرت	۴۶۷
عبداللہ بن زبیرؓ حضرت	۴۶۷
عبداللہ بن عمرؓ	۴۶۷
عثمان غنیؓ حضرت	۴۶۷
علیؓ حضرت سیدنا امیر المومنین	۴۶۸
عمار بن یاسرؓ حضرت	۴۶۸
عمر فاروق اعظمؓ حضرت سیدنا	۴۶۸
عمرو بن العاصؓ حضرت	۴۶۸
فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنھما حضرت	۴۶۸
معاذ بن جبلؓ	۴۶۸
حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ	۴۶۸
حضرت سلمان فارسیؓ	۴۶۸
حضرت خالد بن سعید ابن العاصؓ	۴۶۹
حضرت خباب بن الارتؓ	۴۶۹
سعد بن ابی وقاصؓ	۴۶۹
حضرت انسؓ بن مالکؓ	۴۶۹
حضرت انس بن النضرؓ	۴۶۹
حضرت عمیر بن حمامؓ	۴۶۹
حضرت زیاد بن سکنؓ	۴۷۰
حضرت سعد بن ربیع انصاریؓ	۴۷۰
حضرت عمرو بن ثابت عرف اصیرم انصاریؓ	۴۷۰
اسود حبشیؓ	۴۷۰
خیثمہ بن حارثؓ انصاری	۴۷۰
حرام بن ملحان انصاریؓ	۴۷۰
عبداللہ بن ثابت انصاریؓ	۷۱
عبداللہ بن حنظلہ انصاریؓ	۴۷۱
عبداللہ بن سعدؓ	۴۷۱
عبداللہ بن یاسرؓ	۴۷۱
مالک بن بنان خدریؓ	۴۷۱
عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ	۴۷۲
ابوثعلبہ خشنیؓ	۴۷۲
معقل بن یسار مزنیؓ	۴۷۲
حضرت عبیدہ بن الحارثؓ	۴۷۲
علماء کرامؒ	۴۷۲
احمد رضا خاں بریلوی مولانا (۱۸۵۶_۱۹۲۱ء)	۴۷۲
ابن تیمیہ امام	۴۷۲
ابوالحسن خرقانی حضرت	۴۷۳
ابوالحسن نوریؒ	۴۷۳
ابوالحسنات سید محمد احمد قادری حضرت مولانا	۴۷۳
ابوالرضا محمد شیخ	۴۷۳
ابوالوفاء بن عقیلؒ	۴۷۳
ابوبکر شبلیؒ حضرت	۴۷۳
ابوسلیمانؒ دارانی حضرت	۴۷۳
ابویعقوبؒ نہر جوری	۴۷۳
ابو یوسفؒ امام حضرت	۴۷۳
احسان احمد شجاع آبادی قاضی	۴۷۴
احمد بن ابوالحسن رفاعی حضرت شیخ	۴۷۴
احمد حسن امروہیؒ مولانا سید	۴۷۴
احمد حسینؒ قاری	۴۷۴
احمد علی لاہوری، حضرت مولانا	۴۷۴
اسمٰعیل شاہ شہید	۴۷۴
الف ثانیؒ حضرت مجدد	۴۷۴
اشرف علی تھانوی (م ۱۳۶۲ھ_۱۹۴۳ء)	۴۷۴
الٰہی بخش مولانا حافظ (۱۷۶۸_۱۸۳۷ء)	۴۷۵
اورنگ زیب عالمگیر (۱۶۱۸_۱۷۰۷ء)	۴۷۵
آدم بن ابی حضرت ایاسؒ	۴۷۵
الیشانؒ حضرت (۹۶۵_۱۰۵۲ھ)	۴۷۵
بایزید بسطامیؒ حضرت (۱۳۱_۲۶۱ھ)	۴۷۵
بختیار کاکیؒ حضرت قطب الدین	۴۷۵
بشر حافیؒ	۴۷۵
تلمسانی، عفیف الدین سلیمان	۴۷۵
تیتو میر شہید حضرت (۱۷۷۲_۱۸۳۲ء)	۴۷۶
جانجاناں مرزا مظہر (۱۱۱۱_۱۱۹۵ھ)	۴۷۶
جلال گجراتی شاہ	۴۷۶
جماعت علی شاہ امیر ملت پیر (وفات ۱۹۵۱ء)	۴۷۶
جمال الدین افغانی سید (۱۸۳۸_۱۸۹۷ء)	۴۷۶
جنید بغدادیؒ حضرت (وفات ۹۱۰ء)	۴۷۶
حالی الطاف حسین (۱۸۳۷_۱۹۱۴ء)	۴۷۶
حبیب اللہ لاہوری، حافظ (۱۹۱۶_۱۹۷۲ء)	۴۷۶
حبیب عجمی (وفات ۷۷۲ء)	۴۷۶
حسین احمد مدنیؒ مولانا	۴۷۷
خلیل احمد سہارنپوریؒ حضرت مولانا	۴۷۷
داتا گنج بخشؒ حضرت سید علی بن عثمان ہجویری	۴۷۷

عنوان	صفحہ
داؤد غزنوی مولانا (۱۸۹۵-۱۹۶۳ء)	۴۷۷
ذوالنون مصریؒ حضرت (وفات ۲۴۵ھ)	۴۷۷
رابعہ بصریؒ حضرت (۹۷-۱۸۵ھ)	۴۷۷
رودباری حضرت خواجہ ابوعلیؒ (وفات ۳۲۱ھ)	۴۷۷
زین العابدینؒ حضرت امام	۴۷۷
سری سقطیؒ حضرت	۴۷۸
سعدیؒ شیخ (۱۱۸۴-۱۲۹۱ء)	۴۷۸
سفیان ثوریؒ حضرت	۴۷۸
سیدن شاہ صابریؒ پیر (۱۸۸۵-۱۹۷۳ء)	۴۷۸
شافعیؒ امام (۱۵۰ھ-۲۰۴ھ)	۴۷۸
شبلی نعمانی (۱۸۵۷-۱۹۱۴ء)	۴۷۸
شیر محمد دیوان چاؤلی حضرت حاجی (۳۰-۱۳۱ھ)	۴۷۸
شیر محمد صاحب شرقپوری میاں (۱۸۶۵-۱۹۲۸ء)	۴۷۹
صلاح الدین ایوبی سلطان (۱۱۳۸-۱۱۹۳ء)	۴۷۹
عباس علمدار ؓ حضرت	۴۷۹
عبدالرحمان شاہ گیلانیؒ پیر (وفات ۱۳۴۰ھ)	۴۷۹
عبدالرحیم سہارنپوریؒ شاہ حضرت (۱۷۹۹-۱۸۸۶ء)	۴۷۹
عبدالرحیم مولانا شاہ (وفات ۱۱۳۱ھ)	۴۷۹
عبدالرسول قصوری مولانا (۱۸۱۹-۱۸۷۷ء)	۴۷۹
عبدالغفور ہزاروی مولانا (۱۹۱۰-۱۹۷۰ء)	۴۷۹
عبدالقادر جیلانیؒ حضرت شیخ (۴۷۰، ۱۰۷۱، ۵۶۱ھ)	۴۷۹
عبدالقدوس گنگوہیؒ حضرت شیخ	۴۸۰
عبدالقادر رائپوریؒ، قطب الارشاد حضرت مولانا	۴۸۰
عبدالکریم حسینی، عارف باللہ حضرت شاہ	۴۸۰
عبدالاوّلؒ	۴۸۰
عبدالماجد بدایونیؒ مولانا (۱۸۸۷-۱۹۳۱ء)	۴۸۰
عبدالماجد دریا آبادی حضرت مولانا	۴۸۰
عثمان الخیریؒ حضرت	۴۸۱
عطاء اللہ شاہ بخاریؒ مولانا (۱۸۹۲-۱۹۶۱ء)	۴۸۱
علی بن سہل اصفہانیؒ	۴۸۱
علی ہمدانیؒ حضرت سید (۷۱۴-۷۸۷ھ)	۴۸۱
عمر بن عبدالعزیزؒ حضرت	۴۸۱
غلام رسول مہر مولانا (۱۸۹۶-۱۹۷۱ء)	۴۸۱
غلام حسن شہیدؒ منشی	۴۸۱
غزالیؒ امام (وفات ۵۰۵ھ)	۴۸۱
غلام فریدؒ خواجہ حضرت (وفات ۱۹۰۱ء)	۴۸۱
غلام غوث ہزاروی مولانا (م-۱۹۸۱ء)	۴۸۲
غلام محمد مولانا حافظ (۱۸۹۷-۱۹۷۸ء)	۴۸۲
غلام محی الدین قصوری مولانا (۱۲۰۲-۱۲۷۰ھ)	۴۸۲
فتح محمد بھورویؒ حضرت مولانا (۱۸۴۵-۱۹۴۸ء)	۴۸۲
فخر الدین عراقیؒ حضرت شیخ	۴۸۲
فرید الدین مسعود گنج شکرؒ حضرت شیخ	۴۸۲
فضل گجراتی پیر (۱۸۹۶-۱۹۷۲ء)	۴۸۲
فضیل بن عیاضؒ (وفات ۸۰۳ء)	۴۸۲
کاکا صاحب حضرت شیخ رحمکار (۹۸۳-۱۰۶۳)	۴۸۲
گیسودراز سید محمدؒ خواجہ (۷۲۰-۸۲۵ھ)	۴۸۳
مالک امام (۹۳-۱۷۹ھ)	۴۸۳
محمد اسماعیل بخاری امام (۱۹۴-۲۵۶ھ)	۴۸۳
محمد اشرف خواجہ (۱۰۴۸-۱۱۱۷ھ)	۴۸۳
محمد بن حسن ختلیؒ	۴۸۳
محمد الیاس رئیس المبلغین حضرت مولانا (۱۸۸۶-۱۹۴۴ء)	۴۸۳
محمد تقی عرف عزیز میاں شاہ (۱۸۹۹-۱۹۶۸ء)	۴۸۳
محمد عبداللہ حافظ (۱۲۸۳-۱۳۴۶ھ)	۴۸۴
محمد عبیداللہ حضرت خواجہ (۱۰۳۷-۱۰۸۳ھ)	۴۸۴
محمد علی جوہر مولانا (۱۸۷۳-۱۹۳۱ء)	۴۸۴
محمد قاسم نانوتوی (۱۲۴۸-۱۲۹۷ھ)	۴۸۴
محمد معصومؒ خواجہ (۱۰۰۷-۱۰۷۹ھ)	۴۸۴
محمد نجم احسن نگرامیؒ مولانا (وفات ۱۹۷۶ء)	۴۸۴
محمد نعیم الدین مرادآبادی (۱۸۸۳-۱۹۴۸ء)	۴۸۴
محمد یوسف کاندھلویؒ مولانا (۱۹۱۷-۱۹۶۵ء)	۴۸۵
محمود حسن شیخ الہند حضرت مولانا (وفات ۱۹۲۰ء)	۴۸۵
محمد یوسف بنوری (۱۹۰۸-۱۹۷۷ء)	۴۸۵
مغفور القادری سید (۱۳۲۶-۱۳۹۰ھ)	۴۸۵
مُلا شور بازار (۱۳۰۲-۱۳۷۶ھ)	۴۸۵
منصور حلاج (۲۴۴-۳۰۹ھ)	۴۸۵
مہر علی شاہ گولڑیؒ حضرت پیر (۱۸۵۴-۱۹۳۷ء)	۴۸۵
نظامی	۴۸۶
نوشہ گنج بخش حضرت	۴۸۶
نظام الدین اولیاؒ حضرت (۶۳۴-۷۲۵ھ)	۴۸۶
یوسف بن حسینؒ حضرت	۴۸۶
ابراہیم بن یزید تیمیؒ	۴۸۶
ابراہیم بن یزید نخعیؒ	۴۸۶
اسود بن یزیدؒ (۷۵ھ)	۴۸۶
حسن بصریؒ (۱۱۰ھ)	۴۸۷
خارجہ بن زیدؒ (۱۰۰ھ)	۴۸۷
ربیع بن خثیمؒ	۴۸۷
سعید بن جبیرؒ	۴۸۷
سعید بن المسیبؒ (۹۴ھ)	۴۸۷
شریح بن حارثؒ قاضی (۷۶ھ)	۴۸۸
صفوان بن سلیم زہریؒ (۱۳۲ھ)	۴۸۸
صفوان بن محرزؒ	۴۸۸
طاؤس بن کیسانؒ (۱۰۶ھ)	۴۸۸
عبداللہ بن عونؒ (۱۵۱ھ)	۴۸۸
عمرو بن شرحبیلؒ (۶۳ھ)	۴۸۸
علقمہ بن قیسؒ (وفات ۶۲ھ)	۴۸۸
قاسم بن محمد بن ابی بکر ؓ (وفات ۱۰۷ھ)	۴۸۹
مجاہد بن جبیرؒ (وفات ۱۰۳ھ)	۴۸۹
محمد بن سیرینؒ (وفات ۱۱۰)	۴۸۹
محمد بن منکدر (وفات ۱۳۰ھ)	۴۸۹
مسروق بن اجدعؒ (وفات ۶۳ھ)	۴۸۹
مطرف بن عبداللہؒ	۴۹۰
ہرم بن حیان عبدیؒ	۴۹۰
ابوبکر بن عبدالرحمٰنؒ (۹۴ھ)	۴۹۰
ابوعبدالرحمٰن السلمیؒ (۷۳ھ)	۴۹۰
امام احمد بن حنبل (۲۴۱ھ)	۴۹۰
عامۃ المسلمین	۴۹۰
فقیر محمد فقیر ڈاکٹر (وفات ۱۹۷۴ء)	۴۹۰
ابوالحسن اصفہانی (۱۹۰۲-۱۹۸۱ء)	۴۹۰
ابومسلم خراسانی	۴۹۰
ابراہیم ذوق (۱۷۹۰-۱۸۵۴ء)	۴۹۱
اختر شیرانی (۱۹۰۵-۱۹۴۸ء)	۴۹۱
اقبال علامہ ڈاکٹر سر محمد (۱۸۷۷-۱۹۳۸ء)	۴۹۱
اکبر اعظم (۱۵۴۲-۱۶۰۵ء)	۴۹۱
الپ ارسلان (وفات ۴۶۵ھ)	۴۹۱
امیر تیمور (۱۳۳۶-۱۴۰۵ء)	۴۹۱
انور سادات (۱۹۱۸-۱۹۸۱ء)	۴۹۱
بابر ظہیر الدین (وفات ۱۵۳۰ء)	۴۹۲
بوعلی سینا حکیم	۴۹۲

عنوان	صفحہ
حجاج بن یوسف	۴۹۲
خوشحال خاں	۴۹۲
خیرالدین باربروسا (وفات ۱۵۴۶ء)	۴۹۲
ذوالفقار علی بھٹو، مسٹر (۱۹۲۸۔۱۹۷۹ء)	۴۹۲
سید احمد خاں سر (۱۸۱۷۔۱۸۹۸ء)	۴۹۳
شاہجہان (۱۵۹۲۔۱۶۶۶ء)	۴۹۳
شرف النساء	۴۹۳
شیر شاہ سوری	۴۹۳
ضیاء الرحمٰن جنرل (۱۸۳۶۔۱۹۸۱ء)	۴۹۳
عبدالرحمٰن خان (وفات ۱۹۰۱ء)	۴۹۴
عبدالکریم قاسم (۱۹۱۴۔۱۹۶۳ء)	۴۹۴
عثمان خان اوّل (۱۲۵۸۔۱۳۲۵ء)	۴۹۴
علاء الدین صدیقی (وفات ۱۹۷۷ء)	۴۹۴
علم الدین شہید غازی (۱۹۰۸۔۱۹۲۹ء)	۴۹۴
عمر خیام (۱۰۵۰۔۱۱۲۳ء)	۴۹۴
غالب اسد اللہ خاں (۱۷۹۷۔۱۸۶۹ء)	۴۹۵
غلام عباس چوہدری (۱۹۰۴۔۱۹۶۷ء)	۴۹۵
غیاث الدین بلبن (دور حکومت ۱۲۶۶ تا ۱۲۸۶ء)	۴۹۵
گلبدین بیگم (وفات ۱۶۰۳ء)	۴۹۵
لق لق، حاجی (وفات ۱۹۶۱ء)	۴۹۵
لیاقت علی خاں نوابزادہ (۱۸۹۵۔۱۹۵۱ء)	۴۹۵
مامون الرشید خلیفہ (۱۲۷۔۲۱۸ھ)	۴۹۵
ماہر القادری (۱۹۰۷۔۱۹۷۸ء)	۴۹۵
مجیب الرحمٰن شیخ (وفات ۱۹۷۵ء)	۴۹۵
محمد تغلق (وفات ۱۳۵۱ء)	۴۹۶
محمد رضا شاہ پہلوی (۱۹۱۹۔۱۹۸۰ء)	۴۹۶
محمد علی بوگرہ (وفات ۱۹۶۳ء)	۴۹۶
محمد علی جناح بانی پاکستان (۱۸۷۶۔۱۹۴۸ء)	۴۹۶
محمود غزنوی سلطان (۹۷۱۔۱۰۳۰ء)	۴۹۶
مصطفےٰ کمال پاشا (۱۸۸۱۔۱۹۳۸ء)	۴۹۶
معز الدین کیقباد سلطان (۶۸۹ھ)	۴۹۶
مومن خاں مومن (۱۸۰۰۔۱۸۵۲ء)	۴۹۷
مونس (انتقال ۱۳۹۲ھ)	۴۹۷
میر انیس (۱۸۰۱ء۔۱۸۷۴ء)	۴۹۷
ہارون الرشید عباسی خلیفہ (عہد حکومت ۷۸۶۔۸۰۹ء)	۴۹۷
ہمایوں (۱۵۰۸۔۱۵۵۶ء)	۴۹۷

عنوان	صفحہ
غیر مسلم معروف شخصیات	۴۹۷
آئزک نیوٹن سر	۴۹۷
آئزن ہاورڈ وائٹ ڈی	۴۹۷
ابراہام لنکن	۴۹۷
ابوجہل	۴۹۸
ابوطالب جناب	۴۹۸
ارشمیدس	۴۹۸
امرؤ القیس	۴۹۸
او ہنری	۴۹۸
انسلابیلا	۴۹۸
ایپی کیورس	۴۹۸
ایڈم سمتھ	۴۹۸
ایڈمز جان	۴۹۸
ایڈمنڈ کین	۴۹۸
ایگری پینا	۴۹۹
ایلزبتھ اول	۴۹۹
الیزنڈر اول	۴۹۹
الیگزنڈر پوپ	۴۹۹
ایمپی ڈاکلس	۴۹۹
این بلین	۴۹۹
اینڈریو جیکسن	۴۹۹
بابا مہر	۴۹۹
بارتھولوئی	۴۹۹
بائرمیکس	۴۹۹
بائرن جارج	۴۹۹
براؤن جان	۴۹۹
براؤننگ ایلزبتھ بیرٹ	۴۹۹
برنارڈ شاہ	۵۰۰
برنیٹو بارنی	۵۰۰
بسمارک شہزادہ آٹو فان	۵۰۰
بولیر سائمن	۵۰۰
بوئیلیو نکولس	۵۰۰
بیتھوون لڈوگ وان	۵۰۰
بیکن فرانسس	۵۰۰
بیل، الیگزنڈر گراہم	۵۰۰
بینٹ آرنلڈ	۵۰۰

عنوان	صفحہ
پاسچر لوئی	۵۰۰
پاسکل بلیز	۵۰۰
پلیسٹرنک بورس	۵۰۰
پال ڈومر	۵۰۰
پٹ مین سر آئزک	۵۰۱
پرسیول سپنسر	۵۰۱
پکاسپیلو	۵۰۱
پوائڈ گرائلین	۵۰۱
تیج بہادر سپرو	۵۰۱
ٹیگور، رابندر ناتھ	۵۰۱
ٹیلرز یچر	۵۰۱
جارج پنجم	۵۰۱
جارج واشنگٹن	۵۰۱
جان ٹائیلر	۵۰۱
جان اسوارٹ مل	۵۰۱
جان گالزوردی	۵۰۲
جان مارش	۵۰۲
جان ملٹن	۵۰۲
جان ولکز بوتھ	۵۰۲
جمشید نسروانجی	۵۰۲
جوزف ایڈیسن	۵۰۲
جوزف پریسلے	۵۰۲
جون آف آرک (۱۴۱۲۔۱۴۳۱ء)	۵۰۲
جیمز گارفیلڈ (۱۸۳۱۔۱۸۸۱ء)	۵۰۲
جیمز ناکس پوک (۱۷۹۵۔۱۸۴۹ء)	۵۰۲
جیفرسن ٹامس (۱۸۰۸۔۱۸۸۹ء)	۵۰۲
جیفرسن ٹامس (۱۷۴۳۔۱۸۲۶ء)	۵۰۲
جیکسن ٹامس جوناتھن (۱۸۲۴۔۱۸۶۳ء)	۵۰۲
جین آسٹن (۱۷۷۵۔۱۸۱۷ء)	۵۰۳
چارلس پیگوی (۱۸۷۳۔۱۹۱۴ء)	۵۰۳
چارلس ڈکنس (۱۸۱۲۔۱۸۷۰ء)	۵۰۳
چرچل سر ونسٹن (۱۸۷۴۔۱۹۶۵ء)	۵۰۳
چیخوف آنتوں پاؤلووچ (۱۸۶۰۔۱۹۰۴ء)	۵۰۳
ڈارون چارلس رابرٹ (۱۸۰۹۔۱۸۸۲ء)	۵۰۳
ڈزرائیلی بنزمن (۱۸۰۴۔۱۸۸۱ء)	۵۰۳
ڈکنسن ایملی (۱۸۳۰۔۱۸۸۶ء)	۵۰۳

عنوان	صفحہ
ڈیڈرات ڈینس (۱۷۱۳-۱۷۸۴ء)	۵۰۳
ڈیفوڈ مینیکل (۱۶۶۰-۱۷۳۱ء)	۵۰۳
رابرٹ کینیڈی (۱۹۲۵-۱۹۶۸ء)	۵۰۳
رچرڈ ہوکر (۱۵۵۴-۱۶۰۰ء)	۵۰۴
روزویلٹ فرینکلن ڈی (۱۸۸۲-۱۹۴۵ء)	۵۰۴
روزویلٹ تھیوڈر (۱۸۵۸-۱۹۱۹ء)	۵۰۴
رولینڈ، مادام (۱۷۵۴-۱۷۹۳ء)	۵۰۴
رومیل ارون (۱۸۹۱-۱۹۴۴ء)	۵۰۴
رینی ڈیکارتے (۱۵۹۶-۱۶۶۰ء)	۵۰۴
زالکس لیون (وفات ۱۹۰۱ء)	۵۰۴
سرت تھنارٹ، مارشل:	۵۰۴
سروجنی نائیڈو، مسز:	۵۰۴
سقراط (۴۶۹-۳۹۹ق م)	۵۰۴
سکاٹ ون فیل (۱۷۸۶-۱۸۶۶ء)	۵۰۴
سکندر اعظم (۳۵۶-۳۲۳ق م)	۵۰۴
سیموئل ہٹلر (۱۸۳۵-۱۹۰۲ء)	۵۰۴
سیزر آگسٹس (۶۳ق م-۱۴ء)	۵۰۴
شاستری لال بہادر (۱۹۰۵-۱۹۶۶ء)	۵۰۵
شیکلٹن سر ارنسٹ ہینری (۱۸۷۴ء-۱۹۲۲ء)	۵۰۵
فرعون موسیٰ علیہ السلام:	۵۰۵
فرانز کافکا (۱۸۸۳-۱۹۲۴ء)	۵۰۵
فریڈرک اعظم (۱۷۱۲-۱۷۸۶ء)	۵۰۵
فرنکلن بنزمن (۱۷۰۶-۱۷۸۶ء)	۵۰۵
فلاطینس (۲۰۴-۲۷۰ء)	۵۰۵
فلبی سینٹ جان (وفات ۱۹۶۰ء)	۵۰۵
فلپ سڈنی سر (۱۵۵۴-۱۹۶۰ء)	۵۰۵
کارڈنیل ولزلے (۱۷۹۸-۱۸۰۵ء)	۵۰۶
کارل مارکس (۱۸۱۸-۱۸۸۳ء)	۵۰۶
کارلائل ٹامس (۱۷۹۵-۱۸۸۱ء)	۵۰۶
کارنیگی اینڈریو (۱۸۳۵-۱۹۱۹ء)	۵۰۶
کالون کولج (۱۸۷۲-۱۹۳۳ء)	۵۰۶
کانٹ عمانیول (۱۷۲۴-۱۸۰۴ء)	۵۰۶
کانگ بین سوک (۱۸۹۲-۱۹۳۲ء)	۵۰۶
کاورڈ نوئیل (۱۸۹۹-۱۹۷۳ء)	۵۰۷
کرین ہارٹ (۱۸۹۹-۱۹۳۲ء)	۵۰۷
کلارا بارٹن:	۵۰۷
کلائیو لارڈ (۱۷۲۵-۱۷۷۴ء)	۵۰۷
کلیمنسو جارجز (۱۸۴۱-۱۹۲۹ء)	۵۰۷
کم ہیانگ جک (وفات ۱۹۲۶ء)	۵۰۷
کنفیوشس (۵۵۱-۴۷۸ق م)	۵۰۷
کوروش اعظم (۶۰۱-۵۳۸ق م)	۵۰۷
کرسٹوفر کولمبس	۵۰۷
کیخسرو (۵۶۸-۵۲۹ق م)	۵۰۷
کیلی گولا (۱۲-۴۱ء)	۵۰۷
گاگل نکولائی (۱۸۰۹-۱۸۵۲ء)	۵۰۷
گاندھی جی (۱۸۶۸-۱۹۴۸ء)	۵۰۷
گرانٹ یولی سس ایس (۱۸۲۲-۱۸۸۵ء)	۵۰۷
گروورکلیولینڈ (۱۸۳۷-۱۹۰۸ء)	۵۰۷
گریگوری ہفتم پوپ (۱۰۲۰-۱۰۸۵ء)	۵۰۸
گوتم بدھ (۵۰۰-۴۲۰ق م)	۵۰۸
گورڈن چارلس (۱۸۳۳-۱۸۸۵ء)	۵۰۸
گوئٹے (۱۷۴۹-۱۸۳۲ء)	۵۰۸
گیٹی بے پال (۱۸۹۲-۱۹۶۰ء)	۵۰۸
گیلیلیو گیلیلی (۱۵۶۴-۱۶۴۲ء)	۵۰۸
لوئی چہاردہم (۱۶۳۸-۱۷۱۸ء)	۵۰۸
لیوس سنکلیئر (۱۸۸۵-۱۹۵۱ء)	۵۰۸
لیوپولڈ دوم (۱۸۳۵-۱۹۰۹ء)	۵۰۸
لیونارڈو ڈاونچی (۱۴۵۲-۱۵۱۹ء)	۵۰۸
لیلنتھل آٹو (وفات ۱۸۹۶ء)	۵۰۸
مارٹن لوتھر (۱۴۸۳-۱۵۴۶ء)	۵۰۸
ماریس میٹرلنک (۱۸۶۲-۱۹۴۹ء)	۵۰۸
ماؤزے تنگ (۱۸۹۳-۱۹۷۶ء)	۵۰۹
مائیکل اینجلو (۱۴۷۵-۱۵۶۴ء)	۵۰۹
مسولینی بینی ٹو (۱۸۸۳-۱۹۴۵ء)	۵۰۹
میری انٹوانیٹی (۱۷۵۵-۱۷۹۳ء)	۵۰۹
میری کیوری (۱۸۶۷-۱۹۳۴ء)	۵۰۹
میکسمیلین (۱۸۳۲-۱۸۶۷ء)	۵۰۹
میکاولی نکولو (۱۴۶۹-۱۵۲۷ء)	۵۰۹
میکنلے ولیم (۱۸۴۳-۱۹۰۱ء)	۵۰۹
میتھیو چارلس:	۵۰۹
میلکم ایکس:	۵۰۹
نپولین بوناپارٹ (۱۷۶۹-۱۸۲۱ء)	۵۰۹
نیلسن ہوریشیو (۱۷۵۸-۱۸۰۵ء)	۵۰۹
نیرو (۳۷-۶۸ء)	۵۰۹
وارن ہیسٹنگز (۱۷۳۲-۱۸۱۸ء)	۵۰۹
واشنگٹن ارونگ (۱۷۸۳-۱۸۵۹ء)	۵۱۰
والٹیئر (۱۶۹۴-۱۷۷۸ء)	۵۱۰
ولفریڈ اوون (۱۸۹۳-۱۹۱۸ء)	۵۱۰
ولیم پٹ دی ینگر (۱۷۵۹-۱۸۰۶ء)	۵۱۰
ولیم ورڈز ورتھ (۱۷۷۰-۱۸۵۰ء)	۵۱۰
ویسپاسئین (۹ء-۷۹ء)	۵۱۰
ہالبس ٹامس (۱۵۸۸-۱۶۷۹ء)	۵۱۰
ہاپکنز جیرالڈ مینلے (۱۸۴۴-۱۸۸۹ء)	۵۱۰
ہیزک ہملر (۱۹۰۰-۱۹۴۵ء)	۵۱۰
ہینری ایکمرٹ کرنل (وفات ۱۸۹۹ء)	۵۱۰
ہینری کلے (۱۷۷۷-۱۸۵۲ء)	۵۱۰
ہینری ہشتم (۱۴۹۱-۱۵۷۴ء)	۵۱۰
چودہ سوسالہ تاریخ تفسیر و مفسرین	۵۱۱

اجمالی فہرست

عقائد	۳
عبادات کے فضائل واہمیت	۴۲
تزکیہ وتربیت	۱۲۸
روزمرہ کی سنتیں	۱۴۸
چہل حدیث	۱۵۴
ازدواجی زندگی نکاح کا بیان	۱۶۳
معاملات	۱۷۴
اخلاقیات	۱۷۸
حقوق والدین	۲۰۷
میاں بیوی کے حقوق	۲۱۸
پردہ	۲۲۷
کبائرورذائل اخلاق	۲۴۱
سیرتِ نبیٔ رحمت ﷺ ولادت شریفہ	۲۵۶
ذکر حبیب ﷺ	۲۹۵
اندھیروں میں آفتاب	۳۴۹
بدرمنیر نبوت کی ضرورت محسن بادشاہ	۳۶۳
مکتوبات نبوی معاہدہ مدینہ	۴۲۲
زیارت نبوی ﷺ	۴۳۸
حیاۃ النبی ﷺ	۴۷۰
ختم نبوت	۴۸۹
نبوت کے جھوٹے دعویدار	۵۰۶
مجاہدین ختم نبوت	۵۲۲
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم	۵۴۷
مشاہیر عالم اوراُن کا سفرِ آخرت	۵۷۹
انبیاء کرام علیہم السلام کے آخری کلمات	۵۷۹
حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آخری کلمات	۵۸۳
علماء کرامؒ کے آخری کلمات	۵۹۲
علمۃ المسلمین کے آخری کلمات	۶۱۵
غیرمسلم معروف شخصیات کے آخری کلمات	۶۲۴
چودہ سوسالہ تاریخ تفسیر ومفسرین	۶۴۲

باب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عقائد

سوال: عقیدہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: عقیدہ کہتے ہیں دل میں کسی بات کا جمنا، دل کا کسی بات کو قبول کرنا لیکن شریعت میں عقیدہ کہتے ہیں کہ جن کی اللہ تعالیٰ نے اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہو۔ ان کو اسی طرح ماننا اور قبول کرنا، دل میں جمانا جیسے مرنے کے بعد زندہ ہونے کی خبر، سوال و جواب قبر، حساب کتاب قیامت، جنت، دوزخ کی خبر، نماز روزہ، زکوٰۃ وحج کے فرض ہونے کی خبر، شراب وزنا اور جوا وغیرہ کے حرام ہونے کی خبر وغیرہ۔

سوال: کیا صرف زبان سے کلمہ کا پڑھ لینا ایمان لانے کے لئے کافی ہے یا اس کے معنی و مطلب کا سمجھنا بھی ضروری ہے؟

جواب: صرف زبان سے بدون مطلب کے سمجھے ہوئے پڑھ لینا کافی نہیں۔ معنی و مطلب کو سمجھے اور دل سے ان باتوں کو یقین جانے اور زبان سے اقرار کرے تب مومن کہا جائے گا البتہ اگر کوئی گونگا ہو تو معذوری ہے اس کا صرف اس طرح اشارہ کرنے سے کہ جو توحید پر اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر علامت و دلیل ہو سکے کافی ہے۔

وجود باری تعالیٰ پر دلائل

سوال: خدا تعالیٰ کے موجود ہونے پر کچھ آسان اور عام فہم دلائل بیان کیجئے؟

جواب: پہلی دلیل :...... موٹی سی بات کے لئے دلیل کی کیا ضرورت۔ ذرا سوچو جب ایک معمولی سا کام معمولی سی چیز بدون کاریگر اور بدون فاعل کے نہیں ہو سکتی تو بھلا اتنا بڑا کارخانہ اپنے آپ بدون صانع کے کس طرح ہو سکتا ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ سے کسی نے پوچھا کہ وجود باری تعالیٰ پر کیا دلیل ہے۔ آپ نے فرمایا ذرا ٹھہرو میں ایک بات کی فکر میں فکر مند ہوں۔ لوگوں نے کہا کہ وہ کیا ہے؟ فرمایا کہ دریا میں ایک کشتی سامان سے بھری ہوئی ہے۔ کوئی اس کی نگہبانی نہیں کرتا نہ اس کو کوئی چلاتا ہے مگر اس کے باوجود کشتی خود بخود آتی جاتی چلتی پھرتی ہے موجوں کو چیر پھاڑ کر نکل جاتی ہے لوگوں نے کہا یہ بات تو عقل کے خلاف ہے۔ کوئی عاقل تو ایسی بات نہ کہے گا امام صاحبؒ نے فرمایا افسوس تمہاری عقل پر کہ پھر یہ موجودات جس میں عالم علوی و سفلی ہے اور یہ اشیاء جس پر دو عالم مشتمل ہیں کیا ان کا کوئی بنانے والا نہیں۔ کوئی چلانے والا نہیں۔ اتنا بڑا کارخانہ خود بخود چل رہا ہے؟ کسی شے کا وجود بدون بنانے والے کے عقلاً ممکن نہیں ہو سکتا کیونکہ وجود کا ایک اثر ہے کہ جو بدون کسی اثر کرنے والے کے لئے نہیں ہو سکتا ہے پس کس طرح ہو سکتا ہے کہ یہ عالم جسمانی بدون کسی اثر کرنے والے کے موجود ہو جائے بلکہ یہ عالم مستلزم ہے اپنے اثر وجود میں اپنے موثر کے وجود کو۔ پس ثابت ہوا کہ وہ ذات موثر موجود ہے جس کو خدا کہتے ہیں۔ قوم یہ سن کر متحیر ہوئی اور حق کی طرف رجوع کیا اور امام عالی مقام کے ہاتھ پر توبہ کی اور مسلمان ہو گئے۔

دوسری دلیل :...... امام شافعی صاحبؒ نے وجود باری تعالیٰ پر یہ دلیل قائم کی کہ شہتوت کے درخت کے پتے کو دیکھو کہ اس کا مزہ ایک ہے جب کیڑا اس کو کھاتا ہے تو ریشم نکلتا ہے اور شہد کی مکھی اس کو کھاتی ہے تو شہد بنتا ہے اور بکری اور چوپائے کھاتے ہیں تو مینگنی اور گوبر نکلتا ہے اور ہرن چرتا ہے تو مشک ہو جاتا ہے حالانکہ چیز ایک ہی ہے آخر یہ کس کی کاریگری ہے۔ ضرور ذات موجود صانع قادر مطلق کی قدرت کے کرشمے ہیں۔

تیسری دلیل :...... امام احمد بن حنبلؒ نے وجود باری تعالیٰ پر یہ دلیل بتائی کہ ایک قلعہ جو مضبوط اور چکنا ہے اس کا نہ کوئی دروازہ ہے نہ راستہ ہے۔ ظاہر میں ایسا جیسے سفید چاندی، باطن میں ایسا جیسے خالص سونا، اچانک اس قلعہ کی دیوار پھٹ گئی اس میں سے ایک جاندار سنتا، دیکھتا، اچھی شکل نمکین آواز کا نکلا تم سمجھ گئے ہو گے کہ وہ کیا ہے؟ وہ انڈہ ہے جس سے پرندہ پیدا ہوتا ہے یہ ایک کھلی اور واضح دلیل ہے کہ یہ ذات موجود واحد قدیر کی قدرت کی کاریگری ہے۔

چوتھی دلیل :...... امام مالکؒ نے ہارون رشید کے پوچھنے پر کہ خدا تعالیٰ کے وجود پر کیا دلیل ہے آپ نے یہ دلیل بیان فرمائی کہ لغات و آواز، زبانوں اور نغموں کا اختلاف صانع حقیقی کے موجود ہونے پر کھلی دلیل ہے۔

پانچویں دلیل :...... عزیز من! جو شخص بھی آسمانوں میں ان کی بلندی بلاستون، اور وسعت اور پھیلاؤ میں، اور بڑے چھوٹے ستاروں میں جو چلتے پھرتے اور ٹھہرے ہوئے ہیں غور و تامل کرے گا اور دیکھے گا کہ کس طرح آسمان عظیم الشان کے ساتھ چکر کھاتے ہیں اور پھر بھی اپنی خاص ڈھال علیحدہ رکھتے ہیں۔ اسی طرح ان دریاؤں کی طرف جو شخص نظر کرے گا جو کہ زمین کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہیں اور ایک مرکز سے دوسرے مرکز کی طرف نفع کے لئے کس طرح بہتے ہیں اور ان پہاڑوں پر جو کوئی خیال کرے گا جو کہ زمین پر رکھے ہوئے ہیں تا کہ زمین والے قرار وسکون

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت کی چابی لا الہ الا اللہ ہے (کہ بغیر ایمان کے جنت نہیں ملے گی) (الجامع)

سے رہیں اور ایسے ہی ان طرح طرح کے حیوانات اور قسم قسم کے نباتات اور بوٹیوں پر غور کرے گا جن کے مزے اور بو اور شکلیں جدا جدا ہیں۔ حالانکہ مٹی، پانی کی طبیعت ایک ہے تو ایسا شخص یقیناً خالق کے وجود اور اس کی قدرت عظیمہ، حکمت بالغہ اور رحم ولطف اور احسان کو ضرور تسلیم کرے گا۔ یعنی یہ تمام مختلف عجائبات اور منافع اس بات پر دلیل تاباں، برہان درخشاں، اور حجت نمایاں ہیں کہ ان کا خالق صانع حکیم موجود علیم ہے۔

چھٹی دلیل فطری:...... عورت مرد دونوں انسان ہیں مگر دونوں میں کس قدر فرق ہے کہ مرد کی خلقت و بناوٹ جدا۔ مرد سے بچہ پیدا نہیں ہوسکتا عورت سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ مرد سے مرد کو وہ راحت وسکون حاصل نہیں ہوسکتی جو عورت سے حاصل ہوتی ہے تو ایک ہی نوع کے افراد میں اس قدر تفاوت اور اس میں مصالح کی اس قدر رعایت بدون صانع حکیم کے نہیں ہوسکتی۔ اس سے یہ بات ظاہر ہے کہ ہمارا صانع ہمارا بنانے والا ضرور ہے عرب کے ایک گاؤں کا رہنے والا کہتا ہے **البعرة تدل علی البعیر الاثر یدل علی المسیر فالسماء ذات الابراج والارض ذات الفجاج کیف لا یدلان علی اللطیف الخبیر**

''کہ اونٹ کی مینگنی دیکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سے کوئی اونٹ گیا ہے اور نشان قدم دیکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے:

ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے
کہے دیتی ہے شوخی نقش پا کی

تو یہ بڑے بڑے ستاروں اور چاند وسورج والا آسمان اور یہ کشادہ اور فراخ سڑکوں والی زمین اپنے صانع حکیم کے وجود پر کس طرح دلالت نہ کرے گی۔ ضرور کرے گی سبحان اللہ! ایک گاؤں کا ان پڑھ کیسی عجیب بات کہتا ہے کہ جب آثار موثر پر دلالت کرتے ہیں دھواں دیکھ کر ہم کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہاں آگ ہے ایک نفیس عمارت دیکھ کر تم یہ سمجھتے ہو کہ اس کا بنانے والا ضرور ہے یہ کوئی نہیں کہتا کہ یہ نشان قدم خود ہی بن گیا ہوگا یہ مکان خود ہی تیار ہو گیا ہوگا پھر حیرت ہے کہ اتنا بڑا آسمان اور وہ بھی بے ستون اور پہاڑ اور زمین دیکھ کر اور اس کے نظام اکمل کا مشاہدہ کر کے تم کو ایسے صانع کا علم نہ ہو۔ اور یوں کہو کہ یہ ضرور ہی اپنی طبیعت سے بن گئے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ مصنوعات سے صانع حقیقی پر استدلال فلسفی طریق پر ہے۔

ساتویں فلسفیانہ دلیل:...... ہم کو بہت سی چیزوں کا حدوث مشاہد ہے اور جن بعض کا حدوث مشاہد نہیں تو ان کے احوال کا تغیر و انقلاب بتا رہا ہے کہ یہ حادث ہیں کیونکہ محل حادث کا حادث ہوتا ہے۔ لہٰذا اشیاء عالم کا تغیر و انقلاب بتلا رہا ہے کہ یہ سب حادث ہیں اور حادث کے لئے ممکن ہونا لازم ہے اور ممکن کے لئے کسی مرجح کی ضرورت ہے کیونکہ ممکن وہ ہے جسکا وجود وعدم دونوں مساوی ہو یعنی نہ اس کے لئے موجود ہونا ضروری ہو اور نہ معدوم ہونا ضروری ہو اور جس کا وجود وعدم برابر ہو تو اس کے وجود کے لئے کوئی مرجح ہونا چاہیے۔ ورنہ ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی۔ اور ترجیح بلا مرجح باطل ہے۔ پھر اس مرجح میں گفتگو کی جائے گی کہ وہ ممکن ہے یا کچھ اور ہے۔ اگر مرجح ممکن ہے تو اس کے لئے دوسرے مرجح کی ضرورت ہو گی اور چونکہ تسلسل محال ہے اس لئے کہیں نہ کہیں سلسلہ ختم کرنا پڑے گا اور یہ ماننا پڑے گا کہ مرجح ایسی ذات ہے جو ممکن نہیں بلکہ واجب الوجود ہے۔ پس اسی واجب الوجود کو ہم صانع وخلاق عالم کہتے ہیں پس ثابت ہوا کہ صانع عالم موجود ہے وہی ہر شے کا خالق اور بنانے والا ہے۔

آٹھویں عقلی دلیل:

سوال: یہ کس طرح معلوم ہوا کہ خدا ایک ہے؟

جواب: عزیز من یہ تو ایک عقلی چیز ہے کہ بھلا ایک ملک میں دو بادشاہوں کی حکومت کہیں چل سکتی ہے۔ حکومت کا خاصا ہے یکتائیت کہ اپنی حکومت میں دوسرے کی شرکت ہرگز گوارا نہیں ہوتی۔ کیا نہیں دیکھتے کہ ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ کی بادشاہت کو نہیں دیکھ سکتا اور چاہتا ہے کہ اس کی بادشاہت پر بھی میں ہی قابض ہو جاؤں تو بھلا پھر سلطنت میں تو کیونکر شرکت گوارا ہوسکتی ہے۔ یہی شرکت خدا تعالیٰ میں شرک کہلایا جاتا ہے۔ اور پھر دوسرے کو ماننے کی ضرورت ہی کیا پڑی کیونکہ دوسرے کو ماننا بھی اگر ہوگا تو ضعف علم کی وجہ سے یا ضعف قدرت کی وجہ سے یا ضعف فہم کی وجہ سے۔ یا قلت تجربہ کی وجہ سے جیسا کہ پارلیمنٹری صورت میں ہوتا ہے۔

سو یہ ضعف یا اور کسی قسم کا ضعف جو دوسرے کی طرف محتاج کرنے والا ہو خدا ہونے کے منافی ہے۔ کیونکہ پھر خدا کی خدائیت وحکومت اور دوسرے دنیاوی بادشاہوں کی بادشاہت وحکومت میں فرق کیا ہوا۔ حالانکہ خدا وہ ہے کہ خود اپنی ذات میں ہر اعتبار سے خود مختار ومستقل ہو۔ کسی اعتبار وجہت سے کسی کی طرف ذرا احتیاج نہ ہوحتی کہ ایجاد عالم میں مادہ کا محتاج نہ ہو ورنہ وہ خالق نہ ہوگا۔ بلکہ صانع ہوگا یہی وجہ ہے کہ جس قدر حکماء گذرے ہیں جیسے بقراط وسقراط، ارسطو، افلاطون سب موحد تھے۔ خدا کو ایک جانتے اور ایک مانتے تھے۔

عزیز من اگر کسی پر خارجی اثرات مسلط نہ ہوں تو فطری فہم کے مطابق ضرور بالضرور خدا کو ایک سمجھے گا بلکہ اس کے ساتھ صفات میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے گا بھلا ذات میں تو کسی کو کیا شریک ٹھہرا سکتا ہے میں خدا کی واحدانیت پر ایک اور دلیل پیش کرتا ہوں اور وہ یہ کہ شرکت کا معاملہ ہمیشہ برا ہی دیکھا ہوگا ایک نہ ایک دن نقص وفتور اس میں ضرور پیدا ہوتا ہے چنانچہ اس کی طرف اس ذات واحد نے اپنے کلام میں خود تصریح فرمائی ہے۔

فرمایا: لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللهُ لَفَسَدَتَا

کہ اگر آسمان و زمین میں بہت سے معبود ہوتے تو عالم کا انتظام بگڑ جاتا کیونکہ دو خدا ہوتے تو دونوں یا تو قدرت والے ہوتے اور یا ایک عاجز ہوتا وہ خدائی کے لائق کہاں۔ اور دونوں قدرت والے ہو نہیں سکتے کیونکہ ان کی آپس میں مخالفت ممکن ہوگی اگرچہ بالفعل آپس میں اتفاق ہو جیسے ایک نے زید کو مارنا چاہا تو دوسرے نے کسی وقت زید کے لیے زندگی چاہی تو ضروری ہے کہ اس کے لیے موت ہوگی یا زندگی کیونکہ دونوں باتیں ایک وقت میں ہوں یہ محال ہے سو اگر اس کی موت ہوئی تو جس نے حیات چاہی تھی اس کا عجز ثابت ہوا اور اگر زندہ رہا تو جس نے زید کا مرنا چاہا تھا وہ عاجز ہوا بہر حال دونوں میں سے ایک کو عاجز ضرور ہونا پڑا اور جو عاجز ہو وہ عالم کا خالق اور واجب الوجود خدا نہیں ہو سکتا پس ثابت ہوا کہ خدا ایک ہی ہے شرک و شرکت محال و ناجائز ہے۔

سوال: اختلاف کا امکان ہی کیوں ہو۔ دونوں متفق ہو کر رہیں گے؟

جواب: اور اگر یہ کہا جائے کہ دونوں میں اختلافات ناممکن ہیں اتفاق ہی رہے گا تو ہم کہیں گے جب ایک کا فعل کافی ہو گیا تو پھر دوسرے کی کیا ضرورت۔ جب احتیاج نہیں اور ایک کا وجود کافی ہے تو دوسرا زائد اور معطل ہوگا اور تعطل شان خدا سے محال ہے لہٰذا دوسرے خدا کا وجود محال ہے۔ پس ثابت ہوا کہ خدا ایک ہی ہو سکتا ہے۔

صفات کا بیان

سوال: صفات میں شریک ٹھہرانے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: صفات دو قسم کے ہوتے ہیں ذاتی اور اضافی۔ ذاتی صفات جیسے وحدت، وجوب، علم، قدرت، ارادہ، حیات، کلام، سمع، بصر، اضافی جیسے احیاء (زندہ کرنا)، اماتت (مار ڈالنا)، رزق (رزق دینا) تخلیق (پیدا کرنا) ان صفات میں سے کسی صفت میں ہی کوئی شریک نہیں۔ اس طرح جو افعال بندوں کے اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہیں ان کو کسی کے لیے کرنا یہ بھی شرک ہے جیسے عبادت کے طور پر کسی کے سامنے کھڑے ہونا، جھکنا، مثلاً نماز کسی کے لیے پڑھنا یا روزہ کسی کے لیے رکھنا یا سجدہ یا رکوع کسی کیلئے کرنا۔

سوال: ذرا ان صفات کی وضاحت فرما دیجئے۔ کیونکہ علم و قدرت وغیرہ تو ہم مخلوق میں بھی پائے جاتے ہیں پھر شریک نہ ہونے کے کیا معنی ہیں؟

جواب: سنیے اور غور سے سنیے!

وحدت:...... وحدت کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کو دل سے ایک جانے ایک مانے، کسی حیثیت سے بھی اس کو کسی کا محتاج نہ جانے۔ نہ باپ کی حیثیت سے نہ بیٹے کی حیثیت سے نہ بیوی کی حیثیت سے، نہ عالم کو پیدا کرنے میں مادہ کی حیثیت سے اور نہ مستشیر کے مشورہ لینے کی حیثیت سے، بس ہر حیثیت سے وہ یکتا ہے۔ دل سے ایک سمجھے اور زبان سے ایک ہونے کا اقرار کرے۔ لہٰذا اس طرح کسی اور کے لیے صفات یکتائی ماننا یہ شرک فی التوحید ہے۔

وجوب:...... وجوب کے معنی یہ ہیں کہ اس کی ذات کا موجود ہونا خود اپنی ذات میں ضروری ہے اس کا معدوم ہونا محال ہے وہ ذات ازلی اور ابدی ہے ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی نہ اس کی ابتداء ہے نہ انتہاء۔ خود بخود اپنی ذات میں موجود ہے اور اپنے وجود میں کسی کا محتاج نہیں اور سب اشیاء اس کی محتاج ہیں پس اللہ تعالیٰ کی ذات کے واجب الوجود ہونے کے یہ معنی ہوئے لہٰذا اس طرح کسی اور کو ماننا یہ شرک فی الوجوب ہے۔

قِدَم:...... قدم کے معنی ہیں کہ جو شے ہمیشہ سے ہو ہمیشہ رہے ایسی ذات سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں۔ لہٰذا قدم اسی کی صفت کمالیہ ہے۔ اس طرح کسی اور کے لیے قدیم ہونا ماننا یہ شرک فی القدم ہے۔

علم:...... علم کے معنی خدا تعالیٰ کی ذات میں ہونے کے یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ تمام چیزوں کا جاننے والا ہے کوئی چیز چھوٹی ہو یا بڑی، اندھیرے میں ہو یا روشنی میں، دریا کے اندر ہو یا پتھر کے اندر، پہاڑوں میں ہو یا میدان میں، سب کا اس کو علم ہے حتیٰ کہ کسی کے دل میں کوئی خیال بھی آئے خدا تعالیٰ اس کو بھی جانتا ہے بلکہ جو چیز موجود نہیں ہوتی اس کے موجود ہونے سے پہلے ہی اس ذات واحد کو اس کا علم ہے۔ علم غیب اسی ذات واجب الوجود کی خاص صفت ہے اس کے سوا علم غیب کسی کو نہیں۔

قدرت:...... قدرت کے معنی یہ ہیں کہ ہر قسم کی طاقت خدا وحدہٗ لاشریک لہٗ میں ہے کہ عالم کے پیدا کرنے اور قائم رکھنے پھر فنا کرنے اور بعد کو موجود کرنے کی قدرت و طاقت اسی ذات واحد میں ہے۔

ارادہ:...... ارادہ کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ جس چیز کو چاہے اختیار سے پیدا کرتا ہے اور جس کو چاہے اختیار سے فنا کرتا ہے تمام عالم میں جو کچھ ہوتا ہے اسی کے ارادہ و اختیار سے ہوتا ہے کسی بات میں وہ مضطر و مجبور نہیں غرضیکہ خلق تکوین سب اس کے اختیار میں ہے۔

حیوٰۃ:...... حیوٰۃ کے معنی یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ کی ذات زندہ ہے اور زندہ ہی رہے گی۔ یہ صفت خاص اسی کی ہے۔

کلام:...... کلام کے معنی ہیں بولنا۔ خدا تعالیٰ بغیر زبان کے بولنے والا ہے اسے کلام میں زبان کی احتیاج نہیں کیونکہ احتیاج مخلوق کی صفت ہے۔ خالق اسباب و آلات کا محتاج نہیں۔ اچھا دیکھو تو موٹی بات ہے کہ زبان جو کلام کرتی ہے کیا اس کے لیے بھی کوئی زبان ہے اگر ہے تو کیا اس کے لیے بھی کوئی زبان ہے۔ علیٰ ھذا القیاس اور ایسا ہے نہیں کہ زبان کے لیے زبان ہو تو معلوم ہوا کہ زبان بلا زبان کلام کرتی ہے تو کلام کے لیے زبان ہونا ضروری نہیں جس ذات نے (زبان) گوشت کے لوتھڑے میں یہ طاقت رکھی ہو وہ خدا یہ طاقت جس عضو کی طرف چاہے منتقل کر دے۔ یہی وجہ ہے کہ قیامت میں ہاتھ پاؤں وغیرہ بطور گواہ بندوں کے افعال کی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے ہاتھ پر کوئی شخص ایمان لایا اس کیلئے جنت واجب ہوگئی۔ (الجامع)

گواہی دیں گے ورنہ وہ واجب الوجود نہ ہوگا۔

سمع:...... سمع کے معنی یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ ہر بات کو بلا کان سنتا ہے۔خواہ کتنی ہی آہستہ سے ہو یا کتنی ہی زور سے ہو۔

بصر:...... بصر کے معنی یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ ہر چیز کو بلا آنکھ دیکھتا ہے خواہ کہیں ہو کتنی ہی ذرا سی ہو۔ اندھیرا ہو اجالا نزدیک و دور دیکھنے اور سننے کے لیے سب برابر ہیں۔

اِحیاء:...... احیا کے معنی زندہ کرنا ہیں۔ خدا تعالیٰ ہی زندہ کرنے والا ہے اس کے سوا کسی کے اختیار میں نہیں۔

اِماتت:...... اماتت کے معنی ہیں مارڈالنا۔ یہ مارڈالنا اسی کے اختیار میں ہے سوائے اس کے کوئی موت دینے والا نہیں۔ اور عیسیٰ علیہ السلام سے جو یہ دو باتیں احیاء اور اماتت مشہور ہیں یہ حق تعالیٰ کی طرف سے ان کو معجزہ کے طور پر عطا کی ہوئی چیز تھی۔ جیساکہ بہت سی باتیں بطور معجزہ انبیاء علیہم السلام کو عطا فرمائی تھیں۔

رزاق:...... یعنی رزق دینا۔ رازق ہونا بھی خدا تعالیٰ ہی کی صفت ہے۔ سوائے اس کے کوئی رزاق نہیں۔

ان صفات کے علاوہ بہت سی صفات کمالیہ ہیں اور وہ سب ازلی وابدی اور قدیم ہیں۔ ان میں کمی بیشی نہیں ہوسکتی اس ذات کا نام تو ایک ہے یعنی اللہ اور باقی اسماء صفاتی ہیں۔ جیسے رَحْمٰنٌ ، رَحِیْمٌ ، قَادِرٌ، قَدِیْرٌ، حَافِظٌ، حَفِیْظٌ، عَزِیْزٌ، لَطِیْفٌ. وغیرہ اسماء بہت ہیں اور اللہ اسم ذاتی ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ ایک ایسی ذات واجب الوجود ہے جو تمام صفات کمالیہ کو جامع ہے۔

اسمائے حسنیٰ کا بیان

سوال: ہم نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں۔ پھر اسمائے کثیر غیر متناہی کہاں ہوئے؟

جواب: وہ اسماء جو ننانوے ہیں وہ بطور اصول کے ہیں اور جو اسماء ان کے علاوہ ہیں وہ صفاتی ہیں ورنہ یوں اسماء تو بہت ہیں۔ اور وہ ننانوے اسماء تفصیل کے ساتھ دینی دسترخوان جلد۳ میں ملاحظہ فرمائیں۔

عقائد واعمال کا ثبوت قرآن کریم سے

دلیل قرآن:

س: قرآن شریف کا منجانب اللہ ہونا اور توحید و رسالت اور وجود ملائکہ و قیامت کا ہونا، جنت دوزخ وغیرہ کا ہونا۔ قرآن شریف سے ثابت کیجئے؟

ج: سنیئے اور ان آیات کو حفظ کر لیجئے۔

ترجمہ: بے شک ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتارا ہے۔ (سورۃ القدر:۱)

یہ کتاب (قرآن پاک) ایسی ہے جس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ (البقرہ:۲)

یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے اس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ یہ رب العلمین کی طرف سے ہے۔ (الم السجدہ:۲)

ہم ہی نے نازل کیا ذکر کو (یعنی قرآن پاک کو) اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ (الحجر:۹)

ہم نے اس کو اتارا ہے قرآن عربی زبان کا تاکہ تم سمجھو۔ (یوسف:۲)

یہ کتاب اللہ زبردست حکمت والے کی طرف سے بھیجی گئی ہے۔ (الاحقاف:۲)

دلیل توحید:

س:......اس کی کیا دلیل ہے کہ اللہ ایک ہے۔؟

ج: اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''کہہ دو کہ وہ اللہ ایک ہے۔ (الاخلاص:۱) تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ نہیں ہے کوئی معبود سوائے رحمٰن ورحیم کے۔ (البقرہ:۱۶۳) دو معبود مت بناؤ'' (النحل:۵۱)

دلیل اسماء الٰہی:

س......اس کی کیا دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں؟

ج......اس کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

''اور اللہ ہی کے لیے اسماء حسنیٰ ہیں ان کے ذریعے دعاء مانگو'' (الاعراف:۱۸)

دلیل کہ عبادت خاص اللہ تعالیٰ کے لیے ہے

س:......اس کی کیا دلیل ہے کہ عبادت اللہ ہی کے ساتھ خاص ہے؟

ج:...... اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ''مت عبادت کرو مگر اللہ کی۔'' (البقرہ:۸۳)

دلیل رسالت:

س:......اس کی کیا دلیل ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔؟

ج:......اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

''محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ (الفتح:۲۹)

نہیں ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم مگر اللہ کے رسول'' (آل عمران:۱۴۴)

''ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر کے بھیجا ہے۔'' (الاحزاب:۴۵)

دلیل کہ رسالت تمام دنیا کے لئے ہے:

س:......اس کی کیا دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت تمام دنیا کے لئے ہے؟

ج:......اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''ہم نے آپ کو تمام عالم کے لئے رحمت والا بنا کر کے بھیجا ہے'' (الانبیاء:۱۰۷)

دلیل ختم نبوت:

س:......اس کی کیا دلیل ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہوگئی؟

ج:...... دلیل اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''محمد صلی اللہ علیہ وسلم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔
لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں'' (الاحزاب:۴۰)

دلیل ملائک

س:.....اس کی کیا دلیل ہے کہ فرشتے موجود ہیں؟
ج:.....دلیل اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
''جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور کتاب (قرآن) پر اور نبیوں پر ایمان لایا''۔(البقرہ:۱۷۷)
جو شخص خدا تعالیٰ کا اور فرشتوں کا اور نبیوں کا اور جبرئیل کا اور میکائیل کا دشمن ہوگا تو اللہ تعالیٰ بھی ایسے کافروں کا دشمن ہے۔(البقرہ:۹۸)
جس روز تمام ذی ارواح اور فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے اور کوئی بول نہ سکے گا'' (النباء:۳۸)

دلیل قیامت:

س:.....اس کی کیا دلیل ہے کہ قیامت آئے گی؟
ج:.....اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
''بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے (فاطر:۵) بے شک نہیں بے شک قیامت آنے والی ہے (اور) اس میں کوئی شک نہیں'' (المؤمن:۵۹)

دلیل حساب و کتاب:

س:.....اس کی کیا دلیل ہے کہ حساب و کتاب ہوگا؟
ج:.....اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
''بے شک اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے'' (المؤمن:۱۷) ''آپ یوں کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ تم کو زندہ رکھتا ہے پھر تم کو موت دے گا پھر قیامت کے دن جس میں ذرا شک نہیں تم کو جمع کرے گا لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔'' (الجاثیہ:۲۶)
''جس روز قیامت قائم ہوگی اس روز اہل باطل خسارہ میں پڑیں گے'' (الجاثیہ:۲۷)

دلیل نامہ اعمال کا دائیں بائیں ہاتھ میں ہونا:

س:.....اس کی کیا دلیل ہے کہ نامہ اعمال دائیں بائیں ہاتھ میں ہوگا؟
ج:.....دلیل اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''تو جس شخص کا نامہ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں ہوگا سو اس سے آسان حساب لیا جائے گا اور جس شخص کا نامہ اعمال اس کی پیٹھ پیچھے سے ملے گا وہ موت کو پکارے گا اور جہنم میں داخل ہوگا۔'' (الانشقاق:۸-۱۲)

دلیل وزن اعمال:

س:.....اس کی کیا دلیل ہے کہ اعمال تولے جائیں گے؟
ج:.....اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
''اور قیامت کے روز ہم میزان عدل قائم کریں گے''۔(الانبیاء:۴۷)
اور اس روز (یعنی قیامت کے دن) وزن (اعمال) واقع ہونے والا ہے پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا سو ایسے لوگ کامیاب ہوں گے۔اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا سو یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنا نقصان کر لیا بسبب اس کے کہ ہماری آیتوں کی حق تلفی کرتے تھے۔'' (الاعراف:۸،۹)
اور وہ جو قرآن شریف میں عدم وزن کے بارے میں:
''یعنی قیامت کے دن ہم ان کا ذرا بھی وزن قائم نہ کریں گے'' (الکہف:۱۰۵)
فرمایا گیا ہے کہ وہ کفار کے بارے میں ہے (یعنی) اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کی آیتوں کا یعنی کتب الٰہیہ کا اور اس سے ملنے کا یعنی قیامت کا انکار کرتے ہیں۔(بیان القرآن)

دلیل جنت:

س:.....اس کی کیا دلیل ہے کہ جنت پیدا ہو چکی ہے؟
ج:..... اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا ہے۔اس کے لئے دو جنتیں ہوں گی (الرحمٰن:۴۶)
اور ان دونوں جنتوں (یعنی باغوں میں سے کم درجہ میں دو باغ اور ہیں یعنی دو جنتیں اور ہیں۔(الرحمٰن:۶۲)
تحقیق جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کئے تو ان کے لئے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔(البروج:۱۱)
بیشک پرہیزگار لوگ باغوں (جنتوں) اور چشموں میں ہوں گے) (الذاریات:۱۵)

دلیل وجود جنت فی الحال:

س:.....اس کی کیا دلیل ہے کہ جنت فی الحال موجود ہے؟
ج:.....اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اور اللہ نے ان کے لئے ایسے باغ (یعنی ایسی جنتیں) تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ رہیں گے۔(التوبہ:۱۰۰)

دلیل ہلاکت زمین و پہاڑ:

س:.....اس کی کیا دلیل ہے کہ زمین اور پہاڑ کو ختم کر دیا جائے گا؟
ج:.....اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
اور اس دن کو یاد کرنا چاہیے جس دن ہم پہاڑوں کو ہٹا دیں گے اور آپ زمین کو دیکھیں گے کہ کھلا میدان پڑا ہے اور ہم ان سب کو جمع کر دیں گے اور ان میں سے کسی کو نہ چھوڑیں گے اور سب کے سب آپ کے رب کے روبرو کھڑے کر کے پیش کئے جائیں گے۔(الکہف:۴۷) اور زمین اور پہاڑ اٹھا لئے جائیں گے۔پھر دونوں ایک ہی دفعہ میں ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے۔(الحاقہ:۱۴)

دلیل جہنم:

س:.....جہنم کے موجود ہونے پر کیا دلیل ہے؟

ج:...... اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
یہ جہنم ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جایا کرتا تھا۔ (یس: ۶۳)

دلیل وجود جہنم فی الحال:

س:...... اس کی کیا دلیل ہے کہ جہنم پیدا ہو چکی ہے؟
ج:...... اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
ہم نے کافروں کی دعوت کے لئے دوزخ کو تیار کر رکھا ہے۔ (الکہف: ۱۰۲) بیشک دوزخ ایک گھات کی جگہ ہے (یعنی عذاب کے فرشتے انتظار اور تاک میں ہیں کہ کافر آویں تو ان کو پکڑتے ہی عذاب کرنے لگیں اور وہ سرکشوں کا ٹھکانہ ہے۔ (النباء: ۲۱، ۲۲) جو لوگ اہل کتاب اور مشرکوں میں سے کافر ہوئے۔ وہ آتش دوزخ میں جاویں گے جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ (البینۃ: ۶)

دلیل دوام عذاب کفار:

س:...... یہ کیسے معلوم ہوا کہ کفار کو ہمیشہ عذاب ہوگا اور کبھی نجات نہ ہوگی؟
ج:...... قرآن پاک میں ارشاد ہے: اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کا کہنا نہیں مانتے یقیناً ان لوگوں کے لئے آتش دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ (الجن: ۲۳) بیشک اللہ تعالیٰ نے کافروں کو رحمت سے دور کر رکھا ہے اور ان کے لئے آتش سوزاں تیار کر رکھی ہے جس میں وہ ہمیشہ کو رہیں گے۔ (الاحزاب: ۶۴، ۶۵) بلاشبہ جو لوگ منکر ہیں اور دوسروں کا نقصان کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو کبھی نہ بخشیں گے۔ اور نہ ان کو سوائے جہنم کی راہ کے اور کوئی راہ دکھائیں گے اس پر کہ اس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ کو رہا کریں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ معمولی بات ہے۔ (النساء: ۱۶۸، ۱۶۹)

دلیل علم غیب:

س:...... یہ کیسے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو علم غیب ہے؟
ج:...... اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔
اور آسمانوں اور زمینوں کی پوشیدہ باتیں اللہ ہی کے ساتھ خاص ہیں۔ (النحل: ۷۷) پوشیدہ باتوں کو سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا اور تمہارے رب کے لشکروں کو سوائے رب کے اور کوئی نہیں جانتا (النمل: ۶۵) (یعنی فرشتوں کی تعداد اس کثرت سے ہے کہ اس کو بجز رب کے کوئی نہیں جانتا) (المدثر: ۳۱)

دلیل نفی علم غیب از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

س:...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم تھا یا نہیں اگر نہیں تو اسکی کیا دلیل ہے؟
ج:...... اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے نبی کہہ دو کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب دان ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو صرف اسی کا پیرو ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ (الانعام: ۵۰) اور اگر میں غیب دان ہوتا تو بہت کچھ فائدہ حاصل کر لیتا اور مجھ کو کوئی نقصان نہ پہنچتا۔ (الاعراف: ۱۸۸)

س:...... اور وہ جو قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ. کہ رسول غیب کی بات پر بخل نہیں کرتے اس کا کیا مطلب ہے؟
ج:...... اس کا مطلب تو صاف ہے کہ جو علم اللہ تعالیٰ نے غیب کی باتوں کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا ہے ان کے پہنچانے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بخل نہیں کرتے بعینہ پہنچا کر حق رسالت ادا کرتے ہیں دوسرے یہ کہ بضنین میں دوسری قراءت بظنین بھی ہے اس کے معنی ہیں۔ اٹکل و انداز و تخمین سے بات کرنے والا تو مطلب یہ ہوا کہ آپ غیب کی باتیں اٹکل و تخمین سے بیان کرنے والے نہیں بلکہ وحی کے ذریعہ سے ہم نے جو باتیں غیب کی بتائیں ہیں آپ ان کو بیان فرماتے ہیں پس اگر اس آیت سے علم غیب آپ کے لئے ثابت کیا جائے تو دوسری آیت سے غیب کی نفی ہوتی ہے تو ان دونوں آیتوں میں تعارض ہو گیا اور تعارض کلام الٰہی میں محال ہے لہٰذا علم غیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے محال ہے البتہ آپ کو علم کثیر واسع عطا فرمایا گیا۔

دلیل فرضیت صلوٰۃ:

س:...... اس کی کیا دلیل ہے کہ نماز فرض ہے؟
ج:...... دلیل اس کی یہ ہے کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
نماز قائم کرو۔ (البقرہ: ۴۳) نمازوں کی محافظت کیا کرو اور (خاص کر) بیچ کی (یعنی عصر کی) نماز کی۔ (البقرہ: ۲۳۸)

دلیل فرضیت صلوٰۃ پنجگانہ:

س:...... اس کی کیا دلیل ہے کہ پانچ وقت کی نماز فرض ہے؟
ج:...... دلیل اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
آپ نماز کی پابندی رکھیے۔ دونوں سروں پر اور رات کے کچھ حصوں میں۔ (ہود: ۱۱۴) پس اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے۔ آفتاب نکلنے سے پہلے اور اس کے غروب سے پہلے اور اوقات شب میں تسبیح کیا کیجئے اور دن کے اول آخر میں تاکہ آپ خوش ہوں۔ (طٰہٰ: ۱۳۰) نمازیں ادا کیا کریں آفتاب کے ڈھلنے کے بعد سے رات کے اندھیرے ہونے تک اور صبح کی نماز بھی۔ (بنی اسرائیل: ۷۸)

دلیل فرضیت زکوٰۃ:

س:...... اس کی کیا دلیل ہے کہ زکوٰۃ بھی مثل نماز کے فرض ہے؟
ج:...... اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ''اور زکوٰۃ ادا کیجئے''۔ (البقرہ: ۴۳)

دلیل فرضیت صوم:

س:...... روزہ داروں کی فرضیت کی کیا دلیل ہے؟
ج:...... قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔
پس جو کوئی تم میں سے ماہ رمضان کو پاوے پس چاہیے کہ وہ روزہ رکھے۔ (البقرہ: ۱۸۵)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے بھائی کو تیز نگاہ سے نہ دیکھے۔ (الدیلمی)

دلیل فرضیت حج:

س:.....اس کی کیا دلیل ہے کہ حج فرض ہے؟

ج:.....اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ''اور اعلان کردو لوگوں میں حج کا''۔ (الحج:۲۷)

دلیل کتب سماوی:

س:.....قرآن شریف کے علاوہ دوسری کتابوں کے منزل من اللہ ہونے پر قرآن شریف سے کیا دلیل ہے؟

ج:.....توریت کے بارے میں قرآن شریف میں ہے۔

بیشک۔ اتاری ہے ہم نے توریت جس کے اندر نور اور ہدایت ہے۔ (مائدۃ:۴۴) زبور کے بارے میں ہے۔ اور دی ہے ہم نے داؤد علیہ السلام کو زبور۔ (النساء:۱۶۳) اور انجیل کے بارے میں ہے۔ اور پیچھے بھیجا ہم نے (انکے) عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو اور دی ہم نے ان کو انجیل۔ (الحدید:۲۷)

دلیلِ تبلیغ:

س:.....اس کی کیا دلیل ہے کہ ہر مسلمان امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا مکلف ہے؟

ج:.....دلیل یہ ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ اے ایمان والو بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو دوزخ کی آگ سے یعنی ان کو نیک باتوں کی تعلیم دیتے رہو اور نگرانی رکھو۔ (التحریم:۶) اور فرمایا:

کہ تم بہترین امت میں سے ہو اس لئے تم کو بھیجا گیا ہے تاکہ تم لوگوں کو اچھی باتوں کے لئے کہتے رہو اور بری باتوں سے منع کرتے رہو۔ (آل عمران:۱۱۰)

س:.....کیا بطور وعظ و تبلیغ احکام الٰہی کے لئے کسی خاص جماعت کے ہونے کی بھی کوئی دلیل ہے؟

ج:.....جی ہاں ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

کہ تم میں سے ایک ایسی جماعت ہو کہ جو لوگوں کو خیر کی طرف دعوت دیتی رہے اور ناپسند کاموں میں سے منع کرتی رہے۔ (آل عمران:۱۰۴) اس سے علماء کی فضیلت بھی معلوم ہوگئی اور یہ بھی فضیلت میں آیا ہے کہ قیامت کے روز شہیدوں کا خون اور علماء کے قلموں کے تراش کا وزن کیا جائے گا اللہ اکبر۔ کس درجہ دین دار علماء کی فضیلت ہے۔

دلیل عبادت:

س:.....قرآن شریف سے کس مخلوق کو عبادت کا حکم ہے؟

ج:.....انسان اور جن کو عبادت کا حکم فرمایا ہے ارشاد ہے:

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ.

کہ میں نے جن و انسان کو اپنی عبادت ہی کے لئے پیدا کیا ہے جن ایک مخلوق ہے جو نار یعنی آگ سے پیدا ہوئی ہے وہ ایک جسم لطیف ناری ہیں جو کہ ہم کو نظر نہیں آتے ان کو مختلف شکلوں میں ہو جانے کی طاقت اللہ تعالیٰ نے دی ہے ان میں مرد بھی ہیں اور عورتیں بھی ان کے اولاد بھی ہوتی ہے۔ جب وہ کسی انسان یا جانور کی صورت میں ہو جاتے ہیں تو انسان کو نظر آنے لگ جاتے ہیں۔

س:.....اگر کوئی شخص عبادت نہ کرے وہ کیسا ہے؟

ج:.....عبادت کا تعلق دو چیزوں سے ہے ایک ظاہر کے متعلق اور دوسرے باطن کے متعلق۔ باطن سے جو متعلق ہے۔ اسکی دو قسمیں ہیں ایک قلب کے متعلق دوسرے نفس کے متعلق۔ پھر جو نفس سے متعلق ہے اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک عقیدہ سے متعلق دوسرے اخلاق سے متعلق اور جو نفس سے متعلق ہیں وہ اخلاق رذیلہ ہیں۔ اس طرح باطن سے متعلق عبادت کی دو قسمیں ہوئیں۔ عقائد، اخلاق جو عبادات ظاہر سے متعلق ہے اس کی پانچ قسمیں ہیں عبادات، معاملات، معاشرت، سیاسیات، جو شخص ان باتوں کو جو عقائد کے متعلق ہیں نہ مانے وہ کافر و مشرک ہے ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور عقائد کے علاوہ دوسری چیزوں میں کوتاہی کرنے والا فاسق اور مستحق ملامت ہے مگر ہے وہ مسلمان کہ خدانخواستہ جہنم میں جلایا جائے گا تو پھر اس سے نکل کر جنت میں آجائے گا۔

س:.....عقائد کے اعتبار سے عبادت نہ کرنے کے کیا معنی؟

ج:.....اس کے یہ معنی ہیں کہ ذات و صفات باری تعالیٰ کا انکار کرے یا ذات و صفات میں کسی دوسرے کو شریک ٹھہرائے یا جن پوشیدہ باتوں کی خبر دی ہے ان کا انکار کرے جیسے ملائکہ، آسمانی کتابیں، سوال و جواب قبر، قیامت، حساب و کتاب، جنت و دوزخ، اور انبیاء علیہم السلام کی نبوت کا انکار، حلال کو حرام سمجھنا اور حرام کو حلال سمجھنا اور جو چیزیں فرض ہیں جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ و حج ان کی فرضیت کا اعتقاد نہ کرنا۔

اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں شرک کی وضاحت:

س:.....ذات میں شریک ٹھہرانے کا کیا مطلب ہے؟

ج:.....ذات میں شریک کرنے کا یہ معنی ہے کہ دو یا تین خدا مانے۔ جیسے عیسائی کہ تین خدا مانتے ہیں۔ آتش پرست دو خدا مانتے ہیں۔

س:.....صفات میں شریک کرنے کے کیا معنی ہیں؟

ج:.....اس کے یہ معنی ہیں کہ خدا تعالیٰ کی صفات کو کسی دوسرے کے لئے ثابت کرنا۔

س:.....خدا تعالیٰ کی صفات دوسرے میں ثابت کرنے کی مثال دیجئے؟

ج:.....سنیئے! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اللہ تعالیٰ کے لئے ہی مخصوص ہے کوئی اللہ تعالیٰ کی طرح کسی دوسرے کو مستحق عبادت سمجھنے لگے مثلاً کسی قبر یا پیر کو عبادت کے طور پر سجدہ کرنا، رکوع کرنا، کسی قبر پر چڑھاوا چڑھانا، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کے نام کی منت ماننا کسی کے نام پر بکرا چڑھانا یا کسی نبی ولی کے نام کا روزہ رکھنا یا کسی گھر کا طواف کرنا علاوہ بیت اللہ شریف کے۔ ان

باتوں کو شرک فی العبادت کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے لئے قدرت کی صفات ثابت ہے۔اس کو کسی دوسرے کے لئے ثابت کرنا مثلاً یہ سمجھنا کہ فلاں نبی یا ولی یا شہید وغیرہ کو یہ قدرت ہے کہ بیٹی بیٹا دے سکتے ہیں یا زندہ رکھ سکتے ہیں یا مار سکتے ہیں یا پانی برسا سکتے ہیں۔یہ شرک فی القدرت ہے۔اللہ تعالیٰ کی طرح کسی دوسرے کے لئے علم کی صفات ثابت کرنا کہ خدا تعالیٰ کی طرح فلاں پیغمبر یا ولی کو علم غیب تھا یا ذرہ ذرہ خدا تعالیٰ کی طرح ان کو بھی علم ہے۔ ہمارے تمام حالات سے اسی طرح واقف ہیں دور اور پاس کی سب خبریں رکھتے ہیں اس کو شرک فی العلم کہا جاتا ہے۔خدا تعالیٰ کی طرح کسی دوسرے کے لئے سمع، بصر، ثابت کرنے کے یہ معنی ہیں کہ یہ اعتقاد رکھا جائے کہ فلاں نبی یا ولی تمام باتوں کو دور و نزدیک سے سنتے ہیں ہمارے تمام کاموں کو ہر جگہ سے دیکھ لیتے ہیں یہ شرک فی السمع والبصر ہے۔خدا تعالیٰ کی طرح کسی دوسرے کے حکم کو ثابت کرنے کے یہ معنی ہیں کہ فلاں وظیفہ فلاں سنت اور فرض کے درمیان پورا کر لیا کرو۔اس حکم پر اسی طرح عمل ضروری سمجھ لیا مگر وظیفہ ختم کرنے کے لئے جماعت چھوڑ دی یا فرض نماز کا وقت مکروہ کر دیا کہ جب وظیفہ ختم ہو جائے گا تب فرض پڑھوں گا یہ شرک فی الحکم ہے۔

س:......اس کے علاوہ کیا اور بھی شرک کے مثل باتیں ہیں؟

ج:......جی ہاں۔اور بھی بہت سی ایسی باتیں ہیں جو شرک کی مانند ہیں جیسے نجومیوں سے غیب کی باتیں پوچھنا۔پنڈت یا جوتشی کو ہاتھ دکھانا فال نکلوانا چیچک یا کسی اور بیماری کو چھوت چھات سمجھنا کہ ایک کی بیماری دوسرے کو لگ جاتی ہے۔تعزیہ بنانا اور اس پر چڑھاوا چڑھانا، قبروں پر چڑھاوا چڑھانا۔کسی پیر شہید کی منت یا نذر ماننا، تصویریں بنانا، تصویر کی تعظیم کرنا کسی ولی شہید کو مشکل کشا وحاجت روا سمجھ کر پکارنا کسی پیر کے نام کی سر کی چوٹی رکھنا یہ باتیں مشابہ شرک کے ہیں۔

عام طور پر لوگوں میں شرک پھیلا ہوا ہے توحید نایاب ہے اکثر دعویداران ایمان توحید و شرک کے معنی ہی نہیں سمجھتے مسلمان ہیں مگر شرک میں گرفتار ہیں لہٰذا پہلے توحید و شرک کے معنی سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیئے تا کہ قرآن اور حدیث سے ان کی برائی اور بھلائی معلوم ہو سکے عموماً لوگ آڑے وقت پیروں کو، پیغمبروں کو، اماموں کو، شہیدوں کو، فرشتوں کو اور پریوں کو پکارا کرتے ہیں انہیں سے مرادیں مانگتے ہیں انہی کی منتیں مانتے ہیں۔مرادیں بر لانے کے لیے انہی پر نذر و نیاز چڑھاتے ہیں اور بیماریوں سے بچنے کے لیے اپنے بیٹوں کو انہی کی طرف منسوب کر دیتے ہیں کسی کا نام عبدالنبی، کسی کا نام علی بخش کسی کا حسین بخش، کسی کا پیر بخش، کس کا رودار بخش، کسی کا سالار بخش۔کوئی کسی کے نام کی چوٹی رکھتا ہے، کوئی کسی کے نام کی بدھی یا کپڑے پہناتا ہے، کوئی کسی کے نام کی بیڑی پہناتا ہے، کوئی کسی کے نام کے جانور کرتا ہے کوئی آڑے وقت کسی کو پکارتا ہے اور کوئی کسی کی قسم کھاتا ہے۔غیر مسلم جو معاملہ دیوی دیوتاوں سے کرتے ہیں وہی یہ نام نہاد مسلمان انبیاء، اولیاء، ائمہ، شہداء، ملائک اور پریوں سے کرتے ہیں اس کے باوجود مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔اللہ پاک نے سچ فرمایا ہے۔

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَ هُمْ مُشْرِكُوْنَ

اکثر لوگ اللہ پر ایمان لا کر شرک کرتے ہیں۔(سورۂ یوسف ۱۰۶)

یعنی اکثر دعویداران ایمان شرک کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں اگر کوئی ان سے کہے کہ تم دعویٰ تو ایمان کا کرتے ہو مگر شرک میں گرفتار رہتے ہو کیوں شرک اور ایمان کی متضاد راہوں کو ملا رہے ہو۔تو وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم شرک نہیں کر رہے بلکہ انبیاء اور اولیاء سے محبت رکھتے ہیں اور ان کے عقیدت مند ہیں شرک تو جب ہوتا جب ہم انہیں اللہ کے برابر سمجھتے ہم انہیں اللہ کے بندے اور مخلوق ہی سمجھتے ہیں۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآءُ نَا عِنْدَاللّٰهِ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ. سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (سورۂ یونس)

اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کو پوج رہے ہیں جو انہیں نہ نقصان پہنچا سکیں اور نہ نفع، اور کہہ رہے ہیں کہ یہ اللہ کے یہاں ہمارے سفارشی ہیں۔آپ فرما دیں کہ تم اللہ کو وہ خبر دے رہے ہو جسے وہ آسمان و زمین میں نہیں جانتا وہ ان کے شریکوں سے پاک و برتر ہے

اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْمَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ (سورۂ زمر)

دیکھو اللہ ہی کے لئے خالص دین ہے اور جو اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو حمایتی بناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ان کی صرف اس لئے عبادت کرتے ہیں کہ وہ ہم کو مرتبہ میں اللہ کے نزدیک کر دیں یقیناً اللہ ان کے خلاف میں فیصلہ فرمائے گا۔یاد رکھو کہ اللہ جھوٹے اور ناشکرے کی رہبری نہیں فرماتا۔

قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَ لَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ. سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ. (سورۂ مومنون)

آپ فرما دیں کہ ایسا شخص کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا تصرف اختیار ہے۔اور وہ پناہ دینے والا بھی ہو اور اس کے مقابلے پر کوئی اور پناہ بھی نہ دے سکے۔بشرطیکہ تمہارے پاس علم ہو وہ یہی جواب دیں گے کہ اللہ ہے آپ فرما دیں کہ پھر تم کیوں دیوانے بنے جاتے ہو۔

یعنی اگر مشرکوں سے بھی پوچھا جائے کہ کائنات عالم میں کس کا تصرف واختیار ہے۔جس کے مقابلے پر کوئی کھڑا نہ ہو سکے تو وہ اللہ ہی کو

بتائیں گے پھر غیروں کا ماننا دیوانگی نہیں تو اور کیا ہے۔

اولاد کا نام عبدالنبی، امام بخش، پیر بخش رکھا جائے۔ کھیت و باغ کی پیداوار میں ان کا حصہ رکھا جائے۔ جب پھل تیار ہو کر آئیں تو پہلے ان کا حصہ الگ کر دیا جائے پھر اسے استعمال میں لایا جائے۔ جانوروں میں اسکے نام کے جانور مقرر کر دیے جائیں۔ پھر ان کا ادب و احترام بجالایا جائے۔ پانی سے یا چارے سے انہیں نہ ہٹایا جائے۔

شرک کی برائی اور توحید کی خوبیاں

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا. (نساء ۱۱۶)

یاد رکھو اللہ پاک اپنے ساتھ شرک کیے جانے کو معاف نہیں فرماتا اور شرک کے سوا جسے چاہے معاف فرمادے اور جس نے شرک کیا وہ راہ سے بہت دور بھٹک گیا۔

یعنی اللہ کی راہ سے بھٹکنا یہ بھی ہے کہ انسان حلال و حرام میں تمیز نہ کرے، چوری کرے، بے کاری میں مبتلا رہے نماز روزہ چھوڑ بیٹھے۔ بیوی بچوں کی حق تلفی کرنے لگے۔ ماں باپ کی نافرمانی پر تلا رہے لیکن جو شرک کی دلدل میں پھنس گیا وہ راہ سے زیادہ بھٹک گیا کیونکہ وہ ایک ایسے گناہ میں مبتلا ہو گیا جس کو حق تعالیٰ بلا توبہ کبھی نہ معاف فرمائے گا۔ شاید اور تمام گناہوں کو اللہ تعالیٰ بلا توبہ معاف بھی فرمادے۔

وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِہٖ وَھُوَ یَعِظُہٗ یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِکْ بِاللّٰہِ. اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ. (لقمان ۱۳)

جب لقمان نے نصیحت کرتے وقت اپنے بیٹے سے کہا بیٹا اللہ کے ساتھ شریک نہ کرنا۔ شرک یقیناً بڑا بھاری ظلم ہے۔

یعنی اللہ پاک نے حضرت لقمان کو بصیرت عطا فرمائی تھی اور انہوں نے عقل سے معلوم کیا کہ کسی کا حق کسی کو دے دینا بڑی بے انصافی ہے پھر جس نے اللہ کا حق اللہ کی مخلوق میں سے کسی کو دے دیا اس نے بڑے سے بڑے کا حق ذلیل شخص کو دے دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے اور خدا کے مقابلے میں اس کی مخلوق کی غلامانہ حیثیت ہے۔ جیسے کوئی تاج شاہی ایک چمار کے سر پر رکھ دے بھلا اس سے بڑھ کر اور کیا بے انصافی ہوگی۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْہِ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ (انبیاء ۲۵)

آپ سے پہلے ہم نے جو رسول بھی بھیجا ہم نے اس کو یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی حقدار عبادت نہیں لہٰذا میری ہی عبادت کرو۔

یعنی تمام پیغمبر خدا کے پاس سے یہی حکم لے کر آئے کہ صرف اللہ ہی کو مانا جائے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانا جائے۔ معلوم ہوا کہ توحید کا حکم اور شرک سے ممانعت تمام شریعتوں کا ایک متفقہ مسئلہ ہے اس لیے صرف یہی راہ نجات ہے باقی تمام راہیں غلط اور ٹیڑھی ہیں۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنَا اَغْنَی الشُّرَکَآءِ عَنِ الشِّرْکِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَکَ فِیْہِ مَعِیَ غَیْرِیْ تَرَکْتُہٗ وَ شِرْکَہٗ وَاَنَا مِنْہُ بَرِیْءٌ. (مسلم مشکوٰۃ باب الریا)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا میں ساجھیوں میں سب سے زیادہ ساجھے سے بے پرواہ ہوں۔ جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس میں اس نے میرے ساتھ غیر کو شریک کیا تو میں اس کو اور اس کے ساجھے کو چھوڑ دیتا ہوں اور میں اس سے بیزار ہو جاتا ہوں۔

اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ والی آیت شریفہ کا ترجمہ:

اور جب آپ کے رب نے بنی آدم کی پشت سے ان کی اولاد نکالی اور ان سے اقرار کروایا (یعنی ان سے پوچھا) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں وہ کہنے لگے کیوں نہیں! ہم گواہ ہیں (کہ تو ہمارا رب ہے) یہ ہم نے اقرار اس لیے لیا کہ کہیں تم قیامت کے روز کہنے لگو کہ ہم تو اس بات سے غافل تھے یا کہنے لگو کہ ہمارے باپ دادوں نے پہلے سے شرک کیا تھا اور ہم تو ان کی اولاد تھے (جو) ان کے بعد (پیدا ہوئے) تو کیا جو کام اہل باطل کرتے رہے اس کے بدلے تو ہمیں ہلاک کرتا ہے۔

ابی بن کعب نے اس آیت (کہ جب آپ کے رب نے آدم کی اولاد سے عہد لیا تھا) کی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ پاک نے اولاد آدم کو جمع فرمایا پھر انہیں جوڑا جوڑا لگایا پھر ان کی صورتیں بنائیں پھر انہیں قوت گویائی بخشی آخر کار وہ بولنے لگے پھر ان سے عہد و پیمان لیا اور انہیں ان کے نفسوں پر گواہ بنا کر فرمایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں انہوں نے جواب دیا کہ بے شک آپ ہمارے رب ہیں۔ فرمایا میں ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو تم پر گواہ بناتا ہوں اور تمہارے باپ آدم کو بھی کبھی قیامت کے دن یہ نہ کہنے لگو کہ ہم بے خبر تھے۔ یقین مانو کہ نہ میرے سوا کوئی معبود ہے اور نہ کوئی رب ہے۔ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا میں تمہارے پاس اپنے رسول بھیجتا رہوں گا جو تمہیں میرا یہ عہد و پیمان یاد دلائیں گے اور تم پر اپنی کتابیں اتاروں گا۔ سب نے جواب دیا کہ ہم اقرار کر چکے ہیں کہ آپ ہمارے رب اور معبود ہیں آپ کے سوا نہ کوئی ہمارا رب ہے اور نہ آپ کے علاوہ ہمارا کوئی معبود ہے۔ (مسند احمد، مشکوٰۃ باب الایمان بالقدر)

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا اے آدم کے بیٹے اگر تو مجھ سے دنیا بھر کے گناہ ساتھ لے کر ملے مگر میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراتا ہو تو میں دنیا بھر کی بخشش تجھ سے لے کر ملوں گا۔ (ترمذی، مشکوۃ، باب الا استغفار)

شرک فی العلم کی تردید

اللہ ہی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں۔ جنہیں وہی جانتا ہے اور جو کچھ زمین، خشکی اور تری میں ہے اسے بھی جانتا ہے۔ جو بھی پتہ گرتا ہے اسے بھی جانتا ہے۔ زمین کے نیچے اندھیروں میں کوئی دانہ ایسا نہیں اور کوئی تر اور خشک چیز ایسی نہیں جو روشن کتاب میں نہ ہو۔ (سورۂ انعام:۵۹)

آپ فرمادیں کہ آسمان وزمین میں جتنے لوگ ہیں۔ اللہ کے سوا غیب کی باتیں نہیں جانتے انہیں تو یہ بھی خبر نہیں کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے۔ (سورۂ نمل:۶۵)

بلاشبہ اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے۔ وہی بارش برساتا ہے وہی پیٹ میں بچے کو جانتا ہے۔ کسی کو معلوم نہیں کہ کل کیا کمائے گا اور نہ یہ معلوم کہ کہاں مرے گا۔ یاد رکھو اللہ خوب جاننے والا اور بڑا خبردار ہے۔

ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میری رخصتی کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے پھر میرے بستر پر میرے پاس اتنے نزدیک بیٹھے جس طرح تم بیٹھے ہو۔ ہماری بچیاں دف بجا بجا کر بدر کے مقتولوں کا واقعہ بیان کرنے لگیں ایک نے یہ بھی کہہ دیا کہ ہمارا نبی کل کی بات جانتا ہے۔ فرمایا یہ چھوڑ اور جو پہلے کہہ رہی تھی وہ کہتی رہ۔ (بخاری، مشکوۃ، باب اعلان النکاح)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جس نے تمہیں خبر دی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان پانچ باتوں کو جانتے تھے جن کی اللہ پاک نے اس آیت اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ میں خبر دی ہے اس نے بڑا زبردست بہتان باندھا۔ (بخاری، مشکوۃ، باب رویۃ اللہ) (سورۂ جن ۱۸۔۱۹۔۲۰)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو اس بات سے مسرت ہو کہ لوگ اس کے سامنے تصویروں کی مانند کھڑے رہیں تو اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔ (ترمذی)

حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک کتاب نکالی جس میں یہ حدیث تھی کہ جس نے جانور کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا اس پر خدا کی لعنت ہے۔ (مسلم)

بری عادتوں کی تردید

اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا

یہ مشرک اللہ کو چھوڑ کر عورتوں ہی کو پکارتے ہیں بلکہ سرکش شیطان ہی کو پکارتے ہیں جس پر اللہ نے پھٹکار ڈال دی ہے اس نے کہہ رکھا ہے کہ میں تیرے بندوں سے ایک مقرر حصہ الگ کر رکھوں گا میں انہیں گمراہ کیے بغیر آرزو دلائے بغیر اور حکم کیے بغیر نہ رہوں گا۔ وہ جانوروں کے کان کاٹ ڈالیں گے اور میں انہیں حکم کروں گا کہ وہ اللہ کی پیدائش کو بدل ڈالیں گے جو اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنائے وہ زبردست گھاٹے میں پڑ گیا۔ شیطان ان سے وعدہ کرتا ہے اور امیدیں بندھاتا ہے۔ شیطان ان سے وعدہ کر کے محض دھوکہ کر رہا ہے۔ انہی لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے جس سے وہ رہائی نہ پاسکیں گے۔ (نساء ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰)

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ

اس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی پیدا کی تاکہ اس سے چین پائے پھر جب اس نے اس سے ہمبستری کر لی تو اس کو حمل رہ گیا وہ اسے لے کر چلتی پھرتی رہی پھر جب بھاری ہو گئی تو دونوں نے اللہ کو جو ان کا رب ہے پکارا کہ اگر تو ہمیں نیک اولاد دے گا تو ہم تیرے شکر گزار رہوں گے۔ پھر جب اس نے ان کو نیک بچہ دیا تو اس بچہ میں اللہ کا شریک بنانے لگے۔ ان کے شرک سے اللہ بلند و برتر ہے۔ (سورۂ اعراف ۱۸۹، ۱۹۰)

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا

اور مشرک ان چیزوں میں سے جو اللہ نے پیدا کی ہیں یعنی کھیتی اور جانوروں میں ایک حصہ مقرر کر چکے ہیں اور اپنے خیال میں کہتے کہ یہ تو اللہ کا ہے اور یہ ہمارے شریکوں کا۔ پھر جو ان کے شریکوں کا ہے وہ اللہ کو نہیں پہنچتا اور جو اللہ کا ہے وہ ان کے شرکاء کو مل جاتا ہے۔ یہ جو فیصلہ کر رہے ہیں برا ہے۔ (انعام:۱۳۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ جانتے ہو تمہارے رب نے کیا کہا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم خوب جانتا ہے فرمایا کہ اس نے کہا کہ میرے بندوں نے صبح کی کچھ تو مومن تھے اور کچھ کافر تھے۔ جس نے کہا اللہ کے فضل سے اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی وہ مجھ پر ایمان لایا اور تاروں کے ساتھ کفر کیا۔ اور جس نے کہا کہ فلاں فلاں تارے سے بارش ہوئی۔ اس نے میرے ساتھ کفر کیا اور تاروں پر ایمان لایا۔ (بخاری، مسلم)

نجومی سے قسمت پوچھنا

ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو خبریں بتانے والے کے پاس آیا اور اس سے کچھ پوچھا تو اس کی چالیس دن تک نماز قبول نہیں ہوگی۔ (مسلم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے لیے بہت ہی پیارے نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔ (مسلم)

حضرت ہانی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب میں اپنی قوم کے وفد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ نے ان سے سنا کہ مجھے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اُمت کے لوگ بقدر نقصان ایمان کے عذاب دیئے جائیں گے۔ (الکنز)

میرے ساتھی ابوالحکم کہہ کر آواز دیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلا کر فرمایا کہ حکم اللہ کا ہے۔ حکم اسی کا ہے۔ تمہاری کنیت ابوالحکم کیوں رکھی گئی ہے۔ (ابوداؤد ونسائی)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یوں نہ کہو جو کچھ اللہ نے چاہا اور محمد نے چاہا۔ بلکہ یوں کہو جس کو اللہ وحدہٗ لاشریک نے چاہا۔ (شرح السنۃ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرما رہے تھے جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے شرک کیا۔ (ترمذی)

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بتوں کی قسمیں نہ کھاؤ، اور نہ باپوں کی قسمیں کھاؤ۔ (مسلم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ پاک تم کو باپ دادا کی قسمیں کھانے سے منع فرماتا ہے جو شخص قسم کھائے تو اللہ کی کھائے ورنہ خاموش رہے۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے سبقت لسانی کے طور پر لات وعزیٰ کی قسم کھائی تو وہ لا الٰہ الا اللہ پڑھ لے۔ (بخاری، مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین وانصار کی ایک جماعت میں تشریف فرما تھے کہ ایک اونٹ نے آ کر آپ کو سجدہ کیا صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کو جانور اور درخت سجدہ کرتے ہیں ان سے زیادہ تو ہمارا حق ہے کہ ہم آپ کو سجدہ کریں۔ فرمایا اپنے رب کی عبادت کرو اور اپنے بھائی کی تعظیم کرو۔ (مسند احمد)

سنت کو اختیار کرنا اور بدعت سے بچنا

تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور پھوٹ نہ ڈالو اور اپنے اوپر اللہ کے احسان کو یاد رکھو جبکہ تم دشمن تھے پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں محبت پیدا کی پھر تم اس کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ الاٰیۃ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیں کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ پاک تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بڑا ہی بخشنے والا اور نہایت ہی مہربان ہے۔ (سورۂ آل عمران)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی قسم جب تک مسلمان اپنے اختلافات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم نہ بنائیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں سے دلوں میں تنگی نہ پائیں گے اور اسے خوشی سے تسلیم نہ کر لیں گے مومن نہیں ہو سکتے۔ (سورۂ نساء)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیٹا اگر تیرے بس کی یہ بات ہو کہ تو اس حال میں صبح و شام کرے کہ تیرے دل میں کسی کی طرف سے کدورت نہ ہو تو ایسا کر۔ پھر فرمایا بیٹا یہ میری سنت ہے۔ جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔ معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی نشانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے محبت ہے اور سنت کے مطابق عمل کرنے والا اعلیٰ درجہ والا جنتی ہے۔ کہ جنت میں پیغمبر اسلام کے ساتھ ساتھ ہوگا لہٰذا ہر مسلمان مشتاق جنت کا فرض ہے کہ سنت کا گرویدہ رہے۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ ان مومنوں کا بیڑہ پار لگا جو اپنی نمازوں میں خشوع وخضوع برابر کرتے رہتے ہیں جو فضول باتوں سے اعراض کرتے ہیں اور جو زکوٰۃ دیتے ہیں اور جو اپنی شرمگاہوں کے علاوہ بیویوں اور لونڈیوں کی حفاظت کرتے ہیں کیونکہ اس میں ان پر کوئی الزام نہیں لیکن جو کوئی اس کے علاوہ راہ ڈھونڈیں وہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔ جو اپنی امانتوں کی اور اقرار کی حفاظت کرتے ہیں اور جو اپنی نمازوں کی محافظت کرتے ہیں۔ یہی لوگ فردوس کے وارث ہیں۔ جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ (سورۂ مومنون)

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ.

مومن وہی ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا نام لیا جائے تو ان کے دل کانپ اٹھیں اور جب ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھی جائیں تو ان کے ایمان کو بڑھا دیں اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں جو پابندی سے وقت پر نمازیں ادا کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہتے ہیں۔ سچے مومن یہی ہیں ان کے رب کے پاس انہی کے لیے مرتبے، بخشش اور عزت والی روزی ہے۔ (سورۂ انفال)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام کی بناء پانچ چیزوں پر ہے اس بات کا اقرار کرنا کہ اللہ کے سوا کوئی حقدار عبادت نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ نماز پابندی سے پڑھنا، زکوٰۃ دینا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

یعنی ہر چیز کی ایک جڑ ہوتی ہے جس پر وہ چیز قائم ہوتی ہے مثلاً مکان کی جڑ زمین پر، چھت کی دیواروں پر یا ستونوں پر قائم ہے، اسی طرح اسلام کی بنیاد ان پانچ ارکان پر ہے یعنی اسلام انہی پر قائم ہے اور اس کے بڑے بڑے اجزاء یہی ہیں۔

جس نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اقرار کیا اس نے اس بات کا اقرار کیا کہ

حقدار عبادت اللہ ہی ہے۔ جب یہ بات ہے تو وہ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کرے گا۔ عبادت انتہائی تعظیم کا نام ہے۔ جیسے سجدہ کرنا، رکوع کرنا، ہاتھ باندھ کر سامنے کھڑے ہونا۔ معبود کے مکان کا طواف کرنا اس کے گرد بار بار گھومنا، معبود کے نام پر مال خرچ کرنا، اس کے نام کا روزہ رکھنا، اس کی نذر ماننا، اس سے مرادیں مانگنا، اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے آڑے وقت یا سہولت کے وقت اس کا نام لینا۔ اس کے نام کا وظیفہ پڑھنا، اس کے نہ ماننے والوں سے جھگڑنا۔

محمد الرسول اللہ۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری مخلوق سے افضل، عقلمند ہوشیار، متحمل، مہربان، عاقبت اندیش، خوش خلق، بے لوث، قانع، صاحب مروت، سخی اور بہادر تھے۔ انسانی اوصاف کمالیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں اعلیٰ درجے کے پائے جاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سچے معصوم اور جوں کا توں خدا کا حکم پہنچانے والے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا خدا کا حکم تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب کام خدا کی مرضی کے موافق تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو میں نے سچا جانا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی راہ میں نے اختیار کی اور دیگر تمام راہوں کو میں نے ٹھکرا دیا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ہمارا کوئی اور رسول نہیں۔

احکام شریعت دو قسم کے ہیں۔ اوامر اور نواہی۔ جن کاموں کے کرنے کا حکم ہے وہ اوامر کہلائے جاتے ہیں اور جن سے بچنے کا حکم ہے وہ نواہی کہلائے جاتے ہیں۔ اوامر میں پہلا امر یہ ہے کہ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کا دل میں یقین ہو اور زبان سے اقرار۔ دوسرا امر نماز ادا کرنا ہے۔ دن رات میں نماز کی کل سترہ رکعتیں ہیں۔ پانچ اوقات مقررہ ہیں۔ کمی بیشی کا کسی کو اختیار نہیں۔

نمازی آدمی بہترین لباس دربار کے دستور کے مطابق زیب بدن کر کے وہاں جا کر کھڑا ہو جائے اور کعبہ شریف کی طرف رخ کرے اور حق تعالیٰ کے علاوہ ساری دنیا سے منہ موڑ کر دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر (اللہ بڑی شان والا ہے) کہہ کر نیت باندھ کر کھڑا ہو جائے پھر یہ تصور کرے کہ میں خدا کے سامنے اس کے دربار میں دست بستہ کھڑا ہوں اور یہ دعا مانگے کہ اے اللہ تو ہی پاک ہے تیری ذات میں ساری خوبیاں جمع ہیں۔ تیرا نام نامی اور اسم گرامی بڑی برکت والا ہے۔ تیری شان بہت ہی بڑی ہے۔ اور تیرے سوا کوئی حقدار عبادت نہیں۔ میں تیرے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتا۔ اے اللہ شیطان سے جو راندہ درگاہ ہے مجھے بچالے اور اس سے مجھے دور رکھ کہ وہ میری التجاؤں میں خلل نہ ڈالے اور میں اپنی درخواست کو تیرا ہی مقدس نام لے کر پیش کرتا ہوں اور اپنی درخواست اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔ جو جزا کے دن کا مالک ہے۔ جسے چاہے بخشے جسے چاہے نہ بخشے۔ اے اللہ میں تیرا ہی پرستار ہوں اور تجھی سے مدد چاہتا ہوں تیرے در کے سوا کسی اور کے در کا رخ نہیں کرتا۔ تو ہی مجھے سیدھی راہ دکھا کہ میں تیری رضا کے عمل کرتا رہوں۔ مجھے نبیوں اور ولیوں کی راہ پر چلا جو لوگ ان کی راہ پر چلنے کا جھوٹا دعوی کرتے ہیں یعنی جن پر قہر و عتاب اتر چکا ہے جو تیرے غضب میں گرفتار اور مورد عتاب بن چکے ہیں اور راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ ان کی راہ سے مجھے بچا۔ خدایا یہ میری درخواست قبول فرما۔

پھر اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جائے اور یہ تصور کرے کہ شہنشاہ جلال و جبروت کے سامنے میں نے اپنی پیٹھ جھکا دی۔ میری پیٹھ حاضر ہے۔ وہ جو حکم دے اس کو میں اٹھانے کو تیار ہوں۔ اور زبان سے کہتا رہے کہ میرا رب بہت ہی پاک اور بڑی شان والا ہے۔ پھر سر اٹھا کر کھڑا ہو جائے کہ میں اپنے اقرار پر سیدھا اور جما ہوا ہوں۔ اور زبان سے کہے کہ اللہ سب کی سنتا ہے جو اس کی بڑائی بیان کرتا ہے۔ اے اللہ تو ہمارا رب ہے تیری ہی ذات کے لیے تمام خوبیاں ہیں۔ پھر سجدہ کرے اور سمجھ لے کہ میں خدا کے سامنے انتہائی ناچیز ہوں اور خاک کے برابر ہوں میں نے اپنی وہ پیشانی جو کسی مخلوق کے آگے نہیں جھک سکتی تھی خالق کے سامنے زمین پر رکھ دی۔ اپنا چہرہ خاک میں ملا دیا۔ وہی بہت بڑا ہے جس کے لیے سجدہ لائق ہے اور زبان سے کہتا رہے کہ میرا رب بہت ہی پاک اور بڑی شان والا ہے پھر سر اٹھا کر بیٹھ جائے اسکا شکریہ بجالائے کہ اس نے اپنے دربار میں مجھے حاضر ہونے کی توفیق بخشی اور منت سماجت کرنے کے قابل بنایا۔ پھر دوسرا سجدہ کر کے بیٹھ جائے اور یہ گمان کرے کہ اس نے میری عبادت قبول فرما لی اور اپنے سامنے دربار میں بیٹھ جانے کا حکم دے دیا۔ تو چونکہ خالی بیٹھنا بھی بے ادبی میں داخل ہے لہٰذا بیٹھ کر یہی کہے کہ زبانی بدنی اور مالی ساری عبادتیں اللہ ہی کے واسطے ہیں اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر اللہ کی سلامتی، رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ ہم سب پر اللہ کی سلامتیاں ہوں اور اللہ کے نیک بندوں پر بھی، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی حقدار عبادت نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں پھر دربار سے رخصت ہوتے وقت کہے اسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ تم پر اللہ کی سلامتی اور رحمت ہو۔

جب بندہ اس طرح سے آداب اور مجرا بجالائے تو اس کا مرتبہ ساری مخلوق میں بڑھ جائے گا۔ اور ہر وقت اس پر خدا کی مہربانیاں نازل ہوتی رہیں گی۔ تیسرا حکم زکوٰۃ ہے اس کی مثال اس طرح سمجھو کہ بادشاہوں کی طرف رعایا پر کچھ حقوق شاہی مقرر ہوتے ہیں اگر یہ لوگ شاہی حقوق ادا نہ کریں تو سزا کے حقدار ٹھہریں۔

اللہ پاک نے جس کو حاجت ضروریہ سے زیادہ مال دیا ہے اس کے اوپر اپنا حق مقرر فرمایا ہے کہ وہ سالانہ چالیسواں حصہ اس کی خدمت میں پیش کرتا رہے اور حق تعالیٰ نے وہ مال محتاجوں کو دینے کے لیے مقرر فرمایا۔

پھر جو کوئی شخص اپنے مال میں سے ادا نہ کرے تو آخرت میں بھی سزا پائے گا اور دنیا میں بھی اس کے مال میں برکت نہ ہوگی۔

چوتھا حکم حج ہے۔ اللہ پاک باوجود یکہ وہ زمان و مکان سے بالاتر ہے، دنیا میں کعبہ اقدس کو گویا اپنا پایہ تخت ٹھہرایا ہے اور حکم فرمایا ہے کہ جس کو ہم نے یہ منصب دیا کہ اس کے پاس سواری اور کھانے پینے کا بندوبست ہو گھر والوں کو جن کا نان و نفقہ اس پر واجب ہے اتنا دے جائے کہ اس کے آنے تک ان کو کسی سے مانگنے کی ضرورت نہ پڑے تو وہ شخص کعبہ شریف ایک مرتبہ ضرور حاضر ہو۔ حجر اسود کو بوسہ دے، اگر اس سے کوئی قصور ہو بھی گیا ہو تو معاف ہو جائے گا اور ہمارے خاص لوگوں میں شمار کیا جائے گا کتنی بڑی بد نصیبی کی بات ہے کہ انسان دنیا کے بادشاہوں کے دربار میں حاضر ہونے کو فخر سمجھتا ہے اور خدا کے دربار سے قدرت کے باوجود دل چرائے۔

مومن کی صفات اور ایمان کے شعبے

حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان کی کچھ اوپر ستر شاخیں ہیں۔ جن میں افضل شاخ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنا ہے اور ادنیٰ شاخ راہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا ہے۔ اور شرم بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔ (بخاری و مسلم)

یعنی جس طرح درخت میں شاخیں ہوتی ہیں جن میں سبز پتے طرح طرح کے پھول اور وضع وضع کے لذیذ میوے لگتے ہیں اس طرح ایمان ہے اس کی بھی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں۔ سب سے بڑی شاخ کلمہ شہادت ہے۔ جو بمنزلہ جڑ کے ہے۔ اور دوسری شاخیں بھی ہیں جن میں سب سے کم درجہ کی یہ ہے کہ راستے سے تکلیف دینے والی چیز ہٹائی جائے اور ایمان کی ایک شاخ حیا ہے۔ یعنی کلمہ شہادت کا اقرار کرنا۔ راہ سے اینٹ، پتھر، کانٹے، گڑھے وغیرہ دور کرنا اور شرم کرنا ایمان کے تقاضوں میں سے چند تقاضے ہیں۔

حضرت انس ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک پکا مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ مجھ سے اپنے ماں باپ بھائی بند اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبت نہ رکھے۔ (بخاری و مسلم)

یعنی جب تمام دنیا سے زیادہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہو تو ایمان پکا ہے۔ ان کی بات کو تمام لوگوں کی باتوں پر مقدم رکھا جائے۔ ان کی احادیث کی قدر و منزلت کی جائے اور ان پر عمل کیا جائے تب تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے ورنہ نہیں۔ کیونکہ محبت تو اسی چیز کا نام ہے کہ محب کو محبوب کی مرضی کے مطابق کام کرنا چاہیے اگر زبان سے کہہ لیا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی محبت ہے اور محبوب کا کہنا نہ مانا یا محبوب کی مرضی کے خلاف کام کیا تو محبت نہیں۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس میں تین باتیں پائی جائیں اس نے ایمان کی حلاوت چکھ لی۔ تمام دنیا سے زیادہ اللہ کی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہو۔ اللہ ہی کے لیے کسی سے محبت کی جائے اور کفر سے رہائی پا جانے کے بعد کفر میں جانا اسطرح سمجھا جائے گویا آگ میں جھونکا جا رہا ہے۔ (بخاری و مسلم)

یعنی جس میں یہ باتیں جمع ہو گئیں اس کے سامنے ایمان کی خوبیاں کھل گئیں۔

حضرت عباس ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے ایمان کا مزہ آ گیا جو اللہ کو رب بنانے سے اسلام کو دین بنانے سے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنانے سے راضی ہو گیا۔ (مسلم)

حضرت انس ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ہماری جیسی نماز پڑھی ہمارے قبلے کی طرف رخ کیا اور ہمارا ذبح کیا ہوا جانور کھایا تو وہ مسلمان ہے۔ اور خدا کی اور اس کے رسول کی امن میں ہے۔ خبردار اللہ کے امن میں عہد نہ توڑو۔ (بخاری)

حضرت ابو امامہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ کے لیے محبت رکھی اللہ کے لیے دشمنی رکھی۔ اللہ ہی کے لیے دیا اور اللہ ہی کے لیے نہ دیا تو اس نے ایمان مکمل کر لیا۔ (ابوداؤد)

حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پکا مسلمان وہ ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامت رہیں اور پکا مومن وہ ہے جس سے لوگ اپنی جانوں اور مالوں کی طرف سے بے خوف ہو جائیں۔ (ترمذی، نسائی، بیہقی)

حضرت انس ﷛ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہر خطبہ میں یہ ضرور فرماتے کہ جو امانت دار نہیں وہ ایمان والا نہیں اور جو وعدہ خلاف ہے وہ دیندار نہیں۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

حضرت جابر ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو چیزیں واجب کر دیتی ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا وہ دو چیزیں کیا ہیں اور وہ کس چیز کو واجب کر دیتی ہیں۔ فرمایا جو شرک پر مر گیا وہ جہنم میں گیا اور جو توحید پر سدھایا وہ جنت میں گیا۔ (مسلم)

حضرت ابو امامہ ﷛ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کے بارے میں پوچھا۔ فرمایا جب تجھے اپنی نیکیوں سے مسرت اور بدیوں سے ملال پیدا ہو تو ایمان والا ہے۔

حضرت عمرو بن عنبسہ ﷛ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا کہ آپ کے دین پر آپ کے ساتھ کون کون ہیں۔ فرمایا آزاد بھی اور غلام بھی۔ میں نے کہا اسلام کیا ہے۔ فرمایا نرمی سے بات کرنا اور کھانا کھلانا۔

میں نے کہا ایمان کیا ہے۔ فرمایا صبر و جوانمردی۔ (مسند احمد)

حضرت عرباض بن ساریہ ﷛ کا بیان ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی آدمی ایمان کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا حتیٰ کہ وہ اپنی زبان کی حفاظت کرے۔'' (بیہقی)

اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر آپ نے بہت اچھا وعظ فرمایا اور خوب خوب نصیحت کی۔

جس سے آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور دل کانپ اٹھے۔

ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گویا یہ رخصت کرنے والے شخص جیسی نصیحت ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کچھ اور تاکیدی حکم فرمائیے۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

میں تمہیں خدا کے خوف اور امیر کی بات کو سن کر ماننے کی وصیت کرتا ہوں۔ خواہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ میرے بعد تم میں سے جو کوئی زندہ رہے گا وہ بڑا بھاری اختلاف دیکھے گا۔ لہٰذا تم میری سنت کو اور خوبیوں والے راہ یافتہ صحابیوں کی سنت کو چمٹ جانا اور اس کو کچلیوں سے مضبوط پکڑ لینا (کہ چھڑائے بھی نہ چھوٹ سکے) اور نئے نئے کاموں سے بچتے رہنا۔ ہر نیا کام بدعت ہے اور بدعت گمراہی ہے۔ (احمد وابوداؤد)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے ایک سیدھا خط کھینچ کر بتایا کہ یہ اللہ کی راہ ہے۔ پھر اس کے دائیں اور خطوط کھینچ کر فرمایا کہ یہ بھی راہیں ہیں مگران میں سے ہر راہ پر ایک شیطان ہے جس کی طرف وہ لوگوں کو بلا رہا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ پڑھ کر سنائی۔ کہ یہ میری سیدھی راہ ہے۔ اس کی پیروی کرو اور دوسرے راستوں پر نہ جا پڑنا وہ تمہیں اللہ کے راستے سے ہٹا دیں گے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں یہ تاکیدی حکم فرما رہا ہے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔ (مسند احمد، نسائی و دارمی)

حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے میرے بعد میری مردہ سنت کو زندہ کیا تو اس کو اس سنت پر عمل کرنے والوں کے برابر ثواب ملے گا اور عمل کرنے والوں کے ثوابوں میں سے کچھ کمی نہیں کی جائے گی اور جس نے کسی بدعت کی گمراہی نکالی۔ جس سے اللہ اور اسکا رسول صلی اللہ علیہ وسلم راضی نہیں تو اسے بدعت پر عمل کرنے والوں کے برابر عذاب ملے گا۔ اور عمل کرنے والوں کے عذابوں میں کچھ کمی نہ کی جائے گی۔ (ترمذی)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ایمان کے بارے میں پوچھا فرمایا اللہ ہی کے لیے دوستی اور دشمنی کرنا اور اللہ کے ذکر سے زبان کو تر رکھنا۔ بولے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کیا ہے فرمایا جو کچھ تجھے اپنے لیے اچھا معلوم ہو وہی لوگوں کے لیے اچھا جان۔ اور جو اپنی جان کے لیے برا جانے وہی لوگوں کے لیے برا جان۔ (مسند احمد)

ایمان

ایمان کی تعریف:

س: ایمان کسے کہتے ہیں؟

ج: وہ چند چیزیں ہیں جن کو دل سے مان لینے کا نام ایمان ہے۔ اور ماننے والے کو "مومن" کہتے ہیں۔ جن کا ذکر ایمان مفصل اور ایمان مجمل میں ہے۔

ایمان مجمل: ...... یہ ہے ایمان لاتا ہوں اللہ تعالیٰ پر جیسا کہ وہ اپنے ناموں اور صفات کے ساتھ ہے اور قبول کرتا ہوں میں اس کے تمام احکام کو۔

ایمان مفصل: ...... یہ ہے ایمان لاتا ہوں میں اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اسکے رسولوں پر اور قیامت کے دن پر اور ہر خیر و شر کے اللہ کی جانب سے موجود ہونے پر اور مرنے کے بعد زندہ ہونے پر۔

پس معلوم ہوا کہ صرف توحید پر ہی ایمان لانا مومن کے لیے کافی نہیں۔ جب تک ان تمام چیزوں پر ایمان نہ لائے جسکا ذکر ایمان مفصل میں کیا گیا ہے۔

س: ...... کون سی چیزیں ہیں کہ جن کو دل سے مان لیا جائے تو ایمان حاصل ہو جاتا ہے؟

ج: ...... خدا کا ایک ہونا، فرشتوں کا موجود ہونا، جو کتابیں انبیاء پر نازل ہوئی ہیں ان کو ماننا، تمام نبیوں کو ماننا، آخرت کو ماننا، تقدیر کو ماننا، جنت و دوزخ کو ماننا، مرنے کے بعد زندہ ہونے کو ماننا، ہر خیر و شر کا خالق اللہ کو جاننا۔

توحید:

س: ...... خدا کے ایک ہونے کا کیا مطلب ہے؟

ج: ...... اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایک ایسی ذات ہے جس کو کسی نے پیدا نہیں کیا سب کو وہی پیدا کرتا ہے نہ اس کی بیوی ہے نہ اولاد۔ وہ تمام عیبوں سے پاک ہے تمام صفات کمالیہ اس میں پائی جاتی ہیں۔ مختار ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ بلا زبان کے بولنے والا ہے۔ بے کان کے سننے والا ہے۔ بے جسم کا ہے۔ اس کی تمام صفات قدیم ہیں۔ اس کی ذات واجب الوجود ہے۔

فرشتے:

س: ...... فرشتہ کسے کہتے ہیں؟

ج: ...... اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے جو نور سے پیدا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے جس کو جو حکم ہوتا ہے بجالاتا ہے نہ مرد ہیں نہ عورت نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں ان کی تعداد اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتے ہیں۔

س: ...... کیا فرشتوں کے نام بھی ہیں؟

ج: ...... جی ہاں آدمیوں کی طرح ان کے نام بھی ہیں۔

س: ...... بعض فرشتوں کے نام مع کام بتائیے؟

ج: ...... حضرت جبرئیل جو نبیوں کے پاس اللہ تعالیٰ کے احکام لاتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک تمہارا ایمان کی حقیقت کو کامل نہیں کر سکتا یہاں تک کہ وہ اپنی زبان کی نگرانی کرے۔" (بیہقی)

حضرت میکائیلؑ جو بارش برسانے اور مخلوق کے پاس روزی پہنچانے کے لیے مقرر ہیں۔ حضرت عزرائیلؑ جو جان نکالتے ہیں۔ حضرت اسرافیلؑ جو صور پھونکیں گے۔

س:.....فرشتوں کی کتنی قسمیں ہیں؟

ج:.....فرشتوں کی بہت قسمیں ہیں جن میں سے بعض اقسام کا یہاں ذکر کرتے ہیں۔ بعض فرشتے بارش پر مقرر ہیں۔ بعض سمندر اور پہاڑوں پر مقرر ہیں بعض ہوا پر مقرر ہیں۔ بعض وہ ہیں جو ہر انسان کی حفاظت کے لیے متعین ہیں جن کو حفظہ کہتے ہیں۔ جب حکمت حق ہوتی ہے وہ حفاظت سے ہٹ جاتے ہیں۔ بعض فرشتے وہ ہیں کہ جو نیک و بد اعمال لکھنے کے لیے مقرر ہیں۔ ان کو کراماً کاتبین کہتے ہیں۔ اور وہ صبح و شام بدلتے رہتے ہیں۔ صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد اس طرح کہ صبح کے وقت رات والے فرشتے چلے جاتے ہیں اور دن میں کام کرنے والے آجاتے ہیں۔ اور دن میں کام کرنے والے عصر کی نماز کے بعد چلے جاتے ہیں۔ رات کے کام کرنے والے آجاتے ہیں۔ بعض فرشتے وہ ہیں جو نیک لوگوں کی مجالس میں شریک ہونے کی تلاش میں رہتے ہیں۔ جہاں نیک مجلس ہوتی ہے مثلاً تلاوت کلام پاک درود شریف، وعظ وہاں حاضر ہوتے ہیں۔ اور جتنے لوگ ان مجالس میں شریک ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے ان کی گواہی دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم گواہ رہو میں نے ان تمام مومنین کو بخش دیا۔

بعض فرشتے وہ ہیں جو نیکوں اور بدوں کی جان نکالنے پر الگ الگ مقرر ہیں۔ جو کہ حضرت عزرائیلؑ کی ماتحتی میں کام کرتے ہیں ان کو ملک الموت کہتے ہیں۔ بعض فرشتے وہ ہیں جو جہاد کے وقت حضرت انبیاءؑ اور مومنین کی مدد کے لیے آتے ہیں۔ جیسے جبرئیلؑ اور ان کے ہمراہ دیگر فرشتے۔ جیسے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارا خدا تمہاری پانچ ہزار فرشتوں سے مدد کرے گا جو چلے ہوئے گھوڑوں پر (سوار ہو کر) آموجود ہونگے۔ بعض فرشتے وہ ہیں جو جنت پر مقرر ہیں بعض وہ ہیں جو دوزخ پر مقرر ہیں بعض فرشتے وہ ہیں جو عرش الٰہی اٹھائے ہوئے ہیں۔ بعض فرشتے وہ ہیں جو تسبیح و تقدیس رکوع و سجود و قیام میں مشغول ہیں۔

س:.....فرشتوں کے ہونے کا کیا ثبوت ہے؟

ج:.....قرآن شریف سے ثبوت آگے آئے گا۔ پہلے عقلاً یوں سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے عالم میں طرح طرح اور بھانت بھانت کے انتظام اور تدابیر کر رکھی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ عالم میں تاثرات قائم فرماتے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ تاثرات کے موثر اور موثر میں کچھ مناسبت ہونی چاہیے سو اس عالم ناسوت اور ذات ذوالجلال میں کوئی مناسبت نہیں۔ لہٰذا ایک واسطہ ایسا ہونا چاہیے کہ جس کو من وجہ یعنی کچھ اس ذات سے نورانی وغیرہ ہونے میں مناسبت ہو۔ من وجہ اس عالم سے حادث وغیرہ ہونے میں مناسبت ہو۔ تاکہ اس واسطے سے تاثیرات اس عالم میں جاری ہوں۔ اسی واسطے کو فرشتہ کہا جاتا ہے۔ پس فرشتوں کے وجود پر دلیل عقلی ہے۔

آسمانی کتابیں

کتابوں کے نام:

س:.....بعض ان کتابوں کے نام بتایئے جو نبیوں پر نازل ہوئیں؟

ج: (۱) تورات جو حضرت موسیٰؑ کو دی گئی۔

(۲) زبور جو حضرت داوٗدؑ پر اتری

(۳) انجیل جو حضرت عیسیٰؑ کو ملی

(۴) قرآن شریف جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔

ان کے علاوہ اور بھی چھوٹی چھوٹی کتابیں بہت نازل ہوئیں۔ مثلاً دس صحیفے حضرت ادریسؑ پر اور دس یا تیس صحیفے حضرت ابرہیمؑ پر نازل ہوئے۔

رسالت و نبوت

رسول کی تعریف اور اس کی ضرورت:

س:.....رسالت کیا چیز ہے اور رسول و نبی کی کیا ضرورت تھی؟

ج:.....جب یہ بات ثابت ہو چکی کہ حق تعالیٰ احکم الحاکمین بادشاہوں کے بادشاہ ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ بادشاہوں کی طرف سے قانون کا پہنچانا بھی ضروری ہے۔ تو ظاہر ہے کہ خود بادشاہ تو لوگوں کے پاس جائے گا نہیں۔ بلکہ ایک خاص الخاص عہدہ قانون پہنچانے کے لیے ہوگا۔ اب وہ عہدہ دار ایسا ہونا چاہیے جو رعایا کے لوگوں اور خاص الخاص عہدہ کے ساتھ کامل مناسبت رکھنے والا ہو۔ سو فرشتہ تو اس کام کو انجام دے نہیں سکتا تھا کیونکہ جذبات انسانی و ترکیب جسمانی سے کوئی تناسب نہیں۔ ہاں جنات کو کچھ مناسبت انسان کے ساتھ تھی۔ مگر وہ مزاج میں تیز اور متشدد ہیں اور انسان ایک درمیانی حالت پر ہے۔ جو جنات کی رعایت کر سکتا تھا اور جذبات پر بھی عبور رکھ سکتا تھا اور احکام انسانی جنات جیسی سخت ہیکل قوم بھی ادا کر سکتی تھی مگر احکام جنی کے انسانی قویٰ متحمل نہیں ہو سکتے تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین ایک جماعت خاص کو وقتاً فوقتاً زمانہ کے لحاظ سے مانند اطباء کے جو کہ مریضوں کی طبیعت اور مزاج کے موافق دوائیں تجویز کرتے ہیں قانون دے دے کر بھیجتے رہے۔ اسی جماعت کو انبیاءؑ اور رسول کہتے ہیں اور عہدہ کا نام نبوت و رسالت ہے۔ یہ ہے حقیقت رسالت کی۔

اس لیے اس رسول و نبی کی کہ وہ خاص الخاص شاہی آدمی ہوتا ہے نہایت ہی توقیر و تعظیم اور غایت انقیاد و اطاعت اور تسلیم رسالت فرض ہوئی کہ اس کا انکار و توہین بغاوت و کفر ٹھہرا۔ کیونکہ شاہی آدمی کے ساتھ دنیا میں بھی یہی دستور ہے۔ امید ہے کہ آپ رسالت کی حقیقت ان مختصر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم لوگ اون کے لباس کو لازم پکڑلو تم اس سے اپنے دلوں میں ایمان کی شیرینی پالو گے'' (بیہقی)

لفظوں میں سمجھ گئے ہوں گے۔

س:......اس سے معلوم ہوا کہ کسی نبی اور کسی کتاب کا انکار درست نہیں؟

ج:......جی ہاں جس قدر انبیاءؑ تشریف لائے ہیں سب کو ماننا فرض ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی تمام نازل کی ہوئی کتابوں کا اقرار کرنا بھی ضروری ہے۔ کسی ایک کتاب یا نبی کا انکار کیا تو بس کافر ہو جائے گا۔ کیونکہ جب یہ بات ثابت ہو چکی کہ عہدہ نبوت پر اعتراض اللہ تعالیٰ پر اعتراض ہے جیسا کہ وائسرائے کی تنقیص اور اس کے شاہی آدمی ہونے پر انکار جرم اور بغاوت ہے اسی طرح نبی میں عیب و نقص نکالنا، انکار کرنا، جرم و بغاوت ہے۔ پس اسی بغاوت کا نام اصطلاح شرع میں کفر ہے۔ پس کسی نبی کا انکار درست نہیں۔ پس جیسے انکار نبی کفر ہے ایسے ہی تنقیص نبی بھی کفر ہے۔

نبی کی تعریف:

س:......نبی کسے کہتے ہیں؟

ج:......نبی اسے کہتے ہیں جو ہر چھوٹے بڑے گناہ سے پاک ہو اور بندوں کے پاس اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچانے کے لیے بھیجا گیا ہو۔ خواہ ان کو کوئی کتاب دی گئی ہو یا نہ دی گئی ہو۔ بلکہ پہلی ہی کتاب کے موافق احکام کی تبلیغ کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔ اور ان سے کوئی ایسی نئی بات بلا کسی ذریعے کے ظاہر ہو جو کسی انسان سے نہ ہو سکے۔ جس کو معجزہ کہتے ہیں۔

ثبوت نبوت پر چند دلائل:

س:......ثبوت نبوت دلائل کے ساتھ بیان فرمایئے؟

ج:......سنیئے اور غور سے سنیئے

پہلی دلیل:......تو بیان رسالت میں گذری

دوسری دلیل:......یہ ہے کہ اگر نبی کو نہ بھیجا جاتا تو انسان کو جس کو ہر وقت کلیات و جزئیات کی حیثیت سے حضرت ذات حق سے تحقیق کی ضرورت تھی کس طرح پوری ہوتی پس ایجاد انسان عبث و بے فائدہ لازم آتا۔ لہٰذا وجود انبیاءؑ ہر زمانہ میں ضروری ہوا۔

تیسری دلیل:......نفس ناطقہ۔ انسانی شہوت نفسانی کے سبب مغلوب الحواس اور مغلوب العقل ہو جاتا ہے۔ اس لیے یہ انسان فتنہ و فساد اور قبیح باتوں کے دور کا مورث ہوتا ہے۔ پس اگر اللہ تعالیٰ کی جانب سے انبیاء کرام انسان کی فہمائش اور اس کے مضار و مفاد اور منافع و مصالح کی ہدایت کے لیے سفیر بن کر عہدہ نبوت پر نہ بھیجے جاتے تو عالم خراب ہو جاتا۔ اس لیے ضروری ہوا کہ انبیاء بھیجے جائیں۔

چوتھی دلیل:......انسان کے لیے جزا و سزا کاموں پر ہوتی ہے۔ اور ذات واحد کی طرف سے اطلاع جزا و سزا کے کاموں کی بلا واسطہ آتی نہیں اور اگر فرائض کے انجام دہی کی خبر بھی نہ دی جاتی تو یہ صریح ظلم ہوتا اور ظلم شان احدیت سے قبیح ہے۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ رسولوں کو بھیج کر احکام کو پہنچایا جائے۔ لہٰذا نبیوں کا بھیجنا ضروری ہوا امید ہے کہ ان دلائل کے ساتھ نبی کا مخلوق کی طرف آنا ضرور سمجھ میں آیا ہو گا۔

اور ساتھ ہی اس کے یہ بھی معلوم ہو گیا ہو گا کہ نبوت ایک خاص الخاص منصب وعہدہ ہے۔ جو انسان کے سنورنے اور رشد و ہدایت کے لیے ہے۔ لہٰذا لازم ہے کہ نبی ہر نوع سے کامیاب اور معصوم ہستی ہو۔ اسی لیے وہ علماً و عملاً (دلائل نقلیہ و دلائل عقلیہ) اور معجزات سب پر غالب ہوتا ہے۔ اور اپنی ذات و صفات میں معصوم ہوتا ہے۔ عصمت انبیاء کا بیان آگے آئے گا۔

رام چندر جی وغیرہ کی حیثیت:

س:......کیا مثل موسیٰؑ و داؤدؑ و عیسیٰؑ و محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہم۔ رام چندر جی وغیرہ بھی جو ہندوستان میں پیشوا کہے جاتے ہیں نبی تھے؟

ج:......یوں تو ممکن ہے کہ ہندوستان میں کوئی نبی آئے ہوں۔ چنانچہ تاریخ سے معلوم ہوا کہ حضرت آدمؑ کی اولاد میں صاحبزادہ ہند ''ہندوستان'' تشریف لائے جس سے اس مقام کا نام ہند ہوا۔ جو بعد میں ہندوستان کہلائے جانے لگا۔ اور دوسرے صاحبزادے جن کا نام سندھ تھا ''سندھ'' تشریف لائے اس مقام کا نام سندھ آپ کے نام پر ہوا۔

مگر ہندوستان میں رام چندر جی وغیرہ جو ہندوستان میں ہندوؤں کے پیشوا ہوئے ہیں ان کو نبی کہنے کے لیے ثبوت خاص کی ضرورت ہے۔ کیونکہ یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ نبوت خاص الخاص عہدہ ہے جب تک کوئی خاص ثبوت نہ ہو اس وقت تک ان کو نبی کہنا ایسا ہو گا جیسا ایک شخص وائسرائے نہ ہو اور اسے وائسرائے مان کر وائسرائے جیسے معاملات اس کے ساتھ روا رکھے جائیں تو یہ جرم ہو گا۔ لہٰذا شریعت اسلامی نے ہندوؤں کے پیشوا رام چندر وغیرہ کا نبی ہونا کہیں ذکر نہیں کیا اس لیے ان کے نبی ہونے کا عقیدہ جائز نہیں ہو گا۔ البتہ اگر ان کے عقائد و خیالات آسمانی کتابوں کے خلاف نہ ہوں اور ان کی تعلیمات اور اصلاح اور ہدایت کا کرنا آسمانی کتابوں کے موافق ہو تو یوں کہنا ممکن ہے کہ شاید نبی ہوں اور یقیناً یہ کہنا کہ ''نبی تھے'' درست نہیں۔

سب سے پہلے اور آخری نبی

س:......سب سے پہلے نبی کون تھے؟ اور سب سے آخری نبی کون ہیں؟

ج:......سب سے پہلے نبی آدمؑ تھے اور سب سے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِی ''میں نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں میرے بعد کوئی نبی نہ آئے گا''۔

لہٰذا اب اگر کوئی نبی ہونے کا دعویٰ کرے ہرگز نہ مانا جائے گا خواہ کسی تاویل سے وہ اپنے آپ کو نبی کہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین ایمان خوش خلقی ہے۔ (مجمع)

ختم نبوت پر چند دلائل:

س:......اس کی کیا دلیل ہے کہ ہمارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہوگئی اب آپ کے بعد اور کوئی نبی نہیں آئے گا؟

ج: پہلی دلیل:......حضرت عیسیٰؑ نے اپنی قوم بنی اسرائیل کو فرمایا تھا۔ یَاْتِیْ مِنْ بَعْدِیْ اسْمُهٗ اَحْمَدُ کہ میرے بعد ایک نبی آئے گا اس کا نام احمد ہوگا۔ اور یہ ثابت ہے کہ احمد کے نام کا سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی نبی نہیں آیا۔ پس آخر میں تمام نبیوں کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لانے والے ہوئے کیونکہ آپ کے بعد نبی کا آنا ثابت نہیں۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء والرسل ہیں۔

دوسری دلیل:...... ولیم میور اور لب التواریخ کا مصنف جو کہ عیسائی ہیں لکھتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہود ونصاریٰ ایک نبی کے منتظر تھے اسی وجہ سے ملک حبشہ کا بادشاہ نجاشی آپ کا حال سن کر ایمان لایا اور کہا۔ بلاشک وشبہ آپ وہی نبی ہیں جن کی عیسیٰؑ نے انجیل میں خبر دی ہے اسی طرح مقوقس شاہ مصر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کیا اور ہرقل شاہ روم نے بھی اقرار کیا تھا۔ نیز علماء و رہبان نصاریٰ اپنی اولاد کو تعلیم وتلقین کرتے رہے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور اور بعثت کا وقت بھی مقرر کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ان کا ظہور مکہ سے ہوگا اور ہجرت مدینہ کی طرف ہوگی۔ اسی لیے ان کے اسلاف مدینہ کے قریب قلعہ بناتے تھے۔ رسول آخرالزمان آئیں گے تو ہم ان کی مدد کریں گے۔ ان کے لیے حکم تھا کہ وہ اپنے ملک شام سے ہجرت کر کے ان قلعوں اور زمین میں جابسیں اور جب وہ پیغمبر ظاہر ہو اور فاران میں حق کا اعلان ہو اور ہجرت کر کے مدینہ میں آئے اور یثرب میں نزول فرمائے تو اس کی نصرت واعانت کریں کیونکہ تورات کے پانچویں سفر میں نور الٰہی کو فاران سے ظاہر ہونے کی بشارت ہے اور فاران نام عبرانی ہے اور وہ تین پہاڑ ہیں مکہ معظمہ میں ایک ان میں سے غار ہے (یعنی غار حرا) جس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم تنہا یادالٰہی کرتے تھے اور ابتداء وحی کی اسی جگہ سے ہوئی پس عیسیٰؑ نے اپنے بعد ایک نبی کے آنے کی خبر دی اور اس کا نام اور اس مقام پر سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی نبی بھی نہ ہوا اور بعد میں تو ثابت ہی نہیں۔

تیسری دلیل:...... جب قرآن پاک کا دلائل عقلیہ سے من جانب اللہ ہونا ثابت ہو چکا تو اس کی خبر بھی صادق ہوگی ورنہ اللہ تعالیٰ کا اخبار میں جھوٹا ہونا لازم آئے گا۔ اور وہ ذات کذب سے منزہ اور پاک صاف ہے۔ سو قرآن پاک میں آپ کی خاتمیت اور آپ کے دین کا ناسخ (ختم کرنے والا) ہونا تمام ادیان کے لیے صاف صاف فرمادیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَ كَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

کہ اس خدا نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا۔ تاکہ وہ خدا اس رسول کو تمام دینوں پر غالب کرے اور اس پر اللہ تعالیٰ گواہ ہے اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ خاتم الانبیاء ہیں۔ تب ہی تو سب ادیان پر ان کو غالب کیا گیا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی دوسرا اور رسول و نبی آئے تو وہ بعض فروع میں خلاف کرے گا اور یہ خلاف کرنا غلبہ کے خلاف ہے تو ضروری ہوا کہ کوئی دوسرا نبی من حیث النبی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ آئے۔ یہی وجہ ہے کہ آخر زمانہ میں حضرت عیسیٰؑ جب نزول فرمائیں گے تو وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہو کر آپ ہی کے تجویز کردہ احکام پر تعمیل کرنے والے ہو کر تشریف لائیں گے۔ پس ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء والرسل ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے دین پر چلنا باعث نجات ہے۔

چوتھی دلیل:......انجیل میں ہے اِنِّیْ اُطْلُبُ الْحَقَّ حَتّٰی نُجَمِّعُكُمْ وَنُعْطِیْكُمْ فَارَ قَلِیْطَا لِیَكُوْنَ مَعَكُمْ اِلَی الْاَبَدِ یعنی حضرت عیسیٰؑ فرماتے ہیں کہ میں طلب کرتا ہوں اپنے خداوند تعالیٰ سے تمہارے واسطے فارقلیط کو جو تمہارے ساتھ اخیر زمانہ تک رہے گا۔ فارقلیط لفظ سریانی ہے معنی میں پسندیدہ واحمد ومحمد کے ہیں۔ تو حاصل یہ ہوا کہ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خدا سے تمہارے لیے مانگتا ہوں جو کہ آخر زمانہ تک تمہارے لیے کافی ہے۔ پھر دوسرے احکام کی ضرورت نہیں ہوگی پس اس سے بھی صاف ظاہر ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی آخرالزمان ہیں۔

پانچویں دلیل:...... صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور پہلے انبیاء کی مثال ایک ایسے محل کی ہے جو مکمل تو ہوگیا ہے لیکن اس میں ایک اینٹ کی کمی تھی پھر اس کے گرد دیکھنے والے پھرنے لگے اور وہ اس دیوار کی خوبی سے تعجب کرتے تھے مگر اس اینٹ کی جگہ خالی تھی۔ سو میں نے اس اینٹ کی جگہ پر کی۔ میرے ساتھ دیوار مکمل ہوگئی اور میرے ساتھ رسول ختم کیے گئے اور فرمایا کہ وہ اینٹ میں ہوں اور میں ہی نبیوں کا سلسلہ ختم کرنے والا ہوں پس ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی آخرالزمان ہیں۔

چھٹی دلیل:......قرآن کریم میں جس کا منزل من اللہ ہونا ثابت ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد صاف صریح موجود ہے۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور سب نبیوں کے مہر کرنے والے ہیں۔ ان پر نبوت ختم ہوگئی۔ ان کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔ اور یہ ثابت ہے کہ محمد سوائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی کا نام نہیں۔ پس اس سے بھی معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی آخرالزمان ہیں۔

نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق عقیدہ

س:......حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی آخرالزمان کے متعلق کیا عقیدہ رکھنا چاہیے؟

ج:......آپ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے بندے اور ایک انسان ہیں خدا تعالیٰ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق حتیٰ کہ تمام نبیوں اور فرشتوں سے افضل ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے پاک ہیں جیسا کہ دیگر تمام انبیاءؑ گناہوں سے پاک تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن شریف آخری کتاب نازل ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شب بیداری میں اس جسم کے ساتھ خدا تعالیٰ کے بلانے پر آسمانوں پر تشریف لے گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف لے جاتے ہوئے بیت المقدس مسجد اقصیٰ میں تمام نبیوں کو نماز پڑھائی پھر آسمانوں پر تشریف لے گئے اور جنت و دوزخ کی سیر کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم خدا تعالیٰ بہت سے معجزے دکھائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بہت عبادت کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اعلیٰ درجہ کے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے اخلاق کے متعلق فرمایا: اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے گذشتہ و آئندہ باتوں کا کچھ علم عطا فرمایا تھا۔ حتیٰ کہ تمام مخلوق کے علم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ علم تھا البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب نہ تھے۔ کیونکہ علم غیب کا ہونا صرف خدا تعالیٰ کی شان و وصف ہے۔ جس کی دلیل آگے آئے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور عیسیٰؑ جو قرب قیامت میں تشریف لائیں گے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے مذہب کی پیروی کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا یعنی جن وانس کے لیے نبی تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے روز خدا تعالیٰ کی اجازت سے گناہ گاروں کی بخشش کی سفارش کریں گے۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شفیع المذنبین کہا جاتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش قبول کی جائے گی اور کافر و مشرک کے سوا سب کی سفارش ہوگی۔ آپ کے علاوہ دیگر انبیاء اولیاء و شہداء وصلحا بھی سفارش کریں گے۔ مگر بلا اجازت کوئی سفارش نہ کرے گا آپ نے جن باتوں کے کرنے کا حکم فرمایا ہے اس پر عمل کرنا اور جن باتوں سے رکنے کا حکم دیا ہے اس سے باز رہنا اور جن باتوں کے ہونے کی خبر دی ہے ان کو اسی طرح ماننا ضروری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا ہر امتی کا فرض ہے۔

کتب سماویہ اور قرآن کریم کی ضرورت

نزول کتب:

س:......خدا تعالیٰ کی طرف سے کتابوں کا نازل ہونا کیسا ہے؟

ج:......عزیز من یہ دستور و قاعدہ ہے کہ ہر حکومت کے لیے کچھ شاہی آداب، سلامی و حاضری دربار وغیرہ ہوتے ہیں جو کہ خاص حقوق شاہی کہلاتے ہیں اور کچھ امن عامہ قائم رہنے کے لیے تعزیرات ہوتے ہیں۔ کچھ رعایا کے نفع و راحت رسائی کی صورتوں کا دستور العمل ہوتا ہے۔ کچھ بادشاہ کی طرف سے انعامات کے عطا ہونے اور کچھ خلاف دستور تعزیرات پر سزا کے دفعات ہوتے ہیں۔ یہ سب مجموعہ قانون کہلاتا ہے۔ اور جس کتاب میں اس کا ذکر ہوتا ہے اس کو قانون کی کتاب کہتے ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ جو اَحْکَمُ الْحَاکِمِیْنَ ہیں یعنی بادشاہوں کے بادشاہ ہیں ان کی طرف سے بھی تمام مخلوق کے لیے ایسے دستور سنانے اور بتانے کی ضرورت ہے اور وہ کتاب کی صورت میں ہوتا ہے۔ اس لیے ہمیشہ وقتاً فوقتاً ایسے قانون کی کتاب کو اللہ تعالیٰ بھیجتے رہے جیسے حضرت آدمؑ سے لیکر حضرت ابراہیمؑ تک مختلف صحائف نازل ہوئے۔ موسیٰؑ پر توریت، داؤدؑ پر زبور، عیسیٰؑ پر انجیل، یہاں تک کہ آخر میں ایک جامع کتاب جس کا نام قرآن شریف ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔

یہ قرآن شریف قانونی کتاب پہلی کتابوں کی ناسخ اور قیامت تک کے لیے ایک دستور العمل بھیج دیا گیا۔ جس میں آداب شاہی جس کو عبادت کہتے ہیں۔ بیان فرمائے گئے۔ اس عبادت کے سوا دوسری صورت عبادت مردود قرار دے دی گئی۔ اسی کتاب میں معاملات و معاشرت اور اخلاق کے ابواب بھی بیان کر دیے گئے۔ اور اس میں سیاسی طریق کو بھی ذکر کر دیا گیا۔ یہ ہے حقیقت کتابوں کے نازل کرنے کی اور آخر میں قرآن شریف کے نازل کرنے اور بھیجنے کی کہ یہ ایک قانون کی مکمل کتاب ہے اور چونکہ یہ قاعدہ ہے کہ مصنف اپنی کتاب کو کسی کے ہاتھ میں پڑھتا ہوا دیکھ کر خوش ہوتا ہے تو اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی اپنے کلام کو کسی کو پڑھتا ہوا دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور انعام فرماتے ہیں۔ جن کا اصل نفع ظاہری و باطنی قیامت میں ظاہر ہوگا۔

س:......یہ کس طرح سمجھا گیا کہ قرآن پاک آخری کتاب ہے؟ اور دوسری کسی کتاب کا حکم باقی نہیں رہا؟

ج:......یہ قاعدہ ہے جب کسی خاص ملکی حکومت کا خاتمہ کرنا ہوتا ہے تو اس کے ختم تک کے لیے قانون میں کوئی رد و بدل نہیں ہوتا اسی پر حکومت کو چلا کر ختم کر دیا جاتا ہے۔ پھر ایک مستقل نظام جداگانہ خاص امتیازی نشان

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (قرب قیامت) ایمان مدینہ کی طرف ایسے سمٹے گا جیسے سانپ اپنے سوراخ کی طرف سمٹتا ہے۔ (احمد)

کے ساتھ قائم کیا جاتا ہے۔ تو چونکہ اس دنیا کی عمر ختم ہو رہی تھی اور اس نظام کو چند روز رکھ کر ختم کرنا تھا اور دوسرا طرز زندگی قائم کرنا تھا۔ اس لیے آخر میں یہی قانون قرآن شریف کی صورت میں نازل اور رائج فرمایا گیا اور دوسرے پہلے قانون کی پہلی کتابیں منسوخ کر دی گئیں۔ یہی وجہ ہے کہ پہلی کتابیں ایک ساتھ نازل ہوئیں۔ کیونکہ وہ ہمیشہ کیلیے نہ تھیں اور چونکہ قرآن شریف قیامت تک کے لیے ہے اس لیے تھوڑا تھوڑا تئیس سال تک نازل ہوتا رہا۔ کہ لوگوں کے قلوب میں جم جائے۔ یاد میں سہولت و آسانی ہو جائے اور چونکہ قیامت تک کے لیے ہے اس لیے احکام معتدل ہر زمانہ ہر ملک ہر قوم اور ہر شخص کے لیے قائم کیے گئے۔

قرآن پاک کے سچے ہونے پر چند دلائل:

س:...... یہ کس طرح معلوم ہوا کہ قرآن شریف اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی کتاب ہے۔ کسی انسان کی بنائی ہوئی نہیں؟

ج: پہلی دلیل:...... یہ قاعدہ ہے کہ نئی آواز، نئے دستور، پر جہاں کچھ لوگ موافق ہوتے ہیں وہاں مخالف بھی ہوتے ہیں اور اس کے مٹانے کی ان گنت انتھک کوشش کرتے ہیں۔ جس وقت یہ کتاب نازل ہونے لگی اور یہ جدید قسم کے قانون اترنے لگے تو سخت مخالفت شروع ہو گئی اور کہا گیا کہ یہ قانون الٰہی نہیں۔ ان کو تو یہ شخص یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم بنا لیتے ہیں یا کوئی تعلیم کر جاتا ہے اس کے جواب میں کہا گیا کہ اگر یہ خود بنا لیتے ہیں تو تم تو پرانے ادیب صاحب لغت، فصیح و بلیغ اور صاحب تواریخ ہو تم نے ایسا کلام کیوں نہ بنا لیا یا کیوں نہ بنالو۔ دو ایک ہی سطر ایسی لکھ لو اور اگر ایسا نہ کر سکے اور ہرگز ایسا نہ کر سکو گے تو دیانتداری کی بات یہی ہے کہ سمجھ لیا جائے کہ یہ انسانی کتاب نہیں ہو سکتی۔ اور ہو بھی کس طرح سکتی ہے؟ جب کہ کلام کرنے والا یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم محض ان پڑھ اور ایک امی شخص ہیں نہ کسی مکتب میں پڑھا نہ پڑھے لکھوں کے پاس اٹھے بیٹھے تو پھر ایسا کلام کس طرح کر لیا۔ اور وہ واقعات جن کو سینکڑوں ہزاروں برس ہو چکے ہیں کس طرح اس کلام پاک میں صاف صاف بیان کرتے ہیں۔ آخر کار لوگ مجبور ہوئے اور ماننا پڑا کہ یہ کلام انسانی نہیں ہو سکتا بلکہ وہ تعلیم کرنے والی ذات اور اس کلام کے نازل کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ اس نے نازل فرمایا ہے۔ چنانچہ تمام اہل عرب نے جو کہ اہل لسان تھے اس کلام کو کلام الٰہی تسلیم کر لیا جیسا کہ سب پر ظاہر ہے کہ تمام بلغاء عرب اور تمام شہروں کے فصحاء باوجود سلیقہ ادب، فہم، مستقیم اور فصاحت و بلاغت قرآن کریم کے معارضہ و مقابلہ کے وقت ایک آیت شریف کے برابر لانے سے عاجز ہو گئے۔ حالانکہ مخالف ہر ممکن طاقت انفرادی اور اجتماعی غلبہ کے لیے ختم کر دیتا ہے۔ بالخصوص جبکہ اس کو اشتعال انگیز بات بھی کہہ دی جائے عار دلائی جائے۔ چنانچہ بانگ دہل کہا گیا: کہہ دو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان منکرین سے کہ اگر تمام انسان و جن جمع ہو جائیں اس لیے کہ قرآن کے مانند لے آئیں تو نہیں لا سکتے۔ اگرچہ اس کے لانے میں ایک دوسرے کا مددگار بنیں۔ اور فرمایا کہ مانند قرآن کے تو کیا ایک سورت ہی کے مثل لے آؤ اور ارشاد فرمایا: "یہ کلام جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے اگر تم کو کچھ شک وشبہ ہے تو ایک سورت ہی اس کے مثل لے آؤ۔ اگر تم سچے ہو۔"

آخر کار وہ عاجز ہوئے اور باوجود انتہائی درجہ فصیح و بلیغ ہونے کے وہ ایک آیت بھی نہ لا سکے۔ پس یہ اعجاز صاف دلیل ہے کہ یہ قرآن کریم اللہ کی بھیجی ہوئی کتاب ہے۔

دوسری دلیل:...... انسانی کلام کو دو ایک بار پڑھنے سے جی اتر جاتا ہے۔ دلچسپی نہیں رہتی مگر قرآن شریف بلا سمجھے ہوئے بھی جس قدر بار بار پڑھا جاتا ہے ایک نیا لطف آتا ہے۔

تیسری دلیل:...... کلام انسانی اس طرح لفظ بہ لفظ حرف بہ حرف حفظ نہیں ہوا کرتا اور نہ اس قدر حفظ کی کوشش ہوا کرتی ہے۔ آج لاکھوں کروڑوں مسلمان اس کلام الٰہی کے حافظ دنیا میں موجود ہیں۔

چوتھی دلیل:...... جس طرح یہ قرآن شریف نازل ہوا۔ بعینہ اسی طرح حرف بہ حرف موجود ہے۔ ذرا بھی تغیر نہیں ہوا۔ زیر، زبر، حرکت، سکون، تشدید، مد وغیرہ اسی طرح باقی ہیں۔

پانچویں دلیل:...... تواتر کے ساتھ اس طرح نقل ہوتا چلا آ رہا ہے۔ جس طرح سے جن حروف و آیات کے ساتھ نازل ہوا تھا اور تواتر دلائل قطعیہ میں سے ایک مسلم دلیل قطعی ہے۔

چھٹی دلیل:...... عرب میں فصاحت کلام کی قدر صدیوں سے چلی آ رہی ہے۔ یہاں تک کہ جو قصیدہ یا اشعار مرغوب تر ہوتے وہ خانہ کعبہ کی دیوار پر بحسب مراتب اوپر نیچے لگا دیے جاتے۔ زمانہ سعادت نبوت تک سات قصیدے اسی طرح آویزاں تھے۔ جن کو سبع معلقہ کہتے ہیں۔ ان میں امرء القیس کا قصیدہ سب سے بالاتر تھا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی:

قِيلَ يٰٓأَرْضُ ابْلَعِىْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ أَقْلِعِىْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِىَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِىِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ.

"حکم ہو گیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان تھم جا۔ پس پانی گھٹ گیا اور قصہ ختم ہوا اور کشتی (کوہ) جودی پر آ ٹھہری اور کہہ دیا گیا کہ کافر لوگ رحمت سے دور"

تو اس وقت شاعر امرء القیس وفات پا چکا تھا۔ اس کی بہن زندہ تھی اس نے اس کو سن کر کہا کہ اب کسی کلام کرنے کی گنجائش نہیں رہی اور میرے بھائی کے قصیدہ کا بھی افتخار جاتا رہا یہ کہہ کر اس نے کعبہ کی دیوار سے وہ قصیدہ نوچ ڈالا پس جب سب سے اونچا قصیدہ نہ رہا تو باقی بھی اتار دیئے گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غصہ ایمان کو ایسا فاسد کر دیتا ہے جیسے ایلوا شہد کو۔ (ابن عساکر)

تاریخ وسیر کے ملاحظہ سے بھی معلوم ہوا کہ نزول قرآن کے وقت جمیع فصحاء وبلغاء باوجود کثرت مہارت اور جوش وتعصب ومخالفت کے جو کہ مقابلہ پر آمادہ کرتا ہے اس کے مقابلہ سے عاجز وقاصر ہو گئے۔ لہٰذا یہ بین (واضح) دلائل ہیں کہ یہ کلام پاک اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے۔

نزول قرآن کا آغاز:

س:......قرآن شریف ابتداءً کہاں نازل ہوا؟

ج:......مکہ معظمہ غار حرا میں نازل ہوا جب کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس غار میں خدا تعالیٰ کی عبادت کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے اور کئی کئی روز وہاں رہتے تھے۔ اس مقام پر قرآن شریف کا نزول ابتداءً اس طرح ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ اس غار میں تشریف رکھتے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا اقرأ یعنی پڑھو آپ نے فرمایا کہ میں پڑھا ہوا نہیں اس طرح تین بار فرمایا پھر چوتھی مرتبہ جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ. خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ. اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ.

''اے پیغمبر! آپ قرآن اپنے رب کا نام لے کر پڑھا کیجئے جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا آپ قرآن پڑھا کیجئے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم سے تعلیم دی انسان کو ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہ جانتا تھا۔''

یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب آیتیں پڑھیں۔

س:......اس سے معلوم ہوا کہ یہ سب سے پہلے آیتیں نازل ہوئیں جو سورۂ علق کی ہیں۔ مگر قرآن شریف میں اس طرح سے ابتدا نہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

ج:......عزیز من! قرآن شریف کا نزول تو موقع اور ضرورت کے لحاظ سے ہوتا ہے مگر جب آیات نازل ہوتی تھیں تو آپ بامر الٰہی بواسطہ جبرائیل علیہ السلام فرمادیا کرتے تھے کہ فلاں جگہ فلاں آیت اور فلاں جگہ فلاں سورت لکھ دی جائے لہٰذا ترتیب نزول موقع وضرورت سے ہوئی اور قرآن کی موجودہ ترتیب دوسری ہے اور چونکہ ربط وجوڑ آیات وسورتوں کا جن آیات وسورتوں سے ہوتا تھا اس جگہ پر ان آیات اور سورتوں کو رکھنے کا حکم ہوتا تھا اس لئے ترتیب نزول اور ترتیب نظم میں اختلاف ہو گیا کہ ترتیب نزول اور ہے اور ترتیب نظم بحکم الٰہی دوسری ہے۔

ایک اعتراض کا جواب:

س:......ایک فرقہ کہتا ہے کہ دس پارے قرآن شریف میں سے سنیوں نے نکال دیئے اس کا کیا جواب ہے؟

ج:......عزیز من! اس کا جواب نہایت سہل ہے:

اول:......یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں بہت حافظ تھے کیونکہ دارومدار قرآن مجید کا حافظ پر تھا مثلاً ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ، زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ، ابو درداء رضی اللہ عنہ وغیرہم

دوم:......دوسرے تمام امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جو قرآن مجید اس وقت موجود ہے یہ بعینہ وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوئی۔ حضرات اہل سنت والجماعت کے علاوہ علمائے محققین شیعہ کا بھی یہی مذہب وقول ہے۔ چنانچہ محمد ابن علی ابن بابویہ شیعی اپنے رسالہ عقائد میں لکھتے ہیں کہ جو قرآن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے وہ یہی ہے جواب موجود ہے۔

سوم:......تیسرے یہ کہ تفسیر مجمع البیان جو اہل تشیع میں بہت معتبر تفسیر ہے اس تفسیر میں سید مرتضیٰ بھی یہی کہتے ہیں۔

چہارم:......چوتھے یہ کہ ملا صادق شرح کافی کلینی شیعوں کی مشہور کتاب میں لکھتے ہیں کہ یہ قرآن جس طرح نازل ہوا تھا اسی طرح امام مہدی تک صحیح سالم رہے گا۔ اس کے علاوہ تمام علماء شیعہ اسی خیال کی بڑی شدومد کے ساتھ تصدیق کرتے ہیں لہٰذا کسی غیر محقق کا ایسا قول ہرگز قابل التفات نہیں۔

س:......آپ نے کہا کہ یہ قرآن شریف تیئس سال میں تھوڑا تھوڑا نازل ہوا اور ہم نے یہ بھی سنا ہے کہ رمضان میں اترا اور پھر یہ بھی سنا ہے کہ شب قدر میں نازل ہوا۔ یہ اختلاف کیسا؟

ج:......جی ہاں پورا علم نہ ہونے کی وجہ سے ایسے بیانات کو اختلافات پر محمول کر بیٹھتے ہیں۔

سنیئے! ان تینوں باتوں میں کوئی اختلاف نہیں۔ یہ سب باتیں صحیح ہیں اسی طرح سے کہ اول قرآن شریف لوح محفوظ سے ایک ساتھ آسمان دنیا پر نازل ہوا۔ جس کو: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ میں بیان کیا گیا ہے یعنی یہ رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن شریف کو اتارا گیا یہ نزول رمضان شریف کی شب قدر میں ہوا جیسا کہ: اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ میں بیان فرمایا گیا پھر تھوڑا تھوڑا حسب موقع وضرورت تیئس سال تک نازل ہوتا رہا لہٰذا تینوں باتوں میں کچھ اختلاف نہیں تینوں صحیح ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کی عصمت

عصمت انبیاء کی پہلی دلیل:

س:......کیا نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے؟ اس پر کیا دلیل ہے اور معصوم ہونے کا کیا مطلب ہے؟

ج:......جب یہ معلوم ہو گیا کہ نبوت ایک خاص الخاص منصب وعہدہ انسان کے سنورنے اور رشد وہدایت کے لئے ہے تو لازم ہے کہ نبی ہر نوع سے کامیاب اور معصوم ہستی ہو اسی لئے ہر اعتبار سے سب پر غالب ہوتا ہے اور اپنی ذات وصفات میں معصوم ہوتا ہے تو نبی کے معصوم ہونے کا مطلب

یہ ہوا کہ چونکہ نبوت کا وعدہ ایک منتخب عہدہ من جانب اللہ ہے لہٰذا نبی میں کسی قسم کا نقص نہ ہونا چاہیے جیسا کہ بادشاہ کسی کو خاص عہدہ وائسرائے کا دے کر بھیجے تو وہ دو باتوں پر نظر کرے گا ایک تو یہ کہ اس کو انتظام ملکی کا سلیقہ اعلیٰ درجہ کا ہو دوسرے یہ کہ اس میں گورنمنٹ کی پوری پوری اطاعت ہو۔ کامل وفادار ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص وائسرائے میں قابلیت انتظام کے سلسلہ میں عیب نکالے اس کی وفاداری اور اطاعت پر اعتراض کرے تو وہ عیب نکالنا اور اعتراض کرنا درحقیقت بادشاہ پر اعتراض لگانا اور اس پر عیب لگانا ہوگا۔ اسی لئے وہ توہین شاہی کا مجرم قرار دے کر مستحق سزا ہوتا ہے حالانکہ شاہان دنیا کا علم محیط نہیں۔ انتخاب میں غلطی ہو جانا بعید نہیں اسی طرح عہدہ نبوت کو خیال کیا جائے کہ یہ انتخاب ایسی ذات کی طرف سے ہے۔ جس کا علم محیط ہے اور غلطی کا ذرا احتمال نہیں۔ لازماً یہ عہدہ اسی شخص کو عطا ہوگا جس میں اس عہدہ کی پوری قابلیت ہوگی۔ خالق برتر کا پورا پورا تابع فرمان اور وفادار ہو۔ جو کچھ کرتا اور کہتا ہو اسی ذات واحد کی مرضی اور اشارہ پر کرتا اور کہتا ہو۔ مخالفت حق کا ذرہ برابر بھی شائبہ نہ ہو یہ ہیں معنی نبی کی عصمت اور معصوم ہونے کے۔ پس ثابت ہوا کہ نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے۔

دوسری دلیل:...... اگر نبی کو معصوم نہ مانا جائے گا تو اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو نبی کے قول وفعل پر امتثال اور نبی کے قول وفعل کی متابعت کا کلیۃً کس طرح حکم کرنا درست ہو سکتا تھا کیونکہ جب نبی معصوم نہ ہوگا تو صدور فعل معصیت کا اس سے مانا جائے گا۔ اور جب فعل معصیت کا صدور ہوا اور ادھر اس کے فعل کی تابعداری کا امت کو حکم بھی ہے۔ حتیٰ کہ نبی کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت فرمایا چنانچہ ارشاد ہے مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللهَ

یعنی جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے گا اور فرمایا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللهُ

یعنی کہہ دو اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو۔ اللہ تعالیٰ تم کو دوست رکھے گا: اور فرمایا

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

کہ تمہارے لئے اے لوگو! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اچھے نمونے ہیں ایسے بننا اور فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللهِ

کہ جو کوئی بھی رسول بھیجا گیا وہ اسی لئے بھیجا گیا کہ بحکم الٰہی اس کی اطاعت کی جاوے تو جب نبی کا آنا اس کی اطاعت اور اس کی پیروی کے لئے ہے اور پھر اس کو معصوم نہ مانا جائے بلکہ اس سے العیاذ باللہ معصیت کا صدور بھی مانا جائے تو لازم آتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کو باتباع نبی معصیت کی بھی اجازت دے دی اور حالانکہ یہ ذات حق سے ممکن نہیں۔

پس ضروری ہوا کہ نبی معصیت و نافرمانی سے بالکلیہ پاک وصاف ہو۔ اس کا ہر قول وفعل ذات حق کی مرضی کے موافق ہو۔ یہی معنی ہیں عصمت کے پس اسی سے بھی ثابت ہوا کہ نبی معصوم ہوتا ہے۔

تیسری دلیل:...... اگر نبی معصوم نہ ہو تو پھر لازم آتا ہے کہ نبی کو بھی ہدایت طلب کرنے میں مثل دیگر انسانوں کے دوسرے نبی کی طرف حاجت ہو اور اگر وہ بھی معصوم نہ ہو تو پھر اس کو کسی تیسرے نبی کی طرف احتیاج ہوگی اپنی ہدایت کاملہ میں اسی طرح اگرچہ سلسلہ چلتا رہے گا تسلسل تو لازم آئے گا جو کہ محال ہے۔ لامحالہ انسان کی ہدایت کے لئے ایک باکمال شخص ایسا ہونا چاہئے جو عمداً سہواً چھوٹے بڑے گناہوں سے پاک ہو اور جو تمام صفات میں افضل ہو اور جلال و جمال اور مکارم اخلاق کا جامع ہو اگر ایسا نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے مقصد کے خلاف لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں۔ پس نبی کا ہر اعتبار سے معصوم ہونا ضروری ہے اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خصوصیت کے ساتھ تمام خلائق حتیٰ کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے بھی افضل ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معصوم ہونا بدرجہ اتم ثابت ہوا۔

معجزات

حقیقت معجزہ:

س:...... معجزہ کسے کہتے ہیں؟

ج:...... معجزہ اس کو کہتے ہیں کہ بدوں کسی سبب مادی، روحی اور قوت خیالیہ کے نبی سے کسی ایسی عجیب بات کا ظہور ہو جو خلاف عادت ہو اور اگر کسی متشرع متبع نبی سے کوئی ایسی بات صادر ہو جو خلاف عادت ہو تو اس کو کرامت کہتے ہیں۔ اور کرامت حق ہے۔ اور وفات کے بعد بھی کرامت کا امکان ہے۔

ثبوت معجزہ:

س:...... معجزہ کا ثبوت بہ دلائل عقلیہ بیان کیجئے؟

ج:...... عزیز من کسی چیز کے ثبوت کے لیے عقلی امکان کافی ہوتا ہے۔ اور خبر متواتر سے وقوع کی قطعیت ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ کسی چیز کے علم قطعی کے لیے تین ہی ذریعہ ہیں۔ ۱۔ عقل۔ ۲۔ حواس خمسہ ظاہرہ یعنی سننا، چھونا، سونگھنا، دیکھنا، چکھنا۔ ۳۔ خبر متواتر یعنی جہاں استحالہ عقلی نہ ہو وہاں عقلی امکان کے ساتھ ثبوت قطعی کے لیے نقلی دلیل جو کہ منصوص اور خبر متواتر کے طریقہ سے ہو وہ قطعی طور پر مدعا کے لیے مثبت ہوتی ہے۔

لہٰذا اب بغور سنیئے کہ کسی کام کا کرنا اس کے فاعل کی قوت پر موقوف ہے۔ جسقدر فاعل کی قوت ہوگی۔ اسی قدر اس سے فعل قوی صادر ہوگا۔ یہ بات بدیہی ہے۔ اس پر کسی دلیل کے قائم کرنے کی حاجت نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کہ حیاء ایمان میں سے ہے اور ایمان جنت میں لے جائے گا اور بیہودہ بکواس کرنا ظلم ہے اور ظلم جہنم میں لے جائے گا۔" (ترمذی)

دوسری بات یہ ہے کہ اجسام اور جواہر مجردہ میں اصل مبداء قوت کی لطافت و کثافت کے لحاظ سے قوی اور ضعیف ہوتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آگ کی قوت سے پانی کی قوت اور پانی کی قوت سے ہوا کی قوت زیادہ ہوتی ہے۔ اور آگ کی قوت اس کی لطافت کی وجہ سے سب سے زیادہ ہے۔

اس لیے جسکے قوام بدن میں لطیف اور ہلکا جزو جس قدر زیادہ ہوا اسی قدر ان کے افعال بہت قوی ہوں گے۔ چنانچہ فرشتوں کا مادہ نہایت لطیف ہوتا ہے تو ان کے افعال جنات سے بھی زیادہ قوی ہوں گے۔ یہی حال روح کا ہے کہ اپنی لطافت کی وجہ سے بشرطیکہ جسمانی کثافت اس پر غالب نہ ہو نہایت عجیب و غریب کام کرگزرتی ہے۔ روحانی قوت ہی کے تو یہ کرشمے ہیں کہ بہت سے اولیاء اللہ کے ایسے واقعات ہیں کہ ابھی بیت اللہ شریف کے ہاں ہیں اور فوراً ہی اس کی بعد دوسری جگہ نظر آتے ہیں۔ مسافت بعیدہ کو چند سیکنڈوں میں طے کرلیتے ہیں۔ یہ سب کس چیز کے کرشمے ہیں؟ یہ سب روحانیت ہی کے تو کرشمے ہیں جن کو کرامت کہا جاتا ہے۔ اور انبیاء کرام علیہ السلام کی روحانیت کا کیا کہنا۔ وہ تو سب سے لطیف کیا بلکہ الطف ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک کے اشارہ سے چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ حجر و شجر آپ کو سلام کرتے۔ کنکریوں کی تسبیحات کو آپ سنتے۔ یہ سب معجزات کی قبیل سے ہے۔

یہ ایسی چیزیں ہیں کہ جو کسی حکمت اور خواص اشیاء سے نہیں ہوسکتیں۔ چاند کا شق ہو جانا، دریا کا کھڑا ہو جانا، ایک دن کے بچہ کا باتیں کرنا، مردوں کا زندہ کرنا، پہاڑ کا سرپر آجانا، لکڑی کا چیخ چیخ کر رونا، انگلیوں سے پانی جاری ہو جانا، ایسی باتیں نہیں جو حکمت یا خواص اشیاء سے ظاہر ہو جائیں۔ اور عقل جائز رکھتی ہے۔ کہ ایسی چیزیں کہ جن کا سبب نہ خواص اشیاء ہوں اور نہ حکمت ہو وہ کسی دوسری ہی قوت کا اثر ہے۔ اسی کو معجزہ کہا جاتا ہے۔ پس دلیل مذکور سے معجزہ کا امکان ثابت ہو گیا۔ خلاف عقل نہ ہوا لیکن معجزہ نبی ہی سے صادر ہوتا ہے۔ اگر نبی کے متبع سے کوئی ایسی بات ظہور میں آوے تو وہ کرامت کہلاتی ہے اور کافر سے ظاہر ہو تو وہ استدراج یعنی شیطانی دھندہ ہے۔

ضرورت معجزہ:

س:...... نبی کے لیے آیا معجزہ ضروری ہے؟ اگر ہے تو کیوں؟

ج:...... جی ہاں نبی کے لیے معجزہ کا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ نبی ایک خاص منصب رکھتا ہے۔ شاہی آدمی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ کوئی دلیل اور علامت شاہی آدمی ہونے کی رکھتا ہو۔ اسی وجہ سے جس زمانہ میں جس فن میں لوگ مہارت اور کمال رکھتے تھے اسی قسم کا معجزہ شاہی آدمی یعنی نبی کو عطا کیا جاتا رہا تاکہ اہل فن بالخصوص جان سکیں کہ یہ چیزیں فن سے بالاتر ہیں۔ اور ان کی تصدیق سے دوسرے عامۃ الناس کو ہدایت میں سہولت ہو۔ کیونکہ اس قسم کے فن کے ماہرین کا بالاتفاق اقرار کرنا کہ یہ فن سے بالاتر ہے بہت بڑی تصدیق ہے اور یہی معجزہ ہے۔ تو ان اہل فن کے اقرار و تسلیم سے غیر اہل فن کو اس کا معجزہ ہونا معلوم ہوگا اس لیے کہ اس بات کو عقل تسلیم نہیں کرتی کہ ایک بہت بڑا گروہ ایک جھوٹی بات پر اتفاق کرے۔ پس جب اسقدر اہل فن جن کا خطاء پر متفق ہو جانے کا احتمال ہو متفق ہو کر جب ایک ہی بات کہیں اور اقرار کریں کہ یہ کام فن طب وغیرہ کا نہیں بلکہ معجزہ ہے تو اس صورت میں ناواقفوں کو ان خوارق عادت کے معجزہ ہونے کا علم ہو جائے گا اور اس سے یہ بات بھی معلوم ہو جائے گی کہ معجزہ کا فاعل نبی ہے۔ اور جو کام مدعی نبوت نے کیا ہے وہ معجزہ ہے۔ صنعت و حرفت یا شعبدہ سے نہیں ہے۔ اس طرح سے جب اس نبی کا زمانہ گذر جاتا ہے تو اس زمانہ کے آدمیوں میں سے جنہوں نے اپنی مہارت اور علم کے سبب اس معجزہ کا معجزہ ہونا جان لیا ہو تو پچھلوں کو ان اگلوں سے یہ علم اور تصدیق حاصل ہوتی ہے۔ جس سے نبی پر ایمان لاتے ہیں۔ چنانچہ اسی وجہ سے ہدایت کا طریقہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیشہ ایسا جاری رہا کہ ہر پیغمبر اور نبی کے زمانہ میں جس علم و فن کی وجہ سے امت کو ضلالت ہوتی تھی وہی معجزہ اس نبی کو خاص کر عطاء ہوا جیسے موسیٰ کی قوم میں سحر کا زور زیادہ تھا انہیں ابطال سحر کا معجزہ ملا۔ حضرت عیسیٰ کی قوم میں فن طب کا چرچا تھا تو انہیں شفائے امراض، لاعلاج مثل برص حقیقی اور اندھا مادرزاد کا معجزہ ملا۔ حضرت داؤدؑ کی قوم میں موسیقی کا کمال تھا تو انہیں ایسی خوش الحان آواز کا معجزہ دیا گیا کہ تلاوت زبور کے وقت وحوش و طیور، چوپائے، درندے ان کے پاس جمع ہو جاتے اور ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کو فصاحت و بلاغت کا بڑا فخر تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معجزہ فصاحت و بلاغت و دیگر معجزات کے علاوہ خصوصیات سے عطا ہوا۔

پس ثابت ہوا کہ نبی کے لیے معجزہ کا ہونا ضروری ہے اور ہر زمانہ کے اعتبار سے ویسا ہی معجزہ نبی کو عطا کیا جاتا ہے۔ جس کی اس وقت ضرورت ہوتی ہے۔

معجزہ اور غیر معجزہ میں فرق:

س:...... جب غیر نبی بلکہ کافر وغیرہ سے بھی ایسی باتیں خلاف عادت ظاہر ہو سکتی ہیں تو پھر معجزہ اور غیر معجزہ میں کیا فرق ہے؟

ج:...... روحانی قوت کے دو طریقے ہیں ایک بواسطہ اسباب، دوسرا بلاواسطہ اسباب۔ اسباب کے واسطے سے جیسے کھانا، پینا، چلنا، پھرنا طرح طرح کی صنعتیں ایجاد کرنا جو عالم اسباب میں انسان سے واقع ہوتی ہیں۔ پس یہ طریق تو کسی شرط و تجرد وغیرہ پر موقوف نہیں بلکہ بعض کام تو عالم کے جسمانی کثافت ہی کی وجہ سے صادر ہوتے ہیں۔ کیونکہ جسم ان کے لیے شرط ہوتا ہے مگر پھر بھی ایسے سب افعال روح کے واسطے سے ہوتے ہیں جب

روح جسم سے تعلق اٹھالیتی ہے جس کو موت کہتے ہیں تب کوئی کام نہیں ہوتا۔
دوسرا طریق یہ ہے کہ جب روح کو کثافت جسمانی اور ہیولانی ظلمت سے نجات ہوتی ہے اور آثار تجرد اس پر غالب آ جاتے ہیں تو اس کی قوت نہایت گہری ہو جاتی ہے۔ پھر ان سے وہ افعال سرزد ہوتے ہیں جو ظاہراً اسباب اور قانون قدرت کے خلاف ہوتے ہیں۔ پھر اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک صورت یہ ہے کہ ریاضت ومجاہدات شدیدہ سے بدن کے مادی اور کثافت کے حالات مضمحل اور پژمردہ ہو گئے اور روح یعنی نفس ناطقہ کے تازہ ہو گئے اس میں مومن کافر سب شریک ہیں کہ کافر سے بھی ریاضت و مجاہدہ کے ایسے کارنامہ سرزد ہو جاتے ہیں جو عام لوگوں سے نہیں ہو سکتے۔ مگر ایسے خوارق نبی کے برابر تو کیا حضرت انبیاء کرامؑ کے متبعین جو ریاضات و مجاہدات کرنے والے ہیں ان کے برابر بھی نہیں ہو سکتے۔ جیسے اجمیر شریف میں ایک جوگی (فقیر) کا ہوا میں اڑنا اور حضرت شیخ فریدالدین شکر گنج کی کھڑاواں کا ہوا میں اڑ کر اس جوگی سے بلند پرواز کر جانا اور جوگی کے سر پر کھڑاواں کا لگنا اور جوگی کا نیچے اتر کر حضرت شیخ فریدالدین شکر گنجؒ سے بیعت ہو جانا۔ اسی طریقہ سے قصبہ گنگوہ (ضلع سہارنپور) میں ایک جوگی کا اپنی کوٹھڑی میں پانی ہو جانا اور حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کا بھی پانی ہو جانا پھر ہر ایک کے بھیگے ہوئے کپڑوں کا سونگھنا، جوگی کے کپڑے سے بدبو آنا اور حضرت شیخ عبدالقدوسؒ کے بھیگے ہوئے کپڑوں سے خوشبو آنا یہ دیکھ کر جوگی کا مسلمان ہو جانا۔ تو جو شخص متبع نبی اور صاحب ریاضت بھی ہو تو اس کے خوارق کے برابر یا مشابہ ہو سکیں بھلا اس کا تو ذکر ہی کیا۔
دوسری صورت یہ ہے کہ روح ہمہ تن عالم قدس یا ذات باری کی صرف متوجہ ہو جائے پھر اس پر وہاں کے انوار ایسے فائض ہوں کہ جس طرح آئینہ میں آفتاب کے انوار چمکتے ہیں۔ تب اس کو خالق برتر رب العزت سے ایسی خاص مناسبت پیدا ہو جاتی ہے کہ جیسے آگ کی صحبت اور مقاربت سے لوہا سرخ ہو کر مثل انگارہ کے ہو جاتا ہے۔ اور پھول کی صحبت سے مٹی دماغ کو معطر کرنے کے لائق ہو جاتی ہے۔ پھر ایسے نفس سے متعجب نہ ہونا چاہیے جو انوار الٰہی سے منور اور چمک گیا ہو۔ سو یہ مرتبہ حضرات انبیاء کرامؑ کو اور ان کے بعد ان کے متبعین اولیاء کو نصیب ہوتا ہے۔ پس پھر اس عارف کا ہاتھ خدا کا ہاتھ، اس کی زبان خدا کی زبان، اس کی آنکھ خدا کی آنکھ ہو جاتی ہے۔ عارف پر حق تعالیٰ کا ایسا پرتو پڑتا ہے کہ اس کے آثار اس میں ظہور کرنے لگتے ہیں اور فلاسفہ بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ جب کسی آدمی کا بدن اس کا مطیع ہو جاتا ہے تو اس کی اطاعت پر تمام عناصر کا ہیولیٰ بھی اس کے تصرف میں آ جاتا ہے۔ اور وہ جو چاہتا ہے اس سے کام لے سکتا ہے۔ بطور نظیر۔ سمجھو کہ نفس انسانی بدن کا مطیع نہیں ہے۔ بلکہ اس کے برعکس جو کچھ نفس تصور کر رہا ہے اس کے مطابق بدن میں اثر ظاہر ہونے لگتا ہے۔ چنانچہ خجالت وخوف اور غصہ کے وقت بدن فوراً سرخ زرد اور گرم ہو جاتا ہے اور دیکھو انسان دیوار پر چلنے سے گر پڑتا ہے کیونکہ اس کو خیال ہوتا ہے کہ میں اتنی سی پتلی اور بلند دیوار پر چلوں گا تو گر جاؤں گا۔ حالانکہ زمین پر اس سے بھی کم چوڑی جگہ پر چل سکتا ہے بلکہ دوڑ لیتا ہے۔ تو جبکہ نفس بدن کا مطیع نہیں ہے تو اس کے باوجود اس کے خیالات کے ساتھ بدن مؤثر ہو سکتا ہے تو کسی طرح بعید نہیں کہ نفس نبی کو ایسی قوت حاصل ہو جائے کہ ہیولات عناصر عالم اس کے ارادہ کے تابع ہو جائیں اور اس سے معجزہ کا صدور ہو جائے۔ مگر چونکہ نبی کا ارادہ اور خیال ذات حق کی مرضی کے ساتھ ہے اس لیے ذات احدیت کی مرضی نہ پانے پر اپنے ارادہ کو کام میں نہیں لاتا اور معجزہ سے رک جاتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی مرضی اور حکم کے ماتحت ہی معجزہ کا صدور نبی سے ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض معجزات:

س:......کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ معجزے بھی ظاہر ہوئے ہیں؟
ج:......ہر پیغمبر کو معجزے دیئے جاتے ہیں تا کہ لوگوں پر ان کا پیغمبر ہونا ظاہر ہو جائے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بے شمار معجزے ظاہر ہوئے ہیں۔
اول: شق قمر:......جب آپ سے کفار مکہ نے چاند کے دو ٹکڑے کرنے کو کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کی طرف انگلی مبارک سے اشارہ کیا تو چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے اس کی شہادت تواریخ میں موجود ہے۔ راجہ جے سنگھ نے اپنے بالا خانہ سے چاند کے دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھے اور نجومیوں سے معلوم کیا تو انہوں نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے عرب میں نبی آخر الزمان پیدا ہو گئے ہیں۔ ان سے یہ بات ظاہر ہوئی ہے۔ چنانچہ تصدیق کے لیے دن تاریخ لے کر ایک شخص مکہ معظمہ پہنچا۔ اور تصدیق کر کے واپس آیا۔
دوسرا معجزہ:......یہ ہے کہ ایک شکاری نے بچوں والی ہرنی کو پکڑ لیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادھر سے گذر ہوا۔ ہرنی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے جال سے نکال دیجئے میں اپنے بچوں کو دودھ پلا آؤں۔ پھر لوٹ کر آ جاؤں گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑ دی اتنے میں شکاری آ گیا دیکھا تو ہرنی نہیں۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ہرنی کہاں گئی۔ فرمایا ابھی آتی ہے۔ بچوں کو دودھ پلانے گئی ہے۔ چنانچہ تھوڑی دیر میں ہرنی دودھ پلا کر آ گئی۔
تیسرا معجزہ:......یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قضاء حاجت کی ضرورت پیش آئی۔ آڑ کی کوئی چیز موجود نہ تھی۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت کی شاخ پکڑ کر فرمایا:
باذن اللہ۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے میری اطاعت کر۔

چنانچہ وہ تابع ہو گیا۔ اسی طرح دوسرے درخت سے فرمایا وہ بھی تابع ہو کر ساتھ ہولیا اور اس درخت سے مل گیا۔ آپ نے اپنی حاجت پوری کی۔

پھر دونوں درخت جدا ہو کر اپنی اپنی جگہ پہنچ گئے۔

چوتھا معجزہ:...... یہ ہے کہ ایک مرتبہ زوراء میں تین سو آدمی تھے۔ وضو کے لیے پانی بالکل نہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن منگا کر اپنی انگلیاں اس میں ڈال دیں۔ بس پانی آپ کی انگلیوں سے جاری ہو گیا۔ تمام حاضرین نے وضو کیا۔

پانچواں معجزہ:...... ان واقعات کے متعلق جو آپ نے بے دیکھے بیان فرمائے۔ جیسے بخاری نے ابن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (غزوۂ موتہ کے قصہ میں) زید رضی اللہ عنہ، جعفر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر لوگوں کو سنا دی، قبل اس کے کہ خبر آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علم لیا زید رضی اللہ عنہ نے پس شہید ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور پھر فرمایا کہ آخر کو ایک خدا کی تلوار (یعنی حضرت خالد رضی اللہ عنہ) نے علم لیا اور فتح حاصل ہوئی (پھر اسی کے مطابق خبر آئی)

چھٹا معجزہ:...... برکت کے متعلق ہے جسے بیہقی اور طبرانی اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے حبیب بن فدیک کے باپ کی آنکھوں میں پھلی پڑ گئی اور بالکل اندھے ہو گئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں پر دم کیا اسی وقت ان کی آنکھیں اچھی ہو گئیں۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے انہیں اسی برس کی عمر میں سوئی میں ڈورا ڈالتے ہوئے دیکھا ہے۔

ساتواں معجزہ:...... ایک جنیہ کے متعلق ہے۔ جس کو ترمذی نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

ان کی ایک بخاری میں خرمے بھرے تھے۔ سو ایک جنیہ آ کر اس میں سے نکال لے جاتی۔ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اس کی شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ اور اب جب اس کو دیکھو تو یوں کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر چل۔ سو انہوں نے اس کو پکڑ لیا پھر اس کے قسم کھانے پر کہ اب نہ آوے گی چھوڑ دیا تھا۔ (الی آخر الحدیث)

یہ آپ کا معجزہ ہے کہ باوجود اس کے مومن نہ ہونے کے محض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی برکت سے گرفتار ہو گئی۔

آٹھواں معجزہ:...... خاک کے متعلق ہے۔ جس کو صحیحین نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہمارا پیچھا کیا (یعنی سفر ہجرت میں) سراقہ بن مالک نے سو میں نے انہیں دیکھ کر کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں ایک شخص نے پالیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا یعنی غم مت کرو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر آپ نے سراقہ کے لیے بددعا کی۔ سو اس کا گھوڑا پیٹ تک سخت زمین میں گھس گیا۔ اس نے کہا کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم دونوں صاحبوں نے میرے لیے بددعا کی ہے۔ اب دعا کرو کہ میں نجات پاؤں اور قسم کھاتا ہوں کہ تمہارے طلب کرنیوالوں کو میں پھیر دوں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نجات کے لیے دعا کی سو اس نے نجات پائی۔ اور پھر گیا اور جو کوئی اس سے ملتا اسے پھیر دیتا تھا اور کہہ دیتا تھا ادھر کوئی نہیں ہے۔

نواں معجزہ:...... ترمذی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں تھا سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعض اطراف مکہ کی طرف نکلے اور میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ سو جو پہاڑ یا درخت سامنے آتا وہ یہ کہتا تھا۔ السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

دسواں معجزہ:...... امام بیہقی نے سفینہ سے روایت کی ہے کہ میں دریائے شور میں تھا۔ جہاز ٹوٹ گیا۔ میں ایک تختہ پر بیٹھ گیا۔

بہتے بہتے ایک نیستان میں پہنچا۔ وہاں مجھے ایک شیر ملا اور میری طرف آیا۔ میں نے کہا میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام آزاد ہوں۔ وہ شیر میری طرف بڑھ آیا اور اپنا کندھا میرے بدن میں مارا۔ پھر میرے ساتھ چلا یہاں تک کہ مجھے راہ پر کھڑا کر دیا اور تھوڑی تھوڑی دیر ٹھہر کر باریک باریک کچھ آواز کرتا رہا۔ اور میرے ہاتھ سے اپنی دم چھوا دی میں سمجھا کہ اب یہ مجھے رخصت کرتا ہے۔

گیارھواں معجزہ

اور سب سے بڑا معجزہ تو قرآن مجید ہے۔

جس طرح نازل ہوا اسی طرح موجود ہے۔ ذرا برابر بھی فرق نہیں آیا اور نہ آیندہ آئے گا کیونکہ ہزاروں حافظ موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ۔

کہ ہم ہی نے اس کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

بخلاف دوسری کتابوں کے جیسے توریت، انجیل، زبور کہ ان میں ہزاروں تغیر و تبدل کر دیے اور بہت سے معجزے ہیں۔

جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی کھلی تائید ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کہ حیا ایمان میں سے ہے اور ایمان جنت میں لے جائے گا اور بیہودہ بکواس کرنا ظلم میں سے ہے اور ظلم جہنم میں لے جائیگا" (بیہقی)

قیامت

قیامت کی تعریف:

س:...... قیامت کیا چیز ہے؟

ج:...... جب دنیا میں کوئی ایک بھی اللہ اللہ کرنے والا نہ رہے گا۔ گناہوں کی کثرت اور کفر وشرک پھیل جائے گا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک فرشتہ جن کا نام اسرافیلؑ ہے صور پھونکیں گے۔ جن کی ہیبت ناک اور سخت کڑی آواز سے تمام چرند و پرند وحوش وطیور انسان وجن مرجائیں گے۔ اور پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑیں گے۔ زمین ریزہ ریزہ ہو جائے گی۔ تارے تمام ٹوٹ کر گر پڑیں گے۔ غرض ہر چیز فنا ہو جائے گی۔ اور پھر دوبارہ صور پھونکیں گے سب زندہ ہو جائیں گے پس اسی کا نام قیامت ہے۔

س:...... قیامت کا ماننا کیوں ضروری ہے؟

ج:...... جناب قیامت یعنی حشر ونشر کا ہونا اس لیے ضروری ہے کہ ہم پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کیوں پیدا کیا۔ نفع حاصل کرنے کے لیے یا ضرر کے لیے؟ یا کسی کے لیے بھی نہیں۔ اگر ضرر کے لیے پیدا کیا تو یہ شان رحیمی کے خلاف ہے اور اگر کسی کے لیے بھی نہیں تو یہ فعل اس خالق کا عبث ٹھہرے گا۔ اس لیے کہ یہ بات تو انسان کے معدوم ہونے کی حالت میں بھی تھی۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے نفع کے لیے پیدا کیا ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں نفع کم اور نقصان وضرر زیادہ ہے۔ پس ثابت ہوا کہ دنیا کا نفع تو مقصود ہے نہیں بلکہ ضروری ہے کہ دوسری زندگی ہوتا کہ انسان کامل نفع حاصل کرلے۔ اسی کا نام قیامت، حشر ونشر ہے۔ اور اس کے قطعی ہونے پر قرآن کریم سے ثبوت ہے۔ جو کہ آگے آئے گا۔ رہا ریزہ ریزہ ہونے کے بعد روح کا جسم سے متعلق ہو جانا سو اس پر بے شمار دلائل ہیں۔ ہم یہاں پر صرف چھ دلیلوں سے ثابت کرتے ہیں۔

پہلی دلیل:...... یہ ہے کہ ظاہر بات ہے کہ جب اول معدوم محض ہونے کی حالت میں روح کا تعلق ہو گیا تو دوبارہ بھی روح کا تعلق بدن سے جائز ہو سکتا ہے۔ اور اجزائے بدن نے جب اول بار ایک خاص شکل اختیار کرلی تو دوبارہ شکل اختیار کرنے میں کیا استحالہ ہے۔ لہٰذا دوبارہ شکل اختیار کرلینا بھی ممکن ہے۔

دوسری دلیل:...... یہ ہے کہ خالق عالم قادر مطلق بھی ہے۔ اور یہ قدرت تمام ممکنات پر حاصل ہے۔ نیز اس خالق عالم کو تمام جزئیات کا بھی علم ہے۔ اور اشیاء کے تمام اجزاء کا بھی علم ہے۔ لہٰذا بالضرور زید کے اجزاء بدن کو خواہ وہ مٹی میں ملے ہوئے ہوں یا آگ میں جلے ہوئے یا پانی میں ملے ہوئے ہوں سب کو تمیز کرسکتا ہے۔ اور ترکیب دے کر مثل اول صورت کے قائم کرسکتا ہے۔ لہٰذا یقین کرلینا چاہیئے کہ حشر نشر ممکن ہے۔ اور ثبوت قطعی بلسان انبیاء و کتب سماویہ اور قرآن کریم سے ثابت ہے جیسا کہ آگے آئے گا۔

تیسری دلیل:...... یہ ہے کہ جب روح نے بدن انسانی سے متعلق ہو کر اخلاق حسنہ، عبادات صادقہ معارف حقہ حاصل کرنے کے لیے اس کو آلہ بنایا تو پھر جس وقت اس بدن سے روح جدا ہوئی اور اسے اپنی خدمات کا ثمرہ جیسا چاہا ویسا نہ ملا اور جس غرض سے محنت کی تھی وہ غرض ومطلب نہ ہوا تو نہایت ہی حسرت کا موجب ہوگا۔ اور اگر روح نے آلہ بدن کے ذریعہ سے لذت دنیوی حاصل کیں۔ جاہ ومال حاصل کرنے میں مصروف رہا۔ اپنے آقا اور مالک حقیقی کے حقوق کو بھلا دیا اور اپنے ہم جنسوں کے حقوق تلف کیے اور پھر اسے کوئی تکلیف نہ پہنچے تو کیا یہ کوئی عدل وانصاف ہوگا کہ دونوں برابر رہیں۔ یہ تو ظلم ہے اور ظلم سے اللہ تعالیٰ منزہ اور پاک وصاف ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ النَّاسَ شَیْئًا بے شک اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتے اس لیے قیامت حشر نشر کا قائم ہونا جزا اور سزا کے لیے ضروری ہوا۔

چوتھی دلیل:...... اس عالم ناسوت میں روح وجسم دونوں طاعت و معصیت میں شریک ہیں اور امر ونہی، وعدہ اور وعید دونوں کے حق میں ہیں۔ اس لیے دونوں کو ثواب وعذاب پہنچانا ضروری ہوا۔ پس جس جسم میں روح آئے گی وہ یہی جسم ہوگا۔ جو دنیا میں تھا۔ لہٰذا روح کا مع اس جسم عنصری حشر ونشر کے موجود ہونا ضروری ہوا اور رہا اس عالم ناسوت میں تقدم انسانی کا اس عالم آخرت پر سو وہ اس مصلحت کی وجہ سے ہے کہ کمالات نفسانی کی تحصیل کر کے اس عالم میں ثمرہ پا سکے۔ اور وہ اس عالم کے تقدم پر موقوف تھا۔ اس لیے اس عالم دنیا میں انسان کو بھیجا گیا۔ اور بعد حصول کمالات اس عالم میں رکھنا فساد کا سبب اور خوبیوں سے محرومی کا باعث تھا۔ اس لیے اول اس عالم میں بھیجا پھر اس عالم آخرت کی طرف جو اس عالم سے کہیں زیادہ اچھا ہے۔ اٹھایا جائے گا۔

پانچویں دلیل:...... حشر ونشر اور قیامت نہ ہو تو مطیع و عاصی کا حال یکساں ہوتا بلکہ مطیع نقصان میں ہوتا اور یہ خلاف حکمت ہے۔ پس حشر ونشر قیامت کا انکار حکمت حق کا انکار ہے۔ اور حکمت حق کا انکار جائز نہیں۔ پس قیامت کا انکار بھی جائز نہیں۔ لہٰذا قیامت کا ماننا ضروری ہوا۔

چھٹی دلیل:...... حق تعالیٰ اپنے کمال علم وقدرت کے ساتھ حکیم مطلق بھی ہے اس کی حکمت چاہتی ہے کہ ہر شخص کو جزا وسزا پہنچانے کے لیے قیامت کا انتظار کیا جائے وجہ اس کی یہ ہے کہ آدمی کے تین حال ہیں۔

پہلا حال دنیا کا ہے کہ اس دنیا میں طرح طرح کی حاجتوں میں گرفتار ہے اور ہر قسم کے علاقہ قرابت اور رشتہ داری اور دوستی وہمسائیگی کے تعلق سے رکھتا ہے اور مکلف اطاعت وبندگی کا ہے۔ اور آخرت کا توشہ حاصل کرنے اور اپنے اصل سرمایہ کو نفعوں سے بڑھانے میں مشغول ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کو کوئی تکلیف نہیں پہنچتی مگر ثواب دیا جاتا ہے حتیٰ کہ کانٹا اور خستگی تک کا بھی (البر)

دوسرا حال برزخ کا ہے۔ کہ مرنے کے بعد وہاں رہتا ہے۔ اور اس قسم کے شغلوں سے فارغ ہوتا ہے لیکن جو کچھ رشتہ دار بھائی بند، دوست اور مرید و شاگرد اپنی طرف سے یا اس کے کہہ جانے سے اس کے واسطے دنیا میں کرتے ہیں اس کا اثر یعنی ثواب اس کو وہاں ملتا ہے۔ اور اس کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے تو گویا وہ ابھی دار العمل یعنی دنیا میں ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ برزخ میں حقداروں کا جمع ہونا کہ دنیا میں ان سے طرح طرح کے معاملے نیکی اور بدی کے کیے تھے ممکن نہیں چونکہ ہر شخص کی موت اپنے وقت مقررہ پر ہے لہٰذا ان معاملات کا فیصلہ کرنا بغیر ان حقداروں کے حاضر ہوئے خلاف عدل و عدالت ہے۔

تیسرا حال آخرت کا ہے کہ ہرگز کسی طرح کا عمل اور کسی طرح کا شغل وہاں نہ ہوگا اور بنی نوع انسان اور اس کے رشتہ دار، دوست و تابعدار اور اہل حقوق سب وہاں موجود و حاضر ہونگے اور جو کچھ اس نے خود کیا تھا یا دوسروں نے اس کے واسطے اس کے کہنے سے یا از خود کیا تھا وہ سب اس کو پہنچ چکا اور جمع ہوگیا اب آئندہ کو کسی اور چیز کے آنے کی امید نہ رہی کیونکہ نوع انسانی منقطع ہو چکی ہے۔ پس حکمت الٰہی ہرگز اس بات کا تقاضا نہیں کرتی کہ اس کو دنیا کے حال میں سزا یا جزا دی جائے جیسا کہ ایک فرقے کا خیال ہے کہ جب کوئی شخص مرتا ہے تو وہی روح دوسرے جسم میں منتقل ہو کر یہاں آتی ہے۔ یہی عالم جزا و سزا کی جگہ ہے جیسا کہ مشرکین مکہ نے یہی کہا تھا: وَقَالُوْا مَاهِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ اور یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ بجز ہماری اس دنیوی حیات کے اور کوئی حیات نہیں ہے۔ ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم کو صرف زمانے سے موت آجاتی ہے۔ اس پر جواباً کہا گیا قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَارَيْبَ فِيْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ آپ یوں کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ تم کو زندہ رکھتا ہے۔ پھر تم کو موت دے گا پھر قیامت کے دن جس میں ذرا شک نہیں تم کو جمع کرے گا۔

اس فرقے کا یہ کہنا اور دنیا ہی میں جزا اور سزا کا قائم ہونا کیونکر جائز اور صحیح ہوسکتا ہے کیونکہ وہ ابھی یہاں کام میں مشغول ہے اور اس کی عمر کی مدت جو کہ سرمایہ کے قائم مقام ہے ابھی بالکل پوری طرح اس کے ہاتھ میں نہیں آئی اور گزری ہوئی عمر کا جمع خرچ برابر نہیں کیا اگر اس حالت میں جزا و سزا کے اندر دنیا میں گرفتار کیا گیا تو وہ ضرور یہ کہے گا کہ ابھی مجھ کو مہلت دینی چاہیئے کہ میں اپنی عمر کو پورا کرلوں اور جو کوتاہی وقصور مجھ سے ہوا ہے ناتجربہ کاری اور ابتدائے جوانی میں اس کا عوض و بدلہ آخر میں ادا کروں جیسا کہ تاجروں کا معمول ہے جب کسی گماشتے یا نیم کو تجارت کے لیے کہیں بھیجتے ہیں تو اس کو مہلت دیتے ہیں کہ اگر کسی معاملے میں اپنی رائے سے اور خود رائی کر کے کچھ کھو بیٹھا اور نقصان کیا ہو تو ابھی کچھ نہیں کہتے کہ شاید وہ دوسرے سودے میں کمائے گا اور تلافی اس پچھلے کی کر گزرے گا اسی طرح دنیا میں بھی جزا و سزا حقیقی دنیا میں خلاف حکمت ہے۔ کیونکہ سرمایہ عمر کا باقی ہے۔ بالکلیہ ختم نہیں ہوا تلافی ممکن ہے۔ اور اسی طرح عالم برزخ میں بھی جزا اور سزا دینا حکمت کے خلاف ہے۔ اس لیے کہ ابھی نیکی اور نتیجے ہر آدمی کے عملوں کے بنی نوع انسان کے باقی رہنے کے سبب سے اس کے لیے چلے آتے ہیں پس گویا کہ ابھی جمع خرچ اس کا برابر نہیں ہوا۔ اور حق کے لینے دینے والے بھی ابھی جمع نہیں ہوئے تاکہ معلوم ہو کہ اس کا حق کس پر ہے اور اس پر کس کا حق ہے۔ اور کونسا حقدار اپنا حق معاف کرتا ہے اور کون سا طلب کرتا ہے۔ پس اگرچہ حق تعالیٰ بندوں کے سب بھلے اور برے کاموں سے خبردار ہے اور جزا و سزا دینے پر قادر بھی ہے مگر چونکہ وہ علیم و خبیر قادر وقدیر ہونے کے ساتھ حکیم بھی ہے اس لیے اس حکمت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بدلہ دینے کے واسطے آخرت کا قائم کرنا ضروری قرار دیا۔

تقدیر کی حقیقت

س:......تقدیر کسے کہتے ہیں؟

ج:......اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سے مخلوق کے تمام اچھے اور برے کام بندوں کے پیدا ہونے سے پہلے ایک جگہ لکھ دیئے ہیں اس کو تقدیر کہتے ہیں اس لکھے ہوئے کے موافق بندوں سے جو کام ہوتا ہے وہ تقدیر کے موافق ہوتا ہے اس کے خلاف نہیں ہوتا۔

س:......کیا تقدیر پر ایمان لانا ضروری ہے؟ اگر ضروری ہے تو مہربانی کر کے شریعت سے اس کو ثابت کیجئے؟

ج:......جی ہاں تقدیر پر ایمان لانا ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔ مؤمن اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک تقدیر پر ایمان نہ لائے۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

ا......"تم میں کوئی شخص مومن نہ ہوگا جب تک تقدیر پر ایمان نہ لائے اس کی بھلائی پر بھی اور اس کی برائی پر بھی۔ یہاں تک کہ یقین کرلے کہ جو بات واقع ہونے والی تھی وہ اس سے ہٹنے والی نہ تھی اور جو بات اس سے ہٹنے والی تھی وہ اس پر واقع ہونے والی نہ تھی"۔

غرض خدا تعالیٰ نے ہر چیز کے لئے ایک تقدیر مقرر کردی ہے۔ رزق، عزت، دولت، راحت و مصیبت، موت و حیات سب اس تقدیر کے مطابق ہیں اس میں کمی بیشی ممکن نہیں۔

تقدیر کے فوائد:

س:......تقدیر کے ماننے میں کیا کیا فوائد ہیں؟

ج:......یوں تو بہت فائدے ہیں۔ مگر ہم کچھ فوائد شمار کراتے ہیں۔

ا......کیسی ہی مصیبت یا پریشانی کا واقعہ ہو اس سے دل مضبوط ہوتا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک حیا اور ایمان ایک کڑے میں جڑے ہیں جب ایک چھین لیا جاتا ہے تو دوسرا اس کے پیچھے چلا جاتا ہے۔" (بیہقی)

رہے گا یہ سمجھے گا کہ اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا اس کے خلاف ہو نہیں سکتا اور جب چاہے گا اس کو رفع کر دے گا۔

۲۔..... جب یہ سمجھ گیا تو اگر اس مصیبت کو دور کرنے لگے گا تو پریشان اور مایوس اور دل کمزور نہ ہوگا۔

۳۔..... نیز جب یہ سمجھ گیا تو کوئی تدبیر اس مصیبت کے رفع کرنے کی ایسی نہ کرے گا جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو یوں سمجھے گا کہ مصیبت تو بدون خدا تعالیٰ کے چاہے ہوئے رفع ہوگی نہیں پھر خدا کو کیوں ناراض کیا جائے۔

۴۔..... نیز اس سمجھنے کے بعد سب تدبیروں کے ساتھ یہ شخص دعا میں مشغول ہوگا۔ کیونکہ یہ سمجھے گا کہ جب اسی کے چاہنے سے یہ مصیبت ٹل سکتی ہے تو اس سے عرض کرنے میں نفع کی زیادہ امید ہے پھر دعا میں لگ جانے سے اللہ تعالیٰ سے علاقہ بھی بڑھ جائے گا جو تمام راحتوں کی جڑ ہے۔

۵۔..... نیز جب ہر کام میں یہ یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ ہی کے کرنے سے ہوتا ہے تو کسی کامیابی میں اپنی کسی تدبیر یا سمجھ پر اس کو ناز اور فخر اور دعویٰ نہ ہوگا۔

حاصل ان سب فائدوں کا یہ ہوا کہ ایسا شخص کامیابی میں شکر کرے گا۔ اور ناکامی میں صبر کرے گا۔

تقدیر پر ایمان لانا

اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ. (سورۂ قمر)

ہم نے ہر چیز تقدیر کے ساتھ پیدا کی۔

یعنی ہر چھپی کھلی چیز جیسے عرش، کرسی، لوح، قلم، فرشتے، جنت، دوزخ، آسمان، تارے، آسمانوں کی گردش، زمین اور جو کچھ ان سے مل کر بنے یا جو وہم وخیال میں آئے یا ہمیں معلوم ہو سب کو اللہ پاک نے پیدا کیا اور اس کے پیدا کرنے سے پہلے اس کا اندازہ اور ایک تقدیر مقرر فرما دی کہ فلاں فلاں سے فلاں فلاں وقت فلاں فلاں فعل سرزد ہوگا۔ اللہ پاک علیم وحلیم ہے۔ اور علم و حکمت والا اس وقت کام کرتا ہے جب اس کا انجام سوچ کر اس کا ذہن میں ایک خاکہ مقرر کر لیتا ہے۔ اس لیے اللہ پاک نے بھی پیدا کرنے سے پہلے ہر چیز کا ایک اندازہ اور تقدیر مقرر فرما دی۔ اور اسی تقدیر کے موافق اس چیز سے کام ظہور پذیر ہوں گے۔ اس لیے انسان کو مناسب ہے کہ اگر اس کو کسی سے تکلیف پہنچے تو صبر کرے اور جان لے کہ تقدیر میں پہلے سے یونہی لکھا ہوا تھا اور اس میں کوئی حکمت تھی جو مجھے معلوم نہ ہو سکی۔ اور اگر کسی سے کوئی فائدہ پہنچے تو خدا کا شکر بجالائے کہ اللہ نے پیدا ہونے سے پہلے ہی یہ فائدہ لکھ رکھا تھا اور جس سے یہ فائدہ پہنچا ہے اس کا بھی اللہ پاک کی طرف سے ظاہری سبب سمجھ کر احسان مند ہو۔ اور طبعی شکر بجالائے۔ البتہ خالق ہر چیز کا اللہ ہی ہے۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَ مَا تَعْمَلُوْنَ (الصّٰفّٰت)

اور اللہ نے تم کو اور تمہارے عملوں کو پیدا کیا۔

یعنی جس خالق نے تمہیں بنایا اسی نے تمہارے کام پیدا کیے اگر وہ تمہارے کام پیدا نہ کرے تو تم سے کبھی کام نہ ہو سکیں۔ چنانچہ بعض لوگ کام کی ہرچند کوشش کرتے ہیں مگر کام نہیں ہوتے اور بعض کام کرنا بھی نہیں چاہتے اور غیر شعوری طور پر ہو جاتے ہیں معلوم ہوا کہ کاموں کا خالق بھی اللہ ہی ہے۔ اگر نیک کام ہو جائے یا کوئی تمہارے ساتھ حسن سلوک کر رہا ہو تو اللہ کا شکر ادا کرو کہ باوجود یکہ وہی عمل پیدا کرنے والا ہے۔ مگر پھر بھی اس نے تم سے ثواب کا وعدہ فرمایا۔ تو اس کا یہ نہایت احسان ہوا۔

دوسری بات ہے یہ بھی یاد رکھو کہ کام کا پیدا کرنا اور اس کے کسب کا اختیار دینا دو جدا جدا باتیں ہیں۔ اگر کام کے کسب کا اختیار نہ دیا جاتا تو امر ونہی بے سود تھے اور جنت وجہنم کا بنانا دنیا میں پیغمبروں کا بھیجنا اور بادشاہ اور حاکم مقرر کرنا بے کار تھے۔ لہٰذا کام کے کسب کا انسان کو اختیار ہے اور وہ بھی جزوی اختیار ہے کلی نہیں۔ ورنہ بندہ مختار ہو جائے اور حق تعالیٰ معاذ اللہ بے کار رہ جائے۔

وَاعْلَمُوْآ اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ (انفال)

یاد رکھو اللہ پاک انسان کے اور اس کے دل میں حائل ہو جاتا ہے اور یہ بھی کہ تم سب اس کے روبرو جمع کیے جاؤ گے۔

یعنی انسان پہلے ہر کام کا ارادہ کرتا ہے۔ پھر وہ کام انسان کے کسی عضو سے سرزد ہو جاتا ہے۔ پھر جس کام کو حق تعالیٰ نہیں چاہتا اس کام سے انسان کے دل کو روک لیتا ہے۔ جیسا کہ ظاہر ہے۔ انسان ہزار ہا کام کرنا چاہتا ہے۔ مگر نہیں ہو سکتے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی روک دیتا ہے اور کرنے نہیں دیتا مثلاً تم نے ایک جانور کے گلے میں رسی باندھ کر اس کو دو کھیتوں کے درمیان چھوڑ دیا اور اسی رسی کا سرا اپنے ہاتھ میں رکھا۔ جانور کو سمجھا دیا کہ اس میں چرنا ہے اس میں نہ جانا۔ تو یہ جانور باوجود یکہ چھوٹا ہوا ہے مگر پھر بھی تمہارے اختیار میں ہے۔ جہاں سے چاہو کھانے دو اور جہاں سے چاہو رسی کھینچ کر اس کو روک دو۔ اسی طرح انسان کا دل اللہ کے ہاتھ میں ہے اس وجہ سے اللہ کے مقابلے پر انسان کا چاہا نہیں ہوتا۔

وَ مَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (سورۂ تکویر)

اور تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ رب العالمین چاہے۔

یعنی تمہارے دلوں میں کسی کام کا ارادہ پیدا کرنا بھی اللہ ہی کا کام ہے۔ اسی وجہ سے اسی پر بھروسہ رکھو اور یقین رکھو۔ کہ اس کے سوا نہ کوئی تمہارا کچھ بگاڑ سکتا ہے اور نہ کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے پھر غیر اللہ کی طرف جانا اور ان کی خوشامد کر کے ذلیل ہونا بے سود ہے۔ جب اللہ چاہے گا لوگوں کے دلوں میں ارادہ ڈال دے گا اس کے چاہے بغیر کچھ نہیں ہوتا اس

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت میری امت بگڑ جائے اگر اس وقت کوئی آدمی میرے طریقہ پر قائم رہے تو اس کو شہید کے برابر ثواب ملے گا۔ (رواہ الحاکم فی تاریخہ)

نے پہلے ہی ہر چیز کا اندازہ ٹھہرا لیا ہے اور اسی اندازے کے مطابق پیدا کرتا ہے جو کام بندوں سے ہوتے ہیں ان کا خالق بھی وہی ہے جس کام سے روکنا چاہتا ہے روک دیتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان مؤمن نہیں ہو سکتا جبتک ان چار باتوں پر ایمان نہ لائے۔(۱) توحید و رسالت کے اقرار پر کہ اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا۔(۲) موت پر (۳) زندگی بعد الموت پر۔(۴) تقدیر پر۔ (ترمذی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ میری امت میں زمین کا دھنس جانا اور صورتوں کا بدل جانا بھی ہوگا۔ اور یہ تقدیر کے جھٹلانے والوں میں ہوگا۔ (ابوداؤد و ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چھ شخصوں پر میں نے اور اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے۔ ہر نبی کی دعا بھی قبول ہوتی ہے۔(۱) اللہ تعالیٰ کی کتاب میں زیادتی کرنے والا (۲) اللہ کی تقدیر کو نہ ماننے والا۔(۳) زبردستی حاکم بن کر ذلیل کو عزیز اور عزیز کو ذلیل بنانیوالا (۴) حرام کو حلال کرنے والا۔(۵) میرے رشتہ داروں سے وہ چیز حلال کرنے والا جو اللہ تعالیٰ نے حرام کردی۔(۶) اور میری سنت کو چھوڑ دینے والا (رزین)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ پاک آسمانوں اور زمین والوں سب کو سزا دے تو انہیں سزا دے سکتا ہے اور اسے ظالم نہیں کہا جا سکتا۔ اور اگر ان سب پر مہربانی فرمائے تو اس کی مہربانی ان کے عملوں سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ اگر تو احد پہاڑ کے برابر بھی اللہ کی راہ میں سونا صرف کردے تو اللہ پاک تجھ سے اس کو قبول نہ فرمائے گا جب تک تو تقدیر پر ایمان نہ لائے اور یہ بات یقین سے نہ جان لے کہ جو کچھ تجھے پہنچا تجھ سے چوک جانے والا نہ تھا اور جو چوک گیا تجھے پہنچنے والا نہ تھا۔ اور اگر تو اس عقیدے کے علاوہ فوت ہوگیا تو جہنم میں جائے گا۔ (مسند احمد ابوداؤد ابن ماجہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے ہم تقدیر کے مسئلے پر بحث کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر غصہ آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ سرخ ہوگیا گویا اس پر انار نچوڑ دیا گیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں اسی کا حکم ملا ہے یا اسی کے ساتھ مجھے رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ تم سے پہلی قومیں اسی وجہ سے ہلاک ہوئیں کہ انہوں نے تقدیر پر جھگڑا کیا میں تمہیں تاکید کرتا ہوں اور بار بار تاکید کرتا ہوں کہ اس میں نہ جھگڑو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے جس نے تقدیر کے کسی مسئلے میں کلام کیا۔ تو وہ کلام اس سے قیامت کے دن پوچھا جائے گا اور جس نے اس میں کلام نہیں کیا اس سے نہیں پوچھا جائے گا۔ (ابن ماجہ)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے پہلے اللہ پاک نے قلم پیدا کیا۔ پھر اس نے فرمایا لکھ اس نے پوچھا کیا لکھوں۔ فرمایا تقدیر لکھ۔ چنانچہ اس نے جو ہوا اور جو ابد تک ہونے والا ہے سب لکھ دیا۔ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ پاک نے آسمان و زمین پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوق کی تقدیریں لکھ لی تھیں۔ اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا۔ (مسلم)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اللہ پاک نے آدم علیہ السلام کو ایک مٹھی خاک سے پیدا کیا جس کو تمام زمینوں سے لیا تھا۔ چنانچہ آدم کی اولاد زمین کے اندازے کے مطابق سرخ، سفید، سیاہ، اور اس کے درمیان ہیں۔ اسی طرح کوئی نرم مزاج ہے کوئی سخت مزاج ہے۔ کوئی صاف ستھرا اور کوئی میلا کچیلا گندا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ پاک نے اپنی مخلوق کو اندھیرے میں پیدا فرمایا پھر ان پر اپنا نور ڈالا پھر جس پر اس نور کی کرنیں پڑ گئیں وہ راہ پا گیا جس سے چوک گئیں وہ گمراہ ہوگیا۔ اسی وجہ سے میں کہتا ہوں کہ اللہ کے علم پر قلم خشک ہوگیا۔ (مسند احمد و ترمذی)

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے مطابق قلم کو لکھنے کا حکم فرمایا قلم نے سب کچھ لکھ دیا۔ پھر اس کی تحریر خشک ہوگئی اور وہ فیصلہ اٹل ہے۔ روز ازل جس پر اللہ کا نور پڑ گیا اس نے دنیا میں آکر اسلام قبول کر لیا اور جو اندھیرے میں رہ گیا گمراہ ہوگیا۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خداوند قدوس اپنی مخلوق میں سے ہر بندے کی پانچ باتوں میں سے فارغ ہو چکا ہے۔ عمر سے، عمل سے، رہنے کی جگہ سے، رنگ ڈھنگ سے، اور روزی سے۔

معلوم ہوا کہ انسان اللہ پر بھروسہ رکھے۔ عزت والی روزی تلاش کرے اور معاش میں اتنا سرگرداں نہ رہے کہ اللہ کے فرائض ہی سے غافل ہو جائے جیسا کہ عوام رہتے ہیں کیونکہ ملتا اتنا ہی ہے جتنا مقدر میں لکھا جا چکا ہے۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان ایک قمیض کی طرح ہے کبھی تو اس کو پہنتا ہے اور کبھی اتار دیتا ہے۔ (الدر)

فرمایا کہ اللہ پاک نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا پھر ان کے سیدھے کندھے کو جھاڑا اور اس سے ان کی سفید چیونٹیوں کی طرح اولاد نکالی۔ پھر بائیں کندھے کو جھاڑا اس سے کوئلوں کی طرح کالی اولاد نکالی۔ پھر سیدھے کندھے والوں کے بارے میں فرمایا کہ یہ جنتی ہیں اور میں بے پرواہ ہوں۔ بائیں کندھے والوں کو کہا یہ جہنمی ہیں اور میں بے پرواہ ہوں۔ (مسند احمد)

حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرتے ہی اللہ پاک نے مقرر فرمادیا کہ ان کی تمام اولاد میں کچھ لوگ بہشتی ہیں اور کچھ لوگ جہنم والے ہیں اور فرمایا مجھے کچھ پرواہ نہیں ہے۔ میں جو چاہوں کروں مالک مختار ہوں۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں کھڑے ہو کر ہمیں ان پانچ باتوں کے بارے میں خطبہ دیا۔ فرمایا اللہ پاک سوتا نہیں۔ اور سونا اس کو لائق بھی نہیں، انصاف کے لیے پلڑا جھکا بھی دیتا ہے اور اٹھا بھی دیتا ہے۔ اس کے پاس رات کے عمل دن کے عملوں سے پہلے اور دن کے عمل رات کے عملوں سے پہلے چڑھائے جاتے ہیں۔ اس کا پردہ نور ہے۔ اگر اس کو اٹھائے تو اُس کے چہرہ اقدس کی کرنیں جہاں تک اس کی نگاہ پہنچے ساری مخلوق کو جلا ڈالیں۔ (مسلم)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث بیان کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سچے تھے۔ آپ کو سچا جانا بھی جاتا تھا۔ کہ ماں کے پیٹ میں انسان کی پیدائش ہوتی ہے۔ چالیس دن تک نطفہ رہتا ہے۔ پھر دوسرے چالیسویں میں خون بن جاتا ہے۔ پھر تیسرے چالیسویں میں لوتھڑا بن جاتا ہے۔ پھر اللہ پاک اس کے لیے اس کے پاس چار باتوں کے ساتھ فرشتہ بھیجتا ہے۔ وہ فرشتہ اس کا عمل عمر روزی سعادت یا شقاوت لکھ دیتا ہے۔ پھر اس میں روح پھونک دی جاتی ہے۔ اس کی قسم جس کے سوا کوئی حقدار عبادت نہیں۔ تم میں سے کوئی جنت والوں کے سے عمل کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک ہی ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔ پھر اس پر تحریر تقدیر غالب آتی ہے۔ آخیر میں جہنمیوں کے سے عمل کر بیٹھتا ہے اور جہنم میں چلا جاتا ہے۔ اور تم میں سے کوئی جہنم والوں کے سے عمل کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے اور جہنم کے درمیان ایک ہی ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔ پھر اس پر تحریر تقدیر غالب آجاتی ہے اور وہ جنت والوں کے سے عمل کر لیتا ہے۔ آخر جنت میں چلا جاتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر قائم رکھ۔ میں نے کہا اے اللہ کے نبی ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ لے کر آئے ہیں اس پر ایمان لائے ہیں۔ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم پر اندیشہ ہے۔ فرمایا ہاں دل اللہ کی دو انگلیوں میں ہیں۔ وہ ان کو جس طرح چاہے پلٹ دے۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

باب۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عبادات کے فضائل واہمیت

حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ لَاإِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ بندوں کو اللہ جل شانہ کی ناراضگی سے محفوظ رکھتا ہے۔ جب تک کہ دنیا کو دین پر ترجیح نہ دیں اور جب دنیا کو دین پر ترجیح دینے لگیں تو لَاإِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ بھی ان پر لوٹا دیا جائے گا اور یہ کہا جائے گا کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔ ایک دوسری حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ جو شخص لَاإِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ کی شہادت لے کر آئے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ جب تک کہ اس کے ساتھ دوسری چیز نہ ملا دے (یعنی اپنے اس کلام میں کھوٹ اور میل پیدا نہ کرے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ یہی بات ارشاد فرمائی، مجمع چپ چاپ تھا۔ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم غالباً اس کے منتظر تھے کہ کوئی پوچھے اور مجمع ادب اور رعب کی وجہ سے چپ تھا) دور سے ایک شخص نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان دوسری چیز ملانے کا کیا مطلب ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کی محبت اور اس کو ترجیح دینا اور اس کے لیے مال جمع کر کے رکھنا اور ظالموں کا سا برتاؤ کرنا۔ ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص دنیا سے محبت رکھتا ہے وہ آخرت کو نقصان پہنچاتا ہے اور جو آخرت سے محبت رکھتا ہے وہ دنیا کو نقصان پہنچاتا ہے۔ پس ایسی چیز کی (یعنی آخرت کی) محبت کو ترجیح دو جو باقی رہنے والی ہے اس چیز (یعنی دنیا) پر جو فنا ہو جانے والی ہیں، ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دنیا اس شخص کا گھر ہے جس کا آخرت میں گھر نہیں اور اس شخص کا مال ہے جسکا آخرت میں مال نہیں۔ اور اس کے لیے وہی شخص جمع کرتا ہے جس کو عقل نہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی مخلوق میں سے کوئی چیز دنیا سے زیادہ مبغوض نہیں ہے۔ اور اس نے جب سے اس کو پیدا کیا ہے کبھی بھی اس کی طرف نظر التفات نہیں فرمائی ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ دنیا کی محبت ہر خطاء کی جڑ ہے۔

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میں بعض مرتبہ دو بارہ کو محض اس لیے دیکھنے جاتا ہوں کہ کہیں اس میں کوئی چیز پڑی نہ رہ جائے اور میری موت اس حال میں آ جائے کہ وہ میرے پاس ہو۔ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں بڑے زاہد حضرات میں سے تھے۔ مال سے عداوت کے ان کے بہت سے عجیب واقعات ہیں ان سے بھی یہ حدیث نقل کی گئی ہے۔ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احد پہاڑ کو دیکھ کر یہ فرمایا کہ اگر یہ پہاڑ سونے کا بن جائے تو مجھے یہ پسند نہیں کہ اس میں سے ایک دینار بھی میرے پاس تین دن سے زیادہ ٹھہرے مگر وہ دینار جس کو میں قرض کے ادا کرنے کے لیے محفوظ رکھوں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت زیادہ مال والے ہی اکثر کم ثواب والے ہیں مگر وہ شخص جو اس طرح اس طرح کرے، حدیث نقل کرنے والے نے اس طرح اس طرح کی صورت دونوں ہاتھ ملا کر دائیں بائیں جانب کر کے بتائی۔ یعنی دونوں ہاتھ بھر کر دائیں طرف والے کو دے دے اور بائیں طرف والے کو یعنی ہر شخص کو خوب تقسیم کرے۔ انہی حضرت کا ایک اور قصہ مشکوٰۃ شریف میں آیا ہے کہ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ان کی خدمت میں حاضر تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا اور انہوں نے ترکہ میں مال چھوڑا ہے تمہارا کیا خیال ہے کچھ نامناسب تو نہیں ہوا؟ کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر وہ اس مال میں اللہ کے حقوق کو ادا کرتے رہے ہوں تو پھر کیا مضائقہ ہے۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی اس سے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو مارنا شروع کر دیا کہ میں نے خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اگر یہ پہاڑ سونے کا ہو جائے اور میں اس سب کو خرچ کر دوں اور وہ قبول ہو جائے تو مجھے یہ پسند نہیں کہ میں اس میں سے چھ اوقیہ اپنے بعد چھوڑوں اس کے بعد ابو ذر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں تمہیں قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تم نے یہ حدیث تین مرتبہ سنی ہے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا بے شک سنی ہے ان کا ایک اور قصہ بخاری شریف وغیرہ میں آیا ہے۔ احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں قریش کی ایک جماعت کے پاس بیٹھا تھا۔ ایک صاحب تشریف لائے جن کے بال سخت تھے یعنی تیل وغیرہ لگا ہوا نہیں تھا۔ کپڑے بھی موٹے تھے، ہیئت بھی ایسی ہی تھی یعنی بہت معمولی سی۔ اس مجمع کے پاس کھڑے ہو کر اول سلام کیا۔ پھر فرمایا کہ خزانہ جمع کرنے والوں کو خوش خبری دو اس پتھر کی جو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا پھر وہ اس کے پستان پر رکھ دیا جائے گا جس کی شدت سے اور گرمی سے

5

گوشت وغیرہ پک کر مونڈھے کے اوپر سے ابلنے لگے گا اور پھر وہ پتھر مونڈھے پر رکھا جائے گا تو وہ سب کچھ پستان سے بہنے لگے گا۔ یہ کہہ کر وہ مسجد کے ایک ستون کے پاس جا کر بیٹھ گئے احنف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں انکو جانتا نہ تھا کہ یہ کون بزرگ ہیں میں ان کی بات سن کر ان کے پیچھے پیچھے چل دیا اور اس ستون کے پاس بیٹھ گیا اور میں نے عرض کیا کہ اس مجمع والوں نے آپ کی بات کی طرف کچھ توجہ نہیں کی بلکہ اس گفتگو کو نا پسند سمجھا۔ وہ فرمانے لگے یہ بیوقوف ہیں کچھ سمجھتے نہیں ہیں مجھ سے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے۔ احنف رضی اللہ عنہ نے پوچھا آپ کے محبوب کون؟ کہنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم، اے ابوذر رضی اللہ عنہ تم احد کا پہاڑ دیکھتے ہو میں یہ سمجھا کہ کسی جگہ کام کو بھیجنا مقصود ہے اس لئے یہ دکھلانا ہے کہ کتنا دن باقی ہے میں نے کہا جی ہاں دیکھ رہا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میرے پاس پہاڑ کے برابر سونا ہو تو میرا دل چاہتا ہے کہ اس کو سارے کو خرچ کر دوں مگر تین دینار (جن کا بیان اور روایت میں ہے) اس کے بعد ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا لیکن یہ لوگ سمجھتے نہیں دنیا کو جمع کرتے جاتے ہیں اور مجھے خدا کی قسم نہ تو ان سے دنیا کی طلب نہ دین کا استفتاء کرنا ہے۔ (پھر میں کیوں دبوں مجھے تو صاف صاف کہنا ہے)۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ روزانہ صبح کے دو فرشتے (آسمان سے) اترتے ہیں ایک دعا کرتا ہے اے اللہ خرچ کرنے والے کو بدل عطا فرما دوسرا فرشتہ دعا کرتا ہے اے اللہ روک کر رکھنے والے کا مال برباد کر۔ (مشکوۃ)

ایک اور حدیث میں آیا ہے تیرا اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے پیش آنا بھی صدقہ ہے کسی کو نیکی کا حکم کرنا یا برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے۔ کسی بھولے ہوئے کو راستہ بتانا بھی صدقہ ہے۔ راستے سے کسی کانٹے وغیرہ تکلیف دینے والی چیز کا ہٹانا بھی صدقہ ہے۔ اپنے ڈول سے کسی کے برتن میں پانی ڈال دینا بھی صدقہ ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن جہنمی آدمی ایک صف میں کھڑے کیے جائے گے ان پر ایک مسلم (کامل جنتی) گزرے گا اس صف میں سے ایک شخص اس سے کہے گا کہ تو میرے لیے اللہ تعالیٰ کے یہاں سفارش کر دے وہ پوچھے گا کہ تو کون ہے؟ وہ جہنمی کہے گا کہ تو مجھے نہیں پہچانتا تو نے دنیا میں ایک مرتبہ مجھ سے پانی مانگا تھا جس پر میں نے تجھے پانی پلایا تھا اس پر وہ سفارش کرے گا۔ اور وہ قبول ہو جائے گی اسی طرح دوسرا شخص کہے گا کہ تو نے مجھ سے دنیا میں فلاں چیز مانگی تھی وہ میں نے تجھ کو دی تھی ایک اور حدیث میں ہے جہنمیوں کی صف پر ایک جنتی کا گزر ہو گا تو ان میں ایک شخص اس کو آواز دے کر کہے گا کہ تم مجھے نہیں پہچانتے میں وہی تو ہوں جس نے فلاں دن تمہیں پانی پلایا تھا۔ فلاں وقت تمہیں وضو کو پانی دیا تھا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن جنتی اور جہنمی لوگوں کی جب صفیں لگ جائیں گی تو جہنمی صفوں میں سے ایک شخص کی نظر جنتی صفوں میں سے کسی شخص پر پڑے گی اور وہ اس کو یاد دلائے گا کہ میں نے دنیا میں تیرے ساتھ فلاں احسان کیا تھا۔ اس پر وہ جنتی شخص اس کا ہاتھ پکڑ کر حق تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہ میں عرض کرے گا کہ یا اللہ اس کا مجھ پر فلاں احسان ہے اللہ پاک کی طرف سے ارشاد ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے طفیل اس کو جنت میں داخل کر دیا جائے۔ ایک حدیث میں ہے کہ فقراء کی جان پہچان کثرت سے رکھا کرو اور ان کے اوپر احسانات کیا کرو ان کے پاس بڑی دولت ہے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ دولت کیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ جس نے تمہیں کوئی ٹکڑا کھلایا ہو یا پانی پلایا ہو یا کپڑا دیا ہو اس کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں پہنچا دو ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ فقیر سے قیامت میں اس طرح معذرت کریں گے جیسا کہ آدمی آدمی سے کیا کرتا ہے اور فرمائیں گے میری عزت اور جلال کی قسم میں نے دنیا کو تجھ سے اس لئے نہیں ہٹایا تھا کہ تو میرے نزدیک ذلیل تھا۔ بلکہ اس لئے ہٹایا تھا کہ تیرے لئے آج بڑا اعزاز ہے۔ میرے بندے ان جہنمی لوگوں کی صفوں میں چلا جا جس نے تجھے میرے لیے کھانا کھلایا ہو یا کپڑا دیا ہو وہ تیرا ہے وہ اس حالت میں ان میں داخل ہو گا کہ یہ لوگ منہ تک پسینے میں غرق ہوں گے وہ پہچان کر ان کو جنت میں داخل کرے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن ایک اعلان ہو گا کہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فقراء کہاں ہیں؟ اٹھو اور لوگوں کو میدان قیامت میں سے تلاش کر لو جس شخص نے تم میں سے کسی کو میرے لئے ایک لقمہ دیا ہو یا میرے لیے کوئی گھونٹ پانی کا دیا ہو یا میرے لیے کوئی نیا یا پرانا کپڑا دیا ہو ان کے ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل کر دو۔ اس پر فقرائے امت اٹھیں گے اور کسی کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے کہ یا اللہ اس نے مجھے کھانا کھلایا تھا اس نے مجھے پانی پلایا تھا کوئی بھی فقرائے امت میں سے چھوٹا یا بڑا شخص ایسا نہ ہو گا جو ان کو جنت میں داخل نہ کرائے ایک حدیث میں آیا ہے جو شخص کسی جاندار کو جو بھوکا ہو کھانا کھلائے حق تعالیٰ شانہٗ اس کو جنت کے بہترین کھانوں میں سے کھانا کھلائیں گے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس گھر سے لوگوں کو کھانا کھلایا جاتا ہو خیر اس گھر کی طرف ایسی تیزی سے بڑھتی ہے جیسی تیزی سے چھری اونٹ کے کوہان میں چلتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ عمدہ کھجوریں دوسروں کو کھلاتے اور کہتے کہ جو شخص زیادہ کھائے گا اس کو فی کھجور ایک درہم دیا جائے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہاں ہیں وہ لوگ جنہوں نے فقیروں اور مسکینوں کا اکرام کیا آج تم جنت میں ایسی طرح داخل ہو جاؤ کہ نہ تم پر کسی قسم کا خوف

ہے نہ تم غمگین ہو اور ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہاں ہیں وہ لوگ جنہوں نے بیمار، فقیروں اور غریبوں کی عیادت کی آج وہ نور کے منبروں پر بیٹھیں اور اللہ جل شانہٗ سے باتیں کریں اور دوسرے لوگ حساب کی سختی میں مبتلا ہوں گے ایک حدیث میں ہے کتنی حوریں ایسی ہیں جن کا مہر ایک مٹھی بھر کھجور یا اتنی ہی مقدار کوئی اور چیز دینا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ بھوکے کو کھانا کھلانے سے زیادہ افضل کوئی صدقہ نہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ مغفرت کے واجب کرنے والی چیزوں میں بھوکوں کو کھانا کھلانا ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ جل شانہٗ کے نزدیک سب اعمال سے زیادہ محبوب کسی مسلمان کو خوش کرنا ہے یا اس پر سے غم کا ہٹانا ہے یا اس کا قرض ادا کر دینا ہے یا بھوک کی حالت میں اس کو کھانا کھلانا ہے یعنی یہ سب اعمال زیادہ پسندیدہ ہیں جو بھی ہو سکے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ مغفرت کی واجب کرنے والی چیزوں میں کسی مسلمان کو خوشی پہنچانا ہے۔ اس کی بھوک کو زائل کرنا ہے اس کی مصیبت کو ہٹانا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزوں کا روکنا جائز نہیں۔ پانی، نمک، آگ، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی کو تو ہم سمجھ گئے کہ واقعی بہت مجبوری کی چیز ہے لیکن نمک اور آگ میں کیا بات ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے حمیرا جب کوئی شخص کسی کو آگ دیتا ہے تو گویا اس نے وہ ساری چیز صدقہ کی جو آگ پر پکی اور جس نے نمک دیا اس نے گویا وہ ساری چیز صدقہ کی جو نمک کی وجہ سے لذیذ ہو گئی گویا اس دونوں میں معمولی خرچ سے دوسرے کا بہت زیادہ نفع ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری والدہ کا انتقال ہو گیا (انکے ایصال ثواب کے لیے) کونسا صدقہ زیادہ افضل ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانی سب سے افضل ہے۔ اس پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ کے ثواب کے لیے ایک کنواں کھدوادیا۔

ف: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کو زیادہ افضل اس لیے فرمایا کہ مدینہ طیبہ میں اس کی ضرورت زیادہ تھی۔ اول تو گرم ملکوں میں سب ہی جگہ پانی کی ضرورت خاص طور سے ہوتی ہے اور مدینہ منورہ میں اسوقت پانی کی قلت بھی تھی اسکے علاوہ پانی کا نفع بھی عام ہے اور ضرورت بھی عمومی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص پانی کا سلسلہ جاری کر جائے تو جو انسان یا جن یا پرندہ بھی اس سے پانی پئے گا تو مرنے والے کو قیامت تک اس کا ثواب ہوتا رہے گا۔

زہد وقناعت اور سوال نہ کرنے کی ترغیب میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یہ مال سرسبز شاداب اور میٹھی چیز ہے اگر اس کو حق کے موافق (یعنی شرعی ضابطہ اور طریقہ کے موافق) حاصل کرے اور حق کے موافق خرچ کرے تو کام آنے والی مددگار چیز ہے۔ اور جو بغیر حق کے حاصل کرے وہ ایسا ہے جیسا کہ آدمی کو جوع البقر ہو جائے۔ کہ آدمی کھاتا ہے اور پیٹ نہ بھرے۔ (مشکوۃ)

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ مال میں نفع بھی ہے اور نقصان بھی ہے۔ اس کی مثال سانپ کی سی ہے۔ کہ جو شخص اس کا منتر جانتا ہے وہ سانپ کو پکڑ کر اس کے دانت نکال دیتا ہے اور پھر اس سے تریاق تیار کرتا ہے اور اس کو دیکھ کر کوئی ناواقف شخص اس کو پکڑ لے تو سانپ اس کو کاٹ لے گا اور وہ ہلاک ہوگا۔ اور اس کے زہر سے وہ شخص محفوظ رہ سکتا ہے جو پانچ چیزوں کا اہتمام کرے۔

(۱) یہ غور کرے کہ مال کا مقصد کیا ہے کس غرض سے یہ پیدا کیا گیا ہے تا کہ صرف وہی غرض اس سے وابستہ رکھی جائے۔

(۲) مال کے آنے اور حاصل کرنے کے طریق کی سختی سے نگرانی کرے کہیں اس میں ناجائز طریقہ شامل نہ ہو جائے۔ مثلاً ایسا ہدیہ جس میں رشوت کا شائبہ ہو یا ایسا سوال جس میں ذلت کا اندیشہ ہو۔ حاجت کی مقدار سے زیادہ اپنے پاس نہ رہنے دے جتنی مقدار کی واقعی ضرورت ہے وہ تو مجبوری ہے اس سے زیادہ کو فوراً خرچ کر دے خرچ کے طریق کی نگرانی کرے کہیں بے محل خرچ نہ ہو جائے۔ ناجائز طریقے پر خرچ نہ ہو جائے مال کی آمد میں خرچ میں اور بقدر ضرورت روکنے میں، ہر چیز میں نیت خالص رہے محض اللہ کی رضا مقصود ہو جو رکھے یا استعمال میں لاوے وہ محض اس نیت سے کہ اس سے اللہ کی اطاعت میں قوت ہو جو ضرورت سے زائد ہو اس کو لغو بیکار سمجھ کر جلدی خرچ کر دے اس کو ذلیل سمجھ کر خرچ کرے وقیع نہ سمجھے ان شرائط کے ساتھ مال کا ہونا مضر نہیں ہے۔ اسی لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی شخص ساری دنیا کا مال محض اللہ تعالیٰ کے واسطے لیتا ہے (اپنی غرض سے نہیں) تو وہ زاہد ہے اور اگر بالکل ذرا سا بھی نہیں لیتا اور یہ نہ لینا اللہ کے واسطے نہیں ہے (بلکہ کسی دنیوی غرض حب جاہ وغیرہ کی وجہ سے ہے) تو وہ دنیا دار ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہٗ جس بندے سے محبت فرماتے ہیں دنیا سے اس کی ایسی حفاظت فرماتے ہیں اور اس کو اہتمام سے بچاتے ہیں جیسا کہ تم لوگ اپنے بیمار کو پانی سے بچاتے ہو۔ حالانکہ پانی کیسی اہم اور ضروری چیز ہے کہ زندگی کا مدار ہی اس پر ہے بغیر اس کے زندگی رہ نہیں سکتی لیکن اس سب کے باوجود اگر حکیم کسی بیمار کے لیے پانی کو

مضر بتادے تو کتنی کتنی ترکیبیں اس کو پانی سے روکنے کی کی جاتی ہیں اور یہ کیوں؟ اس لیے کہ مال کی کثرت سے عموماً نقصانات زیادہ پہنچتے ہیں اور یہ اس وجہ سے ہے کہ ہمارے قلوب ایسے صاف نہیں ہیں کہ وہ اس کے نشے سے متاثر نہ ہوں اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص ایسا ہے کہ پانی پر چلے اور اس کے پاؤں پانی سے تر نہ ہوں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا تو کوئی بھی نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہی حال دنیا دار کا ہے۔

زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی وعید میں

قرآن پاک میں بہت سی آیات نازل ہوئی ہیں جن میں سے متعدد آیات دوسری فصل میں یعنی مال خرچ نہ کرنے کی وعید میں گزر چکی ہیں۔ جن کے متعلق علماء نے تصریح کی ہے۔ کہ یہ زکوٰۃ ادا نہ کرنے میں ہیں اور ظاہر ہے جتنی وعیدیں گزری ہیں وہ زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر جب کہ زکوٰۃ بالا جماع فرض ہے بطریق اولیٰ شامل ہوں گی۔

متعدد احادیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشاد سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ جو عذاب اس آیت شریفہ میں ذکر کیا گیا ہے کہ اس کے مال کو تپا کر اس شخص کی پیشانی کو اور پہلو وغیرہ کو اس سے داغ دیئے جائیں گے۔ یہ زکوٰۃ ادا نہ کرنے کا عذاب ہے۔ اللہ ہی اپنے فضل سے محفوظ رکھے کہ تپتے ہوئے دھات کا ذرا سا داغ بھی سخت اذیت پہنچانے والا ہوتا ہے۔ چہ جائیکہ جتنا زیادہ مال ہو اتنے ہی زیادہ داغ آدمی کو دیے جائیں گے۔ چند روزان سونے چاندی کے ٹھیکروں کو اپنے پاس رکھ کر کتنی سخت مصیبت کا سامنا ہے۔

قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد بھائی تھا جس کا قصہ مشہور و معروف ہے۔ قران پاک میں سورۂ قصص کا آٹھواں رکوع سارا کا سارا اسی کے قصہ میں ہے۔ جس کا ترجمہ مع توضیح یہ ہے کہ قارون، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برادری میں سے ان کا چچا زاد بھائی تھا سو وہ کثرت مال کی وجہ سے ان لوگوں کے مقابلہ میں تکبر کرنے لگا اور ہم نے اس کو اسقدر خزانے دیے تھے کہ ان کی کنجیاں کئی کئی زور آور شخصوں کو گراں بار کر دیتی تھیں (یعنی ان سے بمشکل اٹھتی تھیں اور جب خزانوں کی کنجیاں اتنی تھیں تو ظاہر ہے کہ خزانے تو بہت ہی ہوں گے اور اس نے یہ تکبر اس وقت کیا تھا) جب اس کو اس کی برادری نے (حضرت موسیٰ علیہ السلام وغیرہ نے سمجھانے کے طور پر) کہا کہ تو (اس مال و دولت پر) اترا مت۔ واقعی اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا اور تجھ کو خدا تعالیٰ نے جتنا دے رکھا ہے اس میں عالم آخرت کی بھی جستجو کیا کر۔ اور دنیا سے اپنا حصہ (آخرت میں لے جانا) فراموش نہ کر۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے تجھ پر احسان کیا ہے تو بھی اس کے بندوں پر احسان کیا کر اور خدا کی نافرمانی اور حقوق واجبہ ضائع کر کے دنیا میں فساد کا خواہاں مت ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ فسادی لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔ قارون نے ان کی نصیحتیں سن کر یہ کہا کہ مجھ کو تو یہ سب کچھ میری ذاتی ہنرمندی سے ملا میری حسن تدبیر سے یہ جمع ہوا۔ نہ اس میں کچھ غیبی احسان ہے نہ کسی دوسرے کا اس میں کوئی حق ہے۔

حق تعالیٰ شانہٗ اس کے قول پر عتاب فرماتے ہیں کہ کیا اس قارون نے یہ نہ جانا کہ اللہ تعالیٰ اس سے پہلے گذشتہ امتوں میں ایسے لوگوں کو ہلاک کر چکا ہے جو مالی قوت میں بھی اس سے کہیں بڑھے ہوئے تھے۔ اور جماعتی حیثیت سے مجمع بھی ان کا زیادہ تھا یہ تو دنیا میں ہوا اور آخرت میں جہنم کا عذاب الگ رہا اور مجرموں سے ان کے گناہوں کا معلوم کرنے کی غرض سے سوال بھی نہ ہوگا۔ ہر شخص کا پورا حال اللہ تعالیٰ شانہٗ کو معلوم ہے (مطالبہ کی وجہ سے سوال علیحدہ رہا) پھر وہ قارون ایک مرتبہ اپنی آرائش و شان کے ساتھ اپنی برادری کے سامنے نکلا تو جو لوگ اس کی برادری میں دنیا کے طالب تھے وہ کہنے لگے کہ کیا اچھا ہوتا کہ ہم کو بھی یہ ساز و سامان ملا ہوتا۔ جو قارون کو ملا ہے۔ واقعی یہ قارون بڑا صاحب نصیب ہے (یہ تمنا اور حرص مال کی تھی۔ اس سے ان لوگوں کا کافر ہونا لازم نہیں ہے۔ جیسا اب بھی بہت سے مسلمان دوسری قوموں کی دنیاوی ترقیاں دیکھ کر ہر وقت للچاتے ہیں اور اس کی فکر و سعی میں لگے رہتے ہیں کہ یہ دنیاوی فروغ ہمیں بھی نصیب ہو اور جن لوگوں کو علم دین اور اس کا فہم عطا کیا گیا تھا وہ ان حریصوں سے کہنے لگے ارے تمہارا ناس ہو۔ تم اس دنیا پر کیا للچاتے ہو اللہ تعالیٰ کے گھر کا ثواب اس چند روزہ مال و دولت سے لاکھ لاکھ درجے بہتر ہے جو ایسے شخص کو ملتا ہے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کرے اور ان میں سے بھی کامل درجے کا ثواب ان ہی لوگوں کو دیا جاتا ہے جو صبر کرنے والے ہوں اور پھر جب ہم نے قارون کی سرکشی اور فساد کی وجہ سے اس کو اور اسکی محل سرائے کو زمین میں دھنسا دیا سو کوئی جماعت ایسی نہ ہوئی کہ اس کو اللہ کے عذاب سے بچا لیتی اور نہ وہ خود ہی کسی تدبیر سے بچ سکا۔ (بے شک اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کون بچا سکتا ہے۔ اور کون بچ سکتا ہے؟ قارون پر عذاب کی یہ حالت دیکھ کر) کل جو لوگ اس جیسا ہونے کی تمنا کر رہے تھے وہ کہنے لگے بس جی یوں معلوم ہوتا ہے کہ (رزق کی فراخی کا اور تنگی کا مدار خوش نصیبی یا بدنصیبی پر نہیں بلکہ) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے روزی کی فراخی دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے تنگی دیتا ہے۔) یہ ہماری غلطی تھی کہ اس کی فراخی کو خوش نصیبی سمجھ رہے تھے۔ واقعی اگر ہم پر اللہ تعالیٰ کی مہربانی نہ ہوتی تو ہم کو بھی دھنسا دیتا (کہ گنہگار تو آخر ہم بھی ہیں ہی) بس جی معلوم ہو گیا کہ کافروں کو فلاح نہیں ہے۔ (گو یہ چند روزہ زندگی کے مزے لوٹ لیں)

ف: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قارون حضرت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کی انتہا پرہیزگاری پر ہوتی ہے۔ (العلل المتناہیۃ)

موسیٰ علیہ السلام کی برادری میں سے تھا۔ ان کا چچا زاد بھائی تھا (دنیاوی علوم میں بہت ترقی کی تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر حسد کرتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ نے مجھے تم سے زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور لوگوں سے کہنے لگا کہ موسیٰ علیہ السلام اس نام سے تمہارے مالوں کو کھانا چاہتا ہے۔ اس نے نماز کا حکم دیا تم نے برداشت کیا، اس نے اور احکام جاری کیے جن کو تم برداشت کرتے رہے اب وہ تمہیں زکوٰۃ کا حکم دیتا ہے اس کو بھی برداشت کرو۔ لوگوں نے کہا کہ یہ ہم سے برداشت نہیں ہوتا۔ تم ہی کوئی ترکیب بتاؤ۔ اس نے کہا کہ میں نے سوچا ہے کہ کسی فاحشہ عورت کو اس پر راضی کیا جائے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اس کی تہمت لگائے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مجھ سے زنا کرنا چاہتے ہیں۔ لوگوں نے ایک فاحشہ عورت کو بہت کچھ انعام کا وعدہ کر کے اس پر راضی کر لیا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر یہ الزام لگائے۔ اس کے راضی ہونے پر قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام آپ کو دیئے ہیں وہ بنی اسرائیل کو سب کو جمع کر کے سنا دیجئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو پسند فرمایا اور سارے بنی اسرائیل کو جمع کیا۔ اور جب جمع ہو گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے احکامات بتانے شروع کئے کہ مجھے یہ احکام دیئے ہیں کہ اسکی عبادت کرو کسی کو اس کا شریک نہ کرو، صلہ رحمی کرو، اور دوسرے احکام گنوائے جن میں یہ بھی فرمایا کہ اگر کوئی بیوی والا زنا کرے تو اسے سنگسار کیا جائے۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ اگر آپ خود زنا کریں تو؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اگر میں زنا کروں تو مجھے بھی سنگسار کیا جائے لوگوں نے کہا کہ آپ نے زنا کیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تعجب سے فرمایا کہ میں نے؟ لوگوں نے کہا کہ جی ہاں آپ نے۔ اور یہ کہہ کر اس عورت کو بلا کر اس سے پوچھا کہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق کیا کہتی ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اسے قسم دے کر فرمایا کہ تو کیا کہتی ہے؟ اس عورت نے کہا کہ جب آپ قسم دیتے ہیں تو بات یہ ہے کہ ان لوگوں نے مجھ سے اتنے اتنے انعام کا وعدہ کیا ہے کہ میں آپ پر الزام لگاؤں۔ آپ اس الزام سے بالکل بری ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سجدہ میں روتے ہوئے گر گئے اللہ جل وشانہٗ کی طرف سے سجدے ہی میں وحی آئی کہ رونے کی کیا بات ہے تمہیں ان لوگوں کو سزا دینے کے لئے ہم نے زمین پر تسلط دیدیا تم جو چاہو ان کے متعلق زمین کو حکم فرماؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سجدے سے سر اٹھایا اور زمین کو حکم فرمایا کہ ان کو نگل جا۔ اس نے ایڑیوں تک نگلا تھا کہ وہ عاجزی سے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پکارنے لگے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حکم فرمایا کہ ان کو دھنسا دے حتیٰ کہ وہ لوگ گردن تک دھنس گئے۔ پھر بہت زور سے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پکارتے رہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر زمین کو یہی فرمایا کہ ان کو لے لے۔ وہ سب کو نگل گئی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی شخص جو سونے کا مالک ہو یا چاندی کا اور اس کا حق (یعنی زکوٰۃ) ادا نہ کرے تو قیامت کے دن اس سونے چاندی کے پترے بنائے جائیں گے اور ان کو جہنم کی آگ میں ایسا تپایا جائے گا گویا کہ وہ خود آگ کے پترے ہیں پھر ان سے اس شخص کا پہلو اور پیشانی اور کمر داغ دی جائے گی۔ اور بار بار اسی طرح تپا تپا کر داغ دیئے جاتے رہیں گے۔ قیامت کے پورے دن میں جسکی مقدار دنیا کے حساب سے پچاس ہزار برس ہوگی۔ اس کے بعد اس کو جہاں جانا ہوگا جنت میں یا جہنم میں چلا جائے گا۔

ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دنیا اس شخص کا گھر ہے جس کا (آخرت میں گھر نہیں اور دنیا اس شخص کا مال ہے جس کا آخرت میں مال نہیں۔ اور دنیا کے لئے وہ شخص مال جمع کرتا ہے۔ جس کو بالکل عقل نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دنیا خود ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ سب ملعون ہے بجز اس کے جو حق تعالیٰ شانہٗ کے لئے ہو۔

امام غزالی مذمت دنیا کی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ تمام تعریفیں اور حمد اسی ذات پاک کے لئے ہیں۔ جس نے اپنے دوستوں کو دنیا کے مہلکات اور اسکی آفات سے واقف کر دیا اور دنیا کے عیوب اور اس کے رازوں کو اپنے دوستوں پر روشن کر دیا یہاں تک کہ ان حضرات نے دنیا کے احوال کو پہچان لیا اور اسکی بھلائی اور برائی کا موازنہ کر کے یہ جان لیا کہ اسکی برائیاں اس کی بھلائی پر غالب ہیں اور جو امیدیں دنیا سے وابستہ ہیں وہ ان اندیشہ ناک چیزوں کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ جو اس پر مرتب ہیں۔ دنیا ایک چنچل عورت کی طرح سے لوگوں کو اپنے حسن و جمال سے گرفتار کرتی ہے۔ اور اپنی بدکرداری سے اپنے وصال کے خواہشمندوں کو ہلاک کرتی ہے۔ یہ اپنے چاہنے والوں سے بھاگتی ہے۔ اسکی طرف توجہ کرنے میں بڑی بخیل ہے اور اگر متوجہ ہوتی بھی ہے اور اس کی توجہ میں بھی آفت اور مصیبت سے امن نہیں ہے اگر ایک دفعہ احسان کرتی ہے۔ تو ایک سال تک برائیاں کرتی رہتی ہے۔ جو اس کے دھوکہ میں آ جاتا ہے۔ اس کا انجام ذلت ہے۔ جو اس کی وجہ سے تکبر کرتا ہے۔ وہ آخر کار حسرت و افسوس کی طرف چلتا ہے اس کی عادت اپنے عشاق سے بھاگنا ہے۔ اور جو اس سے بھاگے اس کے پیچھے پڑنا ہے۔ جو اسکی خدمت کرے اس سے علیحدہ رہتی ہے اور جو اس سے اعراض کرے اس کی ملاقات کی کوشش کرتی ہے۔ اس کی صفائی میں بھی تکدر ہے اسکی خوشی میں بھی رنج و غم لازم ہیں اس کی نعمتوں کا پھل حسرت و ندامت کے سوا کچھ نہیں یہ بڑی دھوکہ دینے والی مکار عورت ہے۔ بڑی بھگوڑی اور ایک دم اڑ جانے والی ہے۔ یہ اپنے

چاہنے والوں کے لئے نہایت زیب و زینت اختیار کرتی ہے۔اور جب وہ اچھی طرح اس میں پھنس جاتیہیں تو دانت دکھانے لگتی ہے۔اور انکے منظم احوال کو پریشان کردیتی ہے۔اوراپنی نیرنگیاں انکو دکھاتی ہے پھراپنا زہر قاتل انکو چکھاتی ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کی دشمن ہے اس کے دوستوں کی دشمن ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص دنیا سے محبت رکھتا ہے وہ اپنی آخرت کو نقصان پہنچاتا ہے۔اور جو اپنی آخرت سے محبت کرتا ہے وہ (صورت کے اعتبار سے) دنیا کو نقصان پہنچاتا ہے۔پس جب یہ ضابطہ ہو تو جو چیز ہمیشہ رہنے والی ہے (یعنی آخرت) اسکو ترجیح دو اس چیز پر جو بہر حال فنا ہو جانے والی ہے۔

ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کے ذمے اس کے بھائی کا کوئی حق ہو کہ اس پر آبرو کی یا مال کی کوئی زیادتی اور ظلم کر رکھا ہو اس کو آج معاف کرالو اس وقت سے پہلے پہلے نبٹ لو جس دن نہ دینار ہوگا نہ درہم نہ روپیہ نہ اشرفی اس دن سارا حساب نیک اعمال اور گناہوں سے ہوگا پس اگر اس ظلم کرنے والے کے پاس کچھ نیک عمل ہیں تو اس کے ظلم کے بقدر نیکیاں لے کر مظلوم کو دے دی جائیں گی اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہیں ہیں تو مظلوم کے اتنے ہی گناہ اس پر ڈال دیے جائیں گے (کہ اپنے گناہوں کے ساتھ دوسرے کے گناہوں کی سزا میں جہنم میں کچھ زیادہ زمانہ پڑے رہنا ہوگا)

ایک اور حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن حق والوں کو ان کا حق ضرور دلوایا جائے گا حتی کہ بے سینگ والی بکری کے لیے سینگ والی بکری سے بدلہ لیا جائے گا۔یعنی اگر دنیا میں ایک بکری کے سینگ تھے اس نے دوسری بکری کے مارا جس کے سینگ نہ تھے جس کی وجہ سے وہ بدلہ نہ لے سکی تو اس بکری کا بدلہ بھی وہاں دلوایا جائے گا۔ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جانتے ہو مفلس کون ہے۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہمارے نزدیک تو مفلس وہ شخص سمجھا جاتا ہے جس کے پاس نہ درہم ہو نہ مال۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کا مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن بہت سی نماز روزہ زکوٰۃ لے کر آئے۔لیکن کسی کو گالی دی تھی کسی کو تہمت لگائی تھی۔کسی کا مال کھالیا تھا کسی کو مارا تھا پس کچھ نیکیاں اس نے لے لیں کچھ اس نے لے لیں اور جب اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں اور دوسروں کے مطالبے باقی رہ گئے تو ان کو مطالبوں کی بقدر ان کے گناہ اس پر ڈال دیے جائیں گے اور اس کے بعد اس ظالم اور کثرت سے عبادت کے مالک کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس وقت حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے ارشاد ہوگا اے جن وانس! میں نے دنیا میں تمہیں نصیحت کر دی تھی۔آج تمہارے یہ اعمال تمہارے سامنے ہیں جو شخص اپنے اعمال میں بھلائی پائے وہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کا شکر ادا کرے اور جو نیکی نہ پائے وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے (کہ نصیحت کی بات نہ مانی) اس کے بعد حق تعالیٰ شانہٗ جہنم کو حکم فرماویں گے اس کا عذاب سامنے آجائے گا جس کو دیکھ کر ہر شخص گھٹنوں کے بل گر جائے گا جس کو (سورۂ جاثیہ ع ۴) میں ارشاد فرمایا ہے کہ تو ہر جماعت کو دیکھے گا گھٹنوں کے بل گری ہوئی ہے اور ہر جماعت اپنے اعمال نامہ کی طرف بلائی جائے گی اس کے بعد لوگوں کے درمیان میں فیصلے شروع ہو جائینگے۔حتی کہ جانوروں تک کے درمیان میں بھی انصاف کیا جائے گا اور بے سینگ والی بکری کے لیے سینگ والی بکری سے بدلہ لیا جائے گا اس کے بعد جانوروں کو حکم ہو جائیگا کہ تم مٹی بن جاؤ (تمہارا معاملہ ختم ہو گیا) اس وقت کافر لوگ یہ تمنا کریں گے اور کافر کہے گا یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرٰبًا (عم ع ۲) کاش میں مٹی ہو جاتا۔

ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لوگ جیسا کہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہیں ایسے ہی ننگے میدان حشر میں ہوں گے۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب کے سامنے ننگے ہونے سے شرم آئے گی۔ایک دوسرے کو دیکھیں گے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت لوگ اپنی مصیبت میں اس قدر گرفتار ہوں گے کہ ایک کو دوسرے کے دیکھنے کی مہلت بھی نہ ہوگی۔سب کی آنکھیں اوپر کی طرف لگی ہوئی ہوں گی۔ہر شخص اپنے اعمال بد کی بقدر پسینے میں غرق ہوگا کسی کا پسینہ پاؤں تک چڑھا ہوا ہوگا کسی کا پنڈلی تک کسی کا پیٹ تک کسی کا منہ تک آیا ہوا ہوگا۔فرشتے عرش کے چاروں طرف حلقہ بنائے ہوئے ہوں گے اس وقت ایک ایک شخص کا نام لے پکارا جائے گا۔جس کو پکارا جائے گا وہ مجمع سے نکل کر وہاں حاضر ہوگا جب وہ حق تعالیٰ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا تو اعلان کیا جائے گا کہ اس کے ذمے جس جس کا مطالبہ ہو وہ آئے اس کے ذمے جس کا کوئی حق ہو گا یا اس کی طرف سے اس پر کسی قسم کا ظلم ہوگا وہ ایک ایک کر کے پکارا جائے گا اور اس کی نیکیوں میں سے ان کے حقوق ادا کیے جائیں گے اور اگر نیکیاں نہیں ہوں گی یا نہیں رہیں گی تو ان لوگوں کے گناہ اس پر ڈال دیے جائیں گے اور جب وہ اپنے گناہوں کے ساتھ دوسرے گناہوں کو بھی سر لے لے گا تو اس سے کہا جائے گا کہ جا اپنی جگہ ہاویہ میں چلا جا (القارعہ میں اس کا بیان ہے یعنی دہکتے ہوئے جہنم میں) حساب اور عذاب کی اس شدت کو دیکھتے ہوئے کوئی مقرب فرشتہ یا نبی ایسا نہ ہوگا جس کو اپنا خوف نہ ہو مگر وہ لوگ جن کو حق تعالیٰ شانہٗ محفوظ فرمادے اس وقت ہر شخص سے چار چیزوں کا سوال ہوگا۔عمر کس کام میں ختم کی۔بدن کس کام میں لایا گیا۔اپنے علم پر کیا عمل کیا۔مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا۔عکرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس دن باپ اپنے بیٹے سے کہے گا کہ میں تیرا باپ تھا میں تیرا والد تھا۔وہ بیٹا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تقدیر پر ایمان لانا توحید کا نظام ہے۔(الفکر)

اس کے احسانات کا اقرار کرے گا اس کے بعد باپ کہے گا کہ مجھ کو صرف ایک نیکی کی ضرورت ہے جو ایک ذرہ کے برابر ہو شاید اس کی وجہ سے میرا پلہ جھک جائے۔ بیٹا کہے گا کہ مجھے خود ہی مصیبت پیش آ رہی ہے مجھے اپنا حال معلوم نہیں ہے کہ مجھ پر کیا گزرے گی میں تو کوئی نیکی نہیں دے سکتا۔ اس کے بعد وہ شخص اپنی بیوی سے اسی طرح اپنے احسان اور تعلقات جتا کر مانگے گا۔ وہ بھی اسی طرح انکار کر دے گی (غرض اس طرح سے ہر شخص سے مانگتا پھرے گا) یہی وہ چیز ہے جس کو حق تعالیٰ جل شانہٗ نے وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى۔ (فاطر ع۳) میں ذکر فرمایا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے اور اس دن کوئی دوسرے کا بوجھ (یعنی گناہ کا) نہ اٹھاوے گا اور خود تو کوئی کسی کی کیا مدد کرتا اگر کوئی بوجھ کا لدا ہوا یعنی گناہگار کسی کو اپنا بوجھ اٹھانے کے لیے بلاوے گا تب بھی اس میں سے کچھ بھی بوجھ نہ اٹھایا جائے گا۔ یعنی کسی قسم کی اس کی مدد نہ کرے گا۔ اگر چہ وہ شخص قرابت دار ہی کیوں نہ ہو۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت درمنثور میں زیادہ واضح الفاظ میں ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ باپ بیٹے سے اول پوچھے گا کہ میں نے دنیا میں تیرے ساتھ کیسا برتاؤ کیا تھا۔ وہ بہت تعریف باپ کے برتاؤ کی کرے گا اس کے بعد باپ کہے گا کہ میں آج تجھ سے صرف ایک نیکی مانگتا ہوں شاید اسی سے میرا کام چل جائے۔ بیٹا کہے گا کہ ابا جان تم نے بہت ہی مختصر چیز کہی ہے لیکن اس کے باوجود میں سخت مجبور ہوں کہ مجھے خود یہی خوف ہے جو تمہیں ہے اس کے بعد یہی سارا سوال وجواب بیوی سے ہوگا جیسا کہ ارشاد ہے۔ يَوْمَ لَا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ اور ارشاد ہے يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ الآية ان میں سے پہلی آیت شریفہ سورۂ لقمان کے آخری رکوع کی ہے۔ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ الآية. حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے اے لوگو اپنے رب سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو جس میں نہ کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے کچھ مطالبہ ادا کر سکے گا اور نہ کوئی بیٹا ہی ایسا ہے کہ وہ اپنے باپ کی طرف سے ذرا سا مطالبہ ادا کر دے اور بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے کہ یہ دن ضرور آنے والا ہے سو تم کو دنیوی زندگی دھوکے میں نہ ڈال دے کہ تم اس میں منہمک ہو کر اس دن کو بھول جاؤ اور نہ تم کو دھوکا دینے والا شیطان دھوکے میں ڈال دے کہ اس کے بہکانے میں آ کر تم اس دن سے غافل ہو جاؤ۔

میں تبرکاً اللہ پاک کے بابرکت کلام سے چند آیات کا ترجمہ جن میں تبلیغ وامر بالمعروف کی تاکید وترغیب فرمائی ہے پیش کرتا ہوں جس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ خود حق سبحانہٗ وتقدس کو اس کا کتنا اہتمام ہے کہ جس کے لیے بار بار مختلف عنوانوں سے اپنے کلام پاک میں اس کا اعادہ کیا ہے۔ تقریباً ساٹھ آیات تو میری کوتاہ نظر سے اس کی ترغیب اور توصیف میں گذر چکی ہیں اگر کوئی دقیق النظر غور سے دیکھے تو نہ معلوم کس قدر آیات معلوم ہوں۔ چونکہ ان سب آیات کا اس جگہ جمع کرنا طول کا سبب ہوگا اس لیے چند آیات ہی پر اکتفا کرتا ہوں۔ قال اللہ عزا سمہ: وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو خدا کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ (بیان القرآن)

مفسرین نے لکھا ہے جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی طرف کسی کو بلائے وہ اس بشارت وتعریف کا مستحق ہے خواہ کسی طریق سے بلائے۔ مثلاً انبیاء علیہم السلام معجزہ وغیرہ سے بلاتے ہیں اور علماء دلائل سے مجاہدین تلوار سے اور مؤذنین اذان سے غرض جو بھی کسی شخص کو دعوت الی الخیر کرے وہ اس میں داخل ہے، خواہ اعمال ظاہرہ کی طرف بلائے یا اعمال باطنہ کی طرف جیسا کہ مشائخ صوفیہ معرفت اللہ کی طرف بلاتے ہیں۔ (خازن)

مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ قَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اس میں اشارہ ہے کہ مسلمان ہونے کے ساتھ تفاخر بھی ہو، اس کو اپنے لیے باعث عزت بھی سمجھتا ہوا اس اسلامی امتیاز کو تفاخر کے ساتھ ذکر بھی کرے۔ بعض مفسرین نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ مقصد یہ ہے کہ اس وعظ نصیحت، تبلیغ سے اپنے آپ کو بڑی ہستی نہ کہنے لگے بلکہ یہ کہے کہ عام مسلمین میں سے ایک مسلمان میں بھی ہوں۔ وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو سمجھاتے رہیے کیونکہ سمجھانا ایمان والوں کو نفع دے گا۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سے قرآن پاک کی آیات سنا کر نصیحت فرمانا مقصود ہے۔ کہ وہ نفع رساں ہے۔ مؤمنین کے لیے تو ظاہر ہے کفار کے لیے بھی اس لحاظ سے کہ وہ ان شاء اللہ اس کے ذریعے سے مؤمنین میں داخل ہو جائیں گے۔ اور آیت کے مصداق میں شامل ہو نگے، ہمارے اس زمانہ میں وعظ ونصیحت کا راستہ تقریباً بند ہو گیا ہے وعظ کا مقصد بالعموم شستگی تقریر بن گیا ہے تا کہ سننے والے تعریف کر دیں۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص تقریر وبلاغت اسلیے سیکھے تا کہ لوگوں کو اپنی طرف مائل کرے تو قیامت کے دن اس کی کوئی عبادت قبول نہیں نہ فرض نہ نفل۔

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے متعلقین کو نماز کا حکم کرتے رہیے اور خود بھی اس کے پابند رہیے۔ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معاش نہیں چاہتے معاش تو آپ کو ہم دیں گے اور بہتر انجام تو پرہیزگاری ہی کا ہے۔

لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا

عام لوگوں کی اکثر سرگوشیوں میں خیر (وبرکت) نہیں ہوتی۔ مگر جو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان شیریں اور پاکیزہ ہے تم اس کو پاکیزہ رکھو۔ (النہایۃ)

لوگ ایسے ہیں کہ صدقہ خیرات کی یا اور کسی نیک کام کی یا لوگوں میں باہم اصلاح کر دینے کی ترغیب دیتے ہیں اور اس تعلیم ترغیب کے لیے خفیہ تدبیریں اور مشورے کرتے ہیں ان کے مشوروں میں البتہ خیر و برکت ہے اور جو شخص یہ کام (یعنی نیک اعمال کی ترغیب محض) اللہ کی رضا کے واسطے کرے گا نہ کہ لالچ یا شہرت کی غرض سے اس کو ہم عنقریب اجر عظیم عطا فرمائیں گے۔

حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جو نفل نماز، روزہ اور صدقہ سب سے افضل ہو'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمایئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''لوگوں میں مصالحت کرانا'' کیونکہ آپس کا بگاڑ نیکیوں کو اسطرح صاف کر دیتا ہے جیسا کہ استرا بالوں کو اڑا دیتا ہے۔ اور بھی بہت سے نصوص میں لوگوں کے درمیان مصالحت کرانے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ اس جگہ اس کا ذکر مقصود نہیں، اس جگہ اس بات کا بیان کرنا مقصود ہے کہ امر بالمعروف میں یہ بھی داخل ہے کہ لوگوں میں مصالحت کی صورت جس طریق سے بھی پیدا ہو سکے اس کا ضرور اہتمام کیا جائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی ناجائز امر کو ہوتے ہوئے دیکھے اگر اس پر قدرت ہو تو اس کو ہاتھ سے بند کر دے، اگر اتنی مقدرت نہ ہو تو زبان سے اس پر انکار کر دے اور اگر اتنی بھی قدرت نہ ہو تو دل سے اس کو برا سمجھے یہ ایمان کا بہت ہی کم درجہ ہے۔ ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ اگر اس کو زبان سے بند کرنے کی طاقت ہو تو بند کر دے ورنہ دل سے اس کو برا سمجھے کہ اس صورت میں وہ بھی بری الذمہ ہے۔ ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص دل سے بھی اس کو برا سمجھے تو وہ بھی مومن ہے مگر اس سے کم درجہ ایمان کا نہیں۔ تنہائی میں ذرا بیٹھ کر غور کیجیے کہ کیا ہونا چاہیے اور کیا ہو رہا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس شخص کی مثال جو اللہ کی حدود پر قائم ہے اور اس شخص کی جو اللہ کی حدود میں پڑنے والا ہے اس قوم کی سی ہے جو ایک جہاز میں بیٹھے ہوں اور قرعہ سے (مثلاً) جہاز کی منزلیں مقرر ہو گئی ہوں کہ بعض لوگ جہاز کے اوپر کے حصہ میں ہوں اور بعض لوگ نیچے (طبقہ) کے حصہ میں ہوں۔ جب نیچے والوں کو پانی کی ضرورت ہوتی ہے تو جہاز کے اوپر کے حصے پر آ کر پانی لیتے ہیں اگر وہ یہ خیال کر کے کہ ہمارے بار بار اوپر پانی کے لیے جانے سے اوپر والوں کو تکلیف ہوتی ہے اس لیے ہم اپنے ہی حصہ میں یعنی جہاز کے نیچے کے حصہ میں ایک سوراخ سمندر میں کھول لیں جس سے پانی یہاں ہی ملتا رہے اور اوپر والوں کو ستانا نہ پڑے ایسی صورت میں اگر اوپر والے ان احمقوں کی اس تجویز کو نہ روکیں گے اور خیال کر لیں گے کہ وہ جانے اور ان کا کام۔ ہمیں اس سے کیا واسطہ تو اس صورت میں وہ جہاز غرق ہو جائے گا اور دونوں فریق ہلاک ہو جائیں گے اور اگر وہ ان کو روک دیں گے تو دونوں فریق ڈوبنے سے بچ جائیں گے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ ہم لوگ ایسی حالت میں بھی تباہ و برباد ہو سکتے ہیں جبکہ ہم میں صلحا اور متقی لوگ موجود ہوں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں جب خباثت غالب ہو جائے۔ ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ اہل جنت کے چند لوگ بعض اہل جہنم سے جا کر پوچھیں گے۔ یہاں کیسے پہنچ گئے۔ ہم تو جنت میں تمہاری ہی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کرنے کی بدولت پہنچے ہیں۔ وہ کہیں گے کہ ہم تم کو تو بتلاتے تھے مگر خود عمل نہیں کرتے تھے۔ ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ بدکار قراء (علماء) کی طرف عذاب جہنم زیادہ سرعت سے چلے گا وہ اس پر تعجب کریں گے کہ بت پرستوں سے بھی پہلے ان کو عذاب دیا جاتا ہے۔ تو جواب ملے گا کہ جاننے کے باوجود کسی جرم کا کرنا انجان ہو کر کرنے کے برابر نہیں ہو سکتا۔

مشائخ نے لکھا ہے کہ اس شخص کا وعظ نافع نہیں ہوتا جو خود عامل نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ اس زمانے میں ہر روز جلسے، وعظ، تقریریں ہوتی رہتی ہیں مگر ساری بے اثر مختلف انواع کی تحریرات و رسائل شائع ہوتے رہتے ہیں مگر سب بے سود۔

بہت سے لوگ تبلیغ کے جوش میں اسکی پرواہ نہیں کرتے کہ ایک مسلمان کی پردہ دری ہو رہی ہے حالانکہ عرض مسلم ایک عظیم الشان و وقیع شے ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ مَرْفُوْعًا مَنْ سَتَرَ عَلٰی مُسْلِمٍ سَتَرَهُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ فِیْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَاکَانَ الْعَبْدُ فِیْ عَوْنِ اَخِیْهِ. (رواہ مسلم وابوداؤد وغیرہما ترغیب)

ترجمہ: جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ جل شانہٗ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بندہ کی مدد فرماتے ہیں جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوْعًا مَنْ سَتَرَ عَوْرَةَ اَخِیْهِ سَتَرَ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَمَنْ کَشَفَ عَوْرَةَ اَخِیْهِ الْمُسْلِمِ کَشَفَ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ حَتّٰی یَفْضَحَهٗ بِهَا فِیْ بَیْتِهٖ. (رواہ ابن ماجہ ترغیب)

ترجمہ:...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ جل شانہٗ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ جو شخص کسی مسلمان کی پردہ دری کرتا ہے اللہ جل شانہٗ اس کی پردہ دری فرماتا ہے حتی کہ گھر بیٹھے اس کو رسوا کر دیتا ہے۔ الغرض بہت سی روایات میں اس قسم کا مضمون وارد ہوا ہے۔ اس لیے مبلغین حضرات کو مسلمان کی پردہ پوشی کا اہتمام بھی نہایت ضروری ہے اور اس سے زیادہ بڑھ کر اس کی آبرو کی حفاظت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کے دل میں ایمان یہ ہے کہ وہ خدا سے محبت رکھے۔ (المعلل)

کہ جو شخص ایسے وقت میں مسلمان کی مدد نہ کرے کہ اس کی آبرو ریزی ہو رہی ہو تو اللہ جل شانہٗ اس کی مدد سے ایسے وقت میں اعراض فرماتے ہیں جبکہ وہ مدد کا محتاج ہو، ایک دوسری حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ بدترین سود مسلمان کی آبرو ریزی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک جوان حاضر ہوا اور درخواست کی کہ مجھے زنا کی اجازت دیجیے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کی تاب نہ لاسکے اور ناراض ہونا شروع فرمادیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سائل سے فرمایا قریب ہو جاؤ پھر فرمایا کہ کیا تو چاہتا ہے کہ کوئی تیری ماں کے ساتھ زنا کرے؟ کہا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں۔ یہ میں ہرگز نہیں چاہتا، فرمایا اسی طرح لوگ بھی نہیں چاہتے کہ ان کی ماؤں کے ساتھ زنا کیا جائے۔ پھر فرمایا، کیا تو پسند کرتا ہے کہ کوئی تیری بیٹی سے زنا کرے؟ عرض کیا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں نہیں چاہتا، فرمایا اسی طرح اور لوگ بھی نہیں چاہتے کہ ان کی بیٹیوں کے ساتھ زنا کیا جائے غرض اس طرح بہن، خالہ، پھوپھی کو پوچھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک اس شخص کے سینے پر رکھ کر دعا فرمائی کہ یا اللہ اس کے دل کو پاک کر اور گناہ کو معاف فرما اور شرمگاہ کو معصیت سے محفوظ فرما۔ راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد سے زنا کے برابر کوئی چیز اس شخص کے نزدیک مبغوض نہ تھی۔ بالجملہ دعا سے دوا سے نصیحت سے نرمی سے یہ تصور کر کے سمجھائے کہ میں اس جگہ ہوتا تو میں اپنے لیے کیا صورت پسند کرتا کہ لوگ مجھ کو اس صورت سے نصیحت کریں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ. (مشکوٰۃ عن مسلم)

ترجمہ:......حق تعالیٰ شانہٗ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتے بلکہ تمہارے دلوں کو اور اعمال کو دیکھتے ہیں ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ ایمان کیا چیز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اخلاص، صاحب ترغیب نے مختلف روایات میں یہ مضمون ذکر کیا ہے نیز ایک حدیث میں وارد ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن میں حاکم بنا کر بھیجا تو انہوں نے درخواست کی کہ مجھے کچھ نصیحت فرمادیجیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دین میں اخلاص کا اہتمام رکھنا کہ اخلاص کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی کافی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اعمال میں سے صرف اسی عمل کو مقبول فرماتے ہیں جو خالص انہی کے لیے کیا گیا ہو۔ وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنْہُ مَسْئُوْلًا۔

ترجمہ:......اور جس بات کی تجھ کو تحقیق نہ ہو اس پر عملدرآمد نہ کیا کر، کان اور آنکھ اور دل ہر شخص سے ان سب کی پوچھ ہوگی۔ (بیان القرآن)

اور محض اس بدگمانی پر کہ کہنے والا شاید علماء سوء میں سے ہو اس کی بات کو بلا تحقیق رد کر دینا اور بھی زیادہ ظلم ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسقدر احتیاط فرمائی ہے کہ یہود توراۃ کے مضامین کو عربی میں نقل کر کے سناتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ نہ ان کی تصدیق کیا کرو نہ تکذیب بلکہ یہ کہہ دیا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ نازل فرمایا ہے سب پر ہمارا ایمان ہے یعنی یہ کہ کافروں کی نقل کے متعلق بھی بلا تحقیق تصدیق و تکذیب سے روک دیا۔ لیکن ہم لوگوں کی یہ حالت ہے کہ جب کوئی شخص کسی قسم کی بات ہماری رائے کے خلاف کہتا ہے تو اس کی بات کی وقعت گرانے کے لیے کہنے والے کی ذات پر حملے کیے جاتے ہیں۔ گو اس کا اہل حق ہونا بھی محقق ہو۔

دوسرا ضروری امر یہ ہے کہ علماء حقانی علماء رشد، علماء خیر بھی بشریت سے خالی نہیں ہوتے معصوم ہونا انبیاء علیہم السلام کی شان ہے اس لیے ان کی لغزشوں ان کی کوتاہیوں ان کے قصوروں کی ذمہ داری انہی پر عائد ہے اور اللہ تعالیٰ سے ان کا معاملہ ہے کہ سزا دیں یا معاف فرمادیں۔ بلکہ اغلب یہ ہے کہ ان کی لغزشیں ان شاء اللہ تعالیٰ معاف ہی ہو جاویں گی اس لیے کہ کریم آقا اپنے اس غلام سے جو ذاتی کاروبار چھوڑ کر آقا کے کام میں مشغول ہو جائے اور ہمہ تن اسی میں لگا رہے اکثر تسامح اور درگزر کیا کرتا ہے۔ پھر اللہ جل وعلا کے برابر تو کوئی کریم ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن وہ بمقتضائے عدل گرفت بھی فرمائیں تو وہ ان کا اپنا معاملہ ہے۔ ان امور کی وجہ سے علماء سے لوگوں کو بدگمان کرنا نفرت دلانا، دور رکھنے کی کوشش کرنا، لوگوں کے لیے بددینی کا سبب ہوگا۔ اور ایسا کرنے والوں کے لیے وبال عظیم ہے۔

ناظرین کی خدمت عالیہ میں ایک اہم درخواست ہے وہ یہ کہ اکثر اللہ والوں کے ساتھ ارتباط ان کی خدمت میں کثرت سے حاضری دینی امور میں تقویت اور خیر و برکت کا سبب ہوتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اَلَا اَدُلُّکَ عَلٰی مِلَاکِ ھٰذَا الْاَمْرِ الَّذِیْ یُصِیْبُ بِہٖ خَیْرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ عَلَیْکَ بِمَجَالِسِ اَھْلِ الذِّکْرِ الحدیث. (مشکوٰۃ ۴۵)

ترجمہ:......کیا تجھے دین کی نہایت تقویت دینے والی چیز نہ بتاؤں جس سے تو دین و دنیا دونوں کی فلاح کو پہنچے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے یاد کرنے والوں کی مجلس ہے۔ جب تو تنہا ہوا کرے تو اپنے اللہ تعالیٰ کی یاد سے رطب اللسان رہا کر۔ اس کی تحقیق بہت ضروری ہے۔ کہ اہل اللہ کون لوگ ہیں۔ اہل اللہ کی پہچان اتباع سنت ہے کہ حق سبحانہٗ وتقدس نے اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کی ہدایت کے لیے نمونہ بنا کر بھیجا ہے اور اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ.

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میری اتباع کرو۔ خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے سب گناہوں کو معاف کردیں گے اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں۔ (بیان القرآن)

لہٰذا جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل متبع ہو وہ حقیقتاً اللہ والا ہے اور جو شخص اتباع سنت سے جسقدر دور ہو وہ قرب الٰہی سے بھی اسی قدر دور ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ کرے اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے وہ جھوٹا ہے اسلیے کہ قائدہ محبت اور قانون عشق ہے کہ جس سے کسی کو محبت ہوتی ہے اس کے گھر سے در و دیوار سے، صحن سے، باغ سے حتیٰ کہ اس کے کتے سے اس کے گدھے سے محبت ہوتی ہے۔

اَمُرُّ عَلَى الدِّيَارِ لَيْلٰى اُقَبِّلُ ذَاالْجِدَارَ وَذَاالْجِدَارَا وَمَا حُبُّ الدِّيَارِ شَغَفْنَ قَلْبِىْ وَلٰكِنْ حُبُّ مَنْ سَكَنَ الدِّيَارَا

ترجمہ:...... کہتا ہے کہ میں لیلیٰ کے شہر سے گذرتا ہوں تو اس دیوار کو اور اس دیوار کو پیار کرتا ہوں کچھ شہروں کی محبت نے میرے دل کو فریفتہ نہیں کیا ہے بلکہ ان لوگوں کی محبت کی کارفرمائی ہے جو شہر کے رہنے والے ہیں۔

نماز کی فضیلت کے بیان میں

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے۔ سب سے اول لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا یعنی اس بات کا اقرار کرنا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اس کے بعد نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج کرنا، رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔

ف: یہ پانچوں چیزیں ایمان کے بڑے اصول اور اہم ارکان ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پاک حدیث میں بطور مثال کے اسلام کو ایک خیمہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو پانچ ستونوں پر قائم ہوتا ہے پس کلمہ شہادت خیمہ کی درمیانی لکڑی کی طرح ہے اور بقایا چاروں ارکان بمنزلہ ان چار ستونوں کے ہیں جو چاروں طرف کے کونوں پر ہوں، اگر درمیانی لکڑی نہ ہو تو خیمہ کھڑا ہو ہی نہیں سکتا اور اگر یہ لکڑی موجود ہو اور چاروں طرف کے کونوں میں کوئی بھی لکڑی نہ ہو تو خیمہ قائم تو ہو جائے گا لیکن جونسے کونے کی لکڑی نہیں ہوگی وہ جانب ناقص اور گری ہوئی ہوگی اس پاک ارشاد کے بعد اب ہم لوگوں کو اپنی حالت پر خود ہی غور کرلینا چاہیئے کہ اسلام کے اس خیمہ کو ہم نے کس درجہ تک قائم رکھا ہے اور اسلام کا کونسا رکن ایسا ہے جس کو ہم نے پورے طور پر سنبھال رکھا ہے۔

یہ پانچوں ارکان نہایت اہم ہیں حتیٰ کہ اسلام کی بنیاد انہی کو قرار دیا گیا ہے اور ایک مسلمان کے لیے بحیثیت مسلمان ہونے کے ان سب کا اہتمام نہایت ضروری ہے۔ مگر ایمان کے بعد سب سے اہم چیز نماز ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کے یہاں سب سے زیادہ محبوب عمل کونسا ہے؟ ارشاد فرمایا نماز میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد کیا ہے؟ ارشاد فرمایا والدین کے ساتھ حسن سلوک، میں نے عرض کیا۔ اس کے بعد کونسا ہے؟ ارشاد فرمایا جہاد۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں علماء کے اس قول کی دلیل ہے کہ ایمان کے بعد سب سے مقدم نماز ہے اس کی تائید اس حدیث صحیح سے بھی ہوتی ہے۔ جس میں ارشاد ہے اَلصَّلٰوۃُ خَيْرُ مَوْضُوْعٍ یعنی بہترین عمل جو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے مقرر فرمایا ہے وہ نماز ہے۔ اور احادیث میں کثرت سے یہ مضمون صاف اور صحیح حدیثوں میں نقل کیا گیا ہے کہ تمہارے اعمال میں سب سے بہتر عمل نماز ہے چنانچہ جامع صغیر میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ، ابن عمر رضی اللہ عنہ وسلمہ رضی اللہ عنہ ابوامامہ رضی اللہ عنہ عبادہ رضی اللہ عنہ، پانچ صحابہ سے یہ حدیث نقل کی گئی ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اپنے وقت پر نماز کا پڑھنا افضل ترین عمل نقل کیا گیا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ام فروہ رضی اللہ عنہا سے اول وقت نماز پڑھنا نقل کیا گیا ہے۔ مقصد سب کا قریب قریب ہے۔

جماعت کے فضائل میں

"حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جماعت کی نماز اکیلے کی نماز سے ستائیس درجے افضل ہے"

فائدہ: جب آدمی نماز پڑھتا ہے تو ثواب ہی کی نیت سے پڑھتا ہے تو معمولی سی بات ہے کہ گھر میں نہ پڑھے مسجد میں جاکر جماعت سے پڑھ لے کہ نہ اس میں کچھ مشقت ہے نہ دقت، اور اتنا بڑا ثواب حاصل ہوتا ہے۔ کون شخص ایسا ہوگا جس کو ایک روپے کے ستائیس یا اٹھائیس روپے ملتے ہوں اور وہ ان کو چھوڑ دے۔ مگر دین کی چیزوں میں اتنے بڑے نفع سے بھی بے توجہی کی جاتی ہے اس کی وجہ اس کے سوا کیا ہوسکتی ہے کہ ہم لوگوں کو دین کی پرواہ نہیں اسکا نفع لوگوں کی نگاہ میں نفع نہیں، دنیا کی تجارت جس میں ایک آنہ فی روپیہ نفع ملتا ہے اس کے پیچھے دن بھر خاک چھانتے ہیں آخرت کی تجارت جس میں ستائیس گنا نفع ہے وہ ہمارے لیے مصیبت ہے۔ جماعت کی نماز کے لیے جانے میں دکان کا نقصان سمجھا جاتا ہے۔ بکری کا بھی نقصان بتایا جاتا ہے۔ دکان کے بند کرنے کی بھی دقت کہی جاتی ہے۔ لیکن جن لوگوں کے یہاں اللہ جل شانہٗ کی عظمت ہے اللہ کے وعدوں پر ان کو اطمینان ہے اس کے اجر و ثواب کی کوئی قیمت ہے ان کے ہاں یہ لچر عذر کچھ بھی وقعت نہیں رکھتے۔ ایسے ہی لوگوں کی اللہ جل شانہٗ نے کلام

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس کو یہ بات پسند ہو کہ وہ ایمان کی چاشنی اور مزہ پائے وہ کسی انسان سے بے لوث اللہ واسطے محبت کرے۔" (بیہقی)

پاک میں تعریف فرمائی۔ رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ (الایہ) تیسرے باب کے شروع میں پوری آیت مع ترجمہ موجود ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جو معمول اذان کے بعد اپنی تجارت کے ساتھ تھا وہ حکایات صحابہ رضی اللہ عنہم کے پانچویں باب میں مختصر طور پر گذر چکا ہے۔ سالم حداد ایک بزرگ تھے، تجارت کرتے تھے۔ جب اذان سنتے تو رنگ متغیر ہو جاتا اور زرد پڑ جاتا۔ بے قرار ہو جاتے۔ دکان کھلی چھوڑ کر کھڑے ہو جاتے اور یہ اشعار پڑھتے۔

اِذَا مَا دَعَا دَاعِيكُمْ قُمْتَ مُسْرِعاً
مُجِيباً لِمُوْلَى جَلَّ لَيْسَ لَهُ مِثْلُ

جب تمہارا منادی (یعنی مؤذن) پکارنے کے واسطے کھڑا ہو جاتا ہے تو میں جلدی سے کھڑا ہو جاتا ہوں۔ ایسے مالک کی پکار کو قبول کرتے ہوئے جس کی بڑی شان ہے اس کا کوئی مثل نہیں۔

اجیب اذا نادی بسمع وطاعة
وبی نشوط لبیک یامن له الفضل

جب وہ منادی (مؤذن) پکارتا ہے تو میں بحالت نشاط اطاعت و فرمانبرداری کے ساتھ جواب میں کہتا ہوں کہ فضل و بزرگی والے، لبیک یعنی حاضر ہوتا ہوں۔

ویصفرلونی خیفة ومهابة
ویرجع لی عن کل شغل به شغل

اور میرا رنگ خوف اور ہیبت سے زرد پڑ جاتا ہے اور اس کی پاک ذات کی مشغولی مجھے ہر کام سے بے خبر کر دیتی ہے

وحقکم مالذلی غیر ذکرکم
و ذکرسواکم فی فمی قط لا یحلوا

تمہارے حق کی قسم تمہارے ذکر کے سوا مجھے کوئی چیز لذیذ نہیں معلوم ہوتی، اور تمہارے سوا کسی کے ذکر میں بھی مجھے مزہ نہیں آتا۔

متی یجمع الایام بینی و بینکم
ویفرح مشتاق اذا جمع الشمل

دیکھئے زمانہ مجھ کو اور تم کو کب جمع کرے گا، اور مشتاق تو جبھی خوش ہوتا ہے جب اجتماع نصیب ہوتا ہے۔

فمن شاهدت عینا ه نور جمالکم
یموت اشتیاقاًنحوکم قط لا یسلوا

جس کی آنکھوں نے تمہارے جمال کا نور دیکھ لیا تمہارے اشتیاق میں مر جائے گا۔ کبھی بھی تسلی نہیں پا سکتا۔ (نزہۃ المجالس)

حدیث میں آیا ہے کہ (جو لوگ کثرت سے مسجد میں رہتے ہوں وہ) مسجد کے کھونٹے ہیں۔ فرشتے ان کے ہم نشین ہوتے ہیں۔ اگر وہ بیمار ہو جائیں تو فرشتے ان کی عیادت کرتے ہیں اور وہ کام کو جائیں تو فرشتے ان کی اعانت کرتے ہیں۔ (حاکم)

''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی کی وہ نماز جو جماعت سے پڑھی گئی ہو اس نماز سے جو گھر میں پڑھ لی ہو یا بازار میں پڑھ لی ہو پچیس درجہ المضاعف ہوتی ہے۔ اور بات یہ ہے کہ جب آدمی وضو کرتا ہے اور وضو کو کمال درجہ تک پہنچا دیتا ہے پھر مسجد کی طرف صرف نماز کے ارادہ سے چلتا ہے کوئی اور ارادہ اس کے ساتھ شامل نہیں ہوتا تو جو قدم بھی رکھتا ہے اس کی وجہ سے ایک نیکی بڑھ جاتی ہے۔ اور ایک خطا معاف ہو جاتی ہے اور پھر جب نماز پڑھ کر اسی جگہ بیٹھا رہتا ہے تو جب تک وہ باوضو بیٹھا رہے گا فرشتے اس کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں اور جب تک آدمی نماز کے انتظار میں رہتا ہے وہ نماز کا ثواب پاتا رہتا ہے''

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ منافقوں پر عشاء اور صبح کی نماز بہت بھاری ہے اگر ان کو یہ معلوم ہو جاتا کہ جماعت میں کتنا ثواب ہے تو زمین پر گھسٹ کر جاتے اور جماعت سے ان کو پڑھتے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص چالیس دن اخلاص کے ساتھ اس طرح نماز پڑھے کہ تکبیر اولیٰ فوت نہ ہو تو اس کو دو پروانے ملتے ہیں ایک پروانہ جہنم سے چھٹکارے کا، دوسرا نفاق سے بری ہونے کا۔

جماعت کے چھوڑنے پر عتاب کے بیان میں

''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میرا دل چاہتا ہے کہ چند جوانوں سے کہوں کہ بہت سا ایندھن اکٹھا کر کے لائیں۔ پھر میں ان لوگوں کے پاس جاؤں جو بلا عذر کے گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں اور جا کر ان کے گھروں کو جلا دوں۔''

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اذان کی آواز سنے اور بلا کسی عذر کے نماز کو نہ جائے (وہیں پڑھ لے) تو وہ نماز قبول نہیں ہوتی، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا عذر سے کیا مراد ہے؟ ارشاد ہوا کہ مرض ہو یا کوئی خوف ہو۔

خشوع خضوع کے بیان میں

بہت سے لوگ ایسے ہیں جو نماز پڑھتے ہیں اور ان میں سے بہت سے ایسے بھی ہیں جو جماعت کا بھی اہتمام فرماتے ہیں لیکن اس کے باوجود ایسی بری طرح پڑھتے ہیں۔ کہ وہ نماز بجائے اس کے کہ ثواب واجر کا سبب ہو ناقص ہونے کی وجہ سے منہ پر ماردی جاتی ہے۔ اگر چہ نہ پڑھنے سے یہ بھی بہتر ہے۔ کیونکہ نہ پڑھنے کی صورت میں جو عذاب ہے وہ بہت

زیادہ سخت ہے اور اس صورت میں یہ ہوا کہ وہ قابل قبول نہ ہوئی اور منہ پر پھینک کر ماردی گئی۔ اس پر کوئی ثواب نہیں ہوا لیکن نہ پڑھنے میں جس درجہ کی نافرمانی اور نخوت ہوئی وہ تو اس صورت میں نہ ہوگی۔ البتہ یہ مناسب ہے کہ جب آدمی وقت خرچ کرے، کاروبار چھوڑے مشقت اٹھائے تو اس امر کی کوشش کرنا چاہئے کہ جتنی زیادہ سے زیادہ وزنی اور قیمتی پڑھ سکے اس میں کوتاہی نہ کرے۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے گو وہ قربانی کے بارے میں ہے مگر احکام تو سارے ایک ہی ہیں فرماتے ہیں۔

لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَآءُ ھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ

"نہ حق تعالیٰ کے پاس اس کا گوشت پہنچتا ہے نہ ان کا خون بلکہ اس کے پاس تو تمہارا تقویٰ اور اخلاص پہنچتا ہے"۔

پس جس درجے کا اخلاص ہوگا اسی درجے کی مقبولیت ہوگی۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مجھے یمن کو بھیجا تو میں نے آخری وصیت کی درخواست کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دین کے ہر کام میں اخلاص کا اہتمام کرنا، کہ اخلاص سے تھوڑا عمل بھی بہت کچھ ہے۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ اخلاص والوں کے لئے خوشحالی ہو کہ وہ ہدایت کے چراغ ہیں۔ ان کی وجہ سے سخت سے سخت فتنے دور ہو جاتے ہیں۔ ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ضعیف لوگوں کی برکت سے اس امت کی مدد فرماتے ہیں۔ نیز ان کی دعا سے ان کی نماز سے ان کے اخلاص سے۔

نماز کے بارے میں اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے: فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ صَلٰوتِھِمْ سَاھُوْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ یُرَآءُ وْنَ "بڑی خرابی ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں۔ جو ایسے ہیں کہ دکھلاوا کرتے ہیں"۔ بے خبر ہونے کی بھی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ وقت کی خبر نہ ہو۔ قضا کردے، دوسرے یہ کہ متوجہ نہ ہو، ادھر ادھر مشغول ہو، تیسرا یہ کہ یہی خبر نہ ہو کہ کتنی رکعتیں ہوئیں۔

فضائل قرآن

عَنْ سَلْمَانَ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ اٰخِرِیَوْمٍ مِنْ شَعْبَانَ

"حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کی آخری تاریخ میں ہم لوگوں کو وعظ فرمایا کہ تمہارے اوپر ایک مہینہ آ رہا ہے جو بہت بڑا مہینہ ہے، بہت مبارک مہینہ ہے اس میں ایک رات ہے (شب قدر) جو ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسکے روزے کو فرض فرمایا اور اس کے رات کے قیام (یعنی تراویح) کو ثواب کی چیز بنایا ہے، جو شخص اس مہینے میں کسی نیکی کے ساتھ اللہ کا قرب حاصل کرے ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں فرض ادا کیا اور جو شخص اس مہینے میں کسی فرض کو ادا کرے وہ ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں ستر فرض ادا کرے۔ یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔ اور یہ مہینہ لوگوں کے ساتھ غم خواری کرنیکا ہے۔ اس مہینے میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے اس کے لئے گناہوں کے معاف ہونے اور آگ سے خلاصی کا سبب ہوگا۔ اور روزہ دار کے ثواب سے کچھ کم نہیں کیا جائے گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے ہر شخص تو اتنی وسعت نہیں رکھتا کہ روزہ دار کو افطار کرائے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (پیٹ بھر کر کھلانے پر موقوف نہیں) یہ ثواب تو اللہ جل وشانہٗ ایک کھجور سے کوئی افطار کرادے یا ایک گھونٹ پانی پلادے یا ایک گھونٹ لسی پلادے اس پر بھی مرحمت فرما دیتے ہیں۔ یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کا اول حصہ اللہ کی رحمت ہے۔ اور درمیانی حصہ مغفرت ہے۔ اور آخری حصہ آگ سے آزادی ہے۔ جو شخص اس مہینے میں ہلکا کردے اپنے غلام (وخادم) کے بوجھ کو حق تعالیٰ شانہٗ اس کی مغفرت فرماتے ہیں۔ اور آگ سے آزادی فرماتے ہیں اور چار چیزوں کی اس میں کثرت رکھا کرو جن میں سے دو چیزیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے واسطے اور دو چیزیں ایسی ہیں کہ جن سے تمہیں چارہ کار نہیں، پہلی دو چیزیں جن سے تم اپنے رب کو راضی کرلو وہ کلمہ طیبہ اور استغفار کی کثرت ہے۔ اور دوسری دو چیزیں یہ ہیں کہ جنت کی طلب کرو، اور آگ سے پناہ مانگو، جو شخص کسی روزہ دار کو پانی پلائے حق تعالیٰ (قیامت کے دن) میرے حوض سے اس کو ایسا پانی پلائیں گے جس کے بعد جنت میں داخل ہونے تک پیاس نہیں لگے گی"۔

شرح اقناع میں علامہ شعرانی سے نقل کیا ہے کہ ہم سے اس پر عہد لئے گئے کہ پیٹ بھر کر کھانا نہ کھائیں، بالخصوص رمضان المبارک کی راتوں میں بہتر یہ ہے کہ رمضان کے کھانے میں غیر رمضان سے کچھ تقلیل کرے، اس لئے کہ افطار وسحر میں جو شخص پیٹ بھر کر کھائے اس کا روزہ ہی کیا ہے۔ مشائخ نے کہا ہے کہ جو شخص رمضان میں بھوکا رہے آئندہ رمضان تک تمام سال شیاطین کے زور سے محفوظ رہتا ہے۔ اور بھی بہت سے مشائخ سے اس باب میں شدت منقول ہے۔

شرح احیاء میں عوارف سے نقل کیا ہے کہ سہل بن عبداللہ تستری پندرہ روز میں ایک مرتبہ کھانا تناول فرماتے تھے اور رمضان المبارک میں ایک

لقمہ، البتہ روزانہ اتباع سنت کی وجہ سے محض پانی سے روزہ افطار فرماتے تھے، حضرت جنید ہمیشہ روزہ رکھتے، لیکن (اللہ والے) دوستوں میں سے کوئی آتا تو اس کی وجہ سے روزہ افطار فرماتے، اور فرمایا کرتے تھے کہ ایسے دوستوں کے ساتھ کھانے کی فضیلت روزہ کی فضیلت سے کم نہیں۔

اور بھی سلف کے ہزاروں واقعات اس کی شہادت دیتے ہیں کہ وہ کھانے کی کمی کے ساتھ نفس کی تادیب کرتے تھے۔ مگر شرط وہی ہے کہ اس کی وجہ سے اور دینی اہم امور میں نقصان نہ ہو۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رُبَّ صَائِمٍ لَیْسَ لَهٗ مِنْ صِیَامِهٖ اِلَّا الْجُوْعُ وَرُبَّ قَائِمٍ لَیْسَ لَهٗ مِنْ قِیَامِهٖ اِلَّا السَّهْرُ۔

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بہت سے روزہ رکھنے والے ایسے ہیں کہ ان کو روزہ کے ثمرات میں بجز بھوکا رہنے کے کچھ بھی حاصل نہیں اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں کہ ان کو رات کو جاگنے (کی مشقت) کے سوا کچھ بھی نہ ملا۔''

فائدہ: علماء کے اس حدیث کی شرح میں چند اقوال ہیں۔ اول یہ کہ اس سے وہ شخص مراد ہے جو دن بھر روزہ رکھ کر مال حرام سے افطار کرتا ہے۔ کہ جتنا ثواب روزہ کا ہوا تھا اس سے زیادہ گناہ حرام مال کھانے کا ہو گیا اور دن بھر بھوکا رہنے کے سوا اور کچھ نہ ملا، دوسرے یہ کہ وہ شخص مراد ہے جو روزہ رکھتا ہے لیکن غیبت میں بھی مبتلا ہو جاتا ہے جس کا بیان آگے آ رہا ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ روزہ کے اندر گناہ وغیرہ سے احتراز نہیں کرتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات جامع ہوتے ہیں۔ یہ سب صورتیں اس میں داخل ہیں اور ان کے علاوہ بھی۔

اسی طرح جاگنے کا حال ہے کہ رات بھر شب بیداری کی مگر تفریحاً تھوڑی سی غیبت یا کوئی اور حماقت بھی کر لی تو وہ سارا جاگنا بیکار ہو گیا۔ مثلاً صبح کی نماز ہی قضا کر دی یا محض ریا اور شہرت کے لئے جاگا تو وہ بیکار ہے۔

عَنْ اَبِیْ عُبَیْدَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الصِّیَامُ جُنَّۃٌ مَالَمْ یَخْرِقْهَا،

(راوه النسائی و ابن ماجه وابن خزیمة و الحاکم وصححه علی شرط البخاری والفاظهم مختلفة حکاها المنذری فی ترغیب)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ روزہ آدمی کے لئے ڈھال ہے جب تک اس کو پھاڑ نہ ڈالے۔

فائدہ: ڈھال ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جیسے آدمی ڈھال سے اپنی حفاظت کرتا ہے اسی طرح روزہ سے بھی اپنے دشمن یعنی شیطان سے حفاظت ہوتی ہے ایک روایت میں آیا ہے کہ روزہ حفاظت ہے اللہ کے عذاب سے دوسری روایت میں آیا ہے کہ روزہ جہنم سے حفاظت ہے ایک روایت میں وارد ہوا ہے کہ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ کس چیز سے پھٹ جاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جھوٹ اور غیبت سے۔

ابراہیم بن ادھمؒ رمضان المبارک میں نہ تو دن کو سوتے اور نہ رات کو امام شافعیؒ رمضان المبارک میں دن رات کی نمازوں میں ساٹھ قرآن مجید ختم کرتے، اور ان کے علاوہ سینکڑوں کے واقعات ہیں جنہوں نے بمطابق وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ کے بتلا دیا کہ کرنے والے کے لئے کچھ مشکل نہیں یہ سلف کے واقعات ہیں۔ اب بھی کرنے والے موجود ہیں۔ اس درجہ کا مجاہدہ نہ سہی مگر اپنے زمانے کے موافق اپنی طاقت قدرت کے موافق نمونہ سلف اب بھی موجود ہیں۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا اقتداء کرنے والے اس دور فساد میں بھی موجود ہیں۔ نہ راحت وآرام انہماک عبادت سے مانع ہوتا ہے۔ نہ دنیوی مشاغل سد راہ ہوتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے اے ابن آدم! تو میری عبادت کے لئے فارغ ہو جا میں تیرے سینہ کو غنا سے بھر دوں گا اور تیرے فقر کو بند کر دوں گا۔ ورنہ تیرے سینہ کو مشاغل سے بھر دوں گا اور فقر زائل نہیں ہوگا۔ روزمرہ کے مشاہدات اس سچے ارشاد کے شاہد عدل ہیں۔

حفظ وتلاوت کے آداب وفضائل

(اول): کلام پاک کی عظمت دل میں رکھے کہ کیسا عالی مرتبہ کلام ہے

(دوم): حق سبحانہ وتقدس کی علو شان اور رفعت وکبریائی کو دل میں رکھے جس کا کلام ہے۔

(سوم): دل کو وساوس وخطرات سے پاک رکھے

(چہارم): معانی کا تدبر کرے اور لذت کے ساتھ پڑھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شب تمام رات اس آیت کو پڑھ کر گذار دی۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ تَغْفِرْلَهُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔

ترجمہ: ''اے اللہ اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں۔ اور اگر مغفرت فرمادے تو تو عزت وحکمت والا ہے۔'' سعد بن جبیر رضی اللہ عنہ نے ایک رات اس آیت کو پڑھ کر صبح کر دی۔ وَامْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ

ترجمہ: ''او مجرمو! آج قیامت کے دن فرمانبرداروں سے الگ ہو جاؤ''

(پنجم): جن آیات کی تلاوت کر رہا ہے دل کو ان کے تابع بنا دے مثلاً اگر آیت رحمت زبان پر ہے دل سرور محض بن جائے۔ اور آیت

عذاب اگر آ گئی ہے تو دل لرز جائے۔

(ششم): کانوں کو اس قدر متوجہ بنا دے کہ گویا حق سبحانہٗ وتقدس کلام فرما رہے ہیں۔ اور یہ سن رہا ہے حق تعالیٰ شانہٗ محض اپنے لطف وکرم سے مجھے بھی ان آداب کے ساتھ پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے اور تمہیں بھی۔

مسئلہ: اتنے قرآن شریف کا حفظ کرنا جس سے نماز ادا ہو جائے ہر شخص پر فرض ہے اور تمام کلام پاک کا حفظ کرنا فرض کفایہ ہے۔ اگر کوئی بھی العیاذ باللہ حافظ نہ رہے تو تمام مسلمان گنہگار ہیں۔ بلکہ زرکشی سے ملا علی قاری نے نقل کیا ہے کہ جس شہر یا گاؤں میں کوئی قرآن پاک پڑھنے والا نہ ہو تو سب گنہگار ہیں۔ اس زمانہ ضلالت و جہالت میں جہاں ہم مسلمانوں میں اور بہت سی دینی امور میں گمراہی پھیل رہی ہے وہاں ایک عام آواز یہ بھی ہے کہ قرآن شریف کے حفظ کرنے کو فضول سمجھا جا رہا ہے اس کے الفاظ رٹنے کو حماقت بتلایا جاتا ہے اس کے الفاظ یاد کرنے کو دماغ سوزی اور تضییع اوقات کہا جاتا ہے۔ اگر ہماری بد دینی کی یہی ایک وباء ہوتی تو اس پر کچھ تفصیل سے لکھا جاتا۔ مگر یہاں ہر ادا مرض ہے۔ اور ہر خیال باطل ہی کی طرف کھینچتا ہے اس لئے کس کس چیز کو روئیے اور کس کس کا شکوہ کیجئے۔

فالی اللہ المشتکی واللہ المستعان

"حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن شریف سیکھے اور سکھائے"

ایضالکن حکی. الحافظ فی الفتح عن ابی العلاء ان مسلما سکت عنه

اکثر کتب میں یہ روایت واؤ کے ساتھ ہے جس کا ترجمہ لکھا گیا اس صورت میں فضیلت اس شخص کے لیے جو کلام مجید سیکھے اور اس کے بعد دوسروں کو سکھائے۔ لیکن بعض کتب میں یہ روایت او کے ساتھ وارد ہوئی ہے۔ اس صورت میں بہتری اور فضیلت عام ہوگی کہ خود سیکھے یا دوسروں کو سکھائے، دونوں کے لیے مستقل خیر و بہتری ہے۔

کلام پاک چونکہ اصل دین ہے اس کی بقا و اشاعت پر ہی دین کا مدار ہے اس لئے اس کے سیکھنے اور سکھانے کا افضل ہونا ظاہر ہے کسی توضیح کا محتاج نہیں۔ البتہ اس کی انواع مختلف ہیں کمال اس کا یہ ہے کہ مطالب و مقاصد سمیت سیکھے اور ادنی درجہ اس کا یہ ہے کہ فقط الفاظ سیکھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا ارشاد حدیث مذکور کی تائید کرتا ہے۔ جو سعید بن سلیم رضی اللہ عنہ سے مرسلاً منقول ہے کہ جو شخص قرآن شریف کو حاصل کرے اور پھر کسی دوسرے شخص کو جو کوئی اور چیز عطا کیا گیا ہو اپنے سے افضل سمجھے تو اس نے حق تعالیٰ شانہٗ کے اس انعام کی جو اپنے کلام پاک کی وجہ سے اس پر فرمایا ہے تحقیر کی ہے۔ اور کھلی ہوئی بات ہے کہ جب کلام الٰہی سب کلاموں سے افضل ہے جیسا کہ مستقل احادیث میں آنے والا ہے تو اس کا پڑھنا پڑھانا یقیناً سب چیزوں سے افضل ہونا ہی چاہیے۔ ایک دوسری حدیث سے ملا علی قاری نے نقل کیا ہے کہ جس شخص نے کلام پاک کو حاصل کیا اس نے علوم نبوت کو اپنی پیشانی میں جمع کر لیا۔

سہیل تستری فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ سے محبت کی علامت یہ ہے کہ اس کے کلام پاک کی محبت قلب میں ہو۔ شرح احیاء میں ان لوگوں کی فہرست میں جو قیامت کے ہولناک دن میں عرش بریں کے سایہ کے نیچے رہیں گے ان لوگوں کو بھی شمار کیا ہے جو مسلمانوں کے بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم دیتے ہیں۔ نیز ان لوگوں کو بھی شمار کیا ہے جو بچپن میں قرآن شریف سیکھتے ہیں اور بڑے ہو کر اس کی تلاوت کا اہتمام کرتے ہیں۔

"ابو سعید رضی اللہ عنہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ حق سبحانہٗ وتقدس کا یہ فرمان ہے کہ جس شخص کو قرآن شریف کی مشغولی کی وجہ سے ذکر کرنے اور دعائیں مانگنے کی فرصت نہیں ملتی میں اس کو سب دعائیں مانگنے والوں سے زیادہ عطا کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ شانہٗ کے کلام کو سب کلاموں پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسی کہ خود حق تعالیٰ شانہٗ کو تمام مخلوق پر"

یعنی جس شخص کو قرآن پاک کے یاد کرنے یا جاننے اور سمجھنے میں اس درجہ مشغولی ہے کہ کسی دوسری دعا وغیرہ کے مانگنے کا وقت نہیں ملتا میں دعا مانگنے والوں کے مانگنے سے بھی افضل چیز اس کو عطا کروں گا۔ دنیا کا مشاہدہ ہے کہ جب کوئی شخص شیرینی وغیرہ تقسیم کر رہا ہو۔ اور کوئی مٹھائی لینے والا اس کے ہی کام میں مشغول ہو اور اس کی وجہ سے نہ آ سکتا ہو تو یقیناً اس کا حصہ پہلے ہی نکال لیا جاتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں اسی موقع پر مذکور ہے کہ میں اس کو شکر گزار بندوں کے ثواب سے افضل ثواب عطا کروں گا۔

عَنْ عَلِیٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَاسْتَظْهَرَهٗ فَاَحَلَّ حَلَالَهٗ وَحَرَّمَ حَرَامَهٗ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ وَشَفَّعَهٗ فِیْ عَشَرَةٍ مِنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ كُلِّهِمْ قَدْ وَجَبَتْ لَهُمُ النَّارُ..

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جس شخص نے قرآن پڑھا پھر اس کو حفظ کیا اور اس کے حلال کو حلال جانا اور حرام کو حرام، حق تعالیٰ شانہٗ اس کو جنت میں داخل فرما دیں گے اور اس کے گھرانے میں سے ایسے دس آدمیوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول فرما دیں گے جن کے لیے جہنم واجب ہو چکی ہوگی!

(رواہ احمد والترمذی وقال ہذا حدیث غریب وحفص بن سلیمان الراوی لیس ہو بالقوی یضعف فی الحدیث ورواہ ابن ماجہ والدارمی)

دخول جنت ویسے تو ہر مومن کے لیے ان شاء اللہ ہے ہی، اگرچہ بد اعمالیوں کی سزا بھگت کر ہی کیوں نہ ہو، لیکن حفاظ کے لیے یہ فضیلت ابتداء دخول کے اعتبار سے ہے وہ دس شخص جن کے بارے میں شفاعت قبول فرمائی گئی وہ فساق وفجار ہیں۔ جو مرتکب کبائر کے ہیں اس لئے کہ کفار کے بارے میں تو شفاعت ہے ہی نہیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے۔

اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰهُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ

(مشرکین پر اللہ تعالیٰ نے جنت کو حرام کر دیا ہے۔ اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں) دوسری جگہ ارشاد ہے۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ، الایہ۔

(نبی اور مسلمانوں کے لیے اس کی گنجائش نہیں کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں اگرچہ وہ رشتہ دار ہوں) وغیرہ وغیرہ نصوص اس مضمون میں صاف ہیں کہ مشرکین کی مغفرت نہیں ہے۔ اس لئے حفاظ کی شفاعت سے ان مسلمانوں کی شفاعت مراد ہے جن کے معاصی کی وجہ سے ان کا جہنم میں داخل ہونا ضروری بن گیا تھا۔ جو لوگ جہنم سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں ان کے لیے ضروری ہے کہ اگر وہ حافظ نہیں اور خود حفظ نہیں کر سکتے تو کم از کم اپنے کسی قریبی رشتہ دار ہی کو حافظ بنا دیں۔ کہ اس کے طفیل یہ بھی اپنی بداعمالیوں کی سزا سے محفوظ رہ سکیں، اللہ کا کس قدر انعام ہے اس شخص پر جس کے باپ، چچا، تائے، دادا، نانا، ماموں سب ہی حافظ ہیں۔

"ابو ہریرہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ قرآن شریف کو سیکھو پھر اس کو پڑھو اس لئے کہ جو شخص قرآن شریف سیکھتا ہے اور پڑھتا ہے اور تہجد میں اس کو پڑھتا رہتا ہے اس کی مثال اس تھیلی کی سی ہے جو مشک سے بھری ہوئی ہو کہ اس کی خوشبو تمام مکان میں پھیلتی ہے اور جس شخص نے یہ سیکھا اور پھر سو گیا اس کی مثال اس مشک کی تھیلی کی سی ہے جس کا منہ بند کر دیا گیا ہو۔"

یعنی جس شخص نے قرآن پاک پڑھا اور اس کی خبر گیری کی، راتوں کو نماز میں تلاوت کی اس کی مثال اس مشک دان کی سی ہے کہ جو کھلا ہوا ہو کہ اس کی خوشبو سے تمام مکان مہکتا ہے اس طرح اس حافظ کی تلاوت سے تمام مکان انوار وبرکات سے معمور رہتا ہے۔ اور اگر وہ حافظ سو جاوے یا غفلت کی وجہ سے نہ پڑھ سکے تب بھی اس کے قلب میں جو کلام پاک ہے وہ بہرحال مشک ہی ہے۔ اس غفلت سے اتنا نقصان ہوا کہ دوسرے لوگ اس کی برکات سے محروم رہے۔ لیکن اس کا قلب تو بہرحال اس مشک کو اپنے اندر لیے ہوئے ہے۔

"عبداللہ بن عباسؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جس شخص کے قلب میں قرآن شریف کا کوئی حصہ بھی محفوظ نہیں وہ بمنزلہ ویران گھر کے ہے۔"

ویران گھر کے ساتھ تشبیہ دینے میں ایک خاص لطیفہ بھی ہے وہ یہ کہ "خانہ خالی را دیو می گیرد" اسی طرح جو قلب کلام پاک سے خالی ہوتا ہے شیاطین کا اس پر تسلط زیادہ ہوتا ہے۔ اس حدیث میں حفظ کی کس قدر تاکید فرمائی ہے کہ اس دل کو ویران گھر ارشاد ہوا ہے جس میں کلام پاک محفوظ نہیں، ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جس گھر میں کلام مجید پڑھا جاتا ہے اس کے اہل وعیال کثیر ہو جاتے ہیں اس میں خیر وبرکت بڑھ جاتی ہے، ملائکہ اس میں نازل ہوتے ہیں اور شیاطین اس گھر سے نکل جاتے ہیں۔

حدیث شریف کے شروع میں روایت کرنے والے صحابی عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ اگر میں نے اس حدیث کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ اور ایک مرتبہ اور ایک مرتبہ غرض سات دفعہ یہی لفظ کہا یعنی سات مرتبہ اگر نہ سنا ہوتا تو کبھی نقل نہ کرتا۔

"ابو ذرؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے ابو ذر اگر تو صبح کو جا کر ایک آیت کلام اللہ کی سیکھ لے تو نوافل کی سو رکعات سے افضل ہے۔ اور اگر باب علم کا سیکھ لے خواہ اس وقت وہ معمول بہ ہو یا نہ ہو تو یہ ہزار رکعات نفل پڑھنے سے بہتر ہے۔"

بہت سی احادیث اس مضمون میں وارد ہیں کہ علم کا سیکھنا عبادت سے افضل ہے فضائل علم میں جس قدر روایات وارد ہوئیں ہیں۔ ان کا احاطہ بالخصوص اس مختصر میں دشوار ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عالم کی عابد پر فضیلت ایسی ہے جیسا کہ میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ شخص پر۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ شیطان پر ایک فقیہ ہزار عابدوں سے زیادہ سخت ہے۔

"ابو ہریرہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ جو شخص دس آیتوں کی تلاوت کسی رات میں کرے وہ اس رات میں غافلین سے شمار نہیں ہوگا"

دس آیات کی تلاوت سے جس کے پڑھنے میں چند منٹ صرف ہوتے ہیں تمام رات کی غفلت سے نکل جاتا ہے اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی؟

"ابو ہریرہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص ان پانچوں فرض نمازوں پر مداومت کرے۔ وہ غافلین سے نہیں لکھا جائے گا۔ جو شخص سو آیات کی تلاوت کسی رات میں کرے وہ اس رات میں قانتین میں سے لکھا جائے گا"

"حسن بصریؒ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ جو شخص سو آیتیں رات کو پڑھے کلام اللہ شریف کے مطالبہ سے بچ جائے گا۔ اور جو دو سو پڑھ لے تو اس کو رات بھر کی عبادت کا ثواب ملے گا اور جو پانچ سو سے ہزار تک پڑھ لے اس کے لیے ایک قنطار ہے صحابہؓ نے پوچھا قنطار کیا ہوتا ہے؟ حضور اکرم صلی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عرب سے محبت کرنا ایمان ہے اور ان سے بغض نفاق ہے۔ (مستدرک حاکم)

اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بارہ ہزار کے برابر (درہم مراد ہوں یا دینار)"

"ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ بہت سے فتنے ظاہر ہوں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ ان سے خلاصی کی کیا صورت ہے؟ انہوں نے کہا کہ قرآن شریف"

حضرت سریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے جرجانی کو دیکھا کہ ستو پھانک رہے ہیں میں نے پوچھا کہ یہ خشک ہی پھانک رہے ہو؟ کہنے لگے کہ میں نے روٹی چبانے اور پھانکنے کا جب حساب لگایا تو چبانے میں اتنا وقت زیادہ خرچ ہوتا ہے کہ اس میں آدمی ستر مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکتا ہے اس لیے میں نے چالیس برس سے روٹی کھانا چھوڑ دی ستو پھانک کر گزر کر لیتا ہوں۔

منصور بن معمر کے متعلق لکھا ہے کہ چالیس برس تک عشاء کے بعد کسی سے بات نہیں کی۔

"حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جنت میں جانے کے بعد اہل جنت کو دنیا کی کسی چیز کا بھی قلق افسوس نہیں ہوگا بجز اس گھڑی کے جو دنیا میں اللہ کے ذکر کے بغیر گزر گئی ہو"

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کا ذکر ایسی کثرت سے کیا کرو کہ لوگ مجنوں کہنے لگیں، دوسری حدیث میں ہے کہ ایسا ذکر کرو کہ منافق لوگ تمہیں ریاکار کہنے لگیں"

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو تم میں سے عاجز ہو راتوں کو محنت کرنے سے اور بخل کی وجہ سے مال بھی خرچ نہ کیا جاتا ہو (یعنی نفلی صدقات) اور بزدلی کی وجہ سے جہاد میں بھی شرکت نہ کرسکتا ہو۔ اس کو چاہیے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرے"

عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَفْضَلُ الدُّعَاءِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ.

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمام اذکار میں افضل ذکر لا الہ الا اللہ ہے اور تمام دعاؤں میں افضل الحمدللہ ہے۔"

فائدہ: لا الہ الا اللہ کا افضل الذکر ہونا تو ظاہر ہے اور بہت سی حدیث میں کثرت سے وارد ہوا ہے۔ نیز سارے دین کا مدار ہی کلمہ توحید پر ہے تو پھر اس کے افضل ہونے پر کیا تردد ہے۔ اور الحمدللہ کو افضل دعاء اس لحاظ سے فرمایا ہے کہ کریم کی ثناء کا مطلب سوال ہی ہوتا ہے۔ عام مشاہدہ ہے کسی رئیس امیر، نواب کی تعریف میں قصیدہ خوانی کا مطلب اس سے سوال ہی ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص لا الہ الا اللہ پڑھے اس کے بعد اس کو الحمدللہ بھی پڑھنا چاہئے اس لیے کہ قرآن پاک میں

فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ کے بعد

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وارد ہے۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ تمام ذکروں میں افضل اور سب سے بڑھا ہوا ذکر کلمہ طیبہ ہے۔ کہ یہی دین کی وہ بنیاد ہے جس پر سارے دین کی تعمیر ہے اور یہ وہ پاک کلمہ ہے کہ دین کی چکی اس کے گرد گھومتی ہے۔ اسی وجہ سے صوفیہ اور عارفین اسی کلمہ کا اہتمام فرماتے ہیں۔ اور سارے اذکار پر اس کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور اس کی جتنی ممکن ہو کثرت کراتے ہیں۔ کہ تجربہ سے اسمیں جس قدر فوائد اور منافع معلوم ہوئے ہیں کسی دوسرے میں نہیں۔ چنانچہ سید علی بن میمون مغربی کا قصہ مشہور ہے کہ جب شیخ علوان حموی جو ایک متبحر عالم اور مفتی اور مدرس تھے، سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سید صاحب کی ان پر خصوصی توجہ ہوئی تو ان کو سارے مشاغل درس وتدریس وفتوی وغیرہ سے روک دیا، اور سارا وقت ذکر میں مشغول کردیا، عوام کا تو کام ہی اعتراض اور گالیاں دینا ہے لوگوں نے بڑا شور مچایا کہ شیخ کے منافع سے دنیا کو محروم کردیا اور شیخ کو ضائع کردیا وغیرہ وغیرہ، کچھ دنوں بعد سید صاحب کو معلوم ہوا کہ شیخ کسی وقت کلام اللہ کی تلاوت کرتے ہیں سید صاحب نے اس کو بھی منع کردیا تو پھر تو پوچھنا ہی کیا سید صاحب پر زندیقی اور بددینی کا الزام لگنے لگا لیکن چند ہی روز بعد شیخ پر ذکر کا اثر ہو گیا دل رنگ گیا تو سید صاحب نے فرمایا کہ اب تلاوت شروع کردو کلام پاک جو کھولا تو ہر ہر لفظ پر وہ وہ علوم و معارف کھلے کہ پوچھنا ہی کیا ہے۔ سید صاحب نے فرمایا میں نے خدانخواستہ تلاوت کو منع نہیں کیا تھا بلکہ اس چیز کو پیدا کرنا چاہا تھا۔

چونکہ یہ پاک کلمہ دین کی اصل ہے ایمان کی جڑ ہے۔ اسلیے جتنی بھی اس کی کثرت کی جائے اتنی ہی ایمان کی جڑ مضبوط ہوگی۔ ایمان کا مدار اسی کلمہ پر ہے بلکہ دنیا کے وجود کا مدار اسی کلمہ پر ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوسکتی جب تک لا الہ الا اللہ کہنے والا کوئی زمین پر ہو۔ دوسری حدیثوں میں آیا ہے کہ جب تک کوئی بھی اللہ اللہ کہنے والا روئے زمین پر ہو قیامت نہیں ہوگی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ نے اللہ جل جلالہٗ کی پاک بارگاہ میں عرض کیا کہ مجھے کوئی ورد تعلیم فرمادیجئے جس سے آپ کو یاد کیا کروں اور آپکو پکارا کروں ارشاد خداوندی ہوا کہ لا الہ الا اللہ کہا کرو انہوں نے عرض کیا اے پروردگار یہ تو ساری دنیا ہی کہتی ہے۔ ارشاد ہوا کہ لا الہ الا اللہ کہا کرو، عرض کی اے میرے رب میں تو کوئی ایسی مخصوص چیز مانگتا ہوں جو مجھی کو عطا ہو ارشاد ہوا کہ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور دوسری طرف لا الہ الا اللہ کو رکھ دیا جائے تو لا الہ الا اللہ والا پلڑا جھک جائے گا۔

"حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ لا الہ الا اللہ اور استغفار کو بہت کثرت سے پڑھا کرو

شیطان کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو گناہوں سے ہلاک کیا اور انہوں نے مجھے لا الہ الا اللہ اور استغفار سے ہلاک کیا جب میں نے دیکھا کہ (کہ یہ تو کچھ بھی نہ ہوا) تو میں نے ان کو ہوائے نفس (یعنی بدعات) سے ہلاک کیا اور وہ اپنے کو ہدایت پر سمجھتے رہے"

فائدہ: لا الہ الا اللہ اور استغفار سے ہلاک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ شیطان کا منتہائے مقصد دل پر اپنا زہر چڑھانا ہے جس کا ذکر باب اول فصل دوم کے نمبر ۴۱ پر گزر چکا، اور یہ زہر جب ہی چڑھتا ہے جب دل اللہ کے ذکر سے خالی ہو ورنہ شیطان کو ذلت کے ساتھ واپس ہونا پڑتا ہے اللہ کا ذکر دلوں کی صفائی کا ذریعہ ہے چنانچہ مشکوٰۃ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ ہر چیز کے لئے ایک صفائی ہوتی ہے دلوں کی صفائی اللہ کا ذکر ہے اسی طرح استغفار کے بارے میں کثرت سے احادیث میں یہ وارد ہوا ہے کہ وہ دلوں کے میل اور زنگ کو دور کرنے والا ہے۔ ابوعلی وقاق کہتے ہیں۔ کہ جب بندہ اخلاص سے لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو ایک دم دل صاف ہو جاتا ہے۔ (جیسا آئینہ پر بھیگا ہوا کپڑا پھیرا جاوے) پھر وہ الا اللہ کہتا ہے تو صاف دل پر اس کا نور ظاہر ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ شیطان کی ساری کوشش بیکار ہوگئی اور ساری محنت رائیگاں گئی۔ ہوائے نفس سے ہلاک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ناحق کو حق سمجھنے لگے اور جو دل میں آجائے اسی کو دین اور مذہب بنالے قرآن شریف میں کئی جگہ اس کی مذمت وارد ہوئی ہے ایک جگہ ارشاد ہے۔

اَفَرَءَ يْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ. (سورہ جاثیہ رکوع ۳)

کیا آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی ہے جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفس کو بنا رکھا ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے اس کو باوجود سمجھ بوجھ کے گمراہ کر دیا ہے۔ اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے۔ اور آنکھ پر پردہ ڈال دیا (کہ حق بات کو نہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے نہ دل میں اترتی ہے۔) پس اللہ کے گمراہ کر دینے کے بعد کون ہدایت کر سکتا ہے۔ پھر بھی تم نہیں سمجھتے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ. اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ. (سورہ قصص رکوع پانچ)

ایسے شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہو بغیر اس کے کوئی دلیل اللہ کی طرف سے (اس کے پاس) ہو، اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا اور بھی متعدد جگہ اس قسم کا مضمون وارد ہوا ہے۔ یہ شیطان کا بہت ہی سخت حملہ ہے کہ وہ غیر دین کو دین کے لباس میں سمجھاوے۔ اور آدمی اس کو دین سمجھ کر کرتا رہے۔ اور اس پر ثواب کا امیدوار بنا رہے اور جب وہ اس کو عبادت اور دین سمجھ کر کرتا رہے تو اس پر توبہ کیونکر کر سکتا ہے اگر کوئی شخص زنا، چوری، وغیرہ گناہوں میں مبتلا ہو تو کسی نہ کسی وقت توبہ اور چھوڑ دینے کی امید ہے۔ لیکن جب کسی ناجائز کام کو وہ عبادت سمجھتا ہے تو وہ اس سے توبہ کیوں کرے اور کیوں اس کو چھوڑے۔ بلکہ دن بدن اس میں ترقی کرے گا یہی مطلب ہے شیطان کے اس کہنے کا کہ میں نے گناہوں میں مبتلا کیا، لیکن ذکر اذکار، توبہ واستغفار سے وہ مجھے دق کرتے رہے تو میں نے ایسے جال میں پھانس دیا کہ اس سے نکل ہی نہیں سکتے۔ اس لئے دین کے ہر کام میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے طریقے کو اپنا رہبر بنانا بہت ہی ضروری امر ہے اور کسی ایسے طریقہ کو اختیار کرنا جو خلاف سنت ہو نیکی برباد گناہ لازم ہے۔

اعتکاف کے بیان میں

اعتکاف کہتے ہیں مسجد میں اعتکاف کی نیت کر کے ٹھہرنے کو حنفیہ کے نزدیک اس کی تین قسمیں ہیں۔ ایک واجب جو منت یا نذر کرنے کی وجہ سے ہو جیسے یہ کہے کہ اگر میرا افلاں کام ہو گیا تو میں اتنے دنوں کا اعتکاف کروں گا یا بغیر کسی کام کے موقوف کرنے کے یوں ہی کہہ لے کہ میں نے اتنے دنوں کا اعتکاف اپنے اوپر لازم کر لیا یہ واجب ہوتا ہے اور جتنے دنوں کی نیت ہے اس کا پورا کرنا ضروری ہے۔

دوسری قسم سنت ہے جو رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عادت شریفہ ان ایام کے اعتکاف فرمانے کی تھی۔

تیسرا اعتکاف نفل ہے جس کے لئے نہ کوئی وقت ہے نہ ایام کی مقدار، جتنے دن کا جی چاہے کر لے حتیٰ کہ اگر کوئی شخص تمام عمر کے اعتکاف کی نیت کر لے تب بھی جائز ہے۔ البتہ کمی میں اختلاف ہے کہ امام صاحب کے نزدیک ایک دن سے کم کا جائز نہیں لیکن امام محمد کے نزدیک تھوڑی دیر کا بھی جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اس لئے ہر شخص کے لئے مناسب ہے کہ جب مسجد میں داخل ہو اعتکاف کی نیت کر لیا کرے۔ کہ اتنے نماز وغیرہ میں مشغول رہے اعتکاف کا ثواب بھی رہے۔

اعتکاف کا بہت زیادہ ثواب ہے اور اس کی فضیلت اس سے زیادہ کیا ہوگی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اس کا اہتمام فرماتے تھے۔ معتکف کی مثال اس شخص کی سی ہے کہ کسی کے در پر جا پڑے کہ اتنے میری درخواست قبول نہ ہو ٹلنے کا نہیں۔

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

اگر حقیقتاً یہی حال ہو تو سخت سے سخت دل والا پسیجتا ہے۔ اور اللہ جل وشانہٗ کی

کریم ذات تو بخشش کے لئے بہانہ ڈھونڈتی ہے بلکہ بے بہانہ مرحمت فرماتے ہیں۔

تو وہ داتا ہے کہ دینے کے لئے
در تیری رحمت کے ہیں ہر دم کھلے
خدا کے دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

اس لئے کہ جو شخص اللہ کے دروازے پر دنیا سے منقطع ہو کر جا پڑے تو اس کے نوازے جانے میں کیا تامل ہو سکتا ہے اللہ جل شانہٗ جس کو اکرام فرمادیں اس کے بھر پور خزانوں کا بیان کون کر سکتا ہے اس لئے آگے کہنے سے قاصر ہوں کہ نامرد بلوغ کی کیفیت کیا بیان کر سکتا ہے مگر ہاں یہ ٹھان لے کہ

جس گل کو دل دیا ہے جس پھول پہ فدا ہوں
یا وہ بغل میں آئے یا جاں قفس سے چھوٹے

بخاری ومسلم کی ایک روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آخیر عشرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم لنگی کو مضبوط باندھ لیتے اور راتوں کا احیاء فرماتے اور اپنے گھر کے لوگوں کو بھی جگاتے، لنگی مضبوط باندھنے سے کوشش میں اہتمام کی زیادتی بھی مراد ہو سکتی ہے۔ اور بیبیوں سے بالکلیہ احتراز بھی مراد ہو سکتا ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فِی الْمُعْتَکِفِ ھُوَ یَعْتَکِفُ الذُّنُوْبَ وَیَجْرِیْ لَہٗ مِنَ الْحَسَنَاتِ کَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ کُلِّھَا۔ (مشکوٰۃ عن ابن ماجہ)

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ معتکف گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور اس کیلئے نیکیاں اتنی ہی لکھی جاتی ہیں جتنی کہ کرنے والے کے لئے۔"

فائدہ: دو مخصوص نفعے اعتکاف کے اس حدیث میں ارشاد فرمائے گئے ہیں ایک یہ کہ اعتکاف کی وجہ سے گناہوں سے حفاظت ہو جاتی ہے ورنہ بسا اوقات کوتاہی اور لغزش سے کچھ اسباب ایسے پیدا ہو جاتے ہیں کہ اس میں آدمی گناہ میں مبتلا ہو ہی جاتا ہے اور ایسے متبرک وقت میں معصیت کا ہو جانا کس قدر ظلم عظیم ہے اعتکاف کی وجہ سے ان سے امن و سلامتی رہتی ہے۔ دوسرے یہ کہ بہت سے نیک اعمال جیسا کہ جنازہ کی شرکت، مریض کی عیادت وغیرہ ایسے امور ہیں کہ اعتکاف میں بیٹھ جانے کی وجہ سے معتکف ان کو نہیں کر سکتا۔ اس لئے اعتکاف کی وجہ سے جن عبادتوں سے رکا رہا ان کا اجر بغیر کئے بھی ملتا رہے گا۔

اللہ اکبر! کس قدر رحمت اور فیاضی ہے کہ ایک آدمی عبادت کرے اور دس عبادتوں کا ثواب مل جائے۔ درحقیقت اللہ کی رحمت بہانہ ڈھونڈتی ہے اور تھوڑی سی توجہ اور مانگ سے دھواں دھار برستی ہے۔

بہ بہانہ می دہد بہ بہانی دہد

مگر ہم لوگوں کو سرے سے اس کی قدر ہی نہیں ضرورت ہی نہیں توجہ کون کرے اور کیوں کرے کہ دین کی وقعت ہی ہمارے قلوب میں نہیں۔

اس کے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر
تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

فضائل درود شریف

علامہ سخاوی نے قول بدیع میں بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے اور اس میں اتنا اضافہ ہے کہ فلاں شخص جو فلاں کا بیٹا ہے اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اللہ جل شانہٗ اس کے ہر درود کے بدلہ میں اس پر دس مرتبہ درود (رحمت) بھیجتے ہیں۔

ایک اور حدیث سے یہ مضمون نقل کیا ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کو ساری مخلوق کی بات سننے کی قوت عطا فرمائی ہے۔ وہ قیامت تک میری قبر پر متعین رہے گا۔ جب کوئی شخص مجھ پر درود بھیجے گا تو وہ فرشتہ اس شخص کا اور اس کے باپ کا نام لے کر مجھ سے کہتا ہے کہ فلاں نے جو فلاں کا بیٹا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ شانہٗ نے مجھ سے یہ ذمہ لیا ہے کہ جو مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجے گا اللہ جل شانہٗ اس پر دس مرتبہ درود بھیجیں گے۔

ایک اور حدیث سے بھی یہی فرشتہ والا مضمون نقل کیا ہے اور اس کے آخر میں یہ مضمون ہے کہ.......... میں نے اپنے رب سے یہ درخواست کی تھی کہ جو مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجے اللہ جل شانہٗ اس پر دس دفعہ درود بھیجیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے میری یہ درخواست قبول فرمالی۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے اللہ جل شانہٗ اس پر دس دفعہ درود (رحمت) بھیجتے ہیں۔ اور ایک فرشتہ اس پر مقرر ہوتا ہے جو اس درود کو مجھ تک پہنچاتا ہے۔ ایک جگہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص میرے اوپر جمعہ کے دن یا جمعہ کے شب میں درود بھیجے اللہ جل شانہٗ اس کی سو حاجتیں پوری کرتے ہیں اور اس پر ایک فرشتہ مقرر کر دیتے ہیں جو اس کو میری قبر میں مجھ تک ایسی طرح پہنچاتا ہے جیسے تم لوگوں کے پاس ہدایا بھیجے جاتے ہیں۔

اس حدیث پر یہ اشکال نہ کیا جائے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک فرشتہ ہے جو قبر اطہر میں متعین ہے جو ساری دنیا کے صلوٰۃ وسلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتا رہے اور اس سے پہلی حدیث میں آیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے فرشتے زمین پر پھرتے رہتے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک امت کا سلام پہنچاتے رہتے ہیں۔ اس لئے کہ جو فرشتہ قبر

اطہر پر متعین ہے اس کا کام صرف یہی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک امت کا سلام پہنچاتا رہے۔ اور یہ فرشتے جو سیاحین ہیں یہ ذکر کے حلقوں کو تلاش کرتے رہتے ہیں اور جہاں کہیں درود ملتا ہے اس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں اور یہ عام مشاہدہ ہے کہ کسی بڑے کی خدمت میں آ کر اگر کوئی پیام بھیجا جاتا ہے اور مجمع میں اس کو ذکر کیا جاتا ہے تو ہر شخص اس پر فخر اور تقرب سمجھتا ہے کہ وہ پیام پہنچائے اپنے اکابر اور بزرگوں کے یہاں یہ منظر بار ہا دیکھنے کی نوبت آئی۔ پھر سید الکونین فخر الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کا تو پوچھنا ہی کیا۔ اس لئے جتنے بھی فرشتے پہنچائیں برمحل ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُهٗ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نَائِیًا اُبْلِغْتُهٗ (رواه البیهقی فی شعب الایمان کذا فی المشکوة و بسط السخاوی فی تخریجه)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص میرے اوپر میری قبر کے قریب درود بھیجتا ہے۔ میں اس کو خود سنتا ہوں اور جو دور سے مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ مجھ کو پہنچا دیا جاتا ہے"

فائدہ: علامہ سخاوی نے قول بدیع میں متعدد روایات سے یہ مضمون نقل کیا ہے کہ جو شخص دور سے درود بھیجے فرشتہ اس پر متعین ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچائے اور جو شخص قریب سے پڑھتا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سنتے ہیں جو شخص دور سے درود بھیجے اس کے متعلق تو پہلی روایات میں تفصیل سے گذر ہی چکا کہ فرشتے اس پر متعین ہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر جو شخص درود بھیجے اسکو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچادیں۔ اس حدیث پاک میں دوسرا مضمون کہ جو قبر اطہر کے قریب درود پڑھے اسکو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس خود سنتے ہیں۔ بہت ہی قابل فخر، قابل عزت، قابل لذت چیز ہے

علامہ سخاوی نے قول بدیع میں سلیمان بن سحیم سے نقل کیا ہے کہ میں نے خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، میں نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ جو لوگ حاضر ہوتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سمجھتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں سمجھتا ہوں۔ اور ان کے سلام کا جواب بھی دیتا ہوں۔ سوتے وقت چند بار پڑھنا زیارت کے لئے شیخ نے لکھا ہے۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّ الْحِلِّ وَالْحَرَمِ وَرَبَّ الْبَیْتِ الْحَرَامِ وَرَبَّ الرُّکْنِ وَالْمَقَامِ اَبْلِغْ لِرُوْحِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ مِنَّا السَّلَامَ.

مگر بڑی شرط اس دولت کے حصول میں قلب کا شوق سے پر ہونا اور ظاہری و باطنی مصیبتوں سے بچنا ہے۔ انتہی

ہمارے حضرت شیخ المشائخ قطب الارشاد شاہ ولی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے اپنی کتاب نوادر میں بہت سے مشائخ تصوف اور ابدال کے ذریعے سے حضرت خضر علیہ السلام سے متعدد اعمال نقل کئے ہیں۔ اگرچہ محدثانہ حیثیت سے ان پر کلام ہے لیکن کوئی فقہی مسئلہ نہیں جس میں دلیل اور حجت کی ضرورت ہو۔ مبشرات اور منامات ہیں۔ منجملہ ان کے لکھا ہے کہ ابدال میں سے ایک بزرگ نے حضرت خضر علیہ الصلوۃ والسلام سے درخواست کی کہ مجھے کوئی عمل بتا دیجئے جو میں رات میں کیا کروں انہوں نے فرمایا کہ مغرب سے عشاء تک نفلوں میں مشغول رہا کر، کسی شخص سے بات نہ کر، نفلوں کی دو رکعت پر سلام پھیرتا رہا کر، اور ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورہ فاتحہ اور تین مرتبہ قل ھو اللہ پڑھتا رہا کر، عشاء کے بعد بھی بغیر بات کیے اپنے گھر چلا جا، اور وہاں جا کر دو رکعت نفل پڑھ اور ہر رکعت میں ایک دفعہ سورہ فاتحہ اور سات مرتبہ قل ھو اللہ نماز کا سلام پھیرنے کے بعد ایک سجدہ کر جس میں سات دفعہ استغفار، سات مرتبہ درود شریف اور سات دفعہ

سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ.

پھر سجدے سے سر اٹھا کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھا اور یہ دعا پڑھ

یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَا اِلٰهَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ یَا رَحْمٰنَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَرَحِیْمَهُمَا یَا رَبِّ یَا رَبِّ یَا رَبِّ یَا اللّٰہُ یَا اللّٰہُ یَا اللّٰہُ.

پھر اسی حال میں ہاتھ اٹھائے ہوئے کھڑا ہو اور کھڑے ہو کر پھر یہی دعا پڑھ، پھر دائیں کروٹ پر قبلہ کی طرف منہ کر کے لیٹ جا۔ اور سونے تک درود شریف پڑھتا رہ۔ جو شخص یقین اور نیک نیتی کے ساتھ اس عمل پر مداومت کرے گا۔ مرنے سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور خواب میں دیکھے گا۔

بعض لوگوں نے اس کا تجربہ کیا، انہوں نے دیکھا کہ وہ جنت میں گئے، وہاں انبیائے کرام اور سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور ان سے بات کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ اس عمل کے بہت سے فضائل ہیں جن کو ہم نے اختصاراً چھوڑ دیا۔ اور بھی متعدد عمل اس نوع کے حضرت پیر پیران رحمہ اللہ سے نقل کیے ہیں۔ علامہ دمیری نے حیوۃ الحیوان میں لکھا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے بعد باوضو ایک پرچہ پر

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اَحْمَدُ رَسُوْلُ اللّٰہِ

پینتیس مرتبہ لکھے اور اس پرچہ کو اپنے ساتھ رکھے اللہ جل شانہٗ اس کو اطاعت پر قوت فرماتا ہے۔ اور اس کی برکت میں مدد فرماتا ہے۔ اور شیاطین کے وساوس سے حفاظت فرماتا ہے اور اگر اس پرچہ کو روزانہ طلوع آفتاب کے وقت درود شریف پڑھتے ہوئے غور سے دیکھتا رہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں کثرت سے ہوا کرے۔

تنبیہ:...... خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک غیرت ایمان کا حصہ ہے اور بے غیرتی منافقت کا حصہ ہے اور بے غیرت دیوث (دلہ) ہوتا ہے۔" (بیہقی)

جانا بڑی سعادت ہے۔ لیکن دو امر قابل لحاظ ہیں اول وہ جس کو حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے نشر الطیب میں تحریر فرمایا ہے۔ حضرت تحریر فرماتے ہیں " جاننا چاہیے کہ جس کو بیداری میں یہ شرف نصیب نہیں ہوا اس کے لئے بجائے اس کے خواب میں زیارت سے مشرف ہو جانا سرمایہ تسلی اور فی نفسہ ایک نعمت عظمٰی دولت کبریٰ ہے۔ اور اس سعادت میں اکتساب کو اصلاً دخل نہیں محض موہوب ہے و نعم ما قیل

ایں　سعادت　بزور　بازو　نیست
تانہ　بخشد　خدائے　بخشندہ

(ترجمہ) "کسی نے کیا ہی اچھا کہا کہ یہ سعادت قوت بازو سے حاصل نہیں ہوتی جبتک اللہ جل شانہٗ کی طرف سے عطاء اور بخشش نہ ہو۔"

ہزاروں کی عمریں اس حسرت میں ختم ہوگئیں۔ البتہ غالب یہ ہے کہ کثرت درود شریف وکمال اتباع سنت وغلبہ محبت پر اس کا ترتب ہو جاتا ہے لیکن چونکہ لازمی اور کلی نہیں اس لئے اس کے نہ ہونے سے مغموم محزون نہ ہونا چاہئے۔ کہ بعض کے لئے اس میں حکمت ہے رحمت ہے عاشق کو رضائے محبوب سے کام خواہ وصل ہو تب، ہجر ہو تب وللہ در من قال

اریدوصالہ　و　یرید　ھجری
فاترک　ما　ارید　لما　یرید

"اور اللہ ہی کے لئے خوبی ہے اس کہنے والے کی کہ جس نے کہا کہ میں اس کا وصال چاہتا ہوں اور وہ مجھ سے فراق چاہتا ہے میں اپنی خوشی کو اس کی خوشی کے مقابلے میں چھوڑتا ہوں۔" (قال العارف شیرازی)

فراق ووصل چہ باشد رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد از وغیر او تمنائے

ترجمہ: (عارف شیرازی فرماتے ہیں " فراق ووصل کیا ہوتا ہے محبوب کی رضا ڈھونڈ کہ محبوب سے اس کی رضا کے سوا تمنا کرنا ظلم ہے)

یا رب صل و سلم دائما ابدا
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

عبادات

جس طرح بعض بنیادی عقائد کو دوسرے عقائد کے لحاظ سے خاص اہمیت حاصل ہے اسی طرح شریعت کے دوسرے شعبوں کے مقابلے میں عبادات کو خصوصی اہمیت حاصل ہے کیونکہ خدا اور بندے کا تعلق دوسری سب چیزوں کی بہ نسبت عبادات سے زیادہ ظاہر ہوتا ہے اور زندگی کے دوسرے شعبوں کی اصلاح اور درستی میں بھی عبادت کو خاص دخل ہے۔

عبادت سے کیا مراد ہے:

س:...... عبادات سے کیا مراد ہے؟

ج:...... عبادات سے مراد خاص وہ اعمال ہیں جو بندہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی اور اس کے سامنے اپنی عاجزی اور بے چارگی ظاہر کرنے کے لیے کرتا ہے۔ جس سے اس کا مقصد رضا اور اس کا قرب حاصل کرنا ہوتا ہے۔ جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقات، ذکر و تلاوت اور قربانی جیسے اعمال جو صرف اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے اور اپنی روحانی ترقی کے لیے کیے جاتے ہیں۔

عبادت کی قسمیں

س:...... عبادت کی کتنی قسمیں ہیں؟

ج:...... عبادت کی تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ جن کا تعلق اعضائے ظاہرہ سے ہے۔ جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، قربانی، تلاوت قرآن پاک، ذکر، درود شریف اور دعاء وغیرہ۔ دوسرے وہ جن کا تعلق مال سے ہے جیسے زکوٰۃ، فطرانہ، قربانی، عشر، وقف، تعمیر مسجد، مدرسہ، خانقاہ، مسافر خانہ، کنواں، پل وغیرہ۔ تیسرے وہ جن کا تعلق جسم و مال دونوں سے ہے۔ جیسے حج، جہاد۔ ان تینوں قسموں کا نام عبادات ہے۔ ہم اس حصے میں ان ہی تینوں قسموں کی عبادات کو بیان کریں گے اور چونکہ عبادت میں پاکیزگی کو خاص اہمیت حاصل ہے اس لیے سب سے پہلے مسائل طہارت کے متعلق بیان کرتے ہیں۔ پھر اس کے بعد نماز و دیگر عبادات روزہ، زکوٰۃ، قربانی اور حج کو بیان کریں گے۔

طہارت

طہارت کی اہمیت:

س:...... اسلام میں طہارت کا کیا درجہ ہے؟

ج:...... طہارت کا دین اسلام میں بڑا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ بلاشبہ اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں توبہ کرنے والوں کو اور خوب پاک رہنے والوں کو۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اَلطُّھُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ پاکیزگی و طہارت ایمان کا حصہ ہے۔ غرض طہارت کو دین اسلام میں بہت ہی زیادہ اہتمام حاصل ہے۔ خصوصاً نماز تو بغیر طہارت حاصل کیے ادا ہی نہیں ہوتی۔ جیسا کہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے کہ لَا تُقْبَلُ صَلٰوۃٌ بِغَیْرِ طُھُوْرٍ یعنی کوئی نماز طہارت کے بغیر قبول نہیں ہوتی اس لیے نماز سے پہلے اس بات کا پورا پورا اطمینان کر لینا چاہیئے کہ کپڑوں پر یا بدن پر کوئی نجاست نہ لگی ہو۔ اگر لگی ہو تو اسے پانی سے دھو کر خوب صاف کر کے پاک کر لیا جائے تاکہ بدن ہر قسم کے میل کچیل بدبو اور گندگی سے پاک ہو۔ پاس بیٹھنے والوں کو تکلیف نہ پہنچے۔ اور ان کے دلوں میں نفرت و حقارت کے جذبات پیدا نہ ہوں اور ساتھ ہی پاکی وصفائی کے اثرات جسم سے قلب تک پہنچیں۔ اور انسان دلی طور پر انبساط وخوشی حاصل کر سکے۔ دنیاوی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کہ افضل ایمان صبر کرنا اور سخاوت کرنا ہے۔" (بیہقی)

کاموں اور دینی کاموں اور دینی عبادات وامور کو پورے ذوق وشوق اور انہماک سے انجام دے سکے۔ کیونکہ کوئی نماز بغیر طہارت کے قبول نہیں ہوتی جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے جسم میں جتنی پاکیزگی ہوگی طبیعت میں اتنا ہی سرور ونشاط ہوگا۔ پھر اگر انسان عبادت الٰہی کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو شوق وانہماک خاص طور پر بڑھ جاتا ہے اس لیے نماز کے احکام ومسائل سے قبل شرائط نماز کا بیان کرتے ہیں۔

شرائط نماز:

س:......نماز پڑھنے سے پہلے کن کن چیزوں کی ضرورت ہے ان کو بیان کیجئے؟

ج:......نماز پڑھنے سے پہلے سات چیزوں کی ضرورت ہے جن کے بغیر نماز نہیں ہوتی ان چیزوں کو شرائط نماز اور فرض کہتے ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) بدن کا پاک ہونا۔ (۲) کپڑوں کا پاک ہونا۔

(۳) جگہ کا پاک ہونا۔ (۴) نماز کا وقت ہونا۔

(۵) نیت کرنا۔ (۶) قبلہ کی طرف منہ کرنا (۷) ستر چھپانا۔

پاک کرنے کا طریقہ:

س:......کپڑے یا بدن پر ناپاکی لگ جائے تو اسے کس طرح پاک کیا جائے؟

ج:......کپڑے یا بدن پر اگر گاڑھی نجاست لگ جائے۔ جیسے پاخانہ یا خون وغیرہ تو پہلے نجاست لگی ہوئی جگہ کو اسقدر دھوئیں کہ نجاست چھوٹ جائے اور دھبہ جاتا رہے۔ جب تک نجاست دور نہ ہوگی کپڑا ہو یا بدن پاک نہ ہوگا۔ نجاست اگر پہلی بار دھونے سے دور ہو جائے تو اس کے بعد بھی دو مرتبہ دھولیں۔ اگر دو مرتبہ دھونے سے نجاست دور نہ ہو تو پھر ایک مرتبہ اور دھولیں۔ غرض ہر حالت میں تین مرتبہ دھونا بہتر ہے۔ کپڑے یا بدن پر لگی ہوئی نجاست اگر گاڑھی نہیں بلکہ پتلی ہے جیسے پیشاب ناپاک پانی تو بس تین مرتبہ اچھی طرح دھولیں اور اگر کپڑا ہو تو ہر مرتبہ دھونے کے بعد اسے نچوڑنا بھی ضروری ہے۔

نجاست کی قسمیں:

س:......نجاست کی کتنی قسمیں ہیں؟

ج:......نجاست کی دو قسمیں ہیں۔ ایک نجاست غلیظہ دوسری نجاست خفیفہ۔ نجاست غلیظہ جیسے خون اور آدمی کا پیشاب، منی، شراب، کتے، بلی کا پاخانہ پیشاب، چھوٹے دودھ پیتے بچے کا پیشاب۔ ان کا حکم یہ ہے کہ اگر ان میں سے کوئی چیز پتلی اور بہنے والی کپڑے یا بدن پر لگ جائے اگر پھیلاؤ میں روپے کے برابر یا اس سے کم ہو تو معاف ہے۔ بغیر دھوئے اگر نماز پڑھ لی گئی تو نماز ہو جائے گی۔ لیکن اس طرح نماز پڑھنا مکروہ ہے اور اگر روپے سے زیادہ ہو تو معاف نہیں۔ بغیر اس کے دھوئے نماز نہ ہوگی۔ اور اگر نجاست غلیظ گاڑھی چیز لگ جائے یا پاخانہ اور مرغی وغیرہ کی بیٹ ہو تو اگر وزن میں ساڑھے چار ماشہ یا اس سے کم ہو تو بے دھوئے نماز درست ہے اور اگر اس سے زیادہ ہو تو بے دھوئے جائز نہیں۔

دوسری قسم نجاست خفیفہ ہے۔ جیسے حرام پرندوں کی بیٹ اور جانوروں کا پیشاب۔ تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر ان میں سے کوئی چیز کپڑے یا بدن میں لگ جائے تو جس حصے میں لگی ہے اگر اس کے چوتھائی سے کم ہو تو معاف ہے۔ اگر پوری چوتھائی یا اس سے زیادہ ہو تو معاف نہیں۔ اگر کوئی جگہ گوبر سے لپی ہو یا کوئی جگہ ناپاک ہو۔ اور اس پر بھیگا ہوا ہاتھ پیر یا کپڑا لگ جائے یا وہ جگہ گیلی ہو اور اس ناپاک جگہ کی مٹی چھوٹ کر ہاتھ یا کپڑے پر لگ جائے تو کپڑا اور ہاتھ ناپاک ہو جائے گا اگر صرف تری سی معلوم ہو اور مٹی نہ لگے تو ناپاک نہ ہوگا اسی طرح کپڑا ناپاک بھیگا ہوا اس پر دوسرا پاک کپڑا بچھا دیا یا لپیٹ دیا تو اگر اس نجاست کا اثر رنگ وبو کپڑے پر آ جائے یا اتنا تر ہو جائے کہ نچوڑنے سے دو ایک قطرے ٹپکے یا ہاتھ تر ہو جائے تو وہ پاک کپڑا ناپاک ہو جائے گا اور نماز نہ ہوگی۔

س:......نجاست حکمیہ کسے کہتے ہیں؟

ج:...... جب جسم سے پاخانہ، پیشاب خون بہنے والا اور منہ بھر کر قے ہو تو اس کو نجاست حکمیہ اور حدث اصغر کہتے ہیں اور اگر منی خارج ہوئی ہو یا حیض نفاس جاری ہو تو اس کو نجاست حکمیہ اور حدث اکبر کہتے ہیں۔

س:......نجاست غلیظہ اور نجاست خفیفہ کس طرح پاک ہو سکتی ہے؟

ج:......نجاست غلیظہ کے ایک روپیہ کے برابر لگ جانے سے نماز نہیں ہوتی اور وزن میں ساڑھے چار ماشہ کے برابر ہو تو نماز نہیں ہوتی۔

س:......نجاست خفیفہ کس قدر لگ جانے سے نماز نہیں ہوتی؟

ج:...... کسی عضو یا کسی جوڑ کے چوتھائی حصہ پر نجاست خفیفہ لگ جائے تو نماز نہیں ہوتی مثلاً آستین یا دامن یا کلی یا گریبان کے چوتھائی پر نجاست خفیفہ لگ جانے سے نماز نہ ہوگی یا ہاتھ وران اور پشت و پیٹ وغیرہ کے مربع پر نجاست لگ جائے نیز یہ بات بھی اچھی طرح ذہن میں رکھیے کہ نجاست گاڑھی ہو یا پتلی نچوڑے بغیر دھونے سے پاک کپڑا پاک نہیں ہوتا خواہ کتنی ہی بار پانی میں ڈبو ڈبو کر کیوں نہ نکالا جائے۔ البتہ نجاست اگر کسی ایسی چیز میں لگی ہے جس کو نچوڑا نہیں جا سکتا جیسے لحاف، توشک یا چٹائی وغیرہ تو اس کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک دفعہ دھو کر ٹھہر جائیں جب پانی ٹپکنا بند ہو جائے تو پھر دھوئیں اور پھر پانی ٹپکنے کے لئے چھوڑ دیں۔ جب پانی ٹپکنا پھر بند ہو جائے تب اسے پھر دھوئیں اس طرح تین بار دھوئیں۔ نماز سے پہلے اس بات کا پوری طرح اطمینان کر لینے کے علاوہ کہ کپڑے اور بدن پاک ہیں یہ بات بھی بہت ضروری ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امانت میں ایمان داری کرنا روزی کو کھینچ لاتا ہے اور امانت میں خیانت کرنا افلاس کو لاتا ہے۔ (القضاعی عن علی)

کہ اگر پیشاب یا پاخانہ کی ضرورت محسوس ہو رہی ہو تو اس سے بھی نماز سے پہلے فراغت حاصل کر کے خوب اچھی طرح استنجا کر لینا چاہیے۔

استنجے کا بیان:

س:......استنجا کرنا سنت ہے یا واجب۔ اور کن کن چیزوں سے استنجا کرنا چاہیے اور کن کن چیزوں سے نہیں؟

ج:...... پانی یا مٹی کے ڈھیلے سے استنجا کرنا سنت ہے۔ اگر پاخانہ یا پیشاب اپنے مقام سے بڑھ کر ادھر ادھر نہ لگا ہو تو پانی سے بھی استنجا کرنا مستحب ہے اور اگر نجاست ادھر ادھر لگ گئی ہو تو استنجا کرنا سنت ہے۔

آج کل مثانے چونکہ کمزور ہو چکے ہیں پیشاب کرنے کے بعد قطرے کے آتے رہنے کا خطرہ رہتا ہے۔ اس لئے مٹی کے ڈھیلے، ٹائلٹ پیپر کے استعمال یا کسی اور صورت سے قطرے کا خطرہ دور کرنا واجب ہے۔ لیکن ہڈی، لید، گوبر، کوئلے، قیمتی کپڑے اور کاغذ وغیرہ سے استنجا کرنا مکروہ ہے۔ بائیں ہاتھ سے استنجا کرنا سنت ہے۔ قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کر کے استنجا کرنا مکروہ تحریمی ہے استنجا کرنے میں مرد سردیوں میں ڈھیلا پیچھے سے آگے لائے اور گرمی میں اس کے برعکس اور عورت ہر موسم میں آگے سے پیچھے لے جائے۔

س:......وہ کون کون سے مقامات ہیں جہاں پیشاب و پاخانہ کرنا منع ہے؟

ج:...... کنویں، نہر، حوض، چشمہ، سایہ دار درخت، پھل دار درخت کے نیچے اور عام راستوں میں، مسجد و عیدگاہ کے اردگرد، قبرستان اور جانوروں کے بل و سوراخ میں اور وضو کی جگہ اور غسل خانہ میں پیشاب، پاخانہ نہ کرنا چاہیے مکروہ تحریمی ہے۔

س:...... ننگے سر اور کھڑے ہو کر پیشاب کرنا کیسا ہے؟

ج:...... ننگے سر استنجا ہو جاتا ہے مگر مکروہ ہے اور جس انگوٹھی پر آیت یا اسم الٰہی لکھا ہو لے جانا مکروہ ہے۔ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا بلا عذر نہ چاہئے البتہ بیٹھنے میں درد کمر وغیرہ کی تکلیف ہو تو جائز ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کمر کے درد کی وجہ سے کھڑے ہو کر پیشاب کیا تھا۔

س:...... اگر وضو کے بعد استنجا کرنا یاد آئے تو کیا پھر دوبارہ وضو کرنا ہے؟

ج:...... وضو کے بعد استنجا کیا تو اگر عضو کو ڈھیلا کر کے استنجا کیا تو وضو ٹوٹ گیا اور اگر یونہی پانی سے دھویا تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

س:...... بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت کیا پڑھے؟

ج:...... یہ پڑھے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ.

اور جب استنجے سے فارغ ہو کر باہر آئے تو یہ پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ.

تنبیہ:...... اگر کوئی شخص کسی کے کپڑے میں اتنی نجاست دیکھے کہ جس سے نماز نہیں ہوتی تو اگر غالباً گمان یہ ہے کہ اس کو کہوں گا تو پانی سے دھولے گا نجاست دور کرے گا تو بتانا واجب ہے ورنہ بتانا واجب نہیں اسی طرح سے کسی کو نیک کام کہنا، اس وقت واجب ہے جب کہ غالب گمان ہو کہ وہ شخص عمل کرے گا ورنہ فرض واجب نہیں اور یہ بھی شرط ہے کہ ضرر کا خوف نہ ہو ورنہ مختار یہ ہے کہ چاہے کہے چاہے نہ کہے اسی طرح گناہ کے کام سے منع کرنے میں بھی یہی تفصیل ہے کہ غالب گمان ہو کہ وہ شخص رک جائے گا اور ضرر نہ پہنچائے گا اور یہ شخص اس سے بڑے گناہ میں خود مبتلا نہ ہو۔ اسی طرح جو شخص خود فاسق ہو مگر ظن غالب ہو کہ اس کے کہنے سے دوسرا آدمی اس کے کہنے پر عمل کرے گا اور گناہ کے کام سے بچے گا تو اس فاسق پر بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب ہے۔

وضو کا بیان:

س:......وضو کسے کہتے ہیں؟

ج:......وضو اسے کہتے ہیں کہ جب آدمی نماز پڑھنے کا ارادہ کرے تو پاک برتن میں پاک پانی لے کر پہلے گٹھنوں تک ہاتھ دھوئے، پھر مسواک کرے پھر تین بار کلی کرے، پھر تین بار ناک میں پانی ڈالے اور ناک صاف کرے پھر تین بار دھوئے، پھر کہنیوں تک دونوں ہاتھ دھوئے، پھر سر اور کانوں کا مسح کرے پھر دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوئے۔

وضو کے فرائض

س:......وضو میں کتنی چیزیں فرض ہیں؟

ج:......وضو میں چار چیزیں فرض ہیں۔

(۱) پیشانی کے بالوں سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک منہ دھونا۔ (۲) دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا۔ (۳) چوتھائی سر کا مسح کرنا۔ (۴) دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا۔

وضو کی سنتیں

س:......وضو میں کتنی سنتیں ہیں؟

ج:......وضو میں تیرہ سنتیں ہیں۔ (۱) نیت کرنا۔ (۲) بسم اللہ پڑھنا
(۳) پہلے دونوں ہاتھ گٹھنوں تک دھونا۔ (۴) مسواک کرنا۔
(۵) تین بار کلی کرنا۔ (۶) تین بار ناک میں پانی ڈالنا۔
(۷) ڈاڑھی کا خلال کرنا۔ (۸) ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرنا۔
(۹) ہر عضو کو تین تین بار دھونا۔ (۱۰) ایک بار پورے سر کا مسح کرنا۔
(۱۱) دونوں کانوں کا مسح کرنا۔ (۱۲) ترتیب سے وضو کرنا۔

(۱۳) پےدرپے وضو کرنا کہ ایک عضو خشک نہ ہونے پائے کہ دوسرا دھولیا جائے

مستحبات وضو کا بیان

س:......وضو میں کتنی چیزیں مستحب ہیں؟

ج:......وضو میں پانچ چیزیں مستحب ہیں۔

(۱) دائیں طرف سے شروع کرنا بعض علمانے اسے سنتوں میں شمار کیا ہے اور یہی قوی ہے۔(۲) گردن کا مسح کرنا۔(۳) وضو کے کام کو خود کرنا۔(۴) قبلہ کی طرف منہ کرکے بیٹھنا۔(۵) پاک اونچی جگہ پر بیٹھ کر وضو کرنا۔

آداب وضو کا بیان

س:......وضو کے کتنے آداب ہیں؟

ج:......وضو کے گیارہ آداب ہیں۔

(۱) چھنگلیاں کا سرا بھگو کر کانوں کے سوراخ میں ڈالنا۔(۲) نماز کے وقت سے پہلے وضو کرنا۔(۳) اعضاء کو دھوتے وقت ہاتھ سے ملنا۔(۴) انگوٹھی یا چھلے کو ہلانا۔(۵) دنیا کی باتیں نہ کرنا۔(۶) زور سے پانی منہ پر نہ مارنا۔(۷) زیادہ پانی نہ بہانا۔(۸) ہر عضو کو دھوتے وقت بسم اللہ پڑھنا۔(۹) وضو کے بعد درود شریف پڑھنا وضو کے بعد کلمہ شہادت اور یہ دعا پڑھنا۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِىْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِىْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ.

ترجمہ:......اے اللہ تو مجھے زیادہ توبہ کرنے والوں اور پاکیزگی حاصل کرنے والوں میں سے بنادے۔

(۱۱) وضو کے بعد دو رکعت نماز تحیۃ الوضو پڑھنا وغیرہ۔

وہ مواقع جن میں وضو مستحب ہے

س:......وضو کتنی جگہ مستحب ہے؟

ج:......تقریباً اٹھائیس مقامات میں مستحب ہے۔

(۱) جھوٹ۔(۲) غیبت کے بعد۔(۳) قہقہہ کے بعد۔

(۴) شعر خوانی جو حکمت و نعمت سے خالی ہو کے بعد۔

(۵) اونٹ کا گوشت کھاکر۔(۶) گناہ صغیرہ و کبیرہ کے بعد۔

(۷) اختلاف علماء کے نقض وضو کی صورت میں۔مثلاً پیشاب گاہ کو چھونے اور عورت کو چھونے میں۔امام شافعی کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے۔لہٰذا وضو کرلیا جائے تاکہ بالاتفاق نماز ادا ہو۔(۸) باوضو رہنا۔

(۹) وضو پر وضو کرنا۔(۱۰) سونے کے بعد۔

(۱۱) میت کے غسل دینے کے وقت۔(۱۲) میت کو اٹھانے کے وقت۔

(۱۳) غسل جنابت سے قبل۔(۱۴) کھانے پینے۔(۱۵) سونے۔

(۱۶) جماع کے وقت۔(۱۷) غصہ کے وقت۔

(۱۸) قرآن پاک کی تلاوت کے وقت۔

(۱۹) حدیث شریف پڑھنے کے وقت۔(۲۰) علم کے درس کے وقت۔

(۲۱) اذان۔(۲۲) اقامت۔(۲۳) نکاح کا خطبہ۔

(۲۴) زیارت روضہ مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت۔

(۲۵) وقوف عرفہ کے وقت۔(۲۶) صفا ومروہ کے درمیان سعی کے وقت۔

(۲۷) تفسیر، حدیث اور فقہ کی کتابوں کو چھونے کے وقت۔

(۲۸) ذکر کے وقت۔

فضائل مسواک

س:......ذرا مسواک کے فضائل اور اس کا طریقہ بیان فرما دیجئے؟

ج:......بہتر ہے سنیئے: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر میری امت پر شاق نہ ہوتا تو انکو مسواک کرنے کا حکم کرتا ہر وضو اور نماز کے ساتھ اور فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو نماز مسواک کے ساتھ پڑھی گئی وہ ۷۰ درجے زائد ہے ثواب میں۔اس نماز سے جو بغیر مسواک کیے ہوئے پڑھی گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کثرت سے مسواک فرماتے تھے کہ صحابہ فرماتے کہ ہمیں اندیشہ ہوا کہ کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مسوڑھے نہ چھل جائیں، سفر کے وقت، سفر سے واپسی کے وقت، کلام کے وقت، کھانے کے بعد، کلام کے بعد، ہر نماز و وضو کے وقت، سونے کے وقت، سونے سے اٹھنے کے وقت، تلاوت قرآن پاک کے وقت یہ ایسی سنت ہے کہ تمام انبیاء نے اس کو کیا۔

مسواک کرنے کا طریقہ یہ ہے:

اول اوپر دائیں جانب پھر بائیں جانب کرے۔اسی طرح نیچے کی جانب کرے اور تین تین بار کرے اور ہر بار دھوئے اور احسن یہ ہے کہ اس قدر کرے کہ دانتوں کی زردی اور بدبو ختم ہوجانے کا قلب کو اطمینان حاصل ہوجائے۔ مسواک کا دائیں ہاتھ میں پکڑنا مستحب ہے اس طرح کہ دائیں ہاتھ کی چھنگلی کو مسواک کے نیچے رکھے اور انگوٹھے کو مسواک کے سرے کے نیچے کرے اور باقی تین انگلیاں مسواک کے اوپر رہیں اور مسواک دانتوں کے عرض میں کرے نہ طول میں۔مسواک نرم سیدھی ہو بے گرہ ہو چھنگلی کے برابر موٹی ہو۔ایک بالشت لمبی ہو۔انار اور بانس کے علاوہ ہر لکڑی کی مسواک درست ہے البتہ افضل پیلو اور زیتون کی ہے۔عورت کے لئے صنوبر اور بطم کا گوند چبانا قائم مقام مسواک کے ہے مگر گاہے بگاہے مسواک بھی کرے۔عورت کو متواتر مسواک کرتے رہنے سے دانتوں کے کمزور ہونے کا اندیشہ ہے۔

س:......مسواک کرنے میں کچھ فائدے بھی ہیں؟

ج:......مسواک کرنے میں بہت فائدے ہیں۔

(۱) ہر مرض سے شفا سوائے موت کے موت کے وقت کلمہ شہادت کی یاد دلانے والی ہے۔(۲) منہ کی بدبو دور کرنے والی ہے۔

(۳) مسوڑھوں کو مضبوط کرنے والی ہے۔
(۴) بصارت کو تیز کرنے والی ہے۔ (۵) عمر بڑھانے کا وسیلہ ہے۔
(۶) ہاضم طعام ہے۔ (۷) معدہ کو قوت دینے والی ہے۔
(۸) پل صراط پر چلنے میں آسانی بخشنے والی ہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ۔
(۹) دانتوں کو صاف کرتی ہے۔

وضو توڑنے والی چیزوں کا بیان

س:......وضو اور تیمم کن چیزوں سے جاتا رہتا ہے؟
ج:...... پیشاب، پاخانہ یا کوئی اور چیز پیشاب یا پاخانہ کی جگہ سے نکلنا پیپ، خون بہنے والا، منہ بھر کرتے کہ روکے سے نہ رکے یا تھوڑی تھوڑی کہ منہ بھر کے برابر ہو۔ سجدہ ورکوع والی نماز میں عاقل بالغ کا قہقہہ لگا کر ہنسنا، نشہ میں بیہوش ودیوانہ ہو جانا، ٹیک لگا کر اس طرح سو جانا کہ اگر ٹیک ہٹادی جائے تو گر پڑے، سجدہ میں یا قعدہ میں بلا ایڑی پر بیٹھے سو جانا ان چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور ان ہی چیزوں سے اور پانی پر قادر ہونے سے تیمم ٹوٹ جاتا ہے۔ اسی طرح اگر تھوک میں خون معلوم ہو اور تھوک سرخی مائل ہو تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ سفیدی یا زردی مائل ہو تو وضو اور تیمم نہ ٹوٹے گا۔ آنکھ دکھتی ہو یا پانی بہا اور آنسو نکلیں یا چھاتی میں درد ہو اور پانی نکلے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔
س:...... اگر پیپ اور خون کسی پھنسی پھوڑے سے نکلے تو کیا وضو ٹوٹ جائے گا؟
ج:...... ہاں اگر پیپ اور خون نکل کر بہہ جائے ایسی جگہ کی طرف جس کا وضو اور غسل میں دھونا فرض ہے تب وضو ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں اور اگر تھوڑا تھوڑا نکلے اور پونچھ پونچھ ڈالیں تو اگر وہ اس مقدار کو پہنچ جائے کہ نہ پونچھتے تو بہہ جاتا تو وضو ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں اور جونک اتنا خون چوسے کہ اس کو کاٹ دیں تو بہہ پڑے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

دہ چیزیں جو وضو میں مکروہ ہیں

س:...... جو چیزیں وضو میں مکروہ ہیں ان کو بیان فرمادیجئے؟
ج:...... بلا ضرورت خاص دنیا کی باتیں کرنا، نجس جگہ بیٹھ کر وضو کرنا، مسجد کے اندر بدون برتن سلفچی وغیرہ کے وضو کرنا اور بعذر سلفچی وغیرہ کے مسجد کے اندر وضو درست ہے۔ عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا، پانی میں تھوکنا یا سنکنا اگرچہ ماء جاری سے وضو کیا جا رہا ہو چہرہ وغیرہ پر زور سے پانی مارنا، حاجت سے کم یا زیادہ پانی خرچ کرنا یعنی مثل تیل کے وضو کے اعضاء کو چپڑ لینا یا اعضاء وضو کو دو مرتبہ دھونا یا پانی کو زیادہ صرف کرنا کہ تین بار سے زیادہ استعمال کرنا بشرطیکہ عضو خشک نہ رہ گیا ہو۔ اس طرح دھونا کہ زیادہ مقدار پانی زمین پر گرے اور کم حصہ پانی کا اعضاء پر پڑے پانی صرف کرنے میں وضو وغسل کے اندر بعض لوگ سخت بے احتیاطی کرتے ہیں بلکہ وہم وہم میں بے انتہا پانی خرچ کر دیتے ہیں ایسے ہی زمانے اور لوگوں کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو وضو میں زیادتی اور تجاوز کریں گے اور فرمایا کہ وضو کا ایک شیطان ہے اور اس کا نام ولہان ہے۔ اے لوگو! پانی کے وسواس سے پرہیز کیجیو۔ خیال کرنے کی بات ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مد یعنی تین پاؤ پانی سے وضو فرماتے تھے اور صاع یعنی ساڑھے تین سیر پانی سے غسل فرماتے تھے یاد رکھو کہ یہ اسراف پانی میں مکروہ تحریمی ہے۔ قریب حرام کے ہے اور وہ پانی اپنے ہی ملک ہو یا سمندر دو نہر سے وضو کرتا ہو اور جو پانی وقف ہو جیسے کہ مدرسوں اور خانقاہوں میں ہوتا ہے اس کا زیادہ خرچ کرنا تو بالاتفاق حرام ہے۔
عزیز من پانی کے اسراف سے پرہیز کرو۔

معذور کے احکام

س:......معذور کسے کہتے ہیں؟
ج:......معذور وہ کہلایا جاتا ہے جس کی نجاست کے جاری رہنے کا عذر ہو مثلاً پیشاب کا قطرہ آتے رہنا۔ ریح کا خارج ہوتے رہنا، پیپ و خون بکثرت نکلتے رہنا، استحاضہ کا ہونا یعنی دس دن حیض یا چالیس دن گزر کر خون کا آتا رہنا۔ ان عذروں میں اتنا وقت نہ ملے کہ بدون ان عذروں کے وقتی نماز ادا کر سکے تو اس کا حکم یہ ہے کہ ہر نماز کے وقت تازہ وضو کر کے نماز پڑھے اور فرض ونفل اور قضاء سب اس وقت کے رہنے تک پڑھ سکتا ہے جب وقت نکل گیا تو پھر تازہ وضو کر کے نماز پڑھے۔

موزوں پر مسح کا بیان

س:......پیروں میں پورے چمڑے کے موزے یا چمڑے کا تلا لگے موزے یا خوب موٹے موزے کہ بلا باندھے ایک میل چل سکتے ہوں پہن لیں کیا تب بھی پیروں کا دھونا فرض ہے؟
ج:...... غسل میں تو فرض ہے اور وضو میں ہر وقت فرض نہیں بلکہ حدث کے وقت کامل طہارت پر موزوں کو پہنے ہوئے ہو تب مقیم ایک رات دن تک موزوں پر مسح کرتا ہے اور مسافر تین دن رات تک مسح کر سکتا ہے۔ جب مدت ختم ہو جائے یا کوئی ایک موزہ اتر جائے ٹخنوں کے نیچے تک یا چھوٹی تین انگلیوں کے برابر پھٹ جائے تب دونوں پیروں کا دھونا فرض ہوگا اور اگر وضو ہو تو وضو کرنا فرض نہیں صرف پانی دھو کر پہننا کافی ہے اور یہ مدت مقیم اور مسافر پر وضو ٹوٹنے کے وقت سے شروع ہوگی۔

غسل

غسل کی حقیقت:

س:......غسل کسے کہتے ہیں؟

ج:......لغت کے لحاظ سے تو غسل کے معنی نہانے کے ہیں لیکن شریعت کی اصطلاح میں سر سے پاؤں تک جسم کے ان تمام حصوں کو دھونے کو غسل کہتے ہیں جن تک پانی پہنچانا بغیر کسی تکلیف کے ممکن ہو

س:......غسل کب فرض ہوتا ہے؟

ج:......غسل کرنا یوں تو جسم کی صفائی کے لحاظ سے بہر حال ایک اچھا عمل ہے مگر بعض صورتیں ایسی ہیں جن کی بناء پر شریعت کے نزدیک غسل کرنا فرض ہوجاتا ہے اور جب تک آدمی غسل نہ کرلے ناپاک رہتا ہے وہ صورتیں یہ ہیں۔

☆......عورت سے صحبت کرنے کے بعد

☆......سوتے ہوئے احتلام ہونے کے بعد

☆......جاگتے ہوئے اگر منی شہوت کیساتھ کود کر نکل جائے تو اس کے بعد

☆......عورت کے حیض بند ہونے کے بعد

☆......نفاس کا خون بند ہونے کے بعد

غسل کا طریقہ

س:......غسل کس طرح کیا جائے؟

ج:......غسل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اول دونوں گٹوں تک ہاتھ دھوئیں۔اس کے بعد استنجا کریں اور بدن پر جس جگہ ناپاکی لگی ہوئی ہو اس کو صاف کریں پھر جس طرح نماز کیلئے وضو کرتے ہیں اسی طرح وضو کریں اور وضو کرتے وقت خوب منہ بھر کر کلی کریں روزہ نہ ہو تو غرارہ بھی کریں اور ناک میں خوب خیال کے ساتھ پانی چڑھائیں۔پھر یا کوئی چوکی یا ایسی پکی زمین پر غسل کرے جہاں سے پانی فوراً بہہ جاتا ہے تو دونوں پاؤں بھی اس غسل کے ساتھ ہی دھولیں ورنہ پاؤں بالکل آخر میں دھوئیں پھر وضو کے بعد تمام بدن کو تھوڑا سا پانی ڈال کر ہاتھ سے خوب ملیں۔صابن ہو تو صابن بھی استعمال کریں اس کے بعد تین مرتبہ سارے بدن پر پانی بہادیں۔یہ خیال رہے کہ کوئی جگہ خشک نہ رہ جائے اگر ایک بال کے برابر بھی کوئی جگہ خشک رہ جائے تو غسل نہ ہوگا۔

فرائض غسل

س:......غسل میں کتنے فرائض ہیں؟

ج:......غسل میں تین فرائض ہیں۔(۱) منہ بھر کر کلی کرنا۔ (۲) ناک میں پانی ڈالنا۔(۳) تمام بدن پر ایک بار پانی بہانا۔

سنن غسل

س:......غسل میں کتنی سنتیں ہیں؟

ج:......غسل میں پانچ سنتیں ہیں ان کے ادا کرنے سے جواب میں زیادتی ہوتی ہے اور وہ یہ ہیں۔(۱) دونوں ہاتھ ابتداء ہی سے گٹوں تک دھونا۔ (۲) استنجا کرنا، جس جگہ ناپاکی لگی ہو غسل سے پہلے اسے دھونا۔(۳) ناپاکی دور کرنے کی نیت کرنا۔(۴) پہلے وضو کرنا (۵) تمام بدن پر تین بار پانی بہانا۔

غسل کے آداب

س:......غسل کے کچھ آداب بھی ہیں؟

ج:......جی ہاں غسل کے آداب بھی ہیں وہ یہ کہ غسل کرنے والے کو چاہیے کہ کوئی کپڑا مثلاً لنگی یا تہبند وغیرہ باندھ کر نہائے اور اگر برہنہ ہو کر نہائے تو کسی ایسی جگہ نہائے جہاں کسی کی نظر نہ پہنچ سکے نیز برہنہ ہونے کی صورت میں بیٹھ کر نہائے۔

۲۔عورت کو ہر حالت میں بیٹھ کر ہی نہانا چاہیے۔

۳۔برہنہ نہانے کی صورت میں قبلہ کی طرف رخ کر کے نہانا درست نہیں۔

۴۔غسل کرتے وقت باتیں کرنا یا گنگنانا وغیرہ مکروہ ہے۔

۵۔اگر غسل کے بعد یاد آئے کہ فلاں جگہ پانی نہ پہنچا تھا تو پھر سے پورا غسل کرنا ضروری نہیں صرف اسی جگہ کو دھولینا کافی ہے اسی طرح اگر کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھول گیا تھا تو صرف اسی کمی کو پورا کردے دوبارہ غسل کی حاجت نہیں۔

تنبیہ:......ناپاکی کی حالت میں دل اور زبان سے خدا کا ذکر ہوسکتا ہے لیکن قرآن مجید پڑھنا پڑھانا اور اس کو بغیر جزدان کے ہاتھ لگانا ناجائز ہے اسی طرح ناپاکی کی حالت میں مسجد میں داخل ہونا ناجائز ہے۔

پانی کے احکام

س:......وضو اور غسل ہر قسم کے پانی سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟

ج:......وضو اور غسل صرف ایسے پانی سے درست ہے جس کو پانی کہتے ہیں اگر چہ اس میں کوئی پاک چیز گر کر رنگ و بو و مزہ بدل جائے۔البتہ اگر کوئی پاک چیز پانی کو گاڑھا کردے کہ بہہ نہ سکے یا کوئی پاک چیز ڈال کر پکایا گیا ہو اور اس سے مقصود پانی کا صاف کرنا نہ ہو یا کسی درخت یا پھل سے نچوڑ کر نکالا گیا ہو ان سب پانیوں سے وضو اور غسل درست نہیں اور نہ اس پانی سے وضو اور غسل درست ہے جو وضو اور غسل میں استعمال ہو کر کسی برتن میں جمع ہوگیا ہو کہ ماء مستعمل کہتے ہیں۔

س:......پانی کبھی ناپاک بھی ہوجاتا ہے اس کے پاک ہونے کی کیا صورت ہے؟

ج:......جو پانی لوٹے، گھڑے، مٹکے یا مشک وغیرہ ظرف میں ہو اس میں کسی ناپاکی کے گرنے اور کسی جاندار کے گر کر مر جانے سے پانی ناپاک ہو جائے گا وہ سب پانی گرا دیا جائے اور ظرف کو پاک کر لیا جائے اس طرح کہ ہر تین مرتبہ دھو کر چھوڑ دیں کہ ٹپکنا بند ہو جائے۔

س:......برتن میں جاندار چیز گر کر مرے نہیں زندہ نکل آئے تو اسکا کیا حکم ہے؟

ج:......اگر برتن پر نجاست لگنے کا ظن غالب نہ ہو اور نہ ایسا جانور ہے جس کا لعاب ناپاک ہے تو اس کے زندہ نکل آنے سے پانی ناپاک رہے گا

جانوروں کا جھوٹا پانی

س:......وہ حیوانات کون سے ہیں جن کا لعاب ناپاک ہے؟

ج:......تمام درندے شیر، چیتا، بھیڑیا، گیدڑ، لومڑی، کتے کا لعاب ناپاک ہے اور بلی سانپ، چوہا، چھپکلی اور پرند چیل، کوا، مرغی کا لعاب مکروہ ہے ان کا جھوٹا بھی مکروہ ہے۔

س:......گھوڑے خچر اور گدھے کا لعاب کیسا ہے؟

ج:......گدھے اور خچر کا لعاب مشکوک ہے اور گھوڑے کا جھوٹا پاک ہے۔

س:......خچر اور گدھے کا جھوٹا پانی ہو اور دوسرا پانی نہ ہو تو کیا اس پانی سے وضو کرنا جائز ہے اور اسی طرح اگر ان پر سوار ہوں اور پسینہ جسم اور کپڑوں کو لگ جائے تو کیا کپڑے اور جسم پاک کریں گے؟

ج:......جب دوسرا پانی نہ ہو تو گدھے اور خچر کے پانی سے وضو کر لیا جائے اور تیمم بھی کیا جائے خواہ تیمم اول ہو اور وضو بعد میں یا اس کا بالعکس، مگر تیمم بعد میں کرنا بہتر ہے۔ اور ان کا پسینہ بدن یا کپڑوں میں لگ جائے تو نماز ہو جائے گی یہی حکم ہاتھی کے پسینہ کا ہے کہ نماز ہو جائے گی۔

کنویں کے احکام

س:......اگر کنویں میں ناپاک چیز گر جائے تو کیا حکم ہے؟

ج:......کنواں ناپاک ہو جائے گا اگر سب پانی نکالنا ممکن ہو تو سب پانی نکالا جائے اور اگر اس کا سرچشمہ جاری ہے کہ پانی ٹوٹتا ہی نہیں جتنا نکالتے ہیں اتنا ہی آ جاتا ہے تو پانچ سو ڈول نکال دینا کافی ہے۔

س:......کیا سب پانی نکالنا ہو تو ایک ساتھ نکالیں؟

ج:......نہیں یہ ضروری نہیں بلکہ اندازہ کر لیا جائے کہ کتنے ڈول پانی ہو گا تھوڑا تھوڑا کر کے اتنے ڈول نکال دیں تب بھی پاک ہو جائے گا مثلاً ہزار ڈول نکالنا ہے تو دو سو ایک مرتبہ نکال دیں پھر شام چار سو نکال دیں کچھ دوسرے دن نکال دیں اس طرح پاک ہو جائے گا۔

س:......کنویں میں حیوان گر جائے تو کیا حکم ہے؟

ج:......کتا خنزیر گر جائے یا ایسا جانور جس کا جھوٹا ناپاک ہے خواہ زندہ نکلے یا مردہ تمام پانی نکالنا ہو گا اور اگر انسان گرے اور اگر زندہ نکل آئے اور جسم پر ناپاکی نہ ہو تو پاک ہے اور ناپاکی لگی ہو تو کنواں ناپاک ہے سب پانی نکالا جائے گا اور اگر انسان کنویں میں مر گیا تو سب پانی نکالا جائے گا۔ ان کے علاوہ کوئی حیوان ایسا ہو کہ جس میں خون بہنے والا ہوتا ہے گر کر مر جائے تو اگر وہ کتے اور انسان کے برابر ہو تو تمام پانی نکالنا ہو گا جیسے بھینس بکری وغیرہ اور اگر اس سے چھوٹا ہو جیسے بلی، مرغی، کبوتر وغیرہ تو اگر پھٹ یا پھول جائے تو سارا پانی نکالنا ہو گا اور نہ پھٹے نہ پھولے تو ساٹھ ڈول نکال دیں اور اگر اس سے بھی چھوٹا جانور ہو جیسے چوہا، چڑیا، گلہری، گرگٹ اور پھٹے یا پھولے نہیں تو تیس ڈول نکال دیں چوہے یا گرگٹ کی دم کٹ کر گر جاوے تو تمام پانی نکالا جائے۔

س:......جن جانوروں کے اندر خون بہنے والا نہیں اس کا کیا حکم ہے؟

ج:......ان کا پانی میں گر کر مر جانا اور ریزے ریزے ہو جانا پانی کو ناپاک نہیں کرتا۔ جیسے ٹڈی، مینڈک، چھپکلی، کچھوا، مکھی، مچھلی مچھر، کھٹمل البتہ پینے کھانے میں استعمال نہ کرنا چاہیے کہ مضر ہے گو پانی پاک ہے۔

س:......اگر بہتے ہوئے خون والا حیوان تیل، گھی میں گر جائے یا جس کا جھوٹا ناپاک ہے وہ تیل، گھی، دودھ میں منہ ڈال دے اس کا کیا حکم ہے؟

ج:...... بہتے ہوئے خون والا حیوان تیل، گھی میں مر جاوے اسکا حکم یہ ہے کہ تیل، گھی میں اس کے برابر پانی ڈال دیں اور جوش دیں پھر اتار لیں اور ٹھنڈا ہونے کے بعد پانی میں سے تیل گھی کو نتھار لیں۔ پانی پھینک دیں۔ پھر اسی طرح کریں تین مرتبہ ایسا ہی کریں۔ گھی تیل پاک ہو جائے گا۔ البتہ دودھ میں کتا منہ ڈال دے تو وہ ناپاک ہو جائے گا۔ اسکے پاک کرنے کی کوئی صورت ممکن نہیں ہاں یہ ممکن ہے کہ اس کا مکھن گھی نکالا جائے اور اس کو مثل گھی، تیل کے تین بار پانی ڈال کر پاک کر لیا جائے۔

س:......اگر جوتا، گیند کنویں میں گر جائے تو کیا حکم ہے؟

ج:......کھال علاوہ خنزیر اور آدمی کی کھال کے دباغت یعنی نمک وغیرہ سے خشک کر لی جائے تو وہ پاک ہو جاتی ہے۔ اس کا جوتا بھی پاک ہے۔ لہٰذا اگر جوتا اور گیند پر نجاست لگنے کا گمان غالب نہ ہو تو اس کے گرنے سے پانی پاک رہے گا اور اگر اس پر نجاست کا گمان ہو تو کنواں ناپاک ہو جائے گا اور تمام پانی نکالنا ہو گا۔

س:......جو چیز کنویں میں گر جائے کیا اس کا نکالنا ضروری ہے؟

ج:...... جی ہاں پانی نکالنے سے پہلے اس چیز کو نکالا جائے۔ البتہ اگر کوشش کے باوجود نہ نکل سکے تو اگر وہ چیز ایسی ہے کہ ناپاک پانی لگنے سے ناپاک ہو گئی تھی جیسے ناپاک گیند، ناپاک جوتا، ناپاک کپڑا وغیرہ تب اس کا نکالنا معاف ہے بس پانی نکال دیں اور اگر وہ چیز خود ناپاک ہے جیسے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو امانتدار نہ ہو اس کا ایمان (کامل) نہیں ہے۔ (ابن حبان)

مردار جانور چوہا وغیرہ تو جب تک اس کے گل سڑ کر مٹی ہو جانے کا یقین نہ ہو اس وقت تک کنواں پاک نہ ہو گا جب یقین ہو جائے تب تمام پانی نکال دیں کنواں پاک ہو جائے گا

س:......اگر کنویں سے پھٹا پھولا جانور نکلے اور اس کے پانی سے غسل بھی کرتے رہے ہوں تو نماز کب سے لوٹائی جائے۔

ج:......جب سے اس جانور کو دیکھا ہے اس وقت سے ناپاک سمجھا جائے۔

تیمّم کا بیان

س:......تیمم کسے کہتے ہیں اور کن کن چیزوں سے تیمم جائز ہے؟

ج:...... جب ایک میل تک پانی نہ ملے یا ملے مگر نماز کا وقت نکل جانے کا خوف ہو یا پانی موجود ہو مگر اسکو وضو میں خرچ کر دینے سے پیاسا بیقرار ہو جائے گا یا وضو غسل کرنے سے نقصان ہو گا بیمار ہو جائے گا یا بیماری بڑھ جائے گی غرضیکہ پانی پر قدرت نہ ہو تو اس وقت حدث اصغر اور حدث اکبر سے پاک ہونے کی نیت سے پاک مٹی پر یا مٹی کی بنی ہوئی چیز پر دونوں ہاتھ مار کر منہ پر پھیر لیا جائے۔ پھر دوبارہ ہاتھ مار کر دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر اور بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ پر پھیر لیا جاوے اسے تیمم کہتے ہیں۔ یہی تیمم وضو کا ہے اور یہی تیمم غسل کا ہے اور تیمم مٹی، ہڑتال، سرمہ، چونا، قلعی، ریت پر درست ہے حاصل یہ کہ جو نہ آگ میں پگھلے نہ نرم ہو نہ جل کر خاک ہو اس سے تیمم درست ہے جیسے پاک بستروں پر غبار ہو تو اس پر ہاتھ زور سے مار کر تیمم کر کے نماز پڑھنا درست ہے۔

س:......زخم پھوڑا پھنسی ہو کہ پانی نقصان دیتا ہو تو کیا کرے؟

ج:......اتنی جگہ پر پٹی وغیرہ نہ ہو تو تر ہاتھ پھیر لے اگر پھاوا یا پٹی ہو اور کھولنے سے تکلیف ہو، زخم کو نقصان دے تو اس پٹی یا پھائے پر مسح کر لیا جاوے اور اگر پٹی زخم سے زیادہ حصہ میں ہے اور پٹی کھولنے میں تکلیف یا نقصان نہیں تو پٹی کھول کر زخم یا پھائے پر مسح کیا جائے اور باقی جگہ کو دھو دے اگر مسح کرنا بھی نقصان کرے تو اتنی جگہ بلا مسح کئے ہوئے چھوڑ دے۔

س:......اگر ہاتھ میں زخم ہو کہ نہ کوئی برتن پکڑا جا سکتا ہے اور نہ پانی استعمال کیا جا سکتا ہے تو کیا کرے؟

ج:...... کسی دوسرے شخص سے مدد لے کر باقی اعضا کا وضو غسل کرے اگر کوئی مدد کے لئے نہ ہو تو ہلکے ہلکے ہاتھوں سے تیمم کر کے اور استنجے کے لئے ڈھیلوں سے استنجا کر لینے پر کفایت کرے۔ وسوسے اور وہم میں نہ پڑے اور اگر پانی استنجے کے لئے یا نجاست جسم و کپڑا دھونے کے لائق ہو تو پانی سے استنجا اور کپڑا کا پاک کرے اور وضو کے لئے تیمم کر لیا جائے۔

حیض ونفاس کا بیان

س:......حیض ونفاس کسے کہتے ہیں؟

ج:......حیض اس خون کو کہتے ہیں جو کہ عورت بالغہ کو ہر مہینے آگے کی راہ سے بلا کسی مرض اور بلا کسی حمل کے کم از کم پورے تین دن اور تین راتیں اور زیادہ سے زیادہ دس دن اور دس رات آئے اور نفاس اس خون کو کہتے ہیں جو عورت کو بچہ جننے کے بعد آوے کم دن کی کوئی مدت نہیں اور چالیس دن سے زائد نہیں آتا۔ زمانہ حیض ونفاس میں نمازوں کی قضا نہیں اور روزوں کی قضا ہے اور حیض ونفاس والی عورت اور غسل کی حاجت والا مرد و عورت نہ قرآن شریف چھوئے نہ پڑھے نہ کسی کو پڑھ کر بتاوے۔ البتہ دو دو حروف اور ایک ایک کلمہ الگ الگ ٹھہر ٹھہر کر بتاوے تو درست ہے جیسے الحمد کہہ کر رک جائے جب دوسرا کلمہ کہہ لے تو پھر کہے للہ اسی طرح کاٹ کاٹ کر درست ہے۔ البتہ درود شریف کلمہ، شریف، استغفار، یا الحمد شریف بطور دعا کے یا جو دعائیں قرآن شریف میں آتیں ہیں ان کو دعا کی نیت سے پڑھا جائے تو درست ہے۔

س:......حیض کس عمر میں آتا ہے؟

ج:......نو برس سے پہلے حیض نہیں آتا اور اکثر پچپن برس کے بعد نہیں آتا البتہ پچپن برس کے بعد آئے تو خون سرخ یا سیاہ ہو تو حیض سمجھا جاوے گا اور اگر زرد یا خاکی ہو تو حیض نہ سمجھا جاوے گا۔

س:......جوان عورت کے لیے کس رنگ کا حیض سمجھا جاوے گا؟

ج:......حیض کی مدت میں سرخ، سیاہ، زرد، خاکی، ٹمیالہ کسی رنگ کا ہو سب حیض ہے صرف خالص سفید ہو تو حیض نہیں۔

س:......کیا حیض تین دن تین رات سے ذرا کم بھی ہو تو حیض نہیں؟

ج:......نہیں بلکہ پورے تین دن اور تین رات کا ہونا ضروری ہے مثلاً جمعہ کو سورج نکلنے کے وقت حیض آیا اور پیر کو سورج نکلنے سے ذرا پہلے بند ہو گیا تو یہ حیض نہ کہلایا جائے گا کیونکہ تین دن اور تین رات کا پورا ہونا سورج نکلنے کے وقت ہوتا اور وہ اس سے قبل بند ہو گیا لہٰذا حیض شمار نہ ہو گا۔

س:......اگر دس دن سے زیادہ حیض آئے تو کیا حکم ہے؟

ج:......اگر پہلے ہی حیض آنا شروع ہوا ہے تو دس دن حیض کے ہیں اور باقی استحاصہ ہے اور اگر پہلے حیض آ چکا تھا تو اس سے پہلے مہینہ میں جتنے دن آیا تھا اتنے دن حیض کے ہیں۔ باقی استحاضہ ہے۔

س:......اگر تین دن سے کم خون آوے اور پھر پاک رہے اور پھر خون آوے تو کیا حکم ہے؟

ج:......اگر پندرہ دن پاک رہے تو پندرہ دن سے پہلے جو خون تین دن سے کم آیا وہ حیض نہیں اور اگر پندرہ دن سے کم پاک رہے تو اس کا اعتبار نہیں

بلکہ یوں سمجھا جائے کہ شروع سے آخر تک گویا خون آتا رہا۔ لہٰذا جو عادت خون آنے کی ہو اتنی مدت حیض کے ہیں باقی استحاضہ ہے اور پہلے پہل تو ایسا ہو تو شروع سے دس دن سے یا پچھلے ماہ عادت کے دن حیض ہے باقی استحاضہ۔

س:...... کسی کی عادت مقرر نہ ہو، کسی مہینہ میں چار دن، کسی میں چھ دن اس طرح آئے تب کیا حکم ہے؟

ج:...... دس دن یا دس دن سے پہلے خون بند ہو جائے تو ایسی عورت کے لیے وہی دن حیض کے ہیں اور دس دن سے زائد آئے تو اس سے پچھلے ماہ میں جتنے دن آیا ہو اتنے دن حیض کے باقی استحاضہ ہیں س: زمانہ حمل میں جو خون آئے وہ کیا حیض نہیں؟

ج:...... وہ حیض نہیں اور نہ وہ حیض ہے جو بچہ پیدا ہونے سے قبل خون آئے بلکہ جب تک بچہ نصف ظاہر نہ ہو جاوے اس وقت تک خون کا نکلنا حیض نہیں ہے۔

س: کسی کا حمل گر جائے تو کیا حکم ہے؟

ج:...... اگر کوئی ایک آدھ عضو بن گیا ہو تب تو وہ خون نفاس ہے ورنہ نہیں البتہ تین دن تین رات آئے یا دس دن آئے تو وہ حیض ہے اور دس دن سے زیادہ ہو تو سابق عادت کے موافق حیض ہے۔

س:...... نماز حیض کی وجہ سے کب معاف ہے؟

ج:...... نماز میں آجائے یا نماز کے اخیر وقت میں آئے اور نماز بھی نہ پڑھی تھی تو نماز معاف ہو گی البتہ اس نفل یا سنت میں حیض آگیا تو قضاء پڑھنا ہو گی۔

س:...... ایسے وقت خون بند ہو کہ نماز کا وقت تنگ ہو تو کیا حکم ہے؟

ج:...... اگر اتنا وقت ہے کہ جلدی سے غسل کے فرائض ادا کر کے اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھی گئی تب تو اس وقت کی نماز واجب ہو گی قضاء پڑھنا ہو گی اور اگر وقت اتنا نہیں ہے تو نماز معاف ہو گی قضا نہیں۔ مگر یہ اسوقت ہے جب خون دس دن سے کم میں بند ہوا ور اگر دس دن دس رات پورے پورے ہو کر بند ہو اور صرف اتنا وقت باقی ہو کہ اللہ اکبر کہہ سکتی ہے تب بھی نماز واجب ہو گی اگر چہ غسل کی گنجائش نہ ہو۔

س:...... بچہ پیدا ہونے کے وقت کیا نماز معاف ہے؟

ج:...... عزیز من یہ سوال بہت کام کا کیا۔ مستورات ایسے موقع پر کچھ لحاظ نہیں رکھتیں ہیں سنیے اگر بچہ کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تب تو نہ پڑھے اور اگر یہ اندیشہ نہیں تو جب تک نصف بچہ نہ ظاہر ہو جاوے اس وقت بھی نماز نہ چھوڑے پڑھ لے خواہ سر کے اشارے سے ہی پڑھ لے اگر نہ پڑھے گی تو گنہگار ہو گی۔

س:...... اگر دو بچے پیدا ہوئے تو نفاس کب سے شمار ہو گا؟

ج:...... دو بچے پیدا ہوں تو نفاس کی مدت پہلے بچے سے شروع ہو گی۔

س:...... کیا حیض کے زمانہ میں شوہر منقطع ہو سکتا ہے؟

ج:...... استغفر اللہ ارے میاں منقطع ہونا تو در کنار حیض کے زمانہ میں ناف سے لے کر گھٹنوں تک دیکھنا بھی جائز نہیں ہاں جب دس دن رات تک حیض آئے تو بعد دس دن قبل غسل بھی منقطع ہو سکتا ہے اور اگر دس دن سے قبل خون بند ہو جائے تو بلا غسل کے یا جب تک ایک نماز کا وقت نہ گزر جائے اس وقت تک منقطع ہونا درست نہیں۔

نماز کا بیان

اسلام کا پہلا ستون نماز ہے اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد ہر مسلمان کے لیے سب سے پہلا اور اہم ترین فریضہ نماز کا قائم کرنا ہے۔ قرآن کریم میں تقریباً سات سو جگہ نماز کی اہمیت اور تقریباً ننانوے آیتوں میں ترغیب و تاکید مذکور ہے۔ نیز احادیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں بھی بہت کثرت سے نماز کا بیان آیا ہے مثلاً ”میری یاد کے لیے نماز قائم کیجیے۔“ (طٰہٰ:۱۴)

”اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کیجیے اور خود بھی اس کے پابند رہیں“۔ (طٰہٰ:۱۳۲)

”نماز کو قائم کیجیے اور مشرک لوگوں میں سے نہ ہوئیے وغیرہ وغیرہ۔“ (قرآن کریم)

نیز حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ ”اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے (۱) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوٰۃ دینا (۴) حج کرنا (۵) رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن کے اعمال میں سب سے پہلے نماز کا حساب کتاب ہو گا۔ اگر وہ ٹھیک نکلی تو آئندہ بھی کامیاب وبامراد ہو گا اور اس کی نمازیں خراب نکلیں تو نامراد ہو گا اور خسارہ میں رہے گا۔ غرضیکہ قرآن وحدیث نماز کی اہمیت اور تاکید سے بھرے ہوئے ہیں اب ذیل کے اندر نماز کے مسائل واحکام بیان کیے جاتے ہیں۔ ان کو خوب غور سے پڑھیے اور یاد رکھیے۔

اوقات نماز

س:...... یہ نمازیں کون کون سے وقت پڑھی جاتی ہیں؟

ج:...... (۱) فجر کی نماز صبح صادق یعنی صبح کو ذرا روشنی ہونے کے بعد سورج نکلنے سے پہلے پہلے تک پڑھی جاتی ہے

(۲) ظہر کی نماز دن ڈھلنے سے دو مثل پہلے تک۔

(۳) عصر کی نماز دو مثل ہونے کے بعد سے سورج کے ڈوبنے کے پہلے تک۔

(۴) مغرب کی نماز سورج کے ڈوبنے کے بعد سے سورج ڈوبنے کی طرف سرخی کے غائب ہونے تک پڑھی جاتی ہے

(۵) عشاء کی نماز سورج ڈوبنے کی طرف سے سرخی غائب ہونے کے بعد سے صبح صادق ہونے سے پہلے تک پڑھی جاتی ہے۔ لیکن آدھی رات کے بعد عشاء کا وقت مکروہ ہو جاتا ہے۔

س:......دومثل کا کیا مطلب ہے؟

ج:......اس کا مطلب ہے کہ زوال کے وقت کسی چیز کا سایہ جتنا ہو اس کے علاوہ اس کا دوگنا سایہ جب ہو جائے اس کو دومثل کہتے ہیں۔

س:......صبح صادق کسے کہتے ہیں؟

ج:......سورج نکلنے کی طرف سورج نکلنے سے کچھ دیر پہلے چوڑان میں ایک سفیدی پیدا ہوتی ہے اس کو صبح صادق کہتے ہیں۔

مستحب وقتوں کا بیان

س:......کن وقتوں میں نماز پڑھنا بہتر و مستحب ہے؟

ج:......بادل کے دن فجر ظہر مغرب کی نماز ذرا دیر سے پڑھنا بہتر ہے اور عصر کی نماز میں جلدی مستحب ہے اور سردی میں اول وقت پڑھنا مستحب ہے عصر کی نماز معمولی تاخیر سے پڑھنا مستحب ہے اور سردی ہو یا گرمی مغرب کی نماز میں جلدی مستحب ہے اور فجر کی نماز ذرا روشنی ہو جاوے اس وقت پڑھنا مستحب ہے۔

مکروہ وقتوں کا بیان

س:......وہ کون سے اوقات ہیں جن میں نماز پڑھنا منع ہے؟

ج:......وہ پانچ وقت ہیں طلوع شمس، غروب شمس، بعد نماز فجر بعد نماز عصر مگر نماز فجر اور نماز عصر کے بعد قضاء نماز پڑھنا درست ہے اور جنازہ کی نماز پڑھنا درست ہے سجدہ تلاوت درست ہے البتہ نفل نماز ان وقتوں میں بھی درست نہیں۔ لہٰذا بعد نماز فجر صبح کی سنتیں نہ پڑھے البتہ اگر جماعت ہو رہی ہو اور یہ امید ہو کہ سنتیں پڑھ کر امام کے سلام پھیرنے سے قبل جماعت میں شریک ہو جاؤں گا تو ایک طرف جماعت سے کچھ فاصلہ پر سنتیں پڑھ لی جائیں اگر صبح کی نماز پڑھنے میں سورج نکل آئے تو وہ نماز نہ ہوگی قضاء پڑھے اور اگر عصر کی نماز پڑھنے میں سورج غروب ہو جاوے تو نماز ہو جائے گی۔

اذان اور تکبیر

س:......اذان کیا چیز ہے؟

ج:......جب نماز کا وقت آتا ہے تو مسلمانوں کو اطلاع کرنے کے لیے کچھ کلمات بلند آواز سے قبلہ رخ ہو کر کہے جاتے ہیں اسے اذان کہتے ہیں۔

س:......وہ کلمات کیا ہیں؟

ج:...... اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ. اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ. اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ. اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰہِ. اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰہِ. حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ. حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ. حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ. حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ. اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ.

اور حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ. کہتے وقت دائیں جانب حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ. کہتے وقت بائیں جانب منہ پھیرتے ہیں اور فجر کی اذان میں بعد حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ. کے بعد اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ دوبار کہتے ہیں۔

س:......تکبیر کیا چیز ہے؟

ج:......جب نماز کھڑی ہوتی ہے اس وقت مسجد میں جو لوگ موجود ہوتے ہیں ان کو جماعت کی اطلاع دینے کے لئے جو کلمات کہے جاتے ہیں ان کا نام تکبیر ہے اور وہ کلمات وہی ہیں جو اذان کے ہیں۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ. کے بعد دوبار قد قامت الصلوٰۃ کہا جاتا ہے۔

س:......کیا وضو کے بغیر تکبیر اذان کہنا درست ہے؟

ج:......اذان کہنا درست ہے مگر عادت کر لینا برا ہے اور بلا وضو کہنا مکروہ ہے اور جنابت کی حالت میں نہ اذان کہے نہ تکبیر کہے۔ مکروہ تحریمی ہے اور اذان کا دوبارہ کہنا مستحب ہے مگر تکبیر کا اعادہ نہیں ہے۔ اذان ناسمجھ بچہ و مجنوں و مست اور عورت دے تو معتبر نہیں اعادہ کیا جائے۔

س:......کیا اذان کا جواب دینا واجب ہے؟

ج:......بعض نے واجب فرمایا ہے مگر معتمد و ظاہر یہ ہے کہ مستحب ہے اور جواب کا طریقہ یہ ہے کہ جو لفظ موذن کہے وہی سننے والا کہے مگر حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ وَحَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ. کے جواب میں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہے اور صبح کی اذان میں اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کے جواب میں صَدَقْتَ وَ بَرَرْتَ کہے اگر اذان کا جواب ساتھ ساتھ نہ دیا ہو اور زیادہ دیر نہ ہوئی ہو اذان کا جواب دے دے ورنہ نہیں۔ مگر جمعہ کے خطبے کی اذان کا جواب نہ دیا جائے۔

س:......کیا اذان میں کوئی شخص موخر لفظ کو پہلے کہہ دے تو اذان کا اعادہ کیا جائے؟

ج:......اذان واقامت کے الفاظ کا ترتیب وار کہنا سنت ہے لہٰذا اگر موخر لفظ کو پہلے کہہ دیا جائے تو اس سے پہلے لفظ کو کہہ کر پھر اسی موخر لفظ کا اعادہ کافی ہے۔ اذان کا لوٹانا ضروری نہیں ہے۔

س:......اذان کہتے وقت بات یا ذکر تلاوت کر سکتے ہیں؟

ج:......اذان و تکبیر سننے والے کو اذان کے جواب میں مشغول ہونا چاہیے بات نہ کرے اور نہ ذکر و تلاوت میں مشغول ہو اگر تلاوت و ذکر کر رہا ہو تو رک جائے اور جواب میں مشغول ہو جائے۔

س:......آپ نے کہا کہ تکبیر کا اعادہ نہیں ہے اور تکبیر مکبر کہہ دے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو عادتیں ایماندار آدمی میں جمع نہیں ہوسکتیں۔ ایک کنجوسی دوسرے بداخلاقی۔ (البخاری الادب)

اور امام کو مصلے پر پہنچنے میں دیر ہو جائے تو کیا تب بھی اعادہ نہیں ہے؟

ج:...... اگر امام دنیوی کام یعنی کھانا پینا وغیرہ میں مشغول ہو پھر مصلے پر آئے تو تکبیر کا اعادہ ہے اور اگر یونہی تھوڑی سی دیر ہو گئی یا سنتیں پڑھ رہا ہو یا صبح کی سنتیں پڑھنے لگا پھر مصلے پر پہنچا تو تکبیر کا اعادہ نہیں ہے۔

س:...... کیا دو مسجدوں میں ایک شخص کو اذان کہنا درست ہے اور تکبیر کس کا حق ہے؟

ج:...... دو مسجدوں میں ایک شخص کا اذان کہنا مکروہ ہے اور جو شخص اذان کہے تکبیر اسی کا حق ہے۔ ہاں وہ باہر چلا جائے یا اس کی اجازت سے دوسرا شخص کہے تو کہہ سکتا ہے اور کئی موذن ایک مسجد میں ایک بار اذان کہہ سکتے ہیں جائز ہے۔

س:...... اذان و تکبیر کس طرح کہے؟

ج:...... اذان مسجد کے حصے سے باہر اونچی جگہ کھڑے ہو کر بلند آواز سے دونوں کانوں میں انگلیاں دے کر قبلہ کی طرف رخ کر کے کہی جائے۔ مسجد کے اندر اذان مکروہ تنزیہی ہے۔ البتہ جمعہ کی دوسری اذان ممبر کے سامنے مسجد کے اندر مکروہ نہیں ہے۔ بیٹھ کر اذان کہنا مکروہ ہے پھر دوبارہ کہی جائے۔ اذان کے الفاظ ٹھہر ٹھہر کر کہنے چاہئیں کہ سننے والا اس کا جواب دے سکے اور تکبیر جلدی جلدی کہی جائے۔

س:...... کیا قضا نمازوں کے لئے بھی اذان ہے؟

ج:...... جی ہاں اگر سب کی کسی وجہ سے قضا ہو جائے تو اذان و اقامت کے ساتھ نماز ادا کی جائے اور ایک اذان سب قضا نمازوں کے لئے کافی ہے اگر ایک وقت میں ادا کی جائیں اور ہر نماز کے لئے الگ الگ تکبیر بھی کہی جائے ہاں یہ اولیٰ ہے کہ نماز قضا میں اذان بھی علیحدہ علیحدہ کہی جائے جہاں جمعہ کی نماز کی شرائط پائی جائیں اور وہاں جمعہ کی نماز ہوتی ہو تو اس جگہ ظہر کی نماز پڑھی جائے تو اذان و تکبیر کہنا مکروہ ہے اور جمعہ کی پہلی اذان کے بعد خرید و فروخت کرنا درست نہیں۔

س:...... اگر اذان وقت آنے سے پہلے دے دی جائے تو کیا اعادہ کرنا چاہیے؟

ج:...... جی ہاں وہ اذان صحیح نہ ہو گی وقت آنے پر پھر کہنا چاہیے۔ خواہ وہ اذان فجر کی ہو یا کسی اور وقت کی اور مکبر جس جگہ تکبیر کہنا شروع کرے اسی جگہ ختم کرے۔

س:...... آپ نے اذان و تکبیر کے اس قدر مسائل بیان کئے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ موذن قاعدہ کا آدمی سمجھدار ہونا چاہیے؟

ج:...... ماشاء اللہ تعالیٰ آپ نے کیا خوب سوال فرمایا ہے۔ واقعی یہی بات ہے کہ ہر صاحب منصب اپنے اپنے منصب و عہدہ کے مطابق احکام و مسائل اور قانون دین حاصل کرے خواہ بادشاہ و سلاطین ہوں یا امراء و حکام ہوں یا امام ہو یا موذن ہو یا باپ ہو یا شوہر وغیرہ وغیرہ لہٰذا موذن مسائل ضروریہ اور نماز کے اوقات سے واقف ہو موذن پرہیزگار اور دیانت دار ہو۔ لوگوں کے حال سے خبردار ہو جو لوگ جماعت میں نہ آتے ہوں ان کو متنبہ کرے اگر یہ خوف نہ ہو کہ مجھ کو ایذا دے گا بلند آواز ہو۔ حدیث شریف میں ہے کہ قیامت میں لوگ حساب کتاب میں ہوں گے اور یہ موذنین نور کے ممبر پر خوش و خرم بیٹھے ہوں گے۔

س:...... اذان کے بعد جو دعا پڑھی جاتی ہے وہ کیا ہے؟

ج:...... وہ دعا یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ سَيِّدَنَا مُحَمَّدَانِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْداَ نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادِ.

قراءت وغیرہ کا بیان

نماز میں ضروری:

س:...... ثناء، تعوذ، تسمیہ، سورہ فاتحہ، تشہد، درود، دعائے قنوت کیا کیا ہیں اور کوئی چھوٹی سورت بھی بیان کر دی جائے؟

ثنا یہ ہے: سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُکَ.

ج:...... تعوذ یہ ہے: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ.

تسمیہ یہ ہے: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

سورہ فاتحہ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. مٰلِکِ يَوْمِ الدِّيْنِ. اِيَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاکَ نَسْتَعِيْنُ. اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ. صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ. غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ. اٰمِيْنَ.

اور تشہد یہ ہے: اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَ الصَّلَوَاتُ وَا لطَّيِّبٰتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ اَيُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ. اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ.

درود یہ ہے: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّکَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّکَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

اور دعا یہ ہے: رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ.

اور دعائے قنوت یہ ہے: اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُکَ وَ نَسْتَغْفِرُکَ وَ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخل اور ایمان کسی انسان کے دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔ (رواہ ابوداؤد والترمذی)

نُؤْمِنُ بِکَ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْکَ وَ نُثْنِیْ عَلَیْکَ الْخَیْرَ وَ نَشْکُرُکَ وَ لَا نَکْفُرُکَ وَ نَخْلَعُ وَ نَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ اَللّٰھُمَّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ لَکَ نُصَلِّیْ وَ نَسْجُدُ وَ اِلَیْکَ نَسْعٰی وَ نَحْفِدُ وَنَرْجُوْا رَحْمَتَکَ وَنَخْشٰی عَذَابَکَ اِنَّ عَذَابَکَ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ.

اور اگر کوئی سورت یاد نہ ہو تو سورۃ فاتحہ کے بعد یہی صورت کافی ہے

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ. اَللّٰهُ الصَّمَدُ. لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ. وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ.

سَتر کا بیان

س:......نماز میں جسم کا کتنا حصہ ڈھانکنا فرض ہے؟

ج:...... مرد کو ناف سے لے کر گھٹنوں کے نیچے تک اور عورت کو بشرطیکہ وہ لونڈی نہ ہو دونوں ہتھیلیوں اور چہرے اور دونوں قدموں کے علاوہ تمام بدن ڈھانکنا فرض ہے۔ اور لونڈی کو ناف سے گھٹنوں کے نیچے تک اور پیٹھ و پیٹ کا ڈھانکنا فرض ہے اور ان میں سے جسم کے کسی حصہ کا چوتھائی کھل جائے جیسے ران، پنڈلی، سر، پیٹ، پیٹھ، گلا، بال تو نماز نہ ہوگی بشرطیکہ اتنی دیر کھلا رہے جتنی دیر میں تین بار یا اس سے زیادہ سبحان اللہ کہہ سکے اس سے کم دیر کھلا رہا کہ فوراً ڈھک لیا تو نماز ہوگئی۔

س:......اگر کپڑا ناپاک ہو اور پاک کرنے کے لئے پانی نہ ہو تو کیا کرے؟

ج:...... اگر چوتھائی یا چوتھائی سے زیادہ کپڑا پاک ہو تب تو اسی ناپاک کپڑے کو پہن کر نماز پڑھنا واجب ہے اور اگر اس سے کم پاک ہو باقی سب ناپاک ہو تو چاہے اسی سے نماز پڑھے چاہے ننگے ہو کر مگر اسی سے پڑھنا بہتر ہے اور اگر بالکل کپڑا نہ ہو تو ننگا نماز پڑھے تو بیٹھ کر پڑھنا بہتر ہے رکوع و سجدہ اشارہ سے ادا کرے۔

قبلہ کا بیان

س:......قبلہ کی طرف منہ کرنا کس طرح ہے؟

ج:...... مکہ معظمہ میں ایک مسجد ہے جس کو خانہ کعبہ کہتے ہیں۔ اس کو سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے بنایا تھا پھر نوح علیہ السلام کے زمانہ میں کئی روز تک بہت زور کی بارش ہوئی کہ تمام مکانات اور پہاڑ غرق ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو آسمان پر اٹھا لیا اب تک چوتھے یا ساتویں آسمان پر اسی خانہ کعبہ کے مقابل موجود ہے۔ پھر اس خانہ کعبہ کو ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام نے بنایا۔ اس کی طرف منہ کرنے کو قبلہ کی طرف منہ کرنا کہتے ہیں۔

س:...... جس طرح مشرکین پتھر کے بتوں کی طرف منہ کر کے عبادت کرتے ہیں اسی طرح خانہ کعبہ کی طرف منہ کرنا ہوا پھر اس میں اور اُس میں کیا فرق ہے؟

ج:......فرق یہ ہے کہ مسلمان اس کو پوجتے نہیں بلکہ مسلمانوں کے لیے ایک جہت مقرر کرنے کے لیے وہ جانب مقرر کر دی گئی ہے۔ اگر خدانخواستہ موجود نہ رہے یا کسی کو اس کا رخ نہ معلوم ہو اور کسی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لے تو نماز ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ نماز میں خود ہی یا دوسرے کے کہنے سے معلوم ہوا کہ قبلہ دوسری طرف ہے تو نماز ہی کی حالت میں ادھر گھوم جائے اور باقی نماز پڑھ کر سلام پھیر دے۔ نماز ہوگئی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اپنی گھوڑی پر نماز پڑھتا ہوا چلے تو جس طرف گھوڑی چلتی رہے اور یہ نماز پڑھتا ہے نماز ہو جائے گی۔ حالانکہ گھوڑی کا رخ خانہ کعبہ کی طرف سے پھرا ہوا ہے۔ بخلاف مشرکوں کے کہ وہ بتوں کو معبود خیال کر کے پوجتے ہیں۔ تو یہ تو بتوں کو معبود بنانا ہوا۔ اس میں اور اُس میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

نماز کی نیت کا بیان

س:......نیت کرنا کسے کہتے ہیں؟

ج:......جس وقت کی نماز پڑھنی ہے اس وقت کا اور ان کا دل میں خیال کرنے کا نام نیت ہے۔ اور زبان سے نام لینا مستحب ہے۔ مثلاً ظہر کی نماز پڑھنا ہے تو یوں کہے۔ نیت کرتا ہوں چار رکعت نماز فرض واسطے اللہ تعالیٰ کے منہ میرا کعبہ شریف کی طرف وقت ظہر کا پھر اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے۔ اگر جماعت کے ساتھ نماز پڑھے تو امام کے پیچھے ہونے کی بھی نیت کرے۔ یعنی یوں کہے کہ پیچھے اس امام کے اور فرض میں وقت کا دل میں متعین کرنا ضروری ہے۔ یعنی یہ نیت دل میں ہو کہ فرض ظہر کے پڑھتا ہوں اگرچہ زبان سے عصر نکلا ہو اور سنت اور نفل میں صرف نماز کی نیت کرنا کافی ہے۔

نماز پڑھنے کا طریقہ

س:......نماز کیا ہے کس طرح پڑھی جاتی ہے؟

ج:...... اللہ تعالیٰ نے مومن بندہ کو ایک خاص طریق سے پاک ہو کر پانچ وقتوں میں جس طرح اپنی عبادت کرنے کا طریقہ بتایا ہے اس کو نماز کہتے ہیں۔ طریقہ اس کے پڑھنے کا یہ ہے کہ اول خاص طریق سے پاک ہو کر کھڑے ہو کر نیت کرتے ہیں۔ پھر کانوں تک ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لیتے ہیں۔ مرد ناف کے نیچے عورتیں سینہ پر۔ پھر سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ پڑھتے ہیں پھر اعوذ باللہ اور بسم اللہ پھر الحمد اور کوئی سورت پڑھتے ہیں پھر اللہ اکبر کہہ کر جھک جاتے ہیں جس کو رکوع کہتے ہیں۔ رکوع میں تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ پڑھتے ہیں۔ پھر سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہہ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر ماتھا اور ناک زمین پر ٹیک دیتے ہیں۔ جس کو سجدہ کہتے ہیں۔ اور سجدہ میں تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہتے ہیں۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر سیدھے کھڑے ہو جاتے ہیں یہ ایک رکعت ہوگئی

اسی طرح جتنی رکعتیں پڑھنی ہوں پڑھتے ہیں مگر بعد کی رکعتوں میں ثناء اور تعوذ نہیں پڑھتے۔ اگر صرف دو فرض رکعتیں پڑھنا ہوں تو دوسری رکعت پوری کر کے بیٹھ جاتے ہیں اس کو قعدہ کہتے ہیں۔ اس میں التحیات، درود شریف اور دعا پڑھ کے دونوں طرف سلام پھیر دیتے ہیں۔ یعنی دائیں طرف منہ کر کے السّلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے ہیں اور اسی طرح بائیں طرف منہ کر کے السّلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے ہیں۔ اور اگر تین یا چار رکعت پڑھنا ہوں تو دوسری رکعت میں بیٹھ کر صرف تشہد پڑھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور تین رکعت والی میں تیسری رکعت میں اور چار رکعت والی میں چوتھی رکعت میں بیٹھ کر تشہد ،درود شریف اور دعا پڑھ کر دائیں اور بائیں سلام پھیر دیتے ہیں۔ اور فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں الحمد پڑھنا سنت ہے اور سورت نہیں پڑھتے۔

نماز میں اعضاء کو کہاں کہاں رکھے

س:......نماز میں اعضاء کو کس وقت کہاں رکھنا چاہئے؟

ج:......تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں ہاتھ کانوں کی دونوں لو کے مقابل اس طرح رکھو کہ انگلیاں سیدھی ہوں۔ ہتھیلیاں قبلہ کی جانب پھر تکبیر کہہ کر دونوں ہاتھ ناف کے نیچے اس طرح باندھے جائیں کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رہے۔ اور انگوٹھے اور چھنگلیا سے حلقے کے طور پر گٹے کو پکڑلو اور باقی تین انگلیاں کلائی پر رہیں۔ اور نظر سجدہ کی جگہ رہے قراءت ختم کرنے کے بعد رکوع میں دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر انگلیوں کو خوب کھول کر جما کر رکھے اور سر اور پچھلا حصہ بالکل برابر رہے اور رکوع میں نگاہ قدم پر رہے۔ پھر قومہ میں سیدھا کھڑا ہو کر سجدہ میں جائے اس طرح کہ پہلے دونوں گھٹنے زمین پر رکھے، پھر دونوں ہاتھ سجدہ کی جگہ پر دونوں کانوں کے مقابل رکھے دونوں کہنیوں کو پسلیوں اور رانوں سے جدا رکھے اور نہ زمین پر رکھی جائیں۔ نگاہ ناک پر رہے۔ ہاتھوں کی انگلیاں ملی ہونی چاہئیں۔ سجدہ سے اٹھتے وقت پہلے پیشانی، پھر ناک اور ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہتا ہوا اٹھے اور سیدھا بیٹھ جائے۔ پھر تکبیر کہہ کر دوسرا سجدہ کرے۔ پھر تکبیر کہتا ہوا اٹھے دونوں سجدوں کے درمیان جلسے میں ''رب اغفرلی'' کہے پھر بقیہ نماز کو اسی طرح پوری کرے۔ پھر آخری رکعت قعدہ اخیر میں گود پر نگاہ رکھے اور سلام پھیرتے وقت منفرد (تنہا نماز پڑھ رہا ہو) سلام کے اندر فرشتوں کی نیت کرے اور امام کے مقابل مقتدی دونوں جانب سلام پھیرتے وقت امام کی نیت کرے اور سلام پھیرتے وقت کندھوں پر نگاہ رکھے اور قعدہ اور جلسہ میں انگلیاں قبلہ کی طرف اپنے حال پر چھوڑ دے نہ ملائے نہ کھولے۔

قیام کی حالت میں دونوں قدموں کے درمیان تین انگلیوں کا فاصلہ رہے۔ اور جلسہ وقعدہ میں بایاں پاؤں بچھا کر بیٹھ جائے اور داہنا پاؤں اس طرح کھڑا کرے کہ انگلیاں قبلہ کی طرف رہیں اور عورت عام باتوں میں مثل مرد کے ہے مگر تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھائے اور سجدہ میں اپنی دونوں رانیں پیٹ سے ملا دے اور کہنیوں کو زمین پر رکھے اور قعدہ میں بایاں پاؤں دائیں پاؤں کی طرف نکال دے اور سرین کے بل بیٹھ جائے اور دایاں پاؤں بچھا دے اور قیام کی حالت میں ہاتھ سینہ پر باندھے۔

خشوع وخضوع

س:......نماز میں خشوع وخضوع حاصل ہونے کا طریقہ کیا ہے؟

ج:......ہر ایک چیز کو نہایت ادب وسکون سے ادا کرے اور خود اپنی طرف سے نماز میں کوئی دوسرا خیال نہ لائے۔ جو معنی نہ جانتا ہو وہ حروف کو صاف صاف ادا کرے کہ اپنے کان میں آواز محسوس ہو۔ اور معنی جاننے والا اس کے ساتھ ساتھ معنی کا خیال رکھ کر قراءت کرے اور اگر خیال بندھ جائے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو دیکھ رہا ہے تو یہ سب سے بہتر ہے۔

تعداد رکعت

س:......فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء میں کتنی کتنی رکعتیں پڑھی جاتی ہیں؟

ج:......فجر میں پہلے دو سنت موکدہ پھر دو فرض پڑھے جاتے ہیں۔ ظہر میں پہلے چار سنت موکدہ پھر چار فرض پھر دو سنت موکدہ اور دو نفل پڑھی جاتی ہیں نفلوں کے پڑھنے کا اختیار ہے۔ پڑھنے سے ثواب ہوگا اور نہ پڑھنے سے کچھ عذاب نہ ہوگا۔ حتیٰ الامکان نہ چھوڑے۔ عصر میں پہلے چار سنتیں ہیں جو کہ غیر موکدہ ہیں پھر چار فرض پڑھے جاتے ہیں۔ مغرب میں تین فرض پہلے اور دو سنت موکدہ بعد کو پڑھی جاتی ہیں پھر دو نفل بھی ہیں۔ عشاء میں پہلے چار سنت ہیں مگر ضروری نہیں غیر موکدہ ہیں۔ پھر چار فرض، پھر دو سنت موکدہ پھر دو نفل پھر تین وتر جو کہ واجب ہیں پھر دو نفل پڑھتے ہیں وتر کی نماز میں التحیات کے بعد تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں اور سورۃ پڑھنے کے بعد اللہ اکبر کہہ کر کانوں تک ہاتھ اٹھا کر ہاتھ باندھ لیتے ہیں اور پھر دعائے قنوت پڑھتے ہیں اور پھر اللہ اکبر کہہ کر اور باقی باتوں کو پورا کر کے دونوں طرف سلام پھیر دیتے ہیں۔

فرائض نماز

س:......نماز میں کتنی چیزیں فرض ہیں؟

ج:......آٹھ ہیں۔ (۱) نیت باندھتے وقت اللہ اکبر کہنا۔ (۲) کھڑا ہونا۔ (۳) کوئی اور سورت یا بڑی آیت یا چھوٹی تین آیت پڑھنا۔ (۴) رکوع کرنا۔ (۵) سجدہ کرنا۔ (۶) اخیر رکعت میں اتنی دیر بیٹھنا جتنی دیر التحیات پڑھنے میں لگتی ہے۔ (۷) سجدہ میں پیشانی رکھنا فرض ہے۔ اگر مجبوری ہو تو صرف ناک رکھنا کافی ہے۔ (۸) اپنے کسی فعل سے نماز سے باہر نکلنا۔

واجبات نماز

س:......نماز میں کتنی چیزیں واجب ہیں؟

ج:...... چودہ ہیں (۱) پوری الحمد شریف پڑھنا (۲) سورت ملانا۔ (۳) رکوع کے بعد کھڑا ہونا جس کو قومہ کہتے ہیں۔ (۴) دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا جس کو جلسہ کہتے ہیں۔ (۵) ہر فرض کو ترتیب سے ادا کرنا یعنی پہلے کھڑے ہو کر الحمد پڑھنا پھر سورت ملانا پھر رکوع کرنا پھر کھڑا ہونا پھر سجدہ کرنا۔ (۶) دوسری رکعت پر بیٹھنا۔ (۷) التحیات پڑھنا۔ (۸) دعائے قنوت پڑھنا۔ (۹) السّلام علیکم ورحمۃ اللہ کہنا۔ (۱۰) ہر چیز کو اطمینان سے ادا کرنا یعنی اچھی طرح ٹھہر ٹھہر کر رکوع سجدہ کرنا اور سجدہ سے اٹھ کر اطمینان سے بیٹھ کر سجدہ میں جانا۔ اگر جان کر پورا کھڑا ہوئے بغیر یا پورا بیٹھے بغیر سجدہ کیا تو نماز لوٹانا پڑے گی۔ (۱۱) امام کا مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعت میں اور فجر کی دونوں رکعتوں میں بلند آواز سے پڑھنا اور ظہر اور عصر کی چاروں رکعتوں میں مغرب کی آخیر ایک رکعت میں اور عشاء کی آخیر دو رکعتوں میں آہستہ پڑھنا واجب ہے۔ (۱۲) فرض کی پہلی دو رکعتوں میں قراءت کرنا (۱۳) نماز وتر میں قراءت کے لیے تکبیر کہنا۔ (۱۴) دونوں عیدوں کی نماز میں زائد تکبیریں کہنا۔

سُنَنِ نماز

س:...... نماز میں کتنی چیزیں سنت ہیں؟

ج:...... گیارہ ہیں۔ (۱) کانوں تک ہاتھ اٹھانا۔ (۲) مرد کا ناف سے نیچے اور عورتوں کا سینے پر ہاتھ باندھنا۔ (۳) ثناء پڑھنا۔ (۴) الحمد سے پہلے تسمیہ پڑھنا۔ (۵) رکوع اور سجدہ میں تسبیحات کہنا۔ سمع اللہ لمن حمدہ اور ربنا لک الحمد کہنا۔ (۶) فرض کی آخیر رکعت میں الحمد پڑھنا۔ (۷) درود شریف پڑھنا۔ (۸) دعا پڑھنا۔ (۹) دوسرا سلام کہنا۔ (۱۰) سلام کے وقت دائیں بائیں منہ پھیرنا۔ (۱۱) سجدہ میں ناک رکھنا۔

مُفسِدات نماز

س:...... نماز کے اندر کن باتوں کے کرنے سے نماز نہیں ہوتی؟

ج:...... بارہ چیزیں ہیں۔ (۱) قصداً یا بھول کر نماز میں بولنا۔

(۲) نماز میں آہ، اف، ہائے کرنا۔ (۳) جنت دوزخ کو بلایا د آئے آواز سے رونا۔ (۴) قرآن شریف میں دیکھ کر پڑھنا۔

(۵) کسی کے سلام کا جواب دینا۔ (۶) یا چھینکنے والے کے الحمد کہنے پر یرحمک اللہ کہنا۔ (۷) ذرا سی چیز کا بھی کھالینا۔ (۸) کسی خوشی کی خبر سے الحمد للہ کہنا یا غم کی خبر سے انا للہ و انا الیہ راجعون کہنا۔

(۹) اللہ اکبر میں اللہ کے الف کو یا اکبر کی با یا اکبر کے الف کو بڑھا دینا۔ (۱۰) اتنا مڑ جانا کہ سینہ قبلہ کی طرف سے مڑ جاوے۔

(۱۱) عورت یا مرد کا جوڑا باندھنا۔ (۱۲) بچہ کا نماز میں چھاتی سے دودھ پینا۔

مکروہاتِ نماز

س:...... نماز کے اندر کن باتوں کے کرنے سے نماز کا ثواب کم ہوجاتا ہے؟

ج:...... کپڑوں یا بدن یا زیور سے کھیلنا۔ دائیں بائیں گردن موڑ کر دیکھنا۔ بلا مجبوری دونوں پاؤں کھڑے رکھ کر بیٹھنا۔ سلام کے جواب میں ہاتھ اٹھانا۔ جاندار تصویر کا سر کے اوپر یا دائیں بائیں ہونا۔ تصویر دار کپڑے پہن کر نماز پڑھنا۔ کسی تسبیح کا یا آیت کا انگلیوں کے نشانوں پر گننا۔ دوسری رکعت کو پہلی رکعت سے زیادہ لمبی کر دینا۔ کسی سورت کا مقرر کر لینا۔ کندھے پر رومال یا کوئی اور چیز ڈال کر دونوں کنارے لٹکائے رکھنا۔ صاف کپڑے ہوتے ہوئے میلے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا۔ بہت زور کی بھوک یا پیشاب یا پاخانہ کی حاجت کے وقت نماز پڑھنا۔ سجدہ کی جگہ کا ایک بالشت سے زیادہ اونچا ہونا۔ نماز میں کھٹمل مارنا ہاں اگر نماز میں سانپ بچھو آ جائے تو نماز کا توڑ دینا درست ہے۔ پھر سے پڑھ لے۔ اس طرح کوئی نقصان کی بات پیش آ جائے مثلاً نیچے نماز پڑھ رہے تھے ریل چل دی۔ مرغی وغیرہ پر بلی آ گئی۔ کوئی جوتا لے کر چلنے لگا۔ کسی عورت مرد اندھے کو کنویں وغیرہ سے بچانے کے لیے نماز کو توڑ دینا درست ہے۔ ماں یا باپ کسی تکلیف میں پکارے تو فرض نماز نہ توڑیں۔ نفل نماز توڑ دینا درست ہے۔ بشرطیکہ کسی اور طریقے سے ان کو معلوم نہ ہو جائے۔ ہانڈی کا جلنا بشرطیکہ اس کی لاگت ساڑھے چار آنہ ہو۔

قضاء نمازیں

س:...... نماز کو اگر نماز کے وقت نہ پڑھ سکے تو پھر کب پڑھے؟

ج:...... سورج نکلنے اور غروب ہونے اور ٹھیک دوپہر کے وقت جس کو زوال کہتے ہیں نہ پڑھے۔ باقی جس وقت چاہے پڑھ سکتا ہے۔ البتہ صرف پانچ نمازیں قضاء ہو جائیں تو اگر وقتیہ نماز کا وقت تنگ ہو یا قضاء نماز بھول نہ گیا ہو تو پہلے ترتیب سے پانچوں قضاء نمازیں پڑھ لینا ضروری ہے پھر وقتیہ نماز پڑھے اگر چھ یا چھ سے زیادہ نمازیں قضاء ہو گئی ہوں تو پھر جب چاہے پڑھ لے مگر جہاں تک ہو سکے جلدی پڑھ لے موت کی کیا خبر آ جائے اور قضاء صرف فرض اور وتر کی ہے سنت کی نہیں اور اگر صرف وتر کی نماز قضاء ہو گئی ہے اور اگر صبح کے فرض کے لیے وقت تنگ ہو اور وتر بھی نہ بھولا ہو تو پہلے وتر پڑھ لے اگر بلا وتر پڑھے صبح کی نماز پڑھ لی تو صبح کی نہ ہو گی اور اگر عشاء کی نماز پڑھ کر سو رہے ہے اور تہجد کے وقت وضو کر کے تہجد اور وتر پڑھ لے پھر یاد آیا کہ عشاء کی نماز بے وضو پڑھی تھی تو صرف عشاء کی قضاء پڑھے وتر اور تہجد نہ پڑھے۔ اگر نمازیں قضاء ہو گئیں ہوں اور ادا نہ کر سکا تو ان نمازوں کا فدیہ دینے کی وصیت کرنا واجب ہے ورنہ سخت گناہ ہو گا اور فدیہ ہر نماز کا دو سیر گندم یا اس کی قیمت یا ہر نماز کے عوض دو وقت کا کھانا کھلانا ہے۔ لہٰذا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حقیقت ایمان کو انسان تب پہنچے گا جبکہ زبان کو محفوظ کرے گا۔ (مجمع)

مع وتر چھ نمازوں کا فدیہ بارہ سیر گندم ہے۔ خواہ اتنی گندم دے دے یا اتنے کی قیمت دے دے۔ مگر ایک مسکین کو دو سیر گندم یا اسکی قیمت سے کم نہ دے اور نہ ایک دن میں ایک مسکین کو دوسرے سے زیادہ دے۔

س:...... اگر زیادہ نمازیں قضاء ہوں اور ادا کرنا شروع کر دیا اور پانچ یا اس سے کم نمازیں رہ گئی ہوں تو کیا اب بھی ترتیب سے ادا کرے۔

ج:...... جب تک وہ نمازیں سب ادا نہ ہو جائیں اس وقت تک ترتیب ضروری نہیں ہے۔

س:...... اگر صاحب ترتیب کے لیے وقتی نماز کے ساتھ سب قضاء نمازوں کے ادا کرنے کی گنجائش نہ ہو تو کیا کرے؟

ج:...... جس قدر گنجائش ہو اتنی نمازیں ترتیب سے ادا کرے۔ مثلاً عشاء کے فرض و وتر قضاء ہو گئے اور فجر میں صرف پانچ رکعت کی گنجائش ہو تو وتر اور صبح کے فرض پڑھ لیے جائیں۔

س:...... نماز قضائے عمری کیا ہے؟

ج:...... قضائے عمری اسے کہتے ہیں کہ جو نماز زمانہ بلوغ سے نہیں پڑھی اور پھر خیال ہوا نفس کو ملامت ہوئی اور نماز پڑھنا شروع کر دی۔ مگر پچھلی نمازیں جو چھوٹ گئیں تھیں ان کا اندیشہ لگا ہوا ہے کہ کیا ہو تو ان کو ادا کرنے کا نام قضائے عمری ہے۔ اور آسان طریقہ یہ ہے کہ بہت غور و سوچ سے معلوم کرے کہ میں نے کب سے نہیں پڑھیں۔ جتنے کو دل کہے کہ اتنے سال کی نہیں پڑھیں بس اتنی ہی لازم ہیں اور ہر نماز کو وقتی نماز کے ساتھ پڑھ لیا جائے۔ اس طرح نیت کرے کہ میرے ذمہ جو اتنے سال کی نماز ہے ان میں سے پہلے سال کی صبح کی پہلی نماز پڑھتا ہوں۔ اس طرح دوسرے وقت کی نیت کرے اگر سال مہینہ دن یاد ہو تو اس کا نام لینا ضروری ہے۔ مثلاً یوں کہے کہ فلاں فلاں مہینہ فلاں تاریخ کی صبح کی نماز پڑھتا ہوں۔ اگر بلا دن تاریخ سال متعین کیے ہوئے نماز پڑھ لی تو اگر لوٹانا آسان ہو تو لوٹا لے ورنہ خیر وہی کافی ہے۔ اگر قضاء نماز جماعت سے ادا کی جائے تو جہری نماز کو جہر سے اور سری نماز کو آہستہ پڑھنا واجب ہے۔

س:...... اگر سب نماز قضاء ادا نہیں کر سکا تھا کہ موت آ گئی۔ تو کیا بقیہ نمازوں کا سوال اور سزا کا مستحق ہوگا؟

ج:...... جب اس کی نیت سب نمازوں کو ادا کرنے کی تھی۔ اور موت درمیان میں آ گئی۔ جو کہ غیر اختیاری ہے۔ تو پھر اس کی نیت کی وجہ سے سب کا ادا ہونا ہی شمار ہوگا اور استحقاق عذاب نہ ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ، انما الاعمال بالنیات۔

س:...... کیا قضاء نماز فجر و عصر کے فرض کے بعد بھی پڑھ سکتے ہیں سنا ہے کہ فجر و عصر کے فرض کے بعد کوئی نماز درست نہیں؟

ج:...... فجر و عصر کے فرض کے بعد نفل نماز پڑھنا درست نہیں۔ قضاء نماز سجدہ تلاوت جنازہ کی نماز یہ سب درست ہیں۔

نمازِ توبہ

س:...... نماز توبہ کیا چیز ہے؟

ج:...... نماز توبہ اسے کہتے ہیں کہ مسلمان سے اچانک اتفاقیہ یا خدانخواستہ قصداً کوئی گناہ ہو جائے تو دو رکعات نفل توبہ کی نیت سے پڑھے۔ اس طرح نیت کرے کہ نیت کرتا ہوں دو رکعت نفل توبہ واسطے اللہ تعالیٰ کے منہ میرا کعبہ شریف کی طرف اللہ اکبر۔ پھر جس طرح نفل پڑھے جاتے ہیں اسی طرح نفل پڑھ کر ایک تسبیح استغفار کی پڑھے اور ہاتھ اٹھا کر شرمندگی کے ساتھ معافی کی درخواست کرے۔ خوب گڑگڑائے۔ جب طبیعت میں سکون سا معلوم ہو بس سمجھے میری توبہ قبول ہو گئی۔

س:...... کیا اس طرح توبہ کرنے سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں چاہے حقوق اللہ نماز روزہ وغیرہ ادا کرنے کا گناہ ہو یا حقوق العباد کسی کے مال زمین کے مار لینے، تلف کر دینے، چرانے، غصب کرنے کا گناہ ہو؟

ج:...... توبہ کرنے سے وہ گناہ جو حقوق اللہ میں سے ہیں اور ان کے کرنے سے روکا گیا ہے وہ تو بالکل ہی معاف ہو جاتے ہیں سوائے توبہ کے اور کچھ کرنا نہیں ہوتا۔ جیسے جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، کسی کو بدنگاہ سے دیکھنا، لوگوں کے سامنے ران گھٹنا کھولنا، مرد کو لنگی پائجامہ ٹخنوں سے نیچے پہننا، داڑھی مونڈھنا، انگریزی بال رکھنا، عورت کا لہنگا پہننا، جہاں ساڑھی کا عام رواج نہ ہو وہاں ساڑھی کا باندھنا۔ عورت کا ٹخنے کھولنا۔ سر کے بال کھولنا۔ غیر محرم کے سامنے کلائی بازو کھولنا۔ بے پردہ ہونا۔ اور جو حقوق اللہ ایسے ہیں جن کے کرنے کا حکم ہے اور ان کو نہ کیا جیسے نماز روزہ وغیرہ ان کے ترک پر جو گناہ ہوا وہ تو توبہ کرنے سے معاف ہو جائے گا مگر ان کو ادا کرنا پڑے گا۔ اور جو حقوق العباد میں سے ہیں انہیں بھی توبہ کے ساتھ یا ان کو ادا کرنا چاہیئے یا معاف کرایا جائے۔ جیسے امانت میں خیانت کرنا۔ چوری کرنا۔ زمین وغیرہ غصب کرنا۔ قرض ہونا۔

س:...... یہ جو کہا جاتا ہے کہ فلاں وظیفہ پڑھنے سے یا فلاں تسبیح پڑھنے سے اسقدر گناہ معاف ہو جاتے ہیں یا سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ تو پھر اس کا کیا مطلب ہے؟

ج:...... مہربان من بندہ بڑے بڑے گناہوں کے علاوہ چھوٹے چھوٹے گناہوں میں ہر وقت ملوث ہے۔ اور نیز بندہ کی عبادت ہی کوتاہی سے خالی نہیں۔ تو جو شخص مستحبات نوافل پڑھتا ہے کوئی تسبیح پڑھتا ہے تو اس تسبیح و نفل اور وظیفہ سے جو گناہ صغیرہ ہیں وہ تو بلا توبہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور عبادت کی کوتاہی کو درگزر کر کے اس عبادت کو کامل بنا دیا جاتا ہے۔ مگر گناہ کبیرہ بغیر توبہ و بلا ارادہ کے ہوئے اور بندوں سے بدون معاف کرائے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی ہمارے ساتھ بے ایمانی سے پیش آئے وہ ہماری امت میں نہیں ہے۔ (الطبرانی)

معاف نہیں ہوتے البتہ یہ ممکن ہے کہ بعد توبہ کوئی بہت ہی عبادت گذار اور تقویٰ اختیار کرنے والا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے خود صاحب حق کو جنت کی نعمتیں انعامات دے کر خوش کر دیں اور معاف کرا دیں۔

نفل نماز

س:......نفل نماز کون کون وقت کی ہیں؟

ج:......علاوہ ان نفلوں کے جو پنجگانہ نماز میں بعض وقتوں میں پڑھی جاتی ہیں۔ یہ نفلیں اور ہیں جن کو بزرگ لوگ اکثر پڑھتے ہیں۔ تحیۃ الوضو، تحیۃ المسجد، اشراق، چاشت، زوال، اوابین، تہجد، صلوٰۃ التسبیح نفل نماز شروع کر کے توڑ دینے سے قضاء کرنا ہوتا ہے اور قضاء دو رکعت کی لازم ہوتی ہے۔

س:......ان نمازوں کے اوقات بیان کیجئے اور طریقہ بیان فرمایئے؟

ج:......تحیۃ الوضو اسے کہتے ہیں کہ وضو کے بعد دو رکعت نفل تحیۃ الوضو کی نیت سے پڑھے جائیں۔

تحیۃ المسجد اسے کہتے ہیں کہ مسجد میں داخل ہونے کے بعد تحیۃ المسجد کی نیت سے دو رکعت پڑھی جائیں۔

اشراق اسے کہتے ہیں کہ صبح کی نماز کے بعد اسی جگہ قرآن شریف یا کوئی ذکر وظیفہ پڑھتے ہیں اور جب سورج سوا نیزے کی مقدار اونچا ہو جائے تب دو چار چھ رکعت اشراق کی نیت سے پڑھ لے۔

چاشت اس نماز کو کہتے ہیں کہ جب سورج کچھ زیادہ اونچا ہو جائے۔ تب چاشت کی نیت سے کم از کم دو چار رکعت پڑھ لے اور اگر فرصت نہ ہو تو اشراق کے ساتھ ہی چاشت پڑھ لے۔ تب بھی چاشت کی نماز ہو جائے گی۔ ان نمازوں کا بڑا ثواب ہے۔ ایک عمرہ اور حج کا ثواب ملتا ہے۔

زوال اس نماز کو کہتے ہیں کہ جو زوال سے کچھ قبل کم از کم دو چار رکعت پڑھی جائے۔

اوابین اس نماز کو کہتے ہیں جو مغرب کی سنتوں کے بعد چھ رکعت نفل کم از کم پڑھی جاتی ہیں۔

تہجد اس نماز کو کہتے ہیں جو آخر شب میں کم از کم چار رکعت اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعت پڑھی جاتی ہیں۔ اگر آخر شب میں نہ اٹھ سکے تو عشاء کے بعد وتر سے قبل یا بعد پڑھ لی جائیں تب بھی ثواب قریب تہجد کا ملے گا۔ بہ نسبت دوسری نفلوں کے تہجد کی نفلوں کا بہت بڑا ثواب ہے۔ اور چونکہ بعض حضرات نے تہجد کو سنت موکدہ کہا ہے اس لیے آخر شب میں نہ پڑھ سکیں تو عشاء کے وقت ہی کم از کم چار رکعت پڑھ لیا کریں۔

صلوٰۃ التسبیح اس نماز کو کہتے ہیں جو تمام عمر میں ایک بار یا ایک سال میں ایک بار یا ایک ہفتہ میں ایک بار پڑھی جاتی ہے اور جس کا طریقہ یہ ہے کہ چار رکعت نفل صلوٰۃ التسبیح کی نیت سے تکبیر کہہ کر ہاتھ باندھ لے اور ثناء، سورۂ فاتحہ اور سورۃ کے بعد پندرہ دفعہ یہ تسبیح پڑھے۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ.

پھر رکوع میں جائے اور رکوع کی تسبیح کہہ کر یہی تسبیح دس دفعہ پڑھے پھر سجدہ میں تسبیح سجدہ کی پڑھ کر یہی تسبیح دس دفعہ پڑھے پھر دوسرے سجدہ سے اٹھ کر جلسہ میں یہی تسبیح دس دفعہ پڑھے پھر دوسرے سجدہ میں یہی تسبیح دس دفعہ پڑھے۔ پھر دوسرے سجدہ سے اٹھ کر بیٹھ جائے اور یہی تسبیح دس دفعہ پڑھے پھر کھڑا ہو جائے یہ ایک رکعت ہوگی۔ اس طرح باقی تینوں رکعتیں پڑھے قیام میں یہ تسبیح پندرہ دفعہ اور باقی جگہ دس دس دفعہ پڑھے۔ دوسری رکعت میں یہ تسبیح دس دفعہ پڑھ کر التحیات پڑھی جائے۔ پھر کھڑا ہو جائے اور چوتھی رکعت میں دعا کے بعد یہ تسبیح دس دفعہ پڑھ کر سلام پھیر دے۔

س:......کیا نفل نماز میں کوئی خاص سورت پڑھی جائے؟

ج:......جی نہیں، جس طرح دوسری نماز پڑھی جاتی ہے اسی طرح نفل بھی ہیں۔ کسی سورت کا مقرر کرنا مکروہ ہے۔ بعض مشائخ نے کسی مرید کو خاص خاص سورتیں نفل میں بتلا دی تھیں وہ اس کے لیے خاص ضرورت سے خاص وقت تک کے لیے تجویز کر دی تھیں۔ دوسروں نے مخصوص سمجھ لیا۔ جیسا کہ بعض مشائخ نے اپنے بعض ایسے مریدوں کو جن کو ذکر وغیرہ کی فرصت نہ ہوتی تھی یہ تجویز کر دیا کہ ہر نماز کے بعد تین مرتبہ **لا الٰہ الا اللہ** کہہ لیا کرو۔ اب بعض پیروں نے اس کو رسم کر لیا ہے۔

مسافر کی نماز

س:......سفر میں کتنی رکعتیں فرض ہیں؟

ج:......اگر اڑتالیس میل یا چھتیس کوس کا سفر ہو تو راستہ میں چار رکعت والی نماز فرض میں دو رکعت پڑھی جائیں گی اور باقی نماز فرض اسی طرح پڑھی جائیں گی۔ اور سنتوں میں اختیار ہے اگر وقت کی گنجائش دیکھے پڑھ لے ورنہ نہیں اور جہاں جانا تھا وہاں پہنچ گیا تو اگر وہاں پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہے تو چار رکعت والے فرض دو رکعت پڑھے جائیں گے اور اگر سفر میں ظہر یا عصر کی یا عشاء کی نماز قضاء ہو گئی تو چونکہ سفر میں ان وقتوں میں دو فرض پڑھے جاتے ہیں لہٰذا اب سفر میں یا گھر پہنچ کر دو ہی پڑھے جائیں گے۔ اور اگر ٹھہرنے کی نیت نہ کی بلا نیت برسوں ٹھہرا رہا تو قصر ہی پڑھتا رہے۔ اور اگر پندرہ دن یا اس سے زائد ٹھہرنے کی نیت کی تو پوری پوری نماز پڑھے اور اڑتالیس میل کا اعتبار اس راستے کا ہے۔ جس راستہ سے سفر کیا۔ خواہ وہ دوسرے راستہ سے قریب ہو۔ جیسے جلال آباد سے مظفر نگر بیس کوس ہے۔ قصر نہیں۔ مگر سہارنپور کے راستہ ریل یا پیدل سے اڑتالیس میل سے زیادہ ہے۔ لہٰذا قصر ہوگا۔

س:......کس وطن میں پوری نماز پڑھی جانی ضروری ہے؟

ج:......وطن تین قسم کے ہوتے ہیں۔ وطن اصلی، وطن اقامت اور

وطن سفر۔ وطن اصلی وہ ہے جہاں جدی طور پر بود و باش رہنا سہنا اہل وعیال ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہوں۔ یا کسی جگہ کو اس طرح مقرر کر لیا ہو۔ اور آبائی وطن کو بالکل ترک کر دیا ہو۔ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا وطن اصلی مکہ معظمہ چھوڑ کر مدینہ طیبہ کو وطن قرار فرما لیا۔ اسی طرح مثلاً کوئی شخص جلال آباد جو کہ اپنا آبائی وطن ہے چھوڑ کر بھوپال چلا جائے وہاں سکونت اختیار کر لے اور جلال آباد بالکل ترک کر دے کہ مکان جائیداد سب فروخت کر دی یا بطور آمدنی رکھی۔ مگر سکونت ترک کر دی تو اب بھوپال وطن اصلی ہو گیا۔ اور وطن اقامت مقام اپنے وطن اصلی سے اڑتالیس میل یا چھتیس کوس ہو اور وطن سفر وہ ہے کہ جہاں پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہو یا کچھ نیت نہ ہو اور برسوں ٹھہرا رہے جب یہ سمجھ میں آ گیا تو سنو کہ وطن اصلی کو وطن اصلی باطل کر دیتا ہے۔ یعنی پہلے وطن اصلی میں واپس آئے تو نماز قصر پڑھنا ہوگی۔ جب تک پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ ہو اور وطن اقامت وطن اصلی کو باطل نہیں کرتا۔ یعنی اگر کسی وطن اقامت سے وطن اصلی جائے خواہ تھوڑی دیر ہی کے لیے ہی تب بھی نماز کے وقت پوری نماز لازم ہوگی۔ غرض کہ وطن اصلی میں داخل ہوتے ہی وطن اقامت باطل ہو جاتا ہے۔ اور وطن اقامت اور وطن سفر دونوں سے باطل ہو جاتا ہے۔ یعنی اگر کسی جگہ پندرہ دن یا زائد ٹھہرنے کی نیت کی اور وہاں سے دوسری جگہ کا سفر کیا خواہ وہاں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت ہو یا نہ ہو وہ پہلا وطن اقامت باطل ہوگا۔ پھر اگر وہاں واپس ہوگا تو جب تک مستقل نیت پندرہ دن کی اقامت کی نہ ہوگی قصر کرے گا۔ اگر دو جگہ ٹھہرنے کی نیت ہوگی کہ پندرہ دن فلاں فلاں جگہ ٹھہروں گا تب بھی قصر ہوگا۔

س:...... کیا اقامت کی نیت کے بعد وطن اقامت سے دوسری جگہ چلا جائے پھر رات کو اسی پہلی جگہ وطن اقامت میں آ جائے تو پوری نماز پڑھے؟

ج:...... اگر دونوں جگہ پندرہ روز گزارنے کی نیت کی ان میں سے ایک جگہ شب کو قیام کی نیت کی تو شب کے ٹھہرنے کی جگہ پوری نماز پڑھے اور اگر ایک جگہ ہی پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی اور پھر دوسری جگہ چلا گیا تو وہ اب مقیم کے حکم میں نہ رہا مسافر بن گیا۔

س:...... دو جگہ ٹھہرنے کی نیت کرے ان میں سے ایک شہر ہے دوسرا اس کے تابع فناء مصر تو کیا حکم ہے؟

ج:...... دونوں جگہ مقیم کا حکم ہے۔ دونوں جگہ پوری نماز پڑھے جیسے مظفر نگر اور سروٹ کہ دس دن مظفر نگر ٹھہرنے کا ارادہ اور پانچ روز سروٹ کا تو دونوں جگہ پوری نماز پڑھی جائے گی۔

س:...... مقتدی مسافر مقیم امام کے پیچھے نماز پڑھے تو کیا قصر کرے یا امام کی اتباع میں پوری نماز پڑھے۔

ج:...... مقتدی مسافر مقیم امام کے پیچھے پوری نماز پڑھے چاہے ابتداء سے شریک ہوا ہو یا کچھ رکعت چھوٹ جانے کے بعد شریک ہوا ہو۔

س:...... امام مسافر کے پیچھے مقیم مقتدی کیا پوری نماز پڑھیں؟

ج:...... جی ہاں پوری پڑھے۔ امام مسافر کہہ دے کہ میں مسافر ہوں۔ مقتدی اپنی نماز پوری کر لیں لہٰذا مقتدی کھڑے ہو کر بلا فاتحہ پڑھے ہوئے اتنی دیر کھڑے ہو کر جتنی دیر میں سورۂ فاتحہ ختم ہوتی ہے رکوع میں چلا جائے اسی طرح دوسری رکعت میں کرے۔ اگر مقتدی مقیم مسبوق ہو تو اول گئی ہوئی رکعت دو ہوں یا ایک ہو قراءت کے ساتھ پڑھے۔ پھر باقی رکعت سکوت کے ساتھ ادا کرے۔ مثلاً امام مسافر نے ظہر کی نماز پڑھائی دو رکعت ہو چکی۔ قعدہ میں تھا کہ مقیم مقتدی بنا اب اس مقتدی مقیم کو چاہیئے کہ اول یہ ہوگئی رکعتیں قراءت سے ادا کرے پھر باقی آخری دو رکعت خاموش رہ کر قیام کی حالت میں رکوع کرتا رہے اور اس طرح چار رکعت پوری کر کے سلام پھیر لے۔

س:...... امام مسافر پوری نماز پڑھے تو کیا حکم ہے؟

ج:...... نماز کا اعادہ چاہیئے مقتدیوں کو اور مسافر قصداً چار رکعت پڑھے اور دوسری رکعت میں بیٹھ جائے تو نماز ہو جائے گی مگر گنہگار ہوگا۔ اعادہ کر لے اور اگر بھول کر چار پڑھے اور دوسری رکعت میں بیٹھ جاوے تو سجدہ سہو کر لے۔ اعادہ کی ضرورت نہیں۔

جماعت کے احکام

س:...... امام کا ذکر بار بار آیا ہے۔ کیا امام کا ہونا اور جماعت سے فرض ادا کرنا ضروری ہے؟

ج:...... جی ہاں! نماز فرض شروع ہی جماعت کے ساتھ ہوئی تھی۔ جو شخص بلا عذر شرعی جماعت ترک کر دے اس کی نماز ناقص ہے۔ جماعت سے نماز پڑھنا قریب واجب کے ہے۔

س:...... وہ کون سے عذر ہیں جن سے جماعت ترک کرنا جائز ہے؟

ج:...... ترک جماعت کے چودہ عذر ہیں۔ (۱) بقدر ستر کپڑا نہ ہونا۔ (۲) سخت کیچڑ ہونا۔ (۳) سخت بارش ہونا۔ (۴) سخت سردی کہ بیمار ہو جائے یا بیماری بڑھ جانے کا ظن غالب ہو۔ (۵) مال چوری ہونے کا خوف۔ (۶) دشمن کا خوف۔ (۷) قرض خواہ کے تکلیف پہنچانے کا خوف ہو۔ (۸) سخت اندھیرا ہو۔ (۹) رات کو سخت آندھی ہو۔ (۱۰) تیمار داری۔ (۱۱) سخت بھوک ہونا۔ (۱۲) زور سے پیشاب یا پاخانہ معلوم ہونا۔ (۱۳) سفر کا ارادہ اور قافلہ یا ریل کے نکل جانے سے پریشانی۔ (۱۴) ایسی بیماری ہو کہ چل نہ سکے۔

س:...... کیا دوبارہ جماعت کرنا مسجد میں درست ہے؟

ج:...... جس مسجد میں امام یا مؤذن مقرر نہ ہوں اور نہ وہ مسجد محلہ کی ہو تو دوسری مرتبہ جماعت کرنا درست ہے۔ اور جو مسجد محلہ کی ہو اور اس میں

مؤذن اور امام مقرر ہوں اور محلہ کے کچھ لوگ مقررہ طور پر جماعت سے نماز پڑھنے آتے ہوں۔ تو اس میں دوبارہ جماعت مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔

س:...... امام کیسا ہونا چاہیئے اور نماز کس کے پیچھے نہیں ہوتی؟

ج:...... سب سے زیادہ مستحق امامت کا وہ شخص ہے جو نماز کے مسائل سے خوب واقف ہو اور قرآن شریف صحیح پڑھتا ہو۔ اور اس قدر قرآن شریف حفظ ہو جتنا کہ مسنون طریقہ سے ہر نماز میں پڑھ سکے۔ پھر وہ شخص جو قراءت کے موافق پڑھتا ہے۔ پھر متقی۔ پھر زیادہ عمر والا۔ پھر خلیق، پھر خوبصورت، پھر شریف، پھر اچھی آواز والا، پھر وہ جو عمدہ لباس پہنتا ہو، پھر وہ جس کا سر سب سے بڑا ہو تناسب کے ساتھ، پھر وہ جس میں زیادہ وصف ہوں وہ اس سے مقدم ہے جس میں اس کی نسبت سے کم وصف ہوں۔ کسی کے گھر نماز پڑھنا ہو تو گھر والا زیادہ مستحق ہے۔ بشرطیکہ بالکل جاہل نہ ہو ورنہ جس کو وہ امام بنائے۔ وہ امام ہونے کا مستحق ہے۔ جس مسجد میں امام مقرر ہو دوسرے کا استحقاق نہیں کہ بدون اس کی اجازت امامت کرے۔ بعد اجازت مضائقہ نہیں۔ حاکم اسلام و سلطان اسلام کے ہوتے ہوئے دوسرے کو حق امامت کا نہیں۔ فاسق و بدعتی کا امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔ ہاں خدانخواستہ ایسے شخص کے علاوہ دوسرا شخص وہاں نہ ہو تو پھر مجبوری ہے۔ مکروہ نہیں یا فاسق و بدعتی قوت والے ہوں کہ ان کو الگ کرنے پر قدرت نہیں۔ فتنہ برپا ہو گا تب بھی مکروہ نہیں مقتدیوں پر کچھ نہیں۔

غلام، گاؤں کا رہنے والا، نابینا، ولد الزنا، بالغ حسین بے داڑھی مونچھ، بے عقل ان کو امام بنانا مکروہ تنزیہی ہے۔ البتہ غلام، نابینا، ولد الزنا گاؤں کے رہنے والے صاحب علم و فضل اور پاکی کی احتیاط رکھنے والے ہوں اور لوگوں کو ان کا امام بنانا گوارا ہو تو پھر مکروہ تنزیہی نہیں۔

امام کو زیادہ بڑی بڑی سورتیں جو مقدار مسنون سے زیادہ ہوں یا رکوع سجدے وغیرہ میں زیادہ دیر تک رہنا مکروہ تحریمی ہے امام کو چاہیئے کہ مقتدیوں کی ضروریات و حاجات اور بیماری و ضعف و بڑھاپا وغیرہ کا خیال رکھ کر قراءت و رکوع سجدے کرے۔

مقتدیوں کو ہر رکن کا امام کے ساتھ ہی بلا تاخیر ادا کرنا سنت ہے۔ تحریمہ، رکوع، قومہ، سجدہ وغیرہ ہاں اگر قعدہ اول میں مقتدی کی التحیات باقی ہو تو پوری کر کے کھڑا ہو۔ اس طرح آخری رکعت میں امام سلام پھیر دے اور مقتدیوں کی التحیات ختم نہ ہوئی ہو تو ختم کر کے سلام پھیریں۔

اگر التحیات پڑھ کر مقتدی کھڑا ہو اور امام رکوع میں چلا جائے تو قیام میں تین بار سبحان اللہ کی مقدار کھڑا ہو کر رکوع میں چلا جائے اور اسی طرح سب ارکان امام کے پیچھے ادا کرتا رہے۔ خواہ امام کو کہیں جا کر پائے۔ یہ بھی اقتداء ہی ہے۔ امام سے پہلے کام کرنا اقتداء کے خلاف ہے۔ اگر تنہا فرض پڑھ لیے پھر جماعت کھڑی ہوئی تو فجر، مغرب اور عصر کی جماعت میں نہ شریک ہو۔ ظہر اور عشاء میں شریک ہو جائے تو بہتر ہے۔ اور یہ نماز نفل نماز ہو گی۔ اگر کچھ رکعت فرض کی پڑھ لی ہوں پھر جماعت کھڑی ہو تو اگر فجر کی نماز ہو اور دوسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تو نماز قطع کر کے جماعت میں شریک ہو جائے اور اگر دوسری رکعت کا سجدہ کر لیا ہو تو اپنی نماز پوری کر لے اور اگر مغرب نماز ہے تو جب تک دوسری رکعت کا سجدہ نہ کیا تو نماز قطع کر کے جماعت میں شریک ہو جائے۔ ورنہ اپنی نماز پوری کر لے اور جماعت میں شریک نہ ہو۔ اور اگر فرض ظہر، عصر اور عشاء کے ہوں اور پہلی رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تو نماز قطع کر دے۔ اور اگر سجدہ کر لیا ہو تو دو رکعت پوری کر کے تشہد و درود شریف دعا پڑھ کر سلام پھیر دے اور اگر دو رکعتیں پڑھ کر تیسری بھی شروع کر دی تو تیسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تو سلام پھیر دے اور اگر سجدہ کر لیا ہو تو چاروں رکعت پوری کر لے اور فجر و عصر و مغرب کی نمازیں پوری کر کے دوبارہ جماعت میں شریک نہ ہوں۔ ظہر و عشاء میں شریک ہو جائے اور جن صورتوں میں نماز قطع کرنا ہو کھڑے ایک طرف سلام پھیر دے اگر نفل نماز یا ظہر کی سنتیں یا قبل جمعہ کی سنتیں شروع کر دی ہوں اور پھر فرض ظہر یا خطبہ شروع ہو جائے تو نفل دو رکعت اور سنت پوری کر لے۔ اگر جماعت ہو رہی ہو تو سنت شروع نہ کرے۔ البتہ فجر کی سنتیں مسجد سے الگ یا ایسی جگہ نہ ہو تو صف سے الگ فرض کے وقت پڑھنا جائز ہیں۔ بشرطیکہ ایک رکعت یا جماعت مل جانے کی امید ہو یا جماعت کا قعدہ مل جائے اگر قدر رکعت نہ ملے تب بھی جماعت کا ثواب ملے گا۔ جس رکعت کا رکوع مل جائے تو سمجھا جائے گا کہ وہ رکعت مل گئی۔

س:...... جماعت کے صحیح ہونے کی کیا کیا شرطیں ہیں؟

ج:...... بارہ شرطیں ہیں:۔ (۱) مسلمان ہونا۔ (۲) عاقل ہونا۔ (۳) مقتدی کا امام کی اقتداء کی نیت کرنا۔ (۴) امام و مقتدی دونوں کے مکان کا متحد ہونا۔ حقیقۃً یا حکماً حقیقۃً جیسے دونوں کا ایک مسجد یا ایک گھر میں کھڑے ہوں اور حکماً جیسے مقتدیوں کا مسجد کی چھت پر کھڑا ہونا یا گھر کی چھت مسجد سے ملی ہوئی ہو۔ درمیان میں کوئی چیز حائل نہ ہو اس پر مقتدی بن کر نماز پڑھنا اور بڑی مسجد میں مقتدی کا اس طرح کھڑا ہونا کہ امام و مقتدی کے درمیان دو صفوں کی جگہ خالی رہ جائے تو یہ مکان متحد نہ ہو جائے گا۔ نماز نہ ہو گی اس طرح پیادے کی اقتداء سوار کے پیچھے سوار کی اقتداء سوار کے پیچھے صحیح نہیں۔ (۵) مقتدی و امام کی نماز کا متحد ہونا مثلاً دونوں آج ہی کے ظہر کی نماز پڑھتے ہوں یا دونوں کل ہی کے ظہر کی قضاء پڑھتے ہوں۔ (۶) امام کی نماز کا صحیح ہونا۔ (۷) مقتدی کا امام سے آگے نہ ہونا۔ اس طرح کہ مقتدی کی ایڑی سے آگے نہ ہو چاہے پنجے آگے ہوں یا نہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی خدا اور رسول پر ایمان لایا ہے اس کو لازم ہے کہ وہ اپنے ہمسایہ کے ساتھ نیکی سے پیش آیا کرے۔ (رواہ البخاری و مسلم)

ہوں۔(۸) مقتدی کو امام کے انتقالات مثلاً رکوع، قومہ، سجدہ، جلسہ، قعدہ کا علم ہونا۔ خواہ وہ اپنے امام ومقتدی کی آواز سن کر یا امام ومقتدی کو دیکھ کر۔(۹) مقتدی کے تمام ارکان میں سوائے قراءت کے امام کا شریک ہونا۔ خواہ امام کے ساتھ ادا کرے یا امام کے بعد یا امام سے پہلے ادا کرے بشرطیکہ اسی رکن کے آخر تک امام اس کا شریک ہو جائے۔(۱۰) مقتدی کی حالت امام سے کم یا برابر ہو۔ مثلاً قائم کی نماز قائم اور قعد کے پیچھے درست ہے۔ متوضی کی نماز متیمم کے پیچھے اور موزوں و پٹی پھائے پر مسح کرنے والے کے پیچھے درست ہے۔ نفل پڑھنے والے کی اقتداء فرض واجب پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے۔ کفارہ کے قسم کی نماز نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے۔ معذور کی اقتداء معذور کے پیچھے درست ہے۔ بشرطیکہ دونوں کا عذر ایک ہو۔ دونوں نے ایک ساتھ نذر کی تو ایک کی اقتداء دوسرے کے ساتھ درست ہے۔ عورت و نابالغ کی اقتداء بالغ مرد کے پیچھے درست ہے۔ عورت کی اقتداء عورت کے پیچھے درست ہے۔ نابالغ لڑکے کی اقتداء نابالغ لڑکے کے پیچھے درست ہے۔ بالغ کی اقتداء نابالغ کے پیچھے درست نہیں۔ مرد کی اقتداء عورت کے پیچھے درست نہیں۔ اگرچہ مرد نابالغ ہو۔ خنثی کی اقتداء خنثی کے پیچھے درست نہیں۔ بیٹھ کر پڑھنے والے کے پیچھے کھڑے یا بیٹھ کر پڑھنے والے کی نماز درست نہیں۔ صاحب عقل کی اقتداء مجنوں، مست، بے ہوش، کے پیچھے درست نہیں۔ طاہر غیر معذور کی اقتداء معذور کے پیچھے درست نہیں۔ ایک عذر والے کی اقتداء دو عذر والے کے پیچھے درست نہیں۔ جتنی قراءت سے نماز درست ہو جاتی ہے اس کی نماز اس کے پیچھے جس کو اتنا بھی قرآن شریف یاد نہیں درست نہیں۔ اُمی کی اقتداء اُمی کے پیچھے درست نہیں۔ بشرطیکہ ان میں کوئی نماز پڑھانے کی مقدار قرآن شریف یاد والا نہ ہو۔ اُمی کی نماز گونگے کے پیچھے درست نہیں۔ بقدر فرض جسم ڈھانپنے والے کی نماز ننگے کے پیچھے درست نہیں۔ رکوع و سجدہ کرنے والے کی اقتداء ان سے عاجز ہونے والے کے پیچھے درست نہیں۔ فرض پڑھنے والے کی اقتداء نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں۔ نذر نماز پڑھنے والے اور کفارہ کی نماز پڑھنے والے کی اقتداء نفل نماز پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں۔ جس سے حروف صاف ادا نہ ہوسکیں۔ اس کے پیچھے صحیح پڑھنے والے کی اقتداء درست نہیں۔ لیکن اگر ایک آدھ حروف میں غلطی ہو جائے کہ صحیح نہ پڑھا گیا تو درست ہے۔(۱۱) امام کا منفرد رہنا ضروری نہ ہونا مثلاً مقتدی مسبوق ہے اس کے پیچھے اقتداء درست نہیں۔ عورت مشتہاۃ بالغ مرد کے برابر آکر کھڑی ہو تو مرد کی نماز درست نہیں ہوگی۔ بشرطیکہ امام نے اس عورت کی نماز کی نیت کی ہو۔ اور نماز مرد مقتدی اور عورت کی ایک ہی ہو۔ اور تحریمہ میں بھی ایک ہی ہو۔(۱۲) امام کو کسی کا مقتدی نہ ہونا۔ پس مقتدی مدرک اور لاحق کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں۔

س:...... امام کا مقیم ومسافر ہونا معلوم نہ ہو سکے تو کیا کرے؟

ج:...... امام شہر یا گاؤں میں نماز پڑھا رہا ہو اور کسی مقتدی کو اس کے مقیم ہونے کا خیال ہو اور اس نے نماز مسافر کی طرح پڑھائی ہو یعنی چار رکعت والی نماز میں دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا اور مقتدی کو امام کے متعلق سہو کا شبہ ہوا تو مقتدی چار رکعت پوری کرے اور پھر امام کی حالت کی تحقیق کرے۔ اگر تحقیق سے مسافر ہونا معلوم ہو جائے تو نماز صحیح ہوگی اور اگر سہو کا ہونا معلوم ہوا یا کچھ تحقیق نہ کی تو نماز کا پھر پڑھنا واجب ہے۔

اور اگر امام جنگل میں نماز پڑھا رہا ہو اور اس کے مقیم ہونے کا خیال ہو اور اس نے دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا اور مقتدی کو امام کے سہو کا شبہ ہوا تو اس صورت میں بھی نماز پوری پڑھ لے اور پھر تحقیق کرنا واجب تو نہیں مگر اچھا ہے اور اگر نہ معلوم کرے تو نماز صحیح ہوگی۔

اور اگر امام چار رکعت والی نماز شہر یا گاؤں یا جنگل میں پڑھائے اور کسی مقتدی کو اس کے مسافر ہونے کا خیال ہو لیکن امام نے چار رکعت پڑھائیں تب بھی مقتدی کو بعد میں تحقیق کرنا واجب نہیں۔ نماز ہو جائے گی اور فجر مغرب میں تو امام اور مقتدی سب برابر ہیں۔ تحقیق کی ضرورت نہیں۔

مریض کی نماز

س:...... اگر بیماری وغیرہ کی وجہ سے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو کس طرح نماز پڑھے؟

ج:...... بیٹھ کر پڑھے اگر بیٹھ کر پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو لیٹ کر اس طرح پڑھے کہ چت لیٹ جائے پاؤں قبلہ کی طرف کر لے اور رکوع کے لیے ذرا گردن اٹھا دے اور سجدہ کے لیے رکوع سے ذرا زیادہ گردن اٹھائے۔ غرض یہ کہ جب تک گردن سے رکوع، سجدہ کرنے کا اشارہ کر سکتا ہے۔ نماز پڑھنا فرض ہے۔ خواہ چت لیٹ کر جیسا کہ بتایا گیا ہے۔ اور خواہ کروٹ سے اس طرح کہ قبلہ کی طرف کروٹ لے کر منہ قبلہ کی طرف کر لے اور رکوع سجدہ کے لیے گردن سے اشارہ کرے اگر بیمار آدمی کا بستر نجس ہو اور بدلنے میں تکلیف ہو تو اسی پر نماز پڑھ لینا درست ہے۔ اگر ایک دن رات سے زیادہ ایسی حالت رہی۔ کہ سر سے اشارہ کرنے کی طاقت نہیں یا ایک دن رات سے زیادہ بے ہوشی رہی تو نماز معاف ہے۔ اچھے ہونے پر اس کی قضاء نہیں۔ اور اگر استنجا کپڑے یا ڈھیلے یا پانی سے نہ کر سکے اور نہ بیوی ہو کہ وہ کرا سکے تو کسی اور کو استنجا کرنا درست نہیں۔ بلا استنجا کیے ہوئے اپنی نماز پڑھ لے جب تک نزعی غرغرہ کی حالت نہ ہو۔ نماز معاف نہیں۔ اگر کھڑا ہو سکتا ہو مگر رکوع سجدہ نہیں ہو سکتا تو بیٹھ کر نماز

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقین سے ایمان کامل مراد ہے۔ (السنن الکبری للبیہقی)

پڑھنا بہتر ہے۔ اگر چہ کھڑے ہو کر پڑھنا اور رکوع وسجدہ کے لیے اشارہ کرنا درست ہے۔ اور اگر کچھ نماز کھڑے ہو کر پڑھی اور پھر کھڑے ہونے کی طاقت نہ رہی تو بیٹھ کر پڑھے اور بیٹھ کر نہ پڑھ سکے تو لیٹ کر پڑھ لے۔ البتہ سر کے اشارہ سے رکوع سجدہ کیا ہو اور پھر رکوع سجدہ کرنے کی قوت نماز میں آ جاوے تو اب نماز پھر سے پڑھ لے۔

سجدۂ سہو

س:...... اگر نماز میں کچھ غلطی ہو جائے تو کیا کیا جاوے؟

ج:...... وہ چیزیں جو نماز میں فرض ہیں ان میں سے کوئی قصداً یا سہواً بالکل چھوٹ گئی تب تو نماز پھر سے پڑھے اور اگر وہ چیزیں جو نماز میں واجب ہیں ان کو قصداً چھوڑ دیا تب بھی نماز پھر سے پڑھنا پڑے گی اور اگر فرض واجب کی ادائیگی میں تقدیم یا تاخیر ہو جائے یا فرض اور واجب کی باتوں کو چند بار کرنے یا واجب باتیں بھولے سے چھوٹ جائیں یا ایک واجب دوسرے فرض یا واجب کے بعد ادا کیا تو سجدہ سہو واجب ہو جائے گا۔ یعنی آخری رکعت میں التحیات کے بعد سجدہ سہو کر لیا جائے یعنی ایک طرف سلام پھیر کر دو سجدے کرنے کے بعد التحیات درود شریف اور دعا پڑھ کر دونوں طرف سلام پھیر دیا جائے نماز ہو جائے گی اگر بھولے سے بلا سلام پھیرے سجدہ سہو کر لیا تب بھی نماز ہو جائے گی۔ اگر سجدہ سہو کے بعد کوئی غلطی قابل سجدہ سہو کے ہو جائے تو پھر سجدہ سہو نہیں۔

س:...... اگر قبلہ سے سینہ پھر جائے بعد کو سجدہ سہو کرنا یاد آ جائے تو کیا سجدہ سہو کرنا درست ہے؟

ج:...... اگر کوئی ایسی بات جو نماز میں کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ بعد سلام پھیرنے کے کر لی جائے تو پھر سجدہ کرنا درست نہیں۔ اب نئے سرے سے نماز پڑھے۔

س:...... اگر نماز میں شبہ ہو جائے کہ دو پڑھیں یا تین، تیسری رکعت ہے یا چوتھی، پہلی ہے یا دوسری تو کیا کرنا چاہیئے؟

ج:...... جس طرف غالب گمان ہو وہی سمجھے اور اسی کے موافق نماز پوری کرلے اور اگر دونوں طرف کا خیال ہو کہ شاید دوسری ہے یا تیسری تو کم سمجھے۔ مگر ہر رکعت میں بیٹھ کر التحیات پڑھے۔ شاید یہ تیسری چوتھی رکعت ہو اور پھر کھڑا ہو جاوے اور اس رکعت میں بیٹھ کر التحیات پڑھ کر سجدہ سہو کرے۔ پھر التحیات درود شریف اور دعا پڑھ کر سلام پھیر دے۔

س:...... اگر امام پر سجدہ سہو واجب ہو اور کوئی شخص آ کر نماز میں شریک ہوا تو کیا مقتدی مسبوق کی نماز ہو جائے گی؟

ج:...... اگر امام نے سجدہ سہو کر لیا تو مقتدی کی نماز ہو جائے گی خواہ وہ مقتدی امام کے سجدہ سہو کرنے سے قبل شریک ہوا یا امام کے سجدہ سہو کرنے کے بعد شریک ہو۔

مدرک، مسبوق، منفرد، اور لاحق کے احکام

س:...... مدرک مسبوق لاحق کسے کہتے ہیں اور منفرد کس کو کہا جاتا ہے؟

ج:...... مدرک وہ ہے کہ جو کچھ رکعت جانے کے بعد شریک ہو، لاحق وہ ہے جو ابتداء سے شریک تھا درمیان میں حدث پیش آیا۔ وضو کو چلا گیا اور کوئی رکعت چلی گئی۔ منفرد وہ ہے جو تنہا فرض نماز پڑھے۔

س:...... مسبوق اپنی نماز کس طرح ادا کرے؟

ج:...... جو رکعت امام کے ساتھ نہ ملے اس کو امام کی نماز ختم کر دینے کے بعد اس طرح ادا کرے کہ جو رکعت امام کے ساتھ بھری پڑھی گئی ان کو پھر بھری پڑھے اور جو خالی گئی اس کو خالی پڑھے۔ اگر کوئی رکعت نہیں ملی آخر میں شریک ہوا تو اب جس طرح شروع سے نماز پڑھی جاتی ہے کھڑے ہو کر اس طرح کل رکعات پڑھ لے اور اگر کوئی رکعت ملی ہے تو قعدہ کے اعتبار سے اس آئندہ رکعت کو دوسری رکعت سمجھے اور قراءت کے اعتبار سے پہلی سمجھے۔ مثلاً ایک رکعت ملی تو اس کو قعدہ کے اعتبار سے ایک رکعت ہو جانا سمجھے اور دوسری رکعت کے لیے التحیات کے واسطے قراءت کر کے بیٹھ جائے۔ پھر کھڑا ہو کر قراءت کرے اور اس رکعت میں نہ بیٹھے یہ تیسری ہے قعدہ کے اعتبار سے اور دوسری ہے قراءت کے اعتبار سے پھر کھڑا ہو کر سورہ فاتحہ پڑھے کیونکہ یہ تیسری رکعت ہے قراءت کے اعتبار سے اور چوتھی ہے قعدہ کے اعتبار سے۔ لہٰذا اب بیٹھ کر تشہد اور درود شریف اور دعا پڑھ کر سلام پھیر دے۔ نماز ختم ہو گئی خلاصہ یہ کہ جو رکعت امام کے ساتھ بھری پڑھی جائے وہ بھری پڑھے اور جو رکعت خالی پڑھی جائے وہ خالی پڑھے۔

س:...... لاحق اپنی نماز کس طرح پڑھے؟

ج:...... اول تو یہ بہتر ہے کہ نماز پھر سے شروع کرے چاہے امام فارغ ہو چکا ہو یا نہ ہو چکا ہو۔ اور اپنے کو مسبوق سمجھے اور مسبوق کی طرح نماز پڑھے ورنہ یہ بھی درست ہے کہ جب حدث ہو جائے تو وضو کرنے چلا جائے اور کسی سے کوئی بات نہ کرے۔ وضو کر کے جہاں سے گیا تھا وہاں آ جائے یا جہاں موقع ہو وہاں کھڑا ہو جائے اور امام کے ساتھ نماز ادا کرے جب امام سلام پھیر دے تو یہ بھی سلام پھیر دے۔ بشرطیکہ کوئی رکعت امام کے ساتھ نہ گئی ہو اور اگر کوئی رکعت چلی گئی تھی تو گئی ہوئی رکعت کھڑے ہو کر ادا کرے مگر اس میں کچھ نہ پڑھے۔ بس اتنی دیر اندازے سے کھڑا رہے جتنی دیر قراءت ہو سکتی ہے۔ پھر تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے بس اسی طرح اپنی گئی ہوئی رکعت ادا کرے اور جو رکعت حدث سے پہلے امام کے ساتھ پڑھ لی تھی وہ ہو چکیں ان کو نہ پڑھے۔ یہ ہے طریقہ لاحق کی نماز کا۔

عورتوں کی نماز

س:...... عورتیں نماز کس طرح ادا کریں؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا اس بندے کو پسند کرتا ہے جو ایمان دار ہو اور کسی ہنر سے روزی کماتا ہو۔ (الطبرانی)

ج:......عورتوں کے لیے بھی نماز پڑھنے کا طریقہ وہی ہے جو پیچھے بیان کیا گیا ہے۔لیکن چند چیزوں میں مرد وعورت کی نماز میں فرق ہے اور وہ فرق یہ ہے۔

۱۔تکبیر تحریمہ کے وقت مردوں کو چادر وغیرہ سے ہاتھ نکال کر کانوں تک ہاتھ اٹھانے چاہئیں۔

۲۔مردوں کو قیام کے دوران ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے چاہئیں اور عورتوں کو سینہ پر وہ بھی اس طرح کہ داہنی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر بچھ جائے۔مردوں کی طرح دائیں ہاتھ کی انگلیوں کا حلقہ بنانا،اور بائیں کلائی کو پکڑنا عورتوں کے لیے ضروری نہیں۔

۳۔مردوں کو رکوع میں انگلیاں کھول کر گھٹنوں کو پکڑنا چاہیے۔

۴۔مرد حالت رکوع میں کہنیاں پہلوؤں سے علیحدہ رکھے۔لیکن عورتوں کو کہنیاں پہلو سے ملا کر رکھنی چاہئیں۔

۵۔مردوں کو سجدے میں پیٹ رانوں سے،اور بازو بغل سے جدا رکھنے کا حکم ہے لیکن عورتوں کو ملائے رکھنا۔عورتوں کی کہنیاں بھی سجدہ کے دوران مردوں کی طرح زمین سے اٹھی ہوئی نہ ہوں بلکہ زمین پر بچھی ہوئی ہوں۔

۶۔مرد سجدے میں اپنے دونوں پاؤں پنجوں کے بل کھڑے رکھتے ہیں مگر عورتوں کو دونوں پاؤں دائیں طرف نکال کر کولہوں کے بل بیٹھنا چاہیے۔مردوں کی طرح یہ نہ کریں کہ دائیں پاؤں کو کھڑا رکھیں اور بائیں پاؤں پر بیٹھیں۔

نمازِ جنازہ

س:......نماز جنازہ فرض ہے یا سنت؟

ج:......مسلمان میت کی نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اس نماز میں رکوع سجدہ نہیں ہوتا۔چار تکبیریں ہوتی ہیں جو چار رکعت کے قائم مقام ہیں۔

س:......جنازہ کی نماز کس طرح پڑھی جاتی ہے؟

ج:......اس کا طریقہ یہ ہے کہ چار تکبیروں کی نیت کرتے ہیں اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لیتے ہیں یعنی اس طرح نیت کرتے ہیں کہ نیت کرتا ہوں چار تکبیروں کی اس جنازہ کی نماز کے لیے۔ثناء واسطے اللہ تعالیٰ اور دُعاء واسطے اس میت کے منہ میرا کعبہ شریف کی طرف پیچھے اس امام کے اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھ لے اور نیت باندھ کر ثناء پڑھے۔ثناء یہ ہے۔

سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَجَلَّ ثَنَاءُکَ وَ لَااِلٰهَ غَیْرُکَ.

پھر دوسری تکبیر بلا ہاتھ اٹھائے کہے اور درود شریف پڑھے۔درود شریف یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَاصَلَّیْتَ وَسَلَّمْتَ وَ بَارَکْتَ وَ رَحِمْتَ وَ تَرَحَّمْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ.

یا درود ابراہیمی نماز والا پڑھ لے۔پھر تیسری تکبیر بلا ہاتھ اٹھائے ہوئے کہے اور دعا پڑھے اور پھر چوتھی تکبیر بلا ہاتھ اٹھائے ہوئے کہے اور سلام پھیر دے۔دعا بالغ کی ایک ہے خواہ مرد ہو یا عورت اور نابالغ لڑکے کی دعا اور ہے اور نابالغ لڑکی کی دعا اور ہے۔

دعا بالغ کی یہ ہے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِحَیِّنَا وَ مَیِّتِنَا وَ شَاهِدِنَا وَ غَآئِبِنَا وَ صَغِیْرِنَا وَ کَبِیْرِنَا وَ ذَکَرِنَا وَاُنْثٰنَا اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَهٗ مِنَّا فَاَحْیِهٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَ مَنْ تَوَفَّیْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَی الْاِیْمَانِ.

دعا نابالغ لڑکے کی یہ ہے۔اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًاوَّاجْعَلْهُ لَنَااَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَّ مُشَفَّعًا.

دعا نابالغ لڑکی کی یہ ہے۔اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْهَا لَنَااَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَّاجْعَلْهَا لَنَا شَافِعَةً وَّ مُشَفَّعَةً.

س:......کیا نماز جنازہ سب بستی والوں پر فرض ہے؟

ج:......نماز جنازہ سب بستی والوں پر فرض نہیں بلکہ یہ فرض کفایہ ہے اگر بعض آدمی ہی پڑھ لیں تو سب گناہ سے بچ گئے اور اگر کسی نے نہ پڑھی تو سب گناہ گار ہوتے ہیں۔

س:......اگر کسی کو نماز جنازہ کی دعائیں وغیرہ یاد نہ ہوں تو کیا کرے؟

ج:...... کھڑے ہو کر تکبیر یعنی اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے سبحانک اللھم نماز میں جو پڑھتے ہیں وہ پڑھ لے اگر وہ بھی یاد نہ ہو تو سبحان اللہ کہہ لے پھر اللہ اکبر کہہ کر درود شریف نماز والا پڑھ لے اگر وہ بھی یاد نہ ہو تو تین بار سبحان اللہ کہہ لے پھر اللہ اکبر کہے اور دعا پڑھے اگر دعا یاد نہ ہو تو تین بار سبحان اللہ کہہ لے جنازہ کی نماز میں صرف تین چیزیں فرض ہیں۔اول جنازہ کا سامنے ہونا۔دوسرے قیام،تیسرے چار تکبیریں۔

س:......اگر میت کو بلا نماز پڑھے دفن کر دیں تو پھر کیا حکم ہے؟

ج:......تین دن کے اندر اندر اس کی قبر پر جا کر نماز پڑھ لینا چاہیے۔ اگر کسی نے نماز نہ پڑھی تو تمام بستی والے گناہ گار ہوں گے۔لہٰذا جو طریقہ نماز جنازہ کا لکھا گیا ہے اس طرح تین چار آدمی قبر پر نماز پڑھ لیں نہ یاد ہو تو جو دوسرا طریقہ بتا دیا گیا ہے۔اسطرح پڑھ لیں یا قریب کسی جاننے والے کو بلا کر پڑھوا دیں اور نماز یاد کرنا شروع کر دیں۔

س:......کیا جنازہ کی نماز تیمم کر کے پڑھ سکتے ہیں؟

ج:......اگر یہ گمان غالب ہو کہ وضو کروں گا تو نماز ختم ہو جائے گی تب تیمم کر کے پڑھ سکتے ہیں۔

س:......اگر کوئی بچہ ایسا پیدا ہو کہ نہ آواز کی نہ سانس دیکھا تو کیا حکم ہے؟

ج:...... ایسے بچے کی نماز جنازہ نہیں ہے۔البتہ اس کا نام رکھ دیا جاوے اور پاک صاف کر کے پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیں۔

غسل دینے کا بیان

س:...... غسل دینے اور کفنانے کا کیا طریقہ ہے؟

ج:...... غسل دینے کا طریقہ یہ ہے کہ پانی کو بیری کے پتے ڈال کر گرم کرلیا جائے۔ اور میت کو پاک تختے پر لٹادیں پھر میت کے کپڑے اتار کر ایک پاک کپڑا مرد کے ناف سے لے کر گھٹنوں کے نیچے تک ڈال دیں اور عورت کے سینے سے لے کر ٹخنوں تک ڈال دیں۔ پھر نہلانے والا اپنے ہاتھ میں کپڑے کا ایک تھیلا سا باندھ لے اور دوسرا شخص پانی ڈالتا جائے اور غسل دینے والا موضع استنجا کو پاک کرے۔ اور دیکھ لے کہ نجاست تو نہیں لگی ہوئی ہے اگر ہو تو پہلے ڈھیلے سے استنجا کرائے پھر پانی سے اس کے بعد وضو کرائے اور بجائے کلی کے روئی کے پھوئے سے زبان، منہ کو صاف کردے۔ سر کو خطمی یا صابن سے دھوئے۔ پھر بائیں جانب کروٹ دلا کر سر سے پیر تک تین بار پانی ڈالے اور ہاتھ سے میل وغیرہ صاف کرتے رہیں۔ پھر میت کو بٹھا کر ہلکے سے پیٹ سونتیں۔ اور تھیلا ہاتھ میں باندھ کر استنجے کی جگہ دیکھیں۔ کچھ نجاست نکلے تو ڈھیلے سے صاف کرکے پانی سے دھودیں اور نہ پھر دوبارہ غسل دینے کی ضرورت نہیں۔ پھر کافور گلاب ملا ہوا سر، پیشانی، ناک اور دونوں ہتھیلی، دونوں کہنی، پنجے و گھٹنے پر لگادیا جائے اور داڑھی پر لگادیا جائے اور غسل کے تختے کو اول لوبان کی دھونی دے دی جاوے تو بہتر ہے۔

کفنانے کا طریقہ

س:...... کفنانے کا کیا طریقہ ہے؟

ج:...... کفنانے کا طریقہ یہ ہے کہ مرد کے لیے تین کپڑے ہیں اور عورت کے لیے پانچ کپڑے ہیں۔ مرد کے تین کپڑے یہ ہیں۔ لفافہ، چادر، کرتہ۔ عورت کے پانچ یہ ہیں۔ لفافہ، چادر، کرتہ، سینہ بند، سربند۔ لفافے کا طول پونے تین گز۔ عرض سوا گز۔ ڈیڑھ گز سر سے پاؤں تک مگر چار گرہ زیادہ۔ چادر اڑھائی گز طول و عرض مثل لفافہ۔ سر سے پاؤں تک لفافے سے چار گرہ کم۔ کرتہ اڑھائی گز یا پونے تین گز کا طول عرض ایک گز کندھے سے نصف پنڈلی تک۔ سینہ بند طول دوگز۔ عرض سوا گز۔ بغل کے نیچے سے پنڈلی تک۔ سربند ڈیڑھ گز۔ طول عرض بارہ گرہ۔ جہاں تک آجائے۔ طریقہ یہ ہے کہ جس چارپائی پر میت کو لے جانا ہے اس پر اول لفافہ بچھادیا جائے اس کے اوپر چادر بچھادی جائے اس کے اوپر کرتہ اس طرح کہ کرتے کا ایک حصہ چادر پر بچھادیا جائے دوسرا حصہ سمیٹ کر سرہانے رکھ دیا جائے۔ پھر مردے کو اس کرتے پر لٹادیا جائے اور سرہانے رکھے ہوئے حصے کو سر میں سے نکال کر اس کے جسم پر ڈال دیا جائے۔ پھر چادر کا بایاں پلہ لوٹ کر اس پر دایاں پلہ لوٹ دیا جائے اسطرح پھر لفافہ کو کر دیا جائے اور کتر سے سرہانے و پاؤں کی جانب کو باندھ دیا جائے سینہ بند سے عورت کی چھاتی لپیٹ دی جاویں۔ سربند سر کے بال دو حصہ کر کے سربند میں لپیٹ کر دائیں بائیں جانب سینے پر رکھے جائیں۔

دفن کا طریقہ

س:...... دفن کا کیا طریقہ ہے؟

ج:...... قبر میں قبلہ رخ کروٹ سے رکھیں۔ سر اور پاؤں کی جانب کے بند کھول دیں پھر تختے یا کچی اینٹ سے بغلی کا منہ بند کردیں اگر صرف لحد ہو تو تختوں سے پاٹ دیا جائے اور کوہان نما مٹی ڈال کر قبر مکمل کردی جائے۔ اور اوپر کچھ پانی چھڑک دیا جائے۔ پھر حاضرین کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھیں۔ ہاتھ اٹھائے ہوئے اس طرح کہ دس گیارہ بار یا تین بار سورۂ اخلاص اور تین بار سورۂ فلق اور تین بار سورۂ الناس تین بار سورۂ کوثر تین بار سورۂ کافرون۔ تین بار الحمد شریف تین بار درود شریف پھر اس کا ثواب اول حضور پرنور احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر انبیاء علیہم السلام کو پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پھر اس میت کو بخش دیں۔ اور بہتر ہے کہ ایک شخص سرہانے کھڑا ہو کر سورۂ بقرہ کے شروع الم سے مفلحون تک اور دوسرا شخص سورۂ بقرہ کے آخر اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ تک پڑھ دے پھر چلے آئیں۔

دفن کے بعد کی دعا

س:...... آپ نے فرمایا کہ قبرستان میں فاتحہ کے وقت ہاتھ نہ اٹھائے جائیں یہ نئی بات کیسی۔ ہم ہمیشہ اپنے بڑوں کو دیکھتے چلے آئے ہیں کہ ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھتے رہے؟

ج:...... جی ہاں جس بات کا علم نہیں ہوتا اور عمل میں ایک زمانہ سے صحیح طریقہ کے خلاف دیکھنا ہوتا ہے اور پھر جاننے والا اس عمل پر روک ٹوک کرتا ہے تو وہ بات نئی ہی معلوم ہوتی ہے۔ چونکہ وہ بات عادت کے خلاف ہوتی ہے اور نیز چونکہ ایسی بات کو دین کی بات ہی سمجھے ہوئے ہوتے ہیں اس لیے گرانی ہوتی ہے اور ترک کرنے کو دل گوارہ نہیں کرتا سو عزیز من یہ من مانی بات اور طبعی خیال ہوا شرعی اور عقلی کام نہ ہوا۔ میں نظیر پیش کرتا ہوں غور سے سنیئے۔ جس وقت ہمارے پیغمبر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ اہل مکہ کعبۃ اللہ شریف کا طواف مرد و عورت سب مل کر کرتے ہیں اور مرد ننگے ہوتے ہیں اور عورتیں ذرا سا کپڑا مثل لنگوٹی باندھے ہوتی ہیں اور جانور قربانی کرکے اس کے خون سے بیت اللہ شریف کی دیوار پر چھاپہ مار دیتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ انسانیت سے گذری ہوئی حیا سوز حرکتیں کیسی اول تو خود ننگا ہونا ہی کیا کچھ بدترین فعل ہے اور عورتوں کے سامنے یہ حالت تو چوپایوں کے مانند ہے اور بیت اللہ شریف جو نہایت متبرک پاک چیز ہے اس کو اپنے ہاتھ سے خون کے چھاپے مار مار کرنا پاک کرتے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ترک زینت (بھی) ایمان (کے شعبوں میں) سے ہے۔ (ابن ماجہ)

ہو تو اس پر مشرکین عرب کہنے لگے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر اس میں کوئی برائی کی بات ہوتی تو ہمارے پہلے بزرگ بڑے بوڑھے ایسا کیوں کرتے۔ ہمیشہ سے اسی طرح چلا آیا ہے آپ آج نئی بات بزرگوں باپ دادا کے خلاف کہتے ہیں۔ یہ نئی بات کیسی۔ تو ذرا غور کیجئے کہ ان اہل عرب کو عادت سابقہ باوجود خلاف عقل ہونے کے محض آبائی باپ دادا کی رواج دی ہوئی کا کتنا خیال ہوا بلکہ عمدہ ہونا معلوم ہوا۔ ایک پیغمبر کے بتانے پر بھی وہی اپنی رسمی بات پر جمے رہے اور اس کی برائی کے بجائے بھلائی گناہ کے بجائے ثواب و نیکی نظر آنے لگی۔ اسی طرح آج ہمارا حال ہے۔ ہم بہت سے کام نیکی بر باد گناہ لازم کے کر رہے ہیں۔ مگر چونکہ باپ دادا کے رسمی رواجی کام ہی طبیعتیں عادی ہوگئی ہیں اور ان کاموں کو نیکی کا کام بھی سمجھ بیٹھے ہیں اس لیے حضرات علماء نائبین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتانے سمجھانے پر بھی یہی کہہ دیتے ہیں کہ یہ نئی بات کیسی؟ ہمیشہ سے اسی طرح ہوتا چلا آیا ہے۔ کیا آپ ہی نئے مولوی پیدا ہوئے ہیں۔ پہلے مولوی نہ تھے اس کا جواب عزیز من وہی ہے جو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل عرب کو دیا تھا۔ یہ بات ہمیشہ سے چلی آرہی ہے اور دین تو ثواب کی چیز ہے تو محض اس کہنے سے کیا ہوتا ہے کہ ہمیشہ سے باپ دادا سے چلی آرہی ہے اس کے لیے تو نبیوں کا ارشاد اور ان پر جو کتابیں نازل ہوئیں تھیں ان کا حوالہ دے کر ثابت کرو کہ یہ ننگا ہو کر طواف کرنا خون کا چھاپا مارنا نیکی کی بات ہے۔ ثواب ہے۔ دین میں داخل ہے۔ اسی طرح ہم بھی کہتے ہیں کہ اس کہنے سے کام نہیں چلتا کہ باپ دادا سے یہ بات چلی آرہی ہے یاد رکھیے کہ ہر دینی کام کے لیے دین کی کتاب سے ثابت کرنا ہوتا ہے۔ تو یہ طریقے دینی کتابوں سے کہیں ثابت نہیں اسی طرح فاتحہ پڑھنا بھی ہے کہ قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر نہ پڑھنا چاہیئے کہ اس طرح کفار کو یہ شبہ وہم ہو سکتا ہے کہ جس طرح ہم اپنے دیوتاؤں سے مانگتے ہیں یہ مسلمان بھی ان قبر والوں سے ہاتھ پسار کر مانگ رہے ہیں۔ لہٰذا اس سے منع کر دیا گیا۔

نماز جمعہ کا بیان

س:...... جمعہ کی نماز کس طرح پڑھی جاتی ہے اور کس بستی میں کس پر پڑھنا فرض ہے؟

ج:...... جمعہ کی نماز کا وقت تو وہی ہے جو ظہر کی نماز کا ہے البتہ فرق یہ ہے کہ جمعہ کی دو رکعت فرض ہیں اور اس سے پہلے چار رکعت سنت ہیں پھر چھ رکعت سنت ہیں۔ جن میں دو سنتیں مؤکدہ نہیں ہیں۔ چار رکعت مؤکدہ ہیں۔ ان دو سنتوں کے بعد دو رکعت نفل ہیں۔ اور فرض سے پہلے چار رکعت سنت مؤکدہ ہیں۔ نیز جمعہ کے فرض سے پہلے خطبہ پڑھنا ضروری ہے۔ اگر بلا خطبہ کے نماز پڑھ لی گئی تو نماز نہ ہوگی اور مرد، آزاد، بالغ، عاقل، بینا، مقیم، تندرست پر جمعہ فرض ہے۔ شہر اور قصبہ اور اس جگہ کو جس سے شہر کی کچھ ضروریات متعلق ہوں مثلاً دفن ہونا، فوجی چھاؤنی ہونا جس کو فناء شہر کہتے ہیں۔ ان تین جگہوں میں نماز جمعہ پڑھنے سے نماز ادا ہوتی ہے۔ پس اگر اس جگہ جس کو لوگ گاؤں سمجھتے ہوں وہاں نماز جمعہ ادا نہیں ہوتی۔ اگر وہاں گاؤں میں نماز جمعہ پڑھی جائے گی تو ظہر کی نماز ان کے ذمہ باقی رہ جائے گی۔ رہی یہ بات کہ جمعہ کی بھی پڑھ لیں اور ظہر کی بھی پڑھ لیں جس کو بعض لوگ احتیاط الظہر کے نام سے پڑھ لیتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر جمعہ کی نماز ہوگئی تو پھر احتیاط الظہر کی کیا ضرورت اور اگر نہیں ہوئی تو پڑھنے سے کیا نفع ہوگا۔ اگر کہا جاوے کہ نفل میں شمار ہو کر ثواب مل جائے گا سو اس کا جواب یہ ہے کہ جب اس نماز کے نفل ہو جانے کا خیال ہے تو نفل نماز میں چھ آدمیوں سے زیادہ جماعت مکروہ ہے۔ نیز نفل نماز کے لئے اتنا اہتمام اور جب خطبہ بھی پڑھا گیا تو معلوم ہوا کہ جمعہ ہی کا قصد ہے اور جمعہ گاؤں میں درست نہیں۔ پھر جو کام کرنا درست نہیں اس کو کرنا کس ثواب میں داخل ہو سکتا ہے۔ جب جدہ اور بمبئی حتی کہ مدینہ منورہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچ کر حج کرنے سے حج نہیں ہوتا حالانکہ نہ کرنے سے کرنا تو اچھا ہے تو گاؤں میں جمعہ نہ پڑھنے سے پڑھنا کیوں اچھا ہوگیا۔ بات یہ ہے کہ جس چیز کا رواج عام سا ہو جایا کرتا ہے اس کی برائی ذہن میں آتی نہیں۔ کوئی کیسا ہی سمجھائے بس یوں کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو پہلے سے ہوتا آرہا ہے کیا پہلے علماء نہ تھے۔ حالانکہ پہلے علماء بھی آج کے علماء کی طرح کہتے تھے مگر جس طرح اب نہیں مانتے اسی طرح پہلے بھی نہ مانا نہ چھوڑا۔ اسی لئے اب تک وہی بات ہوتی چلی آرہی ہے گو ان پہلی پرانی رسموں میں بہت کمی ہوگئی ہے غرضیکہ گاؤں میں جمعہ درست نہیں جنگل میں درست نہیں، شہر اور فناء شہر اور جس کو عرف عام میں قصبہ کہہ سکیں ان تین جگہوں میں جمعہ جائز و درست ہے اگرچہ ان جگہوں میں امام کے علاوہ تین ہی مرد بالغ ہوں۔ خطبہ کے وقت سے پہلی رکعت کے سجدہ تک لہٰذا اگر سجدہ کرنے کے بعد سب مقتدی چلے جائیں صرف امام ہی رہ جائے اور وہ نماز پوری کرے تب بھی جمعہ کی نماز ہو جائے گی پس اگر جمعہ کی شرائط نہ پائے جانے کے باوجود نماز جمعہ پڑھی جائے گی تو وہ مکروہ تحریمی ہے۔

نماز جمعہ کی شرائط

س:...... نماز جمعہ کے لئے کیا کیا شرطیں ہیں؟

ج:...... جمعہ کی نماز صحیح ہونے کے لئے کچھ شرائط ہیں جہاں کہیں وہ تمام شرائط پائی جائیں گی وہاں جمعہ کی نماز درست ہوگی اگر کوئی ایک شرط بھی ان سے نہ پائی جائے تو جمعہ کی بجائے ظہر کی نماز پڑھی جائے۔ یہ شرائط تعداد میں پانچ ہیں۔

اول:...... شہر یا قصبہ یا گاؤں ہونا، چھوٹے گاؤں میں جمعہ کی نماز درست نہیں۔

دوم:......ظہر کا وقت ہونا۔ سوم:......نماز سے پہلے خطبہ پڑھنا۔
چہارم:......امام کے علاوہ جماعت کے لیے کم از کم تین آدمیوں کا ہونا۔
پنجم:......اذن عام ہونا یعنی جس جگہ جمعہ کی نماز پڑھائی جائے اس جگہ ہر شخص کو آنے کی اجازت ہو۔

جمعہ کی نماز ظہر کی نماز کے قائم مقام ہے۔ وقت بھی وہی ہے جو ظہر کی نماز کا ہے لیکن فرض کی رکعتیں چار کی بجائے دو ہیں۔ جو شخص جمعہ کی نماز پڑھ لے گا اسے ظہر کی نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ نماز جمعہ کی کل رکعتیں چودہ ہیں جو اس ترتیب سے پڑھی جائیں گی اولاً جمعہ کی پہلی اذان کے بعد لیکن خطبہ کی اذان ہونے سے پہلے چار رکعت سنت پڑھی جائے گی پھر جماعت کے ساتھ دو رکعت فرض، پھر چار رکعت سنت پھر دو رکعت سنت پھر دو نفل۔

دو رکعت فرض کے بعد چار رکعت سنت سب کے نزدیک سنت مؤکدہ ہیں۔ بعد کی دو رکعت امام ابی یوسفؒ کے نزدیک سنت مؤکدہ ہیں۔

امام اعظمؒ کے نزدیک فرض جمعہ کے بعد صرف چار رکعت سنت مؤکدہ ہیں اور امام ابی یوسفؒ کے نزدیک چھ رکعت سنت مؤکدہ ہیں۔ (کبیری ص ۳۷۱)

نماز جمعہ سے پہلے خطبے کا عربی زبان میں پڑھنا ضروری ہے۔ جو خطبہ چاہیں پڑھ سکتے ہیں۔

جمعہ کے آداب

س:...... جمعہ کے کچھ آداب بیان کیجیے؟

ج:...... جمعہ کے دن نماز فجر کے بعد غسل کرنا سنت ہے اور بہت زیادہ ثواب کا باعث ہے۔

۲۔ جمعہ کے دن غسل کے بعد عمدہ سے عمدہ کپڑے جو میسر ہوں پہن لیں ممکن ہو تو خوشبو بھی لگائیں اور ناخن بھی کتروائیں۔

۳۔ جامع مسجد میں بہت سویرے جائیں جو شخص جتنے سویرے جامع مسجد میں داخل ہوگا اسی قدر اس کو ثواب زیادہ ملے گا۔

خطبہ پڑھنے کا مسنون طریقہ

س:......خطبہ پڑھنے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

ج:......نماز سے پہلے امام منبر پر بیٹھے اور اس کے سامنے کھڑے ہو کر مؤذن اذان کہے۔ جب اذان ہو چکے تو امام نمازیوں کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو جائے اور بلند آواز سے پہلا خطبہ پڑھے۔ پھر ذرا دیر کے لیے بیٹھ جائے اور پھر کھڑے ہو کر دوسرا خطبہ پڑھے۔ جب خطبہ ختم ہو جائے تو امام منبر سے اتر کر محراب کے سامنے آئے اور مؤذن تکبیر کہے اور پھر سب کھڑے ہو کر جماعت سے نماز پڑھیں۔ جب امام خطبہ پڑھے تو سب لوگوں کو بالکل خاموش ہو کر خطبہ سننا چاہیے۔ خطبہ کے وقت بات کرنا، کسی کو ڈانٹنا یا اشارہ کرنا، نماز پڑھنا، درود شریف، تسبیح یا اور کچھ پڑھنا سب ناجائز ہے۔

خطبہ کا بیان

س:......خطبہ اردو نثر یا نظم میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

ج:......سوائے عربی کے اردو نظم یا نثر میں خطبہ پڑھنا جائز نہیں۔ مکروہ تحریمی ہے۔ سنت کے بالکل خلاف ہے گو نفس فرض ادا ہو جائے۔ اس پر ہم کچھ دلیلیں لکھتے ہیں۔ مہربانی فرما کر خالی الذہن ہو کر سنیئے۔ ہٹ اور ضد خلاف سنت کام کرنے میں نہ کیجیے۔ خلوص کو پیش نظر رکھیے۔

پہلی دلیل:...... حق تعالیٰ نے فرمایا: یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اِذَانُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللہِ.

اس مقام پر حق تعالیٰ نے جمعہ کے دن بعد اذان ذکر کی طرف سعی کرنے کا حکم فرمایا اور ذکر جمعہ میں خطبہ بھی اور صلوٰۃ جمعہ بھی ہے۔ لہٰذا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک مقام پر تو ایک لفظ سے کچھ مراد ہو اور دوسرے مقام پر اسی لفظ سے کچھ اور مراد ہو کہ یہ اسلوب کلام اور فن بدیع و بلاغت کے خلاف ہے لہٰذا جب ذکر اس جگہ صلوٰۃ کی طرف بھی منسوب ہے اور خطبہ کی طرف بھی تو جو مراد ذکر سے صلوٰۃ میں ہوگی وہی مراد خطبہ سے لیا جائے گا۔ پس اگر ذکر سے مراد وعظ و نصیحت ہے جو کہ اردو زبان میں ہوتا ہے اور خطبہ اس معنی کے اعتبار سے اردو میں جائز ہے تو پھر نماز بھی اردو میں جائز ہونی چاہیے۔ اور اس کا کوئی قائل نہیں اور نہ کوئی اس کو جائز کہتا ہے لہٰذا خطبہ بھی اردو میں ہونے کا قائل نہیں ہونا چاہیے اور اردو میں جائز نہ رکھنا چاہیے پس معلوم ہوا کہ ذکر سے مراد وعظ و نصیحت نہیں۔ لہٰذا خطبہ جمعہ کا اردو میں پڑھنا جائز نہیں۔ مکروہ تحریمی ہے۔ گو نفس فرضی ادا ہو جاتا ہے۔

دوسری دلیل:......ایک تذکیر ہے دوسرا تذکر ہے تیسرا ذکریٰ ہے اور چوتھا ذکر ہے۔ ہر ایک کے معنی میں فرق ہے۔ تذکیر کے معنی نصیحت کرنا اور تذکر کے معنی نصیحت قبول کرنا۔ ذکریٰ کے معنی نصیحت اور ذکر کے معنی لغت میں حقیقۃً یاد کے ہیں۔ اور جو اسماء الٰہی اور تلاوت کلام پاک و کلمہ شریف کا ورد کیا جاتا ہے اس کو بھی ذکر کہتے ہیں اور یہ سب عربی میں ہیں اور کلام پاک میں خطبہ کے لیے ذکر کا لفظ بولا گیا ہے۔ نہ تذکیر، تذکر و ذکریٰ کا۔ لہٰذا لفظ ذکر سے ثابت ہوا کہ خطبہ عربی میں درست ہوگا نہ کہ دوسری زبان اردو وغیرہ میں۔

تیسری دلیل:......حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ خطبہ عربی میں پڑھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعد فتوحات دوسرے ملکوں میں پہنچے۔ مگر خطبہ ہمیشہ عربی میں دیا۔ حالانکہ جس قدر اہتمام تبلیغ کا ان حضرات کو تھا اس کا عشر عشیر اب کسی کو نہیں۔ نیز زمانہ صحابہ خلفاء راشدین نے دور دور تک غیر ممالک عربی فارس وغیرہ فتوحات کرتے ہوئے پہنچے مگر خطبہ ہمیشہ عربی میں پڑھا۔ حالانکہ مخاطب عربی دان ہی نہ ہوتے تھے۔ اگر خطبہ وعظ و نصیحت کا نام ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

نے حاضرین کی زبان میں کیوں نہ دیا۔ حالانکہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم دوسری زبان کے جاننے والے موجود تھے۔

لہٰذا فعل حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کہ ہمیشگی کے ساتھ رہا عربی ہی میں خطبہ پڑھنا ثابت ہوا اور فعل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہ جنہوں نے باوجود دوسری زبان جاننے کے دوسرے ملکوں میں بھی خطبہ عربی زبان میں پڑھا۔ ثابت ہوا کہ خطبہ عربی ہی میں مسنون ہے۔ عربی ہی میں پڑھنا چاہیئے۔ دوسری زبان میں درست نہیں۔

چوتھی دلیل:...... امام شافعی صاحبؒ جو کہ اجلہ فقہاء میں سے ہیں ان کا تو یہ مذہب ہے کہ غیر عربی میں خطبہ پڑھنے سے جمعہ کی نماز صحیح نہیں ہوتی۔ چنانچہ سید مرتضیٰ زیدی کی شرح جلد سوم صفحہ ۲۲۶ میں منقول ہے کہ: **هل يشترط كون الخطبة كلها بالعربية وجهان الصحيح اشتراطه فان لم يكن فيهم من يحسن العربيه خطب بغيرها و يجب عليهم التعلم و لا عصوا و لا جمعة لهم۔**

یعنی صحیح بات یہ ہے کہ تمام خطبہ کا عربی زبان میں ہونا جمعہ کے صحیح ہونے کے لیے شرط ہے۔ ہاں عربی زبان میں عمدہ طریقہ سے خطبہ پڑھنے والا کوئی نہ ہو تو مجبوراً دوسری زبان میں درست ہے اور لوگوں پر عربی زبان کا سیکھنا واجب ہے اگر عربی نہ سیکھی اور اردو وغیرہ میں خطبہ پڑھتے رہے تو سب گنہگار ہوں گے۔ اور جمعہ کی نماز ان کی صحیح نہ ہوگی۔ تو اگر خطبہ عربی زبان کے علاوہ دوسری زبان میں درست ہوتا تو امام شافعی صاحبؒ یوں نہ فرماتے کہ عربی کے علاوہ دوسری زبان میں خطبہ پڑھا گیا تو نماز نہ ہوگی۔ معلوم ہوا کہ ان کے یہاں عربی ہی میں ہونا شرط ہے اگر خطبہ وعظ ہوتا تو اسقدر تشدد کا حکم کہ غیر عربی میں خطبہ ہونے سے نماز جمعہ کی صحیح ہی نہ ہوگی۔ کیونکر ہوتا۔ لہٰذا جمعہ میں خطبہ عربی کے علاوہ اردو وغیرہ دیگر زبان میں نہ پڑھنا چاہیئے۔

پانچویں دلیل:...... ہر مذہب ملت میں اپنی زبان کی حفاظت اور قانونی زبان کی ترویج ورواج دنیا کے اہم مقاصد میں سے ہے۔ کیونکہ اس مذہب وملت کی خصوصیت وامتیاز اور شان وشوکت وجلالت اسی زبان میں ہوتی ہے۔ چنانچہ حکومت انگریز میں زبان انگریزی اور حکومت جرمنی میں زبان جرمنی اور حکومت ترکی میں زبان ترکی اور حکومت عربی میں زبان عربی اور حکومت مرہٹہ میں زبان مرہٹی، گورمکھی حکومت ہندو میں زبان ہندی کے رواج دینے اور دفاتر میں اپنی اپنی زبان کو قائم کرنے کو لازم قرار دیا جاتا ہے۔ حالانکہ رعایا اور مملکت میں ہر قسم کی زبان کے افراد ہوتے ہیں تو پھر جب کہ قانون الٰہی کی زبان عربی ہو اور پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان عربی ہو اور اہل جنت کی زبان بھی عربی ہو تو اس زبان عربی کو رواج دینا، ترقی دینا کیونکر ضروری ولازم قرار نہ دیا جائے گا۔ اگر عموماً نہیں تو کم از کم اپنی عبادت کے موقعوں پر فعل دعا وتسبیح تکبیرات وقراءت اور خطبہ میں اس کا کیوں نہ التزام رکھا جائے۔ پس زبان عربی میں ہی خطبہ دینا ضروری ہوا۔ غیر زبان میں خطبہ دینا درست نہیں مکروہ تحریمی ہے۔

چھٹی دلیل:...... اگر خطبہ وعظ ہوتا تو وعظ میں طہارت شرط نہیں اور خطبہ میں طہارت شرط ہے۔ بلا طہارت خطبہ جائز نہیں اور نہ ہی مثل اذکار کے ہے کہ جن میں طہارت شرط نہیں ہے۔ پس معلوم ہوا کہ جمعے کا خطبہ جز وصلوٰۃ ہے۔ لہٰذا مثل صلوٰۃ کے طہارت کا ہونا خطبہ میں شرط ٹھہرا اور جب خطبہ ایک گونہ جز وصلوٰۃ ہے تو اس کا عربی زبان میں ہونا ضروری ہے جیسا کہ علماء محققین کا ارشاد ہے کہ: **الخطبة تقوم مقام ركعتين وهذا لا تجوز الا بعد دخول الوقت**۔ کہ خطبہ دو رکعت کے قائم مقام ہے۔ اسی لیے زوال سے پہلے خطبہ درست نہیں اور زوال کے آنے کے بعد خطبہ درست ہوگا۔ جیسا کہ علامہ سرخسی کی کتاب مبسوط میں ہے۔

س:...... اگر خطبہ صلوٰۃ کا جزو ہے تو پھر استقبال قبلہ کیوں نہیں۔ لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر پڑھنا کیسا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ وعظ ہے؟

ج:...... چونکہ خطبہ عین صلوٰۃ نہیں ہے بلکہ مثل شرط صلوٰۃ ہے لہٰذا جس طرح وضو طہارت جو کہ شرط صلوٰۃ ہے مگر اس میں استقبال قبلہ شرط نہیں۔ اسی طرح خطبہ جو کہ نماز جمعہ کے صحیح ہونے کی شرط ہے اس میں بھی استقبال قبلہ شرط نہ ہوا۔

س:...... یہ تو خوب سمجھ میں آ گیا مگر یہ تو فرمائیے کہ خطبہ میں کچھ باتیں احکام ومسائل وفضائل کی بھی ہوتی ہیں۔ تو مخاطب عربی نہ جاننے والے کیونکر سمجھیں گے؟

ج:...... میں کہہ چکا ہوں کہ خطبہ وعظ ہے ہی نہیں ذکر ہے۔ رہا محض مسائل وغیرہ کا تو وہ وقتی طور پر خطبہ میں ذکر ہوتا ہے۔ سو خطبہ کے ترجمہ کو حاصل کر لینا کچھ مشکل نہیں۔ ایک وقت اپنے کاموں سے نکال کر خطبہ کا ترجمہ سیکھ لیں اس طرح یہ مقصد بھی حاصل ہو جائے گا اور خطبہ کا عربی میں ہونا بھی باقی رہ جائے گا۔ نیز یہ بھی ممکن ہے کہ نماز سے قبل یا نماز کے بعد ہی خطبہ کا ترجمہ سنا دیا جایا کرے۔ جس کو اس جمعہ میں پڑھا گیا۔ جیسا کہ متبع سنت ایسا ہی کرتے ہیں۔ یہ کیا ضروری ہے کہ جو چیز مقصود نہیں اس کو مقصود بنا لیا جائے اور جو مقصود ہے اس کو غیر مقصود قرار دے کر ترک سنت کیا جائے اور ارتکاب مکروہ تحریمی کا ہو خوب سمجھ لو۔

س:...... ہم نے کہیں کہیں بڑے بڑے علماء کو یہ دیکھا کہ جمعہ کے آخری دوسرے خطبے میں عباد اللہ سے پہلے کچھ باتیں وقتی ضرورت کی کہتے ہیں۔ چار چھ منٹ اردو میں بیان فرما دیتے ہیں پھر عباد اللہ سے آخیر تک خطبہ پڑھ کر ختم کر دیتے ہیں۔ کیا یہ خلاف سنت ہوگا؟

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی کی صحبت اختیار مت کرو بجز ایمان والے کے۔ (بیہقی)

ج:......اول تو وہ موقع ختم خطبہ کا ہے۔ پھر چار چھ منٹ کچھ کہنا اس کو عرف میں وعظ کوئی نہیں کہتا۔ مسلسل اردو میں پڑھتے رہنا یہ خلاف سنت ہے گو کہ آخر میں عربی کے کچھ کلمات پڑھ کر خطبہ کو ختم کر دیا جائے۔ بہر صورت خطبہ کا عربی میں ہی پڑھنا ضروری ہے دوسری زبان میں پڑھنا ٹھیک نہیں خلاف سنت اور مکروہ تحریمی ہے۔

نمازِ تراویح

س:......نماز تراویح کا کیا حکم ہے؟

ج:......رمضان کا چاند دیکھ کر عشاء کے فرض وسنت کے بعد تراویح کی نماز شروع ہوتی ہے۔ تراویح کی بیس رکعت ہیں۔ خواہ دو رکعت کی نیت باندھی جائے یا چار چار کی۔ افضل دو دو کی نیت باندھنا ہے اور چار رکعت کے بعد تھوڑی دیر بیٹھ کر آرام کر لینا مستحسن ہے۔ خواہ خاموش بیٹھا رہے خواہ کچھ پڑھتا رہے۔ تراویح میں ایک مرتبہ تمام قرآن شریف ختم کرنا سنت ہے۔ اگر حافظ صاحب کچھ لے کر قرآن شریف سنائیں تو ہرگز نہ سنیئے۔ بلکہ الم ترکیف سے کوئی ناظرہ خواں تراویح پڑھاوے یہ بہتر ہے۔ کچھ لے کر قرآن شریف سننے سنانے سے یہ قرآن شریف کو بیچنا ہے اور یہ حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا

س:......جس شخص نے عشاء کے فرض جماعت سے نہ پڑھے ہوں کیا اسے رمضان شریف میں وتر جماعت سے پڑھنا درست ہے اور کیا جو شخص فرض پڑھائے وہی وتر بھی پڑھائے؟

ج:......عشاء کی نماز بلا جماعت پڑھے بھی وتر جماعت سے پڑھنا درست ہے۔ بلکہ زیادہ ثواب ہے۔ اور یہ ضروری نہیں کہ جس شخص نے فرض پڑھائے ہوں وہی وتر بھی پڑھائے۔

س:......اگر تراویح کی کچھ رکعت باقی رہ گئی ہوں تو کیا وتر جماعت سے پڑھ لینا درست ہے؟

ج:......اگر تراویح کی نماز باقی رہ جائے اور وتر کی جماعت شروع ہو جائے تو وتر جماعت سے پڑھ لے اور بعد میں تراویح پڑھے۔

س:......تراویح میں کس جگہ آواز سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا چاہیئے؟

ج:......تراویح میں کسی ایک جگہ خواہ شروع میں خواہ درمیان میں خواہ آخر میں ایک مرتبہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آواز سے پڑھنا ضروری ہے۔ اور بسم اللہ آواز سے پڑھنا اس بسم اللہ کے علاوہ ہے جو سورۂ نمل میں بسم اللہ لکھی ہوئی ہے۔ جس کو سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کے پاس خط لکھتے وقت خط کے شروع میں بسم اللہ لکھا تھا۔

س:......تراویح کی کچھ رکعت فاسد ہو جاویں تو کیا اتنا قرآن شریف جو ان رکعات میں پڑھ لیا ہے۔ پھر ان رکعات کے لوٹانے میں پڑھا جائے؟

ج:......جو رکعات تراویح کی نہیں ہوئیں ان کو لوٹانے کے وقت ان رکعات میں پڑھا ہوا قرآن شریف ان رکعات میں پھر پڑھا جائے۔

س:......کیا نابالغ کے پیچھے تراویح ہو جاتی ہے؟

ج:......نابالغ کے پیچھے تراویح درست نہیں۔

سجدۂ تلاوت

س:......سجدہ تلاوت کس طرح کیا جاتا ہے اور قرآن شریف میں کل کتنے سجدے ہیں؟

ج:......قرآن شریف میں کل چودہ سجدے ہیں۔ سورۂ اعراف میں، سورۂ رعد میں، سورۂ نحل میں، سورۂ اسریٰ، سورۂ کھیعص میں، سورۂ حج میں پہلا سجدہ، سورۂ فرقان میں، سورۂ نمل میں، سورۂ الم سجدہ میں، سورۂ ص میں، سورۂ صفت میں، سورۂ نجم میں، سورۂ انشقت میں، سورۂ علق میں۔ طریقہ یہ ہے کہ سجدہ تلاوت کی نیت کر کے بلا ہاتھ اٹھائے اللہ اکبر کہہ کر سجدے میں چلا جاوے اور سجدہ کی تسبیح کہے اور پھر اللہ اکبر کہہ کر کھڑا ہو جاوے بس سجدہ تلاوت ہو گیا۔ کھڑے ہو کر سجدہ تلاوت کرنا افضل ہے اور سلام پھیرنے کی ضرورت نہیں۔

س:......سجدہ تلاوت ایک جگہ کئی بار پڑھا یا کئی جگہ پڑھا تو کیا حکم ہے؟

ج:......سجدہ تلاوت ایک جگہ کئی بار پڑھنے سے ایک ہی سجدہ لازم ہوتا ہے اور کئی جگہ پڑھنے سے اتنے ہی سجدے لازم ہوں گے۔

س:......اگر آیت سجدہ کی تلاوت کی اور سجدہ نہ کیا پھر نماز شروع کر دی اور اسی آیت سجدہ کی قراءت نماز میں کی تو کیا حکم ہے؟

ج:......نماز میں سجدہ تلاوت کا سجدہ کر لینے سے سجدہ ادا ہو جائیگا۔ اب مستقل سجدہ کرنے کی ضرورت نہ رہے گی۔

س:......اگر سجدہ کی آیت نماز میں پڑھی اور سجدہ نہ کیا گیا تو کیا بعد میں سجدہ کیا جائے؟

ج:......جب نماز میں آیت سجدہ کی تلاوت پر سجدہ نہ کیا تو بعد نماز سجدہ نہیں ہے۔ صرف توبہ ہے البتہ آیت سجدہ کے متصل رکوع میں چلا جائے اور نیت سجدہ کی کرے تو سجدہ تلاوت ہو جائے گا۔ اور سجدہ میں جا کر بلا نیت ہی سجدہ تلاوت ادا ہو جاتا ہے۔

س:......کوئی شخص پہلی رکعت میں آیت سجدہ پڑھے اور سجدہ کرلے پھر اسی آیت سجدہ کو اسی رکعت یا دوسری رکعت میں پڑھے تو کیا دوسرا سجدہ ہوگا؟

ج:......نہیں وہی پہلا سجدہ کافی ہے۔

س:......کوئی شخص چار رکعت کی نیت باندھے اور پہلے دو رکعت میں سے کسی ایک رکعت میں آیت سجدہ پڑھے اور سجدہ کرلے پھر اسی آیت سجدہ کو آخری دو رکعتوں میں سے کسی ایک رکعت میں پڑھے تو کیا دوسرا سجدہ ہوگا؟

ج:......جی ہاں دوسرا سجدہ کرنا ہوگا۔ وہی سجدہ کافی نہیں ہے۔

س:......کوئی شخص تاگا پھیلانے کے لیے چکر لگاتا ہو یا تیرنے والا یا دائیں چلانے والا یا ایک شاخ سے دوسری شاخ پر جانے والا آیت سجدہ کو مکرر پڑھے تو کیا ایک ہی سجدہ کافی ہوگا۔

ج:......نہیں بلکہ اس کے لیے ہر جگہ مختلف جگہ سمجھی جائے گی اور جتنی بار ایک آیت سجدہ کی تلاوت کرے گا اتنے ہی سجدے ادا کرنا ہوں گے۔

نماز توڑ دینے کا بیان

س:......کیا کسی صورت میں نماز توڑ دینا درست ہے؟

ج:......جی ہاں درست ہے۔ اور وہ یہ باتیں ہیں جن کی وجہ سے نماز توڑ دینا درست ہے۔ سامان ریل میں ہو۔ سانپ کا آجانا۔ کسی کو جوتی اٹھاتے دیکھ لینا۔ ہانڈی کا جلنا۔ ابلنا کہ جس کی لاگت دس بارہ روپے ہو یا ایسی ہی قیمت کی کسی چیز کا نقصان ہونا۔ جیسے بلی کا مرغی پر حملہ کرنا۔ کسی اندھے آدمی کا کنویں کی طرف چلا جانا کہ گر جائے گا۔ کسی کے جسم میں کپڑوں میں آگ لگ کر جلنے لگی۔ ماں باپ دادا دادی نانا، نانی کسی مصیبت میں پکاریں اور دوسرا وہاں امداد کو نہ ہو تو سنت اور نفل میں ماں باپ، دادا، دادی نانا، نانی پکاریں خواہ کسی تکلیف کی وجہ سے یا یوں ہی اور ان کو نماز پڑھنے کا علم نہیں تو ان اخیر کی چار صورتوں میں نیت توڑ دینا واجب ہے۔

عید کی نماز

س:......نماز عیدین کس طرح پڑھی جاتی ہیں اور کیا سب پر واجب ہیں؟

ج:......عید، بقرعید کی نماز بالغ، عاقل مسلمان، قصبہ اور شہر والوں پر واجب ہے۔ گاؤں والوں پر واجب نہیں۔ طریقہ عید بقرعید کی نماز کا یہ ہے۔ کہ نیت کرے اس طرح کہ نیت کرتا ہوں دو رکعت نماز عید الفطر یا عید الاضحیٰ چھ واجب تکبیروں کے ساتھ واسطے اللہ تعالیٰ کے پیچھے اس امام کے اللہ اکبر۔ اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے اور ثناء پڑھے۔ پھر ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ چھوڑ دے۔ پھر ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ چھوڑ دے۔ پھر ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے۔ اب امام اعوذ باللہ، بسم اللہ پڑھ کر آواز سے الحمد للہ پڑھے اور سورت ملائے۔ پھر رکوع، دونوں سجدے کر کے کھڑا ہو جائے اور بسم اللہ پڑھ کر آواز سے الحمد اور سورت پڑھ کر کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ چھوڑ دے۔ پھر ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ چھوڑ دے۔ پھر ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ چھوڑ دے۔ پھر بلا ہاتھ اٹھائے اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں چلا جائے۔ اور باقی رکعت کو پورا کر دے۔ یہی طریقہ بقرعید کا ہے۔ نماز سے فارغ ہو کر دعا مانگیں۔ پھر خطبہ پڑھا جائے۔ یہ خطبہ عید بقرعید کا شرط نہیں ہے سنت ہے۔ خطبہ کے بعد دعا مانگنے کا رواج خلاف اصول ہے ترک کرنا چاہیئے۔ طریق سنت یہی ہے کہ نماز کے بعد دعا مانگی جائے اور عیدین کی نماز بلا جماعت پڑھنا درست نہیں اور عید الفطر کی نماز دوسرے دن اور بقرعید کی نماز بارہویں تک پڑھنا درست ہے۔ مگر بلا عذر تاخیر کرنا مکروہ ہے۔

س:......عید کے دن کتنا صدقہ کس پر واجب ہے؟

ج:......عید کی صبح صادق کے وقت جس کے پاس نصاب زکوٰۃ کے موافق یعنی ساڑھے باون تولے چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا ہو یا ان دونوں کی قیمت کے برابر کوئی چیز اپنی ضرورت سے زیادہ ہو۔ خواہ وہ مکان ہو یا زیور یا نقد روپیہ ہے خواہ تجارت کے لیے ہو یا نہ ہو جیسے کسی کے پاس دو مکان ہیں ایک میں خود رہتا ہے دوسرا کرائے پر دے رہا ہے۔ یا خالی پڑا ہے بشرطیکہ اس مکان کے کرایہ پر اپنا گزارا نہ ہو۔ بلکہ اپنی ضروریات سے زیادہ ہو۔ تو اگر مکان کی قیمت اتنی ہو کہ ساڑھے باون تولے چاندی یا ساڑھے سات تولے سونا آسکتا ہے۔ تو صدقہ فطر واجب ہوگا۔ گیہوں پونے دو سیر جَو ساڑھے تین سیر، بہتر یہ ہے کہ ان کی قیمت دے دے۔ خواہ ایک فقیر کو دے دے یا چند فقیروں کو دے دے۔ اور اسی طرح اگر چند آدمی بھی ایک فقیر کو دے دیں تب بھی درست ہے۔ مرد پر اپنا اور چھوٹے بچوں کا واجب ہے بشرطیکہ ان چھوٹے بچوں کے پاس نصاب کی مقدار کے موافق مال نہ ہو۔ اور اگر اتنا مال ہو تو ان ہی کے مال سے ادا کرے۔ اور عورت پر خود اپنی طرف سے واجب ہے اور جو شخص عید الفطر کی صبح کو مسلمان ہو یا کوئی بچہ پیدا ہو تو اس پر بھی واجب ہے۔ اور اس پر بھی جس نے روزے رکھے ہوں یا نہ رکھے ہوں۔

س:......کیا تیمم سے عیدین کی نماز پڑھنا درست ہے؟

ج:......اگر جماعت ختم ہونے کا خوف ہو خواہ شروع ہی میں یا درمیان میں وضو ٹوٹ جائے تو تیمم کر کے پڑھ سکتا ہے۔

س:......اگر امام تکبیر کہنا بھول جائے تو کیا کرے؟

ج:......اگر رکوع میں یاد آجائیں تو رکوع میں کہہ لے ورنہ نہ کہے اور کثیر مجمع ہونے کی وجہ سے سجدہ سہو نہ کرے۔

س:......اگر مقتدی کی تکبیریں چھوٹ جائیں تو کیا کرے اور اگر رکعت چھوٹ جائے تو کس طرح ادا کرے۔

ج:......امام قیام میں ہو تو تکبیریں کہہ کر شریک ہو جائے اور اگر رکوع میں ہو تو تکبیر تحریمہ کے بعد رکوع میں چلا جائے اور بجائے رکوع کی تسبیح کے بلا ہاتھ اٹھائے تین تکبیریں کہہ لے اور اگر ایک رکعت چلی گئی ہو تو کھڑے ہو کر پہلے قراءت کرے پھر تین تکبیریں کہہ کر چوتھی تکبیر بلا ہاتھ اٹھائے کہہ کر رکوع میں چلا جائے اور اگر دونوں رکعت نہ ملی ہوں تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو جائے اور جس طرح شروع سے عیدین کی نماز سبحانک اللھم پڑھ کر پڑھی جاتی ہے اسی طرح دونوں رکعتوں کو پڑھ لیا جائے۔

س:......بقرعید میں تکبیریں کب سے شروع ہوتی ہیں؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نہیں ہو کیا تم نہیں سنتے سنتے ہو کہ سادگی ایمان کی علامت ہے بیشک سادگی ایمان کی علامت ہے۔ (مشکوٰۃ)

ج:......بقرعید کی تکبیریں جن کو تکبیرات تشریق کہتے ہیں نویں تاریخ کی صبح کی نماز سے واجب ہوتی ہیں۔اور تیرہ تاریخ کی عصر کی نماز کے بعد ختم ہو جاتی ہیں۔ ہر فرض کے بعد مقیم جماعت سے نماز پڑھنے والے پر ایک مرتبہ آواز سے کہنا واجب ہے۔ اس طرح کہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لِلّٰہِ الْحَمْدُ اور اگر منفرد، مسافر، عورت بھی تکبیر بعد فرض کے کہہ لے تو بہتر ہے۔

سورج گرہن کے وقت نماز

س:......صلوٰۃ کسوف کیا ہے؟

ج:......کسوف سورج گرہن کو کہتے ہیں۔ جب سورج میں گرہن ہو اس وقت امام دو رکعت نفل پڑھاوے اس میں قراءت آہستہ سے کرے اور قراءت طویل ہو اور بعد سلام بہت دیر تک دعا کی جاوے۔ یہاں تک کہ سورج روشن ہو جاوے۔

س:......اگر جماعت سے نماز کسوف نہ پڑھیں تو کیا تنہا بھی نہ پڑھیں؟

ج:......اگر امام نماز پڑھانے والا نہ ملے تو اپنی اپنی تنہا ہی پڑھ لیں۔

چاند گرہن کے وقت نماز

س:......صلوٰۃ خسوف کیا ہے۔

ج:......خسوف کہتے ہیں چاند گرہن کو۔ جب چاند میں گرہن ہو اس وقت تنہا تنہا بلا جماعت دو رکعت گھر یا مسجد میں طویل قراءت کے ساتھ جہر سے یا آہستہ پڑھیں اور بعد سلام دعا طویل کریں۔ یہاں تک کہ چاند روشن ہونا شروع ہو جاوے۔ یہ خسوف کی نماز ہے۔

نماز استسقاء

س:......صلوٰۃ استسقاء کسے کہتے ہیں؟

ج:......جس وقت بارش رک جائے موسم برسات میں کافی زمانہ نکل جائے۔ بارش بالکل نہ ہو اس وقت امام مسلمانوں کے ساتھ جنگل، عید گاہ وغیرہ میں جائے۔ وہاں دو رکعت نماز جہر سے پڑھاوے اور بعد اس کے خطبہ پڑھے اور دعا مانگے۔ پھر جو چادر امام اوڑھے ہوئے ہو اس کو پلٹ دے۔ اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا اوپر کر دے۔ اگر چادر اوڑھے ہوئے نہ ہو تو اچکن، عبا کا دایاں بائیں جانب کر دے اور اس نماز میں کفار مشرکین شریک نہ ہوں۔ تین دن متواتر ایسا ہی کریں بعد تین دن کے یہیں عید گاہ یا جنگل جانے سے قبل خیرات کریں تو بہتر ہے۔

نمازِ خوف

س:......صلوٰۃ خوف کون سی نماز ہے اور اس کا کیا طریقہ ہے؟

ج:......جب جہاد کے لئے نکلتے ہیں اس وقت میدان میں اگر کفار مہلت ہی نہ دیں اور برابر لڑنا پڑے تب تو نماز ملتوی کر دی جاوے جیسا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خندق میں چار نمازیں نہ پڑھیں بعد میں قضاء کیں اور اگر ایسی لڑائی نہ ہو تو نماز کا وقت آنے پر میدان میں دوسری طرف جا کر نماز پڑھیں اس کا طریقہ یہ ہے کہ لشکر کے دو حصے کر دیئے جائیں ایک دشمن کے مقابلے میں بھیج دیا جاوے اور دوسرے لشکر کو امام پہلے فجر کی ایک رکعت پڑھاوے اور مغرب میں دو رکعت اور اگر مقیم ہو تو اول دو رکعت پڑھاوے پھر یہ جماعت دشمن کے مقابلہ میں چلی جائے اور کھڑی رہے پھر دوسری جماعت امام کے پیچھے آ جائے اور امام کی اس جماعت کو بقیہ نماز پڑھا کر سلام پھیر دے پھر یہ جماعت دشمن کے مقابلے میں چلی جائے اور پہلی جماعت پھر یہاں آ کر اپنی رہی ہوئی نماز پوری کرے یعنی اتنی دیر خاموش کھڑے رہیں جتنی دیر میں سورۂ فاتحہ ختم ہوتی ہے پھر یہ جماعت نماز پوری کر کے دشمن کے مقابلے میں چلی جاوے اور دوسری جماعت یہاں آ کر مثل مسبوق قراءت کے ساتھ اپنی نماز پوری کرلے یہ نماز خوف کہلاتی ہے۔

س:......کیا نماز خوف تنہا نہ پڑھے؟

ج:......جی ہاں جب جماعت سے پڑھنے میں سخت دشواری ہو یا سخت خوف لاحق ہو کہ حملہ کر بیٹھیں۔ اس وقت تنہا تنہا پیدل یا سواری پر پڑھ لیں۔ قبلہ رخ ہو سکیں یا نہ ہو سکیں ہر طرح درست ہے۔ اگر نماز میں لڑنا تلوار چلانا شروع کر دیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

بیت اللہ شریف میں نماز

کعبہ کے اندر تنہا نماز پڑھنا بھی جائز ہے اور جماعت سے بھی وہاں یہ شرط نہیں کہ امام اور مقتدیوں کا منہ ایک ہی طرف ہو اس لیے کہ وہاں ہر طرف قبلہ ہے۔ ہاں البتہ یہ شرط ضرور ہے کہ مقتدی امام کے آگے نہ ہو۔ کہ اگر مقتدی کا منہ امام کے سامنے ہو تب بھی درست ہے اس لیے اس صورت میں وہ مقتدی امام سے آگے نہ ہوگا۔ آگے جب ہوتا ہے جب دونوں کا منہ ایک ہی طرف ہوتا اور پھر مقتدی آگے بڑھا ہوا ہوتا ہاں مگر نماز اس صورت میں مکروہ ہوگی اس لیے کہ کسی آدمی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ لیکن اگر کوئی چیز درمیان میں کر لی جائے تو یہ کراہت نہ رہے گی۔

شہید کا بیان

س:......شہید کسے کہتے ہیں اور شہید کو غسل دینا اور اسکی نماز جنازہ پڑھنا چاہیئے یا نہیں؟

ج:......جس مسلمان عاقل، بالغ کو میدان جنگ میں قتل کر دیں یا میدان جنگ میں مرا ہوا پایا جاوے اس پر زخم بھی ہو یا مسلمان نے دھار دار آلہ سے مسلمان کو قصداً جان کر قتل کر دیا یا کفار نے بدون میدان جنگ میں مسلمان کو مار ڈالا اگر چہ مسلمان سے کوئی ایسی بات بھی وقوع میں آئے

جو باعث قتل ہو۔ یا مسلمان باغیوں نے مسلمان کو مار ڈالا یا ڈاکوؤں نے مسلمان کو مار ڈالا۔ شہید کہلایا جاتا ہے اس کا حکم یہ ہے کہ اس کا خون نہ دھویا جائے گا۔ نہ غسل دیا جائے گا اور نہ اس کے کپڑے اتارے جائیں گے البتہ اس کی نماز جنازہ پڑھائی جائے گی۔ ہاں اس کے جسم پر کپڑے زیادہ ہوں اچکن وغیرہ یا ہتھیار زرہ خود ہوں وہ اتار لیے جائیں گے۔

س:...... اگر بحالت جنابت قتل کیا جائے کیا تب بھی غسل نہیں ہے؟

ج:...... جنابت کی حالت میں قتل کیے جانے پر غسل دیا جائے گا اس طرح حیض ونفاس کی حالت میں قتل ہو جانے پر غسل دیا جائے گا۔

س:...... اگر کوئی شہر کے اندر مرا ہوا پایا جاوے تو اس کا کیا حکم ہے؟

ج:...... اگر کوئی شہر میں محلہ کے اندر مقتول پایا جاوے اور قاتل نا معلوم ہو کہ کون ہے اور نہ یہ معلوم ہو سکے کہ چور ڈاکو کا یہ کام ہے تو ایسے قتل سے اہل محلہ پر قسامت لازم آتی ہے اور اس مقتول کو غسل بھی دیا جائے گا اور نماز بھی پڑھائی جائے گی۔

چاند دیکھنے کا بیان

س:...... رمضان شریف کے چاند ہونے کا کب اعتبار کرنا چاہیے؟

ج:...... اگر بادل نہ ہوں آسمان صاف ہو تو اگر اتنے آدمی چاند دیکھنا بیان کریں کہ اتنے لوگوں کا جھوٹا ہونا دل قبول نہ کرے تب رمضان شریف اور عید، بقر عید کے چاند ہونے کا اعتبار کیا جائے گا اور بادل اگر ہوں تو رمضان شریف کے چاند کے لیے ایک مسلمان مرد یا عورت پرہیز گار کی گواہی کہ میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے معتبر ہے۔ چاند کا ثبوت ہو جائے گا اور اگر عید بقر عید کا چاند ہے تو بادل ہونے کی حالت میں دو پرہیز گار مرد ایک دیندار مرد اور دو دیندار عورتیں گواہی دیں کہ ہم نے عید کا چاند دیکھا ہے۔ تب عید کا چاند ثابت ہو گا۔ اور اگر صرف عورتیں ہی گواہی دیں تو چار عورتیں بھی ہوں تب بھی قبول نہیں۔

س:...... اگر چاند دیکھنے کی خبر مشہور ہو تو کیا وہ معتبر ہے؟

ج:...... صرف مشہور ہونے کا کوئی اعتبار نہیں جب تک خود دیکھنے والا گواہی نہ دے۔ یا ایسے دو شخص پرہیز گار کہ جنہوں نے چاند دیکھنے والوں سے خود سنا ہو کہ ہم نے چاند دیکھا ہے تب چاند کا ہونا ثابت ہو گا۔ اگر تار سے چاند کی خبر آئے تب بھی معتبر نہیں۔

س:...... کسی ایک شخص نے رمضان شریف کا چاند دیکھا اور اعتبار نہ کیا گیا تو کیا حکم ہے؟

ج:...... دوسرے لوگ تو روزہ نہ رکھیں لیکن یہ شخص روزہ رکھے پھر تیس روزے اس شخص کے ہو جائیں اور چاند نظر نہ آئے تو اکتیسواں روزہ رکھے اور بستی والوں کے ساتھ عید کرے اسطرح اگر کسی شخص نے عید کا چاند دیکھا اور اعتبار نہ کیا تو اس عید کا چاند دیکھنے والے کو بھی عید کرنا درست نہیں صبح کو روزہ رکھنا لازم ہے۔ اپنے چاند دیکھنے کا اعتبار نہ کرے۔

روزوں کا بیان

اسلام کا دوسرا رکن روزہ ہے۔ حدیث شریف میں روزہ کا بڑا ثواب آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک روزہ دار کا بڑا رتبہ ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے: "اے ایمان والو تم پر روزے فرض کیے گئے جیسا کہ تم سے پہلی امتوں پر بھی فرض کیے گئے تھے۔ (اور ان روزوں کا مقصد یہ ہے کہ) تاکہ تم متقی بن جاؤ"۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے رمضان کے روزے محض اللہ تعالیٰ کے واسطے ثواب سمجھ کر رکھے تو اس کے سب اگلے گناہ صغیرہ بخش دیئے جائیں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ روزہ داروں کے واسطے دسترخوان چنا جائیگا اور وہ لوگ اس پر کھانا کھائیں گے اور سب لوگ ابھی اپنے حساب ہی میں لگے ہوں گے اس پر وہ لوگ کہیں گے کہ یہ لوگ کیسے ہیں کہ کھانا کھا پی رہے ہیں اور ہم ابھی حساب ہی میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ان کو جواب ملے گا کہ یہ لوگ روزہ رکھا کرتے تھے اور تم روزے نہ رکھتے تھے اور یہ لوگ نماز (تراویح) پڑھتے تھے اور تم سوتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ دار کے منہ کی بدبو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی بو سے بھی زیادہ پیاری ہے۔

اب ہم روزے کے متعلق کچھ مسائل واحکام بیان کرتے ہیں۔

س:...... روزہ کسے کہتے ہیں؟ اور کس وقت کس پر فرض ہے؟

ج:...... صبح صادق سے سورج ڈوبنے تک نیت کر کے کھانے پینے اور جماع سے رکے رہنے کا نام روزہ ہے۔ مسلمان عاقل، بالغ پر فرض ہے۔ رمضان کے مہینہ میں فرض ہے۔

س:...... نیت کرنے کا کیا مطلب ہے؟

ج:...... دل میں روزہ رکھنے کا خیال کرنے کا نام نیت ہے اور زبان سے بھی کہے تو اچھا ہے اسطرح کہ کل میرا روزہ ہے اور رمضان میں خواہ کیسی نیت سے روزہ رکھا جائے رمضان ہی کا روزہ مانا جائے گا۔ خواہ قضاء کا روزہ رکھے یا نذر وغیرہ کا۔

س:...... نیت کا وقت کب سے کب تک ہے؟

ج:...... رمضان شریف کے روزے اور نذر معین اور نفل کے روزے کے لیے تو صبح صادق سے دوپہر یعنی زوال کے وقت تک وقت ہے اور رات کو نیت کر لینا بھی کافی ہے۔ اور قضاء رمضان اور غیر معین کا روزہ دن میں نیت کرنے

سے درست نہ ہوگا بلکہ رات کو صبح صادق سے قبل نیت کر لینا ضروری ہے۔

س:......نذر معین کسے کہتے ہیں؟

ج:......کسی نے یوں کہا کہ میرا فلاں کام ہو گیا تو چوتھی محرم کو روزہ رکھوں گا۔ اسے نذر معین کا روزہ کہتے ہیں کہ دن یا تاریخ مقرر کر دی۔ اگر دن یا تاریخ معین نہ کرے صرف یوں ہی کہہ دے کہ فلاں کام ہو گیا تو روزہ رکھوں گا۔ اسے نذر غیر معین کہتے ہیں۔

س:......نذر جسے کو منت ماننا کہتے ہیں اس کی تفصیل کیا ہے اور منت ماننا کس طرح درست ہے اور کس چیز کی؟

ج:......ناجائز کاموں کی منت ماننا تو حرام ہے مثلاً یوں کہے کہ اگر چوری میں مال ہاتھ لگ گیا تو چار رکعت پڑھوں گا یا چار روزے رکھوں گا۔ ہاں جائز کاموں کی منت ماننا درست ہے۔ مثلاً یوں کہے کہ اگر میرا بھائی آ گیا یا میں امتحان میں پاس ہو گیا میرا پرچہ اچھا ہو گیا تو دو روپیہ خیرات کروں گا۔ آٹھ رکعت نماز پڑھوں گا دو روزے رکھوں گا۔ مگر منت ایسی چیز کے ساتھ مانے کہ جس کے کرنے میں شریعت سے ثواب کا وعدہ ثابت ہو اور جس کام کے کرنے میں شرع سے ثواب کا وعدہ نہیں اس کے کرنے کی منت ماننا درست نہیں۔ مثلاً کام ہو جانے پر میلاد شریف کرانے کی یا مزار پر چادر چڑھانے کی یا مسجد کا طاق بھرنے کی منت ماننا درست نہیں۔ اور منت صرف اللہ تعالیٰ لئے ماننا درست ہے۔ کسی پیر سید شہید جن وغیرہ کی منت ماننا حرام ہے۔ شرک ہے۔ مثلاً یوں کہے کہ اے پیر صاحب، اے سید صاحب میرا بیٹا ہوا تو تمہارے مزار پر چادر مٹھائی یا چادر چڑھاؤں گا یا کو نڈا کروں گا۔ مولیٰ مشکل کشا کا روزہ رکھوں گا۔ یہ سب شرک و ناجائز ہے۔ بلکہ ایسی منت کی چیز کھانا بھی حرام ہے۔ عورتوں کو قبر پر جانے کی سخت ممانعت آئی ہے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر جانے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے اور منت کی ہوئی شئی کسی خاص شخص کو دینے کی نیت ہو یا کسی خاص جگہ صرف کرنے کی نیت ہو تو اس طرح کرنا ضروری نہیں بلکہ صرف اس نیت کو پورا کرنا واجب ہے مثلاً یوں کہے کہ فلاں کام ہو گیا تو مکہ کے فقراء کو اتنا خیرات کروں گا۔ فلاں شخص کو اتنا دوں گا۔ جامع مسجد میں نفل پڑھوں گا اس سے مکہ کے فقراء یا اس شخص کو دینا یا جامع مسجد میں ہی نماز پڑھنا لازم نہ ہوگا بلکہ کسی غریب کو دے دے کسی جگہ نفل نماز پڑھ لے اور درود شریف اور کلمہ شریف وقرآن شریف پڑھنے کی منت کی تو واجب ہو جائے گی اور اگر سبحان اللہ اور لاحول پڑھنے کی منت کی تو واجب نہ ہوگی۔

س:......کیا بے ہوش اور پاگل پر بھی روزے فرض ہیں اور قضاء لازم ہے؟

ج:......اگر تمام رمضان بے ہوش رہے تو پورے رمضان کی قضاء رکھے اور اگر کچھ رمضان میں دیوانہ پاگل رہے پھر اچھا ہو جائے تو اچھا ہونے کے بعد روزے رمضان میں شروع کرے اور جو روزے جنون کی حالت میں نہ رکھے تھے ان کی قضاء رکھے اگر تمام رمضان دیوانہ پاگل رہے تو پھر روزوں کی قضاء نہیں اور رمضان میں جس دن اور جس رات بے ہوش رہا اس ایک دن کی قضاء نہیں کیونکہ وہ دن مسلمان کے ظاہری حال کے اعتبار سے روزہ میں شمار ہوگا۔ باقی تمام بے ہوشی کے دنوں کی قضاء واجب ہے البتہ جس دن یا جس رات صبح کو روزہ رکھنے کی نیت نہ تھی یا صبح کو کوئی دوا حلق میں ڈالی گئی تو اس دن کا روزہ بھی قضاء رکھا جائے گا۔

س:......رمضان شریف میں روزہ نہ رکھنا کب جائز ہے؟

ج:......طبیب، ڈاکٹر مسلمان دیندار کہہ دے کہ روزہ نقصان دے گا یا اپنے تجربہ سے معلوم ہو اور سچے دل سے سمجھ میں آوے کہ روزہ رکھنا نقصان دے گا یا بیماری کا ڈر ہو یا بیماری تو نہ بڑھے گی مگر دیر میں اچھا ہونے کا ڈر ہو یا حاملہ یا دودھ پلانے والی عورت کو اپنے یا بچہ کے نقصان کا ڈر ہو یا سفر اڑتالیس میل یعنی چھتیس کوس کا ہو یا حیض آئے یا نفاس، تو ان صورتوں میں روزہ رکھنا درست نہیں۔ پھر قضاء رکھے۔ حیض ونفاس میں تو روزہ جائز ہی نہیں البتہ جنابت کی حالت میں درست ہے۔ مگر جلد نہا لے۔

س:......روزہ رکھ کر توڑ دینا کب درست ہے؟

ج:......اچانک ایسی بیماری یا پیاس، بھوک کا لگ جانا کہ اگر کچھ نہ کھائے پیئے تو جان کے ہلاک ہو جانے کا خوف ہو تو روزہ توڑ لینا درست ہے اور پھر قضاء رکھے کفارہ نہیں۔ کفارہ کا بیان آگے آتا ہے۔

نفل روزے

س:......رمضان المبارک کے علاوہ کیا اور بھی روزے ہیں؟

ج:......جی ہاں، فرض روزے تو نہیں ہیں البتہ ویسے جب چاہے رکھے۔ مگر عید کے دن اور بقرعید کی دسویں، گیارہویں، بارہویں، تیرہویں تاریخ میں یہ پانچ روزے سال بھر میں حرام ہیں۔ لہٰذا کوئی پورے سال بھر روزے رکھنے کی منت مانے تب بھی یہ پانچ روزے نہ رکھے۔ پھر رکھ لیے اگر کسی نے ان پانچ دنوں میں نفل روزہ رکھ لیا تب بھی توڑ دے اور ان کی قضاء نہیں ہے۔ اسی طرح رات کو نفل روزہ رکھنے کی نیت کی اور صبح صادق سے قبل ارادہ بدل دیا تو قضاء واجب نہیں البتہ رکھ کر توڑ دیا تو قضاء واجب ہے۔ کفارہ نہیں۔ نفل روزہ بلا اجازت شوہر کے نہ رکھے جبکہ شوہر گھر پر ہو۔

س:......کیا شریعت سے خاص خاص دنوں میں نفل روزے رکھنا ثابت ہیں؟

ج:......جی ہاں ثابت ہیں سنیئے ہر ماہ کی تیرھویں، چودھویں، پندرھویں، پیر، جمعرات، محرم کی دسویں، نویں یا گیارہویں تاریخوں کو روزے رکھنا ثابت ہے۔ صرف دسویں محرم کا روزہ رکھنا مکروہ ہے۔ ایسے ہی شعبان کی پندرھویں، عید کے چھ روز، اور بقرعید کی نویں تاریخ کو بھی رکھنا ثابت ہے اور اگر بقرعید کی یکم سے نویں تاریخ تک برابر روزے رکھے تو اور بھی بہتر ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''ایمان کی نشانی انصار سے محبت ہے اور منافقت کی نشانی انصار سے بغض ہے۔'' (بیہقی)

روزہ توڑنے والی چیزیں

س:...... روزہ توڑنے والی چیزیں کیا کیا ہیں۔

ج:...... رمضان شریف میں رات سے نیت کر کے دن میں قصداً کسی ایسی چیز کو کھایا یا پیا یا جماع کر لیا یا کسی دوا کو بلاضرورت کھا پی لیا تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اور قضاء و کفارہ دونوں واجب ہوتے ہیں۔ اگر رمضان شریف کے مہینہ میں ایسا نہ کیا یا رمضان شریف کے مہینہ ہی میں ایسا کیا تو رات کو نیت نہ کی تب صرف قضاء ہے کفارہ نہیں۔

س:...... کفارہ کسے کہتے ہیں؟

ج:...... رمضان شریف کا روزہ توڑ لینے پر دو مہینہ کے برابر لگاتار روزے رکھنے کا نام کفارہ ہے۔

س:...... کسی شخص میں کفارے کے روزے رکھنے کی طاقت نہ ہو تو کیا کرے؟

ج:...... اگر روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ بالغ مسکینوں کو پیٹ بھر کر دو وقت کا کھانا کھلا دے یا ساٹھ مسکینوں میں سے ہر ایک کو یا ایک مسکین کو ساٹھ دن تک صدقہ فطر کے مطابق کچا اناج یا اس کی قیمت دے دے۔ البتہ ایک ہی مسکین کو ایک دن میں سب ایک ساتھ دینا درست نہیں۔ نہ ایک مسکین کو ایک دن میں ساٹھ دفعہ کر کے دینا درست ہے۔ اور نہ ایک مسکین کو صدقہ فطر کی مقدار سے کم دینا درست ہے ہاں یہ جائز ہے کہ ایک مسکین کو اگر ساٹھ دن تک لگاتار نہ کھلا سکے تو کبھی کھلا کر ساٹھ دن پورے کر دے اور یہ بھی جائز ہے کہ دوسرا شخص اس کی اجازت سے کفارہ ادا کر دے۔ اناج وغیرہ دے کر۔ روزے رکھ کر نہیں۔ اور بے اجازت کفارہ دینا درست نہیں۔ نیز ایک ہی رمضان کے کئی روزے توڑ ڈالنے پر ایک ہی کفارہ ہے اور کفارہ کے روزے لگاتار رکھنے چاہئیں۔ اگر بیچ میں ناغہ ہو گئے تو پھر سے رکھنے پڑیں گے۔ اگرچہ نفاس کی وجہ سے ناغہ ہو گئے ہوں۔ البتہ حیض کی وجہ سے جو روزے نہ رکھے گئے تب پھر سے روزہ رکھنے کی ضرورت نہیں بلکہ بقیہ روزے بعد حیض رکھنا شروع کر دے۔

س:...... ایسی کون سی بات ہو جس کے ہو جانے سے یہ خیال کر کے کہ روزہ ٹوٹ گیا قصداً کچھ کھا پی لیا تو قضاء و کفارہ دونوں واجب ہوتے ہیں؟

ج:...... سرمہ لگانا، فصد لینا، سر میں تیل ڈالنا، پھول سونگھنا یا خود بخود دھواں یا غبار حلق میں چلا گیا روزہ نہیں ٹوٹتا۔ لہٰذا اگر کسی نے یہ خیال کیا کہ ان باتوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قصداً کچھ کھا پی لیا اس سے قضاء و کفارہ دونوں واجب ہوتے ہیں۔ البتہ قصداً دھواں یا غبار منہ میں لیا یا لوبان سلگایا اور قصداً سونگھا تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور صرف قضاء آتی ہے کفارہ نہیں۔

س:...... پان وغیرہ منہ میں دبا کر سو جائے اور صبح آنکھ کھلی روزہ رہا یا نہیں۔

ج:...... روزہ نہیں ہوگا قضاء رکھے اور پان کھا کر خوب غرغرہ کر کے منہ صاف کر لیا مگر تھوک میں سرخی رہی تو روزہ رہ گیا۔

س:...... کوئی ایسی بات بتایئے جس سے یہ معلوم ہو جائے کہ کب روزہ نہیں ہوتا اور کب ٹوٹ جاتا ہے اور کب صرف قضاء لازم آتی ہے اور کب قضاء و کفارہ دونوں لازم آتے ہیں؟

ج:...... اگر بھولے سے کچھ کھا پی لیا اور کچھ استعمال کر لیا تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اس طرح اگر بلا اندر داخل کیے کوئی چیز استعمال کی تو بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ جیسے سرمہ لگانا، تیل لگانا، پھول سونگھنا، خود بخود قے کا ہونا، ان باتوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ ہاں بہت زیادہ منہ بھر کر قے قصداً کرے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اگر تھوڑی سی خود ہی کرے تب بھی نہ ٹوٹے گا۔ ہاں اگر خود ہی لوٹا لی تب ٹوٹ جائے گا۔ اور اگر خود لوٹ جائے تب نہ ٹوٹے گا اور اسی طرح اگر منہ سے خون تھوک سے کم نکلا تو روزہ نہ ٹوٹے گا اور اگر خون تھوک کے برابر یا تھوک پر غالب آ جائے تب ٹوٹ جاتا ہے اور اگر ناک، کان، مسامات یا آگے پیچھے کی راہ سے کوئی چیز رقیق کھانے پینے یا دوا یا کسی اور قسم کی چیز جیسے دھواں دھونی کا استعمال کیا یا غلطی سے کوئی چیز حلق میں چلی گئی جیسے وضو میں کلی میں پانی چلا گیا تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے بشرطیکہ روزہ یاد ہو اور صرف قضاء لازم آتی ہے کفارہ نہیں مگر کان میں پانی ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا تیل اور دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اگر منہ کے ذریعہ سے قصداً ایسی چیز کھا لی یا دوا پی لی کہ جس کو کھایا پیا جاتا ہے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضاء و کفارہ دونوں لازم ہوں گے اسی طرح جس چیز سے روزہ ٹوٹنے کا شبہ بھی نہیں اس کو کرنے سے یہ سمجھ کر کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر قصداً کچھ کھا پی لیا قضاء و کفارہ دونوں لازم ہوں گے نیز قصداً جماع کر لیا تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضاء کفارہ دونوں لازم ہوں گے۔

س:...... سحری کھانے کے بعد معلوم ہوا کہ صبح ہونے کے بعد سحری کھائی تھی تو روزہ ہو گیا یا نہیں؟

ج:...... اگر رات کو سمجھ کر سحری کھائی پھر معلوم ہوا کہ صبح ہونے کے بعد سحری کھائی تھی تو روزہ نہیں ہوا قضاء رکھے کفارہ نہیں اور اگر یہ نہ معلوم ہو کہ صبح ہو گئی تھی یا نہیں بلکہ شبہ رہے تو روزہ ہو جائے گا لیکن احتیاط اس میں ہے کہ قضاء رکھے۔ اس طرح جب تک سورج ڈوبنے میں شبہ رہے تو روزہ افطار نہ کرے۔ اصل چیز اپنے دل کی شہادت ہے۔ اس لئے اگر اذان بھی ہو جائے مگر خود سورج ڈوبنے میں شبہ ہے تب بھی روزہ افطار کرنا درست نہیں۔ جب سورج ڈوبنے کا پورا یقین ہو تو تب روزہ کھولے۔ اگر روزہ کھولنے کے بعد سورج نکل آیا تو پھر قضاء رکھے کفارہ نہیں۔

س:...... دانتوں میں کچھ اٹکا ہو اور منہ میں چلا جائے تو کیا روزہ ٹوٹ جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سادگی ایمان میں سے ہے' سادگی ایمان میں سے ہے'' اس سے مراد تواضع ہے۔'' (بیہقی)

ج:...... اگر منہ سے باہر نکل کر نگل گیا تب روزہ ٹوٹ جائے گا خواہ وہ کتنا ہی بڑا ہو۔ اور اگر منہ سے باہر نہ نکالا بلکہ دانت سے نکال کر اندر ہی اندر نگل لیا تو چنے سے چھوٹا ہو تو نہیں ٹوٹتا۔ اور اگر چنے کے برابر یا چنے سے بڑا ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

س:...... اگر کسی میں روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو یا ہو مگر نہ رکھ سکا اور مر گیا تو کیا کیا جائے؟

ج:...... اگر کسی میں روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو تو ہر روزے کے بدلے مقدار صدقہ فطر ایک مسکین یا چند مسکینوں کو اناج یا اس کی قیمت دے دے۔ یا دو وقتیہ کھانا کھلائے اور اگر پھر طاقت روزہ رکھنے کی آ گئی تو ان روزوں کی قضاء واجب ہے۔ اگر روزے نہ رکھ سکا اور مر گیا۔ تو اگر وصیت کر گیا ہے تو اس کے تہائی مال میں سے فدیہ روزوں کا ادا کیا جائے۔ اگر تہائی مال کافی نہ ہو اور ورثہ بالغین بعد تقسیم ترکہ اپنے حصہ میں دے دیں تب بھی درست ہے۔ نابالغ کے حصہ میں سے دینا درست نہیں اور بلا وصیت بلا رضامندی ورثاء بالغین فدیہ دینا درست نہیں یہی حکم اس شخص کی زکوٰۃ کا ہے۔ جس نے اپنی زندگی میں ادا نہ کی۔ اور مر گیا اگر وصیت کر دی ہے تب تو اس کے تہائی مال میں سے ادا کرے یا بالغ وارثوں نے اپنی خوشی سے اپنے مال میں سے ادا کر دی تو ادا ہو جائے گی۔ اور بلا وصیت وارثوں کے دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی البتہ ثواب صدقہ کا پہنچے گا۔

اعتکاف

س:...... اعتکاف کسے کہتے ہیں؟

ج:...... رمضان شریف کی بیسویں تاریخ کو سورج غروب ہونے سے پہلے عورت کوئی خاص جگہ اپنے گھر میں مقرر کر کے اور مرد ایسی مسجد میں کہ اس میں جماعت پنج وقتیہ ہوتی ہو عید کا چاند نظر آنے تک روزہ کے ساتھ وہاں موجود رہے اسے اعتکاف کہتے ہیں۔

س:...... کیا اس جگہ سے نہ ہٹنا چاہیئے؟

ج:...... ہاں اسی جگہ رہنا چاہیئے البتہ پیشاب یا پاخانہ یا غسل کی حاجت ہو تو غسل اور وضو کے لیے نکلنا درست ہے۔ اور کھانا لانے والا کوئی نہ ہو تو کھانے کے لیے بھی نکلنا درست ہے۔ اور مرد کو جمعہ کی نماز کے لیے بھی نکلنا درست ہے۔ مگر جمعہ کے فرض یا پوری نماز سے فارغ ہو کر فوراً چلا آوے اگر وہاں بیٹھا رہا یا راستہ میں کھڑا ہو گیا تو اعتکاف جاتا رہے گا۔ حتیٰ کہ اگر اپنی مسجد سے بھول کر بھی باہر نکل گیا تو تب بھی اعتکاف جاتا رہے گا۔ اعتکاف میں بیوی سے ہمبستر ہونا، لپٹنا، چمٹنا بھی درست نہیں۔ عورت حیض ونفاس میں اعتکاف چھوڑ دے اور پاک ہونے کے بعد خاص اس دن کی قضاء ضروری ہے اگر یہ قضاء رمضان شریف ہی میں کی گئی تو رمضان ہی کا روزہ کافی ہے اور بعد رمضان قضاء کی تو اس دن روزہ رکھنا بھی ضروری ہوگا۔

س:...... کیا اعتکاف کرنا ہر شخص کے ذمہ ہے؟

ج:...... نہیں بستی میں سے کسی ایک شخص نے اعتکاف کر لیا تو سب کے ذمہ سے یہ فرض کفایہ ساقط ہو جائے گا اور اگر کسی نے نہ کیا تو سب اہل شہر گنہگار رہوں گے۔

زکوٰۃ

اسلام کا تیسرا رکن زکوٰۃ ہے۔ جس کے پاس مال ہو اور اس کی زکوٰۃ نہ نکالتا ہو وہ اللہ کے نزدیک بڑا ہی گنہگار ہے۔ قیامت کے دن اس پر بڑا سخت عذاب ہوگا۔ قرآن پاک میں جہاں نماز کا ذکر ہے وہاں ساتھ ہی زکوٰۃ ادا کرنے کا بھی حکم ہے اور زیادہ آیتیں ایسی ہی ہیں جن میں نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا بھی حکم ہے۔ زکوٰۃ ادا کرنے والوں کے بارے میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: "جو لوگ اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس دانہ کی طرح ہے جس میں سات بالیں ہوں کہ ہر بالی میں سو دانے" اور جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: جس کے پاس سونا، چاندی ہو اور وہ اس کی زکوٰۃ نہ دیتا ہو تو قیامت کے دن اس کے لیے آگ کی تختیاں بنائی جائیں گی۔ پھر ان کو دوزخ کی آگ میں گرم کر کے اس کی دونوں کروٹیں اور پیشانی داغی جائے اور پھر جب ٹھنڈی ہو جائیں گی پھر گرم کر لی جائیں گی۔ اس طرح بے شمار احادیث میں زکوٰۃ نہ دینے والوں کے لیے بڑی سخت وعیدیں بیان فرمائی ہیں۔

اب ذیل میں زکوٰۃ کے احکام و مسائل بیان کیے جاتے ہیں۔

س:...... زکوٰۃ کسے کہتے ہیں؟

ج:...... اپنی اصل حاجت سے زائد ایک خاص مقدار شرعی مال میں سے سال کے بعد حصہ مقررہ نکالنے کا نام زکوٰۃ ہے۔ بشرطیکہ وہ مقدار شرعی ایک سال تک برابر یا شروع یا اخیر میں باقی رہے۔ اگرچہ مال وسط میں مقدار شرعی سے کم ہو گیا ہو۔ ہاں سب مال جاتا رہا ہو تو البتہ زکوٰۃ معاف ہے۔

س:...... وہ کتنی مقدار ہے جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور کتنی واجب ہوتی ہے؟

ج:...... ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونے میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اسکو نصاب کہتے ہیں اس سے زیادہ ہو تو بھی زکوٰۃ واجب ہے۔ اور چالیسواں حصہ واجب ہے۔

س:...... کیا سونے چاندی پر ہی زکوٰۃ واجب ہے اگر ان میں سے کوئی چیز نہ ہو تو اور چیز ہو تو اس پر واجب نہیں ہے؟

ج:...... سونے چاندی اور اس کے زیور اور سکے و برتن سچا گوٹا، ٹھپہ سب پر زکوٰۃ واجب ہے چاہے استعمال کیا جاوے یا بند رکھے رہیں۔ البتہ

اس مقدار نصاب سے کم ہو جو بیان کی گئی ہے تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

س:......سال ختم ہونے سے پہلے سونے چاندی کی قسم سے کوئی اور چیز آ جائے تو کیا اس کو اس پہلے مال کے ساتھ ملا کر اس سب کی زکوٰۃ کا حساب الگ کریں گے؟

ج:......اس پہلے مال کے ساتھ ملا کر زکوٰۃ دی جائے گی۔ مثلاً کسی کے پاس سو روپیہ یا سونا چاندی ضرورت سے زائد رکھے تھے۔ سال پورا ہونے سے پہلے پچاس روپیہ یا کچھ چاندی سونا اور مل گیا تو ان پچاس روپیہ چاندی سونے کا حساب الگ نہ کریں گے بلکہ اسی روپیہ یا چاندی سونے کے ساتھ ملا کر اس چاندی سونے اور اس روپیہ کا جب سال تمام ہو گا تو پورے ڈیڑھ سو روپیہ اور پورے چاندی سونے کی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

س:......اگر کسی کے پاس اتنا مال ہے جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ مگر وہ قرضدار بھی ہے تو پھر زکوٰۃ کس طرح دینا واجب ہے؟

ج:......قرضہ کو اس مال میں سے نکال کر دیکھیں اگر وہ مقدار زکوٰۃ کے نصاب کے برابر ہو تو زکوٰۃ اس بچے ہوئے مال میں واجب ہے ورنہ نہیں۔

س:......اگر نہ سونے کی مقدار پوری ہو اور نہ چاندی کی بلکہ ہر ایک نصاب سے کم ہے تب زکوٰۃ کا کیا طریقہ ہے؟

ج:......ایسی صورت میں دونوں کی قیمت ملا کر ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولے سونا کے برابر ہو جائے تو زکوٰۃ واجب ہے ورنہ نہیں۔ مثلاً اگر دونوں چیزیں اتنی تھوڑی ہیں کہ دونوں کی قیمت نہ اتنی چاندی کے برابر نہ اتنے سونے کے برابر تو زکوٰۃ واجب نہیں۔ اور اگر سونے اور چاندی دونوں کی مقدار پوری پوری ہے تو قیمت لگانے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ سونے کی زکوٰۃ اس کے نصاب کا حساب کر کے الگ دیں۔ اور چاندی کی زکوٰۃ اس کے نصاب کا حساب کر کے الگ دیں۔ اور اگر اس صورت میں بھی حساب لگا کر دینا چاہیے تو اس شرط سے جائز ہے کہ جس طرح قیمت لگانے میں غریبوں کا بھلا ہو اس طرح قیمت لگاوے۔

س:......کیا سونے چاندی کے علاوہ اور کسی دھات، لوہا، انگا وغیر یا مکان، دہراؤ، قیمتی جوڑے وغیرہ میں زکوٰۃ واجب ہے؟

ج:......سونے چاندی کے علاوہ جتنا مال اسباب دیگر قسم کے دھات، لگن، دیگ، وغیرہ اور مکانات حتی کہ سچے موتی کا ہار جواہرات وغیرہ کی چیز پر زکوٰۃ نہیں۔ البتہ اگر سوداگری کے لیے وہ سامان ہو اور اس کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونے کے برابر ہے تو سال گزرنے پر اس سامان تجارت پر زکوٰۃ واجب ہو گی۔ اور سوداگری کا مال وہی کہلایا جاتا ہے جو سوداگری ہی کی نیت سے خریدا ہو۔ لہٰذا اگر کسی اور نیت سے لیا ہو پھر اس کو بیچنے کا ارادہ کیا تو مال تجارت نہ کہا جائے گا اس لیے اس پر زکوٰۃ بھی واجب نہ گی۔

س:......مہر جو کہ شوہر پر قرض ہوتا ہے اور بیوی کو وصول ہو اس پر زکوٰۃ کب دی جائے گی؟

ج:......مہر کے وصول ہونے کے بعد اگر سال بھر تک بمقدار نصاب باقی رہے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ سال تمام کے بعد اور پچھلے سال کی زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

س:......اگر مالدار آدمی کہ جس پر زکوٰۃ واجب ہے وہ سال گزرنے سے پہلے زکوٰۃ دے دے تو جائز ہے یا نہیں؟

ج:...... جائز ہے بلکہ ایسا آدمی جو صاحب نصاب ہے کئی سال کی پیشگی دے دے یہ بھی جائز ہے لیکن کسی سال مال بڑھ گیا تو بڑھے ہوئے کی زکوٰۃ پھر دینا پڑے گی۔ اور صاحب نصاب کو کسی جگہ سے مال ملنے کی امید ہے اور اس نے موجودہ مال نصاب اور اس ملنے والے مال دونوں کی زکوٰۃ پیشگی دے دی تو یہ بھی جائز ہے۔ البتہ جس شخص پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ بلکہ کسی جگہ سے مال ملنے کی امید ہے اور وہ شخص مال ملنے سے پہلے زکوٰۃ دے دے تو یہ زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ بلکہ جب مال مل جائے اور سال گذر جائے تو پھر زکوٰۃ دینا واجب ہے۔

س:......اگر سال ختم ہونے سے پہلے تمام مال چوری ہو جائے یا خیرات کر دیوے یا کچھ مال خیرات یا چوری ہو جائے۔ تو کیا زکوٰۃ واجب رہے گی؟

ج:...... تمام مال چوری ہو جائے یا خیرات کر دیا جاوے تو زکوٰۃ معاف ہے اور اگر کچھ چوری ہو گیا یا کچھ خیرات کر دیا تو اس کے موافق زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔ باقی مال میں زکوٰۃ واجب رہے گی اور اگر نہ خیرات کیا نہ چوری کیا بلکہ بعد سال تمام کسی کو ہبہ کر دیا یا کسی طرح اپنے اختیار سے ہلاک کر ڈالا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ بلکہ کل مال کی زکوٰۃ دینا پڑے گی۔

زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ

س:......زکوٰۃ کیسے شخص کو دینا چاہیے اور دیتے وقت کیا نیت کرنا بھی ضروری ہے؟

ج:......زکوٰۃ مسلمان غریب کو جس کے پاس نصاب کے برابر مال نہ ہو دینی چاہیے اور زکوٰۃ دیتے وقت زکوٰۃ کی نیت کر لینا ضروری ہے۔ اگر دیتے وقت زکوٰۃ کی نیت نہ کی تو جب تک اس شخص کے پاس زکوٰۃ کی رقم موجود ہے تب بھی زکوٰۃ کی نیت کر لینا درست ہے۔ بلکہ زکوٰۃ کی نیت سے رقم نکال کر الگ رکھ دی اور پھر مستحق مل جانے پر بلا نیت مستحق کو وہ رقم زکوٰۃ کی دے دی تب بھی زکوٰۃ ادا ہو گئی۔ اس شخص پر یہ ظاہر کرنا ضروری نہیں ہے کہ یہ رقم زکوٰۃ کی ہے بلکہ کسی کو انعام کے نام سے دے دی یا قرض کے لیے کوئی غریب آیا۔ قرض کے نام سے دے دی مگر دل میں نیت زکوٰۃ کی کر لی تب بھی زکوٰۃ ادا ہو گئی۔

س:......کسی پر ہمارا قرض ہو اور ہم زکوٰۃ کی نیت سے اس پر چھوڑ

دیں۔تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟
ج:.....اس طرح زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ہاں اگر جتنے روپیہ اس پر قرض ہیں اتنے روپیہ اگر زکوٰۃ کی نیت سے دے دیئے جائیں تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔
س:.....کوئی شخص زکوٰۃ خود ادا نہ کرے بلکہ دوسرے کو زکوٰۃ کی رقم دے کہ وہ ادا کر دے تو ادا ہو جائے گی یا نہیں؟
ج:.....آپ نے کسی کو زکوٰۃ کی رقم دی کہ کسی مستحق کو دے دینا۔اور اگر اس نے بعینہٖ وہی روپے کسی غریب آدمی کو دے دیے یا دوسرے اپنے پاس سے دے دیے اور آپ کے روپے اس کے پاس موجود ہیں۔خرچ نہیں کیے بلکہ یہ خیال کیا کہ وہ میں لے لوں گا تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ چاہے وہ اپنے کسی رشتہ دار ماں باپ وغیرہ ہی کو دے دے۔البتہ خود نہیں لے سکتا۔ہاں اگر یوں کہہ دیا کہ جو چاہے کرو۔تب خود بھی لے سکتا ہے۔ اور اگر آپ کے دیئے ہوئے روپیہ خرچ کر ڈالے اور پھر اپنے پاس سے غریب کو دے دیئے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی۔اسی طرح اگر آپ کے روپیہ اس کے پاس موجود ہیں اور دوسرے روپیہ اپنے پاس سے دے دیئے اور دیتے وقت یہ نیت نہ تھی کہ اس کے روپیہ میں لے لوں گا تب بھی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔اب وہ روپیہ پھر زکوٰۃ میں دے دیے جائیں۔
س:.....کوئی شخص بلا اجازت کسی کی طرف سے زکوٰۃ ادا کر دے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟
ج:.....اگر اس شخص نے اجازت دے دی کہ تم ہماری طرف سے زکوٰۃ ادا کر دینا۔تو اس نے اس کی طرف سے زکوٰۃ دی تب تو ادا ہو گئی اور جتنا زکوٰۃ میں دیا ہے اب اس سے لے لیوے۔ اور اگر تمہارے بلا اجازت زکوٰۃ تمہاری طرف سے دے دی تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی حتیٰ کہ تم منظور بھی کر لو تب بھی درست نہیں۔اور نہ اس کو تم سے اس رقم کے وصول کرنے کا حق ہے۔
س:.....نوٹوں پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟اور نوٹوں سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟
ج:.....نوٹوں پر زکوٰۃ واجب ہے مگر نوٹ سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔
س:.....یہ کیا بات کہ نوٹوں پر زکوٰۃ واجب مگر نوٹ سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی؟
ج:.....چونکہ نوٹ خود کوئی مال نہیں بلکہ یہ ایک قسم کی رسید حوالہ ہے جو کہ قرضہ ہے اور قرضہ بلا وصول کیے زکوٰۃ کی نیت سے اسی پر چھوڑ دیا جائے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی اور زکوٰۃ میں زکوٰۃ ادا کرنے کے وقت مالک کا بنانا ضروری ہے۔اور نوٹ دینے کی صورت میں وہ اصل قرضہ کا مالک ہوتا نہیں لہٰذا اسی طرح یہاں بھی نوٹ دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔البتہ ان نوٹوں سے غلہ، کپڑا، جوتا، استعمال کی چیز خرید کر ادا کر دیں۔تو ادا ہو جائے گی۔اور یا اس سے جس کو زکوٰۃ میں نوٹ دے رہے ہیں۔یہ کہہ دیں کہ ان نوٹوں سے اپنے استعمال کی کوئی چیز خرید لینا اور وہ خرید بھی لے تب بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔اور اگر کوئی چیز نہ خریدی اور ضائع ہو گئے یعنی استعمال میں نہ آ سکے۔اور دینے والے کو معلوم ہو جائے تو پھر ادا کرنی ہو گی۔چونکہ قرضہ پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے لہٰذا نوٹوں پر (جو کہ قرضہ ہے گورنمنٹ پر) زکوٰۃ واجب ہوگی۔

پیداوار کی زکوٰۃ

س:.....کیا ہر قسم کی زمین کی پیداوار میں زکوٰۃ واجب ہے اور کیا اس کا نام بھی زکوٰۃ ہے یا کچھ اور؟
ج:.....ہر قسم کی زمین پر واجب نہیں ہے بلکہ اس زمین پر ہے جو عشری ہو اور زمین کی پیداوار پر جو واجب ہوتا ہے اس کو عشر اور اس زمین کو عشری کہتے ہیں۔
س:.....زمین عشری کی ذرا تفصیل کیجئے کہ کونسی زمین کو زمین عشری کہتے ہیں؟
ج:.....کوئی ملک یا شہر کافروں کے قبضہ میں ہو اور وہ لوگ وہاں رہتے سہتے ہوں۔پھر مسلمان وہاں پر چڑھ آئیں اور لڑ کر وہ ملک یا شہر فتح کر لیں اور وہاں اسلام پھیلا دیں اور اس شہر کی یا ملک کی تمام زمین مسلمان حکمران مسلمانوں پر تقسیم کر دی تو ایسی زمین کو عشری کہتے ہیں یا بلا لڑے ہوئے اس شہر کے سب لوگ اپنی خوشی سے مسلمان ہو گئے تب بھی اس شہر کی سب زمین عشری کہلائے گی۔ملک عرب کی سب زمین عشری ہے۔اگر کسی کے باپ دادا سے ہی زمین عشری چلی آتی ہو یا کسی ایسے ہی مسلمان سے خریدی ہو جس کے پاس اسی طرح چلی آئی ہو تو ایسی زمین کی پیداوار سے زکوٰۃ یعنی عشر دینے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر کھیت میں صرف بارش کے پانی سے پیداوار ہو جائے یا ندی دریا کے کنارے ترائی میں بے سینچے پیداوار ہوگی تو اس پیداوار میں سے دسواں حصہ نکالنا چاہیے مثلاً ایسی زمین سے سو من پیداوار ہو تو دس من اور دس سیر میں ایک سیر حصہ خیرات کر دے اور اگر اس زمین کو کسی اور طرح سینچا ہے مثلاً کنوئیں کے پانی سے یا رہٹ چلا کر یا بمبون کے پانی سے آبپاشی ادا کر کے سینچا ہے تو اس میں جو کچھ پیدا ہو اس کا بیسواں حصہ خیرات کرنا واجب ہے۔مثلاً سو من میں سے پانچ من دس سیر میں سے آدھ سیر۔
س:.....کتنی پیداوار میں دسواں یا بیسواں حصہ خیرات کرنا واجب ہے؟
ج:.....اس کی کوئی قید نہیں جس قدر بھی پیداوار ہو کم و زیادہ میں کوئی فرق نہیں۔
س:.....کیا ہر قسم کی پیداوار میں صدقہ واجب ہے؟
ج:.....جی ہاں خواہ دانہ کی قسم سے ہو جیسے گیہوں، جو، چنا، مکی، مٹر وغیرہ خواہ ترکاری کی قسم ہو پالک میتھی، لوکی وغیرہ ترکاریاں خواہ میوہ جات کی قسم سے ہوں، انگور، انار، سیب وغیرہ البتہ گھر میں کوئی درخت یا ترکاری وغیرہ کی قسم سے بو یا جائے تو اس کے پھل پیداوار میں صدقہ واجب نہیں ہے۔
س:..... اگر کافر زمین عشری کو کسی مسلمان سے خریدے یا کوئی مسلمان اس کافر سے خریدے یا کسی اور طرح ہبہ وغیرہ کے ذریعہ سے وہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان دل سے تصدیق زبان سے اقرار اور اعضاء سے عمل کرنے کا نام ہے۔(الخطیب)

زمین کافر سے مسلمان کو مل جائے کیا تب بھی عشر ہی واجب ہے؟

ج:......عشری زمین کو کافر مسلمان سے خریدے یا مسلمان اس کافر سے خریدے یا کسی اور طرح اس کو مل جائے تو پھر عشر واجب نہیں ہوتا۔

س:...... یہ عشر مالک زمین پر ہے یا پیداوار کے مالک پر؟

ج:......اس میں اختلاف ہے صحیح تو یہ ہے کہ پیداوار کے مالک کے ذمہ ہے۔لہٰذا کھیت اگر ٹھیکہ پر ہو خواہ نقد یا غلہ پر تب تو کاشتکار پر واجب ہے اور اگر کھیت بٹائی پر ہے تو زمین دار اور کسان دونوں کے ذمہ اپنے اپنے حصہ کا واجب ہے۔

س:......ضرورت کے سامان ہونے کا کیا مطلب ہے؟

ج:......جو سامان اسباب اکثر کام میں آتا ہے جیسے اپنے گھر پہننے کے کپڑے، نوکر چاکر گھر کی گرہستی، پڑھے ہوئے آدمی کے پاس اس کی سمجھ کے موافق پڑھنے کی کتابیں، دس پانچ گھر کا ہونا جو کہ کرایہ پر چلتے ہیں جن کی آمدنی سے اپنی گزر رہتی ہے۔یا ایک آدھ گاؤں کے جس کی آمدنی سے گزر اوقات بھی نہیں ہوتی۔یا ہزار بارہ سو روپیہ موجود مگر اتنے ہی یا اس سے زیادہ کا قرضہ بھی ہے۔یا قرضہ کم ہے۔مگر قرضہ ادا کر کے اتنی رقم نہیں بچتی جس میں زکوٰۃ واجب ہو ان کو اسباب ضروری کہا جاتا ہے۔بخلاف دیگ، لگن، شامیانے وغیرہ کے گھر میں رکھے رہتے ہیں بھی اتفاقی بیاہ شادی میں کام آتے ہیں وہ سامان ضروری میں داخل نہیں لہٰذا ان کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا یا چون روپیہ کے برابر ہو تو زکوٰۃ لینا درست ہے۔

س:......ایک شخص مالدار ہے لیکن سفر میں احتیاج پیش آ گئی کہ روپیہ پاس نہ رہا گھر تک کا کرایہ بھی نہ رہا کیا ایسے شخص کو زکوٰۃ درست ہے؟

ج:......درست ہے۔

س:......کیا زکوٰۃ کا پیسہ مسجد و کفن دفن اور مدرسین وموذن اور امام کی تنخواہوں میں دینا درست ہے؟

ج:......ان موقعوں پر دینا درست نہیں حتٰی کہ میت کا قرضہ بھی زکوٰۃ کے پیسے سے ادا کرنا درست نہیں ہے۔زکوٰۃ کے لئے یہ شرط ہے کہ ایسے غریب مسلمان کو دی جائے کہ وہ اس پیسے کا مالک بن سکے اور کسی کام کے عوض نہ دیا جائے۔

س:......کیا نابالغ کو زکوٰۃ دینا درست نہیں ہے؟

ج:......اگر نابالغ کا باپ مالدار ہو تو اس کو زکوٰۃ دینا درست نہیں اور اگر باپ مالدار نہ ہو تو ماں مالدار ہو تو نابالغ بچہ کو زکوٰۃ دینا درست ہے۔

س:...... اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا اولاد حضرت علی رضی اللہ عنہ جو کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوں اور برادر چچا زاد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زکوٰۃ دینا درست نہیں ہے۔اور نہ صدقات واجبہ جیسے نذر، کفارہ، عشر، صدقہ، فطران کے علاوہ ہر قسم کے صدقہ نفلی یونہی اللہ واسطے دینا درست ہے۔

س:......کیا نوکر، ماما، دائی، خدمتگار وغیرہ کو صدقہ واجبہ کا پیسہ دینا درست ہے؟

ج:......درست ہے لیکن تنخواہ میں نہ لگائے بلا تنخواہ یونہی بطور انعام کے دیا جائے اور دل میں زکوٰۃ دینے کی نیت کر لی جائے۔

س:......ایسا قاعدہ بتاؤ کہ جس سے یہ معلوم ہو جائے کہ کس کو زکوٰۃ دینا درست ہے۔کس کو نہیں؟

ج:......اپنے اصول جیسے ماں، باپ، دادا، سگر دادا وغیرہ اسی طرح نانا، نانی، پرنانا، سگر نانا وغیرہ اور اپنی فروع یعنی اولاد در اولاد بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، پڑپوتی، نواسی، درنواسی وغیرہ اور شوہر بیوی کو اور بیوی شوہر کو اور غلام اور سیدوں کو زکوٰۃ دینا درست نہیں ہے۔ان کے علاوہ سب غریب مسلمانوں کو زکوٰۃ دینا درست ہے۔خواہ وہ بھائی، بہن پھوپھی، چچی، ساس سسر، سالی، بھانجی، خالہ، سوتیلا باپ، سوتیلی ماں وغیرہ کوئی ہو۔

س:......عورت کے جس کا مہر بامقدار نصاب شوہر پر چاہیے کیا اس کو زکوٰۃ دینا درست ہے؟

ج:......اگر خاوند غریب ہو ادا نہیں کر سکتا یا امیر ہے دیتا نہیں یا مہر معاف کر دیا تو ایسی عورت کا زکوٰۃ دینا درست ہے۔اور اگر یہ امید ہے کہ جب مانگے گی جب دیدے گا انکار نہ کرے گا۔تو ایسی عورت کو زکوٰۃ دینا درست نہیں۔

س:......جن کو زکوٰۃ دینا درست نہیں اگر غلطی سے ان کو زکوٰۃ دیدی جائے تو ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

ج:......اگر وہ شخص کافر نہ ہو تو ادا ہو جائیگی مثلاً کسی کو مستحق سمجھ کر زکوٰۃ دیدی پھر معلوم ہوا کہ وہ سید ہے یا مالدار ہے یا اندھیرے میں کسی کو زکوٰۃ دیدی پھر معلوم ہوا کہ وہ تو میری ماں ہے یا باپ، لڑکی یا ایسا رشتہ دار نکلا کہ جس کو زکوٰۃ دینا درست نہیں تو زکوٰۃ ادا ہو گئی۔مگر ان کو جب معلوم ہو جائے کہ یہ پیسہ زکوٰۃ کا ہے اور میں زکوٰۃ کا مستحق نہیں ہوں تو واپس کر دے۔اگر وہ شخص کافر نکلے تو زکوٰۃ ادا نہ ہو گی۔اس سے لے لے اور اگر وہ نہ دے تو پھر کسی مستحق کو ادا کرے۔

س:......کوئی آدمی ہے اور اس کا غریب یا مالدار اور سید وغیرہ ہونا کچھ معلوم نہ ہو تو اس کو زکوٰۃ دینا درست ہے؟

ج:......ایسے شبہ کی حالت میں پیسہ نہ دینا چاہیے۔اگر بلا تحقیق دیدیا تو دل اگر اس کے غریب ہونے کی طرف زیادہ جائے تب تو زکوٰۃ ادا ہو گئی پھر سے دوبارہ نہ دے اور اگر دل یہ کہے کہ یہ مالدار ہے تو زکوٰۃ ادا نہ ہو گی۔پھر ادا کیجائے۔

س:......سب سے زیادہ زکوٰۃ کے کون لوگ مستحق ہیں؟

ج:......سب سے زیادہ اپنے رشتہ دار ہیں مگر ان سے یہ ظاہر نہ کرو کہ یہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان تصدیق قلبی اقرار زبانی اور عمل اعضاء کا نام ہے۔(السنن لابن ماجہ)

زکوٰۃ کا پیسہ ہے تاکہ ان کو عار نہ آئے۔ برا نہ مانے۔ ان کے بعد دوسرے لوگ ہیں اور مدارس دینیہ ہیں کیونکہ مدارس دینیہ میں صدقات زکوٰۃ فطر چرم قربانی وغیرہ کی رقم دینے کا بہت ثواب ہے۔ اول غریب ہونے کا دوسرے مسافر ہونیکا تیسرے مہمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا چہارم طالب علم ہونے کا جہاں تک ہو سکے ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر میں نہ پہنچے۔ یہ مکروہ ہے۔ اپنی ہی بستی کے مدارس غربا میں تقسیم کی جائے ہاں دوسرے شہر کے لوگ زیادہ محتاج ہوں یا اپنے رشتے دار دوسری جگہ رہتے ہوں تو بھیجنا درست ہے مکروہ نہیں۔

صدقہ فطر

س:...... صدقہ فطر کسے کہتے ہیں؟

ج:...... رمضان شریف کے بعد عید کے دن عید کی نماز سے پہلے جو ایک خاص مقدار میں ہر شخص صاحب نصاب غریب کو خیرات کرتا ہے اسے صدقہ فطر کہتے ہیں۔

س:...... صدقہ فطر کس پر واجب ہے؟

ج:...... ہر مسلمان مالدار بالغ و نابالغ مرد و عورت پر صدقہ فطر واجب ہے خواہ روزہ رکھے یا نہ رکھے۔

س:...... مالدار ہونے سے کیا مطلب ہے؟

ج:...... مالدار ہونے کا یہ مطلب ہے کہ جتنی مقدار پر زکوٰۃ واجب ہے اتنا مال ہو اپنی ضرورت اور قرضہ سے زائد بچا ہوا ہو یا اتنی قیمت کا مال واسباب ہو رہنے کے علاوہ دوسرا مکان موجود ہو خواہ وہ مال واسباب سوداگری کا ہو یا نہ ہو۔ اس پر سال گذر چکا ہو یا نہ گذر چکا ہو بلکہ عید کے دن صبح صادق سے پہلے ہی اتنا مال مل جائے میراث یا ہبہ وغیرہ میں تب بھی صدقہ فطر واجب ہے۔

س:...... صدقہ فطر کب واجب ہے؟

ج:...... عید کے دن صبح صادق کے وقت واجب ہوتا ہے اگر کوئی صبح صادق سے پہلے مر گیا اس پر واجب نہیں۔ اس طرح جو بچہ صبح صادق کے بعد پیدا ہو گیا یا صبح صادق کے بعد کوئی کافر مسلمان ہو گیا تو ان پر صدقہ واجب نہیں۔

س:...... صدقہ فطر کس وقت ادا کرنا چاہیے؟

ج:...... مستحب اور بہتر یہ ہے کہ عید کی نماز کو جانے سے پہلے ادا کرے تاکہ بے چارے غریب لوگ بھی اس کے ذریعہ سے اپنے گھر میں کھانے پکانے کا سامان کر لیں اور اپنے بچوں کو خوش کر سکیں۔ اور اگر بعد عید یا رمضان شریف میں ادا کریں تب بھی ادا ہو جائیگا۔ اگر عید سے پہلے ادا نہ کیا ہو تو یہ نہیں کہ معاف ہو گیا بلکہ کسی دن ادا کرنا ضروری ہے۔

س:...... صدقہ فطر اپنی ہی طرف سے واجب ہے یا دوسرے کی طرف سے بھی۔ مثلاً ماں، باپ، اولاد، بیوی کی طرف سے بھی؟

ج:...... صرف اپنی ہی طرف سے واجب ہے۔ ماں، باپ، میاں، بیوی کی طرف سے واجب نہیں۔ البتہ مرد پر نابالغ اولاد کا بھی واجب ہے لیکن اگر وہ نابالغ اولاد مالدار ہے تو پھر ماں باپ کے ذمہ نہیں۔ بلکہ ان کے مال میں سے دے دیوے۔ اور بالغ اولاد کی طرف سے واجب نہیں اگر کسی کا لڑکا مجنون ہو تو اس کی اجازت سے دے دے۔ اگر بچہ عید کے دن صبح صادق کے بعد پیدا ہو تو اس کی طرف سے فطر واجب نہیں۔

س:...... صدقہ فطر کس قدر واجب ہے؟

ج:...... گیہوں یا گیہوں کا آٹا یا ستو پونے دو سیر مگر احتیاطاً دو سیر دے دیا جائے اور جو اور جو کا آٹا یا ستو اس کا دوگنا دیا جائے اور چنے اور جوار دی جائے تو اس قدر دی جائے کہ اس کی قیمت اتنے گیہوں یا جو کے برابر ہو جائے جو کہ بیان کی گئی ہے اور سب سے اچھا یہ ہے کہ اس وقت جو نرخ گیہوں کا یا جو کا ہو اس بھاؤ سے اتنے وزن گیہوں یا جو کی قیمت دی جائے۔

س:...... صدقہ فطر ایک ہی فقیر کو دیا جائے یا تھوڑا تھوڑا کئی فقیروں کو دیا جائے؟

ج:...... سب طرح جائز ہے خواہ ایک آدمی کا صدقہ فطر ایک ہی آدمی کو دیا جائے یا چند فقیروں کو یا کئی آدمیوں کا صدقہ فطر ایک فقیر کو دیا جائے کہ وہ زکوٰۃ کے نصاب کی مقدار کو پہنچ جائے کیونکہ اتنا دینا مکروہ ہے۔

قربانی اور اس کے احکام

قربانی کا بہت بڑا ثواب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قربانی سے زیادہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ ان دنوں نیک کام سب نیکیوں سے بڑھ کر ہے۔ اور قربانی کرتے وقت یعنی ذبح کرتے وقت خون کا جو قطرہ زمین پر گرتا ہو تو زمین تک پہنچنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے پاس مقبول ہو جاتا ہے۔

تو خوب خوش خوش اور دل کھول کر قربانی کیا کرو۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "قربانی کے بدن پر جتنے بال ہوتے ہیں ہر ہر بال کے بدلے میں ایک ایک نیکی لکھی جاتی ہے"۔ بھیڑ کے بدن پر جتنے بال ہوتے ہیں اگر کوئی صبح سے شام تک گنے تب بھی نہ گنے جا سکیں اگر اللہ تعالیٰ نے امیر اور مال دار بنایا ہے تو مناسب ہے کہ جہاں اپنی طرف سے قربانی کرے وہاں ان رشتے داروں کے لئے بھی کرے۔ جو انتقال کر گئے ہیں جیسے ماں، باپ وغیرہ کہ ان کی روح کو بھی اتنا بڑا ثواب پہنچ جائے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کی طرف سے اور اپنے پیر وغیرہ کی طرف سے بھی کر دے۔ اور نہیں تو کم از کم اپنی طرف سے قربانی ضرور کرے۔ کیونکہ مالدار پر تو واجب ہے۔ جس کے پاس مال و دولت سب کچھ موجود ہے اور قربانی کرنا اس پر واجب ہے۔ پھر بھی اس نے قربانی نہ کی اس سے بڑھ کر بدنصیب اور محروم کون ہوگا۔ اور گناہ الگ رہا۔

س:...... قربانی کس پر فرض ہے؟

ج:...... جس پر صدقہ و فطر واجب ہے۔ اس پر قربانی فرض ہے اس

کے کرنے میں بہت بڑا ثواب ہے اس لیے مسافر شرعی اور جس پر فرض بھی نہ ہوا گر وہ بھی قربانی کرے تو بے حد ثواب پاوے ہاں اگر مسافر قربانی کے دنوں میں سے کسی دن اپنے گھر لوٹ آیا اور اس کے پاس اتنا مال ہے کہ جس پر قربانی فرض ہوتی ہے تو تیسرے دن قربانی کرنا ہوگی۔

س:...... قربانی کا وقت کب سے کب تک ہے؟

ج: بقر عید کی دسویں تاریخ کو نماز کے بعد سے لیکر بارہویں تاریخ تک سورج غروب ہونے سے پہلے بھی کر لینا درست ہے اسی طرح اگر شہر اور قصبہ کے رہنے والے شخص نے اپنی قربانی کا جانور گاؤں میں بھیج دیا تھا تو اب اس کی قربانی نماز سے پہلے کرنا درست ہے۔ بعد ذبح گوشت منگوالے اور کھائے۔

س:...... کیا قربانی اپنے ہاتھ سے کرنے اور کیا ذبح کے وقت کسی دعا کا پڑھنا ضروری ہے؟

ج:...... نہ اپنے ہاتھ سے کرنا ضروری ہے اور نہ کسی دعا کا پڑھنا ضروری ہے۔ ہاں اگر خود ذبح کرنا آتا ہو اور دعا یاد ہو تو خود ذبح کرنا اور دعا پڑھ لینا اچھا ہے۔ صرف دل میں قربانی کا یہ خیال کر لینا کافی ہے کہ میں قربانی کرتا ہوں۔ البتہ ذبح کرتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہنا ضروری ہے۔ اگر قصداً یہ نہ پڑھے جبکہ یاد بھی ہو تو قربانی درست نہ ہوگی۔ ہاں ذبح کے وقت بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہنا بھول گیا ہو۔ تو قربانی صحیح ہے۔

س:...... ذبح کے وقت کی دعا کیا ہے؟

ج:...... یہ دعا ہے: اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَ لَكَ پھر بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر ذبح کرے اور ذبح کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْهُ مِنِّيْ كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِيْبِكَ مُحَمَّدٍ وَخَلِيْلِكَ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِمَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ.

س:...... قربانی اپنی ہی طرف سے فرض ہے یا بیوی بچوں کی طرف سے؟

ج:...... قربانی صرف اپنی ہی طرف سے فرض ہے۔ نہ بیوی کی طرف نہ اولاد کی طرف سے بلکہ نابالغ اولاد مالدار بھی ہو تب بھی قربانی اس کی طرف سے فرض نہیں۔ نہ اپنے مال میں سے نہ اسکے مال میں سے۔ اگر کرے گا تو نفل ہوگی۔ مگر اس کے مال سے ہرگز نہ کرے۔ ورنہ گنا ہگار اور اتنے مال کا ضامن ہوگا۔

س:...... جس پر قربانی واجب نہیں اگر اس نے جانور قربانی کا خرید لیا تو کیا قربانی اس پر واجب ہو جائے گی؟

ج:...... جی ہاں اب واجب ہو جائے گی اگر وہ جانور گم ہو گیا تو اب دوسرا خریدنا واجب نہیں۔ اگر خرید لیا تو قربانی واجب ہو جائے گی پھر اگر پہلا بھی مل گیا تو دونوں کی قربانی واجب ہو جائے گی۔ البتہ اگر وہ امیر ہے تو صرف ایک واجب ہوگی۔ لہٰذا اگر امیر آدمی کا جانور گم ہو گیا یا مر گیا یا کوئی عیب ایسا پیدا ہو گیا کہ قربانی درست نہیں ہوتی تو امیر آدمی کو دوسرا جانور خریدنا واجب ہے۔

س:...... یہ عجیب بات ہے کہ غریب جتنے جانور قربانی کی نیت سے خریدے تو اتنی ہی واجب ہوں گی اور امیر پر ایک ہی واجب ہوگی اس کی کیا وجہ ہے؟

ج:...... اس تعجب پر مجھ تعجب ہے کہ تعجب ہی کیوں ہوا۔ سیدھی بات ہے کہ غریب پر منجانب اللہ واجب نہ تھی اس نے قربانی کی نیت کر کے اپنے اوپر خود واجب کر لی۔ پھر دوسری خریدی قربانی کی نیت سے وہ بھی واجب ہو گئی۔ جیسے نفل نماز کی نیت باندھنے سے واجب ہو جاتی ہے۔ فاسد کرنے سے پہلے ہی سے واجب ہے۔ لہٰذا اس پر وہ ایک ہی واجب رہے گی۔ اور یہ کرم خداوندی کس قدر ہے کہ امیر کے ذمہ گم ہو جانے پر دوسرا خریدنا لازم اور غریب کو دوسرا خریدنا لازم نہیں۔ اسی لیے خود ہی دوسری خرید کر لازم کر لی پھر تعجب کی کیا بات ہے۔ شریعت میں کہیں تنگی نہیں جو کچھ تنگی معلوم ہوتی ہے یہ اپنے جہل اور ناواقفیت کی وجہ سے ہے۔

س:...... قربانی کرنے کے لیے کسی نے جانور خریدا اور خریدنے کے وقت شریک کرنے نہ کرنے کی کچھ نیت نہ تھی اگر کوئی اور مل گیا تو اس کو بھی جانور میں شریک کر لیا تو کیا قربانی درست ہو جائے گی؟

ج:...... اگر خریدتے وقت شریک کرنے کی نیت ہو تب تو شریک کرنا درست ہے۔ خواہ شریک کرنے والا غریب ہو یا امیر۔ اگر خریدتے وقت شریک کرنے کی نیت نہ تھی بلکہ پورا جانور خود ہی کرنے کا ارادہ تھا تو اگر وہ غریب ہے کہ جس پر قربانی واجب نہ تھی اسے تو شریک کرنا درست نہیں اور اگر وہ امیر ہے کہ جس پر قربانی واجب ہے اسے دوسرے کو شریک کر لینا درست ہے۔ مگر بہتر نہیں۔

س:...... قربانی کن کن جانوروں کی کرنا درست ہے؟

ج:...... بکری، بکرا، بھیڑ، دنبا، گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اونٹ، اونٹنی، ان جانوروں کی قربانی کرنا درست ہے۔ اور جانوروں کی قربانی درست نہیں۔

س:...... کیا ان سب جانوروں میں ایک ہی حصہ درست ہوتا ہے یا کئی شخص بھی شریک ہو سکتے ہیں؟

ج:...... اونٹ، اونٹنی، گائے، بیل، بھینس، بھینسا، میں سات حصے تک درست ہیں اگر سات آدمی اپنا اپنا حصہ لے کر ان جانوروں اونٹ اونٹنی، گائے، بیل، بھینس، بھینسا میں شریک ہو جائے تو درست ہے مگر سب کی نیت قربانی کی ہو۔ صرف گوشت کھانے کی نیت ہو اور نہ کسی کا حصہ پورے ایک حصہ سے کم ہو۔ اگر کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم ہو یا آٹھ حصے ہو جائیں اور یا نیت کسی ایک کی گوشت کھانے کی ہو تو پھر کسی کی قربانی درست نہ ہوگی۔ نہ اسکی جسکا پورا حصہ نہ اسکی جسکا ساتواں حصہ سے کم ہے۔

س:...... قربانی کے جانور کی عمر کیا ہونی چاہیئے؟

ج:...... اونٹ پانچ برس کا بکری بکرا سال بھر کا، گائے، بھینس دو برس البتہ دنبہ بھیڑ اتنا فربہ ہو کہ ایک سال کے بھیڑ دنبوں کو چھوڑ دیں تو سال بھر کا معلوم ہو تو ایسے بھیڑ دنبہ چھ ماہ کے عمر کی بھی قربانی درست ہے مگر بکرا بکری پورے ایک سال کے ہی ہوں۔ اس سے بالکل کم نہ ہوں۔ خواہ کیسے ہی فربہ ہوں۔

س:...... قربانی کے جانور میں اگر کسی جگہ عیب ہو تو کیا اس کی قربانی درست ہے؟

ج:...... جو جانور اندھا ہو یا کانا ہو یا ایک آنکھ کی تہائی یا زائد روشنی جاتی رہی ہو یا جس کے کان بالکل نہ ہوں پیدائش ہی سے یا ایک کان تہائی یا تہائی سے زائد یا دم تہائی سے زائد کٹ گئی یا جس کے بالکل دانت نہ ہوں یا زائد گر گئے ہوں۔ جس کے سینگ بالکل جڑ سے ٹوٹ گئے ہوں۔ گودا نظر آتا ہے یا اتنا لنگڑا کہ تین پاؤں سے چلتا ہے چوتھا پاؤں زمین پر رکھا ہی نہیں جاتا یا رکھا جاتا ہے مگر چل نہیں سکتا یا اتنا دبلا ہے کہ ہڈیوں میں بالکل گودا نہ رہا تو ایسے جانور کی قربانی درست نہیں۔ ہاں اگر ایسا لنگڑا ہو کہ چلتے وقت لنگ والا پاؤں زمین پر رکھ کر چلتا ہو اور صرف کچھ کمزور ہو بالکل بے گودا نہ ہو یا دانت زیادہ موجود ہوں اور تھوڑے گر گئے ہوں یا پیدائشی کان چھوٹے چھوٹے ہوں یا پیدائشی سینگ نہ ہوں یا تھے تو مگر ٹوٹ گئے ہوں البتہ بالکل جڑ سے نہیں ٹوٹے تو ایسے جانوروں کی قربانی درست ہے۔ اسی طرح خصی بکرے، مینڈھے، کی قربانی جائز ہے۔ بلکہ خصی کی اولیٰ ہے۔

س:...... قربانی کا جانور خریدنے کے بعد ایسا عیب پیدا ہو گیا کہ جس سے قربانی درست نہیں تو کیا اس جانور کی قربانی درست ہے؟

ج:...... اگر وہ شخص امیر ہے کہ جس پر قربانی واجب ہے تب تو دوسرا جانور خرید کر قربانی کرے اگر وہ غریب ہے کہ جس پر قربانی واجب نہ تھی تو اسے درست ہے کہ اسکی قربانی کر دے دوسرے جانور کو خرید کر قربانی کرنا لازم نہیں۔

س:...... قربانی کے جانور کے سات حصے لیے گئے کیا ان کو وزن سے تقسیم کیا جائے یا اٹکل سے بھی درست ہے؟

ج:...... اگر تقسیم نہ کریں بلکہ یکجائی احباب فقراء کو تقسیم کرنا یا پکا کر کھلانا چاہیں تو درست ہے۔ اور اگر شریک اس میں حصے کرنا چاہیں تو پھر اٹکل سے تقسیم کرنا درست نہیں۔ سب کو ٹھیک ٹھیک تقسیم کرنا چاہیئے۔ اگر کسی طرف زائد ہو جائے گا تو سود کا گناہ ہوگا۔ اور جس طرف زائد ہو گیا ہو اس کا کھانا بھی درست نہیں البتہ ایک طرف سری پائے یا کھال ملا لی تو اگر اس طرف گوشت کم ہو تو درست ہے۔ ہاں جس طرف گوشت زیادہ ہو اس طرف سری پائے ملائے تو یہ بھی سود ہوا۔ اور گناہ ہوگا۔

س:...... قربانی کا گوشت کیا کرنا چاہیئے؟

ج:...... قربانی کا گوشت خود کھائے، اپنے رشتے داروں کو دیوے اور فقیر محتاجوں کو خیرات کرے۔ اور اگر سب خود ہی کھا لیا تو یہ بھی درست ہے مگر بہتر یہ ہے کہ گوشت کے تین حصے کرے ایک حصہ اپنے لیے، ایک رشتہ داروں میں بھیجنے کے لیے ایک فقراء غریبوں کے لیے۔ جن کے یہاں قربانی نہ ہو ان کے یہاں بھیجنا زیادہ مناسب ہے اور گوشت یا چربی یا چھیچھڑے قصائی کی مزدوری میں نہ دے بلکہ مزدوری اپنے پاس سے الگ دے۔

س:...... قربانی کی کھال کا کیا کیا جائے؟

ج:...... اگر کھال کو بلا بیچے ہوئے یوں ہی اپنے کام میں لایا جائے جیسے چڑس، چھلنی، مشک، ڈول، جائے نماز بنوالی تو درست ہے مگر جب بیچ دی تو پھر اس کے دام خیرات کرنا لازم ہے۔ کسی غریب کو دے دے، مسجد یا کفن یا کنویں وغیرہ کسی ایسی جگہ خرچ کرنا درست نہیں ہے نہ کسی مزدوری اور تنخواہ میں دینا درست ہے۔ ہاں مدرسوں میں دے دیے جائے اور اہل مدارس قاعدے کے موافق تملیک کر لیں تب جس جگہ صرف کریں درست ہے۔ یا طلبہ پر کھانے، کپڑے وغیرہ میں صرف کریں۔ رسی جھول قربانی کے جانور کے جو ساتھ آتی ہے سب خیرات کر دینا چاہیئے۔

س:...... اگر کسی نے اپنے کام ہو جانے پر قربانی کرنے کی نیت کی تو کیا کام پورا ہو جانے پر اس کا پورا کرنا واجب ہے؟

ج:...... جو شخص قربانی کرنے کی منت مانیں اور کام پورا ہو جائے تو اس قربانی کا کرنا واجب ہو جائے گا۔ خواہ وہ مالدار ہو یا نہ ہو۔ اور منت کی قربانی کا سب گوشت خیرات کرنا واجب ہے۔ نہ خود کھائے نہ امیروں کو دے۔ جتنا خود کھائے گا امیروں کو دے گا تو اتنا پھر خیرات کرنا ہوگا۔ دوسری بات یہ ہے کہ قربانی کے ہی دنوں میں کرے۔ ہاں اگر ذبح کرنا مراد ہو تو جب چاہے ذبح کر دے۔ قربانی کے دنوں میں ذبح کرنے کی قید نہیں ہوگی۔

س:...... مردے کی طرف سے قربانی کرنا درست ہے یا نہیں؟

ج:...... اگر اپنی خوشی سے کسی مردے کو ثواب پہنچانے کے لیے قربانی کی جائے تو درست ہے۔ اور اس کے گوشت کا خود کھانا یا تقسیم کرنا بھی درست ہے۔ مثل اپنی قربانی کے لیکن اگر کوئی وصیت کر کے مرا ہو کہ میرے ترکہ میں سے میری طرف سے قربانی کر دی جائے اور اسکی وصیت کی بناء پر اس کے مال میں سے قربانی کی گئی تو اس قربانی کا تمام گوشت خیرات کر دینا واجب ہے۔ اور اگر وصیت کی بناء پر قربانی کی مگر اپنے روپیہ سے تو پھر خیرات کرنا ضروری نہیں بلکہ اسکا حکم مثل اپنی قربانی کے ہے۔ ہاں ثواب میت کو ملے گا۔

س:...... اگر کسی کی طرف سے اس کی بلا اجازت قربانی کر دی جائے تو کیا درست ہے؟

ج:...... بلا اجازت قربانی کرنا درست نہیں یہ قربانی درست نہ ہوگی اور اگر کسی جانور میں کسی کا حصہ بلا اجازت لے لیا تو اور حصہ داروں کی بھی قربانی صحیح نہ ہوگی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کو ایمان محکم سے زیادہ کوئی عمدہ چیز نہیں دی گئی۔ (نوادر الاصول)

س:.....اگر کوئی جانور گابھن نکل آئے تو کیا کیا جائے؟

ج:.....قربانی اس کی درست ہے۔ اگر بچہ زندہ نکلے تو اس کو بھی ذبح کر دے یہ نہیں کہ دوسرے سال قربانی کرے۔ لیکن بجائے اس گابھن کے اور دوسری لے لیں تو اچھا ہے مگر اس میں یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ جو جانور دوسرا لیا جائے وہ اگر قیمت میں اس سے کم ہوگا تو یقیناً اتنے دام خیرات کرنا ہونگے۔ مثلاً پہلا دس روپیہ کا تھا دوسرا آٹھ روپیہ کا تو دو روپیہ خیرات کرنا ہوں گے۔ اور اگر بدلنے والا غریب ہے تو اس کو چاہیئے کہ پہلے اپنی گائے دے دے پھر دوسری لے لے۔ کیونکہ اگر ایسا نہ کیا بلکہ پہلے دوسری لے لی تو اب دونوں کی قربانی اس پر واجب ہو جائے گی اور اگر وہ امیر ہو کہ جس پر قربانی واجب تھی تو وہ خواہ پہلے اپنی دے کر دوسری لے خواہ دوسری پہلے لے کر اپنی دے۔ ہر طرح اس پر ایک ہی جانور کی قربانی واجب ہے۔

عقیقہ کا بیان

س:.....عقیقہ کسے کہتے ہیں؟

ج:.....عقیقہ اسے کہتے ہیں کہ جس کے کوئی لڑکا یا لڑکی پیدا ہو اور ساتویں دن یا جب توفیق ہو جائے تو بکرا بکری دنبہ مینڈھا ذبح کر دیا جائے اور اس بچے کا نام رکھ دیا جائے۔ عقیقہ کرنے سے سب الابلا دور ہو جاتی ہے اور اللہ کے حکم سے آفتوں سے دور رہتا ہے۔

س:.....کیا لڑکا لڑکی کے لئے ایک ایک بکرا بکری ہے؟ اور ساتویں دن عقیقہ نہ کر سکے تو پھر کب کرے؟

ج:.....لڑکے کے واسطے دو بھیڑ یا دو بکری اور لڑکی کے لیے ایک بکری یا بھیڑ ذبح کرے اور اگر حصہ لیا جائے تو لڑکے کے واسطے دو حصے اور لڑکی کے واسطے ایک حصہ لے لیوے۔ اگر ساتویں دن نہ کر سکے تو ساتویں دن ہو جانے کا خیال کرنا بہتر ہے۔ اور اس طرح کہ جس دن بچہ پیدا ہو تو اس سے ایک دن پہلے عقیقہ کر دے۔ مثلاً بدھ کو پیدا ہوا ہو اور منگل کو عقیقہ کر دے۔

س:.....کیا دو بکرے بکری یا مینڈھا لڑکے کے واسطے کرنا لازم ہے؟

ج:.....نہیں وسعت ہو تو دو کر دے نہیں تو ایک کر دے اور ایک کی بھی وسعت نہ ہو تو قرض لے کر نہ کرنا چاہیئے۔ جب وسعت ہو کر دے نہیں تو نہ کرے۔

س:.....کیا بچہ کے سر پر استرا رکھنا اور اسی وقت جانور کا ذبح کرنا ضروری ہے؟

ج:.....توبہ توبہ، فضول رسم ہے۔ ہر طرح جائز ہے چاہے پہلے ذبح کرے بعد کو سر منڈاوے یا پہلے سر منڈاوے بعد کو ذبح کرے بلکہ اچھا تو یہ ہے کہ ذبح سے پہلے سر منڈا جائے۔

س:.....عقیقہ کس جانور کا درست ہے؟

ج:.....جس جانور کی قربانی درست ہے اسی کا عقیقہ بھی درست ہے اور جس جانور کی قربانی بھی درست نہیں اس کا عقیقہ بھی درست نہیں۔

س:.....عقیقہ کا گوشت کیا کرنا چاہیئے؟

ج:.....عقیقہ کا گوشت چاہے سب کچا تقسیم کر دے چاہے پکا کر تقسیم کر دے چاہے پلاؤ وغیرہ پکا کر کھلائے دعوت کر دے چاہے خود پکا کر کھائے۔ اور کچھ اعزاء و رشتہ داروں وغریبوں میں تقسیم کر دے۔ سب درست ہے۔ اور ماں باپ، دادا، دادی، نانا، نانی، وغیرہ سب کو کھانا درست ہے۔ اور یہ جو مشہور ہے کہ دادا، دادی، نانا، نانی، کو نہ کھانا چاہیئے، غلط ہے۔ البتہ اس طرح مستحب ہے کہ ایک ران دائی کو اور سر نائی کو اور ایک حصہ سے تہائی گوشت کچا یا پکا خیرات کر دے اور دو تہائی یعنی دو حصے غریبوں میں تقسیم کر دے یا ان دو حصوں میں سے چاہے تو خود بھی کھائے اور بہتر ہے کہ عقیقہ کی ہڈیاں توڑی نہ جائیں اور یہ باتیں ضروری نہیں ہیں۔ لہٰذا اگر ران دائی کو اور سری نائی کو بھی نہ دے تو نہ کچھ گناہ ہے اور نہ نائی اور دائی کو برا ماننا چاہیئے۔ اور کسی کو ان باتوں کے ترک کرنے پر طعن نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ مستحب کام کے ترک پر کسی کو برا کہنا، طعن کرنا یہ گناہ ہے۔ کیونکہ طعن اور برا سمجھنا تو واجب کے ترک پر ہوتا ہے اور جب ترک مستحب پر طعن کی تو مستحب کو واجب سمجھنا لازم آیا۔ اور مستحب کو واجب سمجھنا یہ گناہ ہے۔ اور اس سے یہ بات بھی معلوم ہو گئی ہوگی کہ میلاد شریف کرنا ایک مستحب امر ہے اس کے تارک کو طعن کرنا ہرگز درست نہیں۔ اگر کرے گا تو اس نے مستحب کو واجب سمجھا اور یہ خود گناہ ہے۔ اور اگر میلاد شریف میں وہ باتیں جو آجکل کل کی جاتیں ہیں کہ ملکر آواز ملا کر پڑھتے اور گاتے ہیں اور روایات غلط بھی ہوتی ہیں اور عورتوں کی مجلس میں ایسا کرنا تو اور زیادہ برا ہے تب تو مستحب بھی نہیں رہتا اور اگر کہیں قیام میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روحی فداہ کے تشریف آوری کا عقیدہ ہو تب تو عقیدہ کے فساد سے معصیت ہوتی ہے اور بجائے ثواب کے گناہ ہوتا ہے۔ قرآن اور حدیث وفقہ کی کسی کتاب سے ثابت نہیں اگر کسی بزرگ کا فعل ہو تو حجت نہیں۔ کیونکہ اگر کشف سے ان کو اس وقت معلوم ہوا تو وہ ان کا ذوق ہے کسی پر حجت نہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ جس چیز کو ہمارے محبوب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حیات شریف میں پسند نہ فرماتے تھے بعد وفات کے کیسے پسند فرمائیں گے اور جو چیز آپ پسند نہ فرماتے ہوں ہم غلاموں کے ذمہ یہی ہے کہ اس کو ہرگز نہ کریں اگر چہ محبت میں اس کے کرنے کو جی چاہتا ہو مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع مقدم ہے اور اصل ہے ورنہ تو اپنے جی چاہی بات کرنا اور حکم کا اتباع نہ کرنا اتباع نفس ہے۔ نہ اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ عجیب چیز ہے کہ محبت کا دعویٰ اور کام خلاف محبت، حدیث شریف میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تھے تو ہم کھڑے ہو جاتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر گرانی ہوتی تھی پیشانی

پر شکن پڑ جاتے تھے۔ آخر کار ہم نے کھڑا ہونا چھوڑ دیا اگرچہ دل چاہتا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ یعنی کہہ دیجئے اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ کو محبوب رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم کو محبوب رکھیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب ہمارے اعمال پیر و جمعہ کو پیش ہوتے ہوں گے تو ان میں ہمارے یہ عمل بھی آپ کی مرضی کے خلاف پیش ہوتے ہوں گے تو کیا کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گرانی نہ ہوتی ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گرانی تو منظور مگر اس کو ترک کرنا منظور نہیں ایسی محبت کس کام کی کہ محب سے محبوب کو تکلیف ہو۔ علاوہ ازیں یہ تو مشاہدہ ہے کہ میلاد شریف پڑھنے والے جھوم جھوم کر بیان کرتے ہیں۔ نعت وسلام اور بہت ہی محبت کا اظہار کرتے ہیں ان کی صورت دیکھئے تو بالکل خلاف محبوب کہ محبوب کی داڑھی تھی ان کی داڑھی ہی نہیں۔ محبوب تو نماز پڑھتے تھے اور حکم بھی فرمایا مگر یہ نماز ہی نہیں پڑھتے۔ جب فرائض میں یہ کوتاہی ہے تو دیگر عبادات تہجد دیگر نوافل روزے وغیرہ کی کمی کا کیا ٹھکانہ۔ نہ درود شریف کی کثرت، نہ کلمہ شریف کی، نہ استغفار کا ذکر بس محبت کا صرف دعویٰ ہے۔ جس کا غلط ہونا ان کے افعال سے ثابت ہے کہ یہ افعال محبوب کی مرضی کے خلاف ہیں بلکہ محض ایک رسم ہوگئی ہے جس کا ترک کرنا نہایت ضروری ہے۔

(رحمت، اقتباسات تعلیمات اسلام مسیح الامت حضرت مسیح اللہ صاحب تھانوی رحمہ اللہ)

حج کا بیان

اسلام کا چوتھا ستون حج ہے۔ جس شخص کے پاس ضروریات سے زائد اتنا خرچ ہو کہ سواری پر متوسط گذران سے کھاتا پیتا چلا جائے اور حج کر کے چلا آئے اس کے ذمے حج فرض ہو جاتا ہے۔ حج کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "جو حج گناہوں اور خرابیوں سے پاک ہے اس کا بدلہ بجز بہشت کے اور کچھ نہیں" اور جس پر حج فرض ہو اور پھر وہ نہ کرے اور نہ ہی وصیت ہی کر جائے تو اس کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کے پاس کھانے اور سواری کا اتنا سامان ہو جس سے وہ بیت اللہ شریف جا سکے اور پھر حج نہ کرے تو وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے خدا کو اس کی کچھ پرواہ نہیں۔

اب ہم ذیل میں حج کے احکام و مسائل بیان کرتے ہیں۔

س:...... حج کرنا کس پر فرض ہے؟

ج:...... جس شخص عاقل بالغ، بینا، مسلمان کے پاس اپنی ضرورت سے زائد اتنا خرچ ہو کہ مکہ معظمہ سواری پر درمیانی طریقہ سے کھاتا پیتا چلا جائے اور حج کر کے چلا آئے اور گھر پر اپنی بیوی اور نابالغ اولاد کے لیے لوٹنے تک کھانے پینے کا سامان چھوڑ جائے راستہ میں امن وامان ہو تب حج فرض ہوتا ہے۔ نابالغ اور بالغ اندھے پر اور غلام پر حج فرض نہیں۔

س:...... کیا حج کرنے میں دیر کرنا درست ہے گناہ تو نہ ہوگا؟

ج:...... جب حج جس پر فرض ہو گیا فوراً اسی سال حج کرنا فرض ہے: بلا عذر دیر لگانا درست نہیں۔ اگر موت سے قبل کر لیا تو ادا ہو گیا کیونکہ ادا کر دینا تو فرض ہے البتہ دیر کر دینے کا گناہ ہوگا اور اس کا کفارہ توبہ ہے۔

س:...... وہ عذر کیا ہے جن سے حج کرنے میں دیر کرنا درست ہے؟

ج:...... بیماری، راستہ امن وامن والا نہ ہونا، کسی دشمن کا اندیشہ ہونا، اور عورت کے لیے عدت میں ہونا اور محرم کا ساتھ نہ ہونا، البتہ مکہ معظمہ سے اڑتالیس میل سے کم پر رہتی ہو تو بلا محرم بھی جا سکتی ہے پھر دیر لگانا درست نہیں۔

س:...... کیا حج عمر میں ایک بار فرض ہے یا کئی بار؟

ج:...... حج صرف ایک بار فرض ہے باقی نفل اور ان کا بھی بہت بڑا ثواب ہے۔

س:...... اگر نابالغ ہونے کے زمانے میں حج کر لیا تو کیا بالغ ہونے کے بعد فرض نہ ہوگا؟

ج:...... نابالغ ہونے کے زمانے میں حج کیا وہ ثواب نفل کا ملے گا۔ فرض حج اس کے ذمہ سے ساقط نہ ہوگا۔

س:...... کیا نابالغ کے ساتھ سفر کرنا درست ہے؟

ج:...... نابالغ کے ساتھ بھی جانا درست نہیں بلکہ بالغ محرم، فاسق، فاجر، کہ ماں، بہن وغیرہ سے بھی اس پر اطمینان نہیں اس کے ساتھ بھی سفر درست نہیں۔ ہاں جب اطمینان کا محرم مل جائے تو عورت کے لیے حج کے لیے جانا لازم ہو جائے گا۔ اگر شوہر روکے تب بھی اس کا کہنا نہ مانے۔ شوہر کو روکنا درست نہیں ہے اور جو شخص ساتھ جائے اس کا سارا خرچا اسی عورت کے ذمہ ہے۔

س:...... جو محرم شخص ساتھ جانے والا اس عورت کو نہ ملے تو کیا اس کے ذمہ سے حج چھوٹ گیا؟

ج:...... اگر مرتے وقت تک کوئی ایسا محرم نہ ملے یا کسی کو کسی وجہ سے جانا نہ ہو سکا تو مرتے وقت وصیت کر جانا لازم ہے کہ میری طرف سے حج کرا دینا۔ لہٰذا مر جانے کے بعد اس کے وارث اسی کے مال سے جو کہ قرض کفن دفن کے بعد جو کچھ بچے اس میں سے تہائی مال میں سے حج کرانا واجب ہے اگر تہائی مال کافی نہ ہو تو بلا سب وارثوں کی رضامندی کے دوسرے کے مال سے لیکر حج کرانا درست نہیں۔ اسی طرح نابالغ کے حصہ میں سے بھی لینا درست نہیں۔ اگرچہ وہ اجازت بھی دے دے۔ یہی روزہ داروں کی قضاء کی وصیت کا حکم ہے اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا بھی یہی حکم ہے اس کو حج بدل کہتے ہیں کیونکہ یہ شخص اس مستحق کے بدلے حج کو گیا۔

س:...... حج بدل کے لیے کیسا آدمی ہونا چاہیے؟

ج:...... مستحب یہ ہے کہ یہ شخص پہلے حج کر چکا ہو اور جس کی طرف سے حج کرایا جارہا ہے اسی کے وطن سے حج شروع کرے البتہ وہ روپے اس کے شہر سے کافی نہ ہوں تو جس جگہ سے کافی ہو جائیں وہاں سے کسی کو تجویز کرلیا جائے مثلاً جدہ سے ان روپوں میں حج ممکن ہے تو جدہ سے کسی کو تجویز کرلیا جائے۔ کسی حاجی کو وہ روپے دے دیے جائیں کہ وہ جدہ سے تجویز کرے۔

س:...... کیا بغیر وصیت کے حج کرانا درست ہے؟

ج:...... بلاوصیت اس کے مال میں سے تو درست نہیں ہے البتہ دیگر بالغ ورثاء میراث میں سے بخوشی اجازت دیں دیں تو جائز ہے انشاء اللہ تعالیٰ فرض ادا ہو جائیگا مگر نابالغ کی اجازت کا اعتبار نہیں۔

س:...... اگر حج کو جانے والے کے پاس مکہ معظمہ کا خرچ ہے مدینہ طیبہ کا نہیں ہے تب بھی حج فرض ہے؟

ج:...... جی ہاں تب بھی فرض ہے یہ خیال لوگوں کا غلط ہے کہ مدینہ طیبہ جانے کا خرچ پاس نہ ہو تو حج فرض نہیں البتہ وہاں کا بھی خرچ پاس ہو تو مدینہ طیبہ جا کر روضۂ مبارک کی زیارت کرنا بے حد ثواب رکھتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ:

مَنْ زَارَنِیْ بَعْدَ مَمَاتِیْ فَکَاَنَّمَا زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ مَنْ وَجَدَ سَعَتَه وَلَمْ یَزُرْنِیْ فَقَدْ جَفَانِیْ مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَ جَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ.

یعنی ''جس نے میری قبر کی زیارت کی اس نے گویا میری زیارت کی'' غیر مقلدوں کا یہ کہنا کہ مدینہ طیبہ نہ جانا چاہیئے یہ غلط ہے اور حدیث شریف:

وَ لَا تَشُدُّوا الرِّحَالَ اِلَّا اِلٰی ثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ

کو دلیل میں لانا درست نہیں۔ اس حدیث شریف میں تو صرف یہ بتلایا گیا ہے کہ سوائے تین مسجدوں کے اور کسی مسجد کے لیے سفر کرنا درست نہیں۔ اور وہ تین مساجد یہ ہیں۔ (۱) بیت المقدس (۲) بیت اللہ (۳) مسجد نبوی۔ اور اگر یہ حدیث اپنے عموم پر ہے تو غیر مقلدوں کو چاہیئے کہ کہیں کا سفر نہ کریں بلکہ اس کے اندر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم فرمائی ہے کہ لوگ دوسری مسجدوں کی طرف زیادہ ثواب سمجھ کر سفر کرتے ہیں۔ یہ درست نہیں مسجد مسجد سب برابر ہے۔ تین مسجدوں میں زیادہ ثواب ہے خانہ کعبہ میں ایک رکعت کا ثواب ایک لاکھ رکعت کے برابر اور بیت المقدس میں پچیس ہزار کے برابر اور مسجد نبوی میں پچاس ہزار کے برابر۔ باقی سب یکساں ہیں۔ کہ جس طرح لوگ سفر آخری جمعہ رمضان المبارک میں آگرہ دہلی چل دیتے ہیں یہ درست نہیں۔

س:...... کیا عورت احرام کی حالت میں منہ ڈھانک سکتی ہے؟

ج:...... احرام کی حالت میں منہ ڈھانپنا اس طرح کہ منہ کو کپڑا لگے درست نہیں۔ اس طرح ڈھانکے کہ چہرے سے کپڑا الگ رہے اس کے لیے مکہ معظمہ میں ایک جالی دار پنکھا بکتا ہے اس کو چہرے پر باندھ لیا جائے اور آنکھوں کے سامنے جالی رہے برقعہ اس پر پڑا رہے۔ یہ درست ہے۔

س:...... احرام کسے کہتے ہیں؟

ج:...... ہر ہر ملک والوں کے لیے ایک ایک جگہ مقرر ہے وہاں پہنچ کر غسل کر کے ایک نیا یا دھلا ہوا تہبند اور ایک چادر پہن لیتے ہیں اور دو رکعت پڑھ لیتے ہیں اور یہ پڑھتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْهُ لِیْ

پھر تلبیہ پڑھتے ہیں اس کو احرام باندھنا کہتے ہیں۔

احرام کے بعد چونکہ بہت سی باتیں جیسے شکار، جماع وغیرہ حرام ہو جاتے ہیں اس لیے اس کا نام احرام ہے اور احرام باندھنے والے کو محرم کہتے ہیں۔ نئے کپڑے کا احرام افضل ہے۔

س:...... تلبیہ کیا ہے؟ ج:...... تلبیہ یہ ہے:

لَبَّیْکَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ.

س:...... وہ مقامات کیا ہیں جہاں احرام باندھتے ہیں؟

ج:...... مدینہ والوں کے لیے ذوالحلیفہ، عراق والوں کے لیے ذات عرق، شام والوں کے لیے جحفہ، بغداد والوں کے لیے قرن، یمن والوں کے لیے یلملم، ہندوستان پاکستان والوں کے لیے یلملم ہے۔ اگر ان جگہوں کے پہنچنے سے پہلے احرام باندھ لیں تو یہ بھی درست ہے اور ان کے بعد بھی باندھ لیں تو یہ نا جائز تو نہیں مگر ایسا کریں گے تو ان کے ذمہ دم ہے۔ یعنی ایک بکری خرید کر ذبح کرے۔

تنبیہ:...... چونکہ حج کے مسائل بدون حج کیے ہوئے سمجھ میں نہیں آتے اور نہ یاد رہ سکتے ہیں اور معلم لوگ وہاں بتاتے ہیں اس لیے زیادہ لکھنا ضروری نہ سمجھا۔ عمرے کا طریقہ بھی وہاں معلوم ہو جاتا ہے۔ البتہ آسانی کے لیے مختصر بات کل چیزیں جو حج میں احرام باندھنے سے لے کر حج سے فارغ ہونے تک کی جاتیں ہیں اس کو سہل سہل لفظوں میں ہم لکھتے ہیں اس کو خیال میں رکھیں۔ بس کافی ہے۔ غور سے پڑھیئے۔ جب میقات پر پہنچیں تو وضو یا غسل کریں۔ اور احرام باندھیں یعنی تہبند باندھیں اور چادر اوڑھ لیں دو نفل پڑھ لیں اور نیت کرلیں اس طرح۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْهُ لِیْ وَ تَقَبَّلْهُ مِنِّیْ.

اے اللہ میں ارادہ حج کا کرتا ہوں اس کو میرے لیے آسان فرما دیجئے اور میری جانب سے اس کو قبول فرمائیے اور تلبیہ پڑھیں۔ اس طرح

لَبَّیْکَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ.

اور تلبیہ کے وقت حج کی نیت کرلی جائے اب اسطرح کر لینے سے احرام

بندھ گیا اور یہ شخص محرم ہو گیا اور احرام باندھ لینے کے بعد تلبیہ ہر نماز کے بعد پڑھتا رہے اور جب کہیں اوپر چڑھنا یا کہیں نیچے کی طرف اترنا ہو تو تلبیہ پڑھے۔ صبح صادق کو تلبیہ پڑھے جبکہ مکہ معظمہ میں داخل ہو تو پہلے مسجد حرام میں جائے اور اللہ اکبر پڑھے اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے پھر حجر اسود کی طرف منہ کر کے اللہ اکبر کہے اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے اور حجر اسود کو بوسہ دے اسطرح کہ اپنے دونوں ہاتھ حجر اسود پر رکھے اور منہ سے اسکو چومے۔ اور چومنے میں آواز نہ ہو اگر اژدھام کی وجہ سے لوگوں کو ایذا ہو چوم نہ سکے تو کسی شئے کو مثل بید وغیرہ کے اس کو چھوادے اور اس شئے کو بوسہ دے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو اسکی طرف ہاتھ کو کر کے ہاتھ چوم لے اسطرح کہ ہاتھ کندھوں کے مقابل کر کے ہتھیلی حجر اسود کی طرف کر کے اشارہ کرے۔ اس کی طرف اور ہتھیلی چوم لے پھر طواف کرے۔ حطیم کے پیچھے سے خانہ کعبہ کے دروازہ کے متصل سے اپنی دائیں جانب سے سات چکر پہلے تین چکروں میں رمل کرے یعنی ذرا تیزی سے کندھوں کو ہلاتا ہوا چلے اور جب حجر اسود کے مقام پر پہنچے تو حجر اسود کو بوسہ دے اگر ممکن ہو اور طواف حجر اسود پر ختم ہوتا ہے پھر دو رکعت پڑھے مقام ابراہیم میں یا جہاں کہیں مسجد حرام میں پڑھنا آسان ہو۔ یہ طواف قدوم کہلایا جاتا ہے۔ اور یہ سنت ہے پھر صفا کی طرف جائے اور اس پر کھڑا ہو کر منہ خانہ کعبہ کی طرف کرے اور اللہ اکبر کہے اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے درود شریف پڑھے دعا مانگے اپنی ضرورت کی پھر مروہ کی طرف تیزی کے ساتھ جائے اور مروہ پر پہنچ کر اسی طرح کرے جس طرح صفا پر کیا تھا۔ یعنی تکبیر، تحلیل، درود شریف اور دعا اس طرح سات چکر صفا اور مروہ کے درمیان لگائے۔ مروہ پر چکر ساتویں ختم ہو جائیگا۔ اس کو سعی بین الصفا والمروہ کہتے ہیں اس کے بعد مکہ معظمہ میں احرام کے ساتھ رہے اور جب جی چاہے اور آسانی سمجھے طواف خانہ کعبہ کا کر لیا کرے پھر ساتویں ذوالحجہ کو امام خطبہ سنائے گا جس کے اندر احکام حج کا بیان ہو گا اور آٹھویں ذوالحجہ کو منیٰ میں جائیں گے رات کو وہاں رہیں گے۔ نویں ذوالحجہ کو بعد نماز فجر عرفات میں جائیں گے۔ عرفات پہنچ کر خطبہ سنایا جائے گا۔ پھر بعد زوال ظہر اور عصر کی نماز ایک اذان اور دو تکبیروں کے ساتھ پڑھی جائے گی اور دونوں تکبیروں کے درمیان کوئی سنت و نفل نہ پڑھی جائے گی اور یہ دونوں نمازیں جمع کرنا اسوقت ہیں کہ جماعت سے ہوں اور امام محرم ہو اور پھر ادائے صلوٰۃ کے لیے میدان عرفات میں ٹھہرا رہے۔ عرفات کا کل میدان موقف ہے۔ سوائے بطن عرنہ کے (نام پہاڑی) اور جبل رحمت کے قریب کعبۃ اللہ کی طرف متوجہ ہو کر رہے۔ موقف میں اور جب تک موقف میں رہے تحمید و تکبیر و تحلیل و تلبیہ اور درود شریف اور دعا اپنی حاجت کی یہ تھوڑی دیر بعد پڑھتا رہے۔ پھر بعد غروب شمس نویں ذوالحجہ کو مزدلفہ کو جائیں اور جبل قزح کے قریب اتر جائیں۔ دسویں ذوالحجہ کو مغرب و عشاء کی نماز امام ایک اذان اور ایک اقامت سے لوگوں کو پڑھائے اور راستہ میں مغرب کی نماز جائز نہیں۔ مزدلفہ میں فجر کی نماز بہت سویرے غلس میں پڑھیں اور ٹھہرے رہیں اور زمانہ قیام میں تکبیر و تحلیل اور درود شریف و تلبیہ پڑھتے رہیں اور اپنی حاجت کی دعائیں مانگتے رہیں۔ اور مقام مزدلفہ میں سوائے بطن محسر کے جہاں چاہیں رہیں۔ پھر دسویں ہی کو مزدلفہ سے سات کنکریاں کھجور کی گٹھلی کے برابر یا چنے، لوبیے کے دانے کے برابر ہمراہ لے کر طلوع شمس سے قبل منیٰ کو روانہ ہو جائیں۔ وہاں پہنچ کر جمرہ عقبہ پر رمی جمار کرے سات کنکریوں میں سے اس طرح کہ انگلیوں کے پوروں پر رکھ کر پھینک دیں۔ اور جب پہلی کنکر مارنا چاہیں تلبیہ پڑھنا چھوڑ دیں پھر ذبح کریں پھر سر منڈائیں یا ترشوائیں مگر منڈوانا بہتر ہے۔ اور عورتیں ذرا سا بال چوٹی کے ترشوا دیں۔ اب سوائے عورتوں کے اور سب باتیں حلال ہو جائیں گی۔ پھر مکہ معظمہ جائے۔ چاہے دسویں کو چاہے گیارہویں یا بارہویں کو جائے۔ ان تینوں دنوں میں کسی دن مکہ معظمہ روانہ ہو جائیں۔ مگر اول دن افضل ہے۔ پھر مکہ معظمہ پہنچ کر طواف کریں۔ سات چکر بلا رمل اور بلا سعی بشرطیکہ پہلے طواف میں رمل و سعی کر چکا ہو اور اگر پہلے طواف میں رمل و سعی نہ کی ہو تو اب اس طواف میں رمل و سعی کرے۔ اس طواف کو طواف رکن کہتے ہیں۔ اس طواف کے بعد عورتیں بھی حلال ہو جائیں گی۔ یہ طواف رکن ایام نحر کے اندر کیا جائے۔ بلا عذر بعد میں کرنے سے مکروہ تحریمی ہے۔ اور دم لازم ہو گا۔ پھر مکہ معظمہ سے منیٰ جائیں اور تین اجمار کی رمی کرے۔ جمرہ اولیٰ و جمرہ وسطی و جمرہ اخیرہ یہ رمی جمار زوال کے بعد ہے۔ ابتداء رمی جمار کی مسجد خیف کے پاس سے کرے پھر جمرہ وسطی کے پھر جمرہ عقبہ کے۔ یہ رمی ہر مرتبہ سات کنکریاں ہیں اور ہر رمی کے ساتھ تکبیر کہی جائے۔ اور تھوڑی دیر توقف کرے۔ کہ اس توقف میں تحمید و تحلیل تکبیر و درود شریف و دعا تضرع ہو پھر اس توقف کے بعد دوسری بار رمی ہے۔ پھر توقف کرے تحمید و تحلیل و درود شریف و دعا تضرع کے ساتھ پھر تیسری بار رمی کرے اور اب توقف نہ کرے اور اگر دوسرے تیسرے دن ٹھہرنا ہو جائے تو اسی طرح دوسرے دن اور تیسرے دن کرے۔ اور اگر چوتھے دن ٹھہرے تو بعد طلوع شمس اور قبل از زوال اسی طرح رمی کرے یہ رمی پیدل اور سوار ہر طرح جائز ہے۔ پیدل بہتر ہے۔ پھر منیٰ سے مکہ معظمہ کو روانہ ہو جگہ محصب میں قدرے ٹھہر کر یہ حنفیہ کے نزدیک سنت ہے اور مکہ معظمہ پہنچ کر طواف صدر کرے یہ طواف واجب ہے۔ حنفیہ کے نزدیک البتہ اہل مکہ پر واجب نہیں۔ اس طواف کو طواف وداع بھی کہا جاتا ہے بعد اس طواف صدر کے دو رکعت نفل پڑھ لیں لیکن اس طواف میں سعی اور رمل نہیں ہے۔ پھر آب زمزم پئیں اور پھر اپنے چہرے اور سینہ کو ملتزم یعنی باب کعبہ اور حجر اسود کے درمیان سے چمٹ کر روئے اور پردہ کو پکڑے اور دیوار مبارک خانہ کعبہ سے اپنے رخسارے سے ملے اور خوب گڑگڑا کر دعا مانگے۔ بس یہ تمام افعال شروع سے اخیر تک حج کے ختم ہو گئے۔

مسائل وطریقہ حج

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و با یزید اینجا

عزم حج: جب حج کا ارادہ کرے تو ہر قسم کے حقوق اور قرضہ جو اس کے ذمہ ہوں ادا کرے۔ اور سب گناہوں سے توبہ کرے۔ رشتہ داروں اور

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہش میرے دین کے تابع نہ ہو۔ (مسند الفردوس)

دوستوں سے قصور معاف کرائے۔ قضاء نمازیں پوری کرے۔ زاد راہ مال حلال سے ہو اور بقدر حاجت گھر والوں کو دے کر نیت خالص حج کی کرے اور کوئی نیت نہ ہو۔ ادائیگی نماز و فرائض کا خوب اہتمام کرے۔ ذکر اللہ کثرت سے کرے۔ غصہ سے بچے۔ کسی سے بھی کوئی جھگڑا وغیرہ اور بد معاملگی نہ کرے۔ جب گھر سے نکل کر روانہ ہونے لگے تو دو رکعت نماز نوافل پڑھے اور ضروری ضروری سامان ساتھ لے۔ زیادہ بوجھ سے پرہیز کرے۔ سفر میں ہر جگہ ہر شے الحمد للہ خوب ملتی ہے اگر گنجائش ہو تو کچھ صدقہ بھی دے اور آیۃ الکرسی پڑھ کر گھر سے روانہ ہو جائے۔ اگر کوئی امر مانع نہ ہو تو سفر شروع ماہ میں اول وقت جمعرات یا پیر کو شروع کرے۔ راستہ میں جہاں جہاں ٹھہرے تو دعائیں موقع بہ موقع اگر یاد ہوں تو پڑھے۔ ورنہ پھر جو کچھ آتا ہو وہی پڑھتا رہے۔ مثلاً استغفار، اللہ اکبر، سبحان اللہ، الحمد للہ، درود شریف۔

سفر:...... جب جہاز یلملم کی سیدھ میں پہنچے تو اگر ممکن ہو تو غسل کرے، وضو کر کے احرام باندھ لے۔ ایک چادر بطور تہہ بند کے باندھ لے اور دوسری اوپر اوڑھ لے۔ سر ننگا رہے چادریں سلی ہوئی نہ ہوں۔ سنت یہ ہے کہ دو رکعت نماز نفل بھی پڑھے۔ بشرطیکہ وقت مکروہ نہ ہو۔ احرام باندھ کر نیت حج یا عمرہ یا دونوں کی کرے اور بلند آواز سے کلمات تلبیہ تین بار کہے پھر آہستہ درود شریف پڑھ کر جو چاہے دعا مانگے۔ نماز پنجگانہ کے خصوصی اہتمام رکھے۔

اقسام حج

۱۔افراد ۲۔قران ۳۔تمتع

افراد: صرف حج کرنا

قران: عمرہ و حج، ایک ہی احرام سے کرنا

تمتع: عمرہ کر کے احرام کھول دینا، پھر حج کے لیے تازہ احرام باندھنا۔

فرائض حج

۱۔احرام باندھنا ۲۔مقام عرفات میں ٹھہرنا

۳۔طواف زیارت کرنا

واجبات حج

۱۔مزدلفہ میں ٹھہرنا ۲۔صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا

۳۔جمرات کو کنکریں مارنا ۴۔سر کے بال منڈوانا یا کترانا

۵۔باہر کے لوگوں کو طواف صدر کرنا۔

۶۔اگر احرام قران یا تمتع کا ہے تو قربانی کرنا

نوٹ:...... کسی واجب کے ترک پر دم لازم آتا ہے۔

کلمات تلبیہ

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ.

یہ کلمات خوب کہے۔ خصوصاً اونچی جگہ پر چڑھتے، اترتے، صبح و شام، جب سو کر اٹھے، نمازوں کے بعد اور جب دوستوں سے ملاقات ہو۔

وہ کام جو حالت احرام میں منع ہیں

مردوں کے لیے: خوشبو لگانا، بال کٹوانا، سر یا منہ ڈھانکنا، سارا یا تھوڑا خشکی کے جانور کا شکار کرنا، یا شکاری کو بتانا یا اسکی مدد کرنا، لڑائی جھگڑا کرنا، عورتوں کے سامنے ذکر جماع۔ بیوی اگر ہمراہ ہو تو اس سے جماع، بوسہ و کنار وغیرہ سلے کپڑے جیسے کرتہ پاجامہ، ٹوپی موزہ پہننا۔

عورتوں کیلئے: سر نہ کھولے، تلبیہ پکار کر نہ کہے۔

وہ کام جو حالت احرام میں جائز ہیں

مردوں کے لیے:...... تکیہ پر سر اور رخسار رکھنا۔ کپڑوں کی گٹھڑی یا خوان سر پر رکھنا۔ سر اور داڑھی بلا خوشبو کے صابن سے دھونا۔ غسل کرنا مگر میل کچیل دور نہ کرے۔ نہ گرم پانی سے اور نہ سرد پانی سے۔ طہارت یا خنکی کی نیت سے غسل کرنا۔ ہمیانی پیٹی۔ انگشتری پہننا۔ سرمہ بلا خوشبو لگانا۔ سر کھجانا بشرطیکہ بال ٹوٹنے یا خون گرنے کا خوف نہ ہو۔ گھڑی کلائی پر لگانا۔ انجکشن لگوانا۔ داڑھ نکلوانا۔ فصد کرانا۔

عورتوں کے لیے:...... چہرہ کھلا رکھنا مگر چہرے پر اس طرح کپڑا لٹکانا کہ کپڑا چہرے کو نہ لگے۔ سلا ہوا کپڑا پہننا۔ مگر زعفران سے رنگا ہوا نہ ہو۔ موزہ دستانے اور زیور پہننا۔ حالت حیض و نفاس میں احرام باندھ سکتی ہیں۔ اور طواف کے علاوہ سب افعال حج ادا کر سکتی ہیں۔

ضروری اور مفید مشورہ

حاجی صاحبان جو حج کے مہینوں میں جاتے ہیں ان کو چاہیئے کہ بلا احرام باندھے سیدھے مدینہ طیبہ چلے جائیں اور وہاں مناسب عرصہ تک ٹھہر کر احرام عمرہ باندھ کر مکہ معظمہ جائیں۔ اگر اول مکہ معظمہ جانا ہو تو وہاں عمرہ کرنے کے بعد مدینہ طیبہ چلے جائیں اور وہاں اس قدر ٹھہریں کہ ایام حج بالکل قریب آ جائیں۔ تاکہ ان کو زیادہ احرام کی حالت میں رہنا نہ پڑے۔

داخلہ مکہ معظمہ و آداب حرم شریف

اگر ہو سکے تو پیدل اور ننگے پاؤں ادب کے ساتھ استغفار پڑھتے ہوئے اور دعائیں کرتے ہوئے دن کے وقت باب المعلی و باب السلام سے داخل ہوں۔ لبیک کے الفاظ بھی پڑھتے رہیں۔ درود شریف بھی پڑھتے رہیں۔ اگر ممکن ہو تو غسل بھی کر لیں۔ جب بیت اللہ شریف پر نظر پڑے تو اللہ اکبر لا الہ الا اللہ تین تین دفعہ کہیں۔ پھر مسجد شریف میں داخل ہو کر اول طواف کریں۔ اگر نماز فرض کا وقت ہو تو اول نماز ادا کریں پھر طواف کریں۔

طریقہ طواف

بیت اللہ کے سامنے جس طرف حجر اسود ہے اس طرح کھڑا ہو کہ داہنا مونڈھا حجر اسود کے بائیں کنارے کے مقابل آ جائے اور سارا حجر اسود اسکی داہنی طرف رہ جائے۔ اور طواف کی نیت اس طرح کرے کہ اے اللہ

!میں بیت الحرام کے طواف کی نیت کرتا ہوں اس کو میرے لیے آسان فرما دے اور میری طرف سے ساتوں پھیرے قبول فرمائیں۔ اگر یہ کلمات عربی میں پڑھ سکیں تو زیادہ مناسب ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ طَوَافَ بَیْتِکَ الْحَرَامِ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَ تَقَبَّلْہُ مِنِّیْ سَبْعَۃَ اَشْوَاطٍ لِلّٰہِ تَعَالٰی عَزَّوَ جَلَّ۔

اس کے بعد ذرا داہنی طرف کو چلے اور جو حجر اسود کے خوب مقابل ہوجائے تو حجر اسود کے سامنے کھڑا ہوکر جیسا نماز میں ہاتھ اٹھاتے ہیں اٹھائے مگر تکبیر اور استقبال حجر اسود سے پہلے ہاتھ نہ اٹھائے۔ بلکہ حجر اسود کے مقابل (سامنے) ہوکر تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھائے۔ تکبیر یہ ہے

بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ لِلّٰہِ الْحَمْدُ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ اور پھر ہاتھ چھوڑ کر استلام کرے۔ اگر یہ الفاظ بھی پڑھ لے تو خوب ہو۔ اَللّٰھُمَّ اِیْمَانًا بِکَ وَوَفَاءً بِعَھْدِکَ وَاتِّبَاعًا لِسُنَّۃِ نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

حجر اسود کا بوسہ

اپنی دونوں ہتھیلیاں ہاتھ کی حجر اسود پر رکھ کر اپنا منہ دونوں ہاتھوں کے بیچ میں لاکر نرمی سے بوسہ دے۔ زور سے چٹاخہ نہ بھرے۔ اگر بھیڑ کی وجہ سے یہ ممکن نہ ہو تو بوسہ نہ دے۔ صرف دونوں ہاتھ رکھ دے یا صرف ایک دایاں رکھ دے۔ پھر ہاتھ اٹھا کر ہاتھ کو بوسہ دے لے۔ اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو لکڑی وغیرہ سے حجر اسود کو چھو کر اس کو بوسہ دے۔ اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو کانوں تک دونوں ہاتھ اٹھا کر ہتھیلیوں کو حجر اسود کی طرف اس طرح کرے کہ گویا ہاتھ حجر اسود پر رکھے ہوئے ہیں۔ اور تکبیر (جو ابھی اوپر بیان ہوئی) پڑھ کر اپنے ہاتھوں کو بوسہ دے لے اور استلام کے بعد داہنی طرف کو اسطرح چلے کہ بیت اللہ بائیں مونڈھے کی طرف رہے۔ اگر اس طرح شروع نہ کیا تو طواف نہ ہوگا۔ دوبارہ کرنا واجب ہے۔ اگر نہ کیا تو دم دینا پڑے گا۔

(حطیم کو بھی طواف میں داخل کرے۔ اس کے بیچ میں سے نہ نکلے وگرنہ پھر سے طواف کرنا پڑے گا۔ اس طرح سات چکر کرنے کا نام ایک طواف ہے۔ ہر چکر پر استلام حجر اسود کرنا ضروری ہے مگر ہر بار ہاتھ نہ اٹھائے۔ یہ صرف پہلی بار ہے۔ اور ساتوں چکر پورے کرنے کے بعد آٹھویں بار استلام کرنا سنت مؤکدہ ہے۔

نوٹ: ا۔ دل میں طواف کی نیت کرنی فرض ہے وگرنہ طواف معتبر نہ ہوگا۔

۲۔ جس طواف میں احرام نہ ہو اس میں طواف کرتے وقت تلبیہ نہ کہنا چاہیے۔

۳۔ اگر چکروں کی گنتی میں شبہ ہوجائے تو فرض یا واجب طواف کی صورت میں از سر نو شروع کرے۔ اگر نفل یا سنت طواف میں شبہ ہوگیا تو اپنے گمان غالب پر عمل کرے۔

۴۔ اگر چکروں کے درمیان فرض نماز کے جماعت کھڑی ہوجائے تو نماز میں شریک ہوجائے اور بعد نماز جس جگہ سے طواف چھوڑا تھا اسی جگہ سے آکر پورا کرے۔ اگر خدانخواستہ درمیان طواف وضو ٹوٹ جائے تو بھی اس کا یہی حکم ہے کہ وضو کرکے جہاں چھوڑا تھا وہاں سے پورا کرے بشرطیکہ چار چکر کے بعد وضو ٹوٹا۔ اگر اس سے کم چکر ہوئے تو تمام چکر اول سے پورے کرے۔

۵۔ طواف کرتے وقت بالکل نہ ٹھہرے۔ اگر حجر اسود کا استلام نہ کرسکے تو اشارہ کرکے بڑھتا چلا جائے۔ ۶۔ طواف کی حالت میں کھانا پینا مکروہ ہے۔

۷۔ چکر کرتے ہوئے خاموش نہ رہے۔ اگر کوئی دعا یا دعائیں یاد نہ ہوں یا دیکھ کر بھی نہ پڑھ سکتا ہو تو تیسرا کلمہ یا کوئی اور دعا جس میں خوب خشوع وخضوع حاصل ہو پڑھتا رہے۔ اگر کچھ بھی یاد نہ ہو تو سبحان اللہ یا اللہ اکبر پڑھتا رہے۔

رکن یمانی کا استلام

بیت اللہ شریف کے جنوبی کونہ کو رکن یمانی کہتے ہیں۔ جب چکر کے درمیان میں اس جگہ پہنچیں تو صرف دایاں ہاتھ لگانا کافی ہے۔ اگر بوجہ بھیڑ مشکل ہو تو کچھ کرے بغیر آگے نکل جاوے۔ ہاتھ نہ اٹھائے۔ یہ بدعت ہے۔ اور رکن یمانی و حجر اسود کے درمیان اگر ہوسکے تو رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ پڑھا کرے۔ کیونکہ یہ پڑھنا مسنون ہے۔

مقام ملتزم

حجر اسود اور دروازہ بیت اللہ کے درمیانی حصہ کا نام ملتزم ہے۔ طواف (ساتوں چکر) ختم ہونے کے بعد اس مقام پر حاضر ہو۔ یہ مقام قبولیت دعا ہے۔ اس جگہ بیت اللہ کو لپٹ کر خوب گڑگڑا کر جو دل چاہے دعائیں مانگے اور خوب رو رو کر اپنے مولیٰ ذوالجلال والاکرام سے خطائیں معاف کرائے۔

پھر یہاں سے ہٹ کر مقام ابراہیم پر حاضر ہو اور دو رکعت نماز طواف ادا کرے۔ یہ دوگانہ واجب ہے اور ہر طواف کے بعد ادا کرنا ضروری ہے۔ اگر مقام ابراہیم پر بھیڑ ہو تو حطیم میں یا کسی اور جگہ حرم شریف میں ادا کر لے۔ مگر وقت مکروہ میں نہ پڑھے۔ جب مکروہ وقت نکل جائے تو پڑھ لے۔ اگر مکروہ وقت میں پڑھا تو پھر بعد میں دوبارہ پڑھے۔

نوٹ

عصر اور مغرب کی نمازوں کے درمیان عین طلوع یا غروب یا زوال کے اوقات مکروہ ہیں۔

اس دوگانہ ادا کرنے اور دعائیں مانگنے کے بعد چاہ زمزم پر حاضر ہوکر تین سانس میں خوب سیر ہوکر زمزم پیئے اور دعا کرے۔ یہ قبولیت دعا کا مقام ہے۔

ایک بات ضروری بیان کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ جب طواف کے بعد سعی کرنی ہو تو طواف میں اضطباع اور رمل کرنا سنت ہے۔ وہ بھی کرے۔

اضطباع:...... احرام کی چادر کا داہنا حصہ اپنی داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں مونڈھے پر ڈال لے۔

رمل:...... طواف میں چلتے میں جھپٹ کر جلدی جلدی چلے اور زور سے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اسکی ذات سے زیادہ محبوب نہ

قدم اٹھائے۔ قدم نزدیک نزدیک رکھے اور مونڈھوں کو خوب ہلاتا جائے۔ اس طرح شروع کے تین چکر میں کرے اخیر کے چار چکروں میں نہ کرے۔

طواف سے فارغ ہو کر اضطباع موقوف کر دے۔ اور دوگانہ طواف مونڈھے ڈھانک کر پڑھے۔ عورت کے لیے نہ اضطباع ہے اور نہ رمل

سعی کرنے کا طریقہ

آب زمزم پی کر پھر حجر اسود کے پاس آئے اور ایک استلام کرے۔ یہ نواں استلام ہوگا۔ پھر باب صفا سے مسجد سے باہر نکلے۔ صفا پر چڑھے اور بیت اللہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو اور دونوں ہاتھوں کو مونڈھوں تک آسمان کی طرف اس طرح اٹھائے جس طرح دعا میں اٹھاتے ہیں۔ اور تکبیر و تحلیل با آواز بلند کہے۔ اور درود شریف آہستہ پڑھے۔ اور خوب دل لگا کر دعا پڑھے کیونکہ یہ بھی دعا قبول ہونے کی جگہ ہے۔ جو چاہے دعا کرے اور تلبیہ بھی کہتا رہے۔ اور دیر تک ٹھہرا رہے۔ پھر ذکر (جو آتا ہو) کرتا ہوا اصلی رفتار پر مروہ کی جانب چلے۔ جب اس سبز نشان پر جو مسجد کے کونہ پر لگا ہوا ہے پہنچے تو ذرا دوڑ کر چلے۔ بہت نہ دوڑے جو دوسرا سبز نشان آ جائے تو پھر اپنی چال چلنے لگے۔ جب مروہ پر پہنچے تو بیت اللہ کی جانب منہ کر کے کھڑا ہو اور اس جگہ بھی ذکر اور دعائیں کرے۔ یہ جگہ بھی قبولیت دعا کی ہے۔ یہ ایک چکر ہوا۔

پھر مروہ سے اتر کر اپنی رفتار صفا کی طرف چلے اور سبز نشانات کے درمیان دوڑے۔ اور صفا پر پہنچ کر پہلے کی طرح اذکار اور دعائیں کرے۔ اب دوسرا چکر ختم ہو گیا۔ اسی طرح سات چکر کرے۔ اسی حساب سے سعی کا شروع صفا سے اور خاتمہ مروہ پر ہوگا۔

بعد سعی مسجد حرام میں حاضر ہو کر دو رکعت نماز نفل مطاف کے کنارے پڑھے۔ سعی پوری ہو گئی۔

تنبیہ: الف: اگر صرف عمرہ یا "تمتع" حج کی نیت بوقت باندھنے احرام کی تھی۔ تو سر منڈوا کر غسل کرے اور احرام کھول دے۔ پھر منیٰ کی روانگی سے قبل احرام باندھے بہتر ہے کہ ۷ تاریخ کو باندھ لے۔ عورت کا سر منڈانا یہ ہے کہ چوتھائی سر کے بال صرف ایک پورے کے برابر کاٹے جائیں۔

ب: اگر احرام افراد یا قران کا باندھا تھا تو سر نہ منڈوائے۔ بدستور احرام میں رہے۔

ہر دو صورتوں میں مکہ مکرمہ میں رہے۔ جتنے طواف نفلی کر سکتا ہو کرتا رہے۔ ان نفلی طوافوں میں اضطباع اور رمل نہ کرے۔

نوٹ: آفاقیوں کے لیے مکۃ المکرمہ کے قیام میں طواف نماز نفل سے افضل ہے۔ جملہ حجاج کرام سے از دل درخواست ہے کہ تمام متبرک مقامات پر اس کتاب میں حصہ لینے والوں کو بھی یاد رکھیں۔ آداب حرمین شریفین میں سے ہے کہ دعا میں بخل نہ کرے۔ اس دعا کی خصوصیت رکھیں کہ خاتمہ ایمان پر ہو۔

جب کہ آپ نے حج کے لیے احرام باندھ لیا۔ طواف کر لیا (سعی کرنے یا نہ کرنے کی اجازت ہے) تو اب حج کے لیے تیار ہو جائیں۔

حج کے پانچ دن مخصوص ہیں

۸ ذی الحجہ کی صبح کو سورج نکلنے کے بعد مکہ معظمہ سے منیٰ کے لیے روانہ ہو جائیں۔ منیٰ میں ظہر، عصر، مغرب، عشاء، اور ۹ تاریخ کی فجر کی کل پانچوں نمازیں پوری کریں۔

۹ ذی الحجہ کی صبح کو ذرا دھوپ نکلنے پر منیٰ سے عرفات کی جانب روانہ ہو جائیں۔ عرفات میں زوال سے قبل کھانے پینے اور حوائج ضروریہ سے فراغت حاصل کر کے ظہر کی نماز وقت مقررہ پر اپنے ہمراہیوں کے ساتھ باجماعت اپنے خیمہ میں ادا کریں۔

نوٹ: افضل تو یہ ہے کہ مسجد میں ظہر اور عصر ملا کر پڑھیں۔ چونکہ ہجوم بہت زیادہ ہوتا ہے اور اپنی جگہ بھول جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اس واسطے یہ مشورہ ہے کہ اپنی اپنی قیام کی جگہ نماز باجماعت ادا کریں۔

بعد نماز دعائیں، قرآن مجید، درود شریف، دعائے مغفرت پورے شوق اور ولولے کے ساتھ پڑھتے رہیں ظہر کی طرح عصر بھی اپنی جماعت کے ساتھ ادا کی جاوے۔ اور درود شریف کا ورد کثرت سے جاری رکھیں۔ اگر عربی پڑھ سکیں تو ادعیہ "مناجات مقبول" یا "حزب البحر" ضرور پڑھیں۔

غروب آفتاب کے ساتھ عرفات سے واپسی مزدلفہ کو ہوگی اور نماز مغرب وعشاء ایک ساتھ مزدلفہ میں باجماعت ادا کریں اور شب بھر یاد الٰہی میں مشغول رہیں یہ شب شب قدر کا درجہ رکھتی ہے اور اگر ممکن ہو تو ۶۳ کنکریاں باقلے کے دانے کے برابر یہاں سے لے لیں۔

۱۰ ذی الحجہ کی صبح کو بعد نماز آفتاب طلوع ہونے کے قریب مزدلفہ سے منیٰ کو چل دے۔ منیٰ پہنچ کر اس دن حاجی کو چار کام اس ترتیب سے کرنے پڑیں گے۔ یہ کام واجب ہیں۔

۱۔ جمرہ کو سات کنکریاں مارنا۔ کنکریاں اس طرح مارے کے جمرہ کے قریب کم از کم پانچ ہاتھ کا فاصلہ رکھ کر ایک ایک کر کے کنکری ماری جائے۔ اس جگہ تلبیہ جو احرام کے باندھنے کے وقت سے پڑھا جاتا ہے۔ پہلی کنکری مارنے کے ساتھ بند کر دے۔ کنکری مارتے وقت یہ خیال رکھے کہ کنکری ستون کی جڑ کے پاس گرے۔ صرف ستون سے لگنا معتبر نہیں اگر دور جا گرے تو پھر سے مارے۔ تین ہاتھ دور شمار ہوگا اور اس سے کم قریب۔

رمی سے فارغ ہونے کے بعد جانور ذبح کرے (مفرد کے لیے مستحب ہے اور دوسروں کے لیے واجب) پھر ذبح سے فارغ ہو کر سر منڈائے (یہ افضل ہے) یا کتروائے۔ اب حلال ہو گیا۔ احرام کھول کر غسل کر کے اپنے کپڑے پہن لے۔ اس دن کا چوتھا کام باقی ہے وہ یہ کہ اب بیت اللہ شریف کے طواف کرنے کے لیے مکہ مکرمہ آئے۔ یہ طواف

(طواف زیارت) فرض ہے۔ طواف کے بعد سعی کرے۔

نوٹ: اگر بوقت احرام حج باندھنے کے طواف کے بعد سعی کر لی تھی تو پھر سعی کی ضرورت نہیں۔ اگر صرف طواف کیا تھا تو اب سعی بھی کرے اور تین شوط (چکر) میں رمل کرے اضطباع نہ کرے۔

اس طواف اور سعی کے بعد اب بالکل حلال ہو گیا۔ یعنی زوجہ سے اگر ہمراہ ہے ہمبستری حلال ہو گئی۔

طواف زیارت کے بعد دوگانہ طواف پڑھ کر واپس منیٰ جانا چاہیے۔ وہاں رہنا سنت ہے۔ اگر یہ طواف نہ کیا اور تین دن گذر گئے تو دم دینا واجب ہوگا۔

دسویں تاریخ کے بعد تین دن اور رمی کرنی ہوتی ہے۔ ان تاریخوں ۱۱، ۱۲، ۱۳ میں تینوں جمروں کی رمی کی جاتی ہے اور رمی کا وقت زوال کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ پہلے اول جمرہ کو پھر دوم یعنی درمیانی کو، پھر سوم یعنی آخری کو رمی کرے۔ ترتیب نہ توڑے اور رمی کرنے میں کنکریاں پے در پے مارے۔ اور ہر کنکر مارنے کے ساتھ بسم اللہ واللہ اکبر کہے۔ ہر جمرہ کو کنکری مار کر پیچھے ہٹ کر تسبیح، استغفار، درود شریف اور دعائیں پڑھے۔

مسئلہ:...... اگر بارھویں تاریخ کو رمی کر کے غروب آفتاب سے پہلے ہی منیٰ سے چلا آوے تو تیرھویں کی رمی کیے بغیر چلا آنا جائز ہے۔

جب رمی کر کے مکہ مکرمہ میں آئے تو محصب میں راستہ میں تھوڑا ٹھہر جائے اور وہاں دعا کرے۔ سنت ہے۔ جب تک مکہ مکرمہ میں قیام رہے۔ نفلی طواف بکثرت حتی المقدور کرتا رہے اور عمرہ سے بھی محروم نہ رہے۔

عمرہ

عمرہ ساری عمر میں ایک بار کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ اور رمضان شریف کا عمرہ اور دنوں کے عمرہ سے افضل ہے۔ ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲ تاریخ ذی الحجہ کو عمرہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ میقات سے احرام باندھ کر رمل اور اضطباع کے ساتھ طواف کرے اور استلام کے ساتھ ہی تلبیہ قطع کر دے۔ دوگانہ طواف ادا کر کے استلام حجر اسود کا کر کے پھر صفا و مروہ کے درمیان سعی کرے اور سر منڈائے یا قصر کرے۔ بس عمرہ ہو گیا۔ اگر سعی پیدل کرنے کی طاقت ہو تو سوار ہو کر نہ کرے کہ یہ خلاف واجب ہے۔

گنتی

احد	۱	عشر	۱۰
اثنین	۲	عشرین	۲۰
ثلاثة	۳	ثلاثین	۳۰
اربعة	۴	اربعین	۴۰
خمسة	۵	خمسین	۵۰
ستة	۶	ستین	۶۰
سبعة	۷	سبعین	۷۰
ثمانية	۸	ثمانین	۸۰
تِسْعَة	۹	تسعین	۹۰
		مائة	۱۰۰

دن

یوم السبت	ہفتہ	یوم الاحد	اتوار
یوم الاثنین	پیر	یوم الثلاثاء	منگل
یوم الاربعا	بدھ	یوم الخمیس	جمرات
یوم الجمعه	جمعہ		

ضروری الفاظ

برید	ڈاک خانہ	ورق	کاغذ
فراش	بستر	سیارة	موٹر
طیارة	ہوائی جہاز	حمال	مزدور
طریق	راستہ	باب	دروازہ
حبل	رسی	مصلی	جانماز
سبحه	تسبیح	کحل	سرمہ
سمر	کھجور	حناء	مہندی
سوق	بازار	ساعة	گھڑی
دقیق	آٹا	رز	چاول
علس	دال	خبز	روٹی
ملعقة	چمچہ	ابریق	لوٹا
سکین	چھری	فلفل	مرچ
منهل	رومال	ثلج	برف
ماء	پانی	سمن	گھی
بیضه	انڈہ	لبن	دہی
سکر	چینی	لحم	گوشت
حلیب	دودھ	شائی	چائے
تفاح	سیب	جمل	اونٹ
بقر	گائے	رجل	مرد
امراة	عورت	بکرة	کل
الیوم	آج	فوق	اوپر
تحت	نیچے	رباط	مسافر خانہ
ذراع	گز	طیب	بہت اچھا
رح	جاؤ		

دکاندار سے گفتگو

ما هذا	یہ کیا ہے؟
بکم هذا	اس کی قیمت کیا ہے؟

باب۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تزکیہ و تربیت

۱۔ واعظ کا مسلک رضامندی حق تعالیٰ ہونا چاہیے۔ سامعین کے متعلق ہمیشہ یہ مسلک رکھے: کس بشنود یا نہ شنود من گفتگوئے میکنم۔

۲۔ آج کل دینی مدارس کے قائم کرنے سے بہتر کوئی عمل نہیں ہے۔ اور اس نفع رسانی کی برکت سے خود بھی محروم نہ رہے گا۔

۳۔ سالک کو کام میں لگنا چاہیے ثمرہ سے نظر نہ چاہیے۔

۴۔ وساوس کا ہجوم رحمت ہے۔ جس سے عجب و خود پسندی کی جڑ کٹ جاتی ہے۔

۵۔ وساوس کتنے ہی برے ہوں مضر نہیں ہیں جب تک کہ ان کے متعلق قصد نہ ہو۔

۶۔ بعض سالکین کیلئے انوار وغیرہ کا منکشف نہ ہونا ہی مصلحت ہوتا ہے۔

۷۔ علماء سوء کی بدخواہی سے متاثر نہ ہونا چاہیے۔

۸۔ معاصی کے ارتکاب سے ناامید نہ ہونا چاہیے اور توبہ و استغفار کے بعد کام شروع کر دینا چاہیے۔

۹۔ ورد کے ترک پر افسوس کرنا بھی دولت ہے۔

۱۰۔ معاصی کا علاج صرف ہمت و استغفار ہے۔

۱۱۔ جس پیر کے مرید اکثر بے نمازی وغیر صالح ہوں وہ قابل بیعت نہیں ہے۔

۱۲۔ کبھی قلب و زبان کا بے اختیار ذاکر ہو جانا اور کشش کا محسوس ہونا سلطان الاذکار کا اثر ہے اگر نماز کے متصل ایسی کیفیت ہو تو نماز کے ساتھ مناسبت تامہ ہونے کی علامت ہے۔

۱۳۔ درس و تدریس بھی عبادت ہونے کی وجہ سے قائم مقام مراقبہ ہے زبان کا بوقت ذکر شیریں ہونا علامت سرایت ذکر کی ہے۔ اور آثار سلطان الاذکار میں سے ہے۔

۱۴۔ وساوس سے پریشان نہ ہونا چاہیے۔ اس کا بہتر علاج یہ ہے کہ اس پر خوش نہ ہو۔

۱۵۔ ہجوم مشاغل میں تھوڑا کام بھی بالکل ناغہ ہونے سے بہتر ہے۔ اور کوتاہی کی تلافی استغفار ہے۔

۱۶۔ کسی وارد یا کیفیت کا غیر محرم سے ذکر نہ کرنا چاہیے اور نہ اس پر غرور کرنا چاہیے بلکہ نعمت سمجھ کر شکر کرنا چاہیے۔

۱۷۔ اگر روشنی پھیل رہی ہے اور روشنی میں تمام جسم نظر آ رہا ہے تو یہ لطائف کے انوار ہیں۔

۱۸۔ جن مجالس میں غیبت ہو وہاں سے خود اٹھ جانا چاہیے۔

۱۹۔ ذکر و شغل کے زمانہ میں دودھ اور روغنی اشیاء کا استعمال کرنا چاہیے۔ ورنہ خشکی اور ذکر کے آثار باہم مشتبہ ہو جاتے ہیں۔

۲۰۔ فقہاء کے نزدیک کسی مومن کا اپنے ایمان میں شک کرنا کفر ہے۔ اور صوفی جب تک خود کو کافر فرنگ سے بھی بدتر نہ جانے مومن نہیں ہوتا۔ کیونکہ فقیہ کا فتویٰ حال پر اور صوفی کی نظر مال و انجام پر ہے۔

۲۱۔ اگر طبیعت میں شمار ذکر سے انتشار ہو تو تعداد کو چھوڑ دینا چاہیے کیونکہ وہ مقصود نہیں ہے۔

۲۲۔ نماز میں اگر الفاظ کی طرف خیال جمائے تو وساوس بند ہو جاتے ہیں۔

۲۳۔ گناہ کبیرہ سے فسخ بیعت نہیں ہوتی ہے جب تک کہ نیت فسخ نہ کرے۔

۲۴۔ اگر عمل میں کوتاہی ہو تو علاوہ استغفار کے کچھ جرمانہ بھی مقرر کرنا چاہیے۔ مثلاً بیس رکعت نفل پڑھے۔

۲۵۔ شب کو سویرے کھانا اور کم کھانا اور عشاء پڑھ کر سویرے سونا اخیر شب میں آنکھ کھلنے کے لئے معین ہے۔

۲۶۔ یبوست و حرارت بڑھ جائے تو تمام اذکار کو ترک کر کے درود شریف پر اکتفا کر کے یبوست کا علاج کرنا چاہیے۔

۲۷۔ اہلیہ کی ناموافقت پر صبر کرنا یہ خود مجاہدہ ہے۔ صبر سے برداشت کرنا چاہیے۔

۲۸۔ شیخ کو اپنے متوسلین سے کسی قسم کا لالچ نہ کرنا چاہیے۔

۲۹۔ بعد عشاء کے ۱۴۱ مرتبہ یا وہاب پڑھنا حاجت براری کیلئے مفید ہے۔

۳۰۔ اگر داہنے ہاتھ کی انگلیوں پر بسم اللہ پڑھ کر کسی ناراض شخص کو سلام کرے تو یہ عمل باعث رضامندی ہوگا۔

۳۱۔ نماز میں نماز کی طرف توجہ مقدم ہے۔ اور بلا اختیار ذکر قلبی جاری ہو جائے تو مخل صلوٰۃ نہیں۔

۳۲۔ اگر آخر شب میں تہجد میسر نہ ہو سکے تو بعد عشاء کے اپنے وظائف پورے کرے۔

۳۳۔ ذکر جہر سے سونے والوں کو تکلیف ہو تو ذکر خفی کرنا چاہیے۔
۳۴۔ جس پر فریفتہ ہو اس کے مرنے کا تصور کرے کہ گل سڑ کر کیڑے پڑ جائیں گے۔ صورت بگڑ کر قابل نفرت ہو جائیگی۔
۳۵۔ معمولات کے ناغہ ہونے کے لئے سفر کا عذر صحیح ہے۔
۳۶۔ سورہ کہف کی آخری آیت اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سے آخر سورۃ تک پڑھ کر دعا کر کے سو رہنا تہجد کیلئے آنکھ کھلنے میں مجرب ہے۔
۳۷۔ اگر کسی وقت تکان معلوم ہو تو ذکر کم کر دیں۔
۳۸۔ مشغول آدمی کے لئے معمولات قلیلہ بھی غنیمت ہیں۔
۳۹۔ روغن کدو کی مالش اور مغز بادام اور مغز تخم کدو کا شیرہ مصری سے شیریں کر کے پینا ترطیب دماغ کے لئے مفید ہے۔
۴۰۔ کتاب ذم الدنیا کیمیائے سعادت کا مطالعہ محبت دنیا کو کم کرتا ہے۔
۴۱۔ بتکلف کسی کام پر دوام کرنے سے استقلال و ملکہ ہو جاتا ہے۔
۴۲۔ چہل حدیث ملحقہ نشر الطیب کا مطالعہ باعث برکت ہے۔
۴۳۔ شیخ کے ساتھ حسن ظن سے فضل الٰہی متوجہ ہوتا ہے۔
۴۴۔ واعظ کی ترغیب و ترہیب کا اثر اس کے خلوص پر دلالت کرتا ہے۔
۴۵۔ مبتدی کے لئے کشف و کرامات رہزن ہیں۔
۴۶۔ کسی کا آنحضرتؐ کی زیارت کرا دینا اس کی مقبولیت کی دلیل نہیں ہے۔
۴۷۔ شیخ کی محبت بالواسطہ خدا کی محبت ہے۔
۴۸۔ مراقبہ موت سے وحشت ہو تو مراقبہ رحمت و (شوق وطن) کا مطالعہ مفید ہے۔
۴۹۔ جگہ کا بدل دینا بھی غلبہ نیند کا علاج ہے۔
۵۰۔ جو شخص کہ عیسیٰ علیہ السلام کے قدم پر ہوتا ہے اس پر زہد و توکل کا غلبہ ہوتا ہے۔
۵۱۔ صورت ہائے مثالیہ اکثر اصل کے مطابق ہوتے ہیں۔
۵۲۔ کبھی کشف سے تقویت اعتقاد مقصود ہوتا ہے۔
۵۳۔ آسمان پر کسی حسینہ ناہر و عورت کا چاندی کے لباس میں دیکھنا حور جنت کی صورت مثالیہ ہے۔
۵۴۔ بوئے حنا کا محسوس ہونا عالم برزخ سے ہے۔
۵۵۔ مراقبہ و شغل احوال پیدا کرنے کے لئے ہیں۔ جب احوال پیدا ہو گئے تو ان کی ضرورت نہیں۔
۵۶۔ مکاشفات و خواب میں حق تعالیٰ کو دیکھنا صورت مثالیہ میں سے کسی لون کا دیکھنا ہے جو مخلوق ہے اس کو تجلی مثالی کہتے ہیں۔
۵۷۔ صاحب نسبت کے پہچاننے کا بہتر طریقہ اعمال سے ہے۔ کہ اتباع کامل شرع کا ہے یا نہیں ہے۔ دوسرا طریقہ احوال سے پہچاننے کا ہے۔ کہ اس کے لئے کشف کی ضرورت ہے۔
۵۸۔ تجلی کا ادراک صرف قلب سے ہوتا ہے۔ اگرچہ ظاہری آنکھ بند کر لی جائے۔
۵۹۔ ایک نظر میں نواز نا شیخ کا اختیاری امر نہیں ہے اس کا بھی ایک وقت ہے۔
۶۰۔ ولایت مقبولیت کو کہتے ہیں۔ اور نسبت بھی یہی ہے۔
۶۱۔ ہمہ اوست کا معتقد اگر بغلبہ حال ہے تو معذور ہے اگر بلا غلبہ حال ہے تو کافر ہے۔
۶۲۔ اصلاح اعمال کے لئے بیعت شرط نہیں۔
۶۳۔ ضعیف الدماغ کو بلا ضرب ذکر خفی کرنا چاہیے۔
۶۴۔ بلا شدید ضرورت ذکر میں بات نہ کرے۔
۶۵۔ قضائے عمری کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ہر نماز کے ساتھ ایک نماز ادا کرے۔
۶۶۔ واردات پر نازیا اس کو کمال سمجھنا مضر ہے۔
۶۷۔ ذکر قلب کی آواز سرایت ذکر کی علامت ہے جو مقصود کا زینہ ہے۔
۶۸۔ میرے سینہ میں عرش معلی سے نور آ رہا ہے۔ یہ مراقبہ یکسوئی کے لئے مفید ہے۔
۶۹۔ اتباع احکام شرعیہ و کثرت ذکر سے خدا اور رسول کی محبت بڑھتی ہے۔
۷۰۔ تصور جمانے میں زیادہ مبالغہ نہ کریں۔
۷۱۔ شیطان بھی سبب خیر ہوتا ہے۔
۷۲۔ کسی کی ناجائز محبت کے ازالہ کے بعد اگر خفیف میلان رہے تو یہ مضر نہیں۔
۷۳۔ اہل اللہ کی صحبت یا کیمیائے سعادت کا مطالعہ ہمت پیدا کرتا ہے۔
۷۴۔ خدا تعالیٰ کے ہاتھ پیروں کے متعلق یہ تصور نہ کرے کہ ہم جیسے ہیں۔ اگر بلا اعتقاد تصور آ جائے تو کوئی حرج نہیں۔
۷۵۔ کسی مضمون کا تصور باندھنا مراقبہ ہے۔
۷۶۔ مراقبہ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى استحضار کے لئے مفید ہے۔ اول تین چار مرتبہ تلاوت کر کے یہ سوچے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے افعال ظاہرہ و باطنہ دیکھ رہے ہیں۔
۷۷۔ یادداشت کے قصد سے تسبیح رکھنا اولیٰ ہے۔
۷۸۔ مقامات نجس میں اگر ذکر کرے تو کوئی حرج نہیں۔
۷۹۔ عورتوں میں عاقبت اندیشی کم ہوتی ہے۔ اس لئے بہ نسبت مردوں کے پریشانی کم ہوتی ہے۔
۸۰۔ رخصت پر عمل نہ کرنا اور عزیمت پر ہمت نہ ہونا شیطان کی رہزنی ہے۔
۸۱۔ اصلاح خیالات بجز کامل شیخ کی صحبت کے میسر نہیں ہوتی۔
۸۲۔ نماز میں الفاظ کا سوچ کر ادا کرنا خشوع پیدا کرتا ہے۔ اور مقتدی ہونے کی حالت میں دل میں الفاظ کا خیال کرے۔

۸۳۔ قلت غذا کا جرمانہ آجکل مناسب نہیں بلکہ نفل پڑھنا بہت بہتر ہے۔

۸۴۔ نماز میں چونکہ اور اشتغال سے تعطل ہو جاتا ہے۔ اس لئے اکثر اوقات گمشدہ چیز یاد آجاتی ہے۔

۸۵۔ موجودہ واعظوں کے مجالس میں شریک ہونے سے ذکرو معمولات میں مشغول ہونا بہتر ہے۔

۸۶۔ تعلیم میں متعدد شخصوں کا اتباع نہ کرنا چاہیے۔

۸۷۔ صحت کیلئے چھ گھنٹے سونا ضروری ہے ایک دفعہ ہو یا بتفریق۔

۸۸۔ عادۃ اللہ یہی ہے کہ استفادہ خاص زندوں سے ہوتا ہے۔

۸۹۔ اتفاقاً ضرورت شدیدہ کسی مہمان کی خاطر سے معمولات میں تغیر ہو جائے تو مضائقہ نہیں ہے۔

۹۰۔ ارتکاب معاصی سے احتراز اگر مشکل ہو تو یہ مقرر کرے کہ اگر گناہ سرزد ہوگا تو پانچ سو نفل پڑھوں گا۔

۹۱۔ اگر شیخ کا تصور بلا اختیار جم جائے تو کلید سعادت ہے۔

۹۲۔ دورنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جائے کا معنی یہ ہے کہ ایک شیخ کو اپنے تمام امور سپرد کر دے۔

۹۳۔ کھڑے ہو کر ذکر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

۹۴۔ حسن پرستی ایک امر طبعی ہے اس کے زوال کا انسان مکلف نہیں مگر اس کے اقتضاء پر عمل نہ کرے۔

۹۵۔ خواب میں برہنہ دیکھنا تعلقات دنیا سے تجرد اس کی تعبیر ہے۔

۹۶۔ شیخ کے سامنے کچا چٹھا پیش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بطور کلیات اپنے تمام عیوب بیان کر دے۔ جزئیات کی تفصیل غیر ضروری ہے۔

۹۷۔ کشف قبور مبتدی کو مضر ہے۔

۹۸۔ نفع رسانی افضل عبادات ہے۔

۹۹۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض کے مختلف طریق ہیں۔ کبھی اُنس کبھی ہیبت اس لئے سالک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مختلف حیثیتوں سے خواب میں دیکھتا ہے۔

۱۰۰۔ جس پر غصہ ہو اس سے دور ہو جانا اور اعوذ باللہ پڑھنا اپنی خطاؤں اور غضب خداوندی کو یاد کرنا غصہ کا علاج ہے۔

۱۰۱۔ قرض کا بار اٹھا کر شیخ کی صحبت میں رہنا فائدہ کو کم کرتا ہے۔

۱۰۲۔ اپنی قبر کو دیکھنا فنا کی بشارت ہے۔

۱۰۳۔ اگر تعلیم میں حرج ہو تو طالب علم کے لئے نوافل وغیرہ مناسب ہیں۔

۱۰۴۔ جو شخص عشق میں مبتلا ہوا اور صبر کرے اور پھر مر جائے تو وہ شہید ہے۔

۱۰۵۔ جس قدر تقویٰ بڑھے گا بیوی سے محبت بڑھے گی۔

۱۰۶۔ اچھے کام کی فکر بھی موجب ثواب ہے۔

۱۰۷۔ اپنے حال کو کچھ نہ سمجھنا عبدیت ہے۔

۱۰۸۔ دعا کا مقصود تضرع وزاری ہے۔ اگر اردو میں ہو تو بھی بہتر ہے۔

۱۰۹۔ خواب میں شیخ کا عمامہ باندھنا مقتدائیت کی علامت ہے۔

۱۱۰۔ چونکہ الخلق عیال اللہ ہے اس لئے ان سے کج اخلاقی باعث ناراضی ہے۔

۱۱۱۔ مشتبہ چیزوں کے کھانے سے شہوت کی کثرت ہو جاتی ہے۔

۱۱۲۔ لڑکوں کی طرف اگر خیال ہو تو منہ اور قلب دونوں پھیرنا چاہیے یعنی دوسری طرف متوجہ ہو جائے۔

۱۱۳۔ احباب کے ساتھ خوش طبعی مفید ہے اگر معتدل ہو۔

۱۱۴۔ حقوق العباد کا زیادہ خیال رکھنا خاص سلسلہ امدادیہ کی ممتاز علامت ہے۔

۱۱۵۔ مقتدی ہونے کی حالت میں اگر درود شریف بلا قصد قلب سے جاری ہو جائے تو کچھ حرج نہیں۔ مگر زبان کو حرکت نہ ہو۔

۱۱۶۔ خواب کی تعبیر اگر صاف نہ معلوم ہو تو جواب دینے تکلیف نہ کرے۔

۱۱۷۔ خواب کے جذبات بیداری سے علیحدہ ہوتے ہیں۔

۱۱۸۔ اگر معاصی سے احتیاط کی توفیق میسر ہو تو کسی حال کی فکر نہ کرے۔

۱۱۹۔ اگر غصہ سے کوئی دینی یا دنیوی فساد برپا نہ ہو تو علاج کی ضرورت نہیں بلکہ نافع ہے۔

۱۲۰۔ اپنے تمام امور کو خداوند تعالیٰ کے سپرد کرنا اور جنت کی تمنا اور دوزخ سے پناہ مانگنا عین سنت ہے۔

۱۲۱۔ جنت کا مشاہدہ کرنا اور دنیا سے کنارہ کشی اور موت کی تکلیف کو فراموش کرنا ایک بلند مقام کی علامتیں ہیں۔

۱۲۲۔ نشر الطیب پڑھنا طاعون کا علاج ہے۔

۱۲۳۔ اگر سفر میں تہجد کا موقع نہ ملے تو تیمم کر کے صرف ذکر ہی کر لینا موجب برکت ہے۔

۱۲۴۔ بلا مشورہ شیخ کوئی شغل نہ کرنا چاہیے۔

۱۲۵۔ کسی وارد کے نہ ہونے سے تکمیل عبدیت ہوتی ہے اور عجب کی جڑ کٹتی ہے۔

۱۲۶۔ کسی سخت بات پر ضبط کی اس وجہ سے فضیلت ہے کہ اس سے طبیعت متردد رہتی ہے۔

۱۲۷۔ مقتدی سری نماز میں اگر ذکر قلبی کرے تو بہتر ہے۔

۱۲۸۔ آجکل حبس دم مناسب نہیں ہے۔

۱۲۹۔ ناجائز ملازمت جب تک جائز کا انتظام نہ ہو ترک نہ کرے۔

۱۳۰۔ شیخ کو بیعت اس شخص سے لینی چاہیے جس پر دل کو اطمینان ہو۔

۱۳۱۔ گفتگو میں جوش مناسب نہیں ہے ہر وقت ہوش سے کام لینا چاہیے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی انسان ایمان دار نہیں ہے جب تک کہ وہ لوگوں کے لئے وہی بھلائی نہ چاہے جو اپنے لئے چاہتا ہے۔ (الخرائطی فی مکارم الاخلاق)

۱۳۲۔ کسی کوتاہی پر اہلیہ سے اس طرح معافی مانگے کہ اس کی جرات نہ بڑھ جائے۔

۱۳۳۔ کبھی غلبہ ذکر کے آثار سے غصہ بڑھ جاتا ہے۔ جو عارضی ہے۔

۱۳۴۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لئے عتاب کرنا مقتداء و مربی کا منصب ہے۔

۱۳۵۔ شیخ سے تعلیم حاصل کرنے کا طریق یہ ہے کہ اپنے تمام احوال وعیوب پیش کر کے تفویض کر دے۔ اور جو نسخہ شیخ تجویز کرے اس کو بلا تردد استعمال کرے۔

۱۳۶۔ شیخ سے اپنے کسی حال یا اعتقاد کو مخفی نہ رکھے۔

۱۳۷۔ گلزار ابراہیم کا مطالعہ مفید ہے۔

۱۳۸۔ اطاعت یہی ہے کہ مشقت برداشت کرے۔

۱۳۹۔ آداب شیخ سے یہ بھی ہے کہ علوم غیر ضروریہ میں اس کی طرف رجوع نہ کیا جائے۔

۱۴۰۔ انسان کو چاہیے کہ اپنے قصور کی کسی سے معافی مانگ لے اور قبولیت کا مکلف نہیں ہے۔

۱۴۱۔ اگر محویت سے نماز میں سہو ہو تو مذموم نہیں ہے۔

۱۴۲۔ عیوب کے علاج کے لئے امام غزالیؒ کی کتب کا مطالعہ مفید ہے۔

۱۴۳۔ وقت تلاوت اگر یہ تصور کرے کہ اللہ جل جلالہٗ فرما رہے ہیں اور ہماری زبان سے مثل باجا کے آواز نکل رہی ہے تو یکسوئی کے لئے مفید ہے۔

۱۴۴۔ تبلیغ دین کا مطالعہ حب دنیا کا علاج ہے۔

۱۴۵۔ اگر بات سوچ کر کی جائے تو غیبت و لایعنی باتوں سے نجات ہوتی ہے۔

۱۴۶۔ فراق میں اگر رضائے محبوب ہے تو وہ وصل سے افضل ہے۔

۱۴۷۔ اہل دل کی صحبت قرب و سکون کا باعث ہے۔

۱۴۸۔ کسی مجمع اور ریاء کے خیال سے ورد کا ترک کرنا جائز نہیں ہے۔

۱۴۹۔ من لا رد له لا ورد له یعنی جو ورد نہیں کرتا اس پر وارد نہیں طاری ہوتا۔

۱۵۰۔ اظہار کا اہتمام جس طرح ریاء ہے اخفاء کا اہتمام بھی ریاء ہے۔

۱۵۱۔ ہم عصروں سے خود کو کمتر محسوس کرنا دلیل ترقی ہے۔

۱۵۲۔ درود شریف کی کثرت سوزش اور حرارت کا علاج ہے۔

۱۵۳۔ اگر کوئی شخص منہ پر تعریف کرے تو اس کو روکنا موافق سنت ہے۔

۱۵۴۔ نماز میں مقتدی کی رعایت غیر اللہ کی رعایت نہیں ہے بلکہ حکم الٰہی کی رعایت ہے۔

۱۵۵۔ کسی حالت پر قائم نہ رہنا یا اسمائے متقابلہ کی تجلی ہے۔

۱۵۶۔ مبتدی کو قبل از تکمیل امر بالمعروف مناسب نہیں ہے۔ اس وجہ سے آیات قتال کے نزول میں تاخیر ہوئی۔

۱۵۷۔ مسجد میں جا کر جوتے سیدھے کرنا اور پانی لوٹوں میں بھرنا اور موقع ہو تو جھاڑو دینا اس میں کبر کا علاج ہے۔

۱۵۸۔ بلا اجازت شیخ امر بالمعروف نہ کرے۔

۱۵۹۔ حصول نسبت کی دعا میں مطلوب ہے۔

۱۶۰۔ تعلق مع اللہ اور رضائے حق باہم متلازم ہیں اسی کو نسبت بھی کہتے ہیں۔

۱۶۱۔ بعض اوقات اثنائے ذکر میں اپنے دست بوسی کو دل چاہتا ہے جس کا کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

۱۶۲۔ کبھی کسی امر محمود کا سبب معصیت بھی ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ گناہ جو توبہ کا سبب ہے۔

۱۶۳۔ بچوں سے محبت کرنا اور کھیلنا تکبر کے نہ ہونے کی دلیل ہے۔

۱۶۴۔ کسی کی دینداری اور حالت کا امتحان نہ کرنا چاہیے۔

۱۶۵۔ اگر غلبہ تواضع و وسعت رحمت کی وجہ کسی امر منکر پر غصہ نہ آئے تو کچھ حرج نہیں۔ جس وقت کہ عقلاً اس کو برا سمجھتا ہے۔

۱۶۶۔ احوال اعمال پر استقامت کرنے سے پیدا ہوتے ہیں۔

۱۶۷۔ واردات قلبی پر ناز و التفات کرنا ہلاکت ہے۔

۱۶۸۔ سلطان الاذکار کی آواز ہی اندر کی ہے مگر چونکہ ذریعہ یکسوئی کا ہے اس لئے نافع ہے۔

۱۶۹۔ اذکار میں زیادہ نفع یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے دیکھنے کا خیال رکھے۔

۱۷۰۔ لباس میں صلحاء کا اتباع کرنا جبکہ نیت اچھی ہو تو ریا نہیں ہے۔

۱۷۱۔ شیخ کی صحبت بدون ریاضت کے بھی نافع ہے اگر استفادہ ہو۔

۱۷۲۔ مبتدی کو اخبار کا مطالعہ مضر ہے۔

۱۷۳۔ کسی روز آنکھ نہ کھلنا بھی بہتر ہے اگر اس پر ندامت ہو۔

۱۷۴۔ ذکر سے قلب میں نرمی آتی ہے مثلاً ضعفاء اور جانوروں پر رحم آنے لگتا ہے اور یہ آثار محمود ہیں مگر کمال نہیں ہیں۔

۱۷۵۔ ہجوم مرض سے اگر اوراد میں نقص ہو جائے تو اس کے تلافی کی ضرورت نہیں۔

۱۷۶۔ اپنے عمل کو قابل قبول اور درجہ کا مستحق نہ قرار دیا جائے۔

۱۷۷۔ نماز میں قرآن اس طرح پڑھنا چاہیے گویا جناب باری تعالیٰ کی پیشی میں عرض و معروض کر رہا ہے۔

۱۷۸۔ یاد الٰہی کا ہر وقت مستحضر ہو جانا ابتدائے نسبت کی علامت ہے

۱۷۹۔ معصیت کا چھوٹ جانا ہزاروں ذکر و شغل سے افضل ہے۔

۱۸۰۔ مریض بہ نسبت صحیح کے مقصود سے زیادہ قریب ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ چیز جو تجھ میں کھٹک پیدا کرے اس کو چھوڑ کر وہ چیز اختیار کر جو کھٹک نہ پیدا کرے۔ (ترمذی)

۱۸۱۔ اسمائے بدریین کا کسی غرض دینی کیلئے پڑھنا بھی موجب ثواب ہے۔
۱۸۲۔ ایک وقت معین تک اپنے عیبوں کو سوچنا اور زبان سے خود کو بیوقوف و نالائق کہنا اصلاح کے لئے اکسیر ہے۔
۱۸۳۔ بچوں کو حد سے زیادہ تادیب مضر ہے۔
۱۸۴۔ شوق میں گریہ و محبت کا ہجوم ہوتا ہے۔ اُنس میں اعتدال رہتا ہے۔
۱۸۵۔ اجتہادیات میں دوسرے مقابل پر طعن یا اس کو یقیناً خلاف حق نہ کہنا چاہیے۔
۱۸۶۔ تمام مجاہدات کا دارومدار ہمت پر ہے۔
۱۸۷۔ غیر عالم کو قصص الانبیاء و تذکرۃ الاولیاء کو خود دیکھنا مناسب نہیں۔
۱۸۸۔ معمولات کا بدستور بالاناغہ پورا ہونا استقامت فوق الکرامت ہے۔
۱۸۹۔ تلاوت میں متوسط توجہ کافی ہے۔ مبالغہ مضر ہے۔
۱۹۰۔ کشف کے لئے آنکھ بند کرنا شرط نہیں ہے۔ مگر ان طبائع میں جن کو بغیر اس کے یکسوئی نہ ہو۔
۱۹۱۔ جب زبان ذکر سے تھک جائے تو فکر سے کام لو۔ ورنہ راحت مناسب ہے۔
۱۹۲۔ ہر چیز میں اللہ اللہ کی آواز محسوس ہونا سرایت ذکر کی علامت ہے۔
۱۹۳۔ خوف آخرت کے سبب دنیا سے اچاٹ ہو جانا عین مطلوب ہے۔
۱۹۴۔ بعض اوقات بجائے مفت کام کرنے کے تنخواہ کے لینے میں عجب کا انسداد ہے۔
۱۹۵۔ جس توجہ سے الجھن ہو اس کا اہتمام نہ کرے۔
۱۹۶۔ تمام مناقشات سے علیحدہ رہنا اور گوشہ گمنامی کو پسند کرنا ایک رفیع حالت ہے۔
۱۹۷۔ اپنی پختہ قبر کا دیکھنا اعمال صالح کی بقاء کی طرف اشارہ ہے۔
۱۹۸۔ نسبت کی حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ سے قلب کو ایسا تعلق ہو جائے کہ اس کی یاد اور طاعت غالب رہے۔
۱۹۹۔ کبھی کشف سے مبتدی کا امتحان مقصود ہوتا ہے۔
۲۰۰۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت فی المنام غیر اختیاری ہے۔ اور نہ اس کو تصوف میں کچھ دخل ہے۔
۲۰۱۔ مبتدی کو غیر سلسلہ کے بزرگوں سے ملنا مضر ہے۔
۲۰۲۔ خلق سے طبعی وحشت کے ساتھ اختیاری التفات جمع ہو سکتا ہے۔
۲۰۳۔ جب کوئی شخص عند اللہ بری ہو تو مخلوق کی ذلت سے تنگ دل نہ ہو۔ بلکہ احیاناً اس میں نفس کا علاج ہے۔
۲۰۴۔ صحبت کی کم سے کم مدت بھی نافع ہے۔
۲۰۵۔ اگر اپنے عیوب کا استحضار رکھے تو کسی کی بدگوئی سے کم متاثر ہوگا۔
۲۰۶۔ اپنے پیشاب سے مسوں کا علاج بوقت ضرورت شدید جائز ہے۔
۲۰۷۔ کبھی اصلاح کی فکر و تشویش بھی نافع ہوتی ہے۔
۲۰۸۔ جملہ احوال میں حضوری رہنا بھی وصول الی المسمّیٰ ہے۔
۲۰۹۔ کوتاہی پر استغفار بھی مشاہدہ کا ایک جزء ہے۔
۲۱۰۔ اگر اوقات کو منضبط کیا جائے تو اشغال میں مزاحمت نہیں ہوتی ہے۔
۲۱۱۔ ذکر میں اشعار پڑھنے کا مضائقہ نہیں مگر کثرت نہ ہو۔
۲۱۲۔ اگر توبہ سے بوجہ شدت حیاء و ندامت انقباض ہو تو چند بار بہ تکلف توبہ کرنے سے یہ مرض جاتا رہے گا۔
۲۱۳۔ صرف کتابوں کے مطالعہ سے مقصود کی تحقیق نہیں ہوتی اس کے لئے صحبت کی ضرورت ہے۔
۲۱۴۔ بعض لوگوں کے لئے مشغلہ طب مضر ہے
۲۱۵۔ جب ایک نماز قضاء ہو تو دو وقت کا فاقہ اس کا جرمانہ ہے۔
۲۱۶۔ بعض لوگوں پر خداوند تعالیٰ کے مشاہدہ کا غلبہ ایسا ہوتا ہے کہ بستر پر پیر پھیلا کر نہیں سو سکتے۔
۲۱۷۔ سیاہ مرچیں چبانے سے نیند کا غلبہ دفع ہوتا ہے۔
۲۱۸۔ ذکر میں بلاقصد گریہ طاری ہونا علامت محبت ہے۔
۲۱۹۔ تنگدست کا عزم ادا بھی فی حق الاخرت مثل ادا ہے۔
۲۲۰۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بیداری میں دیکھنا صورت مثالیہ ہے حقیقت نہیں ہے۔ اور نہ اس کو اکتساب میں دخل ہے۔ اور نہ کمال قرب اس میں منحصر ہے۔
۲۲۱۔ ہر غیبت پر صلوٰۃ توبہ کا التزام اس کا علاج ہے۔
۲۲۲۔ کثرت تلاوت سے بلا رد ہوتی ہے۔
۲۲۳۔ بار بار توبہ کرنے میں اگرچہ شرم آئے مگر اس کی پرواہ نہ کرے۔
۲۲۴۔ شیخ جاہل سے بیعت شکنی واجب ہے۔
۲۲۵۔ دلائل الخیرات کے بعض صیغوں کے منقول ہونے میں شبہ ہے اس لئے اس کی تلاوت میں جتنا وقت صرف ہو بجائے اس کے درود شریف کے منقول صیغہ کا ورد افضل ہوگا۔
۲۲۶۔ نماز میں جس تصور سے جمعیت ہو اس کو اختیار کیا جائے۔ خواہ تصور ذات کا ہو یا کلام اللہ کا ہو۔
۲۲۷۔ دوزخ و بہشت سے استغناء کا مدعی خود پسندی ہے جس کا علاج فنا ہے۔
۲۲۸۔ کبھی ذاکر کو غلبہ فنا کی وجہ سے اپنے وجود کی بھی خبر نہیں ہوتی۔
۲۲۹۔ ذکر میں کندھے پر ثقل اور قلب میں لذت کا محسوس ہونا سرایت ذکر کی علامت ہے۔
۲۳۰۔ اعمال میں کوتاہی کا خیال عین مطلوب ہے۔
۲۳۱۔ جس حال میں رکھیں اسی پر راضی رہنا چاہیے۔ اس کی شکایت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مکمل طور پر آخری سورۃ براۃ نازل ہوئی ہے۔ (رموز الحقائق)

کرنا حق تعالیٰ پر الزام ہے۔

۲۳۲۔ نماز کی تکمیل جس طرح حضور قلب سے ہوتی ہے۔ اسی طرح اس کی کوتاہی پر ندامت سے بھی ہوتی ہے

۲۳۳۔ اگر مہمانداری کی وسعت نہ ہو تو جس قدر کھانا ہو سامنے لاکر رکھدے اور صفائی سے کہنا کچھ مشکل نہیں ہے اگر کبر نہ ہو۔

۲۳۴۔ کسی کی ہلاکت کا تصور نہ جمانا چاہیے۔ کیونکہ اگر مؤثر ہو گیا تو قتل کا گناہ لازم آئیگا۔

۲۳۵۔ اگر بی بی نیک و دین دار ہو تو خیر المتاع ہے اس کی کفالت سے گھبرانا نہ چاہیے۔

۲۳۶۔ معوذتین پڑھ کر دم کرنے سے خیالات کی پریشانی اور بھوت پریت کا علاج ہے۔

۲۳۷۔ کسی عمل کے ذریعے سے لڑکی کو مغلوب کر کے نکاح پر آمادہ کرنا جائز نہیں۔

۲۳۸۔ حزن وتاسف بھی گریہ چشم کے حکم میں ہے۔

۲۳۹۔ فرائض نماز میں اگر دل گھبرائے تو نوافل کے پڑھنے سے تدارک کرے۔

۲۴۰۔ ترتیل وقواعد کا لحاظ سری وجہری دونوں نمازوں میں یکساں کرنا چاہیے۔

۲۴۱۔ لغزش پر بیس رکعت کا جرمانہ۔

۲۴۲۔ تربیت السالک کا مطالعہ۔

۲۴۳۔ لاحول ولاقوۃ کی کثرت بہ نیت عجز اور درخواست حفاظت۔

۲۴۴۔ بلاضرورت کسی سے نہ ملنا اور نہ بولنا۔

۲۴۵۔ شیخ کی صحبت میں رہنے کے لئے فرصت نکالنا اور اس کے اوقات وعادات کا لحاظ رکھنا۔

۲۴۶۔ بعض اوقات حرارت ذکر سے گوشت کا کوئی حصہ متحرک ہونے لگتا ہے جو قابل التفات نہیں۔

۲۴۷۔ خوف ومحبت میں کثرت گریہ عین مطلوب ہے

۲۴۸۔ بعض غلطیوں کا ازالہ بجائے کتابوں کے صرف کسی شیخ محقق کی صحبت سے ہوتا ہے۔

۲۴۹۔ خواب میں اہل اللہ مثلاً منکشف نہیں ہوتے بلکہ کوئی روح مقدس یا کوئی فرشتہ اس صورت میں بمصلحت اُنس ظاہر ہوتا ہے۔

۲۵۰۔ بعض طبائع پر خداوند تعالیٰ کی محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر غالب ہوتی ہے جس میں کوئی حرج نہیں۔

۲۵۱۔ مشاغل تصوف میں خلق پر نظر نہ چاہیے۔

۲۵۲۔ ماسوا اللہ کے وجود کے انکار کا عقیدہ واجب الاصلاح ہے مگر صاحب الحال معذور ہے۔

۲۵۳۔ حضور دائمی عادتاً ممکن نہیں۔

۲۵۴۔ اعتکاف میں دن کو تلاوت قرآن اور رات کو کثرت نوافل میں مشغول ہونا چاہیے۔

۲۵۵۔ مصائب میں دعا کے ساتھ رضا بالقضاء ہونا اجر وراحت دونوں کے لحاظ سے افضل ہے۔

۲۵۶۔ بی بی سے بضرورت مباشرت کرنا نفس کشی کے خلاف نہیں ہے۔

۲۵۷۔ اگر بغیر ذکر لسانی کے بھی قلب میں غفلت کا احساس نہ ہو تو وہ وہم ہے یا پہلے ذکر کا اثر ہے۔ جس کو بقاء نہیں ہے۔

۲۵۸۔ کسی عیب کا حقیقی تدارک اس کی اصلاح ہے۔ محض توبہ و استغفار کافی نہیں ہے۔

۲۵۹۔ کسی گناہ کا سب سے بہتر جرمانہ نماز ہے۔ کیونکہ وہی نفس پر سب سے شاق ہے۔

۲۶۰۔ نفس کے ساتھ ہر معاملہ میں احتیاط اور بدگمانی چاہیے۔

۲۶۱۔ قرآن شریف کا پڑھ کر بخشنا کسی درجہ میں بھی موجب حرمان و خسارہ نہیں ہے۔ قطع نظر اس سے کہ خود کو بھی ثواب پہنچتا ہے یا نہیں۔

۲۶۲۔ ناواقف کو کسی مسئلہ کے جواب میں سائل سے کہہ دینا چاہیے کہ کسی عالم سے پوچھو۔

۲۶۳۔ نیند کے غلبہ میں ذکر ممنوع ہے۔

۲۶۴۔ جو خواب زیادہ اہم ہو تو اس کی تعبیر شیخ سے پوچھے تو کوئی حرج نہیں۔

۲۶۵۔ دیوان حافظ ومثنوی کا مطالعہ شوق ومحبت پیدا کرتا ہے مگر شیخ سے مشورہ کرے۔

۲۶۶۔ ملازم کو اپنے حقوق طلبی وتنخواہ طلب کرنے سے عار نہ چاہیے۔ جس کا منشاء کبر ہے۔

۲۶۷۔ مبتدی کو معاصی یاد کر کے رونا بہتر ہے۔ اور منتہی کو توبہ کر کے کام میں مشغول ہونا مناسب ہے۔

۲۶۸۔ نامحرم سے پردہ کا انتظام ضروری ہے۔

۲۶۹۔ فضول گوئی سے بچنے کا طریق یہ ہے کہ ہر وقت تسبیح رکھے اور اصلی کام ذکر کو سمجھے۔ جس سے کوئی وقت خالی نہ ہو۔ پھر بھی اگر سرزد ہو جائے تو چار رکعت نفل کا جرمانہ ادا کرے۔

۲۷۰۔ شیخ کی صحبت ومکالمہ سے اپنی کوتاہیوں کا علم ہوتا ہے۔

۲۷۱۔ اگر کسی سے اپنی غلطیوں اور قصور کا عفو کرانا مقصود ہو تو یہ کہنا کافی ہے کہ مجھ سے آپ کے کچھ حقوق ضائع ہو گئے ہیں۔ تفصیل کی ضرورت نہیں۔

۲۷۲۔ خواب میں سیاہ جبہ کا پہنے ہوئے دیکھنا علامت فنا ہے اور لمبا چوڑا دیکھنا کمال فنا کی طرف اشارہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن شریف کو عمدہ آواز سے ادا کرو۔ (مجمع الزوائد)

۲۷۳۔ بعض لوگوں کے لئے استجابت دعا اور جھاڑ پھونک بھی موجب فتنہ ہے۔

۲۷۴۔ یک زمانہ صحبت با اولیاء سے مراد وہ وقت ہے جو احیاناً کسی ولی پر آ جاتا ہے۔ جس میں وہ طالب کی ایک توجہ سے تکمیل فرما دیتے ہیں۔ جو صد سالہ مجاہدہ سے میسر نہیں ہوتی۔ اور کبھی شیخ کے قصد و اختیار کو بھی اس میں دخل ہوتا ہے مگر ایسے واقعات کم ہوتے ہیں۔

۲۷۵۔ بیعت سے شیخ کے ساتھ تعلق زیادہ ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ شیخ طالب پر مطمئن ہو جائے۔

ہر مسلمان کو رات دن اس طرح رہنا چاہیے

۱۔ ضرورت کے موافق دین کا علم حاصل کرے خواہ کتاب پڑھ کر یا عالموں سے پوچھ پاچھ کر۔ ۲۔ سب گناہوں سے بچے۔

۳۔ اگر کوئی گناہ ہو جائے فوراً توبہ کرے۔

۴۔ کسی کا حق نہ رکھے۔ کسی کو زبان سے یا ہاتھ سے تکلیف نہ دے، کسی کی برائی نہ کرے۔

۵۔ مال کی محبت اور نام کی خواہش نہ رکھے۔ نہ بہت اچھے کھانے کپڑے کی فکر میں رہے۔

۶۔ اگر اس کی خطا پر کوئی ٹوکے تو اپنی بات نہ بنائے۔ فوراً اقرار اور توبہ کرلے۔

۷۔ بدون سخت ضرورت کے سفر نہ کرے۔ سفر میں بہت سی باتیں بے احتیاطی کی ہوتی ہیں۔ بہت سے نیک کام چھوٹ جاتے ہیں۔ وظیفوں میں خلل پڑ جاتا ہے۔ وقت پر کوئی کام نہیں ہوتا۔

۸۔ بہت نہ ہنسے، بہت نہ بولے، خاص کر نامحرم سے بے تکلفی کی باتیں نہ کرے۔

۹۔ کسی سے جھگڑا تکرار نہ کرے۔ ۱۰۔ شرع کا ہر وقت خیال رکھے۔

۱۱۔ عبادت میں سستی نہ کرے۔ ۱۲۔ زیادہ وقت تنہائی میں رہے۔

۱۳۔ اگر اوروں سے ملنا جلنا پڑے تو سب سے عاجز ہو کر رہے۔ سب کی خدمت کرے بڑائی نہ جتلائے۔

۱۴۔ اور امیروں سے تو بہت ہی کم ملے۔

۱۵۔ بد دین آدمی سے دور بھاگے۔

۱۶۔ دوسروں کا عیب نہ ڈھونڈے۔ کسی پر بدگمانی نہ کرے اپنے عیبوں کو دیکھا کرے اور ان کی درستی کیا کرے۔

۱۷۔ نماز کو اچھی طرح اچھے وقت دل سے پابندی کے ساتھ ادا کرنے کا بہت خیال رکھے۔

۱۸۔ دل یا زبان سے ہر وقت اللہ کی یاد میں رہے۔ کسی وقت غافل نہ ہو۔

۱۹۔ اگر اللہ کا نام لینے سے مزہ آئے دل خوش ہو تو اللہ کا شکر بجالائے۔

۲۰۔ بات نرمی سے کرے۔

۲۱۔ سب کاموں کے لئے وقت مقرر کرلے۔ اور پابندی سے اس کو نبھائے۔

۲۲۔ جو کچھ رنج و غم نقصان پیش آئے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانے، پریشان نہ ہو، اور یوں سمجھے کہ اس میں مجھ کو ثواب ملے گا۔

۲۳۔ ہر وقت دل میں دنیا کا حساب کتاب اور دنیا کے کاموں کا ذکر مذکور نہ رکھے۔ بلکہ خیال بھی اللہ ہی کا رکھے۔

۲۴۔ جہاں تک ہو سکے دوسروں کو فائدہ پہنچائے۔ خواہ دنیا کا یا دین کا۔

۲۵۔ کھانے پینے میں نہ اتنی کمی کرے کہ کمزور یا بیمار ہو جائے۔ نہ اتنی زیادتی کرے کہ عبادت میں سستی ہونے لگے۔

۲۶۔ خدائے تعالیٰ کے سوا کسی سے طمع نہ کرے، نہ کسی کی طرف خیال دوڑائے۔ کہ فلانی جگہ سے ہم کو یہ فائدہ ہو جائے۔

۲۷۔ خدائے تعالیٰ کی تلاش میں بے چین رہے۔

۲۸۔ نعمت تھوڑی ہو یا بہت اس پر شکر بجالائے اور فقر و فاقہ سے تنگ دل نہ ہو۔

۲۹۔ جو اس کی حکومت میں ہیں۔ ان کی خطا و قصور سے درگزر کرے۔

۳۰۔ کسی کا عیب معلوم ہو جائے تو اس کو چھپائے۔ البتہ اگر کوئی کسی کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے اور تم کو معلوم ہو جائے تو اس شخص سے کہہ دو۔

۳۱۔ مہمانوں اور مسافروں اور غریبوں اور عالموں اور درویشوں کی خدمت کرے۔

۳۲۔ نیک صحبت اختیار کرے۔ ۳۳۔ ہر وقت خدا تعالیٰ سے ڈرا کرے۔

۳۴۔ موت کو یاد رکھے۔

۳۵۔ کسی وقت بیٹھ کر روزانہ اپنے دن بھر کے کاموں کو سوچا کرے۔ جو نیکی یاد آئے اس پر شکر کرے۔ گناہ پر توبہ کرے۔

۳۶۔ جھوٹ ہرگز نہ بولے

۳۷۔ جو محفل خلاف شرع ہو وہاں ہرگز نہ جائے۔

۳۸۔ شرم و حیاء اور بردباری سے رہے۔

۳۹۔ ان باتوں پر مغرور نہ ہو کہ میرے اندر ایسی خوبیاں ہیں۔

۴۰۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرے کہ نیک راہ پر قائم رکھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں میں سے بعض نیک کاموں کے ثواب کا اور بری باتوں کے عذاب کا بیان تاکہ نیکیوں کی رغبت ہو اور برائیوں سے نفرت ہو۔

نیت خالص رکھنا

۱۔ ایک شخص نے پکار کر پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایمان کیا چیز ہے۔ آپ نے فرمایا نیت کو خالص رکھنا۔

ف: مطلب یہ ہے کہ جو کام کرے خدا کے واسطے کرے۔

اطمینان قلب

فرمایا: اپنے (ہوائے) نفس سے باہر آ، اور اس سے کنارہ کر اور اپنی ہستی سے بیگانہ ہو جا۔ ہر چیز اللہ کو سونپ دے۔ اور اپنے دل کے دروازے پر اللہ کا دربان بن جا۔ وہ دل میں آنے کا جسے حکم دے اسے آنے دے اور جسے منع کرے اسے روک دے، پس ہوائے نفس کو دل سے (توبہ انابت کے ذریعہ) نکل جانے کے بعد، (پھر معصیت میں پڑنے کے لیے) دل میں آنے نہ دے۔ خواہشات نفسانی کا دل سے نکالنا، ہر حال میں ان کی مخالفت کرنے اور ان کی پیروی نہ کرنے ہی سے ممکن، ہے اور اسے قلب میں آنے دینا صرف اس کی متابعت وموافقت سے ہوتا ہے۔

پس ارادہ حق کے سوا کسی ارادہ کی خواہش مت کر، ارادہ حق کے سوا تیرا ارادہ بس ایک آرزوئے نفس ہے۔ اور آرزو خواہش بیوقوفوں اور احمقوں کی وادی ہے۔ جس میں پڑ جانا تیری موت اور ہلاکت کا باعث، اور خدا کی نظر رحمت سے گر جانے اور حجاب (میں تیرے پڑ جانے) کا سبب ہوگا۔ ہمیشہ احکام الٰہی کی رعایت کر، اور اس کی منہیات سے اجتناب کر، اور اس کے مقدرات کو ہمیشہ اسی کے سپرد کر کے ان پر راضی رہ۔ اور اس کی مخلوقات میں سے کسی چیز کو اس کا شریک نہ کر تیرا ارادہ اور خواہش اور آرزو اسی کی مخلوق ہیں۔ پس ارادہ نہ کر خواہش نہ کر۔

قرب خداوندی کے مراحل

فرمایا: تو جس حالت پر ہو، اس کے سوا کسی اور بلند یا پست حالت کی آرزو نہ کر جب تو شاہی محل کے دروازے پر ہو، تو محل میں داخل ہونے کی آرزو نہ کر یہاں تک کہ جبراً بے اختیار تجھے داخل کیا جائے۔ ''جبر'' سے مراد وہ حکم ہے جو سخت تاکیدی اور بار بار ہو، محض حکم داخلہ پر قناعت نہ کر۔ ہوسکتا ہے کہ بادشاہ کی طرف سے امتحان اور دھوکہ ہو۔ لیکن اس وقت تک صبر کر کہ تو اندر جانے پر مجبور کر دیا جائے۔ پھر جب تو محض جبر و فعل شاہی سے اندر جائے گا تو تجھ سے بادشاہ اپنے فعل کی وجہ سے مواخذہ نہ کرے گا۔ عتاب تو اس وقت ہوگا جب تو (اپنے) قلت صبر اور اختیار حرص اور بے ادبی اور اپنی حالت موجودہ کے قیام پر ترک رضا کرے۔

بس جب تو محل شاہی میں جبر سے داخل کیا جائے، تو خاموش، سرنگوں، مودب اور نیچی نظر کیے رہ۔ اور بلا طلب ترقی مرتبت جس خدمت پر، اور جس شغل پر کہ تو مامور ہے اس کا محافظ ہو جا۔

پس موجودہ حال کی حفاظت اور اس پر خوشنودی و رضامندی اور اس کے ماسوا کی طرف ترک التفات میں ہی تمام بھلائیاں ہیں۔ کیونکہ جس حال کی طرف التفات و نظر ہے، وہ یا تو تیری قسمت کا ہے، یا کسی غیر کی قسمت کا ہے یا کسی کا بھی حصہ نہیں بلکہ اسے اللہ نے اپنے بندوں کی آزمائش کے لیے پیدا کیا ہے۔ (پس) اگر وہ تیرا حصہ ہے تو خواہ تو اسے چاہے یا نہ چاہے تجھے پہنچے گا۔ پھر اس کی طلب میں تجھ سے لالچ اور سوء ادب کا ظاہر ہونا زیبا نہیں، کیونکہ از روئے احکام علم وعقل (یہ طلب وطمع) ناپسندیدہ ہے۔ اگر وہ شے دوسرے کی قسمت میں ہے تو تو اسے نہ پائے گا۔ اور تجھے نہ ملے گی پھر اس کے لیے کیوں سختی جھیلتا ہے اور اگر وہ کسی کی (بھی) قسمت میں نہیں بلکہ وہ فتنہ اور امتحان ہے، تو کوئی ذی عقل اپنے لیے کیوں فتنہ طلب کرے گا اور کیوں اسے مستحسن جانے گا اور کیوں اس پر راضی ہوگا؟

پس یہ بات ثابت ہوگئی کہ خیر وسلامتی حفاظت حال میں ہے۔ پھر جب تو سراپردہ کے اندر سے (روحانی) بالاخانہ کی طرف اوپر جائے اور سطح بام (یعنی مقام اعلیٰ) پر پہنچے تو جیسا کہ ہم نے کہا کہ باطن کا نگہبان، خاموش اور مودب رہ، بلکہ ان آداب میں زیادتی کر۔ اس لیے کہ تو بادشاہ سے نزدیک تر اور خطرہ سے قریب تر ہے۔ پھر اس سے ادنیٰ یا اعلیٰ پر جانے کی، یا ثبات وبقا اور تغیر اوصاف واحوال موجودہ کی آرزو نہ کر۔ اور (چاہیے کہ) اس میں تیرا ہرگز ہرگز کوئی اختیار نہ رہے۔ اس لئے کہ ایسی آرزو کرنا نعمت موجودہ کی ناشکری کرنا ہو گا۔ اور ناشکری ناشکر گزار کو دنیا وآخرت میں ذلیل وخوار کرتی ہے۔

خواہشات کا بیان

فرمایا: جب فقر (یعنی محتاجی) کی حالت میں خواہش نکاح تجھ میں پیدا ہو، اور تو اس کے بوجھ اٹھانے سے عاجز (اور قاصر) ہو، تو اللہ سے کشائش وفراخی کی امید رکھ صبر (اختیار) کر اور باری تعالیٰ کی طرف سے کشائش کا منتظر رہ۔ جس نے یہ خواہش تجھ میں ڈالی اور پیدا کی وہی اپنی قدرت سے اس خواہش کو تجھ سے زائل ونابود کر دے گا، یا (پھر) وہی تیری اس خواہش کے پورا کرنے کا سامان اپنی بخشش سے پیدا کرے گا جو نہ دنیا میں تجھ پر بار ہوگا نہ عقبی (آخرت) میں قابل مواخذہ، بلکہ تیرے لیے مبارک او رکفایت کرنے والا ہوگا، اور تیرے صبر کرنے اور اپنی قسمت پر راضی رہنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تیرا نام صابر اور شاکر رکھے گا۔ اور گناہوں سے بچنے اور طاعت پر قائم رہنے کی عصمت وقوت زیادہ کرے گا۔ (یاد رکھو کہ) اگر تم نے صبر سے کام لیا اور نکاح تمہاری قسمت میں ہے تو وہ تمہارا نصیب اس طرح پہنچائے گا کہ وہ تمہارے لیے کافی اور مبارک ہو، اس طرح صبر و شکر سے بدل جائے گا اللہ تعالیٰ نے شکر کرنے والوں کے حق میں عطا و بخشش میں زیادتی کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ وہ فرماتا ہے۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ

''یعنی اگر تم شکر کرو گے تو ہم زیادہ دیں گے اور اگر ناشکری کرو گے تو پھر ہمارا عذاب شدید ہے''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معوذتین پڑھ لیا کرو کیونکہ تو ان کی مثل اور کچھ نہیں پڑھ سکتا۔ (مجمع)

اگر وہ خواہش (تیری قسمت میں) نہیں ہے (اور کشائش نہ آئے) تو اس کا خیال (ہی) دل سے مٹادے، خواہ نفس چاہے یا نہ چاہے، اور ہر حال میں اپنے لیے صبر کو لازم کرلے، اور خواہش نفس کی مخالفت کر کے امر الٰہی کو مضبوط پکڑ لے، اور قضا وقدر پر راضی رہ، اور امید (وبھروسہ) رکھ۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں صفتوں (یعنی تعمیل حکم وراضی برضا) کی بدولت تجھ پر فضل و بخشش فرمائے گا۔ اور گناہوں سے بچنے کی عصمت اور طاعت پر قائم رہنے کی قوت زیادہ عطا کرے گا۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ "یعنی جو لوگ طاعت الٰہی پر صبر کرتے ہیں انہیں بے حد حساب اجر دیگا"

مال سے محبت کی ممانعت کا بیان

فرمایا: جب اللہ عزوجل تجھے مال عطا کرے اور تو اس کی طاعت و عبادت کی طرف سے مال کی وجہ سے رخ پھیر لے، تو خدا تجھے دنیا و آخرت میں اپنے قرب سے محروم کردے گا اور ممکن ہے کہ اس مال کو تجھ سے چھین لے، تیرا حال بدل دے اور تجھے فقیر کردے، کیونکہ منعم سے پھر کر تو نعمت کی طرف مشغول ہوا۔ اگر تو مال سے رخ پھیر کر عبادت کی طرف مشغول رہا تو اللہ تعالیٰ اس مال کو تیرے لیے عطاو بخشش کردے گا (اور) اس مال سے ایک دانہ کم نہ ہوگا، مال تیرا خادم ہوگا اور تو مولیٰ کا خادم ۔پھر تو دنیا میں نازو نعم کے ساتھ عیش کرے گا، اور عقبیٰ یعنی آخرت میں مکرم وخوش حال، اور جنت الماوی میں صدیقین، شہداء اور صالحین کا ساتھی ہوگا

احکام خداوندی کو مان لینے کا بیان

فرمایا: نعمتوں کے حاصل کرنے اور بلاؤں کے دور کرنے میں (اپنے اوپر بھروسہ کر کے) کوئی کوشش مت کر۔ نعمت اگر تیری قسمت میں ہے تو خواہ تو اسے طلب کرے یا ناپسند کرے، تجھے مل کر رہے گی۔

اسی طرح اگر مصیبت تیری قسمت میں ہے اور تیرے بارے میں اس کا فیصلہ ہو چکا ہے تو اب اسے تو ناپسند کرے یا دعا سے دفع کرنا چاہے یا صبر کرے، یا مولا کو راضی کرنے کے لیے جلدی سے کام لے، وہ تجھ پر ضرور آئے گی۔ بلکہ (تیرے لیے یہ لازم ہے کہ) ہر کام میں سر تسلیم جھکا دے، تاکہ اس فاعل (حقیقی) کا فعل تجھ میں جاری ہو۔

پھر اگر نعمت ہو تو شکر میں مشغول رہا کر، اگر بلاو مصیبت ہو تو صبر (اختیار) کر، یا بہ تکلف صبر پیدا کر، یا خدا کی خوشنودی وموافقت کے لے بلا کو نعمت سمجھ، یا (اگر شہود ورویئت نصیب ہے تو) اپنے حال کے مطابق نیست وفنا ہو جا۔ تاکہ تجھے مولا کی راہ میں جس پر تجھے فرمانبرداری اور تعلق خاطر کے ساتھ چلنے کا حکم دیا گیا ہے (لے چلیں اور) ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل کریں، اور ایک منزل کے بعد دوسری منزل کی سیر کرائیں حتی کہ "رفیق اعلیٰ" سے مل جائے۔ یہاں تجھے سلف صالحین اور شہداء وصدیقین کے مقام پر کھڑا کیا جائے گا اس سے میری مراد اللہ تعالیٰ کا وہ قرب ہے جو سب سے بلند مرتبہ والا ہے نیز مقصد یہ ہے کہ تو بارگاہ الٰہی میں ان سابقہ بزرگوں کے مقامات کا معائنہ کرے جو بادشاہ علی الاطلاق (یعنی خدا تعالیٰ) کے حضور میں تجھ سے پہلے پیش ہو چکے، اور خداوند جل جلالہ واعلیٰ شانہٗ کے قرب میں ہیں۔ اور وہاں انہوں نے سرور دامن، بزرگی، اور طرح طرح کی نعمتوں کو ہر جہت سے پایا ہے۔

(پس) بلا کی پرواہ نہ کر، اسے آنے دے، اور اس کا راستہ خالی کردے اور اس کے مقابلے کے لیے دعاؤں سے کام نہ لے اور اس کے نازل ہونے اور آجانے پر جزع فزع نہ کر، کیونکہ اس کی آگ (وشدت) دوزخ کی آگ وشدت سے بڑھ کر نہیں ہے۔ اور حدیث میں ہے جو کہ اس ذات سے مروی ہے جو کہ بہترین مخلوق ہے، اور ان سب سے جن کو زمین نے اٹھایا اور جن پر آسمان سایہ فگن ہوا بہتر ہے یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا کہ: "دوزخ کی آگ مومن سے کہے گی کہ اے مومن جلدی گزر جا کیونکہ تیرا نور میرے شعلوں کو بجھائے دیتا ہے" کیا مومن کا نور جو نار دوزخ کو بجھا سکتا ہے۔ وہی نور نہیں ہے جو دنیا میں مومن کیساتھ تھا، اور جس سے فرمانبردار اور نافرمان میں امتیاز قائم ہوا۔ بس وہی نور شعلہ بلا کو بجھا دیتا ہے تیرے صبر اور مولیٰ تعالیٰ کے حکم پر چلنے اور اس پر راضی رہنے کی خنکی اس بلا کی آگ کو ٹھنڈا کردے گی۔ پس تجھے ہلاک کرنے نہیں آتی، بلکہ تجھے آزمانے، تیری صحت ایمانی کو ثابت (ومستحق) کرنے اور تیری بنیاد یقین کو مضبوط کرنے اور خوشنودی مولیٰ کی تجھ پر مولیٰ کی فخر و مباہات کی بشارت دینے آتی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ حَتّٰی نَعْلَمَ الْمُجَاھِدِیْنَ مِنْکُمْ وَالصَّابِرِیْنَ وَنَبْلُوَ اَخْبَارَکُمْ۔

"یعنی ہم تم کو آزمائیں گے تاکہ جو جہاد کرنے والے اور اس پر صبر کرنے والے تم میں ہیں ان کو معلوم کرلیں اور (تمہیں بلا میں ڈال کر) تمہارے اعمال کی (ظاہری طور پر) جانچ کرلیں"

پھر اگر اللہ پر تیرا ایمان ثابت ومحکم ہو گیا، اور اس کے فعل (ابتلاء) پر تو نے اپنے یقین کے ساتھ موافقت کی تو یہ سب اسی کی توفیق اور اسی کا احسان ہے۔ پس اب تو ہمیشہ کے لیے (اس کے حکم پر) صبر کرنے والا اور اس کی قضاوقدر پر راضی رہنے والا اور اس کے احکام کا ماننے والا ہو جا۔

اور اپنے یا غیر کے حق میں ایسی کوئی نئی بات منہ سے مت نکال جو امر ونہی سے باہر ہو اور جب امر خدا پایا جائے تو کان دھر کے سن اور فرمانبرداری

میں جلدی کر۔ قوت دکھلا اور حرکت وعمل کر اور آرام وسستی نہ کر، اور تقدیر اور فعل الٰہی کی محض تسلیم پر (بغیر کوشش وعمل کے) نہ رہ، بلکہ اپنی کوشش اور طاقت کو خرچ کر، تاکہ امر الٰہی کی تجھ سے تعمیل ہو جائے۔

جب تو خدا کے حکم پر چلے گا تو (تمام) کائنات تیرے حکم پر چلے گی جب تو اس کی نہی سے کراہت کرے گا (یعنی ممنوع چیز سے بچے گا) تو جہاں کہیں (بھی) تو رہے گا اور جائے گا اور سب ناخوشیاں تجھ سے دور ہوں گی اللہ تعالیٰ نے اپنی کسی کتاب میں فرمایا: ''اے بنی آدم! میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی الٰہ (معبود) نہیں میں جس شے کو کہہ دیتا ہوں ہو جا۔ تو وہ ہو جاتی (اور عدم سے وجود میں آ جاتی) ہے۔ میری خدمت واطاعت کر، میں تجھے ایسا بنا دوں گا کہ تو بھی جس چیز کو کہے گا ''ہو جا''، تو وہ ہو جائے گی۔ اور یہ بھی فرمایا ''اے دنیا! جو میری خدمت کرے، تو اس کی خدمت کر، اور جو تیری خدمت کرے، اسے تھکن اور سختی میں رکھ''۔

تمام مخلوق کو اس شخص کی طرح بے بس اور عاجز سمجھ، جو ایک بڑی سلطنت والے، ایک بڑے صاحبِ صولت وسطوت اور بڑی شان وحکم والے سلطان کی حفاظت میں ہو، اس کی گردن میں طوق اور پاؤں میں بیڑیاں ہوں اور ایک بڑی نہر مواج کے کنارہ پر جس کی موجیں تیز (اور طوفان خیز) اور جس کا پھیلاؤ وسیع اور جس کی گہرائی بڑی ہو، اس بادشاہ نے صنوبر کے ایک درخت پر اس شخص کو سولی دے دی ہو۔ اور سلطان ایک ایسے بہت بڑے اور بلند تخت پر جلوس فرما ہو، جس تک جانا اور پہنچنا نہایت دشوار ہے نیز اس بادشاہ نے اپنے پہلو میں تیروں، نیزوں اور کمانوں کا ایسا انبار لگا رکھا ہو جس کا اندازہ بادشاہ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا اور یہ بادشاہ اس سولی والے شخص پر جس ہتھیار کو چاہتا ہے پھینک رہا ہے۔ پس کیا اس شخص کے لیے جس نے یہ سب ماجرا دیکھا ہو ممکن ہے کہ ایسے بادشاہ کی طرف سے نظر ہٹا لے، اس سے خوف نہ کرے، امید نہ رکھے بلکہ سولی والے شخص سے ڈرے اور اس سے امید رکھے۔ جو کوئی ایسا کرے گا اس کا نام جہاں تک عقل وسمجھ کا تعلق ہے، عقل وادراک سے خالی، دیوانہ، مجنون، حیوان، مطلق اور غیر انسان ہی ہوگا۔ پس بصیرت کے بعد اندھا ہونے وصل کے بعد قطع ہونے قرب کے بعد بعد یعنی دور ہونے، ہدایت کے بعد ضلالت اور ایمان کے بعد کفر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ۔

دنیا جیسا ہم نے بیان کیا کہ ایک بڑی جاری نہر کے مانند ہے۔ اور ہر روز اس کے پانی میں زیادتی ہوتی رہتی ہے۔ اور یہ پانی بنی آدم کی شہوات ولذات ہیں جو (ہر روز اسی زیادتی کے ساتھ) دنیا میں انہیں پہنچتے رہتے ہیں۔ اور وہ تیر اور طرح طرح کے ہتھیار وہ بلائیں ہیں۔ جو قضا وقدر سے ان پر آتی رہتی ہیں۔ غرض یہ کہ بنی آدم پر بلائیں سختیاں نامرادی، اور محنتیں غلبہ کرتی رہتی ہیں۔ اور نعیم ولذات سے جو کچھ یہاں وہ پاتے ہیں وہ سب آفتوں سے بھری ہوتی ہیں۔ پس جب ایک دانشمند وعاقل عبرت کی نظر سے دنیا کی لذتوں کو آخرت کی نعمتوں کے مقابلہ میں دیکھے گا۔ تو اگر اسے یقین کی نعمت ملی ہے تو جان لے گا کہ آخرت کے سوا اور کوئی زندگی نہیں۔ چنانچہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''آخرت کی زندگی کے سوا کوئی اور زندگی جینے کے قابل نہیں'' آخرت کی یہ زندگی صرف مومن کے لیے مخصوص ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''دنیا مومن کے لیے ایک قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے۔'' اور یہ بھی فرمایا کہ ''متقی پرہیز گار بندہ لگام چڑھایا ہوا ہے (یعنی شہوات ولذات دنیا سے روکا گیا ہے)'' ان اخبار ومشاہدات کے ہوتے ہوئے اب دنیا کی زندگی میں کیسے خوشی اور راحت کی طلب پیدا ہو سکتی ہے۔

تمام راحتوں کی راحت یہ ہے کہ مخلوق سے تعلق توڑ لے، اور اللہ عز وجل کی طرف آ جا، اس کے ساتھ موافقت کر اور اس کے ارادوں کے سامنے اپنے آپ کو عاجزانہ وبے اختیارانہ ڈال دے۔ پھر تو اس حالت میں دنیا سے ''بے تعلق'' ہو جائے گا اور اس وقت تجھ میں اس (سلطان حقیقی) کے لطف ومہر اور عطا وفضل سے اک ناز وقار اور حسن منظر پایا جائے گا۔

شکوہ وشکایت نہ کرنے کی تاکید

فرمایا: (ہماری) وصیت ہے کہ تجھے جو نقصان گزند پہنچے اس کی کسی سے شکایت نہ کر۔ خواہ وہ دوست ہو یا دشمن، اپنے پروردگار کو متہم نہ کر کہ اس نے تجھ سے یہ برتاؤ کیا اور تجھ پر بلا نازل کی۔ بلکہ خیر وشکر کا اظہار کر۔ نعمت کے بغیر بھی جھوٹ موٹ شکر کا اظہار کرنا اس شکایت سے بہتر ہے۔ جس میں تو اپنے حال کو سچا بیان کرے کون ہے جو اللہ عز وجل کی نعمتوں سے محروم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا. ''یعنی اگر تم اللہ کی نعمت کو شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکو گے۔'' کتنی نعمتیں ہیں جو تجھے نصیب ہیں مگر تو نہیں جانتا پہچانتا۔ اس لیے مخلوق میں سے کسی سے بھی تسکین وآرام نہ لے اور اس طرف مائل مت ہو۔ نہ اپنی حالت سے کسی کو اطلاع دے۔ بلکہ تیرا انس اللہ عز وجل سے ہی ہو۔ اسی سے تیرا آرام وابستہ ہو اور جو کچھ تو شکوہ شکایت کرے اسی سے کرے۔ کسی دوسرے سے نہ کرے۔ کسی تیسرے شخص کو مت دیکھ۔ اس لئے کہ نقصان ونفع، عزت وذلت، لینا اور دینا، بلندی وپستی محتاجی وتونگری اور حرکت وسکون کسی دوسرے کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ یہ سب چیزیں خدا کی مخلوق ہیں۔ اور اسی کے قبضہ واختیار میں ہیں۔ اور اسی کے حکم واجازت سے ظہور میں آتی ہیں۔ ہر چیز اسی کے حکم سے جاری ہوتی اور اسی کی معینہ مدت تک باقی رہتی ہے۔ نیز ہر چیز کی اس کے نزدیک ایک مقدار معین ہے۔ جس چیز

کو اللہ نے مؤخر (آخر) کیا۔ اس کو مقدم (اول) کیا۔ اس کو مؤخر (پیچھے) کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ:

وَاِنْ يَمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ

یعنی اگر اللہ تجھے کسی زیاں ونقصان میں ڈالے تو اس کے سوا کوئی نہیں کہ جو اس کو دور کر سکے، اور اگر اللہ تیرے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرے تو کوئی نہیں جو اس کے فضل کو (تجھ سے) رد کر سکے۔

اگر تو نعمت وعافیت کے باوجود اللہ کی شکایت کرے اور زیادت نعمت کو طلب کرے، تو نعمت وعافیت (موجودہ) کو گویا اپنی بے بصری سے (تو نے) حقیر سمجھا۔ اس پر اللہ تجھ سے ناخوش ہوگا۔ اور موجودہ عافیت ونعمت دونوں کو تجھ سے لے لے گا، اور تیری شکایت کو سچ کر دے گا۔ تیری بلا کو دگنا کر دے گا۔ تجھ پر عقوبت شدید، غصہ اور تجھ سے دشمنی کرے گا۔ اور تجھے (اپنی) نظر رحمت سے گرا دے گا۔ (پس احکام قضاء وقدر کی) شکایت سے ضرور پرہیز کر، خواہ تیرے گوشت کو قینچیوں سے ٹکڑے ٹکڑے کیوں نہ کر دیں۔ اپنے آپ کو اس سے دور رکھ۔ پھر میں کہتا ہوں کہ اپنے آپ کو اس سے دور رکھ، خدا سے ڈر، خدا سے ڈر، جلد گریز کر، جلد اس سے گریز کر، اس لئے کہ بنی آدم پر جو بلائیں نازل ہوتی ہیں وہ اکثر اپنے پروردگار کی شکایت کی وجہ سے ہی نازل ہوتی ہیں، کیسے تو اپنے پروردگار کی شکایت کرتا ہے حالانکہ وہ ارحم الرحمین ہے، خیر الحاکمین ہے۔ حلیم ہے، خبیر ہے، زیادہ سے زیادہ مہربان نرمی اور رحمت فرمانے والا ہے۔ ''اور وہ اپنے بندوں پر کبھی ظلم نہیں کرتا'' جو ایک طبیب کی مانند حلیم (بردبار) حبیب، شفیق، لطیف، نرم خو اور (بہت عزیز و) قریب ہے۔ کیا شفیق باپ اور مشفقہ ماں پر کوئی تہمت لگاتا ہے؟ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان ہے، جس قدر کہ ماں اپنے بیٹے پر مہربان ہے''۔

''اے مسکین! ادب اچھی طرح اختیار کر۔ بلا پر صبر کر۔ اگرچہ تو صبر کرتے کرتے ضعیف ہو جائے۔ پھر بھی صبر کر''۔

''قضاء وقدر'' کے راستے سے ہٹ جا، اور اس کا مزاحم مت ہو، اپنے نفس اور خواہش کا رخ پھیر دے۔ اور شکوہ شکایت کرنے سے زبان بند کر لے۔ جب تو ایسا کرے گا تو اگر وہ قدر خیر ہے تو اللہ تیری حیات کو پاکیزہ اور (زندگی کی) لذت وسرور کو زیادہ کر دے گا۔ اور اگر وہ قضاء وقدر شر ہے تو اللہ تعالیٰ اس حال میں اپنی طاعت پر تیرے (قیام) کی حفاظت کرے گا، اور تجھ سے ملامت دور کر دے گا۔ اور تجھے اپنی قضا وقدر (کی موافقت میں) گم اور بے خود کر دے گا۔ یہاں تک کہ تجھ پر سے قدر (کا یہ دورہ) گزر جائے اور وقت کے پورا ہو جانے کی مدت کوچ کر جائے۔ (اسے ایسا ہی سمجھو) جیسے کہ رات کا گذرنا دن کو روشن کرتا ہے۔ جاڑے کا سفر کر جانا (بہار اور) گرمی کا موسم پیدا کرتا ہے۔ یہ تیرے پاس تبدیل حال کا ایک نمونہ ہے۔ پس اس سے سبق حاصل کر۔

نیز نفس انسان میں گناہ اور جرائم داخل ہیں۔ اور وہ انواع انواع کے گناہ اور خطاؤں سے آلودہ ہے۔ اس (خداوند کریم) کی مجلس میں بار وشرف حاصل کرنے کی صرف وہی صلاحیت رکھتا ہے جو گناہوں اور لغزشوں کی نجاست سے پاک وطاہر ہو۔ جو (اب تک بھی) دعووں اور برائی کے میل کچیل سے پاک وطاہر نہیں ہوا۔ وہ اس کے ''آستانہ قدس'' کو بوسہ نہیں دے سکتا۔ (بالکل) اسی طرح جیسے بادشاہوں کی ہمنشینی کی صلاحیت کوئی نہیں رکھتا مگر وہی شخص جو مختلف قسم کی نجاستوں اور بدبوؤں اور میلوں سے پاک و طاہر ہو۔ پس بلائیں (وآفات) گناہوں کا کفارہ اور میل کچیل سے پاک کرنے والی ہیں۔ (اسی معنی میں) جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''ایک دن کا بخار سال بھر کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے''

مومن پر بقدر اس کے ایمان کے آزمائش وبلا آتی ہے

فرمایا: عادت الٰہی جاری ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ مومن پر اس کے ایمان کے انداز سے بلا اور آزمائش نازل کرتا ہے۔ پس جس شخص کا ایمان زیادہ قوی ہے اور احکام ایمان کے آثار بھی زیادہ اور اس کے نتیجے میں بہت ظاہر ہیں تو اس کی آزمائش بھی زیادہ بڑی اور عظیم ہوتی ہے۔ رسول کی آزمائش نبی کی آزمائش سے بڑی ہوتی ہے۔ کیونکہ رسول کا ایمان بڑا ہوتا ہے۔ اور نبی کی آزمائش ابدال کی آزمائش سے زیادہ بڑی ہوتی ہے۔ (کیونکہ نبی کا ایمان ابدال کے ایمان سے زیادہ بڑا ہے) اسی طرح ابدال کی آزمائش ولی کی آزمائش سے زیادہ بڑی ہوتی ہے۔ ہر شخص (آزمائش میں) اپنے اندازہ ایمان ویقین (کے مطابق) گرفتار کیا جاتا ہے۔ اس کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان میں ہے کہ ''ہم گروہ انبیاء بلحاظ بلا ومصیبت کے اور لوگوں سے شدید تر ہیں۔ پھر انبیاء کے بعد (اسی طرح) درجہ بدرجہ' دوسرے لوگوں کی آزمائش ہے۔

ان سادات کرام کو اللہ تعالیٰ ہمیشہ آزمائش میں مبتلا (گرفتار) رکھتا ہے تاکہ وہ ہمیشہ (محل قرب اور) حضوری میں رہیں اور ہمیشہ شہود حق کی بیداری سے غافل نہ رہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ انہیں دوست رکھتا ہے اور وہ اہل محبت اور محبوبین حق ہیں۔ اور دوست کبھی اپنے محبوب کو دور رکھنا پسند نہیں کرتا۔ پس آزمائش (ومصیبت) ان کے قلوب کو (حق کی طرف) اچک کر لے جانے والی اور ان کے نفوس کے لئے (ایک طرح کی) قید و بند ہے۔ اور غیر مطلوب کی طرف مائل ہونے، خالق کے غیر سے سکون حاصل کرنے اور اس کی طرف مائل ہونے سے ان کو روکتی ہے۔ غرض یہ کہ

جب ان پر ہمیشہ آزمائش رہتی ہے تو ان کی خواہشیں پگھل جاتی اور ان کے نفوس شکستہ ہو جاتے ہیں اور حق باطل سے جدا ہو جاتا ہے۔ (اس آزمائش سے) شہوتیں، ارادے، لذتوں کی طرف میلان اور دنیا اور آخرت کی تمام راحتیں و آسائشیں سب کی سب (ان کے) گوشہ نفس میں (بھاگ کر) سمٹ آتی ہیں۔ (اور دل میں سرایت نہیں کر سکتیں) پھر وعدہ حق پر سکون، اس کی قضا پر رضامندی، اس کی عطاء پر قناعت، اس کی مصیبت پر صبر اور مخلوق کے شر سے امن (یہ سب صفات مومن صاحب یقین و کامل ایمان کے) دل میں پیدا ہو جاتی ہیں اور (اس سے ان کے) دل کی شوکت قوی ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ دل کو تمام اعضاء پر (تصرف) و بادشاہی حاصل ہوتی ہے نیز آزمائش دل اور یقین کو قوی و مستحکم، ایمان و صبر کو قائم اور نفس اور خواہش کو سست (و کمزور) کر دیتی ہے۔ پھر جب مصیبت آتی ہے اور مومن (کی جانب سے) صبر اور اپنے پروردگار کے فعل پر رضا و تسلیم اور شکر پایا گیا، تو اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جاتا ہے۔

مرید کے احوال

فرمایا: کیا تو راحت و سرور، خوشی و آسودگی، امن و سکون اور ناز و نعمت کا خواہاں ہے۔ دراں حالیکہ ابھی تک تو نفس کو مارنے، فنائے خواہشات کا مجاہدہ کرنے، دنیا اور آخرت کے معاوضوں اور مرادوں کو دل سے نکال دینے کے لئے پگھلا دینے اور گھلا دینے والی آگ کی بھٹی میں پڑا ہوا ہے۔ (اور ابھی بالکل صاف نہیں ہوا اور) ان چیزوں میں سے کچھ نہ کچھ باقی رہ گیا ہے۔ جس کے آثار تجھ میں نمایاں طور پر ظاہر ہیں۔ پس اے جلد باز آہستہ آہستہ چل، اے (فتح باب کا) انتظار کرنے والے! ٹھہر ٹھہر کر چل (یاد رکھ) کہ ان مذکورہ چیزوں کے زائل ہو جانے تک تجھ پر دروازہ بند رہے گا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ (رذائل کے) بقیہ کا "بقیہ" ابھی تک موجود ہے۔ اور وہ ذرا سا ابھی تک باقی ہے۔ مکاتب، غلام پر جب تک ایک درہم بھی باقی ہے وہ (شرع کی رو سے) غلام ہی ہے، پس جب تک تجھ میں کھجور کی گٹھلی چوسنے کے برابر (بھی) دنیا باقی ہے تو قرب الٰہی سے باز رکھا جائے گا۔ دنیا تیری خواہش، تیری مراد اور تیری آرزو ہے۔ کسی شے کو (میلان طبع کے ساتھ) دیکھنا اسے طلب کرنا اور دنیا ہو یا آخرت کہیں بھی (اعمال کے) معاوضوں میں سے کسی معاوضہ کی طرف تیرے نفس کا التفات کرنا، یہ سب دنیا ہے۔

پس جب تک تیرے اندر ان چیزوں میں سے کچھ بھی باقی ہے اس وقت تک تو افناء (یعنی ان چیزوں کو اپنے دل سے نیست کر دینے) کے دروازہ ہی پر ہے۔ پس ٹھہر جا، یہاں تک کہ فنا تمام و کمال ہو کر حاصل ہو جائے۔ تو بھٹی سے نکالا جائے۔ تجھے سانچے میں ڈھالنے والے کی زرگری پوری جائے۔ پھر تجھے زیور و لباس پہنایا جائے گا، تیرے خوشبو لگائی جائے گی اور تجھے خوشبودار بخور کی دھونی دی جائے گی، اس کے بعد بڑے بادشاہ کے پاس پہنچایا جائے گا اور تو اس کلام سے مخاطب کیا جائے گا: انک الیوم لدینا مکین امین "یعنی آج کے دن تو ہمارے نزدیک صاحب جاہ و تمکین اور امین ہے"۔ اس کے بعد تجھے آرام دیا جائے گا۔ تیرے ساتھ نرمی کی جائے گی۔ اور فزونی لطف و کرم کی غذا کھلائی جائے گی اور اسی فضل کا پانی پلایا جائے گا اور تو مقرب اور اپنے مولا سے زیادہ نزدیک کیا جائے گا۔ بھیدوں پر تجھے مطلع کیا جائے گا اور اسرار الٰہیہ تجھ سے پوشیدہ نہ رہیں گے اور پھر تو اس نعمت کے سبب تمام اشیاء سے غنی کیا جائے گا۔

کیا تو سونے کے (ان) جدا جدا ٹکڑوں کو نہیں دیکھتا جو عطاروں، نانبائیوں، قصابوں، چمڑا صاف کرنے والوں، تیل فروخت کرنے والوں، جھاڑو دینے والوں، اور نفیس یا ذلیل نجس اور کمتر پیشہ کرنے والوں کے ہاتھوں میں صبح اور شام ایک کے ہاتھ سے دوسرے کے ہاتھ میں آتے جاتے اور خرچ ہوتے ہیں۔ پھر وہ (سونے کے) ٹکڑے جمع کئے جاتے ہیں اور زرگر کی بھٹی میں ڈالے جاتے ہیں۔ یہاں جلتی ہوئی آگ میں پگھلائے جاتے اور بھٹی سے باہر نکال کر کوٹے اور نرم کئے جاتے ہیں۔ پھر سانچے میں ڈھالے جاتے اور ان کے زیور بنائے جاتے ہیں۔ پھر انہیں جلا دی جاتی اور ان پر خوشبو لگائی جاتی ہے پھر اچھی اچھی جگہوں، محفوظ مکانوں، مقفل خزانوں اور صندوقوں کے اندر تاریک مقاموں میں رکھے جاتے ہیں۔ یا پھر وہ دلہنوں کو پہنائے جاتے اور دلہنیں ان سے آراستہ و پیراستہ کی جاتی ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دلہنیں بڑے بادشاہ کی ہوتی ہیں اور وہ سونے کے ٹکڑے سناروں کے ہاتھوں گلنے اور کٹنے کے بعد بادشاہ کے پاس اور اس کی مجلس میں لے جائے جاتے ہیں۔

لوگوں کی اقسام اور ان کی تعریف

فرمایا: لوگ چار قسم کے ہیں، ایک وہ جس کی نہ زبان ہے نہ دل ہے۔ یہ عامی، غافل اور ذلیل (شخص) ہے۔ اللہ کے نزدیک اس کی کوئی قدر و منزلت نہیں ہے۔ اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ (یہ) بھوسی کی مثل ہے۔ ایسے لوگوں کا کوئی وزن (و اعتبار) نہیں ہے۔ ہاں اگر اللہ انہیں اپنی رحمت میں داخل کر لے، ان کے قلوب کو اپنے ایمان کی ہدایت دے، ان کے اعضاء کو اپنی طاعت (و عبادت) میں حرکت دے تو ممکن ہے۔ ایسے (بے اعتبار) لوگوں کی مانند ہونے سے پرہیز کر، ان میں نہ اٹھ بیٹھ، ان سے کوئی اندیشہ نہ کر، اور نہ ان میں کھڑا ہو۔ اس لئے کہ یہ لوگ اہل عذاب اور اللہ کے غضب و ناراضگی والے اور دوزخ میں رہنے والے ناری ہیں۔ ہم ان سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ لیکن تجھے چاہیے کہ عارف باللہ، نیکی سکھانے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن کو تین روز میں ختم کر اگر تجھ سے ہو سکے۔ (مسند احمد)

والوں، دین کے ہادیوں، اس دین کی دعوت دینے والوں اور اس کی طرف لے آنے والوں میں سے ہو۔ اس کے بعد تو ایسے عامی لوگوں کے پاس جا اور انہیں طاعت الٰہی کی طرف بلا، اور اللہ کی نافرمانی کے عذاب سے انہیں ڈرا۔ اگر تو ایسا کرے گا تو اللہ کے نزدیک "جہید" (بڑا مجاہدہ کرنے والا) ہو گا۔ اور تجھے رسولوں اور نبیوں کا ثواب عطا کیا جائے گا۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "اگر تمہاری کوشش سے اللہ تعالیٰ ایک شخص کو (بھی) ہدایت (و ایمان) نصیب کرے، تو تمہارے لئے یہ (سعادت) ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جن پر آفتاب طلوع ہوا ہے۔"

دوسرا شخص (وہ ہے) جس کی زبان تو ہے مگر دل نہیں۔ وہ حکمت (ونصیحت) کی باتیں کرتا ہے مگر (خود) عمل نہیں کرتا۔ وہ لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتا ہے۔ مگر خود اللہ سے بھاگتا ہے دوسروں کے عیب کو برا جتلاتا ہے اور خود اسی طرح کے (عیب) میں ہمیشہ (مبتلا) رہتا ہے۔ وہ اوروں پر تو اظہار پارسائی کرتا ہے مگر خود بڑے گناہوں کے ارتکاب سے اللہ تعالیٰ سے لڑائی مول لیتا ہے۔ یہ شخص تنہائی میں گویا آدمی کے لباس میں ایک بھیڑیا ہے۔ ایسے ہی شخص سے جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈرایا اور یہ فرمایا کہ "مجھے اپنی امت کے لئے سب سے زیادہ ڈر علماء سوء (برے عالموں) سے ہے"۔ ہم ان سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں پس تو ایسے شخص سے دور رہ اور گریز کرنے میں جلدی کر، کہیں اس کی زبان کی لذت تجھے لبھانہ لے اور اس کے گناہ کی آگ تجھے جلا نہ دے۔ اور اس کے قلب کی سڑاند تجھے مار نہ ڈالے۔

تیسرا شخص وہ ہے جس کے لئے دل تو ہے مگر زبان نہیں۔ اور یہ شخص مومن ہے اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی مخلوق سے پوشیدہ رکھا اور اس پر اپنا پردہ ڈال دیا ہے اسے نفس کے عیبوں پر بصیرت (اور سمجھ) دی، اور قلب کو "نورانی" کر دیا۔ اور لوگوں کے میل جول، خرابیوں، فضول بات چیت اور خرافات بکنے کی برائی سے آگاہ (یعنی شناسا) کیا ہے۔ اسے یقین ہو چکا ہے کہ سلامتی، خاموشی اور گوشہ نشینی ہی میں ہے۔ جیسا کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو خاموش رہا اس نے آفات سے نجات پائی" اور جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "عبادت کے دس حصے ہیں ان میں سے نو حصے خاموشی میں ہیں"۔ پس یہ شخص سر (و باطنی تعلق) میں (جو یہ اللہ سے رکھتا ہے) اللہ کا ولی ہے۔ سلامتی والا، صاحب عقل کثیر، مقرب خدا، اور ایک نعمت یافتہ (شخص) ہے۔ پس ہر طرح کی بہتری اس کے پاس ہے۔ تو ایسے شخص کی صحبت کو لازم پکڑ۔ اس کی ہمراہی، اس سے ملنے جلنے اور اس کی خدمت کرنے کو اپنے لئے لازم جان۔ اس کی جو حاجتیں اور ضرورتیں ہوں ان کے پورا کرنے اور ایسی اشیاء بہم پہنچانے سے جن سے وہ فائدہ اٹھائے۔ اس کے دل میں جگہ پیدا کر۔ اس کی خدمت کی برکت سے اللہ تجھ سے بھی محبت کرے گا اور تجھے برگزیدہ بنا دے گا، اور تجھے اپنے احباب اور نیک بندوں کی جماعت میں شامل کرے گا۔

چوتھا شخص وہ ہے کہ عالم ملکوت میں اس کی عظمت و بزرگی کا شہرہ ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ "جس نے علم سیکھا اور اس پر عمل کیا اور دوسروں کو سکھایا۔ اسے عالم ملکوت میں عظمت والا پکارا جائے گا"۔ یہ شخص اللہ اور اس کی آیات کو جاننے والا عالم ہے۔ اور اس کو قلب "نور"، اور "علوم الٰہیہ" کا امانت دار بنایا گیا ہے۔ اور اللہ نے اسے ایسے بھیدوں پر آگاہ کیا ہے جو اس نے غیروں سے پوشیدہ رکھے ہیں۔ چنانچہ اللہ نے اسے "برگزیدہ" اور "مقبول" بنایا اور اسے اپنی طرف کھینچا اور بلند مرتبہ کیا، اور ہدایت دی اور اس کے سینہ کو (اپنے) علوم و اسرار کے قبول کرنے کے لئے کھول دیا۔ اور اسے (خیر کا) پرکھنے والا اور بندوں کو نیکی کی طرف دعوت دینے والا اور ان کو (برائیوں سے) ڈرانے والا بنایا، اور اپنی ذات و صفات پر لوگوں کے سامنے اسے ایک حجت و دلیل بنایا۔ وہ راہ حق دکھانے والا، خود راہ راست پر چلنے والا اور سفارش قبول کیا گیا، قرار پایا۔ اسے راست باز اور معتبر ٹھہرایا اور اپنے نبیوں اور رسولوں کا خلیفہ و (نائب) بنایا۔ ان پر اللہ کے درود اور ہدیہ (سلام) اور برکتیں نازل ہوں۔

اللہ تعالیٰ سے ناخوش نہ ہونے کی تاکید

فرمایا: اپنے پروردگار عزوجل سے تیرا ناخوش ہونا، اس پر تہمت لگانا، اعتراض کرنا، اس کی طرف ظلم کی نسبت کرنا، رزق دینے، تونگر بنانے، بلا اور سختیوں کو دور کرنے میں تاخیر کو اللہ کی طرف منسوب کرنا بہت بڑی (جراءت و گستاخی کی) بات ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ ہر چیز کا معینہ وقت (پہلے سے) لکھا ہوا ہے۔ اور ہر بلا اور سختی ایک انتہا اور غایت ہے۔ یہ وقت نہ پہلے آتا ہے نہ پیچھے ہٹتا ہے۔ آزمائش و بلا کے اوقات نہیں بدلتے کہ بلائیں ٹل کر عافیت کا اور سختی کا وقت ہٹ کر نعمت کا وقت آ جائے۔ اور حالت فقر، حالت غنا سے بدل جائے۔ پس (بہتر یہ ہے کہ) ادب کو نگاہ رکھ اور خاموشی، صبر و رضا اور موافقت رب العلی کو لازم پکڑ۔ اس پر ناراض ہونے اور اس کے فعل پر تہمت دھرنے سے توبہ کر۔

اس کی بارگاہ میں حق عبودیت پوری طرح ادا نہ کرنے پر پورا بدلہ لینا اور کسی کو بے قصور اور بے گناہ سزا دینا جیسا کہ اس کے بندے ایک دوسرے کے ساتھ کرتے ہیں۔ ایسا نہیں کیا جاتا بلکہ اللہ عزوجل ازل سے (بے ہمتا) ہے۔ جب کچھ نہ تھا، تب تھا۔ ہر شے کی مصلحتیں اور مفسدتیں (خوبیاں اور خرابیاں) پیدا کیں۔ اور ان کی ابتداء و انتہا کا اور ان کے واقع ہونے اور ان کے انجام کار کا عالم ہوا۔ وہ (حق) عزوجل اپنے فعل میں حکمت والا اور دانا، اور اپنی صنعت کو راست اور مضبوط بنانے والا ہے۔ وہ کوئی کام عبث نہیں کرتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن پانچ روز میں ختم کر۔ (جامع)

اور اس کے افعال آپس میں معارض نہیں ہیں۔ وہ باطل کو بھی لہو ولہب سے نہیں پیدا کرتا۔ اس کی طرف عیب ونقصان کی نسبت کرنا جائز نہیں۔ اور اس کے افعال پر ملامت کرنا روا نہیں ہے۔ اگر اس کی مرضی پر تو نہیں چل سکتا اور اس کی قضا وقدر پر راضی نہیں تو کشائش کار کا انتظار کر، یہاں تک کہ تقدیر کا لکھا سامنے آجائے۔ (اور خود تیرے لئے کشاد کار کی شکل پیدا ہو)

زمانے کے گزرنے اور مدت کے ختم ہو جانے پر (تیری) حالت موجودہ اس کی ضد سے بدل جائے گی۔ (اور تکلیف کے بجائے راحت آجائے گی) جیسا کہ سردی گزر جانے کے بعد گرمی ظاہر ہوتی ہے۔ اور رات کے جانے کے بعد روشن دن آتا ہے۔ اگر تو دن کی روشنی اور نور کو رات کے آغاز میں ہی طلب کرے گا تو یہ خواہش پوری نہیں ہوگی بلکہ رات کا اندھیرا (ابھی) بڑھتا ہی جائے گا۔ یہاں تک کہ تاریکی شب جاتی رہے گی۔ اور طلوع فجر ہوگا۔ صبح صادق نمودار ہوگی۔ اس وقت دن اپنی روشنی کو پھیلائے گا اور تو خواہ اسے طلب کرے یا نہ کرے اور تو اس کو چاہے یا نہ چاہے (وہ ضرور آئے گا) اس وقت (یعنی دن ہو جانے کے بعد) اگر تو رات کی واپسی کا خواستگار ہوگا تو بھی تیری دعا قبول نہیں ہوگی اور تیرے لئے رات (قبل از وقت) نہیں آجائے گی۔ اگر تو کسی چیز کو بے وقت طلب کرے گا تو وہ نہیں ملے گی اور تجھے افسوس، مایوسی، ناخوشی اور شرمندگی ہوگی۔ پس ایسی سب آرزوؤں کو چھوڑ دے اور اللہ کی مرضی پر چل اس سے نیک گمان رکھ اور بلا شکوہ وشکایت صبر کر۔

جو چیز تیری تقدیر میں ہے وہ تجھ سے نہیں چھنی جائے گی اور جو چیز تیری تقدیر میں نہیں ہے وہ تجھے نہیں دی جائے گی۔ جو بہ نظر طاعت وعبادت اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تعمیل میں کہ: اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ "یعنی اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل طلب کرو" نیز دوسری آیتوں و احادیث کے مضمون کے مطابق گڑگڑا کر دعا مانگتا ہے تو وہ تیری دعا کی اجابت وقبولیت اس وقت فرماتا ہے جبکہ اس کا مقررہ وقت آجائے۔ یہ وقت وہ ہوتا ہے جبکہ وہ ارادہ کرے۔ نہ کہ تو چاہے۔ اور تیری دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائی ہو یا قضا وقدر میں یہی وقت قبولیت دعا کا مقرر ہوا اور وہ ساعت آجائے۔

پس تو خدا پر دعا کی قبولیت میں تاخیر کی تہمت نہ رکھ اور دعا کرنے سے عاجز نہ ہو، کیونکہ اگر تو نے (دعا سے) نفع حاصل نہ کیا تو نقصان بھی نہ پایا۔ اگر تیری دعا اللہ نے قبول نہ فرمائی تو اس کا ثواب آخرت میں ضرور دے گا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ "بندہ اپنے نامہ اعمال میں قیامت کے دن ایسی نیکیاں دیکھے گا کہ انہیں شناخت نہ کر سکے گا"۔ پھر اسے کہا جائے گا کہ "یہ نیکیاں تیرے ان سوالوں کے بدلہ میں ہیں (جو تو نے دنیا میں کئے تھے) اور دنیا میں ان کا پورا ہونا مقدر نہیں کیا گیا تھا" یا جیسا کہ وارد ہوا ہے کہ "دعا مانگنے میں کم سے کم یہ بات تو ہے کہ تو اپنے رب کو یاد تو کر رہا ہے، اور اس کو یکتا جان کر اسی سے مانگ رہا ہے۔ اس کے غیر سے نہیں مانگتا اور اس کے غیر کے پاس اپنی حاجت نہیں لے جاتا" پس رات ہو یا دن تندرستی ہو یا بیماری، محنت (وزحمت ہو) یا نعمت تنگی ہو یا فراخی، ہر زمانہ میں تیرے لئے دو صورتیں ہوں گی۔ کہ یا تو تو دعا وسوال کرنے سے رک جائے گا، اور قضاء الٰہی پر راضی اور اللہ عزوجل کے فعل پر سر تسلیم خم کر کے ایسا بے دست وپا ہو جائے گا جیسا مردہ نہلانے والے کے ہاتھ میں اور دودھ پیتا بچہ دایہ کے ہاتھ میں اور چوگان کھیلتے وقت گیند چوگان سوار کے سامنے ہوتی ہے۔

بس اس حال میں "تقدیر" جس طرح چاہے گی، تجھے الٹ پلٹ کرے گی۔ اگر نعمت مقدر ہے تو تیرا کام ثناء اور شکر کرنا، اور اللہ عزوجل کی طرف سے تجھ پر زیادت عطا (وبخشش) کا فرمانا ہوگا۔ جیسا کہ اس نے فرمایا ہے کہ:

لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ

"یعنی اگر تم شکر کرو گے تو البتہ ہم نعمتیں زیادہ دیں گے اور اگر تیرے لئے سختی مقدر ہے تو پھر (تیرا دعا وسوال سے باز رہنا اور) اس کی توفیق سے بلا پر صبر کرنا اور (ارادہ الٰہیہ کے ساتھ) تیرا موافقت اختیار کرنا مناسب ہے۔ اس (صبر وموافقت) پر ثابت قدم رہنا نصرت الٰہی اور مغفرت ورحمت ربانی کا تیرے شامل حال ہونا خدا ہی کے فضل وکرم سے ہوگا۔ چنانچہ خدائے بزرگ وبرتر کا ارشاد ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ "یعنی اللہ تعالیٰ یقیناً صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے" یعنی صبر کرنے والوں کی مدد کرنا اور انہیں صبر پر قائم اور مضبوط رکھنے میں ان کے ساتھ ہے۔ نیز جیسا کہ اس نے فرمایا ہے کہ: اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ "یعنی اگر تم اللہ کی مدد کرو گے (یعنی اس کی مرضی پر چلو گے تو) اللہ بھی تمہاری مدد کرے گا، اور تمہارے قدموں کو صبر وموافقت میں جمائے رکھے گا"۔ یعنی جب تو اللہ کے فعل پر اعتراض کرنے اور اس سے ناخوش رہنے سے احتراز کر کے اپنی خواہش کی مخالفت کرے گا، اللہ کے لئے تو اپنے نفس کا دشمن، شرک وکفر پر اکساتے وقت شمشیر زن اور اس کا سر جدا کرنے والا ہو گا۔ اس کی قضاء وقدر پر صبر کرے گا۔ اپنے رب کی مرضی پر چلے گا اور اسکے فعل ووعدہ پر دل کو مطمئن رکھے گا تو اس جہاد میں اللہ تیرا معین ومددگار ہو گا۔ اور تجھ پر اللہ کی رحمت کے نزول کے بارے میں بشارت کے طور پر اللہ کا یہی قول کافی ہے کہ:

ترجمہ: "یعنی آپ ان صبر کرنے والوں کو بشارت دے دیجئے کہ جب ان پر کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں یہی لوگ ہیں کہ جن پر ان کے رب کی طرف سے رحمت نازل ہوتی ہے۔ اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر ہفتہ میں قرآن کا ختم کر لیا کر۔ اس سے زیادہ مت پڑھ۔ (الترغیب والترہیب)

دینداری کو اصل سرمایہ اور دنیاداری کو نفع ٹھہرانے کی تاکید

فرمایا: آخرت کے کاموں کو اپنا سرمایہ بنا اور (کارِ) دنیا کو اس کا ''نفع'' پہلے تو اپنے وقت کو آخرت کے حاصل کرنے میں صرف کر۔ پھر اگر تیرے پاس کچھ وقت بچے تو اسے طلب دنیا اور فکر معاش میں صرف کر۔ دنیا کو اپنا سرمایہ اور آخرت کو اس کا نفع نہ بنا۔ اور پھر (یہ مت کر کہ اگر (دنیاوی مصروفیت کے بعد) کچھ وقت بچے تو اسے کارِ آخرت میں صرف کیا جائے اور (کارِ آخرت بھی اس بے توجہی سے کہ) نماز پنجگانہ کو اس کار دنیا سے بچے کھچے وقت میں اس طرح ادا کرے کہ ارکان نماز بھی پورے ادا نہ ہوں اور واجبات (ناہموار اور) ایک دوسرے سے مختلف، اور ارکان رکوع وسجود بلا طمانیت قلب کے ہوں۔ اور ان میں کسلمندی اور سستی پائی جائے۔ اور پھر (اس سے ترقی کر کے) نمازوں کو (قوت ٹل جانے کے بعد) ادا کئے بغیر رات کو (مردہ کی طرح پڑ کر) سو جائے۔ اور دن میں نفس وہوا اور شیطان کی تابع داری میں بے کار گزار کر دنیا کے عوض آخرت کو فروخت کرے اور نفس کا بندہ اور اس کے لئے سواری بن جائے۔ حالانکہ نفس کو مغلوب کرنے اس پر سوار رہنے اور اسے تہذیب سکھانے اور ریاضت ومشقت میں ڈال کر اسے سلامتی کے راستوں میں چلانے کا تجھے حکم دیا گیا ہے۔ یہی (راہیں) آخرت اور خدا کی اطاعت کی راہیں ہیں۔ جو اس نفس کا مولیٰ ہے۔ مگر تو نے نفس کا کہنا مان کر خود اس پر ظلم کیا ہے اور اس کی باگ خود اسی کے ہاتھ میں دے دی، اور لذت وشہوات میں اس کے کہنے پر چلا اور اس نے اس کے شیطان اور خواہشات نفس نے تجھ سے جو کہا تو نے وہ کیا (نتیجہ یہ ہوا کہ) تجھ سے دنیا اور آخرت کی بھلائی جاتی رہی اور تو نے اپنے دین ودنیا دونوں کا نقصان کیا۔ پھر تو قیامت میں (عمل خیر میں) زیادہ مفلس اور دین میں اور لوگوں سے زیادہ خسارہ اور نقصان میں رہے گا حالانکہ تو نے دنیا میں (باوجود) پیروی نفس کے اپنے مقسوم اور نصیبہ سے زیادہ حاصل نہیں کیا۔

حسد کی برائی

فرمایا: اے مومن! میں کیوں تجھے اپنے پڑوسی پر حسد کرنے والا دیکھتا ہوں، تو اس کے کھانے پر، اس کے پینے اور پہننے پر، اور اس کے نکاح کرنے اور اس کی جائے سکونت پر حسد کرتا ہے نیز اس کی مالداری، مولیٰ کی دی ہوئی نعمتوں اور جو کچھ اس کی قسمت میں مولا نے عطاء فرمایا ہے اس سے متمتع ہونے اور تصرف کرنے پر حسد کرتا ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ حسد ان چیزوں میں سے ہے جو تیرے ایمان کو ضعیف کر دیں گی۔ تجھے مولا کی نظر رحمت سے گرا دیں گی۔ اور تجھے اس کا دشمن اور مخالف بنا دیں گی۔ کیا تو نے یہ حدیث قدسی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے نہیں سنی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حسد کرنے والے میری نعمت کے دشمن ہیں''۔ اور کیا تو نے یہ ارشاد نبوی نہیں سنا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے''

پھر تو اے مسکین! (اپنے ہمسایہ کی) کس چیز پر حسد کرتا ہے۔ آیا اس کی قسمت پر جو اسے ملی ہے یا اپنی قسمت پر؟ اگر تو اس کی قسمت پر حسد کرتا ہے تو خدا نے اسے عطاء کی ہے، جیسا کہ خود اللہ عزوجل کے اس قول میں ہے کہ:

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

''یعنی ہم نے ان کے اسباب معیشت کو حیات دنیا ہی میں ان پر تقسیم کر دیا ہے''۔ تو یاد رکھ کہ تو اس شخص پر ظلم کرتا ہے جو اپنے مولیٰ کی ایسی نعمتوں سے متمتع ہو رہا ہے جو اپنے فضل سے اس نے عطاء فرمائی ہیں۔ اور اس کے لئے مقدر کیں ہیں۔ اور کسی دوسرے کا ان میں کوئی حصہ نہیں رکھا۔ پھر اس حسد کرنے میں تجھ سے اور کون زیادہ ظالم، زیادہ بخیل، زیادہ احمق اور کم عقل ہوگا؟ اور اگر تو اپنے نصیب پر حسد کرتا ہے کہ دوسرے کو جو ملا ہے وہ میرے حصہ میں سے ملا ہے تو بے شک تو نے نہایت درجہ کی نادانی کی۔ کیونکہ تیرا نصیب تیرے غیر کو ہرگز نہ دیا جائے گا۔ اور نہ وہ تجھ سے تیرے غیر کی طرف منتقل ہوگا۔ ماشاء اللہ! اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَ مَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ''یعنی میرے یہاں حکم نہیں بدلتا، اور نہ میں اپنے بندوں پر ظلم کرتا ہوں''۔ بے شک اللہ تجھ پر کبھی ظلم نہیں کرے گا اور نہ تجھ سے اس چیز کو چھین لے گا جو تجھے عطاء فرمائی اور تیرے لئے مقدر کی ہے اور وہ نہ تیرے غیر کو دے گا۔

پس تیرا (کسی پر حسد کرنا) تیری نادانی اور اپنے بھائی پر ظلم کرنا۔ اپنے بھائی پر حسد کرنے سے زیادہ سزاوار (لائق) یہ ہے کہ تو زمین پر حسد کرے جس میں کانیں، خزانے، انواع طلا ونقرہ اور جواہرات جن کو قوم عاد وثمود کے اگلے بادشاہوں (فارس کے) کسریٰ اور (روم کے) قیصر نے جمع کیا تھا مدفون ہیں۔ تیری مثال تو ایسی ہے کہ ایک شخص نے ایک بادشاہ کو اس کی شوکت وحشمت اور لشکروں کے ساتھ دیکھا، لوگ اس کے حضور میں زمین کا خراج (ومحاصل) لاتے اور جمع کرتے ہیں۔ بادشاہ کو طرح طرح کی نعمتوں ولذات وشہوات کے ساتھ ناز ونعم میں پرورش پاتے دیکھا۔ بادشاہ کو ایسی حالت میں دیکھ کر اس شخص نے اس پر تو حسد نہیں کیا لیکن اس نے ایک جنگلی کتے پر حسد کیا جو اس بادشاہ کے کتوں میں سے ایک کتے کی خدمت کرتا ہے۔ اور اس کے سامنے کھڑا رہتا اس کے ساتھ شب گزارتا اور صبح کرتا ہے۔ پھر شاہی مطبخ سے شاہی کتے کا جھوٹا بچا ہوا خراب کھانا اس (جنگلی)

کتے کو دیا جاتا ہے جسے وہ باندازہ کفایت کھالیتا ہے۔ پھر یہ شخص اس جنگلی کتے پر حسد کرنے اور اسے دشمن سمجھنے لگا اور اس کے مرنے اور ہلاک ہونے کا خواہشمند ہوا مگر زہد اور دین اور قناعت کی جہت سے نہیں (بلکہ) نفس کی کمینگی اور کم ظرفی کے سبب۔ اس (جنگلی) کتے کی جگہ پر فائز ہونے اس کا جانشین ہونے، شاہی کتے کا جھوٹا کھانے کی آرزو کرنے لگا۔ پس کیا زمانہ میں اس (شخص) سے زیادہ احمق، نادان اور جاہل کوئی اور شخص ہوگا؟

اے مسکین! کاش تو جان لے کہ تیرا پڑوسی کل قیامت کے دن عنقریب درازی حساب کے باعث کس حالت کو پہنچے گا؟ یعنی اگر اس نے اللہ کی دی ہوئی نعمت سے متمتع ہونے پر اس کی اطاعت نہیں کی، اس کا حق ادا نہیں کیا، اس کا حکم بجا نہ لایا، اس کی نعمت سے متمتع ہونے اور فائدہ اٹھانے میں اس سے باز نہ رہا جس سے منعم نے منع کیا تھا، خدا کی طاعت وعبادت میں (ان نعمتوں سے) مدد نہ لی تو قیامت کے دن اس کی حالت یہ ہوگی کہ وہ آرزو کرے گا، کاش کہ ان نعمتوں میں سے اسے دنیا میں بھی کچھ نہ دیا جاتا اور کسی دن بھی وہ ان نعمتوں کو نہ دیکھتا۔ کیا تو نے یہ قول مبارک جو حدیث میں وارد ہے نہیں سنا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "مصیبتوں والوں کے ثواب کو دیکھ۔ بہت سے لوگ قیامت کے دن یہ آرزو کریں گے کہ کاش ان کا جسم دنیا میں چھریوں سے کاٹا جاتا" (اور اس کے بدلہ آخرت کی نعمت ملتی) یہ (نازونعمت والا) پڑوسی کل قیامت کے دن درازی حساب، دوسرے جھگڑوں اور دنیا میں نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کے سبب قیامت کے دن پچاس ہزار برس آفتاب کی گرمی میں کھڑا رہے گا اور یہ آرزو کرتا ہوگا کہ وہ دنیا میں تیری جگہ مصیبت کا مارا ہوتا۔ تیرا حال یہ ہوگا کہ اس دن ان تکالیف و آفات سے دور عرش کے سایہ میں کھاتا پیتا نازونعمت یافتہ، آسودہ جاں، فرحان وشاداں ہوگا۔ دنیا کے شدائد، تنگی، آفات اور محتاجی پر صبر کرنے اور اپنی قسمت پر حال میں راضی رہنے سے اور جن امور کا اللہ تعالیٰ نے اپنی مصلحت سے تیرے لئے حکم دیا تھا۔ مثلاً تیری ذلت رہے تیرے غیر کو عزت ملے، تجھے تنگی غیر کو فراخی، تجھے بیماری، غیر کو تندرستی، تیرے لئے محتاجیاں اور غیر کے لئے تونگری ان سب حالتوں میں تو اپنے پروردگار کی مرضی پر راضی رہا اس لئے آخرت میں تیرا یہ اکرام ہوا کہ عرش کے سایہ کے نیچے جگہ ملی۔

اللہ ہمیں اور تمہیں ان لوگوں میں سے بنائے جنہوں نے مصیبت پر صبر اور نعمتوں پر شکر کیا اور اپنے تمام امور کو مالک زمین وآسمان پر چھوڑا اور اسی کے سپرد کیا۔

سچائی اور خلوص نیت

فرمایا: جس نے (راہ سلوک میں) اپنے مولیٰ کا کام صدق وخلوص نیت کے ساتھ (بلا آمیزش شرک وریا) کیا۔ وہ صبح ہو یا شام ہر وقت اس کے غیر سے بیزار ومتوحش رہا کرتا ہے۔ لوگو! اس چیز کا (حال ہو یا مقام) دعویٰ نہ کرو جو تمہیں حاصل نہیں ہے خدا کو ایک جانو اور اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔ قضاء وقدر کے تیروں کا نشانہ بن جاؤ۔ (یعنی ہر آزمائش کو خوشی خوشی برداشت کرو) یہ محض خراش کے لئے تم پر آتے ہیں نہ کہ قتل کرنے کے لئے۔ جو شخص خدا کی محبت میں ہلاک ہوتا ہے اس کا اجر وعوض بس خدا ہی کی شان رحم وکرم پر واجب ہو جاتا ہے۔

زیادہ سونے کی برائی

فرمایا: بیداری پر جو ہوشیاری اور آگاہی کا سبب ہے۔ جس کسی نے نیند کو (ترجیح دے کر) اختیار کیا تو اس نے ایک ناقص اور ادنیٰ چیز کو اختیار کیا اور مردوں سے جاملا اور تمام مصالح (خیر) سے غفلت کی اسی لئے کہ "نیند موت کی بہن ہے" اور اسی لئے اللہ کی طرف نیند کی نسبت کانا جائز نہیں۔ کیونکہ وہ ذات پاک تمام نقائص سے دور ہے اور اسی طرح فرشتوں کو نیند نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اللہ عزوجل کے قرب میں ہیں اور اسی طرح اہل جنت بھی، جبکہ وہاں وہ زیادہ بلند مرتبہ پر فائز، زیادہ پاک ونفیس اور زیادہ اعزاز کی جگہوں پر متمکن ہوں گے۔ ان سے نیند دور ہوگی کیونکہ نیند ان کی حالت کے لیئے موجب نقصان ہے۔ پس تمام بھلائیوں سے بہتر بھلائی جاگنے میں ہے۔ اور سب برائیوں سے بدتر برائی سو جانے اور نیک کاموں سے غفلت کرنے میں ہے۔ بس جو اپنی خواہش نفس سے کھائے گا وہ زیادہ کھائے گا یا زیادہ پیئے گا اس لئے وہ زیادہ سوئے گا۔ بہت سی نیکیاں اور بھلائیاں اس سے فوت ہو جائیں گی۔

جس نے حرام کھانا تھوڑی مقدار میں بھی کھایا وہ اس کی طرح ہے جس نے اپنے نفس کے تقاضے سے مباح چیز بہت زیادہ کھالی اس لئے کہ حرام جمال ایمان کو ڈھانپ دیتا اور نورانیت کو تاریک کر دیتا ہے۔ جیسے کہ شراب عقل پر پردہ ڈال دیتی ہے اور اس کو تاریک کر دیتی ہے اور جب ایمان تاریک ہو گیا (اور نورانیت جاتی رہی)۔ تو پھر نہ نماز رہی نہ عبادت نہ اخلاص۔ اور جس نے امر الٰہی کے ساتھ (جسے وہ باطن میں محسوس کرتا ہے) حلال میں سے بہت کھالیا، وہ اس شخص کے مانند ہوگا جس نے تھوڑا حلال کھا کر عبادت میں مسرت، ذوق اور قوت حاصل کی۔ حلال (اگرچہ بہت کھائے) تو وہ نور در نور ہے۔ اور حرام ظلمت در ظلمت ہے۔ حرام میں کوئی نیکی اور بھلائی نہیں۔ نیز یہ یاد رہے کہ بدون امر الٰہی، محض اپنی خواہش نفس سے اکل حلال بھی اکل حرام کی مانند ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ نیند لانے والا ہے پس اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غمناک ہو کر قرآن پڑھا کرو کیونکہ یہ غمناکی کے ساتھ نازل ہوا ہے۔ (مجمع)

اصلاح کا آسان نسخہ

منجملہ ارشادات عالیہ

حکیم الامت مجدد الملۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی

نور اللہ مرقدہٗ

دو رکعت نفل نماز توجہ کی نیت سے پڑھ کر یہ دُعاء مانگو

کہ اے اللہ میں آپ کا سخت نافرمان ہوں، میں فرمانبرداری کا ارادہ کرتا ہوں مگر میرے ارادے سے کچھ نہیں ہوتا اور آپ کے ارادے سے سب کچھ ہوسکتا ہے میں چاہتا ہوں کہ میری اصلاح ہو، مگر ہمت نہیں ہوتی، آپ ہی کے اختیار میں ہے میری اصلاح، اے اللہ میں سخت نالائق ہوں، سخت خبیث ہوں، سخت گنہگار ہوں، میں عاجز ہو رہا ہوں، آپ ہی میری مدد فرمایئے میرا قلب ضعیف ہے، گناہوں سے بچنے کی قوت نہیں۔ آپ ہی قوت دیجئے، میرے پاس کوئی سامان نجات نہیں آپ ہی غیب سے میری نجات کا سامان پیدا کر دیجئے اے اللہ جو گناہ میں نے اب تک کئے ہوں انہیں تو اپنی رحمت سے معاف فرمائیو، گو میں یہ نہیں کہتا کہ آئندہ ان گناہوں کو نہ کروں گا، میں جانتا ہوں کہ آئندہ پھر کروں گا لیکن معاف کرالوں گا۔

غرض اسی طرح روزانہ اپنے گناہوں کی معافی اور عجز کا اقرار اور اپنی اصلاح کی دُعاء اور اپنی نالائق کو خوب اپنی زبان سے کہلیا کرو، صرف دس منٹ روزانہ یہ کام کرلیا کرو لو بھئی دوا بھی مت پیو، بد پرہیزی بھی مت چھوڑو، صرف اس تھوڑے سے نمک کا استعمال سوتے وقت کیا کرو، آپ دیکھیں گے کہ کچھ دن بعد غیب سے ایسا سامان ہوگا کہ ہمت بھی قوت ہو جائے گی، شان میں بھی بٹہ نہ لگے گا دشواریاں بھی پیش نہ آئیں گی۔ غرض غیب سے ایسا سامان ہو جاوے گا کہ آپ کے ذہن میں بھی نہیں ہے۔

باب۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

روزمرہ کی سنتیں

نیت سفر: جب تجارت کا سفر ہو حلال کما کر اپنے مستحق لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنا اور رقم بچ جائے جمع کرلوں گا۔

دن: جمعرات یا ہفتہ کا دن۔ جمعہ نماز سے قبل سفر نہ کرے مگر جائز ہے۔ اذان جمع کے بعد بغیر جمعہ پڑھے سفر حرام۔ علی الصبح سفر...... حضور نے دعا فرمائی ہے۔ (ترمذی)

رفیق سفر: ایک تلاش کرے۔ طویل سفر کے لئے چار رفیق ہونے زیادہ بہتر ہیں۔ (عن ابی عباس)

امیر: ایک مقرر کر کے اختلاف میں اس کے فیصلہ پر عمل کریں۔ اگرچہ خلاف طبع ہو۔ (ابوداؤد)

سامان: سامان سفر ضروری ساتھ رکھے۔ سرمہ، کنگھا، مسواک، قینچی، سنت۔

استخارہ: فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو استخارہ کر کے کام کرتا ہے نا کام نہیں ہوتا۔

رخصت: مقامی دوستوں اعزہ اقرباء سے رخصت ہو (ابن ماجہ) اور مسنونہ دعائیں پڑھے۔ منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل سفر سے اچانک رات کو گھر پہنچ جائے۔ مجبوراً جائز۔

گھر داخل ہو: دعا تو بہ کرتے ہیں تو بہ کرتے ہیں۔ اور اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہیں ہم پر کوئی گناہ نہ چھوڑے گا۔

ریل یا جہاز: حق سے تجاوز کرنا گندگی پھیلانا۔ ہمسفروں کی ایذاء رسانی پر لعنت فرمائی ہے۔ ریل میں نماز کھڑے ہو کر پڑھے۔ بلا عذر شرعی بیٹھ کر نماز نہ ہوگی۔

ریل کے سفر میں بھی قبلہ: سمت معلوم کرنا ضروری ہے ورنہ نماز نہ ہوگی۔ اگر ریل مڑ جائے نمازی بھی رخ ٹھیک کرتا چلا جائے۔ اگر صحیح معلوم نہ ہو تو اٹکل سے مقرر کر کے پڑھے۔ حتی المقدور کھڑی گاڑی میں یا پلیٹ فارم پر نماز پڑھے۔

تیمم: ریل کے تختہ اور گدوں پر جمے ہوئے گرد و غبار پر تیمم جائز ہے۔

ٹکٹ پر اعلیٰ درجہ میں سفر جائز نہیں۔ جس قدر سفر بے ٹکٹ کیا اتنا ٹکٹ خرید کر ضائع کر دینا چاہیے۔ ریل ملازم بلا ٹکٹ کسی کو سفر نہیں کرا سکتے۔ البتہ جس کے نام کا پاس ہو وہ سفر کرے۔ جب تک گاڑی میں سیٹ ہو مسافروں کو آنے سے نہ روکے۔ اگر کسی نے اپنے حق سے زیادہ جگہ روک رکھی ہو تو کم کر دینا درست ہے۔ مزدوری طے نہ کیا ہو تو حسب دستور دے دو۔ طے کرنے کے بعد زیادہ دینا ثواب ہے۔

خانہ بدوش مسافر نہیں بنتے البتہ اگر یکدم ۴۸ میل سفر پر نکلیں تو مسافر افسر یا امیر کے ساتھ ماتحت لوگ امیر کے ارادہ پر مقیم یا مسافر تصور ہوں گے۔ شرعاً آدمی کا گھر وہی ہے جہاں ان کے بیوی بچے مقیم ہوں یا وہ جگہ جہاں پندرہ دن سے زیادہ قیام کا ارادہ کرلیا اور وہ ٹھہرنے کی جگہ ہو۔ جنگل یا کشتی نہ ہو تو مقیم تصور ہو۔ پوری نماز ادا کرے گا ورنہ سفر کی حالت میں فرض ۴ رکعت والے دو رکعت ادا کرے گا

ہوائی سفر میں نماز قضا ہونے کا ڈر ہو تو جہاز میں پڑھ لے کھڑا نہ ہو سکے تو بیٹھ کر بھی جائز۔ اگر کسی طرح بیٹھ نہ سکے تو لیٹ کر پڑھے۔

سنت کے کاموں کی تفصیل

سنت سلام: سلام کرنا نہایت بڑی سنت ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بہت تاکید فرمائی ہے۔ ہر مسلمان شخص کو سلام کرنا چاہیے اگرچہ اس کو پہچانتا نہ ہو۔ کیونکہ سلام کرنا اسلام کا حق ہے۔ اور یہ کسی کے جاننے اور شناسائی پر موقوف نہیں ہے۔

سنت چھینک: جب چھینک آئے تو الحمدللہ کہنا چاہیے۔

سنت جواب: جب تم سنو کہ کسی نے چھینک کے بعد الحمدللہ کہا ہے تو تم جواب میں یرحمک اللہ ضرور کہو اور اس کا بطور خاص خیال رکھو۔ کیونکہ یہ بھی اسلام کا حق ہے۔

سنت اطفال: سنت ہے کہ لڑکوں پر بھی سلام کرے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لڑکوں پر گزرے تو سلام کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکوں پر۔ یہ حدیث بخاری و مسلم شریف میں موجود ہے۔

سنت رخصت: یہ ہے کہ جب لوگوں سے رخصت ہو تو بھی سلام کرو ان پر۔ سنت مصافحہ اور سنت ہے کہ مسلمان بھائی سے ملتے وقت مصافحہ کرے اور مرد سے مرد مصافحہ کرے اور عورت سے عورت۔ لیکن یہ جائز نہیں کہ عورت مرد سے مصافحہ کرے۔

سنت تعظیم: جو کوئی بڑا شخص جس کو دین کی عزت حاصل ہو تمہارے پاس آوے تو بہتر ہے کہ اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ لیکن خود لوگوں کو یہ پسند نہ کرنا چاہیے کہ لوگ اس کے لئے کھڑے ہوں۔

سنت مجلس: جب کسی مجلس میں پہنچو تو جس جگہ موقع مل جائے وہیں بیٹھ جاؤ اور یہ مکروہ ہے کہ دوسروں کو اٹھا کر تم وہاں بیٹھ جاؤ۔

سنت وسعت: جب کوئی شخص آئے اور جگہ نہ ہو تو لوگوں کو چاہیے کہ ذرا مل کر بیٹھ جائیں اور آنے والے مومن کے لئے وسعت کر دیں۔

سنت اجازت: اور سنت ہے کہ جب کسی کے مکان میں داخل ہو تو اول اجازت لے کر داخل ہو۔

سنت جمائی: جب جمائی یا انگڑائی آئے تو چاہیے کہ منہ کو بند کرے اور منہ کھولے نہیں اور اگر منہ بند نہ کر سکے تو منہ پر ہاتھ رکھ لے۔

سنت نام: سنت ہے کہ اپنی اولاد کا نام عبداللہ و عبدالرحمٰن رکھے اس لئے کہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب تر نام عبداللہ و عبدالرحمٰن ہیں۔

بیماری وغیرہ کی سنتیں

سنت عیادت: یعنی بیمار پرسی کی سنت یہ ہے کہ بیمار کی مزاج پرسی کو جائے۔

سنت واپسی: یہ ہے کہ بیمار کی عیادت کے بعد جلدی واپس آ جائے۔ بیمار کے پاس سے تا کہ تمہارے بیٹھنے سے وہ رنجیدہ نہ ہو اور اس کے گھر والوں کے کام میں خلل نہ پڑے۔

سنت تسلی: بیمار کی ہر طرح تشفی کرنی مسنون ہے۔ اس سے کہیے کہ انشاء اللہ تعالیٰ تم اچھے ہو جاؤ گے۔ اور اللہ تعالیٰ کی بڑی قدرت ہے۔ غرض اس سے ڈرانے والی بات نہ کرے۔

ہدایت: رات کو بیمار پرسی جائز ہے۔ جو لوگ منحوس سمجھتے ہیں غلط ہے۔ اسی طرح جب بیمار کی خبر سنو اس وقت سے جب چاہے بیمار کی عیادت کر آئے یہ ضروری نہیں ہے کہ تین روز بیمار رہنے کے بعد عیادت کرے۔ بلکہ جب چاہے کر آئے۔

سنت دوا: بیماری میں علاج اور دوا کرنا مسنون ہے۔ لیکن نظر رکھے اللہ تعالیٰ پر۔

سنت کلونجی: کلونجی اور شہد سے علاج و دوا کرنا سنت ہے۔ کیونکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ان دونوں چیزوں میں اللہ تعالیٰ نے شفا رکھی ہے اور ان کی تعریف میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔

سنت فال: سنت یہ ہے کہ جب کسی کا عمدہ نام سنو تو اسے اپنے مدعا کے مناسب اور بہتر سمجھ کر خوش ہو جاؤ۔ یہی فال ہے۔ بدفال لینا سخت منع ہے۔ مثلاً سفر میں جاتے وقت گیدڑ راستے سے ہو کر گزر جائے تو لوگ اس دن کو چھوڑ دیتے ہیں پھر کسی دن سفر کرتے ہیں۔ مثلاً صبح کو بندر کا نام نہیں لیتے ان کو برائی کا باعث سمجھتے ہیں یہ سب منع ہے اور بہت برا ہے۔ کسی آدمی کو منحوس سمجھنا اور یہ بھی غلطی ہے کہ فلاں مکان کی وجہ سے ہم کو مرض آیا یا نقصان ہوا۔

سنت موت: سنت یہ ہے کہ میت کے دفن میں جلدی کی جائے۔ سنت قبر یہ ہے کہ قبر پر پانی ڈالیں اور قبر بہت اونچی نہ بنائیں اور پختہ قبر نہ بنائیں۔

سنت طعام: سنت یہ ہے کہ میت کے رشتے داروں کو کھانا دیا جائے۔ لیکن یہ خیال رہے کہ تمام برادری اور رشتہ داروں کو کھلانا جائز نہیں۔ بلکہ وہی لوگ کھاویں جو کھانے میں میت والوں کے شریک ہیں۔ اور کھانے میں ناموری و دکھلاوا جائز نہیں۔ بلکہ جو کچھ موجود ہو وہی دیا جائے۔ یہ سنت کی وہ باتیں ہیں جن پر عمل کرنے سے آدمی نجات پاتا ہے۔ اور محبوب ہوتا ہے اللہ کی طرف۔

صبح کو جاگنے اور کام میں لگنے کی سنتیں

سنت ۱: جب صبح کو جاگو تو تین دفع الحمد للہ کہو اور کلمہ شریف اور یہ دعا پڑھو۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ رَدَّ عَلَیَّ رُوْحِیْ وَلَمْ یُمْسِکْهَا فِیْ مَنَامِیْ

سنت ۲: برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے ہاتھ کو خوب تین دفعہ دھولو۔

سنت ۳: اگر فرصت ہو تو صبح کی نماز کے بعد سورج ایک بانس ہونے تک بیٹھا رہے اور خدا تعالیٰ کا ذکر کرتا رہے۔ پھر دو یا چار رکعت نماز نفل پڑھ کر اٹھے۔ انشاء اللہ ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب پائے گا۔

سنت ۴: اور پھر کسی حلال روزی کے شغل میں لگ جائے اور تمام دن وقت پر نمازیں ادا کرتا رہے تو یہ پورا دن عبادت میں لکھا جائے گا۔

سنت ۵: جس شخص کو اللہ تعالیٰ فرصت دے اس کو چاہیے کہ دوپہر کو تھوڑی دیر لیٹ جائے یہ ضروری نہیں کہ سوئے بلکہ لیٹ جانا کافی ہے اگرچہ نیند نہ آوے۔

رات کی سنتیں

سنت اطفال: جب شام ہو جاوے اس وقت سے بچوں کو روک لو یعنی گھر سے باہر نہ نکلنے دو اس لئے کہ حدیث شریف میں ہے کہ رات کے وقت شیطان کا لشکر پھیلتا ہے۔

سنت مکان: جب رات کو عشاء کے بعد گھر میں آؤ تو گھر کا دروازہ زنجیر سے بند کر لو۔

سنت گفتگو: عشاء کے بعد طرح طرح کے قصے کہانیاں مت کہو کہیں ایسا نہ ہو کہ صبح کی نماز قضا ہو جائے۔ بلکہ سو جانا چاہیے البتہ اگر کوئی شخص بعد عشاء نصیحت کی باتیں سنائے یا نیک لوگوں یعنی انبیاء، اولیاء کا ذکر سنائے یا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک وہ شخص جس کے سینے میں قرآن مجید کا کوئی حصہ بھی نہیں ہے وہ ویران گھر کی مثل ہے۔" (ترمذی)

کوئی پیشہ والا شخص اپنا کام کرے تو کوئی حرج نہیں۔

سنت چراغ: جب رات کو سونے لگو تو چراغ یا لالٹین یا بجلی بند کر دو کیونکہ اس میں بڑا اندیشہ ہے دیکھو اس طرح سنت کا ثواب بھی ہوگا اور حفاظت بھی رہے گی۔ اسی طرح چولہے میں جو آگ ہو اس کو یا تو بجھا دو یا راکھ وغیرہ سے دبا دو۔ کھلی نہ چھوڑو۔

فائدہ: حقہ پینا تمام علماء کے نزدیک مکروہ ہے۔ کیونکہ منہ میں بدبو پیدا کرتا ہے اس لئے بہتر ہے اس کا پینا چھوڑ دیا جائے اور اگر کسی مجبوری کی وجہ سے چھوڑ نہیں سکتے تو چاہیے کہ حقہ کو تازہ کرتے رہیں اور پانی تبدیل کر کے دھوتے رہیں کئی بار تا کہ پانی نجس نہ ہو۔ نجس اور گندے حقے کا پینا حرام ہے۔ دوسری بات یہ ضروری ہے کہ سونے کے وقت حقہ اپنے سے دور رکھیں اور مسواک کریں اور منہ دھو کر سوئیں۔ حقہ پیتے ہوئے نہ سوئیں کیونکہ اس میں جان کا بھی نقصان ہے اور دین کا بھی۔ کیا تم نے ان لوگوں کا حال نہیں سنا جو جل گئے اسی حقے کے شوق میں۔ اور یاد رکھو کہ یہ بات بہت کام کی ہے اور غفلت کو چھوڑ دو۔

سنت برتن: سونے سے پہلے تمام برتنوں کو ڈھانپ دو اور کوئی برتن کھلا نہ رہنے دو کیونکہ اس سے وبا کا اثر ہوتا ہے اور شیطان راہ پاتا ہے اور یاد رکھو کہ اگر چھپانے اور ڈھانپنے کے لئے کچھ بھی نہ ملے تو کوئی لکڑی ہی لے لو اور بسم اللہ کہہ کر برتن پر رکھ دو۔ کیونکہ فرمان واجب اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے یہی کافی ہے۔

سنت بستر: اگر سونے سے پہلے بستر کو کپڑے اور تہبند کے کنارے سے جھاڑ و تو بہت ثواب پاؤ کیونکہ یہ حدیث کا مضمون اور سنت کا طریقہ ہے (فدا ہو ہمارا جان اور مال سنت کے طریقہ پر) اے اللہ ہمیں سنت کے طریقہ پر زندہ رکھ اور سنت کے طریقے پر موت دے اور ہم کو نیک کاموں کے ساتھ اٹھا۔

سنت خواب: جب تم سونے کا ارادہ کرو تو کچھ قرآن پاک کی صورتیں پڑھو۔ مثلاً آیۃ الکرسی چاروں قل، الحمد شریف، درود شریف اور تم سے زیادہ نہ ہو سکے تو ایک دو سورتیں ضرور پڑھو۔ یہ دنیا اور آخرت کی نیک بختی کا سبب ہے۔ اگر خواب میں کوئی بات نظر آوے تو اعوذ باللہ پڑھو اور کروٹ بدل لو۔ اور اگر کسی کو خواب میں ڈر جانے کا مفصل حال دیکھنا ہو تو ہمارا رسالہ تعبیر صادق یعنی خواب نامہ حدیث شریف ملاحظہ کرے۔ کہ اس میں بہت سے فوائد حاصل ہوں گے۔ اور بہتر ہے کہ پہلے آمنت باللہ اور کلمہ شریف پڑھے اور باوضو ہو کر سووے۔

کھانے اور پینے کی سنتیں

سنت ید: یعنی کھانے سے پہلے ہاتھ کا دھونا بہت ثواب کا سبب ہے۔ اور سنت ہے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونا مستحب یا مسنون ہے۔

سنت دستر خوان: سنت ہے کہ کوئی دستر خوان کپڑے یا چمڑے کا بچھا کر کھائے۔ اور اگر چمڑے کا دستر خوان ہو تو بہت ہی عمدہ اور مسنون ہے۔

سنت بسم اللہ: یہ بہت بڑی اور ضروری سنت ہے۔ اگر بسم اللہ کہہ کر نہ کھایا جائے تو شیطان شریک ہو جاتا ہے۔ اور کھانا بے برکت ہو جاتا ہے۔ اگر شروع میں بسم اللہ کہنا یاد نہ رہے تو جس وقت یاد آ جائے تو اسی وقت کہے تا کہ کھانے میں برکت ہو۔

سنت شریک: اگر کئی آدمی ساتھ کھانے والے ہوں تو لازمی ہے کہ ہر ایک اپنے آگے سے کھائے۔ اور اگر کھانے کی کئی قسم کی چیزیں ملی ہوئیں ہیں تو جائز ہے کہ جس طرف سے چاہے کھاوے۔ اور جو شخص تنہا کھاتا ہے تو اس کے لئے بھی یہی سنت ہے کہ بیچ میں سے نہ کھائے۔ اس لئے کہ بیچ میں برکت نازل ہوتی ہے۔

سنت جلوس: بیٹھنے کی سنت یہ ہے کہ دونوں گھٹنے کھڑے کر کے بیٹھے۔ یعنی اکڑو بیٹھ کر کھانا کھاوے۔ یا ایک پاؤں بچھائے رکھے اور ایک کو کھڑا رکھے۔ اور کھانے کے لئے مربع بیٹھنا یعنی چوک ماڑ کر بھی بلا ضرورت نہ کھانا چاہیے۔ کذا فی الاربعین۔

سنت ہاتھ: کھانے پینے کے لئے داہنا ہاتھ لگانا چاہیے۔ اور اگر دوسرے ہاتھ سے کھانے کی عادت پڑ گئی ہو تو اس کو چھوڑ دے۔ اور داہنے ہاتھ سے کھانا شروع کر دے اور کھانے کے بعد چاہیے کہ جو کچھ دانہ گرا ہو اس کو اٹھا کر کھالے اور اپنی انگلیاں چاٹ لے کہ اس میں بڑا ثواب ہے۔

سنت لقمہ: اگر کسی کے پاس سے اس کا لقمہ گر گیا ہو تو اس کو اٹھا کر کھا لے اور اس کو شیطان کے لئے نہ چھوڑے۔

سنت سرکہ: جس گھر میں ہو وہ سالن کا محتاج نہیں۔ سرکہ کھانا سنت ہے۔

سنت غلہ: سنت ہے کہ گندم میں کسی قدر جو ملا کر کھائے۔ مثلاً پانچ سیر گندم میں آدھ سیر یا پاؤ سیر جو ملا لے تا کہ سنت کا ثواب حاصل ہو۔

سنت گوشت: گوشت کھانا سنت ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گوشت دنیا اور آخرت کے کھانوں کا سردار ہے۔

سنت برتن: چاہیے کہ برتن کو صاف کرلے اور چاٹ لے اگر اس سنت کو ادا کرے گا تو تہجد کا ثواب پائے گا اور پیالہ اور برتن اس شخص کے لئے مغفرت کی دعا کرے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے قرآن مجید جوانی کی عمر میں پڑھ لیا اللہ تعالیٰ قرآن کو اس کے خون اور گوشت میں پیوست کر دیں گے۔'' (بیہقی)

سنت شکر: اور چاہیئے کہ کھانے کے بعد اول اپنے مولیٰ کا شکر ادا کرے اور کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا ھٰذَا۔

سنت شربت: پینے کی سنت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ میں لے کر پیئے اور ایک سانس میں پیتا ہوا نہ چلا جاوے بلکہ چاہیئے کہ تین سانس میں دم لے کر پیئے اور شکر بجالائے۔

طریقہ: اور چاہیئے کہ کھانے میں عیب نہ نکالے اور برا نہ کہے اگر پسند نہ آوے تو اس کو چھوڑ دے۔ کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی عادت تھی۔

لباس اور کپڑے کی سنتیں

سنت رنگ: ہمارے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سفید کپڑا پسند تھا۔ لیکن آپ سے سیاہ رنگ کا کپڑا پہننا بھی ثابت ہے۔

سنت عمامہ: سیاہ رنگ کا عمامہ یعنی صافہ باندھنا مستحب ہے۔ اور ایک ہاتھ یا اس سے زیادہ مقدار شملہ چھوڑنا مسنون ہے۔

سنت پہننے: سنت ہے کہ جوتا پہلے دائیں پاؤں میں پہنے۔

سنت نیا کپڑا: یعنی نئے کپڑے کی سنت یہ ہے کہ اس کو پہن کر دعا پڑھے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانَا ھٰذَا

سنت تہہ بند: یہ ہے کہ لنگی، تہہ بند یا پائجامہ ٹخنوں کے اوپر رہے۔ نیچے ہرگز نہ لٹکائے۔ اللہ تعالیٰ اس فعل سے نہایت سخت غصہ ہوتے ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تہہ بند یا پائجامہ کو ٹخنے سے نیچے لٹکانے والے پر اللہ تعالیٰ رحمت کی نظر نہ کرے گا۔

سنت ٹوپی: سنت ہے کہ عمامہ اور صافہ کے نیچے ٹوپی رکھے جس نے بغیر ٹوپی کے عمامہ باندھا اس نے سنت کے خلاف عمل کیا۔ اور جس نے بغیر ٹوپی کے اس طرح عمامہ باندھا کہ سر کھلا رہا تو اسکی نماز مکروہ ہوگی۔ اس لئے ان معتبر مسائل کو یاد رکھو کہ دنیا و آخرت میں کام دینے والے ہیں۔

سنت لنگی: کی یہ ہے کہ لنگی اوپر باندھو تہہ بند کے طریقے تا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ادا ہو اور بے حد ثواب حاصل ہو۔ اور پھر تمہارے اور کافروں کے لباس میں بھی فرق رہے۔

سنت تکیہ: یہ کہ اس میں کسی درخت کی چھال بھری ہو۔ اور کھجور کی چھال بھری جائے تو بہت زیادہ بہتر ہے۔

سنت ضروری: عورتوں کے لئے یہ ہے کہ ایسا کپڑا پہنے کہ جس کی آستین ہاتھ تک آجائے۔ اور جو عورتیں ایسا کرتہ پہنتی ہیں کہ اس کی آستین آدھے ہاتھ یعنی کہنی تک ہوتی ہے تو وہ سخت گنہگار ہوتی ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ ایسا اور باریک کپڑا نہ پہنے جس میں سے بدن نظر آئے کیونکہ ایسی عورتیں قیامت کو ایسی حالت میں اٹھائی جائیں گی۔ کہ ان کے لئے نہ لباس ہوگا۔ ہمارے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں یہی مضمون فرمایا ہے۔ اے مسلمانو! ضروری مسائل اپنے گھر میں سب عورتوں کو سنادو۔

سنت انگشتری: مرد کے لئے یہ سنت ہے کہ وہ ساڑھے چار ماشہ چاندی سے زیادہ انگشتری نہ پہنے۔ اور سونے کی انگوٹھی مرد کے لئے بالکل حرام ہے ہرگز نہ پہنے۔ ہم نے بہت سے مردوں کو دیکھا ہے جو بہت زیادہ انگوٹھی پہنتے ہیں۔ بلکہ دو دو تین تین چار چار انگوٹھیاں پہنتے ہیں۔ ایسا ہرگز نہ چاہیئے۔ یہ شعار صرف عورتوں کے لئے زیور زینت ہے۔ مرد کو جائز نہیں ہے کہ ساڑھے چار ماشہ چاندی سے زائد انگوٹھی پہنے۔

سنت بال: جس شخص کے سر پر بال ہوں اس کو چاہیئے کہ بالوں کو دھویا کرے اور کنگھا کرتا رہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ روزانہ سر میں اور داڑھی میں کنگھا نہ کرے۔ بلکہ ایک دن درمیان میں چھوڑ کر تیسرے دن کیا کرے۔

سنت خضاب: چاہیئے کہ جس داڑھی کے بال سفید ہوں وہ مہندی اور تیل کے ساتھ خضاب کرے اور بالکل سیاہ خضاب نہ کرے کہ یہ مکروہ ہے۔

سنت مونچھ و داڑھی: مسنون یہ ہے کہ مونچھ نہ بڑھائی جائے۔ اور داڑھی کو بقدر ایک مٹھی اور اس سے ہرگز کم نہ کرے۔ اور داڑھی کا کٹوانا اور منڈوانا سخت حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو بچائے۔ آمین۔

سنت مہندی: عورتوں کو مہندی لگانا سنت ہے۔ یہ مضمون بہت پختہ اور صحیح حدیث کا ہے۔ جو ابوداؤد شریف میں مذکور ہے۔

سنت سرمہ: عورت اور مرد دونوں کو سرمہ لگانا مسنون ہے۔ رات کو ہر آنکھ میں تین تین سلائی لگائے۔ یہ روایت ترمذی شریف میں ہے۔

سنت حجامت: مسنون یہ ہے کہ یا تو تمام سر پر بال رکھے۔ اور یا پھر تمام سر کے بال مونڈوائے اور تھوڑے بال ایک طرف کے کٹوانا اور ایک طرف کے باقی رکھنا یہ حرام ہے۔ اے مسلمانو! اس سے ضرور بچنا چاہیئے۔

شادی اور نکاح کی سنتیں

سنت نکاح: نکاح کی سنت یہ ہے کہ سادگی کے طریقہ سے ہو اور اس میں زیادہ تکلف اور بہت زیادہ سامان نہیں ہونا چاہیئے۔

سنت یوم: نکاح کیلئے مسنون دن جمعہ کا ہے جو برکت اور بھلائی کا سبب ہے۔

سنت مکان: مسجد میں نکاح کرنا مسنون ہے۔

سنت اعلان: یعنی سنت ہے کہ نکاح کو مشہور کیا جائے اور دف بجایا جائے۔ یعنی ایسا باجا جو ایک طرف سے کھلا ہوا ہو جس کو دف یا ڈھپڑا کہتے ہیں۔

سنت خرمہ: نکاح کے بعد چھوہارے یا کھجور کو لٹانا اور تقسیم کرنا سنت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص محض ثواب کیلئے سات برس اذان دے اس کیلئے دوزخ سے نجات لکھ دی جاتی ہے۔ (مشکوٰۃ)

سنت شب: یہ ہے کہ جب پہلی رات کو اپنی بیوی کے پاس جائے تو اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَھَا وَخَیْرَ مَافِیْھَا وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّھَا وَ شَرِّ مَافِیْھَا

سنت شوال: مسنون اور محبوب طریقہ یہ ہے کہ نکاح ماہ شوال میں کیا جائے کہ برکت کا باعث ہے۔

سنت ولیمہ: مسنون ہے کہ جب پہلی رات اپنی زوجہ کے پاس گذارے تو ولیمہ کرے اور اپنے عزیزوں رشتہ داروں اور دوستوں و مساکین کو کھلاوے اور یہ ضروری نہیں کہ ولیمہ بہت بڑے سامان سے کیا جاوے۔ بلکہ اگر تھوڑا ہی کھانا پکا کر اپنے عزیز رشتہ داروں کو تھوڑا تھوڑا کھلائے تب بھی سنت ادا ہو جائے گی اور سب سے خراب ولیمہ وہ ہے جس میں مالدار اور دنیا دار لوگ بلائے جائیں اور مسکین غریب اور دیندار نہ بلائے جائیں۔ بلکہ نکالے جائیں۔ غریب محتاج، اے بھائیو جب ولیمہ کرو تو اس میں سنت کی نیت رکھو اور اس میں مسکین غریب اور دینداروں کو بلاؤ۔ اور امیروں میں سے جس کو چاہو بلاؤ۔ لیکن غریبوں کو نہ نکالو۔ جو شخص دکھلاوے اور ناموری کے لئے ولیمہ کرتا ہے کہ لوگ اس کی تعریف کریں ایسے شخص کو ولیمہ کا کچھ ثواب نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے غصے کا ڈر ہے۔

سنت دعوت: دعوت کا قبول کرنا سنت ہے لیکن جو شخص حرام مال کھاتا ہو اور رشوت، سود یا بدکاری میں مبتلا ہو اس کی دعوت قبول نہ کرنی چاہیے۔ اور اگر ایک ہی وقت میں دو آدمی دعوت کریں تو اس شخص کی دعوت قبول کرو جس کا مکان اور دروازہ تم سے قریب ہو۔

سفر وغیرہ کی سنتیں

سنت ہمراہی: بہتر اور مسنون یہ ہے کہ دو آدمی سفر میں جاویں۔ تنہا ایک شخص کو سفر میں جانا بہتر نہیں۔ لیکن جبکہ ضرورت ہو تو تنہا شخص بھی سفر کرے تو کچھ اندیشہ نہیں۔ یہ ہمارے فقہاء اور محدثین کا ارشاد ہے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

سنت دن: مسنون ہے کہ جمعرات کو سفر میں جاوے۔ اور یہ بھی مستحب ہے کہ سفر شنبہ یعنی سنیچر کے دن شروع کرے۔

سنت قیام: سفر میں ٹھہرنے کی سنت یہ ہے کہ درمیان راہ میں جس جگہ کے مسافر چلتے ہیں نہ ٹھہرے۔ بلکہ ایک طرف ہٹ کر ٹھہرے۔

سنت واپسی: ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب سفر میں ضرورت پوری ہو جائے تو پھر نہ ٹھہرے بلکہ واپس چلا آئے۔ باہر سفر میں بلاضرورت ٹھہرنا اچھا نہیں۔

سنت مکان: اگر کسی دور سفر میں گیا ہوا تھا۔ اور کافی روز گزرنے کے بعد آیا تو سنت یہ ہے کہ اچانک گھر میں داخل نہ ہو بلکہ پہلے اپنے آنے کی خبر دے پھر کچھ دیر بعد گھر میں جاوے۔ اسی طرح اگر زیادہ رات گذرنے پر آیا ہے تو اسی وقت گھر نہ جاوے بلکہ ٹھہر جائے اور صبح کو خبر ہونے کے بعد گھر میں داخل ہو۔ لیکن اگر وہ لوگ خبردار ہوں اور تمہارے انتظار میں ہوں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ رات کو ہی گھر میں داخل ہو جاؤ۔ یہ سنت کے وہ زریں طریقے ہیں جن پر عمل کر کے دنیا اور آخرت کی بھلائی حاصل کرو۔

سنت نماز: سنت ہے جب سفر سے واپس لوٹ کر آئے تو گھر میں داخل ہونے سے قبل دو رکعت نماز مسجد میں جا کر پڑھے اور یہ بھی سنت ہے کہ سفر میں کتے اور زنگور یعنی گھنگرو کو ساتھ نہ رکھے ورنہ شیطان پیچھے لگ لیتا ہے۔ اور سفر بے برکت ہو جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”جنب والا (ناپاکی والا) اور حائض (ماہواری والی عورت) قرآن میں سے کچھ بھی نہ پڑھیں۔“ (ترمذی)

باب ۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چہل حدیث

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری امت کے فائدے کے واسطے دین کے کام کی چالیس حدیثیں سنادے گا اور حفظ کرے گا یا لکھ کر شائع کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن عالموں اور شہیدوں کی جماعت میں اُٹھاوے گا اور فرمائے گا کہ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جاؤ۔ اس عظیم الشان ثواب کے لئے سینکڑوں علمائے امت نے اپنے اپنے طرز میں چہل حدیث لکھیں جو مقبول و مفید و عام ہوئیں۔

۲۔ چونکہ آج کل عام طور پر مسلمانوں کے اخلاقی حالت زیادہ تباہ ہوتی جارہی ہے۔ اور بچپن میں تعلیم اخلاق مؤثر بھی زیادہ ہوتی ہے اس لئے اکثر احادیث وہی درج کی ہیں جو اعلیٰ اخلاق اور تہذیب و تمدن کے زریں اصول ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اعمال کا مدار نیت پر ہے

۱۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ (بخاری اور مسلم)

سارے عمل نیت سے ہیں

ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں

۲۔ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ خَمْسٌ رَدُّ السَّلَامِ وَ عِیَادَۃُ الْمَرِیْضِ وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ وَاِجَابَۃُ الدَّعْوَۃِ وَ تَشْمِیْتُ الْعَاطِسِ۔ (بخاری، مسلم، ترغیب)

سلام کا جواب دینا۔ مریض کی مزاج پرسی کرنا، جنازہ کے ساتھ جانا، اس کی دعوت قبول کرنا، چھینک کا جواب یرحمک اللہ کہہ دینا۔

رحم نہ کرنے والے پر وعید:

۳۔ لَا یَرْحَمُ اللّٰہُ مَنْ لَّا یَرْحَمُ النَّاسَ (بخاری و مسلم)

اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہ کرے۔

چغل خوری پر وعید:

۴۔ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ قَتَّاتٌ۔ (بخاری و مسلم)

چغل خور جنت میں نہ جائے گا۔

رشتہ قطع کرنے والے پر وعید:

۵۔ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ قَاطِعٌ (بخاری و مسلم)

رشتہ قطع کرنے والا جنت میں نہ جائے گا

ظلم کی مذمت:

۶۔ اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ (بخاری و مسلم)

ظلم قیامت کے روز اندھیروں کی صورت میں ہوگا۔

ٹخنوں کے ڈھانکنے پر وعید:

۷۔ مَا اَسْفَلَ مِنَ الْکَعْبَیْنِ مِنَ الْاِزَارِ فِی النَّارِ (بخاری و مسلم)

ٹخنوں کا جو حصہ پائجامہ کے نیچے رہے گا وہ جہنم میں جائے گا۔

مسلمان کی علامت

۸۔ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِہٖ وَ یَدِہٖ (بخاری، مسلم)

مسلمان تو وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ کی ایذا سے مسلمان محفوظ رہیں۔

حسن خلق کی فضیلت:

۹۔ مَنْ یُّحْرَمُ الرِّفْقَ یُحْرَمُ الْخَیْرَ کُلَّہٗ

جو شخص نرم عادت سے محروم رہا وہ بھلائی سے محروم رہا۔

پہلوان کون ہے:

۱۰۔ لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرْعَۃِ اِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِیْ یَمْلِکُ نَفْسَہٗ عِنْدَ الْغَضَبِ۔ (بخاری و مسلم)

پہلوان وہ شخص نہیں جو لوگوں کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان وہی ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔

بے حیائی کی مذمت:

۱۱۔ اِذَا لَمْ تَسْتَحْیِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ (بخاری مسلم)

جب تم حیا نہ کرو تو جو چاہے کرو

اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل محبوب ہے:

۱۲۔ اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ اَدْوَمُھَا وَاِنْ قَلَّ (بخاری و مسلم)

اللہ کے نزدیک سب عملوں میں وہ زیادہ محبوب ہے جو دائمی ہو اگرچہ تھوڑا ہو۔

تصویر اور کتا رکھنے کی ممانعت:

۱۳۔لَا تَدْخُلُ الْمَلٰئِکَةُ بَیْتًا فِیْهِ کَلْبٌ اَوْ تَصَاوِیْرُ
اس گھر میں (رحمت) کے فرشتے نہیں آتے جس میں کتا یا تصویریں ہوں۔

اللہ کے نزدیک کون محبوب ہے:

۱۴۔اِنَّ مِنْ اَحَبِّکُمْ اِلَیَّ اَحْسَنُکُمْ اَخْلَاقًا۔ (بخاری ومسلم)
تم میں سے وہ شخص میرے نزدیک زیادہ محبوب ہے جو زیادہ خلیق ہو۔

دنیا کی حقیقت:

۱۵۔اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْکَافِرِ (بخاری ومسلم)
دنیا مسلمانوں کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے۔

مسلمانوں سے قطع تعلقی کی مذمت:

۱۶۔لَا یَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ اَنْ یَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَیَالٍ (بخاری، مسلم)
مسلمان کیلئے حلال نہیں کہ تین دن سے زیادہ اپنے مسلمان بھائی سے قطع تعلق رکھے۔

ایک ہی دفعہ تجربہ کافی ہے:

۱۷۔لَا یُلْدَغُ الْمَرْءُ مِنْ جُحْرٍ وَّاحِدٍ مَرَّتَیْنِ. (بخاری، مسلم)
انسان کو ایک ہی سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاسکتا۔

حقیقی غنا:

۱۸۔اَلْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ. (بخاری، مسلم) حقیقی غنا، دل کا غنا ہوتا ہے۔

دنیا میں کیسے رہنا چاہیئے:

۱۹۔کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِیْلٍ (بخاری شریف)
دنیا میں ایسے رہو جیسے کوئی مسافر یا رہگذر رہتا ہے۔

بلا تحقیق بات کرنا:

۲۰۔کَفٰی بِالْمَرْءِ کَذِبًا اَنْ یُّحَدِّثَ بِکُلِّ مَا سَمِعَ (مسلم از مشکوٰۃ)
انسان کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے جو بات سنتے (بغیر تحقیق کے) لوگوں سے بیان کرنا شروع کردے۔

چچا کی عظمت:

۲۱۔عَمُّ الرَّجُلِ صِنْوُ اَبِیْهِ (بخاری، مسلم)
آدمی کا چچا اس کے باپ کی مانند ہے۔

مسلمان بھائی کی عیب پوشی کی فضیلت:

۲۲۔مَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ۔(بخاری، مسلم)
جو کسی مسلمان کے عیب چھپائے گا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کے عیب چھپائے گا۔

کون شخص کامیاب ہے:

۲۳۔قَدْ اَفْلَحَ مَنْ اَسْلَمَ وَرُزِقَ کِفَافًا وَّ قَنَّعَهُ اللّٰهُ بِمَا اٰتَاهُ (مسلم)
وہ شخص کامیاب ہے جو اسلام لایا اور جس کو بقدر کفایت رزق مل گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی روزی پر قناعت دے دی۔

سب سے زیادہ عذاب کس کو ہوگا:

۲۴۔اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ الْمُصَوِّرُوْنَ (بخاری، مسلم)
سب سے سخت عذاب میں قیامت کے روز تصویر بنانے والے ہوں گے۔

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے:

۲۵۔اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ (مسلم)
مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔

کامل مسلمان ہونے کی علامت:

۲۶۔لَا یُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْهِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِهٖ (بخاری، مسلم)
کوئی بندہ اس وقت تک پورا مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

پڑوسی کو تکلیف دینے پر وعید:

۲۷۔لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَّا یَاْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ (مسلم)
وہ شخص جنت میں نہ جائے گا جس کا پڑوسی اس کی ایذاؤں سے محفوظ نہ رہے۔

ختم نبوت:

۲۸۔اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ. (بخاری، مسلم)
میں آخری پیغمبر ہوں، میرے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔

ایک دوسرے سے قطع تعلق کی مذمت:

۲۹۔لَا تَقَاطَعُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَکُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا۔ (بخاری)
آپس میں قطع تعلق نہ کرو اور ایک دوسرے کے درپے نہ ہو۔ اور آپس میں بغض نہ رکھو۔ اور حسد نہ رکھو۔ اور اے اللہ کے بندو سب بھائی ہو کر رہو۔

اسلام ہجرت اور حج کے فضائل:

۳۰۔اَنَّ الْاِسْلَامَ یَهْدِمُ مَا کَانَ قَبْلَهٗ وَاَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَا کَانَ قَبْلَهَا وَاَنَّ الْحَجَّ یَهْدِمُ مَا کَانَ قَبْلَهٗ. (مسلم مشکوٰۃ)
اسلام ان تمام گناہوں کو ڈھا دیتا ہے۔ جو پہلے کئے تھے۔ اور ہجرت اور حج ان تمام گناہوں کو ڈھا دیتے ہیں جو اس سے پہلے کئے تھے۔

گناہ کبیرہ کی مختصر فہرست:

۳۱۔اَلْكَبَائِرُ الْاِشْرَاكُ بِاللهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ (بخاری،مسلم از مشکوٰۃ)

کبیرہ گناہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔اور کسی کو بے گناہ قتل کرنا اور جھوٹی شہادت دینا ہیں۔

مصیبت زدہ کی مدد کے فضائل:

۳۲۔مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللهُ عَنْهُ كَرْبًا مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ يَسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ مَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَاكَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ اَخِيْهِ. (مسلم از مشکوٰۃ)

جو شخص کسی مسلمان کو دنیاوی مصیبت سے چھڑائے،اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کی مصیبتوں سے چھڑا دے گا۔اور جو شخص کسی مفلس غریب پر (معاملہ) میں آسانی کرے۔اللہ تعالیٰ اس پر دنیا اور آخرت میں آسانی کرے گا۔اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کرے گا۔اور جب تک بندہ اپنے مسلمان بھائی کی مدد میں لگا رہے گا۔اللہ تعالیٰ اس کی مدد میں لگا رہتا ہے۔

عنداللہ سب سے مبغوض کون ہے:

۳۳۔اَبْغَضُ الرِّجَالِ عِنْدَاللهِ الْاَلَدُّ الْخَصِمُ (بخاری،مسلم)

اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض جھگڑالو آدمی ہے۔

بدعت گمراہی کا ذریعہ ہے:

۳۴۔كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ (مسلم) ہر ایک بدعت گمراہی ہے۔

فضیلت طہارت:

۳۵۔اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِيْمَانِ (مسلم) پاک رہنا آدھا ایمان ہے

اللہ تعالیٰ کو کونسی جگہ زیادہ محبوب ہے:

۳۶۔اَحَبُّ الْبِلَادِ اِلَى اللهِ مَسَاجِدُهَا (مسلم)

اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب جگہ مسجدیں ہیں۔

مساجد کو قبور بنانے کی مذمت:

۳۷۔لَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ. (مسلم) قبروں کو سجدہ گاہ نہ بناؤ۔

نماز میں صفوں کو سیدھا کرنے کی فضیلت:

۳۸۔لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَكُمْ اَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ (مسلم)

نماز میں اپنی صفوں کو سیدھا کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے قلوب میں اختلاف ڈال دے گا۔

درود شریف کی فضیلت:

۳۹۔مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ عَشْرًا

جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجتا ہے۔

اعمال کا مدار خاتمہ پر ہے:

۴۰۔اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالْخَوَاتِيْمِ سب اعمال کا اعتبار خاتمہ پر ہے

۵۵ آداب

۱۔جب رات کو دروازہ گھر کا بند کرنے لگو تو بند کرنے سے پہلے خوب دیکھ بھال لو کہ کوئی کتا بلی تو نہیں رہ گیا۔کبھی رات کو جان کا یا چیز بستر کا نقصان کردے یا اور کچھ نہیں تو رات بھر کی کھڑ کھڑ ہی نیند اڑانے کو بہت ہے۔

۲۔کپڑوں کو اور اپنی کتابوں کو کبھی کبھی دھوپ دیتے رہا کرو۔

۳۔گھر صاف رکھو اور ہر چیز اپنے موقع پر رکھو۔

۴۔اگر اپنی تندرستی چاہو تو اپنے کو بہت آرام طلب مت بناؤ کچھ محنت کا کام اپنے ہاتھ سے کیا کرو۔

۵۔اگر کسی سے ملنے جاؤ تو وہاں اتنا مت بیٹھو یا اس سے اتنی دیر تک باتیں مت کرو کہ وہ تنگ ہو جاوے۔

۶۔سب گھر والے اس بات کے پابند رہیں کہ ہر چیز کی ایک جگہ مقرر کرلیں اور وہاں سے جب اٹھائیں تو برت کر پھر وہاں ہی رکھ دیں تاکہ ضرورت کے وقت ہاتھ ڈالتے ہی مل جائے۔

۷۔راہ میں چارپائی یا پیڑھی یا اور کوئی برتن اینٹ پتھر سل وغیرہ مت ڈالو۔

۸۔جب تم میں سے کوئی کسی کام کو کہے تو اس کو سن کر ہاں یا نہیں ضرور زبان سے کچھ کہہ دو تو ایسا نہ ہو کہ کہنے والا تو سمجھے کہ اس نے سن لیا ہے اور تم نے سنا نہ ہو۔

۹۔نمک کھانے میں کسی قدر کم ڈالا کرو کیونکہ کم کا تو علاج ہو سکتا ہے لیکن اگر زیادہ ہو گیا تو اس کا علاج نہیں۔

۱۰۔دال میں ساگ میں مرچ کتر کر مت ڈالو۔بلکہ پیس کر ڈالو۔کیونکہ کتر کر ڈالنے سے بیج اس کے ٹکڑوں میں رہتے ہیں۔

۱۱۔اگر رات کو پانی پینے کا اتفاق ہو تو اگر روشنی ہو تو اس کو خوب دیکھ لو نہیں تو لوٹے وغیرہ کو کپڑا لگا لو۔

۱۲۔بچوں کو ہنسی میں مت اچھالو اور کسی کھڑکی وغیرہ سے مت لٹکاؤ۔

۱۳۔جب برتن خالی ہو جاوے تو اس کو ہمیشہ دھو کر الٹا رکھو اور جب دوبارہ اس کو برتنا چاہو تو پھر اس کو دھو لو۔

۱۴۔برتن زمین پر رکھ کر اگر ان میں کھانا نکالو تو ویسے ہی سینی یا دسترخوان پر مت رکھ دو پہلے اس کے تلے دیکھ لو اور صاف کر لو۔

۱۵۔کسی کے گھر مہمان جاؤ تو اس سے کسی چیز کی فرمائش مت کر۔گھر

والا اس کو پوری نہیں کر سکتا۔ ناحق اس کو شرمندگی ہوگی۔

۱۶۔ جہاں اور آدمی بھی بیٹھے ہوں وہاں بیٹھ کر مت تھوکو۔ ناک مت صاف کرو اگر ضرورت ہو ایک کنارے پر جا کر فراغت کر آؤ۔

۱۷۔ کھانا کھانے میں ایسی چیزوں کا نام مت لو جس سے سننے والے کو گھن پیدا ہو۔

۱۸۔ بیمار کے سامنے یا اس کے گھر والوں کے سامنے ایسی باتیں مت کرو جس سے زندگی کی ناامیدی پائی جائے۔

۱۹۔ اگر کسی کو پوشیدہ بات کرنی ہو اور وہ بھی اس جگہ موجود ہو تو آنکھ سے یا ہاتھ سے ادھر اشارہ مت کرو۔ ناحق اس کو شبہ ہو۔

۲۰۔ بات کرتے وقت بہت ہاتھ مت نچاؤ۔

۲۱۔ دامن آنچل، آستین سے ناک مت پونچھو۔

۲۲۔ پاخانے کے قدمچے میں طہارت مت کرو۔

۲۳۔ جوتی ہمیشہ جھاڑ کر پہنو۔

۲۴۔ پردے کی جگہ میں کسی کے پھوڑا پھنسی ہو تو اس سے یہ مت پوچھو کہ کس جگہ ہے۔ ناحق اس کو شرمانا ہے۔

۲۵۔ آنے جانے کی جگہ مت بیٹھو تم کو بھی اور سب کو بھی تکلیف ہوگی۔

۲۶۔ بدن اور کپڑے میں بدبو پیدا نہ ہونے دو۔

۲۷۔ آدمیوں کے بیٹھے ہوئے جھاڑو مت دلواؤ۔

۲۸۔ گٹھلی، چھلکے کسی آدمی کے اوپر مت پھینکو۔

۲۹۔ چاقو یا قینچی یا سوئی یا کسی اور ایسی چیز سے مت کھیلو۔

۳۰۔ جب کوئی مہمان آوے سب سے پہلے اس کو پاخانہ بتلاؤ۔ اور کھانے میں اتنا تکلف مت کرو کہ اس کو وقت پر کھانا نہ ملے۔ اور جب اس کا جانے کا ارادہ ہو تو بہت جلد اور سویرے ناشتہ تیار کر دو۔

۳۱۔ پاخانہ یا غسل خانہ سے کمربند باندھتے ہوئے مت نکلو۔

۳۲۔ جب تم سے کوئی کچھ بات پوچھے پہلے اس کا جواب دے دو پھر اور کام میں لگو۔

۳۳۔ جو بات کہو یا کسی بات کا جواب دو خوب منہ کھول کر صاف بات کہو تاکہ دوسرا اچھی طرح سمجھ لے۔

۳۴۔ کسی کو کوئی چیز ہاتھ میں دینا ہو دور سے مت پھینکو۔

۳۵۔ اگر کوئی کسی کام میں یا بات میں لگا ہو تو جاتے ہی اس سے اپنی بات مت شروع کر دو بلکہ موقع کا انتظار کرو۔

۳۶۔ جب کسی کے ہاتھ میں کوئی چیز دینا ہو، تاوقتیکہ وہ دوسرا آدمی اچھی طرح سنبھال نہ لے اپنے ہاتھ سے مت چھوڑو۔

۳۷۔ کھانا کھاتے میں ہڈیاں ایک جگہ جمع رکھو۔ چھلکے وغیرہ سب طرف مت پھیلاؤ۔

۳۸۔ بہت دوڑ کر یا منہ اوپر اٹھا کر مت چلو کبھی گر نہ پڑو۔

۳۹۔ کتاب کو بہت سنبھال کر احتیاط سے بند کرو اکثر اول آخر کے ورق مڑ جاتے ہیں۔

۴۰۔ اپنے شوہر کے سامنے کسی نامحرم مرد کی تعریف نہ کرنا چاہیے۔ بعضے مردوں کو ناگوار گزرتا ہے۔

۴۱۔ اسی طرح غیر عورتوں کی بھی تعریف شوہر سے نہ کرے شاید اس کا دل اس پر آ جائے۔

۴۲۔ مہینے میں تین دن یا چار دن خاص اس کام کے لئے مقرر کر لو کہ گھر کی صفائی پورے طور سے کر لیا کرو۔ جالے اتار دیئے فرش اٹھا کر جھڑوا دیئے ہر چیز قرینے سے رکھ دی۔

۴۳۔ کسی کے سامنے سے کوئی کاغذ لکھا ہوا یا کتاب رکھی ہوئی اٹھا کر دیکھنا نہ چاہیے۔

۴۴۔ سیڑھیوں پر بہت سنبھل کر اترو چڑھو۔

۴۵۔ جہاں کوئی بیٹھا ہو وہاں کپڑا یا کتاب یا اور کوئی چیز اس طرح جھٹکنا نہ چاہیے۔ کہ اس آدمی پر گرد پڑے۔

۴۶۔ دیوار پر مت تھوکو، پان کی پیک مت ڈالو۔ اسی طرح تیل کا ہاتھ دیوار یا کواڑ سے مت پونچھو بلکہ دھو ڈالو۔

۴۷۔ اگر دسترخوان پر اور سالن کی ضرورت ہو تو کھانے والے کے سامنے سے برتن مت اٹھاؤ۔ دوسرے برتن میں لے آؤ۔

۴۸۔ کوئی آدمی تخت یا چارپائی پر لیٹا یا بیٹھا ہو تو اس کو ہلاؤ مت۔

۴۹۔ کھانے پینے کی کوئی چیز کھلی مت رکھو۔ یہاں تک کہ اگر کوئی چیز دسترخوان پر بھی رکھی جائے لیکن وہ ذرا دیر میں یا اخیر میں کھانے کی ہو تو اس کو ڈھانک کر رکھو۔

۵۰۔ مہمان کو چاہیے کہ اگر پیٹ بھر جاوے تو تھوڑا سا سالن روٹی دسترخوان پر ضرور چھوڑ دے۔

۵۱۔ جو برتن بالکل خالی ہو اس کو الماری یا طاق وغیرہ میں رکھنا ہو تو الٹا کر کے رکھو۔

۵۲۔ چلنے میں پاؤں پورا اٹھا کر آگے رکھو گھسرا کر مت چلو۔

۵۳۔ چادر دوپٹے کا بہت خیال رکھو۔ کہ اس کا پلہ زمین پر لٹکتا نہ چلے۔

۵۴۔ اگر کوئی نمک یا اور کوئی کھانے پینے کی چیز مانگے تو برتن میں لاؤ۔

۵۵۔ لڑکیوں کے سامنے کوئی بے شرمی کی بات مت کرو۔

بعض باتیں عیب اور تکلیف کی جو عورتوں میں پائی جاتیں ہیں

۱۔ ایک عیب یہ ہے کہ بات کا معقول جواب نہیں دیتیں جس سے پوچھنے والے کی تسلی ہو جائے۔

۲۔ ایک عیب یہ ہے کہ کوئی کام ان سے کہا جائے تو سن کر خاموش ہو جاتی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قرآن مجید کی فضیلت تمام کلاموں پر ایسے ہے جیسے رحمٰن کو اپنی تمام مخلوق پر فضیلت ہے۔'' (ابو یعلی)

۳۔ایک عیب یہ ہے کہ چاہے کسی چیز کی ضرورت ہو یا نہ ہو لیکن پسند آنے کی دیر ہے ذرا پسند آئی اور لے لی۔

۴۔ایک عیب یہ ہے کہ جب کہیں جاتی ہیں خواہ شہر کے شہر میں یا سفر میں ٹالتے ٹالتے بہت دیر کر دیتی ہیں۔ کہ وقت تنگ ہو جاتا ہے۔اگر راستے میں رات ہوگئی تو جان و مال کا اندیشہ ہے۔

۵۔ایک عیب یہ ہے کہ سفر میں بے ضرورت بھی اسباب بہت سا لاد کر لے جاتی ہیں۔

۶۔ایک عیب یہ ہے کہ جس گھر جاتی ہیں گاڑی یا ڈولی سے اتر کر جھپ سے گھر میں جا گھستی ہیں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اس گھر کا کوئی مرد اندر ہوتا ہے اس کا آمنا سامنا ہو جاتا ہے۔

۷۔ایک عیب یہ ہے کہ زیور اور کبھی روپیہ پیسہ بھی بے احتیاطی سے کبھی تکیے کے نیچے رکھ دیا کبھی کسی طاق میں کھلا رکھ دیا تالا کنجی ہوتے ہوئے بھی سستی کے مارے اس میں حفاظت سے نہیں رکھتیں پھر کوئی چیز جاتی رہی تو سب کا نام لگاتی پھرتی ہیں۔

۸۔ایک عیب یہ ہے کہ ان کو ایک کام کے واسطے بھیجو جا کر دوسرے کام میں لگ جاتی ہیں۔

۹۔ایک عیب سستی کا ہے کہ ایک وقت کے کام کو دوسرے وقت پر اٹھا رکھتی ہیں۔اس سے اکثر حرج اور نقصان ہو جاتا ہے۔

۱۰۔ایک عیب یہ ہے کہ مزاج میں اختصار نہیں اور ضرورت اور موقع کو نہیں دیکھتیں کہ یہ جلدی کا وقت ہے۔

۱۱۔ایک عیب یہ ہے کہ کوئی چیز کھو جاوے تو بے تحقیق کسی پر تہمت لگا دیتی ہیں۔

۱۲۔ایک عیب یہ ہے کہ اپنی خطا یا غلطی کا کبھی اقرار نہ کریں گی جہاں تک ہو سکے گا بات کو بناویں گی۔

۱۳۔ایک عیب یہ ہے کہ کہیں سے تھوڑی چیز ان کے حصے کی آوے یا ادنیٰ درجے کی چیز آوے تو اس کو ناک ماریں گی۔

۱۴۔ایک عیب یہ ہے کہ ان کو کوئی کام کہو اس میں جھک جھک کریں گی پھر اس کام کو کریں گی۔

۱۵۔ایک عیب یہ ہے کہ کپڑا پہنے پہنے سی لیتی ہیں۔بعض دفعہ سوئی چبھ جاتی ہے۔

۱۶۔ایک عیب یہ ہے کہ آنے کے وقت اور چلنے کے وقت مل کر ضرور روتی ہیں۔چاہے رونا نہ بھی آئے۔

۱۷۔ایک عیب یہ ہے کہ اکثر تکیہ میں یا ویسے ہی سوئی رکھ کر اٹھ جاتی ہیں۔

۱۸۔ایک عیب یہ ہے کہ بچوں کو گرمی سردی سے نہیں بچاتیں۔اس سے اکثر بچے بیمار ہو جاتے ہیں۔

۱۹۔ایک عیب یہ ہے کہ بچوں کو بے بھوک کھانا کھلا دیتی ہیں یا مہمان کو اصرار کر کے کھلاتی ہیں۔

بعض باتیں تجربے اور انتظام کی

۱۔اپنے دولڑکوں یا دولڑکیوں کی شادی جہاں تک ہو سکے ایک دم مت کرو۔کیونکہ بہوؤں میں ضرور فرق ہوگا۔دامادوں میں ضرور فرق ہوگا۔خود لڑکوں اور لڑکیوں کی صورت شکل میں، کپڑوں کی سجاوٹ میں،نور صبور میں۔

۲۔ہر کسی پر اطمینان مت کر لیا کرو۔کسی کے بھروسے گھر مت چھوڑ جایا کرو۔غرض جب تک کسی کو ہر طرح کے برتاؤ سے خوب آزما نہ لو اس کا اعتبار مت کرو۔

خاص کر اکثر شہروں میں بہت سی عورتیں، کوئی جن بنی ہوئی کعبہ کا غلاف لئے ہوئے اور کوئی تعویذ گنڈے جھاڑ پھونک کرتی ہوئی، کوئی فال دیکھتی ہوئی، کوئی تماشہ لئے ہوئے گھروں میں گھستی پھرتی ہیں۔ان کو تو گھروں میں ہی مت آنے دو۔دروازہ ہی سے روک دو۔ایسی عورتوں نے بہت سے گھروں کی صفائی کر دی ہے۔

۳۔کبھی صندوق یا پاندان جس میں روپیہ پیسہ گہنہ زیور رکھا کرتی ہو کھلا چھوڑ کر مت اٹھو۔

۴۔جہاں تک ہو سکے سودا قرض مت منگاؤ جو بہت ناچاری میں منگانا ہی پڑے تو دام پوچھ کر تاریخ کے ساتھ لکھ لو۔دھوبن کے کپڑے، پنساری کا اناج،اور پسائی ان سب کا حساب لکھتی رہو۔زبانی یاد کا بھروسہ مت کرو۔

۶۔جہاں تک ہو سکے گھر کا خرچ بہت کفایت اور انتظام سے اٹھاؤ۔ بلکہ جتنا خرچ تم کو ملے اس میں سے کچھ بچا لیا کرو۔

۷۔آٹا چاول اٹکل سے مت پکاؤ۔اپنے خرچ کا اندازہ کر کے دونوں وقت سب چیزیں تول ناپ کر خرچ کرو۔

۸۔جو لڑکیاں باہر نکلتی ہیں ان کو زیور مت پہناؤ اس میں جان و مال دونوں طرح کا اندیشہ ہے۔

۹۔اگر کوئی مرد دروازے پر آ کر تمہارے شوہر یا بھائی باپ سے اپنی ملاقات یا دوستی یا کسی قسم کی رشتہ داری کا تعلق ظاہر کرے ہرگز اس کو گھر میں مت بلاؤ۔یعنی پردہ کر کے بھی اس کو مت بلاؤ۔

۱۰۔گھر کے اندر ایسا کوئی درخت مت رہنے دو جس کے پھل سے چوٹ لگنے کا اندیشہ ہو جیسے کیتہ کا درخت۔

۱۱۔کپڑا سردی میں ذرا زیادہ پہنو۔اکثر عورتیں بہت کم کپڑا پہنتی ہیں۔کہیں زکام ہو جاتا ہے کہیں بخار آ جاتا ہے۔

۱۲۔بچوں کو ماں باپ بلکہ دادا کا نام بھی یاد کرا دو۔اور کبھی کبھی پوچھتی رہا کرو تا کہ اس کو یاد رہے۔

۱۳۔ایک جگہ ایک عورت اپنا بچہ چھوڑ کر کہیں کام کو چلی گئی۔پیچھے ایک بلی نے آ کر اس قدر نوچا کہ بچی میں جان گئی۔

۱۴۔لحاظ کی جگہ سے قرض مت لو اور زیادہ قرض بھی مت دو کہ اگر وصول نہ ہو تو وہ تم کو بھاری نہ معلوم ہو۔

۱۵۔جو کوئی بڑا یا نیا کام کرو۔اول کسی سمجھدار، دیندار، خیر خواہ آدمی سے صلاح لے لو۔

۱۶۔اپنا روپیہ پیسہ مال ومتاع چھپا کر رکھو۔ہر کسی سے اس کا ذکر نہ کرو۔

۱۷۔جب کسی کو خط لکھو تو اپنا پتہ پورا اور صاف لکھو۔

۱۸۔سفر میں کچھ خرچ ضرور پاس رکھو۔

۱۹۔باؤلے آدمی کو مت چھیڑو نہ اس سے بات کرو۔تم کو شرمندگی اور رنج ہو۔

۲۰۔اندھیرے میں ننگا پاؤں کہیں مت رکھو۔اندھیرے میں کہیں ہاتھ مت ڈالو۔

۲۱۔ضروری دوائیں ہمیشہ اپنے گھر میں رکھو۔

۲۲۔ہر کام کا پہلے انجام سوچ لیا کرو۔اس وقت شروع کرو۔

۲۳۔چینی اور شیشے کے برتن اور سامان بھی بلاضرورت زیادہ مت خریدو۔

۲۴۔اگر عورتیں ریل میں بیٹھیں اور اپنے ساتھ کے مرد دوسری جگہ بیٹھے ہوں۔جب اپنے گھر کا مرد آجاوے تب اتریں۔

۲۵۔سفر میں جانے والوں سے حتی الامکان کوئی فرمائش مت کرو۔کہ فلاں جگہ سے یہ خرید لانا ہماری فلاں چیز فلاں جگہ رکھی ہے تم اپنے ساتھ لیتے آنا۔یہ اسباب لیتے جاؤ۔فلانے کو پہنچا دینا۔یہ خط فلانے کو دے دینا۔ان فرمائشوں سے اکثر دوسرے آدمی کو تکلیف ہوتی ہے۔اور اگر دوسرا بےفکر ہو تو اس کے بھروسے رہنے سے تمہارا نقصان ہوگا۔

۲۶۔انجان آدمی کے ہاتھ کی دی ہوئی چیز کبھی نہ کھاوے۔بعضے شریر آدمی کچھ زہر یا نشہ کھلا کر مال اسباب لے بھاگتے ہیں۔

۲۷۔ناخن تراش ساتھ رکھیں۔

۲۸۔آنکھ میں کبھی ایسی ویسی دوائی ہرگز نہ ڈالنا چاہیے۔

۲۹۔کسی کو ٹھہرانے یا کھانا کھلانے پر زیادہ اصرار نہ کرے۔

۳۰۔اتنا بوجھ مت اٹھاؤ جو مشکل سے اٹھے۔

۳۱۔کسی بچہ یا شاگرد کو سزا دینا ہو تو موٹی لکڑی یا لات گھونسہ سے مت مارو۔اللہ بچاوے اگر کہیں نازک جگہ چوٹ لگ جاوے تو لینے کے دینے پڑ جاویں اور چہرے اور سر پر مت مارو۔

۳۲۔اگر کہیں مہمان جاؤ اور کھانا کھا چکی ہو تو جاتے ہی گھر والوں کو اطلاع کر دو۔

۳۳۔جو جگہ لحاظ اور تکلف کی ہو وہاں خرید و فروخت کا معاملہ مناسب نہیں۔

۳۴۔پڑھنے والے بچوں کو کوئی چیز دماغ کی طاقت کی ہمیشہ کھلاتی رہو۔

۳۵۔جہاں تک ممکن ہو رات کو تنہا مکان میں مت رہو۔خدا جانے کیا اتفاق ہو۔

۳۶۔پتھر سل اینٹ بہت دنوں تک جو ایک جگہ رکھی رہتی ہے اکثر اس کے نیچے بچھو وغیرہ پیدا ہو جاتے ہیں۔

۳۷۔جب بچھونے پر لیٹنے لگو تو اس کو کسی کپڑے سے پھر جھاڑ لو شاید کوئی جانور اس پر چڑھ گیا ہو۔

۳۸۔ریشمی اور اونی کپڑوں کی تہوں میں نیم کی پتی اور کافور رکھ دیا کرو کہ اس سے کیڑا نہیں لگتا۔

۳۹۔اگر گھر میں کچھ روپیہ پیسہ دبا کر رکھو۔تو ایک دو آدمی گھر کے جن کا تم کو پورا اعتبار ہو ان کو بھی بتلا دو۔

۴۰۔رات کے وقت اگر روپیہ وغیرہ گننا ہو بہت آہستہ سے گنو کہ آواز نہ ہو۔اس کے ہزار دشمن ہیں۔

۴۱۔جلتا چراغ تنہا مکان میں چھوڑ کر مت جاؤ۔اسی طرح دیا سلائی سلگتی ہوئی ویسی ہی کہیں مت پھینک دو۔

۴۲۔بچوں کو دیا سلائی سے یا آگ سے یا آتش بازی سے ہرگز مت کھیلنے دو۔

۴۳۔پاخانہ وغیرہ میں چراغ لے جاؤ تو بہت احتیاط سے رکھو کہیں کپڑوں میں نہ لگ جاوے۔

بچوں کی احتیاط کا بیان

۱۔ہر روز بچے کا ہاتھ، منہ، گلا، کان جڑے وغیرہ گیلے کپڑے سے خوب صاف کر دیا کریں۔میل جمنے سے گوشت گل کر زخم پڑ جاتے ہیں۔

۲۔جب پیشاب یا پاخانہ کرے فوراً پانی سے طہارت کر دیا کریں۔

۳۔بچے کو الگ سلاویں۔اور حفاظت کے واسطے دونوں طرف کی پٹیوں سے دو چار پائیاں ملا کر بچھا دیں۔

۴۔جھولے کی زیادہ عادت بچے کو نہ ڈالیں۔

۵۔چھوٹے بچے کو عادت ڈالیں کہ سب کے پاس آجایا کرے۔

۶۔جب کچھ سمجھدار ہو جائے تو اس کو اپنے ہاتھ سے کھانے کی عادت ڈالیں اور کھانے سے پہلے ہاتھ دھلوا دیا کریں۔

۷۔بچہ کو عادت ڈالیں کہ بجز اپنے بزرگوں کے اور کسی سے کوئی چیز نہ مانگے۔

۸۔بچہ کو بہت لاڈ پیار نہ کرے ورنہ ابتر ہو جاوے گا۔

۹۔بچے کو بہت تنگ کپڑے نہ پہناویں۔اور بہت گوٹہ کناری بھی نہ لگاویں۔

۱۰۔بچے کو منجن مسواک کی عادت ڈالیں۔

۱۱۔پڑھنے میں بچے پر بہت محنت نہ ڈالے۔شروع میں ایک گھنٹہ پڑھنے کا مقرر کرے پھر دو گھنٹے پھر تین گھنٹے۔

۱۲۔سوائے معمول چھٹیوں کے بدون سخت ضرورت کے بار بار چھٹی نہ دلواویں۔اس سے طبیعت اچاٹ ہو جاتی ہے۔

۱۳۔جہاں تک میسر ہو جو علم جو فن سکھلاویں ایسے آدمی سے سکھلاویں جو اس میں پورا عالم اور کامل ہو۔

۱۴۔ آسان سبق ہمیشہ یا تیسرے پہر کے وقت مقرر کریں۔ اور مشکل سبق صبح کو۔
۱۵۔ بچوں کو خصوصاً لڑکی کو پکانا اور سینا ضرور سکھاؤ۔
۱۶۔ شادی میں دلہا اور دلہن کی عمر میں زیادہ فرق ہونا بہت سی خرابیوں کا باعث ہے۔
۱۷۔ اور بہت کم عمری میں شادی نہ کریں اس میں بھی بہت بڑے نقصان ہیں۔

بعض باتیں نیکیوں کی اور نصیحتوں کی

۱۔ پرانی باتوں کا کسی کو طعنہ دینا بری بات ہے۔
۲۔ اپنے سسرال کی شکایت ہرگز میکے میں جا کر مت کرو۔
۳۔ زیادہ بکواس کی عادت مت ڈالو۔ ورنہ بہت سی باتوں میں کوئی نہ کوئی بات نامناسب ضرور نکل جاتی ہے۔
۴۔ جہاں تک ہو سکے اپنا کام کسی سے مت لو خود اپنے ہاتھ سے کرلیا کرو۔ بلکہ دوسروں کا بھی کام کر دیا کرو۔ اس سے تم کو ثواب بھی ہوگا۔
۵۔ ایسی عورتوں کو کبھی منہ مت لگاؤ اور نہ کان لگا کر ان کی بات سنو۔ جو ادھر ادھر کی باتیں گھر میں آ کر سناویں۔
۶۔ نوکروں پر ہر وقت سختی اور تنگی مت کیا کرو۔
۷۔ اپنا وقت فضول باتوں میں مت کھویا کرو۔ اور بہت سا وقت اس کام کے لئے بھی رکھو کہ اس میں لڑکیوں کو قرآن اور دین کی باتیں پڑھایا کرو۔ اگر زیادہ نہ ہو تو قرآن کے بعد یہ کتاب بہشتی زیور شروع سے ختم تک ضرور پڑھا دیا کرو۔ اس کا بھی خیال رکھو کہ ان کو ضروری ہنر بھی آ جاویں۔ لیکن قرآن کے ختم ہونے تک ان سے دوسرا کام مت لو۔
۸۔ جو لڑکیاں تم سے پڑھنے آویں۔ ان سے اپنے گھر کے کام مت لو۔ نہ ان سے اپنے بچوں کی ٹہل کراؤ۔
۹۔ نام کے واسطے کبھی کوئی فکر کوئی بوجھ اپنے اوپر مت ڈالو۔ گناہ کا گناہ مصیبت کی مصیبت۔
۱۰۔ کہیں آنے جانے کے وقت اس کی پابند مت بنو۔ کہ خواہ مخواہ جوڑا ضرور ہی بدلہ جاوے گا۔ زیور بھی سارا لادا جائے۔
۱۱۔ کسی کے بدلہ لینے کے وقت اس کے خاندان کے یا مرے ہوؤں کے عیب مت نکالو۔ اس میں گناہ بھی ہوجاتا ہے اور خواہ مخواہ دوسروں کو رنج ہوتا ہے۔
۱۲۔ دوسروں کی چیز جب برت چکو۔ یا جب برتن خالی ہو جاوے۔ فوراً واپس کر دو۔
۱۳۔ اچھے کھانے پینے کی عادت مت ڈالو۔ ہمیشہ ایک سا وقت نہیں رہتا۔
۱۴۔ احسان کسی کا چاہے تھوڑا سا ہی ہو۔ اس کو کبھی مت بھولو۔ اور اپنا احسان چاہے جتنا ہی بڑا ہو مت جتلاؤ۔
۱۵۔ جس وقت کوئی کام نہ ہو۔ سب سے اچھا شغل کتاب دیکھنا ہے۔
۱۶۔ چلا کر کبھی مت بولو باہر آواز جاوے گی۔
۱۷۔ اگر رات کو اٹھو اور گھر والے سوتے ہوں۔ تو کھڑ کھڑ دھڑ دھڑ مت کرو۔
۱۸۔ بڑوں سے ہنسی مت کرو بے ادبی کی بات ہے۔
۱۹۔ اپنے گھر آنے والوں کی یا اپنی اولاد کی کسی کے سامنے تعریف مت کرو۔
۲۰۔ اگر کسی محفل میں سب کھڑے ہو جاویں تم بھی مت بیٹھی رہو کہ اس میں تکبر پایا جاتا ہے۔
۲۱۔ جب تک روپیہ پیسہ یا نرمی سے کام نکل سکے سختی اور خطرے میں نہ پڑو۔
۲۲۔ مہمان کے سامنے کسی پر غصہ مت کرو۔ اس سے مہمان کا دل ویسے کھلا ہوا نہیں رہتا جیسا کہ پہلے تھے۔
۲۳۔ دشمن کے ساتھ بھی اخلاق کے ساتھ پیش آؤ۔ اس کی دشمنی نہ بڑھے گی۔
۲۴۔ روٹی کے ٹکڑے یونہی مت پڑے رہنے دو۔ جہاں دیکھو اٹھا لو اور صاف کر کے کھالو۔
۲۵۔ جب کھانا کھا چکو اس کو چھوڑ کر مت اٹھو۔ کہ اس میں بے ادبی ہے۔ بلکہ پہلے برتن اٹھوا دو تب خود اٹھو۔
۲۶۔ لڑکیوں پر تاکید کہ لڑکوں سے نہ کھیلا کریں۔ کیونکہ اس میں دونوں کی عادت بگڑتی ہے۔ اور جو غیر لڑکے گھر میں آویں چاہے وہ چھوٹے ہی ہوں مگر اس وقت لڑکیاں وہاں سے ہٹ جایا کریں۔
۲۷۔ کسی سے ہاتھ پاؤں کی ہنسی ہرگز مت کرو۔
۲۸۔ اپنے بزرگوں کے سرہانے مت بیٹھو۔

آرام اور محنت کا بیان

۱۔ نہ تو اسقدر آرام کرو کہ بدن پھول جائے سستی چھا جائے ہر وقت پلنگ ہی پر دکھلائی دو۔ گھر کے کاروبار دوسروں ہی پر ڈال دو۔ کیونکہ زیادہ آرام سے اپنے گھر کا بھی نقصان ہے۔ اور بعضی بیماریاں بھی لگ جاتی ہیں۔ اور نہ اتنی محنت کرو کہ بیمار ہو جاؤ۔ بلکہ اپنے ہاتھ پاؤں اور سارے بدن سے بیچ کی راہ سے محنت کا کام ضرور لینا چاہیے۔ اس کے طریقے یہ ہیں کہ ہر کام کو ہاتھ چلا کر پھرتی سے کرو۔ سستی کی عادت چھوڑ دو۔ اور گھر میں تھوڑی دیر ضرور ٹہل لیا کرو۔ دو چار مرتبہ اگر بے پردگی نہ ہو تو کوٹھے پر چڑھ اتر لیا کرو۔ اور چرخہ اور چکی کا ضرور تھوڑا بہت مشغلہ رکھو۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ تم اس سے پیسے کماؤ۔ اول تو اس میں بھی کوئی عیب کی بات نہیں لیکن اپنی تندرستی کو قائم رکھنا تو ضروری چیز ہے۔ اس سے تندرستی خوب رہتی ہے۔ دیکھو جو عورتیں محنتی ہیں کوٹتی پیستی ہیں۔ کیسی قوی اور تازی رہتی ہیں۔ اور جو آرام طلب ہیں ساری عمر دوا کا پیالہ منہ کو لگا رہتا ہے۔ ایسی محنت کو ریاضت کہتے ہیں۔ کھانا کھا کر جب تک تین گھنٹے نہ گزر جائیں اس وقت تک ریاضت نہ کرنا چاہیے اور جب ذرا پسینہ آنے لگے یا سانس

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قرآن مجید کو واضح اور ظاہر کر کے پڑھو اور اس کے عجائبات تلاش کرو (یعنی حدود اور فرائض کو اپناؤ۔'' (حاکم)

زیادہ پھولنے لگے ریاضت موقوف کر دینا چاہیے۔
۲۔ بچوں کے لئے جھولا جھلانا اچھی ریاضت ہے۔
۳۔ صبح کو سویرے اٹھنے کی عادت رکھو۔ بلکہ ہمت کر کے تہجد پڑھا لیا کرو۔ اس سے تندرستی خوب بنی رہتی ہے۔
۴۔ دوپہر کو بے ضرورت نہ سوؤ اور اگر کچھ تکان یا نیند کا غلبہ ہو تو اور بات ہے۔
۵۔ دماغ سے بھی کچھ کام لینا ضروری ہے۔ اگر اس سے بالکل کام نہ لیا جاوے تو دماغ میں رطوبت بڑھ جاتی ہے۔ اور ذہن کند ہو جاتا ہے۔ اور جو حد سے زیادہ زور ڈالا جائے ہر وقت فکر اور سوچ میں رہے تو خشکی اور کمزوری پیدا ہو جاتی ہے۔ اس واسطے اندازے سے محنت لینا مناسب ہے۔ پڑھنے پڑھانے کا شغل رکھو۔ قرآن شریف روزمرہ پڑھا کرو۔ کتاب دیکھا کرو۔ باریک باتوں کو سوچا کرو۔ نہ اتنا غصہ کرو کہ آپے سے باہر ہو جاؤ۔ نہ ایسی بردباری کرو کہ کسی پر بالکل روک ٹوک نہ رہے۔ نہ ایسی خوشی کرو کہ خدا کی بے نیازی اور اسکی قدرت کو بھول جاؤ۔ کہ وہ ایک دم میں چاہیں تو ساری خوشی کو خاک میں ملا دیں۔ نہ اتنا رنج کرو کہ خدائے تعالیٰ کی رحمت ہی بالکل یاد نہ رہے۔ اور اسی غم کو لے کر بیٹھ جاؤ۔ اگر کوئی زیادہ صدمہ پہنچے تو اپنی طبیعت کو دوسری طرف ہٹا دو۔ کسی کام میں لگ جاؤ۔ ان سب باتوں سے بیماری کا بلکہ ہلاکت کا ڈر ہے۔ اگر کسی کو بہت خوشی کی بات سنانا ہو اور وہ دل کا کمزور ہو تو یک لخت نہ سناؤ۔ پہلے پوچھو کہ اگر تمہارا یہ کام ہو جائے تو کیسا، پھر کہو دیکھو ہم کوشش کر رہے ہیں شاید ہو جائے۔ اور امید تو ہے کہ ہو جائے۔ پھر اسی وقت یا دو چار گھنٹہ کے بعد سنا دو کہ تمہارا یہ کام ہو گیا۔ اسی طرح غم کی خبر یک لخت نہ سناؤ۔ کسی کے مرنے کی خبر سنانی ہو تو یوں کہو کہ فلاں شخص بیمار تھا اس کی حالت تو غیر تھی ہی اور موت سب کے واسطے ہے۔ کبھی نہ کبھی آئے گی۔ قضائے الٰہی سے اس نے انتقال کیا۔

فائدہ: بیماری کی حالت میں اور پیٹ میں جب بچہ میں جان پڑ جائے تو میاں کے پاس سونے سے نقصان ہوتا ہے۔

پانی کا بیان

۱۔ سوتے اٹھ کر فوراً پانی نہ پیو۔ اور نہ یکلخت ہوا میں نکلو۔ اگر بہت ہی پیاس ہے تو عمدہ تدبیر یہ ہے کہ ناک پکڑ کر پانی پیو۔ اور ایک ایک گھونٹ کر کے پیو۔ اور پانی پی کر ذرا دیر تک ناک پکڑے رہو۔ سانس ناک سے مت لو۔ اسی طرح گرمی میں چل کر فوراً پانی مت پیو۔ خاص کر جس کو لو لگی ہو وہ اگر فوراً بہت سا پانی پی لے تو اسی وقت مر جاتا ہے۔ اسی طرح نہار منہ نہ پینا چاہیے۔ اور پاخانہ سے نکل کر فوراً پانی نہ پینا چاہیے۔
۲۔ جہاں تک ہو سکے پانی ایسے کنوئیں کا پیو جس پر بھرائی زیادہ ہو۔ کھارا پانی اور گرم پانی مت پیو۔ بارش کا پانی سب سے اچھا ہے۔ مگر جس کو کھانسی یا دمہ ہو وہ نہ پیئے۔
۳۔ گھڑوں کو ہر وقت ڈھکا رکھو۔ بلکہ پینے کے برتن کے منہ پر باریک کپڑا بندھا رکھو۔ تاکہ چھنا ہوا پانی پینے میں آئے۔
۴۔ برف گردہ کو نقصان کرتا ہے۔ خاص کر عورتیں اس کی عادت نہ ڈالیں۔ اس سے بہتر شورے کا جھلا ہوا پانی ہے۔
۵۔ کھاتے پیتے میں ہرگز نہ ہنسو۔ اس سے بعضے وقت موت کی نوبت آ جاتی ہے۔

ہوا کا بیان

سوتے وقت چراغ ضرور گل کر دیا کرو خاص کر مٹی کا تیل جلتا چھوڑنے میں زیادہ نقصان ہے۔ ہوا میں خشکی غالب ہو جاتی ہے۔
جس طرح ٹھنڈی ہوا سے بچنا ضروری ہے اسی طرح گرم ہوا یعنی لو سے بھی بچو موٹا دوہرا کپڑا پہنو۔ گرمی میں آملوں سے سر دھویا کرو۔

باب ۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ازدواجی زندگی

نکاح کا بیان

نکاح کی فضیلت احادیث کی روشنی میں:

حضرت ابن ابی نجیح ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محتاج ہے محتاج ہے وہ مرد جس کی بی بی نہ ہو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اگر چہ وہ بہت مال والا ہو (تب بھی وہ محتاج ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ہاں) اگر چہ وہ بہت مال والا ہو۔ (پھر فرمایا محتاج ہے محتاج ہے وہ عورت جس کا خاوند نہ ہو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اگر وہ بہت مالدار ہو (تب بھی وہ محتاج ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ہاں) اگر چہ وہ بہت مال والی ہو۔ (زرین)

ف: کیونکہ مال کا جو مقصود ہے یعنی راحت اور بے فکری نہ اس مرد کو نصیب ہے جس کی بی بی نہ ہو نہ اس عورت کو نصیب ہے جس کا خاوند نہ ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں سے نکاح کرو تمہارے لیے مال لائیں گی۔

نکاح سے متعلق حدیثیں تو بے شمار ہیں تبرکاً یہ چار حدیثیں لکھتا ہوں۔

ترجمہ یہ ہے: انبیاء علیہم السلام کی سنتوں میں چار چیزیں مشترک ہیں (۱) حیا (۲) خوشبو لگانا (۳) مسواک کرنا (۴) نکاح کرنا

جس نے نکاح کیا کسی عورت سے تو اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔

نکاح میری سنت ہے جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں۔

فقہاء نے فرمایا نکاح کے علاوہ شرعی عبادتوں میں سے ایسی کوئی عبادت نہیں جو آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک رہی ہو۔ پھر جنت میں بھی رہے گی۔

نکاح میں اور اس کے متعلقات میں تقریباً ہر جگہ ہی ایسی رسمیں پیدا ہو گئی ہیں جن سے اجتناب ضروری ہے۔ حتی الامکان کوشش کر کے خلاف شرع امور سے بچا جائے۔ اور شریعت کی حدود میں جس قدر گنجائش ہو اسی قدر پر اکتفاء کیا جائے۔ شریعت ہی میں کافی وسعت ہے۔ تنگی ہرگز نہیں لیکن آجکل چونکہ غیروں کی تقلید ہی بھلی معلوم ہوتی ہے اور سید المرسلین آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دلوں میں سے کم ہو گئی ہے اس لیے سنتیں اچھی نہیں معلوم ہوتیں۔ للہٰذا تم جیسے کو چاہیے کہ خلاف شرع امور سے حتی الوسع پرہیز کیا جائے۔ نکاح میں جس قدر سادگی ہو اتنا ہی پسندیدہ ہے۔

مہر کے بارے میں بھی دین میں وسعت ہے لیکن کم سے کم مہر پسندیدہ ہے ہمارے اکابر مہر فاطمی کو ترجیح دیتے ہیں جو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لاڈلی بیٹی کے لیے مقرر فرمایا تھا۔

آداب نکاح:

۱۔ نکاح میں زیادہ تر منکوحہ کی دیانتداری کا خیال رکھو۔ مال و جمال اور حسب و نسب کے پیچھے مت پڑو۔

۲۔ اگر اتفاقاً کسی غیر منکوحہ اور غیر مرد کا تعشق ہو جائے تو بہتر ہے کہ ان کا نکاح کر دو۔

۳۔ اگر کسی عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ ہو تو اگر بن پڑے تو اس کو ایک نگاہ سے دیکھ لو۔ کبھی بعد نکاح اس کی صورت سے نفرت نہ کرو۔

۴۔ نکاح مسجد میں ہونا بہتر ہے تاکہ اعلان بھی خوب ہو اور جگہ بھی برکت کی ہے۔

۵۔ نکاح کے بارے میں اگر کوئی تم سے مشورہ کرے تو خیر خواہی کی بات یہ ہے کہ اس موقع کو جو خرابی تم کو معلوم ہے تو ظاہر کر دو یہ غیبت حرام نہیں۔

مسئلہ: اگر ولیمہ فخر و اشتہار کے لیے ہو تو ایسا ولیمہ جائز نہیں۔ حدیث میں ایسے ولیمہ کو شر الطعام فرمایا گیا ہے۔ نہ ایسا ولیمہ جائز ہے۔

لامذہب عورت سے نکاح صحیح نہیں:

بعضے لوگ یورپ سے ایسی عورت نکاح کر لاتے ہیں جو صرف قوم کے اعتبار سے عیسائی ہوتی ہے۔ اور مذہب کے اعتبار سے محض لامذہب ہوتی ہے۔ سو سمجھ لینا چاہیے کہ ایسی عورت سے ہرگز نکاح صحیح نہیں ہوتا۔ بعضے آدمی گو لاتے ہیں عیسائی عورت مگر اس سے اسقدر مغلوب ہو جاتے ہیں کہ رفتہ رفتہ اپنے مذہب سے محض اجنبی ہو جاتے ہیں۔ اس کا واجب التحرز (پرہیز کا ضروری ہونا) ظاہر ہے۔ (اصلاح انقلاب امت ج۲ ص۱۱۴)

بارہ برس کی عمر کی لڑکی کی اجازت معتبر نہیں:

لڑکی بارہ برس کی ہوتی ہے اور واقع میں وہ نابالغ ہے۔ اور ولی قریب موجود ہے مگر باوجود اس کے ولی بعید یا اجنبی ولی اس لڑکی کو بالغ سمجھ کر اسی کے منہ سے اجازت لے کر اور اس کو کافی سمجھ کر کہیں اس کا نکاح کر دیتا

ہے۔ حالانکہ بوجہ نابالغ ہونے کے اس کی اجازت اصلاً معتبر نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنی عورت کی مقعد (پاخانہ کا مقام) میں بدفعلی کرے وہ ملعون ہے۔ (رواہ احمد وابوداؤد)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن خدا کی نگاہ میں ایسا وہ شخص برا ہوگا جو اپنی بیوی سے ہمبستر ہوا اور وہ اس کے راز کو لوگوں پر ظاہر کردے۔ (یعنی رازدارانہ افعال بیان کرتا پھرے)۔

ف: اگر کوئی عورت ایسا کرے گی تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

ادب: جماع کرنے سے پہلے عورت سے چھیڑ چھاڑ مستحب ہے اس لیے کہ اگر عورت کی خواہش پوری نہ ہو سکے تو اس صورت میں عورت کو رنج ہوتا ہے۔ اور عورت اپنے مرد کی دشمن ہو جاتی ہے

ادب: آزاد عورت کی مرضی کے بغیر کوئی شخص جماع کے بعد باہر عورت انزال نہیں کرسکتا۔ البتہ لونڈی پر پورا اختیار ہے۔

ادب: حیض ونفاس سے فراغت کے بعد عورت سے مباشرت جائز ہے۔ (البتہ حیض ونفاس کے ایام میں عورت سے صحبت کرنا حرام ہے اور اگر کوئی کر بیٹھے تو خوب توبہ کرنا واجب ہے)

ادب: اگر کسی شخص کو جماع کی خواہش نہ ہو تو مرد کو عورت کے لیے جماع کو ترک کر دینا جائز نہیں کیونکہ اس صورت میں عورت کو نقصان پہنچتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت مرد کی نسبت ننانوے حصہ شہوت میں زیادہ ہوتی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس پر شرم کا پردہ ڈال دیا ہے

ادب: کسی مرد کو چار ماہ سے زائد عورت سے علیحدہ رہنے کا اختیار نہیں جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جہاد پر حکم دیا ہے۔ کیونکہ عورت کے لیے اس سے زائد مدت شوہر کے بغیر اس کی برداشت سے باہر ہے۔ مگر مقام افسوس ہے دور حاضر کے اکثر نوجوان اپنی نوجوان بیویوں کو چھوڑ کر پانچ چھ سالوں کے لیے غیر ملک انگلستان وغیرہ میں چلے جاتے ہیں۔

ادب: اگر کسی شخص کی خوبصورت غیر عورت پر نظر پڑ جائے اور وہ اس کو اچھی معلوم ہو تو اسے چاہیے کہ گھر آ کر اپنی اہلیہ سے جماع کرے تاکہ جوش شہوت فرو ہو جائے اور غیر عورت کی خواہش نہ رہے۔

اگر خاوند کسی بات سے خفا ہو گیا ہو تو تم بھی منہ پھلا کر نہ بیٹھو بلکہ معذرت کر کے ہاتھ جوڑ کے جس طرح بنے اس کو مناؤ۔ اگرچہ تمہارا قصور نہ بھی ہو شوہر ہی کا قصور ہو پھر بھی تم ہاتھ جوڑ کر قصور معاف کرانے کو اپنا فخر اور اپنی عزت سمجھو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''عورتوں کے حق میں (تم کو) اچھے برتاؤ کی نصیحت کرتا ہوں۔ تم (اس کو) قبول کرو کیونکہ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہے۔ سو اگر تم اس کو سیدھا کرنا چاہو گے تو اس کو توڑ دو گے۔ اس کا توڑنا طلاق ہے اور اگر اس کو اس حال پر رہنے دو گے تو وہ ٹیڑھی رہے گی اس لیے ان کے حق میں اچھے برتاؤ کی نصیحت کرتا ہوں''۔ (بخاری ومسلم وترمذی)

تقریبات میں شرکت سے عورتوں کو روکنے کا آسان طریقہ

تقریبات میں عورتوں کے جانے کے انسداد کا طریقہ سہل یہ ہے کہ جانے سے منع نہ کریں مگر اس پر مجبور کریں کہ کپڑے زیور وغیرہ کچھ نہ پہنیں۔ جس حیثیت سے اپنے گھر میں رہتی ہیں اس طرح چلی جائیں۔ خود بخود جانا بند ہو جائے گا۔ (کمالات اشرفیہ ص ۴۴)

بیوی کا جیب خرچ:

بی بی کا یہ بھی حق ہے کہ اس کو کچھ رقم ایسی بھی دو جس کو وہ اپنے جی آئی خرچ کر سکے۔ جس کو جیب خرچ کہتے ہیں۔ اس کی تعداد اپنی حیثیت کے موافق ہو سکتی ہے۔ مثلاً دو روپیہ، دس روپیہ جتنی گنجائش ہو۔ (کمالات اشرفیہ ص ۱۲۰)

سسرالی عزیزوں کے حقوق:

علاقہ مصاہرت یعنی سسرالی رشتہ کو قرآن میں خداوند کریم نے نسب میں ذکر فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ ساس اور سسر اور سالے اور بہنوئی، داماد اور بہو، بیوی کی پہلی اولاد اور اسی طرح میاں کی پہلی اولاد کا بھی کسی قدر حق ہوتا ہے۔ اس لیے ان علاقوں میں رعایت احسان واخلاق کی اوروں سے زیادہ رکھنا چاہیے۔

خاوند کو مطیع کرنے کیلئے تعویذ کرنا، کرانا سب حرام ہے:

فقہاء نے ایسا تعویذ لکھنے کو ناجائز لکھا ہے جس سے عورت خاوند کو تابع کرے۔ تو جب نکاح ہوتے ہوئے ایسا تعویذ دینا حرام ہے تو اس صورت میں ایسا تعویذ دینا کب جائز ہو سکتا ہے جس سے ایک نامحرم کو اپنا تابع کیا جائے (یعنی وہ اس سے مسخر ہو کر نکاح کرے) (عذل الجاہلیہ ص ۲۳)

عدت کی قسمیں

حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔ خواہ مطلقہ ہے یا اس کا شوہر وفات پا گیا ہو۔ اور غیر حاملہ میں تفصیل یہ ہے کہ اگر اس کا شوہر وفات پا گیا ہے تو اس کی عدت چار مہینے دس دن ہے۔ اور اگر وہ مطلقہ ہے تو اگر اس کو حیض آتا ہے تو اس کی عدت تین حیض ہے۔ اور اگر کمسنی کے سبب ہنوز حیض نہیں آتا یا بڑھاپے کے سبب حیض موقوف ہو چکا ہے۔ تو ان دونوں کی عدت تین ماہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسواک کرنے کا مجھے اس قدر حکم ہوا کہ میں نے گمان کیا کہ اس بارہ میں بھی قرآن نازل ہو جائے گا۔ (مسند احمد)

ہے۔ پس علی الاطلاق سب صورتوں میں ایک ہی قسم کی عدت کا حکم کرنا یہ غلط ہے۔ (اصلاح انقلاب امت ج۲ص۱۷۲)

زنا سے حمل ہو جانے کی صورت میں نکاح فوراً جائز ہے

کسی غیر منکوحہ وغیرہ معتدہ کو زنا سے حمل رہ جائے اس پر عدت نہیں اس سے نکاح فوراً جائز ہے۔ البتہ صحبت اور اس کے مقدمات بوس و کنار وغیرہ جائز نہیں۔ جب تک کہ وضع حمل نہ ہو۔ (اصلاح انقلاب امت ج۲ص۱۷۲)

فرقہ شیعہ سے نکاح کرنے کا مسئلہ:

بعض شیعہ باعتبار عقیدہ کے کافر ہیں اور بعض فاسق و مبتدع ہیں جن کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خدا مانتے ہیں اور یہ کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے وحی لانے میں غلطی کی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صحابیت کے منکر ہیں۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے افتراء کے قائل ہیں۔ وہ باتفاق فقہاء کافر ہیں اور ایسے شیعہ سے نکاح لڑکی سنیہ کا منعقد ہی نہیں ہوتا۔ پس اگر شوہر لڑکی مذکورہ کا نکاح اس عقیدہ والے سے کیا گیا تو یہ نکاح شرعاً صحیح اور منعقد نہیں ہوا۔ اب اس کا نکاح اس کی رضا سے دوسری جگہ کفو میں کر دیا جائے۔ تفصیل اس کی شامی میں ہے اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ شیعہ تفضیلی کافر نہیں بلکہ مبتدع اور فاسق ہیں۔

یادداشت

عورتوں کی بے عقلی سے متعلق جو حد سے زیادہ بڑھی ہوئی ہے جس کا مجھے بخوبی تجربہ ہوا ہے۔ بطور نصیحت ان کے گوش گذار کرنے کو لکھتا ہوں۔ زیادہ ان کی پردہ دری کو اس موقع پر مناسب نہیں سمجھتا ہوں۔ بطور نمونہ کے ان کے کانوں تک پہنچانے کو لکھتا ہوں۔

۱۔ ایسی عورتوں نے بالعموم ایک ہو کر یہ طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ جہاں تک ہو مرد کی آبرو وقعت کو اپنے مقابلہ میں کم کریں اور اپنا اسقدر رزور مرد پر ڈالتی ہیں کہ گویا مرد بجائے عورت اور عورتیں بمنزلہ مرد کے ہو رہی ہیں۔

۲۔ عورتیں شادی کے دن سے یہ ارادہ دعوے کے ساتھ مضبوط کر لیتی ہیں کہ ہم تو علیحدہ ہو کر رہیں گے۔ آتے ہی ساس، سسر، نند وغیرہ سے فساد کا بیج بو دیتی ہیں اور خود دن رات ایسی ایسی فکریں کرتی ہیں کہ جس سے گھر میں لڑائی جھگڑا پیدا ہو۔

۳۔ بے چارے ساس سسر نے جو ہزار ہا آرزو و تمنا سے بہو کو شادی کر کے لاتے ہیں ان کی آرزو کا وہ خون کرتی ہیں۔ کہ ان کو ان کے کرتوت یعنی شادی کرنے کا مزہ جلد چکھا دیتی ہیں۔

۴۔ اس نیک بخت بہو کو یہ صبر نہیں ہے کہ میں موقع وقت تو آنے دوں۔ موقع وقت سے جدا ہونا ہی پڑے گا اگر دنیا میں جدا نہ ہوتے تو یہ شہر گاؤں کہاں سے ہو جاتے۔ مگر اس کو اتنی عقل اور تمیز ہی نہیں ہے کہ موقع وقت کی منتظر رہ کر بسر کرے۔ یہ تو جو کچھ ہونا ہو آج ہی کرا کر رہتی ہے۔

۵۔ مرد کو ایسے ایسے طور سے دق کرتی ہیں اور طرح طرح کی باتیں سناتی ہیں کہ مرد کو کہاں تک اثر نہ کرے ہر دم ساس، سسرے، نند اور جو کوئی گھر میں ہے ان کی برائی طرح طرح سے کرتی ہیں یہ جھگڑا دانستہ کرتی ہیں کہ کسی طرح ہماری مرضی کے موافق علیحدگی ہو جائے۔ چنانچہ عورت کی حسب خواہش علیحدگی بھی جلد ہو جاتی ہے۔ کیونکہ فساد کا رفع کرنا ہر شخص مناسب سمجھتا ہے۔

۶۔ مرد کو عورت ہر دم ایسے ایسے الفاظ کہتی ہے کہ اس کو سن کر عرق آ جاتا ہے۔ مگر سوائے خاموشی کے اور کیا کرے اگر زبان سے، آنکھ سے، ہاتھ سے، کچھ عورت کی شان میں نکل جائے تو پھر دیکھو کیسا تماشہ گھر والے اور محلہ والے دیکھتے ہیں۔ اور عورت رو کر تمام گھر محلہ کو فراہم کر کے سب کو تماشہ مرد کا دکھلاتی ہے۔

۷۔ عورتیں اگر شادی کے روز سے گھر کے آدمیوں اور اپنے خاوند کی رضامندی اور اپنے ساس سسرے کی اطاعت و فرمانبرداری میں حاضر رہیں تو کون سے عیب کی بات ہے۔ مگر مرد کو طرح طرح سے دق کیا جاتا ہے۔ مرد مصلحت سمجھ کر ٹال کر اگر باہر چلا جاتا ہے عورتیں بے عقل سمجھتی ہیں کہ ہم سے ڈر گیا پھر آئندہ کو اور زیادہ پیر نکالتی ہیں۔

۸۔ مرد کو اللہ تعالیٰ نے مرد میدان توپ تلوار کا سامنا کرنے والا بنایا ہے بھلا وہ عورتوں سے کب ڈرتا ہے مگر مصلحت وقت سمجھ کر ٹال جاتا ہے تو عورتوں کو اس کی بھی پرواہ نہیں ہے ان کا تو وہی جوش و خروش اور فساد اور جھگڑا جو شادی کے روز سے شروع ہوتا ہے ترقی پذیر رہتا ہے۔

۹۔ یہ بے رحم عورتیں کبھی خیال نہیں کرتیں کہ مرد نامعلوم کس مشکل سے کما کر اور طرح طرح کی مصیبت اٹھا کر ہمارے سامنے لا کر رکھتا ہے اس کی ہم قدر کریں، ہرگز کبھی بھول کر بھی ایسا خیال دل میں نہیں آتا۔ غور کرنے کی جگہ ہے۔

۱۰۔ مرد عورتوں کی کم عقلی اور بے جا برتاؤ سے جب کوئی علاج عورت کی خوش اسلوبی کا نہیں دیکھتا۔ دق ہو کر پردیس کا راستہ لیتا ہے پھر کبھی بھول کر بھی برسوں گھر کے آنے کا نام نہیں لیتا ہے۔ عورت کی طرف سے تو اس کا دل پتھر کا ہو چکا ہے۔ پردیس میں جہاں اس کا روزگار روپیہ نوکر چاکر موجود ہیں۔ بمو جب سہارا اور ذریعہ خوشنودی طبیعت کا پیدا کر لیتا ہے اب عورت گھر میں بیٹھی ساس سسرے سے لڑا کرتی ہے۔ اور یہ لڑائی صرف اس وجہ سے کرتی ہے کہ ہم کو خاوند کے پاس پہنچا دیا جائے۔ اور یہ معلوم نہیں کہ ہمارا ہی نکالا ہوا ہے اپنی بے عقلی پر کبھی نادم نہیں ہوتی۔

۱۱۔ اگر عورت شادی کے دن سے مرد کی ہاں میں ہاں ملا دیں اور ساس سسرے کی اطاعت کریں اور انکو یہ بھی نہ معلوم ہو کہ بہو کسی وقت ہم سے علیحدہ ہو جائے گی۔ تو سارے گھر کو یہ اپنا غلام بنا لیں اور اگر فرض کرو کہ خاوند میں یا ساس سسرے میں کوئی عیب عورت کے مزاج کے برخلاف ہو

تو سہولت آہستگی سے خوشامد سے ایسے طور سے اصلاح کرے کہ ان کو معلوم بھی نہ ہو وہ عیب ضرور چھوٹ جائے اور زور ڈالنے اور ضد کرنے سے کبھی نہیں چھوٹے گا۔ بلکہ مرد تو اور زیادہ ضد سے کرے گا۔ ان عورتوں کو تو مرد کا دل ہی رکھنا نہیں آتا۔ پھر بتلایئے قصور کس کا ہے۔

۱۲۔ بعض عورتیں کم بخت یہ بھی سمجھی ہوئی ہیں کہ ہم بڑے امیر گھر کی ہیں جہیز وغیرہ سامان طرح طرح کا لیکر آئی ہیں۔ خاوند ساس سسرے وغیرہ کی خوشامد اور اطاعت میں ہماری کسر شان ہے۔ یہاں تک کہ بعضے اپنے مرد سے بھی سیدھے منہ نہیں بولتیں۔ خدمت کرنا تو در کنار سوائے اس کے کہ تکیہ لگائے تمام دن سوتی یا بیٹھی رہا کریں یا منہ چڑھائے رکھیں اور کوئی کام نہیں۔

۱۳۔ یہ بھی اس زمانہ کی عورتوں نے ایک طریقہ نزاکت اور امیری کا نکال رکھا ہے کہ بیماری کا حیلہ کر کے تکیہ سے سر ہی نہیں اٹھاتیں ہیں کہتی ہیں کہ سر ہلتا ہے۔ ساس سسرے وغیرہ کو دق کر رکھا ہے۔ صدہا روپے کی دوائیں چاندی کے ورق آملہ کا مربہ وغیرہ مقوی ادویہ کھا جاتی ہیں غرض یہ کہ سر کے درد کو بھی آرام ہی نہیں ہوتا ہے۔ کبھی کبھی نظر بھوت بھی لپٹا لیا جاتا ہے۔

۱۴۔ مرد کو یہ عورتیں وہ ناچ نچاتی ہیں کہ اس کے عقل وحوش کھو کر کاٹھ کا الو بنا کر کسی کام کا نہیں رکھتیں۔ سوائے اس کے کہ عورت کے حکم میں جی ہاں جی ہاں کرتا رہے۔ یا قارورہ کے کٹورا ہاتھ میں لیے پھرا کرے۔ یا جو کچھ اس کی رضامندی ہو اس کی فوراً تعمیل کیا کرے۔ اور ہر دم کمر بستہ رہے تب خیر ہے۔

۱۵۔ یہ کم عقل عورتیں اپنی عادت مزاج کی تیزی سے اور طرح طرح کے جھگڑوں سے گھر کی خیر و برکت کھو دیتی ہیں مرد سے وہ دشمن بن کر برتاؤ کرتی ہیں کہ توبہ بھلی۔ اس زمانے کی بعضی عورتوں سے مرد بغیر عورت کے ہی آرام سے بسر کریں۔ جب گھر سے خط آتا ہے تو اس میں آپس کے جھگڑوں قصوں اور ساس سسرے اور گھر والوں کی شکایت کے کچھ درج نہیں ہوتا۔ یا خرچ کی طلبی درج ہوتی ہے۔ اور ایسے ایسے جھوٹے الفاظ تکلیف کے لکھے جاتے ہیں کہ مرد کئی وقت تک پوری روٹی بھی نہیں کھاتا اور خط کو فوراً چاک کر ڈالتا ہے۔ کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی غیر شخص دیکھ لے اور خط بھی بیرنگ ہوتا ہے۔

۱۶۔ صدہا روپیہ مرد کما کر آئے دن بھیجا کرتے ہیں مگر عورتوں کو تو ہمیشہ قرض ہی مرد پر ظاہر کرنے اور جھوٹا حساب لکھ لکھ کر روپیہ طلب کرنے سے غرض ہے۔ نیک بخت اتنا نہیں سمجھتی ہیں کہ مرد کہاں سے کس طرح کر کے کس مصیبت سے روپیہ ہم کو بھیجتا ہے۔ گھر کے خرچ کی آخر اسی کو فکر ہے۔ ہم کیوں پردیس میں اس پر خواہ مخواہ تقاضا کر کے اس کو فکر میں مبتلا کریں۔ نہ معلوم پردیس میں کس مصیبت سے گزر کر کے ہم کو منی آرڈر، پارسلیں، طرح طرح کی اشیاء اپنی ساری عیش پر خاک ڈال کر بھیجتا ہے اگر مرد عیش کیا کریں تو تم کو آئے دن یہ گل چھرے اڑانے کو روپے کیسے پہنچا کریں۔

۱۷۔ یہ بے قدر عورتیں کبھی بھول کر مرد کا شکریہ زبان سے بیان نہیں کرتیں یا مرد کے عزیز و اقارب دوست دشمن کے سامنے اپنے مرد کی تعریف کبھی نہیں کرتیں۔ ہاں ہزار ہا جھوٹے الزام اور تہمتیں گھر کی نہ ہوئی بات اور تنگدستی کی شکایت ساری برادری میں اپنے اور غیر کے سامنے بیان کرتی ہیں۔ غرض کہ مرد کی آبرو کو کسی طرح سے یہ قائم نہیں رہنے دیتی ہیں۔ کوئی ایسی عورت نہیں کہ مرد نے بے حد روپیہ گھر کو بھیجا ہو اور وہ کبھی وطن آیا ہو تو عورت نے اس روپے میں سے باقی بچا کر اور سب گھر کا خرچ خوبصورتی سے دکھلا کر پسماندہ روپیہ جمع کیا ہو۔

سہاگ رات

اب شب زفاف کے متعلق کچھ لکھتا ہوں۔ جب اہلیہ کے پاس جاؤ۔ حجرہ میں داہنا پاؤں داخل کریں اور مکان میں داخل ہونے کی دعائیں جو یاد ہوں پڑھیں۔ عام طور سے ایسے موقعوں پر غیر محرم عورتیں سامنے آتی ہیں۔ اور بے پردگی و بے شرمی و غیر شرعی امور کا ارتکاب ہوتا ہے۔ ان سے بچنا ضروری ہے۔ جب خلوت ہو جائے تو اگر پہلے سے باوضو ہوں تو بہتر ورنہ وضو کر لینا بہتر ہے۔ (بعض لوگ دوگانہ شکر کا بھی بتلاتے ہیں لیکن اس کی شریعت یا استحباب کی تحقیق علماء سے کر لیں) سب سے پہلا کام زوجہ سے جو ہو وہ سلام مسنون ہو۔ سلام کے بعد سب سے پہلے زوجہ کے پاس بیٹھ کر اس کی پیشانی کے بالوں پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ خَیْرَھَا وَ خَیْرَمَا جَبَلْتَھَا عَلَیْہِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّھَا وَ شَرِّمَا جَبَلْتَھَا عَلَیْہِ

ترجمہ: ''اے اللہ تجھ سے اسکی بھلائی، اسکے عادات و اخلاق کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں۔ اور اس کے شر اور اس کے اخلاق کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں''۔

اس کے بعد آہستہ آہستہ کلام کے ذریعے مانوس کیا جائے۔ ایسے موقع پر دین کی باتیں بھی ہوں تو زیادہ مفید ہے۔ تبلیغ والے حضرات تو چھ نمبروں کو بیان کرنا بتلاتے ہیں۔ بہر حال دین کی باتیں بھی باتوں باتوں میں بتلائی جائیں۔ اور ادھر ادھر کی باتیں بھی کرتے رہیں۔ البتہ زوجہ پر یہ بات واضح ہو جانی چاہیئے کہ شریعت کی مطابقت میں تم خوش رہو گے۔ اور خلاف شرع امور سے تم ناراض ہو گے۔

گفتگو ہی گفتگو میں اس کو اپنے سے قریب کرتے رہیں۔ یا خود اس کے قریب ہوتے رہیں۔ اور ہاتھ بھی پھیرتے رہیں۔ کبھی کبھی اپنے سے لپٹا بھی لیں اور ہونٹ و رخساروں پر بوسہ بھی دیتے رہیں۔

پھر جب صحبت کا ارادہ ہو تو بقدر ضرورت اس کے کپڑے نکالے۔ بالکل ننگا ہونا میاں بیوی کا تو جائز ہے لیکن اچھا نہیں۔ صحبت سے قبل مزید اس کے ساتھ ملاعبت کرے یعنی اس کے جسم پر ہاتھ پھیرے۔ بالخصوص

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اللہ کی رضا کیلئے سورۃ یٰسین پڑھے اللہ تعالیٰ اس رات اسکی مغفرت کر دینگے۔'' (بیہقی)

اس کی چھاتیوں پر خاص طور پر اس کی ابھری ہوئی بوٹی کو انگلیوں سے سہلانا شہوت کو ابھارنے میں بہت مفید ہے۔ پستانوں کو منہ میں لے کر چوسنا بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ منہ میں دودھ آنے کا خطرہ نہ ہو۔ جو کہ سہاگ رات میں اکثر نہیں ہوتا۔ اسی طرح فرج کے اوپر کا حصہ میں جلد میں چھپا ہوا ایک چھوٹا سا گوشت کا ٹکڑا جو چھوٹے چنے کی شکل کا ہوتا ہے۔ اس حصے کو عربی میں بظر اور انگریزی میں کلائی ٹورس (Clitoris) کہتے ہیں۔ (اور بعض عربوں میں اس کی اوپر کی جلد کو کاٹ دینے کا رواج ہے یعنی بچیوں کا بھی ختنہ کرتے ہیں۔ لیکن یہ صرف مباح ہے لڑکوں کے ختنہ کی طرح ضروری نہیں) اس کو اپنے ذکر سے چھونے سے عورت کی شہوت اور زیادہ بھڑک جاتی ہے۔ یہ تدابیر گرم مزاج اور شہوت کی زیادتی اور سرعت انزال کے مریض نوجوانوں کے لیے مفید ہے۔ تاکہ عورت کو بھی جلد انزال ہو جائے۔ ورنہ اس کے برعکس مختلف قسم کی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ مثلاً عورت کی بدکاری کا خطرہ اور خاوند سے محبت کی کمی۔ استقرار حمل میں رکاوٹ۔

نیز پیٹ رانوں وغیرہ پر ہاتھ پھیرنا بھی اس لحاظ سے مفید ہے۔ آئندہ بھی ہر صحبت کے وقت اس سے قبل ملاعبت ضرور کریں۔ عورتوں میں مزاج کی برودت کی وجہ سے انزال تاخیر سے ہوتا ہے اس لیے ملاعبت سے اس کی شہوت کو ابھارنا انزال میں مفید ہے۔

صحبت کے وقت اس کے نیچے کوئی ایسی چیز بچھا دیں تاکہ بستر خراب نہ ہو۔ جب عورت باکرہ ہوتی ہے تو اس کی فرج کے منہ پر ایک باریک جھلی سی ہوتی ہے جو پہلی دفعہ دخول کے وقت ٹوٹتی ہے۔ اس سے تھوڑا سا خون بھی نکلتا ہے۔ یہ جھلی بعض امراض کی وجہ سے بھی اور بعض اوقات چوٹ لگنے سے بھی حتی کہ چھلانگ لگانے سے بھی ٹوٹ جاتی ہے۔

لہٰذا اگر بالفرض وہ جھلی ٹوٹی ہوئی ہو تو بدگمانی نہیں کرنی چاہیئے۔

صحبت کرنے سے قبل یہ دعا پڑھیں۔

بِسْمِ اللهِ اللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَ جَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا

"میں اللہ کا نام لے کر یہ کام کرتا ہوں۔ اے اللہ ہمیں شیطان سے بچا اور جو اولاد ہم کو دے اس سے بھی شیطان کو دور رکھ۔"

آئندہ بھی ہر دفعہ جماع کے وقت یہ دعا پڑھے اور اہلیہ کو بھی سکھا دیں کہ وہ بھی پڑھ لیا کرے۔ جماع کے دوران بات چیت زیادہ نہ کریں ایک حدیث میں ہے کہ:

لَا تُكْثِرُوْا الْكَلَامَ عِنْدَ مُجَامَعَةِ النِّسَآءِ فَإِنَّ مِنْهُ يَكُوْنُ الْخَرَسُ وَالْفَافَا او كما قال عليه الصلاة والسلام

(جماع کے وقت کلام زیادہ مت کرو اس سے گونگا پن اور تو تلاہٹ پیدا ہوتا ہے)

عین انزال کے وقت دل ہی دل میں یہ دعاء پڑھیں۔

اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ لِلشَّيْطَانِ فِيْمَا رَزَقْتَنِيْ نَصِيْبًا

اے اللہ جو اولاد مجھ کو دے اس میں شیطان کا کچھ حصہ نہ کر۔

اپنا انزال ہو جائے تو اس کے بعد تھوڑی دیر تک مشغول رہے تاکہ اہلیہ کا بھی انزال ہو جائے۔ جماع کے وقت کوئی کپڑا وغیرہ اوپر اوڑھ لیا جائے تو افضل ہے۔ (قالت عائشة رضی الله تعالیٰ عنها: كان رسول الله صلى الله تعالیٰ علیه وسلم اذا اتى اهله غطى راسه) (جماع کے وقت آپ سر ڈھانپ لیا کرتے تھے)۔ اس سلسلہ میں یہ بھی ادب ہے کہ جس قدر ہو سکے اخفاء ہونا چاہیے کہ لوگ دیکھ یا سن نہ سکیں۔

(ایسی جگہ کہ کوئی انکی حرکات کو دیکھ یا سن رہا ہو جماع نہ کرے)

جب جماع سے فارغ ہو جائے تو ذکر وغیرہ کو کپڑے سے خشک کر لے اگر دوبارہ جماع کا ارادہ ہو تو ضروری ہے کہ ذکر کو دھو کر پاک کر لیا جائے ناپاک سے صحبت کرنے کو ناجائز بتاتے ہیں۔ درمیان میں وضو بھی کر لیا جائے تو افضل ہے۔ اخیر میں جب سونا چاہیں تو افضل یہ ہے کہ غسل کر کے سوئے اور اگر غسل صبح کو کرنے کا ارادہ ہو تو وضو کر کے سوئے اور صبح کو اٹھ کر غسل کر لے۔

صحبت کے لیے نشست کا کوئی خاص طریقہ شرعاً ضروری نہیں بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہر نوع کا رواج معلوم ہوتا ہے۔ (کما ورد فی حدیث ابی داؤد: والی حدیث سے حضرت اقدس شیخ الحدیث مدظلہ العالی نے مستنبط فرمایا ہے کہ عورت کو سامنے چت لٹا کر دونوں ٹانگیں نیم کھڑی کر کے اس کے بالمقابل مرد بیٹھ کر صحبت کرے۔ واللہ اعلم۔

یہ طریقہ طبی لحاظ سے بھی اور سب طریقوں سے بہتر ہے۔ (صحبت کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ مستقبل القبلہ نہ ہونا چاہیئے اور نہایت ضروری بات یہ ہے کہ میاں بیوی کے درمیان اس وقت جو قول اور فعل ہو اس کو کسی سے نقل نہ کرے۔

آئندہ بھی ہر جماع کے وقت انہی باتوں کا لحاظ ضروری ہے۔ مزید ایک بات یہ کہ عورت کے ذمہ ہے کہ پہلے سے کپڑے کا خود انتظام کر لے جس سے عضو خاص کو خشک کیا جائے۔

مکرر لکھتا ہوں کہ شریعت کا پاس ہر وقت اور ہر جگہ نہایت ضروری ہے۔ لیکن مصلحت اور حکمت سے کام لیا جائے۔ لڑائی جھگڑا، فتنہ فساد ہرگز نہ ہونا چاہیئے۔

اہلیہ پر یہ ضرور واضح ہو جانا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ شانہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کروں گی تب ہی میرا شوہر خوش ہو گا۔ اور آئندہ کے تعلق کی بنیاد ہی اسی پر ہو۔ ایک اور نہایت ضروری بات بھی لکھ دوں کہ عورت پسلی سے پیدا ہوئی ہے۔ اس میں ٹیڑھا پن ہونا ضروری ہے۔ بالکل سیدھا کرنے کی کوشش کرنا مضر ہو سکتا ہے۔ بس اسکے ٹیڑھے پن کے ساتھ ساتھ اس سے کام لینا چاہیئے ورنہ مستقبل میں بہت نقصان دہ

ہونے کا خدشہ ہے۔ اللہ تعالیٰ شانہ نے دو حیثیتیں ذکر فرمائی ہیں۔ ایک قوامیت (الرجال قوامون علی النساء) اور دوسری مودت ورحمت۔ تعلقات کے استوار ہونے کے لیے ان دوصفتوں میں اعتدال ضروری ہے۔ اگر قوامیت غالب آ جائے تب بھی اچھا نہیں۔ اور مودت اور رحمت کا غلبہ بھی مناسب نہیں۔ جہاں گڑبڑ ہوتی ہے ان میں اکثر یہی وجہ ہوتی ہے۔ کہ دونوں میں سے ایک غالب اور دوسری مغلوب ہو جاتی ہے۔ لہٰذا افراط وتفریط سے بچتے ہوئے اعتدال کی راہ اختیار کی جائے کیونکہ یہ خط ایک ہی مجلس میں دفتر میں بیٹھ کر لکھا ہے اس لیے ممکن ہے کوئی ضروری بات رہ گئی ہو۔ الفاظ میں کچھ غلطی ہوگئی ہو۔ لیکن تم تو خود مولوی ہو۔ ٹھیک کر کے سمجھ لینا۔

صحبت کا مناسب وقت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (عشاء کی نماز کے بعد) شب کے نصف حصے میں استراحت فرماتے تھے۔ اس کے بعد تہجد پڑھتے رہتے تھے۔ یہاں تک کے اخیر شب ہو جاتی۔ تب وتر پڑھتے اس کے بعد اپنے بستر پر تشریف لے جاتے۔ اگر رغبت ہوتی تو اہل کے پاس تشریف لے جاتے یعنی صحبت کرتے۔ پھر صبح کی اذان کے بعد اٹھ کر اگر غسل کی ضرورت ہوتی تو غسل فرماتے ورنہ وضو فرما کر نماز کے لیے تشریف لے جاتے۔

ف: اطباء کے نزدیک صحبت کے لیے بہترین وقت اخیر شب ہے کہ وہ اعتدال کا وقت ہے۔ نیز سو کر اٹھنے کے بعد طرفین کی طبیعت بھی نشاط پر ہوتی ہے۔ اول شب میں پیٹ بھرا ہوتا ہے ایسی حالت میں صحبت مضر ہوتی ہے اور بھوک کی حالت میں زیادہ مضر ہے۔ اخیر شب کا وقت اس لحاظ سے بھی اعتدال کا ہوتا ہے لیکن یہ سب طبی مصالح ہیں۔ شرعاً جواز ہر وقت حاصل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اول شب اور دن کے مختلف اوقات میں صحبت کرنا ثابت ہے۔ البتہ بعض مشائخ نے لکھا ہے کہ عین نماز کے وقت اگر صحبت کی جائے اور اس سے حمل ٹھہر جائے تو وہ اولاد والدین کی نافرمان ہوتی ہے۔ (خصائل نبوی)

نوٹ: حضرت ڈاکٹر صاحب زید مجدہم کے مکتوب میں ماشاء اللہ تقریباً تمام ضروری باتیں اختصار کے ساتھ آ گئی ہیں۔ یہ نوٹ بالکل عامی حضرات کے لیے ہے۔ یہ بھی ملحوظ رہے کہ تشریح کرنے سے مقصود صرف دنیاوی لذت نہیں بلکہ اس میں دینی اصلاح بھی مضمر ہے۔ چنانچہ حضرت الامام ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی المعروف بابن جوزیؒ اپنی دعاؤں میں کہتے تھے۔ یعنی یا اللہ میرے (عضو) کو مضبوط کر دے کیونکہ اس میں میرے گھر والوں کی دین ودنیا کی صلاح ہے۔ شیطان ابلیس چونکہ فساد پھیلانے میں بہت ہی تجربہ کار ہے اس نے ایک روز اپنے کارکنوں کو جمع کر کے ان کی کارگزاری سنی۔ کسی نے کہا کہ حضور میں نے اتنے زنا کروائے۔ دوسرے نے کہا اتنی چوریاں کروائیں۔ کسی نے شراب لڑائی قتل وغیرہ کرانے کا ذکر کیا۔ مگر ابلیس زیادہ خوش نہیں ہوا۔ کہا خیر کچھ تو کیا۔ مگر ایک بوڑھے شیطان نے کہا میں نے دو میاں بیوی میں لڑائی کرادی۔ اس کو سن کر بہت خوش ہوا اور شاباش دی کہ تم نے سب سے بڑا کام کیا۔ میاں بیوی کی لڑائی میں معاشرہ میں بہت خرابی پیدا ہوتی ہے عورتوں میں بدکاری مردوں میں آوارگی اور دو خاندانوں میں دشمنی، ظلم، طلاق، اغواء، اور اولاد کا خراب ہونا وغیرہ مفاسد پیدا ہوتے ہیں۔ ان کا سب سے بڑا سبب مردمی قوت کی اور عورت سے رغبت کی کمی ہوتی ہے۔ مرد تو آزاد ہوتے ہیں۔ عورت اگر خراب ہوتی ہے تو اکثر مردوں کی غیرت گوارہ نہیں کرتی یا ظلم ہوتا ہے۔ اس کے برعکس اگر مردانی قوت سے عورت کو خوش رکھے۔ عورت ہر طرح کی مفلسی، پردیسی، اور دیگر تکالیف کو خوشی سے برداشت کرتی ہے۔ اسی جنسی خواہش اور ضرورت کی خاطر اپنے ماں باپ سے دور رہنا گوارا کرتی ہے اور خاوند کے ساتھ یکجان دو قالب کی طرح ہوتی ہے۔ آجکل ماحول کی خرابی اور دین سے لاپرواہی کی وجہ سے اکثر لڑکے غلط کاریوں کی وجہ سے شادی سے پہلے ہی کمزور ہو جاتے ہیں اسی حالت میں شادیاں ہو جاتی ہیں۔ طبی علاج اور خوراک کا اہتمام کرنے کے ساتھ مندرجہ ذیل امور کو اختیار کرنے سے گزارا ہو جاتا ہے۔ بیوی بھی مطمئن ہو جاتی ہے۔

ایک بات مالدار اور دین دار گھروں میں قابل توجہ ہے کہ جدید غسل خانوں کے اندر قد آدم آئینے لگے ہوتے ہیں۔ جس میں کھڑے ہونے سے اپنا ستر دکھائی دیتا ہو جو غیر شادی شدہ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے بعض اوقات شہوت انگیز ہوتا ہے۔

حدیث پاک میں انصار کی عورتوں کی تعریف میں فرمایا گیا ہے کہ ان کو شرعی مسائل پوچھنے میں طبعی حیا مانع نہیں ہوتی۔ چنانچہ عورت کے احتلام کی بابت ایک انصاریہ نے خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے۔ اور اس کو جواب فرمایا گیا۔

قابل تقلید اور سبق آموز واقعات

بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ کی سہاگ رات

حضرت نانوتویؒ کی شادی کا قصہ بہت مشہور ہے۔ سوانح قاسمی ص ۵۰۷ میں حضرت کی اہلیہ محترمہ کی روایت درج کی ہے۔ وہ فرمایا کرتی تھیں کہ میرے والد شیخ کرامت حسن رئیس دیوبند نے جب حضرت سے نکاح کر کے مجھے رخصت کیا تو اس زمانہ کے لحاظ سے جہیز بہت بڑا اور عظیم الشان دیا۔ جس میں قیمتی زیورات، کپڑے اور تانبے کے برتنوں کا بہت بڑا ذخیرہ تھا۔ حضرت جب شب اول میں تشریف لائے۔ تو آتے ہی نوافل شروع فرمائے۔ نوافل سے فارغ ہونے کے بعد میرے پاس تشریف

لائے۔انتہائی سنجیدگی اور متانت سے فرمایا۔ جب کہ تم کو اللہ نے میرے ساتھ وابستہ کر دیا۔تو نبھاؤ کی ضرورت ہے۔مگر بصورت موجودہ نبھاؤ میں دشواری ہے۔کہ تم امیر اور میں غریب نادار ہوں۔صورتیں اب دو ہی ہیں یا تو میں بھی تونگر بنوں یا تم میری طرح نادار بن جاؤ۔اور میرا امیر بننا تو دشوار ہے۔اس لیے آسان صورت دوسری ہو سکتی ہے کہ تم میری طرح ہو جاؤ۔ کچھ اور بھی اسی طرح فرمایا۔اخیر میں یہ بھی فرمایا کہ اگر تم کو کسی بات کا حکم دوں جس میں تمہارا بھی نفع ہو تو کیا تم کو مجھ پر اعتماد ہوگا؟ کئی بار فرمانے پر بالآخر میں نے عرض کیا کہ مجھے آپ پر پورا اعتماد ہے۔اس پر حضرت نے فرمایا اچھا سب زیور اتار کر مجھے دے دو اور جس قدر تمہارے ساتھ کپڑے اور برتن ہیں ان کا بھی مجھے اختیار دے دو۔اس پر حضرت کی اہلیہ نے بغیر کسی تذبذب کے اور دغدغہ کے عرض کیا کہ آپ کو کلی اختیار ہے۔اور پھر علی الصبح تمام زیورات تمام جوڑے کپڑوں کے اور سارے برتن جو ہزاروں روپے کا سامان تھا سب کا سب چندہ سلطانی میں دے دیا۔ (خلافت اسلامیہ ترکی کے لیے اس وقت ہندوستان میں چندہ ہو رہا تھا) آگے حضرت کی اہلیہ ہی فرماتی ہیں کہ جب میں دیوبند واپس ہوئی تو میرے رئیس باپ نے میرے ہاتھ پاؤں ناک کو خالی دیکھ کر پوچھا کہ زیور کیا ہوا؟ انہوں نے جو واقعہ پیش آیا تھا سب والد کے سامنے دھرا دیا۔شیخ کرامت حسین صاحب زبان سے تو کچھ نہ بولے لیکن اس خیال سے کہ بچی اعزہ اقرباء کے سامنے ننگی بنی ہوئی کب تک رہے گی۔پھر از سر نو پورا جہیز تیار کیا۔حضرت کی اہلیہ فرماتی ہیں۔" میں پھر لد پھند کر دوبارہ سسرال پہنچی۔ رات کو حضرت تشریف لائے پھر ترغیب آخرت سے گفتگو شروع ہوئی اور کل کی تیاری کے لیے آج کا اختیار پھر لینے کی خواہش ظاہر کی۔اختیار جو پہلے ہی دیا جا چکا تھا اسکی واپسی کا سوال ہی کب پیدا ہوا تھا۔کہہ دیا گیا کہ آپ مختار ہیں۔اور پھر صبح ہی یہ ہزاروں روپے کا سامان پھر سلطانی چندہ میں دے ڈالا۔حضرت کی اہلیہ محترمہ عموماً کہا کرتی تھیں کہ اس کے بعد میرے قلب سے روپے پیسے اور زیور وغیرہ کی محبت ہی قطعاً نکل گئی۔بلکہ ان اشیاء سے ایک قسم کا تنفر پیدا ہو گیا۔پھر عمر بھر نہ میں نے زیور بنوایا اور نہ فاخرہ لباس کی مجھ میں کبھی ہوس یا آرزو پیدا ہوئی۔

ایک صاحب کی سہاگ رات

(جس نے اپنا نام ظاہر نہیں کرنا چاہا)

اس تحریر میں موصوف اور اس کی بیوی کی پہلی رات کی گفتگو لکھی جاتی ہے۔(ان کو دولہا اور بیوی کو دلہن لکھیں گے) حضرت ڈاکٹر اسماعیل صاحب مدنی کے خط کے مطابق (جو پہلے تحریر ہوا) تخلیہ میں پہلی ملاقات کے بعد دونوں نے نفلیں پڑھیں۔پھر دعا مسنون کے بعد باتیں شروع کر دیں۔

دولہا: اللہ کا شکر ہے کہ تم مجھے مل گئیں۔یہ میری بڑی خوش قسمتی ہے کہ تمہاری جیسی نیک اور خوبصورت تو میں نے کبھی اور دیکھی ہی نہیں۔ہم اللہ پاک کے حکم کے مطابق جمع ہوئے اور ایک ہو گئے۔کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتیں بھی مردوں ہی کے اجزاء ہیں۔اب گویا ہم دونوں ایک ہیں۔اسی لیے کوئی پردہ بھی نہیں۔جیسے اپنے آپ سے پردہ نہیں ایسے ہی آپس میں کوئی پردہ نہیں رہا۔ہماری اچھائی برائی، نفع نقصان، سب ایک ہے۔تمہاری اچھائی میری اچھائی، میری بھلائی تمہاری بھلائی، میری پیاری تم میری میں تیرا اب ہم کو تا حیات اسی طرح ہو کر رہنا چاہیے اس کے بعد اللہ تعالیٰ جنت میں بھی ہمیشہ ہمیشہ اکٹھا رکھے گا۔

ہر انسان کے اندر کچھ خوبیاں اور کچھ نقائص بھی ہوتے ہیں۔انسان کو اپنی خوبی تو نظر آتی ہے لیکن اپنے بہت سے نقائص نظر نہیں آتے اور دوسروں کو نظر آ جاتے ہیں۔جیسے چہرے پر کوئی داغ ہو تو اپنے آپ کو نظر نہیں آئے گا دوسرا ہی بتائے گا اسی لیے ہم کو چاہیے کہ ایک دوسرے کے اندر کی بات دیکھیں اس کو بتا دیں جیسے آئینہ بتا دیتا ہے۔گویا کہ ہم ایک دوسرے کا آئینہ بن جائیں۔اس کے بعد پیار کرتے کرتے دولہا نے کہا کہ مجھے تو آپ کے اندر کوئی نقص نظر نہیں آتا۔بہت ہی اچھی ہو اب تم بتاؤ کہ میرے اندر کیا کیا نقص ہیں۔دلہن سے بہت زیادہ شرم کے مارے بولا بھی نہیں جاتا تھا۔مگر دولہا نے اصرار کر کے اور لمبی باتیں کر کے پیار محبت کے ساتھ بے تکلف کر کے پوچھا تو پہلے اس نے کہا کوئی بات نہیں سب ٹھیک ہے پھر زیادہ اصرار کیا تو دبی زبان سے کہا۔میرے لیے سب ٹھیک ہے لیکن میری سہیلیاں کہہ رہی تھیں کہ تمہارے شوہر کی داڑھی بہت لمبی ہے۔ذرا چھوٹی ہوتی تو ٹھیک تھا۔دولہا نے فوراً جواب دیا بہت اچھی بات کہی یہ کمی تو بہت آسانی سے دور ہو سکتی ہے۔صبح اس کو چھوٹی کرا لیں گے۔تم کہو تو بالکل ہی ختم کر دیں۔

دلہن نے کہا نہیں بالکل نہیں ذرا جیسے بابو لوگ رکھتے ہیں اس طرح کی۔دولہا نے کہا بالکل ٹھیک صبح ٹھیک ہو جائے گی۔تھوڑی دیر اور محبت کی باتیں کرنے کے بعد دولہا نے کہا مگر ایک بات کا فکر ہے کہ فلاں مولوی صاحب کے پاس جاتا ہوں وہ تو ناراض ہوں گے۔چلو ان سے نہ ملوں گا اور تبلیغی جماعت کے وہ ہمارے ہمسائے جو ایس ڈی او صاحب لمبی داڑھی والے ہیں وہ بھی شاید برا مانیں۔ان سے بھی نہیں ملوں گا۔ہاں دو چار دفتر کے دوست داڑھی منڈھے ایسے ہیں جو خوش بھی ہوں گے کہ ہماری پارٹی میں آ گیا اور اندر سے گھٹیا بھی سمجھیں گے کہ بیوی کی خاطر آتے ہی داڑھی کٹا دی۔دلہن نے یہ بات سن کر کہا۔کہ یہ بات تو فکر کی ہے اسی طرح رہنے دیں ٹھیک ہے۔دولہا نے کہا وعدہ ہو چکا ہے۔یہ تو صبح ضرور کٹے گی۔باقی

اتنی بات ہے کہ آپ دماغ پر زور دے کر کوئی ایسی ترکیب بتائیں کہ دونوں پارٹیاں خوش رہیں۔ دولہن نے کہا یہ تو ممکن نہیں۔ دولہا نے کہا پھر ایسا کرتے ہیں کہ ایک پارٹی کو خوش رکھتے ہیں دوسری کی پرواہ نہیں کرتے۔ دونوں میں کونسی پارٹی کو خوش رکھنا ہے اس کے متعلق سوچ لیتے ہیں۔

دراصل آدمی اسی کے فیشن کو اختیار کرتا ہے جس کو خوش کرتا ہے۔ جو عقل والا اور عزت والا ہوتا ہے۔ دلہن نے کہا بالکل ظاہر یہی بات ہے۔ دولہا نے کہا اس کا فیصلہ کون کرے۔ عقل اور عزت والا کون گروہ ہے۔ کوئی ایک گروہ کے متعلق کہتا ہے کوئی دوسرے گروہ کے متعلق کہتا ہے۔ جس کا جواب دلہن کی سمجھ میں نہ آیا۔ خاموش ہوگئی۔ دولہا نے کہا کہ چلو۔ جس نے عقل کو پیدا کیا۔ عزت وذلت اور سب چیز کا مالک ہے۔ وہی ہمارا رب ہے۔ اسی کے قبضے میں سب چیز ہے۔ اسی کے پاس جانا ہے۔ عقل اور عزت کے متعلق اس کا کیا فیصلہ ہے نافرمانوں کے متعلق اس نے اپنے کلام پاک میں فرمایا۔

اُولٰئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ یعنی وہ انسان حیوانوں کی طرح بے عقل ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بدتر فرمانبردار گروہ کے متعلق فرمایا۔

اُولٰئِکَ ھُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ یعنی صرف یہی لوگ ہیں جو عقل والے ہیں اور عزت ذلت کا مالک تو وہ ہے جس کو چاہے عزت دے اور جس حالت میں چاہے عزت دے۔ ہم نے دیکھا فرمانبرداروں کی نافرمان بھی عزت کرتے ہیں حتی کہ ان کی قبر کی مٹی کا بھی احترام کرتے ہیں۔ مٹی بھی دلوں پر حکومت کرتی ہے۔

اب دلہن صاحبہ نے کہا میں ساری بات سمجھ گئی ہوں دل سے۔ یہ داڑھی اسی طرح اچھی ہے اور خوبصورت ہے اس کو نہ چھیڑنا۔ دولہا نے کہا جو وعدہ ہو چکا ہے وہ تو کرنا ہے۔ اب دلہن نے اصرار کر کے اور خوشامد کر کے نہ کٹوانے پر منوایا۔ اس گفتگو کے ضمن میں یہی ذہن نشین کرایا گیا کہ ہماری دنیا اور آخرت کی عزت راحت وسکون اور ہر قسم کی بھلائی دین ہی میں چلنے پر ہے۔ اس وقت محبت کے جذبات تو ہوتے ہی ہیں۔ وہ باتیں دل میں اتر گئیں اور شوہر کا طرز فکر اور دینی جذبات دل میں اتر گئے۔ جسکا اثر الحمدللہ آخر عمر تک ہے۔

دلہن انہی شروع کے ایام میں جہیز میں آئے ہوئے شفعون کا باریک دوپٹہ اوڑھ کر نماز پڑھتی رہی۔ جس سے ستر کھلا ہونے کی وجہ سے عورت کی نماز بالکل نہیں ہوتی۔ دولہا صاحب دیکھتے رہے اور مسئلہ نہیں بتایا۔ لیکن دن رات اور کوئی کام نہیں تھا فراغت تھی۔ ایک تو تبلیغی نصاب تھوڑا تھوڑا دلہن سے سننا شروع کر دیا اور کچھ قرآن شریف کا ترجمہ پڑھانا شروع کر دیا۔ ترجمے کا بہانہ تھا۔ دینی جذبات اور ایمان کی پختگی اور آخرت کا یقین اور اللہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پیدا کرنے والی باتوں کا تذکرہ ہوتا رہتا حتی کہ پندرہ روز کے بعد آہستہ سے کہا کہ اس دوپٹے سے نماز نہیں ہوتی۔ وجہ بھی بتلا دی۔ وہ بے تکلف تو ہوگئی تھی۔ بہت ناراضگی سے کہا کہ اتنے دن ہو گئے پہلے دن کیوں نہیں بتا دیا۔ میری نمازیں گئیں۔ جواب دیا گیا کہ نمازیں اب قضاء پڑھ لینا۔ لاعلمی کا گناہ ضرور ہوا اس کے لیے استغفار کر لینا۔ لیکن اگر اس وقت مسئلہ بتا دیا جاتا تو ڈر کے مارے کچھ نہ بولتیں لیکن دل میں گناہ سے بڑھ کر کفر یہ خیال آ سکتے تھے۔ کہ فلاں مفتی صاحب مولوی صاحب پیر صاحب کی لڑکیاں تو پڑھتی ہیں (جو کہ واقعات ہیں) یہ بابو صاحب زیادہ مولوی صاحب ہیں اتنی سختی کہاں ہے۔ یعنی بغاوت کا جذبہ ہوتا جس کا ساری زندگی پر اثر پڑتا۔ مثل مشہور ہے۔ جب توا گرم ہو جائے تب روٹی ڈالنی چاہیئے ورنہ ٹھنڈے توے پر روٹی خراب ہو جاتی ہے۔ اب تم نے دین کو سمجھ لیا اور اس کے احکام کی عظمت دل میں آ گئی تب بات بتائی گئی۔

گربہ کشتن روز اول:

یہ واقعہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہوا ہے۔ کہ شروع شروع میں اس کے مثل معاملہ کر لینا چاہیئے۔ کسی بہانے یا کسی واقعہ کے ذیل میں ہو مناسب طریقہ سے جس سے شوہر کے مزاج کا پتہ چل جائے۔ ضرب المثل واقعہ مندرجہ ذیل ہے۔

دو بھائی تھے بڑا سادے مزاج کا تھا اور چھوٹا ہوشیار تھا اور دو بہنیں تھیں بہت ہی خوبصورت تھیں ان کو اپنی خوبصورتی پر بڑا ناز تھا انہوں نے یہ طے کیا کہ جو ہم سے سو جوتیاں روزانہ کھانے پر تیار ہو اس سے شادی کریں گی۔ اس شرط کو سن کر کوئی جراءت نہیں کرتا تھا۔ چھوٹے بھائی نے بڑے کو سمجھایا۔ بھائی جان ہم لوگوں کو یہ شادی کر لینی چاہیئے۔ بہت خوبصورت ہیں ان کی بچپن کی بات ہے۔ روز روز کون مارتا ہے۔ ماریں بھی تو ہاتھ ہی تھک جائے گا۔ بڑا بے وقوف تیار ہو گیا۔ دونوں کی شادی کی تاریخ مقرر ہوگئی۔ پہلے بڑے کی ہوگی اس کے ایک ماہ بعد دوسرے کی ہوگی۔ چنانچہ بڑے صاحب کی شادی ہوگئی۔ ڈرتا ڈرتا بیوی کے پاس پہنچا اس نے جوتا اتار کر سر پر مارنا شروع کیا سو پورے کر دیے۔ بس شرط کے بعد خلوت وغیرہ ہوئی یہ معاملہ روز ہوتا رہا۔ سر کے بال سارے ختم۔ اتنے میں چھوٹے بھائی نے بلی کا ایک بچہ پال لیا اور جب کھانے پر بیٹھتا تو بلی پاس آ کر بیٹھتی اس کو ایک آدھ بوٹی ڈال دیتا۔ مہینے کے بعد اب شادی کا دن آ گیا نکاح ہو گیا اور یہ دوستوں کو لیکر اپنے کمرے میں باتیں کرتا رہا۔ مجلس جما رکھی تھی۔ کافی دیر بعد گھر سے پیغام آنا شروع ہوئے کہ کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے اندر بلا رہے ہیں۔ اس نے پیغام لانے والے کو وہیں بیٹھے بیٹھے گرجدار آواز کے ساتھ جھڑکا۔ سارے گھر میں آواز گونج گئی۔ کیسے بدتمیزوں سے اور بے حیاؤں سے پالا پڑا ہے۔ میرے پاس یہاں مہمان بیٹھے ہیں ان کو کیسے جراءت ہوئی میرے سامنے بات کرنے کی۔ میں نوکر ہوں وغیرہ وغیرہ۔ دلہن بے چاری اندر بیٹھی بیٹھی باتیں سن کر سہم رہی تھی کہ تھوڑی دیر بعد یہ شخص میرے پاس آنے

والا ہے۔ آخر بہت دیر کے بعد دوستوں کو رخصت کیا اور دروازے کو ٹھوکر مارتا ہوا اندر صحن میں داخل ہو کر بیچ میں بیٹھ گیا۔ کمر میں ایک تلوار پہلے سے باندھ رکھی تھی۔ وہاں بیٹھتے ہی للکارا۔ لاؤ جو سؤر پکا ہوا ہے۔ لاؤ جس کی اتنی جلدی مچا رکھی تھی۔ خادمہ ڈرتی ڈرتی کھانا سامنے رکھ گئی۔ اتنے میں بلی جو کھانے کے وقت آنے کی عادی تھی میاؤں میاؤں کرتی پلیٹ کے پاس آ گئی۔ اس نے تلوار کے ایک وار سے بلی کے دو ٹکڑے کر دیے اور صحن میں خون پھیل گیا۔ دونوں ٹکڑے صحن میں تڑپ رہے تھے اور خون کی چھینٹیں کپڑوں پر بھی پڑ گئیں اور کھانے پر بھی۔

اس نے کھانے کے برتن زور سے دور پھینکے اور کہا بس کھا لیا۔ ان بدتمیزوں کا یہی حال ہوتا ہے۔ پھر اپنی بیوی کے خلوت خانے میں جا کر زور سے دروازہ بند کر دیا اور سر سے ٹوپی اتار کر اسے کہا کہ حرام زادی پہلے اپنی شرط پوری کر۔ اس بیچاری کا خون تو پہلے خشک ہو رہا تھا۔ وہ ہاتھ جوڑنے لگی۔ پاؤں پر گر گئی۔ کہ مجھے معاف کر دو ادھر یہ اصرار کر رہا تھا کہ جب شرط ہے تو پوری کرنی پڑے گی۔ بہت خوشامد کے بعد اس نے معافی دی اور اپنا رہے ہے۔

ہفتے دو ہفتے کے بعد بڑے بھائی کو پتا چلا کہ چھوٹا بھائی بڑے مزے میں ہے ایک جوتی نہیں کھائی بیوی بڑی وفادار اور فرمانبردار خدمت گزار ہے۔ واقعہ کا پتہ چلا کہ بلی کو اس طرح مارا تھا۔ اس سے ڈر گئی۔ بھائی صاحب نے کہا کہ یہ تو آسان نسخہ ہے۔ میں بھی ایک بلی پالتا ہوں۔ چنانچہ مذکورہ سارا ڈرامہ اس نے بھی کیا اور کھانے کے وقت جب بلی آئی تو تلوار اٹھانا چاہی۔ تو بیگم صاحبہ نے جو چولہے کے پاس بیٹھی تھی۔ وہیں سے چمٹا دکھایا اور کہا خبردار کہ بے زبان کو چھیڑا۔ تمہاری خیر نہیں اور کہا او بے وقوف، گربہ کشتن روز اول۔ بلی پہلے دن ماری جاتی ہے۔

(حوالہ: حضرت صوفی محمد اقبال مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ)

باب ۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معاملات

معاملات کی اہمیت:

معاملات کا تعلق دراصل ہماری زندگی کی تمام ضرورتوں اور خواہشوں سے ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے کہ دیگر عبادات کی طرح معاملات کے بارے میں احکام دے کر ہمارے لیے ان کو بھی ثواب کا اور اپنی رضا اور قرب حاصل کرنے کا ذریعہ بنا دیا۔ معاملات سے مراد لین دین کے معاملات ہیں جیسے قرض، امانت، خرید و فروخت، نوکری، مزدوری وغیرہ۔

افسوس! آج کل کے بہت سے اچھے خاصے دیندار حلقوں میں بھی معاملات کی درستگی کا اہتمام نہیں جتنا کہ ہونا چاہیے۔

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ بہت سے لوگ حالت نماز روزہ وغیرہ عبادات کے لحاظ سے کچھ غنیمت بھی ہے۔ معاملات اور برتاؤ ان کے بھی شریعت کے مطابق نہیں ہیں۔

اگر کسی شخص کے کاروباری معاملات درست اور شریعت کے مطابق نہ ہوں اور اس کا کھانا پہننا حرام مال اور ناجائز آمدن سے ہو تو اس کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ چاہے وہ کتنے ہی مقدس مقام پر جا کر دعا کرے

چنانچہ حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ:

لَایَدْخُلُ الْجَنَّۃَ جَسَدٌ غُذِیَ بِالْحَرَامِ۔

”جو جسم حرام غذا اور ناجائز آمدنی سے پلا وہ جنت میں نہ جا سکے گا“

اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا و رحمت حاصل کرنے کے لیے اور سچا مسلمان بننے کے لیے کس طرح نماز روزہ وغیرہ عبادات ضروری ہیں اسی طرح معاملات کی درستگی اور ذرائع آمدن کی صحت اور پاکی بھی ضروری ہے۔

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں سے بیزاری اور بالکل بے تعلقی کا اعلان فرمایا ہے جو کاروبار میں ایمانداری اور دیانتداری کے اصول کی پابندی نہ کریں۔

چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے (جو کسی دکاندار نے لگا رکھا تھا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اس ڈھیر کے اندر داخل کر دیا اور اندر کچھ نمی اور تری محسوس ہوئی (حالانکہ اوپر سے غلہ بالکل سوکھا نظر آتا تھا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دکاندار سے پوچھا کہ یہ کیا قصہ ہے کہ اوپر سے تمہارا غلہ خشک ہے اور اندر سے گیلا ہے۔ اس نے کہا کہ کچھ بوندیں پڑ گئیں تھیں جس سے غلہ تر ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تم نے اس بھیگے ہوئے غلہ کو ڈھیر کے اوپر کیوں نہیں ڈالا تا کہ خریدار تمہارے غلہ کے گیلے پن کو دیکھ سکتا۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ غَشَّ فَلَیْسَ مِنِّی. کوئی کاروبار میں ایسا دھوکہ کرے وہ میرا نہیں (اور میرا اس سے کوئی تعلق نہیں)

معاملات کی قسمیں:

س:...... معاملات کی کتنی قسمیں ہیں؟

ج:...... معاملات کی بہت سی قسمیں ہیں۔

مثلاً خرید و فروخت کا معاملہ، خرید کر واپس کرنے کا معاملہ اس کو شریعت میں خیار کہتے ہیں بغیر دیکھی ہوئی چیز کے خریدنے کا معاملہ، بیع باطل اور بیع فاسد کا معاملہ، سودی لین دین کا معاملہ، بیع سلم کا معاملہ قرض کا معاملہ، وکالت کا معاملہ، مضاربت (ایک کا روپیہ ایک کا کام) کا معاملہ، شرکت کا معاملہ، گروی کا معاملہ، وصیت کا معاملہ، یہ وہ معاملات ہیں جن سے ہر مسلمان کا واسطہ پڑتا ہے ہر مسلمان کے ذمہ فرض ہے کہ علماء کرام سے ان کے احکامات معلوم کریں اور ان کے مطابق عمل کریں۔ یہ نہ خیال کیا جائے کہ ان چیزوں سے اسلام کا کیا تعلق۔ یہ تو ہمارے ذاتی معاملات ہیں ہمیں اختیار ہے جیسے چاہیں کریں۔

نہیں نہیں بلکہ ہر مسلمان جیسے عبادات نماز روزہ زکوۃ حج کے احکام معلوم کرنیکا مکلف ہے ایسے ہی معاملات مذکورہ بالا قسموں کے احکام معلوم کرنا بہت ضروری ہے تا کہ آمدنی حلال ہو حرام نہ ہو۔

پیٹ میں حلال غذا جائے ہر مسلمان پر فرض ہے کہ ہر معاملہ میں شریعت کے احکام معلوم کرے۔

ہم یہاں صرف اختصار کے پیش نظر چند معاملات مثل قرض، سودی لین دین، خرید و فروخت، زمین اور اجیر (مزدور) جیسے اہم معاملات کے احکام لکھتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے پڑھا قل ھو اللہ احد دو سو بار اسے بخش دیا جائیگا یعنی گناہ دو سال کے۔“ (بیہقی)

قرض کا معاملہ:

ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص مر جائے اور اس کے ذمہ کسی کا کوئی درہم یا دینار رہ گیا ہو تو اس کی نیکیوں سے پورا کیا جائے گا۔ جہاں نہ دینار ہوگا نہ درہم"۔ ایک دینار دس درہم کی قیمت کا ہوتا ہے۔ اور ایک درہم ساڑھے چار ماشہ چاندی کا ہوتا ہے نیز ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا کہ: "قرض دو طرح کا ہوتا ہے جو شخص مر جائے اور اس کی نیت ادا کرنے کی ہو تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اسکا مددگار ہوں اور جو شخص مر جائے اور اسکی نیت ادا نہ کرنے کی ہو تو اس شخص کو نیکیوں سے لے لیا جائے گا اور اس روز دینار درہم کچھ نہ ہوگا۔"

سودی لین دین:

سود لین دین کا بڑا بھاری گناہ ہے قرآن مجید اور حدیث شریف میں اس کی بڑی برائی اور اس سے بچنے کی بہت تاکید آئی ہے۔ "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سود لینے اور دینے والے اور درمیان میں پڑ کر سود دلانیوالے سودی دستاویزات لکھنے والے اور گواہ شاہد سب پر لعنت فرمائی ہے" اور فرمایا کہ "سود لینے اور دینے والا گناہ میں دونوں برابر ہیں" اس لئے اس سے بہت بچنا چاہیے اس کے مسائل بہت نازک ہیں یہ سود کسی کمپنی سے لیا جائے یا بینک سے سب حرام ہے ایسے ہی ہر وہ معاملہ جس میں جواء اور سود ہو وہ بھی حرام ہے جیسے زندگی کا بیمہ پیداوار کا بیمہ گاڑی کا بیمہ یا لاٹری ڈالنا یا انعامی بانڈ وغیرہ وغیرہ کا خریدنا ہے۔

خرید و فروخت کا معاملہ:

ایسی ہی باغات کی بیع جو عام طور پر پھول آنے پر کر دیجاتی ہے یہ بھی ناجائز ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ درختوں کی تو بیع ہے نہیں پھل کی بیع ہے اور پھل اس وقت موجود نہیں معدوم ہے اور معدوم کی بیع ناجائز ہے۔ کیونکہ خرید و فروخت تو مال کی ہوا کرتی ہے۔ اور پھول مال نہیں ہے ایسی بیع کو باطل کہتے ہیں۔ اگر کسی نے اس قسم کی بیع کر لی ہے تو اس کو توڑنا واجب ہے۔ ورنہ گناہ گار ہوگا اور پھل آنے کے بعد جب کہ اس کو پھل کہا جا سکے دوبارہ بیع کی تجدید یعنی دوبارہ معاملہ کرے بے شک اسی پہلی رقم میں ہو۔ ایسے ہی ایک بیع ایسی ہے جو اپنی ذات میں تو درست اور صحیح ہے مگر کسی خارجی شرط کی وجہ سے اس میں خرابی آ گئی اس کو بیع فاسد کہتے ہیں اس کا حکم بھی یہی ہے۔ کہ اس کو توڑ کر پھر دوبارہ بیع کرے۔ مثلاً کسی نے اس شرط پر اپنا مکان فروخت کیا کہ ایک ماہ تک ہم قبضہ نہ دیں گے بلکہ خود اس میں رہیں گے یا یہ شرط ٹھہرائی کہ اتنے روپیہ تم ہم کو قرض دیدو۔ یا کپڑا اس شرط پر خریدا کہ تم ہی سی کر دو یا یہ شرط کی کہ یہ چیز ہمارے گھر تک پہنچا دو۔ لیکن اگر کسی کاروباری ادارہ کا اصول ہو کہ وہ گھر پر پہنچاتے ہیں تو پھر یہ کہنا کہ ہمارے گھر تک پہنچا دینا جائز ہے یا اور کوئی ایسی شرط مقرر کی جو خلاف بیع اور شریعت سے ناجائز ہے تو یہ سب بیع فاسد ہے۔

لوگوں کو چاہیے کہ دنیاوی معاملات میں بھی علماء محققین سے مسائل پوچھ پوچھ کر عمل کریں اور اپنی آمدنی اور روزی کو حرام سے بچائیں خواہ اس کا تعلق بیع اور شراء سے ہو یا قرضہ سے یا وکالت سے ہو یا مضاربت سے امانت اور ہبہ سے ہو یا کرایہ پر دینے لینے یا شرکت سے وغیرہ وغیرہ (اس سلسلہ میں بہشتی زیور کا حصہ پنجم ضرور مطالعہ کریں)

زمین کے معاملات:

ایسے ہی آج کل یہ عام وباء چلی ہوئی ہے کہ اگر کوئی زمیندار اپنی کسی مجبوری یا معذوری کی وجہ سے زمین خود کاشت نہیں کر سکتا تو زمیندار اس کو بٹائی یا نقد و جنس ٹھیکہ پر دیتا ہے اور مدت مقررہ کے بعد جب وہ واپس مانگتا ہے تو اس کو واپس نہیں کی جاتی۔ مزارع یا ٹھیکیدار اس کو اپنی املاک سمجھنے لگتے ہیں یہ بھی ناجائز اور حرام ہے مدت مقررہ کے بعد اس سے نفع اٹھانا حرام ہے اور ناجائز ہے اور غصب کا گناہ ہوگا۔ اور بعض لوگ تو حکام بالا سے مل ملا کر اپنے نام کرا بھی لیتے ہیں کسی کی زمین دبا لینے کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: "جو شخص بالشت بھر زمین بھی ناحق دبا لے گا (قیامت کے دن) اس کے گلے میں ساتوں زمینوں کا طوق ڈالا جائیگا" (اس سے کہا جائے گا کہ اس کو اٹھاؤ) ذرا سی زمین دبانے پر کتنی سخت وعید ہے یہی حکم مکان و ناجائز قبضہ کا ہے۔

مالک و مزدور کا معاملہ:

بعض لوگ مزدور سے مزدوری کرانے کے بعد اس کی اجرت نہیں دیتے اگر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔ شریعت کا حکم ہے کہ مزدور سے مزدوری ٹھہرا کر کام لو اور جو مزدوری ٹھہر جائے وہی ادا کرو۔ اگر کم دیئے اور وہ مجبوراً لے کر چلا گیا تو پھر تین پیسوں کے عوض میں کام کرانے والے کی چھ سو نمازیں مزدور کو دلوا دی جائیں گی۔ اور اگر مزدوری بلا طے کیے کام پر لگا دیا تو پھر اس کی مزدوری وہی دینی پڑے گی جو اس علاقہ میں اس جیسے کام کی دی جاتی ہے اور شریعت کا حکم ہے کہ کام کرانے کے بعد فوراً مزدوری ادا کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"مزدور کو اس کے پسینہ خشک ہونے سے پہلے دے دیا کرو"

اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "تین آدمیوں پر میں خود دعوی کروں گا ان میں سے ایک شخص وہ بھی ہے کہ کسی مزدور کو کام پر لگایا اس سے کام پورا لے لیا اور اس کی مزدوری نہ دی"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "البتہ تحقیق مجھ پر کچھ آیات نازل ہوئی ہیں کہ ان جیسی میں نے نہیں دیکھی تھی یا یوں فرمایا کہ ان جیسی دیکھی نہیں تھی یعنی معوذتین" (بیہقی)

دیگر معاملات:

ایسے ہی اگر کوئی شخص ملازمت یا تجارت یا اور کوئی کام کرتا ہو دیانتداری سے کرے خصوصاً ملازمت پیشہ دفتر کی اشیاء کاغذ، پنسل، سیاہی ،یا ٹیلیفون ذاتی کام کے لیے استعمال نہ کریں۔

ایسے ہی بجلی میں نامناسب تصرف جو آج کل عام مرض ہے مقامی بسوں میں ٹکٹ نہ لینا، چونگی اور ٹیکس بچانے کے لیے ناجائز طریقے اختیار کرنا (جو عزت نفس کے لیے مضر ہے جس کی حفاظت کا حکم ہے) اس قسم کی نادرست باتوں سے بھی بچنا واجب ہے یہ بھی معاملہ میں داخل ہے حقیقت یہ ہے کہ ہمارا ایمان اور ہماری زندگی اس وقت تک کامل اور اسلامی زندگی نہیں بن سکتی جب تک کہ اپنے معاملات کو درست نہ کریں۔

اس سلسلہ میں مزید معلومات کے لیے حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا رسالہ صفائی معاملات اور بہشتی زیور کا پانچواں حصہ ضرور مطالعہ فرمائیں۔

معاشرت کا بیان:

دین کا چوتھا جزو معاشرت ہے۔ معاشرت کو ہم لوگوں نے دین سے بالکل خارج ہی کر دیا ہے۔

بس نماز روزہ کا دین نام رکھ لیا ہے حالانکہ دین اسلام میں جہاں عقائد وعبادت کی تعلیم ہے وہیں معاشرت کی بھی تعلیم ہے کہ معاشرت کیسی ہونی چاہیے۔ ایک دوسرے سے ملنے جلنے کے کیا آداب ہیں پڑوسیوں کے کیا آداب ہیں۔ مہمان کے کیا آداب ہیں وغیرہ وغیرہ معاشرت کا اصل اصول ہی یہ ہے کہ اللہ کے بندوں کو دل آزاری سے بچایا جائے اور ان کا حق ادا کرنے کی (شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے) ان کو خوش کرنے خوش رکھنے اور ان کے حق کے مطابق ان کو آرام پہنچانے کی کوشش کی جائے۔ اس معاملہ میں اسلام کو جو منشاء اور جو نقطہ نظر ہے اس کا کچھ اندازہ اس حدیث سے لگایا جا سکتا ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تین آدمی ایک جگہ بیٹھے ہوں تو ایک کو تنہا چھوڑ کر ان میں سے دو الگ باتیں نہ کریں (ممکن ہے کہ اسکا دل دکھے اور آزردہ ہو) بلکہ جب کوئی چوتھا آ جائے جو اس کے پاس بیٹھا رہے تو یہ دونوں الگ ہو کر اپنی باتیں کر لیں۔ اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے کہ "ایسے دو شخصوں کے درمیان (جو قصداً پاس بیٹھے ہوں) جا کر بیٹھنا حلال نہیں بدوں ان کی اجازت کے" ان حدیثوں سے صاف معلوم ہوا کہ کوئی ایسی بات کرنا جس سے دوسروں کو کدورت ہو نہ چاہیے لیکن آج ہمارا حال یہ ہے کہ دوسروں کی دل آزاری میں ہمیں لذت آتی ہے اللہ تعالیٰ ہماری اس بیماری کی اصلاح فرمائے حقیقت یہ ہے کہ ہمارا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا اور ہماری زندگی اسلامی زندگی اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک اپنے معاملات اور اپنی معاشرت کو بھی درست نہ کریں۔

معاشرت کی حقیقت:

س:...... معاشرت کیا چیز ہے؟

ج:...... معاشرت یہ ہے کہ اپنے لیے اپنی حیثیت کے موافق زندگی اختیار کرنا اکل طعام اور مکان وختنہ وعقیقہ اور شادی وغیرہ میں آپ میں ایک دوسرے کے ساتھ سلوک و برتاؤ کرنا کہ اپنے سے کسی کو رنج وتکلیف نہ ہو۔ اور مسلمان کا دل خوش ہو۔ حتیٰ کہ کافر رعایا پر ظلم کرنے سے اس کے حقوق میں کمی کرنے یا اس کو بے وجہ تکلیف دینے یا بلا اس کی رضامندی کے کوئی چیز لے لینے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیامت میں اس پر دعویٰ فرمائیں گے۔

صحیح معاشرت کی ابتداء کب سے ہوئی:

س:...... اسلام میں صحیح معاشرت کی ابتدا کب اور کیسے ہوئی؟

ج:...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت آسمانی کتابوں کے اندر تحریف اور زمانہ جاہلیت کے امتداد سے مشرکین، یہود، نصاریٰ مجوس غرض کل قوم عرب کی ظاہری وباطنی حالت اصلاح کی محتاج تھی۔ اہل عرب کے عقائد اور اخلاق جس طرح خراب تھے اسی طرح ان کا تمدن اور طرز معاشرت بدترین حالت میں تھا۔ جیسے یہ لوگ مبدا ومعاد سے غافل تھے ویسے ہی کھانے پینے رہنے سہنے اور لباس کے پہننے کے آداب سے بھی ناواقف تھے۔ ان کی صحبتیں اور مجلسیں، تہذیب وشائستگی سے بالکل خالی تھی۔ ملنے جلنے، بات چیت، لین دین کے طریقے نیم وحشیانہ تھے۔ اور کسب معاش کا طریقہ تو بالکل ہی بے ڈھنگا تھا۔

بعثت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی الٰہی کے مطابق تمام اخلاقی اور تمدنی اصلاحات شروع فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے امیین عرب کو مبدا ومعاد کی حقیقت سے آگاہ کیا اور ان کے عقائد باطلہ اور اخلاق رذیلہ کی اصلاح فرمائی۔

اسی طرح ان کے طریق معاشرت کو درست کیا نشست وبرخاست، طعام ولباس، مجلس ومحفل کے طور طریق سکھائے۔ اقامت وسفر، حفظ صحت کے زریں اصول بتائے۔ مہمان نوازی، شادی، غمی غرض کہ جملہ آداب معاشرت حکیمانہ طور پر تعلیم فرمائے۔

معاشرت کی چند مثالیں

س:...... معاشرت کی چند مثالیں دیجئے؟

ج:...... جیسے سلام کرنا، مصافحہ کرنا، عیادت کرنا، تعزیت کرنا، اہل میت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی مصیبت زدہ کی تسلی کی تو اس کو اتنا ہی اجر ملے گا جتنا کہ اس مصیبت زدہ کو ملے گا۔ (مشکوٰۃ)

کے یہاں کھانا بھیجنا، اپنے سامنے سے کھانا، تین انگلیوں سے کھانا، چار زانو اور ٹیک لگا کر نہ کھانا کم ہو تو سب شریک ہو کر تھوڑا تھوڑا کھالیں۔ عدوی قسم کی چیز کا ایک ایک اٹھا کر ساتھیوں کا کھانا۔ حتیٰ الامکان ساتھی کا کھانے میں ساتھ دینا، مجبوری میں عذر کر دینا۔ مہمان کو دروازے تک پہنچانا کہ سنت ہے۔ اشیاء کا دائیں ہاتھ والے کی طرف سے تقسیم کرنا۔ ایسی آواز سے بات کرنا کہ مخاطب سن لے اور سمجھ سکے۔ بات کا جواب دینا کسی کو نہ تکنا، کسی سے بہت مل کر نہ بیٹھنا، مریض کے پاس زیادہ نہ بیٹھنا، زیادہ بات نہ کرنا، بلا اجازت کسی کے مکان میں نہ جانا، اپنے مکان میں بلا آواز دیئے نہ جانا، گھر پہنچ کر سلام کرنا، ہر چیز کی جگہ مقرر کرنا، جہاں سے چیز اٹھائی جائے وہیں رکھنا، اپنی حیثیت سے زیادہ عمدہ اور قیمتی کپڑے نہ پہننا، سفر میں قافلہ میں سے کسی سمجھدار کو امیر بنالینا، رفیق سفر کے ساتھ نہ الجھنا، اس کی رعایت کرنا، مذاق میں دھار دار چیز کا کسی کی طرف نہ کرنا، کسی کی آنکھیں بند نہ کرنا کہ بتاؤ کون ہے کسی کی کتاب بلا اجازت نہ اٹھانا، کسی کی تحریر کی طرف نگاہ نہ کرنا، دو شخصوں کی باتوں کے درمیان نہ بولنا، بیوی کے ساتھ سخت الفاظ اور طعن کی بات نہ کرنا شوہر کے سامنے گفتگو میں زور سے جواب نہ دینا، سایہ دار درخت کے نیچے اور راستہ میں پیشاب نہ کرنا، راستہ میں سے سایہ دار درخت کا نہ کاٹنا، سفر سے واپسی پر اپنے مکان میں ذرا باہر کچھ دیر ٹھہر کر جانا کہ بیوی اپنے کو سنوار لے کسی کے پیغام نکاح پر جب تک اس کو انکار نہ ہو جائے پیغام نہ دینا، میاں بیوی کو اپنی خلوت کی باتوں کا سہیلیوں، برابر والوں سے ذکر نہ کرنا، عورت کا مہندی لگانا، گھر کا صاف ستھرا رکھنا، کپڑوں کا صاف رکھنا، بدن کا میل کچیل بد بو سے صاف رکھنا، کبھی کبھی عطر کا لگانا، ایک شخص کا اپنے ساتھی سے الگ ہو کر کسی سے تنہائی میں بات نہ کرنا کہ دوسرے کی دل شکنی ہے اور احتمال بدگمانی ہونے کا بھی ہے کہ شاید میرے متعلق کوئی بات ہو، کسی بزرگ اور معزز آدمی کے آنے پر تعظیماً کھڑا ہونا مجلس میں پالتی مار کر نہ بیٹھنا ہاں بیماری، ضعف، یا موٹاپن ہے تو معذوری ہے، راستہ میں نہ بیٹھنا، کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ پر نہ بیٹھنا مجلس میں دو شخصوں کے درمیان نہ بیٹھنا مجلس میں جہاں جگہ ملے بیٹھ جانا یہ نہیں کہ پھاند کر دوسری جگہ بیٹھو، چھینک پر الحمدللہ کے جواب پر یرحمک اللہ کہنا، جمائی کے وقت ہاتھ کا منہ پر رکھ لینا مجلس میں ناک چڑھا کر نہ بیٹھیں، ملتے جلتے، بولتے چالتے رہیں باتوں میں شریک رہیں بشرطیکہ خلاف شرع نہ ہوں، اپنے چھوٹوں سے پیار و محبت کرنا کہ یہ ثواب ہے، بلا تحقیق بلا سند بات کا ادھر ادھر نہ کہنا، زیادہ نہ ہنسنا، بات میں کسی کے ماں باپ تک نہ پہنچنا، تمام انسانوں بالخصوص پڑوسیوں کی عزت، آبرو کا خیال رکھنا، ہر شخص کے رتبہ کے موافق پیش آنا، کسی سے ذاتی و دنیوی بات میں تین دن سے زیادہ رنجش نہ رکھنا، کسی کے معافی مانگنے پر معاف کر دینا مخلوق کی ایذاء پر صبر و استقلال رکھنا، لوگوں سے اپنا کہا معاف کرانا۔

باب ۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَخلاقیات

اَخلاق کی اہمیت:

س:...... اسلام میں اخلاق کا کیا درجہ ہے؟

ج:...... جس طرح عبادت، معاملات، معاشرت دین کے شعبے ہیں اس طرح اخلاق بھی دین کا ایک شعبہ ہے۔ اسلام میں اس کی بڑی اہمیت ہے۔ بلکہ بعض حیثیت سے اسلام کے دیگر شعبوں کے مقابلے میں اس کو زیادہ فوقیت حاصل ہے۔ دین صرف چند چیزوں کا نام نہیں جیسا کہ اکثر لوگوں کا خیال ہے بلکہ دین پانچ چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے اور ان پانچ چیزوں میں اخلاق بھی ایک اہم جز ہے۔ مگر افسوس کہ آج کل اچھے اچھے لوگ حتیٰ کہ بعض دیندار بھی حسن اخلاق سے خالی نظر آتے ہیں اور ان کے گمان میں اس کا دین سے کوئی تعلق ہی نہیں حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: ''مسلمان وہی ہے جس کا خلق کامل ہو'' مومنین میں افضل وہی ہے جس کا خلق سب سے بہتر ہو'' بس اسکا نام دین ہے اور اس کی تکمیل کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے تھے چنانچہ ارشاد ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لئے نبی بنا کر بھیجا کہ میں اخلاقی خوبیوں کو درجہ کمال تک پہنچادوں'' اور ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ: ''قیامت کے دن مومن کی میزان اعمال میں سب سے زیادہ وزن دار چیز جو رکھی جائے گی وہ اس کا اچھا اخلاق ہوگا۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات سے اندازہ لگایئے کہ دین میں اخلاق کی کتنی اہمیت ہے۔ اور اس کا کیا درجہ اور مقام ہے۔ اخلاق کی اصلاح کا معاملہ صرف تکمیلی چیز نہیں کہ صرف بزرگ اور کامل بننے کیلئے اس کی ضرورت ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مسلمان ہونے کے لئے اور دوزخ سے بچنے کے لئے جس طرح نماز روزہ زکوٰۃ حج کی پابندی ضروری ہے اسی طرح برے اخلاق سے بچنا اور اچھے اخلاق کا اختیار کرنا بھی ضروری ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سب سے زیادہ کامل ایمان ان لوگوں کا ہے جن کے اخلاق بہت اچھے ہیں اور وہ اپنے گھروں پر بہت مہربان ہیں اور فرمایا کہ: ''لوگو! تمہارا مال تو سب انسانوں کے لیے کافی نہیں ہوسکتا لیکن خوش خلقی کشادہ روئی سب انسانوں کے لئے کافی ہوسکتی ہے''

اور فرمایا کہ: ''جس بندے کے اخلاق اچھے ہیں اس کو دن کے روزے اور رات کے قیام کا ثواب ملتا ہے اگر چہ اس کے اعمال کم ہی کیوں نہ ہوں''

اور ارشاد فرمایا کہ: ''جو شخص نرمی سے (جو اخلاق حسنہ میں سے ایک خلق) ہے محروم کیا گیا وہ ہر نیکی سے محروم کیا گیا''

اور یہ جو فرمایا گیا ہے کہ تم میں سے سب سے زیادہ کامل وہ انسان ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح حسن ظاہری سب کے نزدیک محمود اور مطلوب ہے اسی طرح حسن ظن بھی عنداللہ مطلوب اور محمود ہے۔ اور جس طرح حسن ظاہری کی کمی بیشی کے سبب حسن میں فرق ہوتا ہے کہ کوئی زیادہ خوبصورت ہے اور کوئی کم اسی طرح حسن باطنی میں بھی کمی بیشی کے سبب لوگ متضاد ہوتے ہیں کہ کوئی اعلیٰ درجہ کا اخلاق حسنہ سے آراستہ ہے۔ کوئی متوسط درجے کا اور کوئی ادنیٰ درجے کا پس سب سے زیادہ خوب سیرت تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر اخلاق حمیدہ میں سے ہر خلق بدرجہ اکمل واتم موجود تھا اور کیوں نہ ہو جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں آیت کریمہ: اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ۔ نازل ہوئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جس مسلمان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے ساتھ جتنی مناسبت ہو گی اسی قدر اس کو حسین سیرت کہا جائے گا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ سیرت باطنی میں جس قدر بھی حسن حاصل ہوگا اسی قدر اس کو سعادت اخروی حاصل ہوگی۔

جن اخلاق حمیدہ وحسنہ میں سے نفس کو مزین کرنا ضروری ہے یوں تو بہت ہیں مگر اصول یہی ہیں کہ جن کا آئندہ ذکر آئے گا۔ اور ان میں باہم ایسا تعلق ہے کہ ایک کے ساتھ دوسرا اور دوسرے کے ساتھ تیسرا لگا ہوا ہے۔ اس لئے انسان جب تک سب ہی سے آراستہ وپیراستہ نہ ہو اسوقت تک کامل مسلمان نہیں ہوسکتا۔

اخلاق کی قسمیں:

س:...... اخلاق کی کتنی قسمیں ہیں؟

ج:...... اخلاق کی دو قسمیں ہیں۔ اخلاق حمیدہ یعنی اچھے اور پسندیدہ اخلاق دوسرے اخلاق ذمیمہ۔ یعنی برے ناپسندیدہ اخلاق۔

س:......اخلاق حمیدہ کیا کیا ہیں؟

ج:......اخلاق حمیدہ کی اجمالی فہرست تو یہ ہے:

اخلاق، صبر، شکر، علم، قناعت، ورع، زہد، یقین محبت، خوف، توکل تسلیم، رضا، تواضع، عبدیت، فنا اور تفویض۔

اب ہم ہر ایک خلق کو مختصر تشریح کے ساتھ پیش کرتے ہیں ان کو یاد کرنے کی اور ان پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرنی چاہئے۔

اخلاص

اخلاص کی حقیقت:

س:......اخلاص کسے کہتے ہیں؟

ج:......اپنی طرف سے صرف اللہ تعالیٰ کے تقرب و رضاء کا قصد رکھنا، اور مخلوق کی خوشنودی و رضامندی یا اپنی کسی نفسانی خواہش کو ملنے نہ دینا اخلاص کہلاتا ہے۔ یعنی اخلاص کے معنی یہ ہیں کہ نیت صرف ایک ہی شے کی ہو یعنی عمل کا محرک یا تو صرف ریا ہو۔ یا محض رضائے حق ان دونوں پر اخلاص کے لغوی معنی صادق آتے ہیں کیونکہ خالص اسی شے کو کہتے ہیں جس میں کسی دوسرے جنس کی آمیزش نہ ہو۔

اخلاص کی ضرورت:

س:......اخلاص کی کیا ضرورت ہے؟

ج:......چاہے کیسا ہی نیک کام ہو اور چاہے ذرا سا کام ہو مگر خلوص کے ساتھ ہو تو اس میں برکت ہوتی ہے چاہے اس کا کوئی معاون نہ ہو۔ جس قدر اخلاص زیادہ ہوگا اسی قدر ثواب بڑھتا جائے گا۔ اس واسطے حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ میرا صحابی اگر نصف مد یعنی آدھ سیر جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے تو وہ دوسرے کے احد (پہاڑ) کے برابر سونا خرچ کرنے سے بہتر ہے۔

بات یہ ہے کہ ان حضرات کے اندر خلوص اور محبت اس قدر تھا کہ اوروں کے اندر اتنا نہیں۔ اس واسطے ان کے صدقات وحسنات بڑھے ہوئے ہیں۔

اخلاص پیدا کرنے کا طریقہ:

س:......اخلاص کیسے پیدا کیا جائے؟

ج:......اس کے پیدا کرنے کا طریقہ اندر سے ریاء تکبر کو نکالنا ہے کوئی کام دنیا کی رضا کے لئے نہ کیا جائے۔

صبر

صبر کی حقیقت:

س:......صبر کسے کہتے ہیں؟

ج:......انسان کے اندر دو قوتیں ہیں ایک دین پر ابھارتی ہے دوسرے ہوائے نفسانی پر پس محرک دینی کو محرک ہوا (خواہش نفسانی) پر غالب کر دینے کا نام صبر ہے اور اس کی حقیقت ناگوار بات پر نفس کو جمانا مستقل رکھنا اور آپے سے باہر نہ ہونا چاہئے۔

صبر کی ضرورت اور اس کی فضیلت:

س:......صبر کی کیا ضرورت ہے؟

ج:......صبر کی ضرورت اس لئے ہے کہ اس سے حق تعالیٰ کی معیت حاصل ہوتی ہے چنانچہ ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ۔

"اے ایمان والو! (طبیعتوں میں سے غم ہلکا کرنے کے بارے میں) صبر اور نماز سے سہارا (اور مدد) حاصل کرو بلاشبہ حق تعالیٰ (ہر طرح سے) صبر کرنے والوں کے ساتھ رہتے ہیں"۔ (بیان القرآن)

اس آیت میں صبر کی ضرورت اس کی فضیلت بیان فرمائی ہے کہ جب تمہیں کوئی ناگوار واقعہ پیش آئے تو صبر کے ساتھ استعانت حاصل کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔ اور اس میں دو باتوں کی طرف بھی اشارہ ہوسکتا ہے (۱) ایک یہ کہ معیت (ساتھ ہونے) سے اعانت اور مدد کی معیت مراد ہو یعنی تم صبر کر کے دیکھو دشوار نہ رہے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مدد تمہارے ساتھ ہوگی اور ان کی امداد کے بعد کوئی دشوار دشوار نہیں۔ (۲) دوسرے یہ کہ معیت سے عالیہ مراد ہو پس مطلب یہ ہوگا کہ صبر کی دشواری کو اس مراقبہ سے آسان کرو کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔ اس مراقبہ کے بعد صبر میں دشواری نہ رہے گی۔ کیونکہ جب عاشق کو یہ معلوم ہو کہ محبوب میرے ساتھ ہے میری تکلیف کو دیکھ رہا ہے تو اس کو کلفت کا احساس نہیں ہوتا تو اس بناء پر ہی صبر کی ضرورت ہے کہ حق تعالیٰ کی اعانت صبر کرنے والوں کے ساتھ رہتی ہے۔ قرآن پاک میں کچھ اوپر ستر جگہ صبر کا ذکر آیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ صبر نصف ایمان ہے۔ اور جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ جس شخص کو یہ فضیلت حاصل ہو گئی وہ بڑا خوش نصیب ہے۔ شب بیدار اور صائم الدھر سے اس کا درجہ افضل ہے۔ ان تمام ارشادات سے صبر کی فضیلت بھی معلوم ہوئی۔

صبر کے پیدا کرنے کا طریقہ:

س:......صبر کیسے پیدا کیا جائے؟

ج:......اپنی خواہشات اور جذبات نفسانی کو ضعیف کرے اور اس کے خلاف کرے اس طریقہ سے صبر پیدا ہو جائے گا۔

شکر

شکر کی حقیقت:

س:......شکر کسے کہتے ہیں؟

ج:......انسان کو جو دو حالتیں پیش آتی ہیں خواہ وہ اختیاری ہوں یا غیر اختیاری وہ دو طرح کی ہوتی ہیں یا تو وہ طبیعت کے موافق ہوتی ہیں یا وہ طبیعت کے خلاف اگر طبیعت کے موافق ہوں تو ایسی حالت کو خدا تعالیٰ کی نعمت سمجھنا اور اس پر خوش ہونا اور اپنی حیثیت سے اس کو زیادہ سمجھنا اور زبان سے خدا تعالیٰ کی تعریف کرنا اور اس نعمت کو گناہوں میں استعمال نہ کرنا شکر ہے۔ اگر وہ حالتیں طبیعت کے موافق نہ ہوں بلکہ نفس کو ان سے گرانی اور ناگواری ہوتی ہے تو ایسی حالت کو یہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں میری کوئی مصلحت رکھی ہے اور شکایت نہ کرنا۔ اور اگر کوئی حکم ہے تو اس پر مضبوطی سے قائم رہنا اور اگر وہ کوئی مصیبت ہے تو مضبوطی سے اس کو سہار لینا اور پریشان نہ ہونا صبر ہے۔

شکر کی فضیلت:

س:......شکر کے کچھ فضائل بیان کیجئے؟

ج:......شکر کی فضیلت میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ.

اگر تم میری نعمتوں کا شکر کرو گے (تو) میں تم کو زیادہ نعمتیں دوں گا خواہ وہ دنیا میں بھی یا آخرت میں اور آخرت میں تو ضرور ملے گی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ: " چار چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص کو وہ مل گئیں اس کو دنیا اور آخرت کی بھلائیاں مل گئیں اول دل شکر کرنے والا، دوم زبان ذکر کرنے والی، سوم بدن جو بلاؤں پر صابر ہو، چہارم وہ بی بی جو اپنی جان اور شوہر کے مال میں اس سے خیانت نہیں کرنا چاہتی۔

ہمیں لازم ہے کہ ہر حال میں شکر گزار رہیں اور نیز اس لئے بھی کہ شکر سے محبت پیدا ہوگی اور محبت سے قرب حق کا تقاضا ہوگا۔ (جو کہ مقصود اصلی ہیں)

شکر پیدا کرنے کا طریقہ:

س:......شکر پیدا کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

ج:......شکر پیدا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بار بار سوچا اور یاد کیا کرے اور ہر نعمت کو اس کی طرف سے جانے اس سے رفتہ رفتہ محبت پیدا ہوگی اور شکر کا درجہ حاصل ہو جائے گا۔

زُہد

زہد کی حقیقت:

س:......زہد کسے کہتے ہیں؟

ج:......زہد کہتے ہیں کہ کسی رغبت کی چیز کو چھوڑ کر اس سے بہتر چیز کی طرف مائل ہونا مثلاً دنیا کی رغبت علیحدہ کر کے آخرت کی طرف رغبت کرنا زہد کی حقیقت اصل وہ نور ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے کے قلب میں ڈالا جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کا سینہ کھل جاتا ہے اور اس پر یہ بات اور حقیقت منکشف ہو جاتی ہے کہ دنیا کا ساز و سامان مکھی کے پر سے بھی زیادہ حقیر ہے اور آخرت ہی پائیدار اور بہتر ہے۔ اور جس وقت یہ نور حاصل ہو جاتا ہے تو اس حقیر دنیا کی آخرت کے مقابلے میں اتنی بھی وقعت نہیں رہتی جتنی کہ بیش قیمت جواہر کے مقابلہ میں پھٹے پرانے چیتھڑے کی ہوا کرتی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: " جس کو حق تعالیٰ زاہد بناتا ہے اس کے قلب میں حکمت عطاء فرماتا ہے اور دنیا کی بیماری و علاج سے آگاہ کر دیتا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں " جو شخص صبح اٹھتے ہی دنیا کے غم میں گرفتار ہو جاتا ہے حق تعالیٰ اس کا دل پریشان کر دیتا ہے اور ملتا اسی قدر ہے کہ جتنا اس کی تقدیر میں لکھا جا چکا ہے۔ اور جو شخص صبح اٹھتے ہی آخرت کی فکر میں لگ جاتا ہے تو حق تعالیٰ اس کا قلب مطمئن رکھتا ہے اور اس کی دنیا کی خود حفاظت و کفالت فرماتا ہے اور اس نیک بندے کا دل غنی کر دیتا ہے اتنی دنیا مرہمت فرماتا ہے کہ یہ منہ پھیرتا ہے اور دنیا اس کے پیچھے پیچھے چلی آتی ہے۔

زہد حاصل کرنے کا طریقہ:

س:......زہد کے حاصل کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

ج:......زہد کے حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ دنیا کے عیوب اور مضرتوں اور فنا ہونے کو اور آخرت کے منافع اور بقاء کو یاد کرے اور سوچے۔

محبت

محبت کی حقیقت:

س:......محبت کسے کہتے ہیں۔

ج:......طبیعت کا ایسی چیز کی طرف میلان ہونا جس سے لذت حاصل ہو محبت کہتے ہیں۔ یہی میلان اگر قوی ہو جاتا ہے تو اس کو عشق کہتے ہیں۔ محبت کی دو قسمیں ہیں محبت طبعی اور محبت عقلی۔ محبت طبعی اختیاری نہیں اس کا پیدا ہونا اور باقی رہنا بالکل غیر اختیاری ہے۔ اور غیر اختیاری چیز پر بعض دفعہ دوام نہیں ہوتا لہٰذا محبت طبعی مامور نہیں ہے بخلاف محبت عقلی کے کہ اس کا پیدا ہونا اور باقی رہنا اختیاری ہے تو اس پر دوام بھی ہوتا ہے اس لیے محبت عقلی مامور بہ ہے اور یہی افضل و راجح ہے۔

محبت پیدا کرنے کا طریقہ:

س:......محبت الٰہی پیدا کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت کے قاری داؤد علیہ السلام ہوں گے۔ (الدیلمی)

ج:...... اللہ تعالیٰ سے محبت پیدا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جو احسانات اپنے اوپر ہیں ان کو سوچے اور اس کے کمالات و اوصاف اور انعامات کو یاد کرے اور سوچے اور احکام شریعت کی بجا آوری اور کثرت ذکر اللہ سے غیر اللہ کی محبت دل سے نکالے۔

خوف

خوف کی حقیقت:

س:...... خوف کسے کہتے ہیں؟

ج:...... خوف کہتے ہیں کہ نا گوار طبع چیز کے خیال اور اس کے واقع ہونے کے اندیشے سے قلب کا دردناک ہونا اور اس کی حقیقت احتمال عذاب ہے کہ انسان کو اپنے متعلق احتمال ہو کہ شاید مجھے عذاب ہو۔ اور یہ احتمال مسلمانوں میں ہر شخص کو ہوتا ہے اور اسی کا حکم بھی دیا گیا ہے اور اسی کا بندہ مکلف کیا گیا ہے اور یہ شرط ایمان ہے کہ اس کا نام خوف عقلی ہے۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''کسی بندے کو دو خوف نصیب نہ ہوں گے'' یعنی جو بندہ دنیا میں خدا تعالیٰ کا خوف رکھے گا وہ آخرت میں بے خوف ہوگا اور جو دنیا میں نڈر رہا اس کو آخرت میں امن و اطمینان نصیب نہ ہوگا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن ہر آنکھ روتی ہوگی سوائے اس آنکھ کے جو اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیز کے دیکھنے سے رو کی گئی ہو دوسری وہ آنکھ جس نے اللہ کے راستے میں پہرہ دیا اور تیسری وہ آنکھ جس میں خوف الٰہی کی وجہ سے مکھی کے سر کے برابر آنسو نکل آیا'' نیز مشکوۃ شریف کی ایک حدیث ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دیتا ہے'' ایک دوسری روایت میں ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرشتوں سے فرمائے گا کہ آگ میں سے اس شخص کو نکال دو جو کسی مقام پر مجھ سے ڈرا ہے۔''

خوف پیدا کرنے کا طریقہ:

س:...... خوف پیدا کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

ج:...... اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قہر و عذاب کو یاد کرے اور سوچا کرے ان شاء اللہ تعالیٰ اس سوچنے سے ایک نہ ایک دن خوف پیدا ہو جائے گا۔

توکل

توکل کی حقیقت:

س:...... توکل کسے کہتے ہیں؟

ج:...... صرف وکیل یعنی کارساز پر قلب کے اعتماد کرنے کا نام ہے اس کی حقیقت وہی ہے جو توکل (یعنی وکیل بنانے کی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ جس کام کو خود نہیں سمجھ سکتے اس کو دوسرے کے سپرد کیا جاتا ہے کہ اس کے بتانے کے موافق کرتا ہے پس توکل بھی یہی ہے کہ تمام کام خدا تعالیٰ کے سپرد کر کے تدبر کریں اور جو وہ بتائیں کرتے جائیں یعنی شریعت کے اصول پیش نظر رکھ کر ہر کام میں اسباب کے ماتحت کوشش کریں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال سے تو یہاں تک اس اعتدال کا پتہ چلتا ہے کہ معجزات میں بھی جو کہ بالکل بطور خرق عادت ظہور میں آئے ان میں بھی تدبر اور اسباب کی صورت کو ملحوظ رکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دعوت کا قصہ اس کا شاہد ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ: ''ہانڈی چولہے سے نہ اتارنا'' پھر اس میں آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعاب دہن مبارک ملایا اور وہ چند آدمیوں کی خوراک لشکر کے لشکر کو کافی ہوگئی''

توکل حاصل کرنے کا طریقہ:

س:...... توکل کیسے حاصل کیا جائے؟

ج:...... توکل حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی عنایتوں، وعدوں اور اپنی گزشتہ کامیابیوں کو یاد کرنے اور بار بار سوچنے سے ان شاء اللہ توکل آ جائے گا۔ یہ توکل کے آداب ہیں ان کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھنا چاہیے۔

رضاء

رضاء کی حقیقت:

س:...... رضاء کسے کہتے ہیں؟

ج:...... رضاء کی حقیقت قضاء پر اعتراض نہ کرنا ہے نہ زبان سے نہ دل سے بعض اوقات رضاء کا اتنا غلبہ ہوتا ہے کہ تکلیف ہی محسوس نہیں ہوتی پس اگر تکلیف کا احساس بھی نہ ہو تو رضاء طبعی ہے اور اگر تکلیف کا احساس باقی رہے رضاء عقلی ہے رضاء طبعی ایک حال ہے جس کا بندہ مکلف نہیں اور رضاء عقلی مقام ہے جس کا بندہ مکلف ہے۔

رضاء پیدا کرنے کا طریقہ:

س:...... رضاء پیدا کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

ج:...... اس کا طریقہ یہ ہے کہ سوچ کر کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ پیش آتا ہے اس میں بندہ کا فائدہ ہی فائدہ ہے اس طرح شکایت و حکایت کا جذبہ ختم ہو جائے گا اور رضا پیدا ہو جائے گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے لئے قبولیت واجب ہے اگر اس نے آمین کیساتھ ختم قرآن کیا ہو۔ (ابوداؤد)

تواضع

تواضع کی حقیقت:

س:...... تواضع کسے کہتے ہیں؟

ج:...... تواضع کی حقیقت یہ ہے کہ اپنے کو لاشے اور ہیچ سمجھے۔ اپنے کو رفعت کا اہل نہ سمجھے۔ اور سچ مچ اپنے کو مٹانے کا قصد کرے۔ اس کی اصل مجاہدہ نفس ہے۔ کیونکہ تواضع صرف اس کا نام نہیں کہ زبان سے اپنے کو خاکسار، نیازمند، ذرہ بے مقدار کہہ دیا اور بس بلکہ تواضع یہ ہے کہ اگر کوئی تم کو ذرہ بے مقدار کہہ کر برا بھلا کہے اور ذلیل کرے تو تم کو انتقام کا جوش پیدا نہ ہو اور نفس کو یوں کہہ کر سمجھاؤ واقعی ایسا ہی ہے۔ پھر کیوں برا مانتا ہے اور کسی کی برائی سے کچھ رنج واثر نہ ہو تو یہ تواضع کا اعلیٰ درجہ ہے کہ تعریف اور برائی برابر ہو جائے۔ نہ کہ طبعاً۔ کیونکہ طبعاً تو مساوات ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ یہ غیر اختیاری ہے۔ البتہ اختیاری امور میں تواضع اختیار کرے اور اسی کا انسان مکلّف بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ.

حضرت لقمان علیہ السلام نے یہ نصیحت کی کہ بیٹا!

"لوگوں سے اپنا رخ نہ پھیر اور زمین پر اترا کر نہ چل بے شک اللہ تعالیٰ کسی تکبر کرنے والے اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتے اور اپنی رفتار میں اعتدال اختیار کر (یعنی بے تکلف اور متوسط رفتار تواضع سادگی کے ساتھ اختیار کر اور بولنے میں) اپنی آواز کو پست کر (یعنی گفتگو میں بھی عاجزی اور تواضع اختیار کر)"۔ (بیان القرآن)

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو تواضع اختیار کرے گا ہم اس کو رفعت اور بلندی عطا کریں گے (نیز) اتفاق کی اصل تواضع ہے جن دو شخصوں میں تواضع ہوگی ان میں نااتفاقی نہیں ہو سکتی۔ تواضع میں جذب اور کشش کی خاصیت ہے متواضع کی طرف خود بخود کشش ہوتی ہے۔ بشرطیکہ صحیح تواضع ہو۔

تواضع پیدا کرنے کا طریقہ:

س:...... تواضع کیسے پیدا کی جائے؟

ج:...... تواضع پیدا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو سب سے کمتر اور حقیر جانے اللہ تعالیٰ کی کبریائی ہر وقت پیش نظر اور مستحضر رہے اور یہ سوچے کہ اللہ تعالیٰ کو تکبر سے نفرت ہے تو متکبر سے ضرور نفرت ہوگی۔ اور تواضع وعاجزی پسند فرماتے ہیں تو متواضع کو بھی پسند فرمائیں گے۔

رجاء

رجاء کی حقیقت:

س:...... رجاء کسے کہتے ہیں؟

ج:...... رجاء کی حقیقت یہ ہے کہ محبوب چیزوں یعنی فضل ومغفرت اور نعمت وجنت کے انتظار میں قلب میں راحت پیدا کرنا۔ اور ان چیزوں کے حاصل کرنے کی تدبیر اور کوشش کرنا رجاء ہے لہٰذا جو شخص رحمت اور جنت کا منتظر رہے اور اس کے حاصل کرنے کے اسباب یعنی عمل صالح، توبہ وغیرہ کو اختیار نہ کرے اس کو مقام رجاء حاصل نہیں وہ دھوکہ میں ہے جیسا کہ کوئی شخص تخم پاشی نہ کرے اور غلبہ پیدا ہونے کا منتظر رہے کہ یہ محض ہوس ہے۔

رجاء کے پیدا کرنے کا طریقہ:

س:...... رجاء کیسے پیدا کی جائے؟

ج:...... رجاء پیدا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت اس کے فضل وکرم اس کے احسانات اور عنایات کو سوچا کرے اور یاد کیا کرے۔ ان شاء اللہ اس طریقہ سے رجاء پیدا ہو جائے گی۔

تفویض وتسلیم

تفویض وتسلیم کی حقیقت:

س:...... تفویض کسے کہتے ہیں؟

ج:...... تفویض کی حقیقت یہ ہے کہ اپنے کو خدا کے سپرد کر دے کہ جو چاہیں تصرف کریں اپنے لیے کوئی حالت تجویز نہ کریں۔ یعنی خدا تعالیٰ کے علاوہ کسی پر نظر نہ رکھیں۔ تدبیر تو کرے مگر نتیجہ خدا تعالیٰ کے سپرد کر دے تفویض کے معنی ترک تدبیر کے نہیں۔ بلکہ اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ کے علاوہ کسی پر نظر نہ رکھیں۔ اور جن امور میں تدبیر اور تعلق کا کچھ دخل نہیں ان میں تو ابتداء ہی سے تفویض وتسلیم اختیار کرے اپنے لیے کوئی نظام تجویز نہ کرے اپنی طرف سے تجاویز قائم کر لینا یہی تمام پریشانیوں کی جڑ ہے۔ اور جب اپنے قائم کردہ نظام وتجویز کے خلاف واقع ہوتا ہے تو کلفت ہوتی ہے۔

تفویض وتسلیم حاصل کرنے کا طریقہ:

س:...... تفویض کو کیسے حاصل کیا جائے؟

ج:...... اس کا طریقہ یہ ہے کہ جب کوئی خلاف طبع ناگوار واقعہ پیش آئے تو فوراً سوچے کہ یہ حق تعالیٰ کا تصرف ہے۔ جس میں حکمت ضرور ہے اور مصلحت ہے، ابتداء میں تکلف سے یہ بات حاصل ہوگی پھر سوچتے رہنے سے تجویز کو فنا کرنا پڑتا ہے پھر یہ حالت اہل اللہ کے نزدیک طبعی بن جاتی ہے۔

فناء

فناء کی حقیقت:

س:......فناء کسے کہتے ہیں؟

ج:......فناء کی حقیقت یہ ہے کہ افعال ذمیمہ وملکات رذیلہ کو اپنے اندر سے زائل کرنا یعنی گناہوں سے ترک اور قلب سے غیر اللہ کی محبت اور لمبی لمبی امیدوں کا لالچ، کبر وخود پسندی اور دکھاوا وغیرہ جیسے برے اخلاق کا نکل جانا کہ غیر اللہ کیساتھ تعلق عملی نہ رہے۔ یہ ہے حقیقت فناء کی اور یہ اخلاق حسنہ میں سے اونچے درجے کا حسن خلق ہے۔

فناء پیدا کرنے کا طریقہ:

س:......فناء کیسے حاصل ہوتی ہے اس کا کیا طریقہ ہے؟

ج:......فناء کے حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کثرت سے مجاہدہ کرے یعنی خلاف نفس پر عمل کرے اور کثرت سے ذکر لسانی وقلبی کرے اور ہر وقت ذکر وفکر میں لگا رہے ان شاء اللہ تعالیٰ اس سے ایک دن فناء کا درجہ حاصل ہو جائے گا۔

اخلاق رذیلہ

اخلاق رذیلہ کی مذمت:

قرآن وحدیث میں جس طرح اور عبادات کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو عذاب سے ڈرایا گیا ہے اسی طرح بہت سے برے اخلاق پر بھی جہنم کی اور عذاب کی وعید سنائی گئی ہے مثلاً بخل (جو صفت ذمیمہ ہے) اس کے متعلق ارشاد ہے کہ: ’’جن کو اللہ تعالیٰ نے دولت دی ہے اور بخل سے کام لیتے ہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ وہ ان کے حق میں کوئی اچھی چیز ہے بلکہ وہ ان کے حق میں شر محض ہے۔ قیامت کے دن یہی دولت جس کے خرچ کرنے میں وہ بخل کرتے ہیں ان کے گلے کا طوق بنائی جائے گی‘‘۔ (آل عمران)

اور ایک دوسری جگہ ارشاد ہے کہ: ’’ان لوگوں کے لیے انجام کی بڑی خرابی ہے، جن کا حال یہ ہے کہ وہ دوسروں کو رو برو طعنہ دیتے ہیں اور پیٹھ پیچھے لوگوں کے عیوب، اور ان کی برائیاں بیان کرتے ہیں اور انہیں مال و دولت سے ایسی گہری محبت ہے کہ وہ اس کو جوڑ جوڑ کر رکھتے ہیں اور گناہ کرتے ہیں۔ گویا ان کا یہ مال ہمیشہ باقی رہیگا۔ یہ لوگ ضروری طور پر دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔‘‘ (سورہ بقر)

غرض یہ کہ ان آیات میں جن برائیوں پر عذاب کی وعید ہے وہ اخلاقی برائیاں ہی تو ہیں ایک حدیث میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا برے اخلاق سے پناہ مانگنے کا ذکر ہے چنانچہ ارشاد ہے: ’’اے اللہ! میں آپ کے ذریعہ سے فحش کلامی اور برے اخلاق سے پناہ مانگتا ہوں۔‘‘ (ابوداؤد)

اخلاق رذیلہ کی فہرست:

س:......اخلاق رذیلہ کون کون سے ہیں؟

ج:......اخلاق رذیلہ یہ ہیں۔ حرص، طول امل، ریا، حب جاہ، حب مال، بخل، حب دنیا، تکبر، عجب، غصہ، غیبت، حسد، کینہ، شکوہ۔

س:......ان اخلاق رذیلہ میں سے اگر ہر ایک کی شرح مختصر بھی کر دی جائے تو اچھا ہے؟

ج:......ہم ان میں ہر ایک کو اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

حرص

حرص کی حقیقت:

س:......حرص کسے کہتے ہیں؟

ج:......توجہ اور میلان قلب کا مال وغیرہ کے ساتھ مشغول ہو جانا حرص کہلاتا ہے۔ حرص تمام بیماریوں کی جڑ ہے۔ یہ ایسا مرض ہے کہ اس کو تمام بیماریوں کی جڑ کہنا مناسب ہوگا کیونکہ اس کی وجہ سے تمام جھگڑے فساد ہوتے ہیں اسی کی وجہ سے مقدمہ بازیاں ہوتی ہیں اگر لوگوں میں حرص مال نہ ہو تو کسی کا کوئی حق نہ دبایا جائے حق تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں کہ: ’’اپنی آنکھیں اس چیز کی طرف مت بڑھاؤ جس سے ہم نے نفع دیا ان کافروں کے مختلف گروہوں کو آرائش زندگانی دنیا کی‘‘ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ’’آدمی بوڑھا ہوتا رہتا ہے اور مگر اس کی دو چیزیں بڑھتی رہتی ہیں ایک مال پر حرص کرنا اور دوسرے عمر پر حرص کرنا‘‘

حرص کا علاج:

س:......اس کا علاج اور طریقہ بیان کریں جس سے حرص ختم ہو؟

ج:......خرچ کو گھٹائیں تاکہ زیادہ آمدنی کی فکر نہ ہو اور آئندہ کی فکر نہ کریں کہ کیا ہوگا اور سوچیں کہ حریص وطامع ہمیشہ ذلیل وخوار ہوتا ہے۔

ریاء

ریاء کی حقیقت:

س:......ریاء کسے کہتے ہیں؟

ج:......ریاء یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں اپنی عبادات اور عمل خیر کے ذریعہ سے وقعت منزلت کا خواہاں ہو اور یہ عبادت کے مقصود کے خلاف ہے۔ کیونکہ عبادات سے مقصود تو حق تعالیٰ کی رضا مندی ہے اور

اب چونکہ اس مقصد میں دوسرا شریک ہوگیا رضائے خلق مقصود ہے لہٰذا اب اس کا نام شرک اصغر ہے۔ علمائے کرام نے:

وَلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَۃِ رَبِّہٖٓ اَحَدًا اَوْ لَا یُشْرِکْ.

کی تفسیر ریا نہ کرنے سے فرمائی ہے۔

ریاء سے بچنے کا طریقہ:

س:......اس سے کیسے بچا جائے؟

ج:...... اس سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ حب جاہ کو دل سے نکالیں کیونکہ ریاء اس کا حصہ ہے اور عبادت پوشیدہ کریں یعنی جو عبادت کہ جماعت سے نہیں اور جس عبادت کا اظہار ضروری ہے اس کے اندر ریاء کو دور کرنے کے لیے حب جا کا نکالنا کافی ہے۔

حب جاہ

حب جاہ کی حقیقت:

س:......حب جا کسے کہتے ہیں؟

ج:......لوگوں کے دلوں کو مسخر کرنے کی خواہش کرنا تاکہ لوگ اس کی تعظیم اور اطاعت کریں حب جا کی برائی اور مذمت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ" دو بھوکے بھیڑیے بکریوں کے گلہ میں چھوڑ دیے جائیں تو وہ اس گلہ کو اتنا تباہ نہیں کرتے جتنا آدمی کی حرص مال اور جاہ پر اس کے دین کو تباہ کر دیتی ہے۔"

حُبِّ جاہ سے بچنے کا طریقہ:

س:......اس سے کیسے بچا جائے؟

ج:...... اس سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ یوں سوچ کہ تعظیم و اطاعت کرنے والے رہیں گے اور نہ میں رہوں گا پھر ایسی فانی چیز پر خوش ہونا نادانی ہے۔

بخل اور مال کی محبت

بخل اور حب مال کی حقیقت:

س:......بخل اور حب مال کے بارے میں کچھ وضاحت کریں؟

ج:......بخل کے معنی کنجوسی کے ہیں۔ مگر ہر بخل اور کنجوسی بری نہیں بلکہ وہ کنجوسی بری ہے جو صدقات واجبہ و نافلہ اور دیگر نیک کاموں میں خرچ کرنے سے رکاوٹ بنے اور اگر رکاوٹ نہ بنے بلکہ برے کاموں میں خرچ کرنے سے رکاوٹ بنے تو وہ بخل محمود ہے بخل ایک بہت بڑا مرض ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:"جو لوگ اللہ کی دی ہوئی نعمت میں بخل کرتے ہیں وہ اس کو اپنے حق میں بہتر نہ سمجھیں بلکہ یہ ان کے لیے نہایت برا ہے کیونکہ جس میں بخل کریں گے اس کا طوق بنا کر گلے میں ڈالا جائے گا۔"

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اپنے آپ کو بخل سے بچاؤ کہ اس نے پہلی امتوں کو ہلاکت میں ڈال دیا۔ اور چونکہ بخل مال کی محبت سے پیدا ہوتا ہے اور مال کی محبت قلب کو دنیا کی طرف متوجہ کر دیتی ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ کی محبت کا تعلق کمزور ہو جاتا ہے۔ اور بخیل مرتے وقت حسرت بھری نگاہوں سے اپنا جمع کیا ہوا مال دیکھتا اور جبراً اور قہراً آخرت کا سفر کرتا ہے اس لیے اس درجہ کی محبت خدا کے ذکر سے غافل بنا دیتی ہے یہ مال مسلمانوں کے لیے بڑا فتنہ ہے۔

بخل اور حب مال سے بچنے کا طریقہ:

س:......اس سے بچنے کا کیا طریقہ ہے؟

ج:......اس کا علاج اور طریقہ یہ ہے کہ نفس پر جبر کرے اور نیک کاموں میں خرچ کرنے کی بہ تکلیف عادت ڈالے۔ ضرورتوں کے وقت خرچ کرنے کی خوبی کا تصور باندھ کر اتنا زور ڈالے کہ خرچ کرنے کی رغبت ہونے لگے۔

دُنیا کی محبت

حُبِّ دنیا کی حقیقت:

س:......حب دنیا کیا ہے؟

ج:...... دنیا کے تمام جھگڑوں، بکھیڑوں اور مخلوقات اور موجودہ چیزوں کے ساتھ تعلق رکھنے کا نام دنیا کی محبت ہے۔ البتہ علم و معرفت الٰہی اور نیک کام جن کا ثمرہ مرنے کے بعد ملنے والا ہے ان کا وقوع اگرچہ دنیا میں ہوتا ہے مگر حقیقت میں وہ دنیا سے مستثنیٰ ہے۔ ان کی محبت دنیا کی محبت نہیں بلکہ آخرت کی محبت ہے اور حب دنیا تمام امراض کی اصل ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف لفظوں میں فرما دیا کہ:

حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ. کہ حب دنیا تمام برائیوں کی جڑ ہے۔

حب دنیا کو دل سے نکالنے کا طریقہ:

س:......اس کو کیسے نکالا جائے؟

ج:......اس کا طریقہ یہ ہے کہ دنیا ختم ہونے کو سوچیں کہ ایک نہ ایک دن یہ دنیا ختم ہو جائے گی۔ یہ چیز باقی رہنے والی نہیں ہے اس میں فنا ہی فنا ہے۔ اور جس میں فنا ہی فنا ہو وہ محبت کرنے کے قابل نہیں۔ موت کو کثرت سے یاد کیا کریں اور مدتوں کے لیے منصوبے اور سامان نہ کریں اور نہ سوچیں۔

تکبر

تکبر کی حقیقت:

س:......تکبر کی کیا حقیقت ہے؟

ج:......اپنے آپ کو صفات کمال میں دوسرے سے بڑھ کر سمجھے۔ تکبر سے اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔ یہ بہت برا مرض ہے۔ اور تمام امراض کی جڑ ہے۔ تکبر ہی سے کفر پیدا ہوتا ہے۔ تکبر ہی سے شیطان گمراہ ہوا۔ اس لیے حدیث میں اس پر سخت وعیدیں آئی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں نہ جائے گا اور فرمایا کہ کبر سے بچو کبر ہی وہ گناہ ہے جس نے سب سے پہلے شیطان کو تباہ کیا۔

تکبر کو نکالنے کا طریقہ:

س:......اپنے اندر سے تکبر کو کیسے دور کیا جائے؟

ج:......اللہ تعالیٰ کی عظمت کو یاد کرے تاکہ اپنے کمالات ہیچ نظر آئیں اور جس شخص سے اپنے آپ کو بہتر سمجھتا ہے اس کے ساتھ تواضع اور تعظیم سے پیش آئے۔

عُجب

عجب کی حقیقت:

س:......عجب کے کیا معنی ہیں اور اس کی کیا حقیقت ہے؟

ج:......عجب کے معنی خود پسندی کے ہیں اس کی حقیقت یہ ہے کہ اپنے کمال کو اپنی طرف منسوب کرنا اور اس کا خوف نہ ہونا کہ شاید یہ سلب ہو جائے عجب ایسی بری چیز ہے کہ جس وقت کوئی شخص اپنی نظر میں پسندیدہ ہوتا ہے اس وقت اللہ کی نظر میں ناپسندیدہ ہوتا ہے۔

عجب سے بچنے کا طریقہ:

س:......اس کو کیسے دور کیا جائے؟

ج:......اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے کمالات کو عطائے خداوندی سمجھے اور اس کی قدرت کو یاد کر کے ڈرے کہ شاید سلب ہو جائے۔

غصہ

غصے کی حقیقت:

س:......غصہ کی کیا حقیقت ہے؟

ج:......بدلہ لینے کے لیے خون قلب کا جوش مارنا غصہ کہلاتا ہے غصہ کو ضبط کرنے اور لوگوں کی تقصیروں سے درگذر کرنے والے اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکاروں کو محبوب رکھتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "بڑا پہلوان اور طاقت ور وہ نہیں جو لوگوں کو پچھاڑ دے بلکہ قوی اور پہلوان وہ ہے کہ جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے" اور ایک روایت میں ہے کہ قوی وہ ہے جو غصہ کا مالک ہو یعنی غصہ پر غالب ہو۔

غصہ سے بچنے کا طریقہ:

س:......غصہ کو اپنے اندر سے کیسے نکالا جائے؟

ج:......یہ یاد کریں کہ اللہ تعالیٰ کو مجھ پر زیادہ قدرت ہے۔ اور میں بھی اس کی نافرمانی کرتا ہوں اگرچہ وہ مجھ سے یہی معاملہ کریں تو کیا ہو اور یہ سوچیں کہ بدون ارادہ خداوندی کے کچھ واقع نہیں ہوتا میں کیا چیز ہوں کہ مشیت الٰہی سے مقابلہ کروں۔

غیبت

غیبت کی حقیقت:

س:......غیبت کسے کہتے ہیں؟

ج:......کسی کے پیٹھ پیچھے اس کی ایسی بات کہنا کہ اگر وہ سنے تو اس کو ناگوار ہو۔ اگرچہ وہ بات اس کے اندر موجود ہی ہو۔ اور اگر وہ بات اس میں نہیں ہے تو وہ بہتان ہے۔ جو غیبت سے بڑھ کر ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غیبت زناء سے سخت تر ہے۔ کیونکہ غیبت گناہ جاہی ہے یعنی حب جاہ سے پیدا ہوتا ہے اس کے بعد ندامت نہیں ہوتی بلکہ فخر کرتا ہے اور زناء پر ندامت ہوتی ہے اس پر کوئی فخر نہیں کرتا اس لیے غیبت زناء سے بدتر ہوئی۔

غیبت سے بچنے کا طریقہ:

س:......اس سے کیسے بچا جائے

ج:......بات کرنے سے قبل تھوڑی دیر تامل کرے اور یہ سوچے کہ اس بات سے اللہ تعالیٰ جو سمیع بصیر ہے ناخوش تو نہ ہوں گے ان شاء اللہ تعالیٰ کوئی گناہ کی بات منہ سے نہ نکلے گی۔

حسد

حسد کی حقیقت:

س:......حسد کسے کہتے ہیں؟

ج:......کسی شخص کی اچھی حالت کا ناگوار گزرنا اور یہ آرزو کرنا کہ یہ اچھی حالت اس کی زائل ہو جائے یہ حسد ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح جلا دیتا ہے جس طرح آگ سوکھی لکڑیوں کو جلا دیتی ہے۔ حسد قلبی مرض ہے اس میں دین کا بھی نقصان ہے اور دنیا کا بھی ہے۔

حسد سے بچنے کا طریقہ:

س:......اس سے کیسے محفوظ رہا جائے؟

ج:......جس سے حسد ہو اس کی خوب تعریف کیا کرو اور اس کے ساتھ خوب احسان وسلوک وتواضع سے پیش آؤ۔ ان شاء اللہ تعالیٰ حسد دور ہو جائے گا۔

کینہ

کینہ کی حقیقت:

س:......کینہ کسے کہتے ہیں؟

ج:......کینہ اسے کہتے ہیں کہ جب غصہ میں بدلہ لینے کی قوت نہیں ہوتی تو اس کے ضبط کرنے سے اس شخص کی طرف سے دل پر ایک قسم کی گرانی ہوتی ہے یہ کینہ ہے اور کینہ صرف عیب نہیں بلکہ بہت سے گناہوں کا بیج ہے۔ کینہ کے متعلق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: "کینہ پرور بخشا نہیں جاتا" اور نیز فرمایا کہ: "ان دو آدمیوں کی بخشش نہیں ہوتی جن کے درمیان عداوت وکینہ ہو" یہاں پر عداوت سے مراد وہ امور ہیں جس کا معنی ناحق امور ہوں۔

کینہ سے بچنے کا طریقہ:

س:......اسے کیسے دور کیا جائے؟

ج:......اس کا طریقہ یہ ہے کہ جس شخص سے کینہ ہو اس کا قصور فوراً معاف کر دینا اور اس سے میل جول شروع کر دینا گو بہ تکلف ہی ہو اس طریقہ سے کینہ دور ہو جائے گا۔

ولایت کا بیان

ولی کی تعریف:

س:......ولی کسے کہتے ہیں؟

ج:......یہ تو معلوم ہو ہی چکا ہے کہ جس نے ایمان کی حالت میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور ایمان پر خاتمہ ہوا وہ صحابی ہے اور ہر صحابی ولی ہوتا ہے کیونکہ ولی اسے کہتے ہیں کہ جو خدا تعالیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں کی پوری پوری تابعداری کرے اور کثرت سے عبادت کرے اور ہر قسم کے گناہ سے بچے۔ دنیا کی محبت، مال کی محبت، حرص، طمع، کبر، جاہ، عجب، بخل، حسد، ریاء، غصہ، کینہ، لمبی لمبی آرزو، ناشکری، بے صبری، غیبت، چغلی سے نفس پاک ہو اور توحید واخلاص، شکر وصبر، قناعت، علم، یقین، صدق، تسلیم، رضاء، تفویض، توکل، محبت الٰہی، اور خوف الٰہی سے قلب معمور ومزین ہو۔ یاد الٰہی قلب میں جمی ہوئی ہو ماسوی اللہ سے قلب منقطع ہو۔ اگرچہ ظاہراً بادشاہ وقت ہو اور یہ باتیں ہر صحابی میں ہوتی ہیں لہٰذا ہر صحابی کا ولی ہونا بھی معلوم ہو گیا ہوگا البتہ کوئی صحابی یا ولی نبی کے برابر ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور نہ کوئی بڑے سے بڑا ولی چھوٹے سے چھوٹے صحابی کے رتبہ کو پہنچ سکتا ہے۔ اس سے یہ بھی سمجھ گئے ہوں گے کہ شریعت کے خلاف کرنے والا ہرگز ولی نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا جو شخص عقل وہوش وحواس رکھنے والا نماز وغیرہ نہ پڑھے اور داڑھی منڈوائے اسے ہرگز ولی نہ سمجھنا چاہئے اگرچہ وہ کیسے ہی عجیب وغریب کام دکھائے حتیٰ کہ ہوا میں اڑ کر اور دریا میں چل کر دکھاوے۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں

خلاف پیمبر کسے راہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

جس نے پیغمبر کے خلاف راستہ اختیار کیا وہ ہرگز منزل مقصود کو نہیں پہنچ سکتا۔

شیخ ومربی کی ضرورت

س:......شیخ ومربی کسے کہتے ہیں اور اس کی کیا ضرورت ہے؟

ج:......جب آپ کو اخلاق حسنہ اور اخلاق رذیلہ کا علم ہو گیا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اخلاق حسنہ کے پیدا کرنے کا اور اخلاق رذیلہ کے دور کرنے کا حکم ہے اور اخلاق رذیلہ مثل امراض ظاہرہ کے ہیں۔ تو جیسے امراض ظاہرہ کے علاج کے لیے عقلاً ونقلاً کسی طبیب وڈاکٹر کی ضرورت ہے کہ اس کو نبض دکھائے بغیر اس سے علاج کرائے بغیر ظاہری امراض دور نہیں ہو سکتے اور صحت نہیں ہو سکتی اور نہ محض کتابوں سے از خود نسخے تجویز کر کے اور ان کے استعمال سے فائدہ ہو سکتا ہے ٹھیک اسی طرح امراض باطنی کا حال ہے کہ روحانی طبیب اور ڈاکٹر سے مشورے اور ان سے علاج کرائے بغیر فائدہ نہیں ہو سکتا۔ امراض جسمانی کے معالج کو حکیم اور ڈاکٹر کہا جاتا ہے اور امراض روحانی اور باطنی کے معالج کو شیخ، مربی اور مصلح کہا جاتا ہے۔

دین کے مسائل بقدر ضرورت معلوم کرنے کے بعد طالب کا دوسرا کام اور دوسرا قدم یہ ہونا چاہئے کہ اپنے امراض روحانی اور باطنی پر رہنمائی حاصل کرنے کے لیے اپنی مناسبت اور طبعی جوڑ کے لحاظ سے وہ کسی اثر والے صاحب نسبت، صاحب ارشاد اور اس فن کے جاننے والے کا انتخاب کرے اور اس سے علاج ورہنمائی کی درخواست کرے اسی کا نام ارادات ہے۔

شیخ کامل کی پہچان:

س:......آپ کے بیان سے اتنا تو معلوم ہو گیا کہ شیخ اور مربی کی ضرورت ہے مگر اتنا اور بتا دیجئے کہ شیخ اور مربی کی کیا پہچان ہے تاکہ کسی غلط آدمی کے پھندے میں نہ پھنس جائے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر ایک شرط جو کتاب اللہ (شریعت) میں نہ ہو باطل ہے اگرچہ وہ سو شرط ہو۔ (ابن ماجہ)

ج:......شیخ کامل کی پہچان یہ ہے کہ شریعت کا علم بقدر ضرورت ہو۔ حرص وطمع نہ ہو۔ کسی شیخ کامل سے اجازت یافتہ ہو اور اس کی صحبت میں کچھ دن رہا ہو۔ ذاکر مشاغل ہو، متقی ہو، یعنی عقائد، اعمال، عبادات، شریعت کے مطابق ہوں مریدوں کو دل سے تعلیم کرتا ہو۔ اور چاہتا ہو کہ درست ہو جائیں۔ بدعات ورسومات سے بچتا ہو۔ مشتبہ مال سے پرہیز کرتا ہو۔ اس کے زمانے کے علماء صلحا، منصف مزاج، سمجھدار اور دین دار حضرات اس کے معتقد ہوں کمال کا دعویٰ نہ کرتا ہو۔ اس کی صحبت میں بیٹھنے سے دنیا سے بے رغبتی ہو اور آخرت کیطرف توجہ ہو اس کے اکثر مریدوں کا حال شریعت کے مطابق ہو اپنے مریدوں کو اپنے حال پر نہ چھوڑتا ہو روک ٹوک کرتا رہتا ہو۔ جس میں یہ باتیں ہوں وہ شیخ کامل اور مربی ہے۔ کشف وکرامت وغیرہ کو بزرگی اور شیخ ہونے پر کوئی دخل نہیں اس کو خوب سمجھ لو۔

کرامت کا بیان

س:......کرامت کیا چیز ہے؟

ج:......جس طرح خلاف عادت بدون کسی سبب سے نبیوں سے باتیں ظاہر ہوتی ہیں جس کو معجزہ کہتے ہیں ایسے ہی متبع رسول پابند شریعت سے بھی بھی خلاف عادت بدون سبب باتیں ظاہر ہو جاتی ہیں ان کو کرامت کہتے ہیں۔ مگر معجزہ کا نبی سے ظاہر ہونا لازمی ہے اور کرامت کا ولی سے ظاہر ہونا لازمی نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ کسی ولی سے تمام عمر کوئی کرامت ظاہر نہ ہو اور جو لوگ متبع شریعت نہ ہوں ان سے بظاہر کوئی خلاف عادت بات ظاہر ہو اسے استدراج کہتے ہیں۔ شیطانی دھوکا ہے اور ایسا ہی شخص کسی آئندہ بات کی خبر دے اس کو کہانت کہتے ہیں وہ بھی شیطانی دھوکا ہے ایسے لوگوں سے دور رہنا چاہیے۔

سیاست کا بیان

دین کا چھٹا شعبہ سیاست ہے۔ مسلمان جس طرح عقائد وعبادات، معاملات ومعاشرت اور اخلاق میں دین کی خدمت ونصرت اور اس کے تمام شعبوں میں اللہ اور اس کے احکام اور ان کی ہدایات پر چلنے کا مکلف ہے ٹھیک اسی طرح وہ سیاست وحکومت میں بھی اسلام کے ان اصول اور احکام کا پابند ہے۔ جو اسلام نے اس شعبہ کے متعلق دیئے ہیں۔ سیاست وحکومت ایک حیثیت سے انسانی زندگی کا اہم ترین شعبہ ہے۔ دنیا کی صلاح وفساد پر سب سے زیادہ اثر اسی کے صلح وفساد کا پڑتا ہے۔ اس لیے یہ ممکن نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی ہدایت ورہنمائی سے اس اہم شعبہ کو بالکل خارج فرما دیتے۔ اور اس کے بندے بالکل آزاد ہو جاتے کہ سیاست حکومت کی گاڑی وہ جس طرح چاہیں چلائیں نہیں بلکہ وہ زندگی کے دوسرے شعبوں کی طرح سیاست وحکومت کے بارے میں بھی اسلام کی خاص ہدایات اور منضبط اصول واحکام کے پابند ہیں۔ مثلاً اسلام میں حکومت شخصی ہے یا جمہوری، امیر وخلیفہ منتخب ہو۔ اسلام میں مجلس شوریٰ کی کیا حیثیت ہے۔ اسلام کا حکومتی منشور کیسا ہو۔ اس میں حکومت کی کیا کیا ذمہ داریاں ہیں۔ قانون کیسا ہونا چاہیے۔ اسلامی حکومت میں عہدوں کے طالبوں اور خواہش مندوں کو عہدے دیے جانے چاہئیں یا نہیں۔ اسلامی حکومت کے عہدے داروں کی معاشرت کا معیار بلند یا سادہ۔ جو غیر مسلم اسلامی حکومت میں رہ رہے ہیں ان کے ساتھ معاملہ اور برتاؤ کیسا ہونا چاہیے۔ اسلامی حکومت میں حاکم کے کیا کیا فرائض ہیں؟ وغیرہ وغیرہ ان تمام مسائل میں اسلام رہنمائی کرتا ہے تفصیلات کے لیے ان کتابوں کو دیکھا جاسکتا ہے جو خاص اسی موضوع پر لکھی گئی ہیں۔

چند اہم باتیں

دوازدہ کلمات:

امیر المؤمنین یعسوب الدین امام المشارق والمغارب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے خدا تعالیٰ کی کتاب (توریت شریف) سے بارہ کلمات منتخب کیے ہیں۔ اور ہر روز میں ان میں تین بار غور کرتا ہوں۔ وہ کلمات حسب ذیل ہیں:

''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان تو ہر شیطان اور حاکم سے نہ ڈر جب تک کہ میری بادشاہت باقی ہے''

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ''اے انسان تو کھانے پینے کی فکر نہ کر جب تک کہ میرے خزانے کو تو بھرپور پاتا ہے اور میرا خزانہ ہرگز خالی اور ختم نہ ہوگا''۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ''اے انسان جب تو کسی امر میں عاجز ہو جائے تو مجھے پکار تو البتہ مجھے پائے گا۔ اس لیے کہ تمام چیزوں کا میں دینے والا اور نیکیوں کا دینے والا میں ہوں''۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ''اے انسان تحقیق کہ میں تجھ کو دوست رکھتا ہوں پس تو بھی میرا ہی ہو جا اور مجھ ہی کو دوست رکھ۔''

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ''اے انسان میں نے تجھ کو خاک، نطفہ، علقہ اور مضغہ سے پیدا کیا اور بکمال قدرت پیدا کرنے میں عاجز نہیں ہوا۔ تو پھر دو روٹی دینے میں کس طرح عاجز ہوں پس تو دوسرے سے کیوں مانگتا ہے؟''

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''اے انسان میں نے تمام چیزیں تیرے لیے پیدا کی ہیں اور تجھ کو اپنی عبادت کے لیے لیکن تو اس چیز میں پھنس گیا جو تیرے ہی لیے پیدا کی تھی اور غیر کی وجہ سے مجھ سے دوری اختیار کر لی''۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ''اے انسان تمام چیزیں اور ہر شخص اپنے لیے کوئی

چیز طلب کرتا ہے اور میں تجھ کو تیرے لیے چاہتا ہوں اور تو مجھ سے بھاگتا ہے"۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: "اے انسان تو خواہشات نفسانی کی وجہ سے مجھ سے ناراض ہو جاتا ہے اور کبھی میری وجہ سے اپنے نفس پر ناراض نہیں ہوتا"۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: "اے انسان تجھ پر میری عبادت ضروری ہے اور مجھ پر تجھے روزی دینا۔ مگر تو اپنے فریضے میں اکثر کوتاہی کرتا ہے اور میں تجھے روزی دینے میں کبھی کمی نہیں کرتا"۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: "اے انسان تو آئندہ کی روزی بھی آج ہی طلب کرتا ہے اور میں تجھ سے آئندہ کی عبادت نہیں چاہتا"۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: "اے انسان کہ جو کچھ میں نے تجھ کو دے دیا ہے اگر تو اس پر راضی ہو جائے تو ہمیشہ آرام و راحت میں رہے گا اور اگر اس پر راضی نہ ہو تو میں تجھ پر دنیا کی حرص مسلط کر دوں گا کہ وہ تجھ کو در بدر پھرائے کتے کی طرح دروازوں پر ذلیل کرائے اور پھر بھی تو شئے مقدر کچھ نہ پائے"۔

گناہوں کا بیان

گناہ کی حقیقت:

س:......گناہ کسے کہتے ہیں؟

ج:...... گناہ کے معنی نافرمانی کرنا اور حکم نہ ماننا ہے۔ جس کام میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی ہوتی ہو، اسے گناہ کہا جاتا ہے۔ گناہ کرنا بہت سخت بات ہے اللہ تعالیٰ کا غضب اور عذاب گناہ کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ہر قسم کے گناہ سے بچنا چاہیے خواہ چھوٹا گناہ ہو یا بڑا۔

گناہوں کی قسمیں:

س:......کیا گناہوں کی بھی قسمیں ہیں؟

ج:......جب آپ کو گناہ کی حقیقت معلوم ہوگئی کہ ہر گناہ میں اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی مخالفت ہے اور یہ مخالفت کتنی ہی کم ہو، وہ بھی سخت اور بڑا گناہ ہے۔ اس لیے اس کو صغیرہ نہیں کہہ سکتے، جیسے آگ کی چنگاری، خواہ وہ بڑی ہو یا چھوٹی چھپر کے جلانے کے لیے دونوں کافی ہیں۔ ایسے ہی انسان کو اخروی نقصان پہنچانے کے لیے دونوں برابر ہیں۔

پھر جو یہ مشہور ہے کہ گناہ کی دو قسمیں ہیں کہ بعض صغیرہ، اور بعض کبیرہ، یہ محض اضافی ہے کہ بعض گناہ بمقابلہ دوسرے گناہ کے صغیرہ یعنی چھوٹا ہوتا ہے۔ بعض علماء کا یہی قول ہے، اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ گناہ بعض صغیرہ ہیں اور بعض کبیرہ، کیونکہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ بعض گناہ تو ایسے ہیں کہ ان کے کرنے والے کو فاسق، مردود الشہادت سمجھا جاتا ہے، اور بعض ایسے ہیں کہ ان کے کرنے والے کو فاسق نہیں سمجھا جاتا اور نہ اس کی شہادت رد کی جاتی ہے۔ پہلی قسم کو کبیرہ اور دوسری قسم کو صغیرہ کہا جاتا ہے۔ مگر ان سب میں بہتر تعریف جو زیادہ جامع اور سلف صالحین سے منقول ہے وہ یہ ہے کہ جس پر قرآن یا حدیث میں آگ اور جہنم کی وعید بصراحت آئی ہو، یا اس کام کے کرنے پر کافر کے فعل کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہو، جیسے تارک نماز کو جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی ہے کافر کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوۃَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ کَفَرَ. جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی پس وہ کافر ہو گیا، یعنی اس نے کافروں جیسا کام کیا اس قسم کے گناہوں کو کبیرہ کہتے ہیں اور جن گناہوں پر اس قسم کی تصریح وارد نہ ہوئی ہو وہ صغیرہ ہے۔

گناہ کی چند مثالیں:

س:......مہربانی فرما کر گناہوں کی چند مثالیں بھی شمار کرا دیں؟

ج:...... سنیے اور حفظ کیجیے، اور بچنے کی کوشش کیجیے۔

ڈاڑھی منڈوانا، نماز ترک کرنا، قبروں پر سجدہ کرنا، بزرگوں کے مزارات پر جا کر نذر و منت ماننا، روزہ نہ رکھنا، زکوٰۃ نہ دینا، حج کے قابل ہو کر حج نہ کرنا، حضرات صحابہ کو برا کہنا، والدین اور اپنے اساتذہ کی جائز کام میں نافرمانی کرنا، اہل و عیال کے حقوق ادا نہ کرنا، شراب پینا، جوا کھیلنا، چوری کرنا، جیب کاٹنا، قرض لے کر پھر ادا نہ کرنا، کسی کی زمین یا مکان غصب کرنا، سود لینا، رشوت لینا، یا کسی ناجائز کام کو رشوت دے کر کرانا، غلہ کی گرانی سے خوش ہونا، جھوٹی قسم کھانا جھوٹی گواہی دینا، ناچ دیکھنا، گانا سننا، لڑکیوں کو میراث کا حصہ نہ دینا، خودکشی کرنا، تقریبات میں ناموری کے لیے فضول خرچی کرنا یا قرض لے کر خرچ کرنا یا قرض لے کر خرچ نہ کرنا، ہولی دیوالی پر گھر کا لیپنا پوتنا، مرد کے لیے پائجامہ یا لنگی کا ٹخنوں سے نیچے پہننا، ناجائز امور میں چندہ دینا، میدان جہاد سے بھاگنا، امانت میں خیانت کرنا، جاندار کی تصویر بنانا، یا کسی جاندار کی تصویر گھر یا دکان میں رکھنا، جادو کرنا، یا سیکھنا، پڑوسی، مہمان اور رشتہ داروں کے حقوق ادا نہ کرنا، بری نیت سے کسی لڑکے یا لڑکی کو دیکھنا، یا اس سے باتیں کرنا، یا عورت کا نامحرم مرد کو تاکنا، گالی دینا، فتنہ کرنا، عورتوں کا ٹخنے کھولنا بلا ضرورت خاص نامحرم مرد سے بات چیت کرنا، علماء کی توہین کرنا تکبر کرنا، حسد کرنا، بخل کرنا، اسراف کرنا، حرص کرنا، ناشکری کرنا، بے صبری کرنا، لمبی لمبی آرزوئیں باندھنا، چغلی کھانا، غیبت کرنا، غصہ کرنا، خود پسندی میں مبتلا ہونا، مسلمانوں کو حقارت کی نظر سے دیکھنا، پتنگ اڑانا، دونوں طرف سے شرط باندھنا، بدعت کے کام کرنا، پختہ قبریں بنانا، قبروں پر گنبد بنانا، عرس کرنا، قبروں پر چراغ جلانا، چادریں چڑھانا، غلاف ڈالنا، تیجہ و چالیسویں کے لیے میت کے مکان پر کھانا کھانے کے لیے جمع ہونا، جائز اور مستحب کام میں ایسی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحالت سفر نماز صبح میں معوذتین (آخری دو سورتیں) پڑھا کرتے تھے۔ (تاریخ اصفہان)

شرطیں لگانا جو شریعت سے ثابت نہ ہوں، مثلاً ایصال ثواب کے لیے کوئی دن مقرر کرنا یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت اور سیرت کے بیان کے لیے ربیع الاول کے مہینہ کو خاص کرنا صغیرہ گناہ پر اصرار کرنا، داڑھی مونڈھنا، کسی کی زمین پر بحیثیت موروثی قبضہ کرنا، اسی قسم کے اور بہت سے گناہ ہیں جن کی تفصیل کے لیے مستقل رسالہ کی ضرورت ہے۔

گناہوں سے دنیا کے نقصانات:

س:......کیا گناہ کرنے سے دنیا میں بھی نقصان پہنچتا ہے؟

ج:......جی ہاں دنیا میں بھی نقصان پہنچتا ہے۔ مثلاً علم سے محروم رہنا، رزق کم ہو جانا، خدا تعالیٰ سے وحشت ہونا، اکثر کاموں سے دشواری کا پیش آنا، قلب میں ظلمت معلوم ہونا، دل میں اور بعض اوقات جسم میں کمزوری ہونا، طاعت سے محروم رہنا، عمر میں برکت نہ ہونا، گناہوں کا سلسلہ چلنا، توبہ کا ارادہ کمزور ہو جانا، گناہ کرتے رہنے سے اسکی برائی دل سے نکل جانا، دشمنان خدا اور نا اہلوں کا حاکم، خدا تعالیٰ کی نظر میں ذلیل ہونا، دوسری مخلوق کو اس کی معصیت کا ضرر پہنچنا عقل میں کمی آنا، خدا تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور فرشتوں کی اس پر لعنت ہونا، بارش کا رکنا، پیداوار کم ہونا، عزت و منزلت کا کم ہو جانا، خدا تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا دل سے جاتا رہنا، نعمتوں کا سلب ہونا، بلاؤں کا ہجوم ہونا، مرتے وقت منہ سے کلمہ نہ نکلنا، خدا تعالیٰ کی رحمت سے نا امید ہو جانا وغیرہ وغیرہ

بدعات کا بیان

بدعت کی حیثیت:

س:......بدعت کسے کہتے ہیں؟

ج:...... بدعت ان چیزوں کو کہتے ہیں جن کی اصل شریعت سے ثابت نہ ہو یعنی اس کام کو نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہو، نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہ تابعین نے، نہ تبع تابعین نے، نہ ائمہ اور فقہاء کرام نے اور نہ اس کا ثبوت قرآن وحدیث سے ملے، اور اس کو دین سمجھ کر کیا جائے، اور نہ کرنے والے کو ملامت کی جائے، ایسے کام کرنے والے کو بدعتی کہتے ہیں۔ بدعت بہت بری چیز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعت کو مردود فرمایا ہے اور فرمایا کہ بدعت گمراہی ہے، اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے۔

کفر و شرک کے بعد بدعت بہت بڑا گناہ ہے، کہ گناہ کرتا ہے اور اس کو گناہ نہیں سمجھتا، مثلاً قبروں پر گنبد ملانا، دھوم دھام سے عرس کرنا قبروں پر چراغ جلانا، شادی میں سہرا باندھنا وغیرہ وغیرہ۔

عرس کی شرعی حیثیت:

س:......عرس کیا چیز ہے ذرا اس کی حقیقت بیان کر دیجئے؟

ج:......عزیز من آپ نے خوب وقت پر موقع کا سوال کیا مگر دیکھئے سوال سے مقصود جہاں علمی غلطی سے نکلنا ہوتا ہے وہیں خالی الذہن ہو کر دلیل پر نظر کر کے عملی قدم اٹھانا اس سے زیادہ اہم ہوتا ہے مقصود معلومات سے عقائد و اعمال کی تصحیح ہے کہ مطلق علم آپ اس کو ذہن میں رکھتے ہوئے عرس کی حقیقت سنیئے۔ عزیز من عرس کے معنی ہیں خوشی کے عرس اسی سے ہے۔ کہتے ہیں شب عروسی تو چونکہ بزرگوں کی موت کا دن بزرگ کے لئے خوشی کا دن ہوتا ہے کہ وصال الی اللہ کا دن ہوتا ہے جیسا کہ حضرت معین الدین چشتی وغیرہ حضرات قدس سرہم ہیں کہ اگر موت نہ ہوتی تو دنیا میں آنا بیکار تھا کہ اَلْمَوْتُ جَسْرٌ یُوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ موت پل ہے جو کہ دوست کو دوست تک پہنچاتا ہے اس لئے وصال الی اللہ کے لئے موت کی تمنا علامت ولایت کی ہے تو وہ دن موت کا بزرگوں کے لئے چونکہ خوشی کا دن ہوتا ہے اس لئے اس یوم کو یوم عرس کہا جاتا ہے، سابق اولیاء کرام بعض مصلحتوں سے بزرگوں کے مزاروں پر جمع ہو جایا کرتے تھے اور وہ مصلحتیں یہ تھیں کہ جہاں ان صاحب مزار کو قرآن شریف پڑھ کر بخشنا ہوگا وہیں یہ نفع بھی ہے کہ ایک بزرگ دوسرے بزرگ سے اپنی باطنی مقامات میں اشکال حل کریں گے اور ایک دوسرے سے فیض یاب ہوں گے توجہ سے باطنی ترقی ہوگی۔ تیسرے یہ کہ عوام مسلمانوں کو اپنے لئے شیخ کا منتخب کرنا آسان ہوگا کہ مختلف مشائخ سے ملیں گے۔ صحبت میں بیٹھ کر ان کے ملکہ وطریق وحالات سے دیکھ کر اپنی مناسبت کا اندازہ کر کے شیخ کا انتخاب کر لیں گے۔ یہ تھا مقصود اس اجتماع سے اور وہ بھی ہمیشہ خاص اسی ماہ میں نہیں سال بھر میں کسی ماہ میں ہو جائے نہ قوالی تھی نہ میلے کی شکل تھی اور نہ کوئی تقرری اور تہواری صورت تھی اور ہو بھی کیسے سکتی تھی ان کو معلوم تو تھا کہ ایسے طریقے سے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کیونکہ ارشاد ہے کہ: لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا کہ میری قبر کو عید نہ بنانا یعنی جس طرح عید کے لئے دن مقرر ہوتا ہے اور عمدہ عمدہ کپڑے پہن کر خوشی کے ساتھ لوگ جمع ہو کر ایک مقام پر اکٹھے ہو جاتے ہیں اس طرح میری قبر پر اکٹھے نہ ہونا تو بھلا جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضہ پر اس طرح جمع ہونے کو منع فرما رہے ہیں تو پھر دوسرے کے مزار پر تعین ماہ و تاریخ اور فاخرہ لباس زینت کو پہن کر خوشی کے ساتھ مثل بیاہ شادی و عید و بقرعید جمع ہو کر جانا اور جمع ہونا کیونکہ درست ہو سکتا ہے حالانکہ اپنے روضہ مبارک کی زیارت کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ترغیب عجیب عنوان سے فرمائی کہ فرمایا:

مَنْ زَارَ قَبْرِیْ مِنْ بَعْدِیْ. فَقَدْ زَارَنِیْ

جس نے میری قبر کی زیارت کی اس نے گویا میری زیارت کی اور فرمایا:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں والصافات پڑھا کرتے تھے۔ (الصحیح لابن حبان)

مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَ جَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ

کہ جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کیلئے میری شفاعت واجب ہوگئی تو باوجوداتنی ترغیبات اور اجرعظیم کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضہ مبارک پر اجتماع کو منع فرمارہے ہیں اس سے سمجھنا چاہیے کہ دوسرے کے مزار پر اجتماع تعین ماہ ویوم کے ساتھ اورعمدہ کپڑے پہن کرعطروغیرہ لگا کرسنگار کے ساتھ سامان ونشاط جمع کرنے کے ساتھ کیونکر جائز ہوسکتا ہے آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ عرس اصل سے ہی درست نہیں اور بزرگوں کا جوحوالہ دیا جاتا ہے وہ بھی درست نہیں کہ آج کل کے اجتماع اوران کے جمع ہونے کے مقاصد میں اورطرز وہیت میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

عزیزمن کسی چیز پر حکم اس کی حقیقت پر لگا کرتا ہے نام پر نہیں لگتا تو جب اس زمانہ میں عرس کی حقیقت نہیں ہے وہ کہ جواولیاء کرام کے نزدیک تھی جیسا کہ معلوم ہوگیا.....تو صرف عرس کے نام سے عرس موجودہ کے جائز ہونے کا حکم کیونکر لگایا جاسکتا ہے۔آج کل عرسوں میں وہ تمام باتیں جوایک میلہ کی ہوسکتی ہیں وہ سب موجود ہوتی ہیں بلکہ اس سے زائد سجے عورتیں سنگار کر کے بے پردہ وہاں جاتی ہیں طبلے سارنگی ڈھول باجے وہاں ہوتے ہیں بازاری عورتوں کے گانے وہاں ہوتے ہیں دیگر تماشے اور کھیل کود اور کھلونے وہاں ہوتے ہیں اب تم خود سوچو کہ کیا یہ باتیں اسلام میں حرام نہیں ہیں اور کیا اولیاء اللہ نے کبھی یہ چیزیں جمع کی تھیں یا جمع ہونے دی تھیں پھر یہ عرس کیا وہی عرس ہے اور سنیئے کیا وہاں سجدے نہیں ہوتے جو کہ شرک کے صاف مشابہ ہے اسی بناء پر ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وفات میں فرمایا:

لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدًا (لعنت کرے اللہ تعالیٰ یہود ونصاریٰ پر کہ انہوں نے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنا لیا) اس ارشاد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف اعلان تھا اپنی امت کو کہ تم اے مسلمانو ایسی لعنت کا کام نہ کرنا کہ اپنے بزرگوں کی قبروں کو سجدہ کرنے لگو۔ اب تم خود ٹھنڈے دل سے سوچ لو کہ جس جگہ اس قدر گناہوں کے جمع ہونے کی ہو وہاں جانا بھی درست نہیں چہ جائیکہ ایسے کام کی بناء اور اس میں کوشش یہ کس قدر مذموم وقبیح اور سخت ترین نافرمانی اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوگی لہٰذا معلوم ہوا کہ موجودہ صورت عرس کی قطعاً جائز نہیں البتہ مزارات پر جانے اور فاتح پڑھنا درست ہے اس کو کوئی منع نہیں کرتا اور منع کیونکر کیا جاسکتا ہے حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا فَاِنَّهَا تُزَهِّدُ فِي الدُّنْيَا وَ تُذَكِّرُ الْاٰخِرَةَ

یعنی میں تم کو پہلے قبروں کی زیارت سے منع کرتا تھا اب زیارت کیا کرو اس لئے کہ قبروں کی زیارت آدمی کو دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتی ہے اور آخرت کو یاد دلاتی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان تشریف لے جایا کرتے تھے چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

مَرَّ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم قُبُوْرَ الْمَدِيْنَةِ فَاَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَ لَكُمْ وَ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَ نَحْنُ بِالْاَثَرِ.

کہ آپ مدینہ منورہ کے قبرستان سے گزرے اور آپ نے قبروں کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا اے قبر والو خدا تعالیٰ ہماری تمہاری بخشش فرمائے تم ہم سے پہلے چلے آئے ہم بعد میں آنے والے ہیں اس ارشاد عالی اور فضل حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے قبرستان جانا اور فاتح پڑھنا دعا مغفرت کرنا معلوم ہوا نیز معلوم ہوا کہ مقصود قبرستان جانے سے اور زیارت کرنے سے عبرت حاصل کرنا ان کے لئے دعا کرنا آخرت کو یاد کرنا اور دنیا سے بے رغبت ہونا ہے۔ان فائدوں کے لئے زیارت کا حکم فرمایا سو اس قسم کی زیارت سب کی درست ہے۔

ولی ہو یا غیر ولی بادشاہ ہو یا فقیر بلکہ بنسبت دوسروں کے بادشاہ ورئیسوں کی قبر پر جانے سے زیادہ عبرت ہے اور بنسبت ولی کے گناہگاروں کی قبر پر جانا زیادہ مناسب ہے کیونکہ ان کو دعا کی حاجت زیادہ ہے اب آنعزیز خیال فرمالیں کہ کون ایسا مولوی ہے جو زیارت قبور کو منع کرسکتا ہے۔زیارت کو اور قبرستان جانے سے کوئی منع نہیں کرتا بلکہ عرس کو منع کیا جاتا ہے جس میں ستار سازرنگیاں وغیرہ بجائی جاتی ہیں خوشیاں کی جاتی ہیں بناؤ سنگھار کے ساتھ جایا جاتا ہے۔غرض یہ کہ گانے بجانے ناچ طبلے ڈھول تمام نشاط کی چیزیں وہاں جمع ہوتی ہیں کہ نہ عبرت ہے نہ دنیا سے نفرت وبے رغبتی ہے نہ آخرت کا یاد کرنا ہے جو مقصود تھا زیارت سے پھر یہ زیارت کیسی ہے کہ تمام باتیں زیارت مزار کے مقصود کے خلاف جمع ہیں یعنی ہنسنا قہقہہ لگانا،گانا، دنیا کی فضول ولغو باتیں کرنا، کھانا پینا وغیرہ پس ثابت ہوا کہ موجودہ صورت عرس کی کسی طرح جائز نہیں لہٰذا عرس کرنا تو کیا شریک ہونا اور دیکھنا بھی جائز نہیں۔

س:......آپ نے بیان عرس میں ماشاء اللہ تعالیٰ خوب روشنی ڈالی۔ جزا کم اللہ تعالیٰ جزاء الخیر اب ایک اور شبہ باقی ہے وہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال کے شروع میں شہداء کی قبروں پر تشریف لے جاتے تھے اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ سالانہ اگر قبرستان میں مسلمان جمع ہو جائیں تو جائز ہے الفاظ حدیث شریف کے یہ ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَاْتِيْ قُبُوْرَ الشُّهَدَاءِ عَلٰى رَاْسِ كُلِّ حَوْلٍ فَيَقُوْلُ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ.

ج:......عزیزمن اس حدیث شریف میں عرس سے کوئی علاقہ نہیں اول تو یہ بات ہے کہ یہ حدیث شریف کتب صحاح میں نہیں دوسرے اس

حدیث کے راوی محمد ابن ابراہیم ہیں یہ حدیث مرفوع متصل نہیں لہٰذا کسی بات کے ثابت کرنے کے لیے جو اصول ہیں کہ حدیث صحیح کا ہونا ضروری ہے یہ بات اس روایت میں نہیں تیسرا یہ کہ اگر یہ حدیث صحیح بھی مان لیں تو یہ حدیث مجمل ہے کیونکہ سال کے شروع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ سال ہجری کے شروع ماہ محرم میں تشریف لے جاتے تھے دوسرے معنی یہ ہیں کہ شہداء کے سال شروع یوم شہادت میں تشریف لاتے تھے لہٰذا میت کے وفات کے خاص دن سالانہ جانے پر کوئی دلیل نہیں بلکہ بہت سے بہت اس قدر ثابت ہوا کہ جہاں ہفتہ وار اور ماہانہ قبرستان جانا ہوتا ہے وہیں سال بھر بعد قبرستان جانا ہو جائے تو درست ہے تو اس طرح جانے کو کوئی عرس نہیں کہتا اور پھر یہ حدیث شریف معارض ہے۔ لَاتَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عَیْدًا کے لہٰذا اجتماعی طور پر بطور عید وخوشی اور سامان شادمانی کے ساتھ تشریف لے جانا تو بالکل ہی محال ہے پس اس حدیث شریف سے عرس کے جائز ہونے کو ذرہ برابر بھی مس نہیں اور سالانہ قبروں اور مزارات پر بلا کسی خاص اہتمام واجتماع کے جانا جائز ہے۔ پس لَاتَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عَیْدًا کی صحیح حدیث شریف سے عرس کا ناجائز ہونا ثابت ہوا اور اس حدیث شریف سے بشرطیکہ یہ حدیث شریف صحیح ہو تو سالانہ بغیر کسی خاص اہتمام اور اجتماع کے جائز معلوم ہوا امید ہے کہ اب تمام شبہات کافور ہو گئے ہوں گے۔

س:...... بے شک اب کوئی شبہ نہیں مگر اب ایک سوال باقی ہے وہ یہ کہ گانا بجانا قوالی سننا درست نہیں حالانکہ ہم نے سنا ہے کہ اولیاء کرام قوالی سنتے تھے؟

ج:...... آپ سے تعجب ہے یہ سوال آپ کے دل میں کھٹکا کون نہیں جانتا کہ خلاف پیغمبر کسے راہ گزید۔ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید۔

یا تو آپ ان حضرات کو اولیاء میں سے جانتے ہیں یا نہیں اگر نہیں جانتے تو۔ سوال ہی لغو ہے اور اگر ان کو اولیاء میں سے سمجھتے ہیں تو کیا ولی خلاف سنت طریقہ اختیار کر کے اور ترک سنت پر اصرار کر کے ولی ہو سکتا ہے؟ جو ولی ہو گا وہ سنت کا تارک نہیں ہو گا اور جو سنت کا تارک ہو گا وہ ولی نہ ہو گا کیا حق تعالیٰ کا ارشاد نہیں پڑھا۔

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ

کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجیے کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تعالیٰ تم کو دوست بنا لیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ۔ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّلَدِہٖ وَمَالِہٖ وَنَفْسِہٖ کہ جب تک مجھے اپنے ماں باپ مال اولاد اور اپنی جان سے زیادہ محبت نہ ہو گی اس وقت تک کوئی مؤمن کامل نہیں ہو سکتا۔ اور کمال ایمان اور مؤمن کامل ہی کا نام ولی ہے تو اب غور کیجیے کہ یہ گانا اور بجانا ان اولیاء کرام نے بھلا کیونکر گوارا کیا ہو گا۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَھْوَ الْحَدِیْثِ یعنی بعض ایسے ہیں کہ جو لغو باتوں اور گانوں کو خریدتے ہیں اور بموجب ارشاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اِسْتِمَاعُ الْمَلَاھِیْ مَعْصِیَۃٌ وَالْجُلُوْسُ فِیْھَا فِسْقٌ وَ التَّلَذُّذُ بِھَا کُفْرٌ کہ مزار پر سننا گناہ ہے اور اس کو سننے کو بیٹھنا فسق ہے اس سے لذت حاصل کرنا کفر ہے اور فرمایا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نَھَی النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ الْمَذَامِیْرِ وَالْمَعَازِفِ کہ منع کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ سے بجانے والے اور ہاتھ سے بجانے والے باجوں سے سنے قاضی خان جس پر فتوی کا بڑا مدار ہے اپنی کتاب میں فرماتے ہیں ان الضرب بالقصب والتغنی حرام استماع القرآن بالحان معصیة والتالی والسامع اثمان۔

یعنی مشائخ نے فرمایا کہ گانے کے طریقہ پر قرآن شریف پڑھنا اور سننا گناہ ہے اب سوچئے کہ بھلا کہ شعر گانے کے طرز پر پڑھنا اور سننا کب جائز ہے ہو سکتا پھر جب کہ ارشاد خداوندی اور فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور اقوال مشائخ وفقہاء سے گانا اور بجانا حرام ثابت ہے تو اولیاء کرام نے اس کو کیونکر روا رکھا ہو گا معلوم ہوا کہ جو سماع ان حضرات سے سننا ثابت ہے وہ ہے جو مباح اور حد جواز میں تھا اور وہ یہ کہ اشعار خوش آوازی کے ساتھ بلا مزامیر ومعازف حد شرعی میں محبت حق اور توحید کے ذکر میں ہو خواہ استعارہ اور کنایہ میں ہوں یا معارف وصریح معنی میں ہوں چنانچہ ان حضرات کے شرائط سماع سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے اور وہ شرائط یہ ہیں اول یہ کہ سننے والے صاحب حال ہوں دوم سنانے والے صاحب دل ہوں سوم جو چیز سنائی جائے وہ حدود شرعیہ میں ہوں چہارم مزامیر نہ ہوں پانچویں مرد نہ ہوں چھٹے عورت نہ ہوں اب آپ نظر انصاف سے کہیے کہ ان حضرات کی جب یہ شرائط ہیں تو ان حضرات کو بزرگ و ولی جانتے ہوئے ان کی طرف گانے بجانے کے سننے کو منسوب کرنا ان پر تہمت نہیں تو اور کیا ہے اگر کہیں کھنجری یا دف پر کسی بزرگ کا سننا ثابت بھی ہو تو وہ ان کا غلبہ حال ہے معذوری ہے ممکن ہے علاجاً سننا گوارا کر لیا تو ان کا یہ فعل دلیل حجت نہیں ہو سکتا بالخصوص جب کہ ان ہی حضرات کے اقوال اس کے خلاف ہیں پس ہر طرح سے یہ معلوم ہو گیا کہ مثل عروس موجودہ کے آج کل کا موجودہ سماع، سماع نہیں کاش کہ مسلمان بالعموم اور مدعیان محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم بالخصوص اس کو سمجھیں اور طریق سنت اختیار کریں۔

س:...... جزاک اللہ تعالیٰ خیر الجزاء یہ سب سمجھ میں آ گیا اب آپ یہ بتا دیجیے کہ قبرستان اور مزارات پر سنت طریقہ جانے کا کس طرح ہے؟

ج:...... سنیے جب عرس کا زمانہ نہ ہو اس وقت مزار پر حاضر ہوں اور

کہیں اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔

اور ذرا فاصلے سے بزرگ کے چہرہ کی طرف اپنا چہرہ کر کے کھڑے ہوں اور ہاتھ اٹھائے ہوئے تین بار یا گیارہ بار سورۂ اخلاص اور تین تین بار سورۂ کافرون، سورۂ فلق، سورۂ ناس، سورۂ تکاثر، سورۂ فاتحہ اور تین بار درود شریف اور سورۂ یٰسین شریف یاد ہو تو وہ ایک بار پڑھ کر اول حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو بخشیں پھر تمام انبیاء علیہم السلام کو اور صحابہ کرام پھر جس کے مزار یا قبر پر کھڑے ہوں ان کو بخش دیں۔ اور پھر اگر اپنے لئے دعا کریں تو اس طرح کہیں کہ اے اللہ ان بزرگ کے وسیلہ سے میرا فلاں کام پورا فرما دیجئے۔ پھر السلام علیکم کہہ کر واپس چلا آئے۔ اور اگر وہ قبر بزرگ کی نہیں ہے تو جانا فاتحہ پڑھنا اور واپسی پر السلام وعلیکم کہنا یہ سب اسی طرح ہے البتہ کھڑا ہونا قریب ہو تو کوئی حرج نہیں اور دعا اپنے لئے کرے نہ کرے اختیار ہے۔ اور جب تک قبرستان میں رہے کھائے پیئے نہیں نہ دنیا کی باتیں کریں نہ ہنسیں نہ قہقہے لگائیں بلکہ اپنی موت کو یاد کریں اور عبرت حاصل کریں۔ دنیا سے بے رغبت ہوں اور آخرت کی طرف راغب ہوں۔

س:...... آپ نے فرمایا ہے کہ قبرستان میں بلا ہاتھ اٹھائے ہوئے فاتحہ پڑھیں دعائے مغفرت مُردوں کے لئے کریں حالانکہ ہم دیکھتے چلے آئے ہیں کہ لوگ ہاتھ اٹھا کر قبرستان میں فاتحہ پڑھتے ہیں اس میں کیا حرج ہے؟

ج:...... جی ہاں بظاہر تو کچھ حرج نہیں معلوم ہوتا مگر مہربان من اسلام کے اندر اس کا بڑا اہتمام ہے کہ کسی طرز وہیت سے شرک کا شائبہ بھی نہ ہونے پائے بلکہ جس طرح عقیدہ میں توحید خالص ہے اس طرح ہر عمل و ہیت سے بھی توحید ٹپکے سو چونکہ قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھیں گے تو مشرکین و کفار کو یہ وہم و شبہ ہو سکتا ہے کہ ہماری طرح مسلمان بھی اپنے مردوں سے کچھ مانگ رہے ہیں۔ اس لئے ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھنا قبرستان میں ٹھیک نہیں۔ چنانچہ آپ حضرات علماء کرام کو قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھنے کو ان شاء اللہ نہ دیکھیں گے۔ عزیز من توحید خالص عقیدہ اور عمل و حال تینوں میں رچی ہوئی ہونا چاہیے اور کبھی کوئی ایسا طریق اختیار نہیں کرنا چاہیے جس سے مشرکین کی نظروں میں ذرا برابر بھی ہمارے طرز عمل سے شرک کا شائبہ بھی ہو۔ ہر حال میں عمل سے توحید خالص ثابت و ظاہر ہونا چاہیے۔ امید ہے اس کو بھی خوب سمجھ گئے ہوں گے۔

اسلامی مہینوں کے احکام

س:...... ہر ماہ میں کچھ رسومات کا رواج ہے۔ اس کا مختصر بیان کر دیں تو بہتر ہے؟

ج:...... بہت اچھا مختصر طور سے ان کا کچھ کچھ حال بیان کیا جاتا ہے۔ ذرا ذہن کو خالی رکھ کر غور فرمایئے اور عمل صحیح کی کوشش کیجئے

محرم کا بیان:

س:...... محرم کے مہینے میں تعزیہ بناتے ہیں، شربت پلاتے ہیں، کھچڑا پکاتے ہیں۔ شریعت میں اس کی کیا اصل ہے؟

ج:...... شریعت میں ان تینوں میں سے کسی ایک کی بھی کچھ اصل نہیں ہر ایک کو ذرا تفصیل سے سنیئے۔ تعزیہ اصل میں تعزیت سے ہے۔ اور تعزیت کے معنی ہیں ماتم پرسی کرنا تو جو لوگ تعزیہ بناتے ہیں وہ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی ماتم پرسی کرتے ہیں۔ سالانہ ماتم مناتے ہیں کہ محرم کے مہینہ میں دسویں تاریخ کو حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے۔ ان کی شہادت کا حال صورت سے اور عمل سے ظاہر کرتے ہیں۔ اور کلام سے بھی بطور مرثیہ اظہار تعزیت کرتے ہیں۔ سو اب ذرا سوچنے کی بات ہے کہ ایسی باتیں کس طرح درست ہو سکتی ہیں۔ کیونکہ کسی کی تعزیت ماتم پرسی کا مطلب یہ ہے کہ اس کے عزیز رشتہ دار کو سکون، تسلی، صبر دلایا جاوے۔ نہ کہ اس کا غم بڑھایا جائے اور پھر اس طریقہ سے کہ مرنے والے کی پوری تکلیف کا منظر کسی صورت میں لا کر رکھا جائے کہ بجائے صبر کے انتہائی درجہ کا صدمہ ہو۔ مزید برآں مرنے والے کی تصویر بھی قائم کی جائے اس میں شبہ نہیں ہے کہ قرابت والے حضرات کے علاوہ ہم سب بھی حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے گویا قرابت داری ہیں۔ اور ہم اہل سنت والجماعت کو بھی حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پُر حسرت پر سخت الم و جانکاہ صدمہ ہے۔ سو اس کو ہلکا کرنے کی صورت اختیار کرنی چاہیے۔ نہ کہ بڑھانے کی شکل اختیار کی جائے کیونکہ ارشاد خداوندی ہے:

وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ.

”خوشخبری سنا دیجئے ان لوگوں کو کہ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ بجائے واویلا کرنے کے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھتے ہیں“ اور تصویری نقل اختیار کرنا کسی طرح بھی روا نہیں۔ کیونکہ اول تو شریعت نے اس کو حرام فرمایا۔ دوسرے اسراف کا وبال کاغذ و بانسوں کا خرچ اور آٹے کا خرچ الگ ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ.

”اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ“

کہ فضول خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔ تیسرے رزق آٹے کی بے حرمتی، چوتھے پھر اس اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی چیز کو توڑ پھوڑ کر ضائع کرنا۔ نیز اس

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر ایک شے کا نسب نامہ ہوتا ہے اور اللہ کا نسب نامہ قل ہو اللہ احد ہے۔ (الدیلمی)

کاغذی چیز کے ساتھ وہ برتاؤ دفن وغیرہ کا کرنا جو انسان کی میت کے ساتھ کیا جاتا ہے مزید برآں اس کو باعث برکت خیال کر کے چڑھاوے چڑھانا منت مانگنا جو کہ شرک ہے۔غور کا مقام ہے کہ ہندو کافر لوگ یہ دیکھ کر کیا کہتے ہوں گے کہ ہم میں اور ان مسلمانوں میں فرق ہی کیا ہے۔ہم پتھر کو پوجتے ہیں یہ کاغذ کو پوجتے ہیں۔چنانچہ ایک ہندو نے ایک عربی طالبعلم سے کہا ہی تھا کہ ہمارے تمہارے مذہب میں فرق ہی کیا ہے۔ہم پتھر کو پوجتے ہیں اور تم مٹی کے ڈھیر قبر کو ہائے افسوس جس مذہب میں توحید کی نہایت پاک صاف تعلیم تھی اس کو مسلمانوں نے اپنے طرز سے دوسروں کی نظر میں مخلوط کر دی۔ بہرحال صورت یکساں ہونے کی وجہ سے ہندو کو موقع اعتراض کا ہوا۔ تب ہی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِتَّقُوا مَوَاضِعَ التُّهَمِ۔

مسلمانوں کو ایسے امور سے جن میں دور کا بھی اشتباہ اور ذرا بھی شائبہ توحید میں فرق ونقص آنے کا ہو تو گریز واحتیاط لازم ہے تعزیہ داری ہر اعتبار سے قابل ترک ہے اور توبہ ضروری وفرض ہے۔

رہا شربت کو لازم قرار دینا یہ بھی درست نہیں اور جس عقیدہ سے شربت بناتے اور پلاتے ہیں وہ عقیدہ تو بالکل ہی غلط ہے۔وہ یہ کہ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ پیاسے شہید ہوئے تھے لہٰذا شربت پلایا جائے تاکہ وہ عالم برزخ میں پی کر پیاس کو بجھالیں سو یہ کس قدر بے ادبی ہے کہ اب تک کیا وہ پیاسے ہی ہیں۔ارے انہوں نے تو شہید ہوتے ہی وہ پانی حوض کوثر کا پیا کہ کبھی پیاس ہی نہ لگے۔اور دوسرے یہ کہ اس وقت سے اب تک اس قدر شربت پیتے پلاتے ہیں کہ کوئی حد ہی نہیں کیا اب تک پیاس ہی نہ بجھی۔ استغفر اللہ۔ایسی باتیں مسلمان منہ سے نکالتے ہیں جن کا سر نہ پیر۔

اسی طرح کھچڑا کہ اس کی بھی کوئی اصل نہیں البتہ شریعت سے اتنا ثابت ہے کہ دسویں محرم کا روزہ رکھا جائے اور نویں کو بھی رکھ لیں تو بہتر ہے یا گیارھوں کو غرضیکہ دسویں محرم کے ساتھ ایک روزہ اور ملالیں بہتر ہے کیونکہ صرف دسویں کا ایک روزہ مکروہ ہے۔اور دسویں کو اپنے اہل وعیال پر کھلانے میں وسعت کریں اچھا بھی پکائیں اور زائد بھی اور جب زائد پکائیں تو اس میں فقراء مساکین کو صدقہ خیرات بھی کر دیں۔حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو ثواب پہنچانے کی نیت سے اور دوسرے اعزاء کو ایصال ثواب کے مقصد سے یہ بہت بہتر ہے۔کھچڑا ممکن ہے اس خیال سے نکالا ہو کہ سب چیزیں ملالیں اور پکالیں وسعت ہوگی تقسیم بھی کر دیں گے مگر اب چونکہ یہ رسم ہوگیا اور بعض لوگ ضروری سمجھتے ہیں اس لئے قابل ترک ہوا۔ورنہ کوئی حرج نہیں۔عزیزم بعض چیزوں کا کرنا اپنی ذات سے ممنوع نہیں بلکہ مباح ہے لیکن مسلمانوں نے اپنی خراب نیت اور فاسد عقیدہ سے اس کو ممنوع کرالیا جب مولوی صاحبان منع کرتے ہیں تو بجائے خود اپنے کو ملزم سمجھنے کے علماء حضرات پر الزام دھرتے ہیں کہ یہ مولوی صاحبان ثواب بخشنے سے بھی منع کرتے ہیں۔ارے ثواب ملا ہی کب تھا جو مولوی صاحبان بخشنے سے منع کرتے ہیں۔ایصال ثواب سے منع کرنا کیسا بلکہ اس کی ترغیب دیتے ہیں البتہ جو طریق غلط ایصال ثواب کا تجویز کر رکھا ہے کہ جس سے ثواب حاصل ہی نہیں ہوتا کہ اس طریق کو منع کرتے ہیں۔

ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا

صفر کا بیان:

س:......صفر کے مہینہ میں گھونگھیاں تقسیم کی جاتی ہیں یہ کیا ہے؟

ج:......صفر کے مہینے کو تیرہ تیزی کا مہینہ کہا جاتا ہے اور یہ زیادہ تر عورتیں کہتی ہیں اور اس مہینے کو اکثر عورتیں مبارک نہیں سمجھتیں اور گھونگھیاں وغیرہ پکا کر تقسیم کرتی ہیں تاکہ اس مہینہ کی نحوست سے حفاظت رہے یہ سب فساد عقیدہ کی بات ہے۔توبہ کرنی چاہیے۔

ربیع الاول کا بیان:

س:......ربیع الاول میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریف کا ذکر کیا جاتا ہے جس کو میلاد شریف کہتے ہیں اس کے متعلق کیا ارشاد ہے ہماری طرف تو بڑا اہتمام ہوتا ہے۔مجلس سجائی جاتی ہے اور دور دور سے میلاد شریف پڑھنے والے خوب روپیہ دے کر بلائے جاتے ہیں۔کبھی تنہا سے کبھی مل مل کر پڑھتے ہیں۔مٹھائی کی تقسیم کا بڑا اہتمام ہوتا ہے۔ولادت شریف کے ذکر کے وقت قیام کیا جاتا ہے جو نہ کھڑا ہو اس کو گستاخ بے ادب کہتے ہیں۔اور یوں کہتے ہیں کہ ایک معمولی امیر کی سواری آجائے تو کھڑے ہو جائیں۔اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں اور کھڑے نہ ہوں کس قدر گستاخ ہیں اور جو میلاد شریف نہ کرے اس کو طعنہ دیتے ہیں، ملامت کرتے ہیں اس کی اصل کیا ہے؟

ج:......میلاد شریف سبحان اللہ ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے جو کہ مستحسن اور باعث برکت ہے مگر اس کا خیال ضرور رکھا جائے کہ ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی ایسی چیز جمع نہ کی جائے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی وخوشی کے خلاف ہو مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جھوٹ بولنے کے لئے اور مجھ پر بہتان باندھنے کے لئے اتنا کافی ہے کہ میری طرف ایسی روایت کو منسوب کرے کہ جس کو میں نے بیان نہیں کیا یا یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کے مجمع میں گا گا کر نہ پڑھا جائے کہ عورت کا دل مثل شیشے کے ہے کہیں ٹوٹ نہ جائے یا مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بات دین کا جز نہیں اس کو دین میں داخل نہ کرو۔ حرام کو حرام جانو، حلال کو حلال۔ نیز فرمایا کہ فضول خرچی نہ کرو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں تم میں اے صحابہ آیا کروں تو تم میرے لئے کھڑے نہ ہوا کرو۔سو آپ سوچیں اور سچے دل سے سوچیں بلا کسی کا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے قرآن کے حرام کو حلال سمجھا وہ قرآن پر ایمان نہیں لایا۔(ترمذی)

پاس لحاظ کیے ہوئے سوچیں خالی ذہن ہو کر سوچیں کہ کیا آج کل جو میلاد شریف کا طرز ہے وہ مکروہ باتوں سے پاک ہوتا ہے اور عقیدوں کی درستی کے ساتھ ہوتا ہے۔ ہر چیز پر غور کریں تو آپ کو اچھی طرح معلوم ہو جائے گا کہ کوئی جز آج کل میلاد شریف میں پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے موافق نہیں مثلاً اول پڑھنے والے دیکھئے کہ اکثر میلاد خوان صاحبان کی وضع قطع داڑھی وغیرہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی جیسی اور مرضی کے موافق نہیں ۔کوئی منڈوائے ہوئے ہے کوئی کتروائے ہوئے ہے اور میلاد ختم کر کے جو سوتے ہیں تو صبح کی نماز قضا اور اکثر جماعت تو ترک ہوتی ہی ہے۔ اور دوسرا جز پڑھنا سو وہ روایتیں ہوتی ہیں کہ جو غلط اور پھر اشعار کا مل کر پڑھنا اور خوش الحانی کے ساتھ جس میں عورتیں سننے والی ہوتی ہیں جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے خلاف ہے۔ اور اس قدر زور سے پڑھنا کہ سونے والوں کی نیند خراب ہوتی ہے۔ حالانکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب شب کو تہجد کے لئے بیدار ہوتے تھے تو ایسے طریقہ سے کہ کسی بیوی صاحبہ کی آنکھ نہ کھل جائے کہ تکلیف ہو گی۔ آپ کو خبر نہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شب کو باہر تشریف لے گئے اور اس طرف گزر ہوا جدھر حضرات شیخین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کے مکانات تھے۔ یہ دونوں حضرات تہجد میں قرآن شریف پڑھ رہے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تو کسی قدر آہستہ آہستہ پڑھ رہے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ زور زور سے پڑھ رہے تھے۔ جب صبح کو ہر دو اصحاب حاضر خدمت مجلس شریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ تم رات کو قرآن شریف آہستہ آہستہ کیوں پڑھ رہے تھے۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وجہ سے تا کہ کسی کی آنکھ نہ کھل جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر رضی اللہ عنہ تم اتنی زور سے کیوں قرآن شریف پڑھ رہے تھے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس وجہ سے تا کہ دوسرے جاگ جائیں اور وہ بھی تہجد پڑھ لیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو بکر رضی اللہ عنہ تم تو آواز کسی قدر بڑھا دو اور عمر رضی اللہ عنہ تم آواز کو کسی قدر ہلکی کر دو۔ اب آپ غور فرمائیں کہ جب سونے والوں کی اس قدر رعایت کی گئی کہ تہجد فرض واجب تو ہے ہی نہیں جو دوسروں کے بیدار کرنے کی تدبیر کی جائے اور معمولی جہری آواز سے بیدار ہو نہیں سکتا تو آپ نے دونوں صاحبان کو اعتدال اور میانہ روی کی تعلیم فرمائی۔ کہ ان کے شوق کو بھی باقی رکھا اور سونے والوں کی نیند خراب ہونے اور تکلیف ہونے کا خیال فرمایا۔ تو پھر میلاد خوان صاحبان کو کیا حق ہے کہ ایسی آواز سے پڑھیں۔ اڑوسی پڑوسی سے گزر کر سارے محلے والے بلکہ سارے قصبہ والے چونکنے ہو جائیں جو لوگ مجلس میں حاضر ہو گئے سنانا ان کو ہے بس ان کے موافق آواز کافی ہے تو اتنے زور سے پڑھنا یہ بھی مرضی موافق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوا۔

اب رہا قیام کا سوال جو غلبہ وجد و غلبہ بیخودی و حال کے غلبہ سے ہو تب تو معذوری ہے اور اگر غلبہ حال و بیخودی کچھ بھی نہیں تو محض ایک رسم جو لائق اقتدا نہیں اور اگر یہ قیام کسی عقیدے سے ہے مثلاً یہ کہ آپ نے فرمایا کہ بوقت ذکر ولادت شریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں اس لئے تعظیماً کھڑے ہوتے ہیں تو عزیز اس عقیدے سے کھڑے ہونا تو درست نہیں کس نے دیکھا کہ تشریف لاتے ہیں کس حدیث اور آیت سے معلوم ہوا کہ تشریف لاتے ہیں اور جب نہ مجلس والوں کو دیکھنا ثابت ہے اور نہ آیت و حدیث سے ثابت تو یہ کذب بیانی کیسی؟ اور حاضر و ناظر ذات بجز ذات باری تعالیٰ کسی کی ذات نہیں یہ عقیدہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں تو یہ فاسد عقیدہ ہے۔ لائق توبہ ہے۔ اگر کسی زمانہ کے کسی بزرگ کی تقلید میں کھڑے ہو گئے کہ وہ کھڑے ہوئے تھے یہ تقلید صحیح نہیں ان بزرگ کو تو یہ مشاہدہ ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار وغیرہ کا کشف کے طور پر یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر نور کا بطور فرق عادت اور وہ اپنے اس کشف پر کھڑے ہو گئے۔ سو اس مجلس میں بلحاظ آداب مجلس کہ ایک کھڑا ہو سب کھڑے ہو جائیں ورنہ صاحب وجد پر فیض طاری ہو جائے گا۔ اور اندیشہ ہلاکت کا ہو جاتا ہے اس لئے دوسرے بھی کھڑے ہو گئے۔ سو ان بزرگ کے ایسے حال پر تقلید درست نہیں اور التزام جائز نہیں۔ کسی بات کا تقاضا کسی سے ظہور ہونا یہ دوام کو مستلزم نہیں اور اس کو معمول بنا لینا جائز نہیں۔ اور پھر ہم کو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی مطلوب ہے۔ اس لئے میلاد شریف کیا جاتا ہے۔

سو میں سناتا ہوں اس سے آپ سمجھ جائیں گے کہ قیام کرنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی زیادہ ہے یا قیام نہ کرنے میں سنیئے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجلس شریف میں تشریف فرما ہوتے تھے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تعظیم کے لئے کھڑے ہوتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نرمی سے دو تین بار منع فرمایا صحابہ رضی اللہ عنہم نے کچھ زیادہ اس پر توجہ نہ کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ سے سختی کے ساتھ منع فرمایا تب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ معمول ہو گیا کہ جب مجلس شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کھڑے نہ ہوتے اب ذرا غور کرنے کی بات ہے کہ آپ کی مرضی تو یہ اور ہم اس کے خلاف اپنے شوق کی باتیں کریں اور وہ بھی اے عزیز رسم کے طور پر تو اب قیام کب؟ اور قیام نہ کرنے والوں کو برا کہنا کب جائز؟ عزیز من اصل چیز شوق پورا کرنا نہیں بلکہ اصل چیز اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اب رہا میلاد شریف نہ کرنے والوں پر طعن کرنا سو یہ عجیب بات ہے کیونکہ طعن و ملامت تو گناہ کے کام پر کی جاتی ہے۔ اور میلاد شریف نہ کرنا یا شریک نہ ہونا یہ معصیت نہیں کیونکہ ایک مستحسن عمل ہے کہ اگر بالکل شرع کے موافق ہو اور حضور

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو جنت میں چرنا چاہے وہ حوامیم پڑھا کرے (یعنی جن سورتوں کے اول حم ہے) (الکنز)

پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے موافق ہو تو ثواب ہوگا اور باعث برکت ہوگا۔ مگر چونکہ فرض واجب نہیں کہ جس کے ترک سے معصیت گناہ لازم آئے۔ اس لئے میلاد شریف شرع کے موافق بھی اور کوئی نہ کرے کرائے اور نہ شریک ہو تو بالکل گناہ نہیں پھر ملامت کرنا کیسا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ میلاد کرتے کراتے ہیں وہ میلاد شریف کو واجب سمجھتے ہیں تب ہی تو اس کے تارک کو ملامت کرتے ہیں۔ "استغفر اللہ" ان کو تو یہ کرنا چاہیے کہ غیر واجب سمجھیں اور بھائی شریک نہ ہونے میں گناہ نہ ہونا تو اس وقت ہے کہ جب شرع کے موافق میلاد شریف ہو جبکہ اس مجلس میں کم وبیش اکثر باتیں خلاف شرع جمع ہوتی ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے تب تو شریک نہ ہونا ہی ضروری ہے اور مٹھائی تقسیم کرنے کو بھی ضروری سمجھتے ہیں یہ بھی ٹھیک نہیں تقسیم کی۔ کی نہ کی۔ مگر مٹھائی تقسیم نہ ہو تو اس کو میلاد شریف اور ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی نہیں سمجھتے۔ استغفر اللہ۔ اور جناب جس کو نہ ملے وہی خفا۔ بس معلوم ہوا کہ شیرینی کے لئے آئے تھے تب ہی تو بیچارے میلاد شریف کروانے والے پر مٹھائی نہ ملنے پر اعتراض بھی ہے اور غصہ بھی ہے۔ اب آپ ذرا انصاف کی نظر سے دیکھئے کہ جو مجلس اس قدر مکروہات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی ناپسند باتوں کی مجموعہ ہو وہاں شریک ہونا کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ اور کیا خیر وبرکت ہوگی۔ امید ہے کہ آپ کی سب باتوں کا جواب ہو گیا ہوگا اور سچے دل سے سوچ کر آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ آج کل ایسی مجلس کا کیا حکم ہے۔ اللہ کرے مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے سچے دعویدار بنیں۔ اور وہ سچی محبت حقیقی اتباع میں ہے۔ مرضیات حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر چلنے میں ہے اور نامرضیات سے بچنے میں ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ.

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ کو محبوب رکھتے ہو تو میری اتباع کرو کہ اللہ تعالیٰ تم کو محبوب رکھیں گے"

س:...... اچھا تو یہ سمجھ میں آ گیا مگر یہ تو فرمائیں کہ کوئی شخص صحیح عقائد کے ساتھ موافق شرع کی روایات کے ساتھ بدون قیام وشرینی کے میلاد شریف کرے تب تو اجازت ہے؟

ج:...... آپ تو ماشاء اللہ سمجھدار ہیں خود ہی فیصلہ فرمائیے کہ جو کام فرض واجب نہ ہو اور عام لوگ اس کام کو خاص قیدوں ولوازمات کے ساتھ کرنا ثواب جانتے ہیں تو دوسرا شخص اس کام کو صحیح طریقہ سے ہی گو کرے مگر سننے والے یہ نہ جانیں گے کہ کس طرح کیا ہے بس وہ تو یہ سن کر کہ فلاں عالم صاحب کے یہاں بھی یہ عمل ہوا میلاد شریف ہوا بس ان کے لئے یہ حجت ہو جائے گا کہ دیکھئے صاحب فلاں صاحب بھی میلاد شریف کرتے ہیں ہمارے کرنے میں کیا حرج ہے۔ اب کس کس سے کہتے پھریں گے کہ میں نے اس طرح کیا ہے اس طرح نہیں کیا کہ جس طرح عموماً عام لوگ ناجائز باتوں کو شامل کر کے اور فاسد عقیدے کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔ اس لئے بھائی میرا میلاد شریف کرنا درست ہے آپ کا کرنا ٹھیک نہیں لہٰذا جب تک تمام مسلمان صحیح طریقے اور صحیح عقیدے کے ساتھ نہ کرنے لگیں اس وقت تک اس کا ترک ہی مصلحت ہے اور یہاں کلمہ شریف کا ورد اور درود شریف کی کثرت یہ بھی میلاد شریف ہی ہے اور میلاد شریف سے کہیں زیادہ ثواب یہ پسندیدہ اور فرمایا ہوا ذات باری تعالیٰ اور بے حد خوشنودی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ جس سے میلاد خوان عموماً محروم ہیں کہ بیچاری نماز کی بھی پوری باجماعت پابندی نہیں کرتے بھلا چلتے پھرتے ہمہ وقت کلمہ شریف اور درود شریف کا ورد تو رکھیں گے۔

ربیع الثانی کا بیان

س:...... اس مہینہ میں گیارہویں شریف بڑے پیر صاحب کی کی جاتی ہے یہ کیا ہے؟

ج:...... گیارہویں شریف کی حقیقت اور اس سے مقصود ایصال ثواب ہے۔ حضرت بڑے پیر صاحب کی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی روح کو اور ایصال ثواب میں دن تاریخ کی تعین کو کوئی دخل نہیں جب بھی حلال مال سے جو چاہیں اور جس قدر چاہیں ایصال ثواب ہو سکتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ لوگو! مردوں کو ایصال ثواب کرو جو اپنے زندوں کے صدقات، خیرات کرنے کے ایسے منتظر رہتے ہیں جیسے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا لہٰذا تیسرے دن، ساتویں دن، چالیسویں دن کی کوئی تخصیص نہیں۔ ان ایام میں ثواب کو زیادہ سمجھنا یہ بدعت اور دین میں نئی بات کا نکالنا ہے پس نقد یا جنس یا کپڑا یا کھانا چاول وغیرہ پکا کر غریب محتاج، مسکین مسلمان کو دے دینا اور اس کا ثواب جو اس دینے والے کو ملا ہے وہ مردہ کو بخش دینا بس ایصال ثواب ہے۔ اسی طرح نفل پڑھ کر قرآن شریف پڑھ کر کلمہ شریف وغیرہ پڑھ کر میت کو بخشنا ایصال ثواب ہے لہٰذا نہ دن کی قید نہ مہینہ کی نہ کسی خاص قسم کی چیز پکانے کی قید کہ اتنا گھی ہو اتنا گوشت ہو اتنا بورا ہو اتنا مصالحہ ہو اور نہ خاص خاص لوگوں کو کھلانے کی قید کہ نہ حقہ پینے والے ہوں تمباکو کھانے والے نہ ہوں بیا ہے نہ ہوں۔ یہ سب باتیں ملا اور ملانیوں کی نکالی ہوئی ہیں کہ دوسروں کو خاص خاص سورتیں یاد نہ ہوں گی نہ بلائے جائیں گے نہ ہر ایک ایسا آدمی ملے گا کہ بلایا جائے گا۔ لہٰذا یہ قیدیں لگا دیں کہ ان کو بلایا جائے اور مزے کا کھانا مل جائے۔ بیچارہ غریب چاہتا ہے کہ میں اپنے مردہ کو کچھ بخشوں مگر مجبور ہے نہ اس قدر ایسا پکانے کو اس کے پاس ہے نہ پکا کر بخش سکتا ہے۔ بعض دفعہ ایسا آدمی نہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ اور اسکے رسول کی محبت کرنے سے خوش ہو تو اسکو چاہئے کہ وہ قرآن پڑھے۔ (الجامع)

ملتا بس بیچارہ محروم ہے۔ایصال ثواب سے سوچنے کی بات ہے جس کی اس قدر ضرورت ہو کہ مردہ مثل ڈوبتے کے تنکے کے سہارے کی طرح منتظر ایصال ثواب کا رہتا ہے وہ اس میں یہ قیدیں لگائے کہ فلاں فلاں دن ہو اور ایسا ہو اور ایسے لوگوں کو دیا جائے بھلا کہیں عقل میں آنے والی بات ہے ۔عزیز من بس جس قدر جلدی اور جیسا کچھ بھی حلال مال سے ہو سکے بس کسی غریب مسلمان کو دے کر مردے کو ثواب بخش دیا جایا کرے یہ ہے سیدھا طریقہ اور شرعی طریقہ ایصال ثواب کا باقی سب من گھڑت ہے۔ اس طرح گیارہویں شریف ہے کہ مقصود ایصال ثواب حضرت بڑے پیر صاحب کو کرنا ہے تو جب ہو سکے ایصال ثواب کیا جائے تاریخ مہینہ کی کوئی قید نہیں اور اگر یہ خیال ہو کہ ہم فلاں مہینہ میں گیارہویں نہ کریں گے تو نقصان پہنچ جائے گا تو یہ تو شرک کی اور عقیدہ کی خرابی کا اثر ہے اور تو بہ تو بہ یہ تو بڑے پیر صاحب کو رشوت دینا ہے ایسے عقیدے سے توبہ کرنا چاہیے۔

رجب کا بیان

س:...... رجب کے مہینہ میں ستائیسویں تاریخ کا روزہ رکھا جاتا ہے۔جس کو ہزاروی روزہ کہتے ہیں یہ کیسا ہے؟

ج:...... اس مہینہ کو مریم روزہ کا مہینہ عورتیں کہتی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ ستائیسویں تاریخ کو روزہ رکھنے سے ایک ہزار روزوں کا ثواب ملتا ہے ۔اور اس کی کوئی صحیح سند نہیں۔ ہاں ہاں روزہ کا ثواب بیحد ہے۔اگر روزہ رکھنے کو دل چاہے رکھیں مگر ثواب کا تعین کرنا کہ ہزار لاکھ روزوں کے برابر مل گیا یہ مناسب نہیں اور مہینہ میں خاص قسم کی روٹیاں ستائیس رجب کو پکتی ہیں ان کو تبارک کی روٹیاں کہتے ہیں :تَبَارَکَ الَّذِیْ سورت پڑھی جاتی ہے یہ بھی اپنی طرف سے نکالی ہوئی بات ہے

س:...... اس مہینہ میں کونڈوں کا بھی دستور ہے یہ کیا چیز ہیں؟

ج:...... اصل اس کی یہ ہے کہ شیعہ حضرات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خوشی میں شیرینی وغیرہ تقسیم کرتے ہیں اور کہتے یہ ہیں کہ امام جعفر صادق کی ولادت کی خوشی میں ایسا کرتے ہیں۔حالانکہ حضرت امام جعفر کی ولادت رجب میں نہیں ہوئی بلکہ ربیع الاوّل کی ستائیسویں تاریخ کو ہوئی تو اصل اس کے بانی شیعہ ہیں۔

س:...... رجب کے مہینہ میں لوگ سیرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم و بیان معراج شریف کرتے ہیں اس کا نام رجبی رکھا ہے یہ کیسا ہے؟

ج:...... میلاد شریف کے ذکر سے آپ کو تمام ایجادات کی حقیقت معلوم ہوگئی ہوگی ۔ارے میاں کسی کام کے لئے دن تاریخ مہینہ مقرر کر لینا سہولت کے لئے مباح ہے مگر اس کو لازم قرار دے لینا اور بدون ان ایام کے ثواب یا اتنا ثواب نہ سمجھنا یہ شریعت میں زیادتی کرنا ہے جو کہ غیر دین کو دین سمجھنے کا مصداق ہے ۔لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا ذکر اور معراج کا بیان بہتر ہے۔مگر اس کو ماہ رجب کے ساتھ مخصوص کرنا یہ سب خلاف شریعت ہے۔اور عجیب بات یہ ہے کہ اس میں ہنود صاحبان کو بھی دعوت دی جاتی ہے۔وہ بھی شریک ہوتے ہیں۔اور نعت اور اوصاف ومحامد حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے ہیں۔ بھلا ان حضرات محرکین رجبی سے کوئی پوچھے کہ ان کو دعوت دینے سے کیا فائدہ اگر کہیں کہ تبلیغ سو یہ صحیح نہیں۔ بھلا اب تک اس طرح کتنے مسلمان ہوئے بلکہ اس سے تو اور مسلمانوں کو دھوکہ ہونے کا سخت اندیشہ ہے کہ مسلمان بھائی سمجھیں گے کہ ان کو ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت وعظمت ہے کہ ایسی ایسی نعت جو محبت سے اس شخص نے کہی یہ بھی محب رسول ہے تو اس طرح اس سے مسلمان کا دل ملنے لگے گا۔اور اس کے کفر سے نفرت نہ رہے گی اور وہ بھی سمجھے گا کہ اپنے مذہب میں رہ کر بھی جب کہ میرا رنگ ایسا ہے اور مسلمان اس کو اچھی نظر سے دیکھتے ہیں تو پوری سچائی کے ساتھ داخل ہونے کی کیا ضرورت تو بجائے مذہب اسلام سے قریب ہونے کے اور بعید ہوگا۔نیز کافر سے ایسے میل جول، اختلاط ومحبت سے دین میں ضعف آتا ہے قدر دین کی گھٹتی ہے ان کی عزت قائم ہوتی ہے اور یہ مسلمانوں کے لئے زہر قاتل ہے۔

اللھم احفظنا۔ اس لئے.....وجو موجودہ صورت رجبی کی بھی درست نہیں۔

شعبان کا بیان

س:...... شب برات کیا چیز ہے؟

ج:...... برات کے معنی بری ہونے کے ہیں چونکہ اس رات میں گنہگاروں کی مغفرت ہوتی ہے اس لئے رات کو شب برات کہتے ہیں۔

س:...... شب برات کونسی رات ہے؟

ج:...... شعبان کی پندرہویں رات ہے جو چودہویں دن کے بعد سے شروع ہوتی ہے۔

س:...... اس شب کو کیا ہوتا ہے؟

ج:...... اس رات بندوں کے نامہ اعمال داخل دفتر ہوتے ہیں اور ملک الموت کو ایک کاغذ دیا جاتا ہے اور حکم ہوتا ہے کہ جس جس کا نام اس کے اندر درج ہے اس سال نکال لینا اور جس جس کے لئے جو رزق ملنے والا ہے وہ لکھ دیا جاتا ہے نکاح کا ہونا بھی لکھ دیا جاتا ہے غرض جس کے لئے جو کچھ ہونے والا ہوتا ہے وہ سب لکھ دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس شب میں ایک خاص توجہ فرماتے ہیں۔اور اس قدر لوگوں کی مغفرت فرماتے ہیں جس قدر بنی کلب کی بکریوں کے بال اور روزی مانگنے والوں کو روزی دیتا ہے مصیبت والا مصیبت دور ہونے کی دعا کرے تو مصیبت دور ہو جاتی ہے۔

س:...... کیا اس رات سب کی دعا قبول ہوتی ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے رات کو ایک سو آیت پڑھی اس کیلئے رات کی عبادت کا ثواب لکھا جائیگا (مسند احمد)

ج:...... کافر، مشرک، کینہ رکھنے والا، شطرنج، چوسر کھیلنے والا، ظالم، سود لینے والا، ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا، جادوگر، پائجامہ و تہبند ٹخنوں سے نیچے رکھنے والا ان لوگوں کی دعا قبول نہیں ہوتی۔

س:...... شب برات میں کیا کرنا چاہیے؟

ج:...... حدیث شریف میں صرف تین باتیں کرنا سنت لکھی ہیں۔ قبرستان جاکر مردوں کے لئے فاتحہ پڑھ کر مغفرت کی دعا کرنا، عبادت کرنا، توبہ استغفار کرنا، خوب دعائیں مانگنا، پندرہویں تاریخ کو روزہ رکھنا ان کاموں کے علاوہ کچھ سنت نہیں۔

س:...... آپ نے کہا ہے کہ اور سنت نہیں ہے ہم تو دیکھتے آرہے ہیں کہ ہمارے گھروں میں حلوہ پکاتے ہیں اور خوب کھاتے ہیں۔ اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو بھیجتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اس روز شہید ہوئے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حلوہ پکا کر فاتحہ دلائی تھی تو اس لئے حلوے پکا کر ان کی فاتحہ لگادی جاتی ہے اور نیز اس لئے بھی کہ اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دندان مبارک شہید ہوا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلوہ کھایا تھا۔

ج:...... توبہ توبہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں نہ تو امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت شعبان میں ہوئی نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حلوہ پکا کر فاتحہ لگوائی نہ خود حلوہ کھایا۔ بلکہ یہ دونوں باتیں تو ماہ شوال میں جنگ احد کی لڑائی میں ہوئی تھیں۔ آپ ذرا خود سوچیں اور ذرا سمجھ سے کام لیں تو معلوم ہو جائے گا کہ بات کہاں تک صحیح ہو سکتی ہے۔ غور فرمائیے کہ مردوں کو کچھ بخشنا فرض و واجب نہیں مستحب ہے۔ اور مستحب کے ترک پر ملامت کرنا کونسا گناہ ہے تو کیا ارواح مرنے کے بعد بھی گناہ کرتی ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں توبہ توبہ کیسی من گھڑت باتیں ہیں۔ اور یہ عجیب طرح کی فاتحہ ہے کہ خود کھالیں اور آپس میں ادلے بدلے میں رشتہ داروں میں بھیج دیں بیچارے غریبوں اور مسکینوں کو کوئی نہ پوچھے حالانکہ ایسے کھانے کے مستحق تو غریب ہیں نہ کہ خود ہی بانٹ کھائیں یہ سب من گھڑت ہیں۔ حدیث شریف قرآن شریف سے ان کا ثبوت نہیں۔ ہاں جو کچھ جس سے ہو سکے پکا کر غریبوں کو کھلا کر مردوں کو ثواب بخشنے تو کچھ حرج نہیں حلوے کی کوئی خصوصیت نہیں خواہ دال ہو خواہ چاول ہوں حلوے کا خاص کرنا کیسے معلوم ہوا یہ سب عقیدے خراب ہیں۔

س:...... ہماری بوڑھیاں کہتی ہیں کہ مردوں کی ارواح اس رات کو آتی ہیں اگر ان کو حلوے پکا کر نہ دیں تو کوستی ہیں اور بیچاری بھٹک کر چلی جاتی ہیں؟

ج:...... توبہ الٰہی کیسے معلوم ہوا کہ روح آتی ہے یا تو ان کو کسی نے دیکھا ہو یا قرآن و حدیث سے معلوم ہوا ہو تو دیکھا تو کسی نے ہے نہیں رہا قرآن شریف سے ثبوت تو قرآن شریف سے ارواح کا آنا ثابت ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ.

سو دنیا و آخرت کے درمیان ایک پردہ ہے کہ وہ پردہ روحوں کو اس طرف نہیں آنے دیتا تو اس عقیدے سے حلوہ پکانا تو بدعت ہے اور یہ تو دین میں ایک نئی بات کا نکالنا ہوا۔ اور نئی بات کا نکالنا گمراہی ہے اور گمراہ دوزخ میں جاتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَ كُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ.

س:...... آتشبازی چھڑانا کیا یہ بھی سنت نہیں؟

ج:...... بھائی صاحب آپ تو ایسی باتیں پوچھتے ہیں جن کا سر نہ پیر۔ بھلا آتشبازی بھی کہیں سنت ہو سکتی ہے۔ کہ جس سے مال کا نقصان علیحدہ جانیں جائیں وہ علیحدہ ہر سال اخباروں میں خبریں آتی ہیں کہ اس آتشبازی میں بہتیرے گھر جل گئے۔ اور بہت سی جانیں ہلاک ہو گئیں اور تقریباً لاکھوں روپیہ مسلمانوں کا آتش بازی میں خرچ ہو جاتا ہے۔ افسوس بھلا جس کے کرنے میں اتنے نقصانات ہوں وہ کہیں سنت ہو سکتی ہے۔ قرآن میں ہے:

اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّيَاطِيْنِ

فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔

س:...... ہمارے مسلمان بھائی صاحبان اور بڑی بوڑھیاں خواہ مخواہ شکایت کرتے ہیں کہ ہم تنگ دست ہیں۔ پیسہ پاس نہیں کیوں انہوں نے تنگی اپنے ہاتھوں مول لی کہ ایسے فضول کام نکال کھڑے کیے کہ جس میں اسقدر پیسہ برباد ہوتا ہو اور ہم کو بھی بچپن سے ایسی باتیں کرنے دیتے ہیں کہ ہم کو بھی ویسی عادت پڑ جاتی ہے۔ پھر چھوٹنا مشکل ہو جاتا ہے؟

ج:...... بھائی صاحب یہ ایک بات آپ نے عقل کی کہی شاباش اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی سمجھ عطا فرمائیں تاکہ بدرسموں اور فضول خرچیوں کو چھوڑیں ان فضول خرچیوں سے جو تنگی آتی ہے اس سے نجات ہو۔ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہے کہ: "اپنے بیوی بچوں کو دین کی تعلیم دو اور بچوں کے ماں باپ خدا تعالیٰ کے حکم کے خلاف کراتے ہیں۔ دیکھو تو سہی کہ ماں باپ خود آتش بازی اور پھلجھڑیاں" پردیس سے لاکر دیتے ہیں۔ بچپن سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف چال چلواتے ہیں۔ بچہ تو بچہ ہے وہ تو گنہگار ہوگا مگر ان کے ماں باپ نے گناہ کرایا ہے وہ گنہگار ہوں گے۔

س:...... اچھا یہ تو بتلایئے کہ یہ آتش بازی کا سلسلہ نکلا کب اور کیسے نکلا؟

ج:...... سنئے ایک قوم تھی برامکہ جو آگ پوجتی تھی جب وہ مسلمان ہوئی تو آگ پوجنا تو چھوڑ دیا مگر ماہ شعبان میں اس رات کو مسجدوں میں چراغ زیادہ روشن کر دیا کرتے تھے۔ تاکہ اس کے سامنے سجدہ ہو سکے۔ پھر آٹھویں صدی ہجری میں اس بدعات اور منکرات کو علماء نے مٹایا اور مصر و شام کے شہروں سے بالکل قلع قمع کر دیا گیا۔ جب چراغوں کو جلانا مسجدوں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے جمعہ کی رات سورۃ حم دخان پڑھی اسکی مغفرت کر دی جائیگی۔ (الترمذی)

سے بند ہو گیا تو یہ آتش بازی جس کے اندر آگ کا کام ہوتا ہے روشنی نکلتی ہے پھلجھڑیاں وغیرہ چھوڑی جاتی ہیں جن سے خوب روشنی ہوتی ہے۔ یہ کرنے لگے اس طرح آتش بازی کا آغاز ہوا۔

س:...... اچھا اس ماہ میں وہ کیا کام کرنا چاہیئے جس سے اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہوں۔ اور ہم بھی نقصان سے بچیں؟

ج:...... رات کو عبادت، توبہ استغفار خوب گڑگڑا کر دعائیں مانگنا اور پندرھویں تاریخ کو روزہ رکھنا۔ قبرستان میں جا کر مُردوں پر فاتحہ پڑھ کر بخشنا۔ بس یہ کام صرف سنت ہے۔ باقی سب فضول ہے۔ جو کام سنت ہے ان کو تو کوئی نہیں کرتا کیونکہ اس کے اندر تو نفس پر مشقت ہے۔ بھلا کون نیند خراب کرے کون قبرستان جائے اور کون روزہ رکھ کر بھوک کی تکلیف سہارے۔ ہاں حلوہ پکا کر خوب مزے میں کھالیا۔ اس واسطے کہ اس کے اندر تمام مزے ہی مزے ہیں۔ نہ کچھ محنت نہ مشقت غرض یہ کہ مسلمان ہو کر نفس کا بندہ ہوا کہ نفس کو جس میں مزہ آیا وہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہو وہ کرے چاہے جیسی مشقت ہو۔

س:...... کچھ ماہ شعبان اور روزہ کی فضیلت بیان کیجئے؟

ج:...... رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس طرح ماہ رمضان کو تمام مہینوں پر ایسی فضیلت ہے جیسی کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں پر اس طرح ماہ شعبان کو تمام مہینوں پر ایسی فضیلت ہے کہ جیسی میری فضیلت تمام امت پر۔ حدیث میں ہے کہ جو شخص شعبان کا ایک روزہ رکھے گا پندرھویں تاریخ کو اللہ تعالیٰ اس کے جسم پر دوزخ کی آگ حرام فرمادیں گے۔ اور حضرت ایوب علیہ السلام اور حضرت داؤد علیہ السلام جیسا ثواب عنایت فرمائیں گے۔ یہ وہ بابرکت اور مبارک مہینہ ہے جس کی پندرھویں تاریخ کو جن، چرند، پرند، درند، مچھلیاں بھی روزہ رکھتی ہیں۔ اے عزیز ایسی فضیلت والی چیز کہ حیوانات نے بھی اس سے محروم رہنا گوارا نہ کیا تو تو انسان ہے۔ کیوں نہ ان سے فضیلت حاصل کرنے میں سبقت لے جائے۔ اس دن روزہ خلوص کے ساتھ رکھا جائے اور اس قدر ثواب کو حاصل کیا جائے گو مستحب ہے فرض نہ سہی۔

رمضان شریف کا بیان

س:...... اس مہینہ میں تو بظاہر ایسی کوئی بات رسم و بدعت کی معلوم نہیں ہوتی۔ حافظ صاحبان قرآن شریف سناتے ہیں کہیں کہیں شبینہ ہوتا ہے۔ ختم کے دن مٹھائی تقسیم ہو جاتی ہے البتہ یہ بات کچھ اچھی نہیں معلوم ہوتی کہ بعض حافظ صاحبان روپیہ لے کر سناتے ہیں۔ اور بعض جگہ روشنی بے حد کرتے ہیں آپ فرمائیں یہ باتیں کیسی ہیں؟

ج:...... عزیز من کسی کام میں ثواب کا ہونا نہ ہونا یہ عقلی چیز نہیں کہ اپنی عقل سے جو چاہے سمجھ لیا جائے اور اپنی ہی عقل سے فیصلہ کر لیا جائے۔ یہ کسی طرح ٹھیک نہیں۔ سنیئے یہ قاعدہ ہے کہ جب کسی مباح اور مستحب کام میں کوئی خرابی شامل ہو جائے گی اس کا ترک لازم ہوگا۔ کہ آپ کا یہ فرمانا کہ اس ماہ میں کوئی رسم و بدعات کی بات نہیں معلوم ہوتی یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ کسی چیز کو رسم و بدعت جاننے کے لیے لوگوں کے خیالات و حالات سے واقف ہونا ضروری ہے۔ اور یہ بھی پہچاننا ہے کہ اس کام سے کوئی مفسدہ تو نہیں ہوگا اس کے سمجھ لینے کے بعد غور کیجئے کہ قرآن شریف تراویح میں پڑھنا سنت ہے۔ مگر ان عورتوں کو ان کے گھر جا کر حافظ صاحب کا تراویح میں ان کو سنانا درست نہیں اول اس لیے کہ مستورات کی حالت بے احتیاطی کی زیادہ ہوتی ہے۔ نہ پردہ کا کافی اہتمام کرتی ہیں اور نہ یہ کہ خاموش رہتی ہیں۔ بعض تو زور زور سے باتیں کرنا شروع کر دیتی ہیں جس سے ان کی آواز نامحرم کے کان میں پڑتی رہتی ہے۔ دوسرے یہ کہ حافظ ایسی جگہ آواز بنا بنا کر پڑھتا ہے اور اس میں مضرت ہے کیونکہ طبیعت کا اندرونی طور سے مائل ہونے کا اندیشہ ہے۔ تیسرے یہ کہ دوسرے محلوں کی مستورات کا آنا شروع ہو جاتا ہے۔ جو کہ بلا مجبوری کے باہر نکلنا عورت کے لیے ٹھیک نہیں اور پھر یہ نکلنا روز روز کا ہے تو عورتوں کو بلا خاص اہتمام کے اور اپنے محرم مرد کے بغیر تراویح میں شامل نہیں ہونا چاہیئے علاوہ اس کے حافظ صاحبان اکثر کچھ پیسے ٹھہرا کر سناتے ہیں یا جہاں کہیں رواج دینے کا ہوتا ہے سو کچھ ملنے کی توقع پر سنانا یا ٹھہرا کر سنانا جائز نہیں۔

س:...... جب کچھ لے کر سننا یا سنانا جائز نہیں تو امام تنخواہ لے کر امامت کرتے ہیں کیا وہ بھی جائز نہ ہوگا؟

ج:...... عزیز من! اس میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور امامت میں تو اپنے آپ کو دن رات کے مختلف حصوں میں لگا دینا ہے کہ خاص پابندی ذمہ داری کے ساتھ وقتوں کے صرف کرنے میں محبوس کر دیا۔ یہ تنخواہ نماز پڑھنے کی نہیں بلکہ اپنے کو محبوس کر دینے کی ہے جیسا کہ مدرس اور قاضی کو تنخواہ بیوی کا نفقہ کہ مدرس و قاضی اور بیوی نے اپنے آپ کو خدمت خاص خانہ داری اور تعلیم دینی کے لیے اور فیصلوں کے لیے محبوس کر دیا۔ اس کے ساتھ دوسرے کام معاشی نہیں ہو سکتے۔ بخلاف تراویح میں قرآن شریف سنانے کے کہ کوئی معاش کا وقت نہیں اوقات مختلفہ اور زیادہ مدت کے لیے مشغول کر دینا نہیں۔ لہٰذا کسی طرح قرآن شریف سنانا مالی توقع میں درست نہیں۔

س:...... شبینہ کے متعلق کیا حکم ہے؟

ج:...... شبینہ جس طرح آجکل ہوتا ہے کون نہیں جانتا کہ کس قدر مفاسد کا اجتماع ہوتا ہے۔ حافظ صاحبان جلد جلد پڑھتے ہیں سامع بتانے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے الم نشرح پڑھی گویا میرے پاس حاضر ہو کر اس نے میرا غم دور کر دیا۔ (ابن حبان)

میں سستی کرتے ہیں کہ اس طرح دیر ہوگی۔ حافظ لقمہ لیتے نہیں کوتاہی کرتے ہیں کہ میری توہین ہوگی۔

سننے والے بیٹھے رہتے ہیں۔ بعض دفعہ بلاشرکت لقمہ دے دیا جاتا ہے امام لے لے تو نماز فاسد ہوتی ہے۔ سننے والا کوئی لیٹا ہے کوئی باتیں کرتا ہے کس قدر اعراض اور بے ادبی ہے۔ منتظمین چائے پینے کے اہتمام میں لگے رہتے ہیں کوئی روشنی کے اہتمام میں مشغول رہتا ہے۔ اتنی خرابیوں کے ساتھ شبینہ کیسا۔ البتہ یہ کچھ نہ ہو اور سننے والے شوقین ہوں تو جائز ہے۔

س:...... ختم کے دن شیرینی تقسیم کرنا کیسا ہے؟

ج:...... شیرینی کا تقسیم کرنا فی نفسہ بطور سرور خوشی کے مباح ہے۔ مگر افسوس اس کا ہے کہ لوگوں نے اپنے طرز سے علماء کو مجبور کیا کہ اس سے بھی منع کر دیں کیونکہ اس میں بڑے مفاسد ہیں۔ اول یہ کہ اس کے لیے چندہ ہوتا ہے کوئی خوشی سے دیتا ہے کوئی زبردستی۔ دوسرے یہ کہ مٹھائی کی وجہ سے نمازی بے نمازی اور بچے تک آتے ہیں۔ کس قدر نا انصافی کہ جو ہمیشہ کے سننے والے ان کا حصہ کٹ کٹ کر بچوں اور تراویح میں نہ آنے والوں کو دیا جاتا ہے پہلے چار چار لڈو وغیرہ۔ کچھ آدمیوں میں بٹ گئے۔ اور اب دو دو حصہ میں آئیں گے۔ تیسرے یہ کہ بچوں سے مسجد خراب ہوتی ہے۔ چوتھے بری طرح مسجد میں شور ہوتا ہے۔ پانچویں یہ کہ لوگ جھگڑتے ہیں۔ چھٹے یہ کہ مسجد میں جھوٹ بول کر دوبارہ، سہ بارہ لیتے ہیں۔ ساتویں یہ کہ تقسیم میں کمی ہو جائے کہ بعض کو ملے بعض کو نہ ملے تو طعنہ دیتے ہیں اور مقصود و منتظمین کا دکھاوا اور تفاخر ہوتا ہے۔ بھلا جب اس قدر خرابیاں ہوں تو کیا جائز ہوگا۔ آٹھویں یہ کہ جہاں دوسری جگہ ختم قرآن پاک پر شیرینی تقسیم نہیں کرتے ان پر لوگ طعنہ کرتے ہیں۔

س:...... اگر کوئی شخص ذاتی روپیہ سے بلا چندہ ختم قرآن پاک پر شیرینی تقسیم کر دیوے تو جائز ہوگا؟

ج:...... اول یہ بات ہے کہ دوسرے مفاسد کا انسداد نہ ہوگا دوسرے یہ کہ جس کے فعل سے دوسرے لوگ حجت پکڑیں کہ یہ کام فلاں صاحب نے بھی تو کیا ہے اور جو لوگ پوری رعایت شرع کی کرتے نہیں تو ایسے شخص کو بھی اس فعل مباح اور مستحب کی اجازت نہ دی جائے گی کہ اس میں دوسرے مسلمان بھائیوں کا دینی نقصان ہے اور دنیوی بھی۔

س:...... چودھویں روزہ کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے اس کو منجملہ روزہ کہتے ہیں اس کا کیا ثبوت ہے؟

ج:...... یہ بے سند بات ہے رمضان شریف کے سب روزے برابر ہیں کسی کو کسی روزہ پر فضیلت نہیں۔

س:...... بچوں کو روزہ رکھوانا کیسا ہے؟

ج:...... بالغ ہونے سے قبل جبتک یہ یقین نہ ہو کہ روزہ سے اس کو بے چینی نہ ہوگی اس وقت تک روزہ رکھوانا درست نہیں ہے۔ ہاں سات برس کے بچے کو نماز پڑھنا چاہیئے۔ حدیث شریف میں سات برس کا بچہ ہو تو کہہ کہہ کر نماز پڑھواؤ۔ اور جب دس برس کا بچہ ہو تو مار مار کر پڑھواؤ۔ عجیب بات ہے کہ جس کا حکم اور اہتمام کرنے کو شرع نے بتایا کہ اس کا خیال نہیں اور اپنی من مانی بات اور شوق کے پورا کرنے کا یہ التزام کہ چاہے اس میں گناہ ہو جائے مگر ذرا سے بچے کو روزہ ضرور رکھوائیں گے۔ ایسا ہرگز نہیں چاہیئے۔

شوال کا بیان

س:...... کیا ماہ شوال میں بھی کوئی رسم و بدعت کی بات ہے؟

ج:...... اس میں کوئی بات نہیں صرف ایک بات ہے کہ عید کی صبح کو عورتیں خاص کر کہا کرتی ہیں چھوارہ دے کر کے روزہ کھول لو۔

یہ کہنا ٹھیک بات نہیں کیونکہ روزہ تو غروب کے وقت کھول چکا۔

عید کا چاند دیکھ کر روزہ حرام ہو گیا تو رات کو روزہ کبھی بھی نہیں۔

پھر عید کی صبح کو یہ کہنا کہ روزہ کھول لو یہ بری بات ہے۔ اور گناہ ہے توبہ چاہیئے۔

ذیقعد کا بیان

س:...... ذیقعدہ کے مہینہ میں کیا بات ہے؟

ج:...... عورتیں اس مہینہ کو خالی کا چاند کہتی ہیں اور اس میں شادی کرنے کو اچھا نہیں جانتیں۔ استغفر اللہ کس قدر عقیدہ کی خرابی ہے۔ توبہ کرنا چاہیئے۔ اور ضرور شادی کرنی چاہیئے۔

ذی الحجہ کا بیان

س:...... اس مہینہ میں کیا نئی بات کی جاتی ہے؟

ج:...... اس میں کوئی نئی بات نہیں کی جاتی البتہ بعض لوگ ایک مسئلہ میں غلطی کرتے ہیں یوں سمجھتے ہیں کہ اگر قربانی کے دنوں میں جانور خرید کر قربانی نہ کی تو کیا حرج ہے۔ پیسے خیرات کر دیئے جائیں۔

سو یہ جائز نہیں۔ بلکہ قربانی کے دنوں میں قربانی کرنا فرض ہے۔

البتہ قربانی کے دن نکل گئے اور کوئی حصہ نہ ملا تو اب پیسے خیرات کر دیئے جائیں اور اگر جانور خرید کیا جا چکا ہے مگر قربانی کرنا بھول گیا تو بعینہ اس جانور کو خیرات کر دیا جائے قربانی نہ کریں کیونکہ قربانی کرنا صرف دسویں گیارہویں بارہویں تاریخ کے ساتھ مخصوص ہے۔

اغلاط العوام

س:...... بعض باتیں لوگوں میں غلط پھیل گئی ہیں ذرا ان کو شمار کر دیجئے؟

ج:...... یوں تو بہت غلط باتیں مشہور ہیں مگر میں ان میں سے بعض خاص خاص باتیں بتائے دیتا ہوں۔ سنیئے اور اپنے اعزہ میں سے ان کو نکالنے کی ترقی کے ساتھ کوشش کیجئے۔ وہ باتیں یہ ہیں۔

۱۔ مریدنی سے لوگ نکاح درست نہیں سمجھتے یہ غلط ہے۔

۲۔ مشہور ہے کہ ایک پیر سے میاں، بیوی مرید نہ ہوں نہیں تو بھائی بہن ہو جائیں گے یہ بھی غلط ہے۔

۳۔ ایک برتن میں میاں بیوی کے دودھ پینے سے دودھ شریک بھائی بہن ہو جانے کا خیال کرتے ہیں یہ بھی غلط ہے۔

۴۔ جھاؤ کی لکڑی کا استعمال لوگ درست نہیں جانتے یہ بھی غلط ہے۔

۵۔ مسجد کا چراغ گل کرنے کو اچھا نہیں سمجھتے یہ غلط ہے بلکہ اگر ضرورت نہ ہو تو گل ہی کر دینا چاہیئے۔ کیونکہ بلاوجہ تیل صرف کرنا فضول خرچی ہے اور جلتا چراغ چھوڑ دینا حدیث شریف سے منع بھی ہے۔

۶۔ مشہور ہے کہ ٹینکی کا پانی پینا درست نہیں یہ بھی غلط ہے۔

۷۔ مُردے کے نہانے کو کورا گھڑا منگانا ضروری خیال کرتے ہیں یہ غلط ہے اور جو کورے گھڑے منگائے بھی جاتے ہیں ان کو گھر پر استعمال کرنا اچھا خیال نہیں کرتے بلکہ مسجد میں بھیج دیئے جاتے ہیں۔ یا توڑ دیتے ہیں۔ یہ بھی غلط ہے۔ یہ باتیں کوئی ضروری نہیں جس برتن کو چاہیں استعمال کریں۔

۸۔ بعض لوگ رات کو جھاڑو دینا منہ سے چراغ گل کرنا دوسرے کا کنگھا کرنا اگرچہ اجازت سے ہو برا سمجھتے ہیں یہ بے اصل بات ہے۔

۹۔ یہ مشہور ہے کہ میاں بیوی کے جنازے کا پایہ نہ پکڑے یہ بھی غلط ہے۔

۱۰۔ مشہور ہے کہ پیر سے مریدنی کا پردہ نہیں یہ محض غلط ہے دین کے بالکل خلاف ہے۔

۱۱۔ مشہور ہے کہ رنج کرنے والے کی بخشش نہ ہوگی سراسر غلط ہے۔

۱۲۔ بعض یوں سمجھتے ہیں کہ جس گوشت میں ہڈیاں نہ ہوں وہ مکروہ ہے غلط ہے۔

۱۳۔ یہ بہت مشہور ہے کہ عقیقہ کا گوشت ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی کو کھانا درست نہیں۔ سو یہ بے اصل ہے۔ اور جو حکم قربانی کا ہے وہی عقیقہ کا حکم ہے۔

۱۴۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کتے کے بدن سے کپڑا وغیرہ لگ جانے سے ناپاک ہو جاتا ہے۔ یہ غلط ہے البتہ اگر کتے کی رال لگ جائے یا پسینہ لگ جائے تو ناپاک ہو جائے گا۔

۱۵۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ مرد کی بائیں آنکھ اور عورت کی دائیں آنکھ پھڑکے تو کوئی مصیبت و رنج پیش آتا ہے۔ اور اس کے برعکس ہونے سے خوشی پیش آتی ہے یہ بھی غلط ہے۔

۱۶۔ بعض عورتیں سمجھتی ہیں کہ اگر نئی دلہن اپنے گھر یا صندوق وغیرہ کو قفل لگائے تو اس گھر کو قفل لگ جاتا ہے یعنی ویران ہو جاتا ہے یہ خیال بالکل غلط ہے۔

۱۷۔ دروازہ کی چوکھٹ پر بیٹھ کر کھانا کھانے میں قرضدار ہونے کا گمان کرتے ہیں۔ یہ بھی غلط ہے۔

۱۸۔ بعض لوگ کسی خاص دن خاص وقت میں سفر کرنے کو برا یا اچھا سمجھتے ہیں یہ کفار اور نجومیوں کا اعتقاد ہے۔

۱۹۔ لوگ خیال کرتے ہیں کہ ہتھیلی میں خارش ہونے سے مال ملتا ہے اور تلوے میں خارش ہونے سے اور جوتا پر جوتا چڑھنے سے سفر درپیش ہوتا ہے یہ لغو اور مہمل بات ہے۔

۲۰۔ مشہور ہے کہ زمین پر نمک گرا دینے سے قیامت کے دن پلکوں سے اٹھانا پڑے گا یہ بھی بے اصل ہے۔

۲۱۔ کتے کے رونے سے کوئی وبا یا بیماری پھیلنے کا خیال کرتے ہیں یہ بھی غلط ہے۔

۲۲۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جمائی آنے پر منہ پر ہاتھ نہ رکھنے سے شیطان منہ میں تھوک دیتا ہے یہ بھی غلط ہے۔

۲۳۔ بعض عورتیں یوں سمجھتی ہیں کہ اپنے شوہر کا نام لینے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے یہ بھی غلط ہے۔

۲۴۔ بعض عورتیں یہ خیال کرتی ہیں کہ رات کو ادوئن درست کرنے سے بیٹا پیدا نہیں ہوتا یہ لغو و واہیات و غلط خیال ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے سورت فیل پڑھی اللہ تعالیٰ اس کو شکل بگاڑنے اور زمین میں دھنسانے سے محفوظ کر دیں گے۔ (طبرانی)

باب ۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حقوق والدین

قولہ تعالیٰ: وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا. (سورہ بنی اسرائیل پ ۱۵، ع ۳)

ترجمہ: اور تیرے رب نے قطعی حکم دے دیا ہے۔ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

اللہ پاک نے اپنی عبادت اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم اس لیے دیا ہے کہ انسان کا خالق حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہے تو اس کی عبادت فرض ہے اور ظاہری اسباب کی بناء پر والدین اولاد کے وجود کے لیے سبب ظاہری ہیں۔ اس لیے ان کے ساتھ حسن سلوک کا قطعی حکم فرمایا:

اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا.

ترجمہ: اور اگر تیرے پاس ان دونوں میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو ہوں بھی نہ کہنا اور نہ انکو جھڑکی دینا اور ان سے خوب ادب سے بات کرنا۔

اف سے مراد ہر وہ لفظ ہے جو کراہت و تنگ دلی پر دلالت کرتا ہے۔ لغت میں اف یا تف اس میل کو کہا جاتا ہے جو انگلیوں پر جم جاتا ہے جو مقدار میں بہت تھوڑا ہوتا ہے۔ اف انسان اس وقت کرتا ہے جب اس کے دل کو صدمہ پہنچتا ہے لہٰذا جب والدین کی طرف سے اس کو صدمہ پہنچنے پر اف بولنا حرام ہے تو جھڑکنا بطریق اولیٰ حرام ہوگیا۔ اس لئے لَا تَنْهَرْهُمَا بعد میں ارشاد فرمایا۔ یعنی ماں باپ سے نا گوار بات بھی سنو تو خبردار ان کو نہ جھڑکو۔

وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا. اور ان کے ساتھ اچھی نرم بات کیا کرو۔

حضرت سعید ابن مسیّب ؓ نے یہ توضیح کی ہے کہ جیسے کوئی قصور دار ملازم و خادم اپنے بد خو آقا سے نرمی کے ساتھ بات کرتا ہے۔ اسی طرح تم ماں باپ سے کلام کرو۔ اور مجاہد نے کہا ہے کہ جب ماں باپ بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے گھن نہ کرو اور جس طرح تمہارے چھوٹے ہونے کے زمانے میں تمہارا بول و براز وہ صاف کیا کرتے تھے۔ اسی طرح ایام پیری میں ان کا بول و براز صاف کرنے سے تم بھی نفرت نہ کرو اور ان کو اف بھی نہ کہو۔

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ. اور دونوں کے لیے اپنی عاجزی کے بازو بچھادو۔ یعنی ان کے سامنے زمین بن جاؤ عاجزی اور تواضع کا اظہار کرو

(حضرت عروہ بن زبیر ؓ نے یہ مطلب بیان کیا ہے۔ کہ ان سے نرمی سے بات کرو۔ جس چیز کو وہ چاہتے ہیں ان کو دیا کرو ان کو ممانعت مت کرو)

مِنَ الرَّحْمَةِ انتہائی رحم کی وجہ سے یعنی یہ خیال کرو کہ کل تم ان کے انتہائی محتاج تھے آج وہ تمہارے انتہائی محتاج ہوگئے۔ اس بات کا خیال کرو اور ان پر ترس کھاؤ۔

وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِىْ صَغِيْرًا. اور ان کے لیے دعا کرو اور کہو اے میرے رب ان پر رحمت فرما جیسے انہوں نے مجھ کو میرے بچپن میں پالا، پرورش کیا تھا یعنی ان پر لازوال رحمت نازل فرما صرف اس دنیاوی فانی نعمت پر ہی اکتفا نہ کر بغوی ؒ نے لکھا ہے والدین کے لیے دعاء رحمت کا حکم اس وقت ہے جب کہ وہ مسلمان ہوں۔ اور بیضاوی نے لکھا ہے کہ یہ حکم عام ہے والدین مؤمن ہوں یا کافر سب کے لیے دعاء رحمت چاہیے کافر کی دعا رحمت کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ پاک ان کو مسلمان ہونے کی توفیق دے یہ بھی رحمت ہے۔

رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِىْ نُفُوْسِكُمْ. جو کچھ تمہارے دلوں میں ہوتا ہے تمہارا رب اس کو خوب جانتا ہے۔ یعنی ماں باپ کی فرمانبرداری کی نیت اور تعظیم کے اندرونی خیال سے اللہ خوب واقف ہے۔ یہ اس بات پر تنبیہ ہے کہ دلوں میں بھی ماں باپ سے نفرت نہ ہو اور ان کے بوجھ ہونے کا خیال بھی دل میں نہ آنا چاہیے۔ اور یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ والدین کی فرمانبرداری کے معاملے میں تمہاری نیتوں کو اللہ خوب جانتا ہے۔ اگر ثواب کی امید پر اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں فرمانبرداری اور خدمت کرو گے تو اللہ اسکا اجر دے گا۔ اور اگر کسی دنیوی لالچ کی وجہ سے فرمانبرداری اور خدمت کرو گے تو اس کا نتیجہ نیت کے موافق ہوگا۔ اس لیے کہ اعمال کے نتائج و ثمرات کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا.

اگر تم نیکوکار رہو اور سعادت مند ہو تو اللہ تعالیٰ رجوع ہونے والوں کی خطا معاف کرنے والا ہے یعنی وہ تمہاری وہ خطائیں بھی معاف فرمادے گا جو بلا ارادہ ان کی فرمانبرداری اور خدمت کے تعلق سے ہوئی ہوں۔ سعید بن جبیر ؓ نے کہا اس آیت سے مراد وہ لوگ ہیں جن سے بلا سوچے، بلا

ارادہ، اچانک ماں باپ کے ساتھ کوئی بے ادبی یا بدسلوکی ہو گئی ہو۔ اور نیت ان کی ٹھیک ہی ہو تو اس کی پکڑ نہ ہوگی۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آیت کا حکم عام ہو کہ جو بھی ماں باپ کا نافرمان اور اپنے والدین کے ساتھ کوئی بد سلوکی کر گذرے اور پھر توبہ کر لے وہ اس آیت کے حکم میں داخل ہے یعنی اس کی بھی توبہ قبول ہے۔

سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے کہا اواب وہ شخص ہے جو گناہ کرنے کے بعد توبہ کرے پھر گناہ کرلے اور توبہ کرے، پھر گناہ کرلے اور توبہ کرے۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا، خیر کی طرف بہت رجوع کرنے والا اواب ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اواب وہ ہے جو ہر مصیبت اور حادثہ کے وقت اللہ کی طرف رجوع کرے۔ اواب کی دوسری تفاسیر بھی بیان کی گئی ہیں۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا

(پ۵ سورہ نساء آیت ۳۶)

اور اللہ کی انتہائی عجز وانکسار کے ساتھ بندگی کیا کرو اور کسی چیز کو عبادت میں اس کا شریک نہ کرو۔ اس لیے کہ اللہ کی بزرگی غیر متناہی ہے اور اس کے مقابلے میں ہر ممکن خواہ کتنا ہی بڑا ہو حقیر ہے۔ تو حقیر کو اللہ بزرگ کے ساتھ عبادت میں شریک نہ بناؤ اور عبادت نام ہے انتہائی عجز وانکسار اور بے چارگی اور بے مائیگی کے اظہار کے ساتھ اوامر ونواہی سے کلی اور مکمل طور سے دائمی اجتناب کا۔ اسی لیے صوفیہ فرماتے ہیں عبادت کے معنی ہیں کہ بندہ زندہ متحرک بالارادہ اور فعل وعمل میں کسی درجہ مختار ہونے کے باوجود ایسا ہو جائے جیسے میت غسال کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ جدھر پلٹا دے ادھر پلٹ جاتی ہے۔ اسی طریقہ سے انسان اپنے خالق کے احکام کے سامنے اپنا سر جھکادے اور اپنا سب کچھ یعنی جسم وجان دل ودماغ مال ومنال اور اہل وعیال اس کے حوالے کردے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے جب اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کسی بات کا فیصلہ کردے تو کسی مومن مرد یا مومن عورت کا یہ حق نہیں کہ وہ اپنی مرضی اور اختیار کو دخل دے بلکہ اسے بلا چون وچرا اور بغیر کسی پس وپیش کے اس کو ماننا اور اس کے مطابق اس پر عمل کرنا چاہئے۔

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا

اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو (اور ان کی نافرمانی نہ کرو)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس باتوں کی نصیحت فرمائی تھی منجملہ ان کے دو باتیں یہ ہیں کہ اللہ کا ساجھی قرار نہ دینا خواہ تجھے قتل کر دیا جائے یا جلا دیا جائے اور ماں باپ کی نافرمانی نہ کرنا خواہ بیوی اور مال چھوڑنے کا حکم دیں۔ الحدیث

اور سورہ عنکبوت میں ہے۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا۔ اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کرنے کی نصیحت کی ہے وصیت کا معنی ہے نصیحت آمیز بات اور مراد اس سے حکم ہے جو کام خوبی میں انتہا کو پہنچ جاتا ہے اسکو حسن کہا جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ والدین کی اطاعت اور فرمانبرداری میں خوب سے خوب تر طرز عمل اختیار کرو۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ اور سابقین اولین میں سے تھے۔ اپنی والدہ کے بڑے فرمانبردار اور اطاعت گذار تھے۔ ان کے اسلام قبول کرنے پر ان کی والدہ نے جن کا نام حمنہ بنت ابی سفیان تھا کہا بیٹا یہ تو نے کیا نئی بات نکال رکھی ہے یعنی اسلام قبول کیا ہے؟ جب تک تو اس کا انکار نہ کرے گا اس وقت تک بخدا نہ کھانا کھاؤں گی اور نہ پانی پیوں گی یہاں تک کہ یونہی مر جاؤں گی۔ دوسری روایت کے یہ الفاظ ہیں کہ جب تک تو اس نئے مذہب پر قائم ہے لوٹ نہیں آئے گا میں نہ کچھ کھاؤں گی نہ پیوں گی یوں ہی مر جاؤں گی۔ پھر ہمیشہ لوگ تجھے عار دیتے رہیں گے کہ یہ ماں کا قاتل ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی ہے

وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا.

اور اگر وہ دونوں (ماں باپ) تم سے زور دے کر سختی سے کہیں کہ میرے ساتھ ان چیزوں کو شریک قرار دو (جن کی الوہیت) کا تم کو کچھ علم نہیں ہے تو ان کا کہنا نہ ماننا۔ یعنی ان چیزوں کے خدا ہونے نہ ہونے کا تم کو کچھ علم نہیں اور ان کو الوہیت کا صحیح ہونا تو معلوم نہیں تو ایسی حالت میں تم والدین کا حکم نہ ماننا چہ جائیکہ تم کو اللہ کی الوہیت اور وحدانیت کی سچائی اور حقانیت اور دوسروں کی الوہیت وربوبیت کی نفی قطعی دلائل سے معلوم ہو تو اس صورت میں تو والدین کی اطاعت نہ کرنا بدرجہ اولیٰ ضروری ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی فرمانبرداری جائز نہیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی فرمانبرداری جائز نہیں۔ والدین کی اطاعت تو اچھے کاموں میں لازم ہے۔

بغویؒ نے لکھا ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی ماں نے ایک دن رات یا تین دن بغیر کھائے پیے گذار دیئے۔ سعد رضی اللہ عنہ ماں کے پاس گئے اور کہا اماں اگر تیری سو جان ہوں اور ایک ایک جان نکلتی رہے اور اسطرح سب جانیں نکل جائیں تب بھی میں اپنا مذہب نہ چھوڑوں گا۔ تیرا دل چاہے کھا، نہ چاہے، نہ کھا، جب ماں ناامید ہو گئی تو اس نے کھانا پینا شروع کر دیا (اللہ اللہ کیسے پختہ ایمان والے لوگ تھے اسی لیے تو ان کو بشارت جنت دنیا ہی میں مل گئی تھی)

اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ. (پ۲۰ العنکبوت ع۱)

میری طرف تم سب کو آنا ہے پھر میں ہی تم کو بتاؤں گا جو کچھ تم کرتے ہو یعنی تمہارے اعمال کی جزا وسزا دوں گا حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے قصہ کے زمانے میں دو آیتیں نازل ہوئیں جو سورہ لقمان اور سورہ احقاف میں

ہیں۔ چنانچہ سورہ لقمان میں ارشاد ہوا:

وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ. اور ہم نے انسان کو ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور ان کو شکر ادا کرنے کا حکم دے دیا ہے۔

حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ. اس کی ماں نے مشقت پر مشقت اٹھا کر اسے پیٹ میں اٹھائے رکھا۔

وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ اور اس بچہ کی دودھ چھڑانے کی مدت دو سال ہے (یعنی ماں نے دو سال تک دودھ پلانے کی تکلیف برداشت کی)

أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ لہٰذا میرا شکر ادا کرو اور اپنے ماں باپ کا إِلَيَّ الْمَصِيرُ (تجھے تو) میری ہی طرف لوٹنا ہے (میں ہی تجھے شکر اور ناشکری دونوں کا صلہ و بدلہ دوں گا)

ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے عرض کیا کہ میرے حسن معاشرت کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ فرمایا تیری ماں پھر پوچھا تو فرمایا تیری ماں تیسری مرتبہ پوچھا پھر کون تو فرمایا تیری ماں پھر تیرا باپ اور اس کے بعد اور اقارب حسب درجہ اور بر بنائے قرب و اقربیت (متفق علیہ)

دوسری روایت حضرت مغیرہؓ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے تمہارے لیے ماؤں کی نافرمانی حرام کردی ہے (متفق علیہ)

سفیان بن عیینہؓ نے کہا جس نے پانچوں نمازیں پڑھ لیں اس نے اللہ کا شکر ادا کیا اور جس نے نمازوں کے بعد ماں باپ کے لیے دعائے خیر کی اس نے ماں باپ کا شکر ادا کیا (بہت کم لوگ ہوں گے اس زمانہ میں جو اللہ کا شکر ادا کریں اور ماں باپ کا بھی)

وَإِن جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَن تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا.

ترجمہ: اور اگر وہ دونوں تجھ پر زور ڈالیں اور زبردستی کریں کہ میرے ساتھ عبادت میں کسی کو شریک ٹھہرائے جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہیں تو ان کا کہنا نہ مان اور دنیا میں ماں باپ کے ساتھ اچھے طور پر جو شرعاً اور عقلاً پسندیدہ ہو رہو۔

مسئلہ: اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ماں باپ خواہ کافر ہوں لیکن اگر صاحب احتیاج ہوں تو ان کی مالی مدد کرنا اور قرابتداری کو نہ توڑنا واجب ہے۔

حضرت ابو بکرؓ کی صاحبزادی اسماء رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میرے پاس میری ماں آئیں اس زمانہ میں وہ مشرکہ تھیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ماں آئی ہیں اور مدد کی خواہشمند ہیں۔ کیا میں ان کے ساتھ قرابتداری کا سلوک کرسکتی ہوں فرمایا ہاں! ان سے قرابت کا تعلق جوڑے رکھو۔ (متفق علیہ)

وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ اور اس کی راہ چلنا جو میری طرف رجوع ہوا۔ سبیل سے مراد دین ہے اور من اناب الی سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں یعنی اسلام دین پر قائم رہو یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دین ہے ثم الی مرجعکم پھر تم سب کی واپسی میری ہی طرف ہے۔

فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ. پھر جو کچھ تم کرتے رہے تھے میں تم کو بتلا دوں گا۔ جتا دوں گا یعنی تمہارے اعمال کا بدلہ دوں گا۔ تم کو اسلام کی جزا اور والدین کو کفر کی سزا دوں گا۔ والدین کے کہنے سے شرک کرنے کی ممانعت کا حکم بطور مبالغہ دیا گیا ہے تاکہ یہ غلط فہمی نہ پیدا ہو کہ جب ان کی فرمانبرداری اور تعمیل حکم کی اس قدر تاکید ہے تو خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بھی ان کا حکم ماننا ضروری ہو بیشک خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ماں باپ سب سے زیادہ تعظیم و اطاعت کے مستحق ہیں لیکن شرک میں ان کی اطاعت بھی حرام ہے دوسروں کا تو ذکر ہی کیا ہے اور سورہ احقاف میں ہے:

وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا. وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا.

ترجمہ: اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے، اس کی ماں نے اس کو بڑی مشقت کے ساتھ پیٹ میں اٹھائے رکھا اور بڑی مشقت کے ساتھ اس کو جنا اور اس کو پیٹ میں اٹھائے رکھنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینوں میں پورا ہوتا ہے کرھا کے لفظ سے جس کے معنی مشقت اور تکلیف کے ہیں اشارۃً یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ ماں کا حق اولاد پر باپ سے بھی زیادہ ہے (جیسا کہ اس سے قبل حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی حدیث میں گزر چکا ہے)

الاحادیث النبویہ:

۱۔ حضرت ابو درداءؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا باپ جنت کے اندر داخل ہونے کا وسطی دروازہ ہے (یعنی درمیانہ) اگر تم چاہو تو اس کی نگہداشت کرو، چاہو تو اسے کھودو۔ (ترمذی و ابن ماجہ)

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی خوشنودی باپ کی خوشنودی میں ہے اور اللہ کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں (ترمذی و حاکم)

۳۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ اور حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں داخل نہ ہوگا احسان جتلانے والا اور ماں باپ کا نافرمان اور شراب کا خوگر (نسائی۔ دارمی)

۴۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس پر ماہ رمضان آ گیا اور اس کی مغفرت نہیں ہوئی یعنی اس نے روزے نہ رکھے اور سچے دل سے توبہ نہ کی

اور اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا نام لیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا اور اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے ماں باپ یا دونوں میں سے ایک اس کے سامنے بڑھاپے کو پہنچ گئے ہوں اور وہ ان کی خدمت کر کے جنت میں داخل نہ ہو سکا۔ (ترمذی، حاکم)

۵۔ حضرت ابو امامہ ؓ کی روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماں باپ کا اولاد پر کیا حق ہے فرمایا وہ دونوں تیری جنت و دوزخ ہیں۔ (ابن ماجہ)

۶۔ حضرت ابن عباس ؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے ماں باپ کے معاملے میں صبح کو اللہ کا فرمانبردار ہوتا ہے اس کے لئے جنت کے دو دروازے کھل جاتے ہیں اور جو شخص والدین میں سے ایک کے معاملہ میں صبح کو اللہ کا فرمانبردار ہوتا ہے تو اس کے لئے جنت کا ایک دروازہ کھل جاتا ہے اور جو شام کو اپنے ماں باپ کے معاملہ میں اللہ کا نافرمان ہو جاتا ہے اس کے لئے دوزخ کے دو دروازے کھل جاتے ہیں اور ایک کے معاملہ میں نافرمان ہوتا ہے تو دوزخ کا ایک دروازہ اس کے لئے کھل جاتا ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواہ ماں باپ نے اس کی حق تلفی کی ہو فرمایا خواہ انہوں نے اس پر ظلم کیا ہو خواہ اس کا حق مارا ہو۔ خواہ اس کی حق تلفی کی ہو۔

۷۔ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو ماں باپ کا فرمانبردار اور اپنے والدین کی طرف رحمت والفت کی نظر سے دیکھتا ہے اللہ تعالیٰ ہر بار نظر کرنے کے عوض اس کے لئے ایک حج مقبول کا ثواب ضرور لکھ دیتا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا خواہ ہر روز سو بار دیکھے۔ فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ اس سے بھی بڑا اور پاک ہے۔

۸۔ حضرت ابو بکر ؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام گناہوں میں سے اللہ جو گناہ چاہے گا معاف فرما دے گا سوائے ماں باپ کی نافرمانی کے کیونکہ زندگی میں مرنے سے پہلے ہی ماں باپ کی نافرمانی کی سزا اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔

(نمبر ۶ نمبر ۷، نمبر ۸، تینوں حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں ذکر کی ہیں)

۹۔ حاکم نے ابو ہریرہ ؓ کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام گناہوں میں سے جس گناہ کو اللہ چاہتا ہے قیامت پر اس کے عذاب یا مغفرت کو ٹال دیتا ہے۔ سوائے ماں باپ کی نافرمانی کے کہ ماں باپ کی نافرمانی کی سزا تو مرنے سے پہلے اسی زندگی میں فوراً دے دیتا ہے۔

نوٹ: یہ نو احادیث تفسیر مظہری سے نقل کی گئی ہیں۔

اس کے بعد کی ترغیب و ترہیب سے۔

۱۰۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کو کونسا عمل زیادہ پسند ہے فرمایا فرض نماز اپنے وقت پر میں نے عرض کیا اس کے بعد فرمایا والدین کے ساتھ بہتر سلوک، میں نے عرض کیا اس کے بعد فرمایا کہ جہاد فی سبیل اللہ (بخاری و مسلم) (والدین کی فرمانبرداری جہاد سے بھی افضل ہے)۔

۱۱۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیٹا باپ کا بدلہ کسی عمل سے نہیں اتار سکتا ہے ہاں اگر باپ کسی کا غلام ہو تو یہ اس کو خرید کر آزاد کر دے (مسلم و ابوداؤد)

۱۲۔ عبداللہ بن عمر ؓ راوی ہیں کہ ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد کے لئے روانگی کی اجازت طلب کی تو فرمایا۔ تیرے ماں باپ زندہ ہیں عرض کیا ہاں تو فرمایا ان کی خدمت میں کوشش کر۔ یعنی ان کی عزت و تکریم اور خدمت و بجا آوری احکام میں مشغول رہ۔ (بخاری و مسلم، ابوداؤد، ترمذی و نسائی)

۱۳۔ ایک صحابی ؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر ہجرت اور جہاد پر بیعت کرتا ہوں اللہ سے اجر پانے کے لئے تو فرمایا کیا تیرے ماں باپ میں سے کوئی زندہ ہے اس نے عرض کیا ہاں دونوں ہی زندہ ہیں تو پھر فرمایا اللہ سے اجر چاہتا ہے؟ تو اس نے عرض کیا نعم (ہاں) فرمایا اپنے والدین کے پاس چلا جا، ان کو خوش رکھ، ان کی خدمت کر (یعنی ہجرت اور جہاد سے ان کی خدمت بہتر ہے) (مسلم)

۱۴۔ حضرت انس ؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک صحابی ؓ آئے اور عرض کیا مجھے جہاد کا شوق ہے لیکن قدرت نہیں ہے یعنی سامان جہاد نہیں ہے تو فرمایا کہ کیا ماں باپ میں سے کوئی زندہ ہے۔ عرض کیا ہاں، ماں زندہ ہے تو ارشاد فرمایا اللہ کی رضا کے لئے ماں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ جب تم یہ کام کر لو گے تو پھر حاجی ہو، عمرہ کرنے والے بھی ہو اور مجاہد بھی ہو یعنی جب والدہ کا دامن اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کے باعث خوشی و مسرت سے بھر دو گے تو تمہیں اتنا ثواب مل جائے گا جیسا کہ تم نے حج بھی کیا عمرہ بھی کیا اور جہاد بھی کیا۔

۱۵۔ طلحہ بن معاویہ ؓ فرماتے ہیں میں نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ ہے۔ فرمایا، تیری ماں زندہ ہے میں نے عرض کیا جی ہاں تو فرمایا اس کے پاؤں کو مضبوطی سے پکڑ لے جنت ان کے نیچے ہے (طبرانی) یعنی اس کی اطاعت و خدمت میں ہمہ تن منہمک ہو جا کہ یہی کام دخول جنت کا سبب ہے۔ (مطلب یہ ہے کہ جہاد تو تم جنت کے حصول کے لئے کرتے ہو وہ تو تمہاری ماں کے قدموں کے نیچے ہے تو دور کیوں جاتے ہو ماں کی خدمت کرو، اس کو راضی رکھو، اسے خوش کرو جنت مل جائے گی۔

اَلْجَنَّۃُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاَبَوَیْنِ.

جنت ماں باپ کے قدموں کے نیچے ہے۔

۱۶۔ حضرت ابو درداء ؓ فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک صحابی ؓ آئے

اور کہا میری بیوی ہے اور میری والدہ اس کو طلاق دینے کے لئے کہتی ہے۔ میں کیا کروں تو ابو درداء ﷺ نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے ماں باپ جنت کے بیچ کے دروازے ہیں اگر چاہتے ہو تو انہیں ضائع کرو اور چاہتے ہو تو ان کی حفاظت کرو۔ (ابن ماجہ۔ترمذی)

(مطلب یہ ہے کہ اگر جنت چاہتے ہو تو طلاق دے دو اور اگر بیوی چاہتے ہو تو جنت کی امید مت رکھو، یہ کوئی لازمی امر نہیں خصوصاً جب کہ بیوی خوش خلق، ملنسار اور شوہر اور اس کے بزرگوں کی فرمانبردار و خدمت گزار ہو البتہ اگر اس کے برعکس ہو تو تعمیل بہتر ہے)۔

۱۷۔ حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ فرماتے ہیں میری بیوی تھی، مجھے اس سے محبت تھی اور میرے والد حضرت عمر ﷺ اس سے ناراض تھے۔ مجھ سے فرمایا بیٹا اس کو طلاق دے دو میں نے ان کی بات نہ مانی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ واقعہ بیان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دے دو۔

(ابوداؤد۔ترمذی۔نسائی۔ابن ماجہ۔ابن حبان)

۱۸۔ انس بن مالک ﷺ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو یہ بات پسند ہو کہ اس کی عمر میں برکت ہو اور رزق میں فراخی ہو تو اسے چاہیے کہ وہ والدین کو خوش رکھے (رواہ احمد)

۱۹۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اجنبی عورتوں سے اپنے آپ کو پاک رکھو تاکہ تمہاری عورتیں اجنبی مردوں سے پاک رہیں اور اچھا سلوک کرو اپنے باپوں سے تاکہ تمہارے بیٹے تمہارے ساتھ بھی اچھا ہی سلوک کریں۔ (رواہ حاکم)

حکایت: شیخ سعدی نے گلستان میں ایک قصہ یوں بیان کیا ہے کہ میرا ایک دوست بے اولاد تھا۔ کچھ زمانہ کے بعد میں اس کے پاس گیا تو اس نے مجھ سے کہا کہ دیکھو، سعدی وہ میرا بیٹا ہے جو کہ بچوں کے ساتھ کھیل رہا ہے۔ میں نے اس کو بلایا اور پیار کیا اور دوست سے دریافت کیا کہ عرصہ سے تمہاری اولاد نہیں تھی یہ کس طرح ہو گیا، اس نے اپنا قصہ بیان کیا کہ فلاں مقام پر لوگ جاتے تھے اور اپنی حاجتیں اللہ سے مانگتے تھے، میں بھی وہاں گیا اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور یہ بیٹا اللہ تعالیٰ نے دے دیا بیٹے نے اس کی طرف پشت کر کے کہا کہ کاش وہ جگہ مجھے معلوم ہوتی تو میں جا کر باپ کے مرنے کی دعا کرتا باپ نے سنتے ہی افسوس کے ساتھ سعدی سے کہا کہ یہ اولاد کی حالت ہے سعدی نے جواب دیا۔

تو بجائے پدر چہ کردی خیر تا ہماں چشم از پسر داری

(تو نے اپنے باپ کے ساتھ کونسا نیک سلوک کیا ہے جس کی امید تو اپنی اولاد سے رکھتا ہے) مثل مشہور ہے "جیسا کرو گے ویسا بھرو گے"

۲۰۔ حدیث ذیل حضرت ابن عمر ﷺ اور حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے مروی ہے اور صحیح بخاری میں بھی ہے لیکن یہاں بخاری کی روایت مع قدرے تغیر نقل کی جاتی ہے۔

تین آدمی سفر میں تھے یعنی آبادی سے باہر تھے اچانک تیز بارش شروع ہو گئی ان تینوں نے ایک غار میں پناہ لی، اوپر پہاڑ سے ایک بڑا پتھر لڑھکتا ہوا آیا اور غار کے منہ پر آ کر رکا جس سے وہ بند ہو گیا۔ تینوں نے کوشش کی مگر وہ پتھر کو نہ ہٹا سکے۔ آپس میں کہنے لگے کہ کسی کو کیا پتہ کہ ہم اندر بند ہو گئے ہیں کہ آئے اور پتھر کو ہٹائے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ سے دعا کریں اور جو کوئی نیک عمل ہم نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کیا ہو اس کو اپنی نجات کے لئے وسیلہ بنائیں تاکہ اللہ ہم کو زندہ غار سے نکال دے تو تینوں میں سے ایک نے کہا کہ اے اللہ میرے بوڑھے ماں باپ تھے اور چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے اور میں بکریاں چراتا تھا جب شام کو گھر آتا تھا تو دودھ نکال کر پہلے بوڑھے ماں باپ کو پلاتا تھا بعد میں بچوں کو ایک دن میں دیر سے گھر آیا، ماں باپ سو گئے تھے میں نے دودھ نکالا حسب عادت والدین کو پلانے کے لئے ان کے سروں کے پاس کھڑا رہا۔ ان کو جگانا مناسب نہیں سمجھا اور بچے قدموں میں تڑپتے رہے لیکن والدین سے پہلے ان کو پلانا مناسب نہیں سمجھا تھا یہاں تک کہ دن چڑھ گیا تو اے اللہ اگر یہ نیک عمل میں نے تیری رضا کے لئے کیا ہو تو ہم کو اس مصیبت سے نجات دلا اللہ تعالیٰ نے تہائی حصہ پتھر کا غار کے منہ سے ہٹا دیا الخ دوسرے نے اپنا نیک عمل بیان کیا تو دو تہائی غار کھل گیا اور تیسرے نے اپنا نیک عمل بیان کیا تو تیسرا حصہ بھی کھل گیا (اس واقعہ سے ہمیں یہ عبرت حاصل کرنا چاہیے کہ نیکی صرف آخرت کے لئے مفید نہیں بلکہ دنیا میں بھی کارآمد ہوتی ہے)

۲۱۔ ابو اسید مالک بن ربیعہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ہم چند اشخاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ بنی سلمہ کا ایک آدمی آ گیا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والدین کی موت کے بعد بھی ان کے ساتھ حسن سلوک کی کوئی راہ ہے کہ میں اس پر چلتا رہوں فرمایا ہے۔ اللہ سے ان کے لئے نزول رحمت کی دعا کرو۔ اللہ سے ان کی مغفرت کی درخواست کرو اور اگر انہوں نے کسی سے وعدہ کیا ہو تو اس کو پورا کرو اور ان کے دوستوں سے اچھا سلوک کرو۔ (ابوداؤد۔ابن ماجہ)

(اس طرح کی احادیث بخاری و مسلم میں بھی موجود ہیں)

والدین کے ساتھ حسن سلوک کا ایک واقعہ سورۂ بقرہ میں گائے کے ذبح کرنے کا بھی آتا ہے۔ جس کو عرض کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ والدین سے حسن سلوک کا ثمرہ صرف آخرت ہی میں نہیں بلکہ دنیا میں بھی ملتا ہے۔ قصہ یوں ہے کہ:

بنی اسرائیل میں ایک نیک آدمی کا نیک فرزند تھا والد نے حالت حیات میں گائے کا بچھڑا جنگل میں چھوڑ دیا اور اللہ کے پاس امانت رکھوایا، اس کے حوالے کیا۔ کچھ عرصہ بعد وہ فوت ہو گیا اور بچھڑا جنگل میں چرا کرتا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے دو آیتیں آخر سورۃ البقرۃ کی پڑھیں وہ اس کیلئے کافی ہوں گی۔ (الترمذی)

تھا جو اسے دیکھتا تو اس سے دور بھاگتا تھا جب وہ لڑکا جوان ہوا (نیک نکلا) والدہ کا بہت تابعدار تھا رات کے تین حصے کرتا تھا جن میں ایک حصہ خواب اور آرام واستراحت کے لئے ایک حصہ عبادت کے لئے اور ایک حصہ ماں کی خدمت کے لئے وقف تھا سویرے جنگل میں جا کر لکڑیاں لا کر بازار میں فروخت کرتا تھا جس کا ایک حصہ اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا تھا ایک حصہ والدہ کو دیتا تھا اور ایک حصہ میں اپنا گزارہ کرتا تھا ایک دن اس کی والدہ نے کہا، بیٹا تیرا باپ تیرے لئے فلاں جنگل میں ایک گائے میراث میں چھوڑ گیا ہے جو سپرد خدا ہے تو جا اور کہہ یہ کر آواز دے کہ اے ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کے معبود وہ گائے عنایت فرمادے وہ جوان جنگل میں گیا تو اسے چرتے دیکھ کر ماں کے فرمان کے مطابق اس کو آواز دی اور گائے بحکم الٰہی دوڑ کر سامنے آ گئی جوان گردن پکڑ کر کھینچنے لگا۔ گائے بولی اے ماں کے خدمت گزار مجھ پر سوار ہولے تجھے آرام ملے گا۔ جواب دیا میری ماں کا یہی حکم ہے سوار ہونے کا نہیں۔ گائے بولی اے جوان! اگر تو میرے کہنے سے سوار ہو جاتا تو میں ہرگز تیرے قابو میں نہ آتی۔

تیری ماں کی اطاعت کے سبب تیرا مرتبہ اتنا بلند ہے کہ اگر تو پہاڑ کو چلنے کا حکم دے تو وہ بھی تیرے کہنے سے چلنے لگے گا۔

القصہ وہ بھی گائے لے کر اپنی ماں کے پاس آیا، ماں نے کہا بیٹا تو فقیر ہے دن کو لکڑیاں لا کر بیچتا ہے، جس کی وجہ سے تجھ کو رات عبادت کرنے میں تکلیف محسوس ہوتی ہے اس لئے مناسب یہ ہے کہ اسے فروخت کر دے جوان نے ماں سے قیمت پوچھی کس قیمت پر فروخت کروں ماں نے کہا تین دینار (تین اشرفی) میں فروخت کرنا اور اس وقت عام قیمت بھی تھی لیکن یہ بھی کہا، جب بیچنے لگے پھر بھی مجھ سے پوچھ لینا۔ جوان اپنی مادر مہربان کے فرمان کے بموجب گائے کو بازار میں لے گیا۔ ادھر اللہ نے اپنی قدرت دکھلانے اور اس کا اپنی والدہ کی مکمل اطاعت اور فرمانبرداری کا امتحان لینے کے لئے ایک فرشتہ بھیجا آتے ہی اس نے قیمت پوچھی۔ جوان نے کہا کہ تین دینار مگر شرط یہ ہے کہ میں ماں سے پوچھ لوں۔ فرشتہ نے کہا تو مجھ سے چھ دینار لے اور گائے مجھے دے دے ماں سے پوچھنے کی ضرورت نہیں جوان نے کہا تو اگر مجھے اس کے برابر سونا بھی تول دے تب بھی میں اپنی والدہ کی رضامندی کے بغیر نہ دوں گا یہ کہہ کر اپنی والدہ کے پاس آیا اور کیفیت بیان کی ماں نے کہا جاؤ چھ دینار میں فروخت کر دو مگر پھر بھی خریدار سے میری رضامندی کی شرط کر لینا۔ اس خریدار غیبی نے کہا تو اپنی ماں سے نہ پوچھ اور مجھ سے بارہ دینار لے لے جوان نے انکار کیا اور اپنی ماں کے پاس آیا اور سارا قصہ بیان کیا، ماں نے کہا وہ فرشتہ ہے، تیرا امتحان لیتا ہے، اب اگر اس سے ملاقات ہو تو یہ پوچھنا ہم اس کو فروخت کریں یا نہ کریں۔ جب وہ بازار گیا اور اس سے ملاقات ہوئی تو جوان نے فروخت کرنے یا نہ کرنے کے متعلق دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ اپنی والدہ سے کہنا کہ ابھی اسے فروخت نہ کریں۔ موسیٰ علیہ السلام تم سے ایک مقتول کے بدلے کے معاملہ میں خریدیں گے تم اسے کھال بھر دینار سے کم میں فروخت نہ کرنا چنانچہ انہوں نے فروخت نہ کیا ادھر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر یہ امر مقدر فرما دیا تھا کہ وہ فلاں گائے ذبح کریں گے اس لئے وہ اس کے اوصاف حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھتے رہے اور اللہ تعالیٰ اس گائے کے اوصاف بیان فرماتا رہا۔ حتیٰ کہ اس کے وہ تمام کمال اوصاف بیان کر دیے گئے اور بنی اسرائیل نے اس کو کھال بھر سونے کے عوض خریدا یہ سبب اس جوان کی نیک نیتی اور اپنی والدہ کی خدمت و اطاعت کا ثمرہ تھا اور اللہ تعالیٰ کا اس پر فضل و کرم تھا۔

آپ نے سنا ہوگا کہ تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں ایک تابعی تھے ان کا نام اویس قرنی رحمہ اللہ تھا مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث ہے:-

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ اِنَّ رَجُلاً يَاتِيْكُمْ مِنَ الْيَمَنِ يُقَالُ لَهٗ اُوَيْسٌ لَا يَدَعُ بِالْيَمَنِ غَيْرَ اُمٍّ لَهٗ قَدْ كَانَ بِهٖ بَيَاضٌ فَدَعَا اللّٰهَ فَاَذْهَبَهٗ اِلَّا مَوْضِعُ الدِّيْنَارِ اَوِ الدِّرْهَمِ فَمَنْ لَقِيَهٗ مِنْكُمْ فَلْيَسْتَغْفِرْ لَكُمْ الخ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یمن سے تمہارے پاس ایک آدمی آئے گا۔ اس کا نام اویس ہوگا۔ یہاں آنے سے اس کی ضعیف ماں (کی خدمت) کے علاوہ اور کسی چیز نے نہیں روکا ہے اس نے شادی نہیں کی، نہ تو اس کی بیوی ہے اور نہ اولاد۔ اس کے بدن پر برص تھا اس نے اللہ سے دعا کی چنانچہ وہ برص چلا گیا صرف ایک اشرفی یا روپیہ کے مقدار برابر سفیدی رہ گئی ہے تو تم میں سے جس کی ملاقات اس سے ہو جائے تو اس سے اپنی مغفرت کے لئے دعا کرانا۔ چنانچہ وہ عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب ہی کے عہد میں مدینہ تشریف لائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے ملاقات کی اور ان سے پوچھا کہ آپ اویس ہیں۔ قبیلہ مراد سے ہیں۔ قرن کے رہنے والے ہیں۔ عامر کے بیٹے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری سے ماں باپ کی خدمت ہی نے آپ کو روک رکھا تھا۔ کہا ہاں، تو پھر آپ میری بخشش کے لئے دعا کیجئے چنانچہ انہوں نے دعا کی (اس حدیث شریف سے کئی مسائل نکلتے ہیں)

ایک یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ جو علامات بیان فرمائی تھیں سب ان میں جمع تھیں دوسرے یہ کہ مدینہ منورہ میں نہ آنے کا والدہ کی خدمت کے علاوہ اور کوئی عذر نہ ہونا اور زیادہ اہم بات یہ ہے کہ سن رسیدہ بلند مرتبہ آدمی کے لئے اپنے سے کم تر اور کم سن شخص سے دعائے مغفرت اور

دعائے خیر کی خواہش کرنے کی نہ صرف اجازت بلکہ اس کی تاکید ہے چنانچہ حضرت عمرؓ تمام امت میں سوائے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے سب سے افضل ہیں۔ اور حضرت اویسؒ تو تابعی تھے صحابیؓ بھی نہیں اور انہوں نے حضرت اویس قرنیؒ سے دعا کی خواہش فرمائی۔ یہی اویس جنگ صفین میں حضرت علیؓ کی طرف سے لڑکر شہید ہوئے۔ ان کے مناقب بہت ہیں لیکن میرا مقصود صرف اس واقعہ کا ذکر کرنا تھا کہ ماں کی خدمت گزاری اور اطاعت وفرمانبرداری کتنی اہم اور باعث فضیلت ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق سورہ مریم آیت ۱۴ میں ارشاد ہے:

وَ بَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا.

ترجمہ: اور وہ والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والے اور مہربان تھے۔ متکبر اور نافرمان اور سرکش وعصیاں شعار نہ تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کلمات قرآن مجید میں یوں نقل کیے گئے ہیں۔

وَاَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَادُمْتُ حَيًّا وَبَرًّا بِوَالِدَتِیْ وَلَمْ يَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِيًّا.

اور زندگی بھر اللہ نے مجھے نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا ہے اور اللہ نے مجھے والدہ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اس نے مجھے سرکش وباغی اور نافرمان اور عاصی نہیں بنایا۔ اور دونوں نبیوں کو اللہ پاک نے حقوق العباد میں والدین کی اطاعت وفرمانبرداری کا حکم دیا ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے والدین بقید حیات تھے اس لئے ان کے تعلق سے دونوں کے ساتھ اچھے سلوک کا بیان ہوا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تعلق سے صرف ماں کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر رہا کہ ان کے باپ نہیں تھے۔ یہ دونوں معصوم تھے۔ (اس لئے کہ دونوں نبی تھے) ان سے عصیان و نافرمانی کے صدور کا تصور بھی غلط ہے۔ ان کے قصوں کے بیان سے امت کو تعلیم مقصود ہے کہ تم بھی ان کی طرح والدین کے ساتھ حسن سلوک کو اپنا شعار بنالو اس کے علاوہ والدین کے ساتھ احسان وسلوک کی نصیحت اور ان کے مراتب کی بلندی کی وضاحت بھی مطلوب ہے۔

عقوق والدین

اب آیئے عقوق والدین یعنی والدین کی نافرمانی پر بھی نظر ڈال دی جائے کہ اس کی سزا کیا ہے؟ اس کو بھی احادیث کی روشنی میں ملاحظہ فرمایئے۔

۱۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ نے حرام کیا ہے تم پر ماؤں کی نافرمانی کو اور بچوں کو زندہ درگور کرنے کو اور مکروہ کیا ہے تمہارے لیے قیل و قال یعنی بے فائدہ باتیں اس لیے کہ کثرت قیل وقال بسا اوقات انسان کو جھوٹ کی طرف لے جاتی ہے اور جھوٹ حرام ہے۔ اس لیے حدیث شریف میں ہے۔

قُلِ الْحَقَّ وَاِلَّا فَاسْكُتْ.

حق بات بولا کرو ورنہ چپ رہا کرو اور منع کیا اللہ نے تم کو کثرت سوال سے یعنی لوگوں کے احوال یا عام معاملات کے تعلق سے جس کی تم کو ضرورت نہ ہو اور منع کیا ہے اللہ نے تم کو اضاعت مال سے یعنی فضول خرچی سے۔ (بخاری)

۲۔ ابی بکرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا کیا میں تمہیں یہ بات نہ بتاؤں کہ بڑے سے بڑا گناہ کیا ہے یہ لفظ تین بار فرمایا پھر فرمایا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا اور والدین کو ناراض کرنا اور جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینا۔ (بخاری، مسلم، ترمذی)

۳۔ عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کبیرہ گناہ یہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا والدین کو ناراض کرنا۔ بلا وجہ کسی کو قتل کرنا اور جھوٹی قسم کھانا (بخاری)

۴۔ حضرت انسؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں کبائر کا ذکر شروع ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کبائر یہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا اور والدین کو ناراض کرنا۔ (بخاری، مسلم، ترمذی)

۵۔ عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا۔ ایک والدین کا نافرمان دوسرا دائمی شرابی۔ تیسرا احسان جتانے والا اور تین قسم کے لوگ ہیں جو جنت میں داخل نہ ہوں گے۔ ایک والدین کا نافرمان دوسرا دیوث تیسری وہ عورت جو مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرتی ہے۔ دیوث شریعت میں اس مرد کو کہا جاتا ہے جو اپنی بیوی کو ناجائز تعلقات سے منع نہیں کرتا اس معاملہ میں بے غیرت ہوتا ہے۔ اور مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والی عورت وہ ہے جو مردوں جیسا لباس پہنے جیسے آج کل عورتیں ہاکی اور ٹینس وغیرہ کھیلتی ہیں۔

۶۔ عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تین قسم کے لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر جنت حرام کی ہے، دائمی شرابی، والدین کا نافرمان اور دیوث۔ (رواہ احمد والنسائی والبزار والحاکم)

۷۔ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جنت کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت پر پہنچتی ہے لیکن احسان جتانے والا، والدین کا نافرمان اور دائمی شرابی اس خوشبو کو نہیں سونگھ سکیں گے (طبرانی)

۸۔ ابو امامہؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ تین قسم کے لوگوں کا اللہ پاک کوئی عمل قبول نہیں کرے گا خواہ بدنی ہو یا مالی، والدین کا نافرمان، احسان جتانے والا، اور قدر کا منکر۔

۹۔ حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اناانزلنٰہ' پڑھی تو یہ قرآن کے ربع کے برابر ہوگی۔ (الدر)

فرمایا ہے لازم کیا ہے اللہ نے اپنے اوپر اس بات کو کہ نہ داخل کرے گا جنت میں اور نہ چکھائے گا جنت کی نعمتیں ان لوگوں کو کہ دائمی شرابی ہوں یا سود کا کاروبار کرنے والے ہوں یا یتیم کا مال کھانے والے ہوں، یا والدین کو ناراض کرنے والے ہوں۔ (رواہ حاکم)

۱۰۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا والدین کو گالی دینا کبائر میں سے ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تعجباً عرض کیا ایسا بھی کوئی شخص ہے جو اپنے والدین کو گالی دیتا ہو فرمایا ہاں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ آدمی دوسرے کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ جواباً اس کے والدین کو گالی دیتا ہے۔ یا دوسرے کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔ (بخاری مسلم، ابوداؤد، ترمذی)

مطلب یہ ہوا کہ خود تو اپنے والدین کو براہ راست گالی نہیں دیتا لیکن ان کو گالی دلواتا ہے اور اس کا سبب بنتا ہے گویا وہ براہ راست بلاواسطہ اپنے والدین کو گالی نہیں دیتا لیکن بالواسطہ دیتا ہے کہ جس کے ماں باپ کو اس نے گالی دی وہ جواب میں اس کے والدین کو گالی دیتا ہے، یہ بھی ناجائز ہے۔

بخاری شریف میں ہے کہ اکبرالکبائر میں سے ہے کہ کوئی شخص اپنے والدین پر لعنت بھیجے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے والدین پر انسان کیسے لعنت بھیجے گا تو جواب دیا کہ یہ دوسرے کے والد کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کے والد کو گالی دیتا ہے اور یہ دوسرے کی ماں کو گالی دیتا ہے اور وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے گویا یہ خود اس بات پر راضی ہو گیا کہ میرے والدین کو گالی دی جائے۔

۱۱۔ عمرو بن مرہ جہنی ؓ راوی ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں پنجگانہ نمازیں پڑھتا ہوں، زکوٰۃ دیتا ہوں اور رمضان کے روزے رکھتا ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اس عقیدہ پر مرا تو قیامت کے دن وہ انبیاء صدیقین اور شہداء کے ساتھ ایسا ہو گا جیسے یہ دو انگلیاں اور انگلیوں کو اٹھایا لیکن شرط یہ ہے کہ وہ والدین کا نافرمان نہ ہو۔ (رواہ احمد وطبرانی)

۱۲۔ حضرت معاذ بن جبل ؓ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو باتوں کی نصیحت کی ہے اول یہ کہ اللہ پاک کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ اور اگرچہ تم قتل کئے جاؤ یا جلا دیئے جاؤ دوم والدین کو ناراض مت کرو اگرچہ تمہیں اپنے اہل و مال سے ہاتھ دھونا پڑے الی آخرہ (رواہ احمد وغیرہ)

۱۳۔ عوام بن حوشب ؓ فرماتے ہیں میں گاؤں میں گیا اس کے متصل ایک مقبرہ تھا۔ عصر کے وقت ایک قبر پھٹی ایک آدمی اس میں سے نکلا جس کا سر گدھے کے سر جیسا تھا اور باقی جسم انسان کا تھا گدھے جیسی تین آوازیں دیں اور پھر قبر میں چلا گیا قبر اس پر بند ہو گئی ایک بوڑھی عورت بالوں کو بل دیتی تھی دوسری عورت قریب بیٹھی تھی بوڑھی نے مجھ سے کہا یہ بوڑھی دیکھتے ہو میں نے کہا ہاں اس کو کیا ہوا۔ کہا یہ اس کی ماں ہے میں نے کہا یہ کیا قصہ ہے اس نے کہا یہ مردہ شرابی تھا ماں اس سے کہتی تھی، اے بیٹے اللہ سے ڈر، کب تک شراب پیے گا تو وہ جواب دیتا تھا ماں تم تو ایسی آوازیں نکالتی ہو جیسے گدھا چنانچہ وہ شرابی عصر کے بعد مر گیا تو اب روزانہ اس کی قبر شق ہو جاتی ہے تو وہ تین بار گدھے جیسی آواز نکالتا ہے پھر قبر میں بند ہو جاتا ہے یعنی یہ دنیا میں اس کی سزا ہے۔ (رواہ الاصبہانی)

۱۴۔ عبداللہ بن ابی اوفی ؓ فرماتے ہیں ہم چند آدمی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر تھے ایک آدمی نے آ کر عرض کیا فلاں جوان سکرات میں ہے اس سے کہا گیا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھ لیکن وہ پڑھ نہیں سکتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا وہ نماز پڑھتا تھا عرض کیا گیا ہاں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اٹھے اور ہم بھی ساتھ ہو گئے جوان کے پاس پہنچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہہ دو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وہ نہ بول سکا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کیوں نہیں بول سکتا جواب ملا ماں کو ناراض کرتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ وہ زندہ ہے یا مر گئی عرض کیا گیا وہ زندہ ہے فرمایا بلاؤ، اس کو بلایا گیا وہ آ گئی تو رحمت عالم نے اس سے پوچھا یہ تیرا بیٹا ہے کہا ہاں! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر بہت سی آگ جلائی جائے اور تجھ سے پوچھا جائے کہ اگر تو اس کو چھڑانا چاہتی ہے تو ہم اس کو چھوڑتے ہیں ورنہ اس آگ میں اسکو جلاتے ہیں کیا تو اس وقت اس کی سفارش کرے گی، اس نے عرض کیا ہاں کروں گی تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر اللہ پاک کو اور مجھ کو اس بات پر گواہ کر کہ تو اس سے راضی ہے تو ماں نے کہا، اے اللہ میں تجھے اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ کرتی ہوں کہ میں اپنے بیٹے سے راضی ہو گئی اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جوان کہہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ.

تو جوان کی زبان چل پڑی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَنْقَذَهٗ بِيْ مِنَ النَّارِ

ساری تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے میری وجہ سے اس کو عذاب سے بچایا (رواہ الطبرانی واحمد)

خداوندا! اپنی رحمت سے ہمیں اس امر کی توفیق عطا فرما کہ ہم والدین کے حقوق جانیں اور ان کو پوری طرح ادا کر کے انہیں راضی و خوش کریں کہ تیری رضا و خوشنودی کی نعمت بھی ہمیں میسر آ جائے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق ان کی خوشنودی تیری خوشنودی ہے اور ان کی ناراضی تیری ناراضی: رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ.

بابٌ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میاں بیوی کے حقوق

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِھِمْ. فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَھُنَّ فَعِظُوْھُنَّ وَاھْجُرُوْھُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْھُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَکُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْھِنَّ سَبِیْلًا. اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیًّا کَبِیْرًا (سورہ نساء پ۵، ع۳)

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ (مرد عورتوں کے سرپرست ہیں) اس آیت کے شان نزول میں بہت سی روایات ہیں۔جن میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ اوران کی بیوی کے حق میں اس آیت کا نزول ہوا تھا۔ سعد رضی اللہ عنہ کا شمار نقباء میں ہوتا تھا اونچے درجے کے صحابی تھے۔واقعہ یہ ہوا کہ سعد رضی اللہ عنہ کی بیوی نے سعد رضی اللہ عنہ کے حکم کی خلاف ورزی کی۔سعد رضی اللہ عنہ نے انہیں طمانچہ مار دیا ان کے والد اپنی بیٹی کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔اور عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری بیٹی سعد رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دی۔ انہوں نے اس کو طمانچے مارے ہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو ان سے بدلہ لینے کا حق ہے۔لیکن پھر فوراً ہی فرمایا کہ نہیں نہیں بدلہ نہ لو۔کہ ابھی ابھی جبرئیل علیہ السلام آئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم نے کچھ چاہا تھا اور اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا اور منظور خدا ہی بہتر ہے۔اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدلہ لینے کی ممانعت فرمادی۔

بِمَافَضَّلَ اللّٰہُ بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ (اس لیے کہ اللہ نے بعض کو (یعنی مردوں کو) بعض پر (یعنی عورتوں پر) تخلیقی برتری عطا فرمائی ہے) اس لیے اللہ تعالیٰ نے مرد کو کمال عقل، حسن تدبیر، وسعت علم، عظمت جسم، زیادتی قوت اور صلاحیت واستعداد کی بیشی تخلیقی طور پر عطا کی ہے۔اور یہ چیزیں عورت کو نہیں دی گئیں۔اسی بناء پر مندرجہ ذیل خصوصیات واحکام صرف مردوں کے لیے ہیں۔عورتیں ان احکام وخصوصیات سے محروم ہیں۔

نبوت، امامت، حکومت، قضاء، تعزیری جرائم کی شہادت، وجوب جہاد، وجوب جمعہ و وجوب عیدین، اذان، خطبہ، نماز کی جماعت، میراث میں مرد کے مقابلے میں نصف حصہ، نکاح کی ملکیت یعنی کلی اختیار نکاح اور بیک وقت تعداد ازواج، اختیار طلاق، کامل ماہ رمضان کے روزے اور پوری زندگی میں پوری نمازیں (اس لیے کہ حالت حیض ونفاس میں روزہ اور نماز ممنوع ہوتے ہیں) علاوہ ازیں اور احکام۔

اس برتری کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔اگر میں مخلوق میں سے کسی کو کسی کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔(احمد نے معاذؓ اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے اور ترمذی نے ابوہریرہؓ سے اور ابوداؤد نے قیس بن سعدؓ سے)

وَ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِھِمْ (اوراس لیے بھی کہ مرد اپنا مال عورتوں پر صرف کرتے ہیں) یہ دوسری دلیل فضیلت ہے کہ مرد جسمانی و دماغی محنت وکاوش سے مال حاصل کرتے ہیں اور عورتوں کے نان، نفقہ، مکان، لباس وغیرہ پر خرچ کرتے ہیں۔اور مرد کی یہ برتری اختیاری اور کسبی ہے۔

اس کے بعد عورتوں کی دوقسمیں بیان فرمائیں ہیں۔پہلی قسم ان عورتوں کی ہے جو نیک فرمانبردار اور مرد کے مال اور اس کی عزت کی محافظہ ہیں۔

چنانچہ فرمایا:فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ (پس نیک عورتیں اللہ کی اطاعت کرتی ہیں اور مردوں کی غیر موجودگی میں بحفاظت خداوندی ان کے مال، آبرو وغیرہ کی نگہداشت کرتی ہیں۔

قنتت سے مراد یہ ہے کہ اللہ نے شوہروں کے حقوق کو ادا کرنے کا جو حکم دیا ہے اس کو مانتی اور اس پر چلتی ہیں۔اور حفظت کا مفہوم یہ ہے کہ اپنی عزت وآبرو اور شوہر کے مال واسرار کی نگہداشت کرتی ہیں۔للغیب سے مراد شوہروں کے وہ اسرار واموال ہیں جو دوسروں کی نظروں سے پوشیدہ ہوں۔بما حفظ اللہ یعنی اللہ نے عورتوں کے حقوق کی جو محافظت کی ہے۔یعنی مہر، نفقہ، عورتوں کی نگہداشت وحفاظت اوران کی ضروریات کی فراہمی مردوں کے ذمے کردی ہے۔اس کے عوض وہ مردوں کی غیر موجودگی میں اپنی عصمت اور مردوں کے مال اوران کی اولاد کی حفاظت کرتی ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سب سے اچھی بیوی وہ ہے کہ تو اس کی طرف دیکھے تو تو خوش ہو۔اگر تو کسی کام کا اس کو حکم دے تو وہ تیرا حکم مانے۔اگر تو غیر حاضر ہو تو

تیری عدم موجودگی میں اپنے مال اور اپنی آبرو کی حفاظت کرے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم آیت الرجال الخ تلاوت فرمائی (بخاری) ابن جریر کی روایت میں تیرے مال اور اپنی آبرو کا لفظ آیا ہے (اور یہ زیادہ واضح ہے)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم سب سے اچھی عورت کونسی ہے۔ فرمایا جس کے دیکھنے سے اس کا شوہر خوش ہو، شوہر کے حکم کی اطاعت کرے اور اپنے مال و جان میں شوہر کی ایسی مخالفت نہ کرے جو شوہر کو ناگوار ہو۔

دوسری روایت میں ہے کہ اپنی آبرو اور شوہر کے مال کی حفاظت کرے۔ (ترمذی) طیبی نے لکھا ہے کہ عورت کے مال سے مراد مرد کا مال ہے اس لیے کہ مرد کے مال میں عورت تصرف کرتی ہے اس لیے گویا وہ اس کا مال ہے۔

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو عورت پانچوں نمازیں پڑھے، مہینے کے مقرر روزے رکھے اور شوہر کا حکم مانے تو جنت کے اندر جس دروازے سے چاہے چلی جائے۔ (رواہ ابونعیم)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی مرفوع حدیث ہے کہ اگر عورت ایسی حالت میں مرے کہ اس کا شوہر اس سے راضی تھا تو وہ جنت میں جائے گی۔ (ترمذی)

چنانچہ فرمایا وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَھُنَّ اور جن عورتوں کی بد دماغی کا تم کو اندیشہ ہو یعنی نافرمانی اور نک چڑھے پن کا خوف ہو تو ان کا علاج ان طریقوں سے کرو۔ فَعِظُوْ ھُنَّ اول ان کو زبانی نصیحت کرو۔ زبانی نصیحت یہ ہے کہ اللہ کے عذاب سے ان کو ڈراؤ اور خواب گاہوں میں انہیں تنہا چھوڑ دینے اور مارنے کی دھمکی دو۔ اگر یہ نصیحت و تنبیہ مفید و کارگر ثابت نہ ہو تو وَاھْجُرُوْھُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ (ان کو ان کی خواب گاہوں میں تنہا چھوڑ دو) یعنی تم خواب گاہوں اور بستروں پر ہو تو عورتوں کو اپنے لحافوں اور چادروں کے اندر نہ آنے دو اور ان سے منہ پھیر کر لیٹ جاؤ اگر یہ علاج بھی کارگر نہ ہو تو وَاضْرِبُوْھُنَّ (ان کو مارو) اور مارنے کی حد مفسرین نے یہ بیان کی ہے کہ ایسا مارو کہ مارنے کا نشان بدن پر نہ پڑے۔ مطلب یہ ہے کہ خفیف مارو سخت نہ مارو۔ اس لیے کہ مقصود اصلاح ہے عداوت نہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ لَا تَرْفَعْ عَصَاکَ عَنْ اَھْلِکَ وَ عَلِّقْ سَوْطَکَ فِیْ مَوْضِعٍ یَرَاہُ اَھْلُ بَیْتِکَ

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی لاٹھی کو بیوی سے مت ہٹاؤ یعنی اس کو مارو (اگر وہ بد خلقی اور غیر شرعی حرکت کرے) اور اپنا تازیانہ ایسی جگہ پر لٹکاؤ کہ گھر والے اس کو دیکھتے رہیں تاکہ ان کے دل میں تمہارا رعب رہے۔ حضرت جابر ﷺ سے (بحوالہ مسلم) روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں عورتوں کے حقوق کے سلسلہ میں فرمایا تھا اے لوگو! اللہ سے ڈرتے رہو۔ عورتوں کو تم نے اللہ کی امانت کے طور پر لیا ہے۔ اور اللہ کے حکم سے انکی شرمگاہوں کو اپنے لیے حلال بنایا ہے (یعنی نکاح کے ذریعہ سے) ان پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستروں کو دوسروں سے پامال نہ کرائیں۔ کہ تم کو ناگوار ہو، اگر وہ ایسا کریں تو ان کو اس طرح مارو کہ زخم نہ ہو جائے۔ اور ان کا بھی تمہارے اوپر حق ہے۔ نان، نفقہ، اور لباس دستور کے مطابق۔

آیت بالا کے طرز بیان سے یہ ثابت ہوا کہ سزا بقدر جرم ہے۔ اگر صرف بد دماغی اور بد خلقی کے آثار ظاہر ہوں تو زبانی نصیحت کافی ہے لیکن اگر نافرمانی کرنے لگے تو پھر دوسرے نمبر پر ترک تعلق کرلے۔ اور اگر اس سے بھی راہ راست پر نہ آئے تو پھر بقدر نافرمانی مارے۔

فَاِنْ اَطَعْنَکُمْ پس اگر عورتیں ابتداء ہی سے تمہاری فرمانبردار ہوں یا نافرمانی کے بعد مطیع بن گئی ہوں اور تائب ہو چکی ہوں تو

فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْھِنَّ سَبِیْلًا۔ خواہ مخواہ ان کو دکھ دینے کا بہانہ نہ ڈھونڈو، اس لیے کہ توبہ کے بعد پچھلی نافرمانی کالعدم قرار دی گئی ہے۔

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَہٗ. (الحدیث)

گناہ سے صحیح توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیًّا کَبِیْرًا. بے شک اللہ بڑی عظمت کبریائی والا ہے۔ لہٰذا تم زیر دستوں پر ظلم نہ کرو کیونکہ تم پر اللہ تعالیٰ اتنا قابو رکھتا ہے کہ مظلوم کا بدلہ ظالم سے لے لیتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ باوجود بزرگ ترین عظمت و کبریائی رکھنے کے تمہارے گناہوں سے درگذر فرماتا ہے جب تم توبہ کرتے ہو۔ اس لیے تم بھی عورتوں کی ان خطاؤں سے درگذر کرو جو تمہارے سلسلہ میں ان سے ہوئی ہوں۔

عبداللہ بن زمعہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو غلام کی طرح کوڑے نہ مارے۔ یعنی یہ حرکت بڑی نازیبا ہے، کہ صبح کو تو بیوی کو غلام کی طرح کوڑے مارو اور پچھلے دن میں اس سے زن و شو کے تعلقات قائم کرنے پر تیار ہو جاؤ۔ (متفق علیہ)

حضرت معاویہ قشیری ﷺ کا بیان ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر بیوی کے کیا حقوق ہیں۔ فرمایا۔ جب اس کو کھانے کی ضرورت ہو کھانا دینا۔ جب پہننے کی ضرورت ہو پہننے کو دینا۔ چہرے پر نہ مارنا۔ اس کو گالیاں نہ دینا اور سوائے محفوظ جگہ کے اس کو کہیں تنہا نہ چھوڑنا۔ (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ)

افسوس کہ آج کل تو میاں بیچارا کہیں ہے اور بیوی کسی ہوٹل میں یا تفریح گاہ میں یا کسی دفتر میں زینت مجلس بنی ہوئی ہے۔

حضرت ایاس بن عبداللہ ﷺ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کی بندیوں کو نہ مارو۔ یہ سن کر حضرت عمر ﷺ نے خدمت گرامی میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہر رات کو سورۃ واقعہ پڑھا اس کو کبھی فاقہ نہ پہنچے گا۔ (الجامع)

حاضر ہو کر عرض کیا کہ عورتیں شوہروں کی نافرمان ہو جائیں گی۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مارنے کی اجازت دے دی۔ ادھر بکثرت عورتوں نے امہات المومنین کے گھروں کے چکر لگانے اور اپنے شوہروں کے شکوے کرنے شروع کیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کے پاس بہت عورتوں نے چکر لگائے ہیں۔ جو اپنے اپنے شوہروں کی شکایتیں کر رہی ہیں۔ ایسے لوگ تم میں آدمی اچھے نہیں ہیں جو عورتوں کو دکھ پہنچاتے اور شکایت کا موقع دیتے ہیں۔ (رواہ ابوداؤد، وابن ماجہ والدارمی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سب سے اچھا شخص وہ ہے جو اپنی بیوی کے لیے اچھا ہے اور میں اپنے گھر والوں کے لیے تم سب سے اچھا ہوں۔ (رواہ الترمذی والدارمی وابن ماجہ)

ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے حضرت عمرؓ کا قول نقل کیا ہے ایمان کے بعد آدمی کے لیے اس سے بہتر اور کوئی نعمت نہیں کہ خوش خلق، شوہر سے محبت کرنے والی اور ایسی عورت جو بانجھ نہ ہو اس کو مل جائے۔ اور کفر کے بعد آدمی کے لیے اس سے بری کوئی چیز نہیں کہ اس کو تیز زبان اور بدخلق عورت مل جائے۔ فارسی کا شعر ہے۔

زن بد درسرائے مرد نکو ہمدریں عالم است دوزخ او

بدخو عورت نیک آدمی کے گھر میں اس دنیا میں اس کے لیے دوزخ ہے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا عورتیں تین طرح کی ہوتی ہیں۔ ایک وہ جو پاکدامن، نرم گو، خوش اخلاق، شوہر سے محبت کرنے والی اور بکثرت اولاد پیدا کرنے والی ہوتی ہے۔ مصیبت کے وقت شوہر کی مدد کرتی ہے اور مصیبت میں مزید اضافہ کا سبب نہیں بنتی۔ اور ایسی عورتیں بہت کم ہیں۔ (یہ دنیا کی جنت ہے)

دوسری وہ عورت ہے جو صرف اولاد پیدا کرتی ہے اس سے آگے کچھ نہیں۔ (یہ گزارا کے لیے کافی ہے) تیسری وہ عورت ہے جو کینہ پرور، بددماغ ہوتی ہے اور اسے جس کے گلے میں اللہ چاہتا ہے باندھ دیتا ہے۔ اور جب چاہتا ہے اس کے گلے سے اتار دیتا ہے ورنہ وہ کمبخت گلے کا ہار بنی رہتی ہے۔

مرد و عورت کے درمیان فرق اور میاں بیوی کے باہمی حقوق و درجات پر جامع آیت وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَّاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ہے (سورہ بقرہ کی ۲۲۸)

ترجمہ: یہ عورتوں مردوں کے درمیان باہمی حقوق اور درجات کے بیان میں شرعی ضابطہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں عورتوں کا کوئی مقام نہیں تھا بلکہ عورت جانوروں میں سے ایک جانور سمجھی جاتی تھی۔ باقاعدہ اس کی خرید و فروخت ہوتی تھی۔ اس کو نہ اپنے نکاح کا اختیار ہوتا تھا اور نہ رشتہ داروں کی میراث کا حصہ اس کو دیا جاتا تھا بلکہ وہ میراث سمجھی جاتی تھی اور رشتہ دار چاہتے تو زندہ درگور کر دیتے یا قتل کر دیتے تھے کہ ان کی غلطیوں سے ہماری عزت پر دھبہ نہ لگے عورت کے لیے دین و مذہب میں کوئی حصہ نہ تھا۔ بلکہ ہندوستان میں تو یہاں تک معاملہ آگے بڑھا تھا کہ شوہر مر جائے تو عورت کو اس کے ساتھ زندہ جلا کرستی کر دیا جاتا تھا۔ الغرض ان انسانیت سوز واقعات کو کہاں تک قلم بند کیا جائے۔

جب رحمت عالم سید الاولین و الآخرین صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے اور ایک نظام حق اور مکمل ضابطہ حیات جس کا نام اسلام ہے دنیا کے سامنے رکھا تو اور احکامات کے علاوہ عورتوں کو انسانیت کے مقام پر بٹھا کر ان کے لیے انسانوں جیسے حقوق اور انسانوں جیسے اختیارات مقرر کر دیئے۔ عورت اپنے نفس کی مالک بن گئی۔ میراث میں حقدار بنا دی گئی۔ الغرض جتنے ظالمانہ اور وحشیانہ سلوک اس کے ساتھ روا رکھے گئے تھے۔ یک قلم ختم کر دیئے گئے اور دین اسلام نے مرد و عورت دونوں کے لیے منصفانہ حقوق مقرر فرما دیئے۔ ارشاد ہوا: وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ (اور عورتوں کا حق مردوں کے ذمہ ایسا ہی ہے جیسا کہ مردوں کا حق عورتوں پر) یعنی عورتوں کے حقوق مردوں کے ذمہ ایسے ہی ہیں جیسے عورتوں کے ذمہ مردوں کے حقوق، بالمعروف (شرعی دستور کے مطابق) یعنی جن کی تفصیل شریعت اسلام میں معلوم ہے۔ مثلاً نکاح کے حقوق ادا کرنا، حسن سلوک سے رہنا، ایک دوسرے کو نہ ستانا بلکہ آپس میں ایک دوسرے کی خوشی کا لحاظ رکھنا۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں بھی اپنی بیوی کو خوش کرنے کے لیے ویسی ہی زینت کروں جیسے وہ مجھے خوش کرنے کے لیے زینت کرتی ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ

معاویہ قشیریؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر ہماری بیویوں کا کیا حق ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کھاؤ ان کو بھی کھلاؤ اور جب تم پہنو ان کو بھی پہناؤ اور کبھی منہ پر نہ مارو، انہیں برا مت کہو اور کبھی ان سے کشیدگی روا نہ رکھو۔ (احمد ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اَكْمَلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَآئِهِمْ.

یعنی مسلمانوں میں پورا ایماندار وہ ہے جو سب سے زیادہ خوش خلق ہو اور اچھے لوگ تم میں وہی ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ اچھی طرح رہیں یعنی ان کے ساتھ حسن سلوک، نرمی اور خوش اخلاقی کا برتاؤ کریں (یہ حدیث ترمذی نے نقل کی ہے)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایک رات میں سورت یٰسین پڑھی اس نے گویا سات دفعہ قرآن پڑھا۔ (الدیلمی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سب میں سے اچھا وہی ہے جو اپنے اہل (یعنی بیوی) کے ساتھ اچھا ہے۔ اور میں تم سب سے اپنے اہل (یعنی ازواج) کے ساتھ اچھا ہوں۔ (یہ حدیث ترمذی اور دارمی نے نقل کی ہے)

وَ لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ''اور مردوں کو عورتوں پر یک گونہ برتری حاصل ہے'' یعنی بعض وجوہ سے مردوں کا مرتبہ عورتوں سے زیادہ ہے۔

طلق بن علیؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت شوہر اپنی بیوی کو بلائے تو اس کے پاس آجانا چاہیے اگرچہ تنور پر روٹی پکا رہی ہو۔

وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ. اور اللہ غالب ہے یعنی جو کسی پر ظلم کرے اس سے بدلہ لینے پر قادر ہے۔ حکیم حکمت والا یعنی حکمتوں اور مصلحتوں کی وجہ سے احکام کو مشروع کرتا ہے۔

حکیم مطلق نے جب میاں بیوی کے حقوق مقرر فرما دیئے گویا ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ دونوں ان حقوق کی نگہداشت کریں اور مقررہ حقوق کی ادائیگی میں غفلت سے کام نہ لیں۔ اور حسن معاشرت کے لیے حتی الامکان کوشاں رہیں۔

اب چونکہ مرد کی فوقیت قرآن کریم کی نص قطعی سے ثابت ہے۔ تو چند احادیث اس کے متعلق بھی عرض کرنا بہتر رہے گا۔ تاکہ مزید توضیح ہو جائے۔

احادیث سے مرد کی فوقیت:

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ مَرْفُوْعاً لَوْ كُنْتُ اٰمُرُ اَحَدًا اَنْ يَّسْجُدَ لِاَحَدٍ (ای سوی الله تعالی تعظیما و اداءً لحقه) لَاَمَرْتُ الزَّوْجَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا لِاَنَّهٗ غَايَةُ التَّعْظِيْمِ وَ نِهَايَةُ التَّكْرِيْمِ لِاَنَّ فِيْهِ وَضْعُ اَشْرَفِ الْاَعْضَاءِ عَلٰى اَخَسِّ الْاَشْيَاءِ وَهُوَ التُّرَابُ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوع حدیث ہے کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اگر میں کسی کو کسی کے لیے تعظیم اور ادائے حق کے لیے سجدہ کا حکم دیتا تو بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے اس لیے کہ سجدہ انتہا درجہ کی تعظیم و تکریم ہے۔ کہ اس میں پیشانی جو اشرف الاعضاء ہے زمین پر رکھی جاتی ہے جو اخس الاشیاء ہے۔

ف: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سجدہ غیر اللہ کے لیے جائز نہیں اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ شوہر کا حق بیوی پر بہت زیادہ ہے کہ سوائے خدائے وحدہ لاشریک لہ کے کسی اور کے لیے کسی قسم کا سجدہ جائز نہیں۔ بالفرض اگر جائز ہوتا تو بیوی کے لیے ہوتا کہ وہ شوہر کو تعظیماً سجدہ کرے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ اَبِيْهِ جَاءَ اَعْرَابِیٌّ اِلَيْهِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فَقَالَ اَرِنِیْ شَيْئًا اَزْدَدْ بِهٖ يَقِيْنًا قَالَ مَا تُرِيْدُ قَالَ اُدْعُ تِلْكَ لِشَجَرَةَ فَلْتَاتِكَ قَالَ فَاذْهَبْ فَادْعُهَا فَذَهَبَ فَقَالَ اَجِيْبِیْ اِلَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَالَتْ عَنْ جَانِبٍ مِنْ جَانِبِهَا فَقَطَعَتْ عُرُوْقَهَا حَتّٰى انْتَهَتْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ حَسْبِیْ حَسْبِیْ وَاَمَرَهَا فَرَجَعَتْ فَدَلَّتْ عُرُوْقَهَا فِیْ ذٰلِكَ الْمَوْضِعِ ثُمَّ اسْتَوَتْ فَقَالَ الْاَعْرَابِیُّ اِئْذَنْ لِیْ اُقَبِّلْ رَاْسَكَ وَ رِجْلَيْكَ فَاَذِنَ لَهٗ فَقَبَّلَ رَاْسَهٗ وَرِجْلَيْهِ فَقَالَ اِئْذَنْ لِیْ اَسْجُدُ لَكَ قَالَ لَا يَسْجُدُ اَحَدٌ لِاَحَدٍ مِنَ الْخَلْقِ وَ لَوْ كُنْتُ اٰمُرُ لِاَحَدٍ بِذٰلِكَ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا وَ لَوْ كَانَ مِنْ قَدَمِهٖ اِلٰى مُفْرَقِ رَاْسِهٖ قَرْحَةٌ تَنْجَسُ مِنَ الْقَيْحِ وَالصَّدِيْدِ ثُمَّ اسْتَقْبَلَتْهُ فَلَحِسَتْهَا مَا اَدَّتْ حَقَّهٗ

ترجمہ: عبداللہ بن یزید اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ مجھے ایک ایسی چیز دکھا دیجئے جس کی وجہ سے میرے یقین میں اضافہ ہو جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا چاہتے ہو۔ تو اس نے عرض کیا وہ سامنے جو درخت ہے اس کو اپنے پاس بلا لیجئے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ اس کو میرے پاس بلا لاؤ پس وہ چلا گیا اور درخت سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلاوے کو قبول کر۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا آ۔ تو وہ درخت ایک طرف سے دوسری طرف جھکا اس کی جڑیں کٹ گئیں یہاں تک کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گیا تو سائل نے کہنا شروع کیا بس ہو گیا بس ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کو حکم دیا تو وہ اپنی جگہ لوٹ گیا اور اسکی جڑیں اپنی جگہ لگ گئیں۔ اور درخت سیدھا کھڑا ہو گیا۔ تو سائل نے کہا مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اور قدم مبارک کو چوم لوں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی۔ پھر اس اعرابی نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کروں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی انسان کسی انسان کو سجدہ نہیں کر سکتا۔ اگر میں کسی مخلوق کو اس کا حکم کرتا تو بیوی کو حکم دیتا وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرتی۔ (بروایت احمد)

اس حدیث کے آخری حصہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صورت حال فرض کر کے شوہر کے حقوق کی ادائیگی کے سلسلہ میں جو کچھ فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک عورت فرط محبت میں جذبہ خدمت کے تحت اپنے جلدی امراض میں مبتلا شوہر کے زخموں سے رسنے والا مادہ اپنی زبان سے صاف کر دے تو وہ اس کے باوجود اس کے حقوق سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتی۔

ایک دوسری حدیث میں بھی اس قسم کا مضمون بیان ہوا ہے۔

(یہ حدیث بھی معجزات سے ہے)

كَانَ لِاَهْلِ الْبَيْتِ جَمَلٌ اِ سْتَصْعَبَ عَلَيْهِمْ فَمَنَعَهُمْ ظَهْرَهُ فَاَخْبَرُوْهُ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ قُوْمُوْا فَدَخَلَ الْحَائِطَ وَالْجَمَلُ فِيْ نَاحِيَتِهٖ فَقَالُوْا قَدْ صَارَ كَا لْكَلْبِ نَخَافُ عَلَيْكَ صَوْلَتَهٗ قَالَ لَيْسَ عَلَيَّ مِنْهُ بَاسٌ فَلَمَّا نَظَرَ الْجَمَلُ اِلَيْهِ اَقْبَلَ نَحْوَهٗ حَتّٰى خَرَّسَاجِداً بَيْنَ يَدَيْهِ فَاَخَذَ نَا صِيَتَهٗ حَتّٰى اَدْخَلَهٗ فِي الْعَمَلِ فَقَالُوْ هٰذَا بَهِيْمَةٌلاَ يَعْقِلُ يَسْجُدُ لَكَ وَ نَحْنُ نَعْقِلُ فَنَحْنُ اَحَقُّ اَنْ نَسْجُدَ لَكَ قَالَ لَا يَصْحُ لِبَشَرٍ اَنْ يَسْجُدَ لِبَشَرٍ لَوْصَحَ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا لعظم حقه عليها حتى لَوْ كَانَ مِنْ قَدَمِهٖ اِلٰى مُفْرَقِ رَاسِهٖ قَرْحَةٌ تَنْجَسُ مِنَ الْقَيْحِ وَالصَّدِيْدِ ثُمَّ اسْتَقْبَلَتْهُ فَلَحِسَتْهُ مَااَدَّتْ حَقَّهٗ (رواہ احمد عن انس وقال المنذری رواتہ ثقات مشہورون)

ترجمہ: ایک گھر والوں کا اونٹ تھا۔ ان کو اس اونٹ سے کام لینا مشکل ہوگیا کیونکہ اس اونٹ نے اپنی پیٹھ سے اس کو منع کر دیا تھا۔ یعنی وہ سرکش ہوگیا تھا۔ اور مالک کی اطاعت سے شرارتاً گریز کرتا تھا۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی اور یہ بھی عرض کیا کہ ان کی کھیتی اور کھجوریں پانی نہ ہونے کی وجہ سے سوکھ رہی ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چلو اس اونٹ کو دیکھ لیں۔ چنانچہ باغ کی دیوار کے اندر جا کر اونٹ کو دیکھا کہ دیوار کے پاس کھڑا ہے۔ گھر والوں نے کہا کہ یہ تو (دیوانے) کتے کی مانند ہوگیا ہے۔ ہمیں ڈر ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ نہ کردے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس سے کوئی خوف نہیں ہے۔ اونٹ نے جب رسول علیہ الصلوۃ والسلام کو دیکھا تو فوراً سامنے آ کر سجدہ میں گر پڑا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر کام پر لگا دیا۔ گھر والوں نے رسول علیہ الصلوۃ والسلام سے عرض کیا کہ یہ تو جانور ہے اور بے عقل ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرتا ہے۔ ہم عاقل ہیں اس لیے ہم اس سے زیادہ حقدار ہیں ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کریں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی انسان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دوسرے انسان کو سجدہ کرے۔ اگر یہ جائز ہوتا تو میں حکم دیتا کہ بیوی اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ اس لیے کہ شوہر کا بیوی پر بہت بڑا حق ہے۔ یہاں تک کہ اگر ایک عورت فرطِ محبت میں جذبہ خدمت سے سرشار اپنے جلدی امراض میں مبتلا شوہر کے زخموں سے رسنے والا مواد اپنی زبان سے بھی صاف کر دے تو وہ اس کے باوجود اس کے حقوق سے عہدہ برآ نہیں ہو سکے گی۔ (روایت کیا اسکو احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے امام منذری فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے روایت کرنے والے سب ثقہ اور مشہور ہیں)

اس طرح ایک حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَرْفُوْعاًاِذَا دَعَا الرَّجُلُ اِمْرَاَتَهٗ اِلٰى فِرَاشِهٖ فَاَبَتْ اَنْ يَجِيْءَ اِلَيْهِ فَبَاتَ غَضْبَانَ لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى تُصْبِحَ.

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث ہے کہ اگر شوہر اپنی بیوی کو اپنی خواب گاہ میں بلائے اور وہ انکار کر دے اس کے پاس آنے سے اور شوہر رات بھر ناراض رہے تو فرشتے صبح تک اس (عورت) پر لعنت بھیجتے ہیں۔

تشریح: یہ لعنت اس صورت میں ہے کہ جب کوئی شرعی عذر فطری طور سے یا عارضہ لاحق ہونے کی وجہ سے نہ ہو اور نہ ہی وہ کسی ایسے فرض کی ادائیگی میں مصروف ہو جس میں قربت ممنوع ہو بصورت دیگر وہ عدم تعمیل حکم شوہر میں معذور و مجبور بھی جاوے گی۔ اور جبر اکراہ سے قربت کرنے والا شوہر خطا کار و گنہگار ہوگا۔ اور حدیث کے آخری لفظ سے اس طرف بھی اشارہ ہے کہ شوہر کی ناراضگی رب کی ناراضگی کا سبب ہے۔ اور شوہر کی خوشی رب کی خوشی کا سبب ہے۔

وَفِي الْحَدِيْثِ اَوَّلُ مَا تُسْئَلُ عَنْهُ الْمَرْاَةُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَنْ صَلَاتِهَا ثُمَّ عَنْ حَقِّ زَوْجِهَا

ترجمہ: اور حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے روز عورت سے پہلا سوال نماز کے بارے میں ہوگا اور اس کے بعد شوہر کے حقوق کا۔

وفي الخبراَنَّ الْمَرْاَةَ اِذَا صَلَّتْ وَلَمْ تَدْعُ لِزَوْجِهَا رُدَّتْ صَلَا تُهَا حَتّٰى تَدْعُوَا لَهٗ.

ترجمہ: عورت جب نماز پڑھ لے اور شوہر کے لیے نماز کے بعد نجات و فلاح کی دعا نہ کرے تو اس کی نماز لوٹا دی جاتی ہے یہاں تک کہ اس کے لیے دعا کرے۔

نوٹ: اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اس کی نماز ہی صحیح نہیں ہوئی اس لیے لوٹا دی گئی ہے کہ مردود ہے مقبول نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت کے لئے شوہر کی خیر خواہی اس حد تک لازم ہے کہ وہ نماز کے بعد دعا میں کبھی بھی اپنے شوہر کے لئے دعاء خیر و برکت، اصلاح و فلاح اور دنیا و آخرت میں کامیابی و سرخروئی سے غافل نہ رہے اور اسے فراموش نہ کر دے کہ منجملہ حقوق زوجیت کے شوہر کا بیوی پر ایک حق یہ بھی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عباسؓ مَرْفُوْعاً حَقُّ الزَّوْ جِ عَلَى الزَّوْجَةِ اَلَّا تَصُوْمَ تَطَوُّعاً اِلَّا بِاِذْنِهٖ فَاِنْ فَعَلَتْ جَاعَتْ وَ عَطِشَتْ وَلَا تُقْبَلُ مِنْهَا وَلَا تَخْرُجَ مِنْ بَيْتِهَا اِلَّا بِاِذْنِهٖ فَاِنْ فَعَلَتْ لَعَنَتْهَا مَلَائِكَةُ السَّمَاءِ وَمَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ حَتّٰى تَرْجِعَ.

ترجمہ: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ شوہر کا حق بیوی

پر یہ ہے کہ وہ نفل روزہ اس کی اجازت کے بغیر نہ رکھے۔ (مبادا شوہر کو بیوی سے کوئی ایسی ضرورت پیش آ جائے جس کی تکمیل روزہ میں نہ سکتی ہو۔ اور وہ اس وقت اس کی عدم تکمیل کے سلسلہ میں روزے کا عذر پیش کر دے یا روزہ رکھنے کی وجہ سے شوہر یا اولاد کے حقوق کی ادائیگی میں حرج واقع ہوتا ہو اس کے باوجود اگر عورت نے شوہر کی اجازت کے بغیر روزہ رکھا تو گویا وہ روزہ دار نہ ہوئی بھوکی پیاسی رہی۔ اس کا ایسا روزہ مقبول نہ ہوگا اور بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے گھر سے باہر نہ نکلے (اور نہ کہیں جائے سوائے ان مقامات کے جہاں جانے کی شرعی اجازت ہے۔ اور مستثنیٰ ہیں)

پس اگر بغیر اجازت کے نکل گئی تو آسمان کے فرشتے، رحمت کے فرشتے، عذاب کے فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ واپس گھر لوٹ آئے۔

تشریح: وہ مقامات جہاں جانا شرعی طور پر جائز ہے اور وہ اس بارے میں اجازت سے مستثنیٰ ہیں حسب ذیل خلاصۃ الفتاویٰ درج ذیل ہیں۔

شوہر کو بیوی کے لیے سات جگہ جانے کی اجازت دینا ضروری ہے۔

(۱) والدین کے پاس جانے کی اجازت ہفتہ میں ایک بار (۲) اگر وہ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت کے لیے۔ (۳) اگر کسی مصیبت میں مبتلا ہو جائیں تو تعزیت کے لیے۔ (۴) اور محارم کے پاس یعنی ان رشتہ داروں کے پاس جن کے ساتھ نکاح جائز نہیں سال میں ایک بار۔ ان چاروں میں شوہر کا اذن یعنی مرضی شرط ہے۔ (۵) لیکن اگر عورت دایہ ہے تو جو حاملہ عورتوں کے کام آتی ہے۔ (۶) یا غسالہ ہے یعنی مردوں کو نہلاتی ہے۔ (۷) یا اس کا کسی پر حق ہے اور وہ بغیر اس کے گئے نہیں دیتا ہے یا اس پر دوسرے کا حق ہے اور یہ منکرہ ہے۔ اور اس کے فیصلے کے لیے محکمہ میں جانا پڑتا ہے تو ان صورتوں میں بغیر اذن کے بھی نکل سکتی ہے۔ اس لیے ان صورتوں میں شریعت کا حق آ گیا اور شریعت کا حق مقدم ہے شوہر کے حق پر۔

ان جگہوں کے علاوہ دوست احباب کی ملاقات یا عیادت یا دعوت کے لیے شوہر بالکل اجازت نہ دے۔ اور اگر وہ اجازت دے بھی دے تو عورت کو چاہیئے کہ گھر سے نہ نکلے اور اگر نکل گئی تو میاں بیوی دونوں گنہگار ہوں گے۔ میاں صاحب اجازت دینے کی وجہ سے اور بیگم صاحبہ نکلنے کے سبب سے۔

اور آداب القاضی میں ہے کہ شوہر کو چاہیئے کہ گھر کا دروازہ مقفل رکھے اور والدین کے علاوہ ہر کس و ناکس کی آمد و رفت پر پابندی لگا دے۔

اور سیر کبیر اور ذخیرہ میں ہے کہ والدین کی زیارت سے اور اپنی اولاد کی زیارت سے بھی منع کرے جو دوسرے شوہر سے ہو۔ ہاں وہ ان کے پاس ہفتہ میں ایک بار شوہر کی موجودگی میں جا سکتی ہے۔ و بہ اخذ المشائخ اور اس پر علماء کا عمل ہے۔

مسئلہ:

س: عورتیں بعض اولیاء کے مزارات پر تبرک کے حصول کے لیے جاتی ہیں۔ تو کیا اس میں ثواب یا عذاب ہے؟

ج: کفایہ شعبیہ میں ہے کہ ایسے مسائل ثواب اور جواز کے تعلق سے نہ پوچھو بلکہ یہ پوچھو کہ اس میں لعنت کی مقدار کتنی ہے۔ جس وقت وہ (ایسی جگہ) جانے کی نیت کرتی ہے تو اللہ کی لعنت اور فرشتوں کی لعنت اس پر شروع ہوتی ہے اور جب نکل جاتی ہے تو شیاطین چاروں طرف سے اس کے ساتھ ہو جاتے ہیں اور جب قبر پر پہنچتی ہے تو میت کی روح اس پر لعنت بھیجتی ہے کیونکہ یہ اس کے سامنے ننگی ہوتی ہے۔ اور جب واپس لوٹتی ہے تو بھی اللہ کی لعنت اور فرشتوں کی لعنت ہی میں لوٹتی ہے۔ یہاں تک کہ گھر (واپس) آ جائے و فی الخیر۔ ہر وہ عورت جو قبرستان کو جاتی ہے تو سات آسمانوں اور زمینوں کے فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ گھر (واپس) آ جائے اور ہر وہ عورت جو گھر کے اندر رہ کر مردہ کے لیے دعائے خیر کرے اور گھر سے نہ نکلے اس کو اللہ تعالیٰ ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب دے گا۔

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَرْفَعْ عَنْ اَهْلِكَ وَعَلِّقْ سَوْطَكَ فِيْ مَوْضِعٍ يَرَاهُ اَهْلُ بَيْتِهِ

ترجمہ: اپنی بیوی سے اپنا عصا نہ اٹھا اور اپنا تازیانہ ایسے مقام پر رکھ کہ وہ بیوی بچوں کی نظروں کے سامنے رہے (تاکہ ان پر تیرا رعب چھایا جائے اور انہیں کسی قسم کی بد خلقی اور غیر شرعی حرکت کی ہمت نہ پڑے کہ اس کا ارتکاب کیا تو تازیانہ پڑے گا)

بیوی کے حقوق

حکیم بن معاویہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیوی کا شوہر پر کیا کیا حق ہے؟ کہ اس کو ادا کیا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیوی کا حق یہ ہے کہ جب تو کھائے تو اس کو بھی کھلائے اور جب تو پہنے تو اس کو بھی پہنائے اور اگر اس سے کوئی غیر شرعی غلطی سرزد ہو تو چہرے پر نہ مارے۔ اس کو گالی نہ دے۔ اس کے قبائح اور عیوب وطنز اور تمسخر و استہزاء کے انداز میں بیان نہ کرے۔ اور اس کو غصہ کی وجہ سے اپنے سے الگ مت کر۔ (ہاں گھر میں رکھ کر اس کو اپنی خوابگاہ سے علیحدہ رکھا جا سکتا ہے) اور اس کو گھر میں خالی مت چھوڑ کہ اسمیں احتمال فساد ہے۔ یا تو وہ اکیلی گھر میں ڈرے گی یا یہ بھی احتمال ہو کہ کوئی بری نظر سے اس کو دیکھے گا۔ (غنیہ) غرض جہاں تک ممکن ہو عورت کو تنہا ہرگز نہ چھوڑے۔

ابو اللیثؒ فرماتے ہیں کہ بیوی کے شوہر پر پانچ حقوق ہیں۔

(۱) گھر سے باہر کا کوئی کام ہو تو اس کو شوہر کرے اور اس کو باہر جانے کی

14

اجازت نہ دے اس لئے کہ ایک تو عورت کا گھر سے باہر نکلنا گناہ ہے۔ دوسرے شوہر کی بیوی سے یہ بے مروتی ہے اور دونوں ہی باتیں اچھی نہیں۔

(۲) اور یہ بھی شوہر پر حق ہے کہ اگر بیوی کو ضروری دینی مسائل کی تعلیم کی حاجت پڑے تو شوہر اگر خود جانتا ہے تو بتا دے ورنہ کسی عالم سے دریافت کر کے بیوی کو بتا دے (اگر شوہر یہ کام نہ کرے تو بلا اجازت شوہر کے گھر سے نکل سکتی ہے کیونکہ یہ شرعی ضرورت ہے)

(۳) اور یہ بھی بیوی کا شوہر پر حق ہے کہ اس کو حلال رزق کھلائے اس لیے کہ حلال رزق اس کے باطن میں نور پیدا کرے گا۔

(۴) اور بیوی کا شوہر پر یہ بھی حق ہے کہ اس پر ظلم نہ کرے اس کو نہ ستائے۔

(۵) اور بیوی کا شوہر پر یہ بھی حق ہے کہ اس کی قولی یا فعلی زیادتی کو حتی الامکان برداشت کرتا رہے۔ تاوقتیکہ خلاف شریعت نہ ہوں۔

ایک سبق آموز واقعہ:

ایک آدمی حضرت عمرؓ کے ایام خلافت میں آپؓ کے پاس اپنی بیوی کی شکایت لے کر آیا۔ جب حضرت عمرؓ کے دروازے پر پہنچا تو اندر سے بی بی ام کلثوم رضی اللہ عنہا (حضرت عمرؓ کی بیوی) حضرت عمرؓ کے ساتھ سخت لہجہ میں گفتگو کی آواز سنی تو واپس لوٹنے لگا۔ حضرت عمرؓ کو علم ہو گیا (کہ باہر کوئی آدمی ہے) آپؓ نے اس آدمی کو واپس بلایا اور پوچھا کہ کیسے آئے تھے؟ اس نے جواب میں کہا کہ حضرت میں تو اپنی بیوی کی شکایت لے کر آیا تھا لیکن جس مصیبت میں میں مبتلا ہوں اس میں آپؓ کو بھی مبتلا پایا۔ اس لیے واپس جا رہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس کو جواب دیا کہ دیکھو! میرے اوپر میری بیوی کے حقوق اور شرعی حدود ہیں اس لیے میں نے اس سے تجاوز نہیں کیا اور برداشت کیا۔ اول تو یہ ہے کہ وہ میرے اور دوزخ کے درمیان حجاب ہے۔ کہ اس کی وجہ سے میں حرام سے بچتا ہوں۔ دوم یہ کہ یہ میری خزانچی ہے جب میں گھر سے نکلتا ہوں تو وہ اس کی حفاظت کرتی ہے۔ سوم وہ میری دھوبن ہے۔ کپڑے میلے ہوتے ہیں تو وہ دھوتی ہے۔ چہارم یہ کہ وہ میرے بیٹے کو دودھ پلاتی ہے۔ جب بچہ بھوکا ہوتا ہے وہ اس کو اپنے سینے سے لگا کر دودھ پلاتی ہے۔ پنجم میری خانساماں ہے کہ روٹی پکاتی ہے، سالن بناتی ہے۔ یہ سب امور ہیں جن کی وجہ سے میں اس کی سخت کلامی کو برداشت کرتا ہوں۔ اس آدمی نے کہا جو معاملات آپؓ کے ہیں وہ تو میرے بھی ہیں۔ جیسا کہ آپؓ برداشت کرتے ہیں ویسا ہی میں بھی برداشت کرلوں گا۔ (اللہ، اللہ حضرت عمرؓ کی شجاعت اور یہ بردباری اور یہ اخلاق، حسن معاشرت کا اتنا بین ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو توفیق عطا فرمائے)

خلاصہ کلام یہ کہ شوہر کو چاہیئے کہ اپنے بیوی بچوں کے حقوق کا خاص خیال رکھے۔ ان کی اذیت والی باتوں کو برداشت کرے اور ان کی اصلاح کی کوشش کرتا رہے۔ اور دین کی طرف ہر وقت ان کو ترغیب دیتا رہے اور کسب حلال سے ان کا نفقہ پورا کرتا رہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو خرچ مرد اپنے اہل وعیال پر کرتا ہے یہ اس کا صدقہ ہے۔ اللہ پاک اس پر اجر دیتا ہے۔ اس آدمی کو جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنی بیوی کے منہ میں نوالہ رکھتا ہے اور جو کچھ اپنی بیوی بچوں اور خادموں پر خرچ کرتا ہے یہ سب اس کا صدقہ ہے۔

اور اپنے بیوی بچوں پر صدقہ کرنے والا زکوٰۃ دینے والے سے بہت زیادہ بہتر ہے اس لیے کہ زکوٰۃ دینے والا تو اللہ تعالیٰ کا حق مستحق کو دیتا ہے اور یہ اپنا حق خرچ کرتا ہے۔ اگرچہ زکوٰۃ دینے والا فرض ادا کرتا ہے اور یہ تفضلاً اپنا مال خرچ کرتا ہے یہ وہ مسئلہ ہے جس میں نفل کا ثواب فرض سے بھی زیادہ ہے۔

خداوندا! اپنے فضل وکرم سے ہمیں اس امر کی توفیق مرحمت فرما کر ہم "عاشرو ھن بالمعروف" کا اپنی زندگی میں اپنی بیویوں کے جملہ حقوق ادا کر کے حق ادا کر سکیں اور ہماری عورتوں کو بھی یہ سعادت نصیب فرما کہ وہ ایک مسلمان بیوی کا مثالی نمونہ پیش کر کے دنیا و آخرت دونوں میں کامیاب وسرخرو ہوں۔

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ.

بابِ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پردہ

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوا مِنْ اَبْصَارِھِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَھُمْ ذٰلِکَ اَزْکٰی لَھُمْ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا یَصْنَعُوْنَ.

(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لیے زیادہ پاکی اور پاکیزگی کی بات ہے بے شک اللہ تمہارے کاموں سے پوری طرح باخبر ہے۔

تشریح: یعنی جس کی طرف دیکھنا جائز نہیں اس کی طرف دیکھنے سے آنکھیں بند رکھیں۔ مرسل حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نامحرم کو دیکھنے والے پر اللہ کی لعنت ہے اور جس عورت کو دیکھا جائے اس پر بھی۔ (رواہ البیہقی)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ بلا ارادہ نظر پڑ جانے کے بعد دوسری بار نظر نہ کرو۔ پہلی نظر تمہارے لیے جائز ہے یعنی اس پر گناہ نہیں کہ وہ بلا ارادہ دفعتاً پڑ گئی لیکن دوسری نظر جو ارادہ سے ہو وہ منع ہے (ابوداؤد، دارمی، احمد، ترمذی)

اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان کسی اجنبی عورت کی خوبصورتی کو اچانک دیکھ کر آنکھ بند کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے عبادت میں احساس حلاوت پیدا کرتا ہے۔ (رواہ احمد)

وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَھُمْ. اپنی شرم گاہوں کی نگہداشت کریں یعنی اپنی بیویوں اور باندیوں کے علاوہ دوسروں سے اپنی شرم گاہوں کو بچائے رکھیں۔ حفاظت فروج عام ہے یعنی زنا سے بھی حفاظت ہو اور اس کے تمام دواعی اور اسباب سے بھی جیسے غیر محرم پر نظر ڈالنا اور اس سے بے تکلف و بے ساختہ گفتگو وغیرہ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا برہنگی سے بچے رہو کہ تمہارے ساتھ ہر وقت ایسی (پاک باز اور مقدس) ہستیاں رہتی ہیں جو تم سے رفع حاجت یا بیوی سے قربت وغیرہ کے مواقع کے علاوہ کسی وقت بھی الگ نہیں ہوتیں۔ (اس سے مراد فرشتے ہیں) لہٰذا تم ان سے شرم کرو۔

ذٰلِکَ اَزْکٰی لَھُمْ. نظر نیچی رکھنا اور شرم گاہ کی حفاظت کرنا یہ دونوں ایسے کام ہیں جو ان کے (یعنی مومنوں کے) لیے انتہائی پاکیزگی کا باعث ہیں چنانچہ اس کی وجہ سے زنا میں مبتلا ہونے کا خطرہ باقی نہیں رہتا۔

اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا یَصْنَعُوْنَ. بے شک اللہ کو تمام کاموں کی پوری خبر ہے جو وہ لوگ کیا کرتے ہیں (کہ وہ اپنے احکام کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ان کی خلاف ورزی کے مطابق سزا دیتا ہے) اس آیت کا مقصد مومن کو زنا سے روکنا اور بچانا ہے جس طرح ہر کام کی ابتداء اور انتہا ہوتی ہے کہ ابتداء بنیادی سبب اور وسیلہ اور ذریعہ کا درجہ رکھتی ہے اور انتہا عمل مقصود ہوتا ہے اسی طرح غیر محرم پر نظر زنا کی ابتداء اور بنیادی سبب کی حیثیت رکھتی ہے اسی لئے مومن مردوں کے لیے پہلا حکم نظر نیچی رکھنے کا دیا گیا ہے چنانچہ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث قدسی اس بات کی دلیل ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ رَبِّہٖ اَلنَّظْرَۃُ سَھْمٌ مَّسْمُوْمٌ مِّنْ سِھَامِ اِبْلِیْسَ مَنْ تَرَکَھَا مِنْ مَّخَافَتِیْ اَبْدَلْتُہٗ اِیْمَانًا یَّجِدُ حَلَاوَتَہٗ فِیْ قَلْبِہٖ (طبرانی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کی جانب سے فرمایا کہ (غیر محرم پر) نظر یعنی مرد کا اجنبی اور نامحرم عورت کی طرف نظر کرنا اور عورت کا اجنبی و غیر محرم مرد کی طرف نظر کرنا شیطان کے زہریلے یعنی زہر میں بجھے ہوئے تیروں میں سے ایک زہر میں بجھا ہوا تیر ہے (کہ ایسا تیر اپنے زہر کے سرایت کر جانے کی وجہ سے بڑا ہلاکت خیز ہوتا ہے) جس نے میرے خوف سے اس کو (یعنی نامحرم و اجنبی کی طرف نظر کو) چھوڑ دیا۔ میں اس کے دل کو ایمان کی حلاوت سے بھر دوں گا (ترغیب وترہیب)

دوسرا حکم شرم گاہ کی حفاظت کا ہے۔ جس کا مقصد زنا سے محفوظ رکھنا اور بچانا ہے۔ ان دونوں کے احکام کے درمیان جتنے مقدمات اور دواعی ہیں وہ سب حرام اور ناجائز ہیں مثلاً ہاتھ لگانا، مصافحہ اور معانقہ کرنا، بوسہ لینا، یا بغرض شہوت باتیں سننا۔ اس کے بعد عورتوں کو بھی ان دونوں احکام کے علاوہ اپنی زینت کے عدم اظہار اور زیورات کی آواز وغیرہ نہ کرنے کا حکم چند مستثنیات کے ساتھ کیا گیا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِھِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَھُنَّ

اور کہہ دیجئے (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) مومن عورتوں سے کہ وہ نظریں نیچی رکھیں اور شرم گاہوں کی حفاظت کریں (یعنی جن کی طرف ان کو دیکھنا جائز نہیں ان کی طرف دیکھنے سے اجتناب کریں) اس آیت سے ثابت ہوا کہ عورت کے لیے اجنبی مرد وغیر محرم کو دیکھنا قطعاً ناجائز ہے حجۃ الوداع کے موقع پر ایک عورت نے جس کا تعلق قبیلہ خثعم سے تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر حج فرض کیا لیکن میرے والد اتنے بوڑھے ہیں کہ وہ سواری پر بھی فریضہ حج ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ اگر میں ان کی طرف سے حج کروں تو ان کا فریضہ حج ادا ہو جائیگا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ہو جائے گا اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سوار تھے اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ردیف تھے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھے۔ وہ یعنی فضل بن عباس رضی اللہ عنہ اس عورت کو دیکھنے لگے اور وہ عورت بھی ان کو دیکھنے لگی۔ اس صورت حال کو ملاحظہ فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کا رخ دوسری جانب کر دیا، تا کہ وہ اس عورت کو نہ دیکھ سکیں (الحدیث رواہ البخاری)

اس سے یہ ثابت ہوا کہ مرد کا اجنبی اور نامحرم عورت کے چہرہ اور جسم وغیرہ کی طرف دیکھنا اور اجنبی و نامحرم عورت کا اجنبی و نامحرم مرد کے چہرہ اور جسم وغیرہ کی طرف دیکھنا بھی ناجائز اور ممنوع ہے۔

یہی حدیث ترمذی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کی ہے لیکن اس میں اتنا زائد ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کے بیٹے ہی کا رخ موڑ دیا۔ منہ پھیر دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً فرمایا کہ میں نے ایک جوان مرد کو جوان عورت کی طرف اور جوان عورت کو جوان مرد کی طرف نظر کرتے دیکھا تو مجھے دونوں کے متعلق شیطان کی مداخلت اور وسوسہ اندازی کا اندیشہ ہوا۔ اس لیے میں نے فضل رضی اللہ عنہ کا رخ پھیر دیا اور منہ موڑ دیا۔

اسی سلسلہ میں واقعہ ذیل بھی قابل غور ہے جس سے ایک نامحرم مرد کی طرف عورت کے نظر کرنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ درآنحالیکہ وہ اس کی طرف نظر کرنے اور اسے دیکھنے سے قاصر ہو۔ ایک مرتبہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھیں۔ اتنے میں حضرت ابن مکتوم رضی اللہ عنہ (نابینا) آ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا کہ تم دونوں پردے میں ہو جاؤ۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا وہ نابینا نہیں ہیں؟ فرمایا کیا تم دونوں بھی نابینا ہو؟ کیا تم ان کو نہیں دیکھ سکتیں؟ (رواہ، ابوداؤد، ترمذی)

عبرت کا مقام ہے کہ آج کی عورتیں برہنہ سر اور سینہ کھولے ہوئے آزادانہ بازاروں میں گھومتی پھرتی اور سیر و تفریح کرتی پھرتی ہیں۔ تیز خوشبو لگاتی، ہونٹوں پر سرخی لگاتی ہیں اور نیم برہنہ حالت میں بناؤ سنگھار کیے مردوں کے شانہ بشانہ چلتی ہیں۔ دوکانوں، ہوٹلوں، کلبوں، اور سینما گھروں میں عیاشیاں کرتی اور رقص و سرود کی محفلوں میں داد عیش دیتی ہیں۔ اس کے باوجود اپنے آپ کو حقیقی مسلمان سمجھتی ہیں۔ العیاذ، العیاذ۔ البتہ اب امید کی کرن دکھائی دیتی ہے کہ حکومت ملک میں اسلامی نظام رائج کرنے کے عزم مصمم کا اظہار کر رہی ہے۔ اور اس سلسلہ میں ابتدائی نوعیت کے کچھ کام بھی کر رہی ہے۔ وہ یقیناً پردہ کی جانب بھی توجہ دے گی اس لیے کہ پردہ اسلام اور اسلامی معاشرہ میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ لہٰذا جب تک ملک میں پردہ رائج نہ ہو گا اس وقت تک اسلامی نظام کی تکمیل نہیں ہوتی۔ اور اس کے بغیر اسلامی نظام کے اجراء اور احکام اسلام کے نفاذ کا تصور ایک بے معنیٰ اور مہمل سی بات ہو جاتی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حکومت کو جلد از جلد اس طرف توجہ کی توفیق مرحمت فرمائے تا کہ اسلام کے نیم مردہ جسم میں از سر نو جان پڑ جائے۔ آمین۔

یہاں تک مرد و عورت کے متعلق یکساں احکام ہیں اور دونوں طبقے ان احکام کے مخاطب اور مامور ہیں۔ یعنی غض بصر اور حفظ فرج (نیچی نظر رکھنے اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے) کے مرد اور عورت دونوں پر مامور ہیں کہ ان دونوں کو اس کا حکم دیا گیا ہے۔ دونوں کو الگ الگ حکم دینے میں حکم کی اہمیت کی طرف اشارہ ہے۔ اسی آیت میں آگے اظہار زینت کے سلسلہ میں اس کی ممانعت کے ساتھ ساتھ ان محارم کا بھی بیان ہے۔ جس کے سلسلے میں اظہار زینت کے سلسلے میں مستثنیٰ کیا گیا ہے اور ان لوگوں کی تعداد بارہ ہے جن کے سامنے اظہار زینت جائز ہے۔

وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا اور نہ ظاہر کریں اپنی زینت کو سوائے اس کے جو خود بخود ظاہر ہو یا ظاہر ہو جائے یعنی کام کاج اور نقل و حرکت کے وقت جو چیزیں عادۃً و ضرورۃً کھل جاتی ہیں ان کو چھپانا مشکل ہے۔ ایسا ظہور زینت اس ممانعت سے مستثنیٰ ہے اور گناہ کا موجب نہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ میں اختلاف ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا سے مراد اوپر کے کپڑے ہیں۔ جیسے برقعہ یا لمبی چادر جو سر سے پاؤں تک بدن کو ڈھانک لیتی ہے کہ یہ دونوں کپڑے زینت کی چیزوں اور کپڑوں کو چھپانے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں مراد آیت کی یہ ہو گی کہ بدن پر جو کپڑا ہے وہ زینت کا باعث ہے اس لیے اس کا ظاہر کرنا بھی جائز نہیں البتہ اوپر کا برقعہ یا چادر کوئی دیکھ لے تو کوئی

حرج نہیں ہے۔ اس تفسیر کے مطابق غیر محرم مردوں کے سامنے عورت کا اپنا چہرہ اور ہاتھ پاؤں کھولنا بھی جائز نہیں۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر میں مَا ظَهَرَ سے مراد ہتھیلیاں ہیں کیونکہ عورت لین دین کے وقت ان دونوں کے کھولنے میں مجبور ہوتی ہے۔ تو بوجہ عذر اجنبی مرد کے سامنے چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنا جائز ہے۔

موجودہ زمانہ کے تقاضوں سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول و عمل قابل ترجیح ہے۔ اس سلسلہ میں فقہا میں اختلاف پایا جاتا ہے البتہ اس بات پر سب متفق ہیں کہ اگر چہرہ اور ہتھیلیوں پر نظر پڑ جانے سے فتنہ کا اندیشہ ہو تو بالاتفاق ان کو کھولنا جائز نہیں (یعنی عورت کے لیے کھولنا جائز ہے اور مرد کے لیے دیکھنا) قاضی بیضاوی اور صاحب تفسیر خازن نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے۔ کہ آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے لیے حکم تو یہی ہے کہ وہ اپنی زینت کی کسی چیز کو ظاہر نہ ہونے دے بجز اس کے جو نقل و حرکت اور کام کاج کرنے میں عادۃً کھل ہی جاتی ہے۔ ان میں برقعہ اور چادر بھی داخل ہے۔ اور چہرہ اور ہتھیلیاں کھل بھی جاتی ہیں تو وہ بھی معاف ہے اور گناہ کا موجب نہیں۔ لیکن اس آیت سے کہیں یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مردوں کو اس کا چہرہ اور ہتھیلیاں دیکھنا جائز ہے۔ بلکہ مردوں کے لیے وہی حکم ہے کہ نگاہ نیچی رکھیں۔ اس لیے عورت اگر کبھی چہرہ اور ہتھیلیاں بوجہ مجبوری اور ضرورت کھول دے تو مردوں پر لازم ہے کہ بلا عذر شرعی اور بلا کسی شدید ضرورت کے اس کی طرف نہ دیکھیں۔

یہ تو اظہر من الشمس ہے کہ حسن و زینت کا اصل مرکز چہرہ ہی ہے اور زمانہ نہایت فتنہ و فساد کا ہے اور غلبہ ہوس و معصیت کا ہے اس لیے خاص صورتوں، شدید ضرورتوں اور ناگزیر مجبوریوں کی صورت کے بغیر علاج معالجہ یا کسی شدید خطرہ کے جو عورت کو درپیش ہو اجنبی مردوں کے سامنے قصداً کھولنا بھی جائز نہیں اور مردوں کے لیے بھی اس کی طرف بلا کسی شرعی ضرورت اور شدید مجبوری کے نظر کرنا جائز نہیں۔

وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ. اور اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈال لیں تاکہ ان کے بال، سر، گردن، اور کان وغیرہ چھپے رہیں۔ پہلے زمانے میں گریبان سینے پر ہوتا تھا۔ اس لیے اس کے چھپانے کا حکم دیا تاکہ عورت کا سینہ کسی کو نظر نہ آئے۔ زمانہ جاہلیت میں عورتوں میں یہ رواج تھا کہ دوپٹہ سر پر ڈال کر دونوں کنارے پشت پر چھوڑ دیتی تھیں۔ جس سے سینہ اور کان کھلے رہتے تھے۔ تو مسلمان عورتوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ ایسا نہ کریں بلکہ دوپٹہ کے دونوں پلو ایک دوسرے پر الٹ دیں تاکہ یہ تمام اعضاء چھپ جائیں۔ اور سینے کا ابھار بھی نظر نہ آئے۔ جس طرح چہرہ محل زینت ہے۔ اسی طرح سینہ کا ابھار بھی عورت کے جسم اور سینہ کی رونق ہے۔ اس لیے اس کا چھپانا بھی ضروری ہے۔

اسی بناء پر نماز میں حنفی مذہب میں عورت کے لیے یہ حکم ہے کہ قیام میں دونوں ہاتھ اپنے سینے پر رکھے تاکہ سینہ مستور اور چھپا رہے لیکن افسوس ہے کہ آج کل تو سینوں کی نمائش ہوتی ہے۔ لباس سلاتے وقت اپنا بدن درزی کو سونپ دیا جاتا ہے تاکہ وہ ایسا کرتہ یا جمپر سی دے جس میں بدن کا ہر حصہ اور ابھار پورا پورا دکھائی دے۔ قمیض اپنے بدن پر ایسی تنگ اور چمٹی ہوئی سلوائی جاتی ہے جیسے سانپ پر کینچلی۔ غرض کہ اس زمانہ میں عورتیں کاسیات عاریات یعنی بظاہر لباس میں ملبوس ہونے کے باوجود حقیقتاً برہنہ ہوتی ہیں کہ لباس میں رہنے کے بعد بھی ان کے جسم کا ہر حصہ اور ابھار نمایاں نظر آتا ہے۔ العیاذ باللہ۔

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ. اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں کے سامنے اس لیے کہ اصلی مقصد زینت سے شوہروں کو خوش کرنا ہے کہ دونوں کے درمیان اتنا وصل و اتصال شرعی موجود ہے جیسے لباس کو جسم کے ساتھ ہے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہ:

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ. وہ یعنی عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم یعنی مرد ان کا لباس ہو بیوی شوہر آپس میں پردہ اور اظہار زینت کی ممانعت سے مستثنیٰ ہیں۔ انہیں آپس میں ضرورۃً ایک دوسرے کے تمام بدن کو دیکھنا بھی جائز ہے۔ البتہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص اپنی بیوی سے قربت کرے تو اسے چاہیئے کہ پردہ کر لے اور دونوں گدھوں کی طرح برہنہ نہ ہوں۔ یہ حکم حیاء شرم کے اعتبار سے ہے کہ بے حیائی اسلام میں اچھی نہیں۔

اَوْ اٰبَآئِهِنَّ. یا اپنے باپوں کے سامنے، اس میں تمام اصول دادا، نانا شامل ہیں۔ خواہ کتنا ہی اوپر تک سلسلہ پہنچے۔

اَوْ اٰبَاءِ بُعُوْلَتِهِنَّ یا اپنے شوہروں کے باپوں کے سامنے، اس سلسلہ کے تمام اصول کا بھی یہی حکم ہے۔

اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ. یا اپنے بیٹوں کے سامنے، تمام فروع پوتے، نواسے خواہ کتنے ہی نیچے ہوں اب اس میں داخل ہیں۔

اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ. یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے سامنے (جوان کے علاوہ دوسری بیویوں سے ہوں)۔

اَوْ اِخْوَانِهِنَّ. یا اپنے بھائیوں کے سامنے خواہ وہ حقیقی ہو یا علاتی یعنی باپ کی طرف سے یا اخیافی یعنی ماں کی طرف سے سب کا حکم ایک ہے۔

اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ. یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں یعنی بھتیجوں کے سامنے اس سلسلہ کے تمام فروع شامل ہیں۔ خواہ کتنے ہی نیچے کے ہوں۔

اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ. یا اپنی بہنوں کے بیٹوں کے سامنے اس میں بھی

اس رشتہ کے تمام فروع داخل ہیں۔ خواہ کتنے ہی نیچے کے ہوں۔

یہاں تک تو مردوں کی آٹھ قسموں کا بیان ہوا ہے جن سے نہ پردہ ہے اور نہ ان کے سامنے ابداء و اظہار زینت کی ممانعت ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ خالق کائنات نے خلقتاً ان کے طبائع ہی ایسے بنائے ہیں کہ ان سے کسی فتنہ کا اندیشہ اور خرابی کا خطرہ نہیں بلکہ وہ تو ان عورتوں کی عصمت و عفت کے محافظ ہوتے ہیں۔ ان پر ڈاکہ ڈالنے اور لٹانے والے نہیں۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ ہر وقت ایک جگہ رہنے سہنے اور بار بار آمد و رفت کی ضرورت بھی کچھ سہولت و آسانی اور رخصت و رعایت کی مقتضی ہے۔ تیسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اتنی قریب کی رشتہ داری اور ایسے علاقوں اور تعلق کی وجہ سے ایک قسم کی شرم و حیاء بھی دامن گیر ہوتی ہے۔

اَوْ نِسَآئِهِنَّ. یا اپنی عورتوں کے سامنے اس سے دو مرادیں ہو سکتی ہیں ایک تو یہ کہ اپنی مانند اور اپنی جیسی، دوسری یہ کہ اپنی رشتہ دار مراد اول کے اعتبار سے ایک عورت دوسری عورت کے سامنے اپنے زیب و زینت اور بناؤ سنگھار کا اظہار کر سکتی ہے۔ خواہ وہ مومنہ ہو یا غیر مومنہ اس لیے کہ عورت دوسری عورت کی ہم جنس ہے اور ہم جنسی اعتبار سے ایک عورت کو دوسری عورت کی طرف سے نفسانی خواہشات کی تکمیل کو کوئی خطرہ بھی نہیں۔ اس کے باوجود ناف سے زانو تک بدن کا حصہ باہم منکشف کرنا اور عریاں کرنا ان میں بھی جائز نہیں۔

اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ. یا ان باندیوں کے سامنے جو مملوک ہیں۔ غلام اس حکم میں شامل نہیں وہ اس استثناء سے خارج ہیں کہ وہ مرد ہے اور محرم نہیں۔ بالکل اجنبی ہے۔ اس سے پردہ بھی ہو سکتا ہے یعنی کیا جا سکتا ہے۔ جس میں کوئی مشکل نہیں۔ اس لیے کہ وہ باہر کا کام کرتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حسن بصریؒ نے فرمایا کہ غلام مرد کے لیے اپنے آقا عورت کے بال دیکھنا بھی جائز نہیں۔ (روح المعانی)

غرض غلام کے بھی وہی احکام ہیں جو اور غیر محرموں کے ہیں۔

اَوِ التَّابِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ.

یا ان مردوں کے سامنے جو طفیلی کے طور پر رہتے ہوں۔ اور ان کو نہ عورتوں کی جنسی جذبات کی تسکین کے لیے حاجت و ضرورت ہو اور نہ ان کی طرف رغبت و توجہ۔ اس سے مراد ایسے پیر فرتوت نہایت بوڑھے و ضعیف قریب المرگ قبر میں پاؤں لٹکائے مرد ہیں۔ جن کی جنسی قوت اور شہوت بالکل ختم اور معدوم ہو گئی ہو۔ ان کو تابعین اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ خود کسب معاش کرنے کے قابل نہیں ہوتے بلکہ گھر والوں کے تابع اور ہر لحاظ سے ان کے سہارے کے محتاج ہوتے ہیں۔ ان کے حیثیت نابالغ بچوں کی سی ہے۔

اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ.

یا ایسے لڑکوں کے سامنے جو عورتوں کی پردہ باتوں سے واقف نہ ہوں۔ یعنی بالغ نہ ہوں یا جماع کی قدرت نہ رکھتے ہوں۔ یہاں ان لوگوں کا بیان ختم ہوا جو پردہ سے مستثنٰی ہیں۔ یعنی ان کے سامنے عورت کو بے پردہ ہونے اور اظہار زینت کرنے کی اجازت ہے۔ پہلے آٹھ قسم کے لوگوں کی جانب سے فتنہ کا خطرہ کم تھا۔ اس لیے ان سے پردہ نہ تھا۔ اور اخیر کی چار قسم کے لوگوں سے بالکل ہی خطرہ نہیں اس لیے یہ بالکل مستثنٰی قرار دیے گئے ہیں۔ ان کے علاوہ اسلام میں ہر مرد سے پردہ فرض ہے، بہت سی عورتیں کہتی ہیں کہ پیر صاحب سے کیا پردہ یہ میرے رشتہ دار ہیں۔ ان سے پردے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ میرے قریبی پڑوسی ہیں۔ ان سے کیا پردہ یہ سب شیطانی ہتھکنڈے ہیں۔ جن سے مسلمان تباہ ہو رہے ہیں۔ کہ شیطان اسی طرح مغالطہ دے کر اور فریب سے گناہوں میں مبتلا کر دیتا ہے اور بالآخر بالکل تباہ کر دیتا ہے۔ اللہ پناہ دے۔

وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ.

اور اپنے پاؤں زمین پر نہ ماریں۔ تاکہ ان کی چھپی ہوئی زینت کا اظہار رہو اور ان کا چھپا ہوا زیور لوگوں کو معلوم ہو جائے۔ بغوی نے لکھا ہے۔ کہ قبل از اسلام جب عورت چلتی تو پاؤں زمین پر مارتی جاتی تھی تاکہ اس کے پازیب وغیرہ کی آواز لوگ سن لیں۔ اس کی ممانعت کر دی گئی ہے کیونکہ ایسی حرکت مردوں کے دلوں میں خواہ مخواہ اس کی طرف میلان پیدا کرتی ہے۔ بیضاوی نے لکھا ہے کہ زیور کی آواز سنانے اور اپنی زینت ظاہر کرنے کی ممانعت میں زیادہ زور اس بات پر ہے کہ زیور میں آواز پیدا ہی نہ ہونے دی جائے۔ اس لیے نوازل میں لکھا ہے کہ عورت کی آواز بھی عورت ہے اور اسی مسئلہ پر مبنی ہے کہ عورت کا عورت سے قرآن سیکھنا افضل ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام کو کسی سہو پر لقمہ دیتے وقت سبحان اللہ کہنا صرف مردوں کے لیے ہے اور عورتوں کے لیے تالی بجانا ہے (متفق علیہ) فتح القدیر میں ابن ہمام نے لکھا ہے کہ اگر عورت نماز میں جہر سے قرآت کرے گی تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

آیت کے شروع میں عورتوں کو اپنی زینت غیر محرم اور اجنبی لوگوں پر ظاہر کرنے سے منع فرمایا تھا آخر میں اس کی مزید تاکید کی گئی تھی کہ مواضع زینت چہرہ سر سینہ اور کان وغیرہ کا چھپانا تو واجب تھا ہی لیکن اپنی مخفی زینت کا اظہار بھی خواہ کسی طریقہ سے ہو ممنوع اور ناجائز ہے۔ یعنی زیور میں کوئی ایسی چیز نہ ڈالی جائے جس سے وہ بجنے لگے۔ اور پاؤں زمین پر اس طرح نہ مارے جس سے زیور کی آواز ظاہر ہو کہ غیر محرم مرد سن لیں۔ یہ سب چیزیں ناجائز ہیں۔ اور اسی حکم میں یہ بھی ہے کہ جب عورت کسی شدید ضرورت سے گھر سے باہر نکلے تو وہ زیادہ مہک اور تیز خوشبو والی کوئی خوشبو وغیرہ نہ لگائے۔ غیر محرم تک اس کی خوشبو پہنچنا بھی حرام ہے۔ ترمذی میں حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے جس میں خوشبو لگا کر باہر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن (سننے) کیلئے رات اور دن کے فرشتے (تلاوت کی محفل میں) حاضر ہوتے ہیں۔ (ترمذی)

جانے والی عورت کو منع کیا گیا ہے۔

وَتُوْبُوْآ اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ. اور اے مومنو! تم سب کے سب اللہ سے توبہ کرو وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی میں کوتاہی ہر شخص سے ہوتی ہے اس لیے سب کو توبہ کرنی چاہیے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام بنی آدم خطاوار ہیں اور خطاواروں میں سب سے اچھے توبہ کرنے والے ہیں (رواہ الترمذی وابن ماجہ والدارمی)

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ فلاح دارین توبہ ہی سے وابستہ ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کے لیے خوشی ہے جو اپنے نامہ اعمال میں بکثرت استغفار پائے گا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے خود سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے۔ لوگو! تم اپنے رب کی طرف رجوع کرو میں ہر روز سو بار اپنے رب کے سامنے توبہ کرتا ہوں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم میں دن میں ستر بار سے زیادہ اپنے رب سے معافی مانگتا ہوں۔ اور توبہ کرتا ہوں (رواہ البخاری)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم گنتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں سو بار فرماتے تھے۔

رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَتُبْ عَلَيَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ.

(رواہ الترمذی وابن ماجہ والدارمی)

يٰنِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا. (سورۃ الاحزاب)

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عورتو! یعنی بیبیو! تم کسی دوسری عورت کی طرح نہیں یعنی نہ تم میں سے کوئی ایک نہ کسی غیر عورت کی طرح ہے اور نہ تمہاری جماعت دوسری عورتوں کی جماعت کی طرح ہے۔ یعنی جو فضیلت تمہیں اس نسبت عالی کی وجہ سے حاصل ہے وہ کسی اور عورت کو حاصل نہیں اور تمہاری ذمہ داری بھی ان سے کہیں زیادہ ہے

جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل بھی ہے۔

چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ تمہارا مرتبہ میرے نزدیک دوسری نیک مومن عورتوں کے برابر نہیں بلکہ میرے نزدیک تمہاری عزت ان سے زیادہ اور تمہارے اعمال کا ثواب بھی ان سے بڑھ کر ہے۔ بشرطیکہ تم اللہ کے حکم کی موافقت اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے باعث ہونے والے کاموں کی تکمیل کرتی رہو۔ لہٰذا تم پس پردہ بوجہ ضرورت شدید کسی غیر محرم اجنبی کے ساتھ گفتگو کے موقع پر نزاکت ولطافت اور نرمی وملائمت سے اجتناب کرو۔ اس لیے کہ عورتوں کی آواز میں فطرتاً نرمی اور نزاکت ہوتی ہے اور جاذبیت و مقناطیسیت بھی۔ اسی وجہ سے مخاطب کے دل میں ان کی طرف میلان پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ میلان بسا اوقات صدور معصیت پر منتج ہوتا ہے جسے ان الفاظ میں بیان فرمایا گیا ہے کہ:

فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ کہ تمہاری اس نرمی اور نزاکت کی وجہ سے ایسا آدمی جس کے دل میں معصیت کی بیماری ہے طمع وہوس کا شکار ہو جائے گا۔ اسی بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس سے پہلے

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ گفتگو میں نرمی اختیار کرو فرمایا گیا اور کہا گیا کہ غیر محرم کے ساتھ نرمی ونزاکت سے گفتگو نہ کرو کہ مبادہ جس کے دل میں بیماری ہے اس کے دل میں کچھ لالچ پیدا ہو جائے۔

مسئلہ: اجنبی مردوں سے کلام کے وقت عورت کو حکم ہے کہ لہجے میں درشتی اختیار کرے تاکہ میلان ولالچ کا احتمال ہی باقی نہ رہے۔

وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا. اور شرعی طریقہ پر قاعدہ عفت کے مطابق بات کرو۔ یعنی اس طرح بات کرو کہ کسی قسم کا شک پیدا نہ ہو۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو شوہر کی اجازت کے بغیر گفتگو کرنے سے منع فرمایا ہے (طبرانی)

یہ عورتوں کے لیے ایک نصیحت وہدایت تھی اب دوسری ہدایت ونصیحت یہ ہے: وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ. اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا.

اور اپنے گھروں میں قیام پذیر رہو اور (بلاضرورت شدید اور مجبوری کے گھر سے باہر نہ نکلو)

وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ اور قدیم زمانہ جاہلیت کے موافق بناؤ سنگھار اور زیب وزینت نہ کرو۔ جاہلیت اولیٰ سے مراد اسلام سے پہلے دنیا میں پھیلی ہوئی جہالت ہے اور ہر اولیٰ کے لیے ثانی ہونا چاہیے جس میں اس طرح کی بے حیائی اور بے پردگی پھیل جائے گی۔ اور غالباً وہی ہمارے اس زمانہ کی وہ جہالت ہے جس پر علم وادب اور تہذیب وثقافت کا پردہ ڈال دیا گیا ہے اور اس کا مشاہدہ ہر جگہ اور ہر اعتبار سے ہو رہا ہے۔ اس آیت میں پردہ کے متعلق اصل حکم یہ ہے کہ عورتیں گھروں میں رہیں۔ بلاضرورت شرعی ومجبوری شدید ہرگز نہ نکلیں۔ غرض قرار فی البیوت عورتوں پر اس آیت نے واجب کر دیا ہے لیکن عذر شرعی اس سے مستثنیٰ ہے۔ اس صورت میں بھی کہ جب وہ عذر شرعی کی وجہ سے باہر نکلے کسی قسم کی زیب وزینت کا اظہار نہ کرے بلکہ برقعہ یا بڑی چادر سر سے پاؤں تک اوڑھ لیا کرے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات سے فرمایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حافظ قرآن کو کہا جائیگا کہ تو پڑھ اور جنت کے درجات کو اوپر چڑھ۔ (ابوداؤد)

قَدْ اِذِنَ لَكُنَّ اَنْ تَخْرُجْنَ لِحَاجَتِكُنَّ. (مسلم)

یعنی تمہارے لیے اس کی اجازت ہے کہ اپنی ضرورت کے لیے گھر سے نکلیں۔ وقرن فی بیوتکن میں جو حکم دیا گیا ہے اس سے بعض حالات میں استثنا اور رخصت آیات قرآنی ارشادات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریحات اور اجماع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہے۔ جیسے حج یا عمرہ کی غرض سے محرم کے ساتھ سفر کرنا، والدین کی عیادت کے لیے جانا اور اس صورت میں جب کہ اس کے سوا کوئی چارہ نہ ہو ضروریات زندگی کی تکمیل اور خرید وفروخت کے لیے نکلنا اور بشرط مجبوری و اضطرار محنت، مزدوری اور ملازمت وغیرہ سے کسب معاش کرنا لیکن ان تمام ضرورتوں اور مجبوریوں کی وجہ سے باہر نکلنے کی حالت میں زیب وزینت اور آرائش وزیبائش کی حرمت اپنی جگہ برقرار ہے کسی حالت میں بھی اس کے جواز وحلت کی گنجائش ہرگز نہیں ہے۔

وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

اور نماز قائم کریں زکوٰۃ دیں اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کریں یعنی نماز قائم کرنے زکوٰۃ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اوامر کے امتثال اور نواہی کے اجتناب کی پابندی کریں۔ کہ یہی تقوی ہے جو تمہارے فضیلت یاب ہونے کی اولین اور ضروری شرط ہے۔

اس آیت میں پانچ ہدایتیں اور نصیحتیں ہیں (۱) غیر محرم سے بضرورت شدید ہم کلامی کی صورت میں نرمی ونزاکت سے پرہیز کرنا (۲) بلاکسی مجبوری اور شرعی ضرورت کے گھروں سے نہ نکلنا (۳) نماز قائم کرنا (۴) زکوۃ ادا کرنا بشرطیکہ نصاب اور تمام شرائط کی بناء پر اس کی اہلیت رکھتی ہوں (۵) اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل اطاعت وفرمانبرداری، اس میں کوئی شک نہیں کہ اس آیت میں احکام بالا کی مخاطب تو ازواج مطہرات ہیں لیکن یہ حکم امت اجابت کی تمام عورتوں کے لیے عام ہے۔

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا.

اے اہل بیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ تم سے گندگی کو دور کرنا اور کامل طور پر پاک کرنا چاہتا ہے۔ اہل بیت کون ہیں؟ اس میں مختلف روایات ہیں لیکن قوی روایت یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیاہ بالوں کی اونی چادر اوڑھے باہر تشریف لے گئے اتنے میں حسن بن علی رضی اللہ عنہ آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو گود میں لے لیا۔ پھر حسین بن علی رضی اللہ عنہ آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی اپنی چادر میں لے لیا پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی اپنی چادر میں لے لیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی اپنی چادر میں لے لیا۔ پھر اس آیت اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ الخ کی تلاوت فرمائی۔ (مسلم)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ جب اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ الخ والی آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حسن رضی اللہ عنہ حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں اپنی کملی میں چھپا لیا پھر فرمایا اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے گندگی دور فرما دے اور خوب اچھی طرح پاک فرما۔

ازواج مطہرات تو نص قرآنی سے اہل بیت ہیں کیونکہ آیت کا نزول ہی ان کے حق میں ہوا ہے۔ اور ان کے علاوہ مذکورہ چاروں حضرات بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اہل بیت نبی میں داخل وشامل ہوئے۔ خلاصہ یہ کہ ازواج مطہرات مع حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کہ اہل بیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

بغوی نے لکھا ہے کہ آیت حجاب کے نزول کے بعد کسی شخص کو اس بات کی اجازت نہیں تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجہ مطہرہ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھے خواہ وہ نقاب پوش ہوں۔ یا بغیر نقاب کے چونکہ ہر آدمی کی ضروریات زندگی اپنے گھر ہی میں پوری نہیں ہوسکتیں۔ اس لیے اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ازواج مطہرات میں سے کسی سے کسی ضرورت کی چیز مانگنی ہو تو اس کے لیے انہیں ایک ادب وطریقہ کی تعلیم دی گئی ہے۔ جو سورہ احزاب کی آیت نمبر ۵۳ میں مذکور ہے۔ ارشاد ہوا

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ.

اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے تمہیں کچھ سامان مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔ متاع سے مراد روزمرہ کی ضروریات کی اور کام کی چیزیں ہیں۔ مثلاً کپڑے برتن وغیرہ۔

ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ.

یہ حکم اور یہ طریقہ یعنی پردہ کے پیچھے سے مانگنا شیطانی وسوسوں سے تمہارے دلوں کی اور ان کے دلوں کی پاکیزگی کا ذریعہ اور سبب ہے۔

نزول آیت کے اعتبار سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ حکم ازواج مطہرات نبی کے تعلق سے دیا گیا ہے لیکن امت کے اجابت کے تمام مردوں کے لیے عام مومن عورتوں کے تعلق سے بھی یہ حکم ہے جس میں کسی قسم کا استثنا نہیں ہے۔ چنانچہ ازواج مطہرات کے دلوں کی پاکی وپاکیزگی کا ذمہ خود خدا نے لے لیا ہے۔ جو لیذھب عنکم الرجس میں پوری تفصیل سے بیان ہوا ہے۔ ونیز اس کے مخاطب وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جو اس قسم کے وساوس وخطرات اور ارادوں سے پاک ہیں اس لیے کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! مسلمانو امیری باتوں کو خدا کی کتاب سے ملا لیا کرو۔ اگر وہ خدا کی کتاب سے مطابق ہوں تو ان باتوں کا کہنے والا میں ہوں۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر)

ان میں سے بعض تو وہ ہیں جن کی پاکبازی فرشتوں کی پاکبازی سے افضل واعلیٰ ہے جو اس مصرع کا مصداق تھے۔

دامن نچوڑ دوں تو فرشتے وضو کریں

اس کے باوجود ان کو حکم دیا جا رہا ہے کہ یہ طریقہ اختیار کریں جو طہارت قلب کے حصول اور وساوس نفسانی سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ مرد وعورت کے درمیان پردہ ہو۔

برادران عزیز! آج کون ایسا ہے کہ جس کا نفس قدوسیوں اور پاکبازوں کی جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نفوس قدسیہ سے زیادہ پاک ہو۔ اور کونسی مسلمان عورت ایسی ہے کہ جس کا نفس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے نفوس مطہرہ سے زیادہ پاک ہو جب ان کے آپس میں حجاب اور پردہ کا حکم ہے تو ہم کہاں۔

چہ نسبت خاک رابا عالم پاک

ہم تو ہر محفل مجلس میں ہر بزم وانجمن میں ہر دعوت وجلسہ میں بلکہ تعلیم و ملازمت میں برہنہ سر برہنہ پا اور برہنہ سینہ نظر آتے ہیں۔ بلکہ ہر کلب وہوٹل میں رقص وسرور میں مصروف ومشغول مخلوط زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور اس پر نازاں ہیں کہ اسے ثقافت وتہذیب کا نام دیتے ہیں۔ افسوس، صد افسوس۔

يَآيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَ بَنٰتِکَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ.

”اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنی بیویوں سے اور بیٹیوں سے اور مسلمان عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ نیچے کر لیا کریں اپنے اوپر تھوڑی تک اپنی چادریں۔“

جلباب: عربی میں اس بڑی چادر کو کہتے ہیں جس کو عورت دوپٹے کے اوپر سے اپنے بدن کو لپیٹ لیتی ہے۔ تو مطلب آیت شریفہ کا یہ نکلا کہ عورتوں کو بوقت ضرورت نکلنا جائز ہے مگر برقعہ یا چادر اوڑھ کر جس سے سارا بدن ڈھک جائے۔

ذٰلِکَ اَدْنٰی اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ. وَ کَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا.

”اس سے جلدی پہچان ہو جائے گی پھر ان کو نہ ستایا جائے گا۔ اور اللہ پاک بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ یعنی پھر اس صورت میں ان کو کوئی منافق بد چلن نہ چھیڑے گا۔“

ابن کثیر نے بحوالہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بڑی چادر کے اوڑھنے کا یہ طریقہ بیان کیا ہے کہ بڑی چادر میں تمام بدن کو ڈھانک کر نکلے تاکہ اس پر کسی کی نظر نہ پڑے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ

اَمَرَ اللّٰهُ نِسَآءَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا خَرَجْنَ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ فِيْ حَاجَةٍ اَنْ يُّغَطِّيْنَ وُجُوْهَهُنَّ بِالْجَلَابِيْبِ وَيُبْدِيْنَ عَيْنًا وَّاحِدَةً. (ابن کثیر)

ترجمہ: اللہ پاک نے مسلمان کی عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی ضرورت سے اپنے گھر سے باہر نکلیں تو اپنے سروں پر بڑی چادر ڈال کر چہرے کو چھپا لیں۔ اور ایک آنکھ راستہ دیکھنے کے لیے کھلی چھوڑ دیں (صوبہ سرحد میں جن عورتوں کے برقعے نہیں ہوتے وہ اسی طریقہ سے باہر نکلتی ہیں۔) اور امام محمد بن سیرین فرماتے ہیں، میں نے حضرت عبیدہ سلمانی سے آیت کا مطلب اور جلباب کی کیفیت دریافت کی تو انہوں نے سر کے اوپر بڑی چادر ڈال کر چہرے کو چھپا لیا اور صرف بائیں آنکھ کھلی رکھ کر ادنی اور جلباب کی تفسیر عملاً بیان فرمائی۔

اس آیت نے بصراحت چہرہ چھپانے کا حکم دیدیا ہے۔ چہرہ اور ہتھیلیاں اگر چہ فی نفسہ ستر میں داخل نہیں مگر وجہ فتنہ ان کا چھپانا بھی ضروری ہے۔ صرف مجبوری کی سورتیں مستثنیٰ ہیں۔ مسلمانوں میں بے پردگی عام ہو گئی ہے اسلام کا دعویٰ تو کیا جاتا ہے مگر کام سراسر اس کے خلاف ہے مسلمانو! ایک دن مرنا ہے قیامت کے دن اللہ کو کیا منہ دکھاؤ گے۔ جب تک مردوں میں غیرت نہ ہو اور عورتوں میں حیاء نہ ہو تب تک اس کا علاج غیر ممکن ہے ہم تو اپنے آپ کو پکا مسلمان کہتے ہیں۔ لیکن اسلام ہم سے نالاں ہے وہ تصدیق نہیں کرتا ہے۔ اس لیے کہ اسلام تعمیل احکام کا نام ہے وہ ہم میں ہے نہیں اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ.

اللہ پاک بندوں سے اسلام قبول کرتا ہے۔ اور اسلام کے احکام تو آپ نے پڑھ ہی لئے۔ تو اے برادر! انصاف آپ کے ہاتھ میں ہے کیا ہم اسلام کے موافق چلتے ہیں۔ موافقت کا دعویٰ تو یقیناً غلط ہے۔ اور مخالفت کی صورت میں اللہ کا حکم سنو۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ.

ترجمہ: اور جو شخص اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کو چاہے گا۔ وہ ہرگز ان سے قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور وہ آخرت میں تباہ کاروں میں ہوگا۔

ایک دن حضرت ابوبکر بلخی بلخ سے باہر نکلے راستے میں نہر تھی۔ نہر پر چند عورتیں تھیں جو پانی بھرنے کے لیے گئی تھیں جو کہ ننگے سر کھڑی آپس میں باتیں کر رہی تھیں۔ ایک شخص نے عرض کیا حضرت آپ آگے نہ جایئے عورتیں بلاحجاب نہر پر کھڑی باتیں کر رہی ہیں تو آپ نے فرمایا

لا حرمة لهن انما الشک في ايمانهن کانهن حربيات.

ان کی کوئی حرمت وشرافت باقی نہیں ان کے تو ایمان میں شک ہے (اس لیے کہ انہوں نے فرض کو چھوڑ دیا ہے یعنی پردے) کو گویا وہ حربی یعنی کافرہ عورتیں ہیں۔ (رواہ الخارج ج ۳ ص ۲۴۹)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شرط خدا کی کتاب میں نہیں ہے وہ باطل ہے۔ (رواہ الطبرانی الکبیر)

اور گویا کا لفظ اس لیے کہا کہ حقیقت میں تو مسلمان عورتیں ہیں لیکن ترک فرض کی وجہ سے ان کی مشابہت کافر عورتوں کے ساتھ ہوگئی۔

مسائل حجاب کا خلاصہ یہ نکلا کہ حجاب فرض ہے تو عورت گھر میں رہے جو کہ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ کا حکم ہے لیکن اگر ضرورت شرعی سے نکلے تو برقعہ اور بڑی چادر میں تمام بدن کو چھپا کر ایک آنکھ سے راستہ دیکھنے کے لیے کھلی رکھے۔ چہرہ ہتھیلیاں باتفاق ائمہ مذاہب ثلاثہ ابتداء عورت ہیں احناف کے نزدیک ابتداء ان کو عورت کا حکم نہیں دیا گیا تھا لیکن متاخرین احناف نے فساد زمانہ کی بناپر دیگر آئمہ ثلاثہ کے ساتھ اتفاق کیا ہے۔

ایک سبق آموز مسئلہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور میرے حجرے میں آپ کو دفن کر دیا گیا تو میں بلا حجاب روضہ مطہرہ پر حاضری دیا کرتی تھی۔ جب میرے والد حضرت ابوبکر صدیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن کیے گئے تو بھی میں بلا حجاب جاتی رہتی تھی کیونکہ شرعاً ان سے میرا پردہ نہ تھا۔ لیکن جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ساتھ دفن کیے گئے۔ اس کے بعد میں بلا حجاب کبھی اندر نہ گئی۔ حَیَاءً مِنْ عُمَرَ. کیونکہ مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیا آتی تھی۔ تو اے مسلمانو! جب کہ ایک اجنبی مرد سے قبر کے اندر حیا باعث حجاب بنی۔ تو بتایئے! کہ اجنبی مرد سے حالت حیات میں حیا اور پردہ کتنا ضروری ہے۔

پردہ کے فرائض واہمیت آیات قرآنی اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوگئی۔ لیکن مزید توضیح کے لیے قدرے اضافہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس بات کی وضاحت کی جائے کہ حجاب کا حکم کیوں اور کب نازل ہوا اور کس لیے نازل ہوا تاکہ اس کے تاریخی پس منظر، گردوپیش کے حالات اور اسباب وعلل سے واقفیت ہو جائے۔

بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نیک و بد ہر قسم کے لوگ آتے جاتے ہیں اس لیے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کو پردہ کرنے کا حکم دیں تو بہتر ہوگا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس تجویز وخواہش کے مطابق آیت حجاب نازل ہوئی نزول آیت حجاب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بڑی خوشی ومسرت کا اظہار کیا اور فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ میں نے تین امور میں موافقت اختیار کی ایک تو یہ مسئلہ حجاب ہے دوسرے مقام ابراہیم کو مصلیٰ بنانے کے سلسلے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِیْمَ مُصَلًّی.

یعنی مقام ابراہیم کو جائے نماز (نماز پڑھنے کی جگہ بناؤ) تیسرے ازواج مطہرات کے طلاق اور ان کے استبدال کے بارے میں چنانچہ ارشاد ہوا۔ عَسٰی رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ یُّبْدِلَهٗۤ الخ

ان مذکورہ امور میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی موافقت نہیں کی بلکہ اللہ پاک نے ان کی موافقت کی کہ ان کی تجویز اور رائے کے مطابق آیات واحکام نازل ہوئے اس کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ازروئے ادب وتعظیم یوں فرمایا کہ میں نے تین امور میں اللہ کی موافقت کی اسی لیے تو ان کے القاب میں کہا جاتا ہے نَاطِقًا بِالْحَقِّ وَالصَّوَابِ

یعنی راست ودرست، مناسب وموزوں سچ اور صحیح بولنے والے اور اصابت رائے کے مالک جن کے متعلق ایک ارشاد نبوی یہ ہے۔ اَلْحَقُّ یَنْطِقُ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ. عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر حق بولتا ہے یعنی ان کی زبان سے ہمیشہ حق اور صحیح بات ہی نکلتی ہے نہ صرف یہ کہ ان کی آراء وتجاویز وآیات قرآنی کی موافق ہوتی تھیں بلکہ آیات قرآنی ان کی رائے کے مطابق نازل ہوتی تھیں۔

مسئلہ حجاب میں ان کی تجویز کے مطابق آیت قرآنی کا نزول ہوا۔ اسی طرح سورہ تحریم کی آیت مذکورہ بالا عَسٰی رَبُّهٗ الخ کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ملول وکبیدہ خاطر دیکھ کر ازواج مطہرات سے کہا تھا کہ آپ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں ملول وکبیدہ خاطر کرتی ہیں ہرگز ایسا نہ کیجئے ورنہ اندیشہ ہے کہ وہ آپ کو طلاق دے دیں گے اور بصورت طلاق اللہ تعالیٰ انہیں ہر لحاظ سے تم سے بہتر بیویاں یعنی تمہارا نعم البدل عطاء فرمائے گا۔ چنانچہ انہی کے الفاظ کے مطابق آیت مذکورہ نازل ہوئی غرض انہی تین آیتوں پر کیا موقوف ہے قرآن مجید کی کئی آیتیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق نازل ہوئیں جو ان کے تفقہ فی الدین یعنی دینی سمجھ بوجھ اور بصیرت وفراست کی بین دلیل ہے عیاں راچہ بیان۔

اس امر کی کافی وضاحت ہو چکی ہے کہ حکم حجاب کیوں نازل ہوا دوسرے سوال کب نازل ہوئی کا جواب یہ ہے کہ آیت حجاب غالباً ۵ ہجری میں حضرت زینب بنت جحش کے نکاح کے وقت نازل ہوئی۔

تیسرے سوال کس لیے نازل ہوئی کا جواب یہ ہے کہ اس میں بہت فوائد ہیں شرعی بھی طبعی بھی۔ غیور انسان کی طبیعت اپنی بیوی ماں بہن جیسے رشتہ داروں کی آبرو پر داغ لگنے کو نہ صرف مکروہ سمجھتی ہے بلکہ اس کے یہ بات انتہائی طور پر ناقابل برداشت ہوتی ہے تو لہٰذا اس پر یہ لازم ہے کہ جو چیز اپنے لیے مکروہ اور ناقابل برداشت سمجھتا ہے دوسرے کے لیے بھی ناقابل برداشت سمجھ کر اس سے کنارہ کش رہے کہ یہی انسانی طبیعت کا خاصہ ہے۔ شرعی فوائد یہ ہیں کہ زنا جو افحش الفواحش اور نہایت بری چیز ہے اس کے خطرات ٹل جائیں گے اس لیے کہ جب عورت گھر میں بیٹھی رہے گی اور چادر اور چاردیواری میں رہے گی تو زنا اور اس کے اسباب ودواعی کا سد باب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانو! اگر تم میں سے کوئی چاہتا ہے کہ خدا سے باتیں کرے تو اس کو لازم ہے کہ قرآن پڑھے۔ (رواہ الخطیب فی التاریخ)

ہو جائے گا۔ ہاں اگر ضرورت اور بعذر شرعی نکلنا ہی پڑ جائے تو اس کو جواز ہے لیکن اپنے تمام بدن کو برقعہ یا بڑی لمبی چادر میں جو سر سے پاؤں تک ڈھانک لے چھپا کر نکلے صرف ایک آنکھ کی برابر حصہ دونوں طرف سے جالی یا کپڑے کا ہو جس سے قدم رکھنے کی جگہ دیکھ سکے اس صورت میں شرعی پردہ کی پابندی بھی ہو جائے گی۔ اور ضرورت بھی پوری ہو جائے گی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول کریم علیہ التحیۃ و التسلیم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دریافت فرمایا کہ بتاؤ کہ عورت کے لیے کیا چیز بہتر ہے سب خاموش رہے کسی نے کچھ جواب نہ دیا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی اس کا جواب نہ دیا اور نہ اس کی وضاحت کی میں گھر چلا آیا میں نے فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے وہی دریافت کیا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دریافت فرمایا تھا۔ انہوں نے جواب دیا لَا یُرِیْنَ الرِّجَالَ وَلَا یَرَوْنَهُنَّ یعنی عورتوں کے لیے یہ بہتر ہے کہ وہ مردوں کو نہ دیکھیں اور مرد بھی ان کو نہ دیکھیں، میں نے یہ جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو نقل کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا صَدَقَتْ اِنَّهَا بِضْعَةٌ مِنِّی. انہوں نے درست کہا بے شک وہ میرا ٹکڑا ہیں یعنی میری دختر اور میرا جگر گوشہ ہیں۔

یہ احتیاط اور احتراز واجتناب نظر براجنبی واجنبیہ ہے اسی وقت ممکن ہے جب عورت گھر کی چار دیواری میں رہے اور پردہ کی پابندی کرے جس کی تاکید وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ. میں کی گئی ہے اس باہر نہ نکلنے اور پردہ کی پابندی کی وجہ سے عورت کو قرب خداوندی کی نعمت عظمیٰ حاصل ہو جائے گی جس کا ہر مسلمان متمنی و آرزومند ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے وَاَقْرَبُ مَا تَکُوْنُ مِنْ وَجْهِ رَبِّهَا وَهِیَ فِیْ قَعْرِ بَیْتِهَا.

یعنی عورت اپنے رب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتی ہے جبکہ وہ گھر کے اندرونی حصہ میں ہو۔ قرب سے مراد رضا الٰہی اور خدا کی خوشنودی ہے جو نزول رحمت اور عطاء نعمت کا باعث ہے غرض عورت کے اس عمل سے اللہ بھی راضی اور خوش ہوتا ہے اور وہ خود بھی اجنبی مردوں کی نظر سے محفوظ رہتی ہے۔

حدیث قدسی میں ہے جسے طبرانی نے نقل کیا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلنَّظْرَةُ سَهْمٌ مَسْمُوْمٌ مِنْ سِهَامِ اِبْلِیْسَ مَنْ تَرَکَهَا مِنْ مَخَافَتِیْ اَبْدَلْتُهٗ اِیْمَانًا یَجِدُ حَلَاوَتَهٗ فِیْ قَلْبِهٖ.

غیر محرم اور اجنبی پر نظر شیطان کے زہریلے یعنی زہر میں بجھے ہوئے تیروں میں سے ایک زہر میں بجھا ہوا تیر ہے جس نے میرے خوف سے اسے چھوڑ دیا یعنی اس سے باز رہا تو میں اس کے دل کو ایمان کے نور سے بھر دوں گا۔ جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔

بے جا نظر زنا کے دواعی میں سے ہے اس کے ساتھ اگر نامحرم واجنبی کے ساتھ گفتگو بھی شامل ہو جائے تو سمجھ لیجئے کہ ایٹم بم تیار ہو گیا صرف بٹن دبانے کی ضرورت ہے اللہ تعالیٰ سب کو اس سے محفوظ رکھے آمین۔

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد
بسا ایں آفت از گفتار خیزد

یعنی عشق صرف دیکھنے ہی سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ بسا اوقات یہ آفت گفتار اور ہم کلامی سے بھی پیدا ہوتی ہے۔

جب عورت بہترین لباس زیب تن کیے زیورات سے مزین ہو کر رخساروں پر غازہ ملے ہوئے لبوں پر سرخی لگائے ہوئے مردوں کے شانہ بشانہ اختلاط کے ساتھ بازاروں میں آزادانہ خرید و فروخت کرتی پھرے یا تفریح گاہوں میں ننگے سر یا نیم عریاں ہو کر خوش خرامی کرے تو اس صورت میں اس کی عصمت وعفت کی حفاظت اور بچاؤ کی کیا امید ہو سکتی ہے۔ الا ماشاء اللہ

اللہ عزوجل کی ذات بڑی ہی غیور ہے کہ اس نے زنا جیسے فواحش کے دواعی واسباب اور ذرائع و وسائل کو ممنوع قرار دیا ہے اور اس کے قریب جانے بھی سے روکا ہے ارشاد فرماتا ہے

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓی اِنَّهٗ کَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِیْلًا.

زنا کے قریب بھی نہ جاؤ یہ نہایت ہی بے حیائی کا کام اور انتہائی برا راستہ ہے اس راستہ پر مت چلو مقصد تو یہ ہے کہ ہرگز زنا جیسا برا کام نہ کرو لیکن بجائے زنا کے اس کے قریب جانے سے منع فرمایا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے آدم وحوا علیہما السلام کو جنت میں بسایا تو فرمایا:

لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَکُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ.

اور تم دونوں اس درخت کے قریب نہ جاؤ ورنہ تم ظالموں میں شامل ہو جاؤ گے مطلب یہ تھا کہ اس کے پھل نہ کھاؤ لیکن اس کے پاس جانے سے منع فرمایا اس لیے کہ وہ ذریعہ ہے کھانے کا۔

اسی طرح فرمایا وَلَا تَرْکَنُوْٓا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّکُمُ النَّارُ.

منشاء تو یہ تھا کہ ظالموں کی معیت و معصیت سے بچو لیکن ان کی طرف میلان اور التفات سے منع فرمایا۔ جو ذریعہ تھا ظالم بن جانے کا اور ظالموں میں شامل ہو جانے کا جس طرح ان قرآنی آیات میں گناہ کے صدور سے بچانے کے لیے ان کے قرب اور ان کے دواعی واسباب سے منع کیا گیا بالکل اسی طرح زنا جیسے شدید ترین گناہ سے بچنے کے لیے بے پردگی اور بے حجابی کو ممنوع قرار دیا گیا ہے اس لیے کہ بے پردگی بے حیائی کی جڑ ہے پردہ نہیں تو شرم وحیا بھی نہیں جب حیا نہیں تو گناہ سے باک بھی نہیں چنانچہ مثل مشہور ہے "بے حیا باش ہر چہ خواہی کن" "بے حیا بن کے جو چاہے سو کر کہ حیا ہی گناہوں اور برے کاموں سے مانع ومزاحم ہوتی ہے۔"

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کے ساتھ بے انتہا رؤف رحیم ہیں

فرماتے ہیں۔

مَا تَرَكْتُ بَعْدِىْ فِى النَّاسِ فِتْنَةً اَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَآءِ. (ہذا حدیث حسن صحیح ترمذی شریف ج ۲ ص ۱۰۲)

یعنی میں نے اپنی وفات کے بعد لوگوں میں مردوں کے لیے نقصان دہ اور ضرر رساں فتنہ عورتوں سے زیادہ اور کوئی نہیں چھوڑا۔ عورت بذات خود فتنہ ہے اور اس کے علاوہ شیطان ورغلانے اور بہکانے کے لیے مرد و عورت کے درپے ہے۔ جس سے اللہ کے فضل اور اس کی مدد کے بغیر بچاؤ کی کوئی صورت نہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَا تَّخِذُوْهُ عَدُوًّا اِنَّمَا يَدْعُوْ حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحَابِ السَّعِيْرِ (سورہ فاطر آیت ۶)

تحقیق شیطان تمہارا دشمن ہے تم بھی اسے دشمن سمجھو وہ اپنے گروہ کو بلاتا ہے کہ وہ تمہیں بہکائے اور ان کے بہکانے میں آ کر تم گناہوں میں مبتلا ہو جاؤ اور اس طرح دوزخ والوں میں سے ہو جاؤ۔

دیکھو ہمارے بابا آدم علیہ السلام کو جب اللہ نے پیدا کیا تو سب ملائکہ نے بحکم رب العلمین ان کو سجدہ کیا مگر ابلیس نے احکم الحکمین کے حکم کو نہیں مانا اور سجدہ سے انکار کیا اللہ پاک نے آدم علیہ السلام کو جنت میں اعزازی دخول سے نوازا اور جنت میں حوا علیہا السلام کو ان کی بائیں پسلی سے پیدا کیا اور دونوں کو سمجھایا کہ اسی جنت میں دونوں عیش کی زندگی گزارو جو چاہو کھاؤ مگر یہ ایک درخت ہے اس کے قریب نہ جاؤ یعنی اس سے مت کھاؤ ورنہ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔ اور یہاں سے نکالے جاؤ گے اور پھر زمین میں تکلیف کی زندگی گزارو گے وہاں اپنے ہاتھ کی محنت سے کماؤ گے بھوک پیاس لگے گی موسمی سردی اور گرمی کا بھی سامنا کرنا پڑے گا۔ اور کپڑے بھی میلے کچیلے ہوتے رہیں گے اور یہاں جنت میں نہ بھوک ہے نہ پیاس ہے نہ گرمی ہے نہ سردی نہ میل کچیل ضروریات زندگی سب مہیا ہیں ہر چیز خدا داد موجود ہے اور یہ بھی خوب یاد رکھو کہ شیطان تمہارا دشمن ہے اس کے فریب میں نہ آنا ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے جنت سے نکالے جانے کا سبب بن جائے۔ اس سے ہوشیار رہو۔

باوجود ان کے سمجھانے کے نوشتہ ازل راچہ علاج۔ شیطان نے آدم علیہ السلام و حوا علیہا السلام کو اللہ پاک کی ذات پر جھوٹی قسم سے دھوکہ میں ڈالا اور کہا کہ دیکھو میں تمہارا خیر خواہ ہوں اس جنت میں ہمیشہ رہنے کے لیے ترکیب بتاتا ہوں۔ آدم علیہ السلام نے سمجھا کہ اللہ پاک کے مبارک نام پر کون جھوٹی قسم کھائے گا۔ واقعی یہ میری خیر خواہی کرتا ہے تو ابلیس سے کہا بتاؤ کیا ترکیب ہے تو ملعون نے شجرہ ممنوعہ کو اشارہ کیا اور کہا کہ یہ شجرۃ الخلد ہے اس کی تاثیر یہ ہے کہ اس کے کھانے کے بعد ہمیشہ جنت میں رہو گے اور بادشاہی کی زندگی بسر کرو گے آدم علیہ السلام کے ذہن سے یہ بات نکل گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس درخت کے کھانے سے مجھے منع کیا تھا۔ چنانچہ میاں بیوی نے کھا لیا کھاتے ہی فوراً دونوں کا لباس جو زیب تن تھا، بدن سے اتر گیا، دونوں برہنہ ہو گئے۔ شرم کے مارے جنت کے درختوں کے پتے لے کر اپنے بدن سے چپکانے لگے۔ ادھر سے حکم آیا نکل جاؤ جنت سے میں نے تم کو اس درخت کے کھانے سے منع کیا تھا۔ چنانچہ آدم علیہ السلام و حوا علیہا السلام دنیا میں آ گئے تو شیطان کی آدم علیہ السلام کو پہلی دشمنی ان کو سجدہ نہ کرنیکی۔ دوسری دشمنی ان کو جنت میں ننگا کرنے کی اور تیسری جنت سے نکالنے کی تدبیر۔ تو کیا ایسا پکا دشمن آدم علیہ السلام کی اولاد کو دنیا میں اللہ کے احکام کی بجا آوری کے لیے چھوڑے گا۔ گناہوں کی تزئین اور ترغیب قسم قسم کے حیلوں سے ان کی نظروں میں پیش نہیں کرے گا؟ ضرور کرے گا ضرور کرے گا اسی لیے اللہ پاک فرماتا ہے۔ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا.

ایک عجیب مباحثہ:

صحیح مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے آدم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے سامنے کچھ مباحثہ کیا اور آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے آدم علیہ السلام سے کہا: آپ آدم ہیں آپ کو اللہ پاک نے اپنے خاص دست قدرت سے بنایا۔ آپ کے اندر روح پھونکی۔ آپ کو فرشتوں سے سجدہ کرایا اور آپ کو جنت میں رکھا۔ لیکن آپ نے اپنے قصور کی وجہ سے اپنے آپ کو اور اولاد کو زمین پر اتروایا۔ آدم علیہ السلام نے جواب میں کہا کہ آپ موسیٰ علیہ السلام ہیں آپ کو اللہ نے اپنی رسالت اور ہمکلامی کے لیے منتخب فرمایا اور آپ کو توریت دی جس کے اندر ہر چیز کا واضح بیان تھا کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ میری پیدائش سے کتنی مدت پہلے اللہ پاک نے توریت لکھ دی۔ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا چالیس برس پہلے آدمؑ نے کہا۔ اس میں یہ بھی تھا کہ آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور بھٹک گیا جس کی وجہ سے جنت سے نکلنا پڑا موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہاں۔ آدم علیہ السلام نے کہا پھر آپ مجھے ایسے کام کرنے پر کیوں ملامت کرتے ہیں جس کا صادر ہونا میری پیدائش سے چالیس سال پہلے لکھ دیا گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس طرح آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔

صَدَقَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه وسلم لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمَاتِ اللهِ.

اب یہ امر قابل غور ہے کہ نافرمانی تو آدم علیہ السلام سے بھی صادر ہو گئی اور ابلیس سے بھی پھر آدم علیہ السلام کی توبہ قبول اور ابلیس ملعون الی یوم الدین رہ گیا۔ اس کی وجہ اللہ پاک نے سورہ طٰہٰ کے چھٹے رکوع کی آخر آیت میں بیان فرمائی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

میں نے آدم علیہ السلام کو پہلے سے بتایا تھا کہ اس درخت کے قریب مت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا اس اپنی کتاب سے بعض لوگوں کو بلند درجہ پر پہنچائے گا اور بعض کو پست کر ڈالیگا۔ (مسلم)

جاؤ سو اس سے بھول ہو گئی۔ اس نے کھا لیا اور ہم نے اس کے دل میں کھانے کا عزم یعنی پختہ ارادہ نہیں پایا جرم تو اس نے کیا مگر بھول سے کیا اور بھول قابل معافی جرم ہے قاضی عیاض نے شفاء میں لکھا ہے اللہ پاک نے اس آیت کریمہ میں خود آدم علیہ السلام کا عذر پیش کیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آدم علیہ السلام کو اللہ پاک نے پیدا کیا تو انکی پشت پر دست قدرت پھیر دیا جس کی وجہ سے نفوس انسانی جن کو آدم علیہ السلام کی نسل سے قیامت تک ہر شخص کی دونوں آنکھوں کے درمیان اللہ پاک نے نور کی ایک چمک پیدا کر دی اور سب کو آدم علیہ السلام کے سامنے کیا۔ آدم علیہ السلام نے پوچھا کہ اے رب یہ کون ہیں؟ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا کہ یہ تیری نسل ہے۔ آدم علیہ السلام نے ان میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ جس کی آنکھوں کے درمیان نور کی چمک زیادہ تھی آدم علیہ السلام کو بہت اچھی لگی عرض کیا اے میرے رب یہ کون ہیں؟ اللہ پاک نے فرمایا یہ داؤد علیہ السلام ہیں آدم علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب تو نے اس کی عمر کتنی مقرر کی ہے ارشاد ہوا ساٹھ برس۔ آدم علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب۔ میری عمر میں سے چالیس برس لے کر اس کی عمر سو سال کر دو۔ چنانچہ اللہ پاک نے ایسا ہی کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام کی عمر ختم ہو گئی اور وہ چالیس برس رہ گئے تو موت کا فرشتہ روح قبض کرنے آ گیا آدم علیہ السلام نے کہا ابھی تو میری عمر کے چالیس برس باقی ہیں۔ فرشتہ نے کہا کہ آپ نے وہ چالیس برس داؤد علیہ السلام کو نہیں دیئے تھے۔ آدم علیہ السلام نے انکار کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وجہ یہ ہے کہ آدم سے بھول ہو گئی، شجر ممنوعہ سے بھی کھا لیا تو ان کی اولاد سے بھی بھول ہوتی ہے۔ اور آدم علیہ السلام نے انکار کیا تو ان کی اولاد بھی انکار کرتی ہے۔ آدم علیہ السلام سے خطا ہو گئی تو ان کی اولاد بھی خطا کرتی ہے۔ اور یہ تینوں غلطیاں اللہ پاک نے ان کو معاف فرما دیں۔ جب انہوں نے معافی مانگی اسی طرح اگر ان کی اولاد اپنی غلطیوں کی معافی اپنے رب سے مانگے تو ان کو بھی معافی ہو جائے گی۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا الایۃ رُفِعَ عَنْ اُمَّتِیْ الْخَطَاءُ وَالنِّسْيَانُ (الحدیث)

شیطان نے دیدہ دانستہ نافرمانی کی تو اس کو حکم ہوا

فَاخْرُجْ اِنَّکَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ. نکل جاؤ تو ذلیلوں میں سے ہے۔

اِنَّ عَلَيْکَ لَعْنَتِیْ اِلٰی يَوْمِ الدِّيْنِ. تیرے اوپر قیامت تک میری لعنت ہے اور اس کے بعد دائمی عذاب۔ اور آدم علیہ السلام کی غلطی بھول سے ہوئی۔

تو ارشاد فرمایا: ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى.

پھر ان کے رب نے ان کو اور زیادہ مقبول بنایا اور راہ راست پر ہمیشہ کے لیے قائم رکھا۔ یعنی اللہ پاک نے ان کو یہ الفاظ سکھائے۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ.

اے ہمارے رب ہم نے اپنے اوپر خود ظلم کیا اگر تو ہم کو معاف نہ کرے گا تو ہم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے تو عاجزی کے ساتھ دعا مانگتے ہی معافی آ گئی اور شیطان نے کہا بہت اچھا آدم علیہ السلام کی وجہ سے تو نے مجھے ملعون کیا۔ آدم علیہ السلام کے ساتھ جو کرنا تھا وہ تو کر لیا اس کے بعد اب میں اس کی اولاد کو بھی ورغلاتا رہوں گا۔ برائیاں اور کفران کی نظروں میں مزین کروں گا۔ تیرے شکر گذار بندے کم ہوں گے اپنی غلطی پر اڑا رہا اس لیے دائمی جہنمی ہو گیا۔

كُلُّ شَيْءٍ يَّرْجِعُ اِلٰى اَصْلِهٖ. ابلیس آگ سے پیدا ہوا تھا آگ کی طبیعت میں اونچائی ہے اوپر جاتی ہے، بجائے فروتنی کے آگ بگولا ہو گیا۔ آدم علیہ السلام مٹی سے بنے تھے مٹی کی طبیعت میں عاجزی ہے فروتنی ہے عاجزی اختیار کی معافی مانگی غفور الرحیم نے ان کو معاف کیا اس لیے صوفیائے کرام فرماتے ہیں نیستی ما باعث ہستی ما، پستی ما باعث سربلندی ما، ہماری نیستی ہستی کی باعث بنتی ہے اور عاجزی سربلندی کا سبب بنتی ہے۔

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ جس نے اللہ کے لیے عاجزی اختیار کی اللہ پاک اس کو سربلند کرتا ہے

خاک شو خاک تا بروید گل کہ بجز خاک نیست مظہر گل

مٹی ہو جاؤ تا کہ تجھ سے پھول اگیں اس لیے کہ مٹی کے بغیر پھول نہیں اگ سکتے جب آدم علیہ السلام زمین پر آ گئے اور اولاد کا سلسلہ شروع ہوا تو شیطان نے آدم علیہ السلام کی اولاد پر اپنا جال پھیلانا شروع کیا تو بہن کے نکاح کے معاملے میں قابیل کو ورغلا کر ہابیل کو قتل کرا دیا جو کہ کفر کے بعد سب گناہوں میں سے بڑا گناہ ہے اور اس گناہ کی منشا عورت ٹھہری اب آگے آدم علیہ السلام کی اولاد بھی بڑھتی گئی تو ابلیس نے سوچا کہ ایک جماعت معاونین کی بنانی چاہیے تا کہ ہر جگہ اور ہر وقت سلسلہ چلتا رہے تو اس کی اپنی اولاد یعنی شیاطین تو تھے۔ لیکن اولاد آدم علیہ السلام سے بھی اس کو مددگار مل گئے جن کو قرآن پاک نے شیاطین الانس سے تعبیر فرمایا ہے۔ خود تو کرسی صدارت پر بیٹھ گیا اور اولاد آدم علیہ السلام کی تباہی کے لیے ان دونوں کو لگا دیا وہ اپنی اپنی ڈیوٹیاں پوری کر کے اپنے بڑے ابا جان کو رپورٹیں پہنچاتے ہیں۔ اور وہ ہر ایک کو شاباش کہتا ہوا اپنا کام نکالتا ہے۔

آٹھویں پارہ کی دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے

وَكَذٰلِکَ جَعَلْنَا لِکُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ الی اخرہ.

جس طرح کفار مکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عداوت کرتے

ہیں اور اذیتیں پہنچاتے ہیں۔ اسی طرح گذشتہ پیغمبروں کے دشمن انس و جن میں سے تھے جو ان کو تکلیفیں دیتے تھے۔ انہوں نے اس پر صبر کیا اور آپ بھی صبر کرتے جایئے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اور حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے جب جنی شیطان انسان کے ورغلانے میں ناکام ہوتا ہے تو وہ انسی شیطان کو انسان کے ورغلانے پر مامور کرتا ہے اپنے آپ کو کامیاب کرتا ہے اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی روایت بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کیا شیاطین جن وانس سے تو نے اللہ کی پناہ مانگی ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا انسانوں میں بھی شیطان ہوتے ہیں فرمایا کہ ہاں وہ شیاطین جن سے برے ہوتے ہیں مالک بن دینار رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ شیاطین انس شیاطین جن سے زیادہ شریر ہوتے ہیں جب میں اعوذ باللہ پڑھ لیتا ہوں تو شیاطین جن بھاگ جاتے ہیں لیکن شیاطین انس باوجود اعوذ باللہ پڑھنے کے مجھے گناہ کی طرف کھینچتے ہیں اور اس منحوس انسانی شیطان سے پناہ مانگنے پر تو اللہ پاک نے اپنی مقدس کتاب قرآن کریم کو ختم کیا ہے مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ. پوری سورت کا ترجمہ یہ ہے: ''کہہ دیجئے اے میرے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ میں آتا ہوں لوگوں کے مالک کی اور لوگوں کے معبود کی پناہ میں وسوسہ ڈالنے والے، پیچھے ہٹ جانے والے کی برائی سے جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے خواہ وہ جن ہوں یا انسان۔ چنانچہ شیطان انس پر قرآن ختم ہو گیا۔

اے مسلمانو! قرآن پر عمل کرو قرآن ہر مرض کے لیے اکسیر ہے دین و دنیا کی تمام سعادتیں اسی میں مضمر ہیں۔

اگر مسلمان جینا پسند کرتے ہوں تو قرآن پر عمل کیے بغیر ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ آج کل بے پردگی جو عام ہو گئی ہے اس کی وجہ قرآن سے لا تعلقی اور بری صحبت ہے برے دوست کی صحبت سے دور رہو۔

حجاب تو مسلمانوں سے اٹھ گیا اس کی ایک وجہ جنی شیطان کی پیروی ہے اور دوسری انسی شیطان کی دوستی۔ نعوذ باللہ منہما۔

(اقتباس از اصلاح المسلمین حضرت عبد الستار شاہ بنیری رحمہ اللہ از باب ہفتہ)

باب ۱۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کبائر ورذائل اخلاق

کبائر ورذائل اخلاق

یوں تو رذائل اخلاق، قبائح شرعی اور کبائر کی فہرست نہایت طویل ہے پھر اس کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جن کا تعلق صرف فرد سے ہے اور اس کے نتائج بھی فرد ہی سے متعلق ہیں۔ جنہیں انفرادی کہا جاتا ہے۔ دوسرے وہ اجتماع اور معاشرے سے متعلق ہیں اور ان کے اثرات بھی جماعت و معاشرہ پر پڑتے ہیں۔ اس مختصر سے رسالہ میں ان تمام کا کلی طور پر بیان مشکل و دشوار ہے اس لیے ان میں سے چند کے تعلق سے جو ہمارے معاشرے میں اس قدر عام اور مروج ہیں کہ ان سے عوام و جہلاء تو کیا خواص و شرفاء بھی الا ماشاء اللہ غافل ہیں۔ بلکہ ان کا ارتکاب دانستہ و نادانستہ عمداً یا خطأً روزانہ کرتے ہی رہتے ہیں۔ بطور تنبیہ آیات قرآنیہ اور بالخصوص احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے ممنوع وحرام اور ناجائز و ناروا ہونے کو ثابت کرتے ہوئے ان کے سلسلے میں وارد وعیدیں بھی اس امید میں بیان کی گئی ہیں کہ یاددہانی اور تذکیر ہو جائے اور ان سے اجتناب واحتراز کی جانب بطور خاص توجہ کی جائے تاکہ مسلم معاشرہ فتنہ و فساد کی آماجگاہ نہ ہو بلکہ امن و آشتی اور اصلاح و افلاح کا گہوارہ بن جائے۔ مختلف کبائر ورذائل کے عنوانات بھی قائم کردیئے گئے ہیں۔ تاکہ قاری کے لیے عنوان کے تحت مطالعہ کی آسانی ہو جائے رسالہ ہذا صرف ان رذائل اخلاق کے بیان اور وعیدوں تک محدود ہے جن کا تعلق ظاہر سے ہے۔ باطنی رذائل پر تو اس میں کچھ نہیں لکھا گیا۔ کہ ان کے ازالہ کے لیے کسی مشفق ناصح اور رہبر کامل کی صحبت و رہنمائی بھی درکار ہے اللہ ہمیں رذائل سے بچائے فضائل کا خوگر بنائے۔ آمین۔

حکومت وامارت

عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلس گرامی میں موجود حاضر صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ اے اصحاب! اگر تم چاہتے ہو تو میں تمہیں امارت سے باخبر و مطلع کروں کہ وہ کیا چیز ہے؟ میں نے بآواز بلند عرض کیا۔ ہاں بتلا دیجئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی ابتداء ملامت ہے۔ اور انتہا ندامت یعنی حسرت وافسوس اور بالآخر قیامت کے دن عذاب میں مبتلا ہونا ہے۔ البتہ وہ صاحب امارت وحکومت لوگ اس ملامت و ندامت اور ابتلائے عذاب سے مستثنیٰ ہیں۔ جو عدل وانصاف سے امارت وحکومت کے کاروبار انجام دیں۔ اس لیے کہ اپنے اعزاء واقرباء کے ساتھ عدل کرنا ہی مشکل اور کٹھن ودشوار کام ہے اور بسااوقات ان کی طرف داری وحمایت میں عدل وانصاف کا دامن مضبوطی سے تھامے رہنا محال نہیں تو ناممکن اور مشکل ضرور ہے۔ (ترغیب وترہیب بحوالہ بزار)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امراء کے لیے ویل ہے (ویل جہنم کا ایک گڑھا ہے جس میں دوزخیوں کی خون و پیپ جمع ہوگی جن میں دوسرے مقامات کی بہ نسبت سخت ترین عذاب ہوگا) ویل ہے قبیلہ کے رئیس کے لیے ویل ہے امانت رکھنے والے کے لیے۔ قیامت کے دن اپنی شدید ترین تکلیف دہ سزاؤں سخت ترین اور الم انگیز عذاب کی وجہ سے یہ لوگ اس بات کی آرزو کریں گے کہ کاش دنیا میں ہم آسمان وزمین کے درمیان سر کے بل لٹکائے جاتے مگر اس شدید ترین تکلیف وسزا سے محفوظ رہتے۔ (ترہیب بحوالہ ابن حبان)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین قسم کے لوگوں کی دعا (بفضل خدا) رد اور نامقبول نہیں ہوتی۔ (۱) روزہ دار جب تک روزہ افطار نہ کرے۔ (بشرطیکہ اس کا روزہ حقیقی روزہ ہو فاقہ نہ ہو) (۲) عادل حاکم (جو مسلمانوں اور اپنی تمام رعایا کے ساتھ عدل وانصاف کرے (۳) مظلوم یعنی اس کی بددعا جب وہ ظالم کے ظلم سے پریشان ہو کر مجبور کرتا ہے تو آسمان کے دروازے اس کے لیے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے اپنی عزت کی قسم میں ضرور تیری مدد کروں گا۔ چاہے بدیر ہی سہی یعنی اس ظالم کے حق میں تیری بددعا قبول کروں گا۔ اور اس کا قرار واقعی بدلہ اور سزا دوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا: قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا

تحقیق اللہ تعالیٰ نے ہر کام کے لیے ایک وقت معین کیا ہے اور ہر چیز کے لیے ایک خاص اندازہ متعین کیا ہے۔ (ترغیب رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی قرآن سیکھے اور لوگوں کو سکھائے اور اس پر عمل کرے میں اس کو جنت میں کھینچ کر لے جاؤں گا۔ (رواہ ابن عساکر)

وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے پاس سب سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ مقرب ونزدیک تر عادل حاکم ہوگا۔ (جس نے اپنے دور حکومت میں عدل و انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا ہو) اور سب سے زیادہ مبغوض اور اس سے بعید تر اور نہایت دور ظالم ہوگا۔ (جس نے اپنی رعایا اور ماتحت لوگوں پر ظلم کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی ہوگی) (ترمذی طبرانی بحوالہ ترغیب)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ میں سب سے زیادہ عذاب اس شخص کو ہوگا جس نے کسی نبی یا رسول کو قتل کیا ہو یا کسی نبی یا رسول نے اسے قتل کیا ہو۔ اور جو ظالم حاکم ہو (طبرانی، بحوالہ ترغیب وترہیب)

بے حیائی، عریانی، اور فحاشی:

ابن ماجہ کی حدیث میں ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس قوم میں علی الاعلان، برسر عام، بے حیائی کے کام اور فحاشی ہونے لگے تو اس قوم میں طاعون اور اس جیسے وبائی اور مہلک امراض پیدا ہو جائیں گے کہ اس کے اسلاف نے ان میں سے بہت سی بیماریوں اور وباؤں کا نام تک بھی نہ سنا ہوگا۔ (صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول نے سچ فرمایا) اس زمانہ میں بے حجابی عریانی اور بے حیائی اپنی انتہا کو پہنچ گئی ہے وہ عورتیں جن کی امتیازی خصوصیت چادر اور چار دیواری میں رہ کر امور خانہ داری، گھریلو فرائض کی انجام دہی اور اولاد وزوج کے حقوق کی ادائیگی تھی۔ وہ زینت محفل اور شمع انجمن بن گئیں ہیں۔

حادہ چمکی نہ تھی انگلش سے جب بیگانہ تھی
اب ہے شمع انجمن پہلے چراغ خانہ تھی

مردانہ کھیل تماشے مثلاً ہاکی، ٹینس وغیرہ ان کے شعار بن گئے ہیں۔ اور ان میں مردوں سے مسابقت کی کوششیں جاری ہیں۔ بلا حجاب اور تنہا بلا محرم کے حتیٰ کہ نامحرم کے ساتھ سفر اور وہ بھی غیر ممالک میں اکثر امور میں مردوں کے شانہ بشانہ ان کے ساتھ شرکت واشتراک اور بلا تکلف میل جول خلط ملط بلکہ دوستی وآشنائی ان کا طرّہ امتیاز بن گیا ہے۔ یہ تو آغاز و ابتداء ہے انجام وانتہا کا پتہ نہیں۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔

نئے نئے امراض وعوارض جن کے نام نہ ڈاکٹر کی کتاب میں نہ حکیم کی بیاض میں رونما ہونے لگے ہیں۔ یہ تمام بلائیں اور امراض وعوارض بے حیائی اور فحش کاری کے ثمرات ونتائج ہیں۔ فلم بینی ملک میں عام ہوگئی ہے۔ جس میں برہنہ تصاویر کی نمائش ہوتی ہے۔ گانا بجانا، رقص وسرور، بوس وکنار اور نہ معلوم کیا کیا ہوتا ہے۔ ماں باپ کے ساتھ جوان بیٹے، داماد، بہو، بیٹیاں اور شوہروں کے ساتھ بیویاں غرض خورد وکلاں سب مل بیٹھ کر ڈرامے اور فلمیں دیکھتے ہیں۔ قہقہے لگاتے ہیں۔ تالیاں بجاتے ہیں۔ اس کے باوجود انسانی ہی نہیں بلکہ دینی غیرت وحمیت اور شرافت ونجابت کے بلند بانگ دعوے ہیں۔

تپ دق کے مریض کا علاج جسے لاعلاج سمجھا جاتا ہے آسان ہے مگر اس کا علاج نہایت مشکل بلکہ ناممکن ہے اس لیے کہ جو تنزل کو ترقی ادبار کو اقبال پستی کو بلندی سمجھے اسے کون سمجھائے اس پر یہ طرّہ کہ اس بے حیائی اور فحش کاری کو عام کرنے میں اور ترقی دینے میں حکومتیں خود ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہیں۔ اور بھرپور کردار ادا کر رہی ہیں۔ سینما گھروں کے علاوہ ٹی وی وغیرہ بھی اس کے عام کرنے میں کسی سے پیچھے نہیں جب اس کی برائیاں پیش کی جاتی ہیں تو اس کے جواز بلکہ ضرورت کی اس دلیل کے ساتھ توجیہ کی جاتی ہے کہ ٹی وی نے اسلام کی بڑی خدمت کی ہے اور یہ خدمت جاری ہے اس میں کوئی شک نہیں لیکن اسلام کی خوبیاں اجاگر کرنے اور چمکنے میں نہیں بلکہ اسلام کی بیخ کنی اور اس کے مٹانے میں العیاذ العیاذ۔

ٹخنوں سے نیچے پاجامہ پہننا

ٹخنوں سے نیچے پاجامہ کا ہونا یا لنگی یا تہبند کا اس سے نیچے لٹکانا بھی سخت گناہ ہے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ اللہ پاک اس شخص کی طرف نظر رحمت سے نہ دیکھے گا جو اپنے پاجامہ کو ٹخنے سے نیچے رکھے اور لنگی اور تہبند کو اس سے نیچے لٹکائے (بخاری)

فقہا نے کہا ہے کہ ٹخنوں سے نیچے پاجامہ یا پتلون میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

فوٹو اور تصویر

گھروں میں دیواروں پر فوٹو اور تصویر آویزاں کرنا اور اپنے خاندان کے محرم ونامحرم لوگوں (مرد وعورت) کی تصویروں کے البم بنا کر رکھنا اور مختلف قسم کے غیر ضروری تصاویر اور فوٹوؤں والے رسائل کا اپنے دیوان خانہ میں رکھنا باعث رونق اور زینت سمجھا جاتا ہے۔ اور اس کا رواج عام ہو چلا ہے۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: رحمت کے فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو (بخاری ومسلم) اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یہ بھی ہے کہ اللہ کے پاس سب سے زیادہ سخت عذاب تصویر بنانے والے کو ہوگا۔

مسلمانوں میں انتہائی بے حیائی اور بے غیرتی کی ایک بری رسم اور بھی ہو گئی ہے کہ نکاح کے بعد دولہا دلہن کو بناؤ سنگھار کر کے خوب سجا کر محرم وغیر محرم ہر طرح کے مرد وعورت عزیز واقارب کے ساتھ بلا حجاب بٹھایا جاتا ہے۔ اور ایک غیر محرم پیشہ ور مصور وفوٹو گرافر ان سب کی تصویر کھینچتا اور فوٹو لیتا ہے۔ جسے گروپ فوٹو کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ مختلف مواقع اور رسوم میں متفرق زاویوں سے دولہا دلہن وغیرہ کا فوٹو مردانہ اور زنان خانہ بلکہ کمرہ عروسی میں بھی کھینچا جاتا ہے۔ ستم بالائے ستم یہ کہ وہ گروپ فوٹو اور بعض دوسری تصاویر

اخباروں میں بھی چھپوائی جاتی ہیں۔ جسے اخبار بینوں کی اکثریت دیکھتی ہے اور اس فعل حرام اور ناجائز کام پر بھی فخر کیا جاتا ہے۔ انہیں اس کا علم نہیں کہ اس میں زوال ایمان کا خطرہ ہے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عقل سلیم عطاء فرمائے۔

ہر گناہ کبیرہ اور بالخصوص اس گناہ کبیرہ سے توبہ و استغفار نہایت ضروری ہے۔ ان تمام بے ہودہ رسموں، فضول کاموں اور موجب گناہ کبیرہ میں بے دریغ مال و دولت خرچ کرنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ مال حرام بود بجائے حرام رفت۔ یعنی ناجائز اور حرام طریقوں اور ذرائع سے کمایا ہوا مال حرام مقامات اور حرام کاموں میں ہی صرف ہوگا۔ رشوت لے کر، سود حاصل کر کے، اسمگلنگ اور بلیک میں کمایا ہوا مال تو ایسی ہی رسموں اور برائیوں میں ضائع ہوگا۔ اور حیرت تو اس بات پر ہے کہ اس مال کے بے جا صرف اور اسراف اور فضول خرچی کا انہیں ذرہ بھر بھی ملال اور رنج نہیں۔ اگر عرق ریزی سے پسینہ بہا کر خون پسینہ ایک ایک کر کے محنت و مشقت سے کمایا ہوا مال ہوتا تو ایسا ہونا ناممکن تھا کہ سہواً بھی فضول خرچی ہو جائے۔ تو بعد میں اس کا افسوس اور ندامت نہ ہو ان فضول رسموں اور بے ہودہ کاموں میں بے دریغ دولت لٹائی جاتی ہے۔ مسجد کی تعمیر کے لیے علم دین کی اشاعت کے لیے تبلیغ دین کے مصارف کے لیے ان سے کچھ طلب کیا جائے تو ہزاروں ہی حیلے بہانے تراشتے ہیں۔ لیکن خرافات و فضولیات میں حاتم طائی کو بھی مات دیتے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: مجھے تمہارے افلاس سے کوئی اندیشہ و خوف نہیں۔ مجھے اس کا ڈر ہے کہ اگر دنیا کے دروازے اور خزینے تم پر کھل گئے اور تم اس کی طرف متوجہ و مائل ہو گئے تو تم بھی اسی طرح ہلاک ہو جاؤ گے جس طرح تم سے پہلی قومیں تباہ و برباد ہو گئیں (بخاری و مسلم)

یعنی یہ حب دنیا و متاع دنیا اور اس کی طرف میلان و رغبت نہ صرف افراد بلکہ قوموں کے لیے بھی باعث ہلاکت و بربادی ہیں اور ہوئی ہیں۔ جس پر تاریخ شاہد ہے۔

طبرانی کی حدیث ہے شیطان کہتا ہے اور اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ مالدار دولت مند آدمی مجھ سے بچ نہیں سکتا (یعنی وہ میری گرفت سے آزاد نہیں ہو سکتا) میں اس کو تین باتوں میں سے کسی ایک بات میں ضرور بضرور مبتلا کر کے چھوڑوں گا۔ اول تو یہ کہ حرام و ناجائز ذرائع و وسائل سے حرام مال و دولت کمائے گا۔ دوم یہ کہ اگر مال حلال ذرائع سے کمایا تو (مضائقہ نہیں) حرام کاموں میں اور حرام مقامات پر ضرور خرچ کرے گا۔ سوم یہ کہ اگر ان گناہوں سے بچ گیا تو کیا ہوا کار خیر اور رفاہ عامہ کے کاموں میں خرچ کرنے میں بخل ضرور کرے گا۔ (غرض کہ اس کا میرے قبضہ سے نکلنا نہایت دشوار ہے اور اگر آج نہیں تو کل میری گرفت میں ضرور آ جائے گا۔ بچ نہیں سکتا)

رشوت اور مال حرام:

رشوت لینے اور دینے اور اس میں وسیلہ بننے کی برائی اور لعنت روز بروز دن دونی اور رات چوگنی ترقی کر رہے ہیں۔ حالانکہ رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا دونوں ہی دوزخی ہیں۔ (طبرانی)

رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا اور (واسطہ بن کر) رشوت دلانے والا تینوں دوزخی ہیں (احمد، بزار، طبرانی)

رشوت لینا ایسا گناہ ہے جسے کفر سے قریب تر کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔ لوگوں میں رشوت لینے دینے اور دلوانے کا طریقہ بالکل عام ہو گیا ہے (جو کام کروانے کا ایک حرام و ناجائز طریقہ ہے) (طبرانی)

جو حکام اہل غرض لوگوں سے تحائف اور ہدایا لیتے ہیں۔ وہ خائن ہیں۔ (احمد)

ایک حدیث میں ہے لوگ لمبی لمبی دعائیں مانگتے ہیں۔ اور ان کی حالت یہ ہے کہ ان کا کھانا (یعنی غذا) اور ان کا لباس حرام ہے (یعنی حرام مال سے لیا اور تیار کیا ہوا ہے۔ لہٰذا وہ بھی حرام ہے)۔ پھر ایسے لوگوں کی دعائیں کیونکر قبول ہو سکتی ہیں (دعائیں تو دعائیں ان کی تو عبادات کی مقبولیت میں بھی خطرہ ہے) (مسلم)

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ میں مستجاب الدعوات (مقبول الدعا) ہو جاؤں۔ مستجاب الدعوات اسے کہتے ہیں جس کی دعا رد نہ ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے کھانے کو پاک کرو یعنی حلال کھاؤ خدا کی قسم جب کوئی شخص حرام کا ایک لقمہ بھی اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے چالیس دن کے اعمال قبول نہیں کرتا۔ (رد کر دیتا ہے) جس بندہ کے جسم نے حرام مال سے نشو و نما پائی اور طاقتور ہوا اس کا بدلہ بجز دوزخ کے اور کچھ نہیں۔ (طبرانی)

اگر کسی شخص نے دس درہم میں لباس خریدا جس میں سے نو حلال کے تھے اور ایک درہم حرام کا (یعنی حرام طریقہ سے کمایا تھا۔ تو جب تک یہ لباس اس شخص کے بدن پر رہے گا۔ اس کی نماز قبول نہیں ہوگی۔ (بزار و ترغیب و ترہیب)

منہ میں خاک ڈالنا اس سے بہتر ہے کہ کوئی حرام مال کا لقمہ اپنے منہ میں ڈالے۔ (احمد)

اشیاء کی عیب پوشی اور ملاوٹ:

دھوکہ فریب، خیانت، ملاوٹ یہ تمام ایسی چیزیں ہیں جو جہنمی بنا دیتی ہیں۔ ایک شخص دودھ میں پانی ملایا کرتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ جب تجھ سے قیامت میں دونوں کو الگ الگ کرنے کا کہا جائے گا تب تو کیا کرے گا۔ کس طرح دونوں کو الگ الگ کرے گا۔ (بیہقی موقوفاً)

(یہ وعید اس کے لیے ہے جو دودھ میں پانی ملایا کرتا تھا یا کرتا ہو۔ آج کل

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ سورۂ اخلاص تہائی قرآن کے برابر ہے۔ (البخاری عن ابی سعید و ابی قتادہ)

تو لوگ پانی میں دودھ ملاتے ہیں اور دودھ بتا کر بیچتے ہیں ان کا کیا حال ہوگا)

اگر کسی شخص نے عیب دار چیز بغیر عیب ظاہر کیے اور دکھائے فروخت کی تو وہ ہمیشہ خدا کے غضب کا مورد رہتا ہے اور فرشتے اس پر ہمیشہ لعنت کرتے رہتے ہیں۔(ابن ماجہ)

اللہ تعالیٰ چار قسم کے آدمیوں سے دشمنی رکھتا ہے

(۱) جھوٹی قسم کھا کر اپنا مال فروخت کرنے والے سے۔

(۲) متکبر فقیر سے۔(۳) بوڑھے زانی سے۔

(۴) ظلم کرنے والے بادشاہ سے۔(نسائی۔طبرانی)

سود کی لعنت

سود لینے اور دینے پر بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں۔ کیونکہ یہ بڑا زبردست گناہ ہے۔ لیکن افسوس کہ آج کل عام ہو گیا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ سود کھانے والے اور سود کھلانے والے یعنی لینے والے اور دینے والے پر اللہ لعنت کرے۔(نسائی مسلم)

سود خوری کو اگر تہتر حصوں میں تقسیم کیا جائے تو اس کے ادنیٰ ترین حصہ کا اتنا بڑا گناہ ہے جیسے کوئی شخص اپنی ماں کے ساتھ زنا کرے۔

عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ سود سے ایک روپیہ حاصل کرنے کا گناہ چھتیس مرتبہ زنا سے بھی زیادہ ہے (احمد، بزار) قیامت کی آمد سے پہلے سود، شراب اور زنا بکثرت رائج ہو جائیں گے۔(طبرانی)

یعنی ان گناہوں کا برملا کرنا اس قدر عام ہو جائے گا کہ دوسرے معنوں میں ان کو گناہ ہی نہ سمجھا جاتا ہو۔ بلکہ یہ افعال مباح اور جائز سمجھے جاتے ہیں۔ اگر عقیدہ اور نیت کے اعتبار سے نہیں تو عمل اور صورت ہی کے اعتبار سے سہی۔

ایک زمانہ ایسا آئے گا۔ کہ کوئی شخص سود اور سودی کاروبار میں شرکت سے محفوظ نہیں رہے گا۔ اگر خود نہیں کھائے گا۔ اور نہ کھلائے گا۔ اور کھانے کھلانے والے کے درمیان واسطہ نہیں بنے گا۔ تو کم از کم سود کا غبار ضرور اس تک پہنچے گا۔(ابوداؤد، ابن ماجہ)

یعنی اس کے اثرات سے محفوظ نہیں رہے گا۔ موجودہ حالات بعینہ اس قسم کے ہو چکے ہیں۔ بڑی سخت احتیاط ضروری ہے۔

حقوق ہمسایہ:

ایک شخص نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے کہ فلاں عورت کثرت سے نماز پڑھتی بہت زیادہ صدقہ دیتی خیرات کرتی اور اکثر روزے رکھتی لیکن پڑوسیوں کے ساتھ زبان درازی کرتی اور انہیں ایذا پہنچاتی ہے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسی عورت تو دوزخی ہے اسی طرح ایک شخص نے دوسری عورت کا حال یوں بیان کیا کہ وہ نماز کم پڑھتی ہے روزے بھی کم رکھتی ہے اور صدقہ بھی کم دیتی ہے لیکن اس کے پڑوسی اس سے امن میں ہیں۔ یعنی اس کی زبان درازی سے انہیں ایذاء و تکلیف نہیں وہ زبان دراز اور ضرر رساں نہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسی عورت جنتی ہے۔(احمد و بزار وغیرہ)

مذمت غیبت:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک عورت کو (اس کی غیر موجودگی میں) لمبے دامن والی کہہ دیا تھا۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو ان کو تھوکنے کا حکم دیا جب انہوں نے تھوکا تو ان کے منہ سے گوشت کا ایک ٹکڑا نکلا (ابن ابی الدنیا)

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک عورت کو پست قد کہہ دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے جو بات کہی ہے اگر وہ دریا میں ڈال دی جائے تو سارے پانی کو گندہ کر دے۔(ابوداؤد و ترمذی)

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غیبت زنا سے بھی سخت گناہ ہے زنا کا گناہ تو توبہ (استغفار) سے معاف ہو جاتا ہے۔ لیکن غیبت اس وقت تک معاف نہیں ہوتی۔ جب تک وہ شخص جس کی غیبت اس نے کی اسے (صدق دل) سے معاف نہ کر دے۔ چاہے اس نے توبہ و استغفار بھی کیا ہو۔ اس لیے کہ زنا حق اللہ ہے توبہ سے معاف ہو سکتا ہے لیکن غیبت حق العبد ہے صرف توبہ سے معاف نہیں ہو سکتی تا آنکہ وہ شخص معاف نہ کر دے۔ جس کی غیبت کی گئی ہے۔(ابن ابی الدنیا طبرانی)

دیوث کون ہے

تین اشخاص ایسے ہیں جو جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔

(۱) ماں باپ کا نافرمان۔(۲) دیوث۔(۳) وہ مرد جو عورتوں کی نقل اور ان کی مشابہت کرتا ہے (حاکم)

تین اشخاص ایسے ہیں جو کبھی جنت میں داخلہ نہیں پائیں گے۔

(۱) شراب کا عادی۔(۲) وہ مرد جو عورتوں کی نقل اتارنے والا ہے۔(۳) دیوث۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ دو آدمیوں کو ہم سمجھ گئے ہیں یعنی عادی شرابی اور عورتوں کا نقال۔ مگر دیوث ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ (وہ کون ہے اور کیسا شخص ہے؟) ارشاد فرمایا کہ دیوث وہ بے حیا اور بے غیرت انسان ہے جسے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ اس کی بیوی کے پاس کون شخص آتا جاتا ہے اور کیا کرتا ہے بلکہ کتنے اشخاص آتے جاتے ہیں اور کیا کرتے ہیں)

افسوس صد افسوس کہ شوہر نامدار گھر میں ہیں بیوی ہوائی جہاز میں اور سفر میں ایر ہوسٹس ہے مسافروں کی ضیافت کرتی اور انہیں خوش کرتی ہے یا بینک میں ملازمہ ہے یا کسی کمپنی میں یا دفتر کے باب الداخلہ پر استقبال کرتی اور خوش آمدید و مرحبا کہتی ہے۔ اور آنے والوں کا استقبال کے ساتھ انہیں معلومات بہم پہنچاتی ہے۔ یا ریڈیو اور ٹی وی میں خبریں سناتی اور پروگرام

میں حصہ لیتی ہے۔ اور کھیل کے میدانوں میں اپنا سکہ منواتی ہے۔ آفرین، اسلامی مملکت پاکستان آفرین اسلامی قانون پاکستان آفرین ،اسلامی مشاورتی کونسل یہ دیکھنا ہے کہ یہ سب اسلام کی کیا خدمت کریں گے۔ اور اسلامی نظام کے نفاذ میں اپنا حصہ کس حد تک ادا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حق کو حق اور باطل کو باطل سمجھنے کی توفیق بخشے ۔ آمین۔ ثم آمین۔

لعنت کا وبال:

جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہتا ہے تو ان دونوں میں سے ایک شخص یقیناً کافر ہو جاتا ہے جس کو کافر کہا گیا ہے اگر وہ حقیقتاً کافر نہیں ہے۔ تو کفر اسی پر لوٹتا ہے جس نے اس کو کافر کہا ہے۔ یعنی کہنے والا کافر ہو گیا۔ (بخاری ومسلم)

اور اگر وہ واقعی کافر ہے تب بھی اسے کافر کے نام سے نہیں پکارنا چاہیے کیا معلوم وہ شقی ازلی نہ ہو بالآخر ایمان کی سعادت اس کا نصیب ہو۔

جس نے بھائی کو کافر کہہ کر بلایا یعنی یا کافر یا اے کافر کے نام سے یاد کیا تو ان دونوں میں سے ایک پر کفر لوٹ گیا۔ (بخاری)

کسی شخص کا اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہنا اس کے قتل کے برابر ہے (بزازیہ)

جس شخص پر لعنت کی جائے اور وہ فی الواقع لعنت کا مستحق نہ ہو تو وہ لعنت اللہ کے دربار میں حاضر ہو کر عرض کرتی ہے اے میرے پروردگار جس شخص پر میں بھیجی گئی تھی وہ اہل نہیں کہ میں اس پر واقع ہو جاؤں آخر میں کہاں جاؤں۔ ارشاد ہوتا ہے جس کی زبان سے نکلی تھی وہیں چلی جا۔ اسی پر واقع ہو جا (عورتوں کی عادت ہے کہ جا بے جا ایک دوسرے پر بکثرت لعنت کرتی ہیں اور تقریباً تمام مواقع پر لعنت بے جا ہی ہوتی ہے ظاہر ہے کہ لعنت کرنے والی پر کتنی مرتبہ لعنت واقع ہو گی اس لیے اس سے بچنا نہایت ضروری ہے)۔

بے رحمی و بدخلقی:

جو شخص خدا کی مخلوق پر رحم نہیں کرتا۔ تو خدا بھی اس پر رحم نہیں کرتا۔ (بخاری)

اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمُکُمْ مَنْ فِی السَّمَاءِ (بخاری ومسلم)

اس حدیث سے یہ بات واضح ہو گئی کہ خدا کے رحم وکرم اور اس کی رحمت کا مستحق بننے کے لیے مخلوق خدا پر رحم کرنا ضروری ہے۔ اس لیے کہ خدا کو اپنی مخلوق سے بہت پیار ہے۔ شقی اور بدبخت آدمی کے قلب سے رحم سلب کر لیا جاتا ہے (ابوداؤد وترمذی)

یعنی وہ شخص شقی اور بدبخت ہے جس کے قلب میں رحم نہ ہو۔ وہ یہ نہ جانتا ہو کہ رحم ومہربانی اور لطف وعنایت کیا ہے بے رحمی اور قہر وغضب اس کی خو اور عادت بن جائے اور اس کی طبیعت ثانیہ ہو جائے۔

بدخلق آدمی جنت میں داخل نہ ہو گا۔ (احمد وابن ماجہ)

بدخلقی نیک عمل کو اس طرح بگاڑتی (اور اس میں فساد وخرابی پیدا کرتی) ہے جس طرح سرکہ شہد کو۔ (طبرانی)

قتل نفس خود یعنی خودکشی:

جس نے دنیا میں اپنا گلا گھونٹا (یعنی کسی طریقہ سے خودکشی کر لی اور اپنے آپ کو کسی طرح سے ہلاک کر لیا) دوزخ میں بھی اس کا گلا گھونٹا جائے گا۔ (یعنی جس طرح سے اس نے اپنے آپ کو ہلاک کیا اسی طرح اس کے بدلے میں وہی سزا اسے دی جائے گی) اور جس نے اپنے آپ کو زخمی کیا اسے بھی زخمی کیا جائے گا۔ (بخاری)

ایک زخمی آدمی نے اپنے گلے میں تیر (قوت وشدت سے) پیوست کر کے خودکشی کر لی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھنے سے انکار فرمایا۔ (ابن حبان)

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کی نماز جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیا وہ شخص کس قدر عظیم گناہ کا مرتکب ہوا۔ اور خودکشی کتنا شدید ترین گناہ ہے ظاہر ہے کہ گناہ جس قدر عظیم وشدید ہو گا سزا بھی اتنی ہی بڑی اور شدید ہو گی۔

ایک زخمی آدمی نے زخموں کی تاب نہ لا کر اپنے آپ کو قتل کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندے تو نے اپنی جان دینے میں جلدی اور عجلت کی ہے میں نے جنت تجھ پر حرام کر دی (بخاری)

یعنی خودکشی اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو مار ڈالنا ایسا بدترین اور سخت ترین گناہ ہے کہ جنت میں اس کا داخلہ اللہ تعالیٰ نے بالکل ہی ممنوع اور حرام قرار دے دیا ہے اس لیے کہ وہ خدائی میں دخیل وشریک عملاً ہو گیا۔ کہ جو خدا کا کام ہے کہ وہی مارتا ہے اس نے بھی کرنے کی کوشش کی ہے۔

ظلم کی نحوست:

حدیث قدسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم حرام کر لیا ہے۔ (یعنی میں کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا تم پر بھی ظلم حرام ہے۔ یعنی یہ بات تمہارے لیے بھی حرام وممنوع ہے کہ تم کسی پر ظلم کرو۔ لہٰذا دیکھو تم بھی کسی پر ظلم نہ کرو۔ (ترمذی ابن ماجہ)

ظلم سے بچو اور پرہیز کرو۔ ظلم قیامت کے دن کے اندھیروں میں سے ایک اندھیرا ہے۔ (مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے ظالم محروم ہے۔ (طبرانی)

قیامت میں ظالم کی نیکیاں مظلوم کو دی جائیں گی اور مظلوم کے گناہ ظالم کو دیئے جائیں گے۔ (احمد وطبرانی)

یعنی اس کے ظلم وستم کی وجہ سے خداوند قدوس اس قدر ناراض اور غضبناک ہو گا کہ اس کی نیکیاں چھین کر مظلوم کو عطا فرمائے گا۔ اور مظلوم کے گناہ اس کے گناہوں میں شامل کر دے گا۔ کہ گویا اس کی ذات نیکی برباد گناہ

لازم کا مصداق ہوگی خسارہ ہی خسارہ حرمان ہی حرمان اس کا نصیب ہوگا۔

عمامہ کی فضیلت سے لا پرواہی:

عمامہ باندھنا اسلام میں سے نہ صرف علماء و صلحاء بلکہ اکثر عوام مسلمین کا بھی شعار ہے اور عمامہ باندھنا سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

تَسَوَّمُوْا فَاِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ قَدْ تَسَوَّمَتْ.

اپنے آپ کو خاص نشانوں اور علامات سے ممتاز و نمایاں کرو کہ فرشتوں نے بھی خاص نشان اور علامت سے اپنے آپ کو ممتاز کیا تھا۔ اس میں عمامہ باندھنے کی طرف اشارہ کیا ہے جس کی دلیل یہ آیت قرآنی ہے:

يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلَافٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ

اى معلمين.

اللہ نشان زدہ پانچ ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کرے گا۔ اس خاص نشان و علامت سے عمامہ مراد ہے چنانچہ عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ نازل ہونے والے فرشتے ابلق گھوڑوں پر سوار تھے اور زرد رنگ کے عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان کے عمامہ سفید تھے جن کے شملے انہوں نے دونوں شانوں کے درمیان چھوڑ رکھے تھے۔

وَعَنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَذْنِبُوْا فَاِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يُذَنِّبُ.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شملے چھوڑا کرو اس لیے کہ شیطان شملہ نہیں چھوڑتا۔

عمامہ کی فضیلت ہی کے سلسلے میں ارشاد ہے۔

وَعَنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَانِ مَعَ الذَّنْبِ اَفْضَلُ مِنْ سَبْعِيْنَ رَكْعَةً بِلَا ذَنْبٍ.

یعنی عمامہ کے ساتھ دو رکعت پڑھنا بغیر عمامہ کے ستر رکعت پڑھنے سے زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔

نیز بدائع الصنائع میں ہے۔ اَلصَّلٰوةُ مُتَعَمِّمًا اَفْضَلُ.

عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنا افضل ہے فضیلت کی مقدار حدیث بالا میں بتائی گئی ہے لیکن افسوس تو اس بات کا ہے کہ عوام المسلمین اور آئمہ مساجد و خطباء کا ذکر تو کیا اکثر علماء مشائخین (جن کے معتقدین و مریدین اور پیرو متبعین شمار سے باہر ہوتے ہیں) عمامہ و شملہ کی اس سنت مبارکہ کو ترک کر کے قراقلی بانات یا باریک ململ یا چکن کی ٹوپیاں اوڑھتے ہیں۔ انہیں اوڑھ کر عمامہ کے بغیر نماز پڑھاتے، مسند رشد و ہدایت پر متمکن ہوتے ہیں۔ اپنے وعظ و نصیحت سے مجالس و محافل کو گرماتے ہیں۔

ہمارا بھی کیا حال ہے کہ دنیا کی تجارت میں تو ایک تو پیسے کے خسارے کو روتے ہیں۔ اور آخرت کی تجارت کے اتنے بڑے خسارے کی فکر نہیں۔ ستر گنا ثواب سے محروم ہوتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں: **عظموا عمائمکم.** عمامے باندھا کرو کہ عمامہ باندھنا علماء و صلحاء اور مشائخین کے شعار میں ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس نے اپنی نوع کے سوا کسی اور کا لباس پہنا تو اس کو ادب سکھاؤ اور اس سے یہ کہو کہ اپنی نوع ہی کا لباس پہنا کرے (بریقہ محمودیہ شرح طریقہ محمدیہ ص ۲۲۱ ج ۲)

غرض انتہائی افسوس و رنج کا مقام ہے کہ محض فیشن کے لحاظ سے بعض اسے پیشوایان و مقتدایان و آئمہ مساجد اور خطباء ان فرامین محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کو عمداً ترک کر دیتے ہیں۔ سنن نبویہ پر عمل میں جب ان کا یہ حال ہے۔ تو ان کے مقتدین و متبعین اور مریدین و معتقدین کا کیا حال ہوگا۔

ڈاڑھی کی سنت سے بے اعتنائی:

بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ڈاڑھی کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کترواؤ۔ یہ دونوں صیغے امر کے ہیں۔ اور امر کے اصلی معنی وجوب کے ہیں اس لیے ڈاڑھی بڑھانا اور مونچھیں کتروانا اور پست و چھوٹی کروانا واجب ہے اور ترک واجب حرام ہے سخت ترین گناہ ہے غرض کہ ڈاڑھی منڈوانا یا کتروانا دونوں فعل ناجائز اور ممنوع ہیں۔

اور ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص اپنی لبیں یعنی مونچھیں نہ کتروائے وہ ہماری جماعت میں سے نہیں۔ یعنی اس کا تعلق کامل مسلمانوں کی جماعت سے نہیں اور وہ ان کے زمرے میں شامل نہیں۔ (احمد، ترمذی، نسائی)

جب یہ دونوں امر یعنی ڈاڑھی کا منڈوانا یا کتروانا اور مونچھوں کا نہ کتروانا خلاف شریعت مطہرہ ہیں تو مسلمان کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ خلاف شریعت کام کرے چہ جائیکہ اس پر اصرار ہو اور اس کا جواز ثابت کرنے کے لیے بے سروپا باتیں کرے اس لیے کہ صغیرہ گناہ پر اصرار اس کو کبیرہ گناہ بنا دیتا ہے اور اس سے بڑا اور بدتر گناہ یہ ہے کہ آج کل ڈاڑھی والوں کا مختلف طریقوں سے مذاق اڑایا جاتا ہے۔ جس سے سنت کا استخفاف یعنی اسے معمولی اور حقیر سمجھنا اور اس کی توہین کرنا لازم آتا ہے اور استخفاف و تحقیر اور اہانت سنت میں زوال ایمان کا خطرہ ہے۔

چونکہ شریعت اسلامی کے احکام عقل کے تقاضوں کے مطابق ہیں۔ اور یہ دین دین فطرت ہے۔ اس لیے عقل کا بھی یہ تقاضا ہے کہ مرد و عورت کے درمیان وجہ فرق اور مابہ الامتیاز کوئی چیز ہو کہ جس سے دونوں کی شناخت بھی ہو سکے کہ مرد کا امتیاز ڈاڑھی کی وجہ سے ہے اور عورت کا اس کے سر کے بالوں سے یعنی اس کی زلف اور چوٹی کے باعث۔ ہمیں بھی چاہیے کہ اسی عقلی تقاضے کے مطابق اپنی ہیئت و صورت بنائیں۔ اور اپنے

اپنے امتیازات وخصوصیات کو قائم رکھیں۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کی ایک جماعت ہے جن کی تسبیح کے یہ الفاظ ہیں۔

سُبْحَانَ مَنْ زَیَّنَ الرِّجَالَ بِاللُّحی وَ النِّسَآءَ بِالذَّوَائِبِ.

یعنی پاکی ہے اس ذات کے لیے جس نے مردوں کی زینت ڈاڑھی سے کی اور عورتوں کی سر کے بالوں سے اللہ پاک فرماتا ہے کہ میں نے انسان کو اچھی صورت سے پیدا کیا تو اگر ڈاڑھی سے مرد کی خوبصورتی کم ہوتی ہے تو پھر یہ تو اللہ پر اعتراض ہوگا۔ اور عقل کا بھی یہی تقاضا ہے کہ مرد اور عورت الگ الگ صنف ہیں تو ان میں ظاہری امتیاز بھی ہونا چاہیے جو ڈاڑھی سے ہوجاتا ہے۔

آج کل یہ مرض اتنا عام ہوگیا ہے کہ مغربی علم کا درس حاصل کرنے والوں اور اس کے فارغین کا تو کیا ذکر دینی مدارس میں علوم دینیہ کی تعلیم حاصل کرنے والے طالب علم بھی اس مرض میں مبتلا ہیں۔ کہ ڈاڑھی نہیں رکھتے یہ تو پھر بھی طالب علم ہیں۔ بعض اساتذہ اور بعض علماء بھی ڈاڑھی منڈواتے یا شرعی مقدار سے کم برائے نام ڈاڑھی رکھتے نظر آتے ہیں۔

چوں کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی

کے مصداق جب پیشوایان مذہب اور مقتدایان دین علماء ومشائخین کا یہ حال ہے تو وہ کسی اور کو کیا حق اور خیر کی دعوت دیں گے اور اگر دعوت دیں بھی تو اس کا کیا اثر ہوسکتا ہے جبکہ عملی نمونہ اس کے خلاف ہو وہ اپنی اس بے عملی کی وجہ سے خود بھی گناہ گار ہوتے ہیں۔ اور عوام متبعین کے گناہوں میں بھی شریک حصہ دار ہوتے ہیں۔

مدارس دینیہ کے اساتذہ اور مہتممین ومنتظمین پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ایسے طلباء کو اس سے منع کریں اور باز رکھیں شریعت مطہرہ کی اس خلاف ورزی اور ترک سنت سے باز نہ آئیں تو انہیں مدارس سے خارج کر دیں اور ایسے بدعملوں کو ہرگز مقتدائے دین نہ بنایا جائے۔

اس سے زیادہ تکلیف دہ اور قابل توجہ بات یہ ہے کہ اکثر ائمہ مساجد میں ایسے نظر آتے ہیں۔ جن کی ڈاڑھیاں مقدار شرعی سے کم ہوتی ہیں۔ جن کی اقتداء میں نماز مکروہ تحریمی ہے۔ جو واجب الاداء ہے (ملاحظہ ہوں کتب فقہ) رمضان میں تراویح میں قرآن مجید سنانے کے لیے ایسے حفاظ مقرر کیے جاتے ہیں جو سال کے گیارہ مہینے ڈاڑھی منڈواتے نظر آتے ہیں اور رمضان میں ڈاڑھی رکھ لیتے ہیں۔ کیا یہ دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو کھیل اور تماشہ بنانا اور اس کا مذاق اڑانا تمسخر کرنا نہیں۔ حالانکہ مساجد کے منتظمین پر لازم ہے کہ وہ متشرع حافظ نہ ملنے کی صورت میں متشرع امام مساجد کے پیچھے الم ترکیف ہی سے تراویح پڑھ لیا کریں۔ ان شاء اللہ قرآن مجید کے برابر ہی ثواب ملے گا۔ اور ان دس سورتوں کے مہینہ بھر پڑھنے کو ختم قرآن مجید ہی شمار کیا جائے گا۔

شرعی ڈاڑھی ٹھوڑی کے نیچے سے ایک قبضہ یعنی ایک مٹھی ہے یعنی تینوں طرف سے مٹھی برابر ہونا چاہیے ایک روایت میں اس سے زائد کا کٹوانا مستحب ہے۔ ایک روایت میں واجب ہے۔ (ردالمحتار کتاب الحج) زیادہ تفصیل مطلوب ہو تو بریقہ محمودیہ فی شرح طریقہ محمدیہ جلد نمبر ۴ صفحہ ۸۲ ملاحظہ فرمائیں۔

ایک ضروری استفتاء اور اس کا جواب

(بحوالہ انجمن تحفظ امت فیصل آباد)

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو حافظ ڈاڑھی کٹواتا ہو اور شرع کے مطابق نہ رکھتا ہو۔ اس کو نماز تراویح کے لیے امام بنانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: جو حافظ چار انگل سے کم ڈاڑھی رکھتا ہو اسکی امامت مکروہ تحریمی ہے ایسے حافظ سے امام بہتر ہے۔ جو متشرع اور تراویح میں چھوٹی سورتیں پڑھے۔ (بندہ محمد اسحاق نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۹۴ھ/۹/۲)

جو شخص ڈاڑھی منڈواتا ہے یا قبضہ سے کم رکھتا ہے دونوں کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے خواہ فرض ہو یا نفل۔ (عبدالحمید غفرلہ جامعہ مدنیہ لاہور ۱۹ شعبان المعظم ۹۵ھ)

جو شخص ڈاڑھی ایک مشت سے کم رکھتا ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اس لیے تراویح کے لیے ایسے حافظ مقرر کریں جو متشرع ہوں۔ اور ان کی ڈاڑھی بھی شرعی ہو۔ (محمد عبدالغفار دارالافتاء دارالعلوم کراچی ۱۸،۸/۹۵)

جو حافظ ڈاڑھی منڈواتا ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اس کو امام بنانا جائز نہیں بلکہ متشرع کے پیچھے نماز الم ترکیف ہی سے پڑھی جائے۔ (محمد عبداللہ عفی اللہ عنہ ۴ رمضان ۱۳۹۴ھ قاسم العلوم ملتان)

ڈاڑھی منڈوانا یا قبضہ کے بعد بھی کترانا یعنی قبضہ کے برابر نہ رکھنا خلاف سنت ہے عامل سنت اور موافق سنت حافظ کے پیچھے جو اجرت نہ لیتا ہو تراویح پڑھی جائے ورنہ نماز مکروہ ہوگی۔ اور شرعاً ایسے آدمی کو امام بنانا درست نہیں۔

(سید مصباح الدین کاکاخیل مدرسہ اشاعت العلوم فیصل آباد رمضان ۹۵ھ)

ڈاڑھی منڈوانے یا کتروانے والے یعنی حد شرعی (قبضہ) سے کم رکھنے والے فاسق معلن ہیں۔ (جو اپنے فسق کا اعلان اور اس کی تشہیر کرتے ہیں۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ ہے۔

وَاَمَّا الْاَخْذُ مِنْهَا وَهِیَ دُوْنُ ذٰلِکَ کَمَا یَفْعَلُهٗ بَعْضُ الْمَغَارِبَةِ وَمُخَنَّثَةِ الرِّجَالِ فَلَمْ یُجِزْ اَحَدٌ.

یعنی ڈاڑھی جو ایک مشت سے بھی کم ہو۔ اس سے کم کرانا اور ترشوانا جیسا کہ بعض یورپین مغربی لوگ اور زنخے یعنی ہیجڑے کیا کرتے ہیں۔ اس کو کسی نے بھی جائز قرار نہیں دیا سب کے نزدیک بالاتفاق حرام ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں بزرگ ومقبول لوگ وہ ہیں جو قرآن پر عمل کرنیوالے وتہجد گذار ہیں۔ (مشکوٰۃ)

درمختار میں ہے: يَحْرُمُ عَلَى الرَّجُلِ قَطْعُ لِحْيَتِهٖ.

مرد کے لئے ڈاڑھی کٹوانا اور تراشنا حرام ہے ایسے امام کے پیچھے فرض، نفل کسی قسم کی بھی نماز نہ پڑھی جائے (ابوالخلیل غفرلہ، جامعہ رضویہ فیصل آباد)

ڈاڑھی کو چار انگشت سے کم کرنے والے کی امامت مکروہ تحریمی ہے

(محمد فرید عفی عنہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ۱۷ رمضان ۹۴ھ)

ڈاڑھی کی اہمیت اور لزوم کے متعلق فتاویٰ تو آپ نے پڑھ لئے لیکن ہماری صورت حال یہ ہے کہ اس سنت موکدہ پر جو واجب کے قریب ہے اگر عمل کرنا بھی چاہیں تو کسی کو والدین کی ناراضگی اور خفگی کا اندیشہ ہے تو کسی کو بیگم صاحبہ کی بے رخی و بے توجہی کا خوف دامن گیر ہے۔ دوست احباب کی طرف سے اس بات کا ڈر ہے کہ وہ طعنوں کی بوچھاڑ کردیں گے۔ طنز کے نشتر لگائیں گے تمسخر واستہزاء کا نشانہ بنائیں گے اس طرح کے جملے اور فقرات چست کریں گے پھبتی کسیں گے مثلاً ملا بن گیا۔ مولانا ہوگیا۔ پیر بن گیا۔ سادہ لوح لوگوں کو خوب بیوقوف بنائے گا انہیں اچھی طرح لوٹے گا وغیرہ وغیرہ اس کے برعکس اس سنت کی خلاف ورزی کرنے والے سے سب ہی خوش وخرم نظر آتے ہیں۔ جو افسوس ناک ہے۔ یہ دور جس سے ہم گزر رہے ہیں فتنوں سے پر ہے دراصل فسادامت کا زمانہ ہے اسی میں سنت پر عمل کرنے والے کو سو شہیدوں کے اجر کی خوشخبری ہے ہم پر لازم ہے اس دور میں سنت نبی کے تمسک اور اس پر عمل سے بیشمار اجر وثواب کے مستحق بنیں۔

فضیلت علم

موضوع بحث اس وقت علم ادیان وعلم معاد ہے جس کی دو قسمیں بحیثیت علم کی نہیں بلکہ بحیثیت عالم کے اس طرح کی جاسکتی ہیں کہ ایک عالم تو وہ ہے جو اپنے علم اور اپنی واقفیت سے خود بھی فائدہ اٹھاتا ہے، اپنے آپ کو مہذب بناتا سنوارتا اور ایسا انسان بناتا ہے جسے انسانیت کی بلندیوں پر پہنچا ہوا کامل ومکمل انسان کہا جاسکے اور دوسروں کو بھی اس سے مستفید کرتا اور فیض پہنچاتا ہے دوسرا عالم وہ ہے جو نہ تو اپنے علم سے خود فائدہ اٹھاتا ہے، نہ خود مہذب بنتا اور سنورتا ہے اور نہ دوسروں کو فائدہ پہنچاتا اور انہیں مہذب بناتا اور سنوارتا ہے۔ ورنہ بذاتہ علم ادیان ومعاد، علم نافع اور علم مفید ہے کہ اس سے انسان کے دین ومذہب کو سنوارنے اور اس کے معاد وآخرت کو اس کے لئے نعم البدل اور مفید ونافع بنانے کا کام لیا جاتا ہے اسی عالم کے اعتبار سے علم کی نافع اور غیر نافع دو قسمیں ہوئیں۔

یہی وجہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خداوند قدوس سے علم نافع کی درخواست فرمائی ہے اور علم غیر نافع سے اس کی پناہ چاہی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْٓ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَافِعًا وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ.

اے اللہ میں تجھ سے مفید علم عطا فرمانے کا خواستگار ہوں اور علم غیر مفید سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

چنانچہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اللہ پاک جس کے ساتھ بھلائی اور بہتری کا ارادہ فرماتا ہے اس کو شریعت کے احکام کا علم عطا فرماتا ہے۔ جس کی روشنی میں وہ احکام خداوندی کی صحیح اور بہتر طریقہ سے تعمیل کرتا ہے۔ اس کی عبادت ہی کیا بلکہ اس کی پوری زندگی شریعت کے مطابق ہوتی ہے اور اس کی عبادت اور ہر عمل مقبول ہوتا ہے۔ (ترغیب بحوالہ بخاری، مسلم، ابن ماجہ)

انس بن مالک ﷺ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم کا طلب کرنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے یعنی بقدر ضرورت وکفایت علم دین کا حاصل کرنا مسلم معاشرہ کے ہر فرد پر خواہ وہ مرد ہو یا عورت فرض عین ہے۔ اور قدر ضرورت وکفایت سے زیادہ علم دین وعلم معاد کا حاصل کرنا اور اس میں کمال کے درجہ پر پہنچ جانا کہ دین کے تعلق سے ہر مسئلہ میں اسی سے رجوع کیا جائے اور اس کے اقوال وکلمات شرح وبیان، تعبیر وتفسیر اور تفصیل وتوضیح کو نہایت مستند ومقبول سمجھا جائے یہ ہر مسلمان پر فرض نہیں البتہ چند لوگ بھی علم دین میں اس پایہ کے عالم وفقیہ اور محدث ومفسر ہوجائیں تو کافی ہے۔

جس طرح کسی اعلیٰ ترین مظروف کے گھٹیا قسم کے بدنما، ادنیٰ درجہ کے ظرف میں ہونے کی وجہ سے اس مظروف کی قدر وقیمت میں کمی آجاتی ہے اور اس ظرف میں ہونے سے وہ بھی ادنیٰ اور معمولی سمجھا جاتا ہے۔ اور یہ کہ ایسا کرنا اس اعلیٰ ترین مظروف اور عمدہ ونفیس ترین شے اور افضل واشرف چیز کے ساتھ ظلم ہے، اسی طرح علم کا حاصل بھی ہے جو منجملہ صفات خداوندی ہے اور نہایت افضل واشرف اور اعلیٰ ترین ہے کہ اس کا حاصل کرنے والا کم ظرف اور ادنیٰ درجہ کا آدمی ہو تو وہ باوجود عالم ہونے کے اس کی ناقدری کرتا اور اس کا حق ادا نہیں کرتا و نیز اس کو دنیا کمانے کا ذریعہ بناتا ہے تو گویا یہ علم کے ساتھ ظلم ہے کہ ظلم کی تعریف یہ ہے۔ کہ کوئی شے اس کے صحیح مقام کو چھوڑ کر غلط مقام پر رکھ دی جائے۔ چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علم کا غیر اہل کے پاس ہونا ایسا ہی ہے جیسے خنزیر کے گلے میں جواہر اور موتیوں کا ہار ڈال دیا ہو یعنی جس طرح اس قیمتی اور عمدہ ترین ہار کا خنزیر کے گلے میں ہونا اس کی قدر وقیمت کو گھٹا دیتا ہے اسی طرح علم کا غیر اہل کے پاس ہونا بھی اس کی قدر ومنزلت میں کمی کا باعث ہوتا ہے۔ (ترغیب وترہیب بحوالہ ابن ماجہ)

منجملہ ان امور کے جن کی وجہ سے اجر وثواب پانے کا سلسلہ موت بھی منقطع نہیں کرتی، علم نافع بھی ہے حالانکہ موت کے ساتھ ہی ہر انسان کے عمل کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے جب سلسلہ عمل ہی منقطع ہوگیا تو سلسلہ اجر

کے باقی رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اجر عمل پر مرتب ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات کام ایسے ہیں کہ مؤمن کی وفات کے بعد بھی ان کا اجر و ثواب بھی اسے ملتا ہے۔

(۱) علم، جس کی اس نے لوگوں کو تعلیم دی اور دوسرے ذرائع سے اس کی نشر و اشاعت کی۔

(۲) نیک اولاد جو اس نے اپنے بعد چھوڑی۔

(۳) قرآن مجید جو لوگوں کی تلاوت کے لئے چھوڑ جائے۔

(۴) مسجد جو عبادت کے لئے تعمیر کی۔

(۵) سرائے جو مسافروں کے لئے بنائی۔

(۶) نہر، جھیل وغیرہ جو لوگوں کے آرام کیلئے کھدوائی اور نکالی

(۷) صدقہ و خیرات جو اس نے اپنی زندگی میں کی۔ (ترغیب بحوالہ ابن ماجہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے اسی قسم کی دوسری حدیث مروی ہے۔ جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدمی مرتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ یعنی اس کے عمل کا اجر و ثواب عطاء کئے جانے کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے البتہ تین عمل ایسے ہیں کہ ان پر اجر و ثواب کی عطاء مرنے کے بعد بھی جاری رہتی ہے (۱) صدقہ جاریہ جس سے لوگ اس کے موجود رہنے تک فائدہ اٹھاتے اور آرام پاتے رہیں (۲) علم جس سے لوگ ہر دور میں مستفید و مستفیض ہوتے رہیں۔ (۳) صالح اولاد جو والدین کے مرنے کے بعد ان کیلئے دعائے خیر و مغفرت کا سلسلہ جاری رکھے۔ (ترغیب و ترہیب بحوالہ مسلم وغیرہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں دو قسم کے عالم ہوں گے ایک وہ جسے اللہ تعالیٰ نے علم جیسی دولت لازوال سے سرفراز کیا اس نے اسے لوگوں میں خوب پھیلایا، اس پر کسی سے کسی قسم کا کوئی معاوضہ اور اجر نہیں لیا۔ کسی سے طمع و امید نہیں رکھی۔ یعنی اسے دنیا کمانے اور حصول دولت کا ذریعہ نہیں بنایا تو ایسے عالم کے لیے سمندر کی مچھلیاں، خشکی کے حیوانات ہوا میں اڑنے والے پرندے سب کے سب دعاء خیر و مغفرت کریں گے۔ اس کے برخلاف وہ عالم ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے صفت علم سے متصف کرنے کا احسان فرمایا لیکن اس نے بندگان خدا میں اسے پھیلانے سکھانے میں بخل سے کام لیا۔ اگر سکھایا اور پھیلایا بھی تو اس پر اجر و معاوضہ لیا لوگوں سے اسے دینے کی طمع و امید رکھی۔ اور دنیا کمانے کا ذریعہ بنایا۔ (جیسا کہ آج کل مواعظ و تقاریر پر طے کر کے بھاری معاوضہ لیا جاتا ہے۔ ایسے دنیا دار اور طالب دنیا بخیل عالم کے منہ میں قیامت میں آگ کی لگام دی جائے گی۔ اور ایک منادی ندا کرے گا کہ اے اہل محشر سنو یہ وہ عالم ہے جسے اللہ تعالیٰ نے نعمت علم سے نوازا تھا اس نے اس کے سکھانے میں اور پھیلانے میں بخل سے کام لیا۔ لوگوں سے اسے دینے کی طمع و حرص کی، مواعظ و تقاریر پر خوب معاوضہ لیا، غرض اپنے علم سے دنیا کمائی اور دولت حاصل کی یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک حساب سے فراغت نہ ہو جائے (اور یوم حساب کی مقدار بڑی طویل ہے کہ وہ پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا۔ (ترغیب بحوالہ طبرانی)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن جب تمام لوگ میدان حشر میں جمع ہو جائیں گے تو ان میں سے علماء کو الگ کر دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا۔ اے عالمو! میں نے تمہیں علم کی دولت سے اس لیے نہیں نوازا تھا کہ میں تمہیں (صغائر اور میرے حقوق سے متعلق کبائر پر سزا دوں اور عذاب میں مبتلا کروں۔ میں نے تمہاری مغفرت کی اور تمہیں بخش دیا۔ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (ترغیب و ترہیب بحوالہ طبرانی)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عالم اور عابد دونوں اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش کیے جائیں گے۔ عابد کو حکم دیا جائے گا۔ کہ جنت میں داخل ہو جا اور عالم سے فرمائے گا۔ یہاں کھڑے رہو اور لوگوں کی شفاعت کرو۔

(ترغیب بحوالہ اصبہانی وغیرہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا ارشاد ہے کہ علم کی بحیثیت تاثیر و تاثر کے دو قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ جس کا مقام و مستقر دل ہو جو دل میں جاگزیں ہو جائے۔ یہ علم بہر اعتبار نافع ہے دوسری جو صرف زبان تک محدود ہے دل تک اس کی رسائی نہ ہو۔ یہ علم اللہ تعالیٰ کے بندوں پر حجت ہے۔ جس کی جواب دہی کرنا ہوگی۔ (ترغیب بحوالہ ابو منصوری دیلمی)

مطلب یہ کہ جو عالم ایسا ہو کہ علم اس کے دل میں جاگزیں ہوتا اور مقام کر لیتا ہے۔ اس کی وجہ سے اس کے دل میں اللہ کا خوف اور اس کی خشیت پیدا ہوتی ہے اس کے مطابق وہ عمل صالح کرتا اور عقائد اعمال کو درست کرتا رہتا ہے اور جس عالم کا علم صرف زبان تک محدود رہتا ہے دل تک نہیں پہنچ پاتا وہ صرف مواعظ و تقاریر کو اپنا مشغلہ و پیشہ بنا کر اس سے معاوضہ کی خطیر رقم حاصل کرتا ہے۔ دولت جمع کرتا ہے اس کے دل میں خشیت الٰہی اور خوف خدا پیدا نہیں ہوتا جس کی وجہ سے وہ آخرت سے غافل ہوتا اور دنیا کی طرف مائل رہتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے عقائد و اعمال صلاح سے خالی ہوتے ہیں۔ اور اس کے مواعظ سے کوئی اثر قبول نہیں کرتا۔ غرض اس کے علم سے افادہ و استفادہ دونوں مفقود ہوتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ کے بازار میں تشریف لے گئے۔ بازار والوں کو آواز دی کہ اے بازار والو! کس چیز نے تمہیں منع کیا ہے

انہوں نے دریافت کیا کہ اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کیا بات ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تقسیم ہو رہی ہے اور تم یہاں بیٹھے ہو جلدی جاؤ اور میراث نبوی میں سے اپنا حصہ لے آؤ۔ انہوں نے دریافت کیا کہ کہاں تقسیم ہو رہی ہے۔ فرمایا مسجد میں۔ وہ فوری مسجد میں گئے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہیں ٹھہرے رہے وہ بہت جلدی واپس آ گئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا تم لوگ اس قدر جلدی کیوں واپس ہو گئے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے تو وہاں میراث وترکہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کوئی چیز تقسیم ہوتے نہیں دیکھی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ مسجد میں تم لوگوں نے کسی کو دیکھا یا نہیں۔ انہوں نے کہا کہ بہت سے آدمی دیکھے جن میں سے کچھ تو نماز پڑھ رہے تھے۔ کچھ قرآن کی تلاوت کر رہے تھے۔ کچھ لوگ حلال وحرام کے مسائل کے بیان اور اس کی سماعت میں مصروف تھے جواب سن کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم پر افسوس ہو یہی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث ہے (ترغیب وترہیب بحوالہ طبرانی)

اس واقعے سے یہ بات ثابت ہوئی کہ علم دین وعلم معاد یعنی شریعت کے مسائل اور دین کے احکام وغیرہ کا جاننا اور اس میں خوب کوشش کرنا کہ اس کو اچھی طرح سمجھیں تا کہ اس کے متقضاء کے مطابق اپنے اعمال کی اصلاح کر لیں یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث ہے اور ترکہ ہے مال و دولت اور درہم و دینار نہیں۔

علم وخشیت الٰہی لازم وملزوم ہیں۔ یہ ناممکن ہے کہ ایک شخص کا قلب علم صحیح رکھنے اور صفت خداوندی سے متصف ہونے کے باوجود خوف وخشیت الٰہی سے خالی رہے بلکہ جس قدر علم میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ اسی قدر خشیت الٰہی ترقی کرتی جائے گی۔ اور اس کے آثار عالم کے اعضاء و جوارح سے ہویدا ہوں گے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے

انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء ان اللہ عزیز غفور (سورہ فاطر پ ۲۲ رکوع ۱۴)

اللہ تعالیٰ سے صرف اس کے عالم بندے ہی ڈرتے ہیں۔ یعنی خشیت الٰہی انہی کا حصہ ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ زبردست ہے اور بخشنے والا ہے۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں۔ کہ عالم وہ شخص ہے جو خلوت و جلوت میں اللہ سے ڈرے جس کا قلب ہر لحہ و ہر گام خشیت الٰہیہ سے خالی نہ رہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بکثرت احادیث حفظ کر لینا یا بیان وخطابت میں بے مثل ہونا اور بے تکان بولتے رہنا کوئی علم نہیں۔ بلکہ علم وہ ہے جس کے ساتھ اللہ کا خوف ہو۔ اور اس کی خشیت دل میں ہو۔ بلکہ جس درجہ کا علم ہوگا اسی درجہ کا خوف ہوگا بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ دونوں ایک دوسرے میں اضافہ کا باعث ہیں۔ کہ خشیت الٰہی سے علم میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور علم کے اضافہ سے خشیت الٰہی میں ترقی ہوتی ہے۔ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے فرمایا کہ اس آیت میں اس طرف اشارہ ہے کہ جس شخص میں خوف خدا اور خشیت الٰہی نہیں وہ عالم نہیں۔ اس لیے کہ انما کا حصر اسی بات پر دلالت کرتا ہے۔ (مظہری)

جن کو علم کی دولت سے نوازا جاتا ہے اور اس نعمت سے سرفراز کیا جاتا ہے ان کے درجات کی رفعت و بلندی کا کیا ٹھکانہ، بشرطیکہ وہ اس علم سے خود بھی صلاح یافتہ و ہدایت یاب بن جائیں اور دوسروں کی صلاح وفلاح کا فرض انجام دیں اور ایسا علم انبیاء علیہم السلام کی میراث وترکہ کہلاتا ہے ارشاد خداوندی ہے:

یَرۡفَعِ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ ۙ وَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ دَرَجٰتٍ

(سورہ مجادلہ پ ۲۸ ع ۲)

اللہ تعالیٰ ایمان اور اہل علم کے درجات بلند کرتا ہے۔ اور ان کو مراتب و درجات کے اعتبار سے ان کے شایان شان بلندی و رفعت سے نوازتا ہے یہاں علماء سے مراد وہ علماء ہیں۔ جو صالح و متقی اور عالم و باعمل ہوں۔ ان کے مقابلے میں علم سے نابلد و ناآشنا صالح و متقی لوگوں کو بلندی و رفعت عطاء نہیں ہوتی جو انہیں عطاء ہوتی ہے کیونکہ عالم باعمل کی اقتداء کی جاتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مقتدی کا مقتدی سے بہر نوع افضل و اعلیٰ ہونا ضروری ہے کہ افضل کے مقابلے میں مفضول کی اقتداء جائز نہیں۔ غرض کہ عالم باعمل کی فضیلت عابد بے علم پر روز روشن کی طرح عیاں ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی اور فرمایا کہ لوگو! اس آیت کو خوب اچھی طرح سمجھو یہ آیت طلب وحصول علم کی طرف رغبت دلا رہی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مومن عالم مومن جاہل سے بدر جہا بلند مرتبہ رکھتا ہے۔ (تفسیر مظہری)

اب تک علم کی جس قسم کا بیان ہوا اور اس کی صفات بیان کی گئی وہ علم نافع تھا۔ اب علم کی دوسری قسم علم غیر نافع کے نقصانات آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں ذیل میں بیان کیے جاتے ہیں جیسے کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ کہ یہ نافع اور غیر نافع کی تقسیم بحیثیت علم کے نہیں بلکہ بلحاظ عالم کے ہے اس لیے کہ علم بذاتہ نافع ہی نافع ہے اس کے غیر نافع ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن چونکہ عالم اس سے نہ نفع اٹھاتا ہے اور نہ نفع پہنچاتا ہے تو گویا علم ہی غیر نافع ہوا۔

علم غیر نافع:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اللہ کی خوشنودی اور اس کی رضا کے حصول کی بجائے غیر اللہ کی نیت سے یعنی عزت وشہرت حصول مال و دولت جاہ منصب یا بادشاہوں اور امراء و وزراء وغیرہ کی ہم نشینی اور ان سے تقرب و مصاحبت کی غرض ونیت سے علم حاصل کیا۔ یا حصول علم کے بعد غیر اللہ کو مقصود بنایا یعنی ابتداء تو نیت اللہ کی خوشنودی اور اس کی رضا کے حصول کی تھی۔ لیکن عالم بننے کے بعد اپنی

اغراض اور اہواء وغیرہ کو جو غیر اللہ ہیں مقصود بنایا تو اس نے دوزخ کی آگ میں اپنے لیے جگہ بنالی۔ یعنی دوزخ کو اپنی قرار گاہ اور اپنا ٹھکانہ بنالیا۔

ایک خبر میں ہے جو شخص مال حاصل کرنے دولت کمانے عزت وشہرت حاصل کرنے کی غرض سے علم حاصل کرتا ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے انسان گندہ اور غلیظ چیز کو یاقوت وزمرد کے چمچہ سے کھائے یعنی علم جیسی لا زوال دولت کو دنیا کمانے کا ذریعہ بنائے، یہ نہایت ہی بدترین بات ہے۔

اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام پر وحی نازل کی اور فرمایا اے داؤد علیہ السلام میرے اور اپنے درمیان عالم دنیا پرست کو حجاب اور حائل نہ بنالو اس لیے کہ وہ تم کو میری محبت سے باز رکھے گا۔ اور تم سے میرے تعلق کے انقطاع کا سبب بن جائے گا۔ اس لیے کہ ایسا عالم اور اس کا گروہ بندگان خدا کے لیے قطاع الطریق یعنی رہزنوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ کہ ان کے دین و ایمان کو لوٹتے اور ان پر ڈاکہ ڈالتے ہیں۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا کہ عذاب کے فرشتے بے عمل و فاسق قراء و علماء کو بت پرستوں سے پہلے پکڑیں گے۔ وہ فاسق قراء و علماء فرشتوں سے کہیں گے کہ تم نے بت پرستوں اور غیر اللہ کے پجاریوں کو تو چھوڑ دیا اور ان سے پہلے ہم کو گرفتار کرلیا عذاب کے فرشتے جواب میں یوں کہیں گے۔ کہ عالم و قاری جاننے بوجھنے والا سمجھ دار بے علم اور بے سمجھ جیسا نہیں ہوتا دونوں ایک سے نہیں ہو سکتے علماء و قراء اور دانا و بینا سمجھ دار لوگوں پر بڑی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ (طبرانی، ابونعیم)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص کو لاکر دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ جونہی اسے دوزخ میں ڈالا جائے گا فوراً اس کی آنتیں باہر آجائیں گی۔ پھر اسے چکر لگوائے جائیں گے اور گھمائیں گے جیسے چکی کے گدھے کو چکر لگوایا جاتا اور گھمایا جاتا ہے۔ یہ تماشا دیکھ کر اہل دوزخ سب اس کے گرد جمع ہو جائیں گے اور اس سے کہیں گے کہ اے فلاں تجھے کیا ہو گیا، تیرا کیا حال ہے تو تو اچھی باتوں کا حکم دیا کرتا تھا۔ اور بری باتوں سے منع کیا کرتا تھا۔ ہمیشہ وعظ و نصیحت کیا کرتا تھا۔ وہ آدمی انہیں جواب دے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ میں تو تمہیں اچھی باتوں کا حکم دیا کرتا تھا۔ بری باتوں سے روکتا تھا۔ وعظ و نصیحت کیا کرتا تھا۔ لیکن خود اچھی باتوں پر عمل نہ کرتا تھا۔ بری باتوں سے باز نہیں رہتا تھا۔ خود برے کام کیا کرتا تھا۔ اور تمہیں اس سے منع کیا کرتا تھا۔ (بخاری و مسلم)

اللہ جل شانہ نے مومنوں کو مخاطب کرکے فرمایا:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ. كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ. (سورہ صف پ ۲۸ ع ۱)

اے مومنو تم ایسی باتیں کیوں کہتے ہو یعنی ایسی باتوں کا لوگوں کو کیوں حکم دیتے ہو جنہیں تم خود نہیں کرتے جن پر تم خود عمل نہیں کرتے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہایت بری ہے یعنی خدا کو غضبناک کرنے والی ہے کہ تم لوگوں کو ایسی باتوں کا حکم دو جنہیں تم خود نہیں کرتے۔ اور ان کے عامل نہیں ہو

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کے لیے علماء کی حیثیت رسولوں کی امانت کے امین گروہ کی سی ہے۔ تا آنکہ وہ بادشاہوں اور امراء و وزراء کی صحبت اختیار نہ کریں اور ان کے مقرب و مصاحب اور ندیم و ہمنشین نہ بن جائیں البتہ اسے کسی دینی مصلحت و ضرورت کے تحت اختیار کریں۔ تو جائز ہے بلکہ بہتر ہے۔ اور دنیا اور متاع دنیا میں غرق ہو کر بالکل اسی کے نہ ہو جائیں اس لیے کہ جب دنیا کے طامع و حریص اور اس کے آرزومند متمنی ہو جائیں گے تو دنیا اور متاع کی محبت انہیں گندہ اور پلید کرکے چھوڑے گی۔ جب وہ دنیا میں غرق ہو کر اسی کے رہے اور سلاطین و امراء کے ساتھ اختلاط و میل جول میں ترقی ہی کرتے رہے تو یقیناً انہوں نے رسولوں کی امانت میں خیانت کی، لہٰذا تم ان سے دور اور الگ رہو۔ اور ان سے ڈرو اور بچو کہ مبادا کہیں تم بھی ان جیسے ہو جاؤ (رواہ حاکم)

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم طواف میں مصروف تھے کہ دفعتہً میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو حاضر ہوا اور دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون لوگ برے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا یہ سوال سنتے ہی اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی درخواست کی اور میرے سوال کے جواب میں یہ ارشاد فرمایا کہ خیر کے متعلق دریافت کرو شر کے بارے میں سوال نہ کرو پھر فرمایا علماء سوء برے عالم (یعنی برے عالم ہی دنیا میں سب سے بدترین اور نہایت ہی برے لوگ ہیں۔ (بزازیہ)

حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ عالم سوء۔ یعنی برے عالم کی مثال اس نہر کی سی ہے جس کے دہانے پر ایک بڑا بھاری پتھر رکھا ہوا ہے۔ جس سے نہ وہ خود پانی پیتا اور سیراب ہوتا ہے اور نہ اس کے پانی کو نیچے آنے اور بہنے کا راستہ دیتا ہے۔ کہ فصل سیراب ہو اور اس سے مخلوق خدا کو فائدہ پہنچے کہ اس کے پانی سے فصل سیراب ہو لہلہائے، سرسبز و شاداب ہو خوب غلہ و اناج پیدا کرے۔ اور وہ مخلوق خدا کی غذا بنے جس سے فائدہ پہنچے۔ (ترہیب)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخیر زمانہ میں جاہل عابدوں و فاسق عالموں کی کثرت ہوگی۔ (حاکم)

فی زمانہ مسند رشد و ہدایت ایک موروثی شے بن گیا ہے کہ جاہل و بے علم لوگ اپنے باپ دادا کے مسند رشد و ہدایت پر متمکن ہو کر پیر و مرشد رہنما و رہبر اور خضر راہ بن جاتے ہیں۔ کہ انہیں خود راہ اور اس کے نشیب و فراز کا بالکل علم نہیں ہوتا۔ اور ان کی حیثیت خود گم کردہ است کرا رہبری کند کا مصداق ہوتی ہے۔

غرض نہ علم ہے نہ عمل۔ لیکن پیرزادہ صاحب سجادہ نشین اور مسند رہبری و

رہنمائی پر متمکن وجلوہ افروز ہیں یہی حال علماء کہلوانے والوں کا ہے۔ کہ ان کے پاس علم تو جیسا کچھ بھی ہے موجود ہے لیکن ان کی زندگی عمل صالح سے عاری اور فسق وفجور سے معمور اور بے شمار صغائر و کبائر سے مملوء ہے۔ اس کے باوجود الحمد للہ والمنۃ کہ عباد صلحاء اور علماء عاملین وصالحین سے سطح زمین سے خالی نہیں بلکہ ان کے وجود باجود سے اس کائنات کا نظام وانتظام وابستہ وقائم ہے۔ اور ان کی بدولت دنیا تباہی کے دہانے پر پہنچی ہوئی دنیا محفوظ ومصئون ہے کہ شاذ ونادر ہی سہی: لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَا بَرَّهٗ. کے مجسم وپیکر صاحب قال وحال موجود ہیں کہ ان کی قسم کا پورا کرنا اللہ نے اپنے ذمہ لے لیا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ عالم بے عمل اور عابد بے علم دونوں نے میری کمر توڑ دی ورنہ علماء عاملین اور عباد عالمین ہی ایسے لوگ ہیں۔ جن سے دین ومذہب کی عمارت مستحکم ومضبوط ہوتی ہے اور اس کی نشاۃ ثانیہ واحیاء کا دارومدار وانحصار انہی پاکباز پاک طینت نفوس پر ہے۔

حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا جہنم کے اندر ایک وادی ہے جس میں قراء وعلماء ہوں گے جنہوں نے دنیا میں بادشاہوں اور امراء ووزراء کی ہم نشینی اختیار کی اور ان کی مصاحبت وقربت کو اپنا طرہ امتیاز سمجھا۔ حضرت سفیان ثوریؒ اپنا ہی ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ میں نے تینتیس طریقوں سے ایک آیت کی تفسیر کی تھی ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ میں نے بادشاہ کے ہاتھ کا ایک لقمہ کھالیا جس کا نتیجہ اور اثر یہ ہوا کہ اس کی نحوست اور بے برکتی کی وجہ سے میں ساری تفسیریں بھول گیا۔

اس واقعہ سے اس بات کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ بادشاہوں اور امراء و وزراء کی مصاحبت و ہم نشینی ان کے درباروں میں حاضری اور آمد ورفت ونیز ان کے دیئے ہوئے مال ودولت اور تحائف وہدایا کا بلا کسی تحقیق حلال وحرام جائز وناجائز کے قبول کر لینا اور ان کو اپنے استعمال میں لانا بسا اوقات نہ صرف حبط عمل کا باعث بنتا ہے۔ بلکہ حبط علم کا بھی علم جو صفت خداوندی ہے وہ اور حرام ومشتبہ مال ودولت دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتے بلکہ اس سے قلب میں قساوت وکدورت پیدا ہوتی ہے۔

محمد بن مسلمہؒ فرماتے ہیں گندگی پر منڈلانے والی اور نجاسات و غلاظت پر بیٹھی ہوئی مکھی اس قاری عالم سے بہتر ہے جو بادشاہوں اور امراء ووزراء کے دروازوں کے چکر لگائے اور حقیر متاع دنیا کی خاطر ان کے درباروں کی حاضری اور دریوزہ گری نہ صرف اس عالم وقاری بلکہ اس کے پاس موجود علم کی بھی ذلت کا باعث ہوتی ہے۔

یہ تو بیان تھا احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اقوال آئمہ دین اور علماء حق کا جن سے علماء سوء اور نام نہاد صوفیوں اور ان کے اعمال و کردار کی برائی اور اس کے نتائج کی وضاحت ہوئی ذیل میں وہ آیات قرانیہ پیش کی جاتی ہیں جن سے اس برائی اور اس کے نتائج کی مزید وضاحت ہو جائے گی۔ کہ دیگراں را نصیحت وخود راں نصیحت کس قدر بری چیز ہے اور کتنی قابل مذمت ہے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا. (سورہ جمعہ پ ۲۸ رکوع ۱)

ان لوگوں کی مثال جنہیں تورایت کے لینے اور اس کے احکام پر عمل کرنے کا مکلف بنایا گیا تھا لیکن انہوں نے اسے نہیں اٹھایا اور اس کے احکام پر عمل نہیں کیا اس گدھے کی سی ہے جو اپنی پیٹھ پر بہت سی کتابوں کا بوجھ لادے ہوئے ہو یعنی جس طرح ایک گدھا اپنی پیٹھ پر کتابوں کی گٹھڑیوں کا بوجھ لادے ہوئے ہانپتا کانپتا پھرتا ہو۔ جس میں کوئی صلاحیت نہیں کہ وہ ان کتب سے خود فائدہ اٹھائے یا دوسروں کو اس سے کوئی فائدہ پہنچائے۔ بعینہ یہی حالت اس عالم کی ہے جس نے از ابتدائے تا انتہا بے شمار کتابیں پڑھ کر فراغت کی سند حاصل کر لی ہو اور ایک مستند عالم مانا جاتا ہو۔ لیکن علم صحیح اور عمل صالح سے خالی ہو کہ نہ تو خود اس سے فیض پائے نہ دوسروں کو فیض پہنچائے اللہ تعالیٰ نے اس عالم کو گدھے سے اسی مناسبت کی وجہ سے تشبیہ دی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ حیوانات میں گدھے کی بیوقوفی اور نالائقی ضرب المثل ہے۔ اسی لیے ایسے عالم کے متعلق کہا جاتا ہے کہ جو اس پر بالکل صادق ومنطبق ہے۔

نہ محقق بود نہ دانش مند چہار پایہ بر کتابے چند

اسی طرح سورہ اعراف کی آیات ۱۷۵، ۱۷۶ میں عالم بے عمل کا حال بیان ہوا ہے ارشاد ہوتا ہے (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنایئے بتلایئے جسے ہم نے اپنی آیتیں عطا کیں۔ پھر وہ ان سے بالکل ہی نکل گیا۔ اور حدود سے تجاوز کر کے دائرہ ایمان سے خارج ہو گیا۔ اور دنیا اور متاع دنیا کے پیچھے لگ گیا۔ تو شیطان بھی اس کے پیچھے لگ گیا اور ہمیشہ اس کے تعاقب میں لگا رہا اور اس کو تباہ وہلاک کرنے کے لیے گھات وکمین گاہ میں اپنے اغواء واضلال کے اسلحہ سے لیس ہو کر بیٹھ گیا۔ اور وہ گمراہوں کے زمروں میں شامل ہو گیا۔ اگر ہم چاہتے تو اسے ان آیتوں کی بدولت بلند مرتبہ اور رفیع المنزلت کر دیتے۔ لیکن وہ تو آسمان کی طرف پرواز کرنے کے بجائے زمین کی طرف جھک گیا۔ یعنی دنیائے دنی ومتاع فانی کی طرف ملتفت ومائل ہو گیا اور اپنی خواہشات نفس اور اہواء نفسانی کی اتباع وپیروی میں لگ گیا۔ انہیں میں غرق ہو گیا ان اعمال اور اتباع ہوا وہوس کی وجہ سے اس کی حالت کتے کی سی ہو گئی کہ اگر تو اس پر بار ڈالے اور بوجھ رکھے تب بھی ہانپے اور اگر اس کو یونہی چھوڑ دے تب بھی وہ ہانپے یہی حال ان لوگوں کا بھی ہے جنہوں نے باوجود علم اور وضوح حق کے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ان کی تکذیب کی لہٰذا آپ ایسے لوگوں کے قصے اور احوال بغرض عبرت ونصیحت ان سے بیان فرمایئے تا کہ وہ غور وفکر کریں۔ اور اس سے عبرت ونصیحت حاصل کریں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں علم کے مطابق عمل صحیح کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم میں وہ شخص نہیں جو قرآن کا علم رکھتا ہو اور پھر بھی (اغنیا ہو) مستغنی نہ ہو (مشکوٰۃ)

باب ۱۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیرتِ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم

ولادت شریفہ

س: پیغمبر اسلام کس سال پیدا ہوئے؟

ج: عالم ارواح میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم آدم علیہ السلام سے پہلے پیدا ہو چکے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ کنت نبیا و آدم بین الماء والطین یعنی میں پیدا ہو چکا تھا اور آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔ یعنی گارا بنے ہوئے تھے۔ اور دنیا میں اس سال پیدا ہوئے کہ جس سال ابرہہ بادشاہ نے خانہ کعبہ پر چڑھائی کی تھی اور ابابیل پرندوں نے اس کو اور اس کے تمام لشکر کو کنکریوں سے مارڈالا تھا اس وقت ۵۷۱ء تھا یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے پانچ سو اکہتر سال بعد پیدا ہوئے۔

س: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت کوئی خاص بات پیش آئی تھی؟

ج: تمام بت اوندھے گر گئے۔ فارس کی آگ جو ایک ہزار سال سے بھڑک رہی تھی خود بخود بجھ گئی۔ کسریٰ کے سر سے تاج گر گیا۔ خانہ کعبہ اس قدر جھک گیا تھا کہ سجدے کے قریب ہو گیا تھا کسریٰ کے محل کے چودہ کنگرے گر گئے اور مولد شریف منور و روشن ہو گیا۔

س: آپ صلی اللہ علیہ وسلم آدم علیہ السلام کے کتنے سال بعد پیدا ہوئے؟

ج: چھ ہزار ایک سو پچپن سال بعد پیدا ہوئے۔

س: کس عمر میں نبوت عطا ہوئی؟

ج: چالیس سال کی عمر میں نبوت عطاء ہوئی۔

س: کیا نبی ہونے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی کسی نے پیشین گوئی کی تھی؟

ج: ملک شام کے علماء کی کتابوں میں لکھا ہوا تھا کہ جب نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوں گے تو یحییٰ علیہ السلام کے جبہ شریف سے خون کے تازہ ترین قطرے ٹپکیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سات سال کا تھا میں نے دیکھا کہ ایک یہودی مدینہ کی گلیوں میں پکارتا پھرتا تھا کہ اے یہود کے گروہ آج رات محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے طلوع کیا ہے۔ تیرہ سال کی عمر میں آپ نے ابو طالب کے ہمراہ ملک شام کا سفر کیا تو راستہ میں بحیرا راہب سے ملاقات ہوئی۔ اس نے دیکھا کہ آپ پر ابر سایہ کئے ہوئے ہے درختوں کی ٹہنیاں جھکی پڑتی ہیں۔ اس نے آپ کو گود میں لے لیا اور مہر نبوت دیکھی۔ اس نے کہا کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آخر الزمان ہیں۔ دوسری مرتبہ پچیس سال کی عمر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے تجارت کے لئے پھر ملک شام تشریف لے گئے تو نسطورا راہب سے ملاقات ہوئی اس نے بھی آپ کے آخر الزمان ہونے کی خبر دی۔

س: پیغمبر اسلام کا نسب نامہ کیا ہے؟

ج: محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ، بن عبدالمطلب، بن ہاشم، بن عبدمناف، بن قصی، بن کلاب، بن مرہ، بن کعب، بن لوی، بن غالب، بن فہر، بن مالک، بن نضر، بن کنانہ، بن خزیمہ، بن مدرکہ، بن الیاس، بن مضر، بن نزار، بن معد، بن عدنان، بن اُد، بن ہمیع، بن سلامان، بن ثابت، بن حمل، بن قیدار، بن اسمٰعیل، بن ابراہیم، بن آذر، بن ناحور، بن شاروخ، بن ارغو، بن فالغ، بن غابر، بن شالخ، بن ارفخشد، بن سام، بن لوح، بن لامک، بن متوسلخ، بن اخنوخ، بن یارد، بن مہلائیل، بن قینان، بن انوش، بن شیث، بن آدم اور حضرت آدم علیہ السلام کے بارہ لڑکے ہوئے تھے اور بارہ لڑکیاں ہوئی تھیں۔

س: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کس ملک کے رہنے والے تھے؟

ج: ملک عرب میں مکہ معظمہ کے رہنے والے تھے۔ وہیں سے اسلام نکل کر تمام دنیا میں پھیلا۔

س: عرب دنیا کے کس حصے میں واقع ہے؟

ج: عرب دنیا کے وسط میں واقع ہے۔ اور دنیا کے سب سے بڑے حصہ یعنی ایشیا میں واقع ہے۔

س: ملک عرب کو ایشیا کے دوسرے ملکوں سے کس طرح پہچانا جاسکتا ہے؟

ج: حدود اربعہ کے ذریعہ سے کسی ملک کے چاروں سمتوں کی جانب جہاں جہاں انتہا ہوتی ہے اس کو حدود اربعہ کہتے ہیں۔

س: ملک عرب کا حدود اربعہ کیا ہے؟

ج: شمال میں نہر فرات، جنوب میں بحر ہند، مشرق میں خلیج فارس اور بحر عمان، مغرب میں بحر قلزم۔

س: عرب کا طول کیا ہے؟

ج: طول پندرہ سو میل اور عرض چھ سو میل اور رقبہ بارہ لاکھ مربع میل ہے۔

س: خصوصیات عرب کیا ہیں؟

ج: اس جگہ سب سے بڑا پہاڑ جبل سرات ہے جو یمن سے شمال کی جانب دمشق تک چلا گیا ہے۔ اس ریگستانی علاقے میں سونے چاندی کی چٹانیں ہیں اس کے علاوہ اور بھی خصوصیات ہیں۔

س: مہر نبوت کیا چیز ہے؟

ج: جنت کے دربان رضوان ؑ نے آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان مہر لگائی تھی اس کو مہر نبوت کہتے ہیں۔

س: پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے یا نہیں اور کلام بھی کیا ہے یا نہیں؟

ج: دنیا کے اندر ان آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نہیں دیکھا البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک عجیب واقعہ پیش آیا وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اخیر رات میں اس جسم عنصری کے ساتھ جاگتے میں مکہ معظمہ سے بیت المقدس جو کہ ملک شام میں ہے اور پھر بیت المقدس سے آسمان پر پہنچایا اور وہاں تمام آسمانوں اور جنت و دوزخ وغیرہ کی سیر کرائی جس کو معراج کہتے ہیں وہاں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا بھی ہے اور کلام بھی کیا ہے۔

شقِ صدر

س: سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک اس عالم دنیا میں بذریعہ فرشتہ چاک کیا گیا۔ یہ واقعہ کس طرح ہے ذرا بیان فرمادیں شکر گزار رہوں گا؟

ج: عزیز من! شق کہتے ہیں کسی چیز کے چاک کرنے کو۔ اور شرح صدر کہتے ہیں کسی چیز کے کھولنے کو اور یہ اس شے کے صاف اور عمدہ کرنے کو مستلزم ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کی چار حالتیں تھیں اول بچپن، دوسرے شباب، تیسرے قرب نبوت و نزول وحی اور چوتھے معراج کا زمانہ۔ یہ چاروں زمانے مختلف حالات اور قوت خصوصی کو مقتضی ہیں۔ چنانچہ بچپن کا زمانہ لہو ولعب کی رغبت اور شوق کی حالت کا زمانہ ہے۔ اور شباب میں قوت غضبیہ و شہویہ کے غلبات ہوتے ہیں۔ اور زمانہ نبوت و نزول وحی ایک خاص قوت کو مقتضی ہے کہ یہ بار تمام باروں میں سے سخت بار ہے اور معراج کی حالت ایک نمایاں حالت عجیبہ ہے جو خاص الخاص اور خصوصی قوت کو مقتضی ہے۔ پس ہر زمانہ اور حال کے اعتبار سے جلاء قوت کے لئے شق صدر و شرح صدر فرما دیا گیا۔ جس کی کیفیت بالتفصیل چاروں زمانہ کے لحاظ سے یہ ہے:

اول مرتبہ شق صدر:

جس وقت کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ ہوگئی تو عرب کے دستور کے موافق کہ بچوں کی پرورش کے لئے دائیوں کے سپرد کر دیا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اسی دستور کے مطابق کسی دائی کے سپرد کرنا تھا اتفاق وقت کہ اس سال جو دائیاں قبیلہ بنی سعد کی آئیں وہ رئیسوں، امیروں اور سرداروں کے بچے تو لے گئیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یتیمی کے سبب کسی نے نہ لیا بالآخر ایک عورت جن کا نام حلیمہ سعدیہ تھا اور یہ بھی انہی عورتوں کے ساتھ آئی تھیں ان کو کوئی بچہ نہ ملا تو یہ خیال کرتے ہوئے کہ خالی ہاتھ جانا تو اچھا نہیں کہ بڑی غیرت اور شرمندگی کی بات ہے چاروناچار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش کرنے کی دل میں ٹھہرائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمراہ لے کر روانہ ہوگئیں۔ حضرت حلیمہ دائی جس گدھے پر سوار ہو کر کے آئی تھیں وہ نہایت کمزور دبلا اور سست رفتار تھا مگر جونہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گود میں لے کر اس پر سوار ہوئیں تو وہ دبلا گدھا قوی ہوگیا اور سست رفتار تیز اور سبقت لے جانے والا ہوگیا۔ یہاں تک کہ ان تمام دائیوں کے گدھوں سے جو بہت پہلے روانہ ہوئے تھے سب سے آگے نکل گیا۔ یہ دیکھ کر سب کو نہایت تعجب ہوا۔ جب بی بی حلیمہ اپنے وطن جو کہ نواح طائف میں تھا پہنچیں تو دیکھا کہ اپنی وہ تمام بکریاں جو دبلی اور بے دودھ تھیں سب موٹی تازہ اور دودھ دینے والی ہوگئیں ان سب باتوں سے حلیمہ دائی کو یقین ہوگیا کہ یہ سب ان صاحبزادہ کے قدموں کی برکت ہے۔ پس پھر تو نہایت ہی شفقت و پیار سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش کرنے لگیں یہاں تک کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چار سال کی ہوگئی تو ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم حلیمہ دائی کے بیٹوں کے ساتھ بکریاں چرانے تشریف لے گئے تھے۔ حلیمہ دائی کے لڑکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگل میں بکریوں کے پاس چھوڑ کر اپنی ماں کے پاس کھانا لینے کو گئے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بکریوں کے پاس کھڑے ہوئے تھے کہ اچانک دو فرشتے دو پرندکی شکل کے نمودار ہوئے ایک نے دوسرے سے کہا کہ یہ ہیں وہی شخص دوسرے نے کہا ہاں یہی وہ شخص ہیں۔ یہ کہہ کر دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے خوف محسوس ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے بھاگے مگر ان دونوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ لیا اور آپ کو زمین پر چت لٹا دیا اور اپنی چونچ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک کو چاک کیا اور سینہ کے اندر سے دل کو بھی چاک کیا اور اس دل کے اندر سے ایک پھٹکی جمی ہوئی سیاہ خون کی نکال کر پھینک دی اور کہا کہ یہ خون جما ہوا شیطان کا حصہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد ایک نے دوسرے سے کہا کہ برف کا پانی لاؤ۔ پھر اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک دھویا گیا۔ پھر اولے کا پانی منگوا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو دھویا گیا۔ پھر سکینہ منگوایا جو کہ ایک قسم کا ذرور یعنی چھڑکنے کی قسم سے ایک چیز تھی اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر چھڑکا پھر ایک نے دوسرے سے کہا اب سی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قرآن پڑھ کر بھلا دے تو اللہ کے سامنے اس طرح آئے گا جیسے اس کے اعضا ہاتھ (ہاتھ پیر وغیرہ) کٹے ہوں۔ (مشکوٰۃ)

دو پس وہ دل پھر سی دیا گیا اور نبوت کی مہر لگا دی۔ پھر سینہ مبارک کو بھی سی دیا جب وہ لڑکے کھانا لے کر واپس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کا زرد رنگ اور گھبرائے ہوئے دیکھ کر اپنی ماں سے آ کر حال کہہ دیا۔ حلیمہ گھبرائی ہوئی مع اپنے خاندان کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور تسلی دی۔ شفقت سے گود میں بٹھایا اور اپنے ساتھ لے گئیں سب حال جو کچھ گزرا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما دیا اس دن سے حلیمہ خاص حفاظت ونگہبانی رکھنے لگیں آئندہ گھر سے باہر نہ جانے دیتیں۔ یہاں تک کہ ان کے خاوند نے کہا اس بچے کے عجیب وغریب قصے ہیں کہیں کوئی اذیت بچے کو نہ پہنچ جائے۔ ان کو ان کے گھر ان کے دادا عبدالمطلب کے پاس پہنچا دیں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دادا کے پاس پہنچا دیا اس شرح صدر سے طفولیت کے کھیل کود کی رغبت وشوق وغیرہ نکل گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اٹھنا بیٹھنا ایک انداز اور تمکین ووقار کے ساتھ ہوتا تھا۔

دوسری مرتبہ کے شق صدر کا بیان:

یہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دس برس کے ہوئے تو ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنگل میں تھے وہاں دو آدمیوں کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایسے نورانی چہرے والے کبھی نہ دیکھے تھے اور ایسی خوشبو ان سے آتی تھی کہ کسی عطر وغیرہ میں نہ سونگھی تھی۔ اور ان کے کپڑے ایسے براق نفیس اور صاف تھے کہ ایسا کپڑا دوسرا آج تک میری نظر سے نہیں گزرا۔ اور وہ دونوں شخص جبرائیلؑ ومکائیلؑ تھے۔ ان دونوں نے میرے بازو ایسے آہستہ اور نرمی سے پکڑے کہ مجھے ذرا بھی تکلیف محسوس نہ ہوئی۔ مجھ کو چت لٹایا کہ کوئی جوڑ بے کل نہ ہوا اور پھر انہوں نے میرا پیٹ چاک کیا اور اس وقت نہ کوئی درد ہوا اور نہ خون ہی نکلا۔ ایک ان میں سے سونے کے طشت میں پانی لاتا اور دوسرا اندر سے پیٹ دھوتا تھا پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ ان کے دل کو چاک کر کے کینہ وبدخواہی کو ان سے دور کر دو۔ چنانچہ دل چیرا اور ایک پھٹکی خون کی نکال کر پھینک دی اور شفقت ومہربانی کو دل میں ڈالا گیا۔ جو کہ ایک چیز چاندی کے تل کی طرح تھی۔ ڈال دی گئی۔ پھر ذرور چھڑک دیا۔ پھر انگوٹھا پکڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ جاؤ ہمیشہ خوش رہو۔ اس مرتبہ کا شرح صدر قوت غضبیہ اور شہویہ اور لوازمات شباب سے گریز ونفور ہونے کے لئے ہوا۔

تیسری مرتبہ کے شق صدر کا بیان:

یہ ہے کہ جب نبی ہونے کا زمانہ قریب ہوا اور وحی کے نازل ہونے کا وقت نزدیک آیا تو قوت قلب اور سہار وحی اور جلاء کے لئے صدر مبارک چاک کیا گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ کے اعتکاف کی نذر مانی تھی اور اس اعتکاف میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی شریک ہوئی تھیں۔ اور وہ مہینہ اتفاق سے رمضان المبارک کا تھا۔ اور وہ دونوں ایک غار میں اعتکاف کی نیت سے بیٹھے۔ ایک دن اسی غار میں سے وقت کے دیکھنے کے لئے غار کے کنارہ پر تشریف لائے کہ یکایک السلام علیکم کی آواز آئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے خیال کیا کہ یہ آواز جنوں کی جھپٹ کی سی ہے اور اس مکان میں ان کا گذر ہوتا ہے میں یہ سمجھ کر دوڑا اور غار میں پہنچا اور حضرت خدیجہ کو اس حال سے باخبر کیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یہ خوشخبری کی آواز ہے کیونکہ السلام علیک کا لفظ امن وانسیت کا نشان وعلامت ہے۔ اس آواز سے نہ ڈریئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت جبرائیلؑ ایک تخت پر جو مثل آفتاب کے چمکدار ہے بیٹھے ہیں اور اپنا ایک پر مشرق میں اور ایک مغرب میں پھیلایا ہوا ہے میں یہ دیکھ کر ڈرا اور چاہا کہ غار میں گھس جاؤں لیکن جبرائیلؑ نے اتنی فرصت نہ دی فوراً غار کے دروازے پر آ گئے یہاں تک کہ ان کی آواز سے اور ان کے دیکھنے سے میری دہشت جاتی رہی اور انسیت حاصل ہو گئی۔ پھر جبرائیلؑ نے مجھ سے وعدہ لیا کہ فلاں وقت اکیلے آنا میں وعدہ کے موافق آ کر دیر تک کھڑا رہا۔ جب بہت دیر ہوئی تو میں نے ارادہ کیا کہ اب گھر کو جاؤں کہ یکایک کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت جبرائیلؑ ومکائیلؑ دونوں آسمان وزمین کے درمیان بڑی عظمت وشان سے آ رہے ہیں۔ آتے ہی مجھے زمین پر چت لٹا دیا اور سینہ کو چاک کر دیا اور میرے دل کو نکال کر سونے کے طشت میں زمزم کے پانی سے دھویا اور کوئی چیز اس سے نکال دی لیکن مجھے کچھ بھی تکلیف معلوم نہ ہوئی۔ پھر دل کو اپنی جگہ رکھ کر درست کر دیا اور پھر دونوں نے مجھے ہاتھ سے پکڑ کر الٹا کیا اور ایک مہر میری پشت پر کر دی یہاں تک کہ اس مہر کرنے کا صدمہ میں نے اپنے دل پر پایا۔

چوتھی مرتبہ کے شق صدر کا بیان:

معراج کی رات کو شق صدر ہوا جس کی وجہ تھی کہ آپ کا قلب مبارک عالم ملکوت اور عالم ارواح کی سیر کے قابل ہو جائے اور ان تجلیات کی روشنی اور چمکتے ہوئے انوار کے دیکھنے کی طاقت پیدا کر سکے کہ جن کے دیکھنے سے دل میں وحشت آ جاتی ہے۔ پس یہ چار مرتبہ شرح صدر اس ہیت سے واقع ہوا جس سے سینہ مبارک کا اس قدر کھلنا اور کشادہ ہونا معلوم ہوا کہ بے انتہا کمالوں کی گنجائش اس میں ہو سکے اسی کی طرف سے سورۂ الم نشرح میں بیان فرمایا ہے کہ جس میں نفی کے ساتھ استفہام انکاری ہے جو ثبوت پر دلالت کرنے والا ہے۔ فرمایا اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَکَ صَدۡرَکَ.

یعنی ہم نے کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ کو نہیں کھولا۔ یعنی ہم نے آپ کے سینہ کو کھولا ہے۔ پس یہ ہے شرح صدر وشق صدر کی کیفیت جو کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آیۃ کرسی قرآن شریف کا چوتھا حصہ ہے (ثواب کے اعتبار سے)۔ (الجامع)

عزیز من آپ کو بتائی گئی امید ہے آپ اسے یاد کرلیں گے۔

نکاح کا بیان

س: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی شادیاں کیں اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے نام کیا ہیں؟

ج: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گیارہ نکاح کئے۔ دو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی انتقال کر گئیں ایک تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور دوسری حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور وہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت موجود تھیں۔ اور ان گیارہ ازواج مطہرات کے نام یہ ہیں

(۱) حضرت خدیجہؓ (۲) حضرت زینبؓ (۳) حضرت سودہؓ

(۴) حضرت عائشہ صدیقہؓ (۵) حضرت حفصہؓ (۶) حضرت ام سلمہؓ

(۷) حضرت زینب بنت جحشؓ (۸) حضرت ام حبیبہؓ

(۹) حضرت جویریہؓ (۱۰) حضرت میمونہؓ (۱۱) حضرت صفیہؓ۔

س: پہلا نکاح کس سے اور کس عمر میں ہوا؟

ج: پہلا نکاح پچیس سال کی عمر میں حضرت خدیجہؓ سے ہوا اور ان کی عمر اس وقت چالیس برس کی تھی۔ اور بیوہ تھیں۔ باقی ان کے بعد دس نکاح اور ہوئے یک بیک نو بیویاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں رہیں جن کا انتقال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہوا۔

تعدد ازواج پر شبہات کا رد:

س: بعض مذاہب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر نکاح کرنے پر شہوت رانی کا (العیاذ باللہ) الزام لگاتے ہیں اس کا کیا جواب ہے؟

ج: جب ایمان نہیں ہوتا تو منہ سے بات ایسی نکلتی ہے کہ وہ خود اسی پر اس کے اقرار کے موافق داغ ڈالنے والی بن جاتی ہے جو لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں اس سے تو ان ہی کے اوتاروں پر اعتراض لازم آتا ہے کہ انہوں نے متعدد بیویاں کر رکھی ہیں۔ دو دو سو، پانچ پانچ سو اور ہزار ہزار تھیں۔

چنانچہ سری کرشن جو بڑے معظم اوتار مانے جاتے ہیں ان کی سینکڑوں بیویاں تھیں۔

منو جی جو ایک مسلم پیشوا مانے جاتے ہیں۔ دھرم شاستر میں لکھتے ہیں کہ اگر ایک آدمی کی چار عورتیں ہوں اور ایک کے اولاد ہو تو باقی بھی صاحب اولاد کہلاتی ہیں۔

انبیاء سابقین میں بھی کثرت ازواج معمول رہا ہے۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے ننانوے ازواج کا ہونا مشہور ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے کثرت ازواج کے متعلق بائیبل میں ہے کہ سات سو بیویاں تھیں۔

اسلام سے قبل تمام مذاہب میں متعدد بیویاں رکھنا جائز تھا۔ عرب، ایران، یونان، مصر، آسٹریا اور ہندوستان وغیرہ میں ہر قوم کے اندر کثرت ازواج مروج تھا۔

مسٹر ڈیوڈ پوٹ، پادری فاکس، جان ملٹن، اور آئزک ٹیلر نے پرزور الفاظ میں اس کی تائید کی ہے اور انجیل میں متعدد آیات نقل کر کے لکھا ہے کہ تعدد ازواج صرف پسندیدہ ہی نہیں بلکہ خداوند تعالیٰ نے اس میں خاص برکت رکھی ہے۔

عیسائیوں کے پادری کثرت ازواج کے عادی تھے۔ سولہویں صدی عیسوی تک جرمنی میں اس کا عام رواج تھا۔

ویدک کی تعلیم غیر محدود تعدد ازواج کو جائز بتاتی ہے۔ جہاں تک مذاہب اور ممالک کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے۔ کسی مذہب، کسی قانون نے اس پر حد نہیں لگائی حتیٰ کہ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں بھی بعض صحابہ کے نکاح میں چار سے زائد بیویاں تھیں۔ لیکن جب اس کثرت ازواج سے عورتوں کی حق تلفی ہونے لگی تو قرآن کریم کا ابدی قانون جو دنیا سے ظلم و جور و جفا مٹانے کے لئے آیا اس نے ایک حد مقرر کر دی۔ چنانچہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور احکام کا نفاذ ہوا تو بحکم قرآن کریم شرع نے ضروریات کا لحاظ رکھتے ہوئے تعدد ازواج کو بالکل منع تو نہ کیا مگر اس کی خرابیوں کی اصلاح ایک تجدید کے ذریعہ کر دی کہ اب صرف چار عورتوں سے نکاح کر سکتے ہو وہ بھی اس شرط سے کہ تم چاروں کے حقوق برابر ادا کر سکو۔ اگر اتنی ہمت نہ ہو اور سب کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی ہو تو پھر ایک سے زائد رکھنا ظلم ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً "عورتوں سے جو تم کو پسند ہوں نکاح کر لو دو دو عورتوں سے اور تین تین عورتوں سے اور چار چار عورتوں سے پس اگر تم کو احتمال اسکا ہو کہ عدل نہ رکھو گے تو پھر ایک ہی بی بی پر بس کرو"

مگر ساتھ ہی اس کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کچھ خصوصی مصالح چار سے زائد کے مقتضی تھے۔ اس لیے آپ اس قانون سے مستثنیٰ رہے۔

چنانچہ ارشاد ہوا: يٰنِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ.

"اے نبی کی بیبیو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو اس لیے بحکم خداوند کریم چار سے زائد کا رکھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ٹھہری۔ آپ کی خانگی زندگی کے حالات جو تمام امت کیلیے دین و دنیا کے معاملات میں دستور العمل اور مشعل راہ ہیں صرف ازواج مطہرات ہی کے ذریعہ ہم تک پہنچ سکتے تھے۔

نیز غور کرنے کی بات ہے کہ جس وقت تمام عرب و عجم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر کمربستہ تھا قتل کے منصوبے بنائے ہوئے تھے طرح طرح کے عیب لگاتے بہتان باندھتے۔ (توبہ توبہ) مجنوں کہا، کذاب، بنایا، ساحر کہہ کر پکارا غرض سب ہی کچھ کیا مگر خواہش نفسانی اور شہوت رانی کا

الزام کبھی کسی نے نہیں لگایا۔ جناب معترض کو شرم آنی چاہیے کہ نفسانی خواہش کا پورا کرنا کیا اسی کو کہتے ہیں کہ زمانہ شباب کا ایک بڑا حصہ محض تجرد اور خلوت گزینی میں گزارا اور بعمر پچیس سال حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ان کی درخواست پر جب کہ وہ صاحب اولاد ہونے کے ساتھ چالیس سال کی عمر کی تھیں عقد کیا۔ اور وہ بھی اس طرح کہ ایک ماہ غار حرا میں عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔

نیز بعد نبوت خود کفار عرب اور خصوصی روساء قریش اپنی چیدہ اور منتخب لڑکیاں حسین وجمیل آپ کے قدموں میں نثار کرنے کے لیے تیار تھے جیسا کہ سب تواریخ اس پر شاہد ہیں علاوہ ازیں خود مسلمانوں کی جمعیت اس عرصہ میں لاکھوں کی تعداد میں پہنچ چکی تھی۔ ہر عورت آپ کے عقد میں داخل ہونے کو اپنے لیے باعث صد افتخار اور فلاح دارین سمجھتی تھی۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت اس قدر تھی کہ سولہ سو عورتیں رکھنے کی طاقت تھی جیسا کہ کتب سیر سے ثابت ہے ان تمام امور کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں پچاس سال تک صرف ایک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں جن کی عمر بوقت نکاح چالیس سال تھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد وفات دوسرے عقد ظہور میں آئے اور وہ بھی سب کی سب بیوہ تھیں سوائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اور یہ بھی خاص خاص شرعی ضرورتوں کے لحاظ اور منافع کے اعتبار سے ورنہ وہ احکام جو عورتوں کے ذریعہ سے امت کو پہنچ سکتے تھے مخفی رہ جاتے۔

عزیز من! ان حالات کے پیش نظر کوئی سلیم الطبع صحیح الحواس انسان ایسا ہوگا جو آپ کے اس تعدد ازواج کو معاذ اللہ کسی نفسانی خواہش کا نتیجہ بتا سکے۔ اگر کوئی چمگادڑ جیسی آنکھ آفتاب نبوت کی عظمت وجلالت شان کو بھی نہ دیکھ سکے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق واعمال تقویٰ وطہارت زہد وریاضت، اور مقدس زندگی کے حالات سے بھی آنکھ چرالے تو خود ان متعدد نکاحوں کے حالات وواقعات ہی اس معترض کو یہ کہنے پر مجبور کریں گے کہ یہ تعدد ازواج یقیناً کسی نفسیاتی خواہش پر مبنی نہ تھا۔ پس کس قدر بے حیائی اور حق کشی ہے کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے اس تعدد ازواج کو نفسانی خواہش پر محمول کیا جائے اگر باطل پرستی نے عقل وحواس کو اندھا نہ کر دیا ہو تو کوئی کافر بھی ایسا نہیں کہہ سکتا ورنہ تو وہ اسی کا مصداق ہوگا کہ:

وہ الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا
خود بدی کے مرتکب تھے اور تہمتیں ابلیس پر
میری غیرت کو ہے ایسی زندگی سے انحراف

س: آپ کے کتنے صاحبزادے اور کتنی صاحبزادیاں تھیں؟

ج: آپ کے تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں تھیں۔ صاحبزادوں کے نام یہ ہیں۔ حضرت قاسم، حضرت عبداللہ، اور حضرت ابراہیم۔ صاحبزادیوں کے نام یہ ہیں۔ حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم، اور فاطمہ رضی اللہ عنہن۔ زاد المعاد میں لکھا ہے کہ طاہر وطیب حضرت عبداللہ کے لقب تھے۔

س: صاحبزادے کن سے پیدا ہوئے اور صاحبزادیاں کن سے۔ صاحبزادوں میں کون زندہ رہا یا نہیں؟

ج: صاحبزادیاں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئیں۔ اور صاحبزادوں میں سے حضرت قاسم اور حضرت عبداللہ بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے اور حضرت ابراہیم ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے حضرت عبداللہ نبوت کے بعد پیدا ہوئے اور مکہ میں ہی انتقال ہو گیا اور باقی صاحبزادے نبوت سے پہلے پیدا ہوئے اور نبوت سے پہلے ہی انتقال کر گئے۔

س: صاحبزادیوں کا نکاح کن سے ہوا؟

ج: حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابو العاص رضی اللہ عنہ سے ہوا اور ان سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہوئی مگر آگے نسل نہ چلی۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح پہلے ابولہب کے بیٹے عتبہ کے ساتھ ہوا۔ پھر عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوا اور ایک لڑکا پیدا ہو کر چھ سال کا ہو کر مر گیا۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح پہلے ابولہب کے بیٹے عتیبہ سے ہوا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوا ان سے کچھ اولاد نہ ہوئی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوا جن سے حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور آپ قیامت کے دن جنت کی تمام بیبیوں کی سردار ہوں گی۔ حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے بکثرت اولاد ہوئی ان حضرات سے جو اولاد ہے وہی سادات کہلائے جاتے ہیں اور جو اولاد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے علاوہ ہیں ان کو علوی کہتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت پر چند دلائل:

س: کیا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب سے افضل ہیں؟ اس پر کیا دلیل ہے؟

ج: پہلی دلیل: جی ہاں ہمارے نبی محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق حتیٰ کہ انبیاء وملائکہ سب سے افضل ہیں کیونکہ یہ ثابت ہے کہ نور مبارک حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام موجودات سے پہلے پیدا ہوا اور عبادت آپ کی سب سے زیادہ اور جامع ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے: کُنْتُ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ کہ میں اس

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صفا مروہ میں دوڑو کہ یہ دوڑ نا تم پر لازم ہے۔ (طبرانی)

وقت نبی تھا جس وقت آدمؑ پانی اور مٹی ہی میں تھے

اور فرمایا کہ: اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ وَلَا فَخْرَ لِیْ. میں سردار ہوں تمام اولادِ آدم کا اور میں اس پر فخر نہیں کرتا۔

اور فرمایا کہ: اَنَا سَیِّدُ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ.

کہ میں تمام عرب و عجم کا سردار ہوں۔ اور سردار وہ ہوتا ہے جو اپنی قوم میں سب سے افضل ہو۔

دوسری دلیل: حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور آسمانوں، زمینوں عرش و کرسی، لوح و قلم، بہشت و دوزخ اور تمام مخلوق اور تمام انبیاءؑ سے چار ہزار چار سو بیس برس پہلے پیدا ہو گیا تھا اور بارہ ہزار برس تک وہ نورِ مقدس: سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی وَبِحَمْدِہٖ کہتا رہا۔

تیسری دلیل: تواریخ و سیرِ عجم و عرب سے ثابت ہے کہ کوئی بھی مثل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عبادت، ہیبت و شجاعت، رفعت و عظمت، منزلت و سعادت، ہدایت و کرامت، شفاعت و مناقبت فضائل و خصائل، معجزات و کمالات، ذاتی و صفاتی، علم و حلم، خلق و کرم اور سخاوت میں نہ تھا اور نہ ہوا۔ اور جو ایسا جامع کمالات اور صاحب فضل ہو وہ تمام سے ہر حیثیت سے بڑھ چڑھ کر ہو گا اور یہ کون نہیں جانتا کہ اس کو سب پر فضیلت اور افضلیت حاصل ہو گی بس آپ ان تمام وجوہات کی بناء پر تمام ملائک اور تمام نبیوں سے افضل ہوئے

چوتھی دلیل: فرمایا اللہ تعالیٰ نے شان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے: لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ. یعنی اگر وجود مبارک رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مقصود و مطلوب حق تعالیٰ کو نہ ہوتا تو موجودات میں سے کوئی بھی وجود میں نہ آتا۔ نہ عرش، نہ فرش، نہ جمادات و نباتات، نہ حیوانات اور نہ انسان حتیٰ کہ باقی انبیاء و رسل بھی وجود میں نہ آتے۔ جیسا کہ اہل علم اور اصحاب تاریخ و سیر سے پوشیدہ نہیں ہے۔ تو پس جس ہستی کو یہ اقدمیت و فوقیت حاصل ہو۔ حتیٰ کہ جمیع مخلوقات کے وجود کا موقوف علیہ بھی ہو تو پھر اس سے زیادہ کسی دوسرے کو کس طرح فوقیت حاصل ہو سکتی ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ہمارے پیغمبر احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب پر حتیٰ کہ تمام انبیاء پر فضیلت حاصل ہے۔ اور آپ افضل الخلائق والرسل ہیں۔

پانچویں دلیل: اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی ہے فرمایا کہ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ. کہ تم بہترین امت ہو تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت تمام امتوں پر بہتر ٹھہری تو اس سے خود بخود یہ لازم آ گیا کہ آپ بھی سب نبیوں سے افضل ہیں۔ کیونکہ یہ فضیلت امت میں بمتابعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آئی۔ اور تابع کی فضیلت سے متبوع کی فضیلت ظاہر ہے لہٰذا جب آپ کی امت تمام نبیوں کی امت سے افضل ہوئی۔ تو تمام نبیوں پر آپ کی فضیلت ثابت ہوئی۔ پس آپ سب سے افضل ہوئے۔

چھٹی دلیل: تمام نبیوں کی بعثت خاص خاص جگہوں اور خاص خاص مقاموں کی طرف ہوئی۔ اور آپ کا مبعوث ہونا تمام جہان والوں عرب و عجم کی طرف ہوا۔

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ. آپ کو تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر ہم نے بھیجا ہے آپ جمیع عرب و عجم کی ہدایت کے لیے مکلف بنائے گئے جیسا کہ تواریخ و سیر سے بھی ثابت ہے۔ جس کے وجہ سے آپ کی مشقت اور مجاہدہ سب سے بڑھ گیا۔ نہ کوئی ساتھی نہ کوئی مددگار تن تنہا اور تمام انسانوں حتیٰ کہ جنات کی طرف بھی بعثت ہوئی۔ پھر دعوت بھی اللہ احد کی تھی جو سب کے خلاف تھی۔ لہٰذا سب دشمن ہو گئے۔ رنج و اذیت دعوت حق میں آپ برداشت کرتے رہے۔ اور مشغول ہدایت رہے جو کہ زیادتِ ثواب کو لازم ہے اور زیادتِ فضیلت کو پس ثابت ہوا کہ آپ کا فضل بھی اور نبیوں سے زیادہ ہے لہٰذا آپ سب سے زیادہ افضل ہوئے۔

ساتویں دلیل: جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود و رحمت بھیجتے ہے اور خود اللہ تعالیٰ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و رحمت بھیجتا ہیں۔ اور بندوں کو بھی حکم دیا اپنے اس ارشاد میں کہ:

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا.

ترجمہ: تحقیق اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ لہٰذا اے مومن! تم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام بھیجو! پس اس سے خاص الخاص فضیلت تمام نبیوں پر ثابت ہوئی۔

آٹھویں دلیل: آپ خاتم الانبیاء ہیں۔ اور جو خاتم الانبیا ہو گا۔ اس کا مذہب تمام مذاہب سابقہ کا ناسخ ہو گا۔ اور جو ناسخ ہو گا۔ وہ منسوخ سے افضل ہو گا۔ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذہب سب سے افضل ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی سب سے افضل ہونا بالضرور ثابت ہو گا۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگر مفضول ہوں تو یہ خلاف عقل ہو گا۔ اس لیے کہ مفضول کے ذریعے افضل کا نسخ عقلاً قبیح ہے پس ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں سے افضل ہیں۔

معراج

معراج کب اور کیسے ہوئی؟

س: معراج کی مختصر کیفیت بیان کیجئے؟

ج: اکیاون سال کی عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات ام ہانی

رضی اللہ عنہا کے مکان میں سو رہے تھے۔ کہ ایک فرشتہ چھت کھول کر مکان میں آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیدار کیا اور مسجد الحرام میں لے گیا پھر مسجد سے لے جانے کے بعد ایک مقام پر پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک کو شق کیا اور قلب نکال کر سونے کے طشت میں آب زمزم سے دھویا پھر ایمان و حکمت سے مزین کر کے قلب کو اسی طرح رکھ دیا۔ اس کے بعد ایک سواری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لائی گئی جو نہایت سفید تھی۔ اور اس قدر تیز تھی کہ اس کا ایک قدم وہاں پڑتا تھا جہاں اس کی نگاہ جاتی تھی۔ اس کو براق کہتے ہیں۔ اس پر سوار کر کے جبرائیل علیہ السلام لے چلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس پہنچے وہاں دو رکعت نماز پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امام تھے اور تمام انبیاء علیہم السلام مقتدی پھر وہاں سے آسمان کی طرف روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ آسمان دنیا پر پہنچے اور دروازہ کھول دیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آسمان پر تشریف لے گئے اور وہاں پر آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور سلام ہوا اور پھر اسی طرح ساتویں آسمان تک تشریف لے گئے۔ ہر آسمان پر ایک نبی سے ملاقات ہوئی چنانچہ دوسرے آسمان پر عیسیٰ و یحییٰ علیہما السلام سے۔ تیسرے آسمان پر یوسف علیہ السلام سے اور چوتھے آسمان پر ادریس علیہ السلام سے پانچویں آسمان پر ہارون علیہ السلام سے اور چھٹے آسمان پر موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ ساتویں آسمان پر ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ ساتویں آسمان سے سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچا دیے گئے۔ سدرۃ ایک بیری کو کہتے ہیں اور منتہیٰ جہاں آپ کے سفر کی انتہا ہوئی۔ اس درخت کے پتے مثل ہاتھی کے کان کے برابر ہیں سدرۃ المنتہیٰ سے چار نہریں جاری ہیں۔ ایک سلسبیل، دوسری کوثر، تیسری دریائے نیل، چوتھی فرات پھر وہاں سے بیت المعمور پہنچا دیے گئے۔ بیت المعمور خانہ کعبہ کے مقابلہ ایک مسجد ہے جو طوفان نوح کے زمانہ میں مکہ معظمہ سے اٹھا کر ساتویں آسمان پر رکھ دی گئی تھی۔ اس جگہ اللہ تعالیٰ سے کلام کیا اور پچاس وقت کی نماز فرض ہوئی۔ پھر موسیٰ علیہ السلام سے واپسی میں ملاقات ہوئی تو موسیٰ علیہ السلام نے کم کرانے کے لئے کہا۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی مرتبہ کی آمد و رفت کے بعد کم کراتے کراتے پانچ وقت کی نماز فرض رہی۔ مگر ثواب وہی پچاس وقت کا ملتا ہے۔ اللہ اکبر! یہ اللہ تعالیٰ کا کس قدر انعام ہے کہ نماز پڑھنے کو کہا پانچ وقت اور ثواب دینے کو کہا پچاس وقت کا۔ آہ! ہم سے اتنا بھی نہیں ہو سکتا:

اللھم احفظنا من التکاھل و التکاسل.

اے اللہ! محفوظ رکھ ہم کو کاہلی اور سستی سے۔

س: معراج کب ہوئی؟

ج: مکہ معظمہ میں نبوت کے بارہ سال اور تین ماہ بعد ستائیسویں رجب۔

ثبوت معراج پر چند دلائل:

س: معراج کے ثبوت کے لئے دلائل عقلی بیان کیجئے جس سے معلوم ہو کہ جسم کا بلندی کی طرف جانا کرہ نار اور طبقہ زمہریری سے گزرنا ممکن ہے؟

ج: عزیز من! کسی چیز کے ثبوت کے لئے ہر جگہ دلیل عقلی تو ضروری نہیں۔ مخبر صادق کی خبر دلیل عقلی سے کہیں زیادہ قابل اعتبار ہے۔ مگر خیر دلیل عقلی ثبوت و امکان معراج پر میں پیش کرتا ہوں۔ ذرا غور سے سنئے!

پہلی دلیل: عقل جس طرح کرہ ارض سے عرش پر ایک جسم کثیف و خاکی کے چڑھ جانے کو جائز نہیں رکھتی اس طرح عقل جسم لطیف و روحانی کا زمین پر اتر آنا محال خیال کرتی ہے۔ کیونکہ جسم لطیف کا مرکز علو ہے۔ لہٰذا غیر مرکز یعنی اسفل کی طرف آنا محال ہوگا۔ پس اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج شب کے ایک حصہ میں واقع ہونا عقل کے نزدیک ممتنع ہے تو جبرئیلؑ کا عرش سے زمین پر ایک لحظہ میں اتر آنا بھی ممتنع ہوگا لہٰذا جو لوگ کہتے ہیں کہ اس تیزی کے ساتھ حرکت کا واقع ہونا مستبعد ہے تو ان کی اس رائے سے لازم ہے کہ جبرئیلؑ کا نزول بھی انبیاء کے پاس ایک لحظہ میں عرش سے ممتنع ہے۔ حالانکہ یہ غلط اور باطل ہے جب یہ باطل ہے تو معراج کا انکار بھی باطل ہے۔

دوسری دلیل: اکثر اہل مذاہب جنات و شیاطین کے وجود کے قائل ہیں اور ان کو ذی جسم جانتے ہیں۔ اور ان کے لئے یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ان کو انسان کے دلوں میں وسوسہ ڈالنے کی قدرت ہے۔ اور یہ بھی مانتے ہیں کہ شیطان کو اتنی قوت حاصل ہے کہ مشرق سے مغرب اور مغرب سے مشرق میں بہت جلد پہنچ سکتا ہے۔ پس جب ایسے بدترین ذی جسم مخلوق سے یہ سرعت ظہور میں آ سکتی ہے تو اس بہترین مخلوق سے ایک آن میں زمین سے عرش تک طے کرنے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔

تیسری دلیل: حضرت سلیمان علیہ السلام جب سیر کا ارادہ فرماتے تو صبح کے وقت ملک شام سے روانہ ہوتے اور ہوا ان کے تخت کو چاشت کے وقت بقدر ایک مہینہ کی راہ ملک اصطخر میں پہنچا دیتی۔ اور عصر کے وقت ملک اصطخر سے روانہ ہوتے تو شام کا کھانا کابل کھاتے جیسا کہ قرآن کریم میں **غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ** فرمایا ہے۔ پس اس سے بھی ثابت ہوا کہ حرکت سریع اس قسم کی امکان میں داخل ہے۔

چوتھی دلیل: آصف بن برخیا جو کہ سلیمان علیہ السلام کے وزیر اعظم تھے پلک جھپکنے اور آنکھ کھولنے کے عرصہ میں تخت بلقیس سبا سے جو کہ حدود یمن میں ہے حضرت سلیمان کے محل میں جو شام میں ہے اٹھا لائے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں یہ قصہ موجود ہے۔ پس جب کہ ایسے شخص کو حرکت سریع پر اتنی قدرت تھی تو حضرات انبیاء علیہم السلام میں حرکت سریع کا پیدا ہونا کیونکر مستحیل ہو سکتا ہے۔

پانچویں دلیل: آنکھ سے دیکھنے کی کیفیت میں علمائے ریاضی اس بات کے قائل ہیں کہ آنکھ سے جسم شعاعی مخروطی شکل، یا جسم شعاعی دقیق بشکل خط مستقیم نکلتا ہے۔ اور مبصر پر پہنچ کر ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد سطح مبصر پر نہایت سریع حرکت طولاً وعرضاً کرتا ہے۔ تو لہٰذا اس مذہب کے مطابق نہایت سریع حرکت کا وقوع ممکن ہے۔ کیونکہ آنکھ کھولتے ہی نور باصرہ سیارات وثوابت کا احساس کر لیتا ہے اور آنکھ میں شعاع ان مبصرات تک ایک ادنیٰ نظر میں منتقل ہو جاتی ہے۔ پھر جسم پاک محمدی کو کہ نور دیدہ فلک اور قرۃ العین انس وملک ہے اور لاکھ درجہ روشنائی سے الطف ہے اگر ایک آن میں زمین وآسمان کی مسافت طے فرمائے تو کیا محال ہے۔

چھٹی دلیل: آفتاب، زمین سے باوجودیکہ کچھ زیادہ تیرہ لاکھ گناہ بڑا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ وہ ذراسی دیر میں طلوع ہو جاتا ہے اور لحہ بھر میں اتنی بڑی مسافت طے کرتا ہے تو یہ بات صاف دلالت کرتی ہے کہ حرکت کا اس تیزی کے ساتھ وقوع میں آ جانا اتنے فاصلہ تک ممکن ہے پس جب ایسے بڑے جسم سے سرعت سیر عند العقل بعید نہ ہو تو وہ آفتاب فلک رسالت کہ سو ہزار اجرام فلکی اور اجسام نورانی ملکی اس کے وجود سے استفادہ نور کرتے ہیں باماد وسُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی اگر حصہ شب میں باہفت آسمان سے گزر کر مقام فَتَدَلّٰی ترقی فرمائے تو کیا عجب ہے۔

پس جب ان تمام دلیلوں سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ ایک ایسی حرکت کا وقوع جو اپنی سرعت میں اس حد تک ہو نفس الامر میں ممکن ہے تو لہٰذا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم میں اس کا پایا جانا ممتنع نہیں۔ لہٰذا معراج کا ہونا ممتنع نہیں۔

س: جناب! آپ نے دوسرے اجسام کی سرعت سیر پر سرعت جسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیاس کر کے حکم لگا دیا سو یہ قیاس کس طرح صحیح ہوا؟

ج: میرے محترم! خیال کرنے کا مقام ہے کہ اجسام تمام کے تمام ماہیت میں متماثل ہیں اور چونکہ ایسی حرکت کی بعض اجسام صلاحیت رکھتے ہیں تو سارے اجسام میں اس کا حاصل ہو سکنا واجب ہوا اور جب تمام اجسام میں اس کا حاصل ہونا واجب ہے تو ثابت ہوا کہ ایسی سریع حرکت کا جسم محمدی ہونا ممکن ہے۔ اور خالق عالم تمام ممکنات پر قادر ہے اور ایسی حرکت پر قادر ہونا واجب ہے پس لازم آیا کہ معراج کا وقوع ممکن ہے کوئی محال اور ممتنع نہیں۔

س: آپ نے دلائل سے مسئلہ معراج کو خوب ذہن نشین کرا دیا اور سمجھ میں آیا کہ واقعی معراج کا ہونا محالات میں سے نہیں مگر تحیر وتعجب سے خالی نہیں؟

ج: عزیز من! ایسے تعجبات معراج کے ساتھ ہی کیا خاص ہیں بلکہ تمام معجزات میں پیدا ہوتے ہیں بھلا عصا سے دریا کو مارنے سے دریا پھٹ جاتے اور بارہ راستے بنی اسرائیل کے خاندان کے شمار کے موافق بن جائیں اور باقی بارہ طاقتوں کی مانند ہوا کے قائم ہو جائیں۔ یہ قیاس میں آنے والی بات ہے؟ اسی طرح موسیٰ علیہ السلام نے جب عصا کو پھینکا تو وہ اژدھا عظیم بن گیا اور ستر ہزار شعبدوں کو نگل گیا۔ اور ان کا نام ونشان باقی نہ رہا۔ وہ رعد کی طرح گرجتا تھا۔ بعد ازاں حسب سابق عصا ہو گیا۔ اسی طرح پہاڑی سے اونٹ کا پیدا ہونا۔ اور پیدا ہوتے ہی اپنے برابر بچے کا جننا قیاس میں آنے والی بات ہے؟ مادرزاد اندھے کی آنکھوں پر ہاتھ پھیر کر بینا کرنا، مٹی کا جانور بنا کر جاندار کرنا، معراج کے قصہ سے زیادہ تعجب انگیز ہیں۔

عزیز من! اگر محض تعجب معراج کے انکار کا باعث ہے تو دیگر معجزات سے بھی انکار ہو سکتا ہے۔ حالانکہ نبوت کے دعویٰ کے تسلیم کے بعد نبی سے کسی بھی ایسی چیز کا انکار جائز نہیں۔ کیونکہ معجزات کا ثبوت متفرع ہے نبوت پر اور نبوت کی تسلیم پر معجزات کا انکار باطل ہے کیونکہ معجزات نبی کے لیے لازم ہیں۔ اور جو چیز مستلزم ہو کسی باطل کو وہ خود باطل ہے لہٰذا معجزات کا انکار یا معراج کی نفی باطل ہے۔ پس معراج کا تعجب خیز ہونا نفی معراج کی دلیل نہیں بن سکتی۔ پس معراج ثابت ہے۔

عزیز من! خیر یہ تو بڑی باتیں ہیں۔ تعجب تو ہر ایسی چیز سے ہوتا ہے کہ جس چیز سے کوئی شخص ناواقف ہو مثلاً آپ کسی جاہل سے کہیں کہ تار برقی کی حرکت سات منٹ میں چوبیس ہزار میل ہے دیکھئے اس جاہل کا اس خبر کو سن کر کیا حال ہوگا۔ فوراً کہہ دے گا کہ سب کہنے کی باتیں ہیں بھلا ایسے کب ہو سکتا ہے اور کہے گا چوبیس ہزار میل کون گیا ہے اور کون دیکھ کر آیا ہے یوں ہی واہی تباہی کی باتیں ہیں۔ اسی طرح روشنی کی رفتار جو ایک سیکنڈ میں ایک لاکھ بانوے ہزار میل ثابت ہوئی ہے اس کی نسبت بھی جاہل عوام کا یہی حال ہوتا ہے۔

میرے عزیز! یہ دلائل وتخیلات ظاہر بینوں کے واسطے ہیں۔ اہل باطن کے واسطے اس کی کچھ حاجت نہیں۔ ان کو ایسے واقعات خود مشاہد ہوتے ہیں۔ علاؤ الدین سنانی نے کہا ہے کہ اکثر میں بعد نماز صبح اذکار سے فارغ ہو کر مراقبہ کرتا ہوں۔ اور اس عالم سے گذر کر دوسرے عالم میں جاتا ہوں وہاں سو سو برس، دو دو سو برس، ہزار ہزار سال مشغول عبادت رہتا ہوں۔ ہر دن پانچ وقت کی نماز پڑھتا ہوں۔ ہر سال رمضان شریف کے روزے رکھتا ہوں۔ پھر جب مراقبہ سے سر اٹھاتا ہوں۔ تو آفتاب طلوع ہوتا ہے اور اشراق کی نماز یہیں ادا کرتا ہوں اسی سے بزرگان طریقت نے فرمایا ہے کہ ایک سانس اصحاب باطن کا ہزار سالہ عبادت عامہ سے بہتر ہے۔ ایک ساعت میں سو بار قرآن پاک ختم کرتے ہیں آیت آیت حرفاً حرفاً تلاوت کرتے ہیں۔

عزیز من! جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے خواص کا یہ مقام ہے تو اس فخر اولین وآخرین کی معراج میں کیا کلام ہے۔ پس معراج آپ کے لیے عقلاً ممکن اور نقلاً ثابت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سوار حاجیوں سے فرشتے مصافحہ کرتے اور پیادوں سے گلے ملتے ہیں۔ (الدر)

چند نظائر:

س: معراج میں طبقہ زمہریری اور طبقہ ناریہ سے گزرنا کس طرح ہو گا۔اس کے کچھ نظائر پیش کیجئے؟

ج: عزیز من! آپ کو شبہ اس لئے ہوا کہ ان طبقات سے گزرنا ہو اور برودت اور ناریت کا اثر نہ ہو یہ کیونکر ممکن ہے۔سو آں عزیز کو معلوم ہونا چاہئے کہ گرم وسرد کا اثر اس محل میں مکث اور ٹھہرنے سے ہوتا ہے۔اگر اس میں سے گزر جائیں تو کوئی اثر نہیں ہوگا۔جیسے چراغ کی لو میں انگلی کو جلد جلد حرکت دیتے رہیں تو نہ جلے گی اسی طرح برف میں جلد جلد ہاتھ بدلتے رہیں تو سردی کا کوئی اثر نہ ہوگا۔اور جب یہ معلوم ہے کہ معراج میں آپ کی سیر نہایت سریع واقع ہوئی تھی لہٰذا آپ بسرعت ان سے گزر گئے تھے۔ اس طرح طبقہ زمہریری اور طبقہ ناریہ کا آپ پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔

دوسری نظیر: نمرود کے زمانہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا اور آگ نے اثر نہ کیا تو اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو طبقہ نار سے گزرنے سے کوئی اثر نہ ہوا۔

تیسری نظیر: جب یہاں بعض مصالحہ ایسے ہیں کہ ان کو لگا کر آگ میں گھس جاتے ہیں تو آگ کچھ اثر نہیں کرتی تو اللہ تعالیٰ کے بلائے ہوئے پر آگ کیوں اثر کرے گی۔

چوتھی نظیر: جب یہاں بادشاہ کسی کو طلب کرتا ہے تو راہ کے ہر قسم کے کھنڈر، اتار چڑھاؤ، موذی ومضر اشیاء سے راستہ صاف کر دیتا ہے۔اور ان راہوں پر لوگوں کو مقرر کیا جاتا ہے کہ کوئی تکلیف نہ ہو تو کیا پوچھنا ہے شان علو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے بلایا ہے پھر راستہ کے نقصان دہ ایذا رساں حالات کا کیوں کر پیش آنا ممکن ہو سکتا ہے۔پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم بخیر وعافیت ہر طبقہ سے گزر کر لقاء رب سے اور سیر سے محظوظ ہو کر واپس تشریف لے آئے۔

مدینہ میں اسلام

مدینہ میں اسلام اور بیعت عقبۂ اولیٰ:

س: مدینہ میں اسلام کیسے پھیلا؟

ج: دس سال تک برابر حضور صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے مختلف قبیلوں کو اعلان کے ساتھ اسلام کی دعوت دیتے رہے اور عرب کی کوئی مجلس اور کوئی مجمع نہیں چھوڑا۔جس میں جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ نہ فرمائی ہو حج کے موسم میں مختلف بازاروں میں گھر گھر تشریف لے جا کر لوگوں کو حق تعالیٰ کی طرف بلاتے رہے۔مگر وہ اس کے جواب میں آپ کو ہر قسم کی تکلیفیں پہنچاتے اور مذاق اڑاتے تھے۔اور کہا کرتے تھے کہ پہلے اپنی قوم کی اصلاح کیجئے۔ان کو تو مسلمان بنایئے پھر ہماری ہدایت کے لیے آیئے اسی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مدت گزر گئی۔جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ اسلام کی اشاعت ہو تو قبیلہ اوس کے چند آدمی مدینہ طیبہ سے آپ کی خدمت میں بھیج دیئے جس میں اس سال دو شخص اسعد بن زرارہ اور ذکوان بن عبد قیس مشرف با اسلام ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ کیا پیغام خداوندی کی تبلیغ میں میری مدد کرو گے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ابھی ہمارے آپس کی اوس اور خزرج کی خانہ جنگیاں ہو رہی ہیں اگر اس وقت جناب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت پر سب کا اجتماع نہ ہو سکے گا۔ابھی آپ ایک سال ارادہ کو ملتوی فرما دیں ممکن ہے ہماری آپس میں صلح ہو جائے اور پھر ہم سب مل کر اسلام قبول کر لیں آئندہ سال پھر ہم حاضر ہوں گے یہ کہہ کر مدینہ واپس آ گئے۔

خدا تعالیٰ کو منظور تھا کہ مدینہ طیبہ میں اسلام پھیلے اسی سال بھر کے عرصے میں اوس اور خزرج کے اکثر جھگڑے ختم ہو گئے اور سال آئندہ حج کے موقع پر حسب وعدہ بارہ آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔جن میں دس قبیلہ خزرج اور دو اوس کے تھے۔ان میں جو لوگ گزشتہ سال مسلمان نہیں ہوئے تھے وہ اب مسلمان ہو گئے۔اور سب نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔یہ بیعت چونکہ سب سے پہلے عقبہ کے پاس ہوئی تھی اس لئے اس بیعت کا نام بیعت عقبۂ اولیٰ رکھا گیا۔

یہ لوگ مسلمان ہو کر مدینہ طیبہ واپس آئے تو مدینہ کے گھر گھر میں اسلام کا چرچا تھا اور ہر مجلس میں یہی ایک بات رہ گئی۔

سب سے پہلا مدرسہ:

س: اسلام میں سب سے پہلے مدرسہ کی بنیاد کہاں رکھی گئی؟

ج: اوس وخزرج کے لوگ جب مدینہ طیبہ واپس آئے تو ان کے ذمہ دار لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک خط لکھا کہ: ''یہاں بحمد للہ اسلام کی اشاعت ہو چکی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص کو ہمارے ہاں بھیج دیجئے جو ہمیں قرآن شریف پڑھائے اور لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت اور ہمیں احکام شرعیہ کی تعلیم دے اور نماز میں ہمارے لیے امام بنے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مصعب ابن عمیر رضی اللہ عنہ کو جو ایک نو جوان مسلمان تھے اور دین محمدی کے احکام مسائل سے خوب واقف تھے مدینہ طیبہ بھیج دیا اس طرح اسلام میں سب سے پہلے مدرسہ کی بنیاد مدینہ طیبہ میں پڑ گئی۔(سیرت طیبہ)

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے وعظ ونصیحت سے بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے۔ان دنوں سعد بن معاذ مدینہ کا سردار تھا جب اس نے اپنے لوگوں کے متعلق سنا کہ وہ مسلمان ہو رہے ہیں تو خفا ہوا۔اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبریل نے مجھے آ کر کہا کہ میں تلبیہ زور سے کہوں۔(مجمع)

کے پاس دو آدمیوں کے ہاتھ کہلا بھیجا کہ آئندہ وعظ مت کہو۔ اور کسی کو مسلمان نہ بناؤ۔ جب یہ دونوں شخص مصعب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور قرآن مجید سنا تو وہ خود ہی مسلمان ہو گئے یہ سن کر سعد سخت غصہ کی حالت میں مصعب کے پاس خود آیا۔ اور کہنے لگا تم کیوں ناحق ہمارے لوگوں کو بہکاتے ہو اور اپنے دین سے پھیرتے ہو۔ سعد کی پھوپھی کے بیٹے اسعد رضی اللہ عنہ جو مسلمان ہو چکے تھے بولے بھائی! ذرا ٹھہرو اور جو کچھ یہ پڑھتے ہیں تم بھی سن لو پھر جو مرضی ہو کرنا ان کے کہنے پر سعد بن معاذ وہاں بیٹھ گیا اور مصعب رضی اللہ عنہ نے قرآن پڑھنا شروع کیا۔ قرآن مجید سنتے ہی سعد کے دل کی حالت کچھ سے کچھ ہو گئی اور سچے دل سے ایمان لے آیا اور چونکہ یہ اپنی قوم کا سردار تھا اس لئے اپنی قوم کے تمام لوگوں کو بلا کر پوچھنے لگا بتاؤ تم مجھے کیسا آدمی سمجھتے ہو سب نے یک زبان ہو کر کہا تم بڑے سمجھدار اور لائق آدمی ہو اور ہمارے سردار ہو جو کچھ تم کہو گے ہم سب ماننے کو تیار ہیں۔ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا میں تو اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا چکا ہوں یہ سن کر اس کے قبیلے کے سب لوگ مسلمان ہو گئے۔

ہجرت کے اسباب:

س: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کیوں فرمائی؟

ج: نبوت کے تیرھویں سال حج کے دنوں میں مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے ساتھ مدینہ کے ۷۵ آدمی بھی تھے۔ جو اب تک مسلمان ہو چکے تھے ان لوگوں کا ارادہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے شہر مدینہ میں لے چلیں اور اپنا مال و جان آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دیں۔

ایک رات سارے مسلمان پوشیدہ طور پر مکے سے باہر ایک پہاڑی میں جمع ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی آپ اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر تشریف لائے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اگرچہ ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیر خواہ اور مددگار رہتے تھے۔ پہلے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا:

"تم جانتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کیسے عزیز ہیں آج کل قریش مذہبی معاملے کے سبب ان کے جانی دشمن ہو رہے ہیں۔ اگر تم ان کا ساتھ دینا چاہتے ہو تو اپنی جان جوکھوں میں ڈالنی ہو گی اب سوچ لو کہ ایسا نہ ہو کہ پھر کوئی خرابی پیدا ہو اور تم عہد توڑ کر ہمیں اپنا دشمن بنا لو"۔

یہ سن کر لوگوں نے عرض کیا جو کچھ تم نے کہا ہم نے سنا ہم اپنے پروردگار اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پکا عہد کرنے کو تیار بیٹھے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے جو عہد لینا چاہیں پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے قرآن مجید کی چند آیتیں تلاوت فرمائیں پھر ارشاد فرمایا کہ: "اے ایمان والو! اللہ کا عہد یہ ہے کہ تم اسی کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ جانو اور میرا عہد یہ ہے کہ اس دین اسلام کے پھیلانے میں جان و مال سے میری مدد کرو اور جب میں تمہارے شہر میں آؤں تو میری اور میرے ساتھیوں کی ایسی حمایت کرو جیسی اپنے اہل و عیال کی کرتے ہو"۔

سب نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اس عہد پر قائم رہیں گے اور پھر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر ہم نے اس عہد کو پورا کیا تو ہمیں اس کی کیا جزا ملے گی؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا راضی ہونا اور جنت۔ یہ سن کر سب نے عرض کیا کہ اپنا دست مبارک دیجئے کہ ہم بیعت کریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ بڑھایا اور سب نے بیعت کی۔

جب یہ عہد و پیماں ہو رہے تھے تو قریش کا کوئی آدمی چھپ کر یہ کاروائی دیکھ رہا تھا۔ جس نے قریش کے سامنے یہ تمام قصہ بیان کر دیا یہ لوگ سنتے ہی طیش میں آ گئے اور کئی سردار جمع ہو کر مدینے کے قافلہ میں گئے لوگوں کو بہتیرا ڈرایا دھمکایا مگر رات کے معاملہ کا کچھ پتہ نہ چلا۔ آخر جب ان لوگوں کا اور کچھ بس نہ چلا تو مسلمانوں پر پہلے سے زیادہ سختیاں کرنے لگے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر ڈالنے کی تجویز ٹھہرائی۔

ہجرت مدینہ کی ابتداء:

س: مختصر طریقہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی کیفیت بیان کیجئے؟

ج: قریش کو جب اس بیعت کی خبر ہوئی تو ان کے غیظ و غضب کی کچھ انتہا نہ رہی اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا مشورہ دیا صحابہ نے آہستہ آہستہ قریش سے خفیہ ایک ایک دو دو کر کے مکہ معظمہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ مکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور تھوڑے سے غیر مستطیع لوگوں کے علاوہ کوئی مسلمان باقی نہ رہا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی ہجرت کا ارادہ کیا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا ابھی ٹھہرو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ہجرت کی اجازت دیدے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس انتظار میں رہے اور دو اونٹنیاں اس سفر کے لیے مہیا کیں۔ ایک اپنے لیے اور دوسری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے۔ (سیرت مغلطائی)

کفار قریش کو جب یہ حالات معلوم ہوئے تو دارندوہ (کمیٹی گھر) میں جمع ہوئے کہتے ہیں کہ جس قدر لوگ اس مشورہ کے لیے جمع ہوئے تھے اتنے پہلے کبھی نہ ہوئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوچنے لگے کہ کیا کرنا چاہیے۔ کوئی کہتا کہ شہر بدر کئے جائیں کسی نے رائے دی قید میں رکھیں جائیں ابوجہل نے کہا سب سے زیادہ مناسب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا جائے مگر اس طریق سے کیا جائے کہ بہت سے جوان جو ہر قبیلہ سے منتخب شدہ ہوں ایک دم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ٹوٹ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ادائیگی حج میں جلدی کرو کیونکہ تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ کیا پیش آئے گا۔ (الکنز)

پڑیں۔ اور کام تمام کریں تا کہ بنی ہاشم کسی خاص شخص سے بدلہ نہ لے سکیں۔ اس مجلس میں ابلیس بھی ایک بوڑھے شخص کی صورت میں موجود رہتا۔ اس نے کہا بس یہی رائے سب سے اچھی ہے۔

رات کے وقت جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دولت خانہ پر تشریف رکھتے تھے کئی جوان ہاتھوں میں تلواریں لیکر باہر کھڑے ہو گئے اور تیار تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلیں تو انہیں فوراً شہید کر دیا جائے مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے معاملے کی اطلاع مل گئی اور حکم ہوا کہ مدینہ کی طرف ہجرت کر جایئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی چار پائی پر چادر اوڑھ کر سونے کو ارشاد فرمایا تا کہ کفار کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں نہ ہونے کا علم نہ ہو۔

اسکے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لائے دروازہ پر قریش کا ایک میلہ لگا ہوا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورہ یٰسین پڑھتے ہوئے گھر سے باہر نکلے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم آیت اَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ. پر پہنچے تو اس کو کئی مرتبہ دہرایا یہاں تک کہ ان کی آنکھوں پر اللہ تعالیٰ نے پردہ ڈال دیا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ نہ سکے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے وہ پہلے ہی سے تیار تھے۔ ادھر دشمن کبھی کبھی کواڑ کی درزوں سے دیکھتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لیٹے پایا تو مارے غصے کے دیوانے ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بہتیرا دھمکایا اور اذیت بھی دی کہ بتاؤ کہ تمہارے پیغمبر کہاں ہیں مگر وہ اس کے سوا کچھ نہ کہتے تھے کہ اپنے رسول کا حال اللہ ہی جانے۔

غار ثور کا قیام:

س: کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ ہجرت کرتے ہوئے راستے میں قیام بھی فرمایا تھا؟

ج: جی ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دن بھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاں کاٹا۔ رات کے وقت دونوں مکے سے نکلے اور شہر سے دور شمال کی طرف ایک غار ہے۔ جس کو غار ثور کہتے ہیں اس میں چھپ جانے کا ارادہ کیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس غار میں داخل ہوئے اور اسے صاف کر کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اندر لے گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے زانو پر سر رکھ کر سو گئے۔ دشمن بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں زمین کے چپے چپے پر پھر نکلے عرب کے لوگوں کو کھوج لگانے میں بڑی مہارت ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں کے نشان ڈھونڈتے ڈھونڈتے غار کے منہ تک آ گئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اندر سے ان لوگوں کے پاؤں نظر پڑے تو وہ ڈر گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تسلی دی اور فرمایا کہ کچھ خوف نہیں۔ ہم دونوں اکیلے نہیں۔ بلکہ ہمارا تیسرا رفیق اللہ ہے۔ جو سب سے بڑھ کر زور آور اور سب سے بڑا با اختیار ہے۔ اللہ تعالیٰ جو اس وقت بھی اپنے رسول کا مددگار اور نگہبان بنا اس کی قدرت دیکھو۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم غار میں داخل ہو گئے تو مکڑی نے دروازے پر جالا تان لیا اور جنگلی کبوتر نے ایک کنارہ پر انڈے دینے کے لیے گھونسلا بنا لیا دشمنوں نے یہ دونوں نشانیاں دیکھ کر قیاس کیا کہ کوئی آدمی اس غار کے اندر نہیں گیا اور نا امید ہو کر واپس آ گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مع حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے تین دن رات غار میں رہے ان تینوں دنوں میں برابر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ عنہ رات کو خفیہ آپ کے پاس آتے اور صبح سے پہلے ہی مکہ پہنچ جاتے۔ دن بھر قریش کی خبریں سن کر رات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کرتے تھے۔ اور ان کی بہن اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا ہر رات میں کھانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچاتی تھیں۔ چونکہ عرب کے لوگ نشان قدم کو بہت پہچانتے تھے اس لیے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام سے کہہ رکھا تھا کہ روزانہ بکریاں چرانے کے لیے اس غار تک لے جایا کرو تا کہ ان کے نشانات قدم مٹ جائیں۔

غار ثور سے مدینہ کی طرف روانگی:

غار ثور کے قیام کے تیسرے دن ماہ ربیع الاول سن ۱ھ بروز پیر صدیق اکبر کے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ دونوں اونٹنیاں لے کر پہنچے جو اس سفر کے لیے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مہیا کی تھیں۔ اور ان کے ساتھ عبداللہ بن اریقط بھی پہنچے جن کو راستہ بتانے کے لیے اجرت دے کر ساتھ لے لیا تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ناقہ پر سوار ہو گئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دوسری پر۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھ عامر بن فہیرہ کو خدمت کے لئے بٹھا لیا اور عبداللہ بن اریقط آگے آگے راستہ دکھانے کے لئے چلے۔

سراقہ بن مالک کا راستہ میں پہنچنا:

ایک شخص سراقہ نامی جو اس وقت بہت مشہور شہسوار تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھوج پر آ رہا تھا جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آیا تو قدرت الٰہی نے اپنا کام کیا اور گھوڑے کے چاروں پاؤں زمین کے سخت اور خشک ہونے کے باوجود گھٹنوں تک اندر اتر گئے اور سراقہ زمین پر گر پڑا۔ سراقہ سمجھا کہ جس شخص کا حامی و مددگار خدا ہے اس سے مقابلہ کرنا نادانی ہے۔ مجبور ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پناہ مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے گھوڑا وہاں سے نکل آیا اور وہ واپس لوٹا۔ راستہ میں جس قدر پتہ لگانے والے ملتے گئے ان کو بھی پھیر لایا۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کو جا رہے تھے تو راہ میں ایک بڑی بی ام معبد کے گھر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا ان کے پاس ایک دبلی سی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: احکام حج کے سیکھو کیونکہ یہ تمہارے دین سے ہیں۔ (ابن عساکر)

بکری بندھی ہوئی تھی۔ اس بڑی بی سے پوچھا اگر اجازت ہو تو میں اس بکری کا دودھ دوھ کر پی لوں۔ اس نے کہا کہ قربان جاؤں میں تو اجازت دیتی ہوں مگر اس کے تھنوں میں دودھ کہاں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا نام لے کر اس کو دوھنے لگے تو اس قدر دودھ نکلا کہ سب نے پیٹ بھر کر پیا اور اس بڑی بی کے گھر کے سارے برتن بھی بھر گئے۔ یہ حال دیکھ کر وہ بڑی بی ام معبد اور اس کا خاوند مشرف با ایمان ہو گئے اس کے علاوہ راستے میں عجیب و غریب واقعات پیش آئے جو طوالت کی وجہ سے چھوڑے جاتے ہیں۔

مدینہ طیبہ میں داخل ہونا:

مدینہ طیبہ کے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا سن کر ہر روز ان کے استقبال کے لئے مکہ معظمہ کی راہ پر آتے اور دوپہر کے قریب لوٹ جاتے۔ جس روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے اس روز بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر کے لوٹ کر جا رہے تھے کہ یکبارگی ایک یہودی نے ایک ٹیلے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری دیکھی اور چلا کر ان پھرنے والوں سے کہا: یا معشر العرب ھذا جد کم.

"اے گروہ عرب تمہارا حظ یعنی خوش نصیبی کا سامان آ پہنچا"

لوٹنے والے اس یہودی کی آواز سن کر واپس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو کر مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ اس روز اہل مدینہ کی خوشی کا اندازہ نہیں ہو سکتا تھا۔ چھوٹی چھوٹی لڑکیاں شوق میں نظمیں پڑھتی تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے دوشنبہ کے روز ربیع الاول کے مہینہ میں اور بقول بعض علماء کے صفر کے مہینہ میں ترپین سال کی عمر میں چلے تھے۔ اور دوشنبہ ہی کے دن بارہویں ربیع الاول کو مدینہ طیبہ پہنچے۔ اور پہنچ کر محلہ قبا میں جو کہ شہر کے کنارہ پر ذرا فاصلے سے ہے منازل بنی عمرو بن عوف میں چودہ روز ٹھہرے۔ اور تیسرے روز حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی امانت واپس کر کے آ ملے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہر مدینہ کے اندر تشریف رکھنے کا ارادہ کیا ہر ایک کی آرزو تھی کہ فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے محلہ میں قیام فرمائیں۔ جب آپ سوار ہوئے تو ہر قبیلہ کے لوگ ساتھ تھے اور وہی آرزو بر زبان تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اونٹنی مامور ہے۔ جہاں بھی بیٹھ جائے گی وہاں ہی مقیم ہو جاؤں گا۔ اونٹنی چلتے چلتے وہاں آ بیٹھی جہاں اب منبر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اسی کے متصل حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا گھر بنا۔ وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسباب اتارا گیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر ٹھہرے آپ نے وہ زمین جہاں اونٹنی بیٹھی تھی خریدی اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیر شروع کی اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باقی عمر مبارک مدینہ طیبہ میں ہی گذری جہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور بعد میں ہجرت فرمائی ان کو مہاجر اور اہل مدینہ جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اور صحابہ کرام کی جان و مال سے امداد کی ان کو انصار کہتے ہیں۔ احادیث میں مہاجرین و انصار کے بے شمار مناقب بیان فرمائے گئے ہیں۔ ہم یہاں پر کچھ مختصر مناقب کا ذکر کرتے ہیں۔

مسجد نبوی کی تعمیر:

اس وقت مدینہ میں کوئی مسجد موجود نہیں تھی۔ جس جگہ موقع ملتا نماز ادا کی جاتی تھی اس کے بعد وہ جگہ خرید لی گئی جس جگہ ناقہ بیٹھی تھی۔ اس جگہ میں مسجد نبوی کی تعمیر کی گئی جس کی دیواریں کچی اینٹوں کی اور ستون کھجور کی درخت کی لکڑی کے اور چھت کھجور کی شاخوں سے بنائی گئی تھی اور قبلہ کا رخ بیت المقدس کی طرف رکھا گیا۔ (جو اس وقت مسلمانوں کا قبلہ تھا۔ مسجد کے ساتھ دو حجرے بھی بنائے گئے ایک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے اور دوسرا حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے لئے اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو مکہ معظمہ بھیجا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آل و عترت کو مدینہ طیبہ لے آئے اس وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی سب اہل و عیال کو مدینہ بلوالیا۔

چنانچہ ام المومنین سودہ رضی اللہ عنہا اور صاحبزادیاں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا مدینہ طیبہ آ گئیں۔ تیسری صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ان کے خاوند ابو العاص نے (جو اس وقت مسلمان نہ ہوئے تھے) نہ آنے دیا۔ اور ادھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنی والدہ اور دونوں بہنوں عائشہ رضی اللہ عنہا اور اسماء رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے کر مدینہ طیبہ پہنچے اور اب مکہ مکرمہ میں چند مسلمان رہ گئے جن کو سفر کی طاقت نہ تھی بلکہ بعض لوگ بھی وہاں سے چل نکلے کہ راستہ ہی میں ان کی وفات ہو گئی۔

مہاجرین و انصار کے مناقب:

س: مہاجرین و انصار کے فضائل اور مناقب بیان کیجئے؟

ج: مہاجرین (جنت میں) سب لوگوں سے چالیس سال قبل جائیں گے کہ وہاں وہ لطف اٹھا رہے ہوں گے اور باقی لوگ حساب کے لیے رکے ہوئے ہوں گے مہاجرین کی قوت ایمانی اور محبت رسول کا اس سے اندازہ لگائیے کہ آج سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر ایک قومی رسم کا چھوڑنا محض اس لیے کہ نکو بنیں گے ان کو بھی دشوار ہے جو پشت ہا پشت سے مسلمان ہیں۔ اور مہاجرین نے کوئی محبوب سے محبوب چیز بھی ایسی نہ چھوڑی جس کو محبت رسول کی خاطر چھوڑ نہ دیا ہو۔ ہجرت کی چونکہ ایک خاص شان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی گروہ میں شامل ہیں اس لیے تقدیم دخول جنت کے مستحق ہیں۔

فرمایا انصار سے محبت نہ رکھے گا مگر مومن، اور ان سے بغض نہ رکھے گا مگر منافق، پس جو شخص انصار سے محبت رکھے گا اللہ اس سے محبت رکھے گا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مقبول حج دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ (المغنی)

اور جو اس سے بغض رکھے گا اللہ تعالیٰ اس سے بغض رکھے گا۔ نصرتِ سلام و پیغمبر ثمرہ بنا کمال ایمان کا اس لیے:

بمقتضاء الجنس یمیل الی الجنس

مومن کو لامحالہ ان حضرات کی طرف کشش ہوگی اور منافق کو نفرت و گریز۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (انصار کی) کچھ عورتوں اور بچوں کو آتے دیکھا (جو) غالباً کسی تقریب شادی سے (فارغ ہو کر آ رہے تھے) پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور فرمایا بار خدایا تم لوگ سب آدمیوں سے زیادہ مجھے محبوب ہو۔ تین مرتبہ یہی فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الوفات میں یہ خطبہ پڑھا ''بعد حمد صلوٰۃ'' اے لوگو! اور آدمی تو بڑھتے جائیں گے مگر انصار کم ہوتے جائیں گے حتیٰ کہ ایسے رہ جائیں گے جیسے کھانے میں نمک۔ پس جو شخص تم میں سے کسی ایسے کام کا مالک ہو جس میں کسی کو نفع یا نقصان پہنچا سکے تو اس کو چاہئے کہ نیکوکاروں کی نیکی قبول کرے اور خطاوار کی خطا سے درگزر کرے۔

مدینہ طیبہ میں اسلام کیسے پھیلا:

س: مدینہ منورہ میں پہنچ کر کس طرح اسلام پھیلا؟

ج: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ میں توحید یعنی خدائے معبود کا ایک ہونا، اور اپنا رسول ہونا ظاہر کیا تو اس کی خبر مدینہ منورہ پہنچ چکی تھی۔ جس سے مدینہ والے سمجھ گئے کہ نبی آخر الزماں نے پیدا ہو کر تبلیغ شروع کر دی ہے اس خبر سے مدینہ کے بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے اور مکہ معظمہ کے حالات معلوم کرتے رہے اور منتظر تھے کہ کب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ادھر کا رخ فرمائیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ترپین سال کی عمر میں مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو وہاں کے لوگ راستہ میں ہی زیارت کے لیے حاضر ہونا شروع ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ طیبہ لے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کو دیکھ دیکھ کر لوگ گرویدہ اسلام ہو گئے اور جوق در جوق مسلمان ہونا شروع ہو گئے مدینہ والوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ نہیں کی جب مدینہ طیبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو سال ہو گئے تو مکہ والوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ کی تیاری کی۔ چنانچہ مقام بدر میں جو مدینہ سے اسی میل کے فاصلے پر ہے وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے ساتھ لڑائی کی۔ اس میں کفار نو سو پچاس اور مسلمان صرف تین سو چودہ تھے مسلمانوں کو کامیابی اور فتح حاصل ہوئی غرض یہ کہ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تیئس لڑائیاں ہوئیں اور ہر مرتبہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی مدد سے فتح ہوتی رہی اور کفار مکہ وغیرہ مسلمان ہوتے رہے۔

مدینہ منورہ کی عظمت:

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ وہ مقامات متبرکہ جو کہ وحی اور نزول قرآن مجید اور فرقان حمید سے آباد رہے ہیں اور جن میں جبرائیلؑ اور میکائیلؑ نے آمد و رفت رکھی ہے۔ اور جن سے فرشتے اور ارواح طیبہ آسمان کو چڑھے اور جن کے میدان رب جلیل کی تسبیح و تقدیس سے گونجے ہیں۔ اور جس سرزمین کی خاک پاک سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم کو مشتمل ہے اور جس مقام سے عالم میں دین الٰہی اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پھیلی ہے۔ اور جو آیات الٰہی اور عبادات کی درس گاہ بنی ہے اور فضائل و حسنات کے مشہد اور براہین و معجزات نبوی کے مستقر اور مسلمانوں کے مناسک اور سید المرسلین، شفیع المذنبین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی مسکن رہی ہے۔ اور جس جگہ سے چشمہ نبوت جاری اور اس کا دریا موجزن ہوا ہے۔ اور جہاں کہ رسالت نازل ہوئی اور جس سرزمین کی مٹی کو سیدنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چھونے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ اس جگہ کے لیے مناسب ہے کہ اس کے میدانوں کی تعظیم و توقیر کی جائے اور اس مقام مقدس کی ہوائیں سونگھی جائیں اور اس کے در و دیوار کو بوسہ دیا جائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بخاری و مسلم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مروی ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے بارے میں فرمایا جس نے مدینہ منورہ میں کوئی نئی بات نکالی یا کسی بدعتی کو پناہ دی تو اس پر خدا کی اور اس کے فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ نہ اس کا کوئی فرض قبول کیا جائے گا۔ اور نہ اس کی کوئی نفل اور امام مالک نے اس شخص کی نسبت تیس درے مارنے اور قید کرنے کا حکم دیا ہے۔ جس نے یہ کہا تھا کہ مدینہ منورہ کی مٹی خراب ہے اور فرمایا تھا کہ یہ تو اس لائق تھا کہ اس کی گردن ماری جاتی ایسی سرزمین کے متعلق جس میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے ہیں۔ یہ کہتا ہے کہ خراب ہے۔

ابو الفضل جوہری مدینہ منورہ کی زیارت کو حاضر ہوئے اور مکانات مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو سواری سے اتر پڑے اور روتے ہوئے شوق میں اشعار پڑھتے ہوئے پا پیادہ آگے چلے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک طویل خواب میں دیکھا تھا کہ آسمان سے ایک چاند مکہ میں اترا جس کی وجہ سے سارا مکہ روشن ہو گیا اور پھر وہ چاند آسمان کی طرف چڑھا اور اس کے بعد مدینہ منورہ میں جا کر اترا۔ جس سے سارا مدینہ روشن ہو گیا۔ اور پھر اس خواب کے آخر میں ہے کہ پھر وہ چاند حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں گیا اور ان کے گھر کی زمین شق ہو گئی جس میں وہ چاند پوشیدہ ہو گیا اس خواب کی تعبیر اللہ تعالیٰ نے علی روس الاشہاد دکھلا دی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مدینہ منورہ کو فضیلت و عظمت کا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حج کرو غنی ہو جاؤ گے اور سفر کرو تندرست ہو جاؤ گے۔ (تلخیص)

شرف حاصل ہو گیا۔ اور سب بستیوں کو کھا لینے سے اس چیز کی طرف اشارہ ہے کہ مدینہ منورہ کو اتنی فضیلت حاصل ہے اور تمام بستیوں کی فضیلتیں اس کے سامنے کالعدم ہیں۔ چنانچہ توراۃ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے مسکین شہر میں تیری چھتوں کو ساری بستیوں کی چھتوں سے بلند کروں گا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے ایک مفصل روایت میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مدینہ منورہ کی دونوں جانب جو کنکریلی زمین ہے اسے میں حرم قرار دیتا ہوں۔ اس لحاظ سے کہ اس کے خاردار درخت کاٹے جائیں یا اسمیں شکار کھیلا جائے۔ امام مسلم نے اس روایت کو مختلف طریق سے نقل کیا ہے۔

اور صحیح بخاری و مسلم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کیا گیا ہے۔ کہ مدینہ منورہ جبل عیر اور ثور کے درمیان حرم ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم قبر کھود رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا کر رہے ہو۔ ہم نے عرض کیا کہ اس سیاہ آدمی کی قبر کھود رہے ہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی موت اس کی مٹی کی طرف لے آئی۔

ابو اسید رضی اللہ عنہ نے کوفہ والوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے کوفہ والو! تم جانتے ہو کہ یہ حدیث میں نے تمہارے سامنے کیوں بیان کی ہے اس لیے (تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے) کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق تربت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیدا کیے گئے ہیں۔ (جمع الفوائد)

ابن سیرین قسم کھا کر بیان فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین کو ایک ہی مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اور مدینہ منورہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مدفن ہے یہ خصوصیت مدینہ کے علاوہ کسی اور مقام کو حاصل نہیں۔

لا طیب یعدل ترابا صنم اعظمه

طوبی لمنتشق منه و ملتشم

نیز مدینہ منورہ میں وہ افضل ترین شہداء آرام فرما رہے ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قربان کر دیا تھا۔ اور مدینہ منورہ خود ان کے کارناموں پر گواہ ہے اور منبر مبارک اور حجرہ مبارکہ کے درمیانی حصہ کو رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ کے ساتھ نوازا جانا اور منبر پاک کا حوض کوثر پر ہونا اور مسجد نبوی میں نماز پڑھنے پر اس قدر ثواب عطاء ہونا اور پھر اس مسجد میں چالیس نمازیں پڑھنے پر دوزخ سے برات لکھی جانا اور مسجد نبوی میں باوضو نماز کے ارادہ سے حاضری دینے پر ایک حج کے برابر ثواب اور مسجد قبا کی حاضری کو ایک عمرہ کے برابر قرار دینا اور مدینہ میں ایک رمضان المبارک ہزار رمضان اور ایک جمعہ ہزار جمعوں کے برابر ہونا اور اسی طرح

تمام اعمال پر ثواب کا زائد عطا ہونا یہ تمام چیزیں فضائل و خصوصیات ہی ہیں۔ گو ان میں سے بعض خصوصیات میں مکہ مکرمہ بھی شریک ہے۔

امام مالکؒ نے فرمایا کہ مدینہ منورہ کو کیوں نہ پسند کروں کیونکہ مدینہ میں کوئی راستہ ایسا نہیں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ چلے ہوں اور کوئی ایسی ساعت نہیں کہ جس میں جبرائیل امین نے نزول نہ فرمایا ہو۔

اور مدینہ منورہ میں پاکیزہ ہواؤں کا چلنا اور خوشبو کا مہکنا اور اس کی زندگی کا پاکیزہ زندگی ہونا اور جو شخص مدینہ منورہ کی مٹی میں عیب نکالے اسے سزا کا ملنا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مدینہ کی عجوہ کھجور جنت سے ہے معلوم ہوا کہ مدینہ منورہ جنت کی زمین پر مشتمل ہے اور ارض جنت میں سے مدینہ منورہ کا کچھ حصہ ضرور ہے اور جنت کے پانی اور پھلوں کو شامل ہے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ مکہ مکرمہ مدینہ منورہ سے افضل ہے مگر مدینہ منورہ کی زمین کا وہ حصہ جو جسم اطہر کے ساتھ متصل ہے۔ وہ کلی طور پر افضل ہے حتی کہ کعبہ اور عرش و کرسی سب سے افضل ہے کیونکہ اللہ رب العزت تو مکان سے بے نیاز ہے اور زمین کے اس حصہ پر جسد اطہر موجود ہے۔

اور امام مالک فرماتے ہیں۔ کہ مدینہ طیبہ مکہ مکرمہ سے افضل ہے کیونکہ ہر ایک شہر تلوار سے فتح ہوا مگر مدینہ طیبہ قرآن سے فتح ہوا۔ اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام مدینہ منورہ میں اس قدر طویل ہے کہ ہجرت سے لے کر قیامت تک اسی شہر میں قیام ہے اور شیخ خفاء جی شرح شفاء میں فرماتے ہیں کہ جب قبر شریف تمام مقامات میں سے افضل ہے تو یہ بات ضروری ہونی چاہئے کہ مدینہ منورہ بغیر کسی اختلاف کے مکہ مکرمہ سے افضل ہو۔ کیونکہ بقعہ مبارکہ مدینہ منورہ ہی میں ہے۔ غرضیکہ روضہ اطہر کی افضلیت میں کسی کا اختلاف نہیں۔ وہ باجماع امت کعبہ اور عرش و کرسی سے بھی افضل ہے۔ اور ایسے ہی کعبۃ اللہ روضہ اطہر کے علاوہ تمام روئے زمین سے افضل ہے۔

نیز بزار نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

فُتِحَتِ الْبِلَادُ بِالسَّيْفِ وَ فُتِحَتِ الْمَدِينَةُ بِالْقُرْآنِ

کہ تمام شہر تلوار کے ذریعہ سے فتح کئے گئے ہیں اور مدینہ منورہ قرآن کے ذریعہ سے۔

یعنی تمام بلاد و اقطار بذریعہ جہاد فتح کئے گئے ہیں۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے۔ بلکہ اس مقام پر عرف مدینہ کی ایک نمایاں شان کا بیان کرنا مقصود ہے۔ اور بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

إِنَّ الْإِيمَانَ لَيَارِزُ إِلَى الْمَدِينَةِ

كَمَا تَارِزُ الْحَيَّةُ إِلَى جُحْرِهَا.

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حج (کا مزہ تو) شادی سے پہلے (ہی) ہے۔ (الکنز)

کہ ایمان مدینہ کی طرف سے ایسا کھینچ کر آتا ہے جیسا کہ سانپ اپنے سوراخ کی طرف کھینچ آتا ہے۔

ارشاد فرمایا جس شخص کی مدینہ میں اصل ہو وہ اسے لازم پکڑے اور جس کی کوئی اصل نہ ہو تو وہ بھی مدینہ میں اپنی اصل بنائے اس لئے کہ عنقریب لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ جس کی مدینہ میں کوئی اصل نہیں ہوگی وہ ایسا ہوگا جیسا کہ مدینہ سے خارج ہے اور اس سے اعراض کرنے والا ہے۔ (کبیر)

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان خوابوں میں بیان کرتے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں دیکھے تھے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں ایک سیاہ عورت پراگندہ بال والی دیکھی کہ وہ مدینہ منورہ سے نکل کر مقام مہیعہ میں اتر گئی ہے میں نے اس کی تعبیر یہ لی کہ مدینہ منورہ کی وباء مقام مہیعہ یعنی جحفہ میں اتر گئی۔

سکونت مدینہ کی ترغیب:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمار ہے تھے کہ یمن فتح ہوگا بعض لوگ اس کے اس حالات کی تحقیق کریں گے۔ پھر اپنے اہل وعیال کو اور جو لوگ ان کے کہنے میں آ جائیں گے ان کو لے کر وہاں چلے جائیں گے۔ حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر تھا۔ کاش وہ یہاں کی برکات کو جانتے۔ اور شام فتح ہوگا لوگ وہاں کے حالات کی خبریں سن کر اپنے اہل وعیال کو اور جو ان کے کہنے میں آ جائیں گے۔ ان کو لے کر وہاں منتقل ہو جائیں گے۔ حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر تھا۔ کاش یہ جانتے اور عراق فتح ہوگا۔ لوگ وہاں کے حالات معلوم کر کے وہاں اپنے اہل وعیال کو اور جو ان کے کہنے میں آ جائیں گے۔ انہیں لے کر وہاں منتقل ہو جائیں گے اور مدینہ ہی ان کے لئے بہتر تھا۔ کاش وہ اسے جانتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ سے باہر ستر لغزشیں مکہ کی ایک لغزش سے بہتر ہیں۔ اسی بناء پر علماء کرام نے مکہ مکرمہ کے قیام کو پسند نہیں فرمایا۔ اس لئے اس کے آداب کی بجا آوری بہت مشکل ہے۔ اور وہاں خطاؤں کا ارتکاب سخت ممنوع ہے قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے غصہ کا موجب ہو جائے

حافظ منذری نے ترغیب وترہیب میں ابواسید سے روایت نقل کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ تو ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر تھے۔ اور ان کا کفن ایک چھوٹی سی چادر تھی۔ جو بدن پر بھی پوری نہ آتی تھی۔ جب ان سے ان کے چہرے کو ڈھانکا جاتا تو ان کے پاؤں کھل جاتے اور جب پاؤں پر کھینچی جاتی تو چہرہ کھل جاتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چادر کو منہ پر کرو اور پیروں پر درخت کے پتے ڈال دو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رو رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک زمانہ آنے والا ہے کہ لوگ شاداب زمینوں کی طرف نکلیں گے۔ وہاں جا کر کھانے اور پینے کو خوب ملے گا۔ اور کثرت سے سواریاں ملیں گی۔ تو اپنے گھر والوں کو لکھیں گے۔ کہ تم حجاز کی قحط زدہ زمین میں پڑے ہو۔ یہاں آ جاؤ۔ حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر ہے کاش وہ اس چیز کو جانتے۔

کہ جو شخص مدینہ منورہ کی مصیبتوں اور سختیوں پر صبر کرے گا۔ تو میں قیامت کے دن اس کا گواہ یا شفیع ہوں گا۔

نیز صحیح مسلم ہی میں ابو سعید رضی اللہ عنہ مولی مہری سے مروی ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ حرہ کی لڑائی کے زمانہ میں (جب کہ مدینہ منورہ پر چڑھائی ہو رہی تھی) میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور مدینہ کی سخت گرانی اور اپنے کنبہ کی کثرت کا ذکر کر کے مدینہ سے باہر جانے کا مشورہ کرنے لگا۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا تیرا ناس ہو میں کبھی بھی تجھے اس چیز کا مشورہ نہیں دوں گا۔ اس لئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرما رہے تھے کہ نہیں صبر کرتا کوئی شخص مدینہ منورہ کی مشقتوں اور پریشانیوں پر مگر یہ کہ میں قیامت کے دن اس کا شفیع یا گواہ ہوں گا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں گرانی ہوگئی اور سختی میں اضافہ ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبر کرو اور خوشخبری حاصل کرو۔ اس لئے کہ میں نے تمہارے مد وصاع میں برکت کی دعا کی ہے۔ سو کھاؤ اور متفرق ہو کر مت کھاؤ اس لئے کہ ایک کا کھانا دو کو کفایت کر جائے گا۔ اور دو کا کھانا وہ چار کو کفایت کر جائے گا اور چار کھانا پانچ اور چھ آدمیوں کو کافی ہو جائے گا۔

اور جو شخص مدینہ والوں کے ساتھ کسی برائی کا ارادہ رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اسے اس طرح گھلا دے گا جیسا کہ نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔ (مجمع الزوائد)

اور حضرت شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں مدینہ منورہ کے مصائب پر صبر کرنے کا راز یہ بیان فرماتے ہیں۔

کہ مدینہ کا آباد کرنا دین کے شعار کا بلند کرنا ہے تو یہ ایسا فائدہ ہے جو دین وملت کی طرف رجوع کرتا ہے۔

اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دعا تو احادیث میں موجود ہی ہے۔

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِیْ شَهَادَةً فِیْ سَبِیْلِکَ وَاجْعَلْ مَوْتِیْ بِبَلَدِ رَسُوْلِکَ (رواہ البخاری)

''الٰہ العالمین مجھے اپنے راستے میں شہادت عطا فرما اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں موت عطا فرما''۔

ان دونوں دعاؤں کا جمع ہونا بظاہر دشوار تھا کیونکہ مدینہ دارالاسلام تھا۔ اور کفر سے اس قدر پاک ہو گیا تھا کہ شیطان کو بھی مایوسی ہوگئی تھی ایسے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج جہاد اور عمرہ نفل۔ (بیہقی)

مقام پر بظاہر شہادت مشکل تھی۔ مگر اللہ رب العزت جس کام کو فرمالیں تو ان کے اسباب پیدا کرنا کیا مشکل ہیں چنانچہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بڑے مجمع میں عین نماز کی حالت میں ابولولو کافر کے ہاتھ سے شہادت پائی۔

موطا امام مالک میں یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ایک قبر کھودی جارہی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف فرما تھے۔ ایک صاحب تشریف لائے۔ اور قبر کو دیکھ کر کہنے لگے کہ مومن کے لئے یہ کیسی بری جگہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے یہ کیسی بری بات کہی۔

غالباً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ تھی کہ مومن کی قبر کو بری جگہ بتادیا۔ حالانکہ وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ وہ صاحب بولے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرا مقصد تو یہ تھا کہ یہاں مرگئے کہیں جا کر اللہ کے راستے میں شہید ہوتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہادت کے برابر تو کوئی چیز ہے نہیں۔ لیکن ساری زمین پر کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں مجھے قبر بنائی جانا پسندیدہ ہو۔ بجز مدینہ منورہ کے یہ تین مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اب آپ خود اندازہ لگائیں کہ جس جگہ کی مٹی کی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تمنا فرمارہے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کون سی مٹی ہوسکتی ہے۔ یہ چیز کس خوش نصیب کو حاصل ہوتی ہے۔

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُوْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ.

اور کعب ابن احبار جو توراۃ کے بڑے عالم تھے۔ فرماتے تھے کہ توراۃ میں لکھا ہے کہ جنت البقیع ایک قبہ کی طرح ہے۔ جس پر مستقل فرشتوں کی جماعت مقرر ہے کہ جب وہ پر ہو جائے تو اسے جنت میں الٹ دیں۔

ابن شیبہ نے ابن المکندر سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ اس بقیعہ قبرستان سے ستر ہزار آدمی (قیامت کے دن) اس طرح اٹھائے جائیں گے کہ ان کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح ہوں گے۔ اور وہ داغ نہیں لگواتے تھے اور نہ ہی شگون لیتے تھے اور اپنے پروردگار پر توکل کرتے تھے۔

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس نے میرے مرنے کے بعد میری زیارت کی تو ایسا ہے جیسا کہ میری زندگی میں اس نے میری زیارت کی اور جو شخص کہ حرمین (مکہ۔ مدینہ) میں سے کسی ایک مقام پر انتقال کر جائے۔ تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے آمنین میں سے اٹھائے گا۔

سبیعہ اسلمیہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتی ہیں۔ جو شخص اس بات کی طاقت رکھتا ہے۔ کہ مدینہ میں مرے تو اسے وہیں مرنا چاہئے۔ اس لئے کہ کوئی شخص مدینہ میں انتقال نہیں کرتا۔ مگر یہ کہ میں قیامت کے دن اس کا سفارشی یا گواہ ہوں گا۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر۔ مجمع الزوائد ج ۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت میں سب سے اول میری قبر شق ہوگی۔ میں اس میں سے نکلوں گا۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نکلیں گے پھر عمر رضی اللہ عنہ پھر میں جنت البقیع جاؤں گا۔ اور وہاں جتنے مدفون ہوں گے ان سب کو اپنے ساتھ لوں گا۔ پھر مکہ مکرمہ کے قبرستان والوں کا انتظار کروں گا۔ اور وہ مکہ مدینہ کے درمیان آ کر مجھے ملیں گے اس روایت کو زرین ابن نجار اور امام ترمذی نے معمولی تفاوت کے ساتھ نقل کیا ہے۔ اور طبرانی کی روایت میں اتنی زیادتی اور ہے۔ کہ سب سے پہلے میں اپنی امت میں سے اہل مدینہ کی شفاعت کروں گا۔ اس کے بعد اہل مکہ کی اور پھر طائف والوں کی۔

مدینہ منورہ کے قیام سے اعراض:

صحیح مسلم میں سعد رضی اللہ عنہ سے ایک مفصل روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مروی ہے۔

لَایَدَعُھَا اَحَدٌ رَغْبَةً عَنْھَا اِلَّا
اَبْدَلَ اللّٰہُ فِیْھَا مَنْ ھُوَخَیْرٌ مِّنْہُ.

اور جو شخص یہاں کے قیام کو اس سے بددل ہو کر چھوڑ دے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کا نعم البدل یہاں بھیج دے گا۔

یہ مضمون بکثرت روایات میں مختلف طریقوں سے گزر چکا ہے یعنی جو شخص مدینہ کے قیام کو اس سے اعراض کر کے اور بددل ہو کر چھوڑے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کا نعم البدل یہاں تجویز کردے گا۔

اور سائب بن خلاد بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں باقی طبرانی کی روایت میں اتنا اضافہ ہے کہ جو شخص مدینہ والوں کو ڈرائے گا تو اللہ تعالیٰ بھی قیامت کے دن اسے ڈرائے گا اور اس پر غضب ناک ہوگا اور اس کا نہ کوئی فریضہ قبول کیا جائے گا اور نہ کوئی نفل عبادت۔

اور طبرانی ہی نے کبیر میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو مدینہ والوں کو تکلیف پہنچائے اللہ تعالیٰ اسے تکلیف پہنچائے۔

اور اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت نازل ہو اور اس کا نہ کوئی فرض قبول کیا جائے گا نہ کوئی نفل۔

یہ روایت مسلم میں کئی طرق سے مروی ہے اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے ایک مفصل روایت میں مروی ہے کہ جو مدینہ کے رہنے والوں کے ساتھ برائی کا ارادہ کریگا تو اللہ تعالیٰ اس طرح گھلا دے گا جیسا کہ نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

مسند احمد میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک مفصل روایت میں یہ الفاظ مروی ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ایک موقعہ پر فرمایا وہ شخص برباد ہو جائے جو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حج ہر ضعیف کا جہاد ہے۔ (ابن ماجہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈراتا ہے۔ ان کے صاحبزادے نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تو وصال ہو گیا۔ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی کس طرح ڈرا سکتا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرما رہے تھے کہ جو شخص مدینہ والوں کو ڈراتا ہے وہ اس چیز کو ڈراتا ہے جو میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے یعنی میرے دل کو۔

اہل مدینہ کا اکرام

معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مدینہ میری ہجرت کی جگہ اس کی زمین میں میرا مسکن ہے۔ لہٰذا میری امت پر میرے پڑوسیوں کی تعظیم واجب ہے جب تک کہ وہ کبائر کے ارتکاب سے باز رہیں اور جس شخص نے ایسا نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ اسے طینۃ الخبال پلائے گا۔ ہم نے عرض کیا اے ابو یسار طینۃ الخبال کیا ہے فرمایا اہل دوزخ کا لہو اور پیپ۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۳۱)

اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ہی صحیح مسلم میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا نقل کرتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ مُدِّنَا وَصَاعِنَا وَاجْعَلْ مَعَ الْبَرَكَتَيْنِ.

اور صحاح میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت مروی ہے کہ جب ہم مدینہ منورہ آئے تو وہاں بیماری بہت پھیلی ہوئی تھی۔ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کی بیماری دیکھی تو حق تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ الٰہ العلمین مدینہ منورہ کی محبت ہمارے دل میں مکہ کی محبت کی طرح یا اس سے بھی زائد پیدا کر دے اور اس کی آب و ہوا کو درست کر دے اور ہمارے صاع اور مد میں برکت عطا فرما اور اسکی بیماری کو جحفہ میں منتقل کر دے اور صحیح بخاری اور دیگر کتب حدیث میں یہ روایت اور تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔

مدینہ طیبہ کی مٹی اور اس کی کھجور

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مریض کے لیے فرمایا کرتے تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا بِرِيْقَةِ بَعْضِنَا يُشْفِيْ سَقِيْمَنَا.

اللہ کے نام کے ساتھ ہماری زمین کی مٹی ہم میں سے بعض آدمیوں کے لب کے ساتھ مل کر ہمارے بیمار کو شفا دیتی ہے۔

اس روایت کو امام بخاریؒ نے ذکر کیا اور مسلم اور ابو داؤد میں اس کے ہم معنی روایت موجود ہے اور صحیح مسلم میں موجود ہے کہ جب کوئی آدمی بیمار ہوتا ہے یا اس کے کوئی زخم وغیرہ ہوتا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کرتے۔

امام نووی شارح صحیح مسلم فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انگلی کو لب لگا کر زمین پر لگاتے تا کہ اسے مٹی لگ جائے۔ اور یہ دعا پڑھتے اور پھر اسے اس جگہ لگا دیتے جو ماؤف ہے۔

اور ابن زبالہ نے روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے زخم پر چٹائی کا ٹکڑا رکھا اور پھر اپنی شہادت کی انگلی کو لب مبارک لگانے کے بعد مٹی پر رکھا اور فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ رِيْقُ بَعْضِنَا بِتُرْبَةِ اَرْضِنَا يَشْفِيْ سَقِيْمَنَا.

اس کے بعد اپنی انگلی زخم پر رکھی۔ یہ رکھتے ہی زخم کا نام و نشان نہ رہا۔

مدینہ منورہ کی طاعون اور دجال سے حفاظت

امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

عَلٰى اَنْقَابِ الْمَدِيْنَةِ مَلَائِكَةٌ لَا يَدْخُلُهَا الطَّعُوْنُ وَلَا الدَّجَّالُ.

مدینہ منورہ کی گھاٹیوں پر فرشتے متعین ہیں اس لئے مدینہ منورہ میں نہ طاعون آئے گا نہ دجال۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں کبھی بھی طاعون نہیں آیا اور مدینہ منورہ کے متعلق کسی نے ذکر نہیں کیا کہ وہاں طاعون آیا ہو اور یہ صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت ہے۔

اور ابی زبالہ نے سیفی بن ابی عامر سے اس روایت کو مختصراً ذکر کیا ہے اور اس میں یہ الفاظ مروی ہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے مدینہ کی مٹی مومنہ ہے اور یہ کوڑھ کے لیے شفا ہے۔ اور ابو سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مدینہ کا غبار کوڑھ کو بجھا دیتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دجال آئے گا اور اس پر یہ چیز حرام ہے کہ وہ مدینہ کے دروازوں میں داخل ہو جائے۔ کسی شور زمین میں جو مدینے کے قریب ہے اترے گا تو اس دن اس کے پاس ایک شخص جو لوگوں میں سب سے زائد نیک ہوگا۔ جائے گا اور کہے گا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تو وہی دجال ہے جس کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے حدیث بیان کی ہے اس روایت کو امام بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے۔

اور معمر ابو حاتم کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ یہ شخص خضر علیہ السلام ہیں اور امام احمد اور طبرانی نے اوسط میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمین حرہ کے ٹیلوں میں سے ایک ٹیلے پر چڑھے اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ کی زمین بہت ہی عمدہ ہے جب دجال نکلے گا تو اس کے راستوں میں سے ہر ایک راستہ پر فرشتہ متعین ہوگا جب یہ صورت پیش آئے گی تو مدینہ میں تین مرتبہ زلزلہ آئے گا جس کی وجہ سے مدینہ میں

کوئی منافق مرد اور عورت باقی نہیں رہے گی۔ اور سب دجال کے پاس نکل آئیں گے۔ جن میں زائد تعداد عورتوں کی ہوگی اور یہ یوم التخلیص ہے۔ اس دن مدینہ برے لوگوں کو اس طرح دور کردے گا جیسا کہ بھٹی لوہے کے میل کو صاف کردیتی ہے اور دجال کے ساتھ ستر ہزار یہودی ہوں گے۔

جبل اُحد اور وادیٔ عقیق

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ اُحُدًا جَبَلٌ یُحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ:

کہ احد پہاڑ ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے صحیح مسلم میں دوسری روایت میں یہ الفاظ مروی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد پہاڑ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے۔

نیز ابویعلیٰ اور طبرانی نے کبیر میں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا ہے کہ احد پہاڑ ارکان جنت میں سے ایک رکن ہے۔

داؤد بن حسین سے مرفوعاً مروی ہے کہ احد پہاڑ ارکان جنت میں سے ایک رکن ہے اور عیر پہاڑ دوزخ کے ستونوں میں سے ایک ستون ہے۔

جنت کی چیزیں دنیا میں

امام طبرانیؒ نے کبیر میں عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چار پہاڑ جنت کے پہاڑوں میں سے ہیں اور چار نہریں جنت کی نہروں میں سے ہیں اور چار لڑائیاں جنت کی لڑائیوں میں سے ہیں عرض کیا گیا کہ پہاڑ کون سے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ احد پہاڑ جو ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں یہ جنت کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے۔ اور طور جنت کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے۔ اور لبنان جنت کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے اور چار نہریں نیل، فرات، سیمان، اور جیمان ہیں۔ اور لڑائیاں بدر، احد، خندق، اور حنین ہیں۔

اور اسحاق بن عیسیٰ بن طمعہ رضی اللہ عنہ سے مرسلاً مروی ہے کہ احد قان قدس اور رضوی یہ جنت کے پہاڑوں میں سے ہیں۔

اور ابن شیبہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت نقل کی ہے جب اللہ رب العزت نے پہاڑوں کے لیے تجلی فرمائی تو اس کی عظمت کے جلال سے چھ پہاڑ اڑ گئے چنانچہ تین مدینہ میں اور تین مکہ مکرمہ میں آ کر گرے۔ مدینہ منورہ میں احد ورقان رضوی اور مکہ مکرمہ میں حرا، شبیر، اور ثور آ کر گرے۔

میرا مقصود اس وقت صرف احد پہاڑ کی فضیلت بیان کرنا ہے اور احد پہاڑ سے محبت کرنے کا کیا مقصد ہے۔ یہ واضح کرنا ہے۔ کیوں کہ روایت بالا سے احد پہاڑ کی فضیلت واضح ہوگئی ہے اور احد پہاڑ مدینہ منورہ کا پہاڑ ہے جو تقریباً مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے تو یہ اس پہاڑ کی فضیلت بھی حقیقتاً مدینہ منورہ کی ہی فضیلت ہے۔

جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم احد پہاڑ پر چڑھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے اور پہاڑ حرکت میں آگیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا احد پہاڑ ٹھہر جا۔ اس لیے کہ تجھ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق رضی اللہ عنہ اور دو شہید موجود ہیں۔

نیز صحیح مسلم ہی میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت بیمار ہوگئی اور پھر کہنے لگی کہ اللہ تعالیٰ مجھے صحت عطا فرمادے گا میں بیت المقدس میں جا کر نماز پڑھوں گی۔ کچھ دنوں کے بعد وہ اچھی ہوگئی۔ اس نے جانے کی تیاری کی اور ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوگئی سلام کرنے کے بعد اصل واقعہ بیان کیا۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ بیٹھ جا اور جو کچھ تو نے کھانا تیار کر رکھا ہے۔ وہ کھالے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نماز پڑھ لے کیونکہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا فرمارہے تھے کہ اس مسجد میں ایک نماز پڑھنا کعبہ کے علاوہ اور مساجد سے ہزاروں نمازیں پڑھنے سے افضل ہے۔

ام المومنین رضی اللہ عنہا کے استدلال کی دوسری روایت سے تائید ہوتی ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے نذر مانی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مکہ کو فتح کردے گا تو بیت المقدس جا کر نمازیں پڑھوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسی مسجد میں پڑھ لے۔

مسجد حرام و اقصیٰ و نبویؐ میں نماز کا اجر:

اکثر احادیث میں یہ مضمون مروی ہے کہ مسجد حرام میں ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور بہت سی احادیث سے یہ چیز ثابت ہے کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کا ثواب مسجد اقصیٰ سے زائد ہے لیکن اس روایت میں دونوں کا ثواب برابر بیان کیا گیا ہے اسی لیے علمائے کرام نے یہ توجیہہ بیان فرمائی ہے کہ یہاں ہر مسجد کا ثواب اس سے پہلی مسجد کے اعتبار سے ہے یعنی جامع مسجد کا ثواب محلہ کی مسجد سے پانچ سو گنا زائد ہے۔ تو اس کے مطابق جامع مسجد کا ثواب بارہ ہزار پانچ سو اور مسجد اقصیٰ کا بتیس کروڑ پچاس لاکھ اور مسجد نبوی کا تین نیل بارہ کھرب اور پچاس ارب ہے اور مسجد حرام کا اکتیس سنکھ پچیس پدم ہوا۔ اس صورت میں مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا ثواب مسجد اقصیٰ سے بہت زائد ہوگیا۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا بیت المقدس میں نماز پڑھنا افضل ہے یا مسجد نبوی میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسجد نبوی میں بیت المقدس میں نماز پڑھنے سے چار گناہ افضل ہے۔ (بیہقی)

اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے ایک مفصل روایت میں اس وادی کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مروی ہے کہ تم نے مجھے بیدار کر دیا اور مجھے وادی مبارک میں خواب دکھایا جا رہا تھا۔ زکریا بن ابراہیم بن مطیع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دو شخصوں نے وادی عقیق میں رات گذاری پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے کہاں رات گذاری انہوں نے کہا عقیق میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے وادی مبارک میں رات گذاری ہے۔

نیز حافظ عراقی نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اس وادی کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ روایت کئے ہیں کہ یہ ہم سے محبت رکھتی ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں۔

اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی موطا امام مالک میں اسی طرح روایت مروی ہے۔ باقی اس میں اتنی زیادتی ہے۔ کہ میرا منبر میرے حوض پر ہے۔

ابو یعلی امام احمد اور مزار نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کی ہے کہ میرے گھر میرے منبر تک چمن ہائے جنت میں سے ایک چمن ہے اور میرا حوض جنت کے ٹیلوں میں سے ایک ٹیلہ پر ہے

اور مسند احمد میں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت مروی ہے کہ میرا منبر جنت کے ٹیلوں میں سے ایک ٹیلہ پر ہے۔

ابو العلاء انصاری رضی اللہ عنہ صحابی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے یہ دونوں قدم جنت کے باغوں میں سے ایک بلند باغ پر ہیں۔

مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ.

(رواہ البزار والدار قطنی وابن خزیمہ وصححہ جماعت)

جس شخص نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی۔

اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بزار کی دوسری روایت میں یہی مضمون مروی ہے باقی اس میں ہے کہ میری شفاعت ثابت ہو گئی۔

اور امام طبرانی نے کبیر اوسط میں اور امام دار قطنی نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو میری زیارت کے لیے آئے اور اس کے علاوہ اس کی کوئی نیت نہ ہو تو مجھ پر حق ہو گیا کہ میں اس کی سفارش کروں۔ اس روایت کی ابن السکن اور علامہ سبکی نے تصحیح کی ہے۔

اور امام بیہقی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کیا ہے کہ جو شخص ارادہ کر کے میری زیارت کرے وہ قیامت کے دن میرے پڑوس میں ہوگا۔ اور جو شخص مدینہ میں قیام کرے اور تکلیف اور سختی پر صبر کرے میں اس کے لیے قیامت میں گواہ اور سفارشی ہوں گا۔ اور جو مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ میں مرجائے گا۔ وہ قیامت میں امن والوں میں اٹھے گا۔

چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ جس شخص نے حج کیا اور پھر میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا۔

(رواہ ابن عدی فی الکامل بحوالہ وفاء الوفاء)

ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امت پر جس قدر احسان ہیں۔ ان کے اعتبار سے وسعت کے بعد حاضری نصیب نہ ہونا سراسر ظلم ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ شام سے قبر شریف کی زیارت کے لیے مدینہ منورہ کا سفر فرمایا کرتے تھے۔ بیت المقدس کہ فتح ہو جانے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کی کہ مجھے یہاں قیام کی اجازت دیدی جائے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے وہیں قیام فرمالیا۔ اس کے بعد ایک دن خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلال رضی اللہ عنہ: یہ کیا جفا ہے کیا میری زیارت کرنے کا وقت نہیں آتا۔ یہ خواب دیکھتے ہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آنکھ کھلی تو نہایت غمگین خوفزدہ اور پریشان تھے فوراً اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ منورہ روانہ ہوئے اور روتے ہوئے مزار مبارک پر حاضر ہوئے۔

اس اعرابی کی حکایت تو میں آپ کو نقل ہی کر چکا۔ مگر اس مقام پر اس اعرابی نے روضہ اطہر پر آ کر جو شعر پڑھے تھے ان کو بھی لکھ دیتا ہوں۔

یا خیر من دفنت باالقاع اعظمه
فطاب من طیبهن القاع و الاکم

اے بہترین ذات ان سب لوگوں میں جن کی ہڈیاں ہموار زمین میں دفن کی گئیں کہ ان کی وجہ سے زمین اور ٹیلوں میں بھی عمدگی ہے۔

جہاد کی مشروعیت

س: جہاد کا حکم کیوں ہوا اس سے تو اسلام بزور تلوار پھیلانا معلوم ہوتا ہے؟

ج: اسلام میں اسلام قبول کرنے کے لیے نہایت آزادی دی گئی ہے کسی پر زور نہیں ڈالا گیا بانگ دہل اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں ارشاد فرمایا: لَاۤ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ. دین میں کوئی زبردستی نہیں۔

وَمَنْ شَاءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاءَ فَلْیَكْفُرْ. جس کا دل چاہے ایمان لائے جس کا دل چاہے کافر رہے پھر بھلا اس قدر صاف حکم کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا کس قدر ظلم کی بات ہے اور سراسر اسلام پر تہمت ہے رہی یہ بات کہ پھر جہاد کا کیوں حکم ہوا اس کی کئی وجوہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حج اور عمرہ دونوں ضروری ہیں۔ (ابن عدی)

ہیں۔ محافظت مدافعت اصلاح عوام تذلل باغیان ہر عاقل وشجاع حتی الامکان مظالم غیر سہارتا ہے لسانی اور سنانی تلوار بندوق کسی طرح سے حملہ آور نہیں ہوتا۔ خاموش زندگی حلیمانہ گزارتا ہے جب زائد حملے دشمنوں کے دیکھتا ہے تو حکیمانہ ومدبرانہ طرز اختیار کرتا ہے اس پر بھی دشمن باز نہ آئے تو ناصحانہ وخیر خواہانہ فہمائش سے کام لیتا ہے اس کے بعد بھی اگر دشمن کی دشمنی خفیف ہوئی نہ ختم تب جارحانہ طریق عمل اپنی محافظت کے لیے عمل میں لاتا ہے اور اگر دشمن کا فساد عام ہے تو قیام امن کے لیے شمشیر زنی کر کے چند افراد کو موت کے گھاٹ اتار کر امن عام قائم کرتا ہے اور سب کو سکھ کی نیند سلاتا ہے وہ محافظت شخصی تھی۔ تو یہ محافظت عام ہے جس طرح ڈاکٹر حتی الامکان اولاً کسی سفوف سے زخم کو مندمل کرنے کی فکر کرتا ہے اس سے کام نہ چلے تو مرہم سے ورنہ بڑھتا ہوا زخم اور پورے جسم پر حملہ کرنے والا بدنی گلاؤ لائق آپریشن ہی ہوا کرتا ہے اور ماہر ڈاکٹر تمام اعضاء کو باقی رکھنے کے لیے ایک عضو کو الگ کر دیتا ہے۔ اگر ایسا نہ کرے تو وہ ڈاکٹر اپنے فن کا ماہر نہیں جو صرف مرہم لگانا جانتا ہے مگر گلے سڑے اعضا کا آپریشن کرنا نہیں جانتا۔

ٹھیک ہے اسی طرح جب کہ مخالفین اسلام نے تیرہ سالہ مکہ کی زندگی کو مسلمانان مکہ اور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر سخت پریشان کن واقعات اور ظالمانہ برتاؤ جانی ومالی عزت آبرو ہر قسم کے صدمات اور نقصانات میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا، کتے چھوڑے گئے، پتھر برسائے گئے، کانٹے بچھائے گئے۔ اونٹ کی اوجھڑی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن پر عین سجدے کی حالت میں رکھی گئی۔ تین سال تک مع متعلقین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو محصور رکھا گیا۔ مکمل مقاطعہ کیا گیا۔ مسلمان غلام صحابہ کو نہایت بے دردی سے عربستان جیسی تپتی ہوئی زمین پر لٹایا جاتا چاروں طرف زمین دہکائی جاتی اس پر بس نہ تھا بلکہ اوپر سے سینے پر پتھر رکھ کر کھینچا جاتا لوہے کی زنجیروں سے مارا جاتا باوجود ان تمام تر مصائب کے بجز تحمل وبردباری کے کوئی جواب نہ تھا۔ حتی کہ گھر سے بے گھر ہونا منظور ہوا۔ جب مظالم کی حد نہ رہی کفار آئے دن طرح بے طرح بے چین کرنے لگے کفر کے زہریلے اثر شرک کے فاسد زخم بڑھانے میں کوشاں اور تندرست اعضاء اور صلاحیت والے قلوب کو کفر وشرک کی طرف کھینچنے میں برابر ساعی رہے جو کہ فساد عام تھے اور کسی طرح صلاح پر نہ آئے تو رحمت خداوندی نے اس کو دفع کرنے اور محافظت عالم کے لیے مثل آپریشن جہاد کا حکم نازل فرمایا اور یہ بھی صرف ان ہی کے لیے جو اسلام مٹانے کی انتھک کوشش کرنے میں برسر پیکار ہوتے۔ ان کے متعلقین عورتیں بچے اور وہ بوڑھے اور مذہبی علماء جو لڑائی میں حصہ نہ لیتے وہ مامون تھے ان پر مسلمان تلوار نہ اٹھاتے یہ ہے حقیقت جہاد کی اور یہی ہے جارحانہ مدافعانہ محافظانہ غزوات کا مقصد نیز ذرا غور کرنے کا مقام ہے کہ وہ تیرہ سالہ زندگی مکہ کی جس میں بجز غربت ومسکنت ناداری وکمزوری کچھ نہ تھا۔ ہادیٔ اسلام میں ظاہری شان شوکت، ریاست وسلطنت، فوج وسپاہ نہ ہونے کے باوجود جو ہزاروں اشخاص مسلمان ہوئے ان پر کس نے تلوار اٹھائی۔ کیا طمع دلائی گئی؟ آخر ابو بکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ، وعلی رضی اللہ عنہ سے کون لڑا تھا۔ ابو ذر رضی اللہ عنہ انس رضی اللہ عنہ، اور ان کے قبیلے کو کس نے مجبور کیا کہ وہ سب مسلمان ہو گئے۔ نصاریٰ نجران اور ضماازدی وطفیل بن عمرو اوسی اور ان کے قبیلہ پر کس نے تلوار چلائی؟ قبیلہ بنی عبدالاشہل کو کس نے مجبور کیا؟ تمام انصار مدینہ پر کس نے زور ڈالا کہ اسلام قبول کر لیا اور عجیب بات یہ ہے کہ مسلمان ہوتے ہی اپنے یہاں دعوت دے کر تمام ذمہ داری اپنے سر لی۔ جان ومال گھر سب آپ پر قربان کر دیا بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ مع ستر آدمیوں کے مسلمان ہوئے۔ وہاں کیا زور تھا ابو ہند، تمیم، اور نعیم وغیرہ پر کس نے تلوار چلائی تھی جو ملک شام سے سفر کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے نجاشی بادشاہ حبشہ پر کس نے زبردستی کی تھی جو باوجود حکومت وسلطنت کے قبل ہجرت دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے تھے کیا یہ قابل انکار واقعات ہیں جس سے تاریخ بھری ہوئی ہے۔ پھر یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ اسلام بزور شمشیر چمکا اور اپنی اشاعت میں تلوار کا محتاج ہے وہ اپنی اشاعت میں تلوار کا ہرگز محتاج نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد یاد آیا فرماتے ہیں کہ:

نَحْنُ قَوْمٌ اَعَزَّنَا اللّٰهُ بِالْاِسْلَامِ

ہم ایسی قوم ہیں کہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ساتھ عزت دی نظر انصاف سے نظر کرنے والے انصاف کر سکتے ہیں لیکن اپنے عیبوں کی نہ کچھ پرواہ ہے غلط الزام بس اوروں پر لگا رکھا ہے۔

یہی فرماتے ہیں تیغ سے پھیلا اسلام
یہ نہ ارشاد ہو اتو آپ سے کیا پھیلا ہے

ذرا یورپ کی تاریخ سامنے رکھیں بالخصوص اندلس کے حالات تو ان کی تہذیب وتمدن کی قلعی کھل جائے۔ خود مورخین یورپ کے اقرار وبیان کے موافق نویں صدی ۹۰۰ عیسوی سے سترہویں ۱۷۰۰ صدی عیسوی تک قتل وغارت گری اور طرح طرح کے مصائب ڈال کر مسلمانوں کو عیسائیت کی طرف مجبور کیا گیا۔ سینکڑوں بندگان خدا کو جلا کر راکھ کر دیا گیا۔ ہزاروں کو قتل کیا گیا۔ سینکڑوں کو قید کر کے ان کے سامنے ان کے بچوں کو ذبح کیا گیا۔ لاکھوں مسلمان اپنے دین کی حفاظت کے لئے ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ غرناطہ کے میدان میں مسلمانوں کی اسی ہزار قلمی نادر ونایاب کتابوں کا بینظیر ذخیرہ جلا کر خاکستر کر دیا گیا۔ سولھویں صدی میں ملک فہلیب نے اپنی قلمرو میں عربی زبان کا ایک جملہ بولنے کو جرم قرار دے دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حج اور عمرہ کرنے والے خدا کا بڑا وفد ہیں۔ (بیہقی)

مسلمانوں کے آثار کو ایک ایک کر کے مٹایا قرطبہ کی یکتائے روزگار بے نظیر جامع مسجد میں متعدد گرجا بنائے قصر حمراء اور رہزا (زہرا) جو عالم میں بے نظیر اور بارہ ہزار برجوں پر مشتمل اور اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی صداؤں سے گونجنے والے تھے۔ ان میں صلیب قائم کی گئیں اور گرجے بنائے گئے۔ جو آج تک قائم ہیں ان حالات کی قدر قلیل کوئی مثال بھی جہاد میں ہوئی حیف صد حیف، دن دہاڑے آفتاب پر غبار ڈالنا ہے۔ یہ کہہ کر اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے اور اسلام میں بجز مسلمان کرنا اور لوٹ مار کر اپنی معاش مہیا کرنا ہے اسلام نے کفر پر قائم رہتے ہوئے لوگوں کی وہی جان و مال عزت و آبرو کی حفاظت کی جس طرح ایک مسلمان کی حفاظت کی جاتی ہے حتیٰ کہ عین مقابلہ کے وقت ان لوگوں کو بھی بچایا جاتا تھا جنکی حسین معاشرت، حسن اخلاق کی خبریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچتی رہتی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ نے بنی مدلج پر حملہ کرنے سے اس لئے منع کر دیا کہ وہ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ الغرض مدافعانہ اور جارحانہ جہاد کا مقصد صرف مکارم اخلاق کی اشاعت اور اسلام کا تحفظ کفر و نفاق کے زہریلے اثر پھیلتے ہوؤں کا دفعیہ ہے۔ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ وہ ڈاکٹر اپنے فن کا ماہر نہیں ہو سکتا جو صرف مرہم لگانا جانتا ہو مگر سڑے ہوئے فاسد اعضاء کا آپریشن کرنا نہیں جانتا۔ اسی طرح وہ مذہب بھی کامل نہیں جس میں سیاست نہ ہو اور وہ سیاست مکمل نہیں جس میں کفر و شرک کے باغیانہ طرز کے لئے زہر ہلاہل کا تریاق تلوار نہ ہو وہ مذہب کامل نہیں جس میں سیاست نہ ہو اور وہ سیاست نہیں جو مذہب کے ماتحت نہیں۔

غزوات کا بیان

س: غزوہ کسے کہتے ہیں؟

ج: غزوہ اسے کہتے ہیں کہ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بنفس نفیس شرکت فرمائی ہو۔

س: غزوات کی مجموعی تعداد کتنی ہے؟

ج: مجموعی تعداد تیس ہے جن میں سے نو میں جنگ کی نوبت آئی باقی میں نہیں۔

س: ان کے نام بھی بتا دیجئے تاکہ معلومات میں اضافہ ہو؟

ج: ان کے نام یہ ہیں غزوہ بدر، غزوہ ابواء، غزوہ بواط، غزوہ بنی قینقاع، غزوہ سویق، غزوہ غطفان، غزوہ احد، غزوہ حمراء الاسد، غزوہ بنی نضیر، غزوہ بدر صغریٰ، غزوہ ذات الرقاع، غزوہ دومۃ الجندل، غزوہ بنی المصطلق، غزوہ خندق، غزوہ بنولحیان، غزوہ غابہ، غزوہ حدیبیہ، غزوہ خیبر، غزوہ موتہ۔ غزوہ فتح مکہ، غزوہ حنین، غزوہ طائف، غزوہ تبوک۔

س: چند غزوات کا حال بیان کیجئے؟

ج: منجملہ غزوات کے ایک غزوہ بدر ہے جس کی تفصیل یہ ہے:

غزوہ بدر ۲ھ

بدر ایک مقام کا نام ہے۔ جو مدینہ منورہ سے اسی میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہ غزوہ غزوات اسلام میں سب سے بڑا غزوہ ہے۔ اس لئے اسلام کی عزت و شوکت کی ابتداء اور کفر و شرک کی ذلت و رسوائی کی ابتداء اسی غزوہ سے ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اسلام کو بلا ظاہری اور مادی اسباب کے محض غیب سے قوت حاصل ہوئی اور کفر و شرک کے سر پر ایسی کاری ضرب لگی کہ کفر کے دماغ کے ہڈی چور چور ہو گئی۔ میدان بدر جس کا شاہد عدل اب تک موجود ہے اور اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس دن کو قرآن پاک میں یوم الفرقان فرمایا ہے یعنی حق و باطل میں فرق و امتیاز کا دن بلکہ یہ مہینہ ہی فرقان کا تھا۔ یعنی رمضان المبارک کا جس میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل فرما کر حق و باطل اور ہدایت و ضلالت کا فرق واضح فرمایا۔ اور پھر اسی مہینہ میں روزے فرض کئے تاکہ محبین و مخلصین اور فاسقین کا امتحان فرمائے کہ کون اس کا محب صادق ہے کہ صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک اس کی محبت میں بھوک پیاس وغیرہ کے شدائد برداشت کرتا ہے اور کون محب کاذب ہے کہ اپنے پیٹ اور جبڑوں کا زر خرید غلام ہے۔

آغاز قصہ:

س: غزوہ بدر کا آغاز کیسے ہوا؟

ج: صورت اس کی یہ ہوئی کہ کفار مکہ اپنے سرمایہ داری کے بل بوتے پر مکہ کے مسلمانوں کو ہراساں اور پریشان کرتے اور اسلام کے مٹانے کے درپے رہتے۔ تو سیاسی اصولوں کے موافق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی سرمایہ داری جو کہ ان کی مایہ ناز شوکت کا سبب بنی ہوئی تھی اس کو ختم کرنا چاہا۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ ایک تجارتی قافلہ کفار مکہ قریش کا شام سے آ رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اطلاع پا کر بارہ رمضان المبارک ۲ھ میں تین سو چودہ صحابہ مہاجر و انصار کو لے کر مدینہ سے باہر چالیس میل کے فاصلہ پر اس قافلہ کی گزرگاہ پر پڑاؤ ڈال دیا۔ مگر ادھر قریشی قافلہ کو معلوم ہو گیا تو ان کا سردار ابوسفیان ان کو دوسرے راستہ سے لے کر چل دیئے اور ایک سوار مکہ کی طرف دوڑا دیا کہ قریش اپنی جمعیت کو لے کر امداد کو پہنچیں چنانچہ نو سو پچاس نوجوان مکہ سے مسلمانوں کے مقابلہ میں چل کھڑے ہوئے جن میں سو گھڑ سوار اور سات سو اونٹ اور بڑے بڑے سردار متمول لوگ شامل تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جانثاری:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی اطلاع پا کر صحابہ کرام سے مشورہ فرمایا صحابہ نے ہر طرح جان و مال سے جان نثاری کا اظہار کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر آگے بڑھنے کا حکم فرمایا۔ لشکر اسلام آگے

بڑھا مگر جو جگہ لڑائی کے لئے موزوں اور بہتر تھی اس پر قریش کا لشکر پہلے سے قابض ہو چکا تھا کہ پانی کے مواقع اور پاؤں جمنے کی صورت اسی طرف تھی۔ لیکن رحمت کے صدقہ کہ ایسی بارش ہوئی کہ مسلمانوں کی طرف بارش ہو کر پانی کا سامان ہو گیا اور ریت جم کر پاؤں جمنے کا سامان بھی ہو گیا۔ مشکیزے پانی سے بھرے گئے۔ حوض بنا کر پانی جمع کر لیا اور ادھر اس بارش نے کفار کی زمین پر اس قدر کیچڑ پیدا کر دیا کہ چلنا مشکل ہو گیا۔ بہر حال اول اول تو ایک کا مقابلہ ہوا کہ ادھر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ مقابلے کے لئے نکل آئے ادھر سے تین کافر نکلے وہ تینوں کافر قتل ہو گئے۔ مسلمانوں میں صرف حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زانوئے مبارک پر جام شہادت پیا۔ سبحان اللہ کیا خوب شہادت عطاء ہوئی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو قبر میں اتر کر دفن کیا۔ یہ امتیازی فضیلت حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کا حصہ تھا۔ اس کے بعد گھسان کی جنگ شروع ہوئی اور ادھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں سر رکھ کر نصرت و فتح کی دعا میں مشغول ہو گئے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مطمئن کر دیا گیا اور حضرت معوذ اور معاذ رضی اللہ عنہما دونوں بھائیوں نے ابو جہل کو موت کے گھاٹ اتار دیا ادھر ایک مٹھی بھر کنکری کا معجزہ کہ لشکر دشمن تک کنکریاں پہنچیں۔ اور ملائکہ سے امداد الٰہی ہوئی۔ قریش کے بڑے بڑے سردار عتبہ، شیبہ، ابو جہل، امیہ بن خلف، عتبہ مارے گئے باقی بھاگ پڑے ان کا پیچھا کیا گیا بعض قتل کئے گئے۔ بعض کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس طرح ستر مقتول اور ستر گرفتار ہوئے اور ادھر مسلمانوں میں سے صرف چودہ مسلمان شہید ہوئے چھ مہاجرین میں سے اور آٹھ انصار میں سے۔

اسیران جنگ بدر کے ساتھ مسلمانوں کا سلوک

س: جو کفار گرفتار ہوئے ان کے ساتھ مسلمانوں نے کیا سلوک کیا؟

ج: جناب اسلام نے حتیٰ الامکان سب کے ساتھ مروت اور نیک سلوک کا معاملہ کرنے کو فرمایا۔ چنانچہ ان دشمنان اسلام کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا گیا۔ کہ دوسری قوموں میں اس کی نظیر نہیں ہے۔ جس وقت اسیران جنگ مشرکین مدینہ طیبہ پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو چار چار کر کے صحابہ میں تقسیم کر دیئے اور حکم فرمایا کہ ان کو آرام سے رکھا جائے چنانچہ صحابہ کرام کے برتاؤ کا یہ حال تھا کہ صحابہ ان قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا۔ فدیہ بھی قلیل یعنی چار ہزار درہم فدیہ مقرر کیا گیا۔ مساوات اس درجہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بھی جو اس وقت مسلمان نہ تھے ان سے بھی یہ ہی معاملہ کیا گیا۔ حالانکہ انصار نے خدمت نبوی میں عرض بھی کیا کہ معاف فرمایا جاوے مگر اسلامی مساوات میں بحق جرم عزیز و قرب، دوست و دشمن سب برابر ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ابو العاص بھی گرفتار ہو کر آئے تھے اور فدیہ لے کر چھوڑ دیئے گئے مگر یہ فدیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب کا ہار تھا جس کو نکاح میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو دیا۔ صحابہ نے اس ہار کو واپس کر دیا پھر ابو العاص بھی بعد کو بخوشی مکہ معظمہ سے شرکاء کا حساب بیباک کر کے حاضر ہو کر مشرف باسلام ہو گئے۔

بدر کے قیدیوں کے پاس کپڑے نہ تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو کپڑے دلوا دیئے۔ مگر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا قد لمبا تھا کسی کا کرتہ جسم پر نہ آیا تو عبداللہ بن ابی نے اپنا کپڑا دے دیا۔ چونکہ عبداللہ مسلمان نہ تھا بڑا منافق تھا اس کا احسان بار معلوم ہوا اس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بدل کیا کہ اپنا کرتہ عبداللہ بن ابی کے کفن میں عنایت فرما دیا۔

س: یہ فدیہ ہر شخص سے لینا تو سخت حکم معلوم ہوتا ہے غریب آدمی کے لئے بھاری مصیبت ہے؟

ج: آپ نے سوال میں جلدی کی۔ متکلم کا کلام پورا ہونے پر سوال کرنا چاہیے ابھی اس کا کچھ حصہ باقی ہے وہ یہ کہ ان اسیروں میں سے جو غریب تھے ان سے فدیہ نہ لیا گیا بلکہ ان میں جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے ان سے کہا گیا کہ تم دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دو۔ تمہارا یہی فدیہ ہے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جو وحی کے کاتب رہے انہوں نے اسی طرح لکھنا سیکھا تھا۔ اب سمجھ میں آ گیا ہو گا کہ کس قدر مروت و انصاف کے ساتھ فدیہ کا حکم دیا گیا کہ جو زیادہ مالدار تھے ان سے چار ہزار درہم سے زیادہ بھی لیا گیا۔ چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ لیا گیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بعد میں اسلام لے آئے تھے۔

س: کیا اس سال کوئی حکم بھی نازل ہوا؟

ج: عید الفطر، روزے، صدقہ، زکوٰۃ، عید الاضحیٰ، قربانی اسی سال فرض ہوئے۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کی وفات بھی اسی سال ہوئی اور اس طرح کہ آپ غزوہ میں ہی تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے وفات پائی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ سے واپس ہوئے تو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو لوگ دفن کر کے ہاتھ جھاڑ رہے تھے۔ اللہ اکبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقلال وضبط۔

غزوہ احد ۳ھ

س: اس غزوہ کا حال بیان کیجئے؟

ج: احد مدینہ کے قریب ایک پہاڑ ہے جہاں حضرت ہارون علیہ السلام کی قبر ہے۔ وہاں ماہ شوال ۳ھ میں جہاد ہوا جس کی وجہ یہ ہوئی کہ مشرکین

غزوہ بدر میں شکست کھا کر جوش انتقال میں بھرے بیٹھے تھے۔ مدینہ طیبہ پر چڑھائی کا ارادہ کیا اور تین ہزار نوجوان پورے سازوسامان کے ساتھ مدینہ کی طرف چڑھ آئے جن میں تین ہزار اونٹ دوسو گھوڑے سات سو زرہ تھیں حتیٰ کہ مشرکین نے چودہ عورتیں بھی ہمراہ لیں تاکہ اپنے اشعار سے مردوں کو غیرت دلائیں۔ اور بھاگنے پر ملامت کریں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو ایک ہزار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ مدینہ سے باہر تشریف لائے جن میں عبداللہ بن ابی منافق بھی تھا مگر یہ راستہ ہی سے واپس ہو گیا۔ اور اس کے ساتھ تین سو آدمی بھی واپس ہو گئے۔ اب تین ہزار کفار کے مقابلے میں صرف سات سو تھے جن میں بعض بچے بھی تھے۔ ان کو واپس ہونے کو کہا تو ایک بچہ رافع بن خدیج پنجوں کے بل کھڑے ہو گئے یہ شوق دیکھ کر وہ داخل کر لئے گئے۔ یہ دیکھ کر دوسرا بچہ سمرہ بن جندب نے کہا یا رسول اللہ میں تو اس کو پچھاڑ دیتا ہوں اگر وہ جہاد میں لئے جائیں تو مجھے بھی داخل فرما لیجئے۔ چنانچہ کشتی ہوئی اور کامیاب ہوئے ان کو بھی شریک لشکر کیا گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس آدمی احد پر پہرے کے لئے مقرر فرما دیئے اور فرمایا کہ یہاں سے نہ ہٹنا۔

لڑائی شروع ہوئی اور دیر تک گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ مسلمان فاتح تھے اور کفار شکست کھا کر بھاگتے ہوئے نظر آئے تو مسلمانوں نے مال غنیمت جمع کرنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھتے ہی وہ لوگ اپنی جگہ چھوڑ کر یہاں آ گئے جن کو عقب کی جانب پہاڑی پر نگرانی کے لئے مقرر فرمایا گیا۔ ان کے امیر عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے بہت منع کیا مگر وہ یہ سمجھ کر کہ اب یہاں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں رہی یہاں سے ہٹ گئے۔ نہ رکے اور یہاں صرف چند صحابہ رہ گئے اس جگہ کا چھوڑنا تھا کہ جنگ کا نقشہ بدل گیا۔ خالد بن ولید جو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے انہوں نے موقع کو غنیمت جانا اور پہاڑی کی طرف سے اچانک حملہ کر دیا۔ پہاڑی والے سب شہید ہو گئے بس راستہ صاف ہو گیا۔ اور ایسی لڑائی ہوئی کہ خود مسلمان مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے صحابہ میں مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوئے اور چونکہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک گونہ مشابہت رکھتے تھے اس لئے ان کی شہادت سے یہ شہرت ہو گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے۔

اس خبر کا مشہور ہونا تھا کہ صحابہ کے پاؤں اکھڑ گئے لیکن جانباز لوگ اس وقت بھی سرگرم تھے اور نگاہیں برابر قبلہ مقصود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اشتیاق کے ساتھ ڈھونڈ رہی تھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر پڑ ہی گئی شور ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخیر و عافیت یہاں تشریف رکھتے ہیں۔ بس یہ سننا تھا کہ صحابہ کرام آپ کی طرف دوڑ پڑے مگر ساتھ ہی کفار بھی اس طرف لپکے اور ادھر ہی سب کا زور ہو گیا حتیٰ کہ کئی مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ ہوا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم محفوظ رہے۔ ایک مرتبہ جب کفار نے ہجوم کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون ہے جو میری حفاظت کرے گا۔ حضرت زیاد بن سکن مع چار صحابہ حاضر ہوئے اور وہ سب کے سب شہید ہو گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کا زخمی ہونا:

ایک کافر عبداللہ صفوف کو چیرتا ہوا آگے بڑھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر تلوار کا ایک وار کیا جس سے خود کی دو کڑیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور میں گھس گئیں اور ایک دندان مبارک شہید ہو گیا۔ خود کی کڑیاں نکالنے کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بڑھے مگر ابو عبیدہ ابن جراح رضی اللہ عنہ نے قسم دے کر ان کو ہٹایا اور خود وہ کڑیاں دانت سے نکالیں مگر اس کے ساتھ دو دانت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے بھی گر گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قریب کے ایک گڑھے میں جس کو کفار نے مسلمانوں کے گرنے کے لئے بنایا تھا گر گئے۔ صحابہ کی یہ ہمدردی کہ یہ دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر چھا گئے ادھر کفار کی طرف سے تیروں اور تلواروں کی بوچھاڑ ہو رہی تھی۔ ادھر سب صحابہ وہ بوچھاڑ اپنے اوپر لے رہے تھے۔ ابو دجانہ صحابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک پر مثل ڈھال بن گئے۔ کہ جو تیر آتا آپ کی پشت پر لگتا تھا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے تیروں اور تلواروں کو اپنے اوپر روکا جس سے ہاتھ کٹ کر گر گیا۔ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے بدن پر ستر سے زیادہ زخم آئے۔ قریش بدبخت سخت بے رحمی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تلوار برسا رہے تھے مگر رحمۃ للعلمین کی زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ اے میرے پروردگار میری قوم کو بخش دے۔ وہ مجھے جانتے نہیں۔ یہ کہتے جاتے تھے اور چہرہ انور سے خون جاری تھا۔ اس کو کپڑے وغیرہ سے پونچھتے جا رہے تھے۔ اور فرمایا کہ ”اگر اس خون کا ایک قطرہ بھی زمین پر گر جاتا تو سب پر عذاب خداوندی نازل ہو جاتا“ بفضل تعالیٰ کفار ہارے اور مسلمان فتح یاب ہو کر مدینہ طیبہ واپس آئے اس غزوہ میں کفار صرف بائیس تیئس مارے گئے اور مسلمانوں میں ستر صحابہ شہید ہوئے۔

غزوہ خندق ۵ھ

س: غزوہ خندق کب واقع ہوا اس کا بھی حال بیان کیجئے؟

ج: ذیقعدہ ۵ھ میں غزوہ خندق واقع ہوا۔ جس کی وجہ یہ ہوئی کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو وہاں کے یہودیوں سے جو سردار مانے جاتے تھے معاہدہ مصالحت کا ہو گیا جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم وفا کرتے رہے مگر یہودی مسلمانوں کی کامیابی اور ترقی اسلام روزانہ بڑھتی دیکھ کر اندر اندر حسد کے مارے جلے جاتے تھے اور مسلمانوں کو ایذا

پہنچانے کے درپے ہوتے تھے۔ بالآخر کم ظرفی ظاہر ہوئی اور ۲ھ میں یہودی بنی قینقاع نے اعلان جنگ اور پھر بنی نضیر نے عہد شکنی کی بغاوت شروع کر دی۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ اور مقابلہ ہوا۔ یہ سب قلعہ میں بند ہو گئے۔ اور کچھ عرصہ بعد جلاوطن ہو کر مدینہ طیبہ سے چلے گئے۔ بنی قینقاع شام کی طرف اور بنی نضیر خیبر وغیرہ چلے گئے ادھر قریش ان کو بہکا رہے تھے یہ لوگ قریش سے جا ملے اور پھر اپنی اجتماعی قوت کے بھروسے پر مسلمانوں کے مقابلے کے لئے تل کھڑے ہوئے اور چھوٹی چھوٹی لڑائی ذات الرقاع محرم ۵ھ میں اور پھر غزوہ دومتہ الجندل ربیع الاول ۵ھ میں ہوا۔ غزوہ بنی مصطلق شعبان ۵ھ میں ہوا۔ اس کے بعد بڑی جنگ یہ غزوہ خندق ذیقعدہ ۵ھ میں واقع ہوئی۔ کہ کفار مکہ اور یہود مدینہ بنی قینقاع و بنی نضیر سب نے مل کر مدینہ طیبہ پر حملہ کرنا چاہا۔ اور دس ہزار کی جمعیت لے کر مدینہ طیبہ پر چڑھائی کر دی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تیاری فرمائی۔ مشورہ کیا تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا باہر نکل کر لڑنا مناسب نہیں اس لیے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ کے اندر خندق کھودی جائے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین ہزار صحابہ کو لے کر چھ دن میں پانچ گز گہری خندق تیار کرائی جس میں خود حضور بھی بنفس نفیس شریک تھے۔ ایک مقام پر سخت پتھر کی چٹان نکلی سب صحابہ رضی اللہ عنہم اس کو توڑنے سے عاجز ہو گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک سے ایک پھاوڑا مارا تو اس کے دو ٹکڑے ہو گئے خندق تیار ہو گئی اسی وجہ سے اس کو غزوہ خندق کہتے ہیں۔ ادھر کفار نے پہنچ کر مدینہ کا محاصرہ کر لیا اور قریب پندرہ روز کے مسلمانوں کو محصور رہنا پڑا اس عرصہ میں بنی قریظہ بھی عہد شکنی کر کے کفار کے ساتھ جا ملے۔ محاصرہ کی وجہ سے مسلمانان مدینہ بے چین ہوئے کہ تین روز فاقہ میں گزر گئے یہاں تک کہ پیٹ سے پتھر باندھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیٹ دکھلایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنا شکم مبارک دکھلایا جس پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔

کفار پر ہوا کا طوفان اور نصرت الٰہی:

جب مخالفین اسلام خندق کی وجہ سے اندر نہ گھس سکے تو باہر ہی سے پتھر برسانے لگے دونوں طرف سے برابر تیر اندازی ہوتی رہی اور اس قدر مہلت نہ مل سکی کہ نماز ادا کر سکتے چار نمازیں قضاء ہو گئیں بالآخر اللہ تعالیٰ کی رحمت، وعدہ نصرت و فتح کا ظہور ہوا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے ایسا ہوا کا طوفان لشکر کفار پر مسلط فرمایا کہ خیمے اکھڑ گئے۔ دیگچیاں چولہوں پر سے الٹ گئیں سارے لشکر کفار کے پاؤں اکھڑ گئے۔ حواس جاتے رہے۔ ان کا سامان رسد ختم ہو گیا نیز ایک صحابی نعیم نامی نے ایسی تدبیر چلی کہ جس سے کفار کے لشکر میں پھوٹ پڑ گئی چنانچہ کفار ٹھہر نہ سکے اور بھاگ کھڑے ہوئے میدان صاف ہو گیا مسلمانوں کو فتح ہوئی۔

واقعات متفرقہ:

یہی وہ سال ہے جس میں حج فرض ہوا آپ کے نواسے حضرت عبداللہ بن عثمان رضی اللہ عنہ صاحبزادے حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انتقال فرمایا اور آخر شوال میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ نے وفات پائی اور ذیقعدہ میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں اور اسی سال مدینہ منورہ میں زلزلہ آیا اور چاند گرہن ہوا۔

فائدہ جلیلہ:

خندق کھودنا یہ اہل عرب کا طریقہ نہ تھا بلکہ فارس کا طریقہ تھا شاہان فارس میں سب سے پہلے منوشیرین ایرتج بن افریدون نے خندق کھود کر جنگ کرنے کا طریقہ ایجاد کیا۔ (روض الانف ج ۲ ص ۱۸۷)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسی کے مشورے سے اس طریق کو اپنایا جس سے معلوم ہوا کہ جہاد میں کفار کے طریقہ جنگ کو اختیار کرنا درست ہے اور علی ہذا کفار کے ایجاد کردہ آلات حرب کا استعمال بھی درست ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ طائف میں منجنیق کا استعمال فرمایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تستر میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو منجنیق قائم کرنے کا حکم دیا اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جب اسکندریہ کا محاصرہ کیا تو منجنیق کا استعمال کیا اور علی ہذا زہر آلود تیر اور تلواروں کا استعمال بھی درست ہے لیکن تدخین کا استعمال اس وقت جائز ہے جب دشمنوں کے زیر کرنے کی کوئی اور صورت باقی نہ رہے

شریعت اسلامی کسی صنعتی اور حرفتی ترقی کو منع نہیں کرتی بلکہ اس صنعت و حرفت کو جس سے ملک کو ترقی ہو فرض علی الکفایہ قرار دیتی ہے جیسا کہ تمام فقہاء کرام کا اجماع ہے البتہ شریعت اسلامیہ یورپ کی بے حیائی اور بے شرمی اور شہوانی اور نفسانی تہذیب کی شدید مخالف ہے اس لیے کہ شہوانی اور نفسانی امور میں آزادی، اخلاق اور معاشرہ کو تباہ اور برباد کرتی ہے جو ملکی تنزلی کا باعث ہے۔

صلح حدیبیہ ۶ھ

س: صلح حدیبیہ کب اور کیسے ہوا؟

ج: غزوہ احزاب کے بعد جس کو غزوہ خندق بھی کہتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ میں عمرہ کر رہا ہوں۔ صبح کو صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا صحابہ رضی اللہ عنہم نے اشتیاق ظاہر کیا اور اصرار کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے چلیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلبہ

شوق دیکھ کر یکم ذیقعدہ بروز دوشنبہ سن ۶ ھ کو مکہ معظمہ کا ارادہ فرمایا اور عمرہ کا احرام باندھا اور تقریباً چودہ پندرہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی احرام باندھا جس وقت حدیبیہ کے مقام پر جو مکہ معظمہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے تو وہاں قیام فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ:

وہاں ایک کنواں تھا جو پانی سے خشک تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے سے اس قدر پانی اس میں آیا کہ سب سیراب ہو گئے یہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ معظمہ بھیجا کہ جا کر اہل مکہ سے کہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت صرف زیارت بیت اللہ کے لیے تشریف لا رہے ہیں کوئی سیاسی غرض نہیں۔ جب یہ پیغام لے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ معظمہ پہنچے تو کفار نے ان کو روک لیا اور یہاں یہ مشہور ہو گیا کہ کفار نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ببول کے درخت کے نیچے صحابہ کرام سے جہاد پر بیعت لی اس بیعت کو بیعت رضوان کہتے ہیں، جس کا ذکر قرآن پاک میں سورۂ فتح کے اندر فرمایا گیا ہے۔ لیکن بعد میں جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر غلط تھی تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کا ارادہ ملتوی کر دیا ادھر جب قریش کو اس بات کا علم ہوا تو مرعوب و خوفزدہ ہو گئے اور صلح نامہ کے لے نامہ و پیام کا سلسلہ شروع کر دیا اور سہیل ابن عمرو رضی اللہ عنہ کو شرائط طے کرنے کے لیے بھیجا چنانچہ حسب ذیل شرائط طے ہو کر دس سال کے لئے باہمی صلح ہو گئی۔

شرائط عہد نامہ:

مسلمان اس وقت واپس جائیں آئندہ سال تین دن قیام کر کے واپس چلے جائیں ہتھیار لگا کر نہ آئیں تلوار ساتھ ہو تو میان میں رکھیں۔ مکہ سے کسی مسلمان کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں اگر کوئی مسلمان مکہ میں رہنا چاہے تو اسے منع نہ کریں اگر کوئی شخص مکہ سے مدینہ چلا جائے تو آپ واپس کر دیں گے اگر مدینہ سے کوئی آ جائے تو ہم اسے واپس نہ کریں گے۔

یہ شرائط بظاہر مغلوبانہ صلح پر مشتمل تھیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گرانی بھی ہوئی چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض بھی کر دیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ایسی مغلوبانہ صلح کیسی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسی طرح حکم الٰہی ہے اور اسی میں ہمارے مستقبل کی فلاح مضمر ہے۔ حق تعالیٰ نے اس کو سورۂ فتح میں فتح مبین کے نام سے موسوم فرمایا اور ارشاد ہے۔

اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا.

''بے شک ہم نے اس حدیبیہ سے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی۔''

چنانچہ بعد کے واقعات نے اس راز کو کھول دیا کہ اس صلح سے مسلمان اور کفار میں آمد و رفت آزادی کے ساتھ شروع ہو گئی۔ اور اسلامی اخلاق نے کفار کے دل میں جگہ کر لی۔ اور کفار میں مسلمان ہونا شروع ہو گئے اور بکثرت لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ اس صلح کی وجہ سے جب راستہ صاف ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حق کی آواز تمام جہان کے بادشاہوں تک پہنچانے کا ارادہ فرمایا اور سلاطین کو خطوط جاری کئے۔

سلاطین کے نام دعوت نامے:

س: کن کن سلاطین کو خطوط لکھے؟

ج: (۱) شاہ حبش۔ (۲) شاہ روم۔ (۳) شاہ فارس۔ (۴) سلطان مصر و اسکندریہ مقوقس۔ (۵) شاہ عمان۔

س: ان بادشاہوں میں سے کس کس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت قبول کی۔ اور کس نے رد؟ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوت ناموں کے ساتھ کیا سلوک کیا مختصر طریقہ سے ان کی وضاحت فرمائیں؟

ج: شاہ حبش (جس کا نام اصحمہ تھا اس) کے پاس عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ خط بھیجا اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوت نامے کو دونوں آنکھوں پر رکھا اور تخت سے نیچے اتر کر زمین پر بیٹھ گیا اور بخوشی اسلام قبول کر لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک ہی میں انتقال کر گیا۔

۲۔ دوسرا دعوت نامہ دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے ذریعہ ہرقل نامی بادشاہ روم کے پاس بھیجا اسے بھی دلائل قاطعہ اور کتب سابقہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی برحق ہونا ثابت ہو گیا تھا۔ چنانچہ اس نے اسلام لانے کا ارادہ بھی کر لیا تھا مگر جب رعایا کو اس ارادہ کا پتہ چلا تو تمام لوگ برہم ہو گئے اور اس کو اپنی سلطنت سے معزولی کا پورا یقین ہو گیا تھا کہ اگر میں اسلام لایا تو قوم مجھے سلطنت سے معزول کر دے گی تو وہ اسلام لانے سے رک گیا۔

۳۔ تیسرا دعوت نامہ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے ذریعہ شاہ ایران کسریٰ پرویز کی طرف بھیجا اس بدبخت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دعوت نامہ مبارک کو گستاخی کے ساتھ پارہ پارہ کر دیا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے بددعا فرمائی کہ ''اے اللہ! اس کی سلطنت کو بھی اسی طرح پارہ پارہ کر دے'' بھلا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا اور خالی جائے چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ بعد خسرو پرویز خود اپنے بیٹے شیرویہ کے ہاتھ سے نہایت بے دردی کے ساتھ مارا گیا۔

۴۔ چوتھا دعوت نامہ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سلطان مصر و اسکندریہ مقوقس کی طرف بھیجا گیا۔ اس کے دل میں بھی اللہ تعالیٰ نے اسلام کی حقانیت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت ڈال دی چنانچہ اس نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہایت عمدہ سلوک کیا اور

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چند تحفے بھیجے جن میں ایک کنیز ماریہ قبطیہ اور ایک سفید خچر جس کا نام دلدل تھا اور ایک روایت میں ہے کہ ایک ہزار دینار اور بیس جوڑے بھی ہدیہ میں تھے۔

۵۔ پانچواں دعوت نامہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے ذریعہ شاہ عمان جعفر اور عبداللہ کے پاس بھیجا ان کو بھی ذاتی تحقیق اور کتب سابقہ کے ذریعہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا پورا یقین ہو گیا تھا اس لئے وہ دونوں مسلمان ہو گئے۔

حضرت خالد بن ولید اور حضرت عمرو بن العاص کا اسلام

س: حضرت خالد بن ولید اور حضرت عمرو بن العاص کے اسلام لانے کے واقعہ کو مختصر طریقہ سے بیان کیجئے؟

ج: حضرت خالد بن ولید صلح حدیبیہ تک مسلمانوں کے مقابلہ میں جنگ کرتے رہے۔ اکثر جہاد میں خاص کر غزوہ احد میں کفار کے کے اکھڑے ہوئے پاؤں ان ہی کے سبب جمے تھے۔ صلح حدیبیہ کے بعد خود ہی مکہ معظمہ سے بخوشی مسلمان ہونے کو مدینہ طیبہ روانہ ہوئے اور راستہ میں عمرو بن العاص سے ملاقات ہوئی۔ معلوم ہوا کہ وہ بھی اسی مقصد سے جا رہے ہیں۔ دونوں حضرات ہمراہ ہو کر دربار حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں مشرف با اسلام ہوئے۔

غزوہ خیبر ۷ھ

غزوہ خیبر عمرہ کی قضاء، فتح فدک:

س: غزوہ خیبر کا کچھ حال بیان کیجئے اور یہ کہ کس سن میں واقع ہوا؟

ج: مدینہ منورہ کے یہودی بنو نضیر جب خیبر جا کر آباد ہوئے تو خیبر یہودیت کا مرکز بن گیا۔ یہ یہودی تمام اطراف کے عرب کو اسلام کے خلاف بھڑکاتے تھے اس لئے ضرورت ہوئی کہ ان کو متنبہ کیا جائے پس ۷ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم چھ سو سپاہ کے ساتھ جن میں دو سو سوار اور چار سو پیادہ تھے بنی نضیر یہودیوں پر خیبر کی طرف جہاد کے لئے تشریف لے گئے۔ قتل وقتال کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی اور یہودیوں کے تمام قلعے مسلمانوں کے ہاتھ آ گئے۔ اس جہاد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زیادہ حصہ لیا۔ یہاں تک کہ باب خیبر کو تنہا ہاتھ سے اکھاڑ دیا۔ حالانکہ ستر آدمی اس کے ہلانے سے عاجز تھے اور اس دروازہ کو بجائے ڈھال استعمال کیا۔ جیسا کہ بعض روایات میں ہے۔

اس سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمرہ کی قضاء کی جو صلح حدیبیہ میں چھوڑ دیا گیا تھا۔ اور کفار قریش سے یہ معاہدہ ہوا تھا کہ آئندہ سال عمرہ کریں گے اور تین دن سے زیادہ قیام نہ کریں گے۔ چنانچہ مع رفقاء شرائط کی پوری پابندی کے ساتھ عمرہ ادا کیا اور تین دن قیام فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے۔

خیبر فتح ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود فدک کی طرف ایک رسالہ بھیجا۔ انہوں نے صلح کر لی اس طرح فدک بھی فتح ہو گیا۔

فتح مکہ معظمہ ۸ھ

س: مکہ معظمہ کی فتح کا کچھ حال بیان کیجئے؟

ج: حدیبیہ میں جو صلح نامہ لکھا گیا تھا، اس پر مسلمان اپنی عادت کے مطابق پوری پابندی کے ساتھ قائم رہے۔ لیکن قریش نے اپنی عادت کے موافق عہد شکنی کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قاصد بھیج کر تجدید صلح کے لئے کچھ شرائط پیش فرمائیں اور تحریر فرمایا کہ شرطیں منظور نہ ہوں تو حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ جائیگا، قریش نے نقض معاہدہ کو پسند کیا، جب معاہدہ نہ رہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کی تیاریاں شروع کر دیں اور رمضان المبارک ۸ھ بدھ کے روز عصر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار کی جمعیت کے ساتھ مدینہ طیبہ سے تشریف لے چلے، اور راستہ میں بعد غروب آفتاب روزہ افطار فرمایا۔

مکہ معظمہ کے قریب پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کو ایک دستہ دے کر روانہ فرما دیا، اور حکم دیا کہ اوپر کی جانب سے مکہ میں داخل ہوں اور فرمایا کہ جو تم سے مقابلہ نہ کرے تم بھی مقابلہ نہ کرنا، اور دوسری جانب سے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ جو شخص بیت اللہ میں داخل ہو گا وہ مامون ہو گا، اور جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے وہ بھی مامون ہے، اور جو شخص ابوسفیان کے گھر داخل ہو جائے گا اس کو بھی امن دیا جائے گا۔ اس طرح بدون جنگ مکہ معظمہ فتح ہو گیا، موقع جنگ کا نہ آیا اور جو چند اشخاص مفتن فتنہ پرداز بھاگ گئے تھے وہ مکہ معظمہ فتح ہونے کے بعد مدینہ طیبہ پہنچ کر مسلمان ہو گئے۔

۲۰ رمضان المبارک جمعہ کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف فرمایا۔ اس وقت بیت اللہ شریف میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ایک لکڑی تھی۔ اس سے بت کے پاس سے گزرتے ہوئے اشارہ فرماتے وہ بت منہ کے بل گر پڑتا اور یہ آیت شریف زبان مبارک پر ہوتی تھی

جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ. اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا.

فتح کے بعد قریش کے ساتھ مسلمانوں کا حسن سلوک:

ذرا اس موقع پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق عظیم اور مسلمانوں کا حسن سلوک ملاحظہ ہو کہ قریش اس وقت سب لرزہ براندام تھے، کانپ رہے تھے کہ آج ہم کو قرار واقعی سزا دی جائے گی۔ ہمارے بیوی بچے ہمارے سامنے ذلیل اور مارے جائیں گے۔ مگر اللہ اکبر! اسلام کا حسن اقبال اور سراپا ترحم کہ رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم ہر طرح

آزاد اور مامون ہوا اور کنجی بھی خانہ کعبہ کی ان ہی کو واپس فرمادی سبحان اللہ!

ادھر ابوسفیان جو قریش کے بڑے علمبردار تھے اور تقریباً قریش کے تمام مواقع میں ان کی فوج کے افسر بھی ہوتے تھے۔ یہ جس وقت قید ہو کر حاضر ہوئے تو دربار نبوی سے معافی کا حکم صادر ہو گیا۔ اسی کا یہ اثر ہوا کہ فوراً ابوسفیان اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے۔ فتح مکہ کے بعد ایک شخص کانپتا ہوا خدمت مبارک میں حاضر ہوا۔ فرمایا۔ اطمینان رکھو ڈرو نہیں، میں کوئی بادشاہ نہیں، ایک معمولی عورت کا بیٹا ہوں۔ اس کے بعد پندرہ روز مکہ معظمہ میں قیام فرما کر عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو امیر مکہ مقرر فرمایا اور مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے۔

غزوہ حنین ۸ھ

س: غزوہ حنین کا حال بیان کیجئے؟

ج: فتح مکہ کے بعد جوق در جوق، فوج در فوج عام طور سے لوگ اسلام کے حلقہ بگوش ہونے لگے، اور وہ لوگ جو اسلام کی حقانیت کا یقین رکھنے کے باوجود محض قریش کے رعب سے مسلمان ہونے سے رکے ہوئے تھے اور مکہ معظمہ کی فتح کا انتظار کر رہے تھے۔ سب کے سب اسلام میں داخل ہو گئے۔ البتہ دو قبیلے ہوازن، اور ثقیف آمادہ جنگ ہو کر مکہ معظمہ کی طرف مسلمانوں کے مقابلہ میں آئے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر پا کر بارہ ہزار کا لشکر مقابلہ میں روانہ فرمایا، جن میں دس ہزار مہاجرین وانصار تھے اور دو ہزار نو مسلم جو حال ہی میں مکہ معظمہ میں مسلمان ہوئے تھے وہ تھے۔

۶ شوال ۸ھ کو یہ خدائی لشکر روانہ ہو کر وادی حنین میں پہنچا جو کہ مکہ معظمہ سے تین منزل طائف کے قریب ایک مقام ہے وہاں دشمن پہاڑ کی گھاٹیوں میں چھپے ہوئے تھے، فوراً مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے مسلمانوں کا اگلا حصہ صف بندی نہ ہونے کی وجہ سے پسپا ہونے لگا۔ مگر درحقیقت اس پسپائی اور ہار کا سبب باطنی عجب اور خود پسندی تھی جو مسلمانوں میں اپنی کثیر جماعت دیکھ کر پیدا ہو گئی تھی۔ اس لئے تنبیہ کے لئے تھوڑی دیر یہ کھیل کھیلا گیا اور بتلایا گیا کہ فتح وشکست کثرت اور محض تیروں اور تلواروں سے ہی نہیں بلکہ اس میں کسی اور کا ہی ہاتھ ہے۔

کب سلیقہ ہے فلک کو یہ ستمگاری میں
کوئی محبوب ہے اس پردہ زنگاری میں

آج کا دن ایسا دن تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی دو زرہ پہنے ہوئے تھے، اور ایک سفید دلدل نامی پر سوار تھے۔ جب آگے کا حصہ پسپا ہوتے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ایک آواز بلند دلیرانہ دلوائی جس سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے اکھڑے ہوئے پاؤں جم گئے اور قتل وقتال شروع ہو گیا اور ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی مٹی لے کر غنیم کے لشکر کی طرف پھینکی جو حکم خدا سے دشمن کے لشکر کے ہر سپاہی کی آنکھوں میں جا پڑی، اور آخر کار دشمن مرعوب ہو کر بھاگ نکلے۔ مسلمانوں نے جوش انتقام میں دشمنوں کے بچوں اور عورتوں کی طرف ہاتھ بڑھائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا۔ اس غزوہ میں مسلمان صرف چار شہید ہوئے اور کفار کے ستر سے زائد آدمی مارے گئے۔

غزوہ طائف ۸ھ

س: غزوہ طائف کا حال بیان کیجئے؟

ج: غزوہ حنین کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم طائف روانہ ہوئے۔ کیونکہ طائف ہوازن اور ثقیف کا مرکز تھا۔ یہاں پہنچ کر برابر اٹھارہ دن تک طائف کا محاصرہ کیا لیکن فتح نہ ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہو گئے ابھی راستہ ہی میں تھے کہ طائف سے ایک جماعت ہوازن کی حاضر خدمت ہوئی اور عرض کیا ہمارے وہ آدمی جو حنین میں مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہیں ان کو چھوڑ دیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ منظور فرما کر رہا فرمادیئے اور مکہ معظمہ عمرہ فرماتے ہوئے ۶ ذیقعدہ ۸ھ کو مدینہ طیبہ تشریف لے آئے پھر طائف کے لوگ مدینہ طیبہ میں حاضر ہو کر اسلام میں داخل ہو گئے اس طرح طائف بھی فتح ہو گیا

غزوہ تبوک ۹ھ

س: غزوہ تبوک کا حال بیان کیجئے؟

ج: غزوہ موتہ میں جو جماعت رومیوں کی شکست کھا چکی تھی اس نے پھر مسلمانوں سے جنگ کرنے کی تیاری کی اور مقام تبوک میں جو مدینہ طیبہ سے چودہ منزل کے فاصلہ پر ہے پوری تیاری کے ساتھ پہنچ گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جہاد کی تیاری شروع کردی۔ اس وقت اگرچہ قحط کی وجہ سے سخت تنگدستی اور افلاس تھا اور زمانہ بھی سخت گرمی کا تھا، لیکن واہ ری جان نثاری کہ اس کے باوجود جہاد کی تیاری شروع ہو گئی اور چندہ کیا گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کا تمام سامان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نو سو اونٹ سو گھوڑے وغیرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لا کر رکھ دیئے۔

آخر کار ماہ رجب ۹ھ میں جمعرات کے روز تیس ہزار صحابہ کی جمعیت لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کی طرف تشریف لے چلے۔ جس وقت تبوک پہنچے تو وہاں کوئی نہ تھا۔ شاہ ہرقل حمص چلا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد کو البدر نصرانی کی طرف بھیجا اور پیشین گوئی کے طور پر فرمایا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اس جہاد کی طرف آ جا جس میں کانٹا نہیں اور وہ حج ہے۔ (مجمع)

کہ رات کے وقت اس سے ملو گے جبکہ وہ شکار کر رہا ہوگا خالد پہنچے تو وہاں ٹھیک یہی واقعہ پیش آیا اور اس کو گرفتار کر لائے آپ پندرہ بیس روز وہیں مقیم رہے لیکن کوئی مقابلے کو نہ آیا تو واپسی کا قصد فرمایا اور رمضان المبارک ۹ ھ میں مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے۔ جب مدینہ طیبہ واپسی ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مکان جو معاندین نے مسلمانوں کے خلاف مشورہ کے لئے مدینہ طیبہ میں مسجد کے نام سے بنایا تھا اس کو جلانے کا حکم دے دیا اور مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے اس کا نام مسجد رکھ دیا تھا، اس کا لقب مسجد ضرار تھا، وہ درحقیقت مسجد نہ تھی۔ یہ غزوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری غزوہ تھا، اس کے بعد تمام جوانب میں اسلام کا سکہ بیٹھ گیا اور دور دراز سے وفد کے وفد آ کر برضا و رغبت اسلام کے حلقہ بگوش ہونے لگے اور جان و مال ہر وقت فدا کرنے لئے تیار تھے۔

لوگوں کا اسلام میں داخلہ

س: صلح حدیبیہ کے بعد اسلام میں لوگوں کے داخلہ کا مختصر حال بیان کیجئے؟

ج: صلح حدیبیہ کے بعد جب راستے مامون ہوئے تو اشاعت اسلام جس کو امن وامان کی ضرورت تھی ایک حد تک وسیع پیمانہ پر ہوسکی۔ اور اسی لئے اس صلح کا نام آسمانی دفتروں میں فتح رکھا ہوا تھا، لیکن پھر بھی کچھ لوگ قریش کے دباؤ کی وجہ سے اسلام میں داخل نہ ہوسکتے تھے۔ فتح مکہ نے اس قصہ کو بھی تمام کردیا، اور اب قرآن عظیم نے تمام عرب میں گھر گھر پہنچ کر اپنے اعجازی تصرف سے سب کے قلوب پر سکہ بٹھا دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہی لوگ جو کسی طرح اسلام اور مسلمانوں کی صورت نہ دیکھنا چاہتے تھے آج جوق در جوق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دور دراز سے سفر طے کرتے ہوئے وفود کی صورت میں پہنچتے ہیں، اور برضا و رغبت اسلام کے حلقہ بگوش بن کر اپنا جان و مال فدا کرنے کے لئے تیار ہوجاتے ہیں اور یہ وفود اکثر ۹ ھ میں حاضر اقدس ہوئے۔

وفود کا بیان:

س: جو وفود حاضر خدمت ہوکر مسلمان ہوئے ان میں سے کچھ کے نام بتایئے؟

ج: وہ وفود یہ ہیں۔ وفد ثقیف۔ وفد بنی فزارہ۔ وفد بنی تمیم۔ وفد بنی سعد بن بکر۔ وفد کندہ۔ وفد بنی عبد قیس۔ وفد بنی حنیفہ۔ وفد بنی قطحان اور وفد بنی الحارث۔

اب ان وفود کے مختصر حالات بھی پڑھیئے۔

وفد ثقیف:

تبوک سے واپسی کے بعد ہی مدینہ طیبہ میں حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوئے اور پھر پے در پے وفود آنے شروع ہوگئے جن کی تعداد ستر تک نقل کی جاتی ہے۔ ان میں سے بعض کے واقعات مختصراً یہ ہیں۔

وفد بنی فزارہ:

پہلے ہی مسلمان ہوکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔

وفد بنی تمیم:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر اور کچھ مکالمات کے بعد سب کے سب مسلمان ہوکر وطن کو لوٹ گئے۔

وفد بنی سعد بن بکر:

اس وفد کے امیر ضمام بن ثعلبہ تھے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سے سوالات کیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کے شافی جواب دیئے اور پوری تحقیق مذہب اور شرح صدر کے بعد مشرف باسلام ہوکر اپنی قوم کی طرف واپس ہوئے۔ اور قوم میں تبلیغ کی جس کی وجہ سے ان کی ساری قوم مسلمان ہوگئی۔

وفد کندہ:

سورۂ صافات کی ابتدائی آیات سنتے ہی ان کے قلوب میں اسلام نے گھر کرلیا۔

وفد بنی عبدالقیس:

اس وفد کے لوگ سارے پہلے ہی نصاریٰ تھے۔ سب کے سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوگئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضروری امور اسلامی ان کو تعلیم فرمائی۔

وفد بنی حنیفہ:

اس وفد کے لوگ بھی حاضر خدمت ہوکر مسلمان ہوگئے۔ ان میں مسیلمہ بھی شامل تھا۔ بعد میں بنوت کا دعویٰ کر کے مسیلمہ کذاب کے نام سے پکارا گیا، اور محض اس دعویٰ نبوت کی بناء پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں صحابہ کے ہاتھوں مع اپنے رفقاء کے قتل کیا گیا

فائدہ: مسیلمہ کذاب بوقت دعویٰ نبوت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن و اسلام کا منکر نہیں تھا، چنانچہ امام الحدیث والتفسیر شیخ ابوجعفر طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ "مسیلمہ نے اپنے موذن کو حکم دیا تھا کہ اذان میں برابر اشھد ان محمدا رسول اللہ کہا کرے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کی نبوت کا دعویٰ جائز نہیں، بلکہ مطلقاً دعویٰ نبوت بھی بہت سے نصوص قرآنی اور احادیث متواترہ اور اجماعی عقیدہ ختم نبوت سے انکار ہے۔ اس لئے باجماع صحابہ کرام مسیلمہ کا غیر تشریعی نبوت کا

دعویٰ بھی کفر اور ارتداد سمجھا گیا، اور باجماع صحابہ کرام اس کے خلاف جہاد کیا گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کی اذان و نماز و تلاوت قرآن نے اس کو کافر کہنے سے نہیں روکا۔

وفد بنی قحطان:

جس کے امیر زید الخیل تھے یہ بھی سب کے سب حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے۔

وفد بنی الحارث:

ان میں خالد بن ولید بھی تھے جو مع اپنے رفقاء کے مسلمان ہو گئے تھے۔ اسی طرح بنی اسد، بنی محارب، ہمدان اور غسان وغیرہ کے وفود کچھ حاضری سے پہلے اور کچھ بعد میں مسلمان ہوئے۔

سرایا کا بیان

س: سریہ کسے کہتے ہیں اور ان کی کتنی تعداد ہے؟

ج: جس جہاد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود بنفس نفیس شریک نہیں ہوئے ان کو سریہ کہتے ہیں انکی تعداد پینتالیس ہے جن کی تفصیل طوالت کے خوف سے چھوڑتے ہیں۔ صرف چند ایک کا حال بیان کرتے ہیں۔

سریہ امارت حمزہ رضی اللہ عنہ:

پہلا سریہ حضرت حمزہ کی امارت میں بھیجا گیا۔ ہجرت کے سات مہینے بعد ماہ رمضان المبارک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ کو تیس مہاجرین پر امیر لشکر بنا کر ایک سفید جھنڈا عطا فرمایا اور قریش کے ایک قافلہ کی طرف روانہ کیا، لیکن جب یہ حضرات دریا کے کنارے پہنچے اور باہمی مقابلہ ہوا تو مجدی بن عمر وجہنی نے درمیان میں بڑھ کر جنگ کو روک دیا۔

سریہ عبید بن الحارث رضی اللہ عنہ:

پھر شوال اھ حضرت عبید الحارث کو ساٹھ آدمیوں کا امیر لشکر بنا کر بطن رابغ کی طرف ابو سفیان کے مقابلے کے لیے روانہ فرما دیا۔ اس جہاد میں اول تیر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کفار کی طرف پھینکا۔ اور یہ سب سے پہلا تیر تھا۔ جو اسلام میں سب سے پہلے کفار پر چلایا گیا۔

سریہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ:

۲ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہ مہاجرین پر حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر ماہ رجب میں مقام نخلہ میں ایک قریشی قافلہ کے لیے روانہ فرمایا۔ جس روز قافلہ سامنے آیا تو اتفاقاً ماہ رجب کی پہلی تاریخ تھی۔ اور رجب ان مہینوں میں سے ہے جن میں ابتداء اسلام میں قتل وقتال حرام تھا۔ لیکن حضرات صحابہ اس تاریخ کو جمادی الثانیہ کی تیسویں تاریخ سمجھ رہے تھے۔ اس لیے مشورہ کے بعد یہی قرار پایا کہ مقابلہ کرنا چاہئے بالآخر مقابلہ ہوا تو رئیس قافلہ مارا گیا۔ اور دو آدمی گرفتار ہوئے۔ اور باقی بھاگ گئے اور مسلمانوں کو بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ جو امیر سریہ نے شرکاء جہاد میں تقسیم کر دیا۔ اور پانچواں حصہ بیت المال کے لیے نکال دیا۔ اور بعض روایت میں ہے کہ کل مال غنیمت لیکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تمہیں شہر حرام یعنی رجب میں مقاتلہ کا حکم نہ دیا تھا۔ بالآخر یہ مال غنیمت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بدر سے فارغ ہونے کے بعد اس کے مال غنیمت کے ساتھ تقسیم کر دیا۔ اس واقعہ سے عرب میں چرچا ہو گیا۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشہر حرام میں قتال کو جائز قرار دے دیا اس وقت آیت کریمہ یسئلونک عن الشھر الحرام. ان کے جواب کے لیے نازل ہوئی۔

سریہ موتہ:

س: سریہ موتہ کیا چیز ہے اس کو بیان کیجئے۔

ج: موتہ ملک شام میں شہر بلقاء کے قریب و جوار میں بیت المقدس سے تقریباً دو منزل کے فاصلے پر ایک مقام کا نام ہے۔ یہاں مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان اول جنگ ہوئی۔ جس کا سبب یہ تھا کہ عمرو بن شرجیل نے جو شاہ روم کی طرف سے بصرہ کا گورنر تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد حارث ابن عمیر رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۸ھ کے نصف میں تین ہزار صحابہ کا لشکر اس کی طرف روانہ فرمایا جب لشکر موتہ کے قریب پہنچا۔ تو رومیوں کو اطلاع ہوئی وہ ڈیڑھ لاکھ کا لشکر مقابلہ کے لئے لے کر آئے۔ چند روز تک جنگ ہونے کے بعد خدا تعالیٰ نے ڈیڑھ لاکھ کفار پر تین ہزار مسلمانوں کا رعب اس طرح ڈالدیا۔ کہ پسپا ہونے لگے۔ اور سوائے بھاگنے اور پیچھے ہٹنے کے کوئی صورت نجات کی ان کو نہ ملی۔ مسلمان کامیاب اور فاتح ہو کر واپس آئے۔

سریہ اسامہ رضی اللہ عنہ:

س: سریہ اسامہ کیا چیز ہے؟

ج: مکہ معظمہ کی واپسی کے بعد ۲۶ صفر ۱۱ھ دوشنبہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جمارت روم کے لیے تیار فرمائی، جس میں بڑے بڑے صحابہ کرام حضرت صدیق اکبر، حضرت فاروق اعظم اور حضرت ابو عبیدہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسے حضرات موجود تھے مگر اس کا افسر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا اس لیے اس کا نام سریہ اسامہ ہے

یہ بالکل آخری لشکر تھا۔ جس کے روانہ کرنے کا خود بنفس نفیس حضور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "البتہ ایک حج کرنا افضل ہے دس غزوات سے اور ایک غزوہ افضل ہے دس حجوں سے" (بیہقی)

صلی اللہ علیہ وسلم نے انتظام فرمایا تھا مگر یہ ابھی روانہ نہیں ہوا تھا۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بخار ہو گیا اور اسی میں وفات پائی۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلافت کے دور میں یہ لشکر روانہ کیا گیا اور فتح یاب ہو کر واپس لوٹا۔ الحمد للہ تعالیٰ۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سے سرایا واقع ہوئے طوالت کی وجہ سے ان کا ذکر چھوڑے دیتے ہیں۔

مرض وفات

س: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وفات کا کچھ مختصر حال بیان کیجئے۔

ج: ۲۸ صفر ۱۱ھ چہار شنبہ کی رات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبرستان بقیع غرقد میں تشریف لے جا کر اہل قبور کے لیے دعائے مغفرت کی اور فرمایا کہ "اے اہل مقابر تمہیں اپنا یہ حال اور قبروں کا قیام مبارک ہو کیونکہ اب دنیا میں تاریک فتنے ٹوٹ پڑے ہیں۔ وہاں سے تشریف لائے تو سر میں درد تھا اور پھر بخار ہو گیا اور یہ بخار صحیح روایات کے موافق تیرہ روز تک متواتر رہا اور اسی حالت میں وفات ہو گئی۔ اسی عرصہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دستور کے مطابق ہر روز ازواج مطہرات کے حجروں میں منتقل ہوتے رہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض طویل اور سخت ہو گیا تو ازواج مطہرات سے اجازت لی کہ ایام مرض میں صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں رہیں۔ سب نے اجازت دے دی۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی امامت:

رفتہ رفتہ مرض اتنا بڑھ گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد تک بھی تشریف نہ لا سکے تو ارشاد فرمایا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہو نماز پڑھائیں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے تقریباً سترہ نمازیں پڑھائیں پھر ایک روز اتفاقاً صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ، انصار کی ایک مجلس پر گذرے تو وہ سب رو رہے تھے۔ سبب پوچھا تو کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کو یاد کر کے رو رہے ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ خبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دی۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فضل رضی اللہ عنہ کے کاندھوں پر ٹیک لگائے ہوئے باہر تشریف لائے حضرت عباس رضی اللہ عنہ آگے آگے تھے۔ آپ منبر پر چڑھے لیکن نیچے ہی سیڑھی پر جلوہ افروز رہے اور اوپر نہ چڑھ سکے اور بلیغ خطبہ دیا جس کے بعض کلمات یہ ہیں۔

آخر الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری خطبہ:

اے لوگو! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اپنے نبی کی موت سے ڈر رہے ہو کیا مجھ سے پہلے کوئی نبی ہمیشہ رہا ہے جو میں رہتا۔ ہاں میں اپنے پروردگار سے ملنے والا ہوں اور تم مجھ سے ملنے والے ہو۔ ہاں تمہارے ملنے کی جگہ حوض کوثر ہے پس جو شخص یہ پسند کرے کہ بروز قیامت اس حوض سے سیراب ہو تو اس کو چاہئے کہ اپنے ہاتھ اور زبان کو لایعنی اور بے ضرر باتوں سے روکے۔ میں تمہیں مہاجرین کے ساتھ حسن سلوک اور اتحاد کی وصیت کرتا ہوں اور ارشاد فرمایا کہ جب لوگ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں تو ان کے حکام اور بادشاہ ان کے ساتھ انصاف کرتے ہیں۔ اور جب وہ اپنے پروردگار کی نافرمانی کرتے ہیں تو وہ ان کے ساتھ بے رحمی کرتے ہیں۔ (دروس السیرۃ الحمدیہ)

اس کے بعد مکان میں تشریف لے گئے اور وفات سے پانچ یا تین روز پہلے پھر ایک مرتبہ باہر تشریف لائے۔ سر مبارک بندھا ہوا تھا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے۔ وہ پیچھے ہٹنے لگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کے اشارہ سے منع فرمایا اور خود ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بائیں جانب بیٹھ گئے نماز کے بعد ایک مختصر خطبہ دیا جس کے دوران فرمایا۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ میرے محسن ہیں۔ اور اگر میں خدا کے سوا کسی کو خلیل بناتا۔ تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بناتا لیکن چونکہ خلیل خدا کے سوا کوئی نہیں اس لئے ابو بکر میرے بھائی اور دوست ہیں۔ اور فرمایا

"مسجد میں جتنے لوگوں کے دروازے ہیں وہ سب سوائے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دروازے کے بند کر دیئے جائیں گے"۔

(صحیح بخاری مع فتح ص ۳۵۶ ج ۱)

محدث ابن حبان نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ اس حدیث میں صاف اشارہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صدیق اکبر ہی خلیفہ ہیں۔ (فتح الباری پ ۲۴ ص ۳۵۶)

اس کے بعد بارہ ربیع الاوّل دوشنبہ کے روز لوگ صبح کی نماز حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے پڑھ رہے تھے کہ یکایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کا پردہ کھول کر لوگوں کی طرف دیکھا اور تبسم فرمایا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یہ دیکھ کر پیچھے ہٹنے لگے اور خوشی کی وجہ سے صحابہ کے قلوب نماز میں منتشر ہونے لگے

در نمازم خم ابروئے تو چوں یاد آمد
حالتے رفت کہ محراب بفریاد آمد

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ہاتھ کے اشارہ سے فرمایا کہ نماز پوری کرو اور خود اندر تشریف لے گئے اور پردہ چھوڑ دیا اور اس کے بعد پھر باہر تشریف نہیں لائے۔ اسی روز ظہر کے بعد اس عالم سے انتقال فرما کر رفیق اعلیٰ کے ساتھ واصل ہوئے۔ فَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ.

صحیح بخاری کی روایت کے مطابق اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیموں کے مال کی حفاظت کرو تا کہ زکوٰۃ اس کو نہ کھا لے۔ (الدار قطنی)

عمر شریف تریسٹھ برس تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری کلمات:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس مرض کے دوران میں کبھی کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک سے چادر اٹھاتی تو فرماتے تھے کہ یہود و نصاریٰ پر اس لیے خدا کی لعنت آئی ہے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا ہے غرض یہ تھی کہ مسلمان ان سے بچیں۔ (بخاری ص ۱۰۵)

آہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری لمحات میں جس چیز سے ڈرایا تھا۔ وہ بھی آج مسلمانوں نے نہ چھوڑا اور اولیاء و صلحاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا ڈالا (نعوذ باللہ) حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ قریب وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چھت کی طرف دیکھتے اور فرماتے تھے۔

یا اللہ میں رفیق اعلیٰ کو پسند کرتا ہوں بعض روایت میں ہے کہ آخری لمحات حیات میں زبان رسالت پر الصلوۃ الصلوۃ کے کلمات جاری رہے۔ (خصائص کبریٰ)

وفات

س: پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کس سال اور کسی عمر میں ہوئی اور کہاں دفن ہوئے۔

ج: آپ صلی اللہ علیہ وسلم ۲۸ صفر ۱۱ھ بدھ کے دن بیمار ہوئے۔ بارہ دن بیمار رہ کر ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ پیر کے دن چاشت کے وقت تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پا گئے اور منگل کے دن بعد دوپہر یا رات کو مدینہ منورہ میں اپنے حجرہ شریف میں دفن کیے گئے۔

وفات کی خبر صحابہ میں شائع ہوئی تو گویا سب کی عقلیں اڑ گئیں۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی فرط غم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کا انکار کرنے لگے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس وقت تشریف لائے تو ایک مختصر سا خطبہ دیا جس میں لوگوں کو صبر کی تلقین کی اور فرمایا کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا۔ تو سن لے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو سمجھ لے کہ وہ حی قیوم آج بھی زندہ ہے! یہ سن کر صحابہ کو کچھ ہوش آیا۔

پھر چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ کا قائم کرنا سب سے پہلا اور مقدم کام تھا۔ کیونکہ دوسرے دینی و دنیوی معاملات کے خلل اور بیرونی و اندرونی دشمنوں کے حملے کے علاوہ آپ کی تجہیز و تکفین سے پہلے ہی خلیفہ کا قائم کرنا ضروری سمجھا اور اس قضیہ کے طے ہونے میں کچھ دیر ہوئی اور اسی پیر کے دن سے بدھ کی رات تک توقف ہوا۔ بدھ کی رات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل و کفن دیا اور نماز جنازہ پڑھی گئی۔ قبر شریف، حدیث شریف کے موافق عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں اسی جگہ کھودی جہاں وفات ہوئی تھی ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے قبر کھودی اور حضرت علی و عباس رضی اللہ عنہما نے قبر میں رکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف ایک بالشت اونچی رکھی گئی۔ تدفین سے قبل باتفاق آراء تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا گیا۔

سیرت نبوی کو مختصراً بیان کرنے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمہ کا کچھ حصہ مختصر پیش کر دیا جائے، شاید خداوند کریم ہم سب کو ان پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللہِ بِعَزِیْزٍ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وخصائل اخلاق شریفہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ شجاع و بہادر اور سب سے زیادہ سخی تھے، جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کا سوال کیا جاتا۔ تو فوراً عطاء فرما دیتے تھے۔ سب سے زیادہ حلیم اور بردبار تھے۔ یہاں تک کہ بعض صحابہ نے کفار کی ایک قوم کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ان کے متعلق بددعا فرمایئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں رحمت ہو کر آیا ہوں عذاب بن کر نہیں آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دندان مبارک شہید کر دیا گیا مگر اس وقت بھی ان کے لیے دعائے مغفرت ہی فرماتے تھے۔

آپ سب سے زیادہ حیادار تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کسی کے چہرے پہ نہ ٹھہرتی تھی۔ اپنے ذاتی معاملات میں کسی سے انتقام نہ لیتے تھے اور نہ غصہ ہوتے تھے ہاں جب حدود خداوندی پر دست درازی کی جاتی تھی تو غصہ آتا تھا۔ اور جب غصہ آتا تھا تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی ٹھہر نہ سکتا تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو کاموں میں اختیار دیا تو ہمیشہ ان میں سے اہون کا اختیار فرمایا تاکہ امت کے لیے سہولت ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کھانے میں عیب نہیں نکالا۔ البتہ اگر مرغوب ہوتا تو کھالیتے ورنہ چھوڑ دیتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ لگا کر نہ کھاتے اور نہ میز پر بیٹھ کر کھاتے تھے۔ نہ سینی پر اور نہ کبھی آپ کے لیے پتلی چپاتی پکائی جاتی۔ ککڑی، خربوزہ کو کھجور کے ساتھ کھایا کرتے۔ شہد اور تمام شیریں کو طبعاً پسند فرماتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے اہل بیت نے جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کو دو دو مہینے صاف اس طرح گذر جاتے تھے کہ چولہے میں آگ جلانے کی بھی نوبت نہ آتی تھی۔ بلکہ صرف چھواروں پر اور پانی پر گزر رہوتی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جوتے خود ہی لیتے اور کپڑے میں پیوند خود لگاتے تھے۔ اپنے اہل بیت کے کاروبار میں رہتے تھے مریضوں کی عیادت کرتے تھے جب کوئی آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دیتا، خواہ وہ امیر ہوتا یا مفلس اس کے یہاں تشریف لے جاتے تھے کسی مفلس کو اس کے فقر کی وجہ سے حقیر نہ جانتے تھے۔ اور کسی بڑے سے بڑے بادشاہ سے اس کے ملک کی وجہ سے مرعوب نہ ہوتے تھے اپنے پیچھے غلام وغیرہ کو سوار کر لیتے تھے۔ موٹے کپڑے پہنتے تھے۔ اور گھٹے ہوئے جوتے پہن لیتے تھے سفید کپڑے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ پسند تھے۔

کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے اور بیکار باتوں سے اجتناب فرماتے تھے نماز کو طویل اور خطبہ مختصر پڑھتے تھے۔ غلاموں اور مفلسوں کے ساتھ چلنے پھرنے سے پرہیز نہ فرماتے تھے کبھی کبھی ہنسی اور خوش طبعی کی باتیں فرماتے لیکن اس وقت بھی واقعہ کے خلاف نہ بولتے تھے، تمام انسانوں سے زیادہ خندہ پیشانی و خوش خلق تھے۔ عذر خواہ کا عذر قبول فرما لیتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن مجید تھا۔ یعنی جس چیز کو قرآن پسند کرتا تھا اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی پسند فرماتے تھے اور جس کو قرآن پسند نہ کرتا تھا اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ناپسند فرماتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے بہتر کبھی کوئی خوشبو نہیں سونگھی۔

چاکِ تقدیر کو ممکن نہیں کرنا رفو
سوزنِ تدبیر ساری عُمر گو سیتی رہے

نہال اس گلستاں میں جتنے بڑے ہیں
ہمیشہ وہ نیچے سے اُوپر چڑھے ہیں

باب ۱۴۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ذکر حبیب صلی اللہ علیہ وسلم

بیان نور محمدی

فرمایا کہ بے شک میں حق تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبین ہو چکا تھا اور آدم علیہ السلام ہنوز اپنے خمیر ہی میں پڑے تھے (یعنی ان کا پتلا بھی تیار نہ ہوا تھا۔ یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا۔ف۔اس عدد میں کم کی نفی ہے۔

آدم علیہ السلام نے جب حضرت حوا علیہا السلام سے قربت کرنا چاہا تو انہوں نے مہر طلب کیا آدم علیہ السلام نے دعا کی کہ اے رب میں ان کو مہر میں کیا چیز دوں۔ارشاد ہوا کہ اے آدم علیہ السلام! میرے حبیب محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بیس دفعہ درود بھیجو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

شاباش آن صدف کہ چناں پرورد گہر
آبا ازو مکرم و ابنا عزیز تر
صلوا علیہ ما طلع الشمس و القمر
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک جب عبدالمطلب میں منتقل ہوا اور وہ جوان ہو گئے تو ایک دن حطیم میں سو گئے جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ آنکھ میں سرمہ لگا ہوا ہے۔ سر میں تیل پڑا ہوا ہے۔اور حسن و جمال کا لباس زیب بر ہے۔ان کو سخت حیرت ہوئی کہ کچھ معلوم نہیں یہ کس نے کیا ہے ان کے والد ان کا ہاتھ پکڑ کا کاہنان قریش کے پاس لے گئے اور سارا واقعہ بیان کیا انہوں نے جواب دیا کہ معلوم کر لو کہ رب السمٰوات نے اس نوجوان کو نکاح کا حکم فرمایا ہے چنانچہ انہوں نے اول قیلہ سے نکاح کیا اور ان کی وفات کے بعد فاطمہ سے نکاح کیا۔اور وہ عبداللہ آپ کے والد ماجد کے ساتھ حاملہ ہو گئیں۔اور عبدالمطلب کے بدن سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور انکی پیشانی میں چمکتا تھا اور جب قریش میں قحط ہوتا تھا تو عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑ کر جبل ثبیر کی طرف جاتے تھے اور ان کے ذریعے سے حق تعالیٰ کے ساتھ تقریب ڈھونڈتے۔ اور بارش کی دعا کرتے تو اللہ تعالیٰ بہ برکت نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے باران عظیم مرحمت فرماتے الخ کذافی المواہب۔

پہلی روایت: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وہب سے روایت ہے کہ جب آپ حمل میں آئے تو ان کو خواب میں بشارت دی گئی کہ تم اس امت کے سردار کے ساتھ حاملہ ہوئی ہو جب وہ پیدا ہوں تو یوں کہنا أُعِيذُهُ بِالْوَاحِدِ مِنْ شَرِّ كُلِّ حَاسِدٍ اور ان کا نام محمد رکھنا۔ (کذافی سیرۃ ابن ہشام)

دوسری روایت: نیز حمل کے رہنے کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ نے ایک نور دیکھا جس سے شہر بصری علاقہ شام کے محل ان کو نظر آئے۔ (کذافی سیرۃ ابن ہشام)

تیسری روایت: محمد بن اسحاق نے ثور بن یزید سے (اس بار کے شق صدر کے بعد کا واقعہ) مرفوعاً ذکر کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دو سفید پوش شخصوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ ان کو ان کی امت کے دس آدمیوں کے ساتھ وزن کرو چنانچہ وزن کیا تو میں بھاری نکلا تو پھر اسی طرح سو کے ساتھ پھر ہزار کے ساتھ وزن کیا پھر کہا کہ بس کرو! واللہ اگر ان کو ان کی امت سے وزن کرو گے تب بھی یہی وزنی نکلیں گے (کذافی سیرۃ ابن ہشام)

ف ۱: اس جملہ میں آپ کو بشارت سنادی کہ آپ نبی ہونے والے ہیں۔

ف ۲: اور شق صدر اور قلب اطہر کا دھلنا چار بار ہوا ایک تو یہی جو مذکور ہوا دوسری بار بھر دس سال یہ صحرا میں ہوا تھا۔ تیسری بار وقت بعثت کے بماہ رمضان غار حرا میں چوتھی بار شب معراج میں۔

معراج کے اہم واقعات

واقعہ نمبر ۱:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں حطیم میں لیٹا تھا (رواہ البخاری)
اور ایک روایت میں ہے کہ آپ اپنے گھر میں تھے اور چھت کھولی گئی (رواہ البخاری)
ف: اور چھت کھولنے میں حکمت یہ تھی کہ آپ کو ابتدائے امر ہی سے

یہ معلوم ہو جائے کہ میرے ساتھ کوئی معاملہ خارق عادت ہونے والا ہے۔

واقعہ نمبر ۲:

کچھ سوتے کچھ جاگتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں سوتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جرائیلؑ آئے اور ایک روایت میں ہے کہ تین شخص آئے ایک نے کہا کہ وہ (یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) ان (حاضرین) میں سے کون ہیں دوسرا بولا وہ جو سب سے اچھے ہیں تیسرا بولا کہ جو سب سے اچھا ہے اسی کو لے لو آئندہ شب کو پھر وہی تینوں آئے اور کچھ بولے نہیں اور آپ کو اٹھالے گئے (رواہ البخاری)

ف: یہ حالت کہ کچھ سوتے تھے کچھ جاگتے تھے ابتدا میں تھی اور اسی کو سونا کہہ دیا پھر آپ جاگ اٹھے اور تمام واقعہ میں بیدار رہے۔ اور بعض روایت میں ہے جو معراج کے اخیر میں آیا ہے کہ پھر میں جاگ اٹھا مراد یہ ہے کہ اس حالت سے افاقہ ہو گیا۔ اور بعض نے اس زیارت کو غیر محفوظ کہا ہے۔ اور یہ کہا گیا کہ ان حاضرین میں کونسے ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ قریش خانہ کعبہ کے آس پاس سویا کرتے تھے۔ (رواہ الطبرانی)

اور طبرانی ہی میں ہے کہ اول جرائیل و میکائیل آئے اور یہ گفتگو کر کے چلے گئے۔ پھر تین آئے اور مسلم میں ارشاد نبوی ہے کہ میں نے ایک کہنے والے کو سنا کہ کہتا ہے کہ ان تین میں سے ایک شخص ہیں جو دو شخص کے بیچ میں ہیں۔ اور مواہب میں ہے کہ مراد ان دو شخصوں سے حضرت حمزہ اور حضرت جعفر ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان سو رہے تھے۔

واقعہ نمبر ۳:

پھر آپ کے پاس ایک دابہ سفید رنگ کا حاضر کیا جو براق کہلاتا ہے جو دراز گوش سے ذرا اونچا اور خچر سے ذرا نیچا تھا۔ جو اس قدر برق رفتار ہے کہ اپنی منتہائے نظر پر قدم رکھتا ہے (کذا رواہ مسلم) اور اس پر زین و لگام لگا ہوا تھا۔ جب آپ سوار ہونے لگے تو وہ شوخی کرنے لگا حضرت جبرئیل نے کہا تجھ کو کیا ہوا آپ سے زیادہ مکرم شخص عند اللہ تجھ پر سوار نہیں ہوا بس وہ عرق عرق ہو گیا۔ (رواہ الترمذی) اور آپ اس پر سوار ہوئے اور جبرئیل نے آپ کی رکاب پکڑی اور میکائیل نے لگام تھامی۔ (عن شرف المصطفیٰ بروایۃ ابی سعد)

ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑ پر تشریف رکھتے تھے۔ اور اس کو حرکت ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ساکن ہو گیا کہ

اُثْبُتْ فَاِنَّمَا عَلَیْکَ نَبِیٌّ وَ صِدِّیْقٌ وَ شَہِیْدَانِ.

بعض روایات میں آیا ہے کہ جبرئیل نے میرا ہاتھ پکڑا اور آسمان دنیا پر پہنچے۔ (رواہ البخاری)

واقعہ نمبر ۴:

جب آپ منزل مقصود کو روانہ ہوئے آپ کا گذر ایک ایسی زمین پر ہوا جس میں کھجور کے درخت کثرت سے تھے۔ جبرئیل نے آپ سے کہا کہ اتر کر یہاں نفل نماز پڑھیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ نے صلی اللہ علیہ وسلم یثرب (مدینہ) میں نماز پڑھی۔

پھر آپ کا گذر ایک سفید زمین پر ہوا جبرئیل علیہ السلام نے کہا اتر کر نماز پڑھیئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ نے مدین میں نماز پڑھی۔ پھر بیت اللحم پر گذر ہوا وہاں بھی نماز پڑھوائی اور کہا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ (رواہ البزار والطبرانی وصححہ البیہقی فی الدلائل)

اور ایک روایت میں بجائے مدین کے طور سینا لکھا ہے کہ آپ نے طور سینا میں نماز پڑھی جہاں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے کلام فرمایا ہے۔ (کذا رواہ النسائی)

واقعہ نمبر ۵:

جس میں عجائب واقعات برزخ کے ملاحظہ فرمائے اور وہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک عجوزہ پر ہوا جو سر راہ کھڑی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اے جبرئیل یہ کیا ہے انہوں نے کہا چلئے چلئے آپ چلتے رہے ایک بڈھا رستہ سے بچا ہوا ملا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلاتا ہے کہ اے محمد ادھر آیئے جبرئیل علیہ السلام نے کہا چلئے چلئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جماعت پر گذر ہوا کہ انہوں نے آپ کو بایں الفاظ سلام کیا۔ السلام علیک یا اول۔ السلام علیک یا آخر۔ السلام علیک یا حاشر۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ ان کو جواب دیجئے اور اس حدیث کے آخر میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ وہ بڑھیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھی وہ دنیا تھی۔ سو دنیا کی عمر اتنی رہ گئی ہے جیسی بڑھیا کی عمر رہ جاتی ہے اور جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارا تھا وہ ابلیس تھا اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابلیس کے اور دنیا کے پکارنے کا جواب دے دیتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتی اور جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام تھے۔

(رواہ البیہقی فی الدلائل وقال الحافظ عماد الدین بن کثیر فی الفاظہ نکارۃ غرابتہ)

اور طبرانی اور بزار کی حدیث میں روایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایسی قوم پر ہوا جو ایک ہی دن میں بو بھی لیتے ہیں۔ اور کاٹ بھی لیتے ہیں اور جب وہ کاٹتے ہیں تو پھر وہ ویسا ہی ہو جاتا ہے جیسا کاٹنے سے قبل تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے

پوچھا یہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں کہ ان کی نیکی سات سو گناہ بڑھتی ہے اور وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کا نعم البدل عطاء فرماتے ہیں اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے۔

پھر ایک قوم پر گذر ہوا جن کے سر پتھر سے پھوڑے جاتے ہیں۔ اور جب وہ کچلے جاچکے ہوتے ہیں تو پھر حالت سابقہ پر ہو جاتے ہیں۔ اور اس کا ذرا سلسلہ بند نہیں ہوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اے جبرئیل علیہ السلام یہ کیا ہے انہوں نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو فرض نماز سے سر گرانی کرتے ہیں۔ پھر ایک قوم پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ہوا کہ ان کی شرم گاہ پر آگے اور پیچھے چیتھڑے لپٹے ہوئے ہیں۔ اور وہ مویشی کی طرح چر رہے تھے۔ اور زقوم اور جہنم کے پتھر کھا رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔ اور ان پر اللہ تعالیٰ نے ظلم نہیں کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رب اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک ایسی قوم پر ہوا۔ جن کے سامنے ایک ہنڈیا میں پکا ہوا گوشت رکھا ہے اور ایک ہنڈیا میں کچا سڑا ہوا گوشت رکھا ہے اور وہ لوگ اس سڑے ہوئے کچے گوشت کو کھا رہے ہیں اور پکا ہوا گوشت نہیں کھاتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ آپ کی امت میں سے وہ مرد ہے جن کے پاس حلال طیب بی بی ہو اور پھر وہ ناپاک عورت کے پاس آئے اور شب باش ہو یہاں تک کہ صبح ہو جاوے۔ اسی طرح وہ عورت ہے کہ جو اپنے حلال طیب شوہر کے پاس سے اٹھ کر کسی ناپاک مرد کے پاس آوے اور رات کو اس کے پاس رہے یہاں تک کہ صبح ہو جاوے پھر ایک شخص پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ہوا۔ جس نے ایک بڑا اگٹھا لکڑیوں کا جمع کر رکھا ہے کہ وہ اس کو اٹھا نہیں سکتا اور وہ اس میں اور لا لا کر رکھتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کیا ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ آپ کی امت میں ایسا شخص ہے جس کے ذمہ لوگوں کے بہت سے حقوق و امانت ہیں جن کے اداء پر قادر نہیں اور وہ اور زیادہ لدتا چلا جاتا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسی قوم پر گذر ہوا جن کی زبانیں اور ہونٹ آہنی مقراضوں سے کاٹے جا رہے تھے اور جب وہ کٹ چکتے ہیں تو پھر حالت سابقہ پر ہو جاتے ہیں اور یہ سلسلہ بند نہیں ہوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کیا ہے؟ جبرائیلؑ نے کہا کہ یہ گمراہی میں ڈالنے والے واعظ ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک چھوٹے پتھر پر ہوا۔ جس میں سے ایک بڑا بیل پیدا ہوتا ہے پھر وہ بیل اس پتھر کے اندر جانا چاہتا ہے لیکن نہیں جا سکتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کیا ہے جبرئیلؑ نے کہا یہ اس شخص کا حال ہے جو ایک بڑی بات منہ سے نکالے پھر اس پر نادم ہو مگر اس کو واپس کرنے پر قادر نہیں۔ پھر ایک وادی پر گذر ہوا وہاں ایک پاکیزہ خنک ہوا اور مشک کی خوشبو آئی اور ایک آواز سنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ جبرئیلؑ نے کہا کہ یہ جنت کی آواز ہے کہتی ہے کہ اے رب جو مجھ سے وعدہ کیا ہے مجھ کو دیجئے کیونکہ میرے بالا خانے اور استبرق اور حریر اور سندس اور عبقری اور موتی اور مونگے اور چاندی اور سونا اور گلاس اور طشتریاں اور دستہ دار کوڑے اور مرکب اور شہد اور پانی اور دودھ اور شراب بہت کثرت کو پہنچ گئے تو اب میرے وعدہ کی چیز (یعنی سکان جنت) مجھ کو دیجئے (کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ تیرے لئے تجویز کیا گیا ہے ہر مسلم اور مسلمہ اور مومن اور مومنہ اور جو مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاوے اور میرے ساتھ شرک نہ کرے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراوے اور جو مجھ سے ڈرے گا وہ مامون رہے گا اور جو مجھ سے مانگے گا میں اس کو دوں گا اور جو مجھ کو قرض دے گا میں اس کو جزا دوں گا اور جو مجھ پر توکل کرے گا میں اس کو کفایت کروں گا میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں میں وعدہ خلافی نہیں کرتا بیشک مومنوں کو فلاح حاصل ہوئی اور اللہ تعالیٰ جو احسن الخالقین ہے بابرکت ہے۔ جنت نے کہا کہ میں راضی ہوگئی پھر ایک وادی پر گذر ہوا اور ایک وحشتناک آواز سنی اور بدبو محسوس ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کیا ہے جبرئیلؑ نے کہا کہ یہ جہنم کی آواز ہے کہتی ہے کہ اے رب مجھ سے جو وعدہ کیا ہے (یعنی دوزخیوں سے بھرنے کا) مجھ کو عطاء فرما کیونکہ میری زنجیریں اور طوق اور شعلے اور گرم پانی اور پیپ اور عذاب بہت کثرت کو پہنچ گئے اور میرا قعر بہت دراز اور گرمی بہت تیز ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ تیرے لئے یہ تجویز کیا گیا ہے کہ ہر مشرک اور مشرکہ اور کافر اور کافرہ اور ہر متکبر اور معاند جو یوم حساب پر یقین نہیں رکھتا۔ دوزخ نے کہا میں راضی ہوگئی۔ اور ابو سعید کی روایت میں بیہقی سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ کو داہنی طرف سے ایک پکارنے والے نے پکارا کہ میری طرف نظر کیجئے میں آپ سے کچھ دریافت کرتا ہوں میں نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ پھر ایک اور نے مجھ کو بائیں طرف سے اسی طرح پکارا میں نے اس کو بھی جواب نہیں دیا اور اس میں یہ بھی ہے کہ ایک عورت پر نظر پڑی جو اپنے ہاتھوں کو کھولے ہوئے ہے اور اس پر ہر قسم کی آرائش ہے جو خدا تعالیٰ نے بنائی ہے اس نے بھی کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف نظر کیجئے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ دریافت کروں گی میں نے اس کی طرف

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم مال زکوٰۃ میں سے کوئی چیز قبضہ کرنے سے پہلے فروخت نہیں کرتے (طبرانی)

التفات نہیں کیا۔ اور اسی حدیث میں ہے کہ جبرئیلؑ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ پہلا پکارنے والا یہود کا داعی تھا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو جواب دیتے تو آپ کی امت یہود ہو جاتی اور دوسرا پکارنے والا نصاریٰ کا داعی تھا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو جواب دیتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت نصرانی ہو جاتی اور وہ عورت دنیا تھی (یعنی اس کے پکارنے پر جواب دینے کا اثر یہ ہوتا کہ امت دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتی جیسا اوپر آچکا ہے) اور (ظاہراً یہ واقعات قبل عروج الی السموات دیکھے گئے اور بعضے واقعات میں بعد عروج دیکھنے کی تصریح ہے چنانچہ) اسی حدیث بالا میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آسمان دنیا پر تشریف لے گئے اور وہاں آدم علیہ السلام کو دیکھا اور وہاں بہت سے خوان رکھے دیکھے کہ جن پر پاکیزہ گوشت رکھا ہے مگر اس پر کوئی شخص نہیں اور دوسرے خوانوں پر سڑا ہوا گوشت رکھا ہے اور اس پر بہت سے آدمی بیٹھے کھا رہے ہیں۔ جبرائیلؑ نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو حلال چھوڑتے ہیں اور حرام کھاتے ہیں۔ اور اسی میں یہ بھی ہے کہ آپ کا گذر ایسی قوم پر ہوا جن کے پیٹ کوٹھریوں جیسے ہیں جب ان سے کوئی اٹھتا ہے فوراً گر پڑتا ہے۔ جبرائیلؑ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یہ سود کھانے والے ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایسی قوم پر ہوا کہ ان کے لب اونٹ کے سے ہیں وہ چنگاریاں نگلتے ہیں اور ان کے اسفل سے نکل رہی ہیں۔ جبرائیل نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ظلماً کھاتے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایسی عورتوں پر ہوا کہ پستانوں سے (بندھی ہوئی) لٹک رہی تھیں اور وہ زنا کرنے والیاں تھیں اور آپ کا گذر ایسی قوم پر ہوا جن کے پہلو کا گوشت کاٹا جاتا تھا اور ان ہی کو کھلایا جاتا تھا اور وہ لوگ چغل خور عیب چین تھے۔

واقعہ نمبر ۶:

جب آپ بیت المقدس پہنچے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مسلم کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے براق کو اس حلقہ سے باندھ دیا جس سے انبیاء علیہم السلام (اپنے مراکب کو) باندھتے تھے۔ اور بزار نے بریدہ سے روایت کیا کہ جبرائیلؑ نے پتھر میں جو کہ بیت المقدس میں ہے انگلی سے سوراخ کر کے اس سے براق کو باندھ دیا۔

ف: دونوں روایتیں اس طرح سے جمع ہو سکتیں ہیں کہ وہ حلقہ تو قدیم الزمان سے ہو لیکن کسی وجہ سے بند ہو گیا ہو۔ جبرائیلؑ نے انگلی سے کھول دیا ہو اور دونوں حضرات باندھنے میں شریک ہوں اور اس پر شبہ نہ کیا جاوے کہ باندھنے کی کیا ضرورت تھی کہ وہ تو مسخر کر کے بھیجا گیا تھا۔ ممکن ہے کہ اس عالم میں آنے سے اس میں کچھ آثار یہاں کے پیدا ہو گئے ہوں اگر بھاگنے کا اندیشہ نہ ہوتا ہم اس کی شوخی وغیرہ سے آپ کے قلب کے پریشان ہونے کا احتمال ہو اور حکمتوں کا احاطہ کون کر سکتا ہے۔

واقعہ نمبر ۷:

باب تفسیر ابن ابی حاتم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس پہنچے اور اس مقام پر پہنچے جس کا نام باب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے تو براق کو باندھ کر دونوں صاحب فناء مسجد میں پہنچے تو جبرائیلؑ نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے درخواست کی تھی کہ آپ کو حور عین دکھلا دے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں جبرائیل نے کہا ان عورتوں کے پاس جائیے اور ان کو سلام کیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا میں نے پوچھا کہ تم کس کے لئے ہو انہوں نے کہا کہ ہم نیک ہیں اور حسین ہیں اور ایسے مردوں کی بیبیاں ہیں جو پاک ہیں صاف ہیں اور میلے نہ ہوں گے اور ہمیشہ رہیں گے کبھی جنت سے جدا نہ ہوں گے اور ہمیشہ زندہ رہیں گے اور کبھی نہ مریں گے سو وہاں سے ہٹ کر تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ بہت سے آدمی جمع ہو گئے پھر ایک موذن نے اذان کہی اور تکبیر کہی گئی، ہم سب صف باندھ کر منتظر کھڑے تھے کہ کون امام بنے سو میرا ہاتھ جبرائیل نے پکڑ کر آگے کھڑا کر دیا میں نے سب کو نماز پڑھائی جب میں فارغ ہوا جبرائیل نے مجھ سے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہے کن لوگوں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی میں نے کہا نہیں انہوں نے کہا جتنے نبی مبعوث ہوئے سب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں اتنا اور زیادہ ہے کہ میں مسجد میں گیا تو انبیاءؑ کو میں نے پہچانا کوئی صاحب کھڑے ہیں کوئی رکوع میں ہیں کوئی سجدہ میں پھر ایک اذان کہنے والے نے اذان کہی اور ہم صفوف درست کر کے اس انتظار میں کھڑے ہو گئے کہ کون امامت کرتے ہیں۔ سو جبرائیل نے میرا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھا دیا اور میں نے سب کو نماز پڑھائی۔

اور بیہقی میں ابو سعید رضی اللہ عنہ سے اس طرح روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے داخل ہو کر فرشتوں کے ساتھ نماز پڑھی (یعنی اس جماعت کے امام ہوئے) جب نماز پوری ہو گئی تو ملائکہ نے جبرائیلؑ سے پوچھا کہ یہ تمہارے ہمراہ کون ہیں انہوں نے کہا کہ یہ محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ملائکہ نے کہا کہ کیا ان کے پاس پیام الٰہی (نبوت کے لئے یا آسمانوں پر بلانے کے لئے) بھیجا گیا جبرائیلؑ نے کہا ہاں فرشتوں نے کہا اللہ تعالیٰ ان پر تحیت نازل فرما دے کہ بہت اچھے بھائی اور بہت

اچھے خلیفہ ہیں (یعنی ہمارے بھائی اور اللہ تعالیٰ کے خلیفہ) پھر ارواح انبیاءؑ سے ملاقات ہوئی اور ان سبھوں نے اپنے رب پر ثنا کی۔ سو ابراہیم علیہ السلام نے اس طرح کی تقریر کی کہ تمام محامد اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں۔ جس نے مجھ کو خلیل اللہ بنایا اور مجھ کو ملک عظیم عطاء فرمایا اور مجھ کو مقتداء صاحب قنوت بنایا کہ میرا اقتداء کیا جاتا ہے اور مجھ کو آتش (نمرودی) سے نجات دی۔ اور اس کو میرے حق میں خنک اور سلامتی کا ذریعہ بنایا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے رب پر ثنا کر کے یہ تقریر کی کہ تمام محامد اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں جس نے مجھ سے کلام (خاص) فرمایا اور مجھ کو برگزیدہ فرمایا اور مجھ پر توریت نازل فرمائی اور فرعون کی ہلاکت اور بنی اسرائیل کی نجات میرے ہاتھ پر ظاہر فرمائی اور میری امت کو ایسی قوم بنایا کہ حق کے موافق وہ ہدایت کرتے ہیں اور اسی کے موافق وہ عدل کرتے ہیں۔

پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے رب کی ثنا کر کے یہ تقریر کی کہ جمیع محامد اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں جس نے مجھ کو ملک عظیم عطاء فرمایا اور مجھ کو زبور کا علم دیا اور میرے لئے لوہے کو نرم کیا اور میرے لئے پہاڑوں کو مسخر کیا وہ میرے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور پرندوں کو بھی (تسبیح کے لئے مسخر فرمایا) اور مجھ کو حکمت اور صاف تقریر عنایت فرمائی پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے رب کی ثناء کے بعد یہ تقریر کی کہ جمیع محامد ثابت ہیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے میرے لئے ہوا کو مسخر فرمایا اور شیاطین کو بھی مسخر کیا جو چیز میں چاہتا تھا وہ بناتے تھے جیسے عمارت عالیشان اور مجسم تصاویر (کہ اس وقت درست تھیں) اور مجھ کو پرندوں کی بولی کا علم دیا اور اپنے فضل سے مجھ کو ہر قسم کی چیز دی اور میرے لئے شیاطین اور انسان اور جن اور طیر کے لشکروں کو مسخر کیا اور مجھ کو ایسی سلطنت بخشی کہ میرے بعد کسی کے لئے شایان نہ ہوگی۔ اور میرے لئے ایسی پاکیزہ سلطنت تجویز کی کہ اس کے متعلق مجھ سے کچھ حساب نہ ہوگا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب پر ثناء کر کے یہ تقریر کی کہ تمام محامد اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں جس نے مجھ کو اپنا کلمہ بنایا اور مجھ کو مشابہ آدم علیہ السلام کے بنایا کہ ان کو مٹی سے بنا کر کہہ دیا کہ تو (ذی روح) ہو جا اور وہ (ذی روح) ہو گیا اور مجھ کو لکھنا اور حکمت اور توراۃ کا علم دیا اور مجھ کو ایسا بنایا کہ میں مٹی سے پرندہ کی شکل کا قالب بنا کر اس میں پھونک مار دیتا تو وہ خدا تعالیٰ کے حکم سے پرندہ بن جاتا تھا اور مجھ کو ایسا بنایا کہ میں بحکم خدا مادر زاد اندھے اور جذامی کو اچھا کر دیتا تھا اور مردوں کو زندہ کر دیتا تھا اور مجھ کو پاک کیا اور مجھ کو اور میری والدہ کو شیطان رجیم سے پناہ دی سو ہم پر شیطان کا کوئی قابو نہیں چلتا تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے رب کی ثناء کی اور فرمایا کہ تم سب نے اپنے رب کی ثناء کی اور میں بھی اپنے رب کی ثناء کرتا ہوں۔ جمیع محامد اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں جس نے مجھ کو رحمۃ للعالمین اور تمام لوگوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا اور مجھ پر فرقان یعنی قرآن مجید نازل کیا جس میں ہر (دینی ضروری) امر کا بیان ہے۔ (خواہ صراحتہً خواہ اشارۃً) اور میری امت کو بہترین امت بنایا کہ لوگوں کے نفع (دین) کے لئے پیدا کی گئی ہے اور میری امت کو امت عادلہ بنایا اور میری امت کو ایسا بنایا کہ وہ اول بھی ہیں (یعنی رتبہ میں) اور آخر بھی ہیں (یعنی زمانہ میں) اور میرے سینہ کو فراخ فرمایا اور میرا بار مجھ سے ہلکا کیا اور میرے ذکر کو بلند فرمایا اور مجھ کو سب کا شروع کرنے والا اور سب کا ختم کرنے والا بنایا (یعنی نور میں اول اور ظہور میں آخر) حضرت ابراہیمؑ نے (سب سے خطاب کر کے) فرمایا کہ بس ان کمالات کے سبب محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم سب پر فائق ہو گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عروج الی السموات کا ذکر کیا اور ایک روایت میں آپ کے بالخصوص تین پیغمبروں ابراہیمؑ و موسیٰؑ و عیسیٰؑ کا نماز پڑھنا اور ہر ایک کا حلیہ بیان فرمایا اور اس میں یہ بھی ہے کہ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو مجھ سے ایک کہنے والے نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ مالک داروغہ دوزخ کے ہیں ان کو سلام کیجئے میں نے ان کی طرف دیکھا تو انہوں نے ہی پہلے مجھ کو سلام کیا (کذا رواہ مسلم) اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ سے روایت کیا ہے کہ لیلۃ الاسراء میں دجال کو بھی دیکھا اور خازن النار کو بھی دیکھا (کذا رواہ مسلم) ظاہراً اس اقتران ذکری سے معلوم ہوتا ہے کہ دجال کو بھی بیت المقدس کے موقع پر دیکھا یعنی اس کی صورت مثالیہ کو کیونکہ وہاں اس کا ہونا ظاہر ہے۔

واقعہ نمبر ۸:

اس کے بعد آسمانوں پر صعود ہوا بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ براق پر تشریف لے گئے بخاری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بعد قلب دھونے اور اس میں ایمان و حکمت بھرنے کے مجھ کو براق پر سوار کیا گیا جس کا ایک قدم اس کی منتہائے نگاہ پر پڑتا ہے اور مجھ کو جبرائیلؑ لے چلے یہاں تک کہ آسمان دنیا تک پہنچے۔ اس سے ظاہراً یہی معلوم ہوتا ہے کہ آسمان پر بھی براق ہی کی سواری پر تشریف لے گئے۔ گو درمیان میں بیت المقدس بھی اترے۔ اور بیہقی میں ابو سعید کی روایت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ پھر (یعنی بعد فراغ اعمال بیت المقدس) میرے سامنے ایک زینہ لایا گیا جس پر بنی آدم کی ارواح (بعد موت کے) چڑھتی ہیں سو اس زینہ سے زیادہ خوبصورت خلائق کی نظر سے نہیں گزرا تم نے (بعض) میت کو آنکھیں پھاڑ کر آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے دیکھا ہوگا سو وہ اس زینہ کو دیکھ

کر خوش ہوتا ہے اور شرف مصطفیٰ میں ہے کہ یہ زینہ جنت الفردوس سے لایا گیا اور اس کے دائیں بائیں ملائکہ اوپر تلے گھیرے ہوئے تھے۔ اور کعب کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک زینہ چاندی کا رکھا گیا اور ایک سونے کا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور جبرائیل اس پر چڑھے اور ابن اسحاق کی روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب میں بیت المقدس کے قصہ سے فارغ ہوا تو یہ زینہ لایا گیا اور میرے رفیق راہ (جبرائیلؑ) نے مجھ کو اس پر چڑھایا یہاں تک کہ دروازہ آسمان تک پہنچا۔

واقعہ نمبر ۹:

حضرت جبرائیلؑ کے ساتھ اول آسمان دنیا تک پہنچے جبرائیلؑ نے (آسمان کا) دروازہ کھلوایا (ملائکہ بوابین کی طرف سے) پوچھا گیا کون ہے کہا جبرائیل ہوں پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے انہوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پوچھا گیا کہ کیا ان کے پاس پیام الٰہی (نبوت کے لئے یا آسمان پر بلانے کے لئے) بھیجا گیا جبرائیلؑ نے کہا ہاں۔ (رواہ البخاری)

اور بیہقی کی حدیث میں ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ آسمانوں کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر پہنچے اس کا نام باب الحفظہ ہے اس پر ایک فرشتہ مقرر ہے اس کا نام اسماعیل ہے اس کی ماتحتی میں بارہ ہزار فرشتے ہیں اور شریک کی ایک روایت میں حدیث بخاری میں یہ بھی ہے کہ اہل سموات کو خبر نہیں ہوتی کہ زمین پر اللہ تعالیٰ کا کیا کرنے کا ارادہ ہے جب تک ان کو کسی ذریعہ سے اطلاع نہ دیں۔ جیسے یہاں جبرائیلؑ کی زبانی معلوم ہوا اس سے فرشتوں کے اس پوچھنے کی وجہ معلوم ہوگئی کہ کیا ان کے پاس پیام الٰہی پہنچا ہے اور اس پوچھنے میں جو دو احتمال ذکر کئے گئے تفصیل اس کی واقعہ ہشتم نمبر پانچ میں مذکورہ ہوئی ہے وہاں خود پوچھنے کی وجہ عقلی بھی لکھی گئی ہے اس دلیل نقلی سے اس توجیہ عقلی کی تائید ہوگئی بخاری کی روایت میں ہے کہ فرشتوں نے یہ سن کر کہا مرحبا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت اچھا آنا آئے اور دروازہ کھول دیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں وہاں پہنچا تو حضرت آدمؑ موجود ہیں۔ جبرائیلؑ نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ آدمؑ ہیں ان کو سلام کیجئے میں نے ان کو سلام کیا انہوں نے جواب دیا اور کہا مرحبا فرزند صالح اور نبی صالح اور ایک روایت میں ہے کہ آسمان دنیا میں ایک شخص کو بیٹھا دیکھا جس کے داہنی طرف کچھ صورتیں نظر آتی ہیں اور کچھ صورتیں بائیں طرف ہیں جب وہ داہنی طرف دیکھتے ہیں تو ہنستے ہیں اور جب بائیں طرف دیکھتے ہیں تو روتے ہیں۔ میں نے جبرائیلؑ سے پوچھا یہ کون ہیں۔ انہوں نے کہا آدم علیہ السلام ہیں اور یہ صورتیں داہنی اور بائیں ان کی اولاد کی روحیں ہیں سو داہنی طرف والے جنتی ہیں اور بائیں طرف والے دوزخی ہیں اس لئے داہنی طرف دیکھ کر ہنستے ہیں اور بائیں طرف دیکھ کر روتے ہیں۔ (کذا فی المشکوٰۃ عن الشیخین) اور بزار کی حدیث میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ان کی داہنی طرف ایک دروازہ ہے اس دروازہ میں سے خوشبودار ہوا آتی ہے اور بائیں طرف سے ایک دروازہ ہے کہ اس میں سے بدبودار ہوا آتی ہے جب داہنی طرف دیکھتے ہیں خوش ہوتے ہیں اور جب بائیں طرف دیکھتے ہیں مغموم ہوتے ہیں اور شریک کی روایت بالا میں یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سماء دنیا میں نیل اور فرات کو دیکھا اور اس روایت میں یہ بھی ہے کہ اس سماء دنیا میں ایک نہر بھی دیکھی کہ اس پر موتی اور زبرجد کے محل بنے ہیں اور وہ کوثر ہے۔

ف: آدم علیہ السلام جمیع انبیاء میں اس کے قبل بیت المقدس میں بھی مل چکے ہیں اور اس طرح وہ اپنی قبر میں بھی موجود ہیں اور اسی طرح بقیہ سموات میں انبیاء علیہم السلام کو دیکھا۔ سب جگہ یہی سوال ہوتا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ قبر میں تو اصل جسد سے تشریف رکھتے ہیں اور دوسرے مقامات پر ان کی روح کا تمثل ہوا ہے۔ یعنی غیر عنصری جسد سے جس کو صوفیا جسم مثالی کہتے ہیں۔

واقعہ نمبر ۱۰:

بخاری کی حدیث میں ہے کہ پھر مجھ کو جبرائیلؑ آگے لے کر بڑھے یہاں تک کہ دوسرے آسمان تک پہنچے اور دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کون ہے کہا جبرائیلؑ ہوں۔ پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے۔ انہوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پوچھا گیا ان کے پاس پیغام الٰہی بھیجا گیا جبرائیل نے کہا ہاں فرشتوں نے کہا مرحبا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت اچھا آنا آئے اور دروازہ کھول دیا گیا جب میں (وہاں) پہنچا تو حضرت یحییٰ علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام موجود ہیں اور وہ دونوں باہم خلیرے ہیں۔ جبرائیلؑ نے کہا یہ یحییٰ و عیسیٰ ہیں ان کو سلام کیجئے میں نے سلام کیا ان دونوں نے جواب دیا پھر کہا مرحبا برادر صالح اور نبی صالح۔

واقعہ نمبر ۱۱:

بخاری میں ہے کہ پھر مجھ کو جبرائیلؑ آگے لے کر چڑھے یہاں تک کہ چوتھے آسمان تک پہنچے اور دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کون ہے۔ کہا جبرائیل ہوں پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے انہوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پوچھا گیا کیا ان کے پاس پیغام الٰہی بھیجا گیا جبرائیل نے کہا ہاں فرشتوں نے یہ سن کر کہا مرحبا آپ بہت اچھا آنا آئے اور دروازہ کھول دیا گیا جب میں وہاں پہنچا تو حضرت ادریس علیہ السلام موجود ہیں جبرائیلؑ نے کہا یہ ادریس ہیں ان کو سلام کیجئے میں نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا پھر کہا مرحبا اور صالح اور نبی صالح۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر چیز کی زکوٰۃ ہے اور حویلی کی زکوٰۃ مہمان خانہ ہے۔ (الجامع)

واقعہ نمبر ۱۲:

بخاری میں ہے کہ پھر مجھ کو جبرائیل آگے لے کر چڑھے یہاں تک کہ پانچویں آسمان تک پہنچے اور دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کون ہے کہا جبرائیل ہوں پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پوچھا گیا کیا ان کے پاس پیغام الٰہی بھیجا گیا کہا ہاں۔ وہاں سے کہا گیا مرحبا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت اچھا آنا آئے۔ جب میں وہاں پہنچا تو ہارونؑ موجود تھے جبرائیلؑ نے کہا یہ ہارون علیہ السلام ہیں ان کو سلام کیجئے میں نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا پھر کہا مرحبا برادر صالح اور نبی صالح۔

واقعہ نمبر ۱۳:

بخاری میں ہے کہ پھر مجھ کو جبرائیلؑ آگے لے کر چڑھے یہاں تک کہ چھٹے آسمان تک پہنچے اور دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کون ہے کہا جبرائیل ہوں۔ پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پوچھا گیا کیا ان کے پاس پیغام الٰہی بھیجا گیا۔ کہا ہاں۔ کہا گیا مرحبا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت اچھا آنا آئے جب میں وہاں پوچھا تو موسیٰ علیہ السلام موجود ہیں جبرائیلؑ نے کہا یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں ان کو سلام کیجئے میں نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا اور کہا مرحبا برادر صالح اور نبی صالح کو۔ پھر جب میں آگے بڑھا تو وہ روئے ان سے پوچھا گیا آپ کے رونے کا کیا سبب ہے انہوں نے فرمایا میں اس لئے روتا ہوں کہ ایک نوجوان پیغمبر میرے بعد مبعوث ہوئے جن کی امت کے جنت میں داخل ہونے والے میری امت کے جنت میں داخل ہونے والوں سے بہت زیادہ ہوں گے۔ (تو مجھ کو اپنی امت پر حسرت ہے کہ انہوں نے میرا اس طرح اتباع نہ کیا جس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے گی اور اس لئے میری امت کے ایسے لوگ جنت سے محروم رہے تو ان کے حال پر رونا آتا ہے)۔

واقعہ نمبر ۱۴:

بخاری میں ہے کہ پھر مجھ کو جبرائیلؑ آگے لے کر ساتویں آسمان کی طرف چڑھے اور دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا کون ہے کہا جبرئیل ہوں۔ پوچھا گیا اور تمہارے ساتھ کون ہیں۔ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پوچھا گیا کیا ان کے پاس پیغام الٰہی بھیجا گیا کہا ہاں۔ کہا گیا مرحبا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت اچھا آنا آئے جب میں وہاں پہنچا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام موجود ہیں۔ جبرائیلؑ نے کہا کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ ان کو سلام کیجئے میں نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا۔ اور فرمایا مرحبا فرزند صالح اور نبی صالح کو اور ایک روایت میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اپنی کمر بیت المعمور سے لگائے ہوئے بیٹھے ہیں اور بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں کہ جن کی باری پھر نہیں آتی یعنی اگلے روز اور نئے ستر ہزار داخل ہوتے ہیں۔ (کذافی المشکوٰۃ عن مسلم)

اور دلائل بیہقی میں ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب مجھ کو آسمان ہفتم پر چڑھایا گیا تو ابراہیم علیہ السلام موجود ہیں۔ بہت حسین ہیں۔ اور ان کے ساتھ ان کی قوم کے کچھ لوگ ہیں۔ اور میری امت بھی موجود ہے دو قسم کے ایک وہ جن پر سفید کپڑے ہیں اور ایک وہ جن پر میلے کپڑے ہیں۔ میں بیت المعمور میں داخل ہوا اور سفید کپڑے والے بھی میرے ساتھ داخل ہوئے اور دوسرے روک دیئے گئے سو میں اور میرے ساتھ والوں نے وہاں نماز پڑھی۔

واقعہ نمبر ۱۵:

بخاری میں ہے کہ پھر مجھ کو سدرۃ المنتہیٰ کی طرف بلند کیا گیا۔ سو اس کے بیر اتنے بڑے بڑے تھے جیسے مقام ہجر کے مٹکے اور اس کے پتے ایسے تھے جیسے ہاتھی کے کان جبرائیلؑ نے کہا یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے اور وہاں چار نہریں ہیں دو اندر کو جارہی ہیں اور دو باہر کو آرہی ہیں۔ میں نے پوچھا اے جبرائیل یہ کیا ہے انہوں نے کہا یہ جو اندر کو جاتی ہیں یہ جنت میں دو نہریں ہیں اور جو باہر آرہی ہیں یہ نیل اور فرات ہے۔ پھر میرے پاس ایک برتن شراب اور دوسرا دودھ اور تیسرا شہد کا لایا گیا میں نے دودھ کو اختیار کیا جبرائیلؑ نے کہا یہ فطرت (یعنی دین) ہے جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت قائم رہے گی۔

اور ابن ابی حاتم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ابراہیم علیہ السلام کے دیکھنے کے بعد مجھ کو ساتویں آسمان کے بالائے سطح پر لے گئے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نہر پر پہنچے جس پر یاقوت اور موتی اور زبرجد کے پیالے رکھے تھے اور اس پر سبز لطیف پرندے بھی تھے جبرائیلؑ نے کہا کہ یہ کوثر ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی ہے اس کے اندر برتن سونے اور چاندی کے پڑے ہیں اور زمرد کے سنگریزوں پر چلتی ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے میں نے ایک برتن لے کر اس میں سے کچھ پیا تو وہ شہد سے زیادہ شیریں اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا اور بیہقی کی حدیث میں ابو سعید کی روایت ہے کہ وہاں ایک چشمہ تھا جس کا نام سلسبیل تھا اور اس سے دو نہریں نکلتی تھیں۔ ایک کوثر دوسری نہر رحمت اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ مجھ کو سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچایا گیا اور وہ چھٹے آسمان میں ہے۔

اور بخاری میں ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کو ایسی رنگوں نے چھالیا کہ معلوم نہیں وہ کیا تھیں اور مسلم میں ہے کہ وہ پروانے تھے سونے کے اور ایک

18

حدیث میں ہے کہ تتلیاں تھیں سونے کی۔ اور ایک حدیث میں ہے اس کو فرشتوں نے چھالی۔ اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جب خدا کے حکم سے اسکو ایک عجیب چیز نے چھالیا تو اس کی ہیئت بدل گئی سو کوئی شخص خلائق میں سے اس کا وصف بیان نہیں کر سکتا۔ اور ایک اور روایت میں ہے سدرۃ المنتہیٰ کے دیکھنے اور برتنوں کے پیش کئے جانے کے درمیان میں یہ ہے کہ پھر میرے روبرو بیت المعمور بلند کیا گیا (کذا رواہ مسلم)

اور ایک روایت میں بعد سدرۃ المنتہیٰ دیکھنے کے یہ ہے کہ پھر میں جنت میں داخل کیا گیا تو اس میں موتیوں کے گنبد ہیں اور مٹی اس کی مشک کی ہے (کذا فی المشکوٰۃ عن الشیخین)

طبری نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ ہم سے ذکر کیا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیت معمور ایک مسجد ہے آسمان میں مقابل خانہ کعبہ کے اس طرح پر کہ اگر بالفرض وہ گرے تو عین کعبہ کے اوپر گرے اس میں ستر ہزار فرشتے روزانہ داخل ہوتے ہیں۔ اور جب وہ نکل آتے ہیں تو ان کی باری دوبارہ نہیں آتی۔

اور یہ جنت میں داخل ہونا جو اوپر مذکور ہوا ہے ممکن ہے بیت المعمور دیکھنے سے پہلے ہو۔ اور ممکن ہے کہ بعد میں ہو۔ لیکن اتنا قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت سدرۃ المنتہیٰ سے قریب ہے۔ حدیث میں ہے کہ بعد سیر جنت کے پھر دوزخ میرے روبرو کیا گیا اس میں اللہ تعالیٰ کا غضب اور عذاب تھا۔ اگر اس میں پتھر اور لوہا بھی ڈال دیا جائے تو اس کو بھی کھالے پھر وہ بند کر دیا گیا اس کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ اپنی جگہ پر رہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ پر رہے۔ درمیان سے پردہ اٹھا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھلا دیا گیا۔

واقعہ نمبر ۱۶:

بخاری میں بعد ذکر بیت المعمور اور دودھ وغیرہ کے برتنوں کے پیش کئے جانے کے روایت ہے کہ پھر مجھ پر پچاس نمازیں ہر یوم میں فرض کی گئیں اور ایک روایت میں بعد لقاء ابراہیم علیہ السلام کے ہے کہ پھر مجھ کو عروج کرایا گیا یہاں تک کہ میں ایک ہموار میدان میں پہنچا جہاں میں نے قلموں کی آواز (جو لکھنے کے وقت پیدا ہوتی ہے) سنی سو مجھ پر اللہ نے پچاس نمازیں فرض کیں۔ (کذا فی المشکوٰۃ عن الشیخین)

واقعہ نمبر ۱۷:

بزار نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے معراج کے باب میں ایک حدیث ذکر کی ہے اور اس میں جبرائیلؑ کا براق پر چلنا ذکر کیا ہے یہاں تک کہ حجاب تک پہنچے اور یہ بھی فرمایا کہ ایک فرشتہ حجاب کے اندر سے نکلا تو جبرائیلؑ نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دین حق دے کر مبعوث فرمایا کہ جب سے میں پیدا ہوا ہوں میں نے اس فرشتے کو نہیں دیکھا اور حالانکہ میں خلائق میں رتبہ کے اعتبار سے بہت مقرب ہوں اور دوسری حدیث میں ہے کہ مجھ سے جبرائیلؑ نے مفارقت اختیار کی اور تمام آوازیں مجھ سے منقطع ہو گئیں (کذا فی شرح النووی مسلم)

اور ابوالحسن بن غالب نے ابوالربیع بن سبع کی طرف شفاء الصدور میں حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منسوب کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس جبرائیل آئے اور میرے رب کی طرف چلنے میں میرے ہمسفر رہے یہاں تک کہ ایک مقام تک پہنچے پھر ٹھہر گئے میں نے کہا اے جبرائیل کیا ایسے مقام میں کوئی دوست اپنے دوست کو چھوڑتا ہے انہوں نے کہا کہ اگر میں اس مقام سے بڑھوں تو نور سے جل جاؤں شیخ سعدی نے اسی کا ترجمہ کیا ہے۔

بدو گفت سالار بیت الحرام کہ اے حامل وحی برتر خرام
چو در دوستی مخلصم یافتی عنانم ز صحبت چرا تافتی
بگفتا فرا تر مجالم نماند بماندم کہ نیروئے بالم نماند
اگر یک سر موئے برتر پرم فروغ تجلی بسوزد پرم

اور اسی حدیث مذکور میں یہ بھی ہے کہ پھر مجھ کو نور میں پیوست کر دیا گیا اور ستر ہزار حجاب مجھ کو طے کروائے گئے اور ان میں ایک حجاب دوسرے حجاب کے مشابہ نہ تھا اور مجھ سے تمام انسانوں اور فرشتوں کی آہٹ منقطع ہو گئی اس وقت مجھ کو وحشت ہوئی تو اس وقت مجھ کو ایک پکارنے والے نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لہجہ میں پکارا کہ ٹھہر جائیے آپ کا رب صلوٰۃ میں مشغول ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ میں نے عرض کیا کہ مجھ کو ان دو امر سے تعجب ہوا ایک تو یہ کہ کیا ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ سے آگے بڑھ آئے اور دوسرے یہ کہ میرا رب صلوٰۃ سے بے نیاز ہے ارشاد ہوا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیت پڑھو:

هُوَ الَّذِىْ يُصَلِّىْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ
مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا

سو میری صلوٰۃ سے مراد رحمت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لیے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آواز کا قصہ یہ ہے کہ ہم نے ایک فرشتہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صورت میں پیدا کیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے لہجہ میں پکارے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحشت دور ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی ہیبت لاحق نہ ہو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فہم مقصود سے مانع ہو۔ اور شفاء الصدور کی ایک روایت میں ہے کہ یہ بعد

قطع حجابات کے ایک رفرف یعنی مسند سبز میرے لیے اتار دی گئی اور میں اس پر رکھا گیا پھر مجھ کو اوپر اٹھایا گیا یہاں تک کہ میں عرش تک پہنچا تو میں نے ایسا امر عظیم دیکھا کہ زبان اس کو بیان نہیں کر سکتی۔

واقعہ:

حق تعالیٰ کی رویت اور کلام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا اور طبرانی نے اوسط میں بسند ثقات ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ہے ایک مرتبہ بصر سے اور ایک مرتبہ قلب سے۔ اور پانچ نمازیں فرض کی گئیں اور خواتیم سورہ بقرہ عنایت ہوئی جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے اس کے گناہ معاف کیے گئے (کذا رواہ مسلم)

اور یہ بھی وعدہ ہوا کہ جو شخص کسی نیکی کا ارادہ کرے اور اس کو کرنے نہ پاوے تو ایک نیکی لکھی جاوے گی اور اگر اس کو کر لیا تو (کم از کم) دس حصے کر کے لکھی جاوے گی اور جو شخص بدی کا ارادہ کرے پھر اس کو نہ کرے تو وہ بالکل نہ لکھی جاوے گی۔ اور اگر اس کو کر لے تو ایک ہی بدی لکھی جاوے گی۔ (کذا رواہ مسلم)

اور بیہقی نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث کی روایت کی ہے اس کا اختصار یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب باری تعالیٰ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خلت اور ملک عظیم اور موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلامی اور داؤد علیہ السلام کا ملک عظیم اور لوہے کا نرم ہونا اور پہاڑوں کا مسخر ہونا اور سلیمان علیہ السلام کا ملک عظیم اور انس و جن و شیاطین و ہوا کا مسخر ہونا اور بے نظیر ملک دینا اور عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل و تورات اور ابراء اکمہ وابرص واحیاء موتی کا عطا ہونا اور ان کا اور انکی والدہ کا شیطان سے پناہ دینا عرض کیا حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تم کو حبیب بنایا اور سب لوگوں کی طرف مبعوث کیا اور شرح صدر و وضع وزر و رفع ذکر مرحمت فرمایا سو میرا جب ذکر ہوتا ہے تمہارا بھی ہوتا ہے اور تمہاری امت کو خیر امت اور امت عادلہ بنایا اور اول بھی اور آخر بھی بنایا اور ان کا کوئی خطبہ درست نہیں جب تک وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عبد اور رسول ہونے کی شہادت نہ دیں اور تمہاری امت میں ایسے لوگ پیدا کئے جن کے سینہ میں ان کی کتاب رکھی اور تم کو پیدائش (عالم نور) میں سب سے اول اور بعث میں سب سے آخر اور قیامت کے روز فیصلہ میں سب سے مقدم بنایا۔ اور میں نے تم کو سبع مثانی اور خواتیم سورہ بقرہ بلا شرکت دوسرے انبیاء علیہم السلام کے اور کوثر اور اسلام اور ہجرت اور جہاد اور نماز اور صدقہ اور صوم رمضان اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر عطاء فرمائے اور تم کو فاتح اور خاتم بنایا اس کے اسناد میں ابوجعفر ہیں جن کو ابن کثیر نے ضعیف الحفظ کہا ہے۔

واقعہ:

واپسی سمٰوات سے زمین کی طرف محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ کو ام ہانی بنت ابی طالب سے جن کا نام ہند ہے معراج نبوی کے متعلق یہ خبر پہنچی ہے کہ وہ کہتی تھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب معراج ہوئی آپ میرے گھر میں سوتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھی پھر سو گئے اور ہم بھی سو گئے جب فجر کے قبل کا وقت ہوا ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیدار کیا جب آپ صبح کی نماز پڑھ چکے اور ہم نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی فرمایا اے ام ہانی میں نے تم لوگوں کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی جیسا کہ تم نے دیکھا تھا پھر میں بیت المقدس پہنچا اور اس میں نماز پڑھی پھر میں نے صبح کی نماز اب تمہارے ساتھ پڑھی جیسا کہ تم دیکھ رہی ہو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر جانے کے لئے اٹھے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر کا گوشہ پکڑ لیا اور عرض کیا یا نبی اللہ لوگوں سے یہ قصہ نہ کہیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کریں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء دیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واللہ میں ضرور ان سے اس کو بیان کروں گا۔ میں نے اپنی ایک حبشی لونڈی سے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے جانا تا کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے کہیں اور لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہیں اس کو سنے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے ان کو خبر دی انہوں نے تعجب کیا اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کی کوئی نشانی ہے (جس سے ہم کو یقین آوے) کیونکہ ہم نے ایسی بات کبھی نہیں سنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نشانی اس کی یہ ہے کہ میں فلاں وادی میں فلاں قبیلہ کے قافلہ پر گزرا تھا اور ان کا ایک اونٹ بھاگ گیا تھا اور میں نے ان کو بتلایا تھا اس وقت تو میں شام کو جا رہا تھا۔ (یعنی سفر اسراء آغاز تھا) پھر میں واپس آیا یہاں تک کہ جب ضجنان میں فلاں قبیلہ کے قافلہ پر پہنچا۔ میں نے لوگوں کو سوتا ہوا پایا اور ان کا برتن تھا جس میں پانی تھا اور اس کو ڈھانک رکھا تھا میں نے ڈھکنا اتار کر اس میں پانی پیا پھر اسی طرح بدستور ڈھانک دیا اور اس کی یہ بھی نشانی ہے کہ ان کا وہ قافلہ اب بیضاء سے ثنیۃ التنعیم کو آ رہا ہے سب سے آگے ایک خاکستری رنگ کا اونٹ ہے اس پر دو بورے لدے ہیں ایک کالا اور دوسرا دھاری دار لوگ ثنیۃ التنعیم کی طرف دوڑے۔ سو اس اونٹ سے پہلے کوئی اونٹ نہیں ملا جیسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اور ان سے برتن کا قصہ پوچھا۔ انہوں نے خبر دی کہ ہم نے پانی بھر کر ڈھانک دیا تھا سو ڈھکا ہوا تو ملا مگر اس میں پانی نہ تھا اور ان دوسروں سے بھی پوچھا (جن کا اونٹ بھاگ گیا بیان فرمایا تھا) اور یہ لوگ مکہ آ چکے انہوں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مال میں زکوٰۃ مل جائے (نکالی نہ جائے) وہ ہلاک ہو جاتا ہے (بیہقی)

نے کہا واقعی صحیح فرمایا اس وادی میں ہمارا اونٹ بھاگ گیا تھا ہم نے ایک شخص کی آواز سنی جو اونٹ کی طرف ہم کو پکار رہا ہے یہاں تک کہ ہم نے اونٹ کو پکڑ لیا۔ (کذا فی سیرۃ ابن ہشام)

اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نشانی کی درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بدھ کے دن قافلہ کے آنے کی خبر دی جب وہ دن آیا تو وہ لوگ نہ آئے یہاں تک کہ آفتاب غروب کے قریب پہنچ گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو آفتاب چھپنے سے رک گیا یہاں تک کہ وہ لوگ جیسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا تھا آ گئے۔

واقعہ نمبر ۱۸:

واپسی فوق سمٰوات سے سمٰوات کی طرف بخاری میں بعد سیر بیت المعمور اور پیش ہونے ظروف خمر و لبن و عسل کے (جس کا ذکر واقعہ ہشدہم میں ہوا ہے) یہ ہے کہ پھر مجھ پر ہر رات دن پچاس نمازیں فرض ہوئیں پھر میں واپس ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں واپس ہوا اور موسیٰ علیہ السلام پر گزرا تو انہوں نے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا حکم ہوا میں نے کہا کہ پچاس نمازوں کا رات دن میں حکم ہوا انہوں نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے پچاس نمازیں ہر گز رات دن میں نہ پڑھی جاویں گی واللہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور بنی اسرائیل کو خوب بھگت چکا ہوں۔ اپنے رب کے پاس (یعنی اس مقام کو جہاں یہ حکم ہوا تھا) واپس جایئے اور اپنی امت کے لئے تخفیف کی درخواست کیجئے۔ میں واپس آ گیا سو اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں کم کر دیں۔ میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا انہوں نے پھر اسی طرح کہا سو میں پھر لوٹا سو دس اور کم کر دیں میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا انہوں نے پھر اسی طرح کہا میں پھر لوٹا سو دس اور کم کر دیں میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا انہوں نے پھر اسی طرح کہا میں پھر لوٹا تو مجھ کو ہر روز میں دس نمازوں کا حکم ہوا میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا انہوں نے پھر اسی طرح کہا میں پھر لوٹا سو ہر روز میں پانچ نمازوں کا حکم رہ گیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت (یعنی سب امت) ہر دن میں پانچ نمازیں بھی نہ پڑھ سکیں گی اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور بنی اسرائیل کو بھگت چکا ہوں پھر اپنے رب کے پاس جایئے اور اپنے لئے تخفیف مانگئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب سے بہت درخواست کی یہاں تک کہ میں شرما گیا (گو پھر بھی عرض کرنا ممکن تھا) لیکن اب راضی ہوتا ہوں اور تسلیم کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب وہاں سے آگے بڑھا ایک پکارنے والے نے (حق تعالیٰ کی جانب سے) پکارا۔ میں نے اپنا فرض جاری کر دیا اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دیا اور مسلم کی روایت میں پانچ پانچ کا کم ہونا آیا ہے اور اس کے آخیر میں یہ ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ پانچ نمازیں ہیں دن اور رات میں اور ہر نماز دس کے برابر ہے تو پچاس ہی ہو گئیں۔ اور نسائی میں ہے کہ حق تعالیٰ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ میں نے جس روز آسمان و زمین پیدا کیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی امت پر پچاس نمازیں فرض کی تھیں سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اس کی پابندی کیجئے۔

واقعہ نمبر ۱۹:

معاملہ مخاطبین بعد استماع قصہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شبا شب مسجد اقصیٰ کی طرف لے جایا گیا۔ (اس میں آگے کی نفی نہیں) تو صبح کو لوگوں سے تذکرہ فرمایا بعضے لوگ جو مسلمان ہوئے تھے مرتد ہو گئے۔ اور بعضے مشرکین حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس دوڑے گئے اور کہا کہ اپنے دوست کی بھی کچھ خبر ہے یوں کہتے ہیں کہ مجھ کو رات ہی رات میں بیت المقدس میں لے جایا گیا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا وہ ایسا کہتے ہیں لوگوں نے کہا ہاں انہوں نے فرمایا کہ اگر وہ کہتے ہیں تو ٹھیک کہتے ہیں لوگ کہنے لگے کیا تم اس امر میں ان کی تصدیق کرتے ہو کہ بیت المقدس گئے اور صبح سے پہلے چلے آئے (حالانکہ وہ کس قدر دور ہے) انہوں نے فرمایا ہاں میں تو اس سے زیادہ بعید امر میں ان کی تصدیق کرتا ہوں یعنی آسمان کی خبر کے بارہ میں جو ان کے پاس صبح یا شام کو آتی ہے (جو کہ شب سے مقدار میں کم ہے) ان کی تصدیق کر لیتا ہوں اسی لئے ان کا نام صدیق رکھا گیا۔ روایت کیا اس کو حاکم نے مستدرک میں اور ابن اسحٰق نے۔

ف: اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ معراج بیداری میں جسم کے ساتھ ہوئی ورنہ اگر آپ منام کا دعویٰ فرماتے تو وہ ایسا امر مستبعد نہ تھا کہ بعضے لوگ مرتد ہو جاتے۔

واقعہ ۲۰:

مطالبہ حجت از کفار و اقامتش از سید الابرار علیہ صلوٰۃ اللہ العزیز الغفار۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے کو حطیم میں دیکھا کہ قریش مجھ سے میرے سفر معراج کے متعلق پوچھتے تھے سو انہوں نے مجھ سے بیت المقدس کی کئی باتیں پوچھیں کہ جن کو میں نے (بوجہ ضرورت نہ سمجھنے کے) ضبط نہ کیا سو مجھ کو اس قدر گھٹن ہوئی کہ ایسا کبھی نہ ہوا تھا پس اللہ تعالیٰ نے اس کو میرے لئے ظاہر کر دیا کہ میں اس کو دیکھتا تھا اور جو وہ مجھ سے پوچھتے تھے میں ان کو بتلاتا جاتا تھا روایت کیا اس کو مسلم نے۔ (کذا فی المشکوٰۃ)

نبوت کے بعد کی مکی زندگی کے چند واقعات

پہلا واقعہ:

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بیان فرمایا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ورقہ کے پاس لے گئیں انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب وحی ہونے کی تصدیق کی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا دولت ایمان سے مشرف ہوئیں اور عورتوں میں سب سے اول حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور جوانان احرار میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور لڑکوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور غلاموں میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور آزاد شدہ غلاموں میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور بعد ازیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔ اور روز بروز لوگ ایمان میں داخل ہونے لگے۔

دوسرا واقعہ:

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر آیت وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ. نازل ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر چڑھ کر پکارا اور سب کو جمع کر کے شرک پر رہنے کی حالت میں عذاب سے ڈرایا۔ ابولہب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں سخت الفاظ کہے سورۂ تبت تب ہی نازل ہوئی جس میں اس کی اور اس کی جورو کی مذمت ہے وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت دشمنی رکھتی تھی اس ابولہب کے دو بیٹے عتبہ اور عتیبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما ان دونوں کے نکاح میں تھیں (اس وقت اختلاف دین سے نکاح درست تھا) ابولہب نے بیٹوں کو کہا اگر تم ان بیٹیوں کو طلاق نہ دو گے تو تم سے علاقہ نہ رکھوں گا ان دونوں نے اس کے کہنے پر عمل کیا اور عتبہ نے تو ایسی بے حیائی کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جا کر برے کلمات کہہ دیئے اس گستاخی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بددعا کی

اَللّٰھُمَّ سَلِّطْ عَلَیْہِ کَلْبًا مِنْ کِلَابِکَ.

یا اللہ! اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مسلط کر دے۔

ایک بار تجارت کے لئے شام جاتا تھا رستہ میں ایک منزل پر جہاں شیر لگتا تھا ٹھہرنا ہوا ابولہب نے بیٹے کے حفاظت کے واسطے تمام اسباب کا ایک ٹیلا بنا کر عتبہ کو اس پر بٹھلایا اور سب کو اس کے گرداگرد سلایا رات کو شیر آیا اور عتبہ کو مار کر چلا گیا مگر یہ شقاوت تھی کہ اس پر بھی ایمان نہیں لاتے تھے یہ سب قصے قریب زمانہ نبوت کے ہیں۔

تیسرا واقعہ:

جب ہجرت حبشہ کی ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی ارادہ ہجرت حبشہ کیا مکہ سے نکل کر برک الغماد تک کہ چار منزل مکہ سے ہے پہنچے تھے کہ مالک بن دغنہ کے سردار قوم قارہ کا تھا ملا اور ان کو اپنی پناہ میں مکہ میں لے آیا اور سب کفار قریش سے کہہ دیا کفار نے کہا بایں شرط ہم کو منظور ہے کہ یہ قرآن گھر سے باہر اور با آواز بلند نہ پڑھا کریں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے چند دن ایسا ہی کیا۔ پھر ضبط نہ ہو سکا تو باواز بلند پڑھنا شروع کیا۔ محلہ کی عورتیں جمع ہو کر سننے لگیں کفار نے اس رئیس پناہ دہندہ سے کہا۔ اس نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا خلاف عہد کرتے ہو تو میری پناہ نہ رہے گی انہوں نے فرمایا کہ مجھ کو سوائے خدا کے کسی کی پناہ میں رہنا منظور نہیں وہ اپنی پناہ توڑ کر چلا گیا اور آپ بامان الٰہی محفوظ رہے۔

چوتھا واقعہ:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانان ہمراہی آپ کے اکثر چھپے رہتے اور انتالیس تک شمار اہل اسلام پہنچی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارقم کے گھر میں تھے۔ اس زمانہ میں عمر بن الخطاب اور ابوجہل بن ہشام دو بڑے سردار تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ یا اللہ! دین اسلام کو عزت دے اسلام عمر بن خطاب یا ابوجہل بن ہشام سے سو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں وہ دعا قبول ہوئی اور دوسرے دن عمر رضی اللہ عنہ مشرف با سلام ہوئے یہ ۶ نبوت میں ہوا (کذا فی تواریخ حبیب الٰہ)

پانچواں واقعہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب طائف سے واپس تشریف لائے کسی کو مطعم بن عدی کے پاس بھیجا اور امن طلب کیا مطعم نے امن دیا اور ہمراہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مسجد میں آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس مطعم کا شکر یہ فرمایا کرتے تھے۔ (کذا فی الشمامۃ عن اسد الغابۃ)

ہجرت مدینہ طیبہ

جب تیرہویں سال نبوت بیعت عقبہ ثانیہ واقع ہو چکی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کو اجازت ہجرت مدینہ طیبہ کی فرمائی اور اصحاب نے خفیہ روانہ ہونا شروع کیا ایک دن سرداران کفار قریش مثل ابوجہل وغیرہ دارالندوہ میں کہ قریب خانہ کعبہ کے ایک مکان مشورت کا تھا جمع

ہوئے اور بعد گفتگوئے بسیار کے سب کی رائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں یہ قرار پائی کہ ہر قبیلہ قریش میں سے ایک ایک آدمی منتخب ہو اور سب مجتمع ہو کر رات کو محمد کے مکان پر جا کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیں۔ بنی ہاشم (کہ حامی آپ کے ہیں) سارے قبائل قریش سے طاقت مقاومت کی نہیں رکھ سکتے بالضرور خون بہا پر راضی ہو جاویں گے اور ہم لوگ بے تکلف دیت ادا کریں گے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس راز پر مطلع فرمایا اور حکم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کو ہجرت کر جائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم شب کو گھر میں تھے کہ کفار نے دروازہ مبارک گھیر لیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم امانتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کر کے گھر سے نکل گئے اور بقدرت خداوندی کسی کو نظر نہ آئے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے جا کر ان کو ہمراہ لے کر نہایت احتیاط سے غار ثور میں جا چھپے۔ یہاں کفار نے گھر میں جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا تو تلاش میں مشغول ہوئے اور تلاش کرتے ہوئے غار تک پہنچے۔ بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غار میں داخل ہونے کے مکڑی نے جالا غار کے منہ پر پور دیا اور ایک کبوتر کے جوڑے نے آ کے غار میں انڈے دے کر سینے شروع کئے کفار نے جب یہ دیکھا تو کہنے لگے کہ اگر اس میں کوئی آدمی جاتا تو یہ مکڑی کا جالا ٹوٹ گیا ہوتا اور کبوتر جنگلی وحشی جانور ہے اس غار میں نہ ٹھہرتا یہ کہہ کر کفار پھر گئے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محافظت کے لئے تار عنکبوت اور بیضہ کبوتر سے ایسا کام لیا کہ صد ہا زرہ آہنی اور جوانان جنگی اور قلعہ محکم سے نہ نکلتا۔

تین دن تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار میں رہے عامر بن فہیرہ کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کئے ہوئے غلام تھے متصل غار کے بکریاں چراتے تھے وہ دودھ بکریوں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پلا جاتے اور عبداللہ بیٹے ابو بکر صدیق کے جوان تھے۔ مکہ میں قریش کی مجالس میں جا کر خبریں دریافت کر کے رات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں آ کر بیان کر دیتے تھے۔

مدینہ منورہ تشریف آوری

پہلا واقعہ:

تشریف آوری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدینہ میں عبداللہ بن سلام کہ ایک بڑے عالم یہود میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے لئے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سوالات کئے اور جوابات صحیح پا کر ایمان لے آئے۔ (کذا فی تواریخ حبیب الہ)

دوسرا واقعہ:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہ اصل میں مجوسیان فارس تھے اور ان کی عمر بہت ہوئی اور دین مجوسی کو چھوڑ کر دین نصاریٰ انہوں نے اختیار کیا تھا اور زبانی علماء یہود اور نصاریٰ کے خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اور یہ بات کہ آپ مدینہ میں ہجرت کر کے آویں گے سن کر مدینہ آ رہے تھے کئی جگہ بکے تھے ان دنوں ایک یہودی کے غلام تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئے اور علامات نبوت دیکھ کر مسلمان ہو گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی آزادی کی فکر کرو۔ انہوں نے اپنے مالک سے کہا اس نے چالیس اوقیہ سونے (کہ یہاں کے تول سے سوا سیر سے زیادہ ہوتا ہے) مکاتب کر دیا اور یہ بھی شرط کی کہ تین سو درخت چھوارے کے لگا دیں اور جب وہ بار آور ہوں تب وہ آزاد ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک سے چھوارے کے درخت لگا دیئے وہ سب اسی سال میں بار آور ہوئے اور بقدر ایک بیضہ کے سونا غنیمت میں آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان کو دیا کہ اس کو دے کر آزاد ہو جاؤ انہوں نے عرض کیا کہ چالیس اوقیہ سونا چاہیے یہ کیا کفایت کرے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان مبارک اس پر پھیر دی اور دعائے برکت کی۔ سلمان کہتے ہیں میں نے جو تولا چالیس اوقیہ تھا نہ کم نہ زیادہ اور ادا کر کے آزاد ہو گئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے۔ (کذا فی تواریخ حبیب الہ)

تیسرا واقعہ:

مدینہ طیبہ میں بیر رومہ کا (ایک کنواں ہے) پانی شیریں تھا اور دوسرے کنویں کا پانی کھاری تھا اور اس کا مالک ایک یہودی تھا وہ پانی بیچا کرتا تھا اس سبب سے مسلمانوں کو پانی کی تکلیف تھی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بیر رومہ کو خرید کر مسلمانوں کے ڈول اس میں جاری کر دے۔ اس کے لئے جنت ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کنویں کو خالص اپنے مال سے خرید لیا اور وقف کر دیا۔ (کذا فی تواریخ حبیب الہ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات میں اور ان کے ضمن میں بعض دوسرے مشہور واقعات بترتیب سنیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدت اقامت مدینہ طیبہ میں وفات تک دس سال دو ماہ ہے۔ جب جہاد فرض ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار سے قتال شروع کیا اور سپاہ بھیجنے لگے جس جہاد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس تشریف لے گئے اس کو اہل سیر غزوہ کہتے ہیں۔ اور جو لشکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیج دیا اور خود تشریف فرما نہیں ہوئے اس کو سریہ کہتے

ہیں۔ بتفصیل ہر غزوہ اور سریہ کا حال لکھنا دشوار ہے۔ اس لئے بعض کا بہت مختصر حال لکھا جاتا ہے اور مقارنت زمانی کی مناسبت سے بعض دوسرے واقعات لکھے جاتے ہیں۔

سنہ اول ہجرت:

جہاد فرض ہوا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو تیس مہاجرین کے ساتھ بھیجا کہ قافلہ قریش سے تعرض کریں یہ ماجرہ رمضان میں ہوا اور حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کو ساٹھ مہاجرین کے ساتھ بطن رابغ کی طرف شوال میں روانہ کیا اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو بیس مہاجرین کے ساتھ خرار کی طرف کہ ایک موضع ہے قریب جحفہ کے ذیقعدہ میں روانہ کیا کہ قافلہ قریش سے تعرض کریں یہ سب سریے تھے پھر صفر میں غزوہ ابواء واقع ہوا اس میں خود تشریف فرما ہوئے ابواء ایک گاؤں تھا درمیان مکہ اور مدینہ کے اس کو غزوہ ودان بھی کہتے ہیں اور اسی سال آغاز اذان کا ہوا اور اسی سال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رخصت ہو کر آئیں اور اسی سال مہاجرین و انصار کے درمیان عقد اخوت مقرر ہوا۔

سنہ ۲ ہجرت:

ربیع الاول میں غزوہ بواط واقع ہوا کہ ایک مقام ہے ناحیہ رضوی میں قافلہ قریش سے تعرض مقصود تھا مگر مقابل نہیں ملا پھر غزوہ عشیرہ (بضمِ عین) واقع ہوا کہ ایک زمین ہے بنی مدلج کی ناحیہ ینبع میں جمادی الاولیٰ والاخریٰ میں اس قافلہ قریش سے تعرض کا ارادہ تھا جو مکہ سے شام کو جاتا تھا مگر ملا نہیں اور یہ وہی قافلہ تھا جس کی واپسی کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر تشریف لے گئے تھے اور وہ نہیں ملا اور غزوہ بدر کا سبب ہو گیا۔ اس لئے غزوہ عشیرہ کو غزوہ بدر اولیٰ بھی کہتے ہیں پھر رجب میں عبداللہ بن جحش اسدی کو بطن نخلہ کی طرف بھیجا اور اسی واقعہ میں یہ آیتیں نازل ہوئیں: يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ. اور سب سے عظیم الشان غزوہ بدر ہوا جس کا لقب بدر کبریٰ ہے۔ رمضان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر سنی کہ قافلہ قریش شام سے مکہ کو جا رہا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو لے کر جو تین سو تیرہ تھے اس کے تعرض کے لئے چلے یہ خبر مکہ پہنچی۔ کفار قریش ایک ہزار مسلح آدمی لے کر روانہ ہوئے اور گو قافلہ دوسری راہ سے نکل کر مکہ جا پہنچا۔ مگر یہ قریش کے لوگ پھر بھی اس غرض سے چلے کہ مقام بدر جا کر ڈیرہ ڈالیں گے اور خوب جشن کریں گے تا کہ تمام عرب میں ہماری ہیبت چھا جاوے اور یہ احتمال بھی نہ تھا کہ تین سو آدمی وہ بھی بے سروسامان ہم سے مقابل ہوں گے مفت میں نیک نامی ہاتھ آوے گی۔ اللہ تعالیٰ کو اسلام کا اعزاز اور کفر کا اذلال مقصود تھا۔ باہم مقابلہ ہوا اور اہل اسلام مظفر و منصور اور کفار مقتول و اسیر و مخذول ہوئے سورۃ انفال میں یہی قصہ ہے اور اس تمام قصہ سے شوال میں فراغ ہو گیا۔ پھر سات روز بعد بنی سلیم کے غزوہ کے لئے تشریف لے چلے مگر لڑائی نہیں ہوئی پھر بدر کے دو مہینہ بعد غزوہ سویق ہوا وہ اس طرح ہوا کہ جب کفار بدر میں شکست کھا کر مکہ پہنچے پھر ابوسفیان دو سو سوار لے کر بارادہ جنگ مدینہ کو چلے مدینہ کے قریب پہنچے تھے کہ مسلمانوں کو خبر ہوگئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود مسلمانوں کو لے کر چلے کفار بھاگ گئے اور بوجھ ہلکا کرنے کے لئے ستو جو کہ زادراہ تھا پھینک گئے۔ اس لئے اس کا لقب غزوہ سویق ہوا۔ یہ واقعہ ذی الحجہ میں ہوا پھر بقیہ ذی الحجہ مدینہ میں قیام فرمایا پھر اس کے بعد نجد کو غطفان سے غزوہ کرنے کے لئے چلے اور ختم صفر تک وہاں قیام کیا مگر لڑائی نہیں ہوئی اور اسی سال نصف شعبان میں تحویل قبلہ ہوئی اور زکوٰۃ فرض ہوئی قبل فرض ہونے روزہ کے اور آخر شعبان میں روزہ فرض ہوا اور آخر رمضان میں صدقہ فطر واجب ہوا اور عیدین کی نماز اور قربانی اسی سال مقرر ہوئیں۔ اور جمعہ اس سے پہلے سال میں فرض ہو گیا تھا اور اسی سال مراجعت بدر کے ایک روز قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت بی بی رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا دوسری صاحبزادی کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسی سبب سے ذی النورین کہلاتے ہیں اور بدر ہی کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا۔

سنہ ۳ ہجرت:

بعد ربیع الاول کے پھر قریش کے تعاقب میں تشریف لے چلے اور نجران تک پہنچے اور ربیع الاخر اور جمادی الاولیٰ وہاں رہے مگر لڑائی نہیں ہوئی پھر مدینہ منورہ واپس آ گئے۔ پھر بنی قینقاع کا کہ یہود مدینہ سے تھے بوجہ نقض عہد کے پندرہ روز محاصرہ فرمایا۔ پھر عبداللہ بن ابی کی سفارش پر چھوڑ دیا۔ یہ عبداللہ بن سلام کی برادری ہے اور اسی نقض عہد کے سبب کعب بن الاشرف کے قتل کا حکم دیا چنانچہ قتل کیا گیا اور اسی سال شوال کی ابتداء میں غزوہ احد واقع ہوا جس کا قصہ چوتھے پارے کے پاؤ سے شروع ہو کر نصف کے کچھ بعد تک پہنچتا ہے۔ پھر غزوہ حمراء الاسد کہ ایک منزل ہے واقع ہوا۔ اس کا قصہ یہ ہوا کہ جب احد سے کفار چلے گئے تو پھر راہ سے مدینہ لوٹنے کا ارادہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ خبر سن کر خود صحابہ کو لے کر روانہ ہوئے جب کفار نے یہ سنا ڈر کر پھر لوٹ گئے چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حمراء الاسد تک پہنچے تھے اس کے نام پر اس کا نام مقرر ہوا پھر بقیہ شوال وذی قعدہ وذی الحجہ کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ جب محرم کا چاند نظر آیا۔ تو طلحہ بن خویلد وسلمہ بن خویلد کے بغرض مقاتلہ آنے کی خبر سن کر حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کو ڈیڑھ سو مہاجرین و

انصار کی ہمراہی میں مقابلہ کے لیے بھیجا لڑائی نہیں ہوئی۔ اور غنیم کے مواشی ہاتھ آئے وہ لے کر مدینہ آ پہنچے پھر پانچویں محرم کو خالد بن سفیان کے لشکر جمع کرنے کی خبر سن کر حضرت عبداللہ بن انیس کو مقابلہ کے لیے بھیجا وہ اس کو قتل کر کے اس کا سر لائے اور واپسی ان کی بعد اٹھارہ روز کے تیئیس محرم کو ہوئی تھی پھر سفر کے مہینہ میں سریہ رجیع واقع ہوا کفار مکہ کے بہکانے پر کچھ لوگ قبیلہ عضل وقارہ کے براہ فریب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر بظاہر مسلمان ہوئے تھے اور درخواست کی ہمارے ساتھ کچھ لوگ کر دیجیے کہ ہم کو احکام سکھلا دیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس آدمی ساتھ کر دیئے جب یہ لوگ رجیع پر کہ ایک تالاب ہے قبیلہ ہذیل کا پہنچے تو ہذیل کو مدد کے لیے بلا لیا اور بدعہدی کی بعضے اس وقت شہید ہوئے جیسے عاصم رضی اللہ عنہ اور بعضے پکڑے گئے جیسے خبیب رضی اللہ عنہ اور بعد میں شہید کر دیئے گئے اور اسی صفر کے مہینہ میں واقعہ بیر معونہ کا ہوا یہ ایک جگہ ہے۔ بلاد ہذیل میں درمیان مکہ اور عسفان کے وہ اس طرح ہوا کہ ایک شخص عامر بن مالک رہنے والا نجد کا قوم بنی عامر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور کہا میں مسلمان ہو جاتا مگر مجھ کو قوم کا خیال ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ لوگ میرے ساتھ کر دیں کہ وہ میری قوم کو دعوت اسلام کریں پھر مجھ کو بھی کچھ تامل نہ ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ کو اہل نجد کا ڈر ہے اس نے کہا کچھ ڈر نہیں میں اپنی پناہ میں لے لوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر آدمی اصحاب میں سے قراء کہلاتے تھے ساتھ کر دیئے جب یہ حضرات بیر معونہ میں پہنچے کفار نے ان میں رعل و ذکوان وعصیہ بھی حسب روایت بخاری تھے تقریباً سب کو شہید کر ڈالا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف فرما ہوئے تو یہود بنی قریظہ اور یہود بنی نضیر نے کہ مدینہ کے باہر ایک ایک محلہ میں رہتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد کیا کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق رہیں گے کچھ بدخواہی نہ کریں گے اور آپ کے دشمن کی مدد نہ کریں گے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس معاملہ دیت میں محلہ بنی نضیر میں تشریف لائے۔ اور ان سے اس معاملہ میں گفتگو کی وہ لوگ آپ کو ایک دیوار کے نیچے بٹھلا کر باہم مشورہ کرنے لگے کہ دیوار پر سے ایک پتھر لڑھکا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے اطلاع ہوگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر مدینہ تشریف لے گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہلا بھیجا کہ تم نے نقض عہد کیا ہے یا تو دس دن کے اندر نکل جاؤ ورنہ لڑائی ہوگی وہ لڑائی کے لیے تیار ہو گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر لشکر کشی کی اور ان کے قلعہ کو محصور کر لیا آخر وہ تنگ ہو کر نکل جانے پر راضی ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب ہتھیار چھوڑ جاؤ۔ اور جس قدر اسباب ہمراہ لے جا سکو لے جاؤ بعضے خیبر میں جا بسے۔ بعضے شام میں اور بعضے اور جگہ، سورہ حشر میں بھی یہی قصہ ہے۔ اور اسی سال یا اگلے سال شراب حرام ہوئی اور حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

سنہ ۴ ہجرت:

ابوسفیان احد سے پھرتے وقت کہہ گئے تھے کہ سال آئندہ پھر بدر پر لڑائی ہوگی۔ جب وہ زمانہ قریب ہوا اور ابوسفیان کو بدر تک جانے کی ہمت نہ ہوئی اس نے یہ چاہا کہ کوئی ایسی صورت ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بدر نہ جاویں۔ تو ہم کو خجالت نہ ہو ایک شخص کو کہ نعیم بن مسعود نام تھا۔ مدینہ بھیجا کہ مسلمانوں کو ابوسفیان کے بہت لشکر جمع کرنے کی خبر پہنچا کر مرعوب کر دے مسلمانوں نے سن کر کہا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ. اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ڈیڑھ ہزار آدمیوں کو لے کر بدر تشریف لے گئے اور چند روز قیام کیا کوئی مقابل نہ آیا اور وہاں اصحاب نے تجارت میں خوب نفع حاصل کیا۔ اور خوش و خرم بے جنگ و رنج پھر آئے۔ اور اسی سال حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

سنہ ۵ ہجرت:

اس میں غزوۂ دومۃ الجندل ربیع الاول میں ہوا یہ مقام دمشق سے پانچ منزل ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تھا کہ وہاں کچھ کفار جمع ہوئے ہیں۔ مدینہ پر چڑھنا چاہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہزار آدمیوں کو لے کر روانہ ہوئے۔ وہ خبر سن کر متفرق ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چند روز وہاں مقیم رہ کر مدینہ تشریف لے آئے۔ اسی سال شعبان میں غزوۂ مریسیع ہوا اس کو غزوہ بنی مصطلق بھی کہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ بنی مصطلق لڑائی کا ارادہ رکھتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود صحابہ کو لے کر روانہ ہوئے۔ اور وہ لوگ مقابل نہیں ہوئے۔ ان کے اموال اور ذریۃ مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا اسی غزوہ میں ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں لگیں۔ انہوں نے مکاتب سنا دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کتابت عطا کر کے ان سے نکاح فرمایا۔ اور اسی غزوہ میں قصہ افک یعنی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے کا واقعہ ہوا۔ اور اسی سال شوال میں غزوہ خندق جس کا نام غزوہ احزاب بھی ہے۔ واقع ہوا۔ قصہ اس کا یہ ہے کہ جب بنی نضیر جلاوطن کیے گئے۔ حیی بن اخطب بنی نضیر میں بڑا مفسد تھا۔ یہ خیبر جا رہا تھا۔ چند مفسدوں کو لے کر مکہ پہنچا اور قریش کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑائی کے واسطے آمادہ کیا۔ اور تدبیر اور آدمیوں سے مدد دینے کا وعدہ کیا مختلف قبائل مل کر دس ہزار ہو

گئے اور مدینہ کو چلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر بمشورہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ مدینہ کے پاس بجانب کوہ سلع کے خندق کھودنے کا حکم دیا دوسری جانب شہر پناہ اور عمارات سے محکم تھیں۔ اور بعد مرتب ہونے خندق کے وہاں اپنا لشکر قائم کیا اور لڑائی کا اہتمام کیا اور جب لشکر کفار کا آ پہنچا تو خندق دیکھ کر بہت متحیر ہوا۔ اس لیے عرب نے تو یہ صورت کبھی نہ دیکھی تھی۔ متصل خندق کے خیمہ زن ہو کر تیر و سنگ سے لڑتے رہے ادھر سے بھی تیر و سنگ سے ان کو جواب دیا جاتا رہا۔ اور حیی بن اخطب نے بنی قریظہ کو بھی اپنے ساتھ شریک کر لیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احزاب میں تفرقہ ڈالنے کے لیے مشورہ کیا۔ کہ ایک شخص نعیم بن مسعودؓ نے قبیلہ غطفان سے تھے اور تازہ مسلمان ہوئے تھے۔ اور ہنوز ان کے اسلام کی کفار کو اطلاع نہ ہوئی تھی۔ عرض کیا کہ میں ایک تدبیر خلاف ڈالنے کی قریش اور بنی قریظہ میں کر سکتا ہوں۔ کیونکہ میرے اسلام لانے کی انکو خبر نہیں وہ میرا اعتبار کریں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب قائدہ ''الحرب خدعة'' اجازت دیدی۔ وہ بنی قریظہ میں گئے اور کہا کہ تم نے جو قریش اور غطفان سے موافقت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد شکنی کی بے جا کیا اگر یہ لوگ بے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کام تمام کیے ہوئے پھر گئے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم پر فوج کشی کریں گے اور تم میں تنہا ان کے مقابلے کی طاقت نہیں۔ یہود نے کہا کہ اب اس کی کیا تدبیر ہے نعیم نے کہا کہ تم ان لوگوں کو کہلا بھیجو کہ چند سردار یا اولاد سرداروں کی بطور رہن یعنی اول کے دیدیں کہ تمہارے پاس رہیں۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارا قصد کریں گے تو ان سرداروں کی حفاظت کی ضرورت ہے یہ لوگ تمہاری مدد کو ضرور آویں گے اگر وہ لوگ اس کو منظور کر لیں تو سمجھ لو کہ ان کو تمہارا دل سے خیال ہے اور اگر وہ نہ مانیں تو وہ دل سے تمہارے دوست نہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم ابھی پیغام دے دیتے ہیں۔ پھر نعیم وہاں سے قریش کے پاس آئے اور اپنا خیر خواہ ہونا ظاہر کر کے کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ بنی قریظہ پس پردہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مل گئے ہیں۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کہلا بھیجا ہے کہ ہمارا دل تب صاف ہو جب تم قریش میں سے کچھ اعیان ہمارے ہاتھ گرفتار کرا دو سو انہوں نے اس کا وعدہ کر لیا ہے سو اگر وہ تم سے آدمی طلب کریں ہرگز نہ دیجیو۔ اور وہاں سے اٹھ کر غطفان کے لوگوں سے بھی اس طرح کہہ دیا قریظہ کی طرف سے یہاں وہی پیغام آیا قریش نے انکار کر دیا اور پورے طور سے ہر ایک کو دوسرے سے بدگمانی ہو کر باہم اچھا خاصہ بگاڑ ہو گیا۔ جب احزاب کو زیادہ دن گذر گئے ادھر بنی قریظہ کی ناموافقت سے ان کے دل افسردہ ہو گئے اللہ تعالیٰ نے ایک پروا ہوا نہایت تند بھیجی کہ خیمے اکھڑ گئے گھوڑے بھاگنے لگے ابوسفیان نے کہا کہ اب ٹھہرنا صلاح نہیں اور اسی رات لشکر کفار واپس چلا گیا۔ سورہ احزاب میں اس غزوہ کا ذکر ہے اور غزوہ خندق کے متصل ہی غزوہ بنوقریظہ ہوا وہ اس طرح جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعد غزوہ احزاب دولت خانہ میں تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہا رہے تھے۔ کہ حضرت جبرئیلؑ آئے اور کہا کہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ فوراً بنی قریظہ پر چڑھائی کیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت لشکر روانہ کیا اور مع لشکر بنوقریظہ کا محاصرہ فرمایا انہوں نے گھبرا کر درخواست کی کہ ہم اس طرح اترتے ہیں۔ کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جو ہمارے لیے حکم دیں ہم کو منظور ہے۔ وہ صحابی قبیلہ اوس میں تھے۔ جو بنی قریظہ کے حلیف تھے بنی قریظہ کو خیال تھا کہ حلیف ہونے کے سبب رعایت کریں گے انہوں نے بعد اترنے کے حکم دیا کہ مردان کے قتل کیے جاویں۔ اور عورتیں لڑکے لونڈی غلام بنائے جاویں۔ اور مال و جائداد ان کا سب ضبط ہو چنانچہ اسی طرح کیا گیا۔ اور اسی زمانہ میں ابورافع یہودی قتل کیا گیا۔ یہ بڑا مالدار سوداگر تھا۔ اور خیبر کے قریب ایک گڑھی میں رہتا تھا۔ احزاب کو لڑائی کی ترغیب دینے میں یہ بھی شریک تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عتیکؓ کو چند انصاریوں پر سردار کر کے اس کے قتل کو بھیجا انہوں نے پہنچ کر رات کو اس کو قتل کر دیا۔ حدیثوں میں اس کا ذکر مفصل مذکور ہے۔

اور خندق اور قریظہ کے بعد مگر پورے طور سے تاریخ متعین نہیں پہلے غزوہ عسفان ہوا جس میں حسب روایت ترمذی صلوٰۃ الخوف نازل ہوئی اور اسی کے بعد سریہ خبط ہوا خبط کہتے ہیں جھڑے ہوئے پتوں کو صحابہ نے شدت جوع سے پتے جھاڑ جھاڑ کر کھائے تھے۔ اس لیے یہ نام ہوا۔ اس میں مدینہ سے پانچ روز کی راہ پر ساحل بحر کے متصل ایک قبیلہ جہینہ کے مقابلے کے لیے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو تین سو مہاجرین کے ساتھ بھیجا تھا۔ اور عنبر ماہی اسی سفر میں دریا سے موج کے ساتھ کنارے پر آ گئی تھی جو بہت بڑی تھی۔ اور غزوہ کا نام غزوہ سیف البحر بھی ہے اور بعض روایت میں ہے کہ قافلہ قریش کے تعرض کے لیے یہ لشکر گیا تھا۔ اور اس سال میں بقول بعض اس سے پہلے سال میں آیت حجاب نازل ہوئی تھی۔

سنہ ۶ ہجرت:

بنی قریظہ کے چھ مہینے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنی لحیان کی طرف غزوہ کے ارادہ سے چلے وہ خبر سن کر پہاڑوں میں بھاگ گئے آپ نے وہاں دو روز مقیم رہ کر فوج کے مختلف دستے جوانب بھیجے مگر وہ لوگ ہاتھ نہیں آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چودہ دن کے بعد مدینہ تشریف لے آئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص تم میں اللہ و رسول پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرے۔ (طبرانی کبیر)

پھر سریہ نجد واقع ہوا۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر نجد کی جانب بھیجا وہ بنی حنیفہ کے رئیس ثمامہ بن اثال کو پکڑ لائے اور وہ بعد گفتگو کے مسلمان ہو گیا۔ اسی سال ذی قعدہ میں قصہ حدیبیہ کا واقعہ ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا کہ آپ مکہ تشریف لے گئے اور عمرہ ادا کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب سے یہ خواب بیان کیا اصحاب تو شوق و تمنائے مکہ میں بے قرار تھے۔ خواب سن کر تیاری سفر شروع کر دی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ متصل مکہ پہنچ گئے اور قریش نے سن کر کہا کہ ہم مکہ میں ہرگز نہ آنے دیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سے پھر حدیبیہ پر مقام کیا۔ یہ ایک کنواں ہے اس کے پاس میدان ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں ٹھہرے پھر ایک دراز قصہ کے بعد جو کہ بخاری شریف میں مذکور ہے۔ اس پر صلح ہوئی۔ کہ اگلے سال آ کر عمرہ کریں اور تین دن سے زیادہ نہ ٹھہریں اور دس برس مدت صلح کی ٹھہری اس عرصہ میں فیما بین لڑائی نہ ہو۔ اور آپ کے حریفوں سے قریش لڑائی نہ لڑیں اور قریش کے حلیفوں سے آپ نہ لڑیں۔ حلیف کہتے ہیں عہد موافقت باندھنے والے کو اور وہاں بنی بکر اور بنی خزاعہ دو قبیلے تھے۔ خزاعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم عہد ہوئے۔ اور بنی بکر قریش کے ساتھ۔ اس کے بعد آپ مدینہ واپس تشریف لے آئے اور اسی سنہ میں حدیبیہ کے قبل واقدی نے چند سرایا ذکر کئے ہیں۔ مثلاً ربیع الاول یا آخر میں عکاشہ بن محصنؓ کو چالیس ہمراہیوں کے ساتھ غمر کی طرف بھیجا وہ لوگ خبر سن کر بھاگ گئے۔ اور ان کے دو سو اونٹ ہاتھ آئے جن کو لے کر مدینہ آ گئے۔ اور ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو ذی القصہ کی طرف بھیجا وہ لوگ بھی بھاگ گئے ایک شخص ہاتھ آیا وہ مسلمان ہو گیا۔ اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو دس آدمی دے کر بھیجا غنیم چھپ کر بیٹھ گئے۔ جب مسلمان سو گئے دفعۃً ان پر آ گرے اور سب کو قتل کر دیا صرف محمد بن مسلمہ زخمی ہو کر واپس لوٹے اور اسی سال زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا سریہ جموح کی طرف روانہ ہوا کچھ قیدی اور مواشی ہاتھ آئے اور جمادی الاولیٰ میں یہی زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ پندرہ آدمیوں کے ساتھ طرف کی طرف روانہ کیے گئے۔ اور بیس اونٹ ہاتھ آئے۔ اور اسی مہینے میں یہی زید رضی اللہ عنہ عیص کی جانب بھیجے گئے اور ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ آپ کے داماد یعنی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر قریش کا مال تجارت لئے ہوئے شام سے آتے تھے وہ سب لے لیا گیا اور ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں آ کر حضرت زینب کی پناہ لی اور درخواست کی کہ یہ مال مجھ کو واپس کرا دو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب مسلمانوں سے اجازت لے کر واپس کرا دیا انہوں نے مکہ میں آ کر سب کی امانتیں ادا کیں اور مسلمان ہو گئے۔

بعد حدیبیہ کے غزوہ غابہ واقع ہوا جس کا نام غزوہ ذی قرد بھی ہے یہ ایک تالاب ہے اور غابہ ایک مقام ہے مدینہ طیبہ کے قریب ہے۔ یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ اونٹ چر رہے تھے۔ کہ عبدالرحمٰن فزاری راعی کو قتل کر کے اونٹ ہانک کر لے گیا آپ کچھ آدمی لے کر تشریف لے چلے سلمہ بن اکوعؓ نے اس روز بہت کام کیا اور ان کو ذی قرد تک بھگاتے چلے گئے۔ اور سب اونٹ چھڑا لیے۔ صحیح مسلم میں یہ قصہ بسط سے مذکور ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ سے مدینہ واپس آ کر بیس روز تقریباً ٹھہرے تھے کہ غزوہ خیبر واقع ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں صبح کو پہنچے وہ لوگ آلات زراعت لے کر صبح کو نکلے تھے کہ آپ کو دیکھ کر قلعہ میں گھس گئے اور دروازہ بند کر لیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محاصرہ کر لیا سات قلعے خیبر میں تھے۔ سب قلعے بتدریج فتح ہو گئے بعد فتح ہونے کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود خیبر کے جلاوطن ہونے کا حکم دیا اور ان کے اموال اور باغ اور زمین سب ضبط کر لئے یہود نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہاں کے تردد کے لیے مزدوروں کی حاجت ہو گی اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو جلاوطن نہ کریں تو یہ کام ہم کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ بات قبول فرمالی اور ارشاد کیا کہ جب تک ہم چاہیں تمہیں رکھیں گے اور جب چاہیں نکال دیں گے۔ اور بٹائی پر خدمت کے لئے ان کو رکھا۔ پیداوار میں سے نصف حصہ ان کا مقرر کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں جب کہ جزیرہ عرب کو کفار سے خالی کرانا منظور ہوا۔ تو یہود کو خیبر سے نکال دیا۔ وہ سب شام کو چلے گئے خیبر سے ملحق ایک موضع فدک تھا۔ وہاں کے لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح صلح چاہی کہ آدھی زمین فدک کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیں اور آدھی اپنے پاس رکھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمایا منجملہ غنائم خیبر کے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے لے کر آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا آپ خیبر میں تشریف رکھتے تھے کہ حضرت جعفر بن ابی طالب مع اور مہاجرین حبشہ کے وہیں تشریف لائے اور انہی کے ساتھ کشتی پر حضرت ابو موسیٰ اشعری مع اشعریین کے آئے اور خیبر ہی میں ایک یہودیہ نے بکری کے دست کے گوشت میں زہر ملا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لقمہ منہ میں ڈالا اور فرمایا کہ اس دست نے مجھ سے کہہ دیا ہے کہ مجھ میں زہر ملا ہے اور اسی غزوہ میں گدھے کی گوشت کی حرمت بیان فرمائی اور اسی غزوہ میں متعہ کی ممانعت فرمائی اور غزوہ اوطاس میں پھر مباح

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زکوٰۃ نہ دینے والا قیامت کے دن دوزخ میں جائے گا۔ (طبرانی صغیر)

ہوا تھا۔ پھر حرام ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ متعہ حرام ہے قیامت تک یہ حدیث صحیح مسلم میں موجود ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے فارغ ہو کر وادی القریٰ کی طرف متوجہ ہوئے وہاں کچھ یہود اور کچھ عرب تھے بعد جنگ کے وہ بھی فتح ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم وادی القریٰ میں چار روز رہے۔ جب یہود تیمہ کو یہ خبریں پہنچیں انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کر لی اور اپنے اموال پر قابض رکھے گئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیبر اور فدک والوں کو نکالا تھا۔ اور تیماء اور وادی القریٰ والوں کو اس لیے نہیں نکالا کہ یہ مواضع شام میں سے ہیں پھر خیبر سے واپس تشریف لا کر شوال سنہ ۷ ہجری تک آپ کہیں نہیں تشریف لے گئے۔ اور اس مدت میں مختلف سرایا روانہ فرمائے۔

سنہ ۸ ہجرت:

غزوہ موتہ یہ جمادی الاولیٰ میں ہوا سبب اس کا یہ ہوا کہ آپ کا ایک قاصد حارث بن عمیر آپ کا نامہ مبارک حاکم بصرہ کے پاس لئے ہوئے جاتا تھا۔ راہ میں حاکم شہر موتہ نے ارض شام سے ہے جس کا نام شرجیل بن عمرو غسانی تھا اس کو قتل کر ڈالا آپ نے اس قاتل پر تین ہزار کا لشکر بھیجا اور حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا اور فرمایا کہ اگر یہ شہید ہو جائیں۔ تو جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو امیر بنا دیں اور جو وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواہ رضی اللہ عنہ اور اگر وہ بھی شہید ہو جاویں۔ تو ایک مسلمان کو مسلمانوں میں سے چنانچہ سب اسی ترتیب سے شہید ہوئے مسلمانوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا اور لڑائی میں فتح ہوئی اور سال جمادی الاخریٰ میں غزوہ ذات السلاسل ہوا۔ یہ وادی القریٰ کے آگے ہے۔ اور یہاں سے مدینہ منورہ دس دن کی راہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تھا۔ کہ قضاعہ کی ایک جماعت مدینہ کی طرف آنا چاہتی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو تین سو آدمیوں کے ہمراہ اس طرف روانہ کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ مجمع اعداء کا زیادہ ہے تو دو سو آدمی دے کر حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور ان میں حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی تھے یہ لوگ بڑھتے چلے جاتے تھے کچھ غنیم ملے مسلمانوں نے حملہ کیا تو سب بھاگ کر متفرق ہو گئے لشکر اسلام ایک پانی پر ٹھہرا تھا جس کا نام سلسل تھا۔ اس لئے اس غزوہ کا نام ذات السلاسل ہوا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ سلاسل سلسلہ دار ریگ کو کہتے ہیں۔ وہ زمین ایسی ہی تھی۔ اور بخاری میں غزوہ ذات السلاسل سے پہلے غزوہ ذی الخلصہ کا بھی ذکر کیا ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو احمس کے ڈیڑھ سو سوار کے ساتھ ایک مکان کے منہدم کرنے کو بھیجا تھا۔ جو قبیلہ خثعم میں اہل یمن میں سے تھے۔ کعبہ کے نام سے مقرر کیا گیا تھا۔ پھر اسی سال رمضان میں فتح مکہ ہوا۔ اور یہ اعظم فتوح اور مدار اعزاز اسلام اور مفتاح شیوع دین ہے سامان اس کا یہ ہوا۔ کہ خزاعہ کہ صلح حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اور بنی بکر قریش کے عہد میں ہو گئے تھے۔ آپس میں لڑے اور زیادتی بنی بکر نے کی تھی۔ کہ خزاعہ پر شب خون مارا تھا۔ اور قریش نے ان کی خفیہ مدد کی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی اس عہد شکنی کی خبر پا کر تیاری لشکر کشی کی مکہ پر فرمائی اور مع لشکر و مہاجرین و انصار و دیگر قبائل کوچ فرمایا۔ دس ہزار آدمی لشکر ظفر پیکر میں تھے۔ مرکب ہمایوں داخل مکہ ہوا اور قتال ہوا۔ جب کفار مارے گئے اور بڑے بڑے سردار قریش شہر چھوڑ کر بھاگ گئے اور جو حاضر ہوئے ان کی جان بخشی فرمائی گئی۔ اور اس روز تھوڑی دیر کے لئے حرم میں قتال کی اجازت حق تعالیٰ کی طرف سے ہو گئی تھی۔ اور فتح کا قصہ نہایت مبسوط ہے تواریخ حبیب الٰہ میں دیکھ لیا جاوے یہاں اختصار مدنظر ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ میں بتوں کو خود نیست و نابود کیا اور بعضے بت نواح مکہ میں تھے ان کے توڑنے اور مٹانے کے لئے سرایا روانہ فرمائے۔

چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو عزیٰ مٹانے کو کہ قریش اور بنی کنانہ کا بت تھا۔ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو سواع کی طرف کہ ہذیل کا بت تھا۔ اور سعد بن زید اشہلی رضی اللہ عنہ کو مناۃ کی طرف کہ مشلل میں قدید کے قریب اوس وخزرج و غسان وغیرہم کا بت تھا۔ روانہ کیا اور یہ سب کارگذاری کر کے آ گئے۔ اور آپ نے اقامت مکہ ہی کے زمانہ میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو بنی خزیمہ کی طرف دعوت اسلام کے لئے بھیجا پھر بعد فتح مکہ کے غزوہ حنین ہوا اس کو غزوہ اوطاس بھی کہتے ہیں۔ یہ دونوں موضع ہیں مکہ اور طائف کے درمیان میں اور غزوہ ہوازن بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ آپ کے قتال کو آئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں کے ان کفار پر بقصد جنگ جمع ہو کر نکلے تھے۔ بارہ ہزار آدمی کا لشکر لے کر گئے اور قتال شروع ہوا۔ درمیان میں کچھ پریشانی لشکر اسلام میں شروع ہو گئی مگر انجام کار اللہ نے فتح دی۔ یہ قصہ مقام حنین میں ہوا۔ پھر کفار حنین سے بھاگ کر اوطاس میں جمع ہو گئے حملہ لشکر اسلام سے وہاں بھی شکست پائی۔ اور اس کے بعد شوال کے مہینے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا کہ وہاں بنی ثقیف تھے محاصرہ کیا یہ لوگ اوطاس سے بھاگ کر طائف قلعہ کے اندر پناہ گزیں ہو گئے تھے۔ مگر علم الٰہی میں اس کی فتح کا وقت نہ آیا تھا۔ آپ وہاں سے اٹھ آئے۔ اور بعد غزوہ تبوک کے کہ جس کا ذکر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم کو نماز کی پابندی کا اور زکوٰۃ دینے کا حکم کیا گیا ہے اور جو شخص زکوٰۃ نہ دے اس کی نماز بھی (مقبول) نہیں ہوتی۔ (طبرانی و اصبہانی)

آوے گا۔ اور وہ لوگ بلا قتال خود حاضر خدمت ہو کر مسلمان ہو گئے۔ اور لات بت ان کے ہاں تھا۔ وہ بھی توڑا گیا۔ پھر اسی سال کے محرم میں عینیہ بن حصن فرازی رضی اللہ عنہ کو بنی تمیم کی طرف پچاس سوار کے ساتھ غزوہ کے لئے بھیجا۔ وہ لوگ مقابلے سے بھاگے اور کچھ مرد و عورت گرفتار ہوئے اور مدینہ میں لائے گئے پھر ان کے چند روساء اقرع بن حابس وغیرہ مدینہ میں آئے اور بعد مقابلہ نظم ونثر کے مسلمان ہو گئے آپ نے ان کو خوب عطیہ بھی دیا۔ پھر صفر میں قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو خثعم کی طرف بھیجا اور قتال بھی ہوا پھر کچھ غنیمت لے کر مدینہ آ گئے اور اسی سال حضرت ابراہیمؑ صاحبزادہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہوئے اور آپ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔

سنہ ۹ ہجرت:

ربیع الاول میں ایک لشکر ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ کی ہمراہی میں بنی کلاب کی طرف بھیجا اور بعد قتال کے کفار کو ہزیمت ہوئی پھر ربیع الآخر میں علقمہ بن مجزز مدلجی رضی اللہ عنہ کو حبشہ کی جانب بھیجا اور کفار بھاگ گئے۔ پھر ایک لشکر عبداللہ بن حزافہ سہمی رضی اللہ عنہ کے ساتھ روانہ کیا اور اسی سال حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک بت خانہ منہدم کرنے کے لئے جو کہ قبیلہ طے میں تھا بھیجا حاتم طائی اسی قبیلہ میں سے تھا۔ چنانچہ وہ بت خانہ منہدم کیا گیا۔ اور کچھ قیدی پکڑے گئے حاتم کے بیٹے عدی بھاگ گئے۔ اور ان کی بہن قید کر لی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بہن کو اس کی درخواست پر رہا کر دیا۔ اور سواری بھی دی گئی۔ اس نے عدی سے جا کر تعریف کی عدی آئے اور مسلمان ہو گئے۔ پھر رجب میں غزوہ تبوک واقع ہوا۔ یہ ایک جگہ کا نام ہے اطراف شام میں اس کو غزوہ عسرت بھی کہتے ہیں۔ اس لئے کہ تکلیف کے دنوں میں اس کی تیاری ہوئی تھی۔ سبب اس کا یہ ہوا تھا۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی تھی۔ کہ ہرقل بادشاہ روم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر لشکر لاتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مناسب معلوم ہوا کہ خود اس پر لشکر لے جاویں قبائل عرب کو کہلا بھیجا بہت آدمی جمع ہوئے تیس ہزار آدمی اس غزوہ میں آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ مع لشکر موضع تبوک میں پہنچے۔ اور متوقف ہوئے اور ہرقل نے مارے ڈر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر برحق سمجھتا تھا۔ ادھر رخ نہ کیا آپ نے اطراف و جوانب میں لشکر بھیجے چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اکیدر حاکم دومتہ الجندل کی طرف بھیجا اور وہ اس کو گرفتار کر کے لائے۔ بعض نے لکھا ہے کہ اس نے کچھ نذرانہ مقرر کیا اور چھوڑ دیا گیا۔ بعض نے لکھا ہے کہ مسلمان ہو گیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقامت کو دو ماہ ہو گئے آپ صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کر کے مدینہ لوٹ آئے۔ اور اسی زمانہ میں مسجد ضرار کے ہدم کا قصہ ہوا۔ اور وہ یوں ہوا کہ ابو عامر راہب ایک بڑا مفسد قوم خزرج سے تھا۔ اور کتابیں پڑھ کر نصرانی ہو گیا تھا۔ پہلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر نبوت کی بیان کرتا تھا۔ جب آپ مدینہ پہنچے مارے حسد کے مسلمان نہ ہوا اور عداوت میں سرگرم رہتا اور بعد غزوہ بدر کے مدینہ سے بھاگ کر قریش سے جا ملا احد میں آیا تھا پھر روم چلا گیا تا کہ بادشاہ روم کا لشکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر چڑھا لاوے جب یہ صورت بھی نہ بنی مدینہ میں منافقین کو کہلا بھیجا کہ ایک مسجد بناویں وہ جگہ مشورہ کی ہوگی وہ سفر تبوک سے پہلے مسجد قبا کے متصل بنوا چکے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مستدعی ہوئے کہ آپ اس میں چل کر نماز پڑھ لیں۔ مطلب یہ تھا کہ اس سے اس کی رونق ہو جاوے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت جہاد کو جاتا ہوں بعد معاودت دیکھا جاوے گا۔ بعد معاودت پھر استدعا کی اللہ تعالیٰ نے ان کے مکر پر مطلع فرمایا اور یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا الاية.

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کھدوا ڈالا اور جلا دیا۔ اور اسی سال حج فرض ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بسبب شغل تعلیم وہدایت اور بہ سبب جنگ کے ہر وقت اس کا خیال رہتا تھا۔ خود تشریف نہ لے جا سکے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر الحاج مقرر کر کے روانہ کیا کہ لوگوں کو حج موافق شرع اسلام کے کرادیں اور سورہ براءت واسطے سنانے نقض عہد کے ان کے ساتھ کر دی۔ پھر بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا ان احکام کی تفصیل سورہ براءت میں ہے اور اسی سال حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا آپ کی صاحبزادی کا انتقال ہوا۔

سنہ ۱۰ ہجرت:

اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود حج کو تشریف لے گئے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی باتیں فرمائیں جیسے کوئی وداع کرتا ہے لہٰذا حجۃ الوداع کہلاتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کی خبر سن کر مسلمان جمع ہونے شروع ہوئے ایک لاکھ آدمی سے زیادہ جمع ہو گئے تھے۔ اور اسی حج میں عرفہ کے دن یہ آیت نازل ہوئی۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ

اور اسی حج میں واپس آتے ہوئے ایک منزل غدیر خم نام میں خطبہ تاکید محبت کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ فرمایا کیونکہ بعض لوگوں نے جو یمن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے ان کی بے جا شکایتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی تھیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچ کر ہدایت وارشاد خلق و عبادت خالق میں مشغول ہوئے اور ربیع الاول میں سفر آخرت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار فرمایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مال میں زکوٰۃ ملی ہوئی رہی وہ اس کو برباد کر دیتی ہے۔ (بزار وبیہقی)

شمائل شریف

قاضی عیاضؒ نے اپنی اسنادِ مفصل سے جو کہ حضرت زین العابدین تک پہنچتی ہے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ دریافت کیا اور وہ اکثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بکثرت ذکر اوصاف کیا کرتے تھے اور میں امیدوار ہوا کہ ان اوصاف میں سے کچھ میرے سامنے بھی بیان کریں جس کو میں اپنے ذہن میں جمالوں پس انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات میں عظیم تھے (نظروں میں معظم تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک ماہ بدر کی طرح چمکتا تھا۔ بالکل میانہ قد آدمی سے تو قامت میں قدرے نکلے ہوئے تھے اور دراز قد سے قامت میں کم تھے۔ سر مبارک (اعتدال کے ساتھ کلاں تھا۔ موئے سر سیدھے قدرے بل دار تھے۔ اگر سر کے بالوں کو جمع کرتے وقت ان میں اتفاقاً از خود مانگ نکل آئی تو مانگ نکلی رہنے دیتے ورنہ نہیں یعنی ابتداء اسلام میں ایسا معلوم تھا۔ اور بعد میں تو قصداً مانگ نکالتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک سر نرمہ گوش سے تجاوز کر جاتے تھے جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالوں کو بڑھائے ہوتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ مبارک چمکدار تھا۔ پیشانی فراخ تھی ابرو خم دار بالوں سے پر تھی۔ اور باہم پیوستہ نہ تھی ان دونوں کے درمیان ایک رگ تھی کہ وہ غصہ میں ابھر جاتی تھی اور بلند بینی تھی۔ بینی مبارک پر ایک نور نمایاں تھا۔ کہ جو شخص تامل نہ کرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دراز بینی سمجھے ریش مبارک بڑھی ہوئی تھی۔ پتلی خوب سیاہ تھی رخسار مبارک سبک تھے۔ دہن مبارک اعتدال کے ساتھ فراخ تھا۔ یعنی تنگ نہ تھا۔ نہ یہ کہ زیادہ فراخ تھا۔ دندان مبارک آبدار تھے اور ان میں ذرا ذرا ریخیں بھی تھیں سینہ سے ناف تک بالوں کا ایک باریک خط تھا۔ گردن مبارک ایسی (خوبصورت) تھی جیسی تصویر کی گردن خوبصورت تراشی جاتی ہے صفائی میں چاندنی جیسی تھی۔ بدن جسامت میں معتدل اور پر گوشت اور کسا ہوا تھا۔ شکم اور سینہ مبارک ہموار تھا۔ اور سینہ قدرے ابھرا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شانوں کے درمیان قدرے (اوروں سے زائد فاصلہ تھا) جوڑ پر کی ہڈیاں کلاں تھیں کپڑا اتارنے کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن روشن تھا۔ سینہ اور ناف کے درمیان بالوں کی ایک متصل دھاری چلی جاتی تھی۔ اور ان بالوں کے سوا ثدیین وغیرہ پر بال نہ تھے البتہ دونوں بازوؤں اور شانوں سینہ کے بالائی حصہ پر مناسب مقدار سے) بال تھے۔ کلائیاں دراز تھیں ہتھیلی فراخ تھی کفین اور قدمین پر گوشت تھے۔ (ہاتھ پاؤں کی انگلیاں لمبی تھیں یا راوی نے بلند کہا ہے کہ اس کا بھی وہی حاصل ہے اعصاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تلوے (قدرے گہرے تھے۔ کہ چلنے میں زمین کو نہ لگیں۔ قدم مبارک ہموار تھے اور ایسے صاف تھے۔ کہ پانی ان پر سے بالکل ڈھل جاتا۔ یعنی میل کچیل خشونت وغیرہ سے پاک تھے۔ چکنے ہونے سے پانی ان کو ذرا نہ لگا رہتا۔ جب چلنے کے لئے پاؤں اٹھاتے تو قوت سے پاؤں اکھڑتا تھا۔ اور قدم اس طرح رکھتے کہ آگے کو جھک پڑتا اور تواضع کے ساتھ قدم بڑھا کر چلتے۔ چلنے میں ایسا معلوم ہوتا۔ گویا کسی بلندی سے پستی میں اتر رہے ہیں۔ جب کسی کروٹ کی طرف کی چیز کو دیکھنا چاہتے تو پورے پھر کر دیکھتے۔ یعنی کن اکھیوں سے دیکھنے کی عادت نہ تھی۔ نگاہ نیچی رکھتے آسمان کی طرف نگاہ کرنے کی نسبت زمین کی طرف آپ کی نگاہ زیادہ رہتی۔ عموماً عادت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گوشہ چشم سے دیکھنے کی تھی۔ مطلب یہ کہ غایت حیاء سے پورا سر اٹھا کر نگاہ بھر کر نہ دیکھتے تھے۔ اپنے اصحاب کو چلنے میں آگے کر دیتے جس سے ملتے خود ابتداء بسلام فرماتے پھر میں نے یعنی حضرت حسن نے ہند رضی اللہ عنہ بن ابی ہالہ سے) کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کے متعلق مجھ سے بیان کیجئے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ہروقت) آخرت کے غم میں اور ہمیشہ (امور آخرت کی) سوچ میں رہتے کسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چین نہیں ہوتا تھا اور بلا ضرورت کلام نہ فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سکوت طویل ہوتا تھا۔ کلام کو شروع اور ختم منہ بھر کر فرماتے (یعنی گفتگو اول سے آخر تک نہایت صاف ہوتی) کلام جامع فرماتے (جس کے الفاظ مختصر ہوں مگر پر مغز ہوں)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام (حق و باطل میں) فیصلہ کن ہوتا جو نہ حشو و زائد ہوتا اور نہ تنگ ہوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نرم مزاج تھے۔ نہ مزاج میں سختی اور نہ مخاطب کی اہانت فرماتے۔ نعمت اگر قلیل بھی ہوتی تب بھی اس کی تعظیم فرماتے اور کسی نعمت کی مذمت نہ فرماتے مگر کھانے کی چیز کی مذمت اور مدح دونوں نہ فرماتے (مذمت تو اس لئے نہ فرماتے کہ وہ نعمت تھی اور مدح زیادہ اس لئے نہ فرماتے کہ اکثر اس کا سبب حرص اور طلب لذت ہوتی ہے) جب امر حق کی کوئی شخص ذرا مخالفت کرتا تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غصہ کی کوئی تاب نہ لا سکتا تھا جب تک اس حق کو غالب نہ کر لیتے۔ اور اپنے نفس کے لئے غضب ناک نہ ہوتے تھے اور نہ نفس کے لئے انتقام لیتے اور گفتگو کے وقت جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ کرتے تو پورے ہاتھ سے اشارہ کرتے اور جب کسی کام پر تعجب فرماتے تو ہاتھ کو لوٹتے اور جب

ایک روایت میں فرمایا: جب کوئی مال خشکی میں یا دریا میں تلف ہوتا ہے زکوٰۃ نہ دینے سے ہوتا ہے۔ (طبرانی اوسط)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بات کرتے تو اس کو یعنی داہنے انگوٹھے کو بائیں ہتھیلی سے متصل کرتے یعنی اس پر مارتے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آتا تو ادھر سے منہ پھیر لیتے اور کروٹ بدل لیتے اور جب خوش ہوتے تو نظر نیچی کر لیتے (یہ دونوں امر ناشی حیاء سے ہیں) اکثر ہنسنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تبسم ہوتا اور اس میں دندان مبارک جو ظاہر ہوتی تو ایسے معلوم ہوتے جیسے بارش کے اولے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم اوقات وطرز معاشرت:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک زمانہ تک حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے اس کو چھپائے رکھا پھر جو میں نے ان سے بیان کیا تو معلوم ہوا کہ وہ مجھ سے پہلے اپنے والد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر میں جانا اور باہر آنا نشست و برخاست سب پوچھ چکے ہیں اور کوئی بات بھی (بے تحقیق کئے ہوئے) نہیں چھوڑی۔ غرض حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں تشریف رکھنے کے متعلق پوچھا انہوں نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر میں اپنے ذاتی حوائج (طعام و منام وغیرہ) کے لئے تشریف لے جانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس باب میں (منجانب اللہ) ماذون تھے سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں تشریف لاتے تو اپنے رہنے کے وقت کو تین حصوں میں تقسیم فرماتے۔

ایک حصہ اللہ تعالیٰ (کی عبادت) کے لئے اور ایک حصہ اپنے گھر والوں (کے حقوق ادا کرنے) کے لئے جیسے (ان سے ہنسنا بولنا) اور ایک حصہ اپنے نفس (کی راحت) کے لئے پھر اپنا حصہ اور لوگوں کے درمیان تقسیم فرما دیتے (یعنی اس میں بھی بہت سا وقت امت کے کام میں صرف فرماتے) اور اس حصہ وقت کو خاص اصحاب کے واسطے سے عام لوگوں کے کام میں لگا دیتے) یعنی اس حصہ میں عام لوگ تو نہیں آ سکتے تھے مگر خواص حاضر ہوتے اور دین کی باتیں سن کر عوام کو پہنچاتے اس طرح سے عام لوگ بھی ان منافع میں شریک ہو جاتے) اور لوگوں سے کسی چیز کا اخفاء نہ فرماتے (یعنی نہ احکام دینیہ کا اور نہ متاع دنیوی کا بلکہ ہر طرح کا نفع بلا دریغ پہنچاتے) اور اس حصہ امت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز یہ تھا کہ اہل فضل (یعنی اہل علم وعمل) کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس امر میں اوروں پر ترجیح دیتے کہ ان کو حاضر ہونے کی اجازت دیتے اور اس وقت کو ان لوگوں پر بقدر ان کی فضیلت دینیہ کے تقسیم فرماتے سو ان میں سے کسی کو ایک ضرورت ہوتی اور کسی کو دو ضرورتیں ہوتیں کسی کو زیادہ ہوتیں سو ان کی حاجت میں مشغول ہوتے اور ان کو شغل میں لگاتے جس میں ان کی اور بقیہ امت کی اصلاح ہو وہ شغل یہ کہ وہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے اور ان کے مناسب حال امور کی ان کو اطلاع دیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمایا کرتے کہ جو تم میں حاضر ہے وہ غیر حاضر کو بھی خبر کر دیا کرے اور (یہ بھی فرماتے) کہ جو شخص اپنی حاجت مجھ تک (کسی وجہ سے مثلاً پردہ یا ضعف یا بعد وغیرہ ذلک) نہ پہنچا سکے تم لوگ اس کی حاجت مجھ تک پہنچا دیا کرو کیونکہ جو شخص ایسے شخص کی حاجت کسی ذی اختیار تک پہنچا دے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کو پل صراط پر ثابت قدم رکھے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں انہی باتوں کا ذکر ہوتا تھا اور اس کے خلاف دوسری بات کو قبول نہ فرماتے (مطلب یہ کہ لوگوں کے حوائج اور منافع کے سوا دوسری لایعنی یا مضر باتوں کی سماعت بھی نہ فرماتے) اور سفیان بن وکیع کی حدیث میں حضرت علیؓ کا یہ قول بھی ہے کہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس طالب ہو کر آتے۔ اور کچھ نہ کچھ کھا کر واپس ہوتے (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم علاوہ نفع علمی کے کچھ نہ کچھ کھلاتے تھے۔) اور ہادی یعنی فقیہ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے باہر نکلتے حضرت حسینؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے باہر تشریف رکھنے کے حالات بھی مجھ سے بیان کیجئے کہ اس وقت میں کیا کیا کرتے تھے انہوں نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان کو لایعنی باتوں سے محفوظ رکھتے تھے اور لوگوں کی تالیف فرماتے تھے اور ان میں تفریق نہ ہونے دیتے تھے اور ہر قوم کے آبرو دار آدمی کی آبرو کرتے تھے اور ایسے آدمی کو اس قوم پر سردار مقرر فرما دیتے تھے اور لوگوں کو (امور مضرہ سے) حذر رکھنے کی تاکید فرماتے رہتے تھے اور ان کے شر سے اپنا بھی بچاؤ رکھتے تھے۔ مگر کسی شخص سے کشادہ روئی اور خوش خوئی میں کمی نہ کرتے تھے اپنے ملنے والوں کی حالت کا استفسار رکھتے تھے اور لوگوں میں جو واقعات ہوتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پوچھتے رہتے۔ (تاکہ مظلوم کی نصرت اور مفسدوں کا انسداد ہو سکے) اور اچھی بات کی تحسین اور تصویب اور بری بات کی تقبیح اور تحقیر فرماتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر معمول نہایت اعتدال کے ساتھ ہوتا تھا اس میں بے انتظامی نہیں ہوتی تھی (کہ کبھی کسی طرح کر لیا اور کبھی کسی طرح کر لیا لوگوں کی تعلیم مصلحت سے) غفلت نہ فرماتے بوجہ اس احتمال کے کہ (اگر ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جاوے تو بعضے تو خود دین سے) غافل ہو جاویں گے یا (بعضے امور دین میں اعتدال سے زیادہ مشغول ہو کر دین سے) اکتا جاویں گے ہر حالت کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں ایک خاص انتظام تھا حق کی طرف بھی کوتاہی نہ کرتے اور ناحق کی طرف بھی تجاوز کر کے نہ جاتے لوگوں میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرب بہترین لوگ ہوتے سب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے سونا چاندی (بغیر زکوٰۃ کے یا حرام مال سے جمع کر کے) پیچھے چھوڑا اس کو اس سے داغ دیا جائے گا۔ (احمد)

میں افضل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک وہ شخص ہوتا جو عام طور سے سب کا خیر خواہ ہوتا اور سب سے بڑا رتبہ اس شخص کا ہوتا جو لوگوں کی غم خواری و اعانت بخوبی کرتا۔ پھر میں نے ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کے بارے میں پوچھا کہ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا معمول تھا انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ کا بیٹھنا اٹھنا سب ذکر اللہ کے ساتھ ہوتا اور اپنے لئے کوئی جگہ بیٹھنے کی ایسی معین نہ فرماتے (کہ خواہ مخواہ اسی جگہ بیٹھیں اور اگر کوئی اور بیٹھ جاوے تو اس کو اٹھا دیں) اور دوسروں کو بھی (اس طرح) جگہ معین کرنے سے منع فرماتے اور جب کسی مجمع میں تشریف لے جاتے تو جس جگہ مجلس ختم ہوتی وہاں ہی بیٹھ جاتے اور دوسروں کو بھی یہی حکم فرماتے اور اپنے جلیسوں میں سے ہر شخص کو اس کا حصہ (اپنے خطاب و توجہ) سے دیتے (یعنی سب پر جدا جدا متوجہ ہو کر خطاب فرماتے) یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر جلیس یوں سمجھتا کہ مجھ سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کی خاطر عزیز نہیں جو شخص کسی ضرورت کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر بیٹھ جاتا یا کھڑا رکھتا تو جب تک وہی شخص نہ ہٹ جاتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ مقید رہتے۔ جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ حاجت چاہتا تو بدون اس کے کہ اس کی حاجت پوری فرماتے یا نرمی سے جواب دیتے اس کو واپس نہ کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کشادہ روئی اور خوش خوئی تمام لوگوں کے لئے عام تھی گویا بجائے ان کے باپ کے ہو گئے تھے۔ اور تمام لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک حق میں (فی نفسہ) مساوی تھے (البتہ) تقویٰ کی وجہ سے متفاوت تھے (یعنی تقویٰ کی زیادتی سے تو ایک دوسرے پر ترجیح دیتے تھے اور امور میں سب باہم متساوی تھے اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ حق میں سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک برابر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس حلم اور علم اور حیاء اور صبر اور امانت کی مجلس ہوتی تھی اس میں آوازیں بلند نہ کی جاتی تھیں اور کسی کی حرمت پر کوئی داغ نہ لگایا جاتا تھا اور کسی کی غلطیوں کی اشاعت نہ کی جاتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل مجلس ایک دوسرے کی طرف تقویٰ کے سبب متواضعانہ مائل ہوتے تھے اور اس میں بڑوں کی توقیر کرتے تھے اور چھوٹوں پر مہربانی کرتے تھے۔ اور صاحب حاجت کی اعانت کرتے تھے اور بے وطن پر رحم کرتے تھے۔ پھر میں نے ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اپنے اہل مجلس کے ساتھ دریافت کی انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ وقت کشادہ رو رہتے۔ نرم اخلاق تھے آسانی سے موافق ہو جاتے تھے نہ سخت خو تھے نہ درشت گو تھے نہ چلا کر بولتے تھے نہ نامناسب بات فرماتے نہ کسی کا عیب بیان فرماتے اور نہ (مبالغہ کے ساتھ) کسی کی مدح فرماتے جو بات (یعنی خواہش کسی شخص کی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت کے خلاف ہوتی اس سے تغافل فرما جاتے (یعنی اس پر گرفت نہ فرماتے (تصریحاً) اس سے مایوس بھی نہ فرماتے (بلکہ خاموش ہو جاتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں سے تو اپنے کو بچا رکھا تھا ریا سے اور کثرت کلام سے اور بے سود بات سے اور تین چیزوں سے دوسرے آدمیوں کو بچا رکھا تھا۔ کسی کی مذمت نہ فرماتے اور کسی کو عار نہ دلاتے اور نہ کسی کا عیب تلاش کرتے اور وہی کلام فرماتے جس میں امید ثواب کی ہوتی اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کلام فرماتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام جلیس اس طرح سر جھکا کر بیٹھ جاتے جیسے ان کے سروں پر پرندے آ کر بیٹھ گئے ہوں۔ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ساکت ہوتے تب وہ لوگ بولتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی بات میں نزاع نہ کرتے آپ کے پاس جو شخص بولتا اس کے فارغ ہونے تک سب خاموش رہتے۔ (یعنی بات کے بیچ میں کوئی نہ بولتا) اہل مجلس (میں سے ہر شخص کی بات) رغبت کے ساتھ سنے جانے میں ایسی ہی ہوتی جیسے سب میں پہلے شخص کی بات تھی (یعنی کسی کے کلام کی بے قدری نہ کی جاتی) جس بات سے سب ہنستے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہنستے جس سے سب تعجب کرتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تعجب فرماتے۔ (یعنی حد اباحت تک اپنے جلیسوں کے ساتھ شریک رہتے) اور پردیسی آدمی کی بے تمیزی کی گفتگو پر تحمل فرماتے اور فرمایا کرتے کہ جب کسی صاحب حاجت کو طلب حاجت میں دیکھو تو اس کی اعانت کرو اور کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ثناء کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو جائز نہ رکھتے البتہ اگر کوئی (احسان) کی مکافات کے طور پر کرتا تو خیر (بوجہ مشروع ہونے اس ثناء کے بشرط عدم تجاوز حد کے اس کو گوارا فرما لیتے) اور کسی بات کو نہ کاٹتے یہاں تک کہ وہ حد سے بڑھنے لگتا اس وقت اس کو ختم کرا دینے سے یا اٹھ کھڑے ہو جانے سے قطع فرما دیتے اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سکوت کس کیفیت کا تھا۔ انہوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سکوت چار امر پر مشتمل ہوتا تھا حلم اور بیدار مغزی اور اندازی کی رعایت اور فکر (آگے ہر ایک کا بیان ہے) سو اندازی کی رعایت تو یہ کہ حاضرین کی طرف نظر کرنے میں اور ان کی عرض و معروض سننے میں برابری فرماتے تھے اور فکر باقی اور فانی میں فرماتے تھے (یعنی دنیا کے فنا اور عقبیٰ کے بقاء کو سوچا کرتے) اور حلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صبر یعنی ضبط کے ساتھ جمع کر دیا گیا تھا (آگے اس ضبط کا بیان ہے) سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی چیز ایسی غضبناک نہ کرتی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو از

جارفتہ کر دے اور بیدار مغزی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار امر کی جامع ہوتی تھی۔ ایک نیک بات کو اختیار کرنا تا کہ اور لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اقتداء کریں دوسرے بری بات کو ترک کرنا تا کہ اور لوگ بھی باز رہیں تیسرے رائے کو ان امور میں صرف کرنا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے مصلحت ہو چوتھے امت کے لئے ان امور کا اہتمام کرنا جن میں ان کی دنیا اور آخرت دونوں کے کاموں کی درستی ہو۔

تتمہ

جاننا چاہیے کہ اسی طرح کے شمائل متفرق حدیثوں میں ان حضرات سے وارد ہوئے ہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت معرض بن معیقیب رضی اللہ عنہ، حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ، حضرت عداء بن خالد رضی اللہ عنہ، حضرت خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ، حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ، ہم بھی ثواب حاصل کرنے کی غرض سے مختصر سا اس میں ذکر کرتے ہیں پس ان سب حضرات نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ مبارک چمکتا ہوا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پتلی نہایت سیاہ تھی بڑی بڑی آنکھیں تھیں آنکھوں میں سرخ ڈورے تھے مژگانیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دراز تھیں دونوں ابروؤں کے درمیان قدرے کشادگی تھی اور ابرو خمدار تھی۔ بینی مبارک بلند تھی۔ دندان مبارک میں کچھ ریخیں تھیں (یعنی بالکل اوپر تلے چڑھے ہوئے نہ تھے) چہرہ مبارک گول تھا جیسے چاند کا ٹکڑا۔ ریش مبارک گنجان تھی کہ سینہ مبارک کو بھر دیتی تھی شکم اور سینہ ہموار تھا سینہ چوڑا تھا دونوں شانے کلاں تھے۔ استخواں بھاری تھیں۔ دونوں کلائیاں اور بازو اور اسفل بدن (ساق وغیرہ) بھرے ہوئے تھے۔ دونوں کف دست اور قدم کشادہ تھے۔ سینہ سے ناف تک بالوں کا ایک باریک خط تھا۔ قد مبارک میانہ تھا نہ تو بہت زیادہ دراز اور نہ بہت کوتاہ کہ اعضاء ایک دوسرے میں دھنسے ہوئے ہوں۔ اور رفتار میں کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ رہ سکتا تھا۔ (یعنی رفتار میں ایک گونہ سرعت تھی مگر بے تکلف) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قامت قدرے درازی کی طرف نسبت کیا جاتا تھا (یعنی طویل تو نہ تھے مگر دیکھنے میں قد اونچا معلوم ہوتا تھا) بال قدرے بل دار تھے جب ہنستے میں دندان مبارک ظاہر ہوتے تو جیسے برق کی روشنی نمودار ہوتی ہے اور جیسے اولے بارش کے ہوتے ہیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کلام فرماتے تو سامنے کے دانتوں کے بیچ سے ایک نور سا نکلتا معلوم ہوتا تھا گردن نہایت خوبصورت تھی۔ چہرہ مبارک پھولا ہوا نہ تھا اور نہ بالکل گول تھا (بلکہ مائل بتدویر تھا) بدن گٹھا ہوا اور گوشت ہلکا تھا اور دوسری روایتوں میں ہے کہ آنکھوں میں سفیدی کے ساتھ سرخی تھی جوڑ بند کلاں تھے جب پاؤں زمین پر رکھتے تو پورا پاؤں رکھتے تھے۔ تلوے میں زیادہ گڑھا نہ تھا۔ یہ تمام کتاب شفاء کے مضمون کا خلاصہ ہے اور ترمذی نے اپنے شمائل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہمارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کف دست اور دونوں قدم پر گوشت تھے۔ سر مبارک کلاں تھا۔ جوڑ کی ہڈیاں بڑی تھیں نہ تو بہت طویل القامت تھے اور نہ کوتاہ قامت تھے کہ بدن کا گوشت ایک دوسرے میں دھنسا ہوا ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک میں ایک گونا گولائی تھی رنگ گورا تھا اس میں سرخی دلکتی تھی۔ سیاہ آنکھیں تھیں مژگان دراز تھیں۔ شانے کی ہڈیاں اور شانے بڑے بڑے تھے۔ بدن مبارک بے مو تھا (یعنی بدن پر بال نہ تھے البتہ) سینہ سے ناف تک بالوں کی باریک دھاری تھی جب کسی (کروٹ کی) طرف (کی چیز) کو دیکھنا چاہتے تو پورا پھر کر دیکھتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین تھے اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دہن مبارک (اعتدال کے ساتھ) فراخ تھا ایڑیوں کا گوشت ہلکا تھا آنکھوں میں سرخ ڈورے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نظر کرو تو یوں سمجھو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں سرمہ پڑا ہے حالانکہ سرمہ پڑا نہ ہوتا تھا اور حضرت ابو الطفیل لیثی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گورے ملیح میانہ قد تھے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میانہ قامت خوش اندام گندمی رنگ تھے۔ موئے سر دراز تھے بُنِ گوش تک۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک سرخ (دھاری دار) جوڑا تھا اور شمائل ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ بہت دراز تھے اور نہ کوتاہ قامت تھے اور نہ بالکل گورے بھبوکا تھے اور نہ سانولے تھے اور موئے مبارک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ بالکل خمدار تھے اور نہ بالکل سیدھے (بلکہ کچھ بلدار تھے) اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس برس کے ختم پر نبی بنایا پھر مکہ میں دس برس مقیم رہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول پر تیرہ برس رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی ہوتی تھی (دس برس کی روایت میں کسر کو حساب میں نہیں لیا پس دونوں روایت مطابق ہیں) اور مدینہ میں دس سال رہے۔ پھر ساٹھ سال کی عمر میں اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول پر تریسٹھ سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات دی اور امام بخاریؒ نے فرمایا کہ تریسٹھ سال کی روایتیں زیادہ ہیں اور

باوجود اتنی عمر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اور ریش مبارک میں سفید بال بیس بھی نہ تھے اور محققین نے کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اور داڑھی میں سفید بال کل سترہ تھے۔ اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے مہر نبوت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان میں ایک سرخ اور ابھرا ہوا گوشت مثل بیضاء کبوتر کے دیکھا اور حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ مثل چھپر کھٹ (مسہری) کی گھنڈی کے تھی اور عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ انصاری سے روایت ہے کہ چند بال جمع تھے۔ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر پر ابھرا ہوا گوشت کا ایک ٹکڑا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ مثل مٹھی کے تھی اس کے گرداگرد تل تھے جیسے مسے ہوتے ہیں۔ (اور ان روایات میں کچھ تنافی نہیں سب اوصاف کا جمع ہونا ممکن ہے) حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کوئی بالوں والا سرخ جوڑا (یعنی مخطط لنگی چادر) پہنے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھا گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ میں آفتاب چل رہا ہے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنستے تھے تو دیواروں پر چمک پڑتی تھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک مثل تلوار کے (شفاف) تھا انہوں نے کہا کہ نہیں بلکہ مثل آفتاب اور ماہتاب کے مدور تھا (تلوار کی تشبیہ میں یہ کمی تھی کہ وہ مدور نہیں ہوتی) اور حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دور سے سب سے زیادہ جمیل اور نزدیک سے سب سے زیادہ شیریں اور حسین معلوم ہوتے تھے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اول وہلہ میں دیکھتا تھا مرعوب ہو جاتا تھا اور جو شخص شناسائی کے ساتھ ملتا جلتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا تھا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا (صاحب جمال و صاحب کمال) نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی کو دیکھا اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو دیکھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طیب و مطیب ہونا

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں نے کوئی عنبر اور کوئی مشک اور کوئی (خوشبودار) چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہک سے زیادہ خوشبودار نہیں دیکھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سے مصافحہ فرماتے تو تمام تمام دن اس شخص کو مصافحہ کی خوشبو آتی رہتی اور کبھی کسی بچہ کے سر پر ہاتھ رکھ دیتے تو وہ خوشبو کے سبب دوسرے لڑکوں میں پہچانا جاتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر میں سوئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسینہ آیا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ شیشی لا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ کو جمع کرنے لگیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس بارہ میں پوچھا انہوں نے عرض کیا کہ ہم اس کو اپنی خوشبو میں ملا دیں گے اور یہ پسینہ اعلیٰ درجہ کی خوشبو ہے۔

اور امام بخاری نے تاریخ کبیر میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس راستہ سے گزرتے اور کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں جاتا تو وہ خوشبو سے پہچان لیتا۔ کہ آپ اس رستہ سے تشریف لے گئے ہیں۔ اسحٰق بن راہویہ نے کہا ہے کہ یہ خوشبو بدون خوشبو لگائے ہوئے (خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک میں) تھی۔

حضرت آمنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کہتی ہیں کہ میں نے آپ کو پاک صاف جنا کہ کوئی آلودگی آپ کو لگی ہوئی نہ تھی اور آپ باوجود یہ کہ ایسا سوتے تھے کہ خراٹے بھی لینے لگتے تھے مگر بدون وضو کئے ہوئے نماز پڑھ لیتے تھے (یعنی سونے سے آپ کا وضو نہیں ٹوٹتا تھا) روایت کیا اسکو عکرمہ نے اور (وجہ اس کی یہ تھی کہ) آپ سونے میں حدث سے محفوظ تھے۔

قوت بصر و بصیرت:

روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عقل میں سب پر ترجیح رکھتے تھے رائے میں سب سے افضل تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندھیرے میں بھی اسی طرح دیکھتے تھے جس طرح روشنی میں دیکھتے تھے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے دور سے ایسا ہی دیکھتے تھے کہ جیسا نزدیک سے دیکھتے تھے۔ اور اپنے پیچھے سے بھی ایسا دیکھتے تھے کہ جس طرح سامنے سے دیکھتے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کو مکہ معظمہ میں دیکھ لیا تھا۔ قریش کے سامنے نقشہ اس کا بیان فرمایا۔ یہ قصہ معراج کی صبح کو ہوا تھا۔ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں اپنی مسجد کی تعمیر شروع کی اس وقت خانہ کعبہ کو دیکھ لیا تھا۔

قوت بدنیہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکانہ کو جو اپنے اہل زمانہ میں بہت قوی مشہور تھا کشتی میں گرا دیا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھ کو کشتی میں گرا دیجئے! میں اسلام لے آؤں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار کشتی میں گرا دیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت تیز چلتے تھے کہ جیسے زمین لپٹی جا رہی ہو۔ ہم بڑی کوشش کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل سکیں (لیکن ہم تھک جاتے تھے)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض خصائص:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کلمات جامع عطا فرمائے گئے۔ اور تمام زمین

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مسجد اور آلہ طہارت بنائی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غنیمت کو حلال کیا گیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شفاعت کبریٰ اور مقام محمود خاص کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام جن وانسان اور خلائق کی طرف مبعوث ہوئے۔

کلام طعام ومنام وقعود وقیام:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب زبانیں جانتے تھے آپ شیریں کلام اور واضح بیان تھے نہ بہت کم گو تھے کہ غیر ضروری بات میں سکوت فرمائیں اور نہ زیادہ گو تھے، کہ غیر ضروری امور میں مشغول ہوں۔ آپ کھاتے اور سوتے بہت کم تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اوکڑو بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ میں غلام کی طرح کھاتا ہوں اور پیتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سونا داہنی کروٹ پر ہوتا تھا تا کہ قلت منام میں معین ہو۔

بعض صفات ومکارم اخلاق:

روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس مردوں کی قوت دی گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ مجھ کو اور لوگوں پر چار چیزوں پر فضیلت دی گئی ہے سخاوت، شجاعت، قوت، غلبہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عقبہ بن عمرو کھڑے ہوئے تو خوف سے کانپنے لگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ڈرو نہیں! میں جابر بادشاہ نہیں ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام خزائن روئے زمین کی کنجیاں (عالم کشف میں) عطا کی گئی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں شہر حجاز اور یمن اور تمام جزیرہ عرب اور نواحی شام عراق فتح ہو گئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں مال غنیمت وصدقات وعشر حاضر کئے جاتے تھے اور بادشاہوں کی طرف سے ہدایا پیش ہوتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوجہ اللہ صرف فرمایا کرتے تھے اور مسلمانوں کو غنی کر دیا اور فرمایا کہ مجھ کو یہ بات خوش نہیں آتی کہ میرے لیے کوہ احد سونا بن جاوے اور پھر رات میں میرے پاس اس میں سے ایک دینار بھی رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کمال سخاوت ہے۔

چنانچہ اسی وقت کمال سخاوت کے سبب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقروض رہتے تھے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت وفات فرمائی ہے تو آپ کی زرہ اہل وعیال کے اخراجات میں رہن رکھی ہوئی تھی۔ اور اکثر اوقات آپ موٹا کپڑا کمبل چادر پہنتے تھے اور اپنے اصحاب کو دیبا کی عمدہ بیش قیمت قبائیں تقسیم فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن مجید تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خلق عظیم پر قائم ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت پیدا ہوئے دونوں ہاتھ زمین کی طرف کھلے ہوئے اور سر آسمان کے طرف اٹھائے ہوئے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت:

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں نے ہوش سنبھالا تو مجھے بتوں سے اور شعر گوئی سے نفرت تھی۔ اور کبھی کسی امر جاہلیت (یعنی امر غیر مشروع) کا مجھ کو خیال تک نہیں آیا۔

تتمئہ وصل-۹

آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے تکلیف دینے پر سب سے زیادہ صابر تھے برائی کرنے والوں سے درگزر فرماتے تھے۔ جو بدسلوکی کرتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ سلوک فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں سے تکلیف پہنچتی۔ عرض کیا جاتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے بددعا کیجئے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے اے میرے اللہ میری قوم کو ہدایت کیجئے! کیونکہ ان کو خبر نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے کسی کو نہیں مارا۔ البتہ اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ وہ اور بات ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب کوئی چیز مانگی گئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی انکار نہیں فرمایا۔ ایک بار نوے ہزار درہم آئے ایک بوریئے پر رکھ دیئے گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سائل سے عذر نہیں کیا یہاں تک سب ختم کر کے فارغ ہو گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور کچھ مانگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ میرے پاس کچھ باقی نہیں رہا لیکن تو میرے نام سے (ضرورت کی چیز) خرید لے ہم ادا کر دیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ جو چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدرت میں نہ ہو حق تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا مکلف نہیں فرمایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنی تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات سے خوشی نہیں ہوئی پھر ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خوب خرچ کیجئے اور کمی کا اندیشہ نہ کیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور چہرہ مبارک پر بشاشت معلوم ہوئی آپ اگلے دن کو کچھ اٹھا کر نہیں رکھتے تھے۔

دوسرے بعض اخلاق جمیلہ وطرز معاشرت:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر نہ کوئی بہادر مضبوط دیکھا نہ فیاض دیکھا نہ دوسرے اخلاق میں اچھا دیکھا۔ ہم جنگ بدر کے دن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آڑ میں پناہ لیتے تھے۔ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شرم وحیا میں اس سے بھی بڑھ کر تھے جیسے کنواری لڑکی پردہ میں ہوتی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سخت گو تھے اور نہ بانکلف سخت گو بنتے تھے اور نہ خلاف وقار باتیں کرنے والے تھے برائی کا عوض برائی سے نہ دیتے تھے بلکہ معاف فرما دیتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حیا کی وجہ سے کسی کی آنکھوں میں آنکھیں نہیں ڈالتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھ کر دل کے کشادہ بات کے سچے طبیعت کے نرم معاشرت میں نہایت کریم تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعوت و ہدیہ قبول فرماتے تھے اور ہدیہ کا بدل بھی فرماتے تھے۔ مریض کی عیادت فرماتے تھے۔ معذرت کرنے والے کا عذر قبول فرماتے تھے۔ اپنے اصحاب سے ابتداء مصافحہ کی فرماتے تھے اور اپنے اصحاب میں کبھی پاؤں پھیلائے ہوئے نہیں دیکھتے تھے۔ اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا اس کی خاطر کرتے تھے اور کسی کی بات بیچ میں نہیں کاٹتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش مزاجی میں سب سے بڑھ کر تھے۔ قیامت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب کے سردار ہوں گے۔ اول آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی قبر شریف کی زمین شق ہوگی (اور باہر تشریف لاویں گے) اور سب سے اول آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قبول ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیماروں کی بیمار پرسی فرماتے تھے اور محتاجوں کے پاس بیٹھا کرتے تھے اپنے کپڑوں میں خود پیوند لگا لیا کرتے تھے اپنا اور اپنے گھر والوں کا کام کر لیا کرتے تھے اور خدمت گار کے ساتھ کھانا کھا لیا کرتے اور اپنا سودا بازار سے خود لے آتے اور سب سے بڑھ کر احسان کرنے والے انصاف کرنے والے اور سچ بولنے والے تھے۔ حتی کے ابوجہل جو سب سے زیادہ دشمن تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہا کرتا تھا کہ سب سے سچے ہیں کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

تتمۂ وصل - ۸

حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مجلس میں سب سے زیادہ باوقار ہوتے تھے اور نہایت تواضع اور سادگی سے رہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات چیت نہایت صاف ہوتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو کی چیز اور خوشبو کو بہت پسند فرماتے تھے اور کثرت سے اس کا استعمال فرماتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے اور کھانے پینے کی چیزوں کو پھونک نہیں مارتے تھے اور انگلیوں اور ہڈیوں کے جوڑوں کو بھی صاف رکھنے کو پسند فرماتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی متواتر تین دن بھی روٹی سے پیٹ نہیں بھرا یہاں تک کہ آخرت کو روانہ ہو گئے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ایک ٹاٹ کا تھا کبھی کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم چارپائی پر آرام فرماتے جو کھجوروں کے بان سے بنی ہوتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو مبارک پر اس کا نشان پڑ جاتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تنگی معاش کو اختیار کرنا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فاقہ بہ نسبت تونگری کے زیادہ محبوب تھا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے تمام خزانے اور سلطنت عطاء فرمائے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو دنیا سے کیا علاقہ میرے اولوالعزم پیغمبر بھائیوں نے اس سے زیادہ سخت حالت پر صبر کیا۔

خشیت و مجاہدہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے بہت ڈرتے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر نفل نماز پڑھتے تھے کہ قدم مبارک ورم کر جاتے اور نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک میں ہنڈیا کا سا جوش ہوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت فکر آخرت میں رہتے تھے۔

حسن و جمال:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو پیدا نہیں فرمایا جو خوش آواز اور خوش رو نہ ہو اور ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم صورت وشکل اور آواز میں بھی سب سے احسن تھے۔

تواضع و پاکیزگی:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت حلیم تھے۔ سخت بات نہ فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کافر اور دشمن سے بھی اس کا دل خوش کرنے کو کشادہ روئی کے ساتھ پیش آتے تھے۔ غصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے تاب نہیں کرتا تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی قسم کی کوئی وعدہ خلافی یا حق سے جنبش کا صدور ممکن ہی نہ تھا۔ قصداً نہ سہواً نہ صحت میں نہ مرض میں نہ خوش طبعی میں نہ غضب میں۔

اعتدال تزیین:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے قبل ہر آنکھ میں تین تین سلائی سرمہ ڈال لیتے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفید کپڑے اور کرتہ کو پسند کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آستینیں گٹہ تک ہوتی تھیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ سادہ چرمی موزے پہنے ہیں ان پر وضو میں مسح کیا ہے۔ اور بالوں سے صاف کئے ہوئے چمڑے کے نعلین پہنتے تھے۔ اور وضو کر کے ان میں پاؤں بھی رکھ لیتے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشتری میں لکھا تھا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہمیشہ اس کو پہنتے نہ تھے۔ اور بیت الخلاء جانے کے وقت نکال دیتے اور جب پہنتے داہنے ہاتھ میں پہنتے۔ اس سے مہر لگائی جاتی تھی۔ جنگ احد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو زرہیں اور فتح مکہ کے روز خود یعنی کلاہ آہنی پہنے ہوئے تھے کبھی شملہ دونوں شانوں کے درمیان چھوڑتے تھے۔ کبھی بے شملہ عمامہ بھی باندھ لیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم

سیاہ عمامہ بھی باندھتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نصف ساق تک لنگی باندھتے تھے اور اجازت اس سے نیچے کی دی ہے مگر یہ فرما دیا کہ زار کا ٹخنوں میں کچھ حق نہیں۔ یعنی ٹخنے سے نہ لگنا چاہئے۔

روایت ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھانا کھاتے تو اپنی تینوں انگلیوں کو چاٹ لیتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تین انگلیوں سے کھاتے تھے۔ اکثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غذا جو کی روٹی ہوتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی چوکی میز پر کھانا نہیں کھایا دستر خوان پر کھانا کھاتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سرکہ اور روغن زیتون کو شیریں چیز کو اور شہد کو اور کدو کو پسند فرماتے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرغ کا اور سرخاب کا اور بکری کا اور اونٹ کا اور گائے کا گوشت بھی کھایا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ثرید کو یعنی شوربے میں توڑی ہوئی روٹی کو پسند فرماتے تھے۔ اور مرچ مصالحہ بھی کھاتے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیم پختہ خرما تازہ اور خرما خشک اور چقندر اور کھجور اور گھی اور پنیر کا ملیدہ بھی کھایا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھرچن خوش معلوم ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ برکت کھانے کی اس میں ہے کہ کھانے سے پہلے بھی ہاتھ دھوئے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ککڑی اور تربوز کے ساتھ خرما بھی کھاتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ اس کی گرمی کا اس کی سردی کے ساتھ تدراک ہو جاتا ہے۔ اور پانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ پسند تھا جو کہ شیریں اور سرد ہو۔ اور آپ خرما تر کر کے اس کا زلال اور دودھ پانی سب ایک ہی پیالہ میں پیا کرتے تھے۔ وہ لکڑی کا موٹا سا بنا ہوا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمزم کا پانی کھڑے ہو کر نوش فرمایا ہے اور پانی پیتے میں تین مرتبہ سانس لیتے تھے۔ اور جب سوتے داہنا ہاتھ داہنے رخسار کے نیچے رکھتے تھے۔

وفات شریف:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آخری زیارت جو مجھ کو نصیب ہوئی وہ اس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وفات میں دوشنبہ کے دن پردہ اٹھا کر دیکھا اس وقت میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک دیکھا جیسے قرآن مجید کا ورق صاف ہوتا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بوسہ لیا اپنا منہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں آنکھوں کے درمیان رکھا اور ہاتھوں کو آپ کی کلائیوں پر رکھا۔ اور یہ الفاظ کہے۔ ہائے نبی ہائے صفی ہائے خلیل۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوشنبہ کے دن وفات پائی اور شب چہارشنبہ میں دفن ہوئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری آنکھیں سوجاتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔ رات اس حالت میں بسر کرتا ہوں کہ میرا رب مجھ کو کھلا پلا دیتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ میں خوش طبعی تو کرتا ہوں مگر اس میں بھی بات سچ کہتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں سے ان کا دل خوش کرنے کے لیے کبھی کبھی خوش طبعی بھی فرمایا کرتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الانبیاء اور خاتم المرسلین اور منتہٰی النبیین تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام احکام شریعت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اقتداء کریں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض عوارض بشریت کا ظہور اور اس کی حکمت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مثل دوسرے انسانوں کے شدائد جھیلنے کا اتفاق ہوا ہے تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ثواب بہت زیادہ ہو۔ اور درجات بلند ہوں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بیمار ہوئے اور درد وغیرہ کی شکایت بھی ہوئی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گرمی سردی کا بھی اثر ہوا اور بھوک پیاس بھی لگی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو موقع پر غصہ اور انقباض بھی ہوا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کمزوری بھی ہوئی۔ اور سواری پر سے گر کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خراش بھی ہوگئی۔ اور جنگ احد کے دن کفار کے ہاتھ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اور سر مبارک میں زخم بھی ہوا۔ اور کفار طائف نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کو خون آلود بھی کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر بھی کھلایا گیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو بھی کیا گیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوا بھی کی۔ پچھنے بھی لگائے اور جھاڑ پھونک کا بھی استعمال کیا۔ اور اپنا وقت پورا کر کے عالم بالا میں تشریف لے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بہت موقعوں پر دشمنوں سے قتل و ہلاک کرنے کی تدبیر کرنے سے بھی بچایا۔ اور سب اس وجہ سے ہوا کہ تکلیف و مصیبت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لیے تسلی کا سبب ہو کہ سید الانبیاء کو بھی تکلیف پہنچی ہے تو ہم کیا چیز ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر ان عوارض کا اثر نہ ہونا

یہ عوارض جو ذکر ہوئے صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن شریف پر بوجہ انسانیت کے ظاہری ہوتے تھے رہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل مبارک سو وہ تعلق بالخلق سے منزہ و مقدس اور مشاہدہ حق میں مشغول تھا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر آن ہر لحظہ اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے اللہ تعالیٰ ہی میں مستغرق اور اللہ تعالیٰ ہی

کی معیت میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانا پینا' حرکت' سکون' بولنا چالنا' خاموش رہنا' سب اللہ تعالیٰ کے واسطے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نفسانی خواہش سے کچھ نہیں بولتے یہ سب وحی ہی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کی آل واصحاب پر قیامت تک رحمت کاملہ کا نزول فرماتا رہے۔ اے اللہ اس کے پڑھنے والے کو سننے والے کو اور یاد کرنے والے کو اور کسی کے سامنے نقل کرنے والے کو بخش دے "آمین ثم آمین"

دستگیری کیجئے میرے نبی!
کشمکش میں تم ہی ہو میرے نبی
جز تمہارے ہے کہاں میری پناہ
فوج کلفت مجھ پہ آ غالب ہوئی
ابن عبداللہ ! زمانہ ہے خلاف
اے مرے مولا خبر لیجئے میری
کچھ عمل ہے اور نہ طاعت میرے پاس
ہے مگر دل میں محبت آپ کی
میں ہوں بس اور آپ کا دیار رسول
ابر غم گھیرے نہ پھر مجھ کو کبھی
خواب میں چہرہ دکھا دیجئے مجھے
اور میرے عیبوں کو کر دیجئے خفی
در گزر کرنا خطا و عیب سے
سب سے بڑھ کر ہے یہ خصلت آپ کی
سب خلائق کے لیے رحمت ہیں آپ
خاص کر جو ہیں گنہگار و غوی
کاش ہو جاتا مدینہ کی میں خاک
نعل بوسی ہوتی کافی آپ کی
آپ پر ہوں رحمتیں بے انتہا
حضرت حق کی طرف سے دائمی
جسقدر دنیا ہیں ریت اور سانس
اور بھی ہے جس قدر روئیدگی
اور تمہاری آل پر اصحاب پر
تابقائے عمر دار اخروی

معجزات

اگر نظر صحیح سے کام لیا جاوے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا شمار نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ بزرگوں نے تحریر فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات بے حد ہیں۔ لیکن سمجھنا ہر ایک کا کام نہیں ہے۔ اسلیے اس سے قطع نظر کر کے ان ہی خوارق پر اکتفا کیا جاوے جو نظر ظاہر و عامی میں بھی خارق ہیں۔ وہ بھی دس ہزار سے کم نہیں۔ جس کا قرآن مجید سے پتہ چلتا ہے۔ (ا) اور محدثین و اہل سیر نے جو معجزات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق اپنے علم کے لکھے ہیں۔ وہ بقول محدثین تین ہزار ہیں۔ جن میں ایک ہزار معجزے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب خصائص کبریٰ میں نقل کیے ہیں۔ اور تین سو سے زائد الکلام المبین میں مذکور ہیں۔ تو اس حساب سے دس ہزار سے زائد ہوتے ہیں۔۔ اگر خصائص کبریٰ دستیاب نہ ہو۔ یا عربی نہ جاننے والوں کی سمجھ میں نہ آوے تو کتاب الکلام المبین کا ہی دیکھنا کافی و موجب تقویت ایمان ہے۔

چند معجزات:

۱۔ قرآن مجید باعتبار اپنی بلاغت کے۔

۲۔ وہ خبریں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل وقوع بیان فرمائیں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک وعظ میں جتنے امور قیام قیامت تک ہونے والے تھے بیان فرمائے جس نے یاد رکھا یاد رہے اور بھول گئے جو بھول گئے۔

۳۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ موتہ کے قصہ میں خبر شہادت زید رضی اللہ عنہ اور جعفر رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمٰن بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی لوگوں کو سنا دی قبل اس کے کہ خبر آوے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نشان (ا) لیا زید رضی اللہ عنہ نے پس شہید ہوئے پھر نشان لیا جعفر رضی اللہ عنہ نے پس شہید ہوئے پھر نشان لیا ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے پس شہید ہوئے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آخر کو ایک خدا کی تلوار یعنی حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے نشان لیا اور فتح حاصل ہوئی پھر اسی کے مطابق خبر آئی

۴۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ روز بدر ایک شخص مسلمانوں میں سے پیچھے ایک شخص کے مشرکوں میں سے دوڑتا تھا۔ کہ ناگاہ اس نے ایک کوڑے مارنے کی آواز سنی اور ایک سوار کی کہ اس نے کہا بڑھ اے حیزوم! سو کیا دیکھتا ہے کہ وہ مشرک آگے اس کے چت پڑا ہے اور ناک اس کی ٹوٹ گئی ہے اور ہونٹ پھٹ گیا ہے کوڑے کی مار سے۔ یہ سب

جگہ سبز ہوگئی ہے وہ شخص مسلمان انصاری تھا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں انہوں نے اس واقعہ کو بیان کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سچ کہتے ہو یہ آسمان سوم کی مدد میں کا فرشتہ تھا حیزوم فرشتہ کے گھوڑے کا نام ہے اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کے لیے اکثر غزوات میں فرشتوں کو بھیجا۔ چنانچہ بدر میں احد میں حنین میں فرشتوں نے مدد کی۔

۵۔ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے جبرائیل کو ان کی اصلی صورت میں دکھا دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دیکھ نہ سکو گے۔ انہوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دکھا دیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گئے۔ حضرت جبرائیل کعبہ پر اترے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے کہا نظر اٹھاؤ انہوں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا حضرت جبرائیلؑ کا جسم مانند زبرجد اخضر یعنی زمرد سبز چمکتے ہوئے کے تھا۔ سو غش کھا کر گر گئے۔

۶۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اپنی ماں کو اسلام لانے کو کہتا تھا وہ اسلام نہیں لاتی تھیں۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ میری ماں کو ہدایت کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا اللہ ہدایت کر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ماں کو۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سن کر خوش ہوتا ہوا گھر آیا دیکھا دروازہ بند ہے۔ اور میری ماں نے میرے پاؤں کی آواز سن کر کہا کہ وہیں ٹھہرو میری ماں نے نہا کر اور کپڑے پہن کر دروازہ کھولا اور کہا اے ابو ہریرہ!

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

میں شدت خوشی سے روتا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اپنی ماں کے مسلمان ہونے کی خبر دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حمد الٰہی بجالائے۔

۷۔ روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنظلہ رضی اللہ عنہ کے سر پر ہاتھ رکھا اور ان کے حق میں دعائے برکت کی۔ سو یہ حال ہو گیا کہ کسی آدمی کے منہ میں ورم ہوتا کسی بکری کے تھن میں ورم ہوتا وہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے سر سے چھوتا تو صحت ہو جاتی۔

۸۔ روایت ہے کہ حبیب رضی اللہ عنہ کے باپ کی آنکھوں میں پھلی پڑ گئی تھی اور بالکل اندھے ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھ پر دم کیا اسی وقت ان کی آنکھیں اچھی ہو گئیں راوی کہتا ہے کہ انہیں اسی برس کی عمر میں سوئی میں ڈورا ڈالتے دیکھا۔

۹۔ روایت ہے کہ ایک شخص الٹے ہاتھ سے کھانا کھاتا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ داہنے ہاتھ سے کھانا کھا اس نے بیبا کی سے انکار کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا اب تو داہنے ہاتھ سے کھانا نہ کھا سکے گا۔ اس کا ایسا ہی حال ہو گیا کہ داہنا ہاتھ اس کا کام سے جاتا رہا منہ تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔

۱۰۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ سفر میں تھے ایک گاؤں میں پہنچے وہاں کے لوگوں نے عرض کیا کہ ایک عورت پر جن عاشق ہو گیا ہے قریب ہے کہ عورت ہلاک ہو جائے۔ نہ کھاتی ہے نہ پیتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلا کر فرمایا کہ اے جن تو جانتا ہے کہ میں کون ہوں؟ محمد رسول خدا ہوں اس عورت کو چھوڑ دے اور چلا جا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرماتے ہی وہ عورت ہوشیار ہو گئی اور پردہ کر لیا اور مردوں سے شرمانے لگی اور بالکل تندرست ہو گئی۔

۱۱۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی ایک بخاری میں چھوارے بھرے ہوئے تھے سو ایک جنیہ آ کر اس میں سے نکال کر لے جاتی انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اس کی شکایت کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ اب اس کو دیکھو تو یوں کہنا کہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر چل سو انہوں نے جا کر اس کو پکڑ لیا۔ پھر اس کے قسم کھانے پر کہ اب نہ آؤں گی چھوڑ دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف معجزہ ہے وہ مسلمان نہ تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نام کی برکت سے گرفتار ہو گئی۔

۱۲، ۱۳۔ چاند کے دو ٹکڑے ہونا اور معراج میں آسمانوں کو طے کرنا بہت بڑے معجزے ہیں۔

۱۴۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سفر ہجرت میں سراقہ نے ہمارا پیچھا کیا اس کو دیکھ کر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں ایک شخص نے آ گھیرا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غم مت کرو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سراقہ کے لیے بددعا کی سو اس کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا۔ اس نے کہا مجھے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے بددعا کی ہے۔ اب دعا کرو کہ میں نجات پاؤں اور میں قسم کھاتا ہوں کہ تمہارے ڈھونڈنے والوں کو پھیر دوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے نجات کی دعا کی سو اس نے نجات پائی اور وہ واپس ہوا اور کوئی اسے ملتا تو اسے کہتا کہ ادھر کوئی نہیں ہے اور واپس کر دیتا۔

۱۵۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حدیبیہ میں لوگ پیاسے ہوئے سب لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہمارے لشکر میں نہ پینے کو پانی ہے نہ وضو کے لیے پانی ہے (کیونکہ حدیبیہ کے کنویں میں بوجہ قلت پانی کے ایک قطرہ نہ رہا تھا، لشکر والوں نے سب کھینچ لیا تھا)

پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لوٹے میں جس میں تھوڑا پانی وضو کا بچا ہوا تھا ہاتھ مبارک ڈالا۔ پانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے جوش مارنے لگا۔ سو ہم آدمیوں نے پانی پیا اور وضو کیا حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا تم سب کتنے آدمی تھے انہوں نے کہا کہ اگر ایک لاکھ آدمی ہوتے تو کفایت کر جاتا (یعنی بہت تھا) مگر ہم پندرہ سو آدمی تھے

۱۶۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے لیے ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور تین سیر سے زائد کا کچھ آٹا تیار کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چپکے سے اطلاع کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مع چند آدمیوں کے تشریف لے چلیے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام آدمیوں کو جو ایک ہزار تھے پکار کر جمع کر لیا اور ساتھ لے چلے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہانڈی مت اتاریو۔ اور آٹا بھی مت پکائیو جب تک میں نہ آؤں بعد اس کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آب دہن مبارک گوندھے ہوئے آٹے میں اور ہانڈی میں ڈالا اور دعائے برکت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک پکانے والی اور بلا لو اور شوربہ نکال نکال کر ہانڈی میں سے دوا سے چولھے پر سے اتارو نہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہزار آدمی تھے قسم ہے خدا کی کہ سبھوں نے کھایا۔ اور ہماری ہانڈی ویسے ہی جوش میں رہی۔ اور آٹا اتنا ہی رہا جتنا پہلے تھا یہ معجزہ غزوہ خندق میں ہوا۔

۱۷۔ اسی غزوہ خندق میں اللہ تعالیٰ نے کفار پر پروائی ہوا ٹھنڈی بھیجی۔ کہ خوب کڑا کے کا جاڑا پڑا۔ اور ہوا نے ان کو نہایت عاجز و تنگ کیا۔ غبار بے شمار ان کے مونہوں پر ڈالا۔ اور آگ ان کی بجھا دی اور ہانڈیاں ان کی الٹ دیں اور میخیں ان کی اکھاڑ دیں۔ کہ خیمے ان کے گر پڑے اور گھوڑے ان کے آپس میں لڑنے لگے۔ لشکر میں دندنہ مچا دیا۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو کفار کی خبر لانے کے لیے بھیجا اور شدت سردی کی حفاظت کے لیے دعا فرمائی۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ برکت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے مجھے جانے میں مطلق سردی معلوم نہیں ہوئی۔ بلکہ ایسا حال تھا کہ گویا میں حمام میں چلا جاتا ہوں۔

۱۸۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک بار قحط ہوا۔ سو ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ جمعہ فرما رہے تھے ایک اعرابی نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مال ہلاک ہو گیا اور عیال بھوکے مرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بارش کے واسطے دعا کیجیے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ اٹھائے آسمان پر کوئی ٹکڑا بھی ابر کا نہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ رکھنے بھی نہ پائے۔ کہ ابر مانند پہاڑوں کے ہر طرف سے گھر آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر سے اترنے نہیں پائے کہ ریش مبارک پر سے قطرات بارش گرنے لگے۔ سو اس دن سے دوسرے جمعہ تک پانی برسا پھر جمعہ کے دن اسی شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ مکانات گر پڑے مال ڈوب گیا آپ دعا فرمائیے! کہ بارش تھم جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور جدھر ابر کی طرف اشارہ کیا وہیں کھل گیا۔

۱۹۔ روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے پاس اسلام لانے کے لیے کسی کو بھیجا اس شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور حق تعالیٰ کی شان میں گستاخانہ کلمے کہے اس پر فوراً بجلی گری اور اس کی کھوپڑی اڑا دی

۲۰۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعض اطراف مکہ کی طرف نکلے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلا۔ سو جو پہاڑ یا درخت سامنے آتا وہ یوں کہتا السلام علیک یا رسول اللہ۔

۲۱۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے وقت ایک ستون مسجد پر کہ چھوارے کے درخت کا تھا تکیہ لگا لیتے تھے جب منبر بن گیا تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر خطبہ پڑھنا شروع کیا۔ یکبارگی وہ ستون چھوہارے کا چلا کے اس زور سے رونے لگا کہ قریب تھا کہ پھٹ جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے اور ستون کو اپنے بدن مبارک سے چمٹا لیا سو وہ ستون ہچکیاں لینے لگا جس طرح وہ لڑکا جو رونے سے چپ کرایا جاتا ہے ہچکیاں لیتا ہے یہاں تک کہ تھم گیا۔

۲۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھوڑے چھوہارے لایا اور عرض کیا کہ ان چھوہاروں کے لیے دعائے برکت کر دیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چھوہاروں کو اکھٹا کر کے ان میں دعائے برکت کی اور مجھے فرمایا کہ انہیں لے کر اپنے توشہ دان میں ڈال رکھو جب تمہارا جی چاہے ان میں ہاتھ ڈال کر نکال لیا کرو مگر اسے جھاڑنا مت۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ان چھوہاروں میں ایسی برکت ہوئی کہ میں نے اس میں سے بہت بہت خیرات کئے اور ہمیشہ اس میں سے ہم کھاتے کھلاتے رہے۔ وہ توشہ دان میری کمر میں رہتا تھا۔ بروز شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے (قریب تیس برس زمانہ ہوتا ہے) میری کمر میں سے کٹ کر کہیں گر پڑا۔ اور جاتا رہا۔

۲۳۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں تشریف لے گئے وہاں ایک اونٹ تھا بڑا شریر جو کوئی باغ میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچا اگرچہ کھجور کے ٹکڑے کے صدقہ سے (الحکم)

جاتا اس پر دوڑتا اور کاٹنے کے لیے جھپٹتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلایا اور وہ آیا اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سجدہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مہار ناک میں ڈال دی اور فرمایا جتنی چیزیں آسمان وزمین میں ہیں سب جانتی ہیں کہ میں رسول خدا ہوں سوانا فرمان جن وانس کے۔

۲۴۔ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں دریائے شور میں تھا جہاز ٹوٹ گیا میں ایک تختہ پر بیٹھ گیا بہتے بہتے ایک جنگل میں پہنچ گیا وہاں مجھے ایک شیر ملا اور میری طرف آیا۔ میں نے کہا کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آزاد کردہ غلام ہوں وہ شیر میری طرف بڑھ آیا اور اپنا کندھا میرے بدن میں مارا پھر میرے ساتھ چلا یہاں تک کہ مجھے راستہ پر کھڑا کر دیا۔

۲۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دودھ کا برتن گھر میں پایا۔ حکم دیا اصحاب صفہ کو بلا لو یہ بھوکے تھے میں نے اپنے دل میں کہا کہ مجھ ہی کو دے دیتے تو میں خوب سیر ہو کر پیتا بعد اس کے میں نے سب کو بلا لیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انہیں سب کو دودھ پلاؤ میں نے پلانا شروع کیا۔ یہاں تک کہ سب نے خوب پیٹ بھر کر پیا۔ پھر مجھ سے کہا تم پیو۔ میں نے پیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور پیو اور پیو میں پیتا جاتا تھا یہاں تک کہ میں نے قسم کھا کر کہا کہ اب پیٹ میں جگہ نہیں۔ پھر باقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا

زمین سے آسمان تک آپ کی معجز نمائی تھی
کیا شق القمر جس دم یہ شانِ انبیائی تھی

یارب صل وسلم دائما ابداً
علی حبیبک من زانت به العصر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اسمائے شریفہ

محمد: یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم یعنی خاص نام ہے۔

احمد: عیسیٰ علیہ السلام نے اس نام سے بشارت دی۔

متوکل: معنی ظاہر ہیں

ماحی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے کفر کو مٹایا۔

حاشر: قیامت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے محشور ہونگے

عاقب: یعنی سب انبیاء علیہم السلام کے عقب میں اور آخیر میں تشریف لائے

مقفی: اس کے بھی یہی معنی ہیں:

نبی التوبہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں بخشش گناہوں کے لئے توبہ اپنی شرائط سے کافی ہے۔

نبی الملحمہ: قتال کے نبی کیونکہ آپ کی شریعت میں جہاد مشروع ہوا۔

نبی الرحمۃ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رحمۃ للعالمین ہونا ظاہر ہے۔

فاتح: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت ہدایت ہوئی کفار پر فتح ہوئی جنت کے دروازے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے کشادہ ہوں گے۔

امین: معنی ظاہر ہیں۔

شاہد: قیامت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے شاہد ہوں گے

مبشر و بشیر: مسلمانوں کو خوش خبری دینے والے۔

نذیر: کفار کو عذاب سے ڈرانے والے۔

قاسم: فیوض اور اموال کے تقسیم کرنے والے۔

ضحوک وقتال: اہل ایمان سے ہنسنے بولنے والے کفار سے قتال کرنے والے۔

عبداللہ: معنی ظاہر ہیں۔

سراج منیر: ہدایت کے چراغ روشن۔

سید ولد آدم: سب بنی آدم کے سردار۔

صاحب لواء الحمد: قیامت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں نشان ہوگا اور سب اس کے تلے ہوں گے۔

صاحب مقام: مقام شفاعت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے کئے جاویں گے۔

صادق: سچی خبر دینے والے۔

مصدوق: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب خبریں وحی سے سچی ملتی ہیں۔

رؤف رحیم: دونوں کے معنی مہربان اور بہت مہربان ہیں۔ بعض علماء نے دوسو سے زائد اور بعض نے ایک ہزار تک لکھے ہیں۔

یا رب صل وسلم دائماً ابداً
علیٰ حبیبک من زانت به العصر

فصل (۲۴)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض خصائص

(۱) سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کا پیدا ہونا۔

(۲) سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطاء ہونا۔

(۳) یوم میثاق میں سب سے اول الست بربکم کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بلیٰ فرمانا۔ (۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک

عرش پر لکھا جانا۔ (۵) خلق عالم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود ہونا۔

(۶) پہلی سب کتابوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت وفضیلت ہونا۔

(۷) حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے برکات حاصل ہونا (۸) مہر نبوت کا درمیان شانوں کے ہونا۔ (۹) معراج اور اس میں عجائب ملکوت وجنت و نار پر مطلع ہونا۔ (۱۰) حق تعالیٰ کو دیکھنا۔ (۱۱) کہانت کا منقطع ہونا۔

(۱۲) اذان و اقامت میں نام مبارک ہونا۔ (۱۳) ایسی کتاب قرآن مجید عطا ہونا جو ہر طرح سے معجزہ ہے۔ لفظاً بھی معنی بھی تغیر سے محفوظ رہنے میں بھی یاد ہونے میں بھی۔ (۱۴) صدقہ کا حرام ہونا۔

(۱۵) نیند سے وضو کا واجب نہ ہونا۔ (۱۶) ازواج مطہرات کا امت پر ہمیشہ کے لئے حرام ہونا (۱۷) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی سے بھی نسب اولاد کا ثابت ہونا۔ (۱۸) آگے پیچھے سے برابر ہونا۔

(۱۹) دور دور تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رعب پہنچنا۔ (۲۰) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جوامع الکلم عطاء ہونا (۲۱) تمام خلائق کا نبی ہونا۔

(۲۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کا ختم ہونا

(۲۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا سب سے زیادہ ہونا۔

(۲۴) سب مخلوق سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا افضل ہونا۔

(۲۵) غنائم کا حلال ہونا (۲۶) تمام زمین پر نماز کا جائز ہونا۔

(۲۷) تیمم کا حکم (۲۸) اذان واقامت کا مقرر ہونا۔

(۲۹) نماز میں صفیں جیسے فرشتوں کی صفیں ہوتی ہیں ہونا۔

(۳۰) جمعہ کا ہونا اور اس میں خاص عبادت وساعت اجابت کے لئے مقرر ہونا۔ (۳۱) روزہ کے لئے سحری کی اجازت۔

(۳۲) رمضان میں شب قدر۔ (۳۳) ایک نیکی کا ادنیٰ درجہ دس حصہ او رزیادہ بھی ثواب ملنا۔ (۳۴) وسوسہ وخطاونسیان کا گناہ نہ ہونا۔

(۳۵) مشکل حکم کا موقوف ہو جانا۔ (۳۶) تصویر اور نشہ کی چیزوں کا ناجائز ہونا۔ (۳۷) اجماع امت کا حجت ہونا اس میں گمراہی کا احتمال نہ ہونا۔

(۳۸) اختلاف فرعی کا رحمت ہونا۔ (۳۹) پہلی امتوں کی طرح عذاب نہ آنا۔

(۴۰) طاعون کا شہادت ہونا (۴۱) علماء سے وہ کام دین کا لیا جانا جو انبیاء علیہم السلام کیا کرتے تھے (۴۲) قریب قیامت تک اہل حق کا رہنا۔

یا رب صل وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماکولات ومشروبات ومرکوبات وغیرہ

اثمد: یعنی سرمہ سیاہ اصفہانی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم سرمہ کو استعمال میں رکھو وہ نگاہ کو تیز کرتا ہے اور بال جماتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف تھی کہ دونوں آنکھوں میں تین تین سلائی او رکبھی داہنی میں تین اور بائیں میں دو لگانے کی تھی۔

ترنج: ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مسلمان قرآن مجید پڑھتا ہے اس کی مثال ترنج کی سی ہے کہ مزہ بھی پاکیزہ اور خوشبو بھی پاکیزہ۔

تربوز: کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خرما تازہ کے ساتھ کھا رہے تھے اور فرماتے تھے کہ اس کی گرمی اس کی سردی کی دافع اور مصلح ہے۔

خرماء سبز: ارشاد فرمایا کہ خرماء سبز خرماء خشک سے کھایا کرو۔

خرما نیم پختہ: بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا ہے۔

پیاز: بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھائی ہے اور فرمایا ہے کہ جو کوئی پیاز لہسن کھاوے تو اس کو پکا کر بدبو دور کردے خام پیاز کھانے والے کو مسجد میں آنے سے منع فرمایا ہے۔

خرما خشک: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعریف فرمائی ہے کہ جو صبح کو سات تمر کھائے اس روز اس کو جادو اور کوئی ضرر اثر نہ کرے اور فرمایا جس گھر میں تمر یعنی چھوارے نہیں اس کے رہنے والے بھوکے ہیں۔ اور بکثرت کھاتے تھے مسکہ سے بھی روٹی سے بھی تنہا بھی۔

برف: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے اللہ مجھ کو میرے گناہوں سے دھوڈال پانی اور برف اور اولے سے اس سے برف کی تعریف نکلتی ہے۔

لہسن: اس کا بیان پیاز کے ساتھ گزر چکا۔

ثرید: یعنی گوشت کے شوربے میں روٹی ٹوٹی ہوئی دوسرے کھانوں پر اس کی فضیلت فرمائی ہے۔

پنیر: سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاقو منگوایا اور بسم اللہ پڑھ کر اس کا ٹکڑا کاٹا۔

مہندی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی پھنسی نکلتی یا کانٹا لگ جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر مہندی رکھ دیتے۔

کلونجی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کلونجی کا استعمال کیا کرو کہ اس میں سوائے موت کے سب بیماریوں سے شفاء ہے۔

رائی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو چیزوں میں کس قدر شفاء ہے رائی میں اور ایلوہ میں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ دے اور گن مت ورنہ اللہ بھی تجھ کو گن گن کر دے گا۔ (النسائی)

میتھی: کے متعلق فرمایا کہ اس سے شفاء حاصل کرو۔

روٹی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شوربے میں توڑی ہوئی بہت پسند تھی۔

سرکہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش بھی فرمایا اور تعریف بھی کی کہ خوب سالن ہے۔

تیل: سر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے تیل لگاتے تھے اور فرمایا کہ روغن زیتون کھاؤ بھی اور لگاؤ بھی۔

ذریرہ: ایک قسم کا مرکب عطر ہے۔ حج وداع میں احرام باندھنے کے وقت اور احرام کھولنے کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاتھ سے لگایا۔

خرما پختہ: عبداللہ بن جعفر لکھتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ککڑی خرما پختہ تازہ کے ساتھ کھاتے دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے پہلے خرما تر سے روزہ افطار فرماتے اگر خرما تر نہ ہوتو خرما خشک سے اگر یہ بھی نہ ہوا تو پانی سے۔

خوشبودار پھول: ارشاد فرمایا کہ جس کے سامنے پھول پیش کیا جائے اس کو رد نہ کرے اور اسی کے حکم میں ہر خوشبو ہے۔

زیتون: کا بیان پہلے ہو چکا ہے۔

سونٹھ: بادشاہ روم نے خدمت مبارک میں ایک گھڑا بھرا ہوا بھیجا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک ٹکڑا سب کو کھانے کو دیا۔

سنا: مشہور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابیہ کو سنا کا مسہل لینے کو فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی چیز موت سے شفاء دینے والی ہوتی تو وہ سنا ہوتی۔

سنوت: اس کے معنی میں اختلاف ہے بعض اطباء نے ایک خاص تفسیر کو ترجیح دی ہے یعنی شہد جو گھی کے برتن میں رکھا گیا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سنا اور سنوت کو برتا کرو کہ ان دونوں میں سوائے موت کے تمام بیماریوں سے شفاء ہے۔ بعض اطباء نے وجہ ترجیح یہ دی ہے کہ شہد اور گھی سے سنا کی اصلاح اور اسہال کی اعانت ہوتی ہے۔

سیب وبہی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دل کو تقویت دیتا ہے۔ اور طبیعت کو خوش کر دیتا ہے۔ اور سینہ کے کرب کو دور کر دیتا ہے۔ گھی کی بھی تمنا فرمائی ہے۔

مچھلی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عنبر ماہی کا گوشت صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس سے لے کر کھایا ہے۔

چقندر: حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہ وہ نقاہت میں تھے جو اور چقندر سے مرکب کھانے کو موافق مزاج فرمایا۔

جو: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ گھر والوں کو بخار میں آش جو بنوا کر پلاتے تھے۔ اور فرمایا کہ بیمار کے دل کو قوت دیتا ہے اور کرب کو دور کرتا ہے۔

بھنا ہوا گوشت: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھایا ہے۔

چربی: ایک یہودی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی اور جو کی روٹی اور چربی پیش کی۔

ایلوہ: کا بیان پہلے آ چکا ہے۔

خوشبو: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو دنیا کی چیزوں میں سے منکوحہ بیبیاں اور خوشبو پسند ہیں۔

شہد: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ہر مہینہ تین دن صبح کے وقت چاٹ لیا کرے اس کو کوئی بڑی بلا نہ پہنچے گی۔

عجوہ: مدینہ منورہ کی کھجوروں میں سے ایک خاص قسم ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عجوہ جنت سے ہے اور وہ زہر سے شفاء ہے۔

عود ہندی: اس کی دو قسمیں ہیں ایک قسط کہلاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دوا کی چیزوں میں سے سب سے بہتر پچھنے لگوانا اور قسط بحری ہے اور ارشاد فرمایا کہ اس عود ہندی کو کام میں لایا کرو۔ اس میں سات شفائیں ہیں۔ اور دوسری قسم خوشبو میں برتی جاتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سلگا کر خوشبو لیتے تھے۔

ککڑی: کو تازہ خرما کے ساتھ کھایا کرتے تھے۔

کماۃ: اور اس کو سانپ کی چھتری کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ یہ مشابہ من کے ہے جو بنی اسرائیل پر نازل ہوا تھا اسکا عرق آنکھ کے لئے شفاء ہے۔ پیلو کا پھل ایک بار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنگل میں اس کو چن رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سیاہ لو وہ عمدہ ہوتا ہے۔

لحم: یعنی گوشت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل دنیا واہل جنت کی سب غذاؤں کا سردار گوشت ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دست کا گوشت بہت پسند فرماتے۔ پشت کا گوشت بھی اچھا ہونا فرمایا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خرگوش کا گوشت بھی قبول فرمایا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھلایا ہوا گوشت بھی اور مرغ کا گوشت بھی اور سرخاب کا گوشت بھی کھایا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہمراہی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹڈی بھی کھائی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گورخر کا گوشت کھانے کی اجازت فرمائی ہے۔

دودھ: کی تعریف فرمائی ہے کہ سوائے دودھ کے اور کوئی چیز ایسی معلوم نہیں ہوتی کہ جو کھانے اور پینے دونوں سے کافی ہو جائے۔ اور خود بھی نوش فرمایا ہے اور پانی منگا کر کلی کی ہے۔

پانی: بعض خاص پانیوں کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فضیلت فرمائی ہے چنانچہ سیحان وجیحان ونیل وفرات کو جنت کی نہروں سے فرمایا اور زمزم

کی نسبت ارشاد فرمایا کہ زمزم جس نیت سے پیا جاوے اسی کے لئے ہے۔
مشک: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب خوشبوؤں میں پاکیزہ خوشبو مشک کی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام سے پہلے اور بعد استعمال میں بھی فرمایا ہے۔
نمک: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری نانخورش میں سردار نمک ہے
چونا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بال صاف کرنے کے لئے لگاتے تو اس کا استعمال فرماتے تو اول پوشیدہ بدن کو لگاتے۔ (یعنی کبھی اس سے بھی دور کردیے ہوں گے)۔
بیر: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام زمین پر اترے تو سب سے اول بیر کھایا تھا۔
ورس: یعنی ایک خاص قسم کی زرد گھاس جس سے کپڑے وغیرہ رنگے جاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذات الجنب میں ورس اور روغن زیتون کی تعریف فرمائی۔
کدو: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا برتن میں سے تلاش کر کے کھانا آیا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ جب ہنڈیا پکاؤ تو اس میں کدو زیادہ ڈالا کرو کہ وہ قلب حزیں کو قوت دیتا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیئت کھانا کھانے کے وقت دو تھیں ایک اکڑو دوسرے دوزانو کہ بائیں قدم کا تلوا داہنے قدم کی پشت سے لگا ہوتا تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین انگلیوں سے کھاتے اور فارغ ہونے کے بعد میں ان کو چاٹ لیتے۔ پانی میٹھا اور ٹھنڈا پیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بیر سقیاء سے شیریں پانی لایا جاتا تھا۔ اور پانی تین سانس میں پیتے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پانی پینے کے لئے ایک پیالہ لکڑی کا اور ایک پیالہ کانچ کا تھا۔
ملبوسات: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس چادر اور لنگی اور کرتا اور عمامہ ہوتا تھا۔ اور سفید کپڑے بہت پسند فرماتے مخطط چادر کو بھی پسند رکھتے۔ اور عمامہ کے نیچے ٹوپی بھی پہنتے اور کبھی صرف ٹوپی اور صرف عمامہ پر اکتفاء فرماتے۔ اور شملہ کبھی ہوتا اور کبھی نہ ہوتا۔ اور قباء بھی پہنا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر کا طول چھ ہاتھ، عرض تین ہاتھ ایک بالشت اور تہبند کا طول چار ہاتھ اور عرض دو ہاتھ ایک بالشت آیا ہے۔ اور چادر بوٹا دار اور سادہ دونوں طرح کی پہنی ہے۔ اور سیاہ کپڑا بھی پہنا ہے۔ اور شاہ روم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک پوستین جس میں ریشم کی سنجاف لگی ہوئی تھی بھیجا تھا۔ وہ پہنا ہے اور پائجامہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خریدا ہے اور بعض روایات میں پہننا بھی آیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو چادریں سبز اور ایک کھیس سیاہ اور ایک کھیس سرخ دھاری کا اور ایک کھیس لمبے بالوں کا یعنی کمبل تھا۔ اور کرتہ سوت کا تھا۔ جس کے دامن اور آستین دراز نہ تھیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتان اور صوف بھی پہنا ہے مگر زیادہ استعمال سوتی کپڑے کا فرماتے تھے۔ اور قیمتی کپڑا بھی استعمال فرمایا ہے۔ اور تکیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چمڑے کا تھا۔ جس کے اندر پوست خرما بھرا تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بستر پر سوتے کبھی چمڑے پر کبھی چٹائی پر کبھی زمین پر کبھی سیاہ کمبل پر ایک بستر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چمڑے کا تھا۔ جس کے اندر خرما بھرا تھا۔ اور اوڑھنا بھی اوڑھتے تھے۔ اور نعلین اور خفین بھی پہنتے تھے۔
مرکوبات: سات گھوڑے تھے۔ پانچ خچر تھے تین دراز گوش تھے اور دو تین سانڈنیاں تھیں۔ اور پینتالیس اونٹنیاں دودھ کی تھیں اور سو بکریاں تھیں اس سے زائد نہ ہونے دیتے۔

یا رب صل و سلم دائما ابداً
علی حبیبک من زانت به العصر

اہل وعیال وحشم وخدم

ازواج مطہرات:

سب سے اول حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پچیس سال اور ان کی چالیس سال کی تھی۔ اور سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے کہ وہ ماریہ قبطیہ کے بطن سے تھے۔ باقی تمام اولاد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان ہی سے تھی۔ اور ہجرت سے تین سال قبل ان کی وفات ہوگئی پھر ان کی وفات کے تھوڑے دنوں بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا پھر تھوڑی ہی مدت بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی اور ہجرت کے پہلے سال میں جبکہ ان کی عمر نو سال کی تھی۔ رخصت ہو کر آئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب بیبیوں میں کنواری صرف ایک یہی تھیں۔ پھر حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ پھر زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا وہ دو مہینہ بعد وفات کر گئیں پھر ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور ان کی وفات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام بیبیوں کے بعد ہوئی۔ پھر حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن تھیں اور بعد وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے سب بیبیوں میں سب سے پہلے ان کی وفات ہوئی۔ پھر حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا۔ پھر حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا۔ پھر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا پھر حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے

عمرۃ القضاء کے زمانہ میں نکاح ہوا۔ یہ گیارہ ہیں جن میں سے دو سامنے وفات پا گئیں۔ اور نو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت زندہ تھیں۔

کنیزیں جو ہمبستری کے لئے تھیں:

حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا۔ حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا۔ حضرت جمیلہ رضی اللہ عنہا ایک اور جو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ہبہ کر دی تھیں۔

اولاد:

اول صاحبزادہ قاسم رضی اللہ عنہ بچپن میں انتقال کر گئے۔ پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا و ام کلثوم رضی اللہ عنہا و حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔ پھر عبداللہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ طیب و طاہر ان ہی کے لقب ہیں ان کا بھی بچپن میں انتقال ہو گیا۔ یہ سب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہیں۔ پھر سنہ ۸ ہجری میں حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے اور شیر خوارگی میں انتقال کر گئے صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت زندہ تھیں چھ ماہ بعد وفات کر گئیں۔

اعمام:

یعنی چچاؤں میں سے حضرت حمزہ، حضرت عباس، ابو طالب، ابولہب، زبیر، عبدالکعبہ، حارث، مقوم، ضرار، قثم، مغیرہ، عیداق، پس یہ بارہ ہوئے۔ اسلام صرف دو لائے حضرت حمزہؓ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

عمات:

میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اسلام لائی۔ عاتکہ اروی ان کے اسلام میں اختلاف ہے برہ، امیمہ، ام حکیم۔

موالی:

یعنی غلام و کنیز حضرت زید بن حارثہ، اسلم، ابورافع، ثوبان، ابو کبشہ، سلیم، شقران، رباح، یسار، مدعم، کرکرہ، انجشہ سفینہ، انیسہ، افلح، عبیدہ، طہمان، کیسان، ذکوان، مہران، مروان، حنین، سندر، فضالہ، مابور، واقد، ابو واقد، قام، ابوعسیب، ابومویہبہ یہ سب غلاموں کے نام ہیں۔

سلمٰی، ام رافع، میمونہ، خضیرہ، رضوی، ریشحہ، ام ضمیر، میمونہ بنت ابی عسیب، ماریہ، ریحانہ۔

خدام:

یعنی گھر کے یا خاص خاص کام کرنے والے حضرت انس رضی اللہ عنہ اکثر کام ان کے متعلق تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نعل و مسواک کی خدمت ان کے سپرد تھی۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سفر میں خچر کے ساتھ رہتے۔ اسلع رضی اللہ عنہ بن شریک یہ ناقہ کے ساتھ رہتے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ موذن۔ آمد و خرچ ان کی تحویل میں ہوتا۔ سعد حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، ایمن بن عبید رضی اللہ عنہ، ان کے متعلق وضو او استنجے کی خدمت سپرد تھی۔ اور ان کی والدہ ام ایمن۔ معیقیب رضی اللہ عنہ ان کے پاس انگشتری رہتی۔

مؤذنین:

کل چار تھے۔ دو مدینے میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اور ایک قباء میں حضرت سعد القرظ رضی اللہ عنہ ایک مکہ میں حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ۔

حارسین:

یعنی جو پہرہ چوکی دیتے تھے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ یوم بدر میں اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ یوم احد میں۔ اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ یوم خندق میں۔ اور عباد بن بشیر رضی اللہ عنہ نے بھی بعض اوقات یہ کام کیا ہے۔ مگر جب آیت وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ نازل ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہرہ موقوف کر دیا۔

کاتبین:

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منشی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ، حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ، حضرت حنظلہ بن ربیع رضی اللہ عنہ، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، یہ اکثر اس کام کو کرتے تھے۔

ضارب اعناق:

یعنی جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشی میں واجب قتل مجرموں کی گردنیں مارتے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت ضحاک بن سفیان۔

شعراء و خطباء:

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ یہ سب شاعر تھے اور تقریر کرنے والے حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ تھے۔

فصلی علیه الله مادام شارق
من المشرق یشرق ثم فی الغرب یغرب

وفات شریف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپکی اُمت پر نعمت ورحمت الٰہیہ کے تمام وکامل ہونے کا بیان

پہلی روایت: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سورۃ اِذَا جَاءَ نَصرُ اللّٰہِ نازل ہوئی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیلؑ سے فرمایا کہ مجھ کو میری موت کی خبر (اشارۃً) سنائی گئی ہے۔ تو حضرت جبرائیلؑ نے جواب دیا۔ وَ لَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی یعنی آخرت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دنیا سے بہتر ہے۔

دوسری روایت: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرض وفات میں منبر پر بیٹھے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو دنیا کی زیب وزینت اور اپنے پاس کی چیزوں کے درمیان میں اختیار دیا۔ اس بندے نے خدا تعالیٰ کے پاس کی چیزوں کو پسند کیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رونے لگے تو (ہم لوگوں کی سمجھ میں بعد میں آیا) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد تھے اس بندے سے جس کو اختیار دیا گیا جس کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے۔

تیسری روایت: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ ہر نبی کو بیماری میں اختیار دیا جاتا ہے کہ دنیا میں رہیں یا آخرت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض وفات میں کھانسی اٹھتی تھی۔ اور یوں فرماتے تھے ان لوگوں کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں جن پر آپ نے انعام فرمایا ہے کہ وہ نبی ہیں اور صدیق ہیں اور شہید ہیں اور صالح ہیں پس مجھ کو یقین ہوگیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا گیا ہے (جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخرت کو اختیار فرمایا)

چوتھی روایت: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صحت میں فرمایا کرتے تھے کہ جس نبی کی وفات ہوتی ہے اس کا مقام جنت میں رہنے کو دکھلا کر اس کو اختیار دے دیا جاتا ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بیماری کی شدت ہوئی تو اوپر نگاہ اٹھا کر فرماتے تھے۔ ''اللھم الرفیق الاعلی'' اے اللہ عالم بالا کے رفیقوں کو اختیار کرتا ہوں۔

پانچویں روایت: حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ سے مرسلاً نقل ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو دو اختیار دیئے گئے ایک یہ کہ دنیا میں اتنا رہوں کہ اپنی امت کے فتوحات کو دیکھوں اور دوسرے یہ کہ آخرت کے چلنے میں جلدی کروں میں نے جلدی کو اختیار کیا۔

چھٹی روایت: ایک بڑی حدیث میں ہے کہ حضرت ملک الموت نے عرض کیا کہ حق تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں تو روح قبض کروں اور اگر فرمائیں تو چھوڑ دوں۔ مجھ کو حکم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اطاعت کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیلؑ کی طرف دیکھا۔ جبرائیلؑ نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لقاء کا مشتاق ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملک الموتؑ کو قبض روح کی اجازت دی۔

ساتویں روایت: ایک بڑی حدیث میں ہے کہ جب ام ایمن رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کر کے رونے لگیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کا قول مروی ہے کہ تم کیوں روتی ہو کیا تم کو معلوم نہیں کہ حق تعالیٰ کے پاس کی نعمتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہاں سے بہتر ہیں۔ پھر انہوں نے بھی تصدیق کی اور رونے کی وجہ بتلائی کہ وحی آسمان سے منقطع ہوگئی سو وہ دونوں حضرات بھی رونے لگے۔

آٹھویں روایت: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ جب اپنے بندوں میں سے کسی امت پر رحمت کرنے کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس امت کے پیغمبر کو امت سے پہلے وفات دے دیتے ہیں اور اس پیغمبر کو اس امت کے لئے بطور میر سامان اور سلف کے آگے بھیج دیتے ہیں اور جب کسی امت کی ہلاکت کا ارادہ کرتے ہیں تو پیغمبر کو زندہ رہتے ہوئے اس کو سزا دیتے ہیں اور اس کو ہلاک کر دیتے ہیں اور وہ پیغمبر دیکھ رہا ہوتا ہے۔ سو اس کے ہلاک ہونے سے اس پیغمبر کی آنکھیں ٹھنڈی کرتے ہیں۔ چونکہ ان لوگوں نے اس پیغمبر کو جھٹلایا اور نافرمانی کی تھی۔

نویں روایت: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس حدیث میں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کا ثواب بیان فرما رہے تھے جن کی اولاد بچپن میں مر جاتی ہے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ جس کا کوئی بچہ آگے نہ گیا ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی امت کے لئے میں آگے جاتا ہوں چونکہ میری وفات کے برابر ان پر کوئی مصیبت ہی نہ ہوگی۔

دسویں روایت: حدیث شریف میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس پر کوئی مصیبت پڑے وہ میری (وفات کے واقعہ) مصیبت کو یاد کر کے تسلی حاصل کرے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین صدقہ اپنی زبان کو (برے الفاظ سے) محفوظ رکھنا ہے۔ (الدیلمی)

گیارہویں روایت: قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں مقام حیرہ میں ایک رئیس کے سامنے رعایا کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھ کر آیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سجدہ کرنا تو اور زیادہ زیبا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا اگر تم میری قبر پر گزرو تو اس کو بھی سجدہ کرو گے۔ میں نے عرض کیا نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بس ایسا مت کرو

بارہویں روایت: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی وفات کے بعد یعنی میرے انتقال کے بعد اپنے اصحاب کے اختلاف کے متعلق پوچھا۔ ارشاد ہوا کہ اے محمد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میرے نزدیک ستاروں کی مانند ہیں کہ کوئی کسی سے زیادہ قوی ہوتا ہے مگر نور سب میں ہے۔ سو جو شخص ان کے اختلاف کی جس شق کو لے لے گا وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر فرشتوں کا افسوس اور رونا ثابت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخیر وقت میں حضرت جبرائیلؑ نے کہا یہ میرا آخری آنا ہے زمین پر وحی لے کر۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب روح مبارک قبض ہوئی تو ملک الموت علیہ السلام روتے ہوئے آسمان پر چڑھے اور میں نے آسمان سے آواز سنی وامحمداہ اس سے حضرت عزرائیلؑ کا رونا ثابت ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت خضرؑ کا تعزیت کے لئے اصحاب رضی اللہ عنہم کے پاس آنا اور ان کا رونا روایت کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ابتداء مرض حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر ہوا اور بعض کے نزدیک حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش کے گھر اور بعض کے نزدیک ریحانہ رضی اللہ عنہا کے گھر اور پیر کے دن ابتداء ہوئی اور بعض کے نزدیک ہفتہ کے دن اور بعض کے نزدیک بدھ کے دن اور کل مدت مرض بعض نے تیرہ دن کہے اور بعض نے چودہ دن بعض نے بارہ بعض نے دس۔ میرے نزدیک اس اختلاف میں تطبیق یہ ہے کہ مرض کی ابتداء کو بعض لوگ خفیف سمجھ کر شمار نہیں کرتے بعض لوگ شمار کرتے ہیں اب سب اقوال جمع ہو جاویں گے اور مرض درد سر سے شروع ہوا اس میں بخار بڑھ گیا۔ ابن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو درد کوکھ کا دورہ ہوتا تھا اور اس میں شدت ہوئی جب مرض میں شدت ہوئی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم فرمایا انہوں نے سترہ نمازیں پڑھائیں۔ اور درمیان میں ایک وقت نہایت تکلیف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ اور ایک روز صحابہ رضی اللہ عنہم کے رنج وغم کو سن کر باہر مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر بیٹھ کر بہت سے وصایا اور نصائح ارشاد فرمائیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریب زمانہ وفات کے ہم لوگوں کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں جمع کیا اور سفر آخرت کی خبر سنائی ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل کون دے گا۔ فرمایا میرے گھر والے۔ ہم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفن کس کپڑے میں دیں فرمایا میرے انہی کپڑوں میں اور اگر چاہو تو مصر کے سفید کپڑوں میں یا یمانی چادر جوڑے میں۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز کون پڑھے گا۔ فرمایا جب غسل وکفن سے فارغ ہو تو میرا جنازہ قبر کے قریب رکھ کر ہٹ جانا۔ اول فرشتے نماز پڑھیں گے پھر تم گروہ گروہ آتے جانا اور نماز پڑھتے جانا اول اہل بیت کے مرد پڑھیں گے پھر ان کی عورتیں پھر تم اور لوگ ہم نے عرض کیا قبر میں کون اتارے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے اہل بیت اور ان کے ساتھ فرشتے ہوں گے۔

ایک روز جب مسجد میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دولت خانہ کا پردہ اٹھایا اور صحابہ کرام کو دیکھ کر تبسم فرمایا۔ لوگ سمجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاویں گے۔ اس وقت صحابہ رضی اللہ عنہم کی بیتابی کا عجیب حال تھا۔ قریب تھا کہ نماز میں کچھ پریشان ہو جاویں۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کچھ پیچھے ہٹنا چاہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مبارک ہاتھوں سے ارشاد فرمایا کہ نماز پوری کرو۔ اور پردہ چھوڑ کر دولت خانہ میں تشریف لے گئے بس یہی آخری زیارت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تھی۔ اور وفات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شروع ربیع الاول سنہ ۱۱ ہجری بروز دوشنبہ کو قبل زوال یا بعد زوال آفتاب ہوئی اور بوجہ غلبہ حیرت و وحشت کہ بعضوں کو وفات ہی کا یقین نہ ہوا۔ بعض ہوش میں نہ رہے۔ بعض احکام متعلق خاص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل وکفن ونماز ودفن کے مخفی رہے۔ چونکہ اور اموات پر تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیاس اس لئے نہیں کیا کہ احتمال غالب خصوصیت کا تھا۔ چنانچہ کچھ خصوصیتیں واقع میں بھی ثابت ہوئیں۔ اور نص اس لئے مشہور نہ تھے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عام سوالات کی طرح اس کو تحقیق نہ کیا اور دل بھی کیسے گوارہ کرتا کہ اس کا زبان پر نام لاویں۔ گو مستقل مزاج مخصوصین و مقربین نے ان احکام کا علم بھی حاصل کر لیا تھا۔ اور بعض کے متعلق عین وقت پر الہام ہوا جو آگے آتا ہے مگر تاہم عام طور پر تو ان معلومات کا ذخیرہ مجمع کے پاس نہ تھا پھر اسلام کے انتظام آئندہ کی حفاظت کی از حد فکر تھی۔ اور واقع میں یہ فکر سب سے اہم تھی۔ اور وہ موقوف تھا کسی طرح کسی

ایک شخص کو حاکم بنا کر اس پر مجمع کے متفق ہو جانے پر۔ کچھ دیر اس میں لگی پھر نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی متفرق طور پر پڑھی۔ کیونکہ اس میں جماعت نہ ہوئی تھی جیسا آگے آتا ہے اور اس میں دیر لگنا ظاہر ہے اور بدن مبارک کے متغیر ہونے کا احتمال نہ تھا۔ اس لئے یہی چاہا کہ سب اس شرف نماز سے شرفیاب ہو جاویں ان سب باتوں میں لازم تھا کہ دفن میں دیر ہووہ دن پیر کا اور اگلا دن منگل کا گزر کر شب بدھ کو دفن کیے گئے۔ یہ واقعہ جیسا ہوش اڑانے والا تھا اس پر نظر کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت جلد دفن ہوئے ورنہ مہینوں بھی دیر لگنا تعجب نہ تھا۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایسی حالت میں استقلال یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی فیض صحبت و تربیت تھا اور خشک مزاج خالی دماغ معترض کو اس کا ذوق کیا ہو سکتا ہے۔

اے ترا خارے بپا نشکستہ کے دانی کہ چیست
حال شیرانے کہ شمشیر بلا برسر خورند

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب آپ کو غسل دینا چاہا تو تحیر ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے مثل اموات کے اتارے جاویں یا معہ کپڑوں کے غسل دیں۔ جب اس میں اختلاف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند کو مسلط کر دیا اور گھر کے گوشہ سے ایک کلام کرنے والے نے کلام کیا یہ نہ جانتے تھے کہ یہ کون ہے کہ معہ کپڑوں کے غسل دو۔ قمیص کے اوپر سے پانی ڈالتے تھے اور قمیص سمیت ملتے تھے اور ابن سعد کی روایت میں ہے کہ اس وقت ایک تیز خوشبودار ہوا اٹھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتا نچوڑ دیا گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کو صحیح کہا ہے کہ تین یمانی کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ تیار کر کے گھر میں گیا تو اول مردوں نے گروہ گروہ ہو کر نماز پڑھی پھر عورتیں آئیں۔ پھر بچے آئے اور اس نماز میں کوئی امام نہیں ہوا۔ پھر دفن میں کلام ہوا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کی ارواح اسی جگہ قبض کرنے کا حکم دیتے ہیں جہاں وہ انبیاء علیہم السلام دفن ہونا پسند کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جگہ دفن کرو جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر تھا۔ اور حضرت ابو طلحہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لحد کھو دی۔ اور قبر شریف میں چار لوگوں نے اتارا حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ، اور دو صاحبزادے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے قثم اور فضل۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لحد پر نو اینٹیں کچی کھڑی کی گئیں اور شقران رضی اللہ عنہ نے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کیے ہوئے غلام تھے اپنی رائے سے ایک کھیس نجران کا بنا ہوا جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اوڑھا کرتے تھے قبر شریف میں بچھا دیا۔ لیکن پھر نکال لیا گیا۔ اور حضرت بلال نے ایک مشک پانی قبر شریف پر چھڑک دی۔ سرہانے کی طرف سے شروع کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کوہان کی شکل کی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے دن سے زیادہ کوئی دن اچھا اور روشن تر اور یوم وفات سے زیادہ برا اور اندھیر تر نہیں دیکھا۔ اور ترمذی نے ان سے روایت کیا ہے کہ جس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے ہیں اس کی ہر چیز روشن ہوگئی اور جس روز آپ کی وفات ہوئی ہے اس کی ہر چیز تاریک ہوگئی۔ اور دفن کر کے ہم نے ہاتھ نہ جھاڑے تھے کہ اپنے دلوں کو ہم نے بدلا ہوا پایا (اس کا یہ مطلب نہیں کہ نعوذ باللہ ہمارے عقیدے یا عمل میں فرق آ گیا ہو۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرب و صحبت و مشاہدہ کے ساتھ جو انوار خاص تھے وہ نہ رہے۔ اور شیخ کامل کے قریب اور دور رہنے میں اب بھی فرق معلوم ہو جاتا ہے) اور قبر شریف کی زیارت میں صحیح حدیثیں آئی ہیں۔

علیک من اللہ السلام تحیۃ
وادخلت جنت من العدن راضیا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم برزخ میں تشریف رکھنے کا بیان:

پہلی روایت: حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اعمال صبح و شام پیش نہ کیے جاتے ہوں۔

دوسری روایت: حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے بدن کو کھا سکے۔ پس خدا کے پیغمبر زندہ ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے۔

تیسری روایت: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں (اور یہ نماز لذت کے واسطے ہے) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص میری قبر کے پاس درود پڑھتا ہے اس کو میں خود سن لیتا ہوں۔ اور جو شخص دور سے درود پڑھتا ہے وہ مجھ کو پہنچائی جاتی ہے۔ (فرشتوں کے ذریعہ سے)

چوتھی روایت: حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کوئی دن ایسا نہیں آتا جس میں ستر ہزار فرشتے نہ آتے ہوں یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کو بازو مارتے ہوئے احاطہ کر لیتے ہیں۔ اور آپ صلی اللہ

علیہ وسلم پر درود پڑھتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب شام ہوتی ہے تو آسمان پر چڑھ جاتے ہیں اور دوسرے فرشتے اس طرح کے اوراتر آتے ہیں۔اور ایسا کرتے ہیں یہاں تک کہ جب (قیامت کے دن) زمین قبر کی شق ہوگی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ باہر تشریف لاویں گے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے چلیں گے۔

پانچویں روایت: بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جو شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے میں بھی اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

یا رب صل وسلم دائماً ابداً
علیٰ حبیبک من زانت به العصر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل جو میدان قیامت میں ظاہر ہونگے

پہلی روایت: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں سردار ہوں گا اولاد آدم علیہ السلام کا یعنی کل آدمیوں کا قیامت کے روز اور میں ان سب میں پہلا ہوں گا جن کی قبر شق ہوگی۔یعنی سب سے پہلے قبر سے میں اٹھوں گا اور سب (شفاعت کرنے والوں) سے پہلا شفاعت کرنے والا ہوں گا اور سب سے اول میری شفاعت قبول کی جاوے گی۔

دوسری روایت: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں سب پیغمبروں سے زیادہ ہوں گا اس بات میں کہ میرے تابع قیامت کے روز سب سے زیادہ ہوں گے اور میں سب سے اول دروازہ جنت کا کھٹکھٹاؤں گا۔

تیسری روایت: ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں (قیامت کے روز) براق پر ہوں گا۔

چوتھی روایت: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو شفاعت کبریٰ عطاء کی گئی ہے۔(جو تمام عالم کے واسطے فصل حساب کے لئے ہوگی)

پانچویں روایت: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرے ہاتھ میں قیامت کے دن لواء الحمد ہوگا اور میں فخر کے ساتھ نہیں کہتا اور جتنے نبی ہیں۔آدم علیہ السلام بھی اور ان کے سوا بھی اور وہ بھی سب میرے لواء کے نیچے ہوں گے۔

چھٹی روایت: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں سب سے پہلے قبر میں سے نکلوں گا اور سب کا پیشرو ہوں گا۔جب حق تعالیٰ کی پیشی میں آویں گے۔اور میں ان کی طرف سے (شفاعت کے لئے) بات چیت کروں گا۔اور میں ان کا بشارت دینے والا بنوں گا۔جب وہ ناامید ہو جائیں گے اور کرامت اور خیر کی کنجیاں اس دن میرے ہاتھ میں ہوں گی اور لواء الحمد اس روز میرے ہاتھ میں ہوگا۔اور اپنے رب کے نزدیک تمام بنی آدم سے زیادہ مکرم ہوں گا۔ایک ہزار خدام (میرے اکرام وخدمت کے لئے) میرے پاس آویں گے (اور وہ بہت حسین ہوں گے)۔گویا کہ وہ بیضے ہیں جو محفوظ ہوں یا موتی ہیں جو بکھرے پڑے ہوئے ہیں۔اور ستر ہزار فرشتوں کا آپ کے جلو میں ہونا پہلے لکھا جا چکا ہے۔

ساتویں روایت: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ قبر شق ہونے کے بعد مجھ کو جنت کے جوڑوں میں سے ایک جوڑا پہنایا جائے گا۔پھر میں عرش کے داہنی طرف کھڑا ہوں گا کہ کوئی شخص خلائق میں سے سوائے میرے اس مقام پر کھڑا نہ ہوگا۔

آٹھویں روایت: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنم کے وسط میں پل صراط قائم کیا جائے گا۔سو سب رسولوں میں سے پہلے میں اپنی امت کو لے کر گزروں گا۔

نویں روایت: حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر نبی کا ایک حوض ہوگا اور وہ سب اس کا فخر کریں گے کہ کس کے حوض پر زیادہ آدمی آتے ہیں۔اور مجھ کو امید ہے کہ میرے حوض پر لوگ بہت آویں گے کیونکہ میری امت زیادہ ہوگی۔

دسویں روایت: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اجازت شفاعت کے متعلق) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ میرے قلب میں ایسے مضامین حمد وثناء کے القاء فرمائیں گے۔کہ اب میرے ذہن میں حاضر نہیں۔یہ علمی فضیلت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس روز ظاہر ہوگی۔

شفیع امت عاصی بروز حشر ہوں آپ
لوائے حمد کہ حامل مقاماً محموداً
یا رب صل وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل جو جنت میں ظاہر ہوں گے

پہلی روایت: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں قیامت کے دن جنت کے دروازے پر آؤں گا۔اور اس کو کھلواؤں گا۔داروغہ جنت پوچھے گا کون ہیں میں کہوں گا کہ محمد ہوں وہ کہے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی نسبت مجھ کو حکم ہوا ہے کہ آپ سے قبل کسی کے لئے نہ کھولوں۔

دوسری روایت: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص

نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ حوض کوثر کیا چیز ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک نہر ہے جنت میں کہ مجھ کو میرے رب نے عطاء فرمائی ہے وہ دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے اور چند روایات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی فرمانا آیا ہے کہ اس کے کناروں پر موتی ہیں اس میں برتن پینے کے اس قدر بڑے ہیں کہ جتنے ستارے اور وہ وسط جنت میں ہوگی۔ اور اس کے بعد کناروں پر موتی اور یاقوت کے محل ہیں۔ اور اس کی مٹی مشک ہے اور اس کے سنگریزے موتی اور یاقوت ہیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ کوثر ایک نہر ہے جنت میں اس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں۔ اور پانی موتی پر چلتا ہے اور فرمایا کہ وہ ایک نہر ہے جنت میں اس کا عمق ستر ہزار کوس ہے اس کے دونوں کنارے موتی اور زبرجد اور یاقوت کے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور انبیاء علیہم السلام کے قبل اس کے ساتھ خاص فرمایا ہے اور فرمایا کہ کوثر ایک نہر ہے۔ جنت میں اس میں پرندے ہیں۔ جیسے اونٹوں کی گردنیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ وہ تو بڑے لطیف ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کے کھانے والے ان سے زیادہ لطیف ہیں۔

ف: یہ نہر جنت میں اس حوض کے علاوہ ہے جو میدان قیامت میں ہوگا۔

تیسری روایت: حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مؤذن کی اذان سنا کرو تو جو وہ کہے تم بھی کہا کرو پھر مجھ پر درود بھیجا کرو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ دس رحمتیں بھیجتے ہیں۔ پھر میرے لئے وسیلہ کی دعا کرو اور وسیلہ جنت میں ایک درجہ ہے کہ تمام بندگان خدا میں سے اس کا مستحق ایک ہی بندہ ہے اور اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں گا۔ جو شخص میرے لئے وسیلہ کی دعا کرے گا۔ اس کے لئے میری شفاعت واقع ہوگی۔ دوسری روایت میں ہے کہ وسیلہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک درجہ ہے اس سے بڑھ کر کوئی درجہ نہیں۔

چوتھی روایت: حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں: وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ہزار محل جنت میں دیئے ہیں۔ اور ہر محل میں آپ کی شان کے لائق بیبیاں اور خادم ہیں۔

پانچویں روایت: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے جنت کا حلقہ ہلاؤں گا تو اللہ تعالیٰ میرے لئے دروازہ کھلوائیں گے اور مجھ کو اس میں داخل فرمائیں گے میرے ساتھ فقراء مومنین ہوں گے۔

چھٹی روایت: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ سوائے انبیاء و مرسلین کے تمام اگلے پچھلے میانہ قد والے اہل جنت کے سردار ہوں گے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی یہی روایت کیا ہے۔

ساتویں روایت: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ایک فرشتہ آیا ہے جو اس رات سے پہلے زمین پر نہیں آیا اس نے حق تعالیٰ سے درخواست کی کہ مجھے سلام کرے اور مجھ کو بشارت دے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تمام اہل جنت کی بیبیوں کی سردار اور حسن و حسین تمام اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہوں گے۔

يا رب صل وسلم دائماً ابداً
على حبيبک خير الخلق كلهم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل المخلوقات ہونیکا بیان

پہلی روایت: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام اولین و آخرین میں سب سے مکرم ہوں۔

دوسری روایت: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شب معراج میں براق حاضر کیا گیا تو وہ سوار ہونے کے وقت شوخی کرنے لگا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا کرتا ہے۔ تجھ پر کوئی ایسا شخص سوار نہیں ہوا جو ان سے زیادہ اللہ کے نزدیک مکرم ہو پس وہ پسینہ پسینہ ہوگیا۔

تیسری روایت: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج بیت المقدس میں تشریف لائے اور نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے۔ تو تمام انبیاء علیہ السلام اور فرشتے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقتدی ہوئے۔ پھر انبیاء علیہم السلام کی ارواح سے ملاقات ہوئی اور سب نے حق تعالیٰ کی ثناء کے بعد اپنے اپنے فضائل بیان کیے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبے کی نوبت آئی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا رحمۃ للعلمین ہونا اور اپنی امت کا خیر الامم ہونا اور اپنا خاتم النبیین ہونا بیان فرمایا۔ اس کو سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب انبیاء کو خطاب کر کے فرمایا کہ ان ہی فضائل سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم سب سے آگے بڑھ گئے۔

چوتھی روایت: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرات انبیاء پر بھی فضیلت دی۔ اور آسمان والوں یعنی فرشتوں پر بھی اور پھر اس پر قرآن مجید سے استدلال کیا۔

پانچویں روایت: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک بار فرمایا کہ بنی اسرائیل کو مطلع کردو کہ جو شخص مجھ سے اس حالت میں ملے گا وہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر ہو تو میں

اس کو دوزخ میں داخل کروں گا۔ خواہ کوئی ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ احمد کون ہیں۔ ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ علیہ السلام! قسم ہے اپنی عزت وجلال کی میں نے کوئی مخلوق ایسی پیدا نہیں کی جو ان سے زیادہ میرے نزدیک مکرم ہو۔ میں نے ان کا نام عرش پر اپنے نام کے ساتھ آسمان و زمین اور شمس وقمر پیدا کرنے سے بیس لاکھ برس پہلے لکھا تھا قسم ہے اپنی عزت وجلال کی جنت میری تمام مخلوق پر حرام ہے جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اوران کی امت اس میں داخل نہ ہو جاویں (پھر امت کے فضائل سن کر) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے رب مجھے اس امت کا نبی بنا دیجئے ارشاد ہوا کہ اس امت کا نبی اسی میں سے پیدا ہوگا۔ عرض کیا تو مجھ کو ان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے بنا دیجئے ارشاد ہوا تم پہلے ہو گئے وہ پیچھے ہوں گے۔ البتہ تم کو اوران کو جنت میں جمع کردوں گا۔ جملہ روایت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا افضل الخلق ہونا حق تعالیٰ کے ارشاد سے، خود آپ کے ارشاد سے صحابہ کے ارشاد سے صریحاً بھی اور امامت انبیاء وملائکہ علیہم السلام وختم نبوت وخیرت امت وغیرہ سے استدلالاً بھی ثابت ہے۔

یا رب صل وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلهم

ان بعض آیات کی مختصر تحقیق

جن کے ظاہر الفاظ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کے معارضہ کا نعوذ باللہ وسوسہ پیدا ہوسکتا ہے اور اسی نمونہ سے بقیہ نصوص کی تحقیق بھی سمجھ میں آسکتی ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَهَدٰی.

یہاں ضلال کے یہ معنی نہیں جو اردو میں مستعمل ہیں۔ کیونکہ ہر زبان کا لغت اوراس کا محاورہ جدا ہے۔ سو عربی میں اس کے معنی مطلق ناواقفی کے ہیں۔ ظاہر ہے کہ قبل نبوت وہ احکام معلوم نہیں ہوئے جو علوم وحی سے معلوم ہوئے چنانچہ حکیم الامت حضرت مولانا مرشدنا مدظلہم العالی نے دس آیات شریف کی تحقیق فرمائی ہے۔

یا رب صل وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلهم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض لوازم عبدیت جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مراتب علیا سے ہیں

پہلی روایت: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھ کو اتنا مت بڑھانا جیسا نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم کو بڑھا دیا۔ میں تو اللہ کا بندہ ہوں۔ سو تم مجھ کو اللہ کا بندہ اور رسول کہا کرو۔

دوسری روایت: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرض وفات میں فرماتے تھے کہ میں نے جو کھانا (زہر آلودہ) خیبر میں (کچھ) کھایا ہمیشہ اس سے کچھ نہ کچھ تکلیف پاتا رہا اور اب وہ وقت ہے کہ اس زہر سے میری رگ قلب کٹ گئی۔

تیسری روایت: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (اس کے اثر سے) یہ خیال ہو جاتا کہ میں فلاں (دنیوی) کام (جیسے کھانا پینا وغیرہ) کر چکا ہوں حالانکہ اس کو کیا نہ ہوتا۔

چوتھی روایت: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (نماز میں بھول جانے کے لئے) فرمایا کہ میں بشر ہوں جیسے تم بھولتے ہو میں بھی بھولتا ہوں۔ سو جب میں بھول جاؤں تو مجھ کو یاد دلایا کرو۔

پانچویں روایت: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں جس میں بعض لوگوں کو حوض کوثر سے ہٹا دیا جانا مذکور ہے فرمایا کہ میں کہوں گا کہ یہ تو مسلمانوں میں سے ہیں فرشتوں کی طرف سے جواب ملے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر نہیں کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دین میں کیا کیا اختراع کیا تھا۔ میں کہوں گا دور دور ایسا شخص جس نے میرے بعد میرے دین میں تغیر وتبدل کیا۔

یا رب صل وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلهم

امت کے ساتھ شفقت

پہلی روایت: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار تمام رات ایک ہی آیت پڑھتے رہے۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ تَغْفِرْلَهُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ.

دوسری روایت: حضرت عباس بن مرواس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے عرفہ کی شام کو مغفرت کی دعا کی سو وہ اس طرح قبول ہوئی۔ کہ سب کے گناہوں کی مغفرت کرتا ہوں۔ سوائے حقوق العباد کے۔ ظالم سے مظلوم کے حقوق ضرور دلاؤں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ اے رب اگر آپ چاہیں تو مظلوم کو کچھ دے کر ظالم کی بخشش کر دیں۔ اس شام کو یہ دعا منظور نہ ہوئی جب مزدلفہ میں صبح ہوئی پھر دعا کی سو منظور ہوگئی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے عرض کیا کہ ہمارے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں اس وقت تو کوئی

ہنسنے کا موقع نہیں معلوم ہوتا اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کو ہنستا ہوا رکھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عدو اللہ ابلیس کو جب معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول کر لی اور میری امت کی مغفرت کر دی تو خاک سر پر ڈالنے لگا۔ اور ہائے واویلا مچانے لگا اس کی گھبراہٹ کو دیکھ کر ہنسی آ گئی

تیسری روایت: روایت ہے کہ جب طائف کے کفار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچائی تو جبریل علیہ السلام پہاڑ کے فرشتے کو لے کر نازل ہوئے اور اجازت چاہی کہ کفار کو ہلاک کر دیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں مجھے امید ہے کہ ان کی پشتوں سے ایسے لوگ پیدا ہوں جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں۔

چوتھی روایت: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے ساتھ شدید محبت رکھنے والے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد ہوں گے ان میں ہر شخص یہ تمنا کرے گا کہ تمام اہل و مال کے عوض مجھ کو دیکھ لے یعنی اگر اس سے کہا جائے کہ سارا اہل و مال چھوڑ دو تو زیارت ہو جائے۔ وہ اس پر دل و جان سے راضی ہو جائے گا۔

پانچویں روایت: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ میں بشر ہوں مجھ کو بھی اور بشروں کی طرح غصہ آ جاتا ہے سو جس کسی مسلمان مرد یا عورت پر میں (غصہ) میں بددعا کروں تو اس بددعا کو اس شخص کے لئے دعا کے ساتھ بدل دیجئے۔

چھٹی روایت: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کاش ہم اپنے بھائیوں کو دیکھتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم تو میرے دوست ہو اور میرے بھائی وہ لوگ ہیں۔ جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے۔

ساتویں روایت: ابی جمعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کوئی ہم سے بھی بہتر ہے کہ ہم اسلام لائے اور جہاد کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں ایک قوم ہے جو تمہارے بعد ہوں گے کہ مجھ پر ایمان لاویں گے اور مجھ کو دیکھا بھی نہ ہوگا۔

یا رب صل وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق جو امت کے ذمہ ہیں

پہلی روایت: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں کوئی شخص مومن نہ ہوگا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد اور اولاد اور تمام آدمیوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔

دوسری روایت: حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ میرے نزدیک ہر چیز سے پیارے ہیں سوائے میرے نفس کے جو میرے پہلو میں ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ خود اس کے نفس سے بھی زیادہ اس کو میں پیارا نہ ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب نازل فرمائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے نزدیک میرے اس نفس سے بھی زیادہ پیارے ہیں۔ جو میرے پہلو میں ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بس اب بات ٹھیک ہوئی

تیسری روایت: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری تمام امت جنت میں داخل ہوگی مگر جس نے میرا کہنا نہ مانا عرض کیا کہ کس نے نہ مانا فرمایا کہ جس نے میری تابعداری کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے میرا کہنا نہ مانا۔

چوتھی روایت: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے میرے طریقہ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں داخل ہوگا۔

پانچویں روایت: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب پینے کے گناہ کی سزا دی پھر وہ ایک دن حاضر کیا گیا۔ پھر حکم سزا کا دیا گیا۔ ایک شخص نے مجمع میں سے کہا کہ اے اللہ اس پر لعنت کر کس قدر کثرت سے اس کو اس مقدمہ میں لایا جاتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو لعنت مت کرو واللہ میرے علم میں یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں سے محبت رکھتا ہے۔

صلی علیک اللہ اخو دھرہ متفضلاً
مترحماً و حبا لک الموعود من احسانہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیر واحترام وادب

قرآن شریف میں یہ حکم ہے کہ کسی کو یہ لائق نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ دیں۔ اور نہ یہ لائق ہے کہ اپنی جان کو ان کی جان سے عزیز سمجھیں۔ مسلمان تو وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو مانتے ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو معمولی مت سمجھو جیسا کہ تم ایک دوسرے کے حکم کو سمجھتے ہو کہ مانا یا نہ مانا۔ کسی کو کسی امر میں جائز نہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ذرا سی بھی تکلیف پہنچاؤ۔ نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں کے نکاح کا خیال کرو۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

پر۔اے ایمان والو!تم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت بھیجا کرو۔اور خوب سلام بھیجا کرو۔تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق عظمت جو تمہارے ذمہ ہے ادا ہو۔بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے۔اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار ہے۔اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم !ہم نے آپ کو اعمال امت پر قیامت کے دن گواہی دینے والا اور عموماً اور دنیا میں خصوصاً مسلمانوں کو بشارت دینے والا اور کافروں کے لیے ڈرانے والا کر کے بھیجا ہے۔اے ایمان والو!تم اپنی آوازیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند مت کیا کرو۔اور نہ ان سے کھل کر بولا کرو۔جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کھل کر بولا کرتے ہو۔جو لوگ اپنی آوازوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آوازوں سے پست رکھتے ہیں۔یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لئے خالص کر دیا ہے۔ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔اور جو لوگ حجروں کے باہر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارتے ہیں ان میں اکثروں کو عقل نہیں ہے ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب کرتے اور ایسی جراءت نہ کرتے۔اور یہ لوگ ذرا صبر و انتظار کرتے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود باہر ان کے پاس آجاتے تو یہ ان کے لئے بہتر ہوتا۔کیونکہ یہ ادب کی بات تھی۔اور یہ لوگ اگر اب بھی توبہ کر لیں تو معاف ہو جائے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

پہلی روایت: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک نابینا کی ایک ام ولد تھی۔جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بیہودہ حکایت کہا کرتی اور گستاخی کیا کرتی۔وہ نابینا منع کرتا وہ باز نہ آتی تھی۔ایک رات اسی طرح اس نے بکنا شروع کیا۔اس نابینا نے ایک چھرا لے کر اس کے پیٹ پر رکھ کر بوجھ دے دیا۔اور اس کو ہلاک کر ڈالا۔صبح کو اس کی تحقیقات ہوئی اس نابینا نے اقرار کیا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب گواہ رہو کہ اس کا خون رائیگاں ہے۔یعنی قصاص وغیرہ نہ لیا جاوے گا۔(ان صحابی کا جوش محبت و ادب کس قدر ثابت ہوتا ہے)۔

دوسری روایت: امام بخاری نے قصہ حدیبیہ کی ایک بڑی حدیث نقل کی ہے۔اس میں یہ بھی ہے کہ عروہ بن مسعود رئیس مکہ نے آپ کی مجلس شریف سے جا کر لوگوں سے بیان کیا کہ اے میری قوم۔واللہ میں بادشاہوں کے پاس گیا ہوں اور قیصر و کسریٰ نجاشی کے پاس گیا ہوں واللہ میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے مصاحب اس کی اس قدر تعظیم کرتے ہوں۔جس قدر صحابہ رضی اللہ عنہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرتے ہیں۔واللہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھنکار پھینکتے ہیں تو کسی نہ کسی کے ہاتھ میں پہنچتی ہے۔اور وہ اپنے بدن اور چہرے کو مل لیتا ہے۔اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو کوئی حکم دیتے ہیں تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی طرف دوڑتے ہیں۔اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے ہیں۔تو ان لوگوں کی یہ حالت ہو جاتی ہے۔کہ وضو کا پانی لینے کے لئے گویا اب لڑ پڑیں گے۔اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بات کرتے ہیں تو سب چپ ہو جاتے ہیں۔اور وہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھتے۔

تیسری روایت: براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری کے جنازہ پر گئے۔اور قبر تک پہنچے۔ہنوز مردہ لحد میں نہیں رکھا گیا تھا۔(کچھ دیر ہو گئی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد اس طرح بیٹھ گئے کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے تھے۔(یعنی نہایت سکون و سکوت کے ساتھ) علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ یہ آداب بعد حیات باقی ہیں۔جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر آواز بلند کرنا موجب حبط اعمال ہے تو اپنی رائے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور حکم پر بڑھانے کی نسبت کیا گمان کرتے ہو۔اور جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بلند آواز نکالنا جائز نہ تھا۔اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے پڑھانے اور احکام کی نقل کے وقت بلند آواز نکالنا حاضرین و سامعین کیلئے خلاف ادب ہے۔مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بلند آواز نکالنا جائز نہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب وفات کے بعد وہی ہے جو حالت زندگی میں تھا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دو شخصوں اہل طائف کو منع فرمایا تھا کہ مسجد نبوی میں اپنی آواز بلند کرتے ہو۔

چوتھی روایت: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک یہودی اور مسلمان کے جھگڑے کے قصہ میں روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو موسیٰ علیہ السلام پر (ایسی) فضیلت مت دو (جس میں ان کی بے ادبی کا وسوسہ ہو۔

پانچویں روایت: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور قحط کے سبب تباہ ہونے کا عرض کر کے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے بارش کی دعا کیجئے سو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کے نزدیک شفیع لاتے ہیں اور خدا تعالیٰ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک شفیع لاتے ہیں۔سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کلمہ سے نہایت مضطرب ہوئے اور سبحان اللہ! سبحان اللہ! فرمانے لگے۔اس قدر مکرر سہ کرر تسبیح فرمائی کہ اس کا اثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چہروں میں دیکھا گیا۔پھر فرمایا کہ خدا تعالیٰ کو کسی کے نزدیک سفارشی نہیں لایا جا سکتا۔خدا تعالیٰ کی شان اس سے بہت عظیم ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ اللہ کی بارگاہ میں پہنچتا ہے۔(المغنی)

یا رب صل و سلم دائما ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلهم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجنے کی فضیلت

پہلی روایت: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ اور اس سے دس گناہ معاف ہوتے ہیں۔ اور اس کے دس درجے بلند ہوتے ہیں۔

دوسری روایت: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن میرے سب آدمیوں سے زیادہ قریب رہنے والا وہ ہوگا جو مجھ پر کثرت سے درود بھیجتا ہے۔

تیسری روایت: ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت سے فرشتے زمین پر پھرتے رہتے ہیں۔ اور میری امت کا سلام مجھ کو پہنچاتے ہیں۔

چوتھی روایت: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص ذلیل وخوار ہو کہ جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔

پانچویں روایت: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کثرت سے بھیجتا ہوں سو کس قدر درود کا معمول رکھوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس قدر چاہو۔ میں نے عرض کیا ایک ربع۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چاہو۔ اور اگر اور بڑھالو تو تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا نصف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چاہو اور اگر زیادہ کرلو اور بھی بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا دو ثلث۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چاہو اور اگر اور بڑھالو تو یہ تمہارے لئے اور بھی بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا کہ تمام وظیفہ درود ہی کو کرلوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس صورت میں تمہارے تمام افکار کی کفایت کی جاوے گی۔ اور تمہارا گناہ معاف کیا جاوے گا۔

چھٹی روایت: حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت جبرئیلؑ میرے پاس آئے اور کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کا ارشاد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو شخص ایک درود بھیجتا ہے میں اس پر دس رحمتیں نازل کروں گا۔ اور جو شخص سلام بھیجے گا اس پر دس سلام بھیجوں گا۔

ساتویں روایت: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ دعا درمیان زمین وآسمان کے رہتی ہے جب تک کہ درود نہ پڑھیں۔

صل یا رب علی روح رئیس الوسل
نقتدی نحن علی ارجله بالراس

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ توسل حاصل کرنا

پہلی روایت: حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نابینا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ دعا کیجئے اللہ تعالیٰ مجھ کو عافیت دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ اور دعا کر۔ اے اللہ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں بواسطہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اے اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت میرے حق میں قبول کر لیجئے۔

دوسری روایت: حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس کسی کام کو جایا کرتا تھا وہ اسکی طرف التفات نہ فرماتے تھے۔ اس نے عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے کہا انہوں نے فرمایا کہ تو وضو کر کے مسجد میں جا اور وہی دعا اوپر والی سکھلا کر کہا یہ پڑھ۔ چنانچہ اس نے یہ ہی کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے بڑی تعظیم کی اور کام پورا کر دیا۔

تیسری روایت: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب لوگوں پر قحط ہوتا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے دعائے بارش کیا کرتے تھے۔ اور فرماتے کہ اے اللہ ہم پہلے آپ کے دربار میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل کیا کرتے تھے۔ آپ ہم کو بارش دیتے تھے اور اب ہم آپ کے دربار میں اپنے پیغمبر کے چچا کا توسل کرتے ہیں سو ہم کو بارش دیجئے۔ چنانچہ بارش ہوتی تھی۔

چوتھی روایت: ابوالجوزاء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ میں سخت قحط ہوا لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو دیکھ کر اس کے مقابل آسمان کی طرف ایک سوراخ کر دو یہاں تک کہ اس کے اور آسمان کے درمیان حجاب نہ رہے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا تو بہت زور سے بارش ہوئی۔

پانچویں روایت: محمد بن حرب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں قبر مبارک کی زیارت کر کے سامنے بیٹھا تھا۔ ایک اعرابی آیا اور زیارت کر کے عرض کیا یا خیر الرسل اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک سچی کتاب نازل فرمائی ہے۔ جس میں ارشاد فرمایا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا.

میں آپ کے پاس اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوں اور اپنے رب کے حضور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے شفاعت چاہتا ہوا آیا ہوں۔

یا رب صل و سلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلهم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخبار و آثار کی کثرتِ ذکر و تکرار

پہلی روایت: حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور علاوہ اپنے نبی برحق ہونے کے فضائل حسبی و نسبی بیان فرمائے۔

دوسری روایت: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سورۃ ''اذا جاء نصر الله'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض میں نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مدینہ میں اعلان کرا دو۔ کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی) وصیت سننے کو جمع ہو جاؤ۔ چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے پکار دیا۔ چھوٹے بڑے سب جمع ہو گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر حمد و ثناء و صلوۃ علی الانبیاء کے بعد فرمایا کہ میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم ہوں عربی حرمی مکی ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

تیسری روایت: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد میں منبر رکھتے تھے کہ وہ اس پر کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مفاخر بیان کرتے اور مشرکین کے اعتراضوں کا جواب دیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے کہ اللہ تعالیٰ حسان کی تائید روح القدس سے فرماتا ہے۔

چوتھی روایت: حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اشتیاق رکھتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ شریف کا میرے سامنے ذکر ہوا کرے۔

پانچویں روایت: حضرت خارجہ بن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مجمع حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ اور کہنے لگے کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ باتیں کیجئے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں کیا باتیں کروں کہ احاطہ بیان سے خارج ہیں اس کے بعد کچھ حالات بیان کئے۔

یا رب صل و سلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلهم

زیارت فی المنام

پہلی روایت: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا اس نے مجھ کو ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت میں نہیں ہو سکتا۔

دوسری روایت: حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا اس نے امر واقعی (یعنی مجھ کو ہی دیکھا)۔

تیسری روایت: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص مجھ کو خواب میں دیکھے وہ مجھ کو بیداری میں دیکھے گا اور شیطان میری صورت میں نہیں ہو سکتا۔

یا رب صل و سلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلهم

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم و اہل بیت و علماء کی محبت و عظمت

پہلی روایت: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے صحابہ کا اکرام کرو کہ وہ تم سب میں بہتر ہیں۔

دوسری روایت: حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں میرے بعد ان کو نشانہ (اعتراض کا مت بنانا۔ جو شخص ان سے محبت کرے گا وہ میری محبت کی وجہ سے محبت کرے گا۔ اور جو شخص ان سے بغض رکھے گا وہ میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھے گا اور جو ان کو ایذاء دے گا اس نے مجھ کو ایذاء دی۔ اور جس نے مجھ کو ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔ اور جس نے اللہ کو ایذاء دی بہت جلد اللہ تعالیٰ اس کو پکڑے گا۔

تیسری روایت: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اصحاب کو برا مت کہو کیونکہ اگر تم میں کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تب بھی ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایک مد بلکہ نصف مد کے درجے کو بھی نہ پہنچے۔

فضائل اہل بیت

پہلی روایت: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے اس لئے بھی محبت رکھو کہ وہ تم کو نعمتیں کھانے کو دیتا ہے۔ اور مجھ سے محبت رکھو خدا تعالیٰ کے

ساتھ محبت رکھنے کے سبب سے۔ اور میرے اہل بیت سے محبت رکھو میرے ساتھ محبت رکھنے کے سبب سے۔

دوسری روایت: حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ میرے اہل بیت کی مثال تم میں ایسی ہے جیسے نوح علیہ السلام کی کشتی جو شخص اس میں سوار ہوا اس کو نجات ہوئی اور جو شخص اس سے جدا رہا ہلاک ہوا۔

تیسری روایت: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں تم میں ایسی دو چیزیں چھوڑتا ہوں کہ اگر تم ان کو تھامے رہو گے تو کبھی میرے بعد گمراہ نہ ہو گے اور ان میں ایک چیز دوسری سے بڑی ہے ایک تو کتاب اللہ کی وہ رسی ہے۔ آسمان سے زمین تک اور میرے اہل بیت اور ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ وہ دونوں میرے پاس حوض پر پہنچیں۔ سو ذرا خیال رکھنا میرے بعد ان دونوں سے کیا معاملہ کرتے ہو۔

ف: کتاب اللہ سے مراد احکام شریعت ہیں جو دلائل اربعہ سے ثابت ہیں جن کے ماخذ میں صحابہ و اہل بیت و فقہاء محدثین سب داخل ہیں جیسا کہ خود ارشاد نبوی ہے کہ ان دو شخصوں کا اقتداء کرنا جو میرے بعد ہوں گے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ۔ روایت کیا اس کو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اور ارشاد فرمایا کہ میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں جس کا اقتداء کرلو گے ہدایت پا جاؤ گے روایت کیا اس کو رزین نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے۔

محبت اہل بیت واجبات ایمانیہ سے ہے جیسا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کسی شخص کے دل میں ایمان داخل نہ ہوگا جب تک تم لوگوں سے اللہ و رسول کے واسطے محبت نہ رکھے۔

ف: اہل بیت میں ازواج مطہرات کے خطاب کے درمیان یہ ارشاد ہے۔

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ.

پس ازواج مطہرات کی فضیلت و وجوب محبت بھی ثابت ہے۔ قرآن پاک میں ان کو امہات المومنین فرمایا ہے۔

فضائل علماء

ارشاد ہے اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ.

یعنی جو علماء باعمل ہیں اور دین کی اشاعت و خدمت اور اہل دین کی روحانی تربیت کرتے ہیں وارث انبیاء کے ہیں۔ کیونکہ یہی کام تھا حضرات انبیاء علیہم السلام کا ورنہ علماء بے عمل کی سخت برائی آئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ جو شخص اس غرض سے علم حاصل کرے کہ علماء سے مقابلہ کرے گا یا جہلا سے مجادلہ کرے گا یا لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں داخل کرے گا۔

پہلی روایت: حضرت ابو داؤد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ عالم کے لئے تمام مخلوق آسمان اور زمین کی اور پانی میں مچھلیاں استغفار کرتی ہیں اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی فضیلت دوسرے ستاروں پر اور علماء وارث ہیں انبیاء علیہم السلام کے۔

دوسری روایت: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر دو مجلسوں پر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دونوں (عالم۔ عابد) اچھے ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالموں کی مجلس میں بیٹھ گئے۔

تیسری روایت: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو شخصوں کی نسبت پوچھا گیا ایک عالم تھا اور دوسرا عابد ان میں کون افضل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ شخص پر ہے۔

یا رب صل وسلم دائماً ابداً
علیٰ حبیبک خیر الخلق کلھم

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے کتاب ترغیب اہل السعادات میں لکھا ہے کہ شب جمعہ میں دو رکعت نماز نفل پڑھے اور ہر رکعت میں گیارہ بار آیت الکرسی اور گیارہ بار قل ھو اللہ اور بعد سلام سو بار یہ درود شریف پڑھے۔ ان شاء اللہ تین جمعہ نہ گزر پاویں گے کہ زیارت نصیب ہوگی۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَ عَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلِّمْ.

نیز جو صاحب موصوف نے لکھا ہے کہ جو شخص دو رکعت نماز پڑھے۔ ہر رکعت میں بعد الحمد کے پچیس بار قل ھو اللہ اور بعد سلام کے یہ درود شریف ہزار بار پڑھے دولت زیارت نصیب ہو۔ صَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ.

(دیگر) اس کو بھی سوتے وقت چند بار پڑھنا زیارت کے لئے شیخ نے لکھا ہے۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّ الْحِلِّ وَالْحَرَامِ وَرَبَّ الْبَيْتِ الْحَرَامِ وَرَبَّ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ اَبْلِغْ لِرُوْحِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ مِنَّا السَّلَامَ.

مگر بڑی شرط اس دولت کے حصول میں قلب کا شوق سے پڑھنا اور ظاہری و باطنی معصیتوں سے بچنا ہے مگر بڑی شرط اس دولت کے حصول میں دل کا شوق سے بھرا ہوا ہونا اور ظاہری اور باطنی گناہوں سے بچنا ہے۔

نام احمد چوں چنیں یاری کند	تا کہ نورش چوں مددگاری کند
نام احمد چوں حصارے شد حصیں	تا چہ باشد ذات آں روح الامین
واذن لسحب صلاۃ منک دائمۃ	علی النبی بمنھل و منسجم
والآل والصحب ثم التابعین ھم	اھل التقی والنقی والحلم والکرم

باب ۱۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اندھیروں میں آفتاب

سب سے زیادہ ظلمت اور اندھیری کا زمانہ اس دنیا میں وہ تھا کہ جس کے خاتمہ پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کا دور انتہائی ظلمت کا دور تھا۔ انتہائی اندھیروں کا دور تھا۔ کوئی برائی ایسی نہ تھی جو اس زمانہ جاہلیت میں موجود نہ ہو۔ جہالت کی برائیاں الگ، بداخلاقی کی برائیاں الگ۔

تو اس زمانہ جاہلیت میں جب باطل انتہا کو پہنچ گیا تھا جب ظلمتیں انتہا کو پہنچ گئی تھیں، تب بھی گنے چنے اہل کتاب حق پر موجود تھے۔ جو پہاڑوں میں پڑے ہوئے تھے۔ بستیوں سے الگ چھپے ہوئے تھے۔ وہ اللہ کا نام لیتے تھے جس کی وجہ سے یہ دنیا کا خیمہ کھڑا تھا۔ عام حالت ظلمت کی تھی۔

تو اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کے قلوب پر نگاہ کی فَمَقَتَ عَرَبَهُمْ وَ عَجَمَهُمْ۔ غضب آلود نگاہ سے دیکھا عرب کو بھی عجم کو بھی۔ قلوب کے اندر خیر باقی نہیں تھی۔ ظلمت ہی ظلمت تھی۔ ان ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ۔ میں غیرت خداوندی کو جوش آیا کہ اس ظلمت میں چاند کیا جائے۔

تو فاران کی چوٹیوں سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شان سے تشریف لائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ہاتھ میں سورج تھا اور ایک ہاتھ میں چاند۔ دو روشن چیزیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں۔ ایک چمکتا ہوا سورج ایک چمکتا ہوا چاند۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان تبلیغ اور عرب قوم کا طرز عمل

انکی تو کل حیثیت یہ تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب راہ حق کی دعوت دی تو پورا عرب دشمن ہو گیا۔ تو قریش نے مل کر ابو طالب کو واسطہ بنایا۔ اور کہا خدا کے لئے اپنے بھتیجے سے کہہ دو کہ جو چاہے ہم سے لے مگر ہمارے بتوں کی برائی کا نام نہ لے۔ ہمارے دین کی تضحیک نہ کرے۔ وہ جو چاہے ہم سے قبول کرلے تم اپنے بھتیجے کو سمجھا دو، ورنہ پھر اس کے بعد ہمارے اوپر ذمہ داری نہیں رہے گی۔ تو ابو طالب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہا اے میرے بھتیجے! قوم نے مجھے وکیل بنا کر تیرے پاس بھیجا ہے کہ میں قوم کا پیغام تیرے پاس پہنچا دوں...... اور وہ یہ کہ تو نے جو دعویٰ کیا ہے اور دعوت دینا شروع کی ہے اگر تیرا مقصد یہ ہے کہ کچھ پیسے روپے جمع ہوں، سونا چاندی جمع ہو۔ تو تیری قوم اس کے لئے تیار ہے کہ پورے ملک کا سونا جمع کر کے تیرے قدموں میں ڈال دیا جائے...... اگر حسن و جمال مقصود ہے تو قریش کی بیٹیاں حاضر ہیں جس کو چاہے قبول کرلے...... اگر سرداری مطلوب ہے تو آج سے ہم اس کے لئے تیار ہیں کہ تجھے پورے عرب کا بادشاہ تسلیم کرلیں اور ہم تمہارے سامنے رعیت کی حیثیت سے آجائیں...... جو تمہارا مقصد ہو بولو مگر خدا کے لئے ہمارے معبودوں کو جو ہم نے بنا رکھے ہیں برا بھلا مت کہو اور ہمارے آبائی دین کے بارے میں کوئی برا کلمہ استعمال مت کرو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے چچا! کہہ چکے جو تم نے کہنا تھا؟ قوم کا پیغام سنا چکے؟...... ابو طالب نے کہا ہاں سنا چکا۔ فرمایا کہ میری طرف سے تم کہہ دو کہ میری قوم اگر ایک ہاتھ میں سورج لا کر رکھ دے اور ایک ہاتھ میں چاند لا کر رکھ دے تب بھی میں یہ کلمہ کہنا نہیں چھوڑوں گا جو میں زبان سے نکال چکا ہوں یا اپنی جان ختم کردوں گا یا دنیا میں اس کلمہ کو پھیلا کر رہوں گا۔

تو اس چاند سورج کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کل یہ حقیقت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دونوں بھی آجائیں تو میں اپنا کلمہ چھوڑنے والا نہیں ہوں۔ یعنی اس کلمہ کے مقابلے میں جس کو میں لے کر کھڑا ہوا ہوں جو "توحید و رسالت کا پیغام ہے"۔ اس چاند سورج کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو دنیا میں تشریف لائے تو ہاتھ میں یہ چاند سورج نہیں تھا۔ اس چاند سورج کی تو کوئی وقعت اور حقیقت ہی نہیں ہے۔ میری مراد سورج اور چاند سے کیا ہے؟...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس شان سے آئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں ہاتھ میں اللہ تعالیٰ کی چمکتی ہوئی کتاب موجود تھی جو سورج سے زیادہ روشن تھی۔ اور بائیں جانب قلب محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تھا جس میں اخلاق کی نورانیت بھری ہوئی تھی۔ تو ایک طرف چاند کہ جس کی روشنی علم خداوندی کی تھی قرآن کریم اس سے لبریز ہے۔ اور ایک طرف اخلاق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی تھی جو قلب نبوت میں بھرے ہوئے تھے تو دو چیزیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے۔ ایک چمکتا ہوا علم۔ اور ایک چمکتے ہوئے اخلاق ایک روشن کتاب اور ایک روشن دل۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پوشیدہ صدقہ دینا خدا کے غصب کو بجھاتا ہے۔ (مجمع)

بنیاد نبوت

اور یہ اس لئے کہ بہر حال حکماء وفلاسفہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ چاند میں خود اپنی روشنی نہیں ہوتی۔ بلکہ سورج اس کے مقابلے میں آتا ہے۔ سورج ہی کی روشنی اس میں سے ہو کر گزرتی ہے۔ تو وہ ٹھنڈی بن جاتی ہے۔ وہی سورج کی تیز روشنی تھی، جب چاند میں آتی ہے تو وطن اور موقع کی خصوصیات کی وجہ سے اس میں ٹھنڈک پیدا ہو جاتی ہے۔ آگ کو اگر کسی خاص وطن اور موقع سے گزارا جائے تو وہ برودت کے آثار پیدا کرتی ہے۔

......یہی آپ کی بجلی جو پاور ہاؤس سے چلتی ہے اگر آپ اس کو کسی مشین کے اندر لگا دیں تو وہ آگ ہے (ہیٹر وغیرہ) اس میں تیزی ہے گرمی اور حدت اس میں ہے ہاتھ لگا دیں تو آپ کے ہاتھ کو پکڑے گی، جلا دے گی ......لیکن یہی بجلی......اگر اس کو ریفریجریٹر کے ذریعہ سے نمایاں کریں تو وہی بجلی ٹھنڈی ہو جاتی ہے پھل رکھ دو تو ٹھنڈے ہوں گے، کھانا رکھ دو تو ٹھنڈا ہوگا۔ یہ وہی آگ ہے کہ پاور ہاؤس سے چلتی ہے لیکن مقام اور موسم کی خصوصیت کی وجہ سے اس میں ٹھنڈک کے آثار پیدا ہو گئے۔ تو ایک چیز ایک جگہ آگ ہوتی ہے تو قابل تحمل نہیں ہوتی اور وہی چیز دوسرے مقام پر لا کر رکھی جائے تو قابل برداشت ہو جاتی ہے

تو اللہ کی چمکتی ہوئی کتاب، خداوندی علم اتنا بالا اور اونچا تھا کہ مخلوق اس کا تحمل نہیں کر سکتی تھی۔ جب اسی علم الٰہی کو قلب نبوت سے گزارا گیا تو اس میں اعتدال کی روشنی پیدا ہو گئی۔ اس میں ٹھنڈک اور برودت آئی جو قابل قبول بن گئی کہ دنیا اس سے استفادہ کر سکے......تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں اس شان سے تشریف لائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ہاتھ میں سورج تھا یعنی اللہ کی روشن کتاب، اور ایک ہاتھ میں چاند تھا۔ یعنی اخلاق نبوت اس میں بھرے ہوئے تھے اور اس میں روشنی تھی۔ تو ایک علم اور ایک اخلاق......یہ دو چیزیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے۔ آپ دیکھیں اور غور کریں کہ نبوت کی نبیاد ہی دو چیزوں کے اوپر ہے۔ ایک علمی کمال اور ایک عملی کمال یہی دونوں ہیں جو تمام کائنات کی سعادت ہیں......

دنیوی سعادت کی بنیاد کمال علم وعمل ہے

اسی واسطے قرآن مجید میں کمال علم اور کمال عمل کے لحاظ سے چار نوعیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک آیت کریمہ میں فرمایا گیا۔

وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا.

جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا تو وہ کن لوگوں کے ساتھ ہوگا؟ وہ نبیوں کے، صدیقوں کے، شہدا کے اور صالحین کے ساتھ ہوگا۔

تو یہ چار قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک نبی، ایک صدیق، ایک ایک شہید اور ایک صالح۔ غور کیا جائے تو چاروں قسمیں علم اور عمل کے لحاظ سے دو قسمیں ہیں۔ دو قسمیں۔ یعنی نبی اور صدیق، یہ علم کی بارگاہ کی دو قسمیں ہیں۔ یعنی علم اولاً نبی کے قلب پر آتا ہے کہ نبی علم کے لحاظ سے اصل ہوتا ہے اس کی تصدیق کرنے والے کو صدیق کہتے ہیں تو صدیق اور تصدیق علم کی ایک قسم ہے۔ نبی گویا نباء سے ہے جس کے معنی خبر دینے کے ہیں اور صدیق کے معنی تصدیق کنندہ کے ہیں اور تصدیق خود علم کی قسم ہے۔

تو حاصل یہ نکلا کہ نبی اور صدیق علم کے دو افراد ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ نبی علم میں اصل ہے اور صدیق تابع ہے۔ بالذات اور اصل علم کے لحاظ سے نبی اور تابع ہونے کی حیثیت دیکھی جائے تو وہ صدیق کی ہے تو صدیق نبی کے تابع ہوتا ہے اس لئے علم کے دو افراد ہو گئے ایک نبی اور ایک صدیق ......عمل کے بھی دو ہی افراد ہیں، ایک شہید اور ایک صالح۔ شہید اصل ہوتا ہے عمل میں اور صالح اس کے تابع ہوتا ہے۔ شہید اسے کہتے ہیں جو اللہ کے راستہ میں فقط خواہشات ہی نہیں بلکہ نفس کو بھی ختم کر دے۔ جو جان تک اللہ کے راستے میں لگا دے وہ شہید ہے......اور صالح اس کو کہتے ہیں جو نیکی کا راستہ اختیار کرے یعنی نفس کی خواہشات کو پامال کرتا رہے، جو اللہ کی مرضی کو آگے رکھے اس کو صالح کہتے ہیں۔ تو شہید اگر جان دے کر فضا ہموار نہ کرے صالحین کی صلاح چل نہیں سکتی۔ صالحین اپنی صلاح پر جب ہی قائم رہیں گے جب فضا پر امن ہو فتنے نہ ہوں امن قائم ہو۔

عمل کی بنیاد......اخلاق

اخلاق: عمل کی نبیاد ہوتے ہیں۔ اگر اندر اخلاق نہ ہو عمل سرزد نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ کے اندر شجاعت کے اخلاق موجود ہیں تو حملہ آوری ہجوم اور اقدام کے افعال آپ سے سرزد ہوں گے۔ اگر آپ کے اندر سخاوت کا مادہ اور خلق موجود ہے تو داد و دہش اور دنیا، غریبوں کے ہاتھ پر رکھنے کے افعال آپ کے ہاتھ سے نمایاں ہوں گے۔ اگر بخل کا مادہ موجود ہے تو آپ عطا نہیں کریں گے۔ اگر بزدلی کا مادہ موجود ہے تو آپ پیچھے ہٹیں گے۔ تو اندر کا مادہ فعل کو حرکت دیتا ہے۔ اسی اندورنی مادے کو جو فعل کو حرکت میں لایا ''اخلاق'' کہتے ہیں۔ تو جیسے اخلاق ہوں گے ویسے اعمال سرزد ہوں گے۔ تو عمل کی قوتیں درحقیقت اخلاق ہیں لیکن اخلاق اپنا کام نہیں کر سکتے جب تک راستہ نظر نہ آئے۔ راستہ علم دکھاتا ہے۔ تو دو ہی چیزیں کمالات کی بنیاد ہو گئیں ایک علم اور ایک اخلاق۔ علم راہ دکھلائے گا اور اخلاق اس پر چلائیں گے۔ اخلاقی قوت آدمی کو اس پر دوڑائے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''افضل صدقہ وہ شفاعت ہے جس کے ذریعے قیدی چھڑایا جائے'' (بیہقی)

اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے ریل گاڑی...... آپ نے دیکھا ہوگا انجن دوڑتا ہے، ہزاروں لاکھوں من بوجھ کے لوہے کی گاڑی کو اپنے ساتھ باندھ کر لے جاتا ہے۔ مگر انجن کے چلنے اور منزل پر پہنچنے کی شرط کیا ہے؟ ایک تو یہ کہ اس کے سامنے لائن بنی ہوئی ہو۔ لوہے کی پٹڑی اس کے سامنے بچھی ہوئی ہو جس پر انجن کو اتارا جا سکے۔ اور دوسری یہ کہ اس کے اندر اسٹیم کی طاقت بھری ہوئی ہو۔ آگ اور پانی کو جمع کر کے بھاپ کی طاقت جمع کر دی جائے...... تو اگر لائن بچھی ہوئی نہ ہو تب بھی انجن نہیں چل سکتا۔ اور لائن بچھی ہوئی ہو مگر اس کے اندر اسٹیم کی طاقت نہیں تب بھی نہیں چل سکتا۔ لائن پر انجن کھڑا ہوا ہے اور اندر نہ آگ ہے، نہ پانی اور بھاپ کی طاقت پیدا نہیں ہوتی تو دھکیل دھکیل کے اسے آپ کہاں تک چلائیں گے؟

ہزاروں آدمی مل کر لگیں گے، یہ بالشت بھر چلے گا پھر کھڑا ہو جائے گا۔ تو جب تک انجن کے اندر چلنے کی طاقت نہ ہو تو نہیں چل سکتا۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ مقام دو ہی ہیں ایک علم کا مقام ہے اور ایک اخلاق کا مقام ہے علم راستہ دکھلاتا ہے اخلاق چلنے کی قوت پیدا کرتے ہیں۔ دونوں چیزیں جب جمع ہو جاتی ہیں جب آدمی کامیاب ہوتا ہے......

تو نبوت بھی درحقیقت دو ہی بنیادوں پر قائم ہے ایک کمال علمی اور ایک کمال اخلاقی۔ یہی دو چیزیں انبیاءؑ لے کر آتے ہیں اور یہی بنیاد نبوت ہیں۔ جب یہ بنیاد نبوت کا معیار ہوئی تو خود سمجھ لیجئے کہ جو ذات اقدس کمال علم میں اس رتبہ پر پہنچائے کہ اس رتبہ پر کوئی نہ پہنچا ہوا ہو اور اخلاقی مقام میں اس مقام پر پہنچ جائے کہ کوئی اس مقام پر آیا ہوا نہ ہو تو وہی نبی سب سے بڑا نبی ہو گا اس لئے کہ معیار نبوت جو کچھ تھا وہ اس میں حد کمال پر آیا ہوا ہے......

ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں شان علم

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو دیکھا جائے تو علم کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اُوْتِیْتُ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ. مجھے اگلوں کے اور پچھلوں کے تمام علوم عطاء کر دیئے گئے ہیں۔ جتنے پچھلوں کو علوم دیئے گئے تمام انبیاء جو جو علوم لے کر آئے وہ سارے علوم میری ذات میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔ تو اگلوں کے علوم یعنی انبیاء سابقین کے سارے علوم آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہیں اور پچھلوں کے علوم بھی یعنی قیامت تک جو آنے والے ہیں، علماء، فضلاء، حکماء ان سب کے علوم......

ظاہر بات ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے پروردہ ہیں وہ تو آپ کے علم سے مستفیض ہیں وہ تو ہیں ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم ...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی جوتیوں کے صدقہ سے عالم بنے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی جوتیوں کے صدقہ سے صدیق، صدیق بنے تو وہ تو ہیں ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم...... لیکن بتلایا گیا کہ پچھلے انبیاء کے جو علوم ہیں وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ میں جمع کر دیئے گئے ہیں کہ جتنے اگلوں کے علوم تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں جمع ہیں جتنے پچھلوں کے علوم تھے وہ بھی ایک ذات میں جمع......

تو ایک عظیم نکتہ خیر اللہ نے پیدا کیا کہ اگلے اور پچھلے سارے علوم اس میں جمع کر دیئے گئے۔

ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اجتماع علوم کی محسوس مثال

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محسوس مثال علم کے لحاظ سے ایسی ہوگی کہ جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اندر دیکھتے ہیں کہ چہرے میں آنکھ ہے۔ تو آنکھ بھی عالم ہے مگر صورۃً رنگ کو دیکھے گی، صورت کو پہچان لے گی، آوازوں کا پہچاننا یہ آنکھ کا کام نہیں...... کان ہیں وہ آوازوں کا علم حاصل کرتے ہیں کہ آواز اچھی ہے یا بری، بلند ہے یا پست، کان آوازوں کے عالم ہیں وہ صورتیں نہیں دیکھتے...... ناک خوشبو اور بدبو کا عالم ہے وہ سونگھ کر بتلا دے گی کہ گلاب کا پھول ہے چنبیلی کا پھول ہے۔ لیکن ناک یہ چاہے کہ گلاب کی شکل دیکھ لے یہ ناک کا کام نہیں۔ زبان کا کام یہ ہے کہ وہ ذائقہ کو بتلائے۔ کھٹا ہے یا میٹھا ہے؟ نمکین ہے؟ زبان کو اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ تو آواز سن لے تو زبان کا یہ کام نہیں تو اس چہرے میں آنکھ بھی موجود ہے کان بھی موجود ہے ناک بھی موجود ہے دوسرے لفظوں میں گویا یوں کہا جائے کہ یہ علماء کی ایک بستی ہے اور ہر فن کا عالم الگ الگ ہے......

آوازوں کا عالم کان ہے صورتوں کی عالم آنکھ ہے ذائقوں کی عالم زبان ہے۔ خوشبو اور بدبو کی عالم ناک ہے۔ یہ سارے علماء ہیں اپنے اپنے موضوع کا علم رکھتے ہیں۔ اور یہ آگے اللہ کی صناعی اور حکمت ہے اسی دو انگشت کے چہرے میں ساری چیزیں ایک ہی جگہ جمع ہو گئیں۔

مگر ایسی سد سکندری حائل ہے کہ آنکھ کی یہ مجال نہیں کہ کان کے کاموں میں دخل دے سکے۔ کان کو یہ موقع نہیں ہے کہ وہ آنکھ کا کام سر انجام دے۔ ملے ہوئے ہیں مگر اپنی حدود سے قدم باہر نہیں نکال سکتے۔ ہر ایک اپنے اپنے کام میں مشغول اپنے علم میں لگا ہوا ہے۔

لیکن یہ سارے علوم کان ناک آنکھ زبان کے اللہ تعالیٰ نے حس مشترک میں جمع کر دیئے ہیں۔ جس کو ام الدماغ کہتے ہیں۔ دماغ کا یہ جو ابتدائی حصہ ہے اس میں سارے علوم جمع ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب آنکھ

سے دیکھتے ہیں تو آنکھ تو دیکھ کر کے اپنا فارغ ہو گئی لیکن جو صورت تھی وہ دماغ میں ابھی تک موجود ہے۔ اگر آنکھ میں موجود رہتی تو آنکھ نے اپنا کام جو ختم کیا تھا۔ آنکھ پر پردہ آ گیا تھا۔ صورت ماند ہو جانی چاہیے۔ لیکن جس چیز کو آپ نے دیکھ لیا ہے دیکھنے کے بعد آپ آنکھ بند کریں تب بھی صورت آپ کے سامنے موجود ہے۔

یہ تو کوئی خزانہ ہوگا۔ جس میں جمع ہے وہی دماغ کا خزانہ ہے۔ آپ نے روٹی چکھ لی اور ذائقہ معلوم کر لیا لیکن جب کھانے پینے کا کام ختم ہو گیا تب بھی ذائقہ کا ایک اندازہ آپ کے قلب میں موجود ہے۔

آپ نے اگر دلی کی سیر کی ہو گی جامع مسجد دیکھی ہو گی لال قلعہ دیکھا ہو گا۔ تو دیکھا تو ایک دفعہ تھا۔ لیکن دن میں دس بار اپنے مکان میں بیٹھ کر دیکھنا چاہیں تو دیکھ سکتے ہیں۔

دل کے آئینے میں ہے تصویر یار جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

بس جہاں گردن جھکائی تو پوری جامع مسجد سامنے موجود، پورا لال قلعہ سامنے موجود تو کہیں جمع ہے تبھی تو وہ سامنے ہو جاتا ہے۔ یقیناً اندر موجود ہے۔ تو یہ سارے حالات اندر کی کارگذاریاں ہیں۔ اور جو کچھ ان کی معلومات ہیں وہ آپ کے ذہن یا دماغ میں جمع ہیں تو یہ ام الدماغ ہے یہاں سارے حالات کا مجموعہ ہے۔ کہ اس میں دیکھنے کی طاقت بھی ہے سننے کی بھی طاقت ہے۔ چکھنے کی بھی طاقت ہے۔ خوشبو اور بدبو کے ادراک کی بھی طاقت ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اگر کسی کی خدانخواستہ آنکھ پھوڑ دی جائے دماغ میں اس سے خلل نہیں آتا۔ کان نہ رہیں دماغ میں نقصان نہیں۔ لیکن دماغ میں لاٹھی ماردی جائے۔ تو آنکھ بے کار، پاؤں بے کار ناک بھی بے کار پھر کوئی حواس اس کے اندر باقی نہیں رہے گا۔ اس لیے کہ جب خزانہ ٹوٹ گیا جہاں سے فیض پہنچ رہا تھا۔ کان ناک آنکھ تو سب بے کار ہو گئے۔ لیکن اگر آنکھ کان ناک باقی نہ رہے۔ دماغ کا کوئی نقصان نہیں۔ اس واسطے کہ وہ اصل خزانہ ہے۔

جب یہ مثال سمجھ میں آئی تو غور کیجئے۔ کہ اس عالم میں ہزار ہا انبیاء علیہم السلام بھیجے گئے۔ ہر نبی کا ایک مخصوص علم ہے ہر نبی کو کچھ خصوصی علوم عطاء کئے گئے ہیں۔ دین ایک دیا گیا ہے۔ لیکن دین کے بتلانے اور سمجھانے کے لیے پروگرام کے لیے انبیاء علیہم والسلام کو مختلف علوم دیئے گئے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اسماء وصفات کا علم دیا گیا ہے۔ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا.

یوسف علیہ السلام کو تعبیر خواب کا علم دیا گیا۔

رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْکِ
وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ.

حضرت خضر علیہ السلام کو علم لدنی دیا گیا۔ (فراست کا علم) داؤد علیہ السلام کو زرہ سازی کا علم دیا گیا۔ سلیمان علیہ السلام کو منطق الطیر کا علم دیا گیا۔ کہ پرندوں کا علم جانتے تھے۔ ہر نبی کا ایک مخصوص علم ہے۔

تو سارے انبیاء علیہم السلام ایسے ہیں کہ کوئی آنکھ ہے کوئی ناک ہے کوئی کان ہے۔ مختلف علوم کے حامل ہیں۔ لیکن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال ام الدماغ کی ہے کہ سارے حواس کا علم لا کر اس دماغ میں جمع کر دیا ہے دماغ کو کوئی نقصان پہنچتا ہے یا دماغ نہ رہے تو آنکھ کان ناک کچھ نہیں رہتا لیکن اگر آنکھ ناک کان باقی نہ رہیں تو دماغ کو کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ تو سارے انبیاء گذر چکے ہیں مگر دماغ اسی طرح قائم ہے لیکن خدانخواستہ دماغ نہ ہوتا تو آنکھ نہ رہتی کان نہ رہتے نہ ناک رہتی کوئی چیز نہ رہتی۔

تو تمام انبیاء علیہم السلام کے علوم در حقیقت مستفاد ہیں، نکلے ہوئے ہیں خزانہ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ اصل نکتہ خیر حق تعالیٰ کی جانب سے جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کے فیضان سے انبیاء علیہم السلام میں نبوتوں کے علوم آئے یعنی سبب آپ بنائے گئے ہیں، آپ کے ذریعہ سے آپ کے سبب سے انبیاء علیہم السلام کو علوم عطا فرمائے گئے۔

نبی الانبیاء پر ایمان لانے کے لئے انبیاء کو پابند کیا گیا

یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حدیث میں فرماتے ہیں، حافظ جلال الدین سیوطیؒ نے ''خصائص کبریٰ'' میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ اَنَا نَبِیُّ الْاَنْبِیَاءِ اور انبیاء تو بالکل اسی طرح جیسا کہ آفتاب نکلے اور مختلف دھوپوں کے ٹکڑے آپ دنیا میں پھیلے ہوئے دیکھتے ہیں، کوئی گول ہے کوئی چوکور ہے کوئی مثلث ہے کوئی مربع ہے تو اگر دھوپ سے پوچھا جائے کہ تو کون ہے؟ تو یوں کہے گی کہ آفتاب کا جز، آفتاب کا حصہ...... اس کا مطلب یہ ہے کہ میرا خود اصلی وجود نہیں، وجود تو آفتاب کا ہے اس کی وجہ سے میرا وجود بھی نظر آتا ہے میں خود آفتاب سے کٹ کر کوئی مستقل وجود نہیں رکھتی بلکہ میرا وجود اس وقت تک ہی قائم ہے کہ جب تک میں آفتاب کی کرنوں سے وابستہ رہوں اگر میں کٹ جاؤں تو میرا وجود ختم ہو جائے......

تو مؤمن کے ایمان کا وجود اصل میں نبی کے ایمانی وجود کے تابع ہے تو جب انبیاء علیہم السلام مؤمن بنائے گئے اور ہدایت کی گئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ تو ایسی صورت بن گئی کہ حقیقی ایمان صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے پھر انبیاء علیہم السلام کو بھی ایمان عطاء کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم و ایمان کا ''نکتہ خیر'' جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہیں۔

تو اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اُوْتِیْتُ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ. اگلوں کے یعنی سارے انبیاء علیہم السلام کو جو علوم دیئے گئے ہیں وہ میرے سینہ میں جمع ہیں، حقیقت تو یہ ہے کہ اصل میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ میں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے دوسروں تک پہنچائے گئے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم حس مشترک اورام الدماغ ہیں اور انبیاء مثل آنکھ، کان، ناک کے ہیں۔ علم کا فیض یہاں سے پہنچ رہا ہے۔ کسی کو کوئی علم ملا...... یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ کُلَّهَا کَمَا عُلِّمْتُ الْاَسْمَاءَ کُلَّهَا.

آدم علیہ السلام کو اسماء اور صفات کا علم دیا گیا۔ جیسے کہ سارے اسماء و صفات کا مجھے علم عطاء کیا گیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات میں علوم کی جامعیت

تو انبیاء علیہم السلام کو جو علوم دیئے گئے وہ حد کمال کے ساتھ جمع ہو کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے اندر جمع کر دیئے گئے ہیں ظاہر بات ہے کہ جو خاتم النبیین ہوگا وہ تمام اوصاف و کمالات میں بھی خاتم ہوگا تو خاتم العلوم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا جائے گا کہ تمام علوم کے درجات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ میں جمع کر دیئے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الاخلاق بھی کہا جائے گا کہ اخلاق کے سارے نمونے اور کمالات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات میں جمع کر دیئے گئے

اس لئے میں نے عرض کیا تھا کہ جب نبوت کا معیار اور مقام نبوت کی کسوٹی کمال علم اور کمال اخلاق ہے تو جس کا علم سب سے بڑا ہوگا اس کی نبوت بھی سب سے بڑی ہوگی۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم سب سے بڑا بھی ہے اور سب پر حاوی بھی ہے تمام علوم کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جامع بھی ہیں اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو مخصوص علوم ہیں وہ الگ ہیں۔ اس لئے علم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔ اور اسی واسطے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انبیاء سابقین کے لئے مصدق کہا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی نبوت اور ان کے علم کی تصدیق کرنے والے ہیں۔ اور تصدیق وہی کرتا ہے جو پہلے سے علوم جانتا ہو جو کسی چیز سے واقف نہ ہو وہ تصدیق نہیں کیا کرتا وہ تو سلام کیا کرتا ہے تا کہ کسی کو علم نہ ہو جائے کہ یہ علم نہیں رکھتا۔

لیکن یہ کہنا کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو وہ ٹھیک ہے اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ پہلے سے اس چیز کو جانتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ بھی کہا گیا ہے۔

اے پیغمبرو! جو تمہیں علوم دیئے گئے ہیں ان کی تصدیق کرنیوالے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے تو تصدیق کرنا اس کی دلیل ہے کہ وہ سارے علوم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر جمع تھے۔ جن کی شرح اُوْتِیْتُ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ. کی حدیث نے کر دی ہے مجھے اگلے اور پچھلوں کے سب کے علوم عطاء کر دیئے گئے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو تعبیر خواب کا علم دیا گیا اور قرآن کریم میں متعدد واقعات خواب کی تعبیر میں آئے ہیں جو یوسف علیہ السلام سے وابستہ ہیں۔ یہ بڑا عجیب علم ہے لیکن جناب رسول اللہ کی ذات اقدس کو دیکھا جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فقط خوابوں کی تعبیر ہی نہیں دی بلکہ فن تعبیر کے اصول بتلا دیئے اس سے بڑے بڑے معبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اندر بن گئے تعبیر خواب کے امام پیدا ہوئے۔ بڑی بڑی کتابیں لکھی گئیں...... تو یوسف علیہ السلام نے تعبیریں بتلائیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب کی تعبیر کے اصول کلی بتلائے اس سے تعبیر دینے والے تیار ہو گئے جو کہ لاکھوں کی تعداد میں گزرے ہیں یہ ایک مستقل علم اور فن بن گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اخلاق

اخلاق کے لحاظ سے دیکھا جائے تو اخلاق میں بھی سب سے اونچا مقام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطاء کیا گیا۔ اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جو مقام سب سے آخری اور اونچا ہوتا ہے تو نیچے کے سارے مقامات اس میں جمع ہو جاتے ہیں مثلاً آپ یوں کہیں کہ فلاں آدمی بخاری پڑھا ہوا ہے تو بخاری آدمی کب پڑھے گا؟ پہلے میزان و منشعب پڑھے، پھر قدوری پڑھے، پھر شرح وقایہ پڑھے پھر ہدایہ پڑھے تب جا کے بخاری پڑھے گا۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اخلاق کا اعلیٰ مقام دے دیا گیا تو اس کے نیچے جتنے مقام تھے وہ خود بخود آ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جامع اخلاق بھی ہیں...... اور وہ کس طرح سے؟

وہ یہ کہ ہم نے جہاں تک غور کیا تو قرآن واحادیث سے اخلاق کی تین قسمیں معلوم ہوئیں ایک اخلاق حسنہ، ایک اخلاق کریمانہ اور ایک اخلاق عظیمہ۔

"خلق حسن" یہ اخلاق کا ابتدائی درجہ ہے حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خطاب فرمایا کہ یَا خَلِیْلِیْ حَسِّنْ خُلُقَکَ اے میرے خلیل! اپنے اخلاق کو حسن بناؤ۔ اگرچہ کفار کے ساتھ معاملہ پڑے تب بھی اخلاق حسنہ سے پیش آؤ۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک حسن خلق ہے جس کی تعلیم حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دی گئی۔ ایک خلق کریم ہے جیسے حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ. میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ کریمانہ اخلاق کو مکمل کر کے تمہارے سامنے پیش کر دوں۔

اور ایک خلق عظیم ہے جو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی خلق ہے جس

کو قرآن میں فرمایا گیا۔ وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ.
اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ خلق عظیم کے اوپر ہیں۔ تو تین قسمیں نکلیں۔
ان تینوں میں کیا فرق ہے؟ حسن خلق ابتدائی درجہ ہے خلق کریم درمیانہ درجہ اور خلق عظیم انتہائی درجہ ہے......
خلق حسن کسے کہتے ہیں؟ عدل کامل کو۔ یعنی معاملہ میں کوشش کرو کہ اس میں حد اعتدال سے نہ گزرو، اگر آپ کو خدانخواستہ کوئی تھپڑ مار دے تو آپ نے بھی اتنے ہی زور سے تھپڑ مار دیا جتنی زور سے اس نے مارا تھا تو کہا جائے گا کہ آپ حسن خلق کے اوپر ہیں۔ اگر آپ تھپڑ کے جواب میں مکہ مارتے تو کہا جاتا کہ بڑے بداخلاق آدمی ہیں اس نے تھپڑ مارا تھا انہوں نے مکہ مار دیا۔ تعدی کی اور زیادتی کی......تو تعدی اور ظلم سے بچ جانا یہ حسن خلق ہے یعنی عدل کے اوپر قائم رہنا۔ بال برابر اس چیز کا پورا پورا بدلہ دے دینا یہ حسن خلق کا مفہوم ہے......
اسی طرح اگر آپ نے کسی کو ایک روپیہ دیا ہے اور آپ خواہشمند ہیں کہ بدلے میں مجھے وہ بھی ایک دے تو یہ خلق حسن کی بات ہے۔ اور اگر آپ یوں کہیں کہ میں تو دوں ایک اور اس سے وصول کروں پانچ تو کہا جائے گا کہ یہ بداخلاقی کی بات ہے یہ زیادتی کی بات ہے تو خلق حسن کا حاصل اعتدال اور معاملات کا عدل ہے......
علی ہذا القیاس اگر کوئی شخص کسی پر حملہ کر دے اور اس کی آنکھ پھوڑ دے تو اسے بھی حق حاصل ہے کہ حملہ کر کے آنکھ پھوڑ دے مگر ایک ہی پھوڑے گا دو نہیں پھوڑے گا۔ دو پھوڑے گا تو کہا جائے گا کہ ظالم ہے۔ تو غرض حسن خلق کا حاصل یہ ہے کہ اول بدل ہو تو پورا پورا ہو۔ عدل کے مطابق ہو۔ انصاف کے مطابق ہو اس سے گزرنا بداخلاقی ہے۔
دوسرا درجہ خلق کریم کا ہے اس میں اول بدل تو نہیں ہوتا اس میں ایثار ہوتا ہے کہ دوسرا زیادتی کرے آپ اسے معاف کر دیں ایک نے تھپڑ مارا آپ نے کہا مجھے حق تو تھا بدلہ لینے کا مگر اس احمق اور بے وقوف سے کیا بدلہ لوں جائیں معاف کرتا ہوں یہ کریمانہ خلق ہے۔ دوسرے نے گالی دی آپ کو بھی حق تھا کہ اتنی زیادتی آپ بھی کرتے لیکن آپ نے معاف کر دیا تو یہ ایثار کا درجہ ہے اس کو خلق کریم کہیں گے۔
اور تیسرا درجہ خلق عظیم کا ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ کے ساتھ کوئی زیادتی کرے تو نہ صرف یہ کہ آپ اسے معاف ہی کر دیں بلکہ الٹا اس کے ساتھ احسان بھی کریں یہ خلق عظیم کہلاتا ہے جس کو حدیث میں فرمایا گیا ہے۔ صِلْ مَنْ قَطَعَکَ وَاعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَکَ وَاَحْسِنْ اِلٰی مَنْ اَسَاءَ اِلَیْکَ. جو تمہارے ساتھ قطع تعلق کرے تم جوڑنے کی کوشش کرو۔ جو تمہارے ساتھ برائی کرے تم اس کے ساتھ بھلائی کرنے کی کوشش کرو۔ یہ خلق عظیم کہلاتا ہے اور یہ خلق جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

شرائع سابقہ اور شریعت محمدی کے درمیان اخلاق کا موازنہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو خلق حسن کی تعلیم دی یعنی مکمل عدل و اعتدال کی۔ تو قرآن کریم میں فرمایا گیا
"وَ کَتَبْنَا عَلَیْهِمْ فِیْهَا اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَیْنَ بِالْعَیْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ"
"ہم نے توراۃ میں فرض کر دیا تھا اور لاگو کر دیا تھا کہ اول بدل ہوگا اگر کوئی تمہارا دانت توڑ دے تمہارا فرض ہوگا کہ تم بھی اس کا دانت توڑ دو۔ تمہاری کوئی آنکھ پھوڑ دے تمہارا فرض ہوگا کہ تم بھی اس کی آنکھ پھوڑ دو۔ انتقام لینا توراۃ میں واجب کیا تھا معاف کرنا جائز نہیں تھا۔ سخت شریعت تھی۔ تو ناک کا بدلہ ناک اور ہاتھ کا بدلہ ہاتھ، کان کا بدلہ کان اور دانت کا بدلہ دانت۔ اور کوئی زخم لگائے تو تم بھی زخم لگاؤ برابر سرابر۔ تو یہ حسن خلق تھا جس کی تعلیم حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو دی۔
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دور ہے۔ انہوں نے خلق کریم کی دعوت دی۔ وہاں تعلیم یہ دی کہ اگر کوئی تمہارے دائیں گال پر تھپڑ مارے، تو نہ یہ کہ تم بدلہ نہ لو بلکہ بایاں گال بھی سامنے کر دو کہ بھائی ایک تھپڑ اور مارتا چل۔ یہ ایثار کی بات ہے کہ بدلہ نہیں لیا معاف کر دیا بلکہ اپنے کو پیش کر دیا کہ لے اور مار۔ اگر تیری خوشی اسی میں ہے اور تیرا جی اسی میں ٹھنڈا ہوتا ہے تو مار تھپڑ، میں مرنے کے لئے تیار ہوں۔ تیرا دل بس ٹھنڈا ہونا چاہیے۔ یہ ایثار کی تعلیم ہے۔
لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جامع تعلیم دی وہ یہ کہ نہ تو یہ فرمایا کہ تم پر بدلہ لینا واجب ہے اور نہ یہ فرمایا کہ تم پر معاف کرنا واجب ہے دونوں چیزیں جمع کر دیں اور ساتھ میں اعلیٰ مقام بھی پیش کر دیا......
فرمایا کہ وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَی اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ.
برائی کا بدلہ برائی ہے۔ تمہیں حق حاصل ہے کہ جو تمہارے ساتھ برائی کرے تم بھی اس کے ساتھ برائی کرو کوئی تمہیں تھپڑ مارے تم بھی اسے تھپڑ مارو۔ جو مکہ مارے تم بھی اسے مکہ مار دو۔ برائی کا بدلہ برائی ہے بدلہ لینے کا حق تمہیں حاصل ہے۔ لیکن آگے فرمایا۔
فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَی اللّٰهِ.
اور اگر تم معاف کر دو تو اللہ کے ہاں بڑے بڑے درجے ملیں گے تو دونوں حق دے دیئے انتقام لینے کا بھی اور معاف کر دینے کا حق بھی۔
اس واسطے کہ اسلام دنیا کی ہر قوم کے لئے پیغام ہے اس میں نرم مزاج

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم اہل بیت کے لئے صدقہ حلال نہیں۔ (ابن سعد)

قوموں بھی شامل ہیں سخت مزاج بھی۔ اگر یہ تعلیم دی جاتی کہ انتقام لینا تمہارے اوپر واجب ہے تو بیچاری نرم خوقومیں، مشرقی بنگال کے رہنے والے، ان میں سے کوئی بھی اسلام قبول نہ کرتا کہ اس خونخوار مذہب کو کون قبول کرے ؟ کہ اگر کوئی تھپڑ مارے تو تمہارے اوپر فرض ہے کہ تم بھی تھپڑ مارو، کوئی لاٹھی مارے تو تمہارا فرض ہے کہ تم بھی لاٹھی مارو۔ یہ تو بڑا سخت مذہب ہے۔

اور اگر یہ تعلیم دی جاتی کہ معاف کرنا واجب ہے شاید جو پٹھان ہے وہ ایک بھی اسلام قبول نہ کرتا کہ اس بزدلانہ مذہب کو کون قبول کرے کہ بھئی کوئی مارے تو دوسرا گال بھی پیش کردے کیوں بھئی کس لئے ؟ ہم اسے برداشت نہیں کرسکتے تو دونوں قوموں کو جان کر اسلام نے دونوں قوموں کو یہ حق دیئے کہ برائی کا بدلہ برائی سے لے لینا یہ بھی حق ہے اور اگر معاف کر دے تو اجر وعزیمت کی بات ہے۔

اور اگر معاف کر دینے کے بعد اس کے ساتھ خیر خواہی بھی کرے تو یہ خلق عظیم ہے۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق ہے۔ جس کو ایک موقع پر قرآن کریم نے فرمایا۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ.

اے پیغمبر! یہ تو ہم نے کوٹ کوٹ کر رحمت تمہارے قلب کے اندر بھری ہے۔ اس سے تمہارے قلب میں نرمی اور لینت ہے۔ رافت اور ترس کھانا ہے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سخت گیر ہوتے تو یہ جو پروانوں کی طرح جمع ہیں سب بھاگ جاتے کوئی پاس نہ بھٹکتا۔ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب میں نرمی اور رحمت و رافت بھر دی تو اس کا کیا تقاضا ہونا چاہیے۔ فَاعْفُ عَنْهُمْ پہلا مقام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی برائی کرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے معاف کر دیں بلکہ بدلہ بالکل نہ لیں یہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان......

آگے فرمایا کہ فقط یہ ہی نہیں اس سے بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہے کہ کوئی برائی کرے تو نہ صرف معاف کر دیں بلکہ واستغفرلھم۔ اس کے لئے دعائے مغفرت بھی کریں وہ باغی ہو گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے دعا کریں۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت ظرف ہے یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حوصلہ ہونا چاہیے۔ تو پہلا درجہ یہ ہے کہ معاف کر دیں۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغفرت کی دعا بھی کرنی چاہیے۔ اور تیسرا درجہ ایک اور آگے بتلایا گیا کہ یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سے نیچا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اس سے بھی زیادہ بلند ہے...... وہ کیا......؟

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ انہیں برا کہنے والوں سے بلا کر مشورہ بھی کر لیں تا کہ یہ سمجھیں کہ ہمیں اپنا بھی سمجھا۔ تو وہ تو کر رہے ہیں برائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اپنا بنا رہے ہیں۔ وہ تو دے رہے ہیں گالیاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دعائیں دے رہے ہیں یہ خلق عظیم ہے۔ تو جو خلق عظیم کا مالک ہوگا خلق حسن بھی اس کے نیچے آ گیا، خلق کریم بھی اس کے نیچے آ گیا۔ اس لئے کہ جب اعلیٰ مقام حاصل ہے تو درمیان کا اور ادنیٰ مقام بھی حاصل ہے تو معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اخلاق کا بھی وہ نمونہ دیا گیا ہے کہ سارے اخلاقی نمونے اس کے اندر جمع ہو جاتے ہیں۔

تو علم کا وہ مقام کہ سارے علوم نبوت آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع کر دیئے گئے۔ اخلاق کا وہ مقام کہ سارے پیغمبروں کے اعلیٰ اخلاق جمع کر دیئے گئے۔ اور یہی دو چیزیں بنیاد نبوت تھیں۔ کمال علم اور کمال اخلاق۔ تو جب یہ دونوں چیزیں اعلیٰ طریق پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سب سے زیادہ اونچی نبوت تھی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام نبوت اتنا بڑا اونچا مقام ہے کہ اور انبیاء علیہم السلام وہاں تک نہیں پہنچ سکتے...... اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ لِيْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ لَا يَسَعُنِيْ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ مجھے وہ قرب ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ سے نزدیکی میسر آتی ہے کہ وہاں تک نہ کوئی مقرب فرشتہ پہنچا نہ کوئی نبی مرسل پہنچا۔ جہاں تک اللہ تعالیٰ کے ہاں میری رسائی ہے تو بہر حال اس سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام نبوت واضح ہوا۔

مقام نبوت کے آثار

اس مقام نبوت کے آثار کیا ہیں؟ ان کے آثار کو دو حدیثوں میں بیان کیا گیا جو میں نے تلاوت کی تھیں۔ دو غرضیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت کی بیان کیں دو مقصد بیان فرمائے وہ کیا ہیں؟ ایک یہ کہ اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا اور دوسرے بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاِخْلَاقِ میں اس لئے بھیجا گیا ہوں دنیا میں کہ تعلیم دے کر دنیا میں علم پھیلاؤں۔ اور اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ تکریم کے ذریعہ سے سب کو بااخلاق بنادوں۔

تو جو دو رکن مقام نبوت کے ہیں علم اور اخلاق، انہیں دو کے پھیلانے کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے۔ یہی بعثت کی غرض وغایت ہے۔

حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن مسجد نبوی میں تشریف لائے تو صحابہؓ کے دو گروہ تھے۔ ایک ایک طرف اور ایک ایک طرف۔ ایک گروہ تو مسئلے بیان کرنے میں لگا ہوا تھا، تعلیمی مسائل میں کہ یہ جائز ہے اور یہ ناجائز ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ یہ حلال ہے یہ حرام ہے۔ علمی باتیں ہو رہی تھیں...... اور ایک جماعت عبادت اور زہد وتقویٰ میں مشغول تھی، کوئی تلاوت میں مشغول تھا کوئی درود پڑھنے میں مشغول تھا، عبادت میں لگے ہوئے تھے۔

دونوں کو دیکھ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا كِلَا كُمَا عَلٰى

اَلْخَیْرِ دونوں جماعتیں خیر پر ہیں۔ یہ عباد اور زہاد کی جماعت بھی خیر پر ہے اور یہ علماء اور فضلاء کی جماعت بھی خیر پر ہے۔ مگر فرمایا اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا بھائی میں تو معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں اور یہ فرما کر اس جماعت میں بیٹھ گئے جو مسئلے مسائل کا تذکرہ کر رہی تھی۔

تو نبوت کی سب سے بڑی غرض و غایت تعلیم ہے جس سے علم دنیا کے اندر پھیلے.....تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم معلم بن کر آئے اور دنیا کے اندر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم پھیلایا اور لوگوں کو عالم بنایا......

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معجزہ علمی دیا گیا

ہزاروں معجزے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علمی ملے۔ لیکن سب سے بڑا معجزہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن کریم ہے جو علمی معجزہ ہے۔ علمی معجزے نے سب کو تھکا دیا عاجز کر دیا کہ کوئی اس کی نظیر نہ لا سکا قرآن نے چیلنج بھی کئے اور فرمایا

قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا

اگر سارے جن اور انسان مل جائیں اور ایک دوسرے کی مدد پر کھڑے ہو جائیں کہ اس قرآن کی نظیر لے آئیں تو وہ نہیں لا سکتے ناممکن ہے۔

اور تنزل کر کے سارے قرآن نظیر نہیں لا سکتے تو کم سے کم دس سورتیں ہی بنا لائیں۔ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ کفار نے یہ الزام لگا دیا کہ یہ افترا کردہ کلام ہے یہ تو تہمتیں باندھ رکھی ہیں۔ فرمایا گیا کہ یہ تہمت ہے اسی قسم کی تہمتیں تم بھی لے آؤ دس ہی سورتیں بنا لاؤ پھر اور زیادہ تنزل کیا کہ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ دس سورتیں تو تم نہ لا سکے ایک ہی سورۃ بنا لاؤ۔ جو قرآن جیسی ہو کہ اس کا اسلوب بیان بھی ہو بہو ہی ہو۔ فصاحت و بلاغت بھی اعجازی ہو اس میں علوم بھی اتنے ہی بھرے ہوئے ہوں اس میں لطائف و حکم بھی بھر پور ہوں تو اس جیسی ایک ہی سورت بنا لاؤ۔

اور اس سورت میں بھی یہ قید نہیں لگائی کہ سورۃ بقرہ جیسی ہو جو کہ ایک ہی سورت اڑھائی پارے کی ہے انا اعطینک (سورہ کوثر) جیسی سورت لے آؤ جو ایک سطر سے بھی کم میں آ جاتی ہے۔ اور پھر اور تنزل کیا کہ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ. سورۃ تو بجائے خود ہے ایک آیت، ایک بات، ہی قرآن جیسی بنا لاؤ۔ مگر نہیں لا سکے تو لوگوں نے لڑائیاں لڑیں، گالیاں دیں، برا بھلا کہا، لیکن یہ صاف صاف صورت کیوں نہ اختیار کی کہ اس کی نظیر بنا کے پیش کر دیتے سارے جھگڑے ختم ہو جاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو سب سے بڑا معجزہ علمی قرآن ہے۔ اور معجزہ کے معنی یہ ہیں کہ دنیا تھک جائے مگر مثل نہ لا سکے اس کو معجزہ کہتے ہیں۔

علمی معجزے دیئے جانیکی حکمت

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ علمی ہے۔ عملی معجزے بھی ہزاروں دیئے گئے لیکن پچھلے انبیاء کو صرف عملی معجزے دیئے گئے۔ عیسیٰ علیہ السلام کو احیائے موتی دیا گیا۔ موسیٰ علیہ السلام کو عصا اور ید بیضا دیا گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نار خلیل کا معجزہ دیا گیا یوسف علیہ السلام کو قمیض یوسف کا معجزہ دیا گیا۔ ان کا کرتہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں پر ڈال دیا گیا تو بینائی لوٹ آئی۔ آنکھیں واپس آ گئیں۔ داؤد علیہ السلام کو ''الانة حديد'' کا معجزہ دیا گیا کہ لوہے کو ہاتھ میں لیتے تو موم کی طرح پگھل جاتا...... مختلف انبیاء علیہم السلام کو مختلف عملی معجزے دیئے گئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے عملی معجزات سینکڑوں دیئے گئے۔ مگر سب سے بڑا معجزہ علمی دیا گیا اور وہ قرآن کریم ہے اور اس کا کیا اثر ہے؟

یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب دنیا سے کوئی عامل رخصت ہوتا ہے اس کا عمل بھی ساتھ ہی رخصت ہو جاتا ہے۔ عمل باقی نہیں رہتا۔ جب عامل گیا تو عمل بھی گیا۔ لیکن عالم اگر دنیا سے رخصت ہو جائے تو علم رخصت نہیں ہوتا وہ باقی رہتا ہے۔ ابد تک باقی رہتا ہے۔

تو معجزہ در حقیقت نبوت کی دلیل ہے تو انبیاء سابقین کے معجزات عملی تھے۔ جب وہ دنیا سے تشریف لے گئے تو ان کے معجزات بھی گئے تو کسی کی نبوت کی دلیل آج دنیا میں موجود نہیں۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علمی معجزہ دیا گیا اور علم عالم کے جانے سے ختم نہیں ہوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے مگر دلیل نبوت آج تک موجود ہے اس لئے نبوت بھی موجود ہے۔ اس لئے آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے تحت آ جاؤ اور عمل کرو۔ اس لیے جب وہ نبوت موجود نہیں اور یوں موجود نہیں کہ دلیل نبوت موجود نہیں اس لیے ہم چیلنج نہیں کر سکتے عمل کے لیے بھی نہیں کہہ سکتے۔

لیکن نبوت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہہ سکتے ہیں کہ نبوت موجود ہے۔ عمل کرو اس لیے کہ دلیل اسکی موجود ہے اور وہ قرآن ہے جو کہ علمی معجزہ ہے آج بھی اس کا چیلنج اسی طرح موجود ہے جیسے پہلے تھا۔

حقیقت محمدی کی عجیب تعبیر

تو سب سے بڑی چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علمی معجزہ دیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات میں علم رچایا گیا۔ حدیث میں ہے کہ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ سب سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا کیا تو یہاں وہ نور مراد نہیں جو چاند سورج کا حسی نور ہوتا ہے یہ تو بہت کم درجے کی چیز ہے اس نور کے مقابلے میں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے وہ حقیقت محمدی ہے جو علم سے گوندکر بنائی گئی ہے اس کے اندر اصل علم ہے گویا علم رگ و پے میں رچایا گیا ہے استعداد علمی رچائی گئی.........

تو حقیقت محمدی در حقیقت علم ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں

بھی علم بھرا گیا معجزہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علمی دیا گیا۔ امت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی علمی امت بنائی گئی یہی وجہ ہے کہ قرآن کی برکت ہے کہ امام اوزاعی نے لکھا ہے کہ کثرت تصنیف اس امت کی خصوصیت ہے دنیا کی کسی امت میں وہ تصانیف نہیں ملیں گی۔ جو اس امت میں ملیں گی۔ کتب خانے بھر دیئے ہزار دو ہزار لاکھ دو لاکھ نہیں کروڑوں کتابیں آج تک موجود ہیں۔ اور مدت سے چلی آ رہی ہیں مصر کے کتب خانے اندلس کے کتب خانے۔

جب وہاں انقلاب ہوا اور مسلمانوں کی حکومت ختم ہوگئی اور عیسائیوں نے غلبہ پالیا تو تعصب میں آ کر یہ چاہا کہ ان کا لٹریچر انکا ادب انکا سب علمی ذخیرہ فنا کر دیا جائے تا کہ ان کا وجود باقی نہ رہے تو ایک مستقل عملہ حکومت اندلس نے مقرر کیا تا کہ مسلمانوں کا لٹریچر ضائع کر دیا جائے۔ ......تو پچاس برس میں جا کے سب کتب خانہ ضائع ہو سکے۔

بغداد کے اوپر تاتاریوں کا جب سیلاب آیا اور خلافت تباہ ہوگئی پارہ پارہ ہو گئی تو بغداد دجلہ کے کنارے پر ہے جو بہت بڑا دریا ہے پل مسلمانوں نے توڑ دیا تھا تاتاریوں نے جب بغداد فتح کر لیا تو صرف ایک کتب خانہ مسلمانوں کا لوٹ کر اس کی کتابیں بھر کر دجلہ میں سڑک بنائی گئی وہ بہت چوڑی سڑک بنائی گئی اور وہ اتنی چوڑی سڑک تھی کہ چار پانچ گاڑیاں برابر گزر سکتیں تھیں یہ صرف ایک کتب خانہ کی کتابیں تھیں جن سے دجلہ کا پل بنایا گیا۔

مورخین لکھتے ہیں کہ ان کی سیاہی بہہ کر جو پانی میں گھلی ہے تو ایک مہینے تک علماء کو لکھنے کے لیے روشنائی کی ضرورت نہیں تھی دجلہ کا پانی روشنائی کا کام دیتا تھا...... تو جس قوم کے ایک ملک کے ایک شہر کے ایک کتب خانہ کا یہ حال ہوا اندازہ کیا جائے کہ بغداد میں کتنے کتب خانے ہوں گے؟ خود آپ کے پاکستان میں کتنے کتب خانے ہیں۔ بہت سے کتب خانے وہ ہیں جو سندھ وغیرہ میں ہیں۔ کہ آج تک ان کو کیڑا چاٹ رہا ہے کوئی پڑھنے والا اور لکھنے والا ان کتابوں کو نہیں ہے ہزاروں کی ہزاروں کتابیں موجود ہیں۔ ذخیرے ہیں۔ یہ سب علماء اسلام کے لکھے ہوئے ہیں۔ اور یہ سب کی سب کتابیں قرآن حکیم کی شرح ہیں۔ ہر کتاب کے شروع میں کوئی نہ کوئی آیت ہے جس سے مضمون کو شروع کیا گیا ہے......

تو قرآن کریم اتنا علمی معجزہ ہے کہ لاکھوں کتب خانہ بن گئے لاکھوں افراد عالم بن گئے۔ کوئی حد کتابوں اور کتب خانوں کی باقی نہیں رہی......

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معجزہ علمی دیا گیا۔ تو جس ذات اقدس کا علم اتنا بڑا ہے تو اس کی نبوت کتنی بڑی ہوگی؟ تو پھر اسکی تعلیم کتنی بڑی ہوئی...... تو فرمایا کہ اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ تو تعلیم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کے ذریعہ دی۔ اس قرآن نے دنیا بھر کے اندر علم پھیلایا جس سے بڑے بڑے علماء تیار ہوئے۔

قرآن معجزہ نما بھی ہے

اور میں تو کہتا ہوں کہ قرآن خود ہی معجزہ نہیں بلکہ معجزہ نما بھی ہے اور معجزے بناتا بھی ہے۔ اسلئے کہ قرآن پر چل کر ہی تو خواجہ معین الدین اجمیری خواجہ اجمیری بنے۔ اور اکابر اولیاء اللہ اسی پر چل کر اولیاء اللہ بنے تو قرآن در حقیقت نہ صرف خود معجزہ ہے بلکہ معجزہ نما بھی ہے۔ اور پھر یہ سلسلہ تا قیامت چلتا ہی رہے گا تو اتنے علوم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات میں رکھ دیئے گئے جو تا قیامت ختم ہونے کو نہیں آئیں گے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے علوم ہیں جو علماء، صوفیاء، محدثین، اور فقہاء کے ذریعہ ظاہر ہو رہے ہیں۔ علم کا تو یہ عالم تھا۔

اور تربیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تھی کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار یا بعض روایات میں جیسے کہ اس سے زیادہ ایک لاکھ ۴۴ ہزار کا عدد آیا ہے تو ایک لاکھ چوالیس ہزار نمونے بنا کر رکھ دیئے کسی مربی اور معلم کی یہی خوبی سمجھی گئی ہے کہ اپنے شاگرد کو اپنے جیسا بنا دے۔ تو ایک ایک کو ایسا بنایا کہ ایک ایک امت اور جہان کے برابر بن گیا۔ ایک ایک صحابی پوری امت بن گیا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دیکھو تو پوری امت فاروق رضی اللہ عنہ کو دیکھا جائے تو پورا جہان عثمان کو دیکھا جائے تو اکیلے ہی پورا عالم، علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو دیکھا جائے تو ایک فرد پورا جہان حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے پوری امت ایک پلڑے میں رکھی اور مجھے ایک پلڑے میں میرا پلڑا جھک گیا ساری امت سے وزن دار میرا ایمان اور علم و عمل ثابت ہوا پھر اس پلڑے میں فاروق اعظم کو بٹھایا اور ساری امت دوسرے پلڑے میں، تو فاروق اعظم کا پلڑا جھک گیا۔

تو صدیق و فاروق اور ایسے نمونے بنائے کہ ایک فرد جہانوں کے برابر ثابت ہوا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض تعلیم اور فیض تربیت تھا تو صدیق اکبر وفاروق اعظم وعثمان غنی علی مرتضی، خالد سیف اللہ، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن مسعود، رضی اللہ عنہم تو وہ ہیں جو نمایاں نام ہیں۔ ورنہ ایک ایک صحابی کو دیکھا جائے تو امت کے سارے اقطاب، بڑے بڑے غوث جمع ہو جائیں لیکن صحابیت کی گرد کو نہیں پہنچ سکتے تو جو اخلاص، معرفت، اور للّٰہیت ایک صحابی کے قلب میں جمع تھی اس کا نمونہ غیر صحابی کے قلب میں موجود نہیں ہو سکتا۔

صحابہ نے نہ صرف اپنی زندگی کو تج دیا تھا بلکہ زندگی کی غرض و غایت ہی دین بن گیا تھا۔

مقام صحابہ اور ان کی فدائیت

حدیث میں ایک واقعہ آتا ہے ایک صحابی ہیں جو عوام صحابہ میں ہیں کوئی علماء فقہاء میں ان کا شمار نہیں کھیتی باڑی کرتے تھے ہل چلا رہے تھے کہ کسی نے جا کر خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی...... بس ہل چھوڑ کے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے کہا کہ اے اللہ! یہ میری آنکھیں اس لیے تھیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم ہدیہ (نذرانہ) کھاتے ہیں صدقہ نہیں کھاتے۔ (الشمائل)

کہ تیرے نبی کا دیدار کریں یہ کان اس لیے تھے کہ تیرے نبی کا کلام سنیں۔ جب آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں نہیں تو میری آنکھیں ختم کر دے۔ میرے کان بھی ختم کر دے اب نہ بینا رہنا چاہتا ہوں نہ شنوا۔ مستجاب الدعوات تھے اسی وقت نابینا ہو گئے اور اسی وقت بہرے ہو گئے۔ پھر مرتے دم تک نہ کسی کی صورت دیکھی نہ کسی کی آواز سنی۔ تو گویا انہوں نے اپنی بینائی اور شنوائی، آنکھ اور کان کا مقصد اللہ کے رسول کا کلام سننا اور جمال مبارک...... کا دیکھنا بنا لیا تھا۔ اور زندگی کی یہی غرض و غایت تھی۔

تو جس قوم کا یہ حال ہو کہ ادنیٰ، ادنیٰ فرد جس کا علماء میں شمار نہ ہو وہ اس درجہ معرفت للّٰہیت اور اخلاص کامل پر ہو کہ سارے بدن کی قوتوں کی انتہائی غرض نبی ہو تو اس سے بڑھ کر اور کون نمونے تیار کر سکتا ہے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار نمونے اپنے جیسے تیار کر دیئے یہ تعلیم اور تکمیل اخلاق کا اثر تھا۔ جس صحابی کو دیکھو علم و عمل کا ایک مجسمہ معلوم ہوتا ہے ایثار و زہد و قناعت کا ایک مجسمہ نظر آتا ہے قلوب کی یہ رفتار امت کے کسی طبقے میں نہیں جو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں تھی۔

اسی لیے قرآن کریم نے من حیث الطبقہ اگر کسی طبقہ کی تقدیس کی ہے تو وہ صحابہ ہیں۔ کہ پورے کے پورے طبقے کو مقدس قرار دیا ہے۔ وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْ هُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّلَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا اَبَدًا یہ تو سابقین اولین اور مہاجرین و انصار تھے جو بعد میں ملتے گئے مہاجرین و انصار جتنے ہیں وہ ہیں کہ اللہ ان سے راضی پورے طبقے کے ساتھ اللہ تعالیٰ رضامندی کا اعلان کر رہے ہیں۔ اس طبقے کے ساتھ بھی رضامندی نہیں فرما سکتے جس طبقے کے اندر کھوٹ موجود ہو۔ یا ان میں کوئی خرابی موجود ہو۔ اور اعلان کر رہے ہیں قرآن مجید کے اندر، اور قرآن قیامت تک رہنے والی چیز ہے۔ تو رضی اللہ عنہم کا وعدہ بھی قیامت تک رہے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت کے اترنے کے بعد کوئی لمحہ بھی ایسا نہیں آ سکتا۔ کہ صحابہ میں کوئی فرق پڑ سکے۔ وہ برگزیدہ ہی رہیں گے، تا قیامت وہ پسندیدہ ہی رہیں گے۔ ورنہ قرآن کی آیت غلط ثابت ہو گی۔ من حیث الطبقہ جس طبقہ کی تقدیس ہے اور بزرگی بیان کی ہے۔ وہ صرف صحابہ ہیں۔ کہیں فرمایا اُولٰٓئِکَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً یہ بزرگ لوگ ہیں تو اللہ تعالیٰ جن کو بزرگ کہے ان کی بزرگی میں کیا کلام ہو سکتا ہے؟

کوئی یوں کہے کہ صاحب پہلے تو ایسے ہی تھے مگر بعد میں معاذ اللہ ان میں کچھ نفاق پیدا ہو گیا تھا تو قرآن کریم نے اس کی تکذیب و تردید کر دی...... فرمایا

اولئک الذین امتحن اللہ قلو بھم للتقوی لھم مغفرۃ و اجر عظیم

یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ نے ان کے دلوں کو پہلے ہی جانچ لیا تھا۔ امتحان لے لیا تھا یہ پرکھے پرکھائے لوگ ہیں۔

تو جن کو خدا پرکھ لے ان میں کھوٹ نہیں آ سکتا ورنہ پرکھ غلط ثابت ہو گی تو بہرحال طبقے کے طبقے کو مقدس کہنا یہ صرف حضرات صحابہ کی شان ہے اور صحابہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم و عمل کا نمونہ ہیں اسی لئے فرماتے ہیں کہ

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتھم اھتدیتم اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذو ھم من بعدی غرضاً

میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ ان کو ہدف نہ بناؤ، ان پر ملامت نہ کرو، ان پر اپنی جانب سے تنقید مت کرو، ان کے بارے میں خدا سے ڈرو۔ تقویٰ اختیار کرو۔

تو بہرحال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم و عمل کا نمونہ حضرات صحابہ تھے اتباع سنت کے اندر غرق تھے کہ انکے عمل کو دیکھ کر سنتوں کا اور نبی کی معاشرت کا پتہ چل جاتا تھا۔

تو میری تقریر کا حاصل نکلا ایک تو مقام نبوت کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کس مقام کی تھی؟ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام کیا تھا؟ علم و عمل کے اعتبار سے، علم و اخلاق کے اعتبار سے...... اور ایک یہ کہ نبوت کے مقاصد اور غرض و غایت کیا تھی؟

تو ان دو حدیثوں سے وہ غرض و غایت ظاہر ہوئی کہ وہ تعلیم اور تربیت اخلاق تھی۔

مقام امت محمدیہ

اور پھر تیسری چیز یہ کہ اس تعلیم و تربیت کے آثار کیا تھے؟ وہ نمایاں ہوئے وہ اس طرح کہ علم و عمل کے لاکھوں نمونے پیدا ہو گئے اور صرف صحابہ ہی تک محدود نہیں رہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مَثَلُ اُمَّتِیْ کَمَثَلِ الْمَطَرِ لَا یُدْرٰی اَوَّلُهٗ خَیْرٌ اَمْ اٰخِرُهٗ

میری امت کی مثال بارش جیسی ہے کہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ بارش کا پہلا قطرہ زمین کے لیے فائدہ مند ہو گا۔ یا بیچ کا یا اخیر کا؟

مطلب یہ ہے کہ خیر تو اول سے لے کر اخیر تک امت میں گھومتی ہوئی موجود ہے۔ اول بھی خیر اور آخر بھی خیر، بیچ بھی خیر، اخیر بھی خیر، مراتب کا فرق رہے گا۔ فرق مراتب الگ چیز ہے مگر نفس خیریت، نفس ہدایت وہ پوری امت میں مشترک ہے اخیر میں بھی اعلیٰ نمونے ملیں گے وسط میں بھی اعلیٰ نمونے ملیں گے ابتداء میں بھی ملیں گے۔

حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کَیْفَ تُهْلَکُ اُمَّتِیْ اَنَا اَوَّلُهَا وَالْمَهْدِیُّ وَسْطُهَا وَالْمَسِیْحُ اٰخِرُهَا۔ وہ امت کیسے ضائع ہو سکتی ہے کہ جس کی ابتداء میں ہوں اور انتہا میں مسیح علیہ السلام اور بیچ میں حضرت مہدی علیہ السلام ہوں۔ یہ امت ضائع ہونے والی نہیں

21

ہے کبھی فرمایا لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْصُوْرِیْنَ عَلَی الْحَقِّ لَایَضُرُّهُمْ مَنْ خَاذَلَهُمْ وَلَا مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰی یَاْتِیَ اَمْرُ اللّٰهِ میری امت میں ایک جماعت ہمیشہ باقی رہے گی چاہے چھوٹی ہو جو منصور من اللہ ہوگی حق پر قائم رہے گی وہی کچھ کرتی رہے گی جو کچھ میں نے کیا وہی کچھ کہتی رہے گی جو کچھ میں نے کہا وہی اس کا نعرہ ہوگا جو میرا نعرہ ہے انہیں کوئی رسوا کرنے والا رسوا نہیں کر سکے گا۔ ذلیل کرنے والا ذلیل نہیں کر سکے گا۔

کبھی فرمایا (ترجمہ) اس امت میں خلف رشید سے خلف رشید پیدا ہوتے رہیں گے۔ اخلاف پیدا ہوں گے وہ کیا کریں؟ تحریف کرنے والوں کی تحریفات کو مٹادیں گے۔ مبطل اور باطل پسندوں کی دروغ باطنیوں کا پردہ چاک کرتے رہیں گے۔ اور جاہلوں کی جاہلانہ تاویلات کے پردے چاک کرتے رہیں گے۔ اور حق کو حق اور باطل کو باطل نمایاں کریں گے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں اطلاع دی کہ خیریت منحصر نہیں ہے کہ صحابہ کے دور میں ختم ہوگئی ہمیشہ اہل خیر آتے رہیں گے۔ ہمیشہ اخلاف رشید ہوتے رہیں گے۔ یہ امت آفتابوں اور ماہتابوں سے بھری ہوئی ہے۔

تو آثار نبوی اس سے زیادہ کیا ہو سکتے ہیں کہ نبی کے زمانے میں کسی نمونے پیدا ہوئے ہیں ابدالاباد اور قیامت تک یہ اطلاع دے دی کہ پیدا ہوتے رہیں گے۔

ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا.

فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ ہر صدی کے سرے پر مجدد بھیجتا رہے گا۔ جو دین کو نکھارتے رہیں گے جو لوگوں نے اس میں خلط ملط کر دیا ہوگا اس کو نکھار کر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر دیں گے تو صدی کے سرے پر الگ وعدے کئے۔ صدی کے اندر رہ کر اخلاف رشید پیدا ہونے کے الگ وعدے کئے۔ پوری امت کے اندر عالم وقت کے الگ وعدے کئے۔

تو وہ امت مجموعی حیثیت سے، طبقاتی حیثیت سے زمانے کی حیثیت سے خیر سے بھری ہوئی ہے۔ تو یہ آثار نبوت ہیں کہ ہر دور کو خیر سے لبریز کر دیا ہر زمانے کو خیر سے بھر دیا۔ تو یہ وہی کر سکتا ہے جس کا مقام نبوت سب سے بلند ہو جس کا علم اور اخلاق سب سے زیادہ اونچے اور بڑھ کر ہوں اور جس کے پیدا کردہ نمونے ایسے ہوں کہ کسی پیغمبر کو وہ صحابہ نہ ملے ہوں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملے کسی پیغمبر کو وہ جانثار نہ ملے ہوں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطاء کئے گئے۔

تو بہرحال مجھ سے میرے بعض بزرگوں نے فرمایا تھا۔ کہ دراصل میرے ذہن میں تو دوسرا مضمون تھا جو عرض کرتا۔ میرے ذہن میں تھا۔ کہ میں زیادہ تر طلباء کو خطاب کروں گا۔ طلبا کے فرائض اس کے ذیل میں دوسرے لوگ بھی فائدہ اٹھائیں گے۔ ایک خاص طبقہ طلباء کا ہے تو ارادہ تو میرا یہ تھا۔ کہ طلباء کے فرائض اور طلباء کی خصوصیات اور انکے اخلاق ذکر کئے جائیں لیکن جلسہ میں آتے وقت بعض عزیزوں نے فرمایا تھا کہ اگر مقام نبوت کے بارے میں کچھ بیان کیا جائے اور مقاصد نبوت کے بارے میں تو شاید زیادہ بہتر ہوگا اس واسطے میں نے یہ چند جملے عرض کئے ہیں۔

حاصل کلام

تو میں نے دو حدیثیں تلاوت کیں۔ ان دو حدیثوں میں مقاصد نبوت اور بعثت کی غرض و غایت بھی واضح ہوگئی۔ اور چونکہ یہ غرض و غایت انتہائی اونچی تھی۔ اس لیے مقام نبوت پر بھی روشنی پڑ گئی۔ اور پھر جب آثار نبوت سامنے آئے تو اس سے نبوت کی عظمت اور بڑائی واضح ہوئی۔ اس لیے میں نے تین باتیں عرض کیں۔ مقام نبوت، مقاصد نبوت، اور آثار نبوت اور اس بارے میں یہ چند جملے عرض کئے۔ جو اس وقت ذہن میں تھے۔ اللہ تعالیٰ اس امت کو اپنے پیغمبر کا متبع بنائے اس لئے کہ اتباع ہی میں علم اور اخلاق نصیب ہو سکتے ہیں اگر یہ امت اپنے پیغمبر سے کٹ جائے اگر اس سلسلے سے جو علم و اخلاق چلا آ رہا ہے یہ الٹ کر کٹ جائے تو یہ امت علم سے بھی محروم ہو جائے گی۔ اور اخلاق سے بھی۔ علم نبی کے دامن کے سوا کہیں سے بھی نہ ملے گا۔ اخلاق فاضلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کے سوا کہیں نہیں ملیں گے۔

تو ہمارا سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کو سنبھالیں۔ دامن پکڑلیں وہ کہیں ہو گرد و غبار سمجھ کر اس کو جھٹکیں نہیں دامن کو اگر گرد لگ جائے گی تو لگی رہنے دینی چاہیے کہ یہ میرے مقام اور مکان ہی کی گرد ہے میرے ساتھ وابستہ رہے گی تو جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جائیں گے دامن جائے گا۔ یہ گرد و غبار بھی وہیں جائے گا۔ تو دامن سے وابستہ ہو جایئے۔ یہی سب سے بڑی بات ہے۔ اصل بنیادی چیز وابستگی ہے۔

دُعاء

آہ جاتی ہے فلک پر رحم لانے کیلئے
بادلو! ہٹ جاؤ دے دو راہ جانے کیلئے
اے دُعا! ہاں عرض کر عرش الٰہی تھام کے
اے خدا اب پھیر دے رُخ گردشِ ایام کے
ڈھونڈتے ہیں اب مداوا سوزشِ غم کیلئے
کر رہے ہیں زخم دل فریاد مرہم کیلئے
رحم کر اپنے نہ آئینِ کرم کو بھول جا
ہم تجھے بھولے ہیں لیکن تو نہ ہم کو بھول جا
خلق کے راندے ہوئے دنیا کے ٹھکرائے ہوئے
آئے ہیں اب تیرے در پر ہاتھ پھیلائے ہوئے
خوار ہیں بدکار ہیں ڈوبے ہوئے ذلت میں ہیں
کچھ بھی ہیں' لیکن تیرے محبوب کی امت میں ہیں

باب ۱۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بدرِ منیر

نبوت کی ضرورت
محسن بادشاہ

حامدا و مصلیا و مسلما.........

ایک وسیع و زرخیز ملک کا مدبر و دانش مند بادشاہ جس وقت رعایا پروری و حفاظت ملکی کا ذمہ دار اور تخت و تاج کا مالک قرار پاکر زمام سلطنت ہاتھ میں لیتا ہے تو اپنی رعایا کی راحت کے لئے ہر قسم کے سامان جمع کردیتا ہے کہ حریت و آزادی کا اعلان کرتا اور معاشرت و تمدن کے ان قوانین سے منتفع ہونے سے اجازت عام دیتا ہے جو انکی فلاح اور ملکی نظم کے قائم رکھنے کو تجویز کئے گئے ہیں۔ ہر شہر میں بازار قائم ہوتے ہیں کہ تجارت کرسکیں کشادہ سڑکیں اور وسیع کوچے بنائے جاتے اور ان میں صفائی و روشنی کا انتظام ہوتا ہے کہ چل پھر سکیں۔ شفاخانے کھولے جاتے ہیں کہ مریضوں کا علاج ہو عدالتیں قائم کی جاتی ہیں کہ مظلوم ظالم سے اپنا حق وصول کرے۔ بقدر ضرورت ہتھیار اور اسلحہ دیئے جاتے ہیں۔ کہ جائز طور پر استعمال ہو اور بوقت ضرورت کام میں لاسکیں۔ ریل اور تار جاری کرتا ہے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچنے یا اطلاع پہنچانے میں دیر نہ لگے قصبہ قصبہ میں ڈاک خانے کھولے جاتے ہیں کہ روپیہ اور خطوط کی آمد برآمد سہل ہو۔ گاؤں گاؤں نہریں پھیلا دی جاتی ہیں۔ اور جگہ جگہ کنویں کھدوا دیئے جاتے ہیں کہ زراعت اور کھیتی باڑی میں سہولت اور ترقی ہو۔ غرض دنیا کے سامان اس غرض سے مہیا کئے جاتے ہیں کہ بے کس و بے بس رعیت کی زندگی آرام کے ساتھ گزرے اور اس کو ہر قسم کی فلاح و بہبود ہو۔

باغی رعایا

خوش نصیب رعایا اپنے محسن بادشاہ اور خیر خواہ محافظ کی شکر گذار بن کر اس سے متمتع ہوتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کی تقدیر پلٹا کھاتی ہے ادبار چھاتا اور برے دن آنے لگتے ہیں۔ تو اس کی مت الٹ جاتی ہے۔ اور عقل وفہم پر پردہ پڑ جاتا ہے۔ سکون و راحت کی ناقدردان بن جاتی ہے اور امن وعافیت کی خوگر ہو کر بدامنی کی تکلیفوں سے غافل ہو جاتی ہے۔ یہی راحت و امن اور تمول و حکومت جو اس کو شاہی عنایات کی بدولت حاصل ہوا تھا۔ اس کو مغرور و متکبر بنا دیتی ہے اور یہی حریت و آزادی اور علوم کثیرہ جو بے پرواہ بادشاہ کی شفقت خاصہ کی طفیل اس کو ملے تھے اس کی بغاوت اس سرکشی کا سبب بن جاتے ہیں۔ اس وقت آنکھ اٹھا کر دیکھتا ہے تو اپنے جیسا قوی و زور آور کسی کو نہیں پاتا۔ اپنی جیسی حکومت و سطوت اس کو دوسری جگہ نظر نہیں آتی۔ پس راہ اعتدال سے قدم سرکاتا اور یہاں تک چل نکلتا ہے کہ بادشاہ کے بادشاہ ہونے سے منکر ہو جاتا ہے۔ آزادی کے یہ معنی سمجھتا ہے کہ شاہی قانون کا بھی پابند نہیں۔ اور حریت کا یہ مطلب قرار دیتا ہے۔ کہ مالک الملک سلطان کا بھی محکوم نہیں۔ شہر کے بازار اور مال و تجارت کی کوٹھیاں اس کو اپنی ملک نظر آتی ہیں۔ اور وہ ہتھیار جو اس کو شرافت خاندانی کی بدولت بوقت ضرورت کام میں لانے کو مرحمت کئے گئے تھے۔ لوٹ مار و رہزنی و ڈکیتی کے استعمال میں آنے لگتے ہیں۔ پس شتر بے مہار بن کر جو چاہتا ہے کھاتا پیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے قتل کر دیتا ہے۔

شاہی حلم

سنجیدہ و بردبار گورنمنٹ اس خانہ پرورد بچہ کی فرعونیت پر ہنستی ہے اور یوں سمجھ کر کہ شاہی آستانہ کے غلام سے پیدا ہونے والے اس طفل لایعقل کو کیا سزا دی جائے جس کے باپ دادا اسی چوکھٹ سے پلے اور پرورش پائے تھے اور اس کی حماقت پر کیا لحاظ کیا جائے۔ جس کو اتنی بھی سمجھ نہیں کہ ہمارے ہی ملک میں رہ کر ہمارے حقوق سے انکار کرنا کھلی جہالت ہے اس کو ڈھیل دیتی اور درگذر کرتی رہتی ہے۔

انکار حکومت

یہ شاہانہ حلم اور چشم پوشی بجائے اس کے کہ مغرور و خودسر رعایا کو شاہی عظمت و جلالت اور عالی ظرفی و تحمل کا یقین دلاکر سرکشی سے باز آجانے کی تنبیہ کرے الٹا سمند ناز پر تازیانہ کا کام دیتی ہے اور اس کی خودنمائی دوبالا کر کے یوں کہلواتی ہے کہ:

ہمچو ما دیگرے نیست

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے مسلمان بھائی کے چہرہ پر مسکرانا بھی صدقہ ہے۔ (مشکوٰۃ)

اگر کوئی حاکم یا بادشاہ ہوتا تو مجھ کو اس آزادی سے ضرور روکتا اور اپنی ہر خواہش کے پورے کر لینے کی جرات مجھ کو کبھی نہ ہونے دیتا...... اور یوں بھی چونکہ میں نے بادشاہ کو کبھی آنکھوں سے نہیں دیکھا صرف سنتا ہی ہوں کہ ہاں ملک کا فلاں بادشاہ ہے اور وہ شہر سے باہر کسی بڑے مکان میں رہتا ہے جسکو محل یا قصر کہتے ہیں۔ اسی مکان میں ایک وسیع باغ لگا ہوا ہے اور نہریں بھی جاری ہیں وہیں شاہی دفتر اور محکمہ عالیہ ہے اور وہیں دربار ہوتا ہے۔ جہاں جملہ حکا مان ضلع کے احکامات کا اپیل اور انصاف ہوا کرتا ہے اس لئے کہ کوئی وجہ نہیں کہ بغیر دیکھے میں بادشاہ کو مان لوں۔ بس یہ کہانیاں ہیں جو دل بہلانے کو لوگوں نے تجویز کر لی ہیں۔ اور عام مخلوق کا ضعف طبیعت ہے کہ خواہ مخواہ اپنے آپ کو کمزور محکوم اور کسی کے غلام و فرمانبردار سمجھے بیٹھے ہیں۔ مجھے سارے اہل شہر کم عقل اور بزدل معلوم ہوتے ہیں۔ ان کو اپنی آزادی کی قدر نہیں۔ اور وہ اپنی کم فہمی کی وجہ سے ہزار ہا لذتوں سے محروم ہو گئے ہیں۔ میرے پاس ایک چھوڑ دو دو دلیلیں موجود ہیں تو کیا وجہ ہے کہ میں اپنے آپ کو کسی فرضی حاکم کا محکوم سمجھوں اور اپنی آزادانہ زندگی و خود اختیاری میں خلل ڈالوں۔

احسان نصیحت

باعظمت والیء ملک حالانکہ جانتا ہے کہ میرا حاکم وقت ہونا کسی کے اقرار پر موقوف نہیں ہے۔ اگر کسی نے مانا تو کیا؟ اور نہ مانا تو کیا؟ میرے آباد کئے ہوئے شہر اور لگائے ہوئے باغ اور قبضہ کیا ہوا ملک اور ہاتھ میں آئی ہوئی سلطنت اگر ساری رعایا باغی ہو جائے تو ہاتھ سے نہیں نکل سکتی۔ اس لئے میری حکومت کا انکار میرے لئے کچھ مضر نہیں ہاں اگر نقصان ہے تو انہیں کا ہے کہ میرے دربار کی حاضری سے روک دیئے گئے۔ میرے انعامات سے محروم ہو گئے۔ بدامنی کے طفیل اپنی راحت کھو بیٹھے اور خود نمائی کی بدولت معاشرت و تمدن کے اصول سے ناواقف بن کر اپنی شریف ترین زندگی کو گدھے گھوڑوں اور حیوان لا یعقل کی طرح گزارنے لگے۔ پس میرا خسروانہ کرم اسی کا مقتضی ہے کہ جاہلوں کی جہالت اور نادانوں کی حماقت پر نظر نہ کروں۔ بلکہ اصلاح اور نصیحت کا اس پر اور احسان کروں۔ کہ پھر اپنے اسلاف کی امن سے گزری ہوئی زندگی کا دور دیکھ لیں۔ اور اس کھوئی ہوئی نعمت کا دوبارہ نظارہ کر لیں۔ جس کی حقیقت سے بھی امتداد زمانہ کے سبب غافل و بے خبر بن گئے ہیں۔

جاں نثار جماعت

چنانچہ رعایا ہی میں سے چند افراد منتخب کئے جاتے ہیں اور باغی جماعت ہی کے قبیلہ و قوم میں سے ان لوگوں کو چھانٹ لیا جاتا ہے جن کی اطاعت و فرمانبرداری پر بادشاہ کو پورا وثوق واعتماد ہوتا ان کی صلاحیت وسعادت مندی مسلم ہوتی ہے جس کی وجہ سے ان کو شاہی تقرب اور راز دار بننے کی عزت حاصل ہو چکی ہے اس کے علاوہ انتظامی معاملات کا ان کو پورا سلیقہ ہوتا ہے بغاوت کے رفع کرنے میں جو تدبیر کرنی چاہیے اس کی پوری مہارت ہوتی ہے۔ ان کی عقول کامل اور افہام عالی ہوتی ہیں ان کی تقریر اور ناصحانہ گفتگو صاف اور بےلوث ہوتی ہے۔ باغی گروہ سے ساز اور میل کرنے کا ان کی طرف وسوسہ بھی نہیں ہوتا۔ دلیر اور شجاع ایسے ہوتے ہیں۔ کہ رہزنوں کی ڈانٹ اور دھمکیوں سے ڈرتے ہیں اور نہ ان کے بڑے جتھے کے حملوں سے جھجکتے ہیں۔ شاہی گارڈ ان کا محافظ ونگہبان ہوتا ہے اور سلطانی مدد ان کی پشت پناہ۔

معتمد سفراء کی یہ جماعت جب شاہی آستانہ سے خدمت مفوضہ کے انجام دینے کو روانہ کی جاتی ہے تو ان کی معتمد خاص ہونے کی سند اور رفع بغاوت و اصلاح ملکی کے منصب جلیلہ کے ثبوت میں شاہی فرمان ان کے حوالہ کیا جاتا اور ان کو بشارت کی جاتی ہے کہ بوقت ضرورت تمہاری تائید و تصدیق کے لئے ہم اپنے قانون میں ترمیم کر سکتے ہیں لہٰذا اگر اصلاح کی خدمت انجام دینے میں اس کی حاجت پیش آئے تو تم ہم سے درخواست کرنا اور ہم تمہاری درخواست منظور فرما کر تمہاری سچائی کا ضرور اظہار کریں گے۔

جان نثاروں کو رعایا کا جواب

پس اس جانثار جماعت سے ایک، ایک، دو، دو حضرات بغاوت کی حالت و کیفیت کے اعتبار سے جدا جدا زمانہ میں مختلف شہروں اور ان مقامات پر پہنچتے ہیں جہاں سرکش رعایا نے بغاوت کا جھنڈا کھڑا کیا ہے تو اول اپنی سفارت کا اعلان اور سچے بادشاہ کی حکومت و عظمت کا اظہار کرتے اور اس کے تجویز کردہ قوانین امن و عافیت قائم کرنے والے فرمان سناتے اور منادی کرتے پھرتے ہیں کہ لوگو! ''اگر فلاح چاہتے ہو تو اپنے مہربان وشفیق بادشاہ کی اطاعت قبول کرو اور راحت و آرام کے قدر دان ہو تو محسن ومنعم سلطان کے فرمانبردار بن جاؤ''۔

باغی رعایا چونکہ برباد کن آزادی کی خوگر ہو چکی ہے اس لئے اس ناصحانہ صدا کو عناد و عداوت کے کانوں سے سنتی اور اپنے خیر خواہ مصلح کو بغض ونفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے جہالت کے جواب دیتی ہے ہنستی ہے مذاق اڑاتی ہے اور درپہ آزار ہو کر طرح طرح کی ایذائیں پہنچاتی ہے۔ کبھی کہتی ہے بادشاہ کون سفارت کیسی؟ اگر تم سچے ہو تو بادشاہ کو بلاؤ اور ہم کو دکھاؤ کبھی جواب دیتی ہے کہ کیا آپ ہی انتخاب کے لیے موزوں قرار پائے؟ اور بادشاہ کو اس خدمت کے انجام دینے کے لئے دوسرا شخص نصیب نہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کے بندو صدقہ دو اگر چہ آدھی کھجور کا کیوں نہ ہو۔ (مسلم)

ہوا۔کبھی دھمکاتی ہے کہ ہمکو ہماری روش طرز معاشرت سے مت روکو ورنہ پتھروں سے تمہارا سر کچل دیں گے اور کبھی لالچ دیتی ہے کہ تمہارے باپ دادا سے جو طریقہ چلا آیا ہے اگر اس پر چلنے سے مزاحمت نہ کرو گے۔تو ہم تم کو مالدار بنادیں گے۔اور جس خوبصورت عورت کے ساتھ خواہش کرو گے تمہارا نکاح کردیں گے مگر پاکباز سفیر اور نیک دل شاہی معتمد اپنی ایک بات کا پکا جواب دیتا ہے۔تو صرف یہی کہ۔

''مجھے کچھ نہیں چاہیے تمہارا مال تم کو مبارک رہے اور تمہاری عورتیں تمہیں حلال میری آخری مراد بس یہی ہے کہ بادشاہ وقت کے مطیع ہو جاؤ۔اور شاہی قوانین کے پابند بن کر زندگی گزارو۔میں تمہارا خیرخواہ ہوں اگر میرے کہنے پر چلو گے اور میری روش اختیار کرو گے تو تم کو امن بھی نصیب ہوگا۔اور خلعت بھی''۔

غرض سفراء معتمدین اپنی خدمت کے انجام دینے میں تدبیر اور سعی کا کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھتے ہیں۔اور بغاوت رفع کرنے میں جو بھی پہلو مفید پاتے ہیں وہ اختیار کرتے ہیں۔اپنی علمی اور عملی حالت کو نمونہ بنا کر پیش کرتے ہیں۔شاہی عتاب اور جرائم کی سزاؤں سے ڈراتے ہیں۔انعامات وشاہی خلعتوں کی امید دلاتے ہیں۔وعظ سناتے ہیں۔اور مؤثر تقریروں سے ان کی بہبودی کا طریق ان پر ظاہر کرتے ہیں منت سے ساجت سے نرمی سے محبت سے ہر طرح سے سمجھاتے ہیں۔اور پوری کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح ان کی حالت سنبھلے اور فرمانبرداری کا مضمون ان کے دلوں میں پہنچ جائے۔

آخر جب مدتوں کی کوشش میں بھی کامیابی نہیں دیکھتے اور مایوس ہو کر سمجھ لیتے ہیں کہ لات کے بھوت بات سے نہیں مانتے تو کوڑا پکڑتے ہیں۔اور ہاتھ میں تلوار اٹھاتے ہیں۔کہ یا قصہ ادھر ہو یا ادھر۔بہر حال بغاوت کا ملیامیٹ کرنے میں کامگار و بامراد بن کر شاہی آستانہ پر واپس ہوتے ہیں۔عام یہ ہے کہ باغیوں کو فرمانبردار بنا کر بغاوت مٹائیں۔یا گروہ بغاوت کے قتل عام سے ان کو دنیا میں خیرباد کہیں اور شاہی مملکت کو نافرمانی کے نجس اثرات سے پاک صاف بنائیں۔

بادشاہ حقیقی کے انسان پر انعامات

اسی طرح حق تعالیٰ شانہ نے جو عالم ہائے گونا گوں کا خالق اور مختلف صورتوں اور جدا جدا سیرتوں والی بیشمار مخلوق کا مالک وشہنشاہ ہے۔چاہا کہ صفات ازلیہ کے متعلقات کا ظہور ہو اور ارادہ وقدرت کاملہ کے کرشمے دکھلائے جائیں۔تو دنیا کو پیدا فرمایا اور طرح طرح کی ناری ونوری خاکی وآبی مخلوق اس میں آباد کی۔پانی کی سطح پر زمین کا بچھونا بچھایا اور اس پر بھاری و بوجھل پہاڑ میخوں کی طرح گاڑ دیئے کہ کشتی کی طرح سطح آب پر ہلنے نہ لگے۔

شیریں پانی کے دریا بہائے ندیاں نہریں چلائیں اور دریائے شور پیدا کیا۔اور بے پایاں سمندر سے زمین کا حصار کھینچ دیا۔آسمان کی چھت قائم کی اور اس میں ایک چھوڑ دو دو چراغ جلائے کہ دن کو آفتاب اور شب کو ماہتاب۔ستاروں کی جھلمل قندیلوں سے اس کو سجایا۔بارش برسائی۔ٹھنڈی اور گرم ہوائیں چلائیں۔اناج اگایا۔رنگ برنگ کے پھول کھلائے۔مزہ مزہ کے پھل لگائے۔اور عجیب وغریب نسق وانتظام کے ساتھ تمام عالم کا نشوونما فرمایا اور فلاح وترقی کے اسباب مہیا کیئے ہر قسم اور ہر رنگ کی مخلوط مشت خاک کا خمیر کر کے بجتی ہوئی کھنکناتی مٹی سے ایک جسم بنا کر اس کو اپنی صفت حیات کا مظہر گردانا۔اور روح پھونک کر جیتا جاگتا انسان بنادیا زمین سے پیدا ہونے والی نباتات کو اس کی غذا قرار دیا اور اس چھوٹے سے جسم میں ایسی مشین قائم کی کہ غذا کو کوٹے اور چبائے پیسے اور پکائے اور ہر خلط کو علیحدہ کرے اور اپنے اپنے مصرف میں پہنچائے۔خلاصہ غذا سے نطفہ بنے اور ہم جنس دوسرے نوع میں چند روز امانت رہ کر اسی جیسی قوتوں اور کیفیتوں والا دوسرا انسان بن جائے۔کہ اعضاء وقویٰ میں کمی یا نقص لاحق نہ ہو۔

انسان کو اپنے کارخانہ عالم کا مقصود قرار دیا۔اور جو کچھ بنایا وہ کسی نہ کسی درجہ میں بواسطہ یا بلاواسطہ اسی کے کام میں لگا دیا تاکہ عالم کی ہر چیز انسان کے لئے ہو۔اور یہ خاص خالق جل شانہ کی یاد اور عبادت کے لئے رہے۔اس کا گوشت اور پوست اور ہڈی وخون کا بدن دیا اور اس پر صاف اور خوبصورت کھال مڑھی۔رنگ وروپ بخشا سننے کے لئے کان دیئے دیکھنے کے لئے آنکھیں دیں۔بولنے اور بات کرنے کو زبان بخشی اور نرم وسرد یا سخت وگرم میں تمیز کرنے کو ہاتھ بھی دیئے اور سارے بدن میں ایک کیفیت رکھ کر قوت لامسہ اس کا نام رکھا۔ہوش دیا فہم دی ادراک عطاء فرمایا حس و حرکت بخشی اور سب سے بڑی نعمت یہ کہ عقل عطاء فرمائی۔جس کی بدولت اس کا اشرف المخلوقات ہونا ساری مخلوق کو تسلیم کرنا پڑا اور دنیا بھر کے پورے کارخانہ میں مناسب انتظام قائم رکھنے کا سلیقہ اس کو حاصل ہوا۔قوتیں عطاء فرمائیں۔کیفیات مختلفہ بخشیں۔اخلاق سے نوازا غضب و شہوت اکل وشرب کے مادے ودیعت رکھے۔

اور حکم دیا کہ جاؤ۔آباد ملک میں رسو بسو نعمتیں کھاؤ اور ہمارے شکرگزار بنو۔قوت عاقلہ کو حاکم بناؤ۔اخلاق حسنہ سے متصف ہو اور متضاد کیفیتوں میں اعتدال ومیانہ روی قائم رکھو۔کہ مثلاً شہوت کا مادہ نہ تو برباد ہونے پائے کہ نسل انسانی منقطع ہو جائے اور نہ حد سے بڑھے کہ اس کے آزادانہ استعمال سے نسل غیر محفوظ ہو کر بچے لاوارث کہلائیں اور ضائع ہوں اپنی روح اور بدن کی اصلاح الگ کرو۔اور کارخانہ عالم کی ہر چیز کا حق اس کے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تسبیح وتکبیر کہنا صدقہ کرنے سے افضل ہے۔(الکنز)

مناسب ادا کرو۔ بڑے کو بڑا سمجھو اور چھوٹے کو چھوٹا سمجھو۔ صاحب فضل کو افضل سمجھو اور مفضول کو مفضول۔ ہمارے قوانین پر عمل کرو۔ امن قائم رکھو۔ جملہ اعراض واجسام میں انصاف ملحوظ رکھو۔ اور ان نعمتوں کے قدر دان بنو۔ جو تمہاری جسمانی وروحانی ترقی کے لئے تمہارے لئے مہیا کر دی گئی ہیں۔

یاد رکھو کہ دنیا میں ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز کا بھی ایک حق ہے اور اس کا ادا کرنا تم پر لازم ہے اور ان حقوق کا سمجھنا چونکہ تمہاری عقل سے باہر ہے اس لئے اس کی اطلاع ہمارے مقرب ملازم اور خاص بندے تم کو دیتے ہیں۔ اور ہماری حراست ونگرانی میں جس کو شہنشاہی قانون کہنا چاہیے آسمانی کتابوں کے ذریعے تم تک پہنچاتے رہیں گے۔ اس پر عمل کرنا ہی امن وانصاف کا قائم رکھنا ہے۔ جس کے قائم رکھنے کا تم کو حکم دیا گیا ہے اور انہیں پر کار بند رہنے سے تم کو وہ پر لطف زندگی حاصل ہوگی جس کا انجام ہماری خوشنودی ورضا اور قرب ونوازش ہے۔

خوش نصیب انسان

خوش نصیب بنی آدم نے ایک مدت تک اپنی قوتوں سے وہی کام لیا جس کے لئے وہ ان کو عطاء کی تھیں۔ اور ان حدود پر قائم رہے جو ان کے لئے تجویز کر دی گئی تھیں۔ چونکہ ان کو عقل دی گئی تھی اس لئے سمجھے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ اور انسان اپنی عقبیٰ کا تاجر۔ جملہ بنی آدم اپنی عمر کی کشتی پر سوار ہو کر سفر آخرت کر رہے ہیں۔

یا یوں کہیے کہ ہر شخص کو اس کی عمر کا جوہر بے بہا بصورت راس المال دے کر دنیا میں اس لئے بھیجا گیا ہے کہ وہ اس کا قدر دان ومحافظ بن کر اس سے آخرت کی پائیدار حیات حاصل کرے اس لئے دنیا کا سارا کارخانہ اس تجارت میں اس کا معین ومددگار اور راس المال کی حفاظت وبقاء کا نقیب وچوکیدار ہے۔ پس انہوں نے دنیا کے سارے مال ومتاع کی حقیقت کو پرکھا اور فانی وناپائیدار پاکر محض چند روزہ گزران کا آلہ سمجھ لیا۔ اس کی کسی دلفریب حالت پر ریجھے نہیں۔ اس کی بناوٹ اور گلکاری کے دلدادہ نہیں ہوئے۔ حرص وہوس کے ہاتھ اور پاؤں نہیں پھیلائے۔ شاہی مہمان خانہ میں پانوں کی تھالی یا خوشبو کا عطر دان بقدر ضرورت لیا اور آگے کو سرکا دیا۔ آداب مجلس سے واقف ہوئے جسم کی بقاء کو روحانی ترقی کا وسیلہ بنایا۔ کھا پی کر جو قوت حاصل ہوئی اس کو آقا کی رضا حاصل کرنے کی محنت اور سعی میں خرچ کیا۔ فطری کیفیات مختلفہ میں اعتدال ملحوظ رکھا اور اخلاق طبیعیہ میں سے کسی خلق کو اس کی حد مقرر سے آگے نہ بڑھنے دیا۔

ناخلف جانشین

ایک مدت گزرنے کے بعد ان کی ناخلف اولاد اور بدنصیب جانشینوں نے ان کی جگہ سنبھالی تو حالت دگرگوں ہوگئی۔ دنیا کا ساز وسامان ان کا محبوب اور مٹی سے پیدا ہونے والے سفید وسرخ کنکر پتھر ان کے مرغوب بن گئے۔ آزادی ان کی حد سے بڑھی اور شہنشاہی قوانین کی پابندی ان کو پاؤں کی بیڑی اور ہاتھ کی ہتھکڑی معلوم ہونے لگی۔ حواس ان کے بگڑ چلے حسن وقبیح میں امتیاز کا مادہ جاتا رہا دوسروں کے حقوق کی شناخت گم ہوگئی اور دنیا کی ترقی کی موہوم گونج نے ان کو پکارا کہ:

”صاحبو! تم شریف ترین موجودات ہو کیسا خدا اور کیسی خدائی؟ تمہاری سب پر حکومت ہے۔ اور تم بہ استحقاق ذاتی اس سارے کارخانہ کے مالک ومتصرف حقیقی ہو۔ آئے ہو تو جانے کے وقت کا خیال بھی نہ لاؤ۔ بڑھو چڑھو اور مالدار سے مالدار بن کر اپنے ہم جنسوں سے بالاتر ہو جاؤ۔ تمہاری قوتیں تمہاری مددگار ہیں اور تمہاری عقل تمہاری راہنما۔ اس سے جو چاہو کام لو اور آزاد وخود مختار بن کر جو چاہو کرو۔ ہاں اگر فرضی حاکم اور حاجت روا بنائے بغیر دلوں کی پیاس بجھنا مشکل ہے تو اپنے فہیم وعاقل اسلاف کی تصویریں کھینچو مورتیں بناؤ اور مصیبت وتنگی کے وقت ان سے مدد چاہو۔ ان کی خوشامد کرو، ان کی روحانیت اپنے روحانی بچوں کی بیتابی پر ترس کھا کر شفقت کرے گی تو تمہارے کام بن جائیں گے، مصیبت ٹل جائے گی اور بڑوں کے کارنامے یاد آ کر دلوں میں بشاشت وعالی حوصلگی جدا پیدا ہوگی“

چنانچہ ان تباہ حالوں کی مت الٹ گئی اور انہوں نے خداوندی تعظیم سے اپنے کو آزاد بنا کر پتھر اور لکڑی کی مورتوں کو پوجنا شروع کر دیا۔ جیسا وقت دیکھا اپنے دلوں سے ایک قانون تجویز کیا اور اس کو رائج الوقت بنانے کی سعی کی۔ عقول چونکہ مختلف اور باہم متفاوت ہیں اس لئے جس کی جو سمجھ میں آیا وہ کرنے لگا۔ افعال وحرکات میں اچھے برے کی تمیز اٹھ گئی۔ قوت غضبیہ وشہوانیہ نے پاؤں باہر نکالے اور نظام عالم درہم برہم ہوا اور امن عامہ نے انسانی زندگی کو شہوت رانی کے حوالہ کر کے بدحالی اور کسمپرسی کو سونپ دیا۔

حق تعالیٰ شانہ کی شفقت

رحیم وکریم خدا نے اس پر بھی نادان انسان کی جہالت پر چشم پوشی فرمائی اور ناز پروردہ مخلوق کو مہلت دی کہ شرارت سے باز آئیں اور اپنے مبداء کے ضعف اور منتہا کی کمزوری پر نظر کر کے عبرت پکڑیں مگر جب ان کو ہوش ہی نہ آیا اور حالت دن بدن گرنے لگی تو فور شفقت سے دوبارہ ان پر احسان فرمایا کہ انہیں کے کنبہ اور قبیلہ میں سے انتخاب فرما کر اپنے پاکباز بندہ کو پیغمبری سے نوازا اور رسالت کی تائید کے لئے معجزات بصورت سند ان کو عطاء فرما کر ان کو دنیا میں بھیجا کہ دیوی دیوتاؤں کی خدائی مٹائیں۔ باغی گروہ کی بغاوت زائل کریں۔ کفر وشرک وبدعقیدگی دور کریں بداعمالی کی بدولت امن

عامہ میں جو خلل واقع ہوا ہے اس کا انسداد کریں اور شہنشاہی اقتدار قائم کر کے ان ہدایات سے لوگوں کو آگاہ و متمتع بنائیں۔ جن کی وجہ سے عالم کی اشیاء موجودہ میں انصاف قائم ہو اور ہر چیز کے حق مخصوص کا تحفظ ہو سکے۔

انبیاء علیہم السلام کا کردار

انبیاءؑ کے اس معصوم اور پاکباز گروہ میں سے ایک ایک دو دو پیغمبر حسب ضرورت زمانہ اور بلحاظ مقام و محل ہر کافر و مشرک قوم کی طرف مبعوث ہو کر آئے اور بچپن ہی سے طہارت نفس و صلاحیت حال کا نمونہ مخلوق کو دکھاتے ہوئے آئے۔ کہ نہ بچوں کے ساتھ کھیلے نہ واہی تباہی بکواس کی۔ نہ مار پیٹ کی چھچھوری حرکتوں کے مرتکب ہوئے نہ چوری کی نہ کسی کے سامنے سوال کا ہاتھ پھیلایا نہ بتوں کی پرستش کی نہ اپنی قوم کی مشرکانہ رسوم میں شریک ہوئے۔ نہ میلوں ٹھیلوں میں گئے۔ نہ دیوی دیوتا کی نذر چڑھائی۔ نہ کبھی زنا کیا۔ نہ کسی پر جھوٹی تہمت لگائی نہ کاہل بنے نہ کسلمند رہے نہ بیہودہ لایعنی مشغلوں میں مشغول ہوئے۔ غرض نہ اس شریعت کے خلاف کوئی گناہ کیا۔ جس کی چند روز بعد ان سے تعلیم دلائی جائے گی۔ اور نہ تہذیب و تمدن کے مخالف کوئی ایسی حرکت کی جس سے مخلوق کو نفرت ہو۔ اور وہ آئندہ بھی ان کی طرف توجہ نہ کریں۔ قوم و ملک کے شریف ترین کنبہ میں پیدا ہوئے۔ راست گو امانت دار وعدہ وفا رحم دل انصاف پسند مظلوم کے حامی خاشع خاضع غیرت مند ذکی بہادر سخی متحمل سنجیدہ اور صاحب وقار پیدا ہوئے۔ تاکہ دعوائے نبوت کا اعلان کرتے وقت کسی کو اس وہم کا موقع نہ ملے۔ کہ یہ تو بڑا بننا چاہتے اور بہ تکلف اپنے آپ کو بناتے ہیں...... سو طالب حکومت اور نیا رواج قائم کرنے کی بدولت مخدوم بننے کا خواہش مند شخص بھی اگر کار آمد باتیں اور امن عام پیدا کرنے والے قوانین لائے تب بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس کو بڑا بننا سزاوار ہے اور اس بڑائی کا یہ ناصح و مصلح قوم واقعی مستحق ہے چہ جائیکہ کسی کی فطری ہدایت کی بدولت بچپن کے اس زمانے سے جب کہ برے بھلے کا مطلق ہوش نہیں رہتا۔ بغاوت خیز زمانے تک ساری قوم کے خلاف ایسی عادتوں کا خوگر ہو۔ جن کو عام عقلیں بھی پسند کرتی ہیں تو لامحالہ کہا جائے گا۔ کہ یہ ہردلعزیز خصائل نہ قومی و ملکی تعلیم کا اثر ہیں۔ اور نہ طبعی گڑھت یا کسی موہوم منفعت آئندہ کے حصول کی توقع پر اختراع کئے ہوئے ہیں۔

ایسے بدحال زمانہ بغاوت میں انوکھے سرتاپا صلاح شخص کا وجود بذات خود ایک مستقل معجزہ اور اس کے پیغمبر و مصلح ہونے کی شاہی سند ہے مگر آزاد منش باغی گروہ چونکہ اپنی آوارگی معطل کا خوگر ہو کر اپنے حواس کو معطل کر چکا ہے اس۔ لئے اس کو امتیاز کا ہوش نہیں رہتا۔ وہ اپنے کنبے کے اس چیدہ گوہر کو جسے اب تک محبت و پیار اور قدر و وقعت کی نظروں سے دیکھتا رہا تھا۔ اس کے دعوائے نبوت کرتے ہی بھڑک اٹھتا اور ضدی وہٹ دھرم بن کر اس کے حسن کو قبیح اور بھلائی کو برائی بتانے لگتا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی تعلیم

یہ مقدس حضرات انبیاء علیہم السلام جب اپنے منصب پر تعینات ہو کر قوم کی بغاوت اور رسوم کفریہ مٹانے کی غرض سے تشریف لاتے ہیں تو اول اپنی نبوت کا اعلان کرتے ہیں۔ خداوندی قوانین یعنی آسمانی شریعت کے احکام سناتے ہیں۔ شہنشاہ عزاسمہ کی وحدانیت اور اپنی رسالت کو سچا سمجھنے کی تلقین کرتے ہیں، تاکہ اس کے بعد جس اصلاح کو چاہیں ان میں بہ آسانی کر سکیں اور بلا چون و چرا اس کا ماننا اور اس پر عمل کرنا سہل ہو جائے، بازاروں میں، کوچوں میں، مجامع میں، محافل میں، دشت و کوہسار میں جنگل و بیاباں میں۔ غرض جہاں بھی باغیوں کا تھوڑا بہت مجمع پاتے ہیں وہاں پہنچتے اور وعظ و نصیحت کرتے ہیں۔ سائل کے محققانہ و طالبانہ درخواست پر معجزے دکھاتے اور اپنے رب سے درخواست کر کے ایسے خلاف عادت امور لا سامنے کرتے ہیں جس سے دوسری مخلوق عاجز ہوتی ہے۔ اپنے دعوے پر صاف اور کھلی دلیلیں لاتے ہیں۔ اور قوم کی سمجھ اور فہم کے موافق کھلے اور صاف الفاظ میں نرم اور پیارے طرز پر ان کی بہبود و بہتری ان کو سمجھاتے ہیں کہ اپنے پیدا کرنے والے جبار و غفار خدا پر ایمان لاؤ۔ اس کے عذاب سے ڈرو اور خلاف قانونِ الٰہی نہ چلو۔ یعنی کوئی جرم ایسا نہ کرو جس کی سزا تم کو ادبار میں مبتلاء کرے، عادات حسنہ اختیار کرو، بد خصلتوں سے بچو، چوری نہ کرو، زنا نہ کرو۔ مال کی جو حق تعالیٰ کا انعام ہے قدر کرو۔ پسندیدہ طریق سے کماؤ اور کمائے ہوئے کو بیجا نہ اڑاؤ، اپنے ابناء جنس کی خیر خواہی کرو۔ دہشت و الم کے موقعوں پر ثابت قدم رہو، کمزوروں پر ترس کھاؤ، بڑوں کی عظمت کرو، چھوٹوں پر شفقت کرو، نیکوکار بن کر اپنی حالت پر شاکر و قانع رہو۔ قوت غضبیہ و شہوانیہ کو جو کہ ہتھیار و اسلحہ بنا کر تمہیں عطاء کی گئی ہیں، دشمن کی مدافعت کے وقت استعمال کرو، کہ بے غیرت و نامرد بننے کی وجہ سے نہ بالکل ضائع و مہمل ہو جائیں اور نہ بے موقع استعمال میں آ کر اپنے ہی ہلاک ہونے کا ذریعہ نہ بن جائیں، اپنی کیفیات طبعیہ کو اپنے اوپر حاکم نہ بناؤ کہ جہاں چاہیں وہ تم کو اپنا غلام بنا لیں بلکہ مرد بنو اور ہمت مردانہ کے ساتھ غصہ اور شہوت سے ہیجان نفس کے وقت قوت عاقلہ کا حاکمانہ فیصلہ سنو کہ وہ ہتھیار چلانے کی تم کو اجازت دیتی ہے یا نہیں؟ غرض تم آزاد ہو اور حریت تمہارا مردانہ زیور ہے، للہذا نفسانی خواہشات کی پابندیوں سے اپنے آپ کو آزاد بناؤ اور اپنے مہربان

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر انسان اپنے صدقہ کے سایہ میں رہیگا یہاں تک کہ لوگوں میں فیصلہ کر دیا جائے (الحاکم)

پروردگار کے محکوم بن کر اس کے سامنے پستی اور بندگی سے پیش آؤ۔

اقوام کی بے رُخی

باغی گروہ اپنے ناصح کی نصیحتیں اس کان سے سنتا اور اس کان سے اڑا دیتا ہے، کبھی ایسی نئی باتیں سن کر جو کبھی کانوں میں نہ پڑی تھیں، ان کو مجنوں ودیوانہ بتاتا ہے کبھی قوت وتاثیر دیکھ کر ساحر وجادوگر کہتا ہے اور کسی وقت معجزات اور غیبی اطلاعوں کے سبب کاہن ومنجم قرار دیتا ہے اور کبھی ان کی ناداری اور دنیوی معاش کی تنگی دیکھ کر کہتا ہے کہ تم ہمارے دیوتاؤں کی چونکہ گستاخیاں کرتے ہو، اس لئے وہ تم سے ناراض ہو گئے۔ اور تم کو مفلوک الحال اور مخبوط الحواس بنا دیا کہ جدھر جاتے ہو دھتکارے جاتے ہو اور جہاں بیٹھتے ہو بہکی بہکی باتیں بکتے ہو۔ کہ خدا ہے وہ ایک ہے اور ہم کو نظر نہیں آتا۔ تم کہتے ہو کہ جنت نیکوکاروں کا مکان ہے اور دوزخ بدوں کا جیل خانہ ہے۔ اور وہ آخرت میں لاکر سامنے کر دیئے جائیں گے۔ حشر ونشر حق ہے اور مرنے کے بعد یہ ہڈیاں جو سڑ کر اور گل کر خاک میں مل جائیں گی، پھر جمع کی جائیں گی اور زندہ کر کے پھر کھڑی کی جائیں گی...... بھلا یہ دور از عقل باتیں کسی کے فہم میں بھی آتی ہیں کہ تم کو سچا مان لے؟ کیا تم ہی نرالے عقلمند پیدا ہوئے ہو؟ کیا ہمارے باپ دادا سب جاہل تھے؟ کیا خدا کی سفارت کے لئے تم ہی انتخاب ہوئے ہو۔ ادنیٰ بادشاہوں کے خاص ملازموں کو سونے کے کنگن پہنائے جاتے اور سواروں کا ایک گروہ باڈی گارڈ بنا کر ان کے جلو میں دیا جاتا ہے۔ پس اگر تم خدا کے نوازے ہوئے معتمد یا سفیر ہوتے تو تمہارے ہاتھوں میں بھی سونے کے کنگن ہوتے اور کم سے کم چند فرشتوں کا گروہ ہر وقت تمہارے اردگرد چلا کرتا۔ سو ہم تو تم کو ماننے والے نہیں چاہے اس کان سنو یا اس کان، ہم سے کامیابی کی توقع مطلق نہ رکھو۔

انبیاء علیہم السلام کا ضبط وتحمل

حضرات انبیاء علیہم السلام نے اپنی بدحال قوم کی بے رخی دیکھی اور ترس کھایا۔ طعن سنے اور ضبط کیا، ان کو ایذائیں پہنچائیں اور برداشت کیں۔ اہانت وحقارت کے برتاؤ ہوئے اور صبر کیا۔ غرض بے نصیب برادری کی طرف سے اس کی سعی میں ہر قسم کی رکاوٹیں اور مزاحمتیں ہوئیں مگر یہ پاکباز گروہ کچھ ایسا استقلال لے کر آیا تھا کہ اپنے قصد وارادہ سے ان کے قدم نہ ڈگنے تھے نہ ڈگے۔ چھپ اور کھلے نرمی سے اور سختی سے، طمع دلا کر اور سزاؤں سے ڈرا کر رات اور دن سمجھایا مگر قوم نے جب جواب دیا یہی دیا کہ بس میاں اپنی تقریروں کو تہہ کر رکھو اور جس عذاب کی دھمکیاں دیتے ہو اگر سچے ہو تو نازل کرو۔

ان حضرات علیہم السلام نے قومی خیر خواہی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ راحت چھوڑی آرام چھوڑا۔ تجارت، زراعت، حکومت، ریاست، تحصیل معاش کے ہر وسیلہ کو بالائے طاق رکھا۔ آبرو اور جان کو ہتھیلی پر لیا۔ رات کو رات نہ جانا اور دن کو دن نہ سمجھا۔ اپنی عملی حالت پر ثابت قدم رہے اور جو کچھ ملا وہ رفع بغاوت اور اصلاح ملک وخلق کی فکر وسعی میں خرچ کیا، بغیر اجرت وعظ وپند سنائے۔ بلا معاوضہ نصیحت وخیر خواہی کی۔ نڈر ہو کر دشمنوں کے جتھے میں تن تنہا گھسے، اور جب کہا یہی کہا کہ

"اے قوم! باز آؤ، میرے بھائیو مالک الملک خدائے جبار وقہار سے ڈرو، میرا کہنا مانو اور راہ راست اختیار کرو، کجروی چھوڑو، اور اپنی شریف ترین زندگی کی قدر کرو، آدمی بنو اور اپنی دنیا کی رونق وآبادی کا جو تمہارا مہمان خانہ ہے۔ حق ادا کرو"۔

منکرین کا انجام

آخر جب مدتیں گذر گئیں اور سالہا سال ختم ہو گئے۔ کہ انکی طرف سے نصیحت ہوئی۔ اور قوم کی طرف سے انکار ونفرت۔ تو اصلاح سے مایوس ہوئے۔ اور بحکم قادر ذوالجلال یا تو تلوار ہاتھ میں سنبھالی کہ اسی سے باز آویں۔ اور جبراً اطاعت کریں۔ اور یہ نہیں تو انکی آنے والی نسل ہی صلاح پذیر ہو کر انکی جانشین بنے اور یا دست بدعا ہوئے کہ عذاب سے تباہ ہوں۔ چنانچہ مجسم شفقت گروہ انبیاء علیہم السلام کے ناقدردان افراد ہلاک ہوئے اور ایسے مٹے کہ ع "نالیوا رہا نہ پانی دیوا" آتے جاتے مسافروں کی عبرت کے لئے ان کے ٹوٹے پھوٹے کھنڈر باقی رہ گئے۔ اور خود صفحۂ ہستی سے ایسے محو ہوئے کہ گویا کبھی پیدا ہی نہ ہوئے تھے۔

تعلیمات نبوت کو قبول کرنے والے

ہاں چند نفوس ایسے بھی تھے۔ جن کے دلوں پر ان کی خیر خواہانہ تقریر کا اثر ہوا۔ اور وہ سمجھے کہ ہماری بستی میں ہماری قوم کے اندر ان دل لگتے عقیدوں اور منصفانہ خیالات کا ڈالنے والا شخص آخر کس طرح پیدا ہو گیا۔ یہ پاکیزہ اصول آخر اس کو کس نے تعلیم دیئے۔ ایسی عمدہ عادتیں اس نے کہاں سے سیکھ لیں؟ اس قدر دلیر اور بے طمع کیونکر بن گیا۔ کہ نہ کسی سے روپیہ مانگتا ہے نہ زراعت وتجارت کا حصہ بٹاتا ہے نہ کسی عورت کا خواہشمند ہے نہ اپنی عزت اور نیک نامی چاہتا ہے نہ حکومت کا خواہاں ہے نہ کوئی لالچ اور حرص رکھتا ہے اس کے نزدیک امیر وغریب سب یکساں ہیں۔ بلکہ غریبوں سے زیادہ مانوس ہے اپنی تقریر میں جھجکتا نہیں۔ اپنے دعوے اور اصلاح حالات کی تبلیغ میں کسی سے نہیں ڈرتا۔ اگر یہ قوم سے کسی دنیوی نفع کا خواہش مند ہوتا تو ضرور ان کے خیالات کی تائید کرتا۔ انکی ہاں میں ہاں ملاتا اور ان کی موافقت میں چاپلوسی اور خوشامد کا رنگ اختیار کرتا۔

مگر عجیب بات یہ ہے کہ قوم متنفر ہو کر ایذائیں پہنچاتی ہے گالیاں دیتی ہے آوازے کستی ہے ہنستی ہے مذاق اڑاتی ہے مارتی ہے اور کبھی پتھر کنکر برسا کر حد سے زیادہ ظلم و جفا کا برتاؤ کرتی ہے مگر اس کوہ استقلال کے قدم نہیں ڈگمگاتے زبان لغزش نہیں کھاتی دل گھبراتا نہیں ہمت پست نہیں ہوتی۔ یہ شخص اپنی دھن کا پکا اپنے خیالات میں مست اپنے کام میں ایسی ہمت کے ساتھ مصروف ہے جو کسی امیدوار اور منتظر کامیابی شخص کو ہوا کرتی ہے ایک شخص پر اتنی بڑی قوم پر بھاری ہے۔ کہ قوم بھاگتے بھاگتے تھک جاتی ہے مگر یہ انکا تعاقب اور پیچھا کرنے سے تنگ دل بھی نہیں ہوتا۔

پھر ان باتوں میں غور کیا جائے جو اس کی زبان سے نکلتی ہیں۔ تو سب میں صفائی اور سچائی کی جھلک نظر آتی ہے۔ واقعی ہماری موجودہ طرز معاشرت میں حیوانیت کا رنگ ہے ہم کو اپنے اور بیگانے کے مال میں تمیز نہیں۔ دیکھو وہی ایک ترازو ہے کہ دوسرے سے مال لیتے ہیں۔ تو زیادہ وزن کے باٹوں سے تولتے ہیں۔ اور دوسرے کو جب دیتے ہیں تو کم وزن کے باٹ پلہ میں رکھتے ہیں۔ کیسی بے انصافی ہے کہ اپنے جیسے شریف اور مساوی مخلوق کو دھوکہ دے کر کہتے کچھ ہیں کرتے کچھ ہیں۔ ہماری بات کا اعتبار نہیں رہا فعل ہمارے ٹھیک نہیں۔ یا تو اتنے آزاد بنے کہ کسی بشر بلکہ خالق بشر کا محکوم ہونا بھی گوارا نہ ہوا۔ اور یا اتنے ذلیل ہوئے کہ اولاد کا دینے والا حاجتوں کا پورا کرنے والا مصیبتوں کو دور کرنے والا بیماروں کو تندرستی بخشنے والا، نفع پہنچانے والا اور نقصان ڈالنے والا۔ پتھر کی مورتوں اور کاٹھ کی تصویروں کو سمجھ لیا۔ جن کو موٹا دبلا بھلا برا جیسا چاہا اپنے ہاتھوں سے گھڑ لیا اور کسی بڑے بزرگ کا نام رکھ کر کہہ دیا کہ یہ فلاں دیوی ہے۔ اور یہ فلاں دیوتا۔ حقیقت میں ہمارے رہبر اور مدعی رسالت شخص کا قول و فعل دونوں عجیب اور حیرت انگیز ہیں۔ اور یہ علامت ہے ان کے سچے ہونے کی۔

لہٰذا یہ لوگ آگے بڑھے قوم سے باہر نکلے اور انبیاء علیہم السلام کے سامنے گردن جھکا کر کھڑے ہو گئے۔ ان کی سچائی کا اقرار کیا۔ اور ایمان لا کر ان کے قول و افعال اور حرکات و سکنات میں ان کی تقلید و اتباع کرنے لگے۔

گلستان خداوندی کے ناز پروردہ پھول کی بعثت

بغاوت اور رفع بغاوت کا یہ سلسلہ بنی آدم کی پیدائش کے وقت سے شروع ہوا۔ اور ہزاروں ہزار سال تک چلتا رہا۔ شاہی ملک اپنی وسعت کے اعتبار سے چونکہ کروڑ ہا صوبوں شہروں اور قصبات و دیہات کو مشتمل ہے۔ اس لئے ہر بستی کی بغاوت دار السلطنت سے قریب یا بعید ہونے کے اعتبار سے بھی کمزور یا قوی سمجھی جاتی رہی اور باغی ہو جانے والے باشندگان کی ضد و شرارت قوت و ضعف جہالت و واقفیت اور اہلیت و نااہلی کی حیثیت سے بھی رفع بغاوت کے اہتمام میں کمی بیشی ہوتی رہی۔ بالآخر وہ زمانہ آیا کہ غنیم نے اپنی آخری کوشش میں پوری ہمت صرف کر کے خاص دار السلطنت اور شاہی قصر پر حملہ کیا۔ اس وقت انبیاء علیہم السلام کی جماعت میں سے سب کا سردار اور اعتماد و وثوق میں ساری مخلوق میں سے چیدہ و خلاصہ پیغمبر مامور ہوا کہ رفع بغاوت اور اصلاح خلق کا آخری فیصلہ کر کے آئے۔

چنانچہ سردار عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم نے حجازی خطہ میں قدم رکھ کر بیت اللہ کی حفاظت باغیوں کی سرکوبی شریروں کی اصلاح اور قیامت تک آنے والی مخلوق کی فلاح کا وہ کارنمایاں انجام دیا جس سے عقل انسانی کو حیران ہو ہو کر چکر آتے ہیں۔ اب ہم کچھ تفصیل سے ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ کہ گلستان خداوندی کے اس چیدہ و ناز پروردہ پھول نے کس قدر قلیل مدت میں کتنا بڑا کام انجام دیا اور شاہ یثرب کا قابل حمد و ستائش نام تمامی انبیاء علیہم السلام کے مبارک ناموں میں آب زر سے لکھنے کے قابل کیوں قرار پایا؟

نبوت محمدیہ
(علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ)

عالمگیر فساد:

زمانہ اپنے تمدن اور طرز معاشرت کے رنگ پر پلٹے کھاتا رہا۔ شاہی رعایا میں کبھی کوئی قوم باغی ہو گئی اور کبھی کوئی شہر۔ کسی وقت حاکم کی نافرمانی کسی صوبہ میں پھیلی اور کبھی کوئی ملک کا ملک اس بلا میں مبتلا ہو گیا۔ رعیت کی یہ بغاوت دیکھ کر جو در حقیقت ان کے لئے مضر تھی بادشاہ نے صالح و مصلح اور معتمد و مقرب سفراء بھیج کر تنبیہ کی نصیحت کرائی۔ ڈانٹا دھمکایا اور جب وہ کسی طرح نہ سمجھے تو ہلاک کئے گئے۔ چنانچہ سطح زمین کے کسی خطہ کسی ملک میں بھی کوئی قوم ایسی نہ تھی۔ جس کی حالت بگڑنے اور کفر و معصیت اختیار کرنے پر حق تعالیٰ کی طرف سے پیغمبر نہ آیا ہو۔ کہ جس نے اپنی مفوضہ خدمت کو انجام نہ دیا ہو۔ اور جو کچھ اصلاح ہو سکی اس کو پورا کر کے شہنشاہی دربار میں واپس ہوا۔ آخر فساد کا وہ مادہ جو ہر انسان میں غفلت کی بدولت بڑھتا اور موقع پا کر مشتعل ہوتا رہتا ہے۔ بادشاہ کے سرسبز و شاداب ملک شام تک آن پہنچا اور جب اس آباد و بارونق حصہ زمین پر بغاوت کے جھنڈے کھڑے ہوئے تو وہ باہمت اور اولو العزم پیغمبر بھیجے گئے۔ جن کے نام مبارک آج تک عزت کے ساتھ لئے جاتے ہیں۔ مثلاً سیدنا ابراہیم و اسحاق و یعقوب و یوسف و لوط و نوح و موسیٰ اور شعیب وغیرہم علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

ان حضرات نے دنیا میں تشریف لا کر جہاں تک ان کی ہمت تھی صرف کی اصلاح کی کوشش میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا منت و سماجت سے

خوشامد سے نرمی وسختی سے بہلا پھسلا کر ڈانٹ ڈپٹ کر دھمکا کر معجزات دکھا کر تلوار اٹھا کر غرض ہر طرح سے سمجھایا اور کم وبیش کامیاب ہو کر واپس ہو گئے۔ آخر وہ وقت آ گیا کہ بغاوت عالمگیر ہو گئی۔ صلاح کا مضمون گویا بھول بھلیاں بن گیا۔ مصلحین کا گذشتہ زمانہ پرانا اور بوسیدہ سمجھا جانے لگا اس کی عظمت ذہنوں سے نکل گئی۔ اور ہوئی ایک دو شخص اس پر قائم نظر بھی آئے۔ تو محض رسم اور قومی شعار ہونے کی وجہ سے یا اس لئے کہ پرانی لکیر کا فقیر بنا رہنا وضعداری تھی اور ثبات قدمی کی علامت۔

شاہی دارالحکومت میں بغاوت:

شاہی ملک سے امن اٹھ گیا۔ کوئی قانون سب کو پابند بنانے والا نہ رہا۔ جس نے جو چاہا کیا جو روش پسند آئی اختیار کی۔ اور جس طرز پر چلنا اپنی ناقص عقل کے موافق پایا اس پر چلا۔ سطح زمین کی اصل اور وہ حصہ مصدر فساد بن گیا۔ جو پیدائش عالم کے وقت سب سے پہلے پیدا ہوا تھا۔ کہ اسی کو پھیلا کر ساری دنیا بنائی گئی تھی۔ اور اسی بناء پر ام القری یعنی دنیا بھر کی ماں کا خطاب اس کو شایان تھا۔ شاہی عظمت کے امتیازی نشان اس میں قائم کئے گئے تھے۔ ہر چار طرف کئی کئی میل تک شکار کرنے اور ہری گھاس کاٹنے کی ممانعت کر کے گویا بتا دیا گیا تھا۔ کہ احترام حرم الٰہی ہونے کے سبب امن و صلاح کا خاص رنگ یہاں حیوانات ونباتات پر بھی قائم ہے۔ کوئی قبیح رسم ایسی نہ تھی جو اس پر آشوب زمانے میں اس مقدس وواجب الاحترام شہر کے اندر برتی نہ جاتی ہو۔ حضرت خلیل اللہ کے ہاتھ سے تعمیر کرایا ہوا مکان جس کو اظہار عظمت کے لئے حق تعالیٰ سے منسوب کر کے بیت اللہ نام رکھا اور ہر قریب وبعید مخلوق کے لئے مرجع اور ماویٰ بنایا تھا۔ جس کے گرد گھومنا محبّ و شیدا ہونے کی علامت تھی۔ جس کے خاص گوشہ کو بوسہ دینا اور جس کے پردوں کو پکڑ کر مستانہ وار دعاء مانگنی محبوبانہ نظروں سے دیکھی جاتی تھی۔ اس کو بستی والوں نے مندر بنا لیا تھا۔ کہ ایک دو نہیں بلکہ ایام سال کی تعداد کے موافق تین سو ساٹھ بت رکھ دیئے تھے۔ کہ کوئی تصویر تھی کوئی مورت کسی کی شکل مردانہ تھی اور کسی کی زنانہ کوئی دیوی بنی ہوئی تھی اور کوئی دیوتا۔

عالمی بغاوت کی سرکوبی کیلئے قدسی نفس سردار کی بعثت:

اس عالمگیر فساد اور خاص شاہی دارالسلطنت کی بغاوت پر جس کو مفسدین کی انتہائی کوشش اور باغی جماعت کا آخری جی توڑ حملہ کہنا چاہیے تعینات ہونے کے لئے مقربین کا زائچہ لیا گیا اور مناسب حال سفیر بھیجا گیا۔ جو حاضر باش سفیروں کا سردار اور معتمد سپہ سالاروں کا نام اور مایہ ناز تھا۔ کہ شہنشاہی تقرب میں اس سے بالا اس سے بہتر یا اس کے مساوی اور برابر بھی کوئی نہ تھا۔ تا کہ باغیوں کے سرداروں کی اس انتہائی بغاوت کو جو خاص قصر شاہی پر حملہ آور ہوئی ہے اس خداداد قابلیت سے رفع کرے جس کے دیکھنے کا عالم منتظر ہے اور اپنی علمی وعملی استعداد سے اپنے سردار مقربین ہونے کا ثبوت دے۔

اس قدسی نفس سردار (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بجائے اس کے کہ کام کی عظمت کے لحاظ پر سب سے زیادہ زمانہ دیا جاتا۔ وقت بھی کم دیا گیا۔ خدمتیں بھی متعدد سپرد کی گئیں معین ومددگار بنا کر کوئی وزیر بھی ساتھ نہیں کیا گیا۔ اور صاف الفاظ میں کہہ دیا گیا۔ کہ:

پیارے! جاؤ ہمارے بنائے ہوئے عالم دنیا میں پہنچو اور دیکھو کہ اس مقام کو جسے ہم نے وہاں کی رعایا کے لئے اپنا دارالسلطنت بنا دیا اور ان کی جسمانی وحسی ضرورت کے لحاظ سے اس کے گھر کو اپنا گھر قرار دے کر ان کی اطاعت وفرمانبرداری کا امتحان لیا تھا۔ باغی جماعت نے کیا بنا دیا؟ اس طوفان بے تمیزی کے رفع کرنے کو تمہاری تعیناتی کی جاتی ہے۔ جاہل اور متکبر غنیم کو سمجھاؤ۔ جنگجو اور ضدی دشمنوں کو دفع کرو۔ اور ان کو اصلاح پر لاؤ۔ راہ راست دکھاؤ۔ خودی چھڑا کر اپنے خدا پر لاؤ۔ ان مورتوں کو جنہیں ہمارا ساجھی سمجھا گیا ہے توڑ مرجع خلائق اور خلاصہ عالم جگہ کو گذشتہ سلامتی وسادگی پر لانے کے لئے دنیا بھر کا مقابلہ کرو۔ بغاوت رفع کر کے ان کو ہمارا وفا شعار بندہ بناؤ۔ ان کی روحانی تکمیل کرو۔ ان کے زنگ آلودہ دلوں میں صیقل کے بعد عبدیت کی روشنی ڈالو۔ پڑھاؤ عالم بناؤ۔ اور کمال کے اس درجہ پر پہنچا دو کہ سپہ سالاروں کی سی استعداد ان میں پیدا ہو جائے۔ اور تمہارے بعد وہ خدمت انجام دے سکیں۔ جو ہمارے سفراء اب تک انجام دیتے رہے۔ دنیا کے ہر خطہ اور ہر گوشہ کی رعایت کو ملحوظ رکھو۔ ان میں ایسا جامع قانون شائع کرو۔ جو شرق سے غرب تک ہر ملک کے ہر بشر کو بھی حاوی ہو اور ان کی آئندہ نسلوں کی بھی ضروریات کو شامل ہو کر صدیاں گزر جانے پر بھی اس میں تبدیلی کی ضرورت پیش نہ آئے۔

اس تمام خدمت کی انجام دہی اور گونا گوں ضروریات کی تکمیل تمہارے سپرد کی جاتی ہے اور ۲۳ سال سے زیادہ زمانہ تم کو نہیں دیا جاتا۔ تم تنہا بھیجے جاتے ہو کہ یہاں سے کوئی تمہارے ساتھ نہ جائے گا۔ اور اتنی ہی مدت میں سب باتیں باحسن وجوہ ایسی خوبی کے ساتھ پوری کر کے تم کو واپس آنا ہے کہ آنے والے عقلائے دنیا اور حکماء کا خطاب پائے ہوئے دہریئے بھی کسی جزوی یا کلی پر گرفت نہ کر سکیں۔ اور ہمارے دربار میں انتہائے قرب کا چاہنے والا شخص بھی کسی درجہ میں پیاسا یا راستہ کا محتاج نہ رہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیرت انگیز کامیابی:

یہ محترم سردار جس کو قومی شرافت نسبی عزت ملکی عظمت ذاتی طہارت طبعی نظافت اور خلقی نزاکت کے سبب اتنی طاقت نہ تھی۔ کہ بدزبان وسخت

دل غلاموں کی سخت کلامی برداشت کر سکے اتنی بڑی بغاوت کے رفع کرنے کو بھیجا گیا۔ اور یہ شاہی محبوب جس کو اپنے آقا کے جمال کی محویت اور سرتا پا شکر گذاری وعبدیت کے انہماک میں کسی ایک نفس سے بھی بات کرنا اپنے لذیذ شغل میں مخل اور گراں معلوم ہوتا تھا۔ اتنی کثیر مخلوق سے متعلق وابستہ کیا گیا جس کی گنتی انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ اور اصلاح کے اتنے پہلو اس کے سپرد ہوئے جس کے اجمالی عنوان کا شمار کرنا بھی سہل نہیں۔ مگر حق تعالیٰ کو منظور تھا۔ جو دعویٰ کیا گیا ہے۔ وہ مدلل اور خلاصہ بنی آدم وسردار خلائق بنا کر محبوب رب العالمین ہونے کا جو خطاب دیا گیا ہے۔ وہ خود ان کی عملی وعلمی استعداد کے کارناموں سے اتنا عالم آشکارا کہ عالم بالا پر ملاء اعلیٰ اور فرشتوں کا مقدس گروہ اور دنیا میں افراد انسانی کا بچہ بچہ بھی محض مشاہدہ سے جان لے کہ انتخاب خداوندی بے دلیل نہیں ہے۔

چنانچہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۹ ربیع الاول ۴۲ کسروی کو دو شنبہ کے دن صبح کے وقت پیدا ہو کر مکہ مکرمہ میں تشریف لائے۔ اور پوری تریسٹھ سال کی عمر میں بتاریخ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ ھ بہ یوم دوشنبہ بوقت صبح مدینہ منورہ میں وصال فرمایا۔ چالیس سال کی عمر میں خلعت نبوت عطاء ہوا۔ اور کل ۲۳ سال میں منصب رسالت کے جو مہمات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انجام دیئے انہوں نے ہر ذی روح کے قلب پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیرت انگیز قابلیت کا سکہ جما کر گویا ہر متنفس کے دل سے اقرار لے لیا۔ کہ درحقیقت اس باعظمت خدمت کا انجام دینا۔ بجز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے کا کام ہرگز نہ تھا۔

بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تمدن پر ایک نظر

آیئے اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز معاشرت اور حالات تمدن پر نظر ڈال کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے باعظمت کام کی جلالت کا مشاہدہ کریں اور رفع بغاوت کی صورت ونتیجہ کو بقدر تفصیل کے ساتھ سنیں۔

عرب ایک وسیع ملک ہے جس میں مختلف صوبے اور متعدد شہر او ربستیاں آباد ہیں، مگر اس کی شہرت اور زیادہ تر آبادی کا سبب مکہ مکرمہ ہے۔ جس میں دنیا بھر کی مخلوق کا معبد یعنی ''بیت اللہ'' واقع اور ابتداء آفرینش عالم سے مرجع خلائق بنا رہا ہے۔ ایسے مقامات کے باشندوں کا جہاں سلاطین جہان وشاہان ملک بھی سر جھکاتے آئیں اور ہر قسم کی نذر اور نیازیں چڑھائیں۔ جو کچھ بھی رنگ ہونا چاہیے اس کو ہر قوم وملت اپنے معبد کے مجاوروں کی حالت دیکھ کر سمجھ سکتی ہیں۔

یہاں کے مجاور متولی قریش تھے، جنہوں نے عام باشندوں پر فوقیت کی غرض سے اپنے لئے امتیازی خصوصیتیں قائم کر رکھی تھیں یہی لوگ بیت اللہ کے خادم اور عرب کے حاکم سمجھے جاتے تھے، اور اس وجہ سے گویا تمام دنیا پر اپنی عظمت اور اقتدار کا سکہ جمائے ہوئے تھے۔ مذہبی رنگ سے بالکل جدا ہو کر ان کی آزادانہ زندگی اور خود مختارانہ گزران کا خلاصہ یہ تھا کہ:

''آبائی رسومات کے پابند تھے، نوتراشیدہ رواج کو مذہب سمجھتے تھے، خیالات کی پرستش کرتے تھے، مورتوں کو پوجتے تھے۔ جماد محض کو نفع و نقصان کا مختار جانتے تھے اور اس میں اس درجہ منہمک ہو گئے تھے کہ ان کو سجدہ نہ کرنا ان کی بے توقیری سمجھتے اور ڈرا کرتے تھے۔ کہ ان کی ناراضی سے ہم یا لاولد بے زر مخبوط الحواس ہو جائیں گے یا کسی سخت مصیبت میں گرفتار ہو کر زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے''۔

اس توہم پرستی کے علاوہ عظمت مسجد الحرام کا یہ حال تھا کہ اس کو گویا ایک چوپال بنا رکھا تھا کہ یہیں مشورے لیے جاتے یہیں مقدمات فیصل ہوتے۔ اور یہیں قومی مفاخر پر مشاعرہ اور مناظر کے جلسے منعقد ہوتے تھے، عبادت کے قصد سے تو تالیاں پیٹتے اور سیٹیاں بجاتے تھے۔ یہ قریش ہی کی خصوصیت تھی کہ کپڑے پہن کر بیت اللہ کا طواف کر سکیں، باقی تمام قبائل جب آتے تو بالکل برہنہ طواف کرتے اور عورت ہو یا مرد ننگے ہو کر بے حیائی کے ساتھ اس کے چکر لگایا کرتے تھے ایام گزاری کا رنگ یہ تھا کہ مردار کھاتے، شرابیں پیتے، جوا کھیلتے، ڈاکہ ڈالتے، اور یتیموں اور رانڈوں کے مال کو اپنا ذاتی مال سمجھ کر ہضم کر جاتے تھے۔ ایک عورت کئی کئی مردوں سے نکاح کر لیتی اور نمبروار ہر ایک کی زوجیت کا خط حاصل کرتی تھی۔ باپ کے مرنے کے بعد مادر کو منجملہ دیگر مال منقولہ کے ترکہ پدری سمجھتے اور اس پر قابض ہو کر جی چاہتا تو اس سے نکاح کرتے، ورنہ معاوضہ لے کر دوسرے کے حوالے کر دیتے تھے۔ نابالغ بچوں اور عورت ذات لڑکیوں کو یہ کہہ کر ترکہ پدری سے محروم کر دیتے تھے کہ مرنے والے کی میراث وہ لے جو اس کا طرف دار بن کر دشمن سے جنگ کر سکے۔

چونکہ کسی کو داماد بنانا عار سمجھتے اور یوں بھی جنگ کے خوگر ہونے کی وجہ سے بصورت مغلوبیت اندیشہ رہتا تھا کہ بے کس ولاوارث لڑکیاں دشمن کے قبضہ وتصرف میں چلی جائیں گی، اس لئے پیدا ہوتے ہی ان کو قتل کر دیتے یا معصوم وبے زبان بچی کو اپنے ہاتھوں زندہ اور جیتے جی مٹی میں دبا آتے تھے۔ روزمرہ کے کاروبار میں خاص دنوں اور مہینوں کو مانتے تھے جانوروں کی آواز اور اس کے داہنے بائیں اڑنے سے شگون لیتے، جانوروں کو بتوں کے نام پر چھوڑتے، مورتوں کی نیازیں چڑھاتے، اور اس کو عین دین سمجھے ہوئے تھے۔ سچے بادشاہ اور پیدا کرنے والے خدا کی شکرگزاری کا تو کیا پوچھنا ان کو خدا کے خالق اور مالک ہونے کا بھی اقرار

نہ تھا۔ دنیا کا اتنا بڑا کارخانہ جو حیرت خیز انتظام سے چل رہا ہے، ان کے نزدیک اتفاقی تھا۔ اور گویا بلا کسی موجد کے یوں ہی ہوتا چلا آتا تھا۔ دنیوی اعمال وافعال پر جزا اور سزا کا ہونا ان کو مستبعد معلوم ہوتا اور حشر نشر کے تذکرے ان کے قصے کہانیوں کا بھی جزو نہ رہے تھے، فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے۔ جنات اور کاہنوں کو غیب دان جانتے اور حوادث و واقعات عالم کو ستاروں کی رفتار اور بروج میں آمد و رفت کا اثر سمجھتے تھے۔ حسن پرستی اور رقص و سرور سے دلچسپی لیتے تھے، لہو ولعب میں مزہ آتا اور فحش اور بدکاری میں لذت حاصل ہوتی تھی۔ سفر کرتے تو جھوٹی کہانیاں سنانے والوں اور قصہ گویوں کو ساتھ رکھتے تھے، شعر گوئی کا لغو مشغلہ ان کا علمی مایہ ناز تھا جن میں اپنی تعریف بڑائی، شرافت اور دوسروں پر بہر نوع فوقیت نظم کی جاتی۔ اور بھرے مجمعوں میں سنا کر داد چاہی جاتی تھی، خانہ جنگی اور خونریزی ان کا بہادرانہ کرتب اور نسل کی شرافت کا پروانہ تھا جس کی بدولت بچہ بچہ کی جان ہر وقت خطرہ میں گویا ہتھیلی پر رکھی تھی۔ کینہ اور عزم انتقام کو شریفانہ جوہر اور قومی عظمت کی دستاویز سمجھے ہوئے تھے۔ جس سے کوئی خاندان اور کوئی قبیلہ بھی خالی نہ تھا، باہمی مخالفت اور آپس کی نزع سے ہزاروں عورتیں رانڈ بن چکی تھیں اور لاکھوں بچے یتیم، دوسرے کا محکوم ہونا موت سے زیادہ شاق تھا۔ اور اپنے سے بالا کسی کو دیکھ نہیں سکتے تھے غرض ان کی تمدن اور معاشرت کا ہر پہلو خراب تھا، اور جب عرب ہی اس اندھیری حالت میں پڑا ہوا تھا تو دوسروں کا کیا پوچھنا کہ مثل مشہور ہے:

''چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی''

(جب کعبہ ہی سے کفر اٹھ کھڑا ہو تو پھر اور کہاں مسلمانی ہو سکتی ہے)

قبل از نبوت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی زندگی

ایسی خطرناک حالت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خلیل اللہ کی نسل میں اشرف خاندان یعنی بنی ہاشم میں پیدا ہوئے اور مکہ کے سردار عبدالمطلب کے پوتے بن کر قومی وملکی اصلاح کے لیے دنیا میں تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا تھے اور بچپن ہی میں والدین کا سایہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر سے اٹھ گیا تھا، چالیس سال کی عمر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت متانت اور وقار کے ساتھ گزاری امانت داری میں ضرب المثل ہوئے، سچائی اور صاف گوئی میں شہرت پائی، اپنے اخلاق وعادات کی وجہ سے ہر دل عزیز بنے، اور باوجودیکہ اپنی وہم پرست قوم کی رسومات سے ہمیشہ علیحدہ رہے کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نفرت کرنے کا موقع نہیں ملا اس مدت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کے سامنے کتاب نہیں رکھی، کچھ پڑھا نہیں لکھنا سیکھا نہیں، دوسرے مذہب والوں سے ملے نہیں، ان کی صحبت اور میل جول سے مذہبی معلومات حاصل نہیں کیں، قانون بنانا جانا نہیں۔ سیاست وملکی انتظام کی طرف توجہ نہیں کی۔ ریاست وحکومت کا وسوسہ بھی دل پر نہیں آیا بڑا بننے یا بہ تکلف اپنے کو بنانے کی خواہش بھی نہ ہوئی۔ دفعۃً چالیس سال پورے ہونے پر حق تعالیٰ شانہٗ کا فرمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور علم لدنی پڑھا کر آپ کو متنبہ کیا گیا کہ:

''ہاں کھڑے ہو اور اپنا کام شروع کرو مفسدوں کو شاہی عذاب سے ڈراؤ، اور اپنے مربی شہنشاہ کی عظمت وکبریائی قائم کرو، شرک کی گندگی کو دور کرو۔ اور اصلاح خلائق کے قابل قدر کارنامہ کا کسی پر احسان مت جتاؤ۔ غرض اپنی مفوضہ خدمت کے انجام دینے میں جو کچھ بھی سر پڑے اسے اٹھاؤ، مصیبتیں جھیلو، ایذائیں سہو، تکلیفیں برداشت کرو، اور اٹل پہاڑ بن کر جمے رہو...... نہ از جارفتہ ہو اور نہ شکوہ بے صبری کرو۔

اہل عرب کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی دعوت

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور پس وپیش کا اندیشہ کئے بغیر کوہ صفا پر چڑھ کر اپنی قوم کو بلایا اور بھرے مجمع میں آواز دی کہ میں تمہارے پاس بادشاہ کی طرف سے سفیر بن کر آیا ہوں۔ بادشاہ کا مجھے حکم ہے کہ اسکا پیغام تم کو پہنچادوں اور اسکے قوانین جو حال ہی میں جاری ہوئے ہیں تمہیں سنادوں اور تمہارے دلوں کا زنگ دور کردوں کجی اور ظلمت مٹاؤں اور اس راستے پر چلاؤں جس پر چلنے سے تمہارا بادشاہ خوش ہو، تم کو نوازے اور تمہارے کارناموں کو قدر کی نظر سے دیکھ کر صلہ اور انعام عطا فرمائے تمہارے بادشاہ کا حکم ہے کہ میرا کہنا مانو، میری راہ چلو اور امن کی زندگی گزارو۔ اور اس دائمی حیات کی فکر کرو جو چند روز بعد تم کو حاصل ہونے والی ہے اور اس کا طریق یہ ہے کہ انسان بنو اور اپنی شرافت وعظمت کا پاس کرو، سر اور پیشانی جو تمہارے جسم کا بالا اور سب سے زیادہ باعظمت عضو ہے پتھر یا لکڑی کے سامنے مت جھکاؤ۔ بت پرستی اور وہم وخیال کی پوجا سے علیحدہ ہو جاؤ وہ رسمیں جو تم نے باپ دادا سے سیکھی ہیں ترک کردو، بری عادتیں جن سے عقل سلیم انکار کرتی ہے اور جن سے آج تک بجز ضرر اور بدامنی کے کچھ حاصل نہیں ہوا چھوڑ دو، عمر کو غنیمت جانو وقت کی قدر کرو اور میری تصدیق کر کے اس راہ پر چلنا اپنے اوپر لازم کرلو جو میں تم کو بتاؤں کیونکہ اسی طریق سے تم اپنے بادشاہ کی خوشنودی حاصل کر سکتے ہو۔ اور دنیا اور آخرت کی دونوں زندگیاں لطف اور لذت کے ساتھ گزار سکتے ہو۔

قوم کا جواب

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم حیران رہ گئی کہ یہ کیا قصہ ہے، وہ شخص جو اب تک نیک چلن راست باز، سنجیدہ اور ہر دلعزیز خصلتوں میں نام آور رہا دفعۃً کیسی باتیں کرنے لگا، کس منصب عظیم کا

دعویدار بن گیا، کیسی انوکھی اور نرالی عبادت کا حکم دیتا ہے اور سارے ملک وقوم کے مردے اور زندوں کے خلاف طریقہ پر اپنے بڑے چھوٹوں کو بلاتا ہے کیا ان کو جنون تو نہیں ہو گیا؟ عقل تو نہیں جاتی رہی؟ کسی دیوتا کی چھپیٹ میں نہیں آ گئے آخر بات کیا ہے؟ کیا ہمارے سارے اسلاف اور بڑے جاہل تھے؟ کیا ان رسموں پر چلنے والے سب احمق ہی ہیں؟ کیا یہی ایک شخص دنیا بھر میں عاقل پیدا ہوئے ہیں۔ کہ اپنے بیگانوں سب کو بے وقوف بناتے اور گمراہ بتاتے ہیں۔ ہمارے سامنے کا پیدا ہوا بچہ آج اس قابل ہو گیا کہ ہمارا استاد بنتا اور ہم کو تمیز سکھاتا ہے۔ کیا یہ شخص چاہتا ہے کہ ہماری گدی اور ریاست چھین کر حاکم بن بیٹھے اور ہم اس سے دب کر رہنا پسند کریں؟ کیا ہمارا تمدن اور طرز معاشرت اصلاح کا محتاج ہے؟ اور کیا ان کے علاوہ عرب کے لکھوکھا باشندوں میں کسی ایک کو بھی ان کے نقائص کی اطلاع نہیں ہوئی؟

سمجھ میں نہیں آتا کہ عبداللہ کے صاحبزادے کو پوری عمر پر پہنچ کر کس خیال نے اس دعوے کا مدعی بنایا جس کو سنکر ہنسی آتی ہے، بھلا خدا کو سفیر بنانے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ وہ خود جو چاہتا ہم سے کہہ سکتا تھا۔ اور اگر ہمارا طریقہ اس کے خلاف ہوتا تو اس پر چلنے ہی کیوں دیتا۔ کبھی کے ہم رک چکے ہوتے یا مر چکے ہوتے۔ اور اگر کسی سفیر کا آنا مصلحت ہوتا تو بھی کوئی فرشتہ آتا جس کا مقرب ہونا سب کو معلوم ہے، آدمی، اور آدمی بھی ہماری قوم کا اور وہ بھی گود کھلایا ہوا یتیم، رسول بن کر آوے جس کے پاس نہ مال نہ جائیداد نہ بکثرت اونٹ نہ نہروں والے باغات؟ اگر دیوانگی نہیں تو کیا ہے؟ بھلا کون ایسا بیوقوف ہے جو ان کا کہنا مان لے گا اور مدت ہائے دراز کے آبائی طریق کو خیر باد کہہ کر ان کے نو ایجاد قانون پر چلنے لگے گا؟

یہ بالکل ظاہر ہے کہ انسان کو اپنے خیالات کا چھوڑنا جن پر زمانہ طویل بلکہ پشت ہا پشت سے جما ہوا ہو طبعاً دشوار ہوتا ہے۔ خصوصاً جب کہ اس کو مذہب اور نجات دہندہ طریق بھی سمجھے ہوئے ہوں۔ کیونکہ اس کے ناقص یا باطل ہونے کا چونکہ وہم بھی نہیں ہوتا۔ اس لیے اس کے خلاف کلمہ سن کر مشتعل ہو جاتا ہے اور اتنا بھڑکتا ہے کہ غور وفکر کا بھی موقع نہیں ملتا اور اگر اس کے ساتھ تکبر و نخوت یا ریاست و حکومت بھی ملی ہوئی ہو تب تو مخالفت کا کچھ ٹھکانہ ہی نہیں رہتا کیونکہ اہل عرب میں عموماً اور بیت اللہ کے مجاور خاندان قریش میں خصوصاً یہ سارے مضامین موجود تھے اسی لئے زمانہ دراز کے بعد جب ان کے کانوں میں شاہی سفیر کی پاک تعلیم جس میں ان کی روش اور چال کا بغاوت ہونا ظاہر ہوتا تھا۔ دفعۃً پڑی تو ان کی حاکمانہ طبیعت، آزادانہ رفتار اور خود اختیاری عظمت نے ان کے سینوں میں آگ لگا دی اور انہوں نے سفیر کی چالیس سالہ گزران اور زندگی بھر کے اخلاق حسنہ سے چشم پوشی کر کے اس منادی کا یہ جواب دیا کہ اے شخص تم پر تباہی آوے کیا تم نے اس لئے ہم کو جمع کیا تھا؟

تمسخر و تحقیر پر خیر خواہی

قاصد کے لیے سفارت کی حیثیت سے قوم کا اتنا جواب کافی تھا کیونکہ وہ پیغام پہنچا چکا تھا اور علی الاعلان شاہی حکم اس کی مخلوق کو سنا چکا تھا مگر چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات رفع بغاوت و اصلاح ہدایت کے لیے تجویز ہوئی تھی، اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کے اس کریہہ جواب سے بددل اور مایوس نہیں ہوئے اور ہمت نہیں ہاری گھبرائے نہیں، بلکہ اسی رغبت کے ساتھ ان کی خیر خواہی میں مصروف رہے۔ اور چونکہ ساری اصلاح کا دارومدار اس پر تھا کہ حق تعالیٰ کو ایک اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا سفیر اور قاصد سمجھ لیا جائے۔ تاکہ اصلاح کی جو کچھ تدبیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم فرمادیں اور بادشاہ کی طرف جن جن احکام کو منسوب کریں ان کو حق سمجھا اور عمل کیا جا سکے، اس لئے پہلی پکار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی تھی جس نے شہنشاہی عظمت ملحوظ نہ رکھی۔ یعنی اس کا کسی کو ساجھی گردانا یا میری رسالت و پیغمبری کو سچ نہ سمجھا کافر ہے اور اس کی سزا جہنم ہے جو سخت سے سخت مصیبتوں کا مخزن اور بے انتہا تکلیفوں کا گھر ہے۔

کسی بااثر تعلیم کا رنگ پھیکا کرنے کے لیے اس سے زیادہ موثر پہلو نہیں ہو سکتا کہ لوگ اس کا مذاق اڑائیں اور بجائے اس میں غور یا توجہ کریں اس کو اس کے لانے والے کو بہ نگاہ حقارت دیکھ کر تمسخر کے درجہ میں ڈالیں اس لیے اہل عرب نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیم کا اثر مٹانے کے لیے یہی پہلو اختیار کیا کہ جگہ جگہ ذلیل طریقہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کا تذکرہ کرنے لگے، حقیر خطابات اور القاب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کیا، اور واہی تباہی شبہات کو دلیلیں بنا کر گلی گلی کوچہ کوچہ اشتہار دیدیا کہ لیجئے آپ کے ملک میں یتیم بچہ نبی ہو کر آیا ہے۔ جو اپنے اہل ملک کو باغی و کافر اور بڑوں بوڑھوں کو بے عقل اور بے دین بتاتا ہے اپنے آپ کو مصلح اور ہادی قرار دیتا ہے اور کہتا ہے۔ جس روش پر تم چل رہے ہو اس سے موجودہ اور آنے والی دونوں زندگیاں خراب اور برباد ہوتی ہیں......... اس تقریر سے مقصود صرف یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو پر کوئی شخص کان نہ لگائے اور سچائی کا وہم نہ کرے، مبادا اس کو غور کرنے کا موقع ملے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کامیابی ہو جائے۔ عام عرب چونکہ اپنے انداز ترمیم کا شیفتہ بنا ہوا تھا۔ اس لئے جس نے بھی یہ سنا وہ مشتعل ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بغض اور نفرت کی نگاہوں سے دیکھنے لگا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جدھر بھی جاتے آنکھوں اور انگلیوں کے اشارے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ کھاتے تھے صدقہ نہیں کھاتے تھے۔ (الجامع)

سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر آوازیں کسے جاتے اور نئی تعلیم سے روکنے کی خاطر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرح طرح سے دل دکھایا جاتا تھا کہ کسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے منصب کو زبان سے بھی ادا نہ کریں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا باعظمت دعویٰ

ہر چند کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سچائی کے ثبوت میں اپنی چہل سالہ زندگی پیش کرتے تھے کہ آخر میرے چال چلن اور اخلاقی حالات کا تم اتنی مدت سے امتحان کر چکے ہو پھر خدا نے عقل دی ہے، ہوش دیا ہے اگر چاہو تو سمجھ سکتے ہو کہ جس نے عمر بھر زمین پر رہ کر کسی دنیوی بات میں کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اور بچپن کے ناسمجھ زمانہ میں کسی قابل نفرت حرکت کا مرتکب نہیں ہوا وہ دفعۃً مخلوق کو چھوڑ کر خالق پر کیوں بہتان باندھے گا کہ اتنی جراءت اس کو کس طرح ہوگی کہ ایسے بڑے منصب کا دعویدار بن کر قوم میں تنہا کھڑا ہو گیا جس کی تکمیل کے لئے کئی سو سمجھ داروں کی جماعت بھی نہیں کھڑی ہو سکتی آخر سوچنا تو چاہیے کہ ہر دلعزیز شخص کو قومی مخالف بن کر اپنی زندگی کو خطرہ میں ڈالنے کا کیا سبب پیش آیا اور وہ کونسی طمع یا امید ہے۔ جس میں ناآشنا کانوں میں ایسی آواز ڈالنے کی ہمت دلائی جس پر نکتہ چینی کرنے کا ہر شخص کو حق حاصل ہو گیا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم نے ایک نہ سنی اور جب کہا یہی کہا کہ اے شخص جو خدائی سفیر ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے تجھ کو تو جنون ہو گیا ہے اور ہم ایسے احمق نہیں ہیں کہ ایسی مہمل باتوں کو مان کر اپنا طریقہ زندگی چھوڑ بیٹھیں یا دب کر رہنا پسند کریں۔

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے لئے اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمر کی شہادت کافی تھی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر بھی اکتفا نہیں کیا اور عام طور پر اعلان دے دیا کہ صاحبو! ایسے دل آزار طریقے سے میرا دل مت دکھاؤ ذرا خلوت اور جلوت سے سوچو اور میرے حالات سے بحث کرو۔ کہ کیا دیوانہ شخص ایسی ہی باتیں کیا کرتا ہے جیسی میں کر رہا ہوں؟ کیا جنون کا یہی اثر ہوتا ہے جو مجھ پر ظاہر ہو رہا ہے؟ کسی امر واقع کا بلا دلیل جھٹلانا اور سچی بات کا مذاق اڑا لینا تو دوسری بات ہے لیکن اگر غور کرو گے تو معلوم ہو جائیگا کہ میرا باعظمت دعویٰ اور عالم میں انقلاب عظیم ڈالنے والا منصب ایسا معمولی نہیں ہے کہ بلا دلیل اس کی مخالفت کی جائے، لو سنو:

''میرے پاس شاہی فرمان موجود ہے جس میں میرے سچے سفیر ہونے کی کھلے الفاظ میں تصریح کر دی گئی ہے۔ اس فرمان کا طرز تحریر شاہانہ انداز خود بتا رہا ہے کہ رعایا اس کنارے سے اس کنارہ تک کی ساری جمع ہو جائے تب بھی کوئی اس کی نقل نہیں اتار سکتا اور لو اب بھی میں دعویٰ کرتا ہوں کہ اس کے شاہی فرمان ہونے میں شبہ ہو تو سب مل کر اس کی ایک سطر کی نقل تو اتار لاؤ اور یہ بھی میں دعویٰ کرتا ہوں کہ قیامت آجائے گی مگر تم سے اس کے ایک فقرہ کی بھی نقل نہ اتر سکے گی۔ پھر اس فرمان میں شاہی قوانین درج ہیں۔ جن سے انسانی زندگی کا امن و آرام سے گزرنا بتایا گیا ہے۔ گزشتہ پیغمبروں اور امتوں کے سچے قصے بیان کئے گئے ہیں۔ تمدن سکھایا گیا ہے اخلاقی تعلیم دی گئی ہے۔ جرائم کا انسداد کیا گیا ہے اور سب کچھ ایسے نرالے اور انوکھے طرز پر بیان کیا گیا ہے جس کو نہ نظم کہا جا سکتا ہے نہ نثر۔ اور کمال یہ ہے کہ مختلف مضامین اور حسب حال ضرورتوں کے تمام عنوانات سلطانی خطابات اور شاہی انشاء پردازی کا جدا جدا ثبوت دے رہے ہیں کہ کہیں ایک لفظ میں بھی بے مثل ہونیکے دعوے سے چشم پوشی نہیں ہو سکتی اس کے علاوہ پہلے زمانہ میں جتنے سفیر آئے میرے متعلق ان کی پیشن گوئی اور کھلے کھلے پتوں سے بشارت اور اطلاعیں جداگانہ میری سچائی کا ثبوت ہیں ....اور تمہاری آئندہ زندگی کی جملہ ضروریات کا ذمہ جو میں لے رہا ہوں۔ اس سے وقتاً فوقتاً میری صداقت پر یقین کا بڑھنا تم کو خود ظاہر ہوتا رہے گا۔

اہل عرب کا سوشل بائیکاٹ

ہر چند کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کچھ سمجھایا مگر ضدی طبیعتیں جن کو اپنی پرانی لکیر کا فقیر بنا رہنا ہی پسند تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور احوال میں غور کرنے کی طرف متوجہ نہ ہوئیں اور اب پوری طرح دلوں میں ٹھان لیا کہ جس تدبیر سے ہو سکے ان کی زبان بند اور کام تمام کر دیا جائے۔

عرب کے باشندے جن کی آزاد منشی کا نمونہ اب بھی بدوؤں میں موجود ہے، گرم و خشک ملک میں پیدا ہونے کی وجہ سے جیسے بھی ہونے چاہئیں ظاہر ہے خصوصاً اس وقت جب کہ جہالت کی گھنگھور گھٹائیں ان کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھیں۔ اور ہر شخص گویا اپنے گھر کا بادشاہ اور اپنے خیالات و ارادوں کا مالک بنا ہوا تھا۔ پس جو کچھ بھی کر گزرتے وہ تھوڑا تھا اور خاص کر جبکہ بچہ بچہ پستان شجاعت کا شیر خوار اور خانہ جنگی و قتل و خون کے بازار کا نام آور سوداگر کہلاتا تھا اور اس پر طرہ مذہبی مخالفت اور آبائی مذہب کی توہین جس کو ضعیف سے ضعیف شخص بھی گوارا نہیں کر سکتا ایسی ظلمت خیز حالت میں ایک نفس کا قصہ طے کرنا کوئی بات نہیں تھی مگر یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہنشاہی سفیر ہونے کی مستقل دلیل تھی کہ چار طرف مخالفت کی شعلہ زن آگ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح محفوظ رہے جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد حضرت خلیل اللہ نار نمرودی میں محفوظ رہے تھے اور باوجود آپ کے تنہا بے یار و مددگار اور بلا نقیب و چوکیدار یا کسی قسم کے ظاہری محافظ ہونے کے بھی کوئی چھوٹا یا بڑا شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بال بیکا نہ کر سکا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل سے عاجز ہوئے شاہی فرمان کی نقل اتارنے کی اپنے اندر طاقت نہ دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کا جواب نہ دے سکے تو اپنی ندامت وخفت اتارنے یا خجالت رفع کرنے کو ایذادہی پر تل گئے اور جی توڑ کر کوشش کی کہ جس طرح ہو سکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے عقائد اور قائم کی ہوئی شریعت کا گلا گھونٹ دیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد حرام میں باوجود اس کے وقف اور تساوی حقوق عامہ کے عبادت کرنے سے روک دیا۔ گلی کوچوں میں چلنا پھرنا مشکل کر دیا گھر میں رہنا اور کھانا پینا دشوار بنا دیا چولہے پر چڑھائی ہوئی ہانڈیوں میں گرد اور خاک ڈالی خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر نجاستیں پھینکیں ڈرایا دھمکایا، انگوٹھے مٹکائے تلواریں دکھائیں، سخت الفاظ کہے اور ہر قسم کی دشمنی اور عداوت کے برتاؤ برتے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مایوس ومتوحش نہ ہوئے اور نہ اپنے ارادے کی تکمیل میں جھجکے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا باعظمت دعوی اس فتنہ ہائلہ میں اسی زور شور کے ساتھ قائم رہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عالی ہمت اس مخاصمت کے وقت بھی اسی پیمانے پر رہی جس پر شروع زمانہ سے قائم ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خاندانی آبرو اور قومی عزت کو اپنی خدمت پر قربان کر دیا اپنی نزاکت طبعی وسیادت نسبی کو مخلوق کی اصلاح کے نام وقف بنا دیا اور حیران کن استقلال کے ساتھ سخت سے سخت مزاحمت کا مقابلہ فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ اہل عرب نے باہمی اتفاق سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کو گویا برادری سے گرا دیا اور باہم عہد و پیمان کر لیا کہ ان کے ہاتھ کوئی چیز بیچو نہیں ان سے کوئی شے خریدو نہیں، ان کو اپنے خاندان کی کوئی بیٹی نہ دو ان کی بیٹی اپنے خاندان میں نہ لو،

غرض معاشرت اور تمدن میں اس درجہ ضیق اور تنگی میں مبتلا کرو کہ وہ پناہ مانگنے لگیں، اپنے دعوے اور خیال سے باز آویں یا زندگی کو خیر باد کہیں، کامل تین سال تک اسی تکلیف میں مبتلا رہے کہ شیر خوار بچے ماں کے پستان میں دودھ کو ترس گئے، اطفال بھوک کے مارے ایڑیاں رگڑنے لگے۔ اور عام طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان فاقہ اور قید کی تکلیف سے بلبلا اٹھا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بھی متاثر نہ ہوئے بے زبان اور معصوم بچوں کی آہ وزاری سنتے تھے اور فرماتے تھے کہ صبر کرو صبر کا انجام بہتر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صاحبزادیوں کو اس جرم میں طلاق دے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر پہنچا دیا گیا۔ کہ آپ اصلاح ورفع بغاوت کے دعویدار کیوں بنے۔ اس پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم از جارفتہ نہیں ہوئے اور بیٹیوں کو چھاتی سے لگا کر خدا کا شکر ادا کیا کہ خاوندوں نے چھوڑ کر راحت پہنچائی، تیسری صاحبزادی کو طلاق کی بدنامی سے دشمنوں نے بچایا مگر اس کے ساتھ ہی باپ سے ملنے کی بندش کر دی گئی اور گویا زندگی میں بیٹی کی مفارقت کا صدمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو برداشت کرنا پڑا۔ جو کامل بارہ سال تک قائم رہا مگر اس کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے برداشت کیا اور ایسی عالی ظرفی کے ساتھ برداشت کیا کہ کبھی رنج یا افسوس کے ساتھ اس کا تذکرہ بھی نہیں فرمایا، قوم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت دیکھ کر بھڑکتی، گرگٹ کی طرح رنگ بدلتی اور ایذاؤں کے نئے نئے پہلو اختیار کرتی تھی۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی شوق ورغبت کے ساتھ ان کی طرف بڑھتے، اصلاح کی امید پر ناصحانہ گفتگو میں پیش قدمی فرماتے محبت کے ساتھ نرم الفاظ میں باغیانہ حرکات پر متنبہ کرتے، اور شاہی فرمانبرداری کے صلہ میں صلاح وفلاح کامل کا متوقع بنایا کرتے تھے۔ قوم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھاگتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا پیچھا کرتے، لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ستاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حسن مدارات کے ساتھ ان کی مکافات فرماتے تھے

اسی حالت میں پورے بارہ برس گزر گئے کہ نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قومی وملکی بہبودی میں کوئی دقیقہ اٹھا رکھا اور نہ قوم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت ودشمنی کا کوئی پہلو ہاتھ سے جانے دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہوئی اور بحالت طفولیت انتقال کر گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم نے لاولدی کا طعن دیا اور اس نازک دل پر جو قوم کی جفا سے مصدوم ہونے کے بعد لخت جگر کی موت سے غمگین بنا تھا یوں کہہ کہہ کر صدمہ دوبالا کیا کہ ہمارے دیوی دیوتاؤں کی مخالفت اور آبائی مذہب کی توہین وبے ادبی کی سزا میں بچے مر رہے اور مدعی سفارت کو بے نام ونشان بنا رہے ہیں ...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کے تمام خطابات سنتے اور بلا خیال انتقام صرف محزون ہو کر رہ جاتے تھے۔

قوم چاہتی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شب وروز غم میں مبتلا رہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ قوم کے غلام اور باندیاں بھی امن و راحت کی زندگی گزاریں۔ دن کو آفتاب نکلتا اور شام کو غروب ہو جاتا تھا، کبھی گرمی ہوتی تھی کبھی سردی، کہیں غم لاحق ہوتا تھا اور کہیں خوشی کے عالم میں سب کچھ انقلاب جاری رہتا تھا زمانہ پلٹ رہا تھا مگر ایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دم تھا کہ اسی یکساں حالت پر گویا پہاڑ میں پاؤں جمائے ہوئے اپنی قوم کو پکار رہا تھا کہ جس خدمت کو انجام دینے کے لئے آیا ہوں اس کو پورا کرنے کی کوشش میں جان دے دوں گا مگر ٹلوں گا نہیں، سب کچھ سہوں گا مگر اپنی پکار سے باز نہ آؤں گا نہ جھکوں گا، یہاں تک کہ تمہاری فلاح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "افضل صدقہ آپس میں اصلاح کروانا ہے۔" (بیہقی)

آنکھوں سے دیکھ لوں اور یا اسی سعی میں شہید ہو جاؤں۔

آخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خیر خواہانہ دعوت اور مخلصانہ آواز خالی نہ گئی اور باغی جماعت میں کچھ لوگوں نے اس طرف میلان کیا کہ بے سمجھے قوم کی ہاں میں ہاں ملانا بھی حماقت و غلطی ہے، اس لئے دیکھنا تو چاہیے کہ کہنے والا کیا کہتا ہے؟ بلا وجہ اسقدر با عظمت منصب کا دعویٰ کیوں کرتا ہے؟ اپنے دعوے پر کیا دلیل رکھتا ہے؟ اور اس قدر جرات و استقامت کے ساتھ سارے ملک کی مخالفت کو جھیل کر کس ہمت پر ملک کی بہبودی کا تن تنہا ذمہ لیتا ہے؟

بس اس قدر میلان کا ہونا غنیمت تھا اور سفیر کی خواہش پوری ہونے کے لئے تعصب اور محض قومی یا آبائی رسم کی پابندی کے خیال سے چند لمحے کے لئے ہٹ جانا کافی تھا۔ کیونکہ صرف توجہ اور سوچ بچار کی حاجت تھی، ورنہ دعوے کی صداقت میں شبہ ہی کیا تھا۔ چنانچہ وہ لوگ آئے اور مختلف الخیال ہونے کی وجہ سے اپنے اپنے رنگ کے موافق سفیر کے دعوے کی سچائی ڈھونڈنے لگے۔

کچھ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرز معاشرت سے لوگوں کا مسلمان ہونا

بعض لوگ وہ تھے جنہوں نے سفیر کی معاشرت میں فکر کیا اور دعوے کی عظمت کو جانچا تو سمجھ لیا کہ ایسا ہونہار سرتا پا صلاح شخص جس نے غربت و افلاس میں بھی کسی کے پیسہ پر نظر نہیں کی اور حاجت کے وقت بھی مال کی طمع میں کبھی جھوٹ نہیں بولا، فریب نہیں کیا کسی کو دھوکا نہیں دیا، کیونکر ہوسکتا ہے کہ خدا پر تہمت باندھے، اور یوں کہے کہ میں خدا کا سفیر ہوں۔ پھر خاندان میں شرافت بھی موجود ہے، عزت بھی موجود ہے، حکومت بھی قائم ہے ریاست بھی قائم ہے، اس لئے یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ بڑا بننے کی ہوس اور جاہ و عزت کی طمع نے اس کو اس منصب عظیم کا دعویدار بنایا ہو، پس ہو نہ ہو یہ شخص ضرور سچا ہے اور گو اس وقت اس کی جان بھی خطرہ میں ہے اور اس کے معتقدین کی جان بھی خطرہ میں پڑے گی، مگر انجام سچوں ہی کا بہتر ہوتا ہے۔ لہٰذا وقت کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیے، چنانچہ آگے بڑھے اور سفیر کی صداقت کا اقرار کر کے حلقہ اطاعت کان میں ڈال لیا۔

کچھ لوگ بلاغت قرآن کریم سے متاثر ہو کر مسلمان ہوئے

بعض وہ لوگ تھے جو شاہی فرمان کی طرز تحریر سے واقف تھے اور خود بھی فصیح نظم اور بلیغ نثر پر قادر تھے۔ کلام کی عظمت و جلالت کو سمجھتے اور بیان کے حسن و قبح کو پرکھ سکتے تھے۔ انہوں نے قرآن کا طرز بیان دیکھتے ہی سمجھ لیا کہ یہ کلام جس کے لفظ لفظ سے عظمت ٹپک رہی اور شاہانہ جلالت برس رہی ہے ہو نہ ہو شاہی فرمان ہے۔ نہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بنا سکتے ہیں، نہ کہیں سے نقل کر کے لا سکتے ہیں۔ خصوصاً جب کہ اس میں حسب ضرورت سوال کا جواب اور حسب حال مقتضائے وقت مضمون جو بھی آتا ہے وہ اسی جلالت سے بھرا ہوا آتا ہے۔ جس کے شاہانہ انداز میں سرمو فرق نہیں۔ سو اس کو یوں کہنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آنے والی ضرورتوں اور ہونے والے سوالات کا پہلے سے علم ہو گیا تھا اور اس کے جواب پہلے سے خود گڑھ لئے یا کسی سے بنوا لئے تھے۔ جن کو اب وقتاً فوقتاً سنا رہے ہیں۔ صریح بے حیائی اور حماقت ہے۔ اس لئے انہوں نے بھی آگے بڑھ کر سفیر کے قدم چومے اور بخوشی ایمان لے آئے۔

کچھ لوگ شعراء عرب کی طرف سے قرآن کا جواب نہ پا کر مسلمان ہوئے

بعض وہ لوگ تھے جنہوں نے سفیر کی زبان سے شاہی فرمان کے بے مثل ہونے کا دعویٰ سنا۔ اور ان فصحائے ملکی کو جن کی شعر گوئی و جادو بیانی کا ڈنکا بج رہا تھا دم بخود بیٹھے پایا تو سوچنے لگے کہ مدعی کے دعویٰ کو پست کرنے کی اس سے زیادہ سہل کونسی تدبیر ہوسکتی ہے۔ کہ اس کا ترکی بہ ترکی جواب دیں۔ وہ کہتا ہے کہ اس کلام کا ایک سطر کا مثل بھی تم سے نہیں بن سکتا۔ سو اگر واقعی یہ شاہی فرمان نہیں بلکہ یہ انسان کا کلام ہے تو یہ شعراء و خطیب جنہوں نے اپنے قصائد سے شراب کا کام لیا نیام کے اندر سے تلواریں نکلوا دیں۔ خون کی ندیاں اور نہریں جاری کروا دیں۔ محافل و مجالس میں بولنے والوں کی زبانیں بند کر دیں۔ شاہی دربار میں محو حیرت کر کے اہل عقول کو ششدر بنا دیا آخراب کیوں دم بخود ہو گئے؟ ان کی لمبی لمبی زبانیں کہاں گئیں۔ ان کے استعداد نظم کو کیا ہو گیا؟ اس قدر سہل طریقہ چھوڑ نا کہ لو تمہارے کلام سے بہتر یہ قصیدہ موجود ہے۔ اور مدعی سفارت کو لاجواب بنا کر ہمیشہ کے لئے خاموش کر دینا بہتر ہے یا ملک و قوم کو اختلاف کی آگ میں ڈالنا اور نزاع و جدال کے مشکل راستہ کا اختیار کرنا؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت یہ لوگ عاجز آ گئے اور تھک کر بیٹھ رہے ہیں۔ ان کے دل ضرور مان چکے ہیں کہ یہ واقعی شاہی فرمان ہیں۔ مگر اپنی بات کی پچ ہے کہ اسی مخالفت و انکار پر جمے ہوئے ہیں سو ایسے ہٹ دھرم لوگوں کا ساتھ دینا حماقت ہے جو معقول جواب نہ دے سکیں اور واہی تباہی باتوں سے حق کا چھپانا رلانا اور تخول و مذاق سے پچ اور غالب آنے والے مقابل کو دبانا چاہیں۔ چنانچہ انہوں نے بھی اپنی قوم کا ساتھ چھوڑ کر بغاوت سے توبہ کر لی اور حق کے تابع ہو گئے۔

کچھ لوگ قرآن کی حقانیت سے مسلمان ہوئے

بعض وہ لوگ تھے جن کو بات کی پرکھ تھی۔ اور کلام کی بلندی و پستی کو سمجھ سکتے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ یہ کلام جس کو شاہی فرمان کہا جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چاہئے کہ تم میں سے ہر ایک خود کو آگ سے بچالے چاہے آدھی کھجور (کے صدقہ) سے کیوں نہ ہو۔ (الجامع)

درحقیقت قدر و منزلت میں انسانی کلام سے بہت بلند ہے۔ کہ نہ لغات غریبہ اس میں جمع کئے گئے ہیں۔ نہ قافیہ سجع بنانے کو ترغیب نحوی میں تغیر ہوا۔ نہ بناوٹ اور تصنع کو دخل دیا گیا۔ اور نہ عبادت کو کسی خاص من گھڑت قصہ کے تابع بنایا گیا۔ آخر کیا بات ہے کہ سلیس عبارت میں روزمرہ کی ضروریات ایسے پیارے انداز سے بیان ہوگئیں۔ کہ طبیعت کو ذوق آتا اور ایک شیرینی و مٹھاس معلوم ہوتی ہے۔ دل ہے کہ اس کی طرف جھکتا اور قلب ہے کہ اس کی لذت کے چٹخارے لے کر اس کی جانب کھچتا چلا جاتا ہے۔ ہزار ہا شعراء کے کلام سنے۔ مشاعرہ کی مجالس اور مخاطبہ کی محافل میں بہت کچھ مباحثے اور مناظرے دیکھے مگر یہ مقناطیسی کشش آج تک نہیں دیکھی کہ بے اختیار دل میں ایک اثر پڑتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ پھر ایسا مؤثر کلام ظاہر ہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے جنہوں نے کبھی کسی کے سامنے کتاب نہیں رکھی۔ مکتب یا مدرسے میں پڑھے نہیں۔ ایک حرف بھی لکھا نہیں۔ شعراء سے کبھی میل جول نہیں ہوا۔ فصحاء سے خلا ملا نہیں رہا۔ تعجب پر تعجب ہے۔ پس ہو نہ ہو مدعی سفارت اپنے دعوے میں سچے ہیں۔ اور یہ فرمان جس میں صاف صاف الفاظ میں ظاہر کیا گیا ہے کہ:

''اس کا حامل جو فلاں فلاں صفات سے آراستہ ہے۔ تمہارے پاس میرا سفیر بن کر آتا ہے۔ یہ تم کو میرے احکامات سنائے گا۔ تمہاری بہبود کی تم کو تعلیم دے گا۔ سچی عقل اور دانش مندی سکھلائے گا۔ اپنی روحانی قوت سے تمہارے اخلاق طبیعہ کو سنوارے گا۔ دلوں کے زنگ مٹا کر حکمت اور حسن وتدبیر کی روشنی سے تم کو منور بنائے گا۔ پس اے لوگو! جن کے کانوں میں یہ باتیں پڑیں۔ چھوٹی ہو یا بڑی جو بات بھی تم کو میری طرف سے پہنچائے۔ اس کو ضرور ماننا اور اس کے بتائے ہوئے قانون پر عمل کرنا۔''

ضرور شاہی فرمان ہے کیونکہ مدعی سفارت شخص میں وہ ساری باتیں جن کو وہ دعوی کرتا ہے موجود ہیں۔ پس جب ہم سے جواب دینا بھی محال ہے اور کھلے ہوئے حق کا چھپانا بھی دشوار ہے تو وجہ کیا کہ حق کا اتباع نہ کریں۔ چنانچہ یہ بھی لپکے اور زمرہ اہل حق میں شامل ہوگئے۔

کچھ لوگ سابق کتب میں بیان کردہ محاسن دیکھ کر مسلمان ہوئے

بعض وہ لوگ تھے جن کے پاس گذشتہ زمانہ میں آئے ہوئے شاہی سفیروں کی تحریرات موجود تھیں۔ جن میں انہوں نے اس سفیر کے حالات و اوصاف بیان کئے۔ اور کھلے الفاظ میں پورے پورے پتے دیئے تھے۔ ان لوگوں نے ان تحریرات کو کھولا اور میلان کرنا شروع کیا تو سرمو بھی تفاوت نہیں پایا۔ اور ہو بہو موافقت دیکھ کر کہنے لگے کہ اب اگر اس سفیر کو سچا نہ سمجھیں تو گویا گزشتہ سفراء کی تحریرات کو جھوٹا کہیں۔ سو کیسا دشوار کام ہے کہ اہل ملک اور قوم کا ساتھ دیکر آنکھوں پر پٹی باندھ لیں اور ایک سرے سے سب کو جھٹلاتے چلے جائیں۔ پھر یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ مدعی سفارت نے پچھلی تحریرات اور پیشین گوئیوں کی موافقت پیدا کرنے کو یہ جملہ اوصاف اپنے اندر بتکلف پیدا کر لئے ہیں۔ کیونکہ اول تو ان کو ہماری کتابوں کے مضامین کا علم کیونکر ہوا اور پھر ان اوصاف کے جمع کر لینے کی ہمت و جراءت کیسے ہوئی؟ کہ سارے اوصاف بسہولت فراہم بھی ہو گئے۔ اور انہوں نے بتکلف ان کو قبول بھی کر لیا۔ اور اگر سب کچھ مان لیا جائے تو پھر گزشتہ سفیروں کی اس اطلاع سے فائدہ ہی کیا ہوا؟ جب کہ کوئی جھوٹا شخص بھی بناوٹ کے ساتھ ان اوصاف کا مصداق بن سکتا ہے جو انہوں نے محض شناخت اور علامت کے لئے کئی صدی پہلے بتائے تھے۔ سو ایسا کہنا بھی درحقیقت ان تحریرات کو مہمل اور ساقط الاعتبار بتانا، اور سفراء سابقین کا قدر و منزلت کا گرا دینا ہے۔

اس کے علاوہ یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ ان اوصاف میں بعض علامتیں ایسی بھی ہیں جن پر انسان کو کسی طرح قدرت حاصل نہیں۔ وہ بشری طاقت و فعل سے بالکل خارج ہیں۔ پس کیسے ہو سکتا ہے کہ اخلاقی اوصاف میں بناوٹ کو دخل دینے کے ساتھ مثلاً اپنے چہرے اور بدن کا رنگ بھی گندم گوں خود ہی بنالیا ہو۔ بالوں میں گھونگریالہ پن بھی لے آئے ہوں۔ قد بھی میانہ کر لیا ہو۔ پیدا ہوتے ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور احمد صلی اللہ علیہ وسلم نام بھی خود ہی تجویز کر لیا ہو۔ مکہ میں پیدا بھی اسی نیت سے خود ہو گئے ہوں کہ مجھے چالیس سال کے بعد توراۃ و انجیل کی تحریر کا مصداق ہونے کا دعوی کرنا ہے۔ نسل اسمٰعیل میں بھی خود ہی آ گئے ہوں۔ اور ساری وہ باتیں جن کا وسوسہ بھی قبل از وقت نہیں گزر سکتا اپنی پیدائش سے پہلے ہی پیدا کر کے آج دعوی کرنے لگے ہوں۔

سو ایسا کہنا صریح حماقت اور اسی شخص کا کام ہے جس کو عقل کا کچھ بھی حصہ نہ ملا ہو۔ اور جب ہم کو خدا نے عقل دی شعور دیا سفراء سابقین کی تحریرات سے نوازا۔ علامات اور شناخت کے آثار بتائے تو ہم اپنی قوم کا ساتھ دے کر اندھے بہرے کیوں بن جائیں؟ ہم سے نہیں ہو سکتا کہ ہم ختم ہونے والی زندگی اور ناپائدار دنیوی عزت و جاہ کے حریص بن کر حق سے منہ موڑیں۔ چنانچہ انہوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کیا۔ اور مومن بن گئے۔

کچھ لوگ تکوینی معجزات دیکھ کر مسلمان ہوئے

بعض لوگ وہ تھے جنہوں نے مدعی سفارت سے ان کے دعوے پر دلیل چاہی اور کہنے لگے کہ اے شخص ہم کو علمی مضامین اور عقلی براہین سے نفع نہیں ہوتا ہم شاہی فرمان کی طرز کتابت مہر شاہانہ خطابات فصاحت و بلاغت کے اعجاز اور سفراء سابقین کی علامتوں سے بالکل واقف نہیں ہیں۔ البتہ اتنا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی صدقہ پانی پلانے سے بڑے ثواب والا نہیں۔ (ترغیب)

جانتے ہیں کہ جس باقدرت ذات کا تم اپنے آپ کو سفیر بتاتے ہو اس کے پاس قسم قسم کے نایاب خزانے ہیں۔ اور وہ انسانی طاقت سے بہت زیادہ کام کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ سو اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو شاہی خزانوں میں سے کوئی ایسی چیز لا کر دکھاؤ جو تمہارے علاوہ کوئی دوسرا نہ لا سکے۔ اور عالم میں ایسا تصرف کراؤ جس کا شہنشاہ کی طرف منسوب ہونا دلیل کا محتاج نہ ہو۔ سو اگر تم واقعی سفیر ہو تو تمہاری خاطر شہنشاہ کو ایسا کرنا دشوار نہ ہوگا اور ہم پر تمہاری سچائی کھل جائے گی۔ ورنہ ہم تم کو کسی طرح ماننے والے نہیں ہیں۔

سفیر کو بحیثیت سفارت اس کی ضرورت نہ تھی۔ کہ ایسی درخواستیں منظور کرے اور ایسا راستہ کھول دے۔ جس میں ہر شخص کو عالم میں برے بھلے تغیر اور انقلاب عظیم پیدا کرنیکی درخواست کا موقع ملے۔ اس لئے اول ان کی درخواست میں تامل کیا۔ کہ امن عام میں فتور پیدا کرنے والی تو نہیں ہے۔ اس کے بعد طبیعت کو ٹٹولا اور طلب کو جانچا جوان کے انداز تقریر اور بشرہ سے ظاہر ہو رہی تھی۔ کہ در حقیقت اپنا شبہ رفع کرنا اور اس کو میری سفارت کی شناخت قرار دینا منظور ہے یا امتحان کے درجہ میں بازیچہ اطفال بنانا مقصود ہے؟

جب دونوں باتوں میں اطمینان ہو گیا تو جواب دیا کہ بہت اچھا ان شاء اللہ میں تمہاری خواہش پر ایسی دلیل بھی پیش کروں گا۔ جس کو آنکھیں دیکھ سکیں اور کان سن سکیں۔ اس کے بعد ان کی الگ الگ درخواست کے موافق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کو بلایا تو وہ آدمی کی طرح آیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت دیکر واپس چلا گیا......

کھجوروں کا گچھا حیوان کی طرح درخت سے اترا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارت کا اقرار کر کے لوٹ گیا......

انگلیوں کی گھائیوں سے چشمہ کی طرح پانی ابلا اور صدہا مخلوق چند گھونٹ پانی سے سیر ہو گئی۔

چند چھٹانک گیہوں کا آٹا کئی سو بھوکے آدمیوں کو کافی ہو گیا۔

ایک پیالہ دودھ نے بیسیوں پیاسوں کو چھکا دیا......

آسمان پر انگلی کا اشارہ کرنے سے چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے......

غرض عالم علوی میں وہ وہ تصرفات دکھائے جن کے متعلق تھوڑی سی عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے۔ کہ شہنشاہی حکم کے بغیر انسان سے ہونا ان کا محال ہے یہ باتیں دیکھ کر ان کے شبہات مٹ گئے۔ اور خداوندی عظمت نے ان کے دلوں پر غلبہ کیا۔ اور وہ بھی بغاوت چھوڑ کر صلحاء کے گروہ میں آملے۔

کچھ لوگ غیبی اطلاعات کی صداقت کی وجہ سے مسلمان ہوئے

بعض وہ لوگ تھے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی اطلاعوں پر غور کیا کہ نمرود کا زمانہ گذرے ہوئے مدت ہوئی۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھے ہوئے قرن گزر گئے۔ قارون فرعون کو مرے ہوئے صدیاں بیت چکیں مگر مدعی سفارت سے جس کا حال پوچھئے وہ صحیح صحیح سن لیجئے۔ اور ان واقعات سے ملا لیجئے جوان کے ساتھ تعلق رکھنے والوں کے پاس صدیوں سے محفوظ ہیں۔

سو نوح علیہ السلام کے طوفان کا قصہ، فرعون کے ساتھ بنی اسرائیل کے واقعات پھر فرعونی لشکر کا غرق اور تہہ و بالا ہونا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا بطن مریم سے پیدا ہو کر گہوارہ میں کلام کرنا۔ قارون کا زمین میں دھنسنا۔ عاد و ثمود اور ارم ذات العماد کا برباد ہونا کہ مخلوق کے پاس علیحدہ علیحدہ قوموں کے متفرق اوراق میں لکھا ہوا ہے۔ مگر وہ سب یکجا ان سے سن لیں۔ لقمان کا پدرانہ شفقت کے ساتھ بیٹے کو نصیحت کرنا اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا فرزند انہ ادب کے ساتھ باپ کو ایمان کی ترغیب دینا۔ فرعون کا سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو دھمکانا سیدنا یوسف علیہ السلام کا باپ سے بحالت بے کسی سے جدا ہو کر مصر کے سر سبز ملک کا تخت و تاج سنبھالنا عمالقہ کا عروج سلیمانی سلطنت اور ہوا طیور و جنات پر حکومت طالوت کا سپہ سالاری جالوت کا غارت ہونا، سبا کی شادابی پھر سیل عزم سے تباہی غرض ممالک مختلفہ کے قصص عجیبہ اور حکایات صادقہ کے متعلق کس طرح کہہ دیا جاوے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سب سن کر جمع کر لئے اور پڑھنے لکھنے میں عمر گذارے بغیر ان کو ایسے انداز پر ادا کرنا بھی سیکھ گئے جن سے واقفیت خود بخود ٹپک رہی ہے کہ نصائح میں نرمی کا طرز ہے اور دھمکیوں میں جلال و جبروتی انداز برس رہا ہے۔

حکایات سکون و راحت میں مسرت محسوس ہو رہی ہے۔ اور تباہی و بربادی کے قصص میں حزن و اسف کا رنگ جھلک رہا ہے...... پھر آئندہ کے واقعات کے متعلق دیکھیے جو لفظ مدعی سفارت کی زبان سے نکلتا ہے وہ گویا دیکھا ہوا نکلتا ہے۔ بس کیونکر کہا جا سکتا ہے۔ کہ یہ دعویٰ جھوٹا ہے اور انہوں نے کسی ذاتی نفع کی توقع پر اس کو گھڑ لیا ہے چنانچہ ان کو بھی اپنی روش سے وحشت ہوگئی اور سفیر کے پاس آکر حلقہ بگوش ہوئے۔

کچھ لوگ تعلیم شریعت کے ذاتی حسن کو دیکھ کر مسلمان ہوئے

بعض وہ لوگ تھے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کے اسلوب اور بیان کئے ہوئے قانون کے ذاتی حسن میں غور کیا تو کہنے لگے کہ میاں! سوچنے سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ پتھر اور لکڑی کی مورتیں جن کو ہم نے خود بنایا اور بزرگوں کے نام رکھ کر دیواروں پر لٹکا دیا ہے۔ محض بیکار ہیں۔ اور انکی عظمت کرنا اور ان کو حاجت روا سمجھ کر ضروریات زندگی کا مشکل کشا سمجھنا محض خیال پرستی اور اس واہمہ کے پختہ ہو جانے کا اثر ہے جو پیدا ہوتے ہی ماں باپ اور بھائی بہنوں کی زبان سے کانوں کے راستے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مرد جو کچھ اپنی عورت کو دے وہ صدقہ ہے۔ (الصحیحہ)

دل میں پڑنا شروع ہوا تھا۔ اور آخر پختہ ہو کر یہاں تک جم گیا کہ اس کے خلاف گالی سننا گالی سے زیادہ گزرتا ہے۔ ذرا اس خیال سے ہٹا کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کو تو دیکھو کہ کس قدر قلب کو قوی بنانے والی اور دل کو تھامنے والی تعلیم دے رہی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ:

''خدا کے سوا اور اس کے حکم کے بغیر دنیا میں کوئی نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتا ہر شے چھوٹی ہو یا بڑی اسی کی محتاج ہے اس کا بندوں پر حق ہے کہ اس کے مطیع و محب بن کر اس کا شکر ادا کریں اور اخلاق رذیلہ قلب سے نکال کر عمدہ خصائل کے خوگر ہوں۔ کسی پر حسد نہ کریں اپنے کو بڑا نہ سمجھیں۔ دوسروں کو بہ نگاہ حقارت نہ دیکھیں۔ پریشانیوں کے وقت بدحواس نہ ہوں۔ مصیبت سے مغلوب ہو کر از جارفتہ نہ بنیں۔ خوشحالی پر نہ اترائیں۔ کسی سے بغض اور کینہ نہ رکھیں ہمیشہ سچ بولیں۔ مردانہ وار استقلال کے ساتھ حوادث کا مقابلہ کریں نرم خو اور خندہ رو بنیں، باہم اتفاق رکھیں۔ امن عام کو ملحوظ رکھ کر بقدر ضرورت پسندیدہ طریقہ سے معاش طلب کریں۔ اور اپنے خالق کی یاد سے کسی وقت غافل نہ ہوں۔ دن میں پانچ وقت ہاتھ منہ دھو کر مناجات اور رکوع و سجود میں اپنے خالق کا برتر و باعظمت ہونا ظاہر کریں۔ سال بھر میں ایک مہینہ روزہ رکھ کر فاقہ کو پہچانیں۔ مساکین کا لحاظ رکھیں۔ ضرورت سے زیادہ مال ہے۔ تو چالیسواں حصہ غریب رشتہ داروں کو ضرور دیں۔ طاقت کم ہو تو کم سے کم ایک بار شہنشاہی آستانہ پر حاضر ہو کر شیدایانہ انداز سے بیت اللہ کا طواف کیا کریں۔ دوسروں کے مال پر نظر نہ دوڑائیں۔ چوری نہ کریں زنا نہ کریں۔ مال کے جمع کرنے میں اپنے آپ کو پریشان نہ بنا۔ نسل اور خاندان کی حفاظت کا خیال رکھیں معاشرت ایسی رکھیں کہ دل مسرور رہے اور بدن کو آرام پہنچے باہم رنجش نہ ہو اور زندگی کے دن تکدر و گرانی کے ساتھ نہ گذاریں۔

بھلا راحت بخش تعلیم چھوڑ کر جانوروں کی طرح شہوت پرستی میں دن گذارنے یا میدان جنگ کے ہولناک منظر کی سچی تصویر سامنے رکھ کر خوف و ہراس میں وقت کاٹنا کس نے بتایا ہے؟ چنانچہ ان کو بھی توفیق ہوئی۔ اور وہ بھی مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

کچھ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ نصرت خداوندی دیکھ کر مسلمان ہوئے

بعض لوگ وہ تھے جنہوں نے صرف یہ دیکھا کہ باعظمت دعوے میں جس ذات کی طرف نسبت ہو رہی ہے۔ وہ درحقیقت بندوں پر شفیق اور مہربان ہے غیور ہے باقدرت ہے ہر طرح کا اس کو اختیار حاصل ہے پس اگر مدعی سفارت کا دعوی جھوٹ ہوتا تو وہ شہنشاہ جس کا سفیر وہ اپنے آپ کو بتا رہا ہے اس کو جھوٹے دعوے پر ہرگز قائم نہ رکھتا۔ یا تو فوراً دوسرا سفیر بھیجتا کہ اس کا جھوٹا ہونا لوگوں پر ظاہر کر دے اور یا اس کی زبان بند کر دی جاتی۔ گلا گھونٹ دیا جاتا۔ ہاتھ کاٹ دیئے جاتے۔ اور بربادی کے آثار یکدم نمودار ہو جاتے چہ جائیکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جو دن گذرتا ہے وہ انکی ترقی و خوشحالی کا ہوتا ہے اس قدر جم غفیر کی مخالفت اور خون کی پیاسی جماعت کے اندر اس تن تنہا شخص کی ایسی حفاظت ہو رہی ہے کہ شہنشاہی باڈی گارڈ یا رسالہ کے علاوہ کوئی دوسری فوج نہیں کر سکتی۔ پھر کس طرح مان لیں کہ اس کا دعوی جھوٹا ہے اور شہنشاہ کو خبر نہیں۔ کہ مجھ پر بہتان باندھا گیا ہے یا خبر ہے اور وہ کچھ نہ کر سکا۔ یا اتنی مدت تک اپنی مخلوق کو گمراہ کرنے کے لئے چھوڑ رکھا۔

اس کے علاوہ یہ لوگ جو مخالفتیں چھوڑ چھوڑ کر ان کے ساتھی بنے جا رہے ہیں آخر کیوں بن رہے ہیں؟ کیا ان کو عقل نہیں ہے؟ یا ان کو اپنی جانوں سے عداوت ہے کہ ان کو خطرہ میں ڈالنا بھلا معلوم ہوتا ہے؟

کچھ بھی نہیں بات یہ ہے کہ پرانی رسموں کا چھوڑنا طبعاً شاق ہوتا ہے۔ اس لئے جنہوں نے اب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں دیا تھا۔ انہوں نے درحقیقت اپنی ریاست و حکومت کے زعم میں ان کے دعوے کو پرکھا ہی نہیں اور بلا دلیل جو چاہا بکنے لگے۔ اور جو ایمان لے آئے۔ انہوں نے عناد سے یکسو ہو کر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی جانچ لی تو جان کا جانا ایمان کے جانے سے سہل معلوم ہونے لگا۔ اس لئے خود بھی وہ نار نمرودی میں کود پڑے۔ اور دشمنوں کی مخالفت اور ایذاء کے شعلے ان کو گلاب اور نرگس کے پھول معلوم ہونے لگے سو ہمیں بھی انہیں کا ساتھ دینا چاہیئے۔ کہ عقل اور ہمت کا مقتضے یہی ہے چنانچہ انہوں نے بھی باغیانہ ہتھیار ہاتھ سے ڈال دیئے اور سر تسلیم خم کئے ہوئے ادھر آ گئے۔

دنیوی راحت کے لئے مسلمان پر صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا اثر

ہاں بعض وہ لوگ بھی تھے جو کسی دنیوی راحت یا طمع اور لالچ کی بناء پر اس جانب ریجھے اور چاہا کہ آؤ اس زمرہ میں داخل ہو کر کچھ نہ سہی تو اہل مکہ کی غلامی سے آزاد ہوں۔ مسلمانوں کے سخی ہاتھوں سے جتنا بھی مل سکے مال حاصل کریں اور کیا خبر ہے کہ جو کچھ کہہ رہے ہیں۔ وہ صحیح ہو۔ سو اگر قیامت کو نہ مانا تب بھی زندگی گزری اور مان لیا تب بھی ایام گزاری میں فرق نہ آیا۔ دونوں عقیدوں سے یہاں کی راحت و گزران میں تو کوئی تفاوت نہیں معلوم ہوتا۔ رہا مرنے کے بعد کا قصہ سو کیا خبر ہے کہ کیا ہوگا؟ کوئی جانے والا لوٹ کر آتا تو اسی سے پوچھتے کہ قبر کا عذاب و ثواب صحیح

ہے یا غلط؟ پس ان کی مخالفت و تکذیب کے در پے ہو کر قبل از وقت زندہ مخلوق کو یوں کہنا کہ مرنیکے بعد کچھ نہ ہوگا محض بے دلیل بات ہے کہ جس کے سچ ہونے پر وثوق کرنا عقل تو مانتی نہیں۔

پھر اچھا اگر ایسا ہوا بھی کہ مر کے مٹی میں رل گئے اور خاک بن کر بلا سزا و جزا عطر بود ہو گئے تو محض قیامت کا اقرار کر لینے سے کوئی مضرت تو لا حق نہیں ہوئی بس زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ ایک خیال باندھا تھا وہ غلط نکلا۔ لیکن اگر وہ سچ ہو جیسا کہ سفیر کا دعویٰ ہے تو انکار کی سزائیں جس وقت عذاب ہونے لگے گا اس وقت کسی کے بنائے کچھ نہ بنے گی۔

دیکھو سوتے میں ڈراؤنے خواب دیکھنے سے خوابیدہ کو تکلیف ہوتی ہے۔ جاگنے والے لوگ اس سے بے خبر ہوتے ہیں۔ پاس بیٹھے ہوئے تکتے ہیں اور کچھ مکافات نہیں کر سکتے پھر عالم برزخ میں جہاں ان واقعات کا پیش آنا مدعی سفارت بیان کر رہے ہیں۔ بھلا مدد کرنے کون جائے گا؟ غرض احتیاط کا مقتضاء یہی ہے کہ ان باتوں کو مان لیا جائے۔ اور دل سے نہ مانا جائے تو اس وقت احتیاط ہی کے درجہ کو قبول کر لیا جائے۔ تا کہ اگر صحیح نکلے تو نفع حاصل ہو اور ضرر سے بچ جائیں اور اگر جھوٹ نکلے تو جہاں نفع نہ حاصل ہو وہاں نقصان بھی نہ ہو۔ چنانچہ یہ لوگ بھی آگے بڑھے اور دینداروں کے زمرے میں اپنے آپ کو شامل کر لیا اور گو اس وقت ان کے دلوں میں پورا اخلاص نہ تھا۔ مگر سفیر کی قوت قدسیہ نے جس میں کہ ایک خاص کیمیاوی اثر تھا پاس بٹھاتے ہی آنکھوں سے پوشیدہ باتوں کو سچا سمجھنے اور مغیبات کا یقین کامل کر لینے کا وہ ثمرہ انکو عطاء کر دیا جو عناد اور تعصب رفع کر کے آنے والوں کو ہمیشہ ملتا ہے۔

کفار کے مظالم اور حضرات صحابہ کی ثابت قدمی

الغرض شاہی سفیر کی پکار کا پہلا جزو چونکہ یہی تھا کہ شہنشاہی بغاوت چھوڑ دو اور ضد و عناد سے یکسو ہو کر حق و باطل کو پرکھو اس لئے اس میں کامیابی شروع ہوئی۔ اور جن لوگوں نے ریاست و حکومت کے زعم میں بات کا پرکھنا پسند نہ کیا تھا۔ اور اپنے منہ سے نکلی ہوئی بات اور پرانی پڑی ہوئی رسم کی پچ کو علیحدہ رکھا۔ چنانچہ پھر ان کے لئے بغاوت کے چھوڑنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو رہنے میں کوئی خیال مانع نہیں ہوا۔ البتہ جن کو کبر و نخوت نے گھیر رکھا تھا وہ سمجھتے تھے کہ کسی سے دب کر رہنا دنیا میں مر رہنے سے بد تر ہے۔ انہوں نے غیرت اور غصہ کے مارے حق سے آنکھیں بند کر لیں۔ اور اپنی بغاوت کی حمایت کے ایسے پیچھے پڑے کہ سفیر کے لائے ہوئے قوانین کو سننا بھی ان کو گوارا نہ ہوا۔ بلکہ جن کو سفیر کا معتقد دیکھا انکی جان و مال کے دشمن بن گئے۔ اور جس پر جتنی بھی قدرت پائی ایذائیں دے کر اس کو اپنے مظالم کا تختہ مشق بنایا۔ غرباء کو ذلیل سمجھا۔ فقراء کو حقیر جانا گالیاں دیں فحش کلمات سنائے۔ مارا پیٹا، بالو کی ریت پر بٹھایا اور سخت گرمی میں عین دوپہر کے وقت بدن ننگا کر کے پتھروں پر لٹایا پھر تیل چھڑکا اور درے مارے۔ خون بہایا۔ گلے میں رسیاں ڈال کر کنکریوں پر گھسیٹا غرض جو کچھ کرنا تھا کر گزرے۔ اور پوری ہمت صرف کر دی۔ کہ کسی طرح سفیر کو آئندہ بھی ترقی نصیب نہ ہو۔ اور پچھلی کامیابی بھی منقلب ہو جائے۔ مگر وہ آواز جس نے باغیوں کے دلوں کو ہلا دیا تھا اور وسط قلب میں پہنچ کر ان کو اس طرف متوجہ کیا تھا کہ صلاح و فلاح کو اختیار کریں اتنی کمزور نہ تھی کہ بغاوت سے توبہ کرنے والوں کو ناتمام چھوڑ دیتی۔ چنانچہ جنہوں نے سفیر کے دامن کو پکڑا چونکہ وہ ہر طرح سے ہر قسم کی محنت و مصیبت اٹھانے کیلئے تیار ہو کر آئے تھے۔ اس لئے جتنی بھی انکو ایذا پہنچی اسی قدر ان کی پختگی بڑھی انہوں نے عزت و جاہ کو خیر باد کہا مال و متاع کو چھوڑا بیوی بچوں سے منہ موڑا، عزیز اور رشتہ داروں سے علیحدہ ہوئے، مار سہی، آزار اٹھائے۔ سب کچھ برداشت کیا مگر وہ حلاوت جو دلوں میں پیدا ہو گئی تھی۔ نہ گئی...... پر نہ گئی۔

ایمان کی شیرینی

یہ وہ وقت تھا جس کے تصور سے بھی سننے والے کو وحشت ہوتی ہے انسان کا دل گھبرایا جاتا ہے سمجھ کام نہیں دیتی اور عقل دنگ ہوئی جاتی ہے۔ آخر وہ کون سی لذت تھی جس کے مزہ نے نو گرفتاران مصیبت کے لئے دنیوی ذلت و رسوائی کمائی اور ہر قسم کے جور و جفا کی برداشت کو سہل بنا دیا۔ کہ لاڈوں کے پلے ہوئے ناز میں پرورش پائے آزاد خیال جنگجو اور بہادر اور شریف زادے اپنے عقیدوں اور شیر میں ملے ہوئے خیالات کو چھوڑ چھوڑ کر خدائی سفیر کے ہمسفر ہوئے۔ بیوی بچوں تک کو جدا کر کے نشانہ ملامت بنے۔ جن باعزت نوجوانوں نے مجلسوں میں صدر مقام چھوڑنا نہیں جانا تھا۔ انہوں نے غلاموں اور باندیوں کے نازیبا الفاظ سنے اور زبان سے اف نہیں کی۔ پیشانی پر بل نہیں آیا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ ان کو کوئی موہوم طمع یا حکومت کی حرص اس طرف کھینچ لائی۔ جبکہ وہ آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ جو بھی ادھر آتا ہے وہ صابی اور لا مذہب کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ قوم کی نظروں سے گر جاتا ہے۔ ملک میں بدنام اور طرح طرح کی کلفتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے الغرض کہ سفیر نے اپنی صدا نہ چھوڑی اور برابر اسی ہمت و جانبازی کے ساتھ بھرے مجمعوں میں اعلان جاری رکھا کہ بغاوت سے باز آؤ اور ہر چند کہ اس وقت تم کو تکلیف کا سامنا ہوگا۔ مگر انجام اس کا بہتر ہے اور فلاح دنیا و دین اسی میں منحصر ہے۔

یتیم مکہ کی آواز دبانے کے لئے سرداران قریش کی تدبیر

قریش جو اس باغی جماعت کے سردار تھے چونکہ نسبی شرافت بیت اللہ

کی مجاورت ملکی سیادت اور زائرین کے مخدوم ہونے کی وجہ سے گویا لوگوں کے اجسام پر ہی نہیں بلکہ دلوں پر حکومت پائے ہوئے تھے۔ اس لئے آن بان میں کھڑے رہے اور شروع میں یوں سمجھ کر کہ یتیم بچہ کی نا آشنا صدا کو ہذیان سے زیادہ وقعت نہ ہوگی سفیر کی آواز کو باتوں میں اڑایا، جنون بتایا مگر جب دیکھا کہ اس کا اثر ہوتا جاتا ہے تو مخالفانہ مشورے اور کمیٹیاں ہونے لگیں اور اہتمام کے ساتھ مقابلہ کی ٹھان لی۔

سفیر بھی چونکہ ان کا قومی معزز ممبر اور شاہی خاندان کا شاہزادہ تھا اس لئے دفعۃً اس پر حملہ ہونا سہل نہ تھا۔ آخر وہ لوگ جوق در جوق ان کے چچا کے پاس گئے جو گویا ملک کے بادشاہ تھے اور پوری طرح زور دے کر سارے ملک کی طرف سے یہ درخواست پیش کی کہ:

''آپ کے گھر میں یہ نیا گل کیا کھل رہا ہے کہ ہم باغی اور ہمارے عقیدے باطل بتائے جاتے ہیں؟ ذرا اپنے بھتیجے کا منہ بند کیجئے۔ ہمارے دل نہ دکھائیں ہمارے مذہب پر حملہ نہ کریں۔ ہمارے بڑوں کو گالیاں نہ سنائیں اور ہمارے بتوں کی شان میں گستاخیاں نہ کریں۔

اور اگر وہ آپ کے کہنے سے باز نہ آئیں۔ تو ان کو ہمارے حوالے کیجئے کہ ہم جانیں اور وہ۔ اور اگر یہ بھی آپ نہ کرسکیں تو سارے عرب سے جنگ کرنے پر تیار ہو جائیں کہ پھر تلوار سے آخری فیصلہ ہوگا''۔

چنانچہ سفیر جب اپنے چچا کے پاس آئے جن کو باپ دادا کے بعد اپنا دنیوی مربی و غمگسار سمجھا تھا تو چچا نے قوم کا پیام ان کو سنا دیا۔ اور گویا زبان سے استدعا کی کہ ملک میں مخالفت کی آگ جلا کر اپنے کو خطرہ میں نہ ڈالو۔ مگر سفیر نے اس کی مطلق پرواہ نہ کی اور یوں جواب دیا۔ کہ:

''چچا جان! نہ میں کسی طمع پر اس کام کا شیدا ہوا ہوں نہ کسی کے اعتماد اور بھروسہ پر میں نے اس کا بیڑا اٹھایا ہے۔ میں اپنے پاک خدا کا سفیر ہوں۔ شہنشاہی دربار سے یہ خدمت میرے سپرد ہوئی ہے کہ اپنی قوم ملک بلکہ ساری دنیا کو بغاوت سے روکوں خیال پرستی سے نجات دوں جہنم کی آگ سے بچاؤں اور ان کو خدا کی ایسی شریعت پر پہنچاؤں جو دین اور دنیا دونوں کی بھلائی کا ذمہ دار ہے۔ سو اگر میری قوم میرے سیدھے ہاتھ میں آفتاب اور بائیں ہاتھ میں ماہتاب بھی دیدے تب بھی میں اپنی سعی سے باز نہ آؤں گا۔ یہاں تک کہ اس میں کامیاب ہو جاؤں یا اسی کوشش میں شہید ہو جاؤں''

یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چچا کے پاس سے اٹھ کھڑے ہوئے اور دروازے کی طرف چلے کہ آپ میری خاطر تکلیف نہ اٹھائیں اور مجھ کو میرے حال پر چھوڑ دیں کہ جو کچھ مجھ پر ہو گذرے گا سہوں گا اور جو پڑے گی اس کو برداشت کروں گا۔

حج کے لئے آئے ہوئے قافلوں میں اسلام کی مقبولیت

سفیر کے استقلال نے چونکہ بتا دیا کہ وہ دنیا میں کسی کی ذرہ برابر مدد پر بھروسہ کئے بغیر ساری عمر اسی کوشش میں کھپانے کو تیار ہو کر آئے ہیں۔ اور عالم کا کوئی انقلاب کیسا ہی قوی کیوں نہ ہو آخری سانس تک ان کو ان کے ارادے سے باز نہیں رکھ سکتا۔ اس لئے ادھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر اتر گئی۔ اور ادھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دعوے کے اعلان میں زور دیا کہ باہر کے آنے والے مسافر بھی سن لیں۔ اور یہ بلند آواز گونج کی طرح عرب کے سارے سنگستان میں پھیل جائے۔ چنانچہ موسم حج میں بیرونی قافلے ہر چار طرف سے مکہ میں آئے۔ اور سفیر کی صدا کو جسے اہل مکہ دیوانہ کی بکواس کہہ کر بے اثر بنانا چاہا اپنے کانوں میں ڈال کر لے گئے۔

یہ صرف حق ہی کی خاصیت ہے کہ باوجود شدید مخالفت اور سخت مقابلہ کے بھی اس کا بیج دلوں میں جمے بغیر نہیں رہتا۔ اور گو کتنی ہی کوشش کی جائے۔ کہ سچ کا ماننے والا دنیا میں کوئی نہ ہو۔ مگر ممکن نہیں کہ وہ اپنا رنگ لائے بغیر رہے۔ اس لئے بیرونی قافلوں میں سب سے پہلے اہل مدینہ اس سے متاثر ہوئے۔ اور ان کی زمین قلب میں کلمہ توحید و رسالت کی تخم ریزی شروع ہوگئی۔ چونکہ وہ لوگ عناد و مخالفت سے خالی تھے ضد و عناد اور تمرد و مقابلہ کا رنگ ان میں بالکل نہ تھا۔ نیز اپنے ہم وطن اہل کتاب یعنی یہودیوں سے آنیوالے خداوندی سفیر کا حال اور اس کے علمی و عملی کمال کا تذکرہ سنتے رہتے تھے۔ اس لئے ان کو اس دعوے کے ماننے میں جس کو اہل مکہ نے بزعم حکومت رد کرنا چاہا کچھ بھی تامل نہ ہوا اور وہاں واسطہ در واسطہ سفیر کی سفارت کو سچا سمجھنے والے دن بدن بڑھنے لگے

قدر دان مخلصین کی درخواست

شہر مکہ ناف ارض ہونیکی وجہ سے چونکہ دنیا کا دارالسلطنت تھا اور وہ شاہی سفیر جو دنیا کا مصلح بنا کر بھیجا گیا تھا۔ اپنی سفارت کا مقصد اعظم اسی جگہ کی اصلاح کو سمجھے ہوئے تھے۔ اس لئے اطراف و نواح میں اپنا اثر ظاہر ہونے پر مسرور ضرور ہوا مگر مکہ چھوڑنے کا نام نہ لیا۔ اور ہر چند کہ بیرونی معتقدین نے بہ اصرار خواہش کی کہ ناقدر دان دشمنوں کو چھوڑ کر آپ قدر دان مخلصین میں رہائش اختیار فرماویں۔ مگر آپ اپنے کام کی دھن میں لگے ہوئے تھے۔ اس لئے ان کی درخواست منظور نہ فرمائی۔ اور ایک معتقد صحابی کو راہ نما بنا کر ان کیساتھ کر دیا کہ ان کو لیتے جاؤ یہ تمہاری ضرورتیں پوری کریں گے اور میں جب تک ہمت و قوت یاری دے گی اپنی قوم و وطن کو پکارنے میں لگا رہوں گا۔ یہاں تک کہ کامیاب ہو جاؤں۔ یا میرا بھیجے

والا خدا مجھے یہاں سے دوسری جگہ منتقل ہونے کا حکم فرمائے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدستور اس عداوت کی گھنگھور گھٹا کے نیچے ٹھہرے رہے۔ اور اسی استقلال کیساتھ بلاخوف وخطر اپنی بات کے باآواز پکارنے اور دوسروں کے ناآشنا کانوں تک پہنچانے میں لگے رہے

مسلمانوں کی حبشہ کو ہجرت

چونکہ اب تک آپ کی پکار کا خیر مقدم کرنے والے وہی لوگ تھے جن میں دنیوی جاہ وحکومت کا غرہ نہ تھا۔ معمولی پیشہ ور یا کسی کے غلام یا باندی یا دوسری طرح زبردست ہونے کے سبب ان کے دماغ بڑائی اور کبر وتعلّی سے خالی تھے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ کے کیمیاوی اثر سے متاثر ہو کر اپنے آپ کو ادنیٰ ومحقر اور صلاح وفلاح کی تجاویز میں دوسرے کے ماتحت ہونے کا محتاج سمجھ گئے تھے اس لئے یہ لوگ اپنے دشمنوں کا کھلم کھلا مقابلہ نہ کر سکتے تھے۔ نہ اپنی محافظت جان وآبرو پر کماحقہ قادر تھے۔ اور نہ دوسروں کو اپنی پناہ یا ذمہ داری میں لے سکتے تھے......... اور یہی بات کی کہ ایسی خطرناک اور کسمپرسی کی حالت میں انہوں نے خداوندی سفیر کی سفارت کا اقرار کیا۔ اور ان کے کمال ہمت واخلاص پر دلالت کرنے کے علاوہ سفیر کی سچائی کی بھی روشن علامت ہے کہ جس کے پاس ترغیب وترہیب کا کوئی ظاہری سامان مطلق نہ تھا۔ اس نے اپنے اس قدر اور ایسے پختہ معتقدین کس طرح بنائے کہ جنہوں نے اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈالنے کا خوف بھی نہ کیا۔ اور جابر وتندخو آقاؤں اور حکام شہر کے مظالم کا تختہ مشق بننا برابر پسند کرتے رہے۔ یہاں تک کہ جب انہیں تکالیف اور ناقابل برداشت مصیبتوں میں مہینے اور سال گذر گئے۔ تو وطن چھوڑنا گوارا کیا مگر ایمان چھوڑنا گوارا نہ کیا۔

الغرض خداوندی سفیر نے جب دیکھا کہ میرے ساتھ مجھ کو سچا ماننے والے مسلمان بھی ایذاؤں کا نشانہ بن گئے۔ اور تکلیفیں سہتے ہوئے ان کو برسہا برس گزر گئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دے دی۔ کہ دین کے ساتھ جان آبرو بھی بچاؤ اور وطن میں رہ کر اہل وطن کی مار سہار نہیں سکتے تو ملک حبش چلے جاؤ۔ وہاں کا نصرانی المذہب بادشاہ عادل ورحیم ہونے کے علاوہ رعایا پرور اور مذہبی آزادی دینے میں غیر متعصب ہے۔

چنانچہ اسی بیاسی گھر کشتیوں میں بیٹھ کر حبشہ چلے آئے۔ اور اس وطن کو خیرباد کہہ کر جس میں مدتوں رہے تھے محض دین کی خاطر بے وطن بنے۔

سرداران قریش کا تعاقب

مگر دشمنوں نے یہاں بھی ان کو چین نہ لینے دیا اور مخالفت مذہب کی آگ جنہوں نے خون کا پیاسا بنا دیا تھا۔ ان کو حبش میں بھی لے آئی۔ چنانچہ چند رؤسائے قریش نے ان کے پیچھے ہی پیچھے حبش میں آکر تحائف وہدایا کی بدولت شاہ حبش تک رسائی پائی۔ اور نو مسلم بے وطنوں کو اپنا بھاگا ہوا غلام اور قومی وملکی مجرم بتا کر چاہا بادشاہ ان کو اپنے ملک سے اخراج کا حکم دے کر انکے حوالے کر دے اور پھر ان کو اس بے پناہ جماعت کے ساتھ بدسلوکی کا پورا موقع مل جائے۔ شاہ حبش چونکہ ایک فہیم اور ذکی شخص تھا۔ اس لئے اس نے سفراء عرب کی درخواست میں ایذا وفریب کی جھلک محسوس کی اور مال کی رشوت لے کر اس قوم کو جس نے اس کے رحم وشفقت پر نظر کر کے وطن چھوڑ کر حبشہ میں پناہ لی تھی اپنے ملک سے نکالنا اور ان کی امیدوں پر پانی پھیرنا گوارا نہ کیا۔ لہٰذا درخواست کنندگان قریش کو ترش روئی اور غصہ کے ساتھ نامنظوری کا ایسا صاف جواب دے دیا کہ ان کی امید قطع ہوگئی اور بے نیل ومرام مکہ واپس ہوئے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا منصوبہ

خداوندی سفیر نے اس تنہائی کے عالم میں بھی کہ ان کے معتقدین کی جماعت بغرض حفاظت جان وایمان ادھر ادھر چلی گئی تھی اپنے دعویٰ اور کام میں کوتاہی نہیں کی۔ اور اسی ہمت کے ساتھ اسی بلند آواز سے اپنے پاکیزہ کلمات کو یگانہ وبیگانہ، دیسی پردیسی، بڑوں اور چھوٹوں کے کانوں میں ڈالتے رہے۔ دشمن بھی باوجود یہ کہ وہ آپ کی خوبیاں جن کو ہر نفس انسانی پرکھ سکتا ہے چھپانے کی کوشش کرتے اور ان کو برے عنوان سے بدل کر بدنامی کے ساتھ مشتہر کرنا چاہتے تھے۔ مگر بجز اس کے کہ آپ پر اپنے بتوں کا دشمن ومخالف اور ان کی عظمت کا منکر بنا کر نئے مذہب کے لانے اور قوم وملک میں تفریق ڈال دینے کا الزام قائم کرتے تھے اور کوئی بات ایسی نہ لاسکے جس سے مخلوق کو آپ سے نفرت ہو جاتی یا آپ کو آپ کے مقصد میں ناکام رکھنے کا ذریعہ بنتی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقلال پر تو بڑے اور چھوٹے سب ہی حیران تھے کہ دشمنوں کا تعداد میں بہت زیادہ اور دوستوں کا بہت کم ہونا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقلال میں ذرہ برابر اضمحلال نہیں پیدا کرتا اور کسی خطرناک سے خطرناک حالت میں بھی آپ اپنے دعوے اور کام سے باز رہنا کیا معنی جھجکتے بھی نہیں۔

آخر بارہ سال اسی حال میں گزرے کہ ادھر سے کوئی دقیقہ ایذا اور سانی میں فروگزاشت نہیں ہوا، اور ادھر سے کوئی صورت ہمت میں ضعف یا برداشت میں کمی وکوتاہی کی ظاہر نہیں ہوئی تب وہ لوگ زچ ہوئے اور ایک بڑی کمیٹی میں جس کے ممبر تمام قومی سردار تھے اس بات کا قطعی فیصلہ کر لیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا جائے، اور آپس کے چندہ سے خون بہا کر کے ہمیشہ کے لیے اس جھگڑے سے بے خوف ومطمئن بن جاویں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زبان کے صدقہ (حسن خلق سے) افضل کوئی صدقہ نہیں۔ (المغنی)

چنانچہ مشورہ طے ہوتے ہی اس تجویز کی عملی کاروائی فوراً شروع ہوگئی اور شب کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا محاصرہ کرلیا گیا، کہ جس وقت بے خبر بنے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلیں آپ کو دفعۃً شہید کردیا جائے۔

ہجرت مکہ مکرمہ کا حکم

اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجنے والے خدا نے جس کو آپ کے وجود اور زندگی کے مبارک ایام سے بہت کام لینا تھا آپ کو اس اہتمام کی اطلاع دی۔ اور حکم فرمایا کہ مکہ چھوڑ کر مدینہ کا راستہ لو۔ اور راتوں رات چل کر ثور پہاڑ کے غار میں بیٹھو چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعمیل کی اور اس وطن مالوف کو جس میں ترپین سال رہے سہے تھے یکدم خیر باد کہہ کر ارض یثرب کی طرف روانہ ہوئے یہ سماں بھی بڑا دردانگیز سماں ہے کہ خداوندی سفیر نے اپنی قوم اور اپنے وطن کی خیر خواہی و اصلاح میں تیرہ سال تک کتنی صعوبت اٹھائی، کس قدر استقلال کے ساتھ اس پاک کلمہ طیبہ کی اشاعت فرمائی جس کو بدعقیدہ ملک کے باشندے کسی طرح سن نہیں سکتے تھے، کتنے ضبط کے ساتھ ان مصیبتوں اور تکلیفوں کو برداشت کیا جن کا تحمل ایک ناز پروردہ شریف النسل اور قومی سر برآوردہ شہزادہ سے بہت دشوار تھا۔ یہاں تک کہ چلتے پھرتے بازاری، عوام الناس، اور نوعمر لڑکوں نے مذاق اڑا اڑا کر کنکر اور پتھر برسائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پاؤں زخمی ہوگیا۔ ٹخنہ سے خون بہنے لگا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادہ میں کوئی تذبذب نہیں آیا اور نہ آپ نے اس کا جواب غصہ یا سختی کے لفظوں میں دیا، بلکہ دعا فرمائی:

''اے میرے بھیجنے والے خدا! انکو بصارت عطا فرما، ان کی آنکھیں روشن کر، اور دلوں کو ہدایت دے کہ سچی بات کے قدر دان بنیں اور تیرے بھیجے ہوئے سفیر کو راست گو سمجھ کر دینی اور دنیوی فائدوں سے متمتع ہوں''

ایسے عالی ظرف خیر خواہ اور قوی الہمت مصلح کا استقبال قوم نے کس عناد اور دشمنی کے ساتھ کیا کہ مدت مدید گزرنے پر بھی نہ اپنی عداوت سے باز آئے اور نہ ایذاء رسانی سے تھکے۔ جو بھی آپ پر ایمان لایا اس کو جہاں تک بھی قدرت پائی تکلیف پہنچائی۔

آخر اس مصلح نے یہ بھی دیکھ کر کہ میری کامیابی دوسرے ملک اور دوسری قوم میں بھی ان کو ناگوار گزرتی ہے، اور اسی لیے خون کے پیاسے بن کر آمادہ قتل ہوگئے ہیں، اپنا پیارا وطن چھوڑا مکہ کی سکونت ترک کی، اور رات کی اندھیری میں کہ کانوں کان کسی کو جانے کی آہٹ معلوم نہ ہو پیادہ شہر سے دور نکل گئے۔

اللہ اکبر! اس باعظمت سفیر کا تو کیا پوچھنا ان کے غلام اس قابل تھے کہ ان کے پاؤں دھوکر ان کا دھوون پیا اور آنکھوں سے لگایا جاتا۔ قدم چومے جاتے، اور جوتیاں اٹھا کر سر پر رکھی جاتیں، چہ جائیکہ خود سفیر کے ساتھ خاندان و برادری کا یہ برتاؤ ہوا اور سفیر نے اف نہیں کی، باقتضائے حب وطن باہر نکل کر مکہ کی جانب منہ کرکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا تو فرمایا کہ

''اے مکہ! واقعی تو دنیا بھر کے شہروں میں مجھ کو محبوب تر ہے اور تیرے باشندے مجھ کو مجبور کرکے نہ نکالتے تو میں تجھ سے باہر کبھی نہ نکلتا۔''

اسکے علاوہ کوئی حسرت یا افسوس نہیں کیا، اور تین دن تک غار ثور میں مخفی رہ کر مدینہ میں جا پہنچے۔

اہل مدینہ کا استقبال

جس طرح اہل مکہ خداوندی سفیر کے ناقدر دان بن کر سختی کے ساتھ برتاؤ کر رہے تھے، اسی طرح اہل مدینہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدر دان بن کر بڑے شوق کے ساتھ اپنی آنکھوں کا فرش بنائے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کا انتظار کر رہے تھے۔ چنانچہ اہل مکہ نے جب کہ صبح ہوتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا تو تعاقب و گرفتاری میں پوری ہمت صرف کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں ٹڈی دل یا بھڑوں کے چھتے کی طرح ادھر ادھر پھیل پڑے، اور اہل مدینہ نے جب آمد آمد کا شور سنا تو بچے اور بوڑھے تک شہر سے باہر نکلتے اور مشتاقانہ نگاہوں سے جہاں تک نظر پہنچتی راستہ کو تکا کرتے تھے کہ کب چاند نکلے اور کب خوشی کے نعرے بلند ہوں۔ آخر ماہ ربیع الاول کی شروع کی تاریخوں میں ان کی مراد بر آئی اور اب مدینۃ الرسول بجائے مکہ کے خداوندی سفیر کا قیام گاہ بن گیا۔

معرکہ بدر کا پس منظر

اہل مکہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برتاؤ دو چار دن نہیں بلکہ اتنی مدت رہا جس میں بچہ پیدا ہوکر بالغ بن جاتا ہے، اس بات کو مقتضی تھا کہ پھر ان کی طرف رخ نہ کیا جاتا اور ان کی بہبودی سے آنکھیں بند کرلی جاتیں، مگر اس خداوندی سفیر میں استقلال اور شفقت و مہربانی کا مضمون کچھ اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ اس حالت پر بھی وہ مایوس نہیں ہوا اور اپنی تکلیفوں کا جنکی انتہا قتل کے پختہ منصوبے ہوئے تھے کچھ خیال نہ فرمایا، بلکہ وطن چھوڑ کر دوسری طرح کا ثبوت دیا کہ مکہ کے اندر رہ کر تخم ریزی اسلام کی حاجت تھی، اور باہر رہ کر اس کے مزاحم دفع کرنے کی ضرورت ہے۔ پس آپ نے چاہا کہ وہ اشتعال جو عداوت و تعصب کی بناء پر ان کو پیدا ہوا اور مجھے دیکھ دیکھ کر ابلتا اور جوش کھاتا ہے۔ نظر سے اوجھل ہونے کی وجہ سے کسی طرح کمزور پڑ جائے تو انکو غور و تامل کا موقع مل جائے اور اپنے بہبودی نفع کی سوجھ ہو۔ چنانچہ مدینہ جا کر ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہل

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیک بات سے عمدہ صدقہ کوئی نہیں ہے۔ (الکشف)

مکہ سے غافل نہیں ہوئے، اور ادھر متبعین کی تکمیل کا پہلو سنبھالا جس کو ہم آئندہ باب میں بیان کریں گے اور ادھر دنیا کی دار السلطنت یعنی مکہ سے بغاوت دور کرنے کے خیال قدیم میں بدستور منہمک رہے، کہ باوجود بعد مسافت کے سلسلہ آمد و رفت اور چھیڑ چھاڑ ضرور چلی جائے تاکہ بات کہنے اور سننے کا موقع ملتا رہے۔

اہل مکہ نے جب اپنے وطن کو اس شورش سے خالی پایا جس کے روکنے میں ہر وقت لگے ہوئے تھے تو ان کو بھی خاموش ہو کر بیٹھ جانا چاہیے تھا مگر ان کا خاموش ہو کر بیٹھ جانا خداوندی سفیر کے اس مقصود میں جو اس کے دل کو لگی ہوئی تھی بڑا مانع تھا، کیونکہ جب کسی شخص سے بالکل یکسوئی ہو جاتی ہے تو نہ تبادل خیالات کا موقع ملتا ہے اور نہ مصلح کو اپنا رنگ جمانے کی کوئی تدبیر نصیب ہوتی ہے اسی لیے وہ سچا خیر خواہ جس کو اپنے ملک اور قوم کی بد حالی سے رات دن کے چوبیس گھنٹوں میں ہر لحہ ایک بے چینی لگی ہوئی تھی۔ اگر قوم بے تعلق ہو کر بیٹھتی بھی تو وہ اس بے تعلقی کو پسند نہ کرتا اور حسن تدبیر سے کوئی صورت نکالتا کہ وہ دشمنی کے درجہ میں اپنا غبار دلی نکالنے کے لئے ہو۔ مگر میل جول اور صورت شناسی کا سلسلہ ضروری جاری رہے۔

چنانچہ حق تعالیٰ کی طرف سے اس کی تدبیر یہ ہوئی کہ ان مسلمانوں کو جو مظلوم بنا کر بے وطن کیے گئے تھے، دشمن اہل مکہ سے جنگ کرنے کی اجازت دے دی گئی۔ تاکہ ادھر ان کی ہمتیں بلند ہوں اور انتقام لینے کی وجہ سے ایذاؤں کے صدمات کچھ کم ہو جاویں، اور ادھر چھیڑ چھاڑ کی حس قائم ہو کر سلسلہ ملاقات و آمد و رفت جاری ہو، اور معرکہ آرائی سے مفسد سردار جو دوسروں کے لیے سدراہ بنے ہوئے ہیں۔ مادہ فاسدہ سے بھرے ہوئے عضو کی طرح کٹ کر جدا ہو جاویں اور ماتحتی رعایا اور سفیر کو اپنی نصیحت اور قوت قدسیہ کے اثر ڈالنے کا موقع ملے، کہ انجام کار شہر مکہ جس کی اصلاح اس سفارت کا مقصود عظیم ہے بغاوت سے پاک اور نجاست سے صاف ہو جائے۔

اس اجازت لینے پر مسلمانوں کی مختصر جماعت اہل مکہ کے اس تجارتی کارواں سے تعرض کے لیے جو کہ بھرپور غلہ سے لدا ہوا ملک شام سے واپس آ رہا تھا بدر کے قریب آئی، مگر قافلہ اس کی اطلاع پا کر راستہ کترا گیا اور اہل مکہ کو اس کی اطلاع پہنچا کر خود ساحل سمندر کے راستے کو ہولیا۔

اہل مکہ کو کب گوارا تھا کہ ان کا قافلہ لٹے اور وہ بھی ان کے ہاتھوں جن کو ضعیف و کمزور نئے مذہب کا بانی اور اپنا دشمن سمجھے ہوئے تھے۔ اس لیے ہر چند کہ کارواں کی دوسری اطلاع اپنے بخیریت مکہ پہنچ جانے کی موصول ہوگئی، مگر ان کے حاکمانہ تکبر نے اپنے عزم کو ملتوی کرنا پسند نہ کیا اور اس خیال سے کہ آئندہ کے لیے دوسروں کی ہمت کا راستہ کھلتا ہے، چاہا کہ مسلمانوں کی اس ہمت کا خاتمہ کر دیا جائے۔ چنانچہ پورے ساز و سامان کے ساتھ وہ لوگ مکہ سے نکلے اور ہولناک جنگ کے لیے تیار ہو کر بڑھے چلے آئے۔

خداوندی سفیر کا تو عین منشا تھا کہ اپنے پیارے وطن کے باشندوں کا سلسلہ آمد و رفت قائم ہو اور وہ متکبر سردار جنہوں نے دوسروں کو بھی اپنا ہم خیال بنا رکھا ہے۔ دنیا سے اٹھیں تو بقیہ لوگوں پر اثر ڈالا جائے۔ اس لیے مسلمانوں کا یہ مختصر گروہ وہیں ٹھہر گیا غیبی اعانت کے کرشمے دیکھنے کیلئے آمادہ پیکار ہو کر بدر کے کنویں پر آ قابض ہوا۔

بدر میں مسلمانوں کی کامیابی

جنگ ہوئی اور بڑے زور کی ہوئی کہ بہادروں کے پتے پانی ہو گئے اور شیروں کے دل و جگر دہل دہل گئے۔ آخر میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ اور گو ان کی تعداد اہل مکہ سے تہائی تھی اور سامان جنگ میں تو مقابلہ ہی کیا تھا مگر حق تعالیٰ کو منظور تھا کہ اس کے سفیر کا بول بالا رہے اور مخالفوں کو معلوم ہو جائے کہ مسلمان جس طرح حجت و دلیل میں کمزور نہیں ہیں اسی طرح ملکی رواج کے موافق جنگ کے میدان میں بدن اور ہمت کے اعتبار سے بھی ضعیف نہیں ہیں اسی لیے صنادید قریش اور مکہ کے بڑے بڑے سردار مقتول ہو کر زمین پر گر گئے اور جو بچے وہ سراسیمہ و پریشان ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

چند گھنٹے بعد جنگ کا تو خاتمہ ہو گیا کہ وہ میدان جو تیرہ سو بہادروں کی چہل پہل سے گویا آباد قصبہ بنا ہوا تھا خون کا فرش بچھائے ہوئے سنسان بیابان نظر آنے لگا...... مگر اہل مکہ کا اس تقریب سے خاندانی سفیر کے ساتھ ایک تعلق قائم ہو گیا کہ ہر سال میدان میں جنگ کے لیے نکلنے کا وعدہ ہو گیا اور اپنے اپنے رنگ جمانے کا ہر فریق کو موقع مل گیا۔

چنانچہ اسلام کی اس پہلی جنگ میں جس کا نام غزوہ بدر ہے خداوندی سفیر کو بڑی کامیابی نصیب ہوئی۔ ادھر اہل مکہ میں ستر قریش قتل ہوئے اور ستر سردار قید ہو کر آئے جن کو جان کا معاوضہ مال لے کر رہا کر دیا گیا۔ اور ادھر عام باشندگان عرب کے دلوں پر ہیبت چھا گئی اور بہت لوگ کھلم کھلا مخالفت کرنے سے ڈر گئے۔

مدینہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت کا رنگ

مدینہ میں آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت و اصلاح کا رنگ بدلا اور چونکہ تھوڑی سی عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت کچھ کرنا تھا اس لئے آپ نے ایک وقت میں کئی خدمتوں کی جانب اپنے نفس کو متوجہ و مشغول بنا دیا کہ نواح عرب کے جنگجو قبائل کو دبانے کے لیے صحابہ کی ماتحتی میں لشکر بھیجنے شروع کیے۔ اہل کتاب باشندگان مدینہ سے مصالحت کی اور وطن کی محافظت میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں سے مدارات اور عزت سے پیش آنا صدقہ ہے۔ (ابن حبان)

شرکت کا عہد و پیمان لیا، اپنی سفارت انجام دینے کے لئے قصبات اور دیہات میں کلمہ طیبہ کی اشاعت فرمائی وعظ و نصیحت سے مدینہ اور اس کے گردونواح کی بغاوت کو مٹایا، دشمنوں کو اپنا بنایا اور اپنوں کے مراتب علمیہ کی تکمیل فرمائی اپنی ریاضت و مجاہدہ میں اضافہ فرمایا اور صرف تعلیم قولی کے غیر محدود مشغلہ پر اکتفا نہیں کیا بلکہ فعلی تعلیم کو ضروری سمجھ کر عملی نمونہ ہر امر کا پیش کیا اور دین کی ترقی کے ساتھ سیاست ملکی و تمدن بھی سکھانا شروع فرمایا، بایں ہمہ اہل مکہ کی اصلاح کے خیال میں برابر لگے رہے، اور اپنے اوپر ایمان لانے والوں کی جان و مال اور ایمان و آبرو کے محافظ بن کر عام کافروں کی عموماً او رخاندان قریش کی خصوصاً بہبودی کی فکر میں اپنا وقت صرف فرمایا۔

مدینہ میں تین دشمنوں کی مدافعت

مدینہ کی سکونت جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے امن و اطمینان کا زمانہ کہا جاتا ہے حقیقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت ہی مشغولیت کا زمانہ تھا اس لئے کہ مکہ میں کھلم کھلا مخالفت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین پر دشمنی کے علی الاعلان حملے ہی حملے تھے اور یہاں پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاش معاد کی لامحصور تعلیم کی مہتم بالشان خدمت کے علاوہ جس کا تذکرہ عنقریب ہدیہ ناظرین ہوگا۔ ایک چھوڑ تین تین دشمنوں کی مدافعت کرنی پڑی اور چونکہ ہر ایک کا رنگ دشمنی جدا اور طرز عداوت علیحدہ تھا، اسلئے اس کی حیثیت و وضع کے موافق اس کا مقابلہ کرنا ضروری تھا چنانچہ اول دشمن یہی بت پرست قریش اور نواح عرب میں ان کے ہم چال مختلف قبائل تھے جن سے علاوہ سریوں کے متعدد غزوات کی نوبت آئی اور جنگ کے لیے آپ کو اپنی اسلامی فوج کا سپہ سالار بن کر بار ہا مدینہ سے باہر نکلنے کا اتفاق ہوا۔

دوم اہل کتاب یعنی بنی قینقاع بنی قریظہ و بنی نضیر کے یہود تھے جو تحصیل معاد کی مذہبی امامت چھن جانے کے حسد و عناد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن بن گئے او جہاں تک مخالف ہوئے تھے کہ محض مسلمانوں کو کمزور کرنے کے لیے بت پرستوں کی موافقت و معاونت کو گویا دین و ایمان سمجھ بیٹھے تھے۔

اور چونکہ مدینہ ہی میں آباد تھے اس لیے ضرر رسانی میں ایک حیثیت سے اہل مکہ پر بھی فوقیت لے گئے تھے کہ ادھر تو لوگوں کو اعتراضات سمجھائے، ان سے معجزات کی فرمائشیں کراتے اور نبوت کے امتحان و جانچ پر ان کو ابھارتے رہتے تھے اور ادھر اپنے ریاست و امامت کی طمع میں ظاہر ی صلح کو آڑ بنا کر کافروں کا ساتھ دیتے، مخالفت کی آگ بھڑکاتے اور مخبر بن کر یہاں کے چھوٹے بڑے واقعات سے ان کو مطلع کرتے رہتے تھے۔

ان دو قوموں کے علاوہ تیسرے دشمن منافقین تھے جن کا سردار عبداللہ بن ابی تھا۔ جو حب جاہ کی بدولت اپنے وطن اور قوم کا مقتدا بننے کا عرصہ سے خواہش مند تھا اور رنگ جمنے کے قریب ہی زمانہ میں خداوندی سفیر کی طرف عام و خاص کا رخ دیکھ کر اپنے مقصد میں ناکام ہو بیٹھا تھا اس حسد میں اول تو اس نے مخالفت و انکار کھلم کھلا کیا مگر ادھر ایک طرف سے سارے شہر کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھکا ہوا دیکھا، اور ادھر غزوہ بدر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت اور شان و شوکت ظاہر ہوئی اس لیے مع اپنی جماعت کے دبا یا مصلحتاً مسلمان ہو گیا کہ اہل اسلام کی دست برد سے بچے اور اپنی جان و مال کو محفوظ رکھ سکے۔ چونکہ خداوندی سفیر نے دلوں کی جانچ پر بمصلحت توجہ نہیں فرمائی کہ مبادا مخلصین بھی خائف نہ ہو جائیں اسی لیے اس کے ظاہری اسلام کو قبول فرما کر مسلمانوں کا سا برتاؤ اس کے اور اسکی قوم کے ساتھ بھی کیا مگر درحقیقت یہ لوگ زیادہ خوفناک تھے کیونکہ مار آستین اور گھر کے بھیدی بنے ہوئے تھے۔ دن بھر مسلمانوں کے پاس رہتے چکنی چپڑی باتیں بناتے، اخلاص جتاتے اور اپنے آپ کو اہل اسلام کا سچا خیر خواہ بتایا کرتے تھے، اور شب کو اپنے شیاطین سے ملتے ادھر یہودیوں کی موافقت کا دم بھرتے اور ادھر بت پرستوں سے میل جول رکھتے اور دشمنان اسلام سے محبت بڑھا کر باہمی معاونت پر قسما عہدی کیا کرتے تھے۔ ان دورخے بدذاتوں سے مسلمانوں کو بڑا دھوکہ ہوتا اور آئے دن نئے نئے قسم کی تکلیفیں پاتے رہتے تھے۔

اور ہر چند کہ وقت پر ٹکا سا جواب دینے کی وجہ سے انکا نفاق بار ہا کھل چلا تھا مگر خداوندی سفیر نے اس پر بھی چشم پوشی فرمائی اور اس خیال سے کہ لوگ یہ کہہ کر توسیع مذہب میں رخنہ اندازی کریں گے کہ ان کو اپنے ماننے والوں پر بھی اعتماد نہیں ہے اس کیساتھ برابر حسن سلوک فرماتے رہے۔ بیرونی مخالفوں میں سب سے زیادہ توجہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل مکہ پر تھی، اور اندرونی عداوتوں میں زیادہ توجہ حاملین کتاب سماوی یعنی قوم یہود پر چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت استقلال کے ساتھ مدتوں دونوں کی مدافعت فرماتے رہے، اور آخر حسن تدبیر کے ساتھ چند ہی سال میں کامیاب ہو گئے اور ادھر یہود بنی قینقاع کی طرف سے اول بدعہدی ظاہر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا محاصرہ فرمایا اور پندرہ دن محصور رکھ کر عبداللہ بن ابی کی سفارش پر ان کو چھوڑ دیا جو منافقانہ اسلام لایا تھا اور یہ لوگ اس کی برادری تھے۔

دوبارہ بنی نضیر نے عہد کا نقض کیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اوپر سے پتھر گرا کر قتل کرنا چاہا تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر لشکر کشی کی اور جب وہ بھی تنگ ہو کر مدینہ چھوڑ جانے پر راضی ہوئے تو اس صورت میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی کے ساتھ بیابان میں چلنا صدقہ ہے۔ (الکنز)

کہ ہتھیار چھوڑ جائیں اور جس قدر اسباب ہمراہ لے جاسکیں لے جائیں، ان کو شہر بدر کر دیا ان کے بعد بنی قریظہ نے معاہدہ صلح کی مخالفت کی اور مدینہ پر حملہ کرنیوالے بت پرستوں کی خفیہ مدد کرتے کرتے معاہدہ صلح و محافظت ملکی سے بھی صاف لفظوں میں انکار کر دیا کہ:

''کیسا معاہدہ اور کیسے مسلمان، ہم نہ کسی کے ماتحت ہیں نہ غلام، جس سے جو کچھ ہو سکے ہمارا کر لے، اور دلوں کا حوصلہ نکال دیکھے۔'' اس وقت ان پر فوج کشی ہوئی اور آخر گرفتار ہو کر مرد مقتول ہوئے اور عورتیں اور بچے غلام و باندی بن کر فروخت کر دیئے گئے۔

غزوہ خندق کا پس منظر

اندرونی مخالفت سے اس طرح امن پا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری توجہ بت پرستوں کی طرف قائم ہو گئی اور یکے بعد دیگرے غزوات پر غزوات اور مدافعت پر مدافعت ہونے لگی یہاں تک کہ مدنی سکونت کے چوتھے سال اہل مکہ نے اس خیال سے کہ مسلمانوں کا بیج ہی اکھاڑ پھینکا جائے عام اعلان پر چار طرف کے مختلف قبائل کو جمع کر کے مذہبی تعصب کی آگ سے بھڑکایا اور اشتعال دے کر یکجائی قوت سے مدینہ پر حملہ کرنے کیلئے آمادہ کیا چنانچہ دس ہزار کی جماعت پرا باندھ کر مدینہ پر چڑھ آئی اور یکبار یورش کر کے لڑائیوں کا خاتمہ کرنے کا پورا تہیہ کر لیا۔ یہ وقت مسلمانوں کے لیے بہت نازک تھا کیونکہ ادھر دشمن بت پرستوں کی بڑے سامان کے ساتھ یورش تھی۔ ادھر جلا وطن ہونے والے یہودیوں کو بھی انکا مددگار و معاون بنا دیا تھا۔ ادھر منافقوں نے حیلے بہانے کر کے مسلمانوں کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور اس توقع پر کہ اب حکومت کا رنگ بدلا چاہتا ہے اپنے گھروں میں آ کر بیٹھ رہے تھے۔ مگر خداوندی سفیر اور ان کی پاکباز جماعت نے ہمت نہ ہاری۔ اور نہایت استقلال کے ساتھ حملہ آور قوم کی مدافعت کے لئے تیار ہو گئے۔ نہ یہود کی مخالفت کا خوف کیا۔ نہ منافقوں کی حیلہ سازی سے ڈرے۔ نہ آمادہ و پیکار و مسلح دشمنوں کی تعداد سے ہراساں ہوئے بلکہ آمد آمد کا شور سنتے ہی شہر کی محافظت کے لئے ایک گہری خندق کھودنے لگ گئے۔ اور جلدی جلدی اس جانب جدھر عمارتوں کی پناہ نہ تھی چوڑی اور گہری خندق کھود کے اس کے اس طرف اس طرح صف بندی کر لی دشمن فوج کی یلغار ہوئی تو خندق کو دیکھ کر ٹھٹکی۔ اور چونکہ کبھی یہ چیز دیکھی نہ تھی اس لئے متحیر و مبہوت ہو کر پرے ہی رک گئے۔ چنانچہ دور ہی دور سے تیروں اور پتھروں کا مینہ برستا رہا۔ اور جب کثرت قیام سے اہل مکہ اکتا گئے۔ تو ٹھہرنا ان کو مشکل پڑ گیا۔ ادھر یہود کی اعانت سے مایوس ہو گئے۔ اور ادھر دفعۃً آندھیاں چلنے سے گھبرا اٹھے۔ اس لئے کوچ کا نقارہ بجا دیا اور بے نیل و مرام پریشان حال ہو کر سب مکہ کو واپس ہو گئے۔

اس کے بعد اہل مکہ کو مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کی کبھی ہمت نہ ہوئی۔ اور آخر کچھ مدت بعد جب کہ وقت آیا تو خداوندی سفیر نے مکہ کی بغاوت کو رفع کرنے کی سعی میں خود ہی مکہ کا سفر کیا۔

صلح حدیبیہ اور اس کی حکمت

مگر آپ کا اس سفر کے لئے مدینہ سے باہر آنا جنگ کے لئے نہ تھا بلکہ بیت اللہ کے طواف کرنے کے شوق میں تھا۔ چنانچہ قربانی کے اونٹ اور حق تعالیٰ کی نذر کے جانور ساتھ لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام مخلوق پر یہ قصد ظاہر کر دیا تھا مگر اہل مکہ جو لڑائی کی گود میں پرورش پائے ہوئے تھے۔ یہی سمجھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور جنگ کریں گے۔ اس لئے فوراً ہتھیار باندھ کر آمادہ کارزار ہو گئے۔ اور اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ خبر سن کر دوسرے راستے سے ہوتے ہوئے حدیبیہ میں آ پہنچے۔ اور مکہ والوں سے کہلا بھیجا کہ میرا خیال صرف عمرہ کرنے کا ہے کہ اس کو پورا کروں اور واپس جاؤں مگر اہل مکہ نے اس کو بھی گوارا نہ کیا اور اسی حکومت کے غرہ میں جس نے اب تک ان کو پریشان کیا تھا۔ یوں جواب دیا کہ

''اپنے دشمن کو اپنے گھر میں آتا ہوا کسی طرح نہیں دیکھ سکتے۔''

آخر قریب تھا کہ خون خوار جنگ کی نوبت آوے مگر بیت اللہ کی عظمت و جلالت نے مسلمانوں کا دامن پکڑ لیا کہ آگے نہ بڑھیں۔ اور کیسے ہی دب کر کیوں نہ ہو مگر صلح کر لیں۔ ادھر بیت اللہ کی عظمت و پاس کا لحاظ اور ادھر اس کا خیال کہ تھوڑی سی عمر میں ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔

جسکی طرف اب تک اہل مکہ کی مزاحمت کے سبب توجہ کرنے کا موقع ہی نہیں ملا۔

اس لئے باوجودیکہ اہل مکہ کی طرف سے صلح کی شرائط میں بہت کچھ سختی اور بیجا رد و کد ظاہر ہوئی مگر سفیر خداوندی نے سب کو منظور کر لیا۔ کہ امسال بغیر عمرہ کے واپس ہوں۔ اور سال آئندہ اس کی قضا کریں۔ مگر بایں کہ تین دن سے زیادہ کا قیام نہ ہو۔ اور کوئی مسلمان بجز تلوار کے دوسرا ہتھیار ساتھ نہ لائے اور تلوار بھی نیام سے باہر نہ نکلے۔ دس سال تک باہم جنگ نہ ہو۔ اور ایک دوسرے کی طرف دار و ہم عہد قوم سے لڑے ان ایام صلح میں جو شخص مسلمان ہو کر مدینہ جائے وہ مطالبہ کے وقت ان کو بلا تامل واپس دیدیا جاوے لیکن کوئی مسلمان مرتد ہو کر مکہ چلا آوے تو اس کی واپسی کا حق مسلمانوں کو حاصل نہیں۔

ہر چند کہ ان شرائط میں ہر طرح سے مسلمانوں ہی کو دبایا گیا تھا۔ اور کوئی شخص چاہے کیسا ہی ضعیف کیوں نہ ہو اپنے دشمن سے دبنا عار سمجھتا ہے اور ہمعصروں میں کمزور یا بزدل کے خطاب سے یاد کیا جانا پسند نہیں کرتا۔ مگر یہ

خداوندی سفیر کی عالی حوصلگی و دور بینی تھی۔ کہ باوجود ہزاراں ہزار جانباز بہادران اسلام کے با اقتدار حاکم اور جم غفیر جاں نثار معتقدین کے امام و پیشواء ہونے کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی عظمت کو برقرار رکھا۔ اور عرب کے علاوہ دوسرے ممالک میں اپنے پرزور دعوے کے پھیلانے کی غرض سے امن و اطمینان کا وقت نکالنا دنیا کی ناموس اور ظاہری بڑھاؤ اور چڑھاؤ سے بہتر سمجھا کہ تمام شرائط کو منظور فرمالیا اور نواح حرم میں اہل وطن اور بھائی بھتیجوں کے خون کی ندیاں اور نالے بہائے بغیر حدیبیہ ہی میں قربانی کے جانور ذبح کر دیئے اور احرام کھول کر مدینہ مراجعت فرمائی۔

سلاطین دنیا کے نام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط

خداوندی سفیر کو صرف عرب و حجاز ہی کی نہیں بلکہ دنیا بھر کی چونکہ اصلاح منظور تھی۔ اور اب تک اہل مکہ نے آئے دن کے نزاع وجدال اور شب و روز کے جنگ و قتال سے اتنی مہلت ہی نہ لینے دی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے ممالک کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں۔ اس لئے اس معاہدے کی تکمیل ہوتے ہی جب کہ دس سال تک جنگ کے موقوف رہنے کا اطمینان ہو گیا۔ تو اطراف دنیا میں صلاح و فلاح کی بارش برسانے کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اور ممالک مختلفہ کے سلاطین و فرماں رواؤں کے پاس اس مضمون کے خطوط روانہ کئے۔ کہ:

''جو طریقہ و مذہب میں لے کر آیا ہوں۔ چونکہ اس میں ہر قسم کی فلاح و بہبودی مشتمل ہے اس لئے میرا اتباع اور میری لائی ہوئی شریعت و قانون پر عمل کرو۔ ورنہ تمہارے ساتھ تمہاری رعایا بھی تباہ ہوگی۔ اور ان کی گمراہی کا وبال بھی تم پر پڑے گا۔''

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر کردہ تحریرات لے کر ادھر ادھر بادشاہان مختلفہ کے پاس پہنچے اور ان کے باسطوت و جلال شاہی درباروں میں جہاں ہر شخص کا پہنچ کر بات کرنا بھی دشوار تھا۔ نہایت دلیری اور بہادرانہ لہجہ میں گفتگو کر کے اور والا نامہ پہنچا کر اس سفارت کو انجام دیا۔

ہرقل شاہ روم کے پاس حضرت دحیہ بن خلیفہ رضی اللہ عنہ پہنچے۔

اور کسریٰ شاہ فارس کے پاس حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نجاشی شاہ حبش کے نام کی سفارت حضرت عمر بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ نے انجام دی اور مقوقس شاہ مصر کے نام کی سفارت حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے منذر بن سادی رضی اللہ عنہ شاہ بحرین کے نام کا خط حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ نے پہنچایا۔ اور عمان کے دونوں بادشاہوں جیفر بن جلندی و عبد بن جلندی کے نام کا خط حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حاکم یمامہ ہودہ بن علی کو حضرت سلیط بن عمرو رضی اللہ عنہ نے والا نامہ حوالہ کیا اور حاکم دمشق حارث بن ابی شمر کو حضرت شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ نے۔

غرض جہاں تہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پرزور دعوے کا تذکرہ ہونے لگا۔ اور کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز تحریر کو دیکھ کر اور حالات زندگی کو سن کر معلوم کر لی اور کسی نے اپنی حکومت و سلطنت کے غرہ میں اس پیام رسانی کو بھی اپنی ہتک سمجھا اور آمادہ جنگ وجدال ہو گیا.......

غزوہ تبوک کے لئے روانگی

خداوندی سفیر جس کی اعانت و امداد کا ذمہ اس کے بھیجنے والے خدا نے لے لیا تھا۔ لڑائی کے ہولناک منظر سے کب ڈرنے والا تھا۔ چنانچہ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ ہرقل اپنے لشکر جرار سے مدینہ پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باکمال ہمت اس خیال سے کہ خود ہی اس پر لشکر کشی کرنی چاہئے عین اس وقت جب کہ گرمی کی تمازت کے سبب لوگ گھبرائے جاتے تھے۔ اور کھجوروں کی فصل جس پر گزران کا مدار تھا۔ جدا پکی کھڑی تھی۔ اور اس کے کاٹنے کے لئے آج کل کا انتظار ہو رہا تھا۔ طویل سفر کا حکم فرما دیا اور تیس ہزار اسلامی فوج لے کر قصبہ تبوک میں آ قیام کیا۔ جو مدینہ سے کئی سو میل کے فاصلے پر روم کے راستہ میں واقع تھا۔ مگر شاہ روم میں اتنی ہمت کہاں تھی کہ خداوندی سفیر کا مقابلہ تلوار سے کرتا۔ یہ محض دھمکی تھی یا افواہ اس لئے مارے ڈر کے کسی رومی یا فارسی نے بھی ادھر کا رُخ نہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں بھی وقت کو غنیمت سمجھ کر ایام قیام میں اپنے پیک و قاصد اطراف و نواح کے قبائل کی طرف روانہ فرما کر ان میں اپنے دعوے کو مشہور کیا۔ اور آخر جب نواح کی بستیوں کے باشندے مطیع و فرمانبردار ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ واپس آ گئے۔

صلح حدیبیہ کا حیرت انگیز نتیجہ

آفاق عالم میں اپنا اثر پہنچانے کے ساتھ ایک بڑا کام جس کو سفارت کا گویا جزو اعظم کہنا چاہئے اور بھی تھا۔ اور اس کو بھی پوری توجہ کے ساتھ انجام دینے کے لئے یہ مختصر سے امن و اطمینان کا وقت نعمت غیر مترقبہ معلوم ہوتا تھا وہ یہ کہ جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کو سن کر مطیع ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت ہو کر مسلمان بن چکے تھے ان کو علماً اور عملاً کامل بنانا ضروری تھا تاکہ بغاوت چھوڑ کر فرمانبردار ہوئے پیچھے طریق وفا سیکھیں اور اپنی موجودہ اور آئندہ زندگی کی اصلاح کا مکمل قانون پڑھ کر یاد کر لیں تاکہ بوقت ضرورت دوسروں تک پہنچا سکیں اور اس سلسلہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے تنگدست کو مہلت دی اس کے لئے وہ ہر روز کا صدقہ ہے۔ (الصحیحہ)

فلاح کو بقاء و پائیداری حاصل ہو چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ایام میں اس کی طرف بھی پوری توجہ فرمائی۔ اور اس درجہ تک اس کی تکمیل کر دی جس کا اثر آج تیرہ سو برس کے بعد بھی جگہ جگہ نظر آ رہا ہے اور اس کی تفصیل باب آئندہ میں ملاحظہ سے گذرے گی۔

اہل مکہ کے ساتھ مصالحت کا ایک بہترین نتیجہ جو خداوندی سفیر کی گویا ایک دلی مراد تھی یہ بھی نکلا کہ مکہ کے باشندے جو باہمی عداوتوں اور قتل وقتال کے خوف سے مدینہ میں نہ آ سکتے تھے اور مدنی مسلمان مکہ والوں سے نہ مل سکتے تھے مامون اور بے خوف ہو کر باہم ملنے جلنے لگے۔ اور اسی ملاقات سے ان کے کانوں میں نہایت آسانی کے ساتھ وہ باتیں پڑنے لگیں۔ جن سے وہ کسی دن متوحش ہو کر بھاگتے اور تلواریں نیام سے باہر نکال لیا کرتے تھے۔

اس پر طرہ مسلمانوں کا تمدن اور انداز معاشرت بن گیا جس کو دیکھ کر دشمنوں کو رشک ہوتا تھا اور اس طرح وہ عملی صورت میں خداوندی سفیر کی سفارت ماننے والوں کی سی راحت و مسرت بخش زندگی حاصل کرنے پر ریجھنے لگے۔

چنانچہ ان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اثر ظاہر ہونے لگا اور مدت دراز کے بعد اس سبیل سے بہت کچھ لوگ اپنی بغاوت سے توبہ کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے۔

یہ سب کچھ تھا مگر مکہ جو اب تک دار الکفر بنا ہوا تھا اپنے اندر بہتیرے باغیوں کو لئے ہوئے تھا جن کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل ہمیشہ روتا اور دکھتا تھا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ یہ شہر جس کو زمین کی ناف ہونے کا سبب دنیا کے گویا دار السلطنت ہونے کا خطاب حاصل ہے کسی طرح دار الامن اور دار الاسلام بن جائے! اور وہ کعبہ جس کو ان باغیوں نے تین سو ساٹھ بتوں کا مندر بنا رکھا ہے بیت اللہ ہونے کی عظمت کے لحاظ سے شرک کی گندگی سے پاک اور غیر اللہ کی مورتوں سے خالی اور صاف بن جائے۔ ادھر چونکہ باشندگان مکہ نے جو لوگ سر بر آوردہ تھے ان کی فی الجملہ حکومت اپنے ملکی رعایا پر قائم تھی اس لیے بہتیرے کمزور لوگ تو ان کی ایذاؤں کے خوف سے ان کی مخالفت اور اسلام کی موافقت کا لفظ زبان سے بھی نہ نکال سکتے تھے۔ اور جو لوگ مکہ چھوڑتے اور جلا وطنی کی صعوبت کو برداشت کرنے کی قدرت بھی رکھتے تھے وہ صلح حدیبیہ کے معاہدہ کی رو سے اپنے وطن واپس کر دیئے جانے سے اتنے خائف تھے کہ ہجرت کی جرات اب ان کو دشوار پڑ گئی تھی کیونکہ وہ آنکھوں سے دیکھتے تھے کہ جو شخص مسلمان ہو کر مکہ سے بھاگتا ہے اس کے پیچھے پیچھے مکہ کا قاصد جاتا اور بیچارے نومسلم کو پابہ زنجیر کر کے مصائب و آلام کا تختہ مشق بنانے کے لیے پھر مکہ میں لے آتا ہے۔

ان وجوہات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ اثر جو اہل مکہ کی آمد و شد سے ان پر پیدا ہوتا ہے اچھی طرح ظاہر نہ ہو سکتا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ بدعہدی کر سکتے تھے۔ اور نہ خلاف معاہدہ کسی نومسلم کو اپنے شہر میں پناہ دے سکتے تھے۔ تاہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیگانوں کو یگانہ اور باغیوں کو مطیع بنانے میں اسی سرگرمی سے مشغول تھے۔ اور منتظر تھے کہ غیب سے اس بند دروازے کے کھلنے کا کیا سامان ہو۔ جس کا کھلنا انسان کی طاقت سے باہر ہے۔

معاہدہ صلح حدیبیہ کی شرط کفار نے واپس لے لی

چند ہی روز گزرے تھے کہ یہ مرحلہ بھی طے ہو گیا اور چند نومسلموں نے یہ دیکھ کر کہ نہ مکہ میں امن ہے نہ مدینہ میں دونوں جگہ کی سکونت چھوڑ کر راستہ میں قیام اختیار کر لیا اور اب اہل مکہ میں جو بھی بغاوت سے بیزار ہو کر اسلامی تعلیم کا شیدا بنا وہ مکہ سے چلا اور مسلمان ہو کر یہیں رہ پڑا جہاں اس کے ہم خیال لوگ مقیم تھے اس طرح تھوڑے ہی دنوں میں ان لوگوں کا ایک گروہ ہو گیا جنہوں نے اپنی گزران اہل مکہ کے ان قافلوں کے لوٹنے پر کر لی۔ جو ملک شام کی طرف سے غلہ وغیرہ سے لدے پھدے اس راستہ آتے اور اس مسلح اور خود مختار جماعت کی دست برد سے لٹے پٹے مکہ میں پہنچا کرتے ہر چند اہل مکہ نے چاہا کہ ان کی دست برد سے بچیں مگر نہ خانہ بدوشوں سے لڑنا ان کی طاقت میں تھا اور نہ کوئی اور دوسرا راستہ تھا کہ اس کو چھوڑ کر مال کی آمد برآمد کے لیے اس کو اختیار کر لیں آخر جب بھوکے مرنے لگتے تو خود ہی اپنی مشیخت پر نادم ہوئے۔ اور پھر اسی خداوندی سفیر کے دامن قرب سے فریاد کرنی پڑی جس کو دبانے کے لیے یہ شرط کی تھی چنانچہ سرداران مکہ کے قاصد آئے اور دہائی دی کہ

''اے ہمارے بھتیجے اور اے سراپا کرم شخص! جس کو اپنے اہل وطن اور کنبہ و برادری کی فاقہ کشی گوارا نہیں ہے رحم کرو۔ ہم اپنی شرط کو واپس لیتے ہیں تم اپنے معتقدین کو اپنے پاس بلا لو اپنے زیر اثر اور زیر انتظام رکھو۔ ہمیں نہ ان کی واپسی کا حق ہے اور نہ ہم ان کو لینا چاہتے ہیں۔

یہ سنکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت عامہ کے سمندر میں تلاطم پیدا ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نومسلم جماعت کے سردار ابوبصیر کے نام فوراً حکم بھیج دیا کہ جلد سے جلد اپنی جگہ چھوڑ دو اور مدینہ پہنچو مگر افسوس کہ جس وقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ والا نامہ پہنچا اس وقت ابوبصیر حالت نزع میں مبتلا تھے چنانچہ اسی عالم میں جب کہ ان کے کان میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والا نامہ کی بھنک پڑی تو انہوں نے آنکھیں کھول دیں اور اشارہ سے خط مانگا۔ ادھر سکرات موت کی جلدی تھی کہ وقت قریب آ گیا اور

ادھر ابو بصیر چاہتے تھے کہ کسی طرح پیارے پیشوا کی تحریر ختم کر لوں چنانچہ لمبی لمبی سانسوں کی آمد کے وقت انہوں نے خط پڑھا۔ آنکھیں جو اہل مکہ کی بدولت اپنے آقا کی صورت سے نادیدہ بنی ہوئی تھیں۔ آنسوؤں سے بھر گئیں۔ خط کو بصد حسرت چھاتی پر رکھا اور اپنی جماعت کو اشارہ سے تعمیل تحریر بالا کا حکم فرما کر انہوں نے اپنی جان ملک الموت کے حوالہ کر دی۔

ابو بصیر تو وہیں دفن ہوئے مگر ابو جندل حسب ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نو مسلموں کے سارے گروہ کو لے کر مدینہ پہنچ گئے اب چونکہ دروازہ کھل گیا کہ نو مسلم کو مدینہ میں پناہ مل سکتی ہے اس لئے بغاوت کا اثر مکہ میں مضمحل ہو چلا۔ اور جس نے بھی آپ کی سفارت واطاعت کی حلاوت پائی وہ مکہ سے بھاگ بھاگ کر مدینہ میں آبسا۔ یہ بھی ہو لیا مگر خداوندی سفیر کا مطمع نظر تو خود مکہ کی اصلاح تھی۔ کہ بالفعل وہاں نہ کفر بغاوت کا نام باقی رہے اور نہ آئندہ اس کا خرحشہ وخدشہ قائم رہے اس لئے اب بھی آپ کی آرزو یہی چلی جاتی تھی کہ کاش مکہ کے باشندوں کا بال بھی بیکا نہ ہو اور ان میں بغاوت کا نام ونشان بھی باقی نہ رہے۔

اہل مکہ کی بدعہدی

باشندگان مکہ اور خصوصاً قریش چونکہ فطری طور پر متکبر مغرور اور اپنی بڑائی اور عظمت پر ناز کرنے والے پیدا ہوئے تھے اس لئے ان پر جبراً تسلط حاصل کئے بغیر ان کو زیر اور محکوم بنانا دشوار تھا۔ اور معاہدہ کی رو سے دس سال تک آپ کو ان پر حملہ کرنے کا اختیار نہ رہا تھا اسی لیے آپ اس دشواری میں بھی نظر بخدا متوکل بنے بیٹھے تھے کہ دیکھئے دس سال تک زندہ رہتا ہوں یا نہیں؟ اور اس درمیان میں کوئی سبیل پیدا ہو گی تو خدا جانے کیا ہو گی جس میں بدعہد بھی نہ بنوں اور اہل مکہ کا کام بھی سنور جائے چنانچہ اسکا بھی غیب سے سامان پیدا ہوا اور حدیبیہ سے تیسرے ہی سال ۸ ہجری میں خود اہل مکہ کی طرف سے وہ بدعہدی وقوع میں آئی جس کے سبب صلح نامہ ٹوٹ گیا۔ اور لڑائی جائز ہی نہیں بلکہ ضروری ہو گئی۔

اس لئے کہ قبیلہ خزاعہ پر جو کہ صلح حدیبیہ میں مسلمانوں کا ہم عہد بن کر مسلمانوں ہی کی طرح امن وامان کا مستحق بن گیا تھا بنو بکر نے شب خون مارا قریش نے ہتھیاروں اور جانوں سے بنو بکر کی اس خیال پر مدد کی کہ رات کے وقت دیکھتا کون ہے۔ خزاعہ نے مظلوم مقتول ہو کر دہائی دی اور مدینہ میں آکر سارے واقعات سنانے کے بعد فریاد کی کہ ہماری اعانت میں اہل مکہ سے انتقام لیا جائے۔

فتح مکہ

اہل مکہ کی یہ بدعہدی سن کر آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور مسلمانوں کا بارہ ہزار لشکر لے کر خداوندی سفیر نے آخر شہر مکہ پر حملہ کر دیا۔ ہر چند کہ اہل مکہ نے اپنی خیانت پر مطلع ہو کر چاہا کہ کسی طرح بات دب جائے اور صلح کی تجدید ہو جائے مگر بغاوت عامہ کی جڑ بنیاد کے کٹنے کا وقت آ گیا تھا اس لئے آپ نے مکہ و مدینہ کے مابین مراسلت مسدود اور خبر پہنچنے کے جملہ وسائل بند کر کے رمضان المبارک ۸ھ کی ۱۷ تاریخ کو آخری حملہ سے قصد کے مدینہ چھوڑ دیا اور جلد جلد قطع منازل فرماتے ہوئے مر الظہر ان میں خیمے نصب کرائے رات کے وقت جب اسلامی لشکر نے آگ سلگائی تو مکہ کے چند جاسوس جو محض احتیاط اور اسلامی جنگ کے اندیشے سے خیر خبر لینے کو نواح شہر کا گشت لگایا کرتے تھے۔ یہاں پہنچے اور مطلع ہو گئے کہ آخری فیصلہ کا وقت آ گیا اور دنیا نظروں میں تنگ وتاریک نظر آنے لگی۔

یہ ظاہر ہے کہ اہل مکہ جن کا جتھہ اب کمزور ہو چکا تھا اور ان کی جماعت کے بہت کچھ لوگ ان میں سے نکل چکے تھے، تلوار کے ہاتھ میں لینے کی قابلیت کھو بیٹھے تھے، تاہم ان کی غیرت اور ضدی طبیعتوں کی ہٹ ان کو ابھارتی تھی کہ شرافت کا قومی لحاظ رکھنا جان سے زیادہ پیارا اور یوں دب کر حلقہ غلامی کان میں ڈالنے سے میدان جنگ میں مر جانا زیادہ بہتر ہے۔ اسلئے باوجودیکہ آپ نے اپنے دشمنوں کو جاں بخشی کا موقع دینے کے لیے عام اعلان فرما دیا تھا کہ

”جو حرم محترم میں داخل ہو جائیگا یا ابوسفیان کے گھر میں گھس جائے گا یا اپنے دروازے کے کواڑ بند کر کے بیٹھ جائے گا۔ اسکو امان حاصل ہو گی۔“

مگر اس پر بھی باغیوں کے سردار ابوجہل اور امیہ کے بیٹے عکرمہ اور صفوان نے اوباشوں کو ابھارا اور فیصلہ کن جنگ کے لئے مکہ کے باب السفلے کی جانب لا جمع کیا جدھر سے خالد بن ولید کا مع اپنی اسلامی فوج کے داخلہ قرار پایا تھا۔ چنانچہ اس جانب جنگ شروع ہوئی اور چند نفر کام بھی آئے۔ مگر خداوندی سفیر کا یہ داخلہ ایسا نہ تھا جس کو کوئی روک سکتا تھا، اس لئے آخر کار دشمن سب بھاگ گئے اور اسلامی لشکر نے ہر طرف سے داخل ہو کر کوہ صفا پر اپنے پیشوا سے ملاقات کی۔

یہ وہ مبارک وقت تھا کہ مسلمانوں نے ہالہ بن کر خداوند سفیر کو قمر کی طرح اپنے جھرمٹ میں لے رکھا تھا۔ ادھر مسلمانوں کا چہرہ فتح مبین کی خوشی و مسرت سے چمک رہا تھا، اور ادھر فلک اسلام کا ماہتاب یعنی سرور دو عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کا روئے مبارک شب چہار دہم کی طرح دمک رہا تھا۔

آخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ کہہ کر باب السلام کے راستہ مسجد الحرام میں قدم رکھا اور سب سے پہلے بیت اللہ کی کنجی عثمان بن طلحہ سے منگوائی اور دروازہ کھول کر کعبہ کے اندر تشریف لے گئے انبیاء علیہم السلام کی مورتیں جو معبود اور مسجود بنا کر وہاں رکھی گئی تھیں نکلوائیں اور دو نفل ادا فرما کر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حق بات کہنے سے زیادہ کوئی صدقہ نہیں ہے۔ (رواہ البیہقی فی الشعب)

باہر تشریف لائے، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لاٹھی سے جو دست مبارک میں تھی بتوں کی طرف اشارہ کیا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا کہ جس بت کے منہ کی طرف اشارہ ہوا وہ چت، اور جس کی پشت کی طرف اشارہ کیا وہ اوندھے منہ گر گیا، یہاں تک کہ کل وہ مورتیں جن کے پاؤں سیسہ سے جمائے گئے تھے زمین پر آپڑیں، اور وہ تصویریں جو دیوار کعبہ پر کھینچی ہوئی تھیں چاہ زمزم سے پانی منگوا کر دھلوادی گئیں۔''

بت پرست اپنے جھوٹے معبودوں اور ہاتھوں کے بنائے ہوئے مصنوعی خداؤں کو ٹوٹتا اور گرتا ہوا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے، آج ان پر یہ بات صاف ہوگئی کہ ان کی مورتیں بالکل بیکار ہیں، اور اب ان کو قرآن مجید کی وہ آیت جس پر ایک زمانہ میں وہ ہنستے تھے سچ معلوم ہونے لگی تھی کہ:

''حق آیا اور باطل غائب ہوا حقیقت میں باطل ایک دن ضرور مٹنے والا ہے''

اہل مکہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن سلوک

رسومات مشرکانہ کے ملیا میٹ اور کل مورتوں کے برباد کرنے کے بعد خداوندی سفیر نے اہل مکہ کی طرف منہ کیا جو بے کس مجرم بنے ہوئے حرم میں بھرے بیٹھے تھے، پچھلی بداعمالیاں ان کو یاد تھیں اور اسکے انتقام کی بھیانک تصویر اب ان کی نظروں کے سامنے تھی۔ گردنیں ان کی جھکی ہوئی تھیں۔ اور گزشتہ جرائم کی پاداش کے خوف سے ان کے دل کانپ رہے تھے۔ کہ خداوندی سفیر نے ان کو مخاطب بنا کر چونکایا، اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے سنا: ''اے اہل مکہ! اب بتاؤ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں؟ موت کے منتظر مجرم کے لیے اتنی شفقت کا لہجہ بھی ڈوبتے ہوئے کے لئے تنکے کا کام دیتا ہے، اس لئے چار طرف سے آواز بلند ہوئی کہ: ''اے ہمارے بھائی اور ہمارے بھتیجے رحم وشفقت رحم وشفقت۔''

یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آبدیدہ ہوگئے اور ارشاد فرمایا کہ:

''میں تمہارے ساتھ وہی سلوک کروں گا جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا تھا، تمکو ذلیل ہوتا دیکھ نہ سکوں گا اور تمہاری بدحالی کا نظارہ برداشت نہ کرسکوں گا۔ جاؤ تم سب آزاد ہو، تم پر کچھ الزام نہیں، ملامت نہیں خداوند تعالیٰ تمہاری خطاؤں کو معاف فرمائے۔ کیونکہ وہ رحمٰن ورحیم ہے۔''

ایک وہ زمانہ تھا کہ اہل مکہ نے خداوندی سفیر کو ہر طرح کی اذیتیں پہنچائی تھیں اور رنج وتکلیف کا کوئی دقیقہ اٹھا کر نہ رکھا تھا۔

اور اب ایک وہ زمانہ آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہل مکہ پر اپنی رحمت وشفقت ظاہر کرنے کے لیے تشریف لائے اور فاتح بن کر جفا شعار مفتوح دشمنوں پر کرم کی پکھالیں انڈیل دیں! ایک وہ دن تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا گھر اندھیری رات کی تاریکی میں تنہا چھوڑنا پڑا اور ایک یہ دن آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بارہ ہزار مسلمانوں کے سپہ سالار بن کر مکہ فتح کرنے کے لئے دن کے وقت تشریف لائے۔

ایک وہ وقت تھا کہ مکہ کا بچہ بچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کا دشمن بنا ہوا تھا اور باندیوں اور غلاموں تک نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو باتیں سنائیں اور ایک یہ وقت ہے کہ قریشی سردار جانوں کے خوف سے مکہ چھوڑ کر بھاگ گئے ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اعلان کر دیا تھا کہ کوئی مسلمان تلوار نیام سے باہر نہ نکالے اور کسی مسافر یا مقیم کی باشندہ پر زبان سے بھی حملہ نہ کرے اس روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیاہ عمامہ باندھے ہوئے اسی قصواء اونٹنی پر سوار تھے جس پر بوقت ہجرت غار ثور سے سوار ہوئے تھے۔

اس کے بعد ایسا عجیب نظارہ ظاہر ہوا کہ اس جیسا تاریخ میں نہ لکھا گیا ہوگا کہ جماعت پر جماعت چلی آتی تھی اور حلقہ اسلام میں داخل ہو جاتی تھی، خداوندی سفیر جس طرح کسی زمانہ میں دس سال ہوئے اہل مدینہ سے بیعت لے چکے تھے اسی طرح اہل مکہ سے اقرار لے رہے تھے کہ:

''ہم عبادت میں خدا کا کسی کو شریک نہ بنائیں گے، چوری اور زنا نہ کریں گے لڑکیوں کو ماریں گے نہیں، نہ جھوٹ بولیں گے، نہ کسی پر جھوٹی تہمت دھریں گے، اور نہ کسی امر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کریں گے۔''

اس طرح پر وہ پیشین گوئی پوری ہوگئی جس میں کھلے الفاظ کے اندر حق تعالیٰ نے بشارت دی تھی کہ: ''اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے تمہیں کھلی اور کامل فتح عنایت کی۔''

آٹھ ہی برس گذرے تھے کہ طائف کے بچوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر برسائے تھے۔ مسجد الحرام میں وعظ کہنے سے قریش نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روکا تھا۔ ہر وقت کی عداوت اور قتل وقید کی دھمکیوں نے مکہ کی غلام اور باندیوں تک کو شیر بنا رکھا تھا۔ کہ جو کوئی جو کچھ چاہتا کہہ گزرتا۔ آخر دار الندوہ کے ظالمانہ منصوبہ کی پختگی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیارا وطن چھوڑنا پڑا۔ اور صرف حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لے کر مکہ کی گلیوں اور کوچوں کو خیر باد کہنا پڑا تھا۔ وہ بے کسی و بے بسی کی تصویر خداوندی سفیر کی نظر کے سامنے ہو گی۔ مگر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ اللہ کا گھر بتوں کی پلیدی سے پاک ہوگیا اور مکہ کے دار السلام بن جانے کی وجہ سے کوہ ابوقبیس و قعیقعان میں کلمہ توحید کی آوازیں گونجنے لگیں۔ تو ساری تکلیف و پریشانی راحت ومسرت کے ساتھ بدل گئی۔ اور گذرا ہوا زمانہ نسیاً منسیاً بن گیا۔

فتح مکہ کی برکات

مکہ کی فتح اس لئے بھی مہتم بالشان تھی کہ حجاز کے ریگستانی خطہ کی تمام

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اعلیٰ ترین صدقہ یہ ہے کہ ایک مسلمان علم سیکھے اور دوسرے مسلمان کو سکھائے (سنن ابن ماجہ)

آبادی نے خداوندی سفیر کی حقانیت کا مدار اسی کو قرار دے رکھا تھا۔ کیونکہ وہ دیکھ چکے تھے۔ کہ جو بھی ظالم شخص مکہ پر حملہ کرتا ہے وہ نامراد رہتا ہے اور تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ پس مکہ کا فتح ہونا گویا اہل حجاز کے لئے ایمان و اسلام کے دروازے کھل جانا تھا کہ چار طرف سے جوق در جوق مخلوق آتی اور دائرہ اسلام میں بے کھٹکے داخل ہوتی جاتی تھی۔ فتح مکہ کے بعد خداوندی سفیر کو بجز حنین اور طائف کے جہاں اہل حجاز نے اپنی آخری کوشش کے لئے جمع ہو کر مسلمانوں سے جنگ عظیم کی تیاری کی تھی۔ اور کوئی جنگ کرنی نہیں پڑی۔

غزوہ حنین

البتہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ قریش اور متولیان کعبہ کے معزول ہونے پر مالک بن عوف کی ماتحتی میں ہوازن و ثقیف کی چار ہزار تیر انداز جماعت نے اپنی قسمتوں کو آزمانے کا آخری فیصلہ دیکھنے کا عزم کیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس ہزار اہل مدینہ اور دو ہزار نو مسلم اہل مکہ کے جدید لشکر کو لے کر بتاریخ ۶ شوال ۸ھ وادی حنین کا رخ کیا جو براہ عرفات طائف کے قریب سوق ذوالمجاز کے پہلو میں واقع تھی۔ کچھ جنگ و محاصرہ کے بعد خاطر خواہ اموال غنیمت لے کر مراجعت فرمائی۔ اور مکہ کی سیاست اور انتظام دینی و دنیوی سے فارغ ہو کر لوٹ آئے۔ جس وقت اپنی رسالت و سفارت کا دعویٰ اور کلمہ توحید کا اعلان عام کرنے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تن تنہا کھڑے ہوئے تھے اس وقت کون کہہ سکتا تھا۔ کہ یہ دن بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زندگی میں دیکھنا نصیب ہوگا اور اٹھارہ سال قبل جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باعظمت صدا کو بند کرنے کے لئے ہر طرف سے جھنڈ کے جھنڈ چڑھے چلے آتے تھے کون سمجھ سکتا تھا کہ وہ وقت بھی جلد آنے والا ہے کہ مایوسی کی گھنگھور گھٹائیں اتر کر نابود ہو جائیں گی۔ اور ناامیدی کے امنڈتے ہوئے بادل پھٹ کر کامیابی و اقتدار کا مطلع صاف کر دیں گے۔

قبائل عرب کے وفود کی آمد

چنانچہ ۹ھ میں اطراف و نواح اور دور دراز کے قبائل کی طرف سے پے در پے یکے بعد دیگرے سفراء و وفود اتنے آئے کہ ان کی رہائش اور چند روزہ قیام کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیمے نصب کرانے کی ضرورت ہوئی وہ لوگ جماعت در جماعت آتے۔ اور اپنی اصلاح و فلاح کے قانون سیکھ کر اپنی قوم کو جس کے وکیل بن بن کر آتے تھے۔ اس تعلیم سے بہرہ مند بنانے کے لئے واپس ہوتے رہے یہاں تک کہ حج کا وقت قریب آ گیا۔ اور جب خداوندی سفیر نے دیکھا کہ تعلیم دین کی مشغولیت سفر حج کی مہلت نہیں دیتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنا کر حج کے لئے بھیجا کہ لوگوں کو اسلامی طریق پر حج کرائیں۔ کفر و شرک سے بیزاری کا عام اعلان کریں۔ اور صاف کہہ دیں کہ: "مشرک سے نہ ہمارا کوئی تعلق ہے اور نہ ہم ان کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔"

حجۃ الوداع

سال آئندہ جب کہ حجاز کے کونہ کونہ سے ماہتاب اسلام کی روشنی چمکنے لگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس فریضہ حج ادا کرنے کے لئے مکہ تشریف لائے۔ اور اونٹنی پر سوار ہو کر اس وقت جب ایک لاکھ سے زیادہ مسلمان میدان عرفات میں بھرے ہوئے تھے۔ آپ نے وہ آیت قرآنی سنائی۔ جو اسی دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی۔ اور جس میں حق تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کارنامہ کی تکمیل کا بایں الفاظ تذکرہ فرمایا تھا۔ کہ:

"اے مسلمانو! آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا۔ اور اپنی نعمت بہ تمام و کمال تم پر نازل کی اور تمہارے لئے مذہب اسلام کو پسند کیا اور اپنی خوشنودی و رضا اس میں رکھ دی۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض و فات

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی الحجہ ۹ ہجری میں حج سے فارغ ہو کر مدینہ مراجعت فرمائی۔ اور اس کے صرف دو مہینے اور چند روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں رہے ان قلیل ایام میں جو کچھ دینی خدمت کا پورا کرنا تھا اس کو پورا کیا اور بالآخر چند روز بخار میں مبتلا رہ کر اپنی خدمتوں کو اس طرح سرانجام دیا کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار کلمہ گو مسلمان اس دنیا میں چھوڑے۔

۱۲ ربیع الاول کو صبح کے وقت داعی اجل کو لبیک کہا اور اپنے بھیجنے والے خدا کے حضور میں خرم و شاداں روانہ ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

فتح مکہ تعجب خیز بھی اور دشوار گذار بھی

مکہ کی فتح بھی کیا تعجب خیز فتح ہے کہ جس کی ہوس میں یمن کا صوبہ دار اور حاکم با اقتدار ابرہہ اپنے جنگی ہاتھیوں کی قطار اور آہن پوش سپاہیوں کی فوج جرار لے کر نشہ کامیابی میں سرشار آیا۔ اور مستانہ وار جوش کے صلہ میں بربادی و خسران لے کر ہلاک و تباہ ہوتا ہوا بے نیل و مرام واپس گیا۔ قریش کا جن کے ہاتھ میں حجازی سلطنت کی باگ تھی کسی کے آگے گردن جھکانا خواہ نرمی سے ہو یا گرمی سے کوئی آسان بات نہ تھی۔ اس لئے کہ وہ نبی زادے تھے اور اطراف عالم میں ہر شخص ان کی جبروتی عظمت کا معترف تھا۔ شعراء کے قصائد اور فصحا کے خطبے جو ان کی مدائح سے لبریز ہوتے تھے۔ خود ناظم و خطیب کی عزت افزائی کا سبب بنتے تھے۔ انہوں نے عزت و شرافت اور نخوت و مشیخت کے گہوارہ میں پرورش پائی تھی اور تفاخر و

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ لینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آل محمد کیلئے حلال نہیں ہے (رواہ الخطیب)

مباہات کی گودیوں میں پلے تھے۔ شریف سے شریف سردار اور باعظمت سے باعظمت بادشاہ کو بھی ان کی شخصی حکومت کے سامنے سر تسلیم خم کرنا اپنی عزت معلوم ہوتا تھا۔ وہ جانتے ہی نہ تھے کہ کسی سے دبنا کیا ہوتا ہے۔ اور ان کو اس کا کبھی خواب میں بھی وسوسہ نہ ہوتا تھا۔ کہ وہ کسی کے تابع فرمان بن کر زندگی گذاریں گے۔ ہر چند کہ ان کو نبی زادگی اور شرافت نسبی کے غرہ نے بدمست بنا کر قعر ذلالت میں ڈالا اور شرک وکفر کی گندگی میں پھنسا رکھا تھا۔ مگر اس اپنی بدحالی کا ان کو مطلق حس نہ تھا اور ناممکن تھا کہ کوئی شخص ان پر نکتہ چینی کرے۔ یا ان کی کسی حرکت پر گرفت کر کے ان کو مشورہ دے سکے کہ اس حالت میں آپ کو تبدیلی کی ضرورت ہے۔

یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا کام تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تن تنہا اس اہم خدمت کی سرانجامی کا تہیہ فرمایا اور اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کے لئے حجاز کی ریگستانی سطح پر ایک شخص بھی کھڑا ہونا اپنے لئے موت سمجھتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جان ہتھیلی پر رکھ کر بکمال ہمت واستقلال اہل ملک کی بدحالی وعیوب جتا جتا کر ان کو اصلاح کی طرف بلانے کی صدا بلند کی۔

وہ بوڑھے مرد جن کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے وہ بوڑھی عورتیں جن کی گودیوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم لیٹے اور بیٹھے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیالات اور دعووں پر ہنستی تھیں اور کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح مندی کا وسوسہ تو کیا ہوتا یہ بھی ان کی شفقت تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حال پر ترس کھاتیں اور جو دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر خیریت سے گذرتا اس کو غنیمت اور نعمت سمجھا کرتی تھیں۔ وہی ایک نفس جس نے سنگستان عرب میں اپنے پُرزور دعوی کی گونج سے تہلکہ ڈال دیا تھا۔ بائیس برس کے بعد عقل کو چکرا دینے والی ترقی میں فتح یاب ہوا۔ اور آخر رات کی اندھیری میں جانے والا مہتاب آٹھ سال کے بعد آفتاب بن کے کھلے اور چمکتے دن میں پھر مکہ کے اندر مظفر ومنصور داخل ہوا۔

مکہ کی فتح ایک دشوار فتح اس لئے بھی تھی کہ متولیان کعبہ یعنی قریش اگر چہ رسومات مشرکانہ کے سبب دور جا پڑے تھے لیکن آخر نبی زادے تھے اور انہیں ذبیح اللہ سے پیدا ہوئے تھے جن کو ابراہیم خلیل اللہ نے ہاجرہ کی چھاتی سے لگا ہوا یہاں لا چھوڑا تھا۔ ان کی اس خاندانی عظمت کا لحاظ رکھکر ان کو اصلاح پر لانا دشواری در دشواری تھی۔ ورنہ تلوار کے زور سے کسی ملک کو فتح کرنا کیسا ہی بڑے سے بڑا کیوں نہ ہو چنداں دشوار نہیں۔

چنانچہ عراق ومصر اور شام وروم کی فتوحات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام میں سیدنا فاروق اعظم وعثمان غنی ذی النورین رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں پر چند روز میں ظہور پا گئیں۔ اور کوئی دشواری پیش نہ آئی۔ اس لئے کہ ان ممالک میں کوئی مذہبی جلالت ایسی نہ تھی۔ جو چلتی ہوئی تلوار کو روکے یا بڑھتے ہوئے ہاتھ کو تھامے۔ پس فتح مکہ جس میں بیت اللہ کی عظمت حرم کعبہ کی حرمت اور متولیان کعبہ نبی زادوں کی جلالت شان ایک چھوڑ تین تین مانع بار بار ہاتھ کو قتل وقتال سے روک رہے تھے۔ کاتب ازل نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے مخصوص فرمائی تھی۔

ذلک فضل اللہ یوتیه من یشاء و اللہ ذوالفضل العظیم.

یہ ہے مختصر روئداد اس جز کی جس کو رفع بغاوت کے عنوان سے تعبیر کیا جاتا ہے اور جس کے حالات کچھ بسط کے ساتھ ہمارے رسالہ اسلام میں ناظرین ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

فتح مکہ کی پائیداری

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قدر بڑی کامیابی کہ مکہ مفتوح ہوا اور حجاز کے خطہ سے شرک وبت پرستی حرف غلط کی طرح مٹ گئی۔ پائدار بھی اتنی ہوئی کہ آج تیرہ سو برس گزرے اور دنیا میں ہر قسم کا انقلاب ہوا کہ سلطنتوں نے پلٹے کھائے۔ اور خاندان کے خاندان زیروزبر ہو گئے۔ مگر نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں سے فتح کیا ہوا کوئی چپہ یا بالشت برابر زمین اب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشینوں کے ہاتھوں سے نکلی اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مسلمان بنائے ہوئے شہروں میں شرک کا بیج دوبارہ پھوٹا۔ اس کے ساتھ ہی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی پر نظر کی جائے کہ قیامت تک اس کو پائیداری کو بقاء حاصل رہے گی۔ تو اور بھی حیرانی ہوتی ہے کہ آخر وہ کونسی قوت ہے۔ جس نے اس مبارک فتح وحجاز کے وسیع ملک میں اسلامی جھنڈا نصب کیا اور وہ کیا طاقت ہے کہ جس نے اس عریض وطویل خطہ سے شرک وکفر کے تخم کا ایسا استیصال کیا کہ پھر اس کو پنپنا نصیب نہ ہوا۔ اور نہ دنیا کے ختم ہونے تک نصیب ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیس سالہ کارنامہ

اس بیس سالہ کارنامہ پر کہ عرب کی ان پڑھ ضدی طبیعتوں والے ایک لاکھ چوبیس ہزار نفوس نے جو گویا حجاز کی پوری مردم شماری ہے بغاوت سے توبہ کی۔ جب اس پر نظر ڈالی جاتی ہے کہ اس میں ناف ارض یعنی مکہ بھی داخل ہے جو گویا دنیا بھر کے باغیوں کی توبہ کا دروازہ اور مفتاح شیوع ہے تو آپ کی عظمت دوبالا ہو جاتی ہے کہ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کروڑہا بلکہ ان گنت باغیوں کو بیس سال میں توبہ کرا دی۔ اور اصلاح کے راستہ پر ڈالا اور جب یہ بھی دیکھا جائے کہ اتنی عظیم الشان کامیابی میں قتل و

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی آسودہ حال ہو۔ یا ہٹا کٹا اور کما سکنے والا ہو صدقہ میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ (رواہ البخاری ومسلم)

خونریزی کے واقعات گنتی ہی کے ظہور میں آئے۔ جن کا شمار دو سو سے زیادہ نہیں ہوسکتا۔ اور حد حرم میں تو تین چار نفوس سے زیادہ کا خون ہی نہیں بہا۔ تو اور بھی حیرت ہوتی ہے کہ ایک زبردست سلطنت کے کسی چھوٹے شہر پر قبضہ کرنے کے لئے بھی پانچ ہزار پانچ سو جانوں کے مقتول ہوجانے کو ارزاں سمجھتی ہے چہ جائیکہ ملک کا ملک ہو اور باغیوں سے لبریز ہو۔ اور مذہبی جنگ کے نام سے خود بھی بار بار چڑھ کر آئے ہوں۔ اور پھر بھی ان کی جانوں کو گراں سمجھ کر اس کے درست کرنے اور ماتحت بنانے میں خداوندی سفیر نے ان کا خون بہانا پسند نہ کیا اور حسن تدبیر وقوت قدسیہ سے کام لے کر بیگانوں کو یگانہ اور سرکشوں کو مطیع بنایا۔ پھر جب یہ دیکھا جائے کہ اتنے غزوات وجنگہائے مذہبی میں خداوندی سفیر نے اپنے دست خاص سے بجز ایک شخص کے کہ اس کی گردن پر بھی بضرورت بھالا چھوا دیا تھا اور وہ اس کے صدمے کا متحمل نہ ہوکر مر گیا۔ کسی دوسرے شخص پر تلوار بھی نہیں اٹھائی اور نہ خون بہانا پسند کیا۔ تو عقل کو چکر پر چکر آتے ہیں۔ کہ آخر یہ کامیابی جس کی نظیر اسلاف واخلاف میں نہیں ملتی کیونکر حاصل ہوئی۔ اور کس طاقت کے بل بوتے پر وقوع میں آئی۔

تاریخ دنیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انقلاب کی مثال پیش نہیں کرسکتی

اے چوڑی چکلی زمین! بے شمار انسان تیرے پیٹ سے پیدا ہوئے۔ اور تجھ میں شگاف کر کر کے تیرے پیوند بنا دیئے گئے ہیں۔ تو نے ان گنت مخلوق کے کارنامے اپنی کمر پر واقع ہوتے دیکھے اور بے تعداد انقلابات کا نظارہ کیا ہے تیری اس طویل عمر میں اس کنارے سے لے کر اس کنارے تک اگر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بے نظیر کارنامے کا ثانی تیری ولادت کے وقت سے لے کر آج تک گزرا ہو تو تجھ کو قسم ہے اپنے پیدا کرنے والے کی کہ اس کو بیان کر؟

اور اے وسیع آسمان تو نے اپنی دونوں آنکھوں سے یعنی ماہتاب اور آفتاب سے جھانک جھانک کر راتوں اور دنوں کروڑہا سلاطین امراء شجاعان واقویاء مدبرین، حکماء، فلاسفر واذکیاء کا معائنہ کیا ہے۔ سطح زمین پر بے شمار سوانح تیری نظر کے سامنے وقوع میں آئے۔ اور لامحصور عجائبات و وقائع ازل سے لے کر اس وقت تک ہوگزرے ہیں...... اگر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لاثانی کامیابی کا مثل تیرے وقت وجود سے لے کر اب تک کوئی گزرا ہو تو تجھ کو قسم ہے اپنے پیدا کرنے والے کی کہ اس کو بیان کر؟

ورنہ اے زمین وآسمان تم دونوں گواہ رہو۔ کہ بطحائی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کاملہ کی حجت ان تاریخی واقعات سے مخلوق کو پہنچ گئی۔ جن کا انکار کرنے والا آج تک کوئی پیدا نہیں ہوا۔ اور نہ کسی کے سوانح ایسی چیز ہیں کہ ان کو نظر انداز کرسکیں۔

اب ہم کو آپ کی نبوت کا دوسرا جزو یعنی تعلیم کا عظیم الشان منصب بیان کرنا ہے کہ باغیوں کا زیر اور یگانہ بنانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت تھی جس کو رفع مضرت کہنا چاہیے اور یگانوں کو مخلص جاہلوں کو عالم ناقصوں کو کامل اور کاملوں کو مکمل بنانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری خدمت تھی۔ جس کو جلب منفعت کہنا چاہیے اور اس جزو ثانی میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت تھوڑے وقت میں وہ حیرت انگیز تکمیل کی ہے کہ اگر انسانی عقل چکرا کر مدہوش ہوجائے تو وہ بے چاری معذور و بے قصور سمجھنے کے لائق ہے چنانچہ اس کی تفصیل یہ ہے:

تعلیم وتربیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کردہ کام کا نتیجہ

خداوندی سفیر کی زبان سے نکلی ہوئی وہ آواز جس نے سنگستان عرب کے خشک اور بلند پہاڑوں میں گونج پیدا کرکے سلاطین عالم کے دلوں کو دہلا دیا۔ اور قیصر وکسریٰ جیسے زبردست بادشاہوں کے محلات کی بنیادوں کو ہلا دیا تھا۔ جب برقی اثر کی طرح زمین کی بری وبحری سطح پر گھوم گئی۔ اور وہ زبردست دعویٰ جو ابوطالب کی گود سے رخصت ہوتے وقت بایں الفاظ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلا تھا۔ کہ:

''چچا جان! میں اپنی کوشش سے باز نہ آؤں گا۔ یہاں تک کہ خداوند تعالیٰ مجھے کامیاب کرے یا میں اسی کوشش میں شہید ہوجاؤں۔''

جب نویں سال اپنے ثبوت کو پہنچ کر پورا ہوچکا کہ بندگان خدا اپنی بغاوت سے تائب ہوکر جوق درجوق خدائی دین میں داخل ہونے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری کوشش اور توجہ تعلیم وتربیت کی طرف مشغول ہوگئی اور گوان بیس سال گذشتہ میں بھی باغیوں کی مزاحمت سے فارغ ہوکر تھوڑا بہت جو وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملتا تھا۔ وہ یگانوں کی تعلیم واصلاح میں ہی صرف ہوتا تھا۔ مگر فتح مکہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ تن اس طرف متوجہ ہوئے۔ اور آپ نے اپنے اثر کو پائیدار بنانے کی جانب سعی کو مبذول فرمایا۔

جس طرح نائب السلطان اور سپہ سالار افواج کا یہ منصب ہے کہ مخالفین سلطنت کو موافق ومطیع بنائے اور مطیعین کو خیرخواہ وجان نثار سلطنت اسی طرح وہ خدمت جو حق تعالیٰ کی طرف سے خداوندی سفیر یعنی حضرات انبیاء علیہم السلام کے سپرد ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ کافروں کو اسلام کی ترغیب دے کر مسلمان کریں اور مسلمانوں کو مخلص ربانی اور اولیاء واہل اللہ بنائیں۔

پس جزو دوم یعنی تعلیم وتربیت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کارنامہ دکھانے کے لئے ہم کو چار امور پر نظر کرنی ہے کہ آپ کے سپرد کیا عظیم الشان کام کیا گیا تھا۔ اور پھر نتیجہ دیکھنا ہے کہ اس میں آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کو کہاں تک کامیابی نصیب ہوئی؟

وہ چار امور جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کی عظمت ظاہر ہوگی۔ نصاب تعلیم، مدت تعلیم، طرز تعلیم اور متعلمین کی تعداد ہے کہ آپ کتنی بڑی جماعت کو کتنے تھوڑے زمانہ میں کس قدر وسیع تعلیم کس قدر سہل اسلوب کے ساتھ دینے کے لئے دنیا میں بھیجے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کیسے خوش کن انداز سے پورا فرما دیا۔

کسب معاش کے لئے نصاب تعلیم

چنانچہ اول آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے نصاب پر سرسری نظر ڈالئے۔ جس کی تفصیل کا یاد رکھنا اور گنوانا بھی آدمی کو مشکل ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے تشریف لائے تھے۔ کہ دین اور دنیا کی تمام ضرورتوں کو پورا کرنا مخلوق کو سکھائیں۔

ادھر ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے وقت سے لے کر مادر گیتی کے کنار لحد میں جا سونے تک جتنی بھی حالتیں پیش آئیں ان کا راحت و آرام سے گزارنے کا طریق بتائیں۔ اور ادھر آغوش قبر میں لیٹنے کے وقت سے لے کر آنے والی زندگی کے انجام یعنی دوزخ و جنت میں جانے تک جتنے واقعات و حالات پیش آئیں ان کی مضرت و منفعت سے آگاہ کریں۔ اور رفع ضرر و تحصیل نفع کا طرز تعلیم کریں۔

غرض عالم موجودہ ہو یا آئندہ اور تحصیل معاش ہو یا تحصیل معاد اس کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا پہلو فروگذاشت نہ ہونے پائے۔

پھر جسم کی اصلاح جدا ہو، اور روح کی اصلاح جدا، حقوق اللہ علیحدہ ہوں اور حقوق الناس علیحدہ۔ اور حقوق الناس میں تفصیل ہو کہ نفس کا حق بھی بتائیں۔ کنبہ و برادری کے حقوق بھی بتائیں۔ احباب و اہل وطن کے حقوق بھی بتائیں۔ اہل ملک و ہم جنس کے حقوق بھی بتائیں۔ معاملہ ہو یا معاشرت تمدن، ہو یا سیاست، کسب معاش ہو یا انتظام خانہ داری کوئی ایسی حالت نہ ہو جس کی تعلیم رہ جائے۔ پھر اکل و شرب ہو یا بول و براز، نشست و برخاست ہو، یا ملاقات و مودت، شادی ہو یا غمی، خلوت ہو یا جلوت کوئی ایسی صورت نہ ہو جس کی تعلیم چھوٹ جائے۔ ولادت و حضانت، رضاعت و تربیت، نکاح و طلاق، مواصلت و مفارقت، ہجر و وصل، سفر و حضر، مرض و صحت، عیادت و معالجہ، نزع و موت، تجہیز و تکفین، غسل و تدفین، ایصال و ثواب و زیارۃ قبور غرض حیات و ممات کے متعلق کوئی ضرورت ایسی نہ ہو جس کا رفع کرنا نہ سکھایا جائے۔ آداب مجلس جدا ہوں اور آداب مکالمہ جدا، طریق مراسلت علیحدہ ہو اور طرز مخاطبت علیحدہ، تہذیب و حفظ مراتب کا طریقہ الگ ہو اور مراعاۃ حسن و مدارات کا انداز الگ۔ پھر اس میں طبقات مختلفہ کا بھی لحاظ رکھیں۔ کہ بادشاہوں کو سیاست و آئین ملک داری سکھائیں۔ تاجروں کو اصول تجارت و طریق ربح و منافعہ بتائیں۔ زمیندار و کاشتکار کو اس کی جملہ ضروریات کاشت کے حسن و قبح الگ جتائیں۔ اور اہل حرفہ و صنعت کو ان کے گزران و تحصیل معاش کی صورتیں جدا تعلیم کریں .... پھر اگر ملازم کو طریق خدمت سکھائیں۔ تو آقا کو مخدومیت کے پہلوؤں سے آگاہ کریں۔ اور شفقت و رحمدلی کا قانون پڑھائیں۔

عورتوں کا سلیقہ خانہ داری بتائیں اور مردوں کو منتظم و مدبر ہونا سکھائیں۔ بچوں کو ادب اور بڑوں کے حقوق بتائیں۔ تو بڑوں کو چھوٹوں کی تربیت و تعلیم کا سبق پڑھائیں۔ جس وقت سلطنت کی ضروریات تعلیم کریں تو جنگ ہو یا مصالحت، فتح و نصرت ہو یا شکست و ہزیمت ہو، حفاظت ملکی ہو یا محافظت سرحدی، نظم و نسق ہو یا عزل ہو، نصب فوجداری ہو یا دیوانی، پولیس ہو یا میونسپلٹی، محاصل ہوں یا جزیہ ٹیکس فوج ہو یا سول غرض حفاظت کے متعلق کوئی محکمہ ایسا نہ ہو جس کے متعلق نافع اور معتدل تعلیم نہ دی جائے۔

پھر ہر محکمہ کے ہزار ہا مقدمات دیکھئے اور ہر مقدمہ کا منصفانہ فیصلہ۔ اگر فوجداری ہے تو جرائم کی بحالت موجودہ سزا اور آئندہ کے لئے انسداد کا طریق بتایا جائے۔ سزائے بید الگ ہو اور سزائے حبس جدا۔ تعزیر علیحدہ ہو اور قصاص و دیت علیحدہ، مجرم کی تلاش و تفتیش ہو یا جرم کی سراغ رسانی و تحقیقات، گواہوں کی فراہمی ہو یا تصدیق کا طرز علیحدہ تعلیم ہو۔ اور منصف و جج کے حاکمانہ فیصلے اور اس کے نفاذ کا طریق جدا تعلیم ہو۔ زنا و سرقہ قتل و اعانت قتل۔ غصب و ڈکیتی، بغاوت و بلوہ، جعلسازی و ازالہ حیثیت، تلبیس سکہ و دروغ حلفی، بدمعاشی و آوارگی، اغلام و لواطت بناشی و اختطاف، جھوٹی شہادت، و بیگناہوں پر تہمت، دغا و فریب، و خیانت ظلم و رشوت ستانی۔ غرض کہ کوئی جرم ایسا نہ ہو جس کی سزا اور آئندہ کے لئے بالکل یہ انسداد کی صورت نہ بتائی جائے۔ محکمہ دیوانی و مال میں لگان و مال گزاری تحصیل و تشخیص، خرص و کنکوت، حق شفع و رہگزر، وصیت و میراث زر نقد و جائیداد منقولہ غیر منقولہ، شہر و دیہات، مویشی و اراضی، داخلی و بے دخلی، تقسیم و قرقی، زرعی و سکنی غرض حقوق مالیہ کے متعلق کوئی ایسا مقدمہ نہ نکلے جس کا فیصلہ نہ سکھا دیا جائے۔ محکمہ بندوبست جدا ہو اور محکمہ انہار جدا ہو۔ جنگلات علیحدہ ہو اور ڈاک و تار علیحدہ سررشتہ تعلیم الگ ہو۔ اور صیغہ رفاہ عامہ الگ۔ بہرحال بقاء نظام سلطنت کے متعلق کوئی ضرورت ایسی نہ رہے جس کی کامل و مکمل اور حاوی و جامع تعلیم نہ دی جائے۔

اسی طرح تجارت میں کوئی ایسی چیز نہ نکلنے پائے جو تجارت کی قابلیت رکھتی ہو۔ اور اس کا حکم نہ بیان کیا جائے۔ غلہ ہو یا پارچہ معدنیات ہوں یا نباتات حیوان ہوں یا جماد پینے کی چیز ہو۔ یا کھانے کی، زینت کا سامان ہو، یا ضرورت کا، پہننے کے قابل اشیاء ہوں یا سونگھنے دیکھنے کی اور آج موجود ہوں یا آئندہ قیامت تک پیدا ہونے والی ہوں۔ پہاڑی ہوں یا دیسی، بحری ہوں یا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کا اپنے اہل خانہ پر خرچ کرنا بھی صدقہ ہے۔ (بخاری)

بری اور عربی ہوں یا حجازی افریقی و ہندوستانی بہرحال ضروریات بشریہ کے متعلقہ کوئی شے ایسی نہ ہو۔ جو بازار میں لا کر بیچی جا سکے۔ اور اسکی مصلحت و مضرت کے بیان کرنے سے چشم پوشی ہو جائے۔ پھر اقسام تجارت میں نقد ہو یا ادھار، مشارکت ہو یا مضاربت، جاکڑ ہو یا بدنی صرافہ ہو یا نیلام، حوالہ ہو یا ہنڈوی ہو یا مہاجنی لین دین اور مبادلہ ہو یا دلالی۔ کوئی صورت ایسی نہ ہو جس کا حسن و قبح نہ بتایا جائے۔ اور صرف بتانا ہی نہیں بلکہ ایسا طریق تعلیم کیا جائے کہ خریدار کی رعایت جدا ملحوظ ہو اور دکاندار کی منفعت جدا۔ خیار شرط بھی بتایا جائے اور خیار رویت و خیار عیب بھی۔

سوم الشرا کے قواعد الگ بیان ہوں اور اقالہ و واپسی بیع کے قواعد الگ۔ پھر قرض ہو یا استقراض تمسک ہو یا رہن، ودیعت ہو یا امانت ہبہ ہو یا عاریت، قطع شرکت ہو یا حساب فہمی قبض ہو یا تصرف۔ غبن ہو یا خیانت اور دھوکہ ہو یا دغا۔ کوئی شق ایسی نہ نکلے جس کا حکم بیان نہ کیا جائے۔

اسی طرح زراعت میں زمیندار ہو یا کاشت کار اور زمین ہو یا مکان جملہ ضروریات کا انتظام سکھایا جائے۔ اور انتظام بھی ایسا کہ نہ مالک زمین کو نقصان ہو اور نہ محنتی کاشت کار کی حق تلفی سیر و شکمی کے احکام جدا ہوں، اور مزارعت و مساقات کے احکام جدا، آبپاشی کے قوانین علیحدہ ہوں، اور رنلائی وہل چلائی کے قوانین علیحدہ۔ پھر زمین بنجر ہو یا شور، کلر ہو یا بانگر، چاہی ہو یا بارانی، بھوڑ ہو یا کھادر، گھاس ہو یا غلہ، خودرو ہو یا کاشت کیا ہو، باغات ہوں یا مزارع، درخت ہوں یا بیلیں، مور ہوں یا پھل، کوئی حالت ایسی نہ ہو جس کے حسن و قبح اور معتدل و نافع احکام سے آگاہ نہ کر دیا جائے۔ پھر خراجی علیحدہ ہو اور عشری علیحدہ، چری و بھوسہ علیحدہ ہو اور اناج و حبوب جدا۔

غرض زمین کی پیداوار کے متعلق بھی کوئی صورت موجودہ یا آئندہ ایسی نہ نکلے جس کی مضرت و منفعت سے آگاہ نہ کر دیا جائے اور ان ضروریات کی تعلیم بھی ایسی حاوی ہو کہ باہمی منازعت کا احتمال نہ رہے۔ ادھر ژالہ باری و آفات سماوی کی رعایت ہو تو ادھر چھوٹے ہوئے جانوروں کے کھیت برباد کر جانے تک کا لحاظ۔

اسی طرح ملازمت کو دیکھئے تو نیابت و سلطنت اور وزارت و نظامت سے لے کر دربانی و خدمت گاری تک سرکاری و نجی جتنی بھی نوکری کی صورتیں نکل سکیں سب کے حسن و قبح بیان کئے جائیں۔ تحصیلداری ہو یا پیشکاری، کلکٹری ہو یا ججی، منصفی ہو یا صدر الصدوری، قانون گوئی ہو یا بٹوارہ، امانت ہو یا پٹوارگری، محرری ہو یا نقل نویسی، چوکیدارہ ہو یا محصلی، رجسٹراری یا پوسٹ ماسٹری اور طباخی ہو یا خانساماں گری۔ غرض اعلیٰ اور ادنیٰ رذیل اور شریف، جملہ ملازمتوں کی خوبی و برائی تعلیم کی جائے۔ پھر ملازم کے لئے چستی اور انجام دہی خدمت کی ترغیب ہو۔ تو آقا کے لئے میانہ روی و حفظ مرتبت کے ساتھ شفقت کے برتاؤ کی ترغیب، نوکر کو آقا کا دل ہاتھ میں رکھنے کا طریقہ سکھایا جائے تو آقا کو اپنے ملازم کی ہمت بڑھانے اور اپنا خیر خواہ بنانے کی صورت تعلیم کی جائے۔

مشاہرہ و سالیانہ، صلہ و انعام، تنبیہ و تادیب، محاسبہ و ترحم۔ غرض کوئی جز اور کوئی پہلو ایسا نہ ہو جس کی تعلیم سے چشم پوشی یا غفلت ہو جائے۔ پھر حرفت و صنعت، ٹھیکہ داری و اجرت، نقشہ کشی و مصوری، معماری و آہن گری، زردوزی و نجاری، خیاطت و حیاکت، ملاحی و غواصی، رنگریزی و دباغت، تصنیف و تالیف، تصحیح و کتابت، چھپائی و اصلاح سنگ، جراحی و طبابت، مختاری و وکالت۔ غرض کوئی طریقہ کسب معاش ایسا نہ ہو جس سے مخلوق کو آگاہ نہ کر دیا جائے۔

پھر اس پر طرہ یہ کہ تحصیل معاش اور معیشت دنیا کا عقلاً و نقلاً جو مقصود ہے یعنی آرام کے ساتھ زندگی کا گزارنا وہ بھی ہر امر کی تعلیم میں ملحوظ رہے، اور حصول معاد و نجات آخرت جو کہ ہر نفس کا مقصود اعظم ہے وہ بھی کسی طرح ہاتھ سے جانے نہ پائے کہ اقارب ہوں یا اجانب اور پڑوسی ہوں یا گھر والے، اور کنبہ ہو یا برادری، بی بی بچے ہوں یا بہن بھائی اور ماں ہو یا باپ سب گویا ہم خلق و محبت اور مروت و حفظ مرتبت کے ساتھ مزاح و خندہ روئی اور دلبستگی و دلچسپی کے ساتھ گزران حاصل ہوتا کہ عیالدار گھر کا سر دھرد مسلمان جس وقت دن بھر کا جلتا بھنتا دو پیسے کما کر گھر میں گھسے تو اپنے متعلقین سے آنکھیں ٹھنڈی اور دل کو مسرور و محفوظ کر سکے۔

پھر متمول و رئیس کو شکر کی تعلیم ہو تو محتاج و نادار کو صبر اور اہل ثروت کی حالت پر نظر نہ کرنا سکھایا جائے، تاکہ وہ شکر کے صلہ میں راحت و برکت دیکھے تو یہ قناعت اور حرص سے بچ کر اپنی حالت کو غنیمت و نعمت سمجھنے سے آرام پائے۔ غرض یہ نصاب تو اس دنیوی تعلیم کا ہے جس کے متعلق اچھے خاصے پڑھے لکھے بھی کہہ دیتے ہیں کہ:

”آسمانی تعلیم کو ان باتوں سے کوئی غرض نہیں ہے اور حضرات انبیاء علیہم السلام دنیا میں اس تعلیم کے لئے نہیں آتے۔“

حصول آخرت کیلئے نصاب تعلیم

اب رہا تحصیل معاد کا نصاب جس کو چار و ناچار اہل عقول نے خداوندی سفیر کی تعلیم کا مقصود مان لیا ہے، سو اس کی تفصیل چنداں محتاج بیان نہیں۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں اس لئے تشریف لائے تھے کہ اعداء اللہ کو احباء اللہ بنائیں۔ مخلوق کو ظلمت سے نکال کر ہدایت و معرفت کی روشنی میں لائیں۔ شقی کو سعید بنائیں اور تو ہم پرست کو خدا پرست۔ عقائد کی اصلاح کریں۔ واہمہ کی قوت کو مضمحل بنا کر خیالی طاقت کو حقیقت قوت قدسیہ سے بدل دیں۔ توکل اور خدا پر اعتماد کرنے کی حقیقت بتائیں، بزدل کو شجاع اور دلیر بنائیں، بخیل کو سخی اور کینہ ور کو صاف سینہ بننا سکھائیں۔ عقائد درست کریں۔ خیال کی پرستش چھڑائیں، جملہ اخلاق رذیلہ بیان

فرمائیں اور ان سے بچنے کا طریق تعلیم کریں اور تمام اخلاق حمیدہ بتائیں اور ان کے حاصل کرنے کی صورتیں سکھائیں دشمنوں کو دوست بتائیں اور دوستوں کو اخلاق وصدق سکھائیں، بے دین کو دیندار بنائیں اور بدکار کو متقی و نیکوکار، سب کو طریق وفا بتائیں اور ایمان میں حلاوت پیدا کرنے کا طرز تعلیم کریں، نعمتوں پر شکر کرنا سکھائیں اور مصیبتوں پر صبر کرنا، مشکلات و مہمات میں ثبات قدم اور استقلال کا طریقہ تعلیم کریں اور خدا سے دور پڑی ہوئی مخلوق کو آستانہ خداوندی پر اس طرح لا ڈالیں جس طرح کوئی مستحق قتل مجرم پا بہ زنجیر و دہشت زدہ اپنے رحیم و کریم و خود مختار فرمانروا شہنشاہ کی نگاہ شفقت شاہانہ اور مرحمت خسروانہ کا امیدوار بن کر آ پڑتا ہے۔

پھر بیرون کی صفائی وطہارت کی تعلیم جدا ہو اور اندرون کے تزکیہ و تجلیہ کی تعلیم جدا، طہارت و نظافت کا طریق الگ بتایا جائے اور بدن پاک رکھنے کا طرز الگ سکھایا جائے۔ نامحرم کے دیکھنے سے آنکھ کی حفاظت ہو تو جاذب معصیت آواز کے سننے سے کانوں کی صیانت ہو، ہاتھ ہو یا پاؤں اور ناک ہو یا منہ پیٹ ہو یا کمر اور سر ہو یا قدم، بدن کا کوئی عضو اپنی اخروی ہلاکت ونجات کے دونوں راستے معلوم کئے بغیر نہ رہے۔

پھر قوت شہوانیہ ہو یا غضبیہ اور قوت عقلیہ ہو یا وہمیہ کسی کو عذر نہ رہے جس کو اس کے مرتبہ کے موافق تحصیل معاد کا طرز سکھانے سے غفلت ہو، اور سب پر طرہ یہ کہ جملہ اعضاء جسمانی میں خواہ وہ بیرونی ہوں یا اندرونی ان کے مشاغل مختلفہ اور ضروریات موجودہ و آئندہ کا لحاظ قائم رکھ کر ایسی معتدل تعلیم دی جائے کہ کسی کو اس کے مشکل اور ناقابل برداشت ہونے کا بھی عذر نہ ہو اور ہر شخص خواہ وہ کسی مشغلہ میں بھی مشغول ہو، اپنی روحانی تکمیل کا بالا سے بالا مرتبہ بسہولت حاصل کر سکے۔

نصاب تعلیم کی وسعت و جامعت

پھر اس تعلیم کی پہلی سیڑھی آخرت کے عذاب سے بچ جانا ہو، تو آخری سیڑھی نبوت کے بعد کا وہ بالا سے بالا درجہ ہو، جس کا نام صدیقیت ہے، تا کہ طالب حق شخص جس درجہ پر بھی پہنچے تعلیم سے مستغنی نہ ہو سکے، اگر عمر نوح پا کر بھی مراتب قرب میں ترقی کرتا رہے تب بھی یوں نہ کہے کہ نصاب تعلیم محمدی ختم ہو لیا، اور اب مجھ کو ترقی کرنے کے لئے دوسری تعلیم کی ضرورت ہے۔ عام تعلیم جدا ہو اور خاص تعلیم جدا، جسمانی اعمال کی تعلیم علیحدہ ہو اور روحانی اعمال کی تعلیم علیحدہ شب و روز کے اوقات مختلفہ میں پانچ پانچ نمازوں کی تعلیم ہو اور سال بھر میں ایک ماہ کے روزوں کی تعلیم علیحدہ مال کی اور خدا کی محبت میں مقابلہ کا امتحان دینے کے لئے زائد از ضرورت سیم وزر کے چالیسویں حصہ کی مقدار خیرات کرنے کا طریقہ الگ تعلیم ہو، اور عاشقانہ انداز ظاہر کرنے کے لئے دیار محبوب یعنی بیت اللہ و منیٰ و عرفات کی حاضری وطواف وزیارات کا طریق الگ، پھر وضو ہو یا غسل، اور عید ہو یا جمعہ، رمضان ہو یا عاشوراء زکوۃ ہو یا عشر حج ہو یا عمرہ، طواف ہو یا زیارت، توبہ و استغفار ہو یا تسبیح وتہلیل، تلاوت قرآن ہو یا ذکر اللہ، امر بالمعروف ہو یا نہی عن المنکر، اعانت احیاء ہو یا معاونت اموات، سعی و سفارش ہو یا حمال کا بوجھ بٹانا اور حمل جنازہ ہو یا صلوٰۃ جنازہ ہر ایک کی تعلیم ہو اور ہر ایک کا مرتبہ بتایا جائے۔ صبر و شکر ہو یا تسلیم و رضا، تواضع وانکسار ہو یا مجاہدہ و ریاضت، صدق ہو یا صفا اور حلم ہو یا حیاء سخاوکرم ہو یا حسن خلق اور انس ہو یا محبت، قناعت ہو یا استغناء، تقویٰ ہو یا ایثار، زہد ہو یا اخلاص، خوف ہو یا رجا اور رقت قلبی ہو یا شوق وولولہ۔ بہر حال خصال محمودہ میں کوئی فضیلت ایسی نہ رہے جس کے حاصل کرنے کا طرز نہ بتایا جائے۔

اور بغض ہو یا حسد، کینہ ہو یا عداوت، حب مال ہو یا حب جاہ، حرص و طمع ہو یا کفران نعمت، نفس پروری ہو یا خط پرستی، ریا ہو یا عجب، کبر ونخوت ہو یا شہوت وغضب جبن ہو یا بخل اور کم ہمتی ہو یا کم ظرفی، کوئی کمینہ خصلت ایسی نہ رہے جس سے بچنے کا طریق نہ سکھا دیا جائے۔

پھر سب پر اضافہ جس کو دقت رسی اور بال کی کھال نکالنا کہنا چاہیے یہ ہے کہ ہر حالت اور ہر مضمون میں مراتب مختلفہ بتائے جاویں کہ مامورات اور عمل میں آنیوالے افعال واقوال میں فرض کا درجہ جدا ہو اور واجب کا درجہ جدا، سنت علیحدہ ہو اور مستحب علیحدہ اولیٰ الگ ہو اور مباح الگ۔ اسی طرح منہیات یعنی قابل اجتناب اعمال واشیاء میں مکروہ وتحریمہ جدا ہو اور حرام جدا، خلاف اولیٰ الگ ہو اور مکروہ تنزیہہ الگ۔

اللہ اللہ اس قدر وسیع نصاب تعلیم جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا ہو یا دین، اور موجودہ فنا ہونے والی زندگی ہو یا آنیوالی پائیدار زندگی۔ غرض دونوں عالم کی دونوں زندگیوں میں مخلوق کے طبقات مختلفہ کی راحت کے اعلیٰ سے اعلیٰ اور ادنیٰ سے ادنیٰ مراتب کو پوری طرح ایسا سکھا پڑھا دیا جائے کہ خوب ذہن نشین ہو جائے، اور کسی کو اپنی حالت ضعف وقوت کے اعتبار سے یہ کہنے کا موقع ہی نہ ملے کہ میں اپنی دنیا و دین کو کیسے سنبھالوں کہ تعلیم محمدی میں میری رعایت ملحوظ نہیں رکھی گئی۔

متعلمین کی حیرت انگیز تعداد

اب متعلمین کی تعداد دیکھئے تو عقل مبہوت ہوتی جاتی ہے کہ ایک اکیلا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دم معلم ہونے کے لئے اور اس چوڑی چکلی طویل و عریض سطح زمین کے اس کنارے سے لے کر اس کنارے تک کی ساری آبادی کے باشندے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد بننے کے لئے، کہ شمال ہو یا جنوب، شرق ہو یا غرب۔ روسی ہوں یا چینی، جرمنی ہوں یا ارمنی، فرانسیسی ہوں یا بلجیئم، بلغاری ہوں یا مراکشی، ترک ہوں یا ایطالین، انگریز ہوں یا

پرتگیز، ایشیائی ہوں یا افریقی، یورو پین ہوں یا یوروشین، حبشی ہوں یا طرابلسی، رومی ہوں یا شامی، مصری ہوں یا عراقی، یمنی ہوں یا حجازی، اور ہندی ہوں یا بخاری اور پھر مثلاً ہندی ہوں تو عام ہے کہ پنجابی ہوں یا بنگالی، اور پوربی ہوں یا دکنی، سرحدی ہوں یا پہاڑی، اور دیسی ہوں یا ولایتی۔ غرض کسی طبقہ اور کسی ملک کے بھی کیوں نہ ہوں سب کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا طالبعلم بنا کر سامنے کیا گیا کہ اس دینی و دنیوی مقاصد کی تعلیم کے لئے جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے یہ مختلف الطبائع اور مختلف المزاج مخلوق موجود ہے کہ سب کی ضروریات اور طبائع و کیفیات کو ملحوظ رکھ کر ایسی جامع وحاوی تعلیم دو کہ نہ شمالی باشندوں کو یہ عذر ہو کہ ہم سرد ہواؤں میں نشوونما پانے والے ان علوم سے مستفید نہیں ہو سکتے، اور نہ جنوبی ممالک کی آبادی کو یہ شکوہ باقی رہے کہ ہم گرم لوؤں سے پھلنے پھولنے والوں کو ان احکام کی تعلیم سے کوئی نفع نہیں ہو سکتا۔

پھر شہری ہو یا دیہاتی، اجڈ ہو یا پڑھے لکھے، ذہین وطباع ہوں یا بلید و کند ذہن سخت ہوں یا نرم اور قوی ہوں یا کمزور، فقیر ہوں یا امیر، اور سمجھدار ہوں یا ناسمجھ، پھر بچے ہوں یا جوان، ادھیڑ ہوں یا بوڑھے مرد ہوں یا عورت، اور لڑکے ہوں یا لڑکیاں، کسی حالت یا کسی عمر کے کیوں نہ ہوں سب ہی کو طالبعلم بنایا گیا کہ سب کے مراتب علمیہ کی تکمیل کرنی پڑے گی۔

کمال معلم صلی اللہ علیہ وسلم

یہ ظاہر ہے کہ ایک معلم ایک ہی جماعت کے طلبہ کو صرف ایک مضمون میں کامل بنا سکتا ہے، اور جب دنیا بھر کی ان گنت مخلوق اس کے سامنے بٹھا دی جائے، جن میں ملکی اختلاف جدا ہو، اور بود و باش و آب و ہوا کے تفاوت و تفرقے جدا، نوعی اختلاف جدا ہو اور طبائع کا فرق جدا، ذکورت و انوثت کا اختلاف جدا ہو، اور بلادت و ذکاوت کا تنوع جدا۔ اور ان اختلاف احوال کے سبب ضروریات سب کی جدا ہوں، اور احتیاج سب کی جدا۔ تو بیچارہ معلم بجز حیرانی کے کیا کر سکتا ہے۔ مگر یہ صرف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو شایان تھا۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے کثیر اور بے شمار متعلمین کی تعلیم سے نہ گھبرائے اور اس ٹڈی دل کو جس کا شمار کرنا تو کیا معنی اقسام واصناف کی گنتی بھی آدمی سے ناممکن ہے۔ معاش ومعاد کی پوری تعلیم دینے کا ذمہ بخوشی لے لیا۔

پھر اسی پر اکتفا نہیں ہوا کہ ساری زمین کی موجودہ بستیوں کی آبادی کو تعلیم دیں بلکہ اس کو اضعافاً مضاعفہ کر دیا گیا، کہ قیامت تک آنے والی نسلوں اور اختتام دنیا تک پیدا ہونے والی مخلوق کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شاگرد بنایا گیا کہ قرن اول کے ہوں یا قرن دوم کے، اور دسویں صدی کے ہوں یا پچاسویں صدی کے سب ہی کی پیش آنے والی ضرورتوں کا لحاظ رکھنا لازمی تھا۔

...... گویا حکم دیا کہ گو اس وقت کا تمدن بہت سادہ اور اشیاء ضرورت انسانیہ محدود و مختصر ہیں مگر دنیا اس پہلو پر نہ رہے گی بلکہ آئندہ ریل بھی ایجاد ہو گی، جہاز بھی چلیں گے، برقی تار بھی لگائے جائیں گے، تارپیڈو بھی ہو گا لاسلکی خبر رسانی بھی ہو گی۔ غباروں کے ذریعے سے ہوا پر اڑنا ہو گا، توپ بندوق بھی ایجاد ہو گی، رائفل مشین گن اور طرح طرح کی دخانی و ہوائی مشینیں، اور کلیں اتنی اختراع کی جائیں گی کہ دنیا نرالی اور نئی بن جائے گی اور ہر زمانہ آنے والا ان ایجادات کے لحاظ سے گزشتہ زمانہ کو بوسیدہ و کہنہ اور پرانا و سادہ کہلا دے گا۔ ہر صدی ایک نئے انقلاب اور نو ایجاد ترقی کی طرف کروٹ لے گی، کبھی بائیسکل ایجاد ہو گی اور کبھی موٹر کار، کبھی سائیکل کوچہ کوچہ پھرے گی اور کبھی ٹرام بجلی کے ذریعہ سڑکوں پر دوڑے گی، مکان، مکان اور دکان، دکان، برقی پنکھے متحرک ہوں گے اور شفاف قمقمے روشنی سے جگمگائیں گے، برقی قوت اور آتش کا گیس اس درجہ ارزاں اور شائع ہو گا کہ آٹا پیسنا، گھاس کاٹنا، لوہے کے بڑے بڑے لٹھے اور پہیے ڈھالنا اور آہن گلا کر ندی نالے کی طرح بہانا، سخت گرمی اور لو میں زمہریر کا لطف دیکھنے کے لئے برف بنانا، سیاہ و سرخ ہر رنگ کا چھاپنا۔ غرض ہر مشکل سے مشکل کام جو ہزار دو ہزار انسانوں سے بھی انجام نہ پا سکے اسی برق اور بھاپ سے لیا جائے گا۔ سر کے بال مشین سے کٹیں گے۔ زیر ناف بال سفوف سے اڑیں گے، داڑھی کا حلق اپنے ہاتھوں مشین سے ہو گا۔ طرح طرح کی موٹی و باریک سلائی مشین کے ذریعہ ہو گی۔ قسم قسم کے پھول بوٹے مشین بنائے گی، گراموفون وفوٹو گراف علیحدہ ہو گا اور بڑے بڑے لکچر اور سرود کی خوش الحان آوازیں اس میں محبوس ہوں گی کہ جب چاہو اور جس کا چاہو وعظ، لکچر، گانا، پڑھنا، ہنسنا، بولنا سن لو۔

فوٹو گراف ہو گا کہ مکان ہو یا باغ اور محل ہو یا جھونپڑا، شہر ہو یا جنگل، آدمی یا جانور جس کی تصویر چاہو ذرا دیر میں اتار لو کہ ہو بہو کہ بال برابر بھی فرق نہ رہے، نقشہ کھینچ لو بائیسکوپ کا اختراع ہو گا کہ کسی ہولناک جنگ کا جب چاہو بجنسہ سماں بار بار دیکھ لو، اور ایک واقعہ کی حرکات وسکنات کو ہمیشہ کے لئے محبوس ومقید کر لو۔

جر ثقیل ہو گا کہ ایک ایک لاکھ من کا بوجھ اس کے ذریعہ ذرا اشارہ میں ایک نوعمر بچہ اٹھا لے گا۔ وقت بتانے والی گھڑیاں ایجاد ہوں گی، کہ دن اور تاریخ، گھنٹہ اور لمحہ وسیکنڈ تک بتائیں گی، جس گھنٹہ کے جس منٹ پر چاہو باوجود معدن ہونے کے بے خبر سوئے ہوئے کو جگائیں گی، باجا بجائیں گی طرح طرح کے تماشے دکھائیں گی، کہ انسان کی عقل ان کو دیکھ کر حیران و مبہوت ہو جائے گی، سو تمہاری تعلیم ایسی نہ ہو کہ ان تمام آنے والی ضروریات اور مخترعہ آلات کا سبق اس سے نہ مل سکے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کی مدارات کرنا بھی صدقہ میں داخل ہے۔ (الطبرانی فی الکبیر)

اور نہ یہ ہو کہ وہ چار چار مراتب فرض وواجب اور سنت ومستحب کے جو کہ اس وقت سادہ زندگی والے زمانہ میں تعلیم دیئے گئے ہیں وہ اس عالی دماغ قوم کے لئے اس بھرپور ترفہ وتنعم والے زمانہ میں ناکافی ہو جاویں۔

پس قیامت ہزار برس کے بعد آئے، یا دس ہزار سال کے بعد، بہر حال تمہاری تعلیم ہر فرد اور ہر شخص کے لئے ایسی ہی جامع اور حاوی رہے کہ ان کی ساری دینی ودنیوی ضرورتوں کی تکمیل ہوتی رہے۔

پھر اس ساری مخلوق کو جس کی شمار کا نام لینے سے اب بھی جی گھبراتا ہے، اور دوچند کر دیا گیا کہ جنات کو بھی ان کے ساتھ شامل فرمایا، اور حکم دیا گیا کہ خاکی نژاد ہوں یا ناری الاصل، اور آدمؑ کی اولاد ہوں یا جن کی۔ بہر حال اس دنیا کی مدت دراز کے اندر پیدا ہونے والے ثقلین میں کوئی بھی ذی عقل بالغ ایسا نہ نکل سکے جس کو دنیا کی گزران اور دین کی زندگی کا راحت کے ساتھ گزارنا تعلیم نہ کیا جائے۔ غرض خلقت وپیدائش میں عنصریت خاک وآتش کا اختلاف بھی ہو، ذکورت وانوثت کا تفاوت بھی ہو، پھر آب وہوا اور ملکی اثر کی وجہ سے طبائع کا اختلاف بھی ہو، حالات وخیالات کا تفاوت بھی ہو، قرن اور زمانہ کا تفاوت بھی ہو، عادات وخصائل کا تفاوت بھی ہو، سب کچھ ہو، مگر تمہاری تعلیم سب کو ایسی حاوی ہو کہ جس نظر سے دیکھ کر کسی جزیرہ کے مفلوک الحال کند ذہن دہقانی لولے اپاہج انسان یا جن کو صدیقیت کے درجہ پر پہنچا سکے اور ایام گزاری کرا سکے، اسی نظر سے دنیا کے سب سے زیادہ آباد ومشہور شہر کے ذکی ومدبر وشجاع ودانشمند بادشاہ انسان یا جن کو دیکھے، اور نبوت کے بعد والے کمال قرب خداوندی کے بالائی مرتبہ پر پہنچا کر ولی کامل اور مقرب خدائے بزرگ بنا سکے، اور کمال امن واطمینان وغایت راحت جسمانی وروحانی کے ساتھ اس کی زندگی پوری کرا سکے

مدت تعلیم

اس قدر بے تعداد متعلمین کو اتنی وسیع جسمانی وروحانی تعلیم دینے کے لئے جو مدت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی وہ کل تیئس سال کی تھی اس لئے کہ چالیس سال کی عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منصب تعلیم پر مامور ہوئے۔ اور تریسٹھ سال کی عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا، کہ تعلیم کو الف سے لے کر یا تک ختم فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بھیجنے والے خدا کے پاس پہنچ گئے۔ یہ اتنی قلیل اور کوتاہ مدت ہے جو بسا اوقات ایک مدبر وذی اختیار شخص کو اپنے زیر دست بی بی بچوں کی اصلاح کے لئے بھی ناکافی ہوتی ہے۔

اگر وہ تیرہ سال جو مکہ کی رہائش کے دشمنوں کی مزاحمت ومدافعت اور جزو اول یعنی رفع بغاوت میں گزرے تھے اس مدت تعلیم سے خارج کر دیئے جائیں تو صرف دس سال باقی رہ جاتے ہیں۔

اور جب دیکھا جائے کہ ان دس سال میں بھی دشمنوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چین واطمینان سے بیٹھنے نہیں دیا جیسا کہ بیان سابق سے معلوم ہو چکا ہے کہ آئے دن غزوات وسرایا اور جنگ وجہاد کی نوبت آتی رہی، اور گویا ہر روز مخالفوں کی طرف سے ایک نیا گل کھلتا رہا، تو اور بھی حیرت ہوتی ہے کہ اس قدر وسیع در وسیع تعلیم کے لئے مدت تعلیم کتنی بتائی جائے؟

عقل انسانی ششدر وحیران ہے اور اس کو چکر پر چکر آتے ہیں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دس سال کے اندر کیا کچھ کیا؟ دریا کو کوزہ میں بند کرنا ایک مثل مشہور ہے، خواہ وہ صحیح ہو یا غلط، مگر اس خداوندی سفیر کا کارنامہ دیکھ کر تو یوں تسلیم کرنا پڑے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بحر ذخار اور دریائے ناپیدا کنار کو آبخورہ میں بند کرنے کی غرض سے دنیا میں تشریف لائے تھے کہ اسی قلیل مدت میں ایک لاکھ سے زائد باغیوں کو توبہ کرادی اور دنیا بھر کے موجودہ وآئندہ جنات وانسان کے بے گنتی طبقات کو دینی ودنیوی جملہ ضروریات کے پورا کرنے کا وہ سبق پڑھا دیا کہ ان میں سے کسی ایک کو بھی ولادت سے لے کر مرتے دم تک کسی دوسرے معلم کی صورت دیکھنے کی ضرورت نہیں رہی۔

طرز تعلیم

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز تعلیم پر نظر کی جائے تو عجب حیرت ہوتی ہے۔ کہ نہ اتنی سخت ہے جس کا تحمل دشوار ہو اور نہ اتنی نرم ہے کہ اثر کرنے سے قاصر رہے۔ نہ اتنا عالی مضمون ہے کہ کند ذہن سمجھ نہ سکے، اور نہ اتنا گرا ہوا ہے کہ عاقل فلاسفر گرفت کر سکے، نہ اس میں بی بی بچوں سے چھڑایا گیا اور نہ رشتہ داریاں تڑائی گئیں۔ نہ سیاحت وجلاوطنی ضرور ہوئی، نہ تجرد وقطع نسل کی اجازت دی گئی، نہ ہاتھ سکھائے گئے، نہ پاؤں پر ورم آنے پایا، نہ جوگ سدھایا گیا، نہ رہبانیت سکھائی گئی، نہ لذیذ غذائیں ترک کرائی گئیں، نہ عمدہ پوشاک چھڑائی گئی، نہ گرمی کا ناگوار تحمل کرنا پڑا، نہ سردی کی ناقابل برداشت مشقت اٹھانی پڑی بلکہ ہر فرد بشر کو اس کی طبیعت کے مناسب اسی شغل میں رکھا جس سے اس کو دلبستگی تھی، اور اسی میں اعتدال محمود پیدا کر کے اس متوسط طریقہ پر چلنے کی تعلیم دے دی جس پر قائم رہ کر وہ کمال راحت جسمانی وترقی روحانی بسہولت حاصل کر سکے۔

اس تعلیم کی بدولت جس طرح کوٹھیوں کے اندر تاجر اپنی بیع وشرا میں مشغول رہ کر قرب خداوندی کے جس مرتبہ پر پہنچ سکتا ہے اسی مرتبہ کو ایک کمزور کاشتکار اپنے کھیتوں میں ہل چلا کر گرم لوؤں کے تھپیڑے اور طمانچے کھا کر حاصل کر سکتا ہے۔ نہ تاجر کو ضرورت ہے کہ بجلی کے پنکھوں اور نرم ونازک غالیچوں کو چھوڑ کر کھیت کی مینڈ پر آئے، اور نہ مزدور کسان کو حاجت ہے کہ پھوس کا جھونپڑا اور پولوں کی منڈھی سے نکل کر ٹھنڈے باغ کی پر لطف ہوا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان جس چیز سے اپنی عزت کو بچاتا ہے وہ اس کیلئے بمنزلہ صدقہ کے ہے (ابوداؤد طیالسی)

کے جھونکے کھائے۔ وہی راحت جو کہ ہفت اقلیم کے بادشاہ کو تعلیم محمدی پر عمل کرنے کی بدولت جواہرات کے گہوارہ اور موتیوں کے تخت پر مل سکتی ہے۔ وہی بے کم وکاست ذرا سی صورت کے تغیر سے ایک بے نوا فقیر کو پھٹی کملی کے اوڑھنے اور شکستہ و بوسیدہ ٹاٹ یا بوریئے پر کھلے میدان میں لیٹ کر بھی حاصل ہو سکتی ہے۔ بشرطیکہ وہ اپنی نعمت پر شاکر ہو اور یہ اپنی حالت پر قانع وصابر تعلیم محمدی کے ایک ایک جز کو لے کر یہ بیان کرنا کہ اس میں کیا دینی مصلحت ہے اور کیا دنیوی؟ اور فلاں مسئلہ کیونکہ مختلف طبقات کے لئے یکساں مفید ہوا اس وقت مقصود نہیں ہے اور گو حق تعالیٰ کے وہبی عطیہ کی بنا پر دعوے سے کہتا ہوں کہ شریعت محمدیہ کے چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے مسئلہ کے متعلق بسیط بحث کے بعد یہ ثابت کر دوں گا کہ اس سے بہتر حاوی اور نافع صورت کا نکلنا عقلاً محال اور ناممکن ہے۔ چنانچہ نمونہ از خروارے رسالہ الرشاد میں جو کہ ایک سال کے لئے سہارن پور سے ماہوار شائع ہوا تھا، اس حیرت کن اور دلچسپ تعلیم کے مسائل سے کچھ بحث ہوئی بھی ہے مگر اس وقت اجمال اور کلیتہ کے درجہ میں یہ بات دکھانی چاہتا ہوں کہ خداوندی سفیر یعنی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں آنا اسی لئے تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا بھر کے ممالک مختلفہ کے جنات اور انسان کے مختلف طبقات کی قیامت تک آنے والی ان گنت مخلوق کو ایسا جامع قانون سکھائیں جس میں ہر قسم کی طبعی و نوعی، وملکی وجنسی اختلاف کا بھی لحاظ قائم رہے اور سینکڑوں برس کی باقتضائے زمانہ نئی نئی ایجادات اور حادث ہونے والی ضروریات بلکہ واقعیہ ہی نہیں فرضیہ خیالیہ اور وہمیہ کی بھی رعایت اس میں قائم رہے، انسان جیسا جعلساز و مکار جتنی کچھ خرابیاں پیدا کر سکتا ہے ان سب کا انسداد بھی تام ہو سکے، اور نہ کسی صوبہ یا احاطہ کے لئے مخصوص ہو اور نہ کسی وقت اس میں ترمیم وتنسیخ کی ذرہ برابر حاجت پیش آئے۔ چنانچہ فقہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی تعلیم کا دفتر ہے اس کی عینی شہادت دے رہا ہے کہ آج چودہ سو برس گزرنے پر بھی کسی ملک اور کسی زمانہ میں کوئی واقعی یا فرضی صورت ایسی پیش نہیں ہو سکی جس کا حکم حلت یا حرمت یعنی اس کے حسن و قبح کے متعلق شریعت محمدیہ نے جواب نہ دیا ہو اور نہ آئندہ ان شاءاللہ نکل سکے۔

روحانی تربیت

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں آنے کا مقصود یہ تھا کہ دنیا بھر کی قیامت تک آنے والی مختلف الاحوال ناری وخاکی مخلوق میں کوئی بچہ یا بوڑھا اور مرد یا عورت ایسی نہ رہے جس کو قرب حق تعالیٰ کے اعلیٰ سے اعلیٰ مرتبہ پر پہنچنے کا طریق تعلیم نہ کر دیا جائے۔ چنانچہ تصوف وسلوک جو تہذیب نفس واصلاح قلب میں آپ کی اس اندرونی تعلیم کا دفتر ہے اس مضمون کی عینی شہادت دے رہا ہے کہ تیرہ صدیاں ختم ہونے کے بعد بھی کسی طبیعت اور کسی شغل ومصروفیت کا کوئی متنفس یہ نہیں کہہ سکا کہ مجھے اپنے خدا کی طرف لو لگانے کا طریقہ معلوم نہیں ہو سکا، اور میں اپنی خلقی کمزوری یا فطری نقصان کے سبب اس نعمت عظمیٰ کے حاصل کرنے سے معذور رہوں۔

دنیا بھر کے عقلاء کو چیلنج

یہ دو بڑی خدمتیں جن کے مختصر عنوان بالا اجمال مذکور ہوئے، وہ عظیم الشان کام ہیں۔ جن کے اجزاء کثیرہ میں سے ہر ہر جز کی عظمت وجلالت عقلاً ثابت ہے۔ پس اب ہم کو حق ہے کہ دنیا بھر کے عقلا وفلاسفر اور مختلف مذاہب کے مختلف الاحوال، لیڈروں کو مخاطب بنا کر دل ہلا دینے والی آواز کے ساتھ دعویٰ کریں، اور کہیں کہ لاؤ اپنے مقتداؤں، اماموں، پیشواؤں، اور سرداروں کے کارنامے، اور دیکھو سوچو، جانچو، اور خود پڑتال کرو، کہ کام کی عظمت کیا ہے۔ اور اسکا انجام دینا کس کا کام ہے؟ ان لیڈروں کا تو پوچھنا کیا جن کا مصلح اور ریفارمر ہونا کسی خاص زمانہ کے چند نفوس ہی نے تسلیم کیا ہے، اور گزشتہ وآئندہ زمانہ کے عام باشندوں کے کان ان کے نام سے آشنا بھی نہیں ہوئے، ہم تو یہ کہتے ہیں کہ جن کا مصلح ہونا قرن ہا قرن سے مسلم ہے، اور جن کی نبوت وتعلیم حقہ پر مخالف تو مخالف خود ہم کو بھی اقرار وایمان ہے، رفع بغاوت اور تعلیم قانون فلاح وصلاح عام میں وہ بھی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا مقابلہ نہیں کر سکے، بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ دنیا بھر کے سچے مصلحین کا ہزار ہا سال کا کارنامہ ترازو کے اونچے پلہ پہ ہے۔ اور ایک بطحائی پیغمبر کا آب زر سے لکھا ہوا کارنامہ ترازو کے جھکے ہوئے دوسرے پلہ میں ہے، تو ہم بالکل سچے رہیں گے۔

اور صرف زبانی دعوے سے نہیں بلکہ جزئیات کی تفصیل کے موقع پر ماخلف سے کہلوا لینگے۔ کہ درحقیقت جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت میں غور کرنے سے عقل انسانی کو چکر آتے ہیں۔

ان دو عظیم الشان خدمتوں کے علاوہ تیسری خدمت جس کی جلالت مذکورہ دونوں خدمتوں سے بڑھی ہوئی ہے اور بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد ہوئی تھی، یعنی اپنی تعلیم کا ذہن نشین، اور صرف دلوں میں نہیں، بلکہ رگ رگ اور پٹھے پٹھے میں پیوست کرنا جس کو تعلیم کا نتیجہ کہنا چاہیے، اس جز کا نام اسلامی اصطلاح میں تزکیہ نفوس ہے،

اور گو حقیقت میں یہ تعلیم کا ثمرہ ہے جس کو متعلم کی قوت انفعالیہ سے زیادہ تعلق ہے مگر چونکہ جب تک مؤثر خود قوی نہ ہوگا اس وقت تک کسی کی طبیعت متاثر ومنفعلہ کچھ حاصل نہیں کر سکتی، اس لیے یہ تیسری خدمت یعنی شاگردوں کو پڑھائے ہوئے علم کا عامل بنانا، آپ کی روحانی قوت کا وہ کارنامہ ہے، جس کو نتیجہ امتحان کہنا چاہیے اور اس کے مشاہدہ سے مذکورہ بالا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ دینے والے کی تعریف نہ کی جائے۔ (المنصب)

دونوں خدمتوں پر صاحب بصیرت کے لیے روشنی پڑے گی اس لیے مختصر طور پر اس کا تذکرہ بھی ضرور ہے اور وہ یہ ہے۔

تزکیہ نفوس اور تکمیل نتیجہ امتحان

یہ بالکل کھلی اور مانی ہوئی بات ہے کہ کسی کام میں سعی تام کر لینے کے بعد پھر بھی اگر نا کام ہو اور کوئی نتیجہ نہ نکلے تو اس کا الزام ساعی کی ذات پر نہیں ہوتا کیونکہ علم اور عمل جس کو دانش اور اس کا اثر کہنا چاہیے متعلم کی قوت انفعالیہ اور ہمت سے علاقہ رکھتا ہے۔ پس اگر کسی محنتی اور شفیق استاد کے شاگردوں میں ایک شاگرد بھی عالم یا اپنے علم پر عامل نہ بنے تو اس معلم پر الزام قائم نہیں کر سکتے جس کی رات دن محنت تعلیم کا مشاہدہ ہو چکا ہو۔ یا اگر کوئی جفاکش مدبر سپہ سالار افواج سرحدی پہاڑیوں کو زیر کرنے کی کوشش میں وطن کو خیرباد کہہ کر برس ہا برس جنگل کے خوفناک مناظر دیکھنے میں مبتلا رہا ہو، اور پھر بھی کوئی باغی شخص اپنی بغاوت سے باز نہ آیا ہو تو بینا کامی سپہ سالار کی اطاعت اور شاہی فرمان کی تعمیل میں راحت کو خیرباد کہنے کے قابل قدر خدمت پر دھبہ نہیں لگا سکتی۔

اسی طرح اگر انبیاء کی صدائے توحید وندائے رسالت پر کوئی بشر کان نہ لگائے اور یہ خداوندی سفیر اپنی بات کے پکے برس ہا برس اسی کشاکش اور سعی میں گزار کر راہی دارالبقاء ہو جاویں تو ان کی عظمت وجلالت میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ چنانچہ سیدنا نوح علیہ السلام جب نوسو برس تبلیغ کر چکے اور بجز چند نفوس کے جن میں اکثر آپ کا کنبہ ہی تھا۔ اور کوئی متاثر نہ ہوا تو سب کے غرق ہونے کی بد دعا کر بیٹھے اسی طرح سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا اثر قریبی رشتہ داروں پر نہ پہنچا، بلکہ انگریزی مورخین کے اقرار کی بموجب آپ کے حوارین بھی آپ پر ایمان لانے میں پختہ ثابت نہیں ہوئے بایں ہمہ اس اثر کی کمزوری سے سیدنا نوح علیہ السلام و سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور کام کی عظمت میں کوئی فرق نہیں آیا۔

پس اگر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک شخص بھی ایمان نہ لاتا، یا جو لوگ ایمان لائے تھے وہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پاتے ہی پھر باغی ہو جاتے تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کی عظمت اور خداداد ہمت و جفاکشی و محنت پر کسی کی طاقت نہ تھی کہ انگلی رکھے۔ مگر کار گزاریوں کی فہرست کے پیش ہونے پر دنیا کی نظریں چونکہ نتیجہ پر ضرور پڑتی ہیں اور کامیابی اور نتیجہ سعی کو شاہی صلات اور انعامات اور مراحم اور خسروانہ میں ضرور دخل ہے۔ اس لیے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاں رفع بغاوت اور تعلیم ہدایت کے لیے بھیجا گیا وہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد یہ خدمت بھی ہوئی کہ جاہلوں کو عالم بنائیں اور عالموں کو عامل، عامل کو صالح بنائیں اور صالح کو متقی، اور متقی کو مخلص اور مخلص کو صدیق۔ اعضائے جسمانی کو الگ پاک کریں اور قلوب وخواطر کو جدا صاف کریں، زبانوں سے کلمہ شہادت کا اقرار کرائیں، اور دلوں میں اس کی سچائی اور صداقت ڈالیں، قلوب میں اس کی عظمت پیدا کریں، اور عظمت میں ایسی حلاوت رچائیں کہ جان دینا سہل ہو مگر ایمان دینا سہل نہ ہو

خلاصہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی عظمت ان کی رگوں اور پٹھوں میں ایسی رچادیں کہ تلواروں کی چھاؤں میں گردنوں کا کٹنا ان کو لذیذ معلوم ہو، مگر اپنے پاک خدا کی عظمت کا زبان سے انکار کرنا جھوٹوں بھی گوارا نہ ہو۔ بس یہ ہے اصل ایمان کی حلاوت جو مقصود اعظم ہے ساری تعلیم نبوت کا اور یہی وہ شہادت صادقہ ہے جس کے ہوتے ہوئے کسی دلیل و برہان کی حاجت نہیں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کیمیا اثر

سو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خدمت کا ثبوت تو اس درجہ کھلا ہوا ہے کہ نصاریٰ اور یہود کی تاریخیں بھی ان سے لبریز ہیں۔ خدا جانے وہ کونسا کیمیاوی اثر تھا جو ہر شخص کو ایمان لاتے ہی ایک منٹ بلکہ اس سے بھی کم مقدار میں صرف ایک نظر سے اس انتہائی مرتبہ پر پہنچا دیتا تھا جو ہزار سال کی ریاضت و مجاہدہ سے بھی حاصل ہو جائے تو ارزاں ہے۔ آج سطح زمین پر کون شخص ہے جو اس کا انکار کرے کہ آپ جس وقت وحشت میں ڈال دینے والے دعوے کو پکارنے کے لیے تن تنہا مکہ میں کھڑے ہوئے تو خود آپ کے لئے بھی ایسا خوفناک منظر تھا کہ دیکھنے والوں کے دل دہلے جاتے، اور ہاتھ پاؤں کپکپائے جاتے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں کی مصیبت کا تو پوچھنا ہی کیا، اس پر ان حضرات کی پختگی و ثابت قدم کہ درے کھائے، بالو کی ریت پر عین دوپہر کی چلچلاتی دھوپ میں لٹائے گئے، بدن پر تیل ملا جانا برداشت کیا، گرم پتھروں پر جھلسنا گوارا کیا۔ زخم کھائے، خون کے فوارے بہے، مگر احد احد کا کلمہ جس کی مٹھاس دل میں بیٹھ چکی تھی زبان سے نہ ہٹا پر نہ ہٹا، خود سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بے بس تھے اور کسی قسم کی اعانت نہ کر سکتے تھے اپنے طفل نو آموز کی یہ تکلیف دیکھتے تو یوں فرما کر چلے جاتے کہ اے بلال رضی اللہ عنہ صبر صبر۔

عورتیں نظر کیمیاوی اثر سے متاثر ہوئیں تو زنجیروں میں جکڑنا پسند کیا، برہنہ کی گئیں، سر اور پیشانی کے بال پکڑ کر سنگریزوں پر گھسیٹی گئیں، شرم گاہوں پر نیزے اور برچھیاں ماری گئیں، آخر جان بحق تسلیم ہوئیں مگر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کفر نہ ہوسکا پر نہ ہو سکا۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ گرفتار کر کے غلام بنائے گئے، بکنا قبول کیا مشکیں کسی گئیں، کال کوٹھڑی میں رکھے گئے، کھانا بند کیا گیا، فاقوں پر فاقے برداشت کئے مگر یہ نہ ہو سکا کہ جو کلمہ زبان سے پڑھ لیا تھا، ایذا رساں دشمنوں کے پنجہ ظلم سے صرف بچنے کے لئے اس کا ظاہری محض

بصورت تو رسیاں کاٹ کر جائیں۔ آخر سولی پر لٹکائے گئے اور کہا گیا کہ اپنے اسلام سے باز آ ؤ تو نجات وراحت ملے، مگر اس پاک نفس کو تو راحت اسی میں تھی کہ جس کیمیا اثر نے اپنا بنالیا ہے اس کی عظمت کے خلاف بات زبان پر نہ آنے پائے۔ اس لئے ہنسے اور کہہ دیا کہ اس خیال سے درگزرو، اور کرو جو کچھ کرنا ہے۔ آخر سولی پر چڑھ کر یہ کلمات کہتے ہوئے کہ:

''یا اللہ اپنے رسول کو میرا آخری سلام پہنچا دیجئیو'' دنیا سے سدھارے اور انکار و کفر کا کلمہ زبان پر لانا بھی گوارا نہ کیا۔

ایک دو نہیں بلکہ ہزار ہا واقعات ہیں جنہوں نے اس بات کا ثبوت دے دیا ہے کہ آپ کی نظر میں وہ اثر تھا کہ جس پر پڑی اس کو کمال اطاعت کے انتہائی مرتبہ پر پہنچا کر رہتی۔ ایک جوان شخص نے بصد آرزو نکاح کیا اور جب تمناؤں کی پوری کرنے والی گھڑی آئی کہ پہلی شب میں وصال کا وقت قریب پہنچا تو کان میں آواز پڑی کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لوگوں کو جنگ میں لے جانے کیلئے بلا رہے ہیں اس آواز کا سننا تھا کہ موت کا خوفناک میدان اور خون کی ندیوں اور نالوں کا جنگل اس پیاری بی بی کے نظارہ سے زیادہ پیارا معلوم ہونے لگا۔ جس کو ہجر پر ہجر کی تکلیفیں جھیل کر آج حاصل کیا تھا۔ چنانچہ فوراً تیر کمان اور تلوار و نیزہ سنبھال کر اُحد کی تلہٹی میں آپہنچے اور دو چار وار کے بعد شربت شہادت پی کر میٹھی نیند سو رہے ہے۔

جنگ بدر کا ہولناک منظر نظر کے سامنے تھا اور سرداران قریش کا عشرت ونشاط میں ڈوبا ہوا مست لشکر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر قلیل جماعت کو ڈرا رہا تھا کہ ایک انصاری نونہال جس کی نوجوانی پر دشمن کو بھی ترس آنا چاہیے خورجی میں سے چھوارا نکال کر کھاتا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر میں لڑتا لڑتا مر جاؤں تو کیا انعام ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اس لفظ کا نکلنا تھا کہ اس ہونہار کے قلب پر بجلی کوند گئی، خدا جانے اس کو کس قدر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کا اعتقاد تھا جس نے اس کو حصول جنت میں بیتاب بنادیا نہ اس کو اپنی جوانی کا لحاظ ہوا کہ ابھی دیکھا ہی کیا ہے؟ نہ ماں باپ کا خیال آیا کہ مجھ بغیر ان کا کیا حال ہو گا؟ نہ نیزہ کی سنان یا تلوار کی دھار سے ڈر معلوم ہوا کہ چبھنے سے کیا تکلیف ہو گی؟ سب کچھ اس کے ذہن سے محو ہو گیا اور جنت جس کا نام حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلا تھا گویا اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی، کہ اس کو منہ میں پڑی ہوئی کھجور کا نگلنا دشوار پڑ گیا آخر اس کو تھوکا اور یہ کہہ کر کہ:

''بخ بخ اس کے کھانے میں دیر ہوتی ہے''

آگے بڑھا اور شہید ہو کر جنت کو سدھارا۔

ابوسفیان کی بیوی ہندہ جنہوں نے کسی وقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کے سینہ کو چاک کر کے کلیجہ نکالا اور اسکو دانتوں سے چبا کر یہ کہتے ہوئے تھوکا کہ ''آج میرے کلیجے میں ٹھنڈک پڑ گئی''

جس وقت مسلمان ہوئیں تو حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگیں کہ:

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے زیادہ مجھے کوئی مبغوض منہ نہ معلوم ہوتا تھا اور آج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے زیادہ مجھے دنیا میں کوئی چہرہ محبوب نظر نہیں آتا۔''

غرض دس بیس واقعات ہوں تو کوئی نظیر میں پیش کرے یہاں تو جو حالت ہزاروں نو مسلم صحابہ اور نو آموز طلبہ علم رسالت کی ہوئی وہ سب کو معلوم ہے کہ ناز پروردہ شاہزادوں اور امن و عافیت کی زندگی گزارنے والے نبی زادوں یعنی قریش اور اہل عرب نے مسلمان ہو کر کیا کیا تکلیفیں نہیں اٹھائیں؟ گھر چھوڑے بے وطن ہوئے دولت چھوڑی، ثروت چھوڑی، مال چھوڑا، حکومت چھوڑی، کنبہ سے منہ موڑا، بی بی بچوں سے علاقے توڑے، بچپن کے یاروں اور مدت احباب و آشناؤں سے ناآشنا ہوئے عزت کو خیرباد کہا، راحت بالائے طاق رکھی، تلواروں کی چھاؤں میں آئے، فاقوں کے بستروں پر لیٹے مزدوریاں کیں، کئی کئی فاقوں پر شکم سیری کے لئے پانی کے بھاری ڈول اور چرس کنوؤں سے کھینچے اور ایک ایک ڈول پر ایک ایک چھوارہ لے کر پیٹ بھرا۔

غرض ہر قسم کی مصیبتوں میں جو کچھ پڑا برداشت کیا..... مگر ایمان کی حلاوت جس سے زبان قلب آشنا ہو چکی تھی نہ چھوٹی پر نہ چھوٹی۔

آخر وہ کونسی داب تھی جس نے ان کو تھام رکھا تھا، اور وہ کونسی لذت تھی جس کو ان تمام دشواریوں پر غلبہ حاصل ہو رہا تھا۔

ابو جندل رضی اللہ عنہ جو ایمان لانے کی سزا میں مکہ کے اندر پابہ زنجیر اور اندھیری کوٹھڑی میں قید تھے موقع پا کر عین اس وقت جب کہ میدان حدیبیہ میں صلحنامہ کی تکمیل ہو رہی تھی کسی تدبیر سے بھاگ آئے اور یوں سمجھ کر کہ مسلمان مجھے ضرور اپنی پناہ میں لے لیں گے اسلامی لشکر میں آ کر گر پڑے مگر قریش کے اصرار پر کہ ابو جندل رضی اللہ عنہ کو واپس کر دو۔ حضرت ابو جندل کا ہاتھ ان کے باپ کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔ یہ وہ وقت تھا کہ ایمان کی آزمائش کے لئے اس سے دشوار گھاٹی شاید مشکل سے ملے کہ خود مسلمان ہی ابو جندل رضی اللہ عنہ کو کفار کا تختہ مشق بنانے کے لیے کافروں کے حوالے کر رہے ہیں۔

مگر اللہ کے خداوندی سفیر کی نظر کیمیا اثر کہ ابو جندل رضی اللہ عنہ روتے ہیں اور دہائی دیتے ہیں کہ میں بڑی مصیبت سے بھاگا ہوں اب مجھے دشمنوں کے حوالے نہ کرو، اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

''اے ابو جندل! صبر کرو خدا تمہارے لیے کوئی دوسری سبیل نکالے گا''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مال خیانت کا صدقہ خدا قبول نہیں کرتا۔ (مسلم)

چنانچہ ابوجندل بہ ہزار یاس پھر زندان مصیبت میں داخل ہوئے مگر وہ کلمہ توحید جس کی حلاوت وشیرینی سے زبان قلب ایک دفعہ آشنا ہو چکی تھی نہ چھوٹا پر نہ چھوٹا...... وائے حیف کہ ان واقعات کو دیکھتے ہوئے کسی پھوٹے منہ سے یہ بہتان کا کلمہ نکلے کہ: "اسلام بزور شمشیر پھیلا"

چاہ بدر کا میدان جو کہ جان وایمان کے مقابلہ کا پہلا میدان، اور مکتب رسالت کی تعلیم یافتہ جماعت کے امتحان کا پہلا مکان تھا کہ تین سو تیرہ نفر کو جن کے پاس رسد اور ہتھیار کا سامان بھی کافی نہ تھا اپنے سے سہ چند ایسے دشمنوں کا مقابلہ کرنا تھا جو خونخوار بن کر مذہبی جنگ کے لئے پورا جوش نکالنے کو ہتھیاروں سے لدے ہوئے آہن پوش نکلے تھا مگر واہ ری استقامت کہ ایک بچہ کو بھی گھبراہٹ یا ہراس پیدا نہ ہوا اور کسی نے بھاگنے کا وسوسہ بھی نہیں کیا بلکہ کہا تو یہ کہا کہ "ہم موسیٰ علیہ السلام کی قوم نہیں جنہوں نے اپنے پیغمبر سے کہہ دیا تھا کہ تم اور تمہارا خدا دونوں جاؤ، اور لڑو، ہم تو یہیں بیٹھے ہیں، یا رسول اللہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے مستفیض ہوئے ہیں، اس لئے ہمارا قول یہ ہے کہ آیئے ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب بن کر کافروں سے لڑنے کو ہر طرح تیار ہیں۔"

تاثیر نظر کی قوت

ایک عجیب بات جس پر کمال حیرت ہے آسمانی سیر کی نظر شفقت کے متعلق یہ ہے کہ جس درجہ وہ قوی الاثر تھی اسی طرح زوداثر بھی تھی کہ اتنے زور کا اثر پیدا ہونے کے لئے ایک لحہ بھی کافی ہو جاتا تھا۔ چنانچہ سینکڑوں واقعات ہیں کہ ابھی دشمن بنے ہوئے خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ کو نکلے تھے اور مسلمان ہوتے ہی اسی تلوار کو لے کر اپنے کنبہ و برادری بلکہ بھائی باپ پر حملہ کرنے کے لئے تل گئے۔

سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جن کے کارناموں سے تاریخیں لبریز ہیں، آخر وہی تو ہیں جو جنگ احد میں کفار کے سپہ سالار بن کر آئے، اور کنی کاٹ کر درہ کوہ کی راہ پشت کی طرف سے حملہ کر کے مسلمانوں میں ہل چل ڈال چکے تھے۔ وہ دن تھا کہ اس تدبیر پر بہتر مسلمانوں کے شہید ہونے کی وجہ سے ان کو ناز تھا مگر جس دن مسلمان ہوئے تو اس کی تلافی کرنے کے لئے بہتر ہزار کافروں کی گردنیں کاٹنے کا عہد کر چکے تھے جن کو عمر بھر میں پورا کیا۔

حضرت وحشی رضی اللہ عنہ جنہوں نے صرف سو اونٹ کی لالچ میں سپہ سالار اسلام سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عم بزرگوار سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو دھوکہ سے شہید کیا تھا جس دن مسلمان ہوئے تو ندامت کے سبب سر سے لے کر پاؤں تک پسینہ میں غرق تھے اور عہد کر چکے تھے کہ اگر کافروں میں سے ایسا ہی نام آور قتل نہ کیا تو خدا کو منہ دکھانے کی جگہ نہیں ہے۔ چنانچہ مسیلمہ کذاب کو جس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا قتل کر لیا تو چین پڑا، اور سمجھے کہ اس بڑے خطاو قصور کی جس کا ارتکاب بحالت کفر ہوا تھا آج تو یہ پوری ہوئی ہے۔

تعلیم وتربیت کی واقعاتی شہادت

پھر چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قانون الٰہی کی تعلیم کا ہر پہلو پورا کرنا تھا اس لئے جرائم کی سزائیں، اور ناگوار واقعات بھی رات دن پیش آتے تھے۔ ادھر ابھی تک کافروں کو ہر طرح آزادی اور غلبہ حاصل تھا اور وہ مسلمانوں میں سے کسی شخص کے ٹوٹنے کو بڑی پیاری اور عظمت کی نظر سے دیکھتے تھے، مکہ کا راستہ کھلا ہوا تھا، اور وہاں اسلام سے پھر جانے والا شخص سردار بنتا ادھر نہ ان کی کوئی روک تھام تھی، نہ خوشامد وعزت تھی بلکہ اس کے برعکس فاقہ کی تکلیفیں جدا تھیں، بے وطنی علیحدہ تھی پانچ پانچ وقت نماز کے لئے جماعت میں آنے کا بار علیحدہ تھا۔ مہمان نوازی کے بوجھ علیحدہ تھے، جنگ کے لئے تیاریاں اور مصارف جنگ کے لئے چندوں کا غرض مال وجان کا نظرانہ جدا پیش کرنا تھا۔ بایں ہمہ آسمانی تعزیرات کا قانون ان پر بے تکلف اور بلا رورعایت جاری کیا جاتا تھا۔ کسی سے چوری ہوگئی تو اس کا ہاتھ قطع کر دیا گیا، اور زنا صادر ہوا تو پتھروں سے کچلا کر کے سنگسار کر دیا گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کا قصہ ہوا تو ایک چھوڑ تین تین کو حد قذف کا حکم ہوا اور اسی اسی درے مارے گئے، پھر آج ماں اور بہن سے نکاح حرام ہوا تو کل بی بی کے ساتھ اس کی بھانجی و خالہ یا بھتیجی و پھوپھی کا جمع کرنا حرام ہو گیا، آج گدھا حرام ہو گیا تو کل کو شراب حرام ہوگئی، آج ایک چیز چھڑوائی گئی تو کل کو دوسری چیز ترک کرا دی گئی۔ یہ سب کچھ تھا مگر اللہ ری استقامت کہ شراب کی حرمت نازل ہوتے ہی محض ایک آدمی کی اطلاع پر مٹکے کے مٹکے اونڈھا دیئے اور اس کا بھی انتظار نہ دیکھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے تحقیق تو کر لیں کہ یہ خبر صحیح ہے یا غلط؟

سارق کھڑا ہوا اپنے ہاتھ کٹا رہا ہے، مگر اسلام سے انکار اور مکہ چلے جانے کا نام نہیں لیتا، زنا کا خطاوار شخص اپنے مجرم ہونے کا خود اقرار کرتا اور بے چین ہو ہو کر کہہ رہا ہے کہ مجھ کو جلد سزا دیجئے۔ چنانچہ میدان میں اس کو کھڑا کیا جاتا ہے اور چار طرف سے اس پر پتھر برس رہے ہیں۔ حالانکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ اگر بھاگے تو راستہ کھول دینا، مگر اس کو اپنی موت اور سزائے شریعت میں اپنے نفس کو نمونہ بنانے کی لذت کسی طرف بھاگنے نہیں دیتی۔ آخر اونٹ کی دھاردار ہڈی کی ضرب سے زخمی ہو کر گرتا اور راہی آخرت ہو کر ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔

ذرا بتایئے تو سہی کون سی قوت تھی جس نے عام اور خاص کو اس طرح

شکنجہ میں جکڑ لیا تھا کہ ایک بڑی زبردست سلطنت بھی سنگینوں اور ننگی تلواروں کے پہرہ میں اس کوانجام نہیں دے سکتی۔

تبوک سے واپس ہو کر جب وہ لوگ پیش ہوئے جو غزوہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں گئے تھے۔ تو سب منافقوں نے جھوٹے عذر و حیلوں پر اپنا بچاؤ کر لیا، مگر تین صحابہ نے یوں سمجھ کر کہ سچ ہی نجات دینے والی شے ہے صاف عرض کر دیا کہ ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو کوئی معقول عذر مانع جہاد نہیں تھا، اور درحقیقت ہم لوگ بلاوجہ محض اپنی کوتاہی اور کم ہمتی سے شریک جنگ نہ ہو سکے۔''

اس پر ان کا معاملہ خدا کے سپرد ہوا اور خطاوار ہونے کی فوری سزا کا یہ برتاؤ ان کے ساتھ عمل میں آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی ان سے بولنا چھوڑ دیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی منع فرما دیا کہ کوئی ان سے بات نہ کرے، ان بیچاروں کی آزمائش کا یہ ایسا نازک وقت تھا کہ بہادروں کے پتے پانی ہو جاتے ہیں کہ جھوٹے عذر کرنے والوں کو کوئی سزا نہ ملی اور سچ بولنے پر اس آفت کا سامنا ہوا کہ جدھر جاتے ہیں وہ بات نہیں کرتا اور جس طرف دیکھتے ہیں وہ منہ پھیر لیتا ہے۔ ادھر ان کی بیبیوں اور ماؤں بہنوں کی آزمائش تھی جن میں زیادہ دشواری بی بی کو تھی جو اپنی زندگی وراحت کی باگ ہمیشہ کے لئے ان کے ہاتھوں میں دے چکی تھی۔ مگر اللہ رے استقامت کہ عورت ذات ہو کر بھی اس کا خیال نہ کیا کہ طلاق ورنجش کے بغیر زندہ خاوند کو چھوڑ کر زندگی کس طرح گزاروں گی۔

چنانچہ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم سنا کہ ان سے کوئی شخص بات نہ کرے تو خود دریافت کرا بھیجا کہ ہم پابند وقید زوجیت عورتوں کے لئے کیا حکم ہے کہ خاوند کی اطاعت کریں جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے ضروری بتایا ہے یا طلاق لے کر اپنے میکے چلی جائیں؟ اور جب ان کو بھی یہ حکم ملا کہ کو مطلقہ یا بیوہ کا حکم ابھی جاری نہیں مگر آسمانی فیصلے کے ظہور تک بولنے سے تم بھی پرہیز کرو تو پھر کسی نے اپنے خاوند کو یہ بھی نہ سمجھا کہ کہاں رہتا ہے اور کیوں گھر میں آتا ہے؟

ادھر ان سچے جوانمردوں کا امتحان تھا کہ بیوی جس پر ہر طرح اختیار تھا وہ بھی ایسی بڑھ چڑھ گئی کہ بات نہیں کرتی، اور تعمیل حکم تو درکنار کلام کرنا بھی گناہ سمجھتی ہے۔ آخر سچ بولنا بھی کیا کوئی قصور ہے کہ جس کی اس قدر سخت سزا ملی، مگر اللہ رے استقامت کہ مسجد میں جانا نہ چھوڑا اور نماز قضا نہ ہو سکی۔ کسی نمازی نے بات تک نہیں کی اور سلام کا جواب تک نہیں دیا۔ مگر ان کو ہر وقت اپنے کام سے کام اور یہ دھیان رہا کہ سرور عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کہیں دل میں تو ناراض نہیں؟ چنانچہ بار بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نظریں اٹھا کر دیکھتے، اور اتنی بات کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی نماز میں مشغولیت کے وقت کن آنکھوں سے ان کو دیکھا کرتے ہیں، دیکھ کر باغ باغ ہوئے جاتے تھے۔ ان کے دوست اور احباب اور بھائی برادر جو اکثر آمد و شد رکھا کرتے تھے۔ یک لخت بے تعلق ہو گئے تھے۔ پڑوسی جن سے ہر وقت چہل پہل رہتی تھی، ان کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھتے تھے۔ بازار کے دوکاندار ان کے سوال کا جواب نہ دیتے۔ اور نرخ پوچھنے پر کوئی ان کو اپنی چیز کی قیمت بھی نہ بتاتا تھا۔

پھر یہ مصیبت در مصیبت ایک دو دن نہیں رہی، بلکہ پورے چالیس دن قائم رہی کہ زمین باوجود وسعت ان پر تنگ ہو گئی اور زندگی دوبھر معلوم ہونے لگی۔ اسی حالت میں دوسری آزمائش ہوئی کہ بازار میں چلتے ہوئے ایک شخص نے ان کو خط لا حوالہ کیا۔ جس کو کھول کر دیکھا تو اس میں ایک رئیس کافر نے ان کو بلایا اور ترغیب دی تھی کہ

''میں نے سنا ہے کہ سچ بولنے کے جرم میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقابل برداشت سزا دی ہے۔ جس کا سبب یہ ہے کہ وہ تمہارے قدر دان نہیں، اور نہیں جانتے کہ تم کس مرتبہ اور عزت کے قابل ہو۔''

یہ مصیبت اور اس پر اتنا سہارا بھلا کوئی سوچ کر بتائے کہ ایسی کشاکشی میں اس ناز پروردہ شخص کو روکنے اور سنبھالنے والا کون ہے؟ کہ اب بھی یہ سرداری کی گدی پر لات مار کر اسی ذلت وخواری میں رہنے کو لذیذ اور عزیز سمجھے کہ جدھر جائیں دور دور ہو اور جس طرف نکلیں پھٹ پھٹ ہو۔

مگر اللہ رے استقامت اور پختگی کہ اس خط کو لے کر تنور والے کی دکان پر آئے، اور غصہ کے ساتھ اس خط کو دہکتی آگ میں جھونک کر قاصد سے کہا کہ ''یہ ہے تیرے خط کا جواب، کیا تو یا تیرا بھیجنے والا دشمن خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم یوں چاہتا ہے کہ میں ایمان کی حلاوت چھوڑ بیٹھوں، اور وہ نعمت جس سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتیوں کے طفیل حق تعالیٰ نے مجھ کو نوازا ہے ہاتھ سے کھو بیٹھوں؟ سو جان دے دوں گا، اور اس سے زیادہ ذلیل حالت میں زندگی کے دن کاٹوں گا، مگر ایمان سے نہ ڈگوں گا پر نہ ڈگوں گا۔''

آخر پچاس دن کے بعد توبہ معافی نازل ہوئی اور اس کی اطلاع پا کر ان حضرات نے مژدہ سنانے والے قاصد کو جوش مسرت میں بدن کے کرتے اتار کر دے دیئے۔

آج کوئی ہے دنیا میں جو اپنی یا اپنے پیشوا کی پچاس برس کی تعلیم و تربیت کا اثر اعلیٰ درجے کے سمجھدار پڑھے لکھے سلیم الطبع خوش فہم ذکی وقوی الحافظہ شاگرد پر واقعات کی شہادت سے ایسا ثابت کر دے جیسا ہم اپنے آقا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک لمحہ کی تعلیم و تربیت کا اثر ایک

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دروازہ پر آ کر مانگنے والا مومن کے لئے اللہ کی طرف سے ہدیہ ہوتا ہے (اس کو خیرات دی جائے)۔ (تاریخ بغداد للخطیب)

گاؤں میں رہنے والے ان پڑھ، کند ذہن، بد مزاج، تند خو اور ایسے اکھڑ طبیعت کے شخص پر ثابت کر سکتے ہیں، جس کی اخلاقی کمزوری اور قوت انفعالیہ کے ناقص و مضمحل ہونے کا ہر شخص کو اقرار ہے اور اس کی حالت دیکھ کر مشفق معلم بھی کانوں پر ہاتھ دھر کر یوں کہے گا کہ یہ جماعت نہ تعلیم یافتہ ہو سکتی ہے، نہ تربیت پانے کی صلاحیت و اہلیت رکھتی ہے۔ وہی بدو، جن کی آج ذرا سی جہالت و سختی دفع کرنے اور تعلیم یافتہ بنانے کی تدبیر سے سلطنت عاجز ہو رہی ہے۔ خداوندی سفیر کی ذرا سی تعلیم کے اثر سے ایسی مہذب بنی تھی جس نے لکھوکھا متمدن اور سیاست پسند اقوام کو سبق پڑھایا، اور مدبر و سیاسی فتح مند و با اقبال سلطان السلاطین بنایا ہے۔

کچھ سمجھ کام نہیں کرتی کہ وہ کیا قوت تھی جس میں اس قدر زبردست اثر تھا کہ تصویر کا رخ پھیرنے اور رات کو دن بنانے کے لئے ایک سیکنڈ کی ضرورت نہ تھی۔ جنگ بدر میں جب ستر مشرکین قید ہو کر آئے اور ستر مقتول ہوئے تو اہل مکہ میں تہلکہ پڑ گیا چنانچہ ایک شخص جو اپنی افتاد پر زندگی سے بیزار ہو گیا تھا، اپنے اہل و عیال کے نفقہ کا ایک رئیس کو متکفل بنا کر اس خیال سے مدینہ چلا کہ خاص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرے، چونکہ نہ یہاں دربان تھا نہ چوکیدار، نہ نقیب، نہ چوبدار، نہ باڈی گارڈ تھا، نہ محافظ، پولیس کا پہرہ، ایک مسجد تھی کہ خدا کا گھر ہونے کی وجہ سے علامۃ الورود تھی، اور ہر وقت اس کا دروازہ کھلا رہتا تھا کہ جس کا جی چاہے بے کھٹکے چلا آئے اسی میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے رہتے، اور اپنی مفوضہ خدمت تعلیم و تربیت کو انجام دیا کرتے تھے، اس لئے یہ شخص تلوار حمائل کئے ہوئے بے کھٹکے اندر آ گیا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت کے ساتھ اپنے پاس بٹھالیا۔ ہر چند کہ صحابہ نے خونخوار آنکھیں دیکھ کر اور بدامنی کے زمانہ میں تلوار سمیت دشمن کے اندر آنے کو اندیشناک سمجھ کر چاہا تھا کہ اس کو نظر بند رکھیں، مگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ بھی پرواہ نہ کی اور مسکرا کر اسی سے دریافت فرمایا کہ کہیے کس نیت سے آنا ہوا؟

آنے والے شخص نے حیلہ تراشا، اور بات بنانے کو کہا کہ

''فلاں عزیز کی رہائی کا خواہش مند بن کر آیا ہوں''

مگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ نظر ڈالی اور کہا کہ

''لگی لپٹی بات اچھی نہیں ہوتی کہ جھوٹ بولنا شرافت کے بھی خلاف ہے، یوں کیوں نہیں کہتے کہ میرا سر لینے کو آئے ہو''؟

بس اس نظر کا پڑنا تھا کہ تیر بن کر کلیجہ کے پار ہوتی چلی گئی اور اس نو وارد کی کایا دفعۃً ایسی پلٹی کہ بے اختیار کہہ اٹھا۔

''بے شک آیا تو اسی ارادہ سے تھا مگر اب تو میرا آنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام بننے کے لئے ہو گیا۔''

اس کے بعد کلمہ پڑھا، اور چند روز خدمت میں رہ کر مکہ جانے کی اجازت چاہی تا کہ دوسروں کو اسلام کی ترغیب دیں یہاں وہ بیچارا جس کے ذمہ بی بی بچوں کا بوجھ ڈال آئے تھے اس انتظار میں دن کاٹ رہا تھا کہ اب بدر میں کام آ جانے والے روساء قریش کی پس ماندو نگی پوری تسلی ہوا چاہتی ہے کہ آنے والے مدنی مسافر نے اس کو خبر دی:

''شکاری تو خود شکار ہو گیا اور تم کو اس کے اہل و عیال کی زیر باری مفت میں اٹھانی پڑی۔''

آخر چند روز بعد وہ نومسلم بھی آئے اور ضبط نہ کر سکے کہ زبان سے نکلی ہوئی شہادت کو با آواز بلند نہ پکار دیں۔ چنانچہ بازار میں نکلے اور گلی گلی کوچہ کوچہ کلمہ شہادت پڑھتے پھرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ قوت تاثیر اس قدر عام تھی کہ کسی نومسلم کی طرف سے کسی شخص کو یہ وسوسہ یا خطرہ بھی نہ ہوتا تھا کہ آخر عداوت کی آگ چار طرف پھیلی ہوئی ہے اور دشمنان اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا منصوبہ باندھنے میں کسی چال اور تدبیر سے بھی باز نہیں آتے، پس ممکن ہے کہ اس نومسلم کا یہ اسلام لانا بصورت تقیہ صرف اس غرض سے ہو کہ مار آستین بن کر کامیابی کی صورت نکالے چنانچہ وہی شخص جو آج کفار کی جماعت سے ٹوٹ کر اسلام کا اظہار کرتا تھا اگلے دن سپہ سالار فوج بنا کر کافروں کے قتل و قتال کی غرض سے کسی طرف سے روانہ کر دیا جاتا تھا اور کسی کو احتیاط کے درجہ میں اس کا واہمہ بھی نہ آتا تھا کہ شاید یہ دغا کرے اور اس مذہب سابق کی جس میں نشو و نما پایا، اور ولادت سے لے کر کل گزشتہ عمر تک اس میں رسا بسا ہے طرف داری نہ کر جائے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیمیا اثر نظر پڑتے ہی اس کے قلب میں اتر جانے کا تجربہ و مشاہدہ نومسلموں کے ایمان کی پختگی کا انتہا یقین دلا چکا تھا کہ دھوکہ اور بدنیتی کا کسی کو گمان بھی نہ ہوتا تھا۔

شان تکمیل

پھر یہی نہیں کہ اپنی تعلیم کا اثر پیدا کرنے کے لیے متعلمین کو عامل بنانے پر اکتفا کیا ہو، بلکہ قلوب کے تزکیہ کی جو خدمت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کی گئی اس کے بھی سارے مراتب طے کر دیئے گئے کہ عالم کو عامل بناؤ اور عامل کو کامل اور کامل کو مکمل بناؤ کہ خود درجہ کمال کو پہنچ کے وہ استعداد حاصل کریں جس سے آئندہ دوسروں کی تکمیل کر سکیں۔ اور تکمیل کر سکنے کی استعداد میں بھی یہ مراتب ملحوظ رہیں کہ وہ دوسروں کو عالم اور عامل اور کامل بنا کر اسی استعداد والا مکمل بنا سکیں۔ کہ وہ آئندہ دوسروں کی تکمیل کر سکیں۔ ھلم جرا یہی سلسلہ قیامت تک قائم رہ سکے۔ اور اس درجہ تکمیل میں تا یوم المنشور کسی وقت بھی کوئی ضعف یا کمی نہ آنے پائے جس کا مطلب یہ ہوا کہ پڑھاؤ

لکھاؤ، اور ایسا عالم باعمل، بناؤ مدرس بن کر دوسروں کو ایسا ہی زبردست عالم بنا سکے جو آئندہ پڑھائے لکھائے اور پھر ایسے مولوی بنا سکے جو مسند تدریس پر بیٹھ کر ہزار ہا شاگردوں کو درس دے سکے، اور پڑھا لکھا کر مدرس عالم تیار کر سکے۔ قیامت تک اس سلسلہ کی بقا کو دیکھئے اور پھر سب کی منبع و سرچشمہ کی قوت تکمیل پر نظر کیجئے، کہ ضدی اور ہٹ دھرم قوم کو مسلمان بنا کر ہر فن اور ضرورت واقعیہ و فرضیہ کا عالم بنانا، اور عمل کی صلاحیت پیدا کرنا، اور اس میں پختگی وثبات اور اس قدر مضبوطی کا ڈالنا کہ جان جائے مگر ایمان نہ جائے۔

اور اس عالم کو کامل بنانا اور اس میں دوسروں کے کامل بنا سکنے کی استعداد کا ڈالنا اور کامل ہی بنا سکنے نہیں بلکہ آئندہ غیر محدود زمانہ تک اسی سلسلہ تکمیل کے قائم رکھنے والی تکمیل کا اہل بنا کر مکمل اکمل بنانا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب سوم تھا جس کے ثبوت میں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ و سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ کے نام پیش کئے جاتے ہیں کہ وہی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جو کسی دن اس خداوندی سفیر کے قتل کا منصوبہ باندھ کر تلوار لے کر گھر سے نکلے تھے آخر مسلمان ہوئے اور ایسے مسلمان ہوئے کہ دشمنوں کے بھرے مجمع میں سب سے پہلے ندائے حق حرم محترم کے اندر بلند کی۔ عالم ہوئے تو ایسے کہ ہزار ہا خلوق کو پڑھا لکھا دیا، کامل بنے تو ایسے کہ زبردست سلطنت کو تھام کر قوانین محمدیہ کے زیر نگرانی اس خوش اسلوبی سے چلایا کہ آج مخالفین کو اس کی نظیر لینے کی ضرورت ہے مکمل بنے تو ایسے کہ ہزار ہا کفار کو مسلمان بنا دیا اور مسلمان ہی نہیں بلکہ اسی حلاوت ایمانی وثبات قدم کی تعلیم دے کر جادہ شریعت محمدیہ پر ہمیشہ کے لیے لا ڈالا آخر اسی صلاحیت کا مژدہ جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بایں الفاظ سینکڑوں صحابہ رضی اللہ عنہم نے سنا کہ:

''اگر میرے بعد نبی ہوتا تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہوتا،،

شان صدیقی رضی اللہ عنہ و فاروقی رضی اللہ عنہ

جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی جلالت اور شان تکمیل کے کمال پر پہنچنے کی یہ حالت ہے تو سیدنا صدیق عتیق رضی اللہ عنہ کا تو پوچھنا ہی کیا جن کی پاؤں کی خاک کا سرمہ بنانا حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنی عزت معلوم ہوتا ہے اور جن کے قدم بہ قدم چلنے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنی نجات سمجھے ہوئے تھے اور آپ کی شان تکمیل کے سب سے بلند ہونے کا ثبوت یہی کافی ہے کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے خلافت صدیقی رضی اللہ عنہ کی نیابت کا بوجھ اٹھایا تھا تو سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ نے رسالت محمدیہ کی جانشینی کا بار سر رکھا تھا۔ اگر حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے شام و عراق و مصر کے بگڑے ہوئے باشندوں کو سنوارا اور نو مسلموں کو سنبھال کر ان کی تکمیل کی تھی تو سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ نے مکملین کاملین کی افسردہ طبیعتوں کو تھام کر اور اکابر و سرداران عالم یعنی حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی خطرناک متغیر حالت کو اس نازک وقت میں سنبھال کر اپنی شان تکمیل کا ثبوت دیا جب کہ فلک نبوت کے ماہتاب اور آسمان رسالت کے آفتاب کے غروب ہونے اور پیاروں سے پیارے اور محبوب تر سے محبوب تر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر ان کو پیش آئی ......اور عمر رضی اللہ عنہ جیسے ثابت قدم جلالت ماب کامل مکمل کی بے حواسی کا یہ عالم تھا کہ تلوار نیام سے نکالے کھڑے اور یوں فرما رہے تھے کہ: ''اگر کسی نے کہا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو اس کو قتل کر دوں گا''

یہ صرف سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ کا ہی کام تھا اس زبردست علماء کاملین کی جماعت کو سنبھالا اور ایسا نازک سماں جس میں جو کچھ بھی ہو جاتا تھوڑا تھا کہ گرتی ہوئی جماعت مکملین کو تھام لیا۔ جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تکمیل اتم کا ثمرہ ہے جو آج چودھویں صدی میں بھی ایسی کامل مکمل نظر آ رہے ہیں۔ جن کا وجود باوجود صلاح و علم و عمل کے کمال کا درجہ حاصل کرنے کے بعد دوسروں کی تکمیل کا اسی طرح سلسلہ چلا رہے ہیں۔ جس طرح ایک چراغ سے دوسرا چراغ روشن ہوتا ہے۔ اور جن کے بقاء سلسلہ کی مکمل اتم سفیر نے اسی زمانہ تکمیل میں بایں الفاظ اطلاع دے دی تھی کہ:

''اس سلسلہ تکمیل کی بدولت میری امت میں ہمیشہ قیامت تک ایک ایسا گروہ قائم رہے گا جن کو حق پر ثبات قدم نصیب ہوگا اور وہ امر حق کے ظاہر کرنے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے''

علمائے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم

چنانچہ ان حضرات کا وجود ہر بصارت والے کو ادنی توجہ سے نظر آ رہا ہے اور یہی وہ خدمت رسالت ہے کہ جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی قوت تکمیل کا سلسلہ چلنے سے ہر قرن اور ہر صدی میں علماء امت محمدیہ سے لی گئی اور اس کی بناء پر علماء امت محمدیہ کو انبیاء بنی اسرائیل کے مثل کہلائے جانے کا شرف حاصل ہوا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمات مبارکہ کا حاصل

اب ان تینوں خدمتوں کو جن میں ہر ایک خدمت بالاستقلال ایک حیرت کن عظمت رکھتی ہے یکجا ملائیے اور دیکھئے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنا اہم کام اپنے ذمہ لیا تھا اور اس کو تن تنہا کس خوبی کے ساتھ کس قدر پائدار اور کتنے وسیع پیمانہ پر انجام دیا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے منصب کی تکمیل کے لیے کل تیس سال کا زمانہ پایا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلاح کا نام زبان سے نکالتے ہی گویا گھاس

میں آگ لگادی، اور تند خو، بدمزاج، شریف النسب متکبر شاہزادوں کو غصے سے مشتعل اور غضب ناک بنا کر اپنے نفس کو ہر قسم کے مصائب کا نشانہ بنایا بالطبع نازک مزاج، ناز پروردہ، رئیس زادہ ہونے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم طبعاً کسی تف کے کلمہ کی بھی سہار نہ کر سکتے تھے۔ خصوصاً ہاشمی النسل اور خواجہ عبدالمطلب کے پوتے ہونے کی وجہ سے تو چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجازی ملک کے شاہزادہ تھے اور یتیم ہونے کی وجہ سے لاڈ پیار کے گہوارہ میں پلے تھے، جس نے سونے پر سہاگہ کا کام دیا تھا اس لئے طبعی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کی مخالفت اور گستاخ حرکت بہت تکلیف دہ تھی۔ بایں ہمہ جب قوم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوی کو دلشکن پایا تو وہ لوگ جو اس سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وعادات کی داد دیا کرتے تھے۔ مخالفت پر تل گئے، گالیاں دیں، کوسنے سنائے، طنز وطعن کئے، آوازے کسے، مذاق اڑایا، بجائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ کا نام مذمم رکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہجو یہ قصیدے لکھے اور بھرے مجمعوں میں ان کو ہنس ہنس کر سنایا۔ مجنوں و دیوانہ کہا، کاہن بتایا، تہمتیں لگائیں، ساحر و جادوگر کہا، شاعر مشہور کیا، پتھر پھینکے، کنکر برسائے، بیٹیوں کا لین دین بند کیا، خرید و فروخت روک دی۔ برادری سے گرایا، نجاست کے ٹوکرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر پھینکے، آپ کی پکتی ہانڈیوں میں خاک جھونکی، دھمکیاں دیں اور ہر قسم کی مصیبت و تکلیف کا ہدف بننے سے ڈرایا قتل کے منصوبے باندھے غرض جو کچھ نہ بھی کرنا تھا وہ بھی کر گزرے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے میں لغزش نہ آئی اور آخر اسی قلیل مدت کے اندر یہی ایذا رساں جماعت جس کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار سے زیادہ تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مطیع و غلام بنی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجنے والے خدا نے اس خدمت کی تکمیل کا اقرار فرما کر اس طرح داد دی کہ: ''اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تم کو وہ وقت دیکھنا نصیب ہوا کہ لوگ گروہ ہا گروہ اور جوق در جوق بغاوت سے تائب ہو کر تمہارے مطیع اور ہمارے نیک بندے بن رہے ہیں۔ پس چونکہ خدمت تمہاری انجام پا چکی اس لئے اب ہماری طرف توجہ اور روانگی کا سامان کرو''۔

اسی قلیل مدت میں اس نو آموز جماعت کو جس نے ہر قسم کی دشمنی کے واقعات دکھا کر اسلام قبول کیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم بنایا عامل بنایا اور اس درجہ صالح اور ثابت قدم بنایا کہ انہوں نے خدا کی محبت کا مقابلہ دنیا کی ہر محبوب سے محبوب پیاری سے پیاری چیز کے ساتھ کر کے دکھا دیا کہ وطن اس کی بدولت چھوڑے ماں باپ اور بی بی بچوں کو اس پر صدقہ کیا، حضرت تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کی محبت میں اپنے ہم مذہب مہاجر بھائیوں سے درخواستیں کیں۔

''آدھا مال بٹالو اور جس بی بی سے نکاح کرنا چاہو اس کو طلاق دلوا لو''۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو حضرت اپنی نو مسلم مہمانوں کی خاطر خود بھوکا رہنا، اور بے زبان بچوں کا بھوکا سلانا گوارا کیا اور اپنی خوراک اپنے بھوکے بی بی بچوں کی خوراک اپنے بھائیوں کو کھلا کر خوش ہوئے یہاں تک کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کی اتنی تکمیل فرمائی کہ فرداً فرداً ہر شخص اگر گاؤں کا رہنے والا تھا تو ہزاروں آباد بستیوں کا مقتدا و امام بننے کے قابل ہو گیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا اظہار بایں الفاظ فرمادیا کہ: ''میرے صحابہ آسمان کے ستاروں کی مثل ہیں۔ کہ منزل کا طالب راہ چلتا مسافر جس کے پیچھے بھی ہو لے گا راہ پالے گا''۔

پھر ان کو کامل کیا، اور ایک بڑی جماعت کو مکمل بنایا کہ دوسروں کی تکمیل کر سکیں اور مکملین میں سے چار حضرات کو مخلص قرار دے کر تکمیل او رصلاحیت تکمیل اغیار سند عطا فرمائی چنانچہ ان کے مراتب کا علو بایں الفاظ ارشاد ظاہر فرمایا کہ: ''میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کا اتباع کیجیو اور اسی میں صلاح وفلاح اور حق وصواب کو محفوظ سمجھو''۔

پھر ان میں حضرات شیخین رضی اللہ عنہم کی استعداد نبوت کا ملہ ظاہر فرما کر تکمیل کے اس انتہائی مرتبہ کو ختم فرمادیا جس کا علمی و عملی اثر قیامت تک کے غیر محدود زمانہ تک چلتا رہے گا۔

پھر تعلیم و تربیت کی خدمت کو انجام دیا تو اس قدر وسیع تعلیم دی کہ دین اور دنیا کی کسی ضرورت کو نہ چھوڑا اور زمین کی کسی گوشہ اور کسی جزیہ کے آدمی اس سے باہر نہ نکل سکے۔ اور وہ بھی اتنا طویل کہ قیامت تک آنیوالی نسلوں کی پیش آئندہ غیر متناہی ضرورتوں کو حاوی ہوئی اور ضرورتیں بھی فرضی ہو یا واقعی، اور پھر انسان کے ساتھ جنات کی مخلوق کثیرہ بھی شامل کر دی گئی، اور سب میں سیاست، معاش اور انتظام معاد کی دو شقیں کر دی گئیں اور ہر شق میں مامورات کے اندر فرض و واجب و سنت و مستحب کے چار چار درجے مقرر کئے اور ممنوعات میں حرام و مکروہ تحریمہ و مکروہ تنزیہ کے تین مرتبے قائم کئے اور یہ سب کچھ صرف کہہ کر نہیں بلکہ کر کے دکھلایا کہ قولی تعلیم حاضر وغائب دونوں کو شامل ہونے کے سبب پائیدار و وسیع ہوتی ہے مگر سہل نہیں ہوتی۔ اور عملی تعلیم سے دیکھنے والا ارکان و آداب فعل کو بہت جلد سیکھ جاتا ہے۔ اور اسلیے یہ صورت تعلیم سہل ترین ہوتی ہے، مگر صرف حاضر ہی کے لیے مخصوص ہونے کے سبب عام نہیں ہوتی۔ پس دونوں قسم کی تعلیم کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق ادا کیا۔

اور صرف تئیس سال کے اندر اصلاح و تعلیم تزکیہ و تکمیل کے تمامی مراتب انجام دیے۔ اور ایسی حالت میں انجام دیئے کہ عمر بھر کسی کے آگے کتاب نہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مہمانی تین دن ہے۔ اور اس سے آگے بڑھے تو وہ صدقہ ہے (رواہ البخاری واحمد)

رکھی اور ایک حرف کا پڑھنا نہ سیکھا اور ایک لفظ کا لکھنا نہ جانا، امی محض ہو کر اس قدر زبردست تکمیل تن واحد نے کی کہ بادشاہ کو بادشاہت کرنی سکھائی، تاجر کو تجارت کرنے کا طریقہ بتایا، کاشت کار کو کاشت سکھائی۔ تحصیل معاش کے سارے طریقوں میں راحت کی گزران تعلیم کی، اور سب کچھ ایسی حالت میں تعلیم کیا کہ خود کسب معیشت کا اس مدت میں چھوٹا یا بڑا کوئی طریقہ اختیار نہیں کیا اور محض توکل پر گزران رکھی، لکھوکھا کو صلاح وفلاح کی صورتیں بتا کر بلکہ سکھا کر اپنا والا وشیدا بنایا اور اتنا بنایا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ کی جگہ اپنا خون گرانے کو تیار تھے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کسی سے پیسہ مانگا، نہ کپڑے کی خواہش کی، نہ نفقہ کا کسی پر بوجھ ڈالا۔

نہ تنخواہ مقرر کرائی نہ خدمت لی، نہ پاؤں دبوائے، نہ سلوک چاہا، نہ اعانت کی خواہش کی، جو کچھ آیا دوسروں کو دیا کہ زکوٰۃ خیرات کا مال بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر حرام ہوا۔ اونٹ بکری گائے دنبے نقدی پارچہ زیور روپیہ پیسہ، چاندی سونا، سب کچھ مال غنیمت اور زکوٰۃ وصدقات میں ہزاروں اور لاکھوں کی شمار، اور تعداد میں آیا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فقراء مسلمین پر بکھیرا اور لٹایا، اور اپنی گزران اسی حالت پر رکھی کہ مل گیا تو کھا لیا ورنہ روزہ کی نیت کر لی۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ بی بی سیدنا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک ایک مہینہ گزر جاتا تھا اور ہمارے گھر سے دھواں نہ نکلتا تھا، لوگوں نے پوچھا کہ: ''ام المومنین! پھر گزارا کس طرح ہوتا تھا؟''

آپ نے فرمایا کہ: چھوارا مل گیا تو کھا کر پانی پی لیا، اور دن گزار دیا ورنہ چپ ہو کر بیٹھ رہے۔''

دوسروں کی اصلاح میں دماغی وقلبی اور لسانی وجسمانی محنت شاقہ اٹھانے کے ساتھ آپ اپنے طبعی اقتضاء اور شوق کے درجہ میں مجاہدہ و ریاضت کے بھی بالائی درجے کو تھامے ہوئے تھے۔ کہ دونوں تعلیم تربیت اور وعظ ونصیحت میں مشغول رہتے تو راتوں، تہجد وعبادت اور نماز کے اندر مولا تعالیٰ شانہ، سے راز ونیاز میں مصروف رہتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک سوج گئے تھے۔ دیکھنے والوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف پر ترس آتا تھا۔ اور ان کا دل دکھا کرتا تھا

اپنی خدمات کا کوئی صلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں چاہا

بایں ہمہ عظمت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنی محنت وسرانجامی خدمت پر ناز نہیں کیا، کامیابی پر فخر نہیں کیا، اپنا کارنامہ اپنی طرف منسوب کرنے کا وسوسہ بھی نہیں لائے اور نہ ہی یہ سمجھا کہ میں نے بہت بڑا کام انجام دیا ہے۔ بلکہ حق تعالیٰ کی خوشنودی کو اس کا فضل سمجھتے اور اخروی نجات اور بلا استحقاق محض نعمت رب یقین فرماتے رہے چنانچہ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''کوئی شخص بھی جنت میں اپنے اعمال سے نہ جائے گا مگر یہ کہ حق تعالیٰ ہی فضل فرمائے'' صحابہ نے عرض کیا: ''اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم''؟

یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور سر پر ہاتھ رکھ کر کہا: ''کہ نہ میں یہاں تک کہ مجھ کو حق تعالیٰ اپنی رحمت میں ڈھانپ لے''

بایں ہمہ عظمت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خوف وخشیہ دن بدن بڑھتا جاتا تھا چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے موی مبارک سفید دیکھ کر عرض کیا کرتے تھے کہ:

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ابھی سے آپ بوڑھے ہو گئے؟''

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یوں جواب دیا کرتے تھے کہ:

''ہاں سورۃ قیامہ نے بوڑھا بنا دیا''

بایں عظمت کہ آخر وقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بڑے ملک کے بادشاہ اور جم غفیر امراء وسلاطین کے سردار بن چکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زہد میں کمی نہیں آئی وہی اکثر فاقہ کی حالت رہتی تھی۔ کہ پیٹ کو پتھر باندھنے کی نوبت آتی تھی اور وہی کھرے بوریئے پر لیٹنا تھا کہ اس کی دھاریاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نازک بدن میں اثر کر جاتی تھیں یہاں تک کہ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ ایک پڑوسی کے ہاں چند سیر جو کے معاوضہ رہن رکھی ہوئی تھی۔ جو ضرورت میں منگائے گئے تھے اور جس کو بعد میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فک کرایا۔

بایں ہمہ عظمت اس زبردست اصلاح کی انجام دہی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ایک شخص پر بھی تلوار نہیں چلائی اور نہ اپنے ہاتھ سے رتی برابر کسی انسان کا خون بہایا۔ اور ایسی زبردست تعلیم میں نہ کسی شاگرد کو مارا یا دھمکایا اور نہ ڈانٹا ڈپٹا۔

اس کے ساتھ ایک عجیب حیرت بخش بات یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں میں اکثر وہ تھے جنہوں نے ابتدائی یعنی حالت کفر وجاہلیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر قسم کی بدسلوکی روا رکھی اور دل دکھانے والے قولی وفعلی برتاؤ کیے تھے۔ مگر کوئی نہیں ثابت کر سکتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے ایمان لانے کے بعد اسکی ایک وقت ہنسی مذاق میں بھی ان کا پہلا برتاؤ یاد دلایا یا دوستانہ شکایت میں اس کا اظہار کیا ہو: ''میاں! وہ وقت بھی یاد ہے جب تم نے ہمارے ساتھ یہ برتاؤ کیا تھا؟''

اس کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایذا یا امتنان سمجھتے تھے کہ گزرے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی حیات میں ایک درہم خیرات کرنا مرنے کے وقت سو درہم کے خیرات کرنے سے بہتر ہے۔ (ابوداؤد)

ہوئے زمانے کا کوئی برا برتاؤ کسی خادم کو یاد دلا کر اس کا دل دکھائیں یا اسکو شرمندہ و پشیمان بنا کر ضمناً اس کا اظہار فرمائیں کہ میرے قدموں کی بدولت آج تم اس بدحالی سے خوشحالی پر پہنچے ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا بڑا کام اس ذرا سی مدت میں انجام پایا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ جو حوادث بھی پیش آتے رہے جو باقتضاء بشریت ہر انسان کو دنیا میں پیش آتے ہیں وہ عیال داری و تاہل بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وابستہ رہا جس میں پڑنے کے بعد آدمی گویا اپنے آپ کو تعلیم و تعلم سے بے حس سمجھ لیتا ہے بچوں اور رشتہ داروں کی موت و آفات کے وہ سوانح بھی حادث ہوتے رہے جن کے حدوث پر اچھے اچھے مستقل مزاج کئی کئی سال کے لیے مضمحل و بیکار پڑ جاتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معتقدین کو وہ امراض و عوارض بھی لاحق ہوئے جن کی معالجہ اور تیمارداری میں انسان اصلاحی مشاغل کو قطعاً بھول جاتا ہے۔ بایں موانع عظمیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اسی کام میں منہمک تھے کہ آندھی ہو یا مینہ اور سردی ہو یا گرمی اور دن ہو یا رات اور عسر ہو یا یسر اور فاقہ ہو یا سیری اور حزن ہو یا سرور اور جنگ ہو یا صلح اور خوف ہو یا طمانیت اور خلوت یا جلوت کچھ اور کوئی حال کیوں نہ ہو، آپ کے معمولات لیلیہ و نہاریہ میں سر مو فرق نہ آتا تھا

یہ استقامت و استقلال کا بے نظیر قصہ ایسا حیرت کن ہے کہ اگر تواریخی واقعات سے تواتر اور شہرت کے درجہ میں اس کی تصدیق نہ ہو چکی ہوتی تو شاید کسی کو یقین بھی نہ آتا اور اس مضمون کو قصہ کہانی سمجھتے مگر یہاں تو وہ مثل ہے کہ ''ہاتھ کنگن کو آرسی کیا؟'' اب تیرہ سو برس گزرنے کے بعد بھی دنیا ہو یا دین، اور معاش ہو یا معاد دونوں کی اصلاح کا ہر پہلو دعوے سے نکل کر ثبوت اور مشاہدہ کے درجہ میں موجود ہے کہ کسی کو معمولات اور عادات کے متعلق بھی کوئی الجھن ہو تو صاف کر لے کہ

''ہمیں میدان ہمیں چوگان ہمیں گوئی''

دعاء

اب میں اپنا مضمون اس دعا پر ختم کرتا ہوں کہ اللہ جل جلالہ ہمیں اپنی نعمتوں کے اس وسیع دسترخوان سے شکم سیر فرمائے جس کا داعی اور مہتمم ضیافت تمامی انبیاء کے سردار سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود قرار پایا اور دنیا بھر کی خاکی و ناری ناطق و صامت نامی و جامد، ارضی و فلکی، چھوٹی و بڑی مخلوق کی رحمت بن کر اس لئے آیا تھا کہ:

ویران بستیوں کو آباد اور چٹیل میدانوں کو سرسبز و گلزار بنائے۔ چنانچہ اس کی ظاہری تعلیم سے لاکھوں فقہاء و علماء جو گزشتہ تیرہ صدیوں میں قاضی القضاۃ اور سلطان گر شیخ الاسلام بن چکے اور اس کی باطنی تعلیم سے ہزاراں ہزار مشائخ و صوفیا جو قرنہائے ماضیہ میں کشف و کرامت کے اس درجہ پر پہنچ چکے کہ غیر مسلم قوموں کے اکابر و عقلاء نے بھی ان کے دامن چومے' ان کے بدن کا بال بال اور رواں رواں بہزار شکر گزاری و امتنان پکار رہا ہے۔

آفاق ہا گردیدہ ام مہر بتاں ور زیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

ہم بدنام کنندہ نکو نامان نے آج ماہتاب صلی اللہ علیہ وسلم عرب کی عالمگیر روشنی سے آنکھیں بند کر کے جو طریق کار بدل دیا' اس کی مضرت ہمارے لئے لازمی نہیں بلکہ متعدی ہے کہ ہر دیکھنے والا ہماری پستی اور بدحالی کو اسلامی تعلیم کی پستی کا نتیجہ قرار دیتا ہے اس لئے ''اے ہمارے کریم خدا ہماری ظاہری و باطنی حالتوں کو صالح اور اس بے مثل تعلیم کا سچا نمونہ بنا جو تیری نازل کی ہوئی شریعت کا مصداق ہے اور جس کے نتائج باہرہ کو دیکھ کر عقلاء عالم کی آنکھیں خیرہ ہو چکی ہیں۔ ہمیں اس سردار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت نصیب فرما جس کے نادیدہ عشق میں تیرے ہزاروں لاکھوں بندے اس کے غلام آستانہ بنے ہوئے اپنی زندگی گزار رہے ہیں اور دعائیں مانگ رہے ہیں کہ اسی کے مقدس طریقہ پر اور اسی کی محبت میں دنیا سے اٹھنا نصیب ہو۔''

نعت شریف

یہ نعتیہ کلام علامہ سید سلیمان ندوی کا ہے جو انہوں نے روضہ اطہر کے سامنے پڑھا تھا

آدم کے لئے فخر یہ عالی نسبی ہے
مکی، مدنی، ہاشمی و مطلبی ہے
پاکیزہ تراز عرش و سما، جنت فردوس
آرام گہ پاک رسول عربی ہے
آہستہ قدم، نیچی نگاہ، پست ہو آواز
خوابیدہ یہاں روح رسول عربی ہے
اے زائر بیت نبوی یاد رہے یہ
بے قاعدیاں جنبش لب بے ادبی ہے
کیا شان ہے اللہ رے محبوب نبی کی
محبوب خدا ہے وہ جو محبوب نبی ہے
بجھ جائے ترے چھینٹوں سے اے ابر کرم آج
جو آگ میرے سینے میں مدت سے لگی ہے

☆☆☆☆☆

باب ۱

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مکتوبات نبوی

معاہدہ مدینہ

اس معاہدہ کے ذریعہ مدینہ منورہ کو مکہ مکرمہ کی طرح حرم قرار دے کر ایک متحدہ مرکز بنادیا گیا ہے اور ایک ایسا انظام قائم کیا گیا جو ایشیا، یورپ اور افریقہ کے تین براعظموں میں بہت جلد رائج ہو گیا۔ اس معاہدے کے متن کا ترجمہ یہ ہے:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

۱۔ خدا کے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معاہدہ مہاجرین، قریش، اور اہل یثرب (مدینہ) میں سے اسلام قبول کرنے والوں اور ان سب لوگوں کے لئے نافذ ہوگا جو مذکورہ جماعتوں کے ساتھ متفق ہوں اور ان کے ساتھ شریک جنگ رہیں۔

۲۔ غیر معاہدین کے مقابلہ میں معاہدین کی ایک علیحدہ جماعت شمار ہوگی۔

۳۔ مہاجرین قریش بجائے خود ایک جماعت ہیں، وہ حسب سابق اپنے مجرموں کی جانب سے دیت (خون بہا) کی ادائیگی کے ذمہ دار ہوں گے اور اپنے قیدیوں کو خود ہی فدیہ دے کر چھڑائیں گے۔ یہ سب کام ایمان وانصاف کے اصول کے ماتحت ہوں گے۔

۴ تا ۱۱۔ بنی عوف، بنی الحارث، بنی ساعدہ بنی جشم، بنی النجار، بنی عمرو، بنی النبیت، اور بنی الاوس اپنی اپنی جماعت کے خود ذمہ دار ہوں گے اور حسب دفعہ ۳ اپنی اپنی دیت باہم مل کر ادا کریں اور اپنے قیدیوں کو خود ہی فدیہ دے کر چھڑانے کے ذمہ دار ہوں گے۔ یہ تمام کام اصول دیانت اور انصاف کے ماتحت انجام پائیں گے۔

۱۲۔ مسلمانوں میں اگر کوئی مفلس کسی ایسے جرم کا مرتکب ہو جس پر دیت واجب ہوتی ہے یا کہیں قید ہو جائے اور فدیہ ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو دوسرے مسلمانوں پر لازم ہوگا کہ وہ اس شخص کی جانب سے دیت یا فدیہ ادا کرکے اس کو چھڑائیں تاکہ مسلمانوں کے باہمی تعلقات میں نیکی اور ہمدردی رونما ہو۔

۱۳۔ کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کے آزاد کردہ غلام کی مخالفت نہیں کرے گا۔

۱۴۔ مسلمانوں پر فرض ہوگا کہ وہ ہر ایسے شخص کی علی الاعلان مخالفت کریں جو فتنہ فساد برپا کرتا ہو اور خلق خدا کو ستاتا ہو۔ یا زبردستی کوئی چیز حاصل کرنا چاہے اور سرکشی اختیار کرے، ایسے شخص کو سزا دینے میں تمام مسلمان آپس میں متفق رہیں گے خواہ وہ شخص ان میں سے کسی کا فرزند ہی کیوں نہ ہو۔

۱۵۔ کسی مسلمان کو یہ حق نہ ہوگا کہ وہ کسی مسلمان کو کسی کافر (محارب) کے بدلہ میں قتل کرے، یا کسی مسلمان کے مقابلہ میں کسی محارب کو مدد پہنچائے۔

۱۶۔ خدا کا عہد، ذمہ داری اور پناہ ایک ہی ہے، یعنی اگر کسی مسلمان نے کسی کو پناہ دے دی تو اس کی پابندی تمام مسلمانوں پر لازم ہوگی، خواہ پناہ دینے والا ادنیٰ درجہ کا مسلمان ہی کیوں نہ ہو، تمام مسلمان دوسرے کے بالمقابل آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

۱۷۔ جن یہود نے ہمارے ساتھ معاہدہ کرلیا ہے ان کے متعلق مسلمانوں پر واجب ہے کہ ان کو مدد دیں اور مواسات کا برتاؤ کریں، ان پر کسی قسم کا ظلم نہ کیا جائے اور نہ ان کے خلاف ان کے دشمن کو مدد دی جائے۔

۱۸۔ سب مسلمانوں کی صلح ایک ہی ہوگی، جب اللہ کی راہ میں جنگ ہو تو کوئی مسلمان، کسی دوسرے مسلمان کو چھوڑ کر دشمن سے اس وقت تک صلح نہیں کرے گا جب تک وہ صلح سارے مسلمانوں کے لئے برابر اور یکساں نہ ہو۔

۱۹۔ ان تمام جماعتوں کو جو ہمارے ساتھ جنگ میں حصہ لیں گی نوبت بہ نوبت آرام کے لئے موقع دیا جائے گا۔

۲۰۔ جو مسلمان جہاد فی سبیل اللہ میں شہید ہو جائیں ان کے پس ماندگان کا تکفل تمام مسلمانوں پر واجب ہوگا۔

۲۱۔ بلاشبہ تمام متقی اور پرہیزگار مسلمان راہ راست اور سب سے اچھے طریقے پر ہیں۔

۲۲۔ کوئی غیر مسلم معاہدہ قریش کے جان و مال کو کسی طرح کی پناہ نہ دے گا اور نہ کسی غیر مسلم کو کسی مسلمان کے مقابلے میں مدد پہنچائے گا

۲۳۔ کوئی شخص اگر کسی مسلمان کو قتل کردے اور ثبوت موجود ہو تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا۔ ہاں اگر مقتول کا وارث دیت لینے پر راضی ہو جائے تو دیت ادا کرکے گلوخلاصی ہوسکتی ہے، تمام مسلمانوں پر بلا استثناء اس امر کی تعمیل لازمی ہوگی، مذکورہ امور کے علاوہ اور کوئی چیز قابل قبول نہ ہوگی۔

۲۴۔ کسی مسلمان کے لئے جس نے معاہدے کو تسلیم کرکے اس کی

پابندی کا اقرار کرلیا ہے اور وہ خدا اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس کے لئے یہ ہرگز جائز نہ ہوگا کہ وہ کوئی نئی بات پیدا کرے اور نہ یہ جائز ہوگا کہ وہ کسی ایسے شخص سے معاملہ رکھے جو اس معاہدے کا احترام نہ کرتا ہو، جو شخص اس امر کی خلاف ورزی کرے گا قیامت کے دن اس پر خدا کی لعنت اور غضب نازل ہوگا اور اس بارے میں اس کا کوئی عذر اور توبہ قبول نہ کی جائے گی۔

۲۵۔ اہل معاہدے میں جب کسی چیز کے متعلق آپس میں اختلاف پیدا ہو جائے تو اس کے فیصلے کے لئے خدا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے رجوع کیا جائے گا۔

۲۶۔ اس معاہدے کے بعد یہود پر لازم ہوگا کہ وہ جنگ کی حالت میں جب کہ مسلمان کسی دشمن کے ساتھ برسرپیکار ہوں مسلمانوں کو مالی امداد دیں۔

۲۷ تا ۳۶۔ بنی عوف، بنی النجار، بنی الحارث، بنی ساعدہ، بنی جشم، بنی الاوس، بنی ثعلبہ، بنی جفنہ اور بنی الشطیبہ کے یہود جنہوں نے اس معاہدے میں شرکت کی ہے اور مسلمانوں کے حلیف ہیں اپنے مذہب کے پابند رہیں گے اور مسلمان اپنے مذہب، مذہبی باتوں کے علاوہ باقی امور میں مسلمان اور یہود ایک جماعت میں شمار ہوں گے، ان میں کوئی شخص ظلم یا عہدشکنی یا جرم کرے گا تو وہ اپنے جرم کی سزا کا مستحق ہوگا۔

۳۷۔ یہود کے مذکورہ بالا قبائل کی ذیلی شاخوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اصل کو حاصل ہیں۔

۳۸۔ معاہدہ کرنے والوں میں کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر فوجی اقدام نہیں کرے گا۔

۳۹۔ کسی زخم یا ضرب کا بدلہ لینے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی جائے گی۔ جو شخص بھی عہدشکنی کرے گا وہ اس کی سزا کا مستحق ہوگا اور جو شخص اس معاہدے کی زیادہ سے زیادہ وفادارانہ تعمیل کرے گا۔ خدا اس کی مدد کرے گا۔

۴۰۔ اگر مسلمان اور یہود معاہدین کے خلاف کوئی تیسری قوم جنگ کرے تو ان تمام معاہدین کو متفق ہو کر لڑنا ہوگا۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ اور باہم بہی خواہی اور وفاشعاری ہوگی، یہودی اپنے مصارف جنگ برداشت کریں گے اور مسلمان اپنے مصارف۔

۴۱۔ معاہدہ کرنے والے فریقین پر لازم ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ خلوص اور خیرخواہی کا برتاؤ کریں، کوئی کسی پر ظلم و ناانصافی نہ کرے اور مظلوم کو مدد پہنچائے۔

۴۲۔ یہود اس وقت تک مسلمانوں کے ساتھ اخراجات برداشت کرتے رہیں گے جب تک وہ مل کر جنگ کرتے رہیں۔

۴۳۔ یثرب کا وہ میدان جو پہاڑوں سے گھرا ہے، اس معاہدے میں شریک ہونے والوں کے لئے حرم ہوگا۔

۴۴۔ پناہ گزین سے بھی وہی برتاؤ کیا جائے گا جو پناہ دہندہ کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اس کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچایا جائے، پناہ گزین پر اس معاہدے کی تعمیل لازم ہوگی اور اسے عہدشکنی کی اجازت نہ ہوگی۔

۴۵۔ کسی پناہ گاہ میں وہاں والوں کی اجازت کے بغیر کسی کو پناہ نہیں دی جائیگی۔

۴۶۔ اہل معاہدہ میں اگر کوئی حادثہ یا اختلاف رونما ہو جس سے نقص امن کا اندیشہ ہو تو اس کے فیصلے کے لئے خدا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رجوع کیا جائے گا، جو شخص اس معاہدے کی زیادہ سے زیادہ تعمیل کرے گا خدا اس کے ساتھ ہوگا۔

۴۷۔ قریش مکہ اور ان کے کسی مددگار کو کوئی شخص پناہ نہیں دے گا۔

۴۸۔ اگر کوئی یثرب (مدینہ) پر حملہ آور ہوگا تو مسلمان اور یہود دونوں فریق مل کر مدافعت کریں گے۔

۴۹۔ اگر مسلمان کسی سے صلح کریں گے تو یہود بھی اس صلح کے پابند ہوں گے، اور اگر یہود کسی سے صلح کریں گے تو مسلمانوں پر بھی لازم ہوگا کہ یہود کے ساتھ ایسا ہی تعاون کریں، البتہ کسی فریق کی اپنی مذہبی جنگ میں دوسرے فریق پر تعاون کی ذمہ داری عائد نہ ہوگی۔

۵۰۔ یثرب پر حملہ کی صورت میں ہر جماعت کو اس حصہ کی مدافعت کرنا ہوگی جو اس کے بالمقابل ہو۔

۵۱۔ قبیلہ اوس کے موالی کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اس معاہدے میں شریک ہونے والوں کو حاصل ہیں بشرطیکہ وہ بھی وفاداری کا اظہار کریں، جو اس معاہدے کی زیادہ سے زیادہ وفاداری کے ساتھ تعمیل کرے گا، خدا اس کا حامی و مددگار ہے۔

۵۲۔ اس معاہدے میں شریک ہونے والی جماعتوں میں سے اگر کسی فریق یا جماعت کو جنگی ضرورت سے مدینہ سے باہر جانا پڑے تو وہ امن و حفاظت کی مستحق ہوگی، اور جو مدینہ میں رہے اس کے لئے بھی امن ہوگا، کسی پر ظلم نہ کیا جائے گا اور نہ کسی کے لئے عہدشکنی جائز ہوگی جو اس معاہدے کا سچے دل سے احترام اور تعمیل کرے گا۔ اس کے لئے اللہ اور اس کا رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نگہبان ہیں۔

اس معاہدے کے ایک فریق مسلمان تھے اور دوسرا فریق مشرکین مدینہ اور یہودیوں کا تھا، اس میں وہ سب لوگ بھی شامل تھے جو مشرکین اور یہودیوں کے حلیف تھے اور مدینہ منورہ کے قرب و جوار میں آباد تھے۔

معاہدے کا خلاصہ یہ ہے کہ جس فریق کے جو معاہدات آپس میں ہیں ان کا احترام کیا جائے گا اور ان شرائط کی پوری تائید کی جائے گی، جو ان کے حلیف ہوں گے ان سے تعاون کیا جائے گا اور جو مخالف ہوں گے ان سے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ دینے میں سبقت لے جایا کرو۔ یعنی شوق سے صدقہ دیا کرو کیونکہ اس سے بلائیں ٹل جاتی ہے۔ (مشکوۃ)

کوئی تعلق نہیں رکھا جائے گا۔ معاہدے کے دونوں فریق اپنے اپنے مذہب میں آزاد ہوں گے اس بارے میں کوئی ایک دوسرے پر جبر نہیں کر سکے گا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قبیلہ جہنیہ میں سے جو اسلام لائے، نماز پڑھے، زکوٰۃ ادا کرتا رہے، خدا اور اس کے رسول کا اطاعت گزار رہے اور مال غنیمت میں سے خمس نکالتا رہے، اپنے اسلام کا اعلان کرے اور مشرکین سے علیحدگی اختیار کرے، وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی امان میں ہے

مرہونہ املاک پر واجب الادا قرضوں میں مسلمان ہونے کے بعد صرف اصل رقم کی ادائیگی ہوگی۔ رہن کا سود باطل ہوگا پھلوں کی زکوٰۃ میں پیداوار کا دسواں حصہ ادا کرنا ہوگا۔ جو شخص ان لوگوں میں شامل ہوگا اس کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے اور یہی امور اس پر بھی عائد ہوں گے۔

محمد رسول اللہ

معاہدہ بنوغفار

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

۱۔ بنوغفار مسلمانوں میں سے سمجھے جائیں گے، انہیں وہی حقوق حاصل ہوں گے جو مسلمانوں کو ہیں، اور بنوغفار پر وہی امور عائد ہوں گے جو مسلمانوں پر عائد ہوں گے۔

۲۔ محمد النبی نے ان کے جان و مال کی حفاظت کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی ذمہ داری کا معاہدہ کیا ہے۔

۳۔ انہیں ایسے دشمن کے خلاف مدد دی جائے گی جو ان پر ظالمانہ حملہ آور ہوگا۔

۴۔ ان لوگوں پر واجب ہوگا کہ جب اللہ کا نبی ان کو مدد کے لئے بلائے تو یہ مدد دیں، مگر مذہبی جنگوں میں ہر فریق غیر جانب دار رہے گا۔

۵۔ جو شخص اس معاہدہ سے روگردانی کرے گا اس کے لئے یہ معاہدہ حجت نہ ہوگا۔ محمد رسول اللہ

معاہدہ حدیبیہ

شرائط صلح یہ تھیں۔ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ

۱۔ یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل بن عمرو سے مصالحت کی ہے۔

۲۔ دس سال تک ہم آپس میں کوئی جنگ نہیں کریں گے۔

۳۔ اس مدت میں فریقین کا ہر شخص مامون و محفوظ ہوگا اور کوئی کسی کے خلاف تلوار نہیں اٹھائے گا۔

۴۔ قریش کا اگر کوئی شخص مدینہ چلا جائے گا تو اسے واپس بھیج دیا جائے گا لیکن اگر کوئی شخص مکہ میں جائے تو وہ واپس نہیں کیا جائے گا

۵۔ قبائل عرب کو اختیار ہوگا کہ فریقین میں سے جس کے ساتھ چاہیں معاہدے میں شریک ہو جائیں۔

۶۔ اس مرتبہ مسلمان واپس چلے جائیں، اگلے سال آئیں، مگر تین دن سے زیادہ مکہ میں قیام نہ کریں

۷۔ ہتھیار لگا کر نہ آئیں، صرف تلوار ساتھ لائیں اور وہ بھی نیام سے باہر نہ ہو اور نیام تھیلے میں ہو۔

شاہ حبش کے نام دوسرا مکتوب نبوی

مکتوب گرامی کا ترجمہ یہ ہے: خدائے رحمٰن ورحیم کے نام سے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے۔ حبش کے بادشاہ نجاشی کے نام۔

اس پر سلامتی ہو جو راہ راست اختیار کرے میں اس خدا کی تعریف کرتا ہوں جو معبودیت میں یکتا ہے کل کائنات کا مالک ہے، برگزیدہ ہے، امن و سلامتی کی پناہ گاہ صرف اسی کی ذات ہے اور اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ عیسیٰ ابن مریم اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں جس کو اس نے مریم بتول پاک دامن پر القاء کیا کہ وہ خدا کے نبی عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ بنی۔ پس اللہ ہی نے ان کو اپنی روح سے پیدا کیا اور اس کو حضرت مریم میں پھونک دیا، جیسا کہ اس نے حضرت آدم کو اپنے دست قدرت سے بنایا۔

اب میں آپ کو خدائے واحد لاشریک لہ کی اطاعت ومودت اور محبت کی دعوت دیتا ہوں آپ کو میری پیروی اختیار کرنی چاہیے اور خدا کا جو پیغام میں لے کر آیا ہوں اس پر ایمان لانا چاہیے۔

میں آپ کو اور آپ کے لشکر کو اللہ عزوجل کی طرف بلاتا ہوں، پس میں نے تبلیغ و نصیحت کا فریضہ ادا کر دیا ہے آپ کو چاہیے کہ اسے قبول کریں پیروان ہدایت پر سلام ہو۔ محمد رسول اللہ

شاہ حبش کے نام تیسرا نامہ مبارک

بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ کو دوبارہ مکتوب گرامی لے کر حبش جانے کا حکم ہوا اس مرتبہ سفارت کا مقصد یہ تھا کہ مہاجرین کو مدینہ واپس بلایا جائے مکتوب گرامی میں اصحمہ نجاشی کے قبول اسلام پر اظہار مسرت کیا گیا تھا فرمان رسالت میں تحریر تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ آپ کے اوپر سلامتی ہو، آپ نے ہمارے ساتھ حسن سلوک برتا، ہمیں آپ کے اوپر پورا اعتماد ہے، ہم نے آپ سے جس چیز کی امید کی وہ پوری ہوئی اور جس بات کا خوف کیا اس سے مامون و محفوظ رہے۔ وباللہ التوفیق محمد رسول اللہ

اس نامہ مبارک کی تحریر کا شرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حاصل تھا۔

قیصر روم کے نام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

محمد کی جانب سے جو خدا کا بندہ اور رسول ہے...... ہرقل قیصر روم کے نام۔
اس پر سلامتی ہو جس نے راہ راست اختیار کی...... ! بعد ازاں ! میں آپ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں، پس اگر سلامتی منظور ہے تو اسلام قبول کر لیجئے ! اگر آپ نے اسلام قبول کر لیا تو اللہ تعالیٰ آپ کو دوہرا اجر عطاء فرمائے گا اور اگر آپ نے انکار کیا تو ساری قوم کی گمراہی کی ذمہ داری بھی آپ ہی کے اوپر ہوگی۔
اے اہل کتاب ! اختلاف و نزاع کی ساری باتیں نظر انداز کر کے ایک ایسی بات پر متفق ہو جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان میں یکساں طور پر مسلم ہے، وہ یہ کہ ہم خدا کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں اور نہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرائیں اور نہ ہم اللہ کے سوا کسی دوسرے کو اپنا رب بنائیں !
اگر تمہیں اس بات سے انکار ہے تو تمہیں معلوم رہنا چاہیے کہ ہم بہر حال خدا کی یکتائی کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ محمد رسول اللہ

قیصر کے یہاں انبیاء کی شبیہیں

سیرت عمر میں علامہ ابن جوزی نے جو تاریخ اسلام کے بہت مشہور محقق اور نقاد ہیں۔ حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کی سفارت روم کے سلسلے میں قیصر روم کے محل میں انبیاءؑ کی ۳۱۳ شبیہوں کے موجود ہونے کا ایک عجیب اور دلچسپ واقعہ نقل کیا ہے۔ حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ "جب قیصر روم نے اپنی قوم کے عمائد کو اسلام سے متنفر پایا تو مجلس برخواست کر دی اور دوسرے روز مجھے ایک عالی شان محل میں بلایا۔ وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک کمرے میں چاروں طرف ۳۱۳ تصویریں لگی ہوئی ہیں، قیصر نے مجھے مخاطب کر کے کہا "یہ کل تصویریں جو تم دیکھتے ہو نبیوں اور پیغمبروں کی ہیں۔ کیا تم بتلا سکتے ہو کہ ان میں تمہارے نبی کی کون سی تصویر ہے؟ میں نے بغور دیکھ کر ایک تصویر کی طرف اشارہ کیا کہ "یہ ہے" قیصر نے کہا " بے شک یہی آخری نبی کی تصویر ہے" قیصر نے پھر دریافت کیا کہ "اس تصویر کی داہنی جانب کی تصویر کو بھی پہچان سکتے ہو، یہ کس کی ہے؟" میں نے بتلایا کہ "یہ نبی آخر الزمان کے ایک صحابی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تصویر ہے" قیصر نے پھر پوچھا "اور یہ بائیں طرف کی تصویر کس کی ہے؟" میں نے کہا یہ ان کے دوسرے صحابی عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔
قیصر یہ سن کر کہنے لگا کہ "توراۃ میں پیشین گوئی کے مطابق یہی دو شخص ہیں جن کے ہاتھوں سے تمہارے دین کی ترقی اوج کمال کو پہنچے گی۔"
حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "میں جب سفارت کو انجام دے کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا تو یہ تمام واقعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "قیصر نے سچ کہا، واقعی اسلام کی ترقی ان ہی دو شخصوں کے ہاتھوں کمال تک پہنچے گی" (ابو نعیم بحوالہ رسالت نبویہ ۳۲۰)
ابو نعیم نے دلائل النبوت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سفارت روم کے سلسلے میں حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی روایت سے اس طرح کا واقعہ نقل کیا ہے۔ انہیں بھی ہرقل نے انبیاء علیہم السلام کی تصویریں دکھائی تھیں۔ تصویر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تبسم فرماتے ہوئے دکھلایا گیا تھا۔ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کے دریافت کرنے پر ہرقل نے بتایا کہ یہ تصویریں دانیال نبی کے ذریعہ سے ہم تک پہنچی ہیں۔
۱۵۷ھ-۶۷ میں ایک شخص ابن وہب نے چین کے سفر میں شہنشاہ چین کے دربار میں انبیاء علیہم السلام کی تصاویر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی تصویر دیکھی تھی۔ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اونٹ پر سوار دکھایا گیا ہے۔
تفصیل کے لیے دیکھیے ڈاکٹر حمید اللہ کا مضمون بعنوان حضرت ابو بکر کی سفارت بنام ہرقل "مطبوعہ ماہنامہ" البلاغ کراچی بابت ماہ رجب ۱۳۸۸ھ)

خسرو پرویز شہنشاہ فارس کے نام

۶۲۸ء میں بارگاہ رسالت کے سفیر حضرت عبد اللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ جب فارس پہنچے تو خسرو نینوی میں مقیم تھا۔ اور قیصر روم سے جنگ کرنے کی تیاری کر رہا تھا۔ فارس کے معمول کے مطابق بڑے جاہ و جلال اور شان و شوکت کے ساتھ خسرو تخت سلطنت پر متمکن تھا۔ کہ نقیب کی آواز پر ایک شخص دربار میں حاضر ہوا۔ حاضرین نے بڑی حیرت اور استعجاب کے ساتھ اسے دیکھا۔ اتنے معمولی لباس اور اس قدر سادگی اور بے باکی سے آج تک خسرو کے دربار میں کوئی نہ آیا تھا۔ حضرت عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے نامہ مبارک شہنشاہ فارس کے سامنے پیش کیا جس میں لکھا تھا کہ دو خداؤں کے بجائے ایک ہی ذات کو خالق خیر و شر ماننا چاہیے اگر آپ توحید خداوندی کو تسلیم کر لیں گے۔ تو آپ کے اوپر امن و سلامتی کا دروازہ کھل جائیگا۔ ورنہ آپ اپنے ساتھ اپنی قوم کی گمراہی کے بھی ذمہ دار ہوں گے۔
خسرو پرویز نے ترجمان کو بلا کر پڑھنے کا حکم دیا۔ فرمان رسالت میں لکھا تھا:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کسریٰ شاہ فارس کے نام

محمد رسول اللہ کی طرف سے جو ہدایت کی پیروی کرے اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اس پر سلام ہے میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا جو اکیلا اور لا شریک ہے کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کا بندہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ خدا نے مجھے تمام

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر آسمان اور زمین میں نہایت برگزیدہ و عمدہ ہیں۔ (مسند الفردوس)

دنیا کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے تا کہ ہر زندہ انسان کو خدا کا خوف دلاؤں۔ اسلام قبول کر لیجئے۔ اور محفوظ ہو جائیے اگر آپ نے انکار کیا تو تمام مجوسی زرتشتی کا گناہ بھی آپ کے ذمہ ہوگا۔ محمد رسول اللہ

اہل فارس کو قاصد نبوت کی تنبیہ

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ یہ حالت دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور نہایت تحمل اور متانت و سنجیدگی کے ساتھ اہل دربار سے مخاطب ہو کر کہا:

"اے اہل فارس! عرصہ دراز سے تمہاری زندگی ایسی جہالت میں گزر رہی ہے کہ نہ تمہارے پاس خدا کی کوئی کتاب ہے اور نہ کوئی خدا کا پیغمبر تمہارے یہاں مبعوث ہوا ہے۔ جس سلطنت میں تمہارا غرہ ہے وہ خدا کی زمین کا بہت ہی مختصر ٹکڑا ہے دنیا میں اس سے کہیں زیادہ بڑی بڑی حکومتیں موجود ہیں۔"

بادشاہ سے مخاطب ہو کر: "آپ سے پہلے بہت سے بادشاہ گذرے ہیں ان میں جس نے آخرت کو اپنا منتہائے مقصود سمجھا وہ دنیا سے اپنا حصہ لے کر بامراد گیا اور جس نے دنیا کو اپنا مقصود بنایا اس نے آخرت کے اجر کو ضائع کر دیا۔ افسوس کہ نجات وفلاح کے جس پیغام کو لے کر آپ کے پاس آیا ہوں آپ نے اسے حقارت سے دیکھا۔ حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ پیغام ایسی جگہ سے آیا ہے۔ جس کا خوف آپ کے دل میں موجود ہے یاد رہے کہ یہ حق کی آواز آپ کی تحقیر سے دب نہیں سکتی۔

ہرمزان کے نام

ہرمزان ایران کے شاہی خاندان سے تعلق رکھتا تھا یہ شیرویہ کا ماموں تھا۔ ایران کے بہترین سپہ سالاروں میں شمار ہوتا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، نے شہنشاہ ایران خسرو پرویز کے ساتھ ہرمزان کو بھی اسلام کی دعوت دی تھی۔ مکتوب گرامی میں لکھا تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے .... ہرمزان کے نام میں آپ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں اسلام قبول کر لیجئے تا کہ آپ کو دنیا اور آخرت کی سلامتی حاصل ہو جائے۔ محمد رسول اللہ

ہر چند ہرمزان نے اس وقت مکتوب گرامی پر کوئی توجہ نہ دی مگر چند سال بعد عہد فاروقی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کردار کو دیکھ کر حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایران کے سیاسی اور انتظامی معاملات میں ہرمزان سے مشورے کو خاص طور پر ملحوظ رکھتے تھے۔

نائب السلطنت مصر کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

محمد خدا کے بندے اور اس کے رسول کی جانب سے.... مقوقس حاکم مصر کے نام...... اس پر سلامتی ہو۔ جس نے راہ راست اختیار کی! بعد ازاں میں آپ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ پس اگر سلامتی منظور ہے تو اسلام قبول کر لیجئے! اگر آپ نے اسلام قبول کر لیا تو اللہ تعالیٰ آپ کو دہرا اجر عطاء فرمائے گا۔ اور اگر آپ نے انکار کیا تو ساری قوم کی ذمہ داری بھی آپ ہی کے اوپر ہوگی۔

اے اہل کتاب! اختلاف ونزاع کی ساری باتیں نظر انداز کر کے ایک ایسی بات پر متفق ہو جاؤ۔ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں طور پر مسلم ہے وہ یہ کہ ہم خدا کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں۔ اور نہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرائیں۔ اور نہ ہم اللہ کے سوا کسی دوسرے کو اپنا رب بنائیں۔ اگر تمہیں اس بات سے انکار ہے تو تمہیں معلوم رہنا چاہیے کہ ہم بہر حال خدا کی یکتائی کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ محمد رسول اللہ

ہوذہ بن علی گورنر یمامہ کے نام

ہوذہ کے نام فرمان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارت کا شرف حضرت سلیط بن قیس الانصاری رضی اللہ عنہ کو بخشا گیا انہوں نے گورنر یمامہ کے دربار میں پہنچ کر نامہ مبارک پیش کر دیا لکھا تھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے رسول محمد کی جانب سے .... ہوذہ بن علی کے نام جو ہدایت کا اتباع کرے اس پر سلامتی ہے۔ آپ کو واضح ہو کہ میرا یہ دین تمام عرب و عجم کی حدود تک پہنچ کر رہے گا۔ اور غالب آئے گا۔ بس آپ کو اسلام قبول کر لینا چاہیے۔ کہ اس میں سلامتی ہے۔

مجھے آپ کے ملک سے کوئی سروکار نہیں وہ بدستور آپ ہی کے قبضے میں رہے گا۔ محمد رسول اللہ

حارث غسانی شاہ دمشق کے نام

فرمان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا مضمون یہ تھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

محمد رسول اللہ کی جانب سے......... حارث بن ابی شمر کے نام سلام ہو اس پر جو راہ راست کی پیروی کرے اس پر ایمان لائے اور سچا جانے۔ میں آپ کو اس بات کی دعوت دیتا ہوں۔ کہ ایک خدا پر ایمان لائیے۔ جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

آپ کا ملک آپ کے پاس باقی رہے گا۔ محمد رسول اللہ

یہود خیبر کے نام

ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے یہود کو ایک تبلیغی مکتوب گرامی ارسال فرمایا۔ جس میں یہود کو اپنے بارے میں تورات کا حوالہ دے کر

اسلام کی دعوت دی گئی تھی۔ مکتوب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں لکھا تھا:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محمد رسول اللہ کی جانب سے جو نبوت رسالت میں موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہیں اور ان امور کی تصدیق کرنے والے ہیں جو موسیٰ لے کر آئے تھے۔

اے اہل تورات کیا اللہ نے توراۃ میں یہ نہیں کہا ہے کہ "محمد اللہ کے رسول ہیں؟ جو لوگ ان کے ساتھ ہوں گے وہ اللہ کے دشمنوں کے لیے بہت سخت ہوں گے۔ اور آپس میں ایک دوسرے پر شفقت و محبت کرنے والے ہوں گے۔ وہ اللہ کے سامنے جھکنے اور سجدہ کرنے والے ہوں گے۔ وہ اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کے طلب گار ہوں گے۔"

میں تمہیں اس خدا کی قسم دیتا ہوں جس نے تمہارے لئے تورات نازل کی اور جس نے تمہارے بزرگوں کو من وسلویٰ کھلایا۔ اور سمندر کو ان کے لئے خشک کر کے فرعون کے ظلم سے نجات دلائی کیا تورات میں مجھ پر ایمان لانے کے لیے لکھا ہوا موجود نہیں ہے؟

میری نسبت توراۃ کی اس تصریح کے بعد کیا ہدایت اور گمراہی واضح نہیں ہو جاتی؟

پس میں تمہیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ محمد رسول اللہ

کوہ تہامہ والوں کے نام

مکتوب گرامی یہ تھا: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محمد النبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے.......... خدا کے آزاد بندوں کے نام جو لوگ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں۔ نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں وہ غلامی سے آزاد ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حاکم ہیں ان کو بجز ان کے قبیلوں میں واپس نہیں کیا جائے گا۔ اور نہ سابقہ جرائم پر ان سے کوئی باز پرس کی جائے گی۔ جن لوگوں پر ان کا قرض واجب ہوگا۔ وہ ان کو دلایا جائے گا۔

ان لوگوں پر کسی قسم کا ظلم اور زیادتی نہیں کی جائے گی مذکورہ بالا امور پر ان لوگوں کے لیے جو اسلام لائیں۔ اللہ اور محمد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری ہے۔ والسلام علیکم محمد رسول اللہ

منذر بن ساویٰ گورنر بحرین کے نام

خدائے رحمٰن ورحیم کے نام سے

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے..... منذر بن ساویٰ کے نام

السلام علیک! میں اس خدا کی حمد کرتا ہوں جو یکتا ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں میں خدا کی یکتائی کی شہادت دیتا ہوں اور یہ کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔

بعد ازاں میں آپ کو خدا کی یاد دلاتا ہوں جو نصیحت قبول کرتا ہے وہ اپنے ہی آپ کو فائدہ پہنچاتا ہے۔

جو شخص میرے قاصدوں کی پیروی اور ان کی ہدایت پر عمل کرے گا۔ اس نے حقیقت میں میری اطاعت کی اور جس نے ان کی نصیحت کو قبول کیا اس نے حقیقت میں میری نصیحت کو مانا۔

میرے قاصدوں نے آپ کے طرز عمل کی بے حد تعریف کی ہے آپ کو اپنے منصب پر بدستور قائم رکھا جاتا ہے۔ آپ کو چاہیے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خیر خواہ رہیں۔

اہل بحرین کے بارے میں آپ کی سفارش مجھے منظور ہے میں قصور واروں کے قصور معاف کرتا ہوں۔ پس آپ بھی ان سے درگذر کیجئے۔

اہل بحرین میں جو لوگ یہودیت یا مجوسیت پر قائم رہنا چاہیں۔ ان سے جزیہ لیا جائے" محمد رسول اللہ

معاہدہ اکبر بن عبدالقیس

خدائے رحمٰن ورحیم کے نام سے

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے..... اکبر بن عبدالقیس کے نام

۱۔ زمانہ جاہلیت میں ان لوگوں نے جن فتنوں اور فسادات میں حصہ لیا اور ان سے جو گناہ صادر ہوئے اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بری ہیں......... لیکن آئندہ ان لوگوں پر اپنے عہد کا پورا کرنا لازم ہے۔

۲۔ رسد اور غلے کی فراہمی میں ان سے کوئی مزاحمت نہیں کی جائے گی اور نہ پھلوں کی تیاری کے وقت انہیں پریشان کیا جائے گا۔

۳۔ بارش کے جمع کئے ہوئے پانی کے استعمال پر انہیں کا حق ہوگا

۴۔ علاء بن الحضرمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ان کی نگرانی پر مامور رہیں گے اہل بحرین پر لازم ہے کہ ان سے تعاون کریں۔

۵۔ مسلمانوں کے لشکر پر لازم ہوگا۔ کہ ان لوگوں کو مال غنیمت میں شریک رکھیں اور ان کے ساتھ عدل وانصاف برتیں۔ جہاد کے موقع پر اعتدال اور میانہ روی کا خیال رکھا جائے۔

۶۔ فریقین اس معاہدے میں کسی تبدیلی کے مجاز نہ ہوں گے یہ لوگ نہ کسی معاہدے کو بدلیں گے اور نہ اس سے علیحدگی اختیار کریں گے۔

۷۔ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس معاہدے پر گواہ ہیں۔

محمد رسول اللہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر آگ سے خدا کا آزاد کردہ ہے۔ (کنز العمال)

جیفر اور عبد شاہ عمان کے نام

اس سفارت کی سعادت حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئی۔ حضرت عمرو نے عمان پہنچ کر مکتوب گرامی پیش کیا۔ مضمون یہ تھا:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے.......... جیفر و عبد کے نام

اس پر سلامتی ہو جس نے راہ راست اختیار کی۔ بعد ازاں میں آپ دونوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام قبول کیجئے، اسی میں سلامتی ہے! اللہ نے اپنی تمام مخلوق کے لئے مجھے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے تا کہ میں خدا کے نافرمان بندوں کو خدا سے ڈراؤں اور خدا کا انکار کرنے والوں پر خدا کی حجت پوری ہو جائے۔

میری نبوت آپ کے ملک میں پہنچنے والی ہے اگر آپ دونوں نے اسلام قبول کر لیا تو آپ کا ملک بدستور آپ کے پاس رہے گا اور اعراض و انکار کیا تو یہ زائل ہونے والی چیز ہے۔ محمد رسول اللہ

اسیخت بن عبد اللہ مرزبان

ہجر کے نام

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے...... اسیخت بن عبد اللہ مرزبان ہجر کے نام

اقرع رضی اللہ عنہ آپ کا خط لے کر آئے اور آپ کی قوم کی سفارش کی۔ میں نے ان کی سفارش کو منظور کر لیا ہے میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ آپ نے جو سوال کیا ہے اور جو کچھ طلب کیا گیا ہے وہ آپ کی مرضی کے مطابق مجھے منظور ہے لیکن میرے نزدیک مناسب ہے کہ آپ اپنے مطالبات کی تشریح کر دیں۔

اگر آپ یہاں آ جائیں تو آپ کا اعزاز کیا جائے گا۔ اگر آپ یہاں نہ آ سکے تب بھی میرے دل میں آپ کی عزت ہے۔

ہر چند کہ میں کسی ہدیہ کا طالب نہیں ہوں لیکن آپ مجھے ہدایا بھیجنا چاہتے ہیں تو میں اسے بخوشی قبول کروں گا۔

میرے کارپردازوں نے آپ کے مرتبے کی رفعت و بلندی کا اظہار کیا ہے میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ نماز زکوٰۃ اور مسلمانوں کے تعلق کا پورا پورا لحاظ رکھا جائے گا۔

میں نے آپ کی قوم کا نام بنو عبد اللہ تجویز کیا ہے آپ ان لوگوں کو نماز اور اچھے کاموں کا حکم دیں۔ اور اپنے لیے بشارت حاصل کریں۔

والسلام علیک وعلی قومک المومنین (آپ کو اور آپ کی قوم کو سلام پہنچے)

نہشل بن مالک

سردار بنی وائل کے نام

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے.......... نہشل بن مالک اور بنی وائل کے ان لوگوں کے نام جو اسلام قبول کر چکے ہیں:

سب لوگ نماز ادا کرتے رہیں۔ زکوٰۃ دیتے رہیں۔ اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے رہیں۔ اور مال غنیمت میں سے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پانچواں حصہ نکالتے رہیں اور اپنے اسلام کا اقرار و اعلان کرتے رہیں اور مشرکین سے علیحدہ رہیں۔ ایسے سب لوگ اللہ کی امانت میں مامون و محفوظ ہیں۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ہر قسم کے ظلم و زیادتی سے بچانے کے ذمہ دار ہیں۔

ان لوگوں کو نہ تو جلا وطن کیا جائے اور نہ ان سے پیداوار کا عشر (دسواں حصہ) کیا جائے گا۔ ان لوگوں کا حاکم ان ہی میں سے ہوگا۔ محمد رسول اللہ

دومۃ الجندل کے نام

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے...... اہل دومہ کے لئے جب کہ وہ اسلام قبول کر چکے ہیں۔ اور اصنام پرستی کو ترک کر دیا ہے

دومہ کے تالابوں کی زمین، غیر مزروعہ اراضی، غیر مملوکہ اور نزول کی زمینیں اسلحہ اور قلعے ہمارے لئے ہوں گے۔

اور دریا چشمے مزروعہ اراضی درخت اور گھاس وغیرہ یہ سب اہل دومہ کی ملکیت ہوں گے

چراگاہوں میں چرنے والے جانوروں کے علاوہ کسی جانور پر زکوٰۃ نہ لی جائے گی۔ اور حساب سے الگ کسی جانور کو زکوٰۃ میں شامل نہ کیا جائے گا۔

نماز کو وقت پر پڑھنا ہوگا۔ اور زکوٰۃ کو سچائی سے ادا کرنا ہوگا۔

تم سب لوگوں پر اس عہد و پیمان کی پابندی لازم ہوگی اگر تم عہد کے پابند رہو گے تو ہماری طرف سے بھی صدق و وفا کی ضمانت ہے جس کے لئے اللہ اور تمام موجودہ مسلمان گواہ ہیں۔ محمد رسول اللہ

بنی جنبہ اور اہل مقنا کے نام

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے...... بنی جنبہ اور اہل مقنا کے نام:

تم پر سلامتی ہو۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم لوگ اپنے دیہات کو واپس جا رہے ہو۔ میری یہ تحریر جس وقت تمہارے پاس پہنچے تو تم لوگوں کو امن ہے میں نے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عاص کے دونوں بیٹے ہشام و عمرو مومن ہیں۔ (رموز الحقائق)

تمہارے تمام جرائم معاف کر دیئے ہیں۔ تمہارے اوپر کوئی زیادتی نہ کرنے پائے گا۔ تمہارے لیے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری ہے، ہم جس طرح اپنی حفاظت کرتے ہیں اسی طرح تمہاری بھی حفاظت کی جائے گی۔

تم لوگوں پر کھجور کے باغوں کی پیداوار اور بحری شکار اور کاتے ہوئے سوت کے چوتھائی حصے کی ادائیگی واجب ہے۔ اس ادائیگی کے بعد تم ہر قسم کے جزیے اور بے گار سے مستثنیٰ ہو گے۔

اگر تم وفادار ہو گے تو ہمارے ذمہ لازم ہوگا۔ کہ تمہارے ذی مرتبت لوگوں کی عزت کریں اور تمہارے پچھلے تمام قصور معاف کر دیئے جائیں۔

فرمان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر میں مسلمانوں کے لیے یہ ہدایت تحریر فرمائی گئی کہ: ''جو شخص اہل مقنا کے ساتھ بھلائی سے پیش آئے گا تو یہ اس کے لیے بہتر ہوگا اور جوان کے ساتھ برائی سے پیش آئے گا تو یہ اس کے لیے برا ہوگا۔ تم لوگوں پر یا تو تم میں سے حاکم مقرر کیا جائے گا یا میرے متعلقین میں سے ہوگا۔ والسلام محمد رسول اللہ

اہل عقبہ کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

محمد رسول اللہ کی جانب سے.......... اہل عقبہ کے نام

تم پر سلامتی ہو! میں اس خدا کی حمد کرتا ہوں جو یکتا ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

میں اس وقت تک تمہارے ساتھ کسی قسم کی جنگ کا ارادہ نہیں رکھتا جب تک تمہارے پاس میری تحریری حجت نہ پہنچ جائے۔ تمہارے لیے یہ بہتر ہے کہ یا اسلام لے آؤ۔ یا جزیہ دینا منظور کرو۔ اور اللہ اور اس کے رسول اور اس کے قاصدوں کی فرمانبرداری قبول کر لو۔ میرے قاصد واجب الاحترام ہیں۔ ان کے ساتھ عزت سے پیش آؤ۔ جن باتوں سے میرے قاصد خوش ہوں گے۔ میں بھی ان سے خوش ہونگا۔

ان لوگوں کو جزیہ کے احکام بتا دیئے گئے ہیں اگر تم چاہتے ہو کہ دنیا میں امن وسلامتی رہے تو اللہ اور اس کے پیغمبر کی اطاعت اختیار کرو۔ اس کے بعد عرب وعجم میں کوئی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھے گا۔ البتہ اللہ اور اس کے پیغمبر کا حق کسی وقت بھی معاف نہیں ہوتا۔

اگر تم لوگوں نے ان باتوں کو نہ مانا اور رد کر دیا۔ تو مجھے تمہارے تحفے تحائف کی کوئی ضرورت نہیں۔ پھر مجھے قیام امن وامان کے لیے جنگ کرنی پڑے گی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بڑے جنگ میں مارے جائیں گے اور چھوٹے گرفتار ہوں گے۔

میں تمہیں یقین دلاتا ہوں۔ کہ میں خدا کا سچا پیغمبر ہوں۔ میں اللہ پر اس کی کتابوں پر اور اس کے پیغمبروں پر ایمان رکھتا ہوں اور یہ اعتقاد رکھتا ہوں کہ مسیح ابن مریم خدا کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں

حرملہ میرے پاس تین وسق تقریباً ۶ کوئنٹل جو لے کر آئے تھے اور تمہاری سفارش کرتے تھے۔ اگر خدا کے حکم کی تعمیل اور تمہارے متعلق حرملہ کی نیک گمانی کا پاس نہ ہوتا تو مجھے اس خط وکتابت کی ضرورت نہ ہوتی۔ اور اس کے بجائے جنگ کا میدان گرم ہوتا۔ اگر تم نے میرے قاصدوں کی اطاعت کی تو اسی وقت سے تمہیں میری اور ہر اس شخص کی حمایت اور مدد حاصل ہو جائے گی جو مجھ سے وابستہ ہے۔

میرے قاصد شرجیل، ابی حرملہ اور حریث رضی اللہ عنہما ہیں یہ جو فیصلہ تم لوگوں کے بارے میں کریں گے۔ مجھے اس سے اتفاق ہوگا۔

تم لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے اور پناہ میں ہو۔ مقنا کے یہودیوں کو ان کے ملک میں جانے کے لیے زاد راہ مہیا کر دو۔ اگر تم لوگ اطاعت اختیار کرو تو تم پر سلام ہے۔ محمد رسول اللہ

معاہدہ بنی غادیا و بنی عریض

بنی غادیا کے یہود سے حسب ذیل معاہدہ عمل میں آیا۔

خدائے رحمٰن ورحیم کے نام سے

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے...... یہود بنی غادیا کے نام

۱۔ بنی غادیا کے یہود کی ذمہ داری لی جاتی ہے۔

۲۔ ان لوگوں پر جزیہ مقرر کر دیا گیا ہے۔

۳۔ یہ لوگ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی طرح کی سرکشی نہ کریں۔

۴۔ ان لوگوں کو ان کے گھروں سے جلاوطن نہیں کیا جائے گا۔

۵۔ اس معاہدے کو کوئی چیز نہیں توڑ سکے گی۔ محمد رسول اللہ

معاہدہ نجران

وفد نے جب خراج کی ادائیگی پر رضامندی ظاہر کی تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ تحریر کیے جانے کا حکم دیا، معاہدہ یہ ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معاہدہ...... اہل نجران کے لیے ہے

۱۔ اگرچہ محمد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی پیداوار، سونے چاندی اسلحہ اور غلاموں میں سے حصہ لینے کی قدرت حاصل ہے مگر اس نے ان لوگوں کے ساتھ فیاضی برتی اور یہ سب کچھ چھوڑ کر ان پر ایک ایک اوقیہ کے دو ہزار حلے سالانہ مقرر کیے۔ ایک ہزار رجب کے مہینے میں اور ایک ہزار صفر کے مہینے میں۔

۲۔ ہر حلہ ایک اوقیہ کا ہوگا۔ اور جو اس سے کم یا زیادہ کا ہوگا وہ قیمت کے لحاظ سے محسوب کر لیا جائے گا۔

۳۔ اگر حلوں کے بدلے میں زرہوں یا گھوڑوں یا سواری کے اونٹوں کی قسم سے کچھ ادا کریں گے تو قیمت کے حساب سے اس کو بھی قبول کر لیا جائے گا۔

۴۔ اہل نجران پر میرے کارندوں کے ٹھہرانے کا انتظام لازم ہوگا مگر انہیں ایک مہینے کے اندر اندر محاصل ادا کرنے ہوں گے۔ اس سے زیادہ ان کو روکا نہ جائے گا۔ ۵۔ اگر یمن میں بغاوت کی وجہ سے ہمیں جنگ کرنا پڑی تو اہل نجران کو ۳۰ زرہیں ۲۰ گھوڑے اور ۳۰ اونٹ دینے ہوں گے ان میں سے جو جانور ضائع ہو جائیں گے اہل نجران کو ان کا بدلہ دیا جائے گا

۶۔ نجران اور اس کے اطراف کے باشندوں کی جانیں ان کا مذہب انکی زمین انکی جائیدادیں ان کے جانور ان کے حاضر و غائب ان کے قاصد ان کی عبادتگاہیں اللہ کی پناہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں ہیں۔ ان کی موجودہ حالت میں کوئی مداخلت نہیں کی جائے گی۔ نہ ان کے حقوق میں کسی قسم کی دست اندازی ہوگی اور نہ ان کے اصنام مسخ کئے جائیں گے۔ کوئی اسقف کوئی راہب اور کوئی واقہ اپنے منصب سے نہ ہٹایا جائے گا۔ غرض کہ جو جس حالت میں ہوگا اسمیں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں کیا جائے گا۔

۷۔ اہل نجران سے کسی سابقہ جرم یا خون کا مواخذہ نہیں کیا جائے گا۔ نہ فوجی خدمت کے لیے ان کو مجبور کیا جائے گا۔ نہ ان پر کوئی عشر قائم کیا جائے گا۔ اور نہ کوئی لشکر ان کے علاقے میں داخل ہو سکے گا

۸۔ اگر اہل نجران سے کوئی اپنا حق طلب کرے گا تو مدعی اور مدعا علیہ کے درمیان انصاف کیا جائے گا۔ نہ ان پر ظلم ہونے دیا جائے گا۔ اور نہ انہیں کسی دوسرے پر ظلم کرنے دیا جائے گا۔

۹۔ اہل نجران میں سے اس معاہدے کے بعد جو سود کھائے گا۔ وہ میری ضمانت سے خارج ہے۔

۱۰۔ اہل نجران میں سے کوئی شخص کسی دوسرے کے جرم میں ماخوذ نہیں ہوگا۔

۱۱۔ اس معاہدے میں جو کچھ تحریر ہے اس کے لیے اللہ اور محمد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ضمانت ہے حتٰی کہ اس بارے میں کوئی حکم الٰہی ہو۔ اور جب تک اہل نجران وفادار رہیں گے اور ان شرائط کے پابند رہیں گے جو ان سے کی گئی ہیں۔ الا یہ کہ کوئی ظلم سے کسی بات پر انہیں مجبور کر دے۔ محمد رسول اللہ

نجاشی شاہ حبش کے نام

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے...... نجاشی شاہ حبش کے نام

اس پر سلام ہو جو کہ ہدایت کی پیروی کرے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ بیوی اور اولاد سے پاک ہے۔ اور اس کا اقرار کرتا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔

میں آپ کو خدائے واحد پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں۔ اگر سلامتی منظور ہے تو اسلام قبول کر لیجئے۔

اے اہل کتاب! اختلاف و نزاع کی ساری باتیں نظر انداز کر کے ایک ایسی بات پر متفق ہو جاؤ۔ جو ہمارے اور تمہارے درمیاں یکساں طور پر مسلم ہے۔ وہ یہ کہ ہم خدا کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں اور نہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرائیں اور نہ ہم اللہ کے سوا کسی دوسرے کو اپنا رب بنائیں! اگر وہ اس سے اعراض کریں۔ تو ان سے کہدو کہ ”تم گواہ رہنا کہ ہم خدا کے ماننے والے ہیں“

اگر آپ نے میری ان باتوں کو نہ مانا تو آپ کی عیسائی قوم کی گمراہی کی ذمہ داری آپ کے اوپر ہوگی۔ محمد رسول اللہ

قبیلہ لخم کے نام

طبقات ابن سعد میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ لخم کے نام تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۱۔ قبیلہ لخم میں سے جو اسلام قبول کرے گا، نماز پڑھے گا، زکوٰۃ دے گا۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خمس ادا کرے گا اور مشرکین سے اپنے تعلقات منقطع کرلے گا۔ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ اور ذمہ داری میں ہے۔

۲۔ مگر جو شخص اسلام سے پھر جائے گا۔ اس سے اللہ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم بری الذمہ ہیں۔

۳۔ جس شخص کے اسلام کی کوئی مسلمان شہادت دے گا۔ وہ بھی محمد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ اور ذمہ داری میں ہے، ایسا شخص مسلمانوں میں شمار ہوگا۔ محمد رسول اللہ

قبیلہ بارق کے نام

۹ھ ۶۳۰ء میں یمن کے قبیلہ بارق کے وفد نے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے حسب ذیل فرمان لکھنے کا حکم صادر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے...... اہل بارق کے نام

”اہل بارق کی اجازت کے بغیر کوئی شخص ان کے پھل نہ کاٹ سکے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر اور عمر مجھ سے بمنزلہ ہارون کے ہیں موسیٰ کے (خلافت میں)۔ (میزان)

گا۔ جاڑے اور گرمی کے کسی بھی موسم میں ان کی چراگاہوں میں جانوروں کو چرانے کی اجازت نہ ہوگی البتہ جس مسلمان کے پاس چراگاہ نہ ہو۔ یا خودرو گھاس چرانے کے لئے اپنے مویشیوں کو لے کر ان کے یہاں سے گذرے تو اس کی زیادہ سے زیادہ تین دن کی مہمانی اہل بارق کے ذمے ہوگی ان کے باغوں کے پھل پک چکے ہوں تو مسافر کو اتنے گرے پڑے پھل اٹھا کر کھانے کا حق ہوگا جس سے وہ شکم سیر ہو سکے مگر اٹھا کر ساتھ لے جانے کا حق نہ ہوگا۔ محمد رسول اللہ

سرداراں عبابلہ کے نام

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے..... سرداران عبابلہ کے نام

''آپ لوگوں کو چاہیے کہ نماز پڑھتے رہیں۔ اور زکوٰۃ ادا کرتے رہیں۔ ہر صاحب نصاب کے ذمہ ان جانوروں کی زکوٰۃ واجب اور ضروری ہے جو سال کے اکثر حصوں میں چراگاہوں میں چرتے رہتے ہیں۔

زکوٰۃ کے معاملے میں نہ خلاطہ و وراطہ درست ہے اور نہ شغار و شناق اور نہ جلب وجنب۔

آپ کے ذمہ یہ بھی ضروری ہے کہ اسلامی لشکر کی رسد سے مدد کریں اور ہر دس آدمیوں کے گروہ پر ایک اونٹ کے بار کی مقدار غلہ ضروری ہے۔

جو شخص اپنی حیثیت کو چھپائے۔ اور اس طرح مال بچا کر سود خوار کی طرح ہو جائے گا۔ محمد رسول اللہ

خالدؓ بن ولید کے نام

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

محمد النبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے..... خالدؓ بن ولید کے نام

السلام علیک! میں اس اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں تعریف کرتا ہوں۔

بعد ازاں تمہارے قاصد کے ذریعہ تمہارا خط ملا جس میں تم نے بنی الحارث کے اسلام قبول کرنے کی اطلاع دی ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے اسلام کی جو دعوت ان کو پہنچائی انہوں نے اسے قبول کر لیا ہے۔ اور وہ اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ سوائے خدائے وحدہ لاشریک کے کوئی اور معبود نہیں ہے اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اللہ نے ان لوگوں کو اپنی ہدایت سے سرفراز کیا ہے۔ تم انہیں جنت کی بشارت سنا دو۔ اور دوزخ سے ڈراؤ! اس کام سے فارغ ہو کر یہاں چلے آؤ۔ اور ان لوگوں سے کہہ دو کہ اپنا ایک وفد میرے پاس بھیج دیں۔ و السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ (طبری جلد ۳ ص ۱۵۶)

شاہان حمیر کے نام

دوسرا مکتوب گرامی

شاہان حمیر کے قبول اسلام پر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے زکوٰۃ اور جزیے کے تفصیلی مسائل تحریر فرمائے:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

محمد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے..... شاہان حمیر کے نام

السلام علیکم! میں اس خدا کی حمد بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

آپ کے قاصد روم سے میری واپسی کے وقت پہنچے۔ انہوں نے آپ کا پیغام پہنچایا آپ لوگوں کی مشرکین سے جنگ کی تفصیل اور وہاں کے حالات بیان کئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو اپنی ہدایت سے سرفراز کیا ہے آپ لوگوں کو چاہئے کہ اللہ اور اسکے رسول کی فرمانبرداری کو اپنے اوپر لازم کرلیں۔ نماز پڑھتے رہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے رہیں۔ اور غنیمت میں سے اللہ اور اس کے رسول کا خمس (پانچواں حصہ) ادا کرتے رہیں۔

اللہ نے مسلمانوں کی املاک پر جو صدقہ مقرر کیا ہے وہ نہری اور بارانی زمینوں میں عشر (دسواں حصہ) اور چاہی زمینوں میں نصف عشر کے حساب سے ہے۔

زکوٰۃ میں ہر ۴۰ اونٹوں پر ایک جوان اونٹنی اور ۳۰ پر ایک جوان اونٹ اور ۱۵ اونٹوں پر ایک بکری اور دس اونٹوں پر دو بکریاں دی جائیں۔

ہر ۴۰ بیلوں پر ایک جوان گائے اور ہر ۳۰ گائے یا بیلوں پر ایک بچھڑا۔

ہر ۴۰ بھیڑ بکریوں پر ایک جوان بکری یہ مویشیوں کی زکوٰۃ کا نصاب ہے۔

زکوٰۃ کا یہ نصاب اللہ نے مسلمانوں پر فرض کیا ہے جو اس سے زیادہ دے وہ اس کے لیے زیادہ ثواب کا باعث ہے۔

مگر جو صرف مقررہ تعداد ادا کرے اور اپنے اسلام کا اعلان کرے اور مشرکوں کے مقابلے میں مسلمانوں کی مدد کرے وہ مسلمان ہے۔ اس کو مسلمانوں کے تمام حقوق حاصل ہوں گے اور اسی طرح مسلمانوں کی تمام ذمہ داریاں اس پر عائد ہوں گی۔

اس وعدے کے ایفاء کے لئے میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ضمانت دیتا ہوں۔

جو یہودی یا نصرانی اسلام لائے اس کے ساتھ بھی یہی عمل ہوگا۔ جو شخص یہودی یا عیسائی مذہب پر قائم رہنا چاہے اس کو تبدیل مذہب کے لیے کسی بھی طرح مجبور نہیں کیا جائے گا۔ البتہ اس کا جزیہ دینا ہوگا۔ جس کی مقدار ہر بالغ شخص پر ایک دینار ہے یا اس کی قیمت کا کپڑا جو شخص یہ رقم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ادا کرے گا اس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ ہے اور جو شخص جزیہ دینے سے انکار کرے گا۔ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن سمجھا جائے گا۔

معاذ بن جبلؓ کے نام

مکتوب گرامی کا مضمون یہ ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے...... معاذ بن جبل کے نام

السلام علیک! میں خدائے واحد کی حمد کرتا ہوں اللہ تعالیٰ تمہارا اجر بڑھائے اور تمہارے غمگین دل کو صبر عطاء فرمائے۔ اور شکر الٰہی کو توفیق بخشے۔

حقیقت میں ہماری جانیں ہمارے اہل وعیال اور ہمارے اموال اللہ کے عطیات میں سے مستعار امانتیں ہیں۔ جب تک چاہتا ہے اپنے بندے کو اس سے بہرہ ور فرماتا ہے اور جب مقررہ وقت آجاتا ہے تو واپس لے لیتا ہے۔

بندے کا فرض ہے کہ اللہ جب کوئی نعمت عطاء فرمائے تو اس کا شکر ادا کرے اور جب وہ نعمت واپس لے لی جائے تو صبر کرنا چاہیے۔

تمہارا فرزند اللہ کی ایک اچھی امانت تھا۔ اس نے جب تک چاہا تمہاری آنکھوں کو اس سے ٹھنڈا رکھا اور جب چاہا اجر عظیم کے عوض میں تم سے لے لیا، بشرطیکہ اللہ کی رضا پر صبر اختیار کرو۔

اے معاذ رضی اللہ عنہ اگر تم نے بے صبری اختیار کی تو تم اللہ کے یہاں اپنے اجر وثواب کو ضائع کر دو گے اور اگر تمہیں یہ معلوم ہو جائے اس صدمہ پر تمہیں کس قدر اجر وثواب اللہ کے ہاں دیا گیا تو یہ صدمہ تمہاری نظر میں حقیر بن جائے گا۔

مصیبت اور تکلیف پر صبر کرنے والوں سے اللہ نے جو وعدہ کیا ہے بلاشبہ آخرت میں تم اسے پورا پورا پاؤ گے۔ اللہ کے وعدے سے تمہارا غم ہلکا ہو جانا چاہیے۔ جو ہونے والا ہے وہ ضرور پورا ہو کر رہتا ہے، والسلام

محمد رسول اللہ

ضمیرہ لیثی رضی اللہ عنہ کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

محمد رسول اللہ کی یہ تحریر............ ضمیرہ لیثی کے لئے ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضمیرہ لیثی رضی اللہ عنہ کو غلامی سے آزاد کر دیا اب وہ بالکل آزاد ہے، اگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہنا چاہے تو وہ رہ سکتا ہے اور اگر اپنے گھر والوں کے پاس جانا چاہے تو جا سکتا ہے کوئی شخص اس سے سوائے حقوق اللہ اور حقوق العباد کے کسی قسم کا کوئی تعرض نہ کرے اور جو مسلمان اس سے ملے اس کو چاہیے کہ ضمیرہ کے ساتھ بھلائی سے پیش آئے۔ محمد رسول اللہ

بنی نہد کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

محمد رسول اللہ کی جانب سے...................... بنی نہد کے نام

اس پر سلامتی ہو جو اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے!

جو شخص نماز پڑھے مومن ہے اور جو زکوٰۃ ادا کرے وہ مسلمان ہے اور جو شخص خدا کی یکتائی کا اقرار کرے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے وہ اللہ کے نزدیک غفلت کرنے والوں میں شمار نہیں ہوگا

تمہیں اپنی چراگاہوں کے استعمال کا پورا پورا حق حاصل ہوگا اور کوئی درخت کاٹ نہ سکے گا۔ زکوٰۃ کی وصولیابی میں نرمی برتی جائے گی مگر بیمار اور بوڑھے جانور زکوٰۃ میں نہ دیئے جائیں!

جو شخص اس عہد پر قائم رہے گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کی مدد کرنا واجب ہے، اور جو شخص اس عہد کو توڑ دے تو یہ اس کی زیادتی ہوگی۔

محمد رسول اللہ

ربیعہ بن ذی مرحب الحضرمی کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ان لوگوں کا مال و دولت، غلام، کنویں، نہریں، بیہات اور ان کے درخت، جنگل کی گھاس جو حضر موت میں ہے، ذی مرحب کے خاندان کے لئے ہے۔

جس نہر سے یہ لوگ آبپاشی کرتے ہیں اور جو آل قیس تک بہتی ہے اور وہ بھی ان ہی کی رہے گی۔

جو باغ وغیرہ ان کے پاس رہن ہیں ان کی پیداوار کا حق رہن رکھنے والوں ہی کو حاصل ہوگا۔ مرتہن شے مرہونہ سے نفع حاصل نہیں کر سکتا۔ اس کی خلاف ورزی کرنے والے سے اللہ اور اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بری ہوں گے۔ مسلمانوں پر خاندان ذی مرحب کی مدد واجب ہوگی، اور مسلمانوں پر ضروری ہوگا کہ ان کو جانی و مالی نقصان سے بچائیں۔ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مددگار ہیں۔ محمد رسول اللہ

قبیلہ کلب کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

محمد نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے........... قبیلہ کلب کے بنی جناب اور ان کے حلیفوں کے نام

جو لوگ نماز پڑھیں زکوٰۃ ادا کریں، اور اپنے ایمان کو پختہ رکھیں، اور عہد کو

پورا کرنے میں سرگرمی دکھلائیں، ایسے لوگوں پر لازم ہے کہ بغیر چرواہے کے چرنے والی بکریوں میں ہر پانچ بکریوں پر ایک بکری زکوٰۃ میں دیں۔ اور جن اونٹنیوں کے بچے مرجائیں ایسی پچاس اونٹنیوں پر ایک بے عیب اونٹنی زکوٰۃ ادا کی جائے۔ بار برداری کے جانوروں پر زکوٰۃ نہیں لی جائے گی۔

جس زمین کی نہر سے آب پاشی کی جائے اس پر عشر (دسواں حصہ) ہے، اور جو زمین بارش سے سیراب ہوتی ہے اس پر نصف عشر زکوٰۃ کا دیا جائے۔

''جو جانور راستہ بھول کر ان کے علاقے میں آجائیں وہ انہیں کے ہوں گے۔ جو تعداد ان پر مقرر کی گئی ہے۔ اس سے زیادہ ان سے وصول نہیں کیا جائے گا۔

اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس تحریر کے ذمہ دار ہیں،،

محمد رسول اللہ

عامر بن اسود طائی کے نام

یمن کا قبیلہ طے جو اپنے ''مردسخی'' حاتم طائی کی بدولت ساری دنیا میں مشہور ہے، اس کے ایک سردار عامر بن اسود کے لئے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریر فرمایا:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے..... عامر بن اسود طائی کے نام عامر اور ان کے قبیلہ طے کی بستیاں، کنویں اور چشمے انہیں کی ملکیت میں رہیں گے بشرطیکہ یہ نماز پڑھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے رہیں، اور مشرکین سے اپنے آپ کو علیحدہ رکھیں۔ بقلم مغیرہؓ محمد رسول اللہ

زمل بن عمرو العذری کے نام

زمل بن عمرو بارگاہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مندرجہ ذیل فرمان عطا فرمایا:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

میں زمل بن عمرو کو ان کی قوم کی طرف بھیج رہا ہوں، جو شخص اسلام لائے وہ اللہ کی جماعت میں شامل ہے۔

اور جو شخص اسلام کا انکار کرے اس کے لئے بھی دو مہینے تک امن وحفاظت کی ذمہ داری ہے۔ محمد رسول اللہ

بنی شمخ کے نام

اسی قبیلہ جہینہ کی شاخ بنی شمخ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی صفینہ کی زمین مرحمت فرماتے ہوئے لکھوایا:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

یہ وہ دستاویز ہے جو محمد النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ جہینہ کے بنی شمخ کو دی ہے، میں نے انہیں صفینہ کی وہ زمین دے دی ہے، جس پر ان لوگوں نے نشان لگالیا ہے۔ اور زراعت شروع کر دی ہے کوئی شخص ان سے مزاحمت نہ کرے۔ بقلم عقبہؓ محمد رسول اللہ

حضرت زبیر بن عوام ؓ کے نام

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے.......... زبیر بن عوام حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے نام

''میں نے زبیر ؓ کو شواق کی ساری زمین عطا کر دی ہے اس میں کوئی ان سے مزاحمت نہ کرے''، بقلم علیؓ محمد رسول اللہ

بلال بن حارث المزنی کے نام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال بن حارث کو مختلف قطعات اراضی دیتے ہوئے حسب ذیل فرمان عطا فرمایا:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

النخل اور جزعہ وغیرہ بلال المزنی کو دیئے گئے ہیں۔ نیز المضہ اور غیلہ بھی انکو دیئے جاتے ہیں۔ ان مقامات کی تمام بلند اور نشیبی زمینیں ان ہی کی ہونگی، ان زمینوں میں جو کانیں ہیں ان کے مالک بھی یہی ہونگے بشرطیکہ یہ اسلام پر ثابت قدم رہیں۔ محمد رسول اللہ

ان قطعات اراضی میں معدنیات کی کانیں بھی تھیں یہ پہاڑی علاقہ تھا، اس کی وادی اور پہاڑ سب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال بن حارث ؓ کو عنایت فرمائے تھے، بعد میں کسی وقت ان کی اولاد نے ان قطعات کا کچھ حصہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے ہاتھ فروخت کر دیا اتفاق سے اس زمین کی کھدائی میں کان نکل آئی اور ان لوگوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے عرض کیا کہ ہم نے زراعت کے لیے زمین بیچی ہے، اس کے معدن کو ہم نے فروخت نہیں کیا۔ اپنے دعوی کے ثبوت میں بلال بن حارث ؓ کی اولاد نے یہ فرمان مقدس دکھلایا اس میں زمین اور اس کے معدن اور پہاڑ کی تصریحات درج تھیں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمان مبارک کو دیکھتے ہی آنکھوں سے لگالیا اور بلا تامل معدن کا سب مال ان کے حوالے کر دیا۔

فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل ؓ کو لکھ کر آب زمزم طلب فرمایا، مکتوب گرامی کے الفاظ یہ تھے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

میرا یہ خط پہنچتے ہی فوراً مجھے آب زمزم بھیج دو محمد رسول اللہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اہل میں سے مجھے سب سے پیاری فاطمہ ہے۔ (کنز العمال)

سعید بن سفیان کے نام

سعید بن سفیان کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کھجور کا باغ عطا کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یہ اس امر کی دستاویز ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعید بن سفیان الرعلی کو السوارقیہ کا کھجور کا باغ عطا فرمایا ہے۔ اس بارے میں کوئی ان سے تعرض نہ کرے۔ بقلم خالد بن سعیدؓ محمد رسول اللہ

عتبہ بن فرقد کے نام

عتبہ بن فرقد کی درخواست پر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مکان بنانے کے لیے مکہ مکرمہ میں ایک قطعۂ زمین مرحمت فرماتے ہوئے تحریر فرمایا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اس دستاویز کی رو سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ بن فرقد کو مکہ مکرمہ میں کوہ مروہ کے قریب مکان کی تعمیر کے لیے زمین عطا فرمادی ہے اس بارے میں کوئی شخص ان سے مزاحمت نہ کرے۔ بقلم معاویہؓ محمد رسول اللہ

ثقیف والوں کے لئے تحریر

۱۔ اللہ کے رسول محمد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تحریر.....ثقیف کیلئے ہے۔

۲۔ اس تحریر میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس کی ذمہ داری خدائے وحدہ لاشریک اور محمد النبی بن عبداللہ پر ہے۔

۳۔ ثقیف کی وادی حرم قرار دی گئی ہے۔ وہاں کے جنگلی خاردار درخت کاٹنا، شکار کرنا، ظلم، چوری، یا برائی کے کام کرنا سب حرام ہیں

۴۔ وج کا ثقیف ہی کو سب سے زیادہ استحقاق ہے، طائف کی سرزمین کو فوجی گزرگاہ نہیں بنایا جائے گا اور نہ کوئی مسلمان وہاں جا کر ان لوگوں کو وہاں سے نکال سکے گا۔ یہ لوگ طائف اور اس کی وادی میں جو چاہیں کریں اور جو عمارت چاہیں بنائیں۔

۵۔ اہل طائف عشر، زکوۃ، اور فوجی امداد سے مستثنیٰ ہونگے، ان پر جان و مال کے لیے کسی قسم کا کوئی جبر نہیں کیا جائے گا۔

۶۔ یہ لوگ مسلمانوں ہی کی ایک جماعت سمجھے جائیں گے، اسلئے مسلمانوں میں جہاں چاہیں بے روک ٹوک آمد و رفت رکھ سکتے ہیں

۷۔ اگر کوئی شخص اہل طائف کے یہاں گرفتار ہو جائے تو اس کے فیصلہ کا ان ہی کو اختیار حاصل ہوگا۔

۸۔ اہل طائف کا رہن کی ضمانت پر جو قرض وصول طلب ہو اور جو قرض رہن پر موسم عکاظ کے بعد تک کے لئے ہو وہ عکاظ کے وقت تک ادا کر دیا جائے، اللہ سود سے بری ہے۔

۹۔ اہل طائف کے قبول اسلام تک جو قرضے ان کے کھاتوں میں وصول طلب ہوں وہ ان کے مستحق ہوں گے۔

۱۰۔ اہل طائف کی کوئی امانت اگر امانت دار نے ضائع کر دی تو وہ مالک کو واپس دلائی جائے گی۔

۱۱۔ ثقیف کے جو لوگ یہاں موجود نہیں ہیں ان کو بھی وہی امن اور حقوق حاصل ہونگے جو موجود ین کو حاصل ہیں۔ انکے جو اموال لیہ میں ہیں وہ بھی وج کی طرح محفوظ رہیں گے۔

۱۲۔ اسی طرح جو شخص ان کا حلیف یا شریک تجارت ہوگا اس کو بھی یہی حقوق حاصل ہونگے۔

۱۳۔ اگر اہل ثقیف پر کوئی مالی یا جانی زیادتی کرے گا تو تمام مسلمان زیادتی کرنے والے کے خلاف ثقیف کی مدد کریں گے۔

۱۴۔ ایسا شخص جس کا آنا ثقیف کو اپنے علاقہ میں پسند نہ ہو وہ ان کے یہاں نہ آنے پائے گا۔

۱۵۔ خرید و فروخت کے لئے اپنے مکانوں کے سامنے یہ لوگ جگہ بنا سکتے ہیں۔

۱۶۔ ثقیف کا حاکم ان ہی میں سے مقرر کیا جائے گا۔ چنانچہ بنی مالک اور بنی اخلاف پر ان کا اپنا اپنا امیر ہوگا۔

۱۷۔ ثقیف کے وہ لوگ جو قریش کے باغات کی آب رسانی کریں گے اس پر وہ نصف پیداوار کے حق دار ہوں گے۔

۱۸۔ رہن کی ضمانت پر سود نہیں لیا جائے گا۔ اگر رہن کی ادائیگی کی طاقت رکھتے ہوں تو ادا کریں، اور اگر فوری ادا نہ کر سکتے ہوں تو آئندہ سال کے جمادی الاولیٰ تک ادا کر دینا چاہیے۔ اور جس کا وقت آ چکا ہو اور ادا نہ کرے تو بلاشبہ اس نے اس کو سود بنا دیا۔

۱۹۔ اہل ثقیف پر جو قرض طلب ہو تو وہ قرض خواہ کو صرف اصل ادا کی جائے۔

۲۰۔ اگر ان کے یہاں کوئی ایسا قیدی ہو جسے اس کے مالک نے بیچ دیا ہو تو یہ بیع صحیح ہوگی اور جو فروخت نہ کیا گیا ہو اس کا فدیہ چھ اونٹنیاں ہوں گی۔ جو دو قسطوں میں دی جا سکیں گی۔

۲۱۔ جس شخص نے کوئی چیز خریدی ہو تو صرف اسی کو اس چیز کی فروختگی کا حق حاصل ہوگا۔ محمد رسول اللہ

☆☆☆☆☆

باب ۱۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم (عالم خواب میں)

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھے دیکھا، اس نے مجھ ہی کو دیکھا۔ جس نے یہاں مجھے خواب میں دیکھا۔ وہ قیامت میں ضرور مجھے دیکھے گا۔ اور میں قیامت میں دیکھنے والوں کی شفاعت کروں گا۔ اور جس کی میں شفاعت کروں گا اللہ تعالیٰ اس کو حوض کوثر سے پانی پلائے گا۔ اور حوض کوثر سے پانی پینے والے پر آتش دوزخ حرام ہے۔ (حدیث)

ابن ماجہ نے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے مجھ کو دیکھا وہ دوزخ میں نہ جائے گا۔ مرقاۃ میں ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ جس نے بصدق عقیدت وخلوص، ارادت وکمال تمنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، کیا حالت بیداری، کیا حالت خواب میں، وہ جنتی ہو گا۔ ترمذی شریف میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کوئی دیکھے گا مجھ کو خواب میں، تحقیق اللہ تعالیٰ اس کو دکھائے گا۔ مجھے بیداری میں طیب نے لکھا ہے کہ مراد اس بیداری سے یہ ہے کہ بحالت تقریب بیداری مجھ کو آخرت میں دیکھے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (بعض حیثیات سے) میرے ساتھ شدت سے محبت رکھنے والے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد ہوں گے۔ کہ ان میں سے ہر شخص یہ تمنا کرے گا کہ تمام اہل و مال کے عوض مجھ کو دیکھ لے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔ (کذا فی المشکوٰۃ)

یعنی اگر ان سے کہا جائے کہ سب اہل وعیال اور جان ومال قربان اور فدا کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ تب حصول دولت زیارت سے مشرف ہو گے۔ تو وہ اس پر دل وجان سے راضی ہو جائیں گے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصائے مبارک سے دار العلوم دیوبند کی بنیاد کا نشان لگایا جو صبح باقاعدہ نشان موجود تھا:

۱۔ مدرسہ دار العلوم دیوبند (بھارت) ایک الہامی مدرسہ ہے۔ ۱۵ محرم ۱۲۸۳ھ مطابق ۳۰ مئی ۱۸۶۷ء کو اس ادارے کا آغاز کیا گیا۔ زمین مل جانے کے بعد عمارت مدرسہ کے لیے بنیاد رکھ دی گئی۔ جب وقت آیا کہ اسے بھرا جائے اور اس پر عمارت تعمیر کی جائے تو مولانا رفیع الدین مہتمم ثانی دار العلوم دیوبند نے خواب دیکھا کہ اس زمین پر نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ ہاتھ میں عصا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مولانا سے فرمایا۔ "شمالی جانب جو بنیاد کھودی گئی ہے اس سے صحن مدرسہ چھوٹا اور تنگ رہے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصائے مبارک سے دس بیس گز شمال کی جانب ہٹ کر نشان لگایا کہ بنیاد یہاں ہونی چاہیئے۔ تا کہ مدرسہ کا صحن وسیع رہے۔ (جہاں تک اب صحن کی لمبائی ہے) خواب دیکھنے کے بعد مولانا علی الصبح بنیادوں کے معاینہ کے لیے تشریف لے گئے تو حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا لگایا ہوا نشان بدستور موجود تھا اسی نشان پر بنیاد کھدوائی اور مدرسے کی تعمیر شروع ہوگئی۔

مدینہ تشریف لے آئیے:

۲۔ حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری ثم مدنی کو حضرت نبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "آپ میرے پاس مدینہ تشریف لے آئیے"۔ حضرت مولانا دوسرے ہی دن مدینہ طیبہ کے لیے روانہ ہوگئے۔

حضرت قاری محمد طیب صاحب کے والد ماجد کا خواب:

۳۔ قاری صاحب فرماتے ہیں میرے والد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے بیعت تھے۔ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے خلیفہ تھے۔ حضرت حاجی صاحب میلاد شریف، گیارہویں شریف اور دیگر مسائل میں نرم رویہ اختیار کیے ہوئے تھے کیونکہ وہ وسیع المشرب تھے جبکہ والد ماجد ایک عالم کی حیثیت سے ہر مسئلہ میں خالص شرعی احکامات بیان فرماتے تھے۔ والد صاحب نے ایک رات خواب دیکھا کہ ایک بہت بڑا دیوان خانہ ہے مسند پر حضرت حاجی صاحب بیٹھے ہیں اور میں ان ہی مسائل پر ان سے بحث کر رہا ہوں۔ حاجی صاحب کے نظریات ان کے رسالے فیصلہ ہفت مسئلہ میں موجود ہیں جبکہ میں ان مسائل کی بابت وہی بات کہتا ہوں جو عین شرع کے مطابق ہے۔ اس پر حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ ابھی فیصلہ ہوا جاتا ہے کہ کون حق پر ہے۔ دیوان خانہ کے سامنے ایک لمبی سڑک ہے۔ حاجی صاحب کے ارشاد کے فوراً بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سڑک پر تشریف لاتے نظر آتے

ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں عصا ہے بدن پر ململ کا کرتہ ہے۔ جس میں سے جسم مبارک جھلک رہا ہے۔ سر مبارک پر پانچ کلی کی ٹوپی ہے اور چہرہ انور بالکل حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی جیسا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری جانب تشریف لا کر میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر ارشاد فرماتے ہیں کہ "یہ لڑکا جو کچھ کہتا ہے وہی درست ہے"۔ حاجی صاحب جو چوکھٹ پر ایک طرف کھڑے ہیں یہ سن کر سات مرتبہ فرماتے ہیں۔ بجا اور درست ہے۔ بجا اور درست ہے۔" اور ہر بار سر اور بدن کو بالکل جھکا لیتے ہیں" میں یہ سن کر بہت خوش ہوتا ہوں۔ کچھ جراءت پیدا ہوتی ہے۔ عرض کرتا ہوں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتب احادیث کے اندر تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک کچھ اور ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرا اصل حلیہ تو وہی ہے مگر چونکہ مولانا رشید احمد گنگوہی تمہارے شیخ ہیں اس لیے میں نے تمہارے شیخ کی صورت اختیار کی۔ تاکہ تم قربت اور موانست محسوس کرو۔ یہ خواب تین چار منٹ جاری رہا۔

صبح والد ماجد نے یہ خواب تحریر کر کے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی خدمت میں روانہ کیا۔ حضرت گنگوہی نے جب یہ خواب پڑھا تو ان پر عجیب سی کیفیت طاری ہوگئی۔ اور فرمایا کہ اگر فقہاء کفن میں کسی چیز کے رکھنے کو منع نہ فرماتے تو میں وصیت کرتا کہ میرے کفن کے ساتھ اس خط کو شامل کر دیا جائے۔

قادیانیوں کی مذمت:

۴۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی نے فرمایا کہ میں مذبذب تھا اور سوچتا تھا کہ قادیانیوں کی لاہوری پارٹی کی تکفیر نہیں کرنی چاہئے البتہ ان کو فاسق سمجھنا چاہئے۔ کیونکہ وہ مرزا غلام احمد کو نبی نہیں صرف مجدد مانتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی خود مدعی نبوت تھا۔ اور اس وجہ سے کافر تھا۔ پس وہ مجدد کیونکر ہو سکتا ہے۔ اسی زمانہ میں میں نے خواب دیکھا کہ ایک لمبی چوڑی گلی ہے جس کے آخر میں اندھیرا ہے۔ وہیں گلی کے دونوں جانب دو دروازے ہیں جہاں چاندنی چٹکی ہوئی ہے۔ گلی کی انتہا پر ایک تخت بچھا ہوا ہے اور اندھیرے میں اس تخت پر حکیم نورالدین (خلیفہ اول مرزا غلام احمد قادیانی) بیٹھا ہوا ہے۔ اور ایک نوجوان برابر کھڑا قادیانیوں کی تعریف کر رہا ہے تو اسی وقت ایک دروازے میں سے حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ انور پر غصہ کے آثار ہویدا ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے جلال اور نہایت سختی کے ساتھ فرمایا۔ "میری ساری امیدوں پر اس نے پانی پھیر دیا ہے میری توقعات ختم کر دیں۔ اس کی قبر دیکھ لو" (مراد مرزا غلام احمد قادیانی کی قبر ہے) آخری فقرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر غصہ سے فرمایا کہ وہاں کی ہر چیز اڑ گئی۔ نہ تخت رہا، نہ نورالدین نہ نوجوان۔

شہادت عثمانؓ:

۵۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب دشمنوں نے امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو محصور کر لیا تو میں آپ کی خدمت میں سلام عرض کرنے کے لیے حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ بھائی بہت اچھا کیا آئے میں نے اس کھڑکی میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ عثمان! تمہیں ان لوگوں نے محصور کر رکھا ہے میں نے عرض کیا جی ہاں اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈول پانی کا لٹکایا جس میں سے میں نے پانی پیا۔ اس پانی کی ٹھنڈک اب تک میرے دونوں شانوں اور چھاتیوں کے درمیان محسوس ہو رہی ہے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم چاہو تو ان کے مقابلے میں تمہاری مدد کی جائے اور تمہارا دل چاہے تو یہاں ہمارے پاس آ کر افطار کرو۔ میں نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری چاہتا ہوں۔ اسی دن شہید کر دیئے گئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ یہ ۳۵ ہجری کا واقعہ ہے۔ (الحاوی)

آنکھ کھلی تو امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ محترمہ سے فرمایا کہ میری شہادت کا وقت آ گیا۔ باغی ابھی مجھے شہید کر ڈالیں گے۔ اہلیہ محترمہ نے نہایت دردمندانہ لہجہ میں فرمایا امیر المومنین ایسا نہیں ہو سکتا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے ابھی یہ خواب دیکھا ہے۔ جب بستر سے اٹھے تو آپ نے وہ پاجامہ طلب فرمایا جس کو پہلے کبھی نہ پہنا تھا۔ اسے زیب تن فرمایا۔ پھر بیس غلام آزاد کر کے کلام اللہ کی تلاوت میں مشغول ہو گئے۔ باغی دیوار پھاند کر محل سرا میں داخل ہو گئے۔ قرآن آپ کے سامنے کھلا ہوا تھا۔ اس خون ناحق نے جس آیت شریفہ کو رنگین بنایا وہ یہ تھی۔ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (خدا کی ذات تم کو کافی ہے وہ سننے والا اور جاننے والا ہے) جمعہ کے دن عصر کے وقت شہادت ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

عامر رضی اللہ عنہ تمہارے لیے دعا کرتے ہیں:

۶۔ حضرت عامر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ایک شخص کا خواب لائق ذکر ہے۔ جس سے آپ کے روحانی مرتبہ کا اندازہ ہوتا ہے سعید جرزی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص کو حضرت نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اس شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے التجا کی کہ میرے واسطے مغفرت کی دعا فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے لیے عامر دعا کر رہے ہیں۔ اس شخص نے حضرت عامر رضی اللہ عنہ سے یہ خواب بیان کیا یہ لطف و کرم سن کر آپ پر اتنی رقت طاری ہوئی کہ ہچکیاں بندھ گئیں۔ (تابعین از شاہ معین الدین احمد صاحب ندوی ص ۲۴۰ تا ۲۴۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صہیب کے ساتھ محبت رکھو جیسے والدہ کو اولاد سے ہوتی ہے۔ (کنز)

حضرت نافع کے منہ سے خوشبو:

۷۔حضرت نافع بن ابی نعیم مولی جعونہ کی کنیت ابورویم تھی۔اصفہان اسود کے باشندے تھے۔مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کی۔عمر بہت دراز پائی۔تقریباً ۷۰ تابعین سے قرآن مجید حاصل کیا۔جب آپ پڑھاتے تو منہ سے خوشبو آتی تھی۔لوگوں نے دریافت کیا کہ کیا آپ خوشبو استعمال کرتے ہیں تو فرمایا کہ میں نے خوشبو کبھی استعمال نہیں کی۔البتہ بحالت خواب ایک مرتبہ دیکھا کہ حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے منہ کے قریب قرآن مجید پڑھ رہے ہیں بس اسی وقت سے یہ خوشبو پاتا ہوں۔معبر نے اس کی یہ تعبیر بتائی کہ تم دنیا میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مطہرہ کی نشرواشاعت میں امام بنو گے۔

حضرت خواجہ فضیل بن عیاض:

۸۔حضرت خواجہ فضیل بن عیاض وضو کے وقت دو بار ہاتھ دھونا بھول گئے اور نماز اسی طرح ادا کر لی اسی رات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اے فضیل بن عیاض تعجب کی بات ہے کہ وضو میں تم سے غلطی ہوئی'' حضرت خواجہ ڈر کے مارے نیند سے بیدار ہو گئے اور از سر نو تازہ وضو کیا اور اس جرم کے کفارہ میں پانچ سو رکعت نماز ایک برس تک اپنے اوپر لازم کر لی۔

نہر زبیدہ:

۹۔خلیفہ ہارون رشید اور اس کی اہلیہ نے یہ خواب دیکھا کہ وہ میدان قیامت میں کھڑے ہیں اور ہر شخص حساب کے بعد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت پر بہشت میں داخل ہو رہا ہے۔لیکن ان کی نسبت حضرت نبی امی دقیقہ دان عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ یہ پیش نہ کیے جائیں۔کیونکہ مجھے ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے حضور میں بہت شرمندہ ہونا پڑے گا۔میں ان کی شفاعت نہ کروں گا کیونکہ انہوں نے بیت المال کا مال اپنا سمجھ رکھا ہے اور مستحقین کو محروم کر دیا ہے یہ ہولناک خواب دیکھ کر دونوں جاگ اٹھے اسی دن بیت المال سے ہزار ہا درہم و دینار تقسیم کیے اور ہزار ہا فلاحی کام انجام دیئے۔نہر زبیدہ بھی اسی دور کی یادگار ہے۔

امام شافعیؒ کے لیے میزان کا عطیہ:

۱۰۔حضرت امام شافعیؒ کا سلسلہ نسب ساتویں پشت پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خانہ کعبہ میں نماز پڑھتے دیکھا۔جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کو تعلیم دینے لگے۔میں نے قریب ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھی کچھ سکھایئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آستین سے میزان (ترازو) نکال کر مجھ کو عطاء فرمایا اور فرمایا کہ تیرے لیے میرا یہ عطیہ ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ کے لیے بشارت:

۱۱۔حضرت امام شافعیؒ جب مصر تشریف لے گئے تو وہاں آپ سے حضرت صاحب برہان، رحمت یزداں صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں فرمایا کہ احمد بن حنبل کو بشارت دو کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے بارے میں ان کی آزمائش کرے گا۔ربیع بن سلیمان فرماتے ہیں کہ حضرت امام شافعی نے ایک خط لکھ کر میرے حوالے کیا۔کہ میں فوراً اس خط کو حضرت احمد بن حنبل کو دوں۔مجھے خط پڑھنے کی ممانعت فرمائی۔میں خط لیکر اعراق پہنچا۔مسجد میں فجر کے وقت امام حنبل سے شرف ملاقات حاصل کیا سلام کرنے کے بعد خط پیش کیا۔خط پاتے ہی امام حضرت امام شافعی کے متعلق دریافت کرنے لگے اور پوچھا کہ تم نے خط کو دیکھا۔میں نے عرض کیا کہ نہیں۔خط کی مہر توڑی اور پڑھنا شروع کیا اور آبدیدہ ہو کر فرمایا: ''میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ امام شافعی کے قول کو سچ کر دکھائے گا''۔ربیع نے پوچھا کہ خط میں کیا لکھا ہے تو فرمایا ''حضرت امام شافعی نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں یہ فرماتے دیکھا کہ اس نوجوان ابوعبداللہ بن حنبل کو بشارت دو کہ اللہ تعالیٰ دین کے بارے میں اس کو آزمائش میں ڈالے گا اور اس کو مجبور کیا جائے گا کہ قرآن کو مخلوق تسلیم کرے مگر اس کو چاہئے کہ ایسا نہ کرے جس پر اس کے تازیانے لگائے جائیں گے۔آخر اللہ تعالیٰ اس کا علم ایسا بلند کرے گا جو قیامت تک نہ لپیٹا جائے گا''۔ربیع نے کہا اس بشارت کی خوشی میں آپ مجھے کیا انعام دیتے ہیں۔آپ کے جسم کا ایک کپڑا ان کو عنایت کیا اور وہ خط کا جواب لیکر امام شافعیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔اور تمام واقعہ بیان کیا۔حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا تم اس کپڑے کو تر کر کے اسکا متبرک پانی مجھے دو۔میں نے تعمیل حکم کی اور امام شافعیؒ نے اس کو ایک برتن میں رکھ لیا اور روزانہ اس کو اپنے رخسار مبارک پر تبرکاً مل لیتے تھے۔

نابینا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پھرتے ہی بینا ہو گیا:

۱۲۔مرواح بن مقبل ایک سید حسنی قاہرہ میں رہتے تھے ان کی آنکھوں میں بادشاہ وقت نے سلائی پھروادی تھی۔جس کے صدمے سے دماغ پک گیا اور پھول گیا۔اور بدبو دے اٹھا تھا۔آنکھیں بہہ گئی تھیں اور بے چارے اندھے ہو گئے تھے۔ایک عرصہ بعد آپ کا جانا مدینہ منورہ ہوا اور

روضہ اطہر کے قریب کھڑے ہو کر اپنا حال زار بیان کیا جب سوئے تو خواب میں حضرت محمد رسول اللہ سائے نعمت آسماں صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ان کی آنکھوں پر اپنا دست مبارک پھیرا۔ بیدار ہوئے تو آنکھیں بالکل درست تھیں۔ تمام مدینہ طیبہ میں اس بات کا شہرہ ہو گیا۔ جب قاہرہ واپس ہوئے تو بادشاہ ان کی آنکھوں کو درست پا کر بہت ناراض ہوا اور سمجھا کہ جلادوں نے جھوٹ بولا ہے اور ان کی آنکھیں پھوڑی ہی نہیں۔ جب لوگوں نے بتایا کہ مدینہ منورہ تک یہ اندھے تھے اور وہاں پہنچ کر یہ واقعہ ہوا تب بادشاہ کا غصہ ٹھنڈا ہوا اور وہ نادم بھی ہوا۔

امام بخاریؒ کا مقام:

۱۳۔ حضرت امام بخاریؒ خود بیان فرماتے ہیں کہ "صحیح بخاری" کی تدوین کا محرک ایک خواب ہوا۔ ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور میں پنکھے سے ہوا کر رہا ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ انور کے قریب جانے والی مکھیاں بھی اڑا رہا ہوں۔ صبح ایک معبر سے میں نے اپنے اس خواب کی تعبیر چاہی تو اس نے کہا کہ تجھے خداوند تعالیٰ توفیق دے گا اور تو کذب و افتراء کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے دور کرے گا۔ اس کے بعد میرے دل میں "صحیح بخاری" کی تدوین و ترتیب کا خیال پیدا ہوا اور سولہ سال کی مدت میں اس کی تکمیل کی۔ سب سے پہلے اس کا مسودہ مسجد حرام میں بیٹھ کر لکھا۔ یہ مجموعہ ترتیب دیتے وقت ہمیشہ روزہ رکھا روایت ہے کہ ہر حدیث پر شب کو خواب میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے تصدیق کی سند ملتی تھی۔

صحیح بخاری شریف کا مقام:

۱۴۔ حضرت ابو زید مروزی محدث ذکر فرماتے ہیں کہ میں مسجد حرام میں محو خواب تھا کہ شاہ تقدس مآب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اے ابو زید! چو کتاب مرا درس نمی گوئی؟" گفتم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتاب تو کدام است؟ گفت۔ کتاب محمد بن اسمٰعیل بخاری۔ یعنی اے ابو زید تم میری کتاب کیوں نہیں پڑھاتے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کونسی کتاب ہے؟ فرمایا محمد بن اسمٰعیل بخاری کی تالیف کردہ کتاب۔ بے شک کلام اللہ کے بعد "صحیح بخاری" ہی سب سے زیادہ عظیم الشان کتاب ہے۔

بایزید بسطامی کو شادی کی ترغیب:

۱۵۔ حضرت بایزید بسطامی جو اکابر اولیاء اللہ میں سے ہیں انہوں نے اب تک شادی نہ کی تھی خواب دیکھا کہ نہایت عالیشان عمارت ہے جس میں اولیاء اللہ آتے جاتے ہیں مگر جب وہ خود اندر جانے کا قصد کرتے ہیں تو دروازہ بند پاتے ہیں۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ بارگاہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ دل میں سوچنے لگے کہ اللہ پاک نے مجھے بہت سے انعامات سے نوازا ہے کیا وجہ ہے کہ مجھے اس دربار کو ہر بار جانے کی اجازت نہیں۔ سوچ ہی رہے تھے کہ حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمارت کے ایک حصہ سے سر مبارک نکال کر فرمایا "یہاں صرف اس کو باریابی ہو سکتی ہے جو میری سنت ادا کرے" آنکھ کھلی تو حضرت بایزید آبدیدہ ہو گئے۔ فرمایا حکم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے چارہ نہیں اور ضعیف العمری کے باوجود شادی کی۔

وظیفہ حاجت:

۱۶۔ حضرت ابو عبداللہ مغربی فرماتے ہیں کہ ایک شب میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بابرکت سے مشرف ہوا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ایک حاجت ہے میں کیا پڑھوں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو رکعتیں پڑھ اور ان چار سجدوں میں چالیس چالیس بار آیۃ الکریمہ "لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ" پڑھ ان شاء اللہ مراد تیری پوری ہوگی۔ چنانچہ پوری ہوئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب میں روٹی عنایت فرمانا:

۱۷۔ ابو عبداللہ بن الجبلا فرماتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ میں آیا دو روز کے فاقے سے تھا۔ روضہ اطہر پر حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان ہوں۔ پھر مجھے نیند آ گئی۔ خواب میں دیکھا کہ حضرت رسول امین صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک روٹی عنایت فرمائی ہے۔ آدھی روٹی تو میں نے بحالت خواب ہی کھا لی۔ اور جب بیدار ہوا تو باقی آدھی میرے ہاتھ میں موجود تھی۔ آپ بغداد کے رہنے والے تھے۔

۵۱ مرتبہ خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت:

۱۸۔ حضرت ابوبکر بن محمد بن علی بن جعفر کتانی معروف بہ "چراغ حرم" کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا شاگرد کہتے تھے۔ اس لیے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بکثرت خواب میں دیکھا تھا۔ حضرت شیخ ابوبکر کتانی کو ایک رات میں ایک مرتبہ اکاون مرتبہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ یہی نہیں بلکہ آپ افصح الفصحاء ابلغ البلغاء حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کیا کرتے تھے اور باقاعدہ جوابات سنتے تھے۔

سیدہ کے احترام پر قاتل کی رہائی:

۱۹۔ ابراہیم بن اسحٰق کوتوال بغداد کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عباسؓ کی ذات میں میری حفاظت کرو تحقیق وہ میرا چچا اور میرے باپ کی ہم شاخ ہے (طبرانی)

25

کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ قاتل کو قید خانے سے رہا کردے؟ بیدار ہونے پر میں نے دریافت کیا کہ قید خانہ میں کیا کوئی ملزم قتل کا ہے معلوم ہوا ہے کہ ہے اور اس کو میرے سامنے پیش کیا گیا۔ میں نے اس سے احوال بیان کرنے کو کہا۔ اس نے کہا کہ میں اس گروہ سے ہوں جو ہر رات حرام کاری کیا کرتے ہیں۔ ایک بڑھیا ہم نے مقرر کر رکھی تھی جو حیلے بہانے اور دھوکے سے عورتوں کو ہمارے پاس لے آتی تھی ایک روز ایک نہایت خوبصورت حسینہ کو لائی۔ جس نے نہایت عاجزی سے کہا کہ میری عصمت کو داغدار نہ بناؤ میں سیدانی ہوں۔ میرے نانا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ماں حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ خدا کے واسطے مجھے پناہ دو۔ اس بڑھیا نے مجھے دھوکا دیا ہے۔ میرے دل پر اس کی باتوں کا اثر ہوا مگر میرے ساتھی بگڑ گئے اور کہنے لگے کہ تو ہم کو فریب دے کر اس کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ میں نے انہیں بہت سمجھایا۔ مگر جب دیکھا کہ وہ اس حسینہ کی عزت وآبرو لوٹنے پر تلے بیٹھے ہیں تو میں نے ان کا مقابلہ کیا۔ چھری میرے ہاتھ میں تھی اور میں زخمی ہو گیا۔ لیکن اس شیطان کو جو اس حسینہ کی عصمت دری پر ادھار کھائے بیٹھا تھا قتل کر ڈالا۔ میں نے حسینہ کو اشارہ کیا۔ وہ ہمیں لڑتا ہوا دیکھ کر چپ چاپ فرار ہو گئی۔ غل غپاڑہ سن کر لوگ جمع ہو گئے۔ خون آلود چھری میرے ہاتھ میں اور ایک لاش دیکھ کر سپاہی مجھے گرفتار کر کے لے گئے۔ کوتوال نے یہ واقعہ سن کر ملزم سے کہا کہ خدا تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں میں نے تجھ کو رہا کیا۔ اس کے بعد وہ ملزم جملہ افعال قبیحہ سے بھی تائب ہو گیا۔

ہرنی جانور پر رحم کرنے پر بادشاہی ملی:

۲۰۔ تاریخ دولت ناصری میں لکھا ہے کہ ابتدائی زمانہ امیر ناصر الدین سبکتگین ایک غلام تھا اور نیشا پور میں اس کا قیام تھا۔ صرف ایک گھوڑا اس کے پاس تھا جس پر سوار ہو کر جنگلوں میں شکار کی تلاش میں گھوما کرتا تھا۔ ایک دن شکار کی تلاش میں پھر رہا تھا کہ دور سے ایک ہرنی نظر آئی جو بچے کو ساتھ لیے چرنے میں مشغول تھی اسے دیکھ کر اس نے ایڑ لگائی اور بچہ پکڑ کر شہر کی طرف چل پڑا شہر کے قریب پہنچ کر اس نے جنگل کی طرف مڑ کر دیکھا تو حیران رہ گیا۔ بے چاری ماں تا کی ماری ہرنی اپنے بچے کے پیچھے چلی آ رہی تھی امیر سبکتگین کو یہ دیکھ کر ترس آ گیا سوچا میرا تو اتنے سے بچے کے گوشت سے گزر نہ ہو گا البتہ اس کی ماں اس کے صدمے سے نڈھال ہو جائے گی اس لیے بہتر یہ ہے کہ بچے کو چھوڑ دوں۔ چنانچہ بچہ کے پاؤں کھول کر اسے آزاد کر دیا۔ بچہ اچھلتا کودتا کلیلیں کرتا اپنی ماں کے پاس چلا گیا اور پھر دونوں جنگل کی طرف چلے گئے واپسی پر ہرنی مڑ مڑ کر امیر سبکتگین کی طرف دیکھتی اور آنکھوں میں رحمدل شکاری کا شکریہ ادا کرتی جاتی تھی۔ اس رات سبکتگین نے خواب دیکھا کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”سبکتگین اس کمزور ہرنی پر رحم کر کے تو نے ہمارا دل خوش کر دیا تو ایک دن بہت بڑا بادشاہ بنے گا جب بادشاہ بنے تو خدا تعالیٰ کے بندوں پر ایسی ہی شفقت کرنا تا کہ تیری سلطنت کو قیام ودوام حاصل ہو۔“ اس دن کے بعد سے سبکتگین اس خواب کو سچا کر دکھانے کی کوشش کرنے لگا اور آخر کار ایک بہت بڑا بادشاہ بن گیا۔

سلطان محمود غزنوی:

۲۱۔ ایک شخص سلطان محمود غزنوی کے پاس آیا اور کہا مدت سے چاہتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھوں اور حال دل بیان کروں۔ ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر ہزار دینار قرض ہے۔ قرض ادا نہیں کر سکتا اور ڈرتا ہوں کہ موت آ جائے اور قرض میری گردن پر سوار ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محمود سبکتگین کے پاس جا اور ہزار دینار اس سے لے لے۔ عرض کیا کہ اگر وہ باور نہ کرے۔ اور نشانی طلب کرے تو میں کیا کروں گا۔ فرمایا کہنا اول شب سونے کے وقت تم تیس ہزار مرتبہ اور آخر شب جاگنے کے وقت ۳۰ ہزار مرتبہ درود پڑھتے ہو۔ چنانچہ اس نے سلطان محمود غزنوی سے یہ بات جا کہی۔ جس کو سن کر سلطان رونے لگا۔ اور ہزار دینار قرض ادا کر دیا اور ہزار دینار اور دیئے۔

کثرت درود شریف پر انعام:

۲۲۔ حضرت خواجہ حکیم سنائی نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے منہ چھپائے ہوئے ہیں۔ حضرت خواجہ سنائی دوڑے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک کو بوسہ دیا اور عرض کیا میری جان آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم روئے مبارک کو مجھ سے کیوں چھپائے ہوئے ہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سنائی سے بغلگیر ہوئے اور فرمایا۔ اے خواجہ تم نے میرے لیے اتنی درود بھیجی ہے کہ میں تم سے ازراہ مروت منہ چھپا رہا تھا کہ کون سی چیز سے عذر کروں۔ اور اس کے عوض تمہیں کیا دلواؤں۔

حفظ قرآن کے لیے وظیفہ:

۲۳۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی فرماتے ہیں کہ مجھ کو ابتداء میں قرآن مجید یاد نہ ہوتا تھا۔ اس لیے متردد تھا۔ ایک رات میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ میں نے اپنی آنکھیں آپ صلی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اصحاب کا (فقہی) اختلاف رحمت ہے۔ (ابن عساکر)

اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک پر رکھ دیں اور رونا شروع کر دیا۔ اور عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو حافظہ عطاء فرما دیں۔ تا کہ میں قرآن مجید یاد کر سکوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری گریہ وزاری پر شفقت فرمائی اور فرمایا۔ سر اٹھا۔ میں نے سر اٹھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سورۂ یوسف کی تلاوت کیا کر کہ خدا تعالیٰ چاہے تجھے قرآن یاد ہو جائے گا۔ جب میں بیدار ہوا اور سورۂ یوسف کی تلاوت اختیار کی تو خداوند قدوس نے اس آخری عمر میں مجھ کو قرآن پاک کا حافظ کرا دیا۔ پھر فرمایا جو کوئی قرآن مجید یاد کرنا چاہے اسے چاہئے کہ روزانہ پابندی سے سورۂ یوسف پڑھا کرے۔

حوض شمسی کیلئے جگہ مقرر فرمادی تو صبح کو وہاں سے پانی نکل رہا تھا:

۲۴۔ سلطان التمش قبائے سلطان میں ایک درویش باصفا تھا۔ سلطان کو حوض بنانے کی ضرورت تھی۔ اراکین سلطنت کو لے کر تلاش کرتے کرتے اس جگہ پہنچ گیا جہاں اب حوض شمسی ہے۔ اور اس جگہ کو پسند کیا۔ رات تصدیق کی نیت سے مصلے پر سو گیا۔ خواب میں دیکھا کہ اس حوض کے چبوترے کے پاس ایک بے حد حسین شخص گھوڑے پر سوار ہیں اور ہمراہ چند آدمی ہیں۔ انہوں نے سلطان کو روبرو بلایا اور کہا کیا چاہتا ہے۔ ''سلطان نے عرض کیا کہ ایک بڑا حوض تیار کرانا چاہتا ہوں۔ یہ گفتگو رہی تھی کہ کسی نے کہا اے التمش آپ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی مراد مانگ لے۔ سلطان نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر سر رکھ دیا۔

جس جگہ اب حوض شمسی ہے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑے نے وہاں لات ماری جس سے پانی نکل آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے شمس اس جگہ حوض بنائیو۔ کہ یہاں سے ایسا پانی نکلے گا کہ کسی بھی جگہ ایسا لذیذ پانی نہ ہوگا۔ اس کے بعد سلطان کی آنکھ کھل گئی۔ اس جگہ جا کر دیکھا تو واقعی وہاں پانی نکل رہا تھا۔

دعوت و بشارت:

۲۵۔ حضرت قاضی حمید الدین ناگوری کے تبحر علمی اور لیاقت خداداد کی بناء پر بادشاہ وقت نے آپ کو ناگور کا قاضی مقرر کر دیا۔ جو اس عہد کا ایک مشہور شہر تھا۔ مسلسل تین سال اس عہدہ پر مامور رہے۔ آپ کے عدیم النظیر، عدل وانصاف، خلق اور حسن ارتقاء سے خوش ہو کر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں آپ کو دعوت و بشارت دی اور فرمایا حمید الدین چھوڑ اس قصے کو اور میری طرف آ۔ کہ تیرے لیے دوسرا میدان خالی ہے۔ صبح جب اٹھے تو دل دنیا کی طرف سے سرد ہو چکا تھا۔ اسی وقت استعفیٰ دے دیا۔ اور ترک علائق کر کے عازم حرمین شریف ہوئے۔ بغداد شریف پہنچے تو وہاں پہلے ہی حضرت شہاب الدین سہروردی کو حکم ہو چکا تھا۔ حلقہء ارادت میں داخل ہو کر ذکر و شغل میں مشغول ہو گئے۔ اور حضرت کی توجہ سے صرف ایک سال میں ولایت کو پہنچ کر خرقہ خلافت حاصل کیا۔

مشارق الانوار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصحیح شدہ ہے:

۲۶۔ حضرت شیخ رضی الدین حسن بن حسن صغانی کا وطن چغانہ تھا۔ عہد سلطنت قطب الدین ایبک یا شروع عہد سلطان شمس الدین التمش میں بدایوں میں آ کر سکونت اختیار کی۔ کتاب مشارق الانوار آپ کی مشہور تالیف ہے۔ حضرت نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ اگر کسی حدیث میں آپ کو مشکل پیش آتی تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھتے اور اس حدیث کی صحت فرماتے۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر فرماتے ہیں۔ کہ جو احادیث مشارق الانوار میں تحریر ہیں سب صحیح ہیں۔ ۲۲۴۶ احادیث زبان مبارک حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحت شدہ مشارق الانوار میں تحریر ہیں۔ اور یہ بھی خود حضرت شیخ رضی الدین نے فرمایا کہ اگر کسی حدیث میں مشکل پیش آتی اور خلق خدا آپس میں نزع کرتی تو اسی رات حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھتے اور اس حدیث کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سامنے اس کی تصحیح فرما دیتے۔

شیخ محی الدین ابن عربی:

۲۷۔ حضرت شیخ الکل محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں مجھے ایک شخص سے اس لیے عداوت ہو گئی کہ وہ شیخ ابو مدین کو ناگوار طعن آمیز باتوں سے یاد کرتا تھا۔ ایک روز میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں۔ محی الدین تم فلاں شخص سے کیوں عداوت رکھتے ہو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ ابو مدین جیسے معزز و مقتدر شخص کو برا کہتا ہے اور میں ان کا معتقد ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا وہ شخص خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوست نہیں رکھتا۔ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو دوست رکھتا ہے۔ اس پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو تم اس وجہ سے کہ وہ ابو مدین سے دشمنی رکھتا ہے اس سے عداوت رکھتے ہو۔ اور خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے اسے دوست نہیں رکھتے۔ چنانچہ صبح میں نے اپنے برے خیالات سے توبہ کی اور اس کے مکان پر گیا اور اپنے ساتھ ایک قیمتی چادر لیتا گیا جو اس کو پیش کی اور راضی کیا۔

دعا حزب البحر کا ایک ایک حرف آپ کا ارشاد کردہ ہے:

۲۸۔حضرت شاذلی فرماتے ہیں کہ اس دعا کے الفاظ میں نے نہیں تراشے بلکہ ایک ایک حرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن مبارک سے لیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس میں اسم اعظم ہے۔ یہ سمندر کے مصائب سے نجات دلانے کے لیے مجرب ہے۔

جلد آ تجھ سے ملنے کا بہت اشتیاق ہے:

۲۹۔محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاء کی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عالم تھا کہ وصال سے چند روز قبل خواب میں دیکھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں۔ ''نظام! جلد آ تجھ سے ملنے کا بہت اشتیاق ہے''اس خواب کے بعد سفر آخرت کے لیے بے چین رہ گئے۔ وصال کے چالیس روز قبل کھانا پینا بالکل ترک کر دیا اب آنکھوں سے ہر وقت آنسو جاری رہتے تھے۔ وصال کے روز لنگر اور ملکیت کی تمام چیزیں غرباء و مساکین میں تقسیم کرادیں تا کہ خدا تعالیٰ کے یہاں کسی چیز کا مواخذہ نہ ہو۔

طویل عمر کی بشارت:

۳۰۔احمد بن حسن بن احمد حسن القروی ۶۵۱ھ میں روم کے شہر انقرہ میں پیدا ہوئے ۷۳۰ھ میں مصر تشریف لائے جب بیمار ہوئے تو فرمایا مجھے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں بشارت دی ہے کہ تو بڑی عمر کا ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا آپ بڑھاپے کی وجہ سے کوزہ پشت ہو گئے ۷۹۳ھ میں ایک سو بیالیس سال کی عمر پا کر وصال فرمایا۔ سترہ برس کی عمر میں دمشق کی قضاء آپ کے سپرد کی گئی جہاں آپ نے سلسلہ درس و تدریس بھی جاری رکھا۔

حصن حصین کی مقبولیت:

۳۱۔اس کتاب کے مؤلف کے ایک جانی دشمن نے جس کا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دفع کرنے والا نہ تھا۔ اسی زمانہ میں ان کو طلب کیا یہ چھپ کر بھاگ گئے اور اس مضبوط و مستحکم قلعہ سے اپنی حفاظت کی (یعنی وظیفہ کے طور پر اپنی کتاب ''حصن حصین'' پڑھنی شروع کی) خواب میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب قلب مبارک کے قریب بیٹھا ہوں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ تم کیا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے اور تمام مسلمانوں کے واسطے دعا فرمائیں۔ میری درخواست پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً اپنے دست مبارک اٹھائے۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ اور اپنے دست مبارک اپنے روئے مبارک پر پھیرے۔ جمعرات کو میں نے خواب میں دیکھا۔ اتوار کی رات کو دشمن خود بخود بھاگ گیا۔ اور ان احادیث نبویہ کی برکت سے جو اس کتاب میں جمع کی گئی ہیں۔

مدینہ منورہ میں سخت قحط:

۳۲۔مدینہ منورہ میں ایک مرتبہ سخت قحط پڑا تو حضرت خواجہ ہر دوسرا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے خواب میں فرمایا کہ حجرے کی چھت میں سوراخ کر دو۔ پس آرام گاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم (علی صاحبہا الف الف صلوت والف الف سلام) کے محاذ میں ایک سوراخ اس طرح بنایا گیا کہ قبر شریف اور آسمان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ رہا۔ ایسا کرتے ہی خوب بارش ہوئی۔ چارہ خوب اگا۔ یہاں تک کہ اونٹنیاں اتنی موٹی ہو گئیں کہ چربی سے بدن پھٹنے لگے اور اس سال کا نام ہی ''الفتق'' (سرسبزی والا سال) پڑ گیا۔ گنبد خضرا کے کلس کی جڑ میں غربی پہلو میں قبر شریف کے محاذ میں آج بھی جالی لگا ہوا سوراخ موجود ہے۔

درود تنجینا کی تعلیم:

۳۳۔ایک بزرگ شیخ صالح موسیٰ ضریر تھے انہوں نے اپنا قصہ مجھ سے ذکر کیا کہ ایک جہاز جس میں میں موجود تھا ڈوبنے لگا۔ تمام مسافر مضطرب ہو گئے۔ کہ دفعۃً مجھ کو غنودگی سی آئی اور میں نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو درود تنجینا تعلیم فرما کر ارشاد فرمایا کہ جہاز کے مسافروں سے کہو کہ ایک ہزار بار اس کو پڑھیں میں نے بیدار ہو کر سب کو اس درود شریف کو پڑھنے کا حکم دیا۔ ہنوز تین سو بار پڑھا کہ ہوائے تند موافق ہو گئی اور جہاز ڈوبنے سے بچ گیا۔

شہادت حسین رضی اللہ عنہ:

۳۴۔سبط ابن جوزی نے روایت کیا ہے کہ ایک بوڑھا آدمی جو حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت میں شریک تھا دفعۃً نابینا ہو گیا لوگوں نے سبب دریافت کیا تو اس نے کہا کہ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آستینیں چڑھائے ہوئے ہیں۔ ہاتھ میں تلوار ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے چمڑے کا وہ فرش ہے جس پر کسی کو قتل کیا جاتا ہے۔ اور اس پر قاتلان حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ میں سے دس آدمیوں کی لاشیں ذبح کی ہوئی پڑی ہیں۔ اس کے بدلے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ڈانٹا اور حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے خون کی ایک سلائی میری آنکھوں میں پھیر دی۔ میں صبح اٹھا تو اندھا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کہلوایا:

۳۵۔ایک شخص نے حضرت خواجہ ہر دوسرا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں

دیکھا اور ایک صحیح نشان کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہاتھ حضرت امام شعرانی کو سلام بھیجا اس شخص نے یہ بھی کہا کہ اس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مسئلہ دریافت کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب بھی مرحمت فرمایا تھا مگر اس کی سمجھ میں نہ آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا مصر جاؤ اور شعرانی سے دریافت کرلو۔ وہ مفصل طور پر سمجھا دے گا۔ اس نے خواب دیکھتے ہی مصر کا قصد کیا مصر پہنچ کر امام شعرانی کے پاس گیا اور کہا مصر میں آپ کی ملاقات کے علاوہ مجھے کوئی کام نہ تھا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کی تعمیل میں آپ سے ملنا مقصود تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محدثین کے کھانے کا انتظام کردیا:

۳۶۔ محمد بن نصر مروزی، محمد بن جریر اور محمد بن منذر تینوں حدیث شریف لکھنے بیٹھے کھانے کو کچھ نہ تھا۔ قرعہ ڈالا کہ جس کا نام نکلے وہ سب کے لیے کھانے کا انتظام کرے۔ جن کے نام قرعہ نکلا انہوں نے نماز پڑھنی شروع کردی اور دعا کی۔ نائب مصر سو رہا تھا کیونکہ قیلولہ کا وقت تھا۔ اس نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''محمدیا مین'' کے پاس کچھ کھانے کو نہیں ہے۔ وہ بیدار ہوا اور ان تینوں کا پتہ چلا کر ایک ہزار اشرفیاں خدمت میں پیش کیں۔

تمہاری عمر بہت باقی ہے غم نہ کرو:

۳۷۔ خواجہ سید اشرف جہانگیر سمنانی مدینہ منورہ جب حاضر ہوئے تو سخت بیمار ہو گئے۔ ہمراہی مایوس ہو گئے۔ بیس روز تکلیف رہی۔ اکیسویں شب کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ بشارت سے سرفراز فرمایا آخر میں فرمایا ''فرزند اشرف ابھی تمہاری عمر بہت باقی ہے غم نہ کرو بہت سے مسلمان تمہارے وسیلے سے دروازہ وصول تک پہنچیں گے اور بہت سے عوام تمہارے ذریعے خواص کی منازل میں جگہ پائیں گے'' بشارت کے بعد صبح ہوتے ہی صحت کے آثار نمودار ہوئے اور چند روز میں صحت کلی حاصل ہوگئی۔ ایک سو بیس برس کی عمر پائی۔ جس میں سے آپ نے بیس سال احیاء موتی کے لیے ایثار کردیئے۔

تو مجھے دیکھنے کا اہل نہیں:

۳۸۔ شیخ محمد ابوالمواہب شاذلی فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے خواب میں آنا بند کردیا اس کے بعد میں نے دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا کیا گناہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تو مجھے دیکھنے کا اہل نہیں ہے۔ کیونکہ لوگوں کو ہمارے اسرار سے آگاہ کر دیتا ہے۔ اور وقعہ یہ تھا کہ میں نے اپنے ایک بھائی سے اپنا کچھ خواب بیان کیا تھا۔ پھر میں نے توبہ کی اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن عطاء فرمایا:

۳۹۔ شیخ محمد ابوالمواہب شاذلی نے فرمایا کہ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے منہ میں اپنے لعاب دہن ڈال دیا۔ تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس لعاب دہن کا کیا فائدہ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب مرحمت فرمایا کہ اس کے بعد تو جس مریض کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالے گا وہ ضرور تندرست ہو جائے گا۔

غیبت سے چارہ نہ ہو تو یہ عمل کرو:

۴۰۔ سیدی شیخ المواہب شاذلی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ۸۲۵ھ میں جامعہ ازہر کی چھت پر دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے قلب پر رکھا اور فرمایا اے میرے بیٹے غیبت حرام ہے۔ کیا تو نے اللہ کا قول **ولا یغتب بعضکم بعضا** (نہ غیبت کریں بعض تمہارے بعض کی) نہیں سنا۔ میرے پاس اس وقت ایک جماعت بیٹھی تھی اس نے بعض لوگوں کی غیبت کی تھی۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم کو غیبت سے چارہ نہ ہو تو سورۂ اخلاص (قل ہو اللہ شریف) اور معوذتین (قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس) پڑھو اور ان کا ثواب اس شخص کی نذر کردو جس کی غیبت ہوئی۔ کیونکہ غیبت و ثواب متوارث و متوافق ہو جائے گا۔

مولانا عبدالرحمٰن جامی کا مقام:

۴۱۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی نے اپنی ایک مشہور نعت کہی پھر حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے تو ارادہ تھا کہ روضہ اطہر (علی صاحبہا صلوۃ وسلاما) کے پاس کھڑے ہو کر اس کو پڑھیں گے۔ حج کے بعد مدینہ منورہ کی حاضری کا ارادہ کیا تو امیر مکہ معظمہ نے خواب میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں ان کو ہدایت کی کہ جامی کو مدینہ منورہ نہ آنے دیں۔ امیر مکہ نے ممانعت کرا دی۔ مگر حضرت جامی پر جذب و شوق اس قدر غالب تھا کہ چھپ کر مدینہ طیبہ کی طرف چل دیئے۔ امیر مکہ نے دوبارہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اس کو یہاں نہ آنے دو۔ امیر مکہ مکرمہ نے آدمی دوڑائے جو مولانا جامی کو راستہ سے پکڑ لائے اور جیل میں ڈال دیا۔ امیر مکہ مکرمہ نے اس پر تیسری مرتبہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ کوئی مجرم نہیں ہے۔ بلکہ اس نے کچھ اشعار کہے ہیں جن کو میری قبر پر کھڑے ہو کر پڑھنے کا ارادہ کررہا ہے۔ اگر ایسا ہوا تو قبر سے مصافحہ کے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جعفر طیار سے فرمایا تو میری صورت اور سیرت سے مشابہت رکھتا ہے۔ (الترمذی)

لیے میرا ہاتھ نکلے گا جس سے فتنہ ہوگا۔ اس پر خلیفہ رسول حضرت مولانا جامی کو جیل خانہ سے نکالا اور بے حد اعزاز و اکرام کیا گیا۔

علامہ سیوطی ۷۵ مرتبہ زیارت نبوی سے مشرف ہوئے:

۴۲۔ علامہ حافظ عبدالرحمٰن جلال الدین سیوطی نے تحریر فرمایا ہے کہ میرے پاس ایک فریادی نے درخواست کی کہ میں سلطان قانتبائی کے پاس جا کر اس کی سفارش کروں میں نے اس کو جواب دیا کہ میرے بھائی میں ۷۵ مرتبہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بابرکت سے مشرف ہو چکا ہوں۔ سوتے اور جاگتے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض احادیث کی صحت کے بارے میں دریافت کر چکا ہوں۔ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ اگر میں سفارشی بن کر آپ کے ساتھ سلطان کے پاس جاؤں تو پھر مجھے زیارت نصیب نہ ہو۔ میں اس شرف کو شرف سلطان پر ترجیح دیتا ہوں۔

بے خود ہونا آسان ہے باخدا ہونا مشکل ہے:

۴۳۔ حضرت مخدوم قاری امیر نظام الدین المعروف بہ مخدوم شیخ بھیکہ شاہ بھکاری علوی قادری رزاقی ۸۹۰ھ میں کاکوری (یو پی بھارت) میں پیدا ہوئے۔ فرمایا ایک روز لڑکپن میں میں نے کہا کہ مجھے ان لوگوں پر حیرت ہے جو حرمین شریف جاتے اور واپس آ جاتے ہیں۔ اگر مجھے یہ سعادت نصیب ہوئی تو میں مدت العمر واپس نہ آؤں گا۔ اس کا جواب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں یہ دیا کہ تم جو زیارت کعبہ شریف کر کے واپس جانا نہیں چاہتے تو ایسا نہ کرو تم کو ہندوستان میں رہنا ہے تاکہ تم سے لوگوں کو فائدہ ہو اور تم جو عقد کرو گے اس سے اولاد صالح و باخدا پیدا ہوگی۔ اور یہ فرما کر میرے سر پر ہاتھ رکھا جس سے میرا دماغ ایسا معطر ہوا کہ میں بے خود ہو گیا۔ پھر دست مبارک سے سر کو حرکت دے کر فرمایا کہ بے خود ہونا آسان ہے اور باخود اور باخدا ہونا مشکل ہے۔ بندہ ساقط الخدمت سے معبود کا کام ٹھیک نہیں ہوتا خدا کا شکر ادا کرو جس نے تم کو اس قدر قوی استعداد عطاء فرمائی۔ سات کاملین سے تمہاری تکمیل ہوگی اور اسی وقت مرتبہ احسان کی حقیقت تم پر مکشوف ہوگی۔ پھر دست مبارک سینے پر رکھ کر فرمایا اس کی تفصیل دوسرے وقت پر موقوف ہے اس کے بعد سینے پر سے ہاتھ دائیں جانب اور پھر بائیں جانب پھیر کر کلمہ سابقہ مقرر فرمایا۔ اس کے بعد دست مبارک اٹھا کر یہ آیت پڑھی سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ.

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے دو عمل:

۴۴۔ حضرت مولانا شمس الدین محمد رومی حضرت مولانا جامی کی اولاد میں سے تھے۔ آپ کا بیان ہے کہ میری آرزو تھی کہ مجھے خواب میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو۔ میری والدہ نے ایک دعا شب جمعہ کو چند بار بالالتزام پڑھنے کو بتائی۔ میں نے یہ بھی سنا تھا کہ جو شخص شب جمعہ تین ہزار مرتبہ درود شریف پڑھے گا اس کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوگی۔ غرض یہ دونوں عمل کر کے میں سو گیا۔ خواب میں دیکھا کہ میں گھر سے باہر ہوں اور والدہ میرے انتظار میں ہیں اور فرما رہی ہیں کہ میں تمہاری منتظر ہوں۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں رونق افروز ہیں آؤ تمہیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے چلوں۔ والدہ میرا ہاتھ پکڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئیں۔ میں نے دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد ایک اچھا خاصہ مجمع ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ تحریر کرا رہے ہیں۔ اور لوگ یہ تحریریں اطراف عالم میں بھیج رہے ہیں۔ حضرت مولانا اشرف الدین عثمان زیارت گاہی جن کا شمار علماء ربانی میں ہوتا ہے لکھ رہے ہیں۔ میری والدہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ لڑکا جس کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی تھی وہ عمر دراز دولت مند اور بزرگ صفات ہوگا۔ کیا یہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری جانب نظر ڈالی اور تبسم فرما کر ارشاد فرمایا کہ یہ وہی لڑکا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند درہم عنایت فرمائے جو بیدار ہونے پر موجود تھے

۴۵۔ احمد بن محمد صوفی فرماتے ہیں کہ میں تین مہینوں تک جنگلوں میں پھرتا رہا یہاں تک کہ میرے جسم کی کھال گل گئی۔ بعدہ میں مدینہ شریف آیا اور سلام عرض کیا اور روضہ اقدس کے پاس سو گیا۔ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا احمد تو آ گیا دیکھ تیرا کیا حال ہے۔ میں نے عرض کیا میں بھوکا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاتھ کھول۔ جب میں نے ہاتھ کھولا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں چند درہم رکھ دیئے۔ جب میں بیدار ہوا تو وہ درہم میرے ہاتھ میں موجود تھے۔ بازار گیا اور کھانا خرید کر کھایا اور واپس بستی چلا گیا۔

محبت رسول میں اپنے بچے کا قتل:

۴۶۔ شیخ عبدالقادر قوصی متوفی تقریباً (۶۷۰ھ) کا اتباع سنت میں یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ اپنے اکلوتے بارہ سال کے بیٹے کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے۔ کھانے میں لوکی بھی تھی۔ فرمایا بیٹا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لوکی بہت مرغوب تھی۔ بیٹے کی زبان سے کہیں یہ نکل گیا کہ یہ تو ایک گندی چیز ہے۔

حضرت شیخ یہ الفاظ برداشت نہ کر سکے کہ ان میں شان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تحقیر پائی جاتی ہے۔ اور اسی وقت تلوار سے بیٹے کا سر قلم کر دیا۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند کو اپنے بیٹے کی جان سے بھی عزیز سمجھا۔

خسرہ کے لیے نسخہ اور وظیفہ:

۴۷۔ ایک شخص کو خسرہ نکلا اس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھ کر اپنا مرض بیان کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تھوڑا سا انگوری سرکہ، تھوڑا اصلی شہد اور قدرے پڑھا ہوا روغن زیتون لے کر ان سب کو ملا لیں اور سارے بدن پر اس کی مالش کر۔ اس نے ایسا ہی کیا اور بحکم الٰہی شفا پائی۔ پڑھا ہوا زیتون کا تیل اس طرح تیار کیا جاتا ہے۔ کہ روغن زیتون کسی صاف برتن میں رکھے اور اسے کسی چیز سے ہلاتا جائے اور پڑھتا جائے۔ سورۂ توبہ کی آخری آیات لقد جاء کم رسول الیٰ رب العوش العظیم تک اور سورۂ حشر کی آخری آیات لو انزلنا هذا القرآن الی و هو العزیز الحکیم پھر سورۂ اخلاص اور معوذتین یعنی قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھ کر دم کرے۔ بس پڑھا ہوا روغن زیتون تیار ہے۔ اس تیل کی بدن پر مالش تمام بیماریوں کو دور کرتی ہے۔ اگر کسی درد کی تکلیف زیادہ ہو تو تھوڑی دیر دھوپ میں بیٹھے اور درد کی جگہ اس تیل کی مالش کرے۔ اور پھر تھوڑی سی مصطگی اور کلونجی کوٹ کر درد کی جگہ رکھے۔

برودت معدہ کے لیے نسخہ:

۴۸۔ ایک شخص نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو برودت معدہ کا یہ نسخہ تعلیم فرمایا۔ شہد ڈیڑھ اوقیہ، کلونجی دو درم، انیسون دو درم، سبز پودینہ ڈیڑھ اوقیہ، خرفہ آدھا درم، لونگ آدھا درم، تھوڑے سے لیموں کے چھلکے اور تھوڑا سا سرکہ۔ سب کو ایک جگہ کر کے آگ پر پکائے اور پھر تھوڑا تھوڑا کر کے کھائے۔

طاعون سے حفاظت کے لیے درود شریف:

۴۹۔ مولانا شمس الدین کیشی کے زمانہ میں جب وبائے طاعون پھیلی تو آپ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو کوئی ایسی دعا سکھا دیجئے جس کی برکت سے طاعون کی وبا سے محفوظ رہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی یہ درود مجھ پر بھیجے گا طاعون اور دیگر وباؤں سے محفوظ رہے گا۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ دَآءٍ وَّدَوَآءٍ۔

خلل دماغ کے لیے نسخہ:

۵۰۔ ایک بزرگ کے سر میں دوخہ (بیماری جسے خلل دماغ کہتے ہیں) پیدا ہو گیا۔ انہوں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھ کر اپنا مرض بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ خرفہ، سونٹھ، لونگ، بالچھڑ اور جائفل ہر ایک ڈیڑھ درم، ارکلونجی دو درم لے کر سب کو ملا کر پیس لے اور تھوڑے پانی میں جوش دے جب خوب پک جائے تو شہد ڈال کر قوام بنا لے۔ پھر اس قوام میں تھوڑا لیموں نچوڑ کر پی لے۔ اس بزرگ نے ایسا ہی کر کے استعمال کیا اور شفا پائی۔

آنکھ کی تکلیف کے لیے نسخہ:

۵۱۔ ایک ولی اللہ فرماتے ہیں کہ میری آنکھ میں سفیدی پڑ گئی تھی۔ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شہد میں مشک ملا کر آنکھ میں سرمہ کی طرح لگا۔

ایک بیمار عورت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ لی مکہ مکرمہ پہنچا دی گئی

۵۲۔ سکندریہ کی ایک بی بی حج کے قصد سے مدینہ منورہ تک آئیں۔ مدینہ منورہ سے جب قافلہ کوچ کرنے کا وقت آیا تو ان کا پاؤں اس قدر ورم کر آیا کہ جنبش محال ہو گئی۔ قافلے والے انہیں مدینہ منورہ چھوڑ کر مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ انہوں نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں آہ و زاری شروع کر دی۔ اسی حالت میں کیا دیکھتی ہے کہ تین نوجوان آئے اور آواز دی کہ کون شخص مکہ مکرمہ کا ارادہ رکھتا ہے۔ بی بی نے کہا میرا ارادہ ہے۔ انہوں نے کہا اٹھ چل۔ بی بی نے کہا ورم کی وجہ سے تو پاؤں کو جنبش بھی نہیں دے سکتی۔ انہوں نے میرا پاؤں دیکھ کر شغدف پر سوار کرا لیا اور مکہ مکرمہ کی راہ لی۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ تم کو کیسے معلوم ہوا کہ کوئی مکہ مکرمہ کا قصد رکھتا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ مسجد میں جا کر اس عورت کو ہمراہ لے لو جو جنبش نہیں کر سکتی۔ اس نے میری پناہ لی ہے۔ بعدہ میں بآرام مکہ مکرمہ پہنچ گئی۔

تیری کثرت درود نے مجھے گھبرا دیا

۵۳۔ عبدالرحیم بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ غسل خانہ میں گرنے کی وجہ سے میرے ہاتھ میں سخت چوٹ لگ گئی۔ جس کی وجہ سے ہاتھ پر ورم آ گیا۔ میں نے رات بہت بے چینی سے گزاری۔ تو میں نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔ اور اتنا عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تیری کثرت درود نے مجھے گھبرا دیا۔ میری آنکھ کھلی تو ورم زائل ہو کر تکلیف رفع ہو چکی تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں زیادہ سلامتی اور امانت دار عمرو بن عاص ہے۔ (ترمذی)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درویش کی رہائی کا حکم فرمایا:

۵۴۔ابو مسلم صاحب دعوت کے عہد میں ایک بے قصور درویش کو چوری کے الزام میں گرفتار کر کے جیل خانہ میں ڈال دیا۔ رات ہوئی تو ابو مسلم نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو مسلم! مجھے اللہ تعالیٰ نے تیرے پاس بھیجا ہے کیونکہ میرے دوستوں میں سے ایک دوست بغیر قصور تیری قید میں ہے۔ اٹھ اور اس کو اسی وقت قید سے رہا کر۔ ابو مسلم اسی وقت اپنے بستر سے کودا اور ننگے سر ننگے پاؤں جیل خانہ کے دروازے کے پاس پہنچا اور داروغہ کو حکم دیا دروازہ جلدی کھولو اور اس درویش کو باہر لاؤ۔ جب وہ باہر آیا تو ابو مسلم نے اس سے معافی چاہی اور کہا کہ اگر کوئی حاجت ہو تو بلا تکلف فرمائیے۔ تعمیل کے لیے حاضر ہوں۔ درویش نے جواب دیا اے امیر جو شخص ایسا مالک رکھے جو ابو مسلم کو آدھی رات کے وقت بستر سے اٹھا لائے تا کہ وہ مجھے اس بلا سے نجات دے۔ تو اس شخص کے لیے کب جائز ہے کہ وہ اپنے ایسے مالک کو چھوڑ کر دوسروں سے سوال کرتا پھرے۔ اور اپنی ضروریات طلب کرے۔ یہ سن کر ابو مسلم نے رونا شروع کر دیا اور درویش اس کے سامنے سے چلا گیا۔

اللہ اس وقت بھی وہی کر رہا ہے جو ازل سے کر چکا ہے:

۵۵۔علامہ ابن جوزی دو برس تک آیت کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ کے معنی بیان کرتے کرتے ایک دن اپنی معنی آفرینی پر ناز کرنے لگے۔ ایک شخص نے کہا ہمارا خدا اس وقت کس شان میں ہے کیا کر رہا ہے؟ علامہ لا جواب ہو گئے۔ متواتر تین روز تک یہ شخص یہی سوال کرتا رہا اور ابن جوزی کو سوائے خاموشی کے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ چوتھی شب کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ابن جوزی یہ سائل خضر ہیں تم ان کو یہ جواب دے دینا کہ ہمارا خدا اپنی اصلی اور قدیمی شانوں کو وقتاً فوقتاً ظاہر کرتا ہے۔ کسی جدید شان کی ابتداء نہیں کرتا۔ اسلیے اس وقت بھی وہی کر رہا ہے جو ازل میں کر چکا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے یہ سن کر فرمایا اے ابن جوزی ان پر درود بھیجئے جنہوں نے خواب میں آپ کو تعلیم دی۔

مجوسی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر ایمان لے آیا

۵۶۔"تاتار خانیہ" میں تحریر ہے کہ بغداد میں ایک کمیٹی تھی جس کو امراء کی کمیٹی کہتے تھے اس کا دستور تھا کہ جب کسی کو ضرورت ہوتی تو سب لوگ چندہ کر کے اس کی ضرورت پوری کر دیتے۔ ایک مرتبہ ایک مسلمان شخص کو پانچ ہزار روپے کی ضرورت پیش آئی۔ کمیٹی والوں نے چندہ سے روپیہ جمع کرنے کی تجویز کی۔ اتنے میں ایک مجوسی نے چپکے سے دس ہزار روپیہ لا کر اس کے حوالے کر دیا۔ پانچ ہزار قرضہ کے لیے اور پانچ ہزار تجارت کے لیے۔ اسی رات اسی مجوسی نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ تو نے ایک مسلمان کی مشکل حل کی۔ خدا تیری سعی کو قبول کرے۔ اس نے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں۔ فرمایا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ شخص اسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر ایمان لے آیا اور صبح جامع مسجد میں حاضر ہو کر مسلمانوں کے روبرو تمام واقعہ دہرا دیا۔

موئے مبارک کی ناقدری کی وجہ سے بہت کچھ کھو دیا

۵۷۔ابو حفص سمرقندی اپنی کتاب "رونق المجالس" میں لکھتے ہیں کہ بلخ کے شہر میں تاجر نہایت مالدار اس نے دو بیٹے چھوڑے دونوں نے آدھا آدھا ترکہ بانٹ لیا۔ اس میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین موئے مبارک بھی تھے۔ ایک ایک لینے کے بعد بڑے نے کہا تیسرے بال کو کاٹ کر آدھا آدھا کر لیں۔ مگر چھوٹا راضی نہ ہوا اور کہا ایسا کرنا بے ادبی ہے۔ بڑے نے کہا اگر تجھے رغبت ہے تو ان تینوں موئے مبارک کو اپنی میراث اور ترکہ کے عوض لے لے۔ چھوٹا بھائی راضی ہو گیا اور ان تینوں بالوں کے عوض اپنا سارا مال بڑے بھائی کو دے دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد بڑے بھائی کا سارا مال غارت ہو گیا اور وہ بالکل محتاج ہو کر رہ گیا۔ مایوسی کے عالم میں ایک دن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ اس نے اپنی مفلسی اور محتاجی کا رونا رویا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے بدنصیب تو نے ان بالوں سے بے رغبتی کر کے ان پر دنیا کو ترجیح دی۔ جبکہ تیرے چھوٹے بھائی نے خوشی اور شوق کے ساتھ انہیں لے لیا۔ جب انہیں دیکھتا مجھ پر درود پڑھتا اللہ تعالیٰ نے اس کے صلے میں اس کو سعادت دارین عطا فرمائی۔ خواب سے بیدار ہو کر بڑا بھائی چھوٹے بھائی کے خادموں میں سے ایک خادم بن گیا۔

ہم صلی اللہ علیہ وسلم تم سے ملنے آئے ہیں:

۵۸۔شیخ ابن ثابت ایک بزرگ تھے جو مکہ مکرمہ میں رہتے تھے ساٹھ سال تک مدینہ شریف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے تشریف لاتے رہے۔ زیارت مبارک کے بعد ہر سال واپس چلے جاتے۔ ایک سال کسی مجبوری کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکے۔ کچھ غنودگی کی حالت میں اپنے حجرے میں بیٹھے تھے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت

بابرکت سے مشرف ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ابن ثابت تم ہماری ملاقات کو نہ آئے اس لیے ہم تم سے ملنے آئے ہیں"

یہ دعا پڑھا کرو:

۵۹۔ایک نیک اور صالح مرد نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے حق میں دعا فرمایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں دست مبارک کھول دیئے اور دعا فرمائی اور بعدہ ارشاد فرمایا کہ اکثر یہ دعا پڑھا کرو۔ "اَللّٰھُمَّ اخْتِمْ لَنَا بِالْخَیْرِ" (القاصد الحسنہ)

تیرے منہ سے حقے کی بو آتی ہے:

۶۰۔ایک شخص جنگل میں تنہا چلا جا رہا تھا اتفاقاً اس کی سواری کے جانور کا پیر ٹوٹ گیا۔ پریشانی کے عالم میں اس نے درود شریف کا ورد شروع کیا۔ دیکھتا کیا ہے تھوڑی دیر بعد تین بزرگ تشریف لائے ان میں اس ایک دور کھڑے رہے اور دو صاحبان نزدیک تشریف لائے اور اس کے جانور کا پیر درست کر دیا۔ اس شخص نے دریافت کیا کہ آپ حضرات کون ہیں۔ ان دونوں صاحبان نے فرمایا کہ ہم حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ ہیں اور وہ جو دور کھڑے ہیں وہ ہمارے نانا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس شخص نے فریاد کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو قدم بوسی سے کیوں محروم فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تیرے منہ سے حقے کی بو آتی ہے۔

صحت کے لیے دعا کی تعلیم:

۶۱۔ایک بزرگ تین ماہ سے اسقدر سخت بیمار تھے کہ لوگ بس ان کے سانس گنتے تھے اسی حالت میں ان کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم یہ دعا پڑھو "اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ وَالْمُعَافَاۃَ الدَّآئِمَۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ" انہوں نے خواب کے اندر ہی اس دعا کو پڑھا اور جب بیدار ہوئے تو بالکل تندرست تھے۔

عید کے کپڑوں کا انتظام کرا دیا:

۶۲۔ابوالحسن تمیمی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ خرچ سے بہت تنگ تھا۔ سخت عید الفطر کو سخت اضطراب میں تھا کہ کل عید کا خرچہ کہاں سے کروں۔ بچوں کے لیے کپڑوں وغیرہ کا انتظام کیسے ہوگا۔ ناگاہ دروازے سے کسی نے آواز دی۔ میں باہر آیا تو ابن ابی عمر تھے۔ انہوں نے کہا میں نے خواب میں ابھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا ہے کہ ابوالحسن تمیمی اور ان کی اولاد بڑی تنگی میں ہے اسی وقت ان کی کچھ مدد کر کہ ان کی بھی عید ہو جائے۔ میں نے بیدار ہو کر فوراً کپڑے وغیرہ خرید ے اور وہ لیکر اب آپ کے پاس آیا ہوں اور اس طرح ابوالحسن تمیمی اور ان کے گھر والوں کا پورا انتظام ہو گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو غائب کرنیکی نیت سے سرنگ کھودنے والے گرفتار ہوئے اور ان کے سر قلم کر دیئے گئے

۶۳۔سلطان نورالدین زنگی جس کے تصور سے یورپ کے بہادر زیر زمین اپنے کفن کے اندر اب تک کانپ جاتے ہیں۔ انہوں نے ۵۵۷ھ میں جبکہ وہ عیسائیوں کے ساتھ صلیبی جنگوں (صلیبی جنگوں کا دور ۱۰۹۹ء سے ۱۱۸۷ء رہا) میں مشغول تھے۔ ایک رات نماز تہجد کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔ دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو گربہ چشم (کنجی آنکھوں والے) آدمیوں کی طرف اشارہ کر کے فرما رہے ہیں۔ "نجنی انقذنی من ھذین" (نجات دو خلاصی کرو میری ان دونوں سے) سلطان گھبرا کر اٹھ بیٹھے فوراً وضو کیا نوافل پڑھے اور لیٹ گئے۔ آنکھ اسی وقت لگ گئی۔ پھر یہی خواب دیکھا۔ پھر اٹھے وضو کیا نوافل پڑھے اور ابھی لیٹے ہی تھے کہ فوراً آنکھ لگ گئی۔ اور تیسری بار پھر یہی خواب دیکھا تو اٹھ کر بیٹھ گئے اور کہا اب نیند کی گنجائش نہیں اسی وقت اپنے وزیر جمال الدین اصفہانی کو طلب کر کے سارا واقعہ بیان کیا۔ وزیر نے کہا تاخیر نہ کیجئے فوراً مدینہ طیبہ چلئے اور کسی سے اس کا ذکر نہ کیجئے۔ یہ خیال کر کے مدینہ طیبہ میں ضرور کوئی حادثہ پیش آیا ہے اور جلد از جلد وہاں پہنچنا چاہیئے۔ اپنے وزیر، بیس ارکان مجلس اور دو سو سپاہیوں کو ہمراہ لیکر بہت زر و جواہر کے ساتھ نہایت تیز رو سانڈنیوں پر سوار ہو کر روانہ ہو گئے۔ رات دن سفر کر کے سولہ روز میں شام سے مدینہ طیبہ پہنچے۔ اس زمانہ میں عرب سلطان کے زیر اثر آ چکا تھا۔ سلطان کی اچانک آمد سے مدینہ والے حیران ہوئے۔ امیر مدینہ نے اچانک تشریف آوری کی وجہ دریافت کی۔ تو سلطان نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ سلطان سے کہا اگر آپ ان دو شکلوں کو دیکھ کر پہچان لیں تو میں انعام و اکرام کے بہانے تمام اہل مدینہ شریف کو آپ کے سامنے سے گزروا دوں۔ پس منادی کرائی کہ سلطان وقت تمام اہلیان مدینہ منورہ کو انعام و اکرام سے نوازنا چاہتے ہیں۔ اس لیے یہاں کا رہنے والا کوئی محروم نہ رہے۔ اور ہر شخص سلطان کے حضور حاضر ہو کر انعام حاصل کرے۔ جب ہر شخص اس لالچ میں سلطان کی خدمت میں حاضر ہوتا تو سلطان انعام دیتے وقت متجسسانہ نظر اس پر ڈالتے۔ یہاں تک کہ مدینہ پاک کے تمام لوگ ختم ہو گئے۔ سلطان حیران تھے کہ جن لوگوں کی صورت خواب میں دکھائی گئی تھی وہ

نظر نہ آئے۔ بالآخر والی مدینہ منورہ اور حاضرین دربار سے مخاطب ہو کر دریافت کیا کہ آبادی میں کیا اب کوئی اور انعام لینے والا باقی نہیں رہا؟ خدام نے عرض کیا بادشاہ سلامت صرف دو اہل مغرب جو نہایت ہی صالح سخی، متدین، عفیف، عبادت گزار اور گوشہ نشین ہیں۔ باقی رہ گئے ہیں۔ نہایت خدا پرست ہیں۔ جنت البقیع میں پانی پلانے کی خدمت انجام دیتے ہیں۔ سلطان نے ان کو طلب کیا جونہی وہ سلطان کے روبرو پیش ہوئے۔ سلطان نے ان کو پہچان لیا۔ مگر تفتیش سے پہلے کچھ کہنا مناسب نہ سمجھا۔ چنانچہ ان سے مصافحہ کیا عزت سے بٹھایا ان سے باتیں کیں۔ پھر گفتگو کرتے ہوئے ان کے حجرے میں جانکلے۔ حجرے کے فرش پر ایک معمولی چٹائی بچھی ہوئی تھی۔ طاق میں قرآن پاک کا ایک نسخہ، وعظ و پند کی چند کتابیں اور فقراء مدینہ شریف پر صدقہ و خیرات کرنے کے لیے ایک گوشے میں تھوڑا سا سامان۔ بس یہ کل کائنات تھی۔ سلطان سخت حیران تھے یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے۔ مایوس ہو کر واپس جانے ہی والے تھے کہ ان کو چٹائی کے نیچے ہلتی ہوئی کوئی چیز محسوس ہوئی۔ چٹائی کو ہٹایا تو ایک تختہ نظر آیا۔ جس کو اٹھایا گیا تو ایک سرنگ نظر آئی۔ جو روضہ رسول علی صاحبہا صلوٰۃ وسلاماً کی طرف کھودی جا چکی تھی۔ اسی وقت ان دونوں لعینوں کو گرفتار کر لیا اور ان سے ساری کیفیت دریافت کی گئی۔ دونوں نے اقبال جرم کر لیا اور اعتراف کیا کہ وہ رومی عیسائی (نصرانی) ہیں۔ ہم کو عیسائی بادشاہ نے بہت سا مال دیا ہے اور بہت کچھ دینے کا وعدہ کر رکھا ہے۔ ہم مغربی حجاج کا بھیس بدل کر یہاں آئے تھے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد مبارک نکال کر روم لے جائیں۔ تا کہ مسلمانوں کا مرکز ختم ہو جائے۔ اور ان کا شیرازہ بکھر جائے۔

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے
خصوصاً دشمنان مصطفےٰ سے

ہم نے جب حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دین داری کا اظہار کیا اور کہا کہ ہم تو صرف اس لیے ترک وطن کر کے یہاں آئے ہیں۔ کہ جوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں رہیں تو مدینے والے بھی ہماری بے پناہ عقیدت اور داد و دہش دیکھ کر ہم پر ریجھ گئے اور روضہ اطہر علی صاحبہا صلوٰۃ و سلاماً کے بالکل متصل رہنے کے لیے ہم کو حجرہ دے دیا۔ ہم نے چپکے چپکے روضہ مبارک علی صاحبہا صلوٰۃ وسلاماً کی طرف سرنگ کھودنا شروع کر دی۔ رات بھر کھودتے اور صبح سویرے چمڑے کے دو تھیلوں میں بھر کر وہ مٹی جنت البقیع میں فاتحہ کے بہانے جا کر ڈال آتے۔ اور دن میں ارد گرد کے نخلستانوں اور قباء وغیرہ کی زیارت گاہوں میں گھوم پھر کر پانی پلاتے۔ برس ہا برس کی محنت کے بعد آج ہم جسد مبارک (علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات) کے پاس پہنچ گئے تھے (کہتے ہیں جس رات یہ سرنگ جسد اطہر کے قریب پہنچنے والی تھی اسی رات ابر و باراں و بجلی کا طوفان اور زبردست زلزلہ آیا۔ جس کی وجہ سے لوگ سخت وحشت زدہ اور پریشانی میں مبتلا رہے) یہ واقعات سن کر سلطان پر رقت طاری ہو گئی۔ وہ زار و قطار رونے لگے اور اسی وقت حجرہ کے متصل ان لعینوں کے سر تن سے جدا کر دیئے۔ سجدہ شکر بجا لائے اور اس کے بعد روضہ شریف کے ارد گرد اتنی گہری خندق کھدوائی کہ پانی نکل آیا۔ پھر اس خندق میں سطح زمین تک رصاص (سیسہ) پگھلا کر پلوا دیا کہ آئندہ ایسے خطرے کا کوئی امکان ہی نہ رہے۔

امام مالک کا خواب اور اس کی تعبیر

۶۴۔ امام مالک نے ایک روز خواب دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دربار مبارک قائم ہے امام مالک حاضر ہیں۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا جی چاہتا ہے کہ مدینہ کی زمین مجھے قبول کر لے۔ اور مجھے معلوم ہو جائے کہ میری عمر کے کتنے دن باقی ہیں۔ سال ہے یا دو سال ہیں تا کہ اطمینان ہو جائے اور میں عمرہ کر آؤں۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح سے ہاتھ اٹھایا کہ پانچوں انگلیاں کھلی ہوئی تھیں۔ اب امام مالک حیران ہیں کہ پانچ انگلیاں آپ نے اٹھائی ہیں تو آیا یہ مطلب ہے کہ پانچ دن باقی ہیں میری عمر کے یا پانچ مہینے یا پانچ برس ہیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ امام مالک کے ہمعصر امام محمد بن سیرین ہیں جو تعبیر خواب کے امام ہیں اور خواب کی تعبیر پر انہوں نے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔

جلیل القدر امام ہیں اور ایسی تعبیر دیتے تھے کہ ہاتھ کے ہاتھ تعبیر واقعات کی صورت میں ظاہر ہوتی تھی۔ ان کو یہ مناسبت تعبیر سے تھی۔ اس قسم کے ان کے بہت سے واقعات ہیں۔ تو امام مالک نے ایک شخص سے کہا کہ تم جا کر ابن سیرین سے میرا خواب بیان کرو مگر میرا نام مت لینا۔ یہ کہنا کہ مدینہ میں رہنے والے ایک شخص نے یہ خواب دیکھا ہے اس کی تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ وہ شخص حاضر ہوا اور اس نے ابن سیرین سے کہا کہ مدینہ کے ایک شخص نے یہ خواب دیکھا ہے کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میری عمر کے کتنے دن باقی ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھا دیا۔ اب سمجھ میں نہیں آتا کہ پانچ دن مراد ہیں یا پانچ مہینے یا پانچ برس مراد ہیں۔ ابن سیرین نے فرمایا۔ یہ خواب تو بہت بڑا عالم دیکھ سکتا ہے جاہل کا کام نہیں کہ اس قسم کا خواب دیکھے۔ نہ جاہل کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ جواب دے سکتے ہیں۔ یہ جواب تو بڑے عالم کو ہی دے سکتے ہیں اور مدینہ میں اس وقت امام مالک سے بڑا کوئی عالم نہیں۔ تو کہیں یہ خواب امام مالک نے تو نہیں دیکھا؟ اب وہ شخص خاموش۔ کیونکہ اسے روک دیا گیا تھا کہ میرا نام مت لینا۔ اس نے کہا اچھا مجھے اجازت دیجئے کہ میں ان سے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے آل یٰسین صبر کرو تحقیق تمہاری وعدہ گاہ جنت ہے۔ (مجمع)

اجازت لے آؤں فرمایا ہاں اجازت لے کر آ جاؤ۔ پھر ہم خواب کی تعبیر بتلائیں گے۔ وہ گیا اور جا کر عرض کیا کہ حضرت وہ تو پہچان گئے کہ یہ خواب دیکھنے والے آپ ہیں اور نام بھی لے دیا مگر یہ کہا کہ پوچھ کر آ جاؤ پھر تعبیر بتاؤں گا۔ پھر فرمایا کہ اچھا جاؤ میرا نام لے دینا کہ مالک بن انس نے یہ خواب دیکھا ہے۔ اس شخص نے جا کر عرض کیا کہ حضرت امام مالک نے ہی یہ خواب دیکھا ہے۔ ابن سیرین نے فرمایا۔ ہاں امام مالک ہی یہ خواب دیکھ سکتے ہیں دوسرے کی مجال نہیں کہ وہ یہ خواب دیکھے۔ فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ انگلیاں اٹھائیں۔ اس سے نہ پانچ دن مراد ہیں نہ پانچ مہینے نہ پانچ برس مراد ہیں۔ بلکہ اشارہ اس طرف ہے کہ هِیَ خَمسٌ لَا یَعْلَمُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ

یعنی یہ پانچ چیزیں وہ ہیں جن کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔ اور ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ کسی کو پتہ نہیں کہ میرا انتقال کس زمین پر ہو گا اور میں کہاں دفن ہوں گا اور کیا وقت ہے میرے انتقال کا۔ قرآن کریم کے اندر فرمایا گیا کہ اصول غیب کے پانچ ہیں جن کہ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ فرمایا گیا

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ

اس کے نظام کو صرف اللہ جانتا ہے کہ قیامت کب آئے گی کسی کو پتہ نہیں حالانکہ قیامت کا عقیدہ قطعی ہے قرآن سے ثابت ہے۔ ہر مسلمان کا ایمان ہے۔ مگر وقت کا پتہ کسی کو نہیں ہے۔ حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پتہ نہیں۔ چنانچہ جبرئیل امین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ''متی الساعۃ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' قیامت کب آئے گی فرمایا ''ماالمسؤ ل عنھا باعلم من السائل'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس بارے میں سوال کرنے والے سے زیادہ مجھے علم نہیں ہے۔ ہاں یہ مجھے معلوم ہے کہ قیامت آئے گی مگر یہ معلوم نہیں کہ کب آئے گی۔ یہ اللہ کے ساتھ مخصوص ہے تو امام ابن سیرینؒ نے فرمایا کہ یہ خواب امام مالکؒ ہی دیکھ سکتے تھے۔ خواب بھی علمی ہے جواب بھی علمی ہے۔ اور حدیث کی طرف اشارہ ہے۔ امام مالکؒ ہی اس کے مخاطب بن سکتے ہیں۔ ابن سیرینؒ نے اس آدمی سے فرمایا کہ امام مالکؒ سے کہہ دینا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ موت کہاں آئے گی کس زمین میں آئیگی اس کا علم ان پانچ چیزوں سے ہے۔ جن کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔ امام مالک یہ جواب سن کر مطمئن ہو گئے اور پھر گھر سے نہیں نکلے یہاں تک کہ وفات ہو گئی اور مدینہ کی زمین نے قبول کیا۔ اور جنت البقیع میں مزار ہے۔ جو ہر مسلمان کے لیے زیارت گاہ بنا ہوا ہے۔ تو بہر حال امام مالکؒ امام دار الہجرۃ ہیں اور زیادہ تر ان کا فقہ مغربی ممالک میں پھیلا ہوا ہے جو عرب کے مغربی حصے ہیں ان میں زیادہ تر مالکیؒ آباد ہیں۔

کتاب شفاء الاسقام کا مقام:

۶۵۔ شیخ عبدالجلیل بن محمد لکھتے ہیں کہ ''شفاء الاسقام'' میں تصنیف کر رہا تھا خواب میں دیکھا کہ ایک خچر پر سوار ہوں اور چاہتا ہوں کہ ایک قافلے سے جاملوں جو آگے نکل گیا ہے۔ مگر میرا خچر سست ہو گیا جھڑکی دینے پر چلا آگے ایک مرد نظر آیا جس نے مضبوطی سے میرے خچر کی باگ پکڑ لی اور قافلہ سے جا ملنے میں مانع ہوا میں گھبرایا مگر اسی وقت ایک خیر و صلاح سے آراستہ حسن و جمال سے پیراستہ بزرگ نظر آئے جنہوں نے مجھے اس مرد سے چھڑایا اور فرمایا اسے چھوڑ دے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کی ہے اور اس کے اہل میں اس کی شفاعت ہو گی۔ دل نے گواہی دی کہ یہ بزرگ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ خواب سے بیدار ہو کر بہت خوش تھا اس خواب کے کچھ عرصہ بعد میں نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ میرے مکان کی کوٹھڑی میں تشریف لائے مکان نور علی نور ہو رہا ہے۔ میں نے تین بار عرض کیا۔ الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار میں ہوں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا طالب ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور بوسہ دیا اور مسکراتے ہوئے فرمایا۔ ''ای واللہ ای واللہ ای واللہ'' پھر میں نے دیکھا ایک مرد پڑوسی جو مر چکا تھا مجھ سے کہہ رہا ہے کہ تم تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام میں سے ہو۔ میں نے کہا تم کو کیونکر معلوم ہوا۔ اس نے کہا واللہ تمہاری خدمت کا ذکر آسمان والے کرتے تھے اور حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ گفتگو سن کر چپکے چپکے مسکراتے تھے۔ بعدہ میں نے اپنے والد کو خواب میں دیکھا اور بہت خوش پایا ان سے دریافت کیا۔ بابا۔ مجھ سے آپ نے کچھ نفع بھی پایا۔ فرمایا تم نے ہمیں فائدہ دیا درود شریف کی یہ کتاب تالیف کر کے۔ میں نے کہا آپ کو کیونکر علم ہوا۔ فرمایا ملاء اعلیٰ میں تمہاری دھوم ہے۔

اہل بیت کے سلسلہ میں بیعت فرمایا:

۶۶۔ حضرت مولانا عبدالحق عباسی صاحب اپنے والد ماجد حضرت مولانا عبدالغفور عباسی ہزاروی ثم مدنی قدس سرہ کا حسب ذیل خواب فرمایا۔ ہمارے دادا کا نام شاہ سید عباسی تھا۔ ہم عباسی خاندان سے ہیں۔ ابتداء چغرزئی نز دسوات پاکستان کے رہنے والے ہیں۔ والد صاحب ہاشم خیل بانڈہ جذ باء برکلی، علاقہ چغرزئی، دربند ہری پور ہزارہ میں پیدا

ہوئے۔ تکمیل تعلیم مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی سے کر کے سند الفراغ حاصل کی۔ پھر اسی مدرسہ امینیہ میں پانچ سال تدریسی خدمات انجام دیں۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت مولانا فضل علی قریشی مسکین پوری ضلع مظفر گڑھ سے روحانی اسباق کی تکمیل کر کے خلافت حاصل کی۔ اب رات بھر حلقہ کے ساتھ درود شریف پڑھتے تھے۔ ایک رات جذباء (چغرزئی) کی جامعہ مسجد میں یہ خواب دیکھا اور اس خواب کے چند سال بعد مستقل طور پر مدینہ تشریف لے آئے دیکھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مشاہدتاً فرمارہے ہیں ادن منی (میرے قریب ہو جاؤ) ادن منی (میرے قریب ہو جاؤ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم کو سلسلہ قادریہ میں بیعت کرتا ہوں۔ اس پر ابا نے فرمایا میں تو پہلے ہی ان نقشبندی حضرات سے بیعت ہوں جو مدینہ طیبہ میں باب جبریل کے پاس خانقاہ مظہری میں رہتے ہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم کو اہل بیت کے سلسلہ میں داخل کرتا ہوں ابا نے وضو کیا اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سلسلہ قادریہ میں بیعت کیا۔

۴۲ برس کی عمر تھی جب ابا مدینہ تشریف لائے۔ ۷۳ برس کی عمر پائی۔ یکم ربیع الاول ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۸ مئی ۱۹۶۹ء شب ہفتہ وصال فرمایا۔ ۱۸۹۴ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۹۳۶ء میں حج کو گئے اور مدینہ شریف میں مقیم ہو گئے۔ وصال کے بعد جنت البقیع میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے جوار میں مشائخ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ شاہ احمد سعید، شاہ عبدالغنی وغیرہ کی قبور کے پاس جگہ ملی۔ تاریخ وصال اس شعر سے نکلتی ہے۔

بزم جنت یا فت ازراہ بقیع
رہنمائے راہ دیں عبدالغفور

۱۳۸۹ھ ۱۹۶۹ء

والد صاحب کا وصال ہوا تو قلب زندہ تھا جس پر ڈاکٹر حیران تھے نبض رگ دیکھ کر ڈاکٹروں کو آپکے وصال کا اطمینان ہوا وقت وصال حضرت مولانا زکریا صاحب قریب موجود تھے۔ ''مجموعہ دعوات فضیلہ'' آپ کی مشہور کتاب ہے۔ اپنے دور کے عظیم المرتبت بزرگ گزرے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پھیرنے سے مفلوج آدمی کا ٹھیک ہونا

۶۷۔ حضرت سید حسن رسول نما دہلوی کی اولاد میں سے ایک خاندان آباد تھا۔ اس گھرانے کے ایک نامور بزرگ حکیم فضل محمد جالندھری تھے۔ جن کا ۹۵ برس کی عمر میں انتقال ہوا۔ پیشہ کے اعتبار سے حکیم تھے وہ بھی شاہی اور بافراغت زندگی گزارتے تھے۔ حکیم اجمل خاں کے ہم درس تھے۔ دینی تعلیم دارالعلوم دیوبند میں حاصل کی۔ اس شہرہ آفاق درس گاہ کے اولین تلامذہ میں سے تھے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ہم سبق اور حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کے شاگرد رشید تھے اور محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی سنتے ہی رقت طاری ہو جاتی۔ اور زار و قطار رونے لگتے تھے۔ تقریباً ۶۵ برس کی عمر میں فالج کا حملہ ہوا اور اطباء زندگی سے مایوس ہو گئے۔ غشی کی کیفیت طاری تھی اور تیمارداروں کو یقین ہو گیا تھا کہ آپ کے چل چلاؤ کا وقت قریب آن پہنچا ہے کہ اچانک رات کے تیسرے پہر بے ہوش وجود میں حرکت پیدا ہوئی اور اسی عالم میں آپ چلائے یا حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ میرا پاؤں ہے۔

آپ کے اعزہ لواحقین جو آپ کے گرد جمع تھے اس جملہ پر حیرت زدہ تھے۔ کہ حکیم صاحب نے اپنی مفلوج ٹانگوں کو بڑی تیزی سے سمیٹا اور فوراً ہی یوں بھلے چنگے ہو کر اٹھ بیٹھے جیسے کبھی بیمار ہی نہ تھے۔ اور بتایا ابھی ابھی خواب میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک میرے جسم پر پھیرا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک میرے پاؤں کے قریب پہنچا تو میں نے فرط ادب سے پاؤں سکیڑ لیا چنانچہ پاؤں میں خفیف سا لنگ باقی عمر موجود رہا۔ اور حکیم صاحب اس واقعے کے تقریباً تیس برس بعد تک کامل تندرستی کے ساتھ زندہ سلامت رہے۔ اس واقعہ کے چشم دید گواہ آج بھی زندہ ہیں اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس تصرف باطنی کے عینی شاہد ہیں۔

جناب قاری محمد اشرف صاحب کا خواب حادثہ سقوط مشرقی پاکستان پر ملائکہ بھی غم زدہ ہیں۔

۶۸۔ ۹۔۱۰ جنوری ۱۹۷۲ء کی درمیانی شب میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے۔ ایک دبلے پتلے گورے چٹے بزرگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب کھڑے تھے سامنے علماء کا ایک گروہ تھا۔ ایک عالم نے کھڑے ہو کر مشرقی پاکستان کے حالات بیان کرنے شروع کر دیئے جب انہوں نے کہا ''پھر یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھارت کی فوجیں فاتحانہ انداز سے ہمارے ملک میں داخل ہو گئیں'' تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے داہنے دست مبارک کی انگلیوں سے اپنی پیشانی تھام لی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے لگاتار آنسو بہنے لگے۔ تمام اہل مجلس پر بھی گریہ طاری ہو گئی اور بعض لوگ چیخ مار کر رونے لگے۔

کچھ دیر بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے علماء کو مخاطب کر کے فرمایا ''اس حادثہ عظیم پر ملائکہ بھی غم زدہ ہیں۔مگر تمہارے اعمال کی وجہ سے انہیں اس مرتبہ تمہاری مدد کے لیے نہیں بھیجا گیا۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور سرخ ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تمہیں معلوم ہے تمہارے اس ملک میں میری نبوت کا مذاق اڑایا گیا۔میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالیاں دی گئیں اور میری سنت کی تضحیک اور اہانت کی گئی۔'' اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اے جماعت علماء! امت کو میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ جب تک حکام عیاشی، ظلم، تکبر کو نہیں چھوڑیں گے، جب تک امراء بخل، حق تلفی اور بے حیائی کو ترک نہ کریں گے۔ جب تک علماء حق چھپانے، دنیا کے لالچ اور ریاکاری اور خودنمائی سے باز نہ رہیں گے جب تک عورتیں ناچ گانے، شوہروں کی نافرمانی، عریانی اور بے پردگی نہ چھوڑیں گی۔اور جب تک پوری قوم جھوٹی گواہی، غیبت، خلاف فطرت جنسی فعل، شراب نوشی، سودخواری، اور شرک کے کاموں سے باز نہیں آئے گی۔خوب یاد رکھو اس وقت تک تم عذاب الٰہی سے بچ نہیں سکتے''۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تم مجھے یہ باتیں ترک کر دینے کی ضمانت دو۔میں تمہیں دنیا اور آخرت کی بھلائی اور دشمن پر غلبہ کی بشارت دیتا ہوں۔

جس قدر زیادہ درود بھیجا جاتا ہے اسی قدر زیادہ پہچانتا ہوں

۶۹۔ایک شخص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے میں سستی کرتا تھا۔ایک رات بخت بیدار سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جانب التفات نہیں فرمایا۔جس جانب سے وہ آتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم منہ پھیر لیتے۔اس نے وجہ دریافت کی اور عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے خفا ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہیں۔اس نے کہا پھر کیوں میری جانب التفات نہیں فرماتے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تجھے نہیں پہچانتا کیونکر التفات کروں۔اس نے کہا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہوں اور میں نے عالموں سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے امتیوں کو باپ سے زیادہ پیار کرتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ سچ ہے مگر تو مجھ کو درود کے ساتھ یاد نہیں کرتا اور جس قدر زیادہ میرا کوئی امتی مجھ پر درود بھیجتا ہے اسی قدر زیادہ میں اسے پہچانتا ہوں۔ خواب سے بیدار ہونے کے بعد اس نے پابندی سے ہر روز ۱۰۰ بار درود شریف پڑھنی شروع کر دی۔اس کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے پھر مشرف ہوا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔کہ اب میں تجھے خوب پہچانتا ہوں اور قیامت میں تیری شفاعت کروں گا۔

دیدار کا سوال کرتا ہے اور بیٹھتا ہے ظالموں کی مسند پر:

۷۰۔قطب ربانی امام شعرانی ''میزان'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ سید محمد بن زین ایک مداح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے اور اکثر بحالت بیداری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیا کرتے تھے۔ایک بار ایک شخص نے ان سے اپنے لیے حاکم کی سفارش چاہی۔یہ گئے اور حاکم نے ان کو اپنی مسند پر بٹھایا۔اس دن سے زیارت منقطع ہو گئی۔پھر وہ ہمیشہ مدح میں سوال کرتے رہے کہ مجھے اپنے جلوے سے مشرف فرمایئے مگر کامیاب نہ ہوئے۔یہاں تک کہ ایک مرتبہ ایک خاص شعر پڑھا تب آپ کو دور سے کچھ دکھائی دیئے اور فرمایا کہ تو دیدار کا سوال کرتا ہے اور بیٹھتا ہے ظالموں کی مسند پر۔ہمیں خبر نہیں کہ پھر ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نظر آئے ہوں یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا۔

ہمایوں کے سر سے شاہی تاج اتار کر شیر شاہ سوری کے سر پر رکھا:

۷۱۔ایک بار شیر شاہ سوری نے خواب میں دیکھا کہ دربار حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہیں۔نصیر الدین ہمایوں بھی موجود ہیں۔جس نے تاج پہنا ہوا ہے۔حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمایوں کے سر سے تاج شاہی اتار کر شیر شاہ سوری کے سر پر رکھ دیا اور فرمایا ''عدل وانصاف سے حکومت کرنا''۔پھر شیر شاہ سوری کی آنکھ کھل گئی۔اس خواب کے تھوڑے عرصہ بعد شیر شاہ سوری کی قلیل اور ہمایوں کی کثیر فوج کے درمیان زبردست مقابلہ ہوا جس میں شیر شاہ سوری کامیاب رہا اور ہمایوں شکست کھا کر بمشکل جان بچا کر ایران چلا گیا۔

جس جگہ درد ہو دس بار سورۃ اخلاص پڑھیں:

۷۲۔حضرت سید عبدالقادر ثانی فرزند بزرگ سید محمد غوث حلبی گیلانی سے غیاث الدین لنگاہ کو بہت عقیدت تھی اور وہ خود بھی نہایت متقی اور پرہیزگار تھے اور ہر شب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے۔ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بانس کا ٹکڑا ایک ہاتھ لمبا ان کو دیا کہ ہمارے فرزند عبدالقادر کو دے دو اور یہ بشارت دو کہ جس جگہ درد ہو اس جگہ اس کو رکھ کر دس بار سورۃ اخلاص (قل ھو اللہ احد) پڑھو تو اللہ تعالیٰ شفا بخش دے گا۔اور خود سید عبدالقادر ثانی کو بھی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے بشارت ہوئی کہ غیاث الدین کو امانت دے دی ہے وہ لے لو اور عمل کرو۔اسقدر آثار و اسرار اس سے ظاہر ہوئے کہ تحریر و تقریر سے باہر ہیں۔اور یہ حکایت دیار ملتان میں اب تک مشہور ہے۔

ملتان میں اس زمانہ میں درد استخوان ایسا پیدا ہوا کہ اس کے ہوتے ہی آدمی مر جاتا تھا۔اس زمانہ میں یہ خواب دیکھا اور اس روز سے ہزاروں لوگوں کو مرض ذات الجنب سے صحت ہونے لگی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ عباس اور اس کی اولاد کو آگ سے بچا۔(ابن عدی)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجہیز و تکفین کا انتظام کرا دیا:

۷۳۔ سقا آپ کا اصل نام گمنامی میں پنہاں ہے۔ اکبر اعظم کے عہد میں ہمیشہ آگرہ کے گلی کوچوں میں اپنے چند شاگردوں کے ساتھ مشکیں کندھوں پر رکھے مخلوق خدا کو پانی پلانے میں مصروف رہتے تھے۔ اسی حالت میں اکثر اشعار آبدار فرماتے تھے۔ آپ شیخ حاجی محمد حنوشانی کے مرید تھے۔ ایک مرتبہ آپ کے پیرزادوں میں سے ایک شخص ہندوستان آیا۔ اس وقت جو کچھ پاس تھا سب اس کی نذر کر دیا اور خود لنکا کا راستہ لیا۔ ۱۰۰۰ھ میں اثنائے راہ میں انتقال ہو گیا۔ وہ علاقہ بالکل کفرستان تھا۔ ایک شخص کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی جس نے غیب سے ظاہر ہو کر آپ کی تجہیز و تکفین کی۔

مجدد الف ثانیؒ کے رسالہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چوما:

۷۴۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی نے فرمایا کہ دوستوں نے التماس کی کہ ایسی نصیحتیں لکھی جائیں جو طریقت میں نفع دیں اور ان کے مطابق زندگی بسر کی جائے۔ میں نے جب اس رسالہ کو مکمل کیا تو ایسا معلوم ہوا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے بہت سے مشائخ کے ساتھ جلوہ افروز ہیں اور اس رسالہ کو اپنے دست مبارک میں لیے ہوئے ہیں اور اپنے کمال کرم سے اسے چومتے ہیں اور مشائخ کو دکھاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس قسم کے اعتقاد ہونے چاہئیں اور وہ لوگ جنہوں نے ان علوم سے سعادت حاصل کی۔ وہ ممتاز حضرات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو کھڑے ہیں۔ قصہ یہ بہت لمبا ہے اور اس مجلس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاکسار کو اس واقعہ کے شائع کرنے کا حکم فرمایا۔

بر کریماں کار ہا دشوار نیست

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

۷۵۔ بعض اولیاء اللہ ایسے بھی گزرے ہیں جن کو خواب میں ہر روز دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کی دولت نصیب ہوتی رہی ہے۔ ایسے حضرات ''صاحب حضوری'' کہلاتے ہیں۔ انہی میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی تھے۔ آپ جب مدینہ منورہ میں تکمیل حدیث کر چکے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں ارشاد فرمایا کہ تم ہندوستان جا کر علم حدیث کی اشاعت کرو تا کہ لوگ فیض یاب ہوں۔ آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر حضوری آستانہ مبارک میری زندگی کیسے کٹے گی حکم ہوا پریشان مت ہو۔ رات کو مراقب ہو کر بیٹھا کرو۔ ہمارے پاس پہنچ جایا کرو گے۔ تم کو ہر روز زیارت ہوا کرے گی۔ اس پر مطمئن ہو کر جب ہندوستان آنے لگے تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خاکساران ہند پر نظر عنایت رکھنا اس کا حضرت شیخ پر بڑا اثر ہوا۔ چنانچہ جب ہندوستان تشریف لائے تو شیخ نے اپنا یہ معمول بنا لیا کہ جب سنتے کہ فلاں مقام پر کوئی باخدا درویش ہے تو اس کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اس سے ملاقات کرتے۔ حضرت شیخ نے اپنی مشہور تصنیف ''اخبار الاخیار فی اسرار الابرار'' میں حضرت شیخ عبدالوہاب منڈوی کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ آپ سے ''استدراج'' کے معاملہ پر گفتگو ہونے لگی۔ تو آپ نے فرمایا کہ گمراہوں، بد دینوں اور بدعتیوں کو بھی ایسی قوت حاصل ہوتی ہے کہ جس کی وجہ سے عوام الناس کے دلوں کو اپنی طرف کھینچ کر ان کے قدم شریعت سے ہٹا دیتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت شیخ نے ایک آپ بیتی بیان فرمائی۔ کہ مجھے ایک مرتبہ دکن کے ایک شہر میں جانے کا اتفاق ہوا۔ شہر کے قاضی عبدالعزیز نامی شافعی المذہب تھے۔ قاضی صاحب موصوف سے ایک دن میں نے دریافت کیا کہ آپ کے شہر میں کوئی نیک دل فقیر یا درویش صفت انسان ہو تو بتائیں میں ملنا چاہتا ہوں۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہ ایک شخص اہل باطن سے مشہور ہے۔ بہت سے لوگ اس کے مرید و معتقد ہیں۔ مگر اس کی خلاف شرع باتوں کی وجہ سے میں اس سے خوش نہیں۔ قاضی صاحب کے بتائے ہوئے پتہ پر میں فجر کے وقت درویش کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھتے ہی فقیر بولا۔ مولوی عبدالحق آپ کا بڑا انتظار تھا۔ جب میں بیٹھ گیا تو بعد مزاج پرسی فقیر نے صراحی نکال کر ایک جام خود نوش کیا اور دوسرا جام بھر کر مجھے دیا۔ میں نے کہا۔ میں تمہارے فعل پر معترض نہیں لیکن میرے واسطے حرام ہے۔ تین بار انکار کیا۔ اس نے کہا پی لو ورنہ پچھتائے گا۔ جب رات کو مراقب ہوا تو دیکھا کہ جہاں خیمہ دربار رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایستادہ ہے۔ اس سے سو قدم آگے وہ فقیر لٹھ لیے کھڑا ہے۔ ہر چند میں نے آگے جانے کا قصد کیا لیکن فقیر نے نہ جانے دیا۔ ناچار واپس آ گیا۔ صبح کے وقت پھر اسی فقیر کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے پھر جام پیش کیا میں نے نہ لیا۔ اور کہا میرے لیے حرام ہے۔ تیرے حکم سے خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم افضل ہے۔ فقیر نے کہا پی لے ورنہ پچھتائے گا۔ رات کو پھر وہی معاملہ پیش آیا۔ نہایت حیران ہوئے۔ تیسرے روز پھر اس فقیر کے پاس پہنچا اس نے پھر وہی پیالہ پیش کیا میں نے انکار کیا۔ چوتھی شب جو مراقب ہوا تو پھر فقیر کو سد راہ پایا اور وہ لٹھ لے کر میری جانب دوڑا کہ خبردار جو اس طرف قدم بڑھایا اس وقت حالت اضطراب میں میری زبان سے نکلا ''یا رسول اللہ الغیاث'' اسی وقت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے فرمایا کہ عبدالحق چار شب سے حاضر نہیں ہوا۔ دیکھو تو باہر کون پکارتا ہے۔ بلاؤ۔ انہوں نے ہم دونوں کو حاضر کیا۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''عبدالحق تو چار راتوں سے کہاں تھا'' میں نے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ تو اپنا پیارا بندہ لا کہ میرے ساتھ مل کر یہ پرندہ کھائے اتنے میں علیؓ آ گئے (طبرانی)

سارا قصہ بیان فرمایا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فقیر کی نسبت فرمایا "اخرج یا کلب" صبح کے وقت میں پھر فقیر کے پاس جانے کے لیے روانہ ہوا تو دیکھا کہ اس کا حجرہ بند ہے۔ دو چار مرید بیٹھے ہوئے ہیں۔ پوچھا کیا سبب ہے۔ کہ پہر دن چڑھا اور دروازہ نہیں کھلا۔ دیکھیں تو ہیں بھی یا نہیں۔ دروازہ کھولا تو پیر ندارد۔ حیران ہوئے۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا کہ کوئی جانور یہاں سے نکلا تھا تو وہ بولے کہ ایک کالا کتا تو ہم نے یہاں سے جاتے دیکھا تھا۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ بس وہی تمہارا پیر تھا۔ کیونکہ رات یہ معاملہ پیش آیا۔ اب چاہے تو تم بیعت رکھو یا فسخ کر دو تمہارا پیر کتا بن چکا ہے۔ رات کو تمام واقعہ سن کر لوگوں پر بڑا اثر ہوا اور اس درویش کے تمام خدام نے توبہ کی اور حضرت شیخ سے بیعت ہوئے۔

شاہی مسجد دہلی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا:

۷۶۔ شاہی مسجد دہلی جب تیار ہو چکی شاہجہاں ایک رات محو استراحت تھے کہ رات کے پچھلے حصہ میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بابرکت سے مشرف ہوئے دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تمام بزرگان امت شاہی مسجد میں موجود ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جامع مسجد کے حوض کے شمال مغربی گوشہ پر جلوہ افروز ہو کر وضو فرما رہے ہیں۔ شہنشاہ شاہجہاں اسی وقت بیدار ہوئے اور فوراً اس سرنگ کے ذریعے جو لال قلعہ دہلی سے ملاتی تھی۔ جامعہ مسجد پہنچے۔ اس وقت وہاں کامل سکوت و سناٹا تھا۔ جن وانس میں کوئی موجود نہ تھا۔ البتہ وہ جگہ جہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضوء فرمایا تھا پانی سے تر تھی۔

حضرت سید آدم بنوری کو بشارت:

۷۷۔ حضرت خواجہ سید آدم بنوری جب مکہ معظمہ پہنچے اور حج سے فارغ ہو کر مدینہ طیبہ روضہ منورہ (علی صاحبہا صلوٰۃ وسلاماً) پر حاضری دی تو ایک دن اپنے احباب کے حلقہ میں بیٹھے تھے کہ روحانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہور فرمایا اور دونوں ہاتھ کھول کر مصافحہ کیا اور بطور مکاشفہ یہ بھی بتایا گیا کہ جو شخص تیرے متوسلین میں سے تجھ سے مصافحہ کرے گا گویا مجھ سے مصافحہ کرے گا اور جس نے مجھ سے مصافحہ کیا وہ مغفور ہے۔ پھر سید صاحب نے تمام مریدوں کو جمع کر کے مصافحہ کیا تا کہ کوئی محروم نہ رہے۔ اس بات نے یہاں تک شہرت حاصل کی کہ عوام الناس کی بھیڑ کی وجہ سے سید صاحب کو مصافحہ کے لیے خاص انتظام کرنا پڑا۔ آپ کو حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے یہ بشارت ہوئی کہ یا ولدی انت فی جواری (فرزند من تم میرے جوار میں رہو) چنانچہ آپ نے وہیں قیام فرمایا اور ۱۰۵۳ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے روضہ مبارک کے پاس دفن ہوئے جنت البقیع میں۔ آپ صحیح سادات النسب تھے۔ آپ حضرت مجدد الف ثانی کے مقتدر خلیفہ تھے شروع میں امی محض تھے۔ آپ کے خلفاء کی تعداد ۱۰۰ اور مریدین کی تعداد ایک لاکھ بتائی جاتی ہے۔ ہزار ہا پٹھان ہر وقت آپ کے ہمراہ رہتے تھے۔ لوگوں نے شہنشاہ شاہجہاں کے کان بھرے کہ حضرت آدم بنوری کہیں حکومت کا تختہ نہ الٹ دیں۔ پس شہنشاہ نے آپ کو حج کے لیے روانہ کر دیا۔

زیارت کے لیے خاص درود شریف:

۷۸۔ حضرت رسول نما صاحب خواہشمند حضرات کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرادیا کرتے تھے۔ اس وجہ سے "رسول نما" کے معزز لقب سے مشہور ہوئے۔ جملہ اوراد و ظائف کے علاوہ نہایت پابندی اور توجہ کے ساتھ ایک خاص وقت روزانہ گیارہ سو مرتبہ یہ درود شریف پڑھا کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعِتْرَۃٍ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ (بعض کتب میں بِعَدَدِ کُلِّ شَیْءٍ مَّعْلُوْمٍ لَّکَ تحریر ہے) اور اس کی برکت سے آپ کے اندر یہ وصف پیدا ہو گیا تھا۔ آپ کی طرف سے اس درود شریف کو اسی انداز میں پڑھنے کی عام اجازت ہے۔

حضرت حسن رسول صاحب کی اہلیہ کو زیارت کس طرح نصیب ہوئی:

۷۹۔ سید حسن رسول نما کی زوجہ نے ایک روز آپ سے کہا کہ مجھے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرادو۔ فرمایا عمدہ صورت سے سنگھار کرو، غسل کرو، پاک و طاہر ہو، زوجہ نے تعمیل ارشاد کی، اسی اثناء میں زوجہ کے بھائی آ گئے۔ سید صاحب نے ان سے ظریفانہ انداز میں فرمایا۔ کہ آج تمہاری ہمشیرہ نے عالم ضعیفی میں کیا بناؤ سنگھار کیا ہے۔ بھائی نے بھی بہن سے کہا یہ کیا بہروپ ہے۔ اس عمر میں اور یہ سامان! انہوں نے سنا اور غصے میں کپڑے پھاڑ ڈالے اور سب سامان دور کیا اور غم و غصہ میں لیٹ گئیں۔ اسی وقت مالک کون ومکاں، وجہ وجود کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئیں۔ اور خوش ہو کر فرمانے لگیں۔ یہ کیا اسرار تھا۔ سید صاحب نے ارشاد فرمایا کہ پہلے تم مجھ کو حقیر جانتی تھیں اور خودی وخودنمائی (اپنے کو دوسروں سے افضل و برتر سمجھنا) کی بُو تم میں پائی جاتی تھی آج اس ترکیب سے خودی دور ہوئی اور یہ مرتبہ تم کو نصیب ہوا۔ دنیا میں خودی وخودنمائی تمام بری باتوں سے زیادہ بری ہے۔

حضرت شہاب الدین سہروردی کے لیے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

۸۰۔ "مقاصد السالکین" کے مصنف حضرت خواجہ ضیاء اللہ نقشبندی

نے ایک رات نبوت کے دریا کے درِ یتیم، ہادی راہ دین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت تیزی سے کسی مقام کی طرف تشریف لے جا رہے ہیں۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اور حضرت سُہروردی کے پیچھے حضرت ضیاء اللہ کے مرشد ہیں یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے مقام پر پہنچے کہ نہ وہ زمین ہے نہ آسمان نہ کوئی مکان۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں ٹھہر گئے اور اپنا دست مبارک حضرت سہروردی کے سر پر رکھ کر حسب ذیل دعا فرمائی۔ ''اے میرے اللہ اے میرے مولا (تو خوب جانتا ہے کہ) یہ شہاب الدین سہروردی ہے اس نے میری متابعت میں جان توڑ کوشش کی ہے اور میری تمام سنتیں بجا لایا ہے میں اس سے بہت راضی ہوں۔ اے اللہ پاک تو بھی اس سے راضی ہو جا۔

مشکل سے مشکل کام مومن ہونا ہے:

۸۱۔ عارف باللہ عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت شاہ عبدالغنی نقشبندی ایک مرتبہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چونکہ تم میرے دین کی خدمت کرتے ہو اور خدا کے بندوں کو ذکر الٰہی کے نور سے منور کرتے ہو۔ لہٰذا تمہارا نام ''عبدالمؤمن'' رکھا جاتا ہے۔ عابد ہونا آسان ہے زاہد ہونا آسان ہے۔ صوفی ہونا آسان ہے ذاکر ہونا آسان ہے۔ مگر مشکل سے مشکل کام مومن ہونا ہے۔ جب انسان مؤمن ہوا تو تمام بزرگی اور مرتبہ کا جامع ہو گیا۔

ربیع بن سلیمان کی طرف سے فرشتہ قیامت تک حج کرتا رہے گا

۸۲۔ ربیع بن سلیمان فرماتے ہیں کہ میں ایک جماعت کے ساتھ حج کو جا رہا تھا۔ جب ہم کوفہ پہنچے تو ضروریات سفر خریدنے بازار گیا تو دیکھا کہ ویران سی جگہ میں ایک مردہ خچر پڑا ہے اور ایک عورت پھٹے پرانے کپڑے پہنے چاقو سے اس کا گوشت کاٹ کاٹ کر زنبیل میں رکھ رہی ہے۔ مجھے یہ خیال آیا کہ کہیں یہ بھٹیاری نہ ہو اور مردہ گوشت لوگوں کو کھلائے اس لیے چپکے سے اس کے پیچھے ہو لیا۔ وہ عورت ایک مکان کے دروازے پر پہنچی اور دروازہ کھٹ کھٹایا۔ دروازہ کھلا اور چار لڑکیاں جن کے چہروں سے بدحالی اور مصیبت ٹپک رہی تھی نظر آئیں۔ عورت اندر چلی گئی میں نے کواڑوں کی درزوں میں سے اندر جھانک کر دیکھا تو مکان کی بری حالت تھی اور اس میں کچھ سامان نہ تھا۔ اس عورت نے روتے ہوئے لڑکیوں کو آواز دی کہ لو اس کو پکا لو اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ وہ لڑکیاں اس گوشت کو آگ پر بھوننے لگیں مجھے بہت رنج ہوا۔ میں نے باہر سے آواز دی۔ کہ اے اللہ کی بندی اللہ کے واسطے اسے نہ کھا۔ پوچھا تو کون ہے میں نے کہا ایک مسافر۔ عورت بولی ہم سے کیا لینے آیا ہے، ہم تو خود مقدر کے قیدی ہیں۔ تین سال سے ہمارا نہ کوئی معین ہے نہ مددگار۔ ہم سید ہیں۔ ان لڑکیوں کا باپ نہایت شریف انسان تھا وہ اپنے ہی جیسوں سے ان کا نکاح کرنا چاہتا تھا مگر موت نے اسے فرصت نہ دی۔ وہ انتقال کر گیا۔ ترکہ جو چھوڑ مرا تھا ختم ہو چکا ہمیں معلوم ہے کہ مردار کھانا جائز نہیں۔ لیکن چار دن سے ہمارا فاقہ ہے اور اب اس کا کھانا ہمارے لیے جائز ہو چکا ہے۔ ربیع فرماتے ہیں یہ حالت سن کر میں رو دیا اور احرام کی چادریں اور تمام سامان معہ چھ سو درم نقد جو میرے پاس تھے ان کے لیے لے کر چلا۔ راستہ میں سو درہم کا آٹا خریدا اور سو درہم کا کپڑا۔ اور باقی درہم آٹے میں چھپا کر اس کے گھر پہنچا آیا۔ عورت نے شکریہ ادا کیا اور کہا اے ابن سلیمان جا اللہ تیرے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کرے اور جنت میں تجھے جگہ دے اور ایسا بدل عطاء فرمائے جو تجھے بھی ظاہر ہو جائے۔ سب سے بڑی بیٹی نے کہا اللہ تعالیٰ تیرا اجر دو چند کرے اور تیرے گناہ معاف کرے۔ دوسری نے کہا اللہ تعالیٰ تجھے اس سے بہت زیادہ عطاء فرمائے جتنا تو نے ہمیں دیا۔ تیسری نے کہا اللہ تعالیٰ ہمارے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تیرا حشر کرے۔ چوتھی نے جو سب سے چھوٹی تھی کہا اے اللہ تعالیٰ جس نے ہم پر احسان کیا تو اس کا نعم البدل جلد اس کو عطا فرما اور اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دے۔ حضرت ربیع فرماتے ہیں کہ حجاج کا قافلہ روانہ ہو گیا میں کوفہ میں رہ پڑا۔ حتی کہ وہ حج سے فارغ ہو کر لوٹ آئے۔ مجھے خیال آیا حجاج کا استقبال کروں۔ اور ان سے اپنے لیے دعا کراؤں۔ تا کہ کسی کی مقبول دعا مجھے بھی لگ جائے۔ جب حجاج کے پہلے قافلے سے ملاقات ہوئی میں نے انہیں مبارک باد دی اور کہا اللہ تعالیٰ تمہارا حج قبول فرمائے۔ ایک نے ان میں سے کہا یہ دعا کیسی۔ کیا تو نے ہمارے ساتھ حج نہیں کیا۔ کیا تو ہمارے ساتھ میدان عرفات میں نہ تھا۔ تو نے رمی جمرات نہیں کی۔ تو نے ہمارے ساتھ طواف نہیں کیا۔ میں نے دل میں کہا یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ اتنے میں میرے شہر کے حاجیوں کا قافلہ آ گیا۔ میں نے ان سے کہا اللہ تعالیٰ تمہاری سعی قبول فرمائے تمہارا حج قبول فرمائے۔ انہوں نے بھی پہلے حجاج کی طرح مجھ سے باتیں کیں اور کہا اب انکار کیوں کرتے ہو کیا بات ہے آخر تم ہمارے ساتھ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ میں نہیں تھے۔ جب ہم قبر اطہر (علی صاحبہا صلوۃ وسلاما) کی زیارت کر کے جب باب جبرئیل سے باہر آ رہے تھے اس وقت حجاج کی کثرت کی وجہ سے تم نے یہ تھیلی میرے پاس امانتاً رکھوائی تھی۔ جس کی مہر پر لکھا ہے ''مَنْ عَامَلَنَا رَبِحَ'' (جو ہم سے معاملہ کرتا ہے نفع کماتا ہے)۔ یہ تمہاری تھیلی واپس ہے۔ ربیع فرماتے ہیں کہ پہلے کبھی میں نے اس تھیلی کو دیکھا

تک نہ تھا۔ اس کو گھر رکھ کر واپس آیا۔ نماز عشاء پڑھی وظیفہ پورا کیا۔ اس کے بعد سوچتا رہا کہ سب کیا قصہ ہے۔ رات آنکھ جو لگی تو میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور ہاتھ چومے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرماتے ہوئے سلام کا جواب دیا اور ارشاد فرمایا اے ربیع! آخر ہم کتنے گواہ اس پر قائم کریں کہ تو نے حج کیا، تو مانتا ہی نہیں۔ سن بات یہ ہے کہ جب تو نے اس عورت پر جو میری اولاد تھی۔ اپنا زاد راہ ایثار کر کے ارادہ حج ملتوی کر دیا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ تجھے اس کا نعم البدل عطاء فرمائے تو اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ تیری صورت کا بنا کر اس کو حکم دیا کہ وہ قیامت تک ہر سال تیری طرف سے حج کیا کرے۔ اور دنیا میں تجھے یہ عوض دیا کہ چھ سو درہم کے بدلے چھ سو دینار (اشرفیاں) عطاء کیں۔ تو اپنی آنکھ ٹھنڈی رکھ، پھر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی الفاظ ارشاد فرمائے۔ "من عاملنا ربح" ربیع فرماتے ہیں کہ جب میں سو کر اٹھا تو تھیلی میرے پاس رکھی تھی۔ جس میں چھ سو اشرفیاں موجود تھیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے برا کہنے والے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذبح کرنے کا حکم فرمایا:

۸۳۔ امام مستغفری نے اپنی کتاب "دلائل النبوۃ" میں بیان کیا ہے کہ ایک نہایت نیک آدمی نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور تمام لوگ حساب کے لیے بلائے جا رہے ہیں۔ میں پل صراط کے قریب پہنچا اور گزر گیا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حوض کوثر پر کھڑے ہیں اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہم لوگوں کو آب کوثر پلا رہے ہیں میں نے بھی پانی مانگا۔ آپ دونوں نے انکار کر دیا۔ پس میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ انہوں نے مجھے آب کوثر نہیں پلایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما دیجئے کہ وہ مجھے پانی پلائیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "تیرا ایک ہمسایہ ہے جو علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتا ہے اور تو اس کو منع نہیں کرتا" میں نے عرض کیا کہ مجھ میں اتنی طاقت نہیں کہ اس کو روک سکوں وہ قوی ہے، مجھ کو مار ڈالے گا۔ اس پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو ایک چھری عنایت فرمائی اور فرمایا کہ جا اس کو اس سے ذبح کر دے۔ میں نے خواب ہی میں اس کو ذبح کر ڈالا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے اس کو قتل کر ڈالا ہے۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس کو پانی پلا دو۔ اس پر انہوں نے مجھے پانی کا پیالہ عنایت فرمایا۔ میں نے پیالہ ان سے لے لیا لیکن یاد نہیں کہ پانی پیا یا نہیں۔ اتنے میں میری آنکھ کھل گئی۔ میں نہایت خوفزدہ تھا۔ میں نے جلدی سے وضو کیا اور نماز میں مشغول ہو گیا۔ پھر دن نکل آیا۔ میں نے لوگوں کو شور و غل مچاتے سنا کہ فلاں آدمی کو کوئی اس کے بستر پر مار گیا ہے۔ حاکم کے پیادے آئے اور ہمسائیوں کو پکڑ کر لے گئے۔ میں نے دل میں کہا کہ اللہ تعالیٰ پاک ہے یہ تو وہ خواب ہے جو میں نے دیکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو سچا کر دکھایا۔ میں جلدی سے اٹھا اور سارا ماجرا حاکم سے کہہ سنایا۔ حاکم نے خواب سن کر کہا کہ اللہ تعالیٰ اس کی جزا دے۔ خیر اب اٹھو اور اپنا راستہ لو کہ تم واقعی بے گناہ ہو۔ اور یہ سب لوگ بھی جن کو میرے سپاہی گرفتار کر کے لائے ہیں بے قصور ہیں۔

حضرات شیخین کو برا کہنے والا مسخ ہو کر بندر کی شکل ہو گیا

۸۴۔ امام مستغفری نے کتاب "دلائل النبوۃ" میں بیان کیا ہے کہ ایک ثقہ نے بیان کیا کہ ہم تین آدمی یمن کو جاتے تھے اور ہمارے ساتھ ایک شخص کوفہ کا تھا۔ وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا کرتا تھا ہم ہر چند اسے منع کرتے لیکن وہ باز نہ آتا تھا۔ جب ہم یمن کے نزدیک پہنچے تو ایک جگہ اتر کر سو رہے اور جب کوچ کا وقت آیا تو ہم سب نے اٹھ کر وضو کیا اور اس کو جگایا۔ وہ اٹھ کر کہنے لگا افسوس میں تم سے جدا ہو کر اسی منزل میں رہ جاؤں گا۔ ابھی میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے سر پر کھڑے فرماتے ہیں کہ اے فاسق تو اس منزل میں مسخ ہو جائیگا۔ ہم نے کہا کہ وضو کر۔ اس نے اپنے پاؤں سمیٹے۔ ہم نے دیکھا کہ انگلیوں سے اس کا مسخ ہونا شروع ہوا اور دونوں پاؤں اس کے بندر کے سے ہو گئے۔ پھر گھٹنوں تک پھر کمر تک پھر سینہ تک پھر منہ تک مسخ پہنچا اور وہ بالکل بندر بن گیا۔ ہم نے اس کو پکڑ کر اونٹ پر باندھ لیا اور وہاں سے روانہ ہوئے اور وقت غروب آفتاب ایک جنگل میں پہنچے وہاں چند بندر جمع تھے۔ اس نے جب انہیں دیکھا تو رسی تڑوا کر ان میں جاملا۔ نعوذ باللہ منہا۔

حضرات شیخین کی محبت میں زبان کا کٹنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جوڑ دینا:

۸۵۔ حضرت یافعی فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ مجھے صحیح اسناد کے ساتھ پہنچا ہے اور اس زمانہ میں بہت مشہور ہوا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ عارف باللہ شیخ ابن الزغب یمنی کی عادت تھی کہ ہمیشہ اپنے وطن سے سفر کر کے اول حج ادا کرتے۔ اور پھر زیارت روضہ اقدس کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ حاضری دربار کے وقت والہانہ اشعار قصیدہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شان میں لکھ کر روضہ اقدس کے سامنے پڑھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حسب عادت قصیدہ پڑھ کر فارغ ہوئے تو ایک رافضی خدمت میں حاضر ہوا اور

درخواست کی کہ آج میری دعوت قبول کیجئے۔ حضرت شیخ نے از روئے تواضع اور اتباع سنت دعوت قبول فرمالی۔ آپ کو اس کا علم نہ تھا کہ یہ رافضی ہے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی مدح سے ناراض ہے۔ آپ حسب وعدہ اس کے مکان پر تشریف لے گئے۔ مکان میں داخل ہوتے ہی اس نے اپنے دو حبشی غلاموں کو اشارہ کیا۔ جن کو پہلے سمجھا رکھا تھا۔ وہ دونوں اس ولی اللہ کو لپٹ گئے اور آپ کی زبان کاٹ ڈالی۔ اس کے بعد اس کمبخت رافضی نے کہا۔ جاؤ یہ زبان ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے پاس لے جاؤ جن کی مدح تم کیا کرتے ہو۔ وہ اس کو جوڑ دیں گے۔ شیخ موصوف کٹی ہوئی زبان ہاتھ میں لیے روضہ اقدس پر حاضر ہوئے۔ آنسوؤں کے ذریعے داستان غم کہہ سنائی۔ اسی عالم میں آنکھ لگ گئی اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبین حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما بھی اس واقعہ کی وجہ سے غمگین تھے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخ کے ہاتھ سے کٹی ہوئی زبان اپنے دست مبارک میں لی اور شیخ کو قریب کر کے زبان ان کے منہ میں اس کی جگہ رکھ دی۔ شیخ یہ خواب دیکھ کر بیدار جو ہوئے تو زبان بالکل صحیح سالم اپنی جگہ لگی ہوئی تھی۔ دربار نبوت کا یہ کھلا معجزہ دیکھ کر اپنے وطن واپس چلے گئے۔ دوسرے سال پھر حج کے بعد مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور حسب عادت قصیدہ مدحیہ روضہ اقدس کے سامنے پڑھ کر فارغ ہوئے تو ایک شخص نے دعوت کے لیے درخواست کی۔ شیخ نے پھر توکلا علی اللہ قبول فرمالی اور اس کے ساتھ تشریف لے گئے۔ مکان میں داخل ہوئے تو وہی پہلے والا مکان معلوم ہوا۔ خدا تعالیٰ پر بھروسہ کر کے داخل ہو گئے۔ اس شخص نے نہایت عزت و احترام کے ساتھ بٹھایا اور پر تکلف کھانے کھلائے۔ کھانے کے بعد یہ شخص شیخ کو ایک کوٹھڑی میں لے گیا۔ وہاں دیکھا کہ ایک بندر بیٹھا ہے۔ اس شخص نے کہا آپ جانتے ہیں یہ بندر کون ہے۔ فرمایا نہیں۔ اس نے عرض کیا کہ یہ وہی شخص ہے جس نے آپ کی زبان قطع کرائی تھی۔ حق تعالیٰ نے اسے بندر کی صورت میں مسخ کر دیا۔ یہ میرا باپ ہے اور میں اس کا بیٹا۔ (غرض شہنشاہ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات باہرہ کے سامنے یہ کوئی بڑی چیز نہیں۔ لیکن اس سے یہ امر اور ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعد وصال جس طرح روضہ اقدس میں زندہ ہیں۔

چاروں مسالک فقہ و تصوف حق ہیں:

۸۶۔ حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مجھے براہ راست جن امور کی وصیت کی گئی۔ ان میں سے ایک چیز یہ بھی تھی کہ میں فروعات میں اپنی قوم کی مخالفت نہ کروں۔ چونکہ ہندوستانی مسلمان عرصہ دراز سے حنفی مسلک پر تھے۔ اس لیے شاہ صاحب نے بھی اپنے اوپر حنفی مسلک کی پابندی واجب کر لی تھی۔ لیکن ادیان و ملل کی طرح وہ مختلف مسالک فقہ میں بھی اساسی وحدت کے قائل تھے۔ چنانچہ اپنے ایک مکاشفہ کا ذکر فرماتے ہیں جس میں انہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے استفادہ کیا۔ فرمایا کہ میں نے یہ معلوم کرنا چاہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسالک فقہ میں کس خاص مسلک کی طرف رجحان رکھتے ہیں۔ تاکہ فقہ میں اس مسلک کی اطاعت کروں۔ میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک فقہ کے یہ سارے مسالک یکساں ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو یہ وصیت فرمائی کہ فقہ کے چاروں مروجہ مسالک کی تقلید سے کبھی باہر قدم نہ رکھوں۔ اور جہاں تک ممکن ہو سب میں تطبیق کی کوشش کروں (مسالک فقہ کی طرح تصوف کے تمام طریقوں کو بھی شاہ صاحب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک یکساں پایا)۔

مسلک حنفی سنت معروفہ کے ساتھ زیادہ موافق ہے:

۸۷۔ حضرت معاذ رازی کو خواب میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلک حنفی سنت معروفہ کے ساتھ زیادہ موافق ہے۔

جیسی تمہاری اولاد ویسی میری اولاد:

۸۸۔ حضرت شاہ ولی اللہ جو مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو بمقتضائے بشریت بچوں کی صغر سنی کا تردد تھا۔ آپ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ فکر کیوں کرتے ہو جیسی تمہاری اولاد ویسی ہی میری اولاد۔ یہ سن کر آپ کو اطمینان ہو گیا۔

آپ کا ارشاد عبدالعزیز دباغ ایک ولی کبیر پیدا ہوگا:

۸۹۔ حضرت عبدالعزیز دباغ فرماتے ہیں کہ ان کی والدہ فارحہ فرماتی تھیں کہ ان کے ماموں العربی الفشتالی نے انہیں بتایا کہ انہوں نے خواب میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ تمہاری بھانجی فارحہ کے ہاں ایک ولی کبیر پیدا ہوگا۔ انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا باپ کون ہوگا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مسعود دباغ" یہی وجہ تھی کہ العربی الفشتالی نے میرے والد مسعود قدس سرہ العزیز کو رشتہ کے لیے پسند فرمایا۔

باوجود غلبہ حال شریعت کا خیال رہنا چاہیے:

۹۰۔ غلبہ حال میں چند روز حضرت شاہ فتح قلندر جون پوری سے نماز ترک ہو گئی۔ ان ہی ایام میں ایک روز حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے خواب میں آپ کو فرمایا کہ "باوجود غلبہ حال شریعت کا خیال رہنا چاہیے" اسی روز سے ایسی پابندی اختیار کی کہ مرض الوصال میں بھی کسی وقت کی نماز قضا نہ ہوئی۔ کچے گھڑے پاس رکھے رہتے۔ ان پر تیمم کرکے نماز ادا کرتے۔

جنت البقیع میں تدفین کا حکم:

۹۱۔ حضرت شاہ محمد امین قلندری بہاری حضرت سید فتح قلندر جونپوری کے مرید و خلیفہ تھے۔ سیر و سیاحت کرتے بغداد شریف وغیرہ ہوتے مدینہ طیبہ پہنچے اور وہیں وصال فرما گئے۔ لوگوں نے لاعلمی میں ایک ویرانہ میں دفن کر دیا۔ اسی روز وہاں کے ایک بزرگ سے خواب میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ فقیر ولی ہند تھا اس کو وہاں کیوں دفن کیا۔ تب لوگوں نے وہاں سے آپ کی لاش لاکر جنت البقیع میں دفن کی۔

تمہارا دشمن ۱۷ ماہ میں غرق ہوگا:

۹۲۔ حضرت سید شاہ فتح قلندر جونپوری جب جونپور سے چلے گئے اور ضلع اعظم گڑھ میں قلندر پور (یوپی۔ بھارت) آباد کیا تو ایک روز وہاں کا راجہ بابو عظمت خاں قلندر پور شکار کھیلنے آیا۔ آپ بھی اپنے مریدوں کے ہمراہ شکار کھیلنے نکلے۔ آپ کے بھانجے کے پاس ایک نہایت عمدہ شکاری کتیا تھی۔ یہ شکار پر اس وقت حملہ کرتی تھی جب دوسرے شکاری کتے شکار کو قابو نہ کر پاتے اور شکار کو زندہ پکڑ لاتی تھی۔ بابو عظمت خاں کو یہ کتیا بہت پسند آئی اور آپ سے مانگی آپ نے فرمایا یہ میرے بھانجے کی ہے۔ اگر تم کو دے دی۔ تو وہ ناخوش ہوگا اور اس کی ناخوشی مجھے منظور نہیں ہے۔ بابو عظمت خاں اس بات پر آپ سے بگڑ گیا اور ایذارسانی کے درپے ہوا۔ آپ قلندر پور چلے گئے اور چلتے وقت فرمایا کہ ان شاء اللہ جب یہ ظالم پانی میں ڈوب کر مر جائے گا تب آؤں گا۔ چند روز بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ نے خواب میں دیکھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والثناء والسلام نے فرمایا کہ تمہارا دشمن ۱۷ مہینہ میں غرق ہو جائے گا اور تعبیر اس کی سترہ مہینے میں ظاہر ہوئی۔ سترھویں مہینہ ہمت خاں بہادر تسخیر اعظم گڑھ کے لیے آلہ آباد سے کوچ کرتا اعظم گڑھ پہنچا۔ بابو عظمت خاں مقابلہ سے بھاگا اور کشتی پر سوار ہو کر کسی طرف روانہ ہوا مگر راستہ میں معہ اسباب کشتی ڈوب گئی۔ سچ ہے

باشیر دلاں ہر کہ در افتاد بر افتاد

سیدزادہ پر زیادتی کے سبب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بند ہوگئی

۹۳۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نور اللہ مرقدہ فرماتے تھے کہ ان کے استاد حضرت مولانا قلندر صاحب جو جلال آباد میں رہتے تھے وہ صاحب حضوری تھے۔ یعنی ان کو روزانہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوتی تھی۔ گو اللہ تعالیٰ کے بندے بعض ایسے بھی ہوئے ہیں جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بیداری میں بھی ہوتی رہی ہے۔ لیکن خواب میں زیارت کرنے والے زیادہ ہوئے ہیں۔ حضرت مولانا قلندر صاحب جب مدینہ شریف جا رہے تھے تو کسی غلطی پر اپنے جمال کو جو ایک نوجوان شخص تھا تھپڑ مار دیا بس اسی روز سے زیارت بند ہو گئی۔ انہیں اس کا بڑا غم ہوا۔ اس غم کو وہی جانتا ہے جس کو کچھ ملا ہو اور پھر لے لیا جائے۔ جس کو کچھ ملا ہی نہ ہو وہ کیا جانے۔ اسی غم میں مدینہ طیبہ پہنچے وہاں کے مشائخ سے رجوع کیا مگر سب نے کہا ہمارے۔ قابو سے باہر ہے۔ البتہ ایک مجذوب عورت کبھی کبھی روضہ اطہر کی زیارت کے لیے آتی ہے۔ وہ برابر ٹکٹکی لگائے دیکھتی رہتی ہے۔ وہ کبھی آئے اور توجہ کرے تو ان شاء اللہ پھر زیارت نصیب ہونے لگے گی۔ وہ اس مجذوبہ کے منتظر رہے۔ ایک دن وہ بی بی آئیں۔ ان سے انہوں نے عرض کیا تو انہیں ایک جوش آیا اور اسی جوش میں انہوں نے روضہ اقدس کی طرف اشارہ کرکے کہا "شف یعنی دیکھ" انہوں نے جو اس وقت نظر کی تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ جاگنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اور اس کے بعد وہی کیفیت حضوری کی جو جاتی رہی تھی۔ پھر حاصل ہوگئی۔ گو تھپڑ مارنے کے بعد مولانا نے اس سے معافی مانگ لی تھی اور اس نے معاف بھی کر دیا تھا لیکن پھر بھی اس حرکت کا یہ وبال ہوا۔ تحقیق پر معلوم ہوا کہ وہ لڑکا سیدزادہ تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے بعد دعا کی "اب یہ آنکھیں کسی اور کو نہ دیکھیں" صبح اٹھے تو نابینا تھے

۹۴۔ حضرت بحر العلوم حافظ محمد عظیم المتخلص بہ واعظ (۱۲۰۵ھ تا ۱۲۷۵ھ) آپ حافظ جی صاحب گنج والے کے نام سے بھی مشہور تھے۔ جامع مسجد گنج کے امام خطیب و مدرس تھے۔ پشاور کا یہ محلہ "حافظ محمد عظیم" کے نام سے مشہور ہو گیا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی محبت کا جو عالم تھا وہ احاطہ تحریر سے باہر ہے۔ ایک بار آپ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار پر انوار سے مشرف ہوئے تو عرض کیا یا رسول اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار جمال سے شرف ہونے کے بعد یہ آنکھیں اب اور کسی کو دیکھنا نہیں چاہتیں۔ جب بیدار ہوئے تو نابینا ہو چکے تھے۔ آپ کی نہایت خوبصورت اور موٹی موٹی آنکھیں اب بے نور ہو چکی تھیں۔ سبحان اللہ! کیا عشق محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ اسی عشق و محبت کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم لدنی سے نواز دیا

تھا۔ بغیر بینائی کے تمام عمر درس و تدریس میں گذری۔ صحاح ستہ کی تمام اسانید زبانی یاد تھیں۔ ۱۳۷۵ھ بمطابق ۵۹-۱۹۵۸ میں وصال فرمایا۔ جنازے پر لوگوں کا اس کثرت سے ہجوم تھا کہ شہر کے لوگ متعجب تھے کہ اس قدر خلقت کہاں سے آ گئی ہے۔

میں تم سے بہت خوش ہوں

۹۵۔ حضرت خواجہ محمد عاقل حضرت خواجہ نور محمد مہاروی کے ممتاز ترین خلفاء میں سے تھے۔ اتباع سنت کا بے حد خیال رکھتے تھے۔ وصال سے کچھ روز پہلے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تو مارا بسیار خوش کردی کہ ہمگیں سنتہائے مارا زندہ کردی" (میں تم سے بہت خوش ہوں کہ تم نے میری تمام سنتوں کو زندہ کر دیا)۔

مولانا محمد رحمت اللہ کیرانوی کو صحت کی خوشخبری:

۹۶۔ "ازالۃ الاوہام" زیر ترتیب تھا کہ مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد رحمت اللہ کیرانوی سخت علیل ہو گئے۔ اُٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے کے قابل نہ رہے اشارہ سے نماز ہوتی تھی۔ عزیز و اقارب اور تیمار دار بڑھتی ہوئی کمزوری اور شدت مرض سے پریشان تھے۔ ایک روز نماز فجر کے بعد آپ رونے لگے۔ تیمار دار سمجھے شاید زندگی سے مایوسی ہے۔ پس تسلی دینے لگے۔ آپ نے فرمایا بخدا صحت کی کوئی علامت نہیں لیکن صحت ہوگی۔ رونے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہمراہ تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اے نوجوان! تیرے لیے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خوشخبری ہے کہ اگر تالیف "ازالۃ الاوہام" مرض کی وجہ ہے تو وہی باعث شفا ہوگی۔" حضرت مولانا نے فرمایا کہ اس خوشخبری کے بعد مجھے کوئی رنج و ملال نہیں بلکہ مسرور اور خوش ہوں۔ اور فرط مسرت سے آنسو نکل آئے۔ الحمد للہ اس کے بعد صحت ہوگئی "ازالۃ الاوہام" کی ترتیب و تالیف کا کام شروع کر دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تم ہمارے پاس آؤ

۹۷۔ حضرت حاجی امداد اللہ فاروقی مہاجر مکی ۲۲ صفر المظفر بروز دوشنبہ ۱۲۳۳ھ میں بمقام نانوتہ (ضلع سہارنپور یوپی بھارت) میں پیدا ہوئے۔ آپ کا اصل نام امداد حسین تھا۔ جسے حضرت مولانا شاہ اسحٰق محدث دہلوی نے بدل کر امداد اللہ کر دیا تھا۔ تاریخی نام ظفر احمد تھا اور مہر تدلی، ماہ ذنی، نیر بطحا، انجم طٰہٰ، جمال کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "تم ہمارے پاس آؤ"۔ یہ خواب دیکھ کر دل میں جوش پیدا ہوا اور خواہش زیارت مدینہ شریف دل میں زیادہ ہوئی۔ یہاں تک کہ بلا فکر زادِ راہ آپ نے عزم مدینہ منورہ کر لیا اور پاپیادہ چل پڑے۔ ابھی ایک منزل طے ہوئی تھی کہ آپ کے بھائیوں کو خبر ہوئی انھوں نے کچھ زادِ راہ پیش کیا جسے آپ نے بخوشی قبول کر لیا اور روانہ ہوئے یہاں تک کہ ۵ ذی الحجہ ۱۲۶۱ھ بندرگاہ لیس (متصل جدہ) پر جہاز سے اترے اور براہ راست میدان عرفات تشریف لے گئے۔ اور جملہ ارکان حج ادا کرنے کے بعد مدینہ طیبہ تشریف لائے۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا مقام

۹۸۔ حضرت نانوتوی نے فرمایا کہ میں اکثر دیکھتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں اور اپنی ردائے (چادر مبارک) مبارک میں ڈھانپ کر مجھے کبھی اندر لاتے ہیں اور کبھی باہر لے جاتے ہیں اور سوتے جاگتے اکثر اوقات یہی منظر میری آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔ سب نے یہ سمجھا کہ مفسدوں کی مفسدہ پردازی اور شر سے تحفظ منظور ہے۔ لیکن حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نے فرمایا کہ نہیں بلکہ مولانا کی عمر ختم ہو چکی ہے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دکھلانا منظور ہے کہ جب لوگ اپنے ہو کر ایسے مفسد ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے مقدس بندوں پر الزام لگانے سے نہیں شرماتے تو ہم بھی ایسی ہستی کو اب ایسے لوگوں میں نہیں رکھنا چاہتے کہ یہ اس قابل نہیں۔ چنانچہ حضرت نانوتویؒ اس واقعہ کے بعد زیادہ دن زندہ نہ رہے اور قریب ہی زمانہ میں آپ کا وصال ہو گیا۔

قاضی محمد سلیمان میرا مہمان ہے اسکی ہر طرح عزت کرنا:

۹۹۔ ایک معتبر راوی نے بیان کیا کہ جن ایام میں علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری سابق سیشن جج ریاست پٹیالہ (مشرقی پنجاب، بھارت) و مصنف "رحمت للعالمین" مدینہ شریف قیام پذیر تھے۔ ایک دن قاضی صاحب مسجد نبوی سے نماز پڑھ کر نکل رہے تھے اور آپ کے ہمراہ مسجد نبوی کے امام بھی باتیں کرتے آ رہے تھے کہ مسجد کے دروازے پر پہنچے جہاں نمازیوں کے جوتے پڑے رہتے ہیں۔ اس جگہ امام صاحب نے بڑھ کر قاضی صاحب کے جوتوں کو اپنے ہاتھ سے سیدھا کیا اور قاضی صاحب کے سامنے رکھ دیا۔ قاضی صاحب نے تیزی سے امام صاحب کے ہاتھوں کو پکڑ لیا اور کہا کہ آپ یہ کیا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت بلند مقام عطا فرمایا ہے۔ جواباً امام صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا آپ کو اس بات کا علم نہیں کہ ایسا کس کے حکم سے کر رہا ہوں۔ فرمایا "رات خوش بختی سے حضرت سرور کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم ابداً ابداً الی یوم القیامۃ کی خواب میں زیارت کی سعادت نصیب ہوئی اور عالم رویاء میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "محمد سلیمان میرا مہمان ہے۔ اس کی ہر طرح عزت کرنا"۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی اور شاہ ولی اللہ میرے دین کی اشاعت کر رہے ہیں

۱۰۰۔ حضرت خواجہ محمد فضل علی قریشی ہاشمی عباسی نے فرمایا کہ جہاں تک میں نے غور کیا دیوبند والوں کو حق پر پایا۔ حاسدوں نے جھوٹے الزام لگا کران کو بدنام کر رکھا ہے۔ ایک بار دیوبند تشریف لے گئے اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے مزار پر فاتحہ خوانی کے بعد مراقب ہوئے۔ بعدہ مراقبہ کی بابت فرمایا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح ظاہر ہوئی اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی روح بھی وہیں موجود تھی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مولانا قاسم نانوتوی اور شاہ ولی اللہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ "ان دونوں نے ہندوستان میں میرے دین کی اشاعت و تبلیغ کی ہے"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہیں اور مولانا تھانوی تیمارداری کر رہے ہیں:

۱۰۱۔ حضرت محسن کاکوری اور مشہور نعت گو شاعر کے فرزند مولانا انوار الحسن کاکوری فرماتے ہیں کہ میں نے سفر حج میں بمقام مدینہ طیبہ حضرت تھانوی کے متعلق خواب دیکھا۔ حالانکہ اس زمانہ میں مجھ کو ان سے کوئی خاص عقیدت نہ تھی۔ البتہ ایک بڑا عالم ضرور سمجھتا تھا اور میرا خاندان بھی علماء حق کا زیادہ معتقد نہ تھا۔ غرض مدینہ طیبہ میں مولانا تھانوی کا مجھے بعید سے بعید خیال بھی نہ تھا۔ کہ ایک شب میں نے دیکھا کہ حضور ہمہ نور صلی اللہ علیہ وسلم ایک چارپائی پر بیمار پڑے ہیں اور حضرت تھانوی تیمارداری فرما رہے ہیں۔ اور ایک بزرگ دور بیٹھے دکھائی دیئے۔ جن کے متعلق خواب ہی میں معلوم ہوا کہ یہ طبیب ہیں۔ آنکھ کھلنے پر فوراً میرے ذہن میں یہ تعبیر آئی کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو خیر کیا بیمار ہیں۔ البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بیمار ہے اور حضرت مولانا تھانوی اس کی تیمارداری یعنی اصلاح فرما رہے ہیں۔ لیکن وہ بزرگ جو دور بیٹھے نظر آ رہے تھے سمجھ میں نہ آئے کہ وہ کون تھے۔ واپسی ہند پر میں نے مولانا تھانوی کی خدمت میں یہ خواب لکھ بھیجا اور جتنی تعبیر میری سمجھ میں آئی تھی وہ بھی لکھ دی اور یہ بھی لکھ دیا کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ بزرگ طبیب کون تھے جو دور بیٹھے تھے۔ مولانا تھانوی نے جواب میں تحریر فرمایا کہ وہ حضرت امام مہدی ہیں چونکہ وہ ابھی زماناً بعید ہیں اس لیے خواب میں بھی مکاناً بعید دکھائی دیئے۔

کتاب رحمۃ للعالمین طلب کرو اور اس کا مطالعہ کرو:

۱۰۲۔ جب کتاب "رحمۃ للعالمین" تیار ہوئی تو اس کے مصنف علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری کو متعدد خطوط اس مضمون کے موصول ہوئے۔ ہم نے یہ کتاب "رحمۃ للعالمین" تا حال نہیں دیکھی اور نہ ہی اس کا اشتہار نظر سے گزرا۔ رات خواب میں حضرت آقائے کل سید المرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم خواب میں یہ حکم دیا کہ پٹیالہ کے اس پتہ پر خط لکھ کر "رحمۃ للعالمین" نامی کتاب طلب کرو اور اس کا مطالعہ کرو اس لیے ہم یہ خط لکھ رہے ہیں۔

مدینہ منورہ بلوایا اور کرایہ کا انتظام بھی کرایا:

۱۰۳۔ مکہ مکرمہ میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے خلیفہ حضرت محب الدین تھے۔ تیس سال سے برابر پیدل حج کرتے تھے۔ باوجود انتہائی نحیف ہونے کے مدینہ منورہ بھی پیدل حاضر ہوتے تھے۔ آخری مرتبہ جب چلنے سے معذور ہو گئے تو سواری پر حاضر ہوئے اور بیان فرمایا کہ میرا اس سال حاضری کا ارادہ نہ تھا۔ اس سے پہلے خواب میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "محب الدین ہمارے پاس نہ آؤ گے؟" عرض کیا گھٹنوں میں دم نہیں رہا۔ کرایہ بھیج دیجئے اور بلوا لیجئے۔ علی الصبح ایک شخص آیا اور کہا کہ میں نے آپ کے لیے سواری کا انتظام کر لیا ہے۔ آپ میرے ساتھ مدینہ طیبہ چلئے۔ چنانچہ سواری پر ان کے ہمراہ مدینہ طیبہ گئے اور چند ماہ قیام کے بعد مکہ مکرمہ واپس ہوئے اور اسی سال وصال فرمایا۔

مرزا قادیانی میری احادیث کو ریزہ ریزہ کر رہا ہے اور تم خاموش بیٹھے ہو:

۱۰۴۔ خواجہ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی فرماتے ہیں کہ ہمیں ابتداء میں سیر و سیاحت اور آزادی بہت پسند تھی۔ حجاز مقدس کے سفر میں مکہ مکرمہ میں ہماری ملاقات امداد اللہ مہاجر مکی سے ہوئی۔ حاجی صاحب صحیح کشف کے مالک تھے۔ انہوں نے ہمارے مزاج کی طرز اور روش معلوم کی کہ یہ بہت آزاد منش انسان ہے اسکے بعد نہایت تاکید اور اصرار کے ساتھ فرمایا کہ ہندوستان میں عنقریب ایک فتنہ برپا ہونے والا ہے لہٰذا تم ضرور اپنے ملک ہندوستان واپس چلے جاؤ۔ بالفرض اگر ہندوستان میں خاموش ہو کر بھی بیٹھ گئے تو بھی وہ فتنہ زیادہ ترقی نہ کر سکے گا۔ پس ہم عرب میں سکونت کا ارادہ ترک کر کے ہندوستان واپس چلے آئے۔ ہم حضرت حاجی صاحب کے اس کشف کو اس یقین کی رو سے مرزا قادیانی کے فتنہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں میں نے خواب دیکھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا کہ یہ مرزا قادیانی اپنی تاویلات فاسدہ کی مقراض سے میری احادیث کو ریزہ ریزہ اور ٹکڑے ٹکڑے کر رہا ہے۔ اور تم خاموش بیٹھے ہو۔

تمہارے منہ سے تمباکو کی بدبو آتی ہے:

۱۰۵۔حضرت سائیں توکل شاہ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ میں پہلے پان وتمباکو بکثرت کھاتا تھا ایک روز میں نے درود شریف بہت پڑھی اور شب کو عالم رویا میں دیکھا کہ ایک عجیب باغ ہے اور اس میں ایک پختہ اور نہایت عمدہ چبوترہ پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہیں۔ میں نے قدم بوسی کی اور مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سینہ مبارک سے لگالیا مگر منہ مبارک میری جانب سے موڑ کر دوسری جانب کرلیا۔ میں نے عرض کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے کیا قصور ہوا فرمایا قصور تو کچھ نہیں البتہ تمہارے منہ سے تمباکو کی بدبو آتی ہے۔اس روز سے میں نے تمباکو و پان کھانا بالکل ترک کردیا۔ مجھے ان سے نفرت ہوگئی۔

ہندوستان واپس جاؤ وہاں بہت سی مخلوق کو فیض پہنچے گا:

۱۰۶۔حضرت حافظ محمد عبدالکریم جب پہلی مرتبہ حج سے فارغ ہو کر مدینہ طیبہ پہنچے تو حالت یہ ہوگئی۔ کہ ایک لحہ کے لیے بھی روضہ پاک کی جدائی گوارا نہ تھی۔فرمایا کہ میں روزانہ یہی دعا مانگتا تھا کہ الٰہی میری موت یہیں واقع ہو۔تاکہ قیامت کے روز حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اٹھوں۔ایک روز عشاء کی نماز کے بعد ایک نورانی صورت بزرگ تشریف لائے اور فرمایا کہ حافظ صاحب کیا آپ ہی نے یہاں رہنے کی دعا کی ہے۔فرمایا جی ہاں۔انہوں نے فرمایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حافظ صاحب سے کہہ دو کہ واپس ہندوستان تشریف لے جائیں۔کیونکہ وہاں ان سے بہت سی مخلوق کو فیض پہنچے گا اور ان کی قبر بھی وہیں ہوگی۔ چنانچہ آپ کو قبر کی جگہ دکھادی گئی۔ جب آپ راولپنڈی واپس تشریف لائے تو اپنی قبر کے لیے جگہ وقف کی اس پر کچھ لوگوں نے باتیں بنانا شروع کردیں کہ کیا حافظ صاحب کو علم غیب ہے کہ ان کی وفات پنڈی میں ہوگی اور اس جگہ دفن کیے جائیں گے۔ جب آپ کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو فرمایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کبھی غلط نہیں ہو سکتا۔میں دعویٰ کرتا ہوں کہ میری قبر اسی جگہ ہوگی۔ چنانچہ اب آپ کا مزار متصل عیدگاہ راولپنڈی ٹھیک اسی جگہ واقع ہے۔

علامہ اقبال کو خط آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں تمہاری ایک خاص جگہ ہے

۱۰۷۔۱۹۲۰ء کے ابتدائی ایام میں شاعر مشرق علامہ اقبال کے نام ایک گمنام خط آیا جس میں تحریر تھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں تمہاری ایک خاص جگہ ہے۔جس کا تم کو علم نہیں۔اگر تم فلاں وظیفہ پڑھ لیا کرو تو تم کو بھی اس کا علم ہوجائے گا۔خط میں وظیفہ لکھا تھا مگر علامہ اقبال نے یہ سوچ کر کہ راقم نے اپنا نام نہیں لکھا اس کی طرف توجہ نہ دی۔اور خط ضائع ہو گیا۔خط کے تین چار ماہ بعد کشمیر سے ایک پیرزادہ صاحب علامہ اقبال سے ملنے آئے۔عمر ۳۵/۴۰ سال کی تھی۔بشرے سے شرافت اور چہرے مہرے سے ذہانت ٹپک رہی تھی۔ پیرزادہ نے علامہ اقبال کو دیکھتے ہی رونا شروع کردیا۔آنسوؤں کی ایسی جھڑی لگی کہ تھمنے میں نہ آتی تھی۔علامہ اقبال نے یہ سوچ کر کہ یہ شخص شاید مصیبت زدہ اور پریشان حال ہے اور میرے پاس کسی ضرورت سے آیا ہے۔شفقت آمیز لہجے میں استفسار حال کیا۔ پیر زادے نے کہا مجھے کسی مدد کی ضرورت نہیں مجھ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے میرے بزرگوں نے خدا تعالیٰ کی ملازمت کی اور میں ان کی پنشن کھا رہا ہوں۔میرے اس بے اختیار رونے کی وجہ خوشی ہے نہ کہ کوئی غم۔

ڈاکٹر صاحب کے مزید استفسار پر اس نے کہا کہ میں سرینگر کے قریب ایک گاؤں کا رہنے والا ہوں۔ایک دن عالم کشف میں میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دربار دیکھا۔جب نماز کے لیے صف کھڑی ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ محمد اقبال آیا یا نہیں؟ معلوم ہوا کہ نہیں آیا اس پر ایک بزرگ کو بلانے کے لیے بھیجا۔تھوڑی دیر بعد کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نوجوان آدمی جس کی داڑھی منڈھی ہوئی تھی اور رنگ گورا تھا ان بزرگ کے ساتھ نمازیوں کی صف میں داخل ہو کر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں جانب کھڑا ہوگیا۔

پیرزادہ نے علامہ سے کہا۔میں نے آج سے پہلے نہ تو آپ کی شکل دیکھی تھی اور نہ میں آپ کا نام و پتہ جانتا تھا۔کشمیر میں ایک بزرگ مولانا نجم الدین صاحب ہیں ان کی خدمت میں حاضر ہوکر میں نے یہ ماجرا بیان کیا تو انہوں نے آپ کا نام لے کر آپ کی بہت تعریف کی اگرچہ انہوں نے بھی پہلے آپ کو کبھی نہ دیکھا تھا مگر وہ آپ کو آپ کی تحریروں کے ذریعہ جانتے تھے۔اس کے بعد مجھے آپ سے ملنے کا شوق پیدا ہوا اور آپ سے ملاقات کے واسطے کشمیر سے لاہور تک کا سفر کیا۔آپ کی صورت دیکھتے ہی میری آنکھیں اشکبار ہوگئیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرے کشف کی عالم بیداری میں تصدیق ہوگئی کیونکہ جو شکل میں نے عالم کشف میں دیکھی تھی آپ کی شکل و شباہت عین اس کے مطابق ہے۔سرِ موفرق نہیں۔کشمیری پیرزادہ اس ملاقات کے بعد چلے گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم خانقاہ امدادیہ اور وہاں سے پھر حضرت تھانویؒ کے مکان پر تشریف لے گئے

۱۰۸۔حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی فرماتے ہیں کہ جس زمانہ

میں نحو میر شرح مائۃ عامل پڑھتا تھا (غالباً ۱۳۲۳) اس زمانہ میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں ہوئی۔ خانقاہ امدادیہ (تھانہ بھون۔یو پی بھارت) کے سامنے ایک نالہ بہتا ہے اس سے آگے میدان میں ایک ٹیلہ ہے۔حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس پر کھڑے ہیں خوبصورت نورانی چہرہ ہے۔لوگ جوق در جوق زیارت کو آرہے ہیں اور پوچھتے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو یہی جواب دیا (فی الجنۃ فی الجنۃ، جنت میں جاؤ گے) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹیلے سے اتر کر خانقاہ امدادیہ کی طرف چلے اور وہاں سے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے مکان پر پہنچے میں نے دوڑ کر اطلاع دی تو مولانا فوراً باہر آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سلام کے بعد معانقہ فرمایا۔ پھر ایک خادم کو حکم دیا کہ پلنگ پر بستر بچھادے اور تکیہ رکھ دے تاکہ حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرمائیں۔

حکم کی تعمیل کی گئی اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر آرام فرمانے لگے۔اس وقت مجمع نہ تھا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صرف یہ عاجز تنہا تھا میں نے موقع تنہائی کا پاکر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم این انا؟ (میرا ٹھکانہ کہاں ہوگا) فرمایا فی الجنۃ (جنت میں ہوگا) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا پڑھتے ہو؟ میں نے اپنے اسباق گنوائے۔فرمایا پڑھتے رہو اور پڑھ کر ہمارے پاس بھی آؤ گے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشتیاق تو بہت ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمادیں۔فرمایا ہم دعا کریں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ ابھی تک مولانا حسین احمد مدنی تشریف نہیں لائے:

۱۰۹۔جناب شیدا اسرائیلی حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے نام اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔''میں بسلسلہ تقریر موضع ہزاری باغ گیا۔وہاں رات کو خواب میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ لوگوں کے ہمراہ تشریف فرما ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا ابھی تک مولانا حسین احمد مدنی تشریف نہیں لائے؟ میں نے جواباً بے ساختہ عرض کیا۔ کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما انہیں بلانے کے لیے تشریف لے گئے ہیں ابھی آتے ہوں گے۔پھر میں نے بارگاہ عالی میں عرض کیا کہ مولانا مدنی کو بلانے کی کیا وجہ ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ان سے اپنی امت کا حال دریافت کرنا ہے اتنے میں جناب تشریف لے آئے اور السلام علیکم کہہ کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل سامنے بیٹھ گئے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو ایک صاحب نے یا ابن عمر کہہ کر اپنے پاس بٹھالیا۔اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ساڑھے تین بجنے میں دو منٹ تھے۔وضو کیا۔دو رکعت نفل نماز شکرانہ ادا کی اور نہایت فرحت افزاء حالت میں مصلے پر ہی فجر کا انتظار کرتا رہا۔

زیادتی عمر کی خوشخبری دس برس تجھے اور زندگی دے دی گئی ہے

۱۱۰۔حضرت شیخ الحدیث صاحبزادہ حافظ علی احمد جان (۱۳۰۱ھ تا ۱۳۷۶ھ) کے گھر کی خواتین تک حافظ قرآن تھیں۔ایک بار تپ محرقہ کا حملہ ہوا اور نہایت شدید ڈاکٹر، اطباء، شاگرد اور احباب سب ہی آپ کی زندگی سے مایوس ہوگئے۔آپ پر نیم بے ہوشی طاری تھی۔فوراً سنبھل گئے اور فرمایا میں اس بیماری سے نہیں مرتا۔کیونکہ ابھی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دس برس تجھے اور زندگی دے دی گئی ہے۔چنانچہ آپ دس برس اور زندہ رہ کر ۱۳ رمضان المبارک ۱۳۷۶ھ میں جنت الفردوس کو سدھارے۔

تمہارا تو جنازہ ہی نہ اٹھے گا جب تک تمہارا شوہر شامل نہ ہوگا

۱۱۱۔کتاب سیرت النبی بعد از وصال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤلف محترم صاحب عبدالمجید صدیقی کی مرحومہ اہلیہ ''رضیہ خاتون بی۔اے'' نے اپنے انتقال سے تین ہفتہ قبل ۹ جولائی ۱۹۶۱ء کی رات کو خواب میں اپنی زندگی میں تیرھویں اور آخری بار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بابرکت کی سعادت حاصل کی۔اور دن میں ان الفاظ میں مجھ سے اپنا خواب بیان کیا۔میرا انتقال ہوگیا ہے اور میں نے یہ وصیت کی ہے کہ آپ میرے جنازہ میں شامل نہ ہوں اس پر میں نے دیکھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس میرے سامنے تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ ''اتنی پڑھی لکھی اور سمجھدار خاتون ہو کر ایسی وصیت کر رہی ہو؟ شوہر کو محروم رکھنا چاہتی ہو''۔اس پر میں نے عرض کیا ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم حکم فرمائیں گے ویسا ہی ہوگا'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا تو جنازہ ہی نہ اٹھے گا۔ جب تک تمہارا شوہر اس میں شریک نہ ہو جائے گا۔(اور ایسا ہی ہوا)۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا نے عمر کے دل اور زبان پر حق جاری کیا ہوا ہے۔(ترمذی)

مثنوی مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ

زمہجوری برآمد جان عالم ترحم یا نبی اللہ ترحم
نہ آخر رحمۃ للعالمینی زمحروماں چراغافل نشینی
زخاک اے لالہ سیراب برخیز چو نرگس خواب چند از خواب برخیز
بروں آور سراز برد یمانی کہ روئے تست صبح زندگانی
شب اندوہ مارا روز گرداں زرویت روزما فیروز گرداں
بہ تن درپوش عنبر بوئے جامہ بسر بر بند کافوری عمامہ
فرودآویز از سر گیسواں را فگن سایہ بپاسرورواں را
ادیم طائفی نعلین پاکن شراک ازرشتہ جانہائے ماکن
جہانے دیدہ کردہ فرش رہ اند چو فرش اقبال پابوس تو خواہند
زحجرہ پائے در صحن حرم نہ بفرق خاک رہ بوساں قدم نہ
بدہ دستی زپا افتادگاں را بکن دلداریے دل دادگاں را
اگرچہ غرق دریائے گناہیم فتادہ خشک لب برخاک راہیم
تو ابر رحمتی آں بہ کہ گاہے کنی برحال لب خشکاں نگاہے
خوشاکز گرد رہ سویت رسیدیم بدیدہ گرد کویت راکشیدیم
بمسجد سجدہ شکرانہ کردیم چراغت راز جاں پروانہ کردیم
بگرد روضہ ات گشتیم گستاخ دلم چوں پنجرہ سوراخ سوراخ
زدیم ازاشک ابر چشم بے خواب حریم آستاں روضہ ات آب
گہے رفتیم زاں ساحت غبارے گہے چیدیم زوخاشاک و خارے
ازاں نور سواددیدہ دادیم وزیں بریش دل مرہم نہادیم
بسوئے منبرت رہ برگرفتیم زچہرہ پایہ اش درزرگرفتیم
زمحرابت بسجدہ کام جستیم قدم گاہت بخون دیدہ شستیم
بپائے ہر ستوں قدراست کردیم مقام راستاں درخواست کردیم
زداغ آرزویت بادل خوش زدیم ازدل بہر قندیل آتش
کنوں گرتن نہ خاک آن حریم است بحمد اللہ کہ جاں آں جامقیم است
بخود درماندہ ام ازنفس خود رائے ببیں درماندہ چندیں چندیں بہ بخشائے
اگر نبود چو لطف دست یارے زدست ما نیاید ہیچ کارے
قضا می افگند ازراہ مارا خدارا از خدا درخواہ مارا
کہ بخشد از یقین اول حیاتے دہد آنگہ بکار دیں ثباتے
چو ہول روزرستاخیز خیزد باتش آبروئے ما نہ ریزد
کند باایں ہمہ گمراہی ما ترا اذن شفاعت خواہی ما
چو چوگاں سرفگندہ آوری روئے بمیدان شفاعت امتی گوئے
بحسن اہتمامت کار جامی طفیل دیگراں یا بد تمامی

باب ۱۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سب انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں اکابر دیو بند کا مسلک یہ ہے کہ وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدان مقدسہ بعینہ محفوظ ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے اور حیات دنیوی کے مماثل ہے صرف یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے وہ مکلف نہیں ہیں لیکن وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روضہ اقدس میں جو درود پڑھا جائے بلا واسطہ سنتے ہیں اور یہی جمہور محدثین اور متکلمین اہل السنۃ والجماعۃ کا مسلک ہے۔

اکابر دیو بند کے مختلف رسائل میں یہ تصریحات موجود ہیں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی تو مستقل تصنیف حیات انبیاء علیہم السلام پر ''آب حیات'' کے نام سے موجود ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کے ارشد خلفاء میں سے ہیں۔ ان کا رسالہ ''المھند علی المفند'' بھی اہل انصاف واہل بصیرت کے لیے کافی ہے اب جو اس مسلک کے خلاف دعوے کرے، اتنی بات یقینی ہے کہ ان کا اکابر دیو بند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ: مدرسہ اسلامیہ عربیہ کراچی نمبر ۵
محمد رسول خان رحمہ اللہ: جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور
ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ: شیخ الحدیث دار العلوم الاسلامیہ (ٹنڈوالہ یار سندھ)
عبد الحق رحمہ اللہ: مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ
شمس الحق عفا اللہ عنہ: صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان
(مفتی) محمد صادق عفا اللہ عنہ: سابق ناظم محکمہ امور مذہبیہ بہاولپور
(مفتی) محمد حسن رحمہ اللہ: مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور
بندہ محمد شفیع رحمہ اللہ: دار العلوم کراچی

''انبیاء علیہم السلام کو موت نہیں وہ زندہ اور باقی ہیں، ان کے واسطے وہی ایک موت ہے، جو ایک دفعہ آ چکی۔ اسکے بعد ان کی روحیں بدن میں لوٹا دی جاتی ہیں اور جو حیات ان کو دنیا میں تھی وہی عطا فرماتے ہیں''۔ (تکمیل الایمان مترجم ص ۵۸ مصنف شیخ دہلوی)

مقتدائے فرقہ اہل حدیث فاضل جلیل قاضی شوکانی لکھتے ہیں

احادیث سے ان امور کی شرعی حیثیت ثابت ہے: (۱) جمعہ کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کثرت سے پڑھا جائے۔ (۲) درود شریف آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش ہوتا ہے۔ (۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رب العزت نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیائے کرام کے جسموں کو مٹی بنائے اور محققین کی ایک پوری جماعت اس تحقیق پہ پہنچی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات شریفہ کے بعد پھر زندہ ہیں۔ (نیل الاوطار جلد ۳ ص ۲۱۰/۲۱۱)

پیشوائے فرقہ اہل حدیث محقق عظیم آبادی بھی فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے۔ اس ارشاد نبوت کی بناء یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔ اسی طرح بذل میں ہے۔ (بذل جلد ۲، صفحہ ۱۱۰)

''عبادہ بن نسئی حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو، کیونکہ اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ اور کوئی مجھ پر درود نہیں پڑھتا، مگر یہ کہ اس کے فارغ ہوتے ہی وہ مجھ پر پیش کر دیا جاتا ہے۔ ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ کیا وفات کے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پیش ہوتا رہے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وفات کے بعد بھی اسی طرح پیش ہوتا رہے گا، اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے۔ پس اللہ کا پیغمبر زندہ ہوتا ہے اور اسے رزق بھی دیا جاتا ہے''۔

عبادہ بن نسئی: مشہور تابعی ہیں۔ وفات ۱۱۸ھ میں ہوئی۔ حضرت اوس رضی اللہ عنہ، عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ، ابو الدرداء رضی اللہ عنہ اور دوسرے کئی صحابہ رضی اللہ عنہم سے احادیث سنیں۔ زید بن ایمن اور سعد بن ابی ہلال وغیرہما نے ان سے روایات لیں۔ امام احمد یحییٰ بن معین، امام نسائی اور ابن سعد انہیں ثقہ قرار دیتے ہیں۔ امام بخاری نے بھی ان کی تعریف کی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ آسمان پر یہ بات پسند نہیں کرتا کہ ابو بکر زمین میں خطا کرے۔ (التذکرۃ)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

تین ایسی عظیم شخصیتیں ہیں کہ ان کے وسیلہ سے بارشیں برستی ہیں اور ان کی برکتوں سے دشمنوں پر فتح حاصل ہوتی رہی ہے۔ان میں سے پہلے عبادہ بن نسئی ہیں (توسل بالذات) (تہذیب جلد ۵ ص ۱۱۴)

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری باب المعراج میں لکھتے ہیں۔

یہ اشکال پیش کیا گیا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے اجساد کریمہ تو اپنی اپنی قبروں میں استقرار پذیر ہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انہیں معراج کی رات آسمانوں پر دیکھنا یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی ارواح قدسیہ اس رات متجسد کردی گئی تھیں یا ان کے اجساد کریمہ ہی (ان کی قبور سے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف وتکریم کے لئے لا حاضر کردیئے گئے تھے اور اس دوسری صورت کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔ جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ (فتح الباری جلد ۷ صفحہ نمبر ۱۲۶)

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

"عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْاَنْبِيَاءُ اَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ" (شفاء السقام ص ۱۳۴)

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔ اور نمازیں بھی پڑھتے ہیں"

حیات انبیاء علیہم السلام کی قبور شریفہ سے صریح نسبت کے بعد اس وسوسے کے لئے قطعاً کوئی گنجائش نہیں رہتی کہ انبیاء کرام علیہم السلام صرف رفیق اعلیٰ اور علیین میں فائز الحیات ہیں۔ اور ان کی حیات شریفہ کو اجسام قبریہ سے کوئی تعلق نہیں۔ (وقد مر تفصیلہ من حاشیہ سنن النسائی)

مولانا السید انور شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

المراد بحدیث الانبیاء احیاء فی قبور هم یصلون انهم ابقوا علی هذا الحالة ولم تسلب عنهم (تحیۃ الاسلام ص ۳۶)

اس حدیث حیات انبیاء علیہم السلام کا مطلب یہی ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام (بدن میں روح لوٹ آنے کی) اسی حالت میں باقی رکھے گئے ہیں۔ اور پھر روح ان سے جدا نہیں کی گئی

قاضی شوکانی شرح حصن حصین میں فرماتے ہیں:

انه صلی الله علیه وسلم حی فی قبره وروحه لا تفارقه لما صح ان الانبیاء احیاء فی قبورهم (تحفۃ الذاکرین للشوکانی ص ۲۸ مصر)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر سے کبھی جدا نہیں ہوتی، کیونکہ یہ حدیث صحیح سند سے ثابت ہوچکی ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

الصلوۃ تستدعی جسد احیا۔ (حاشیہ سنن نسائی)

حضرت علامہ شعرانی فرماتے ہیں۔

صحیح حدیثوں سے ثابت ہوچکا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور اذان واقامت سے نماز پڑھتے ہیں۔ (منح المنۃ ص ۹۳ مصر)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں اس طرح زندہ ہیں کہ اس زندگی پر پھر موت کبھی نہ آئے گی۔ آپ ہمیشہ کے لئے زندہ رہیں گے اور انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہی ہوتے ہیں۔

محدث قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی:

اَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ سَمِعْتُهُ وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ غَائِبًا بُلِّغْتُهُ (مظہری جلد ۱ ص ۲۲۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مجھ پر درود میری قبر کے پاس پڑھے، اسے میں خود سنتا ہوں اور دور کا مجھے پہنچایا جاتا ہے۔

علامہ طحطاوی: (فانه یسمعها) ای اذا کانت بالقرب منه صلی الله علیه وسلم (و تبلغ الیه) ای یبلغها الملک الیه اذا کان المصلی بعیدا. (طحطاوی ص ۲۵ مصر)

جب درود پڑھنے والا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود سنتے ہیں اور جب وہ دور ہو تو اس کا درود فرشتوں کی وساطت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا جاتا ہے۔

نواب صدیق حسن خاں صاحب: (اسنادہ جید الدلیل الطالب ص ۸۴۴) اس حدیث کا سلسلہ اسناد جید اور عمدہ ہے۔

قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی:

قبر کے پاس جاکر کہے کہ اے فلاں! تم میرے واسطے دعا کرو کہ حق تعالیٰ میرا کام کردے اس میں اختلاف علماء کا ہے۔ مجوز سماع موتی اس کے جواز کے مقر ہیں اور مانعین سماع منع کرتے ہیں۔ سو اس کا فیصلہ اب کرنا محال ہے مگر انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں اسی وجہ سے ان کو مستثنیٰ کیا ہے۔ اور دلیل جواز یہ ہے کہ فقہاء نے بعد سلام کے وقت زیارت قبر مبارک کے شفاعت مغفرت کا عرض کرنا لکھا ہے پس یہ جواز کے واسطے کافی ہے (فتاوی رشیدیہ جلد ۱ ص ۹۹، ۱۰۰)

صحابہ کرامؓ نے اجماعاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے دوسری اموات والا معاملہ نہ کیا

(اختصاصات لوفات سید الکائنات صلی اللہ علیہ وسلم)

۱۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری غسل پہلے پہنے ہوئے کپڑوں ہی میں دیا گیا کرتا تک جسدِ اطہر سے نہ اتارا گیا۔

۲۔نماز جنازہ بھی عام اموات مسلمین کی طرح نہیں پڑھی گئی بلکہ اسے کسی دوسرے طریقے سے ادا کیا گیا بلکہ بعض روایات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ معروف نماز جنازہ کی بجائے صرف صلوٰۃ وسلام عرض کیا گیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کے اعتراف کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دعا کی گئی۔

۳۔اور اس سے بڑھ کر یہ کہ مردوں کے دفن کرنے کے بارے میں تاخیر نہ کرنے کا جو عام تاکیدی حکم شریعت میں ہے اس کے برخلاف تقریباً پونے دو دن گزر جانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا گیا اور اس غیر معمولی تاخیر میں کوئی حرج نہ سمجھا گیا اور کوئی اندیشہ محسوس نہیں کیا گیا اور کسی ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے بھی اس معاملہ میں جلدی کرنے کا تقاضا نہ کیا۔

۴۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خاص ہدایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی زندگی کے عزیز مسکن، یعنی حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ ہی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدفن اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائمی آرام گاہ بنادیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی میں دفن کئے گئے۔

۵۔اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ہدایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی املاک میں ترکہ و وراثت کا عام قانون جاری نہیں کیا گیا، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں انکا جو مصرف اور نظام تھا وہی بدستور قائم رکھا گیا۔ اور وہ خلافت کی تولیت میں رہیں۔

۶۔اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا یہ حق سمجھا گیا کہ وہ اپنے مسکونہ حجروں کو تازیست اپنے استعمال میں رکھیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے املاک سے اپنا نفقہ تاحیات حاصل کرتی رہیں جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان کو یہ دونوں حق حاصل تھے۔

حالانکہ کسی مسلمان کے مرنے کے بعد اسکی بیوہ کے یہ حقوق صرف عدت کی مختصر مدت تک رہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اِنَّ عَیْنَیَّ تَنَامَانِ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ (رواہ الشیخان)

میری صرف آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا، وہ بیدار رہتا ہے۔

ایک مرسل روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

اِنَّا مَعَاشِرَ الْاَنْبِیَاءِ تَنَامُ اَعْیُنُنَا وَلَا تَنَامُ قُلُوْبُنَا

(اخرجہ ابن السعد کمافی الخصائص)

ہم لوگ جو انبیاء علیہم السلام ہیں ہماری صرف آنکھیں سوتی ہیں، دل نہیں سویا کرتے۔

وَکَذٰلِکَ الْاَنْبِیَاءُ تَنَامُ عَیْنَا ھُمْ وَلَا تَنَامُ قُلُوْبُھُمْ (بخاری)

''انبیائے کرام کی صرف آنکھیں سویا کرتی ہیں دل نہیں سوتے''۔

وخاتم المحدثین مولانا السید انور شاہ صاحب فرماتے ہیں ''عدم نقض الوضوء بالنوم من خصائص الانبیاء (العرف الشذی ص ۵۰)

سونے سے وضو نہ ٹوٹنا یہ انبیائے کرامؑ کی خصوصیت ہے

انبیائے کرام علیہم السلام کی یہ شان ہے کہ اس نیند کی حالت میں بھی ان کے ادراکات جاری رہتے ہیں۔ انکے ادراک کی نوعیت بھی ہمارے ادراک کی نوعیت سے مختلف ہے۔ نیند کی طرح ادراک میں بھی تنوع ہے انبیائے کرام علیہم السلام کی نیند کے ادراکات بھی ایک قسم کی وحی سمجھے جاتے ہیں۔ رویاء الانبیاء وحی (ترمذی) اسکی تصدیق ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی نیند اور دوسروں کی نیند میں بہت فرق ہوتا ہے ان کے منامی ادراکات بھی وحی کا مقام رکھتے ہیں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

كُنَّا لَا نُوقِظُ نَبِیَّ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَنَامِهٖ اِذَا نَامَ حَتّٰی يَسْتَيْقِظَ (صحیح مسلم جلد ۱ ص ۲۴)

ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند سے کبھی نہ جگاتے تھے۔ جب تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بیدار نہ ہو جاتے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب حضرت خضر علیہ السلام کی تلاش میں نکلے تو حضرت یوشع بن نون علیہ السلام ان کے ساتھ تھے جب عین منزل مقصود پر پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آنکھ لگ گئی حضرت یوشع نے فرمایا۔ لا اُوْقِظُهٗ، میں آپ کو نیند سے بیدار نہیں کروں گا۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۸۹)

انبیاء علیہم السلام کو خواب استراحت سے اس لئے نہیں اٹھایا جاتا کہ معلوم نہیں ان پر کیا اسرار منکشف ہو رہے ہوں۔ ان کے لئے سبب حرج کیوں بنا جائے۔ شیخ الاسلام مولانا بدر عالم میرٹھی ثم المدنی لکھتے ہیں۔

''پھر جب ان کی نیند صرف آنکھوں تک محدود ہوتی ہے تو اس سے ان کی موت کا کچھ اندازہ بھی کر لینا چاہیئے۔ کیونکہ النوم اخو الموت مشہور ہے وہ بھی نیند کی طرح ان پر طاری ضرور ہوتی ہے مگر عام بشر کی موت کی طرح نہیں۔ یہاں بھی انکو بڑا امتیاز حاصل ہوتا ہے حتٰی کہ ان کی وفات کے بعد بھی ان پر زندہ کا اطلاق آیا ہے''۔ (ترجمان السنہ جلد ۳ ص ۴۵۸)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسن اور حسین دونوں دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔ (مشکوٰۃ)

اعتقاد الصدیق لحیات الرفیق

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وفات شریفہ وارد ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مقام سخ میں تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا

مَامَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کیفیت وارد ہے وہ موت ہرگز نہیں۔ بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود فرماتے تھے۔ وَاللّٰهِ مَا كَانَ يَقَعُ فِیْ نَفْسِیْ اِلَّا ذَاکَ خدا کی قسم! میرے ضمیر کا یہی فیصلہ تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک سے چادر اٹھائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر بوسہ دیا اور بے اختیار رو پڑے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہا

بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ طِبْتَ حَيًّا وَمَيِّتًا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَا يُذِيْقُکَ اللّٰهُ مَوْتَتَيْنِ اَبَدًا. (بخاری جلد ا ص ۵۱۷)

میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان آپ صلی اللہ علیہ وسلم حیات وموت دونوں کیفیتوں میں کیسے پاکیزہ ہیں۔ اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو موتوں کا ذائقہ کبھی نہ چکھائے گا۔ جو موت اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لکھی تھی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وارد ہو چکی ہے۔

ابن ابی شیبہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ بات سن لی تھی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جو صورتحال پیش ہے وہ موت نہیں ہے۔

فَكَشَفَ عَنْ وَجْهِهٖ ثُمَّ اَكَبَّ عَلَيْهِ فَقَبَّلَهٗ وَبَكٰى ثُمَّ قَالَ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ وَ اللّٰهِ لَا يَجْمَعُ اللّٰهُ عَلَيْکَ مَوْتَتَيْنِ اَمَّا الْمَوْتَةُ الَّتِیْ كُتِبَتْ عَلَيْکَ فَقَدْ مِتَّهَا.

(صحیح بخاری کتاب المغازی جلد ۳ ص ۶۴۰)

پس آپ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ سے کپڑا اٹھایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھک پڑے، بوسہ دیا اور رو پڑے۔ پھر فرمایا کہ میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان۔ خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں کبھی جمع نہ کرے گا۔ جو موت کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لکھی گئی تھی۔ اس کا ذائقہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چکھ چکے۔

یہاں تین امور پیش نظر ہیں۔ اولاً کیا اللہ تعالیٰ نے واقعی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کسی خاص قسم کی موت لکھی تھی۔ کہ اس کا خصوصیت سے تذکرہ کیا جارہا ہے؟ ثانیاً میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان عربوں کے محاورات میں یہ جملہ کیا اموات محضہ کے لئے بھی آتا ہے یا اس دعا تصدیق کے لئے من وجہ حیات لازم ہے؟ ثالثاً یہاں جمع موتتین میں دو موتوں سے کیا مراد ہے؟ ہم یہاں صرف تیسرے بحث کی تفصیل کرتے ہیں۔

احسن ترین جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قبر شریف میں پھر ایسی حیات دائمہ حاصل ہو چکی ہے کہ اب اس کے بعد پھر کبھی ورود موت نہ ہوگا۔ اور انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ ارشاد نبوت میں موتتین کو الف لام سے لایا گیا۔ پس یہ دونوں موتیں (ایک اسی دنیا میں دوسری قبر میں) انبیاء علیہم السلام کے سوا باقی ہر انسان پر وارد ہونی ہے۔

شیخ الاسلام علامہ نور الحق دہلوی شارح بخاری لکھتے ہیں

لا یذیقک الله موتتین ابدا یعنی بعد از موت بحیات ابدی زنده خواهی بود ازاں که وی رضی الله عنه دانستہ بود کہ انبیاء در عالم برزخ زندہ اند بخلاف سائر مسلماناں کہ دروقت سوال منکر ونکیر زندہ می کنند اں ہارا باز می میرانند چنانکہ در تفسیر احییتنا اثنتین وامتنا اثنتین گفتہ اند" (تیسیر القاری شرح صحیح بخاری جلد ۳ ص ۴۲۶)

پورے اہل سنت کا مذہب قرار دیا ہے جس کا انکار خروج عن اہل السنۃ ہے۔

ومذهب اهل السنة و الجماعة ان فی القبر حيوة و موتا فلا بدمن ذوق الموتتين لكل احد غير الا نبياء.

(عینی جلد ۷ ص ۶۰۰ مصر)

پورے اہل سنت کا مذہب یہی ہے کہ قبر میں زندگی اور موت دونوں ہیں۔ پس ہر ایک کو دو موتوں کا ذائقہ چکھنے سے چارہ نہیں۔ ہاں انبیائے کرام علیہم السلام پر یہ دوسری موت کبھی نہ آئے گی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اسی انداز بیان کو اختیار فرمایا ہے کہ حیوۃ فی القبر کے منکرین اہل سنت میں سے نہیں اور انہیں جواب دینا اہل سنت کے ذمہ ہی ہوتا ہے۔

قد تمسک به من انكر الحيوة فی القبر واجيب عن اهل السنة ......ان حيوة صلی الله عليه وسلم فی القبر يعقبها موت بل يستمر حيا (فتح الباری جلد ۷ ص ۲۴)

حیوۃ فی القبر کے منکرین بھی کبھی اس خطبہ صدیقی ہی کو اپنا استدلال بنا کر پیش کر دیتے ہیں ان کے لئے اہل السنۃ کی طرف سے یہی جواب ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضہ میں دائمی زندہ ہیں انہیں وہاں پھر موت کبھی نہیں آئے گی۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا اعتقاد

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ كُنْتُ قَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ فَحَصَبَنِي رَجُلٌ فَنَظَرْتُ اِلَيْهِ فَاِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِؓ فَقَالَ اذْهَبْ فَاْتِنِيْ بِهٰذَيْنِ فَجِئْتُهُ بِهِمَا فَقَالَ مِمَّنْ اَنْتُمَا اَوْمِنْ اَيْنَ اَنْتُمَا قَالَ مِنْ اَهْلِ الطَّائِفِ قَالَ لَوْ كُنْتُمَا مِنْ اَهْلِ الْبَلَدِ لَاَوْجَعْتُكُمَا تَرْفَعَانِ اَصْوَاتَكُمَا فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (صحیح بخاری جلد ا، صفحہ ۶۷ دہلی)

ترجمہ: سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں مسجد میں کھڑا تھا۔ کہ کسی شخص نے میرے کنکری ماری کیا دیکھتا ہوں کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں آپ نے فرمایا کہ ''جاؤ ان دونوں شخصوں کو میرے پاس لے آؤ'' میں انہیں آپ کے پاس لے آیا۔ آپ نے ان سے پوچھا ''کہ تم کن لوگوں میں سے ہو یا تم کہاں کے ہو؟'' انہوں نے کہا کہ ''ہم اہل طائف میں سے ہیں''۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''اگر تم اہل مدینہ میں سے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا۔ اس لئے کہ تم مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں (جس کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ منور ہے) اپنی آوازیں بلند کر رہے ہو''۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب کسی مہم سے فارغ ہو کر مدینہ واپس آتے، تو سب سے پہلا کام جو آپ رضی اللہ عنہ کرتے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں سلام عرض کرنا ہوتا تھا اور اسی کی آپ رضی اللہ عنہ دوسروں کو تلقین فرماتے تھے۔

''اول کارے کہ عمر ابتداء کرد سلام پیغمبر بود، صلی اللہ علیہ وسلم''

(جذب القلوب ص ۲۰۰)

حضرت عثمانؓ کا اعتقاد

امیر المومنین سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جب باغیوں نے محاصرہ کر لیا تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ بہتر یہ ہے کہ آپ شام چلے جائیں۔ وہاں کی افواج مضبوط ہیں۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

''روا ندارم که از دار الهجرت خود مفارقت کنم و مجاورت رسول خدا صلی الله علیه وسلم بگر ارم،، (جذب القلوب صفحہ ۱۸۸)

میں اسے جائز نہیں سمجھتا کہ اپنے دار الہجرۃ کو چھوڑ جاؤں اور (یہ بھی مناسب نہیں سمجھتا کہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسائیگی چھوڑ دوں۔

حضرت علیؓ کا اعتقاد

''حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس عمل کی بناء یہی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضہ اطہر میں زندہ ہیں''۔ (شفاء السقام ص ۱۷۳ مصر)

وَمَا حَمَلَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ مِّصْرَاعَيْ دَارِهٖ اِلَّا بِالْمَنَاصِعِ تَوَقِّيًا لِذٰلِكَ

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کے دروازے مدینہ میں ایک باہر کی جگہ میں بنوائے تاکہ کواڑ بننے کا کہیں شور پیدا نہ ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت نہ ہو۔

علاوہ ازیں حافظ ابو عبداللہ مصباح الظلام میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر پر حاضر ہوا اور عرض کی:

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پروردگار سے سنا ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن لیا اور جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا سے یاد کیا وہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یاد کر لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو آیات نازل ہوئیں۔ ان میں یہ آیت شریفہ بھی ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا. (پ ۵ نساء)

اور ان لوگوں نے جب اپنے آپ پر ظلم کیا تو اگر آتے آپ کے پاس اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہتے اور یہ رسول بھی ان کے لئے دعائے معافی کرتے تو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا پاتے۔

بیان عقیدہ از حضرت عائشہ صدیقہؓ

علامہ سبکی نقل فرماتے ہیں۔ رُوِيَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا كَانَتْ تَسْمَعُ صَوْتَ الْوَتَدِ يُوْتَدُ وَالْمِسْمَارُ يُضْرَبُ فِيْ بَعْضِ الدُّوْرِ الْمُطْنِبَةِ بِمَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَتُرْسِلُ اِلَيْهِمْ لَا تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ (شفاء السقام ص ۱۷۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب بھی ان گھروں سے جو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے متصل تھے کسی میخ یا کیل لگائے جانے کی آواز سنتی تھیں تو یہ حکم بھیجتی تھیں کہ (خبردار!) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آواز سے اذیت نہ دو۔ (وکذالک فی شرح العلامۃ الزرقانی جلد ۸ ص ۳۰۵ مصر)

عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ كُنْتُ اَدْخُلُ بَيْتِيَ الَّذِيْ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنِّيْ وَاضِعٌ ثَوْبِيْ وَ اَقُوْلُ اِنَّمَا هُوَ زَوْجِيْ وَ اَبِيْ فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ مَعَهُمْ فَوَاللّٰهِ مَا دَخَلْتُ اِلَّا وَاَنَا مَشْدُوْدَةٌ عَلَيَّ ثِيَابِيْ حَيَاءً مِنْ عُمَرَؓ

(رواہ احمد، کذا فی المشکوٰۃ ص ۱۵۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں اپنے حجرے میں جس میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چادر کھلے داخل ہو جایا کرتی تھی مجھے یہی

خیال ہوتا تھا کہ میرے خاوند اور میرے والد ہی تو یہاں ہیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں دفن ہوئے تو خدا کی قسم میں وہاں پردے ہی سے جاتی تھی اور یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیا کے باعث تھا۔

(رجال اسناد احمد رجال صحیح، تنقیح الرواۃ جلد اص ۳۴۴ مطبع انصاری)

ولید بن عبد الملک کے زمانہ خلافت میں جبکہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ والی مدینہ تھے، تو ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کی دیوار خستگی کی وجہ سے کچھ کھل گئی، تو ایک قدم نظر آیا۔ لوگ بہت گھبرائے یہاں تک کہ جَاءَ سَالِمُ بْنُ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ وَ عَرَّفَ النَّاسَ اَنَّھَا قَدَمُ جَدِّہٖ عُمَرِ بْنِ الْخَطَّابِ (مختصر تذکرہ قرطبی ص ۴۰)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پوتے سالم رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے پہچان کی کہ یہ ان کے دادا سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قدم مبارک تھا۔

انبیاء کے علاوہ بعض دوسرے مقربین کے اجساد کا بھی محفوظ ہونا، حیات قبریہ اور اس کے ادراکات

ا۔ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد حکومت میں مدینہ منورہ میں ایک نئی نہر کھدوانے کا حکم دیا تو اس کی گزرگاہ میں اتفاق سے قبرستان احد آتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ ان مدفونین کو یہاں سے اٹھا کر دوسری جگہ دفن کر دیا جائے۔ جب قبریں کھولی گئیں تو شہدائے احد اپنی اصلی حالت پر بالکل تروتازہ تھے۔ کھودتے ہوئے اتفاق سے ایک کدال حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاؤں کے قریب جالگی اسی وقت خون جاری ہو گیا۔ یہ واقعہ جنگ احد سے تقریباً ۵۰ سال بعد کا ہے۔

۲۔ بیہقی نے روایت کیا ہے کہ فاطمہ بنت خزاعیہ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر سلام کیا "اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا عَمَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم" وہاں سے جواب آیا "عَلَیْنَا وَ عَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ"

۳۔ حضرت عمرو بن جموح انصاری رضی اللہ عنہ بھی شہدائے احد میں سے تھے جب سیلاب نے ان کی قبروں کو کھول ڈالا تو یوں معلوم ہوتا تھا گویا کہ کل دفن کئے گئے ہیں۔ جنگ احد اور اس واقعہ سیلاب کے مابین ۴۶ سال کا فرق تھا۔

فَوُجِدَالَمْ یَتَغَیَّرَ اَکَاَنَّھُمَا مَا تَا بِا لْاَمْسِ وَکَانَ اَحَدُھُمَا قَدْ جُرِحَ فَوَضَعَ یَدَہٗ عَلٰی جُرْحِہٖ. فَدُفِنَ وَھُوَ کَذَالِکَ فَاُ مِیْطَتْ یَدَہٗ عَنْ جُرْحِہٖ ثُمَّ اُرْسِلَتْ فَرَجَعَتْ کَمَا کَانَتْ (موطا امام مالک ص ۱۷۷)

پس ان دونوں کو اس طرح پایا گیا گویا کہ وہ ابھی کل ہی فوت ہوئے ہیں۔ دونوں میں سے ایک کو ایسا زخم لگا تھا کہ انہوں نے اپنا ہاتھ اس پر رکھا تھا اور اسی طرح انہیں دفن کر دیا گیا تھا۔ پس جب ان کا ہاتھ اس زخم سے ہٹایا گیا اور پھر چھوڑ دیا گیا تو وہ وہیں آ گیا، جہاں کہ تھا۔

۴۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن جابر رضی اللہ عنہ کے مزارات دریائے دجلہ کے کنارے تھے۔ پندرہ بیس برس کا عرصہ گزرتا ہے کہ دریا زمین کاٹتا ہوا ان مزارات مقدسہ تک پہنچنے لگا۔ حکومت عراق نے حکم دیا کہ ان مزارات شریفہ کو یہاں سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے احاطہ میں منتقل کر دو، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ آٹھ دس ہزار آدمیوں کے قریب ان جنازوں میں شامل ہوئے۔ ان شاملین میں سے ایک صاحب سید الطاف حسین بیان کرتے ہیں

"قبر سے نکلے جنازوں کی موجودگی اور خلق کی آہ و بکا نے قیامت کا نمونہ برپا کر دیا تھا۔ اکثر آدمی روتے روتے بیہوش ہو گئے۔ نعشیں تیرہ سو سال گزرنے کے بعد بھی بالکل سالم تھیں، کفن ہاتھ لگانے سے بوسیدہ تھا۔ ایک صاحب کی داڑھی سفید تھی اور ایک کی سیاہ" (صدق لکھنؤ ۱۱ دسمبر ۱۹۴۲ء)

سیدنا حضرت عبد اللہ بن عمر کا تعامل

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب کبھی سفر پر روانہ ہوتے تو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آتے نماز پڑھتے اور پھر روضہ انور پر حاضر ہوتے اور السلام علیک یا رسول اللہ! یا ابا بکر! اور السلام علیک اے ابا جان! پڑھتے اور پھر اپنے منہ کو تھام لیتے اور جب سفر سے واپس ہوتے تو اپنے گھر جانے سے پہلے پھر اسی طرح صلوٰۃ وسلام عرض کرتے۔ (المصنف لابن ابی شیبہ الجزء الرابع ص ۱۳۸ معد)

(اخرجہ عبد الرزاق ایضاً بسند صحیح وفاء الوفاء للسمھودی جلد ۲ ص ۴۱۰)

عبدالرحمن باسناد صحیح می ارد که ابن عمر چون از سفر قدوم می ارد اول بقبر شریف می رسید و می گفت السلام علیک یا رسول الله

(جذب القلوب ص ۲۰۰)

وراجع له الموطاللامام محمد ص ۳۹۶

عَنْ نَافِعٍ کَانَ ابْنُ عُمَرَؓ یُسَلِّمُ عَلَی الْقَبْرِ رَاَیْتُہٗ فِی الْیَوْمِ مِائَۃَ مَرَّۃٍ وَاَکْثَرُ یَجِیْئُی اِلَی الْقَبْرِ فَیَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ (ملخص القال ص ۱۷ المفتی صدر الدین)

حضرت نافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو میں نے دیکھا وہ روضہ اطہر پر سلام عرض کرتے تھے۔ میں نے ایک دن میں انہیں سو سو دفعہ، بلکہ اس سے بھی زائد بار قبر شریف پر آتے اور السلام علیک یا رسول اللہ پڑھتے دیکھا۔

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ نے بھی یہی صیغے سلام کے لکھے ہیں۔

"السلام علیک یارسول اللہ. السلام علیک یا خیر خلق

اللہ. السلام علیک یا حبیب اللہ!" (زبدۃ المناسک ص۹۰ مطبوعہ لاہور)

سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی نزول فرمانے کے بعد روضہ اطہر پر حاضری دیں گے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وَلَيَاتِيَنَّ قَبْرِىْ حَتّٰى يُسَلِّمَ عَلَىَّ وَلَارُدَّنَّ عَلَيْهِ.

(رواہ الحاکم وصححہ، در منثور جلد۲ ص۲۴۵)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ضرور میری قبر پر بھی آئیں گے اور سلام کہیں گے اور میں بھی اس کا جواب دوں گا۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ

ایک دن مروان آیا اور اس نے ایک شخص کو روضہ انور پر منہ رکھے ہوئے دیکھا۔ اس نے اسے گردن سے پکڑ کر ہٹایا اور کہا جانتا ہے کہ تو کیا کر رہا ہے؟ اس نے کہا "ہاں" وہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔ کیا دیکھتا ہے کہ وہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ نے فرمایا "میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا ہوں، پتھروں کے پاس نہیں آیا۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اس وقت دین پر نہ رونا جب اس کے والی اس کے اہل ہوں۔ بلکہ اس وقت رونا جب کہ دین کی ولایت غیر اہل ہاتھوں میں آ جائے"

(اخرجہ الحاکم وقال صحیح الاسناد جلد۴، ص۵۱۵، واقر علیہ الذھبی فقال صحیح)

سیدنا امام مالک مدنی ہونے کے اعتبار سے اس باب میں خاص طور پر ممتاز ہیں آپ روضہ اطہر کے پاس ہی مسجد نبوی میں درس حدیث دیتے تھے۔

امیر المومنین ابو جعفر نے امام مالک سے کسی مسئلے میں مسجد نبوی میں گفتگو کی تو امام مالک نے فرمایا کہ اے امیر المومنین! تم کو کیا ہوا؟ اس مسجد میں آواز مت بلند کرو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام وفات کے بعد وہی ہے جو حالت حیات میں، سو ابو جعفر دب گیا۔

(نشر الطیب حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی ص۲۱۰ مطبوعہ دیوبند)

وکذلک فی وفاء الوفاء جلد ۲. ص ۴۲۳ طبع مصر عندنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حی یحس و یعلم و تعرض علیہ اعمال الامۃ و یبلغ الصلوۃ و السلام (طبقات شافعیہ جلد۲۲ ص۳۸۲)

ہم شافعیہ کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں احساس وشعور موجود ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعمال امت بھی پیش ہوتے ہیں۔ اور صلوۃ وسلام بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچایا جاتا ہے۔

قال ابن عقیل من الحنابلۃ ھو صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبرہ یصلی (الروضۃ البھیہ ص۱۴، ویویدہ ما فی بدائع الفوائد لابن القیم)

حنابلہ کے مشہور بزرگ ابن عقیل فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔ اور نمازیں بھی پڑھتے ہیں۔

اکابر جماعت اہل حدیث

اہل سنت کی کشتی کے پانچویں سوار حضرات فرقہ جماعت اہل حدیث ہیں۔ ان کے اکابر کی تصریحات بھی دیکھیے۔

(۱) قاضی شوکانی یمنی

(۱) روحہ صلی اللہ علیہ و سلم لا تفارقہ لما صح اَنَّ الْاَنْبِیَاءَ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِھِمْ (تحفۃ الذاکرین شرح حصن حصین للشوکانی ص۲۸ مصر)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک اپنے جسد اطہر سے جدا نہیں ہوتی، کیونکہ صحیح حدیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قبور شریفہ میں زندہ ہوتے ہیں۔

(۲) اَنَّهٗ حَیٌّ فِیْ قَبْرِهٖ ......وَ قَدْ ذَھَبَ جَمَاعَۃٌ مِنَ الْمُحَقِّقِیْنَ اِلٰی اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَیٌّ بَعْدَ وَفَاتِهٖ (نیل الاوطار جلد۳ ص۲۱۰، ۲۱۱)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔ اور محققین کی ایک جماعت کا یہی فیصلہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات شریفہ کے بعد زندہ ہیں۔

(۲) شیخ کبیر عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدی

والذی نعتقدان رتبۃ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم اعلی مراتب المخلوقین علی الاطلاق وانہ حی فی قبرہ حیوۃ مستقرۃ ابلغ من حیات الشھداء المنصوص علیھا فی التنزیل اذھو افضل منھم بلا ریب وانہ یسمع من یسلم علیہ. (اتحاف النبلاء ۴۱۵ مطبوعہ کانپور)

ہمارا یہی اعتقاد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ تمام مخلوقات سے علی الاطلاق اعلیٰ ہے اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں دائمی طور پر زندہ ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حیات شہداء کی حیات سے جو قرآن پاک میں منصوص ہے بہت بالا ہے کیونکہ آپ ان سے بلا ریب افضل ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضہ اطہر میں سلام عرض کرنے والوں کے سلام کو خود سنتے ہیں۔

(۳) نواب صدیق حسن خاں

(۱) حدیث "من صلی علی عند قبری سمعتہ" (جو میری قبر کے پاس آ کر درود پڑھتا ہے اسے میں خود سنتا ہوں) کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔ (اسناد جید، الدلیل الطالب ص۸۴۳)

(۲) حج الکرامہ ص ۲۸۵ میں واقعہ حرہ نقل فرمایا ہے کہ ''امام التابعین حضرت سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ میں ان دنوں حجرہ شریف سے اذان اور اقامت سنتا تھا'' روضہ اطہر سے آواز آنے کی اس روایت کے متعلق نواب صاحب لکھتے ہیں

''ابن جوزی بسند متصل تا سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ لایا ہے کہ سعید نے ایسا فرمایا (حج الکرامہ ص ۲۸۵)

(۴) حضرت مولانا میاں نذیر حسین صاحب دہلوی

''اور حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ خصوصاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہ فرماتے ہیں کہ جو کوئی عند القبر درود بھیجتا ہے میں سنتا ہوں اور دور سے پہنچایا جاتا ہوں''۔ (فتاوٰی نذیریہ ص ۵۵ ضمیمہ)

(۵) مولانا عظیم آبادی شارح ابی داؤد

ان الانبیاء فی قبورھم احیاء (عون المعبود جلد اص ۴۰۵)

انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔

(۶) التعلیقات السّلفیہ علی سنن النسائی میں منقول ہے

(۱) اِنَّھُمْ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِھِمْ یُصَلُّوْنَ وَ قَدْ قَالَ النَّبِیُّ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُہٗ وَ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نَائِیًا بُلِّغْتُہٗ (ص ۲۳۷)

انبیائے کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں بھی پڑھتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو مجھ پر میری قبر کے پاس درود پڑھے اسے میں خود سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھے وہ مجھے پہنچایا جاتا ہے

(۲) التعلیقات السّلفیہ جلد اص ۱۹۵ پر سنن نسائی مطبوعہ دہلی جلد اص ۱۸۵ کا پورا حاشیہ (جو حیات قبریہ کے حیات جسمانی عنصری اور غیر معطل عن الاشتغال الطیبہ ہونے پر نہایت واضح بیان اور مکمل برہان ہے) منقول ہے اور مولف نے اپنی عادت کے مطابق یہاں کوئی اختلافی نوٹ نہیں لکھا۔

(۳) ''ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ رتبہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام مخلوق کے مراتب سے اعلیٰ ہے وہ اپنی قبر میں حیات برزخیہ سے زندہ ہیں۔ جو کہ حیات شہداء سے افضل واکمل ہے اور سلام کہنے والے کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام سنتے ہیں۔''

(الھدیۃ السنیہ والتحفہ الوھابیہ النجدیہ نمبر ۴ مطبوعہ مصر)

اشاعرہ اور ماتریدیہ کا فیصلہ

(۱) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی القبر حی یحس و یعلم و تعرض علیہ اعمال لامۃ و اللہ تعالیٰ خلق ملئکتہ سیاحین یبلغون الیہ الصلوۃ من امتہ.

(الروضہ البھیۃ فیما بین الاشاعرۃ الماتریدیۃ ص ۱۰)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔ علم واحساس آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں برابر موجود ہیں امت کے اعمال آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایسے فرشتے پیدا کر رکھے ہیں جو زمین میں سیاحت کرتے رہتے ہیں۔ اور امت کا صلوٰۃ وسلام پہنچاتے رہتے ہیں۔

(۲) عندھم محمد صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبرہ

(طبقات الشافعیہ جلد ص ۲۷۹)

اشاعرہ کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔

(۲) قال الاستاذ ابو منصور البغدادی قال المتکلمون المحققون من اصحابنا ان نبینا صلی اللہ علیہ وسلم حی بعد وفاتہ (اعلاء السنن جلد ۱۰ ص ۳۳۰)

امام ابوالمنصور بغدادی نے فرمایا ہمارے اصحاب محققین متکلمین کا یہی فیصلہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات شریفہ کے بعد پھر زندہ ہیں۔

شواھد الحیات من بیان الواقعات واقعہ حرہ

اسلامی تاریخ کا یہ سانحہ یزید کے عہد حکومت میں پیش آیا مظالم کربلا کے بعد ۶۳ھ میں مسلمانوں کی تاریخ اس خونی المیہ سے رنگی گئی۔ یزید نے اہل مدینہ پر جن میں بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اکثر تابعین کرام تھے فوج کشی کا حکم دیا مسلم بن عقبہ اس شامی فوج کا سردار تھا اس لشکر نے اپنے ڈیرے حرہ کے مقام پر ڈالے۔

و حرۃ ھذہ ارض بظاھر المدینۃ لھا حجارۃ سود کثیرۃ

(مجمع البحار ص ۲۵۲)

حرہ مدینہ منورہ کے باہر وہ زمین ہے جہاں بہت سے سیاہ پتھر پائے جاتے ہیں۔

جب قتل عام اور لوٹ کا بازار گرم ہوا تو سب لوگ اپنے اپنے گھروں میں پناہ گزین ہوگئے اس وقت مسجد نبویؐ میں حضرت سعید بن المسیب کے سوا اور کوئی نہ تھا۔

حضرت سعید بن المسیب بڑے جلیل القدر تابعی تھے ان کی عظمت شان کے باعث انہیں افضل التابعین کہتے ہیں آپ نے سینکڑوں ان ہستیوں کو دیکھا تھا جن کی آنکھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت دیدار سے بارہا شرف یاب ہو چکی تھیں۔

امام دارمی، ابن سعد، ابونعیم، زبیر بن بکار اور علامہ ابن الجوزی روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعید بن المسیب نے ارشاد فرمایا کہ

اِذَاحَانَتِ الصَّلٰوۃُ اَسْمَعُ اَذَانًا یَخْرُجُ مِنْ قَبْلِ الْقَبْرِ الشَّرِیْفِ ......لَایَاتِیْ وَقْتُ الصَّلٰوۃِ اِلَّا سَمِعْتُ الْاَذَانَ مِنَ الْقَبْرِ ثُمَّ اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَتَقَدَّمْتُ فَصَلَّیْتُ وَمَا فِی الْمَسْجِدِ اَحَدٌ غَیْرِیْ. (خلاصہ الوفا للسمھودی ص ۳۸)

جب نماز کا وقت ہوتا تھا میں قبر شریف سے اذان کی آواز سنتا تھا ...... جب بھی نماز کا وقت آتا میں روضہ اطہر سے اذان کی آواز سنتا پھر اقامت بھی ہوتی اور میں اسی اقامت سے نماز پڑھتا ان دنوں مسجد نبوی میں میرے سوا اور کوئی نہ ہوتا تھا۔

اسی واقعہ کو محدث شہیر علامہ سخاوی نے بھی القول البدیع میں نقل کیا ہے۔

نواب صدیق حسن خان صاحب فرماتے ہیں کہ: "ابن جوزی بسند متصل تا سعید بن المسیب لایا ہے"۔ (حج الکرامۃ ص ۲۸۵)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں: وقضیہ سماع سعید بن المسیب درا یام واقعہ حرہ اذان از حجرہ شریفہ تا سہ روز کہ مردم مفارقت مسجد نبوی کردہ بودند مشہور است۔ (جذب القلوب ص ۱۸۸، مدارج جلد ۲ ص ۹۰۵)

ایام حرہ میں سعید بن المسیب کے حجرہ شریفہ سے تین دن تک اذان سننے کا واقعہ بہت مشہور ہے ان دنوں لوگ مسجد نبوی میں نہ آتے تھے۔

حضرات صحابہ کرامؓ کا روضہ اقدس پر سلام پیش کرنا

حضرت عبداللہ بن دینار (تابعی) نے بیان فرمایا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر کھڑے ہوکر درود پڑھتے تھے۔ اور حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے لیے دعا کرتے تھے۔

دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب سفر کا ارادہ کرتے تھے یا سفر سے واپس آتے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اقدس کے پاس آتے اور درود پڑھ کر اور دعا کر کے واپس چلے جاتے۔

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جب سفر سے آتے تھے تو پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر پر آتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے اور قبر شریف کو نہیں چھوتے تھے۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ پر سلام پڑھتے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر سلام پڑھتے ہوئے یوں کہتے

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَبَتِ

اور ایک روایت میں سلام کے الفاظ اس طرح سے ہیں۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ

(یہ سب روایات حافظ شمس الدین سخاوی نے "القول البدیع" ص ۲۱۰ پر نقل کی ہیں)

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے "الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم" ج ۲ ص ۱۹۹ پر حضرت نافع سے نقل کیا ہے کہ میں نے سو مرتبہ یا اس سے بھی زیادہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ قبر شریف پر آتے اور یوں کہتے

اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلسَّلَامُ عَلٰی اَبِیْ

اس کے بعد واپس تشریف لے جاتے۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے موطا میں نقل فرمایا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب سفر کا ارادہ فرماتے یا سفر سے واپس آتے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر آتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ کر اور دعاء کر کے واپس چلے جاتے۔ اس کے بعد امام محمدؒ فرماتے ہیں **ھکذا ینبغی ان یفعل اذا قدم المدینۃ یاتی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم.**

یعنی مدینہ منورہ میں حاضری دینے والے کو ایسا ہی کرنا چاہیے کہ جب وہاں حاضر ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر آئے۔ (موطا امام محمد ۳۹۲)

حافظ سخاوی نے القول البدیع میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بھی یہ عمل نقل کیا ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس آئے۔ اور وہاں کھڑے ہو کر سلام پڑھا اور واپس چلے گئے۔ (القول البدیع ص ۲۱۱)

دوسروں کے واسطے سے سلام بھجوانا

حافظ شمس الدین سخاویؒ "القول البدیع" میں بحوالہ ابن ابی الدنیا و بیہقی فی شعب الایمان نقل کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے یزید بن ابی سعید مدنی سے کہا کہ جب تم مدینہ منورہ پہنچو تو بارگاہ رسالت میں میرا سلام پیش کر دینا۔ (القول البدیع ص ۲۱۱)

اس کو الشفاء میں بھی نقل کیا گیا ہے اور مزید بات یہ لکھی گئی ہے کہ:

و کان یبرد الیہ البرید من الشام

"یعنی حضرت عمر بن عبدالعزیز بارگاہ رسالت میں سلام پیش کرنے کے لیے شام سے قاصد بھیجا کرتے تھے۔ (دیکھو الشفاء ص ۱۹۸، ج ۲)

اللہ رب العزت نے اپنی رحمت کاملہ سے یہ سلسلہ جاری رکھا ہے کہ جو مسلمان اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دور سے سلام بھیجیں تو اس کو فرشتوں کے ذریعہ پہنچا دیتے ہیں۔ اور خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے عمل سے معلوم ہوا کہ فرشتوں کے علاوہ مدینہ منورہ آنے جانے والے کے ذریعہ سلام بھیجنا بھی درست ہے۔

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حیات برزخیہ میں بھی اپنی امت سے تعلق باقی ہے۔ اور یہ کہ اللہ رب العزت نے اس امت کو یہ شرف بخشا ہے کہ فرشتوں کو اس کار عظیم کے لئے مقرر فرمایا ہے کہ امتیوں کا سلام فخر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچاتے رہیں۔ فرشتوں کو سلام پہنچانے کے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم زمین کے تمام باشندوں سے بہتر ہو۔ (بیہقی)

لئے مقرر فرمایا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں ہیں اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر ہوتے تو فرشتوں کو سلام پہنچانے کے لئے واسطہ بنانے کی ضرورت نہ تھی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں تو اولیاء اللہ کے بارے میں حاضر و ناظر ہونے کا خیال کرنا اور اس کا عقیدہ رکھنا بالکل ہی غلط ہے خوب سمجھ لینا چاہیے۔

شہدائے احد کے جسم برس ہا برس کے بعد صحیح سالم پائے گئے

مؤطاء امام مالکؒ میں ہے کہ عمرو بن جموح انصاری رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ انصاری کی قبر کو پانی کے بہاؤ نے کھود دیا یہ دونوں غزوہ اُحد میں شہید ہوئے تھے اور دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کر دیا گیا تھا۔ جب پانی نے قبریں کھود ڈالیں تو دوسری جگہ دفن کرنے کے لئے ان کی قبر بھی کھودی گئی تو اس حالت میں پائے گئے کہ ان کے جسموں پر ذرا بھی فرق نہ آیا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کل ہی وفات پائی ہے۔ ان میں سے ایک کو ایک جگہ زخم آ گیا تھا۔ دفن سے پہلے انہوں نے اپنا ہاتھ اپنے زخم پر رکھ لیا تھا اور اسی حالت میں دفن کر دیئے گئے تھے اب جب قبر کھودی گئی تو ان کا ہاتھ زخم سے ہٹا دیا گیا۔ پھر جب چھوڑ دیا گیا تو اپنی جگہ واپس چلا گیا۔ غزوہ احد اور اس واقعہ کے درمیان ۴۶ سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔

(مؤطاء امام مالکؒ آخر کتاب الجہاد)

یہ واقعہ حافظ ابن کثیرؒ نے ''البدایۃ والنہایۃ'' میں اس طرح نقل کیا ہے کہ جہاں حضرات شہداء اُحد رضوان اللہ علیہم اجمعین مدفون تھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں وہاں سے نہر نکالنے کا ارادہ کیا گیا (اس وقت ان حضرات کو دوسری جگہ منتقل کرنے کی ضرورت محسوس کی گئی) حضرت جابر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ ہم نے وہاں کھدائی کی تو میں نے اپنے والد صاحب کو قبر میں اس طرح پایا جیسا کہ وہ اپنی عادت کے مطابق سو رہے ہیں۔ ان کی قبر میں ان کے ساتھ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کو دفن کر دیا گیا تھا ان کو دیکھا کہ ان کا ہاتھ زخم پر رکھا ہوا ہے ہاتھ ہٹا دیا گیا تو زخم کی جگہ سے خون بہنا شروع ہو گیا۔ اس کے بعد حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ یہ بات مشہور ہے کہ ان کی قبروں سے مشک کی طرح کی خوشبو محسوس کی گئی۔ اور یہ واقعہ ان کو دفن کرنے کے دن سے چھیالیس سال بعد کا ہے۔

نیز حافظ ابن کثیرؒ نے بحوالہ امام بیہقیؒ یہ بھی نقل کیا ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں چشمہ جاری کرنے کے لئے کھدائی کی گئی تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قدم مبارک میں پھاوڑا لگ گیا اور اس کی وجہ سے خون جاری ہو گیا۔ (دیکھو البدایۃ والنہایۃ ص ۴۳ ج ۴)

بیہقی نے کتاب البعث والنشور میں حضرت حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ سورج اور چاند بے نور کر کے دو ٹکڑے بنا کر قیامت کے روز دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے۔ یہ سن کر حضرت حسنؒ نے سوال کیا کہ ان کا کیا گناہ ہے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کر رہا ہوں (اس سے زیادہ مجھے علم نہیں) یہ سن کر حضرت حسنؒ خاموش ہو گئے (مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۰۵)

قبر سے آواز آنے کی ایک اور مثال

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ رضی اللہ علیہم اجمعین نے بے خبری میں ایک قبر پر خیمہ گاڑ دیا اس سے سورہ تبارک الذی بیدہ الملک کی آواز آ رہی تھی۔ حتی کہ اس نے تمام سورت ختم کی۔ صحابہ رضی اللہ علیہم اجمعین نے آ کر یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: هِيَ الْمَانِعَةُ الْمُنْجِيَةُ وَتُنْجِيهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ

یہ سورت عذاب قبر سے نجات دینے والی ہے۔

اسے امام بیہقیؒ اور امام حاکمؒ نے بھی روایت کیا ہے حکیم الامۃ حضرت تھانوی نے بھی التکشف ص ۴۲۴ پر نقل فرمایا ہے واللہ اعلم بالصواب علمہ اتم وحکمہ کل باب۔

اسے اور مذکورہ سابقہ واقعہ حرہ کو ''واقعہ حال'' کہہ کر نظر انداز نہ کیا جائے اس لیے کہ اکابر علمائے ثقات اسے ایک اصول اور ضابطے کے ماتحت ذکر کرتے آئے ہیں۔

خاتم المحدثین حضرت مولانا السید انور شاہ صاحب فرماتے ہیں

ان كثيراً من الاعمال قد ثبت في القبور كالا ذان و الاقامة عند الدارمي و قراة القرآن عند الترمذي

(فیض الباری ص ۱۸۵)

بے شک بہت سے اعمال قبروں میں بھی ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ جیسے کہ دارمی کی روایت میں اذان اور اقامت کا وجود (واقعہ حرہ) اور ترمذی کی روایت سے قبر میں قراءت قرآن کا ثبوت ملتا ہے۔

واقعہ سلطان نور الدین شہید محمود بن زنگی ۵۵۷ھ

سلطان نور الدین شہید (شاہ مصر) نے ایک رات میں سرور انبیاء حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین بار خواب میں دیکھا کہ وہ سامنے کھڑے دو شخصوں کی طرف اشارہ کر کے فرما رہے ہیں ''جلدی پہنچو اور مجھے ان دو شخصوں کے شر سے محفوظ رکھو'' سلطان نے اپنی فراست سے معلوم کر لیا کہ مدینہ منورہ میں کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آ رہا ہے۔ سلطان

مذکور اسی وقت رات کے آخری حصہ میں اپنے بیس خاص آدمیوں کے ساتھ بہت سا مال ساتھ لے کر مدینہ منورہ کی طرف چل پڑا اور سولہ دنوں میں شام سے مدینہ منورہ پہنچے۔ (جذب القلوب ص ۱۱۱ المدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۹۰۵)

آخر کار پتہ چلا کہ دو انگریز جو بظاہر بہت پرہیز گار اور عبادت گذار بنے ہوئے تھے روضہ اطہر کے قریب ایک رباط میں مقیم ہو کر سرنگ کے ذریعے قبر منور تک پہنچنے کی کوشش کررہے تھے۔ انھیں عیسائی بادشاہ نے اس ناپاک پروگرام کے ساتھ بھیجا ہوا تھا کہ جسد اطہر کو وہاں سے منتقل کرایا جائے یہ لوگ حاجی بن کر حرم شریف میں داخل ہوئے تھے۔

جس رات وہ روضہ اطہر کے قریب پہنچنے والے تھے، ابر و باراں اور رعد و برق کا ظہور ہوا، زمین کانپنے لگی اور صبح سلطان نور الدین مدینہ منورہ میں حاضر ہوگیا سلطان کی آنکھیں اشک بار تھیں اور ایک عجیب کیفیت طاری تھی۔ بالآخر وہ ملعون فریب کار قتل کر دیئے گے۔ اور سلطان عادل نے حجرہ شریف کے گرد خندق کھدوا کر ایک سیسہ پلائی چار دیواری بنادی تا کہ جسد اطہر تک پھر کسی کی رسائی نہ ہوسکے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

''ایں قصہ را جمیع مورخان مدینہ منورہ مثل شیخ جمال الدین مطری و مجد الدین فیروز آبادی وغیر ایشاں از علمائے اعلام ذکر کردہ اند تصحیح نمودہ (جذب القلوب ص ۱۹۰)

''قلت و كذالک فی خلاصة الوفاء باخبار دار المصطفیٰ ص ۲۱او اتی الشيخ المسهودی بالاسناد و الاعتماد

بدمذہب لوگوں کا انجام

محب طبری ریاض النضرہ میں اس جیسا ایک اور عجیب واقعہ نقل کرتے ہیں۔

''روافض حلب کی ایک جماعت والی مدینہ کے پاس آئی اور اسے (مغالطہ یا) بہت سی رشوت اور لالچ دے کر اس پر آمادہ کر لیا کہ وہ انھیں رات کے وقت حجرہ شریفہ تک باریابی دے (تا کہ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اجساد مطہرہ کو کسی اور جگہ منتقل کرسکیں) امیر نے دربان کو کہہ دیا کہ وہ جب آئیں تو حرم کا دروازہ کھول دے اور انھیں کسی بات سے نہ روکے۔

دربان کہتا ہے کہ ''جب عشاء کی نماز ہو چکی اور تمام دروازے بند ہو گئے چالیس رافضی کھودنے گرانے کے آلات اور شمع لے کر باب السلام پر آ گئے۔ اور دروازہ کھٹکھٹایا میں نے امیر کے حکم کے مطابق دروازہ کھول دیا اور خود ایک گوشے میں بیٹھ کر رونے لگا۔

خدا کی قدرت کہ وہ ابھی منبر شریف کے برابر بھی نہ پہنچے تھے اور اس ستون کے قریب تھے جو عثمان رضی اللہ عنہ کے ایزاد کردہ حصہ مسجد کے ساتھ ہے کہ تمام کے تمام اپنے سب آلات و سامان کے ساتھ نیچے دھنس گئے۔ والی مدینہ جو بدمذہب اور منافق تھا انجام کار کا منتظر تھا۔ اس نے مجھے بلایا اور ان لوگوں کا حال پوچھا میں نے جو کچھ دیکھا تھا پورے کا پورا سنادیا''

امیر نے کہا کہ ''کیا تو دیوانہ ہوگیا ہے کیا کہہ رہا ہے؟''

میں نے کہا ''امیر خود جا کر دیکھ لیں انکے دھنسنے کے کچھ آثار اور انکے کپڑوں کے بعض نشان ابھی باقی ہیں۔''

شہادات اجماع

ا۔ محدث کبیر علامہ سخاوی تلمیذ خاتمۃ الحفاظ ابن حجر عسقلانی

نحن نومن و نصدق بانه صلى الله عليه وسلم حی یرزق فی قبره ان جسد الشريف لا یاکله الارض و الاجماع على هذا. (القول البدیع ص ۲۵)

ہمارا ایمان ہے اور ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں رزق بھی ملتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو مٹی نہیں کھاتی۔ اور اس عقیدے پر اہل حق کا اجماع ہے۔

(۲) شیخ الاسلام محدث شہیر حضرت علامہ عینی

ومذهب اهل السنة و الجماعة ان فی القبر حياة و موتا فلا بلمن ذوق الموتتين لكل احد غير الانبياء (عینی علی البخاری جلد ۷ ص ۲۰۱)

پورے اہل سنت والجماعت کا یہی مذہب ہے کہ قبر میں حیات اور پھر موت یہ دونوں سلسلے ہوتے ہیں۔ پس ہر ایک کو دو موتوں کا ذائقہ چکھنے سے چارہ نہیں ماسوائے انبیاء کے (کہ وہ اپنی قبروں میں زندہ رہتے ہیں ان پر دوبارہ موت نہیں آتی)

(۳) علامہ محقق محمد عابد السندی استاذ حضرت شاہ عبدالغنی مجددی

امام (ای الانبیاء) فحیاتهم لا شک فیها و لا خلاف لاحد من العلماء فی ذلک ...... فهو صلى الله عليه وسلم حی علی الدوام (رسالہ مدینہ ص ۴۱)

انبیائے کرام کی حیات میں کوئی شک نہیں اور نہ علماء میں سے کسی کا اس سے اختلاف ہے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم اب دائمی طور پر زندہ ہیں۔

(۴) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی

حیات متفقه علیه است هیچ کس را دروے خلافے نیست (اشعۃ اللمعات جلد ۱ ص ۶۱۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میرے اصحاب کو گالی دی اس پر خدا لعنت کرتا ہے۔ (مجمع)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ایک متفقہ علیہ اجماعی مسئلہ ہے کسی کا (اہل حق میں سے) اس میں اختلاف نہیں۔

(۵) نواب قطب الدین صاحب دہلوی

''زندہ ہیں انبیاء علیہم السلام قبروں میں'' یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کہ کسی کو اس میں خلاف نہیں کہ حیات ان کو وہاں حقیقی جسمانی دنیا کی سی ہے'' (مظاہر حق جلد ا ص ۴۴۵)

''قبر کے پاس........انبیاء کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں''

(فتاوائے رشیدیہ جلد ا ص ۱۰۰)

جب جمیع اہل سنت کا یہ متفقہ اور مجمع علیہ عقیدہ ہے تو پھر روضہ اطہر کی حیات جسمانی کا انکار آخر کن کا مذہب ہے؟

(۱) شیخ السلام حضرت علامہ عینی فرماتے ہیں: من انکر الحیوۃ فی القبر و ھم المعتزلۃ و من نحانحوھم و اجاب اھل السنۃ عن ذالک (عینی علی البخاری جلد ۷ ص ۶۰۱)

جن لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زندگی کا انکار کیا ہے اور وہ معتزلہ ہیں اور ان کے ہم عقیدہ ہیں اہل سنت نے ان کے دلائل کے جوابات دیئے ہیں۔

(۲) حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی اسی انداز بیان کو اختیار فرمایا ہے کہ منکرین حیات اہل سنت میں سے نہیں۔

قد تمسک به من انکر الحیوۃ فی القبر و اجیب عن اھل السنۃ......ان حیوۃ صلی اللہ علیہ وسلم فی القبر لا یعقبھا موت بل یستمر حیاً (فتح الباری جلد ۳ ص ۲۴ مصر)

منکرین حیات فی القبر اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور اہل سنت کی طرف سے ان کا جواب دیا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زندگی ایسی ہے کہ دوبارہ اس پر موت نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اب دائمی طور زندہ ہیں۔

حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارن پوری نے بھی اس عبارت کو حاشیہ بخاری جلد ا ص ۵۱۷ پر نقل اور تسلیم فرمایا ہے۔

(الصدیق ملتان شمارہ نمبر ۳ ماہ ربیع الاول ۷۷ھ)

''نحمدہ ونصلی، احقر اور احقر کے مشائخ کا مسلک وہی ہے جو المہند وغیرہ میں بالتفصیل مرقوم ہے یعنی برزخ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام بجسد عنصری زندہ ہیں۔ جو حضرات اس کے خلاف ہیں وہ اس مسئلہ میں دیوبند کے مسلک سے ہٹے ہوئے ہیں''

(محمد طیب مدیر دار العلوم دیوبند حال وارد ملتان)

حاصل یہ ہوا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہر آن مشاہدہ جمال الٰہی میں مستغرق رہتے ہیں۔ اور امت کی طرف بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ ہر لحظہ مبذول رہتی ہے۔ نہ یہ استغراق توجہ میں مانع ہوتا ہے اور نہ توجہ استغراق میں۔ یہی وجہ ہے کہ جب امت کا ایک عارف کامل حالت کشف میں اپنے محبوب کے جمال جہاں آراء کے دیدار سے مشرف ہوا تو اس نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں پایا......

ورایته مستقرا علی حالة واحدة .... متوجها الی الخلق لا بسا لباس العظمة .... فاذا توجه الیه انسان بجھد ھمته و لا ارید الانسان العالی الھمة فقط بل کل ذی کبد یشاق الی شئی و یتوجه الیه بقصده و شوقه فانه یتدلی الیه ...... ورایته صلی اللہ علیه وسلم ینشرح انشراحا عظیما. لمن صلی اللہ علیه وسلم و مدحه

''میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بندگان الٰہی کی طرف متوجہ تھے۔ پوری توجہ کے ساتھ۔ عظمت و بڑائی کا لباس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیب تن تھا۔ جب کوئی خدا کا بندہ ذوق و شوق کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوا تو میں نے دیکھا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے قریب ہو گئے اور میں نے دیکھا کہ جس شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بہت زیادہ خوش ہوئے''۔

یہ کشف ہے ان کا جو عارفوں کے امام اور محدثوں کے سردار تھے۔ یعنی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جسے انہوں نے اپنی مشہور کتاب ''فیوض الحرمین'' میں ذکر کیا ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

حضرت مولانا محمد زکریا صاحب

حقیقت یہ ہے کہ اس دور فساد میں آدمی اس وقت تک محقق نہیں سمجھا جاتا جب تک کہ سلف صالحین کے خلاف کوئی نئی ایجاد نہ کرے۔ خود حضرت عمرؓ کے تفصیلی اقوال جو اس سلسلہ میں نقل کیے گئے ہیں۔ اس کی واضح تائید کرتے ہیں۔ اس لیے کہ حضرت عمرؓ کسی نوع ممات کے بھی قائل نہ تھے چنانچہ ان کا ارشاد

''ان رجالا من المنافقین یزعمون ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم توفی واللہ ما مات و لکن ذھب الی ربه کما ذھب موسی ابن عمران واللہ لیرجعن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کما رجع موسی فلیقطعن ایدی رجال وارجلھم زعموا ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم مات''.

بیہقی کی روایت سے خود حضرت عمرؓ کا یہ مقولہ نقل کیا گیا ہے کہ وہ

آیت وَ کَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّةً وَّسَطًا الایہ کے متعلق فرماتے ہیں۔

"و اللہ ان کنت اظن انہ صلی اللہ علیہ وسلم سیبقی فی امتہ حتّٰی یشھد علیہ باخر اعمالھا و انہ ھوالذی حملنی علی ان قلت ماقلت"

لہٰذا شیخین رضی اللہ عنہما کے مکالمہ کو موجودہ مسئلہ متنازعہ سے کوئی تعلق نہیں۔اس لیے کہ حضرت عمرؓ موت کا بالکلیہ انکار فرماتے تھے اور سمجھتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ابھی واپس تشریف لے آئیں گے۔اس کے لحاظ سے حضرت صدیق اکبرؓ کا رد بالکل صحیح اور واضح ہے کہ بنوع من الموت سے کسی کو بھی انکار نہیں۔انکار صرف موت بجمیع الوجوہ سے ہے کہ نوع خاص من الحیات فی الجسد الاطہر باقی ہے تعجب ہے کہ یہ حضرات اجساد انبیاء کے بقاء کے قائل تھے۔اور علامہ ذہبی نے اقرار کیا۔ایک چیز یہ بھی قابل غور ہے کہ باجماع امت قبر اطہر کا وہ حصہ جو جسد اطہر سے متصل ہے کعبہ شریف بلکہ عرش معلی سے بھی افضل ہے۔کیا یہ فضیلت صرف اس جسد اطہر کی ہے جس کے ساتھ کبھی روح کا تعلق رہ چکا ہے اب نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر موئے مبارک جو جسد اطہر سے جدا ہو چکے ہیں ان کا بھی یہی حال ہوتا۔بلکہ لباس مبارک جو کبھی جسد اطہر پر پڑ چکا ہے اس کا بھی یہی حکم ہوتا وغیرہ وغیرہ۔بہر حال یہ نا کارہ تو اکابر دیو بند قدس اللہ اسرارہم کا ہمہ تن متبع ہے اور ان سب حضرات کا متفقہ فیصلہ المہند میں بلا کسی اجمال کے تحریر ہے۔اس سے آپ کے جملہ سوالات کا جواب واضح ہو گیا۔

اگر ایسی حیاۃ ہوتی جو ہر ذرہ کائنات میں ہوتی تو پھر انبیاء علیہم السلام کی کیا تخصیص رہی علامہ سخاوی فرماتے ہیں" نحن نومن و نصدق بانہ صلی اللہ علیہ وسلم حی یرزق فی قبرہ"

علامہ سخاوی نے حافظ ابن حجر سے نقل کیا ہے سندہ جید۔حضرت عمر بن عبد العزیز مستقل قاصد مدینہ پاک بھیجا کرتے تھے۔تاکہ قبر اطہر پر سلام پہنچائے۔ اگر کوئی فرق نہیں تھا۔تو ان کا یہ فعل عبث تھا۔فقط۔(دیکھو شفاء السقام ص ۴۲)

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور علماء دیو بند کثرھم اللہ تعالیٰ

برادران اسلام! ۱۳۲۴ھ کے اوائل میں بعض حالات کی بناء پر علماء حرمین شریفین نے اکابر دیو بند سے براہ راست ۲۶ استفسارات کیے اور ان حضرات کے عقائد وافکار کو اصول اہلسنت پر جانچنے کی کوشش کی چنانچہ اس وقت کے اکابر علماء دیو بند نے اپنا مسلک پیش کیا اور اس پر اپنی مہریں ثبت فرمادیں۔فخر المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ (شارح ابی داود) نے انہیں لکھا اور حضرت شیخ الہندؒ، مفتی اعظم دار العلوم دیو بند مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ، حکیم الامت حضرت تھانویؒ، حضرت شاہ عبد الرحیم رائے پوریؒ اور حضرت مفتی کفایت اللہ دہلویؒ۔ جیسے سب بزرگوں نے اس پر تصدیقات تحریر فرمائیں۔اور فقط اعتماداً نہیں بلکہ تحقیقاً سب جواب دیکھ کر چنانچہ مفتی اقلیم ہند حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں

(میں نے تمام جوابات خود دیکھے اور انہیں حق صریح پایا)

ان عقائد پر پھر مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، جامع ازہر (مصر) اور شام کے علمائے کبار (جن میں احناف، شوافع، موالک، حنابلہ، مسالک اربعہ کے علماء سب شامل تھے) نے اس پر تصدیقات فرمائیں اور یہ المہند علی المفند نامی دستاویز عقائد علمائے دیو بند کے نام سے موسوم ہوئی۔

چنانچہ ان اسئلہ میں سے ایک سوال اور اس کا جواب بعینہ رقم کیا جاتا ہے جو کہ اس کتاب کے مقصد صحیحہ کا ترجمان حقیقی ہے بعد ازں علماء دیو بند کی تصریحات بالتوضیح رقم کی جائیں گی۔ان شاء اللہ تعالیٰ۔

السوال الخامس

ما قولکم فی حیوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہ الشریف ھل ذالک امر مخصوص بہ ام مثل سائر المسلمین رحمۃ اللہ علیھم حیوٰۃ برزخیۃ

کیا فرماتے ہو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف میں حیات کے متعلق کہ کوئی خاص حیات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے یا تمام مسلمانوں کی طرح برزخی حیات ہے؟

الجواب: ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیا کی سی ہے۔بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہدا کے ساتھ اور برزخی نہیں ہے جو تمام مسلمانوں کو بلکہ تمام آدمیوں کو حاصل ہے چنانچہ علامہ سیوطیؒ نے اپنے رسالے "انباء الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء" میں بتصریح لکھا ہے۔چنانچہ فرماتے ہیں کہ علامہ تقی الدین سبکیؒ نے فرمایا ہے کہ انبیاء وشہداء کی قبر حیات ایسی ہے جیسی دنیا میں تھی۔اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے کیونکہ نماز زندہ کو چاہتی ہے الخ۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی ہے اور اس معنی کہ برزخی بھی ہے کہ عالم برزخ میں حاصل ہے اور ہمارے شیخ مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ کا اس مبحث میں ایک مستقل رسالہ ہے نہایت دقیق اور انوکھے طرز کا بے مثل جو طبع ہو کر لوگوں میں شائع ہو چکا ہے اس کا نام آب حیات ہے۔

چنانچہ اس اجمالی و اجماعی عبارت کے بعد تفصیلاً و توضیحاً اکابر علماء دیوبند سے عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ثابت کیا جاتا ہے

ا۔ حجۃ اللہ علی العالمین مرکز دائرۃ التحقیق، قطب افلاک اسرار التشریع حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ رقم طراز ہیں۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام بالیقین قبر میں زندہ ہیں تو اس صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک زائل ہونے ہی نہیں پائی جو وارثوں کی ملک اس کے قائم مقام ہو۔ بلکہ جیسے ہم تم کہیں چلے جائیں یا چندے کسی گوشہ میں بیٹھ رہیں۔ اور ہمارے لواحق وغیرہ ہماری اشیاء کو برتیں اور اس سے ہماری ملک زائل نہیں ہوتی اور برتنے والے یا وارث مالک نہیں بن جاتے ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی گوشہ قبر میں پنہاں ہو گئے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدستور اپنے اشیاء اموال کے مالک.....کوئی اور مالک نہیں ہو گیا۔ اور حدیث لا نورث ما ترکنا صدقۃ جو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس حدیث کی لم بھی یہی معلوم ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اب تک بقید حیات ہیں پر شیعہ (رافضیت نواز نام نہاد توحیدی) نہ سمجھیں تو کیا کیجئے۔" (ہدایۃ الشیعہ ۲۶۸ تا ۲۶۹ از حضرت نانوتویؒ)

علاوہ ازیں حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں: "انبیائے کرام کو انہیں اجسام دنیاوی کے تعلق کے اعتبار سے زندہ سمجھتا ہوں۔ (لطائف قاسمیہ ص ۳)

"اصل مضامین کی حقیقت تو اپنے نزدیک محقق ہو گئی یوں کوئی منکر نہ مانے تو وہ جانے منکروں کا کام یہی ہے"۔ (آب حیات ص ۵)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنوز قبر میں زندہ ہیں اور مثل گوشہ نشینوں اور چلہ کشوں کے عزلت گزیں ہیں جیسے ان کا مال قابل اجرائے حکم میراث نہیں ہوتا۔ ایسے ہی آپ کا مال بھی محل توریث نہیں۔ (آب حیات ص ۲)

پھر فرماتے ہیں: "ارواح انبیاء کو بدن سے علاقہ بدستور رہتا ہے ہر اطراف وجوانب سے سمٹ آتی ہے (جمال قاسمی)

۲۔ فخر المحدثین قطب الارشاد امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں۔ "ولان النبیّن صلوات اللہ علیہم اجمعین لما کانوا احیاء فلا معنی لتوریث الاحیاء منھم"

(الکوکب الدری ص ۳۲۳ ج ۱)

چونکہ انبیاء علیہم السلام سب کے سب زندہ ہیں اس لیے ان کے آگے وراثت چلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

پھر فرماتے ہیں۔ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں"۔ نبی اللہ حی یرزق (ہدایۃ الشیعہ ۱۸ از حضرت گنگوہیؒ)

پھر ارشاد فرمایا: "مگر انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو خلاف نہیں"

(فتویٰ رشیدیہ ص ۹۹ ج ۱)

۳۔ المہند کے سابقہ سوال کے جواب کے بارے میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ فرماتے ہیں۔

ھو معتقدنا و معتقد مشائخنا جمیعاً لا ریب فیہ

(المہند ۴۶)

ہمارے اور ہمارے مشائخ کا یہی عقیدہ ہے اور اس میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں۔

۴۔ محدث کبیر حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ فرماتے ہیں

ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبرہ کما ان الانبیاء علیھم السلام احیاء فی قبورھم و لا فرق بین ان یکون فوق الارض او تحت حجابھا کما لا فرق فی حضورہ و غیبتہ فی زمان حیاتہ و لھذہ العلۃ لم یذھب الیہ احد من الائمۃ

(بذل المجہود شرح ابی داؤد ج ۲ ص ۱۱۷)

یقیناً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ جیسا کہ سب انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ اس میں کوئی فرق نہیں کہ وہ زمین کے اوپر دکھائی دیں یا پردۂ زمین میں آرام فرما ہوں۔ (وہ زندہ یقیناً ہیں)۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیا کی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر ہونے یا غائب ہونے میں (زندہ ہونے کے اعتبار سے) کوئی فرق نہ تھا۔

علاوہ ازیں تذکرۃ الخلیل میں ہے: "آستانہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت کی عجیب کیفیت ہوتی تھی۔ آواز نکالنا تو کیا مواجہ شریف کے قریب یا مقابل بھی آپ کھڑے نہیں ہوتے تھے۔ خوفزدہ، مؤدبانہ، دبے پاؤں آتے اور مجرم وقیدی کی طرح دور کھڑے ہوئے بکمال خشوع صلوٰۃ وسلام عرض کرتے اور چلے آتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حیات ہیں لہٰذا پست آواز سے سلام عرض کرنا چاہیے۔ مسجد نبوی میں چاہے کتنی ہی پست آواز میں سلام عرض کیا جائے اس کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود سنتے ہیں۔ (تذکرۃ الخلیل ص ۳۰۶)

۵۔ شیخ الاتقیاء حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ فرماتے ہیں۔

جو کچھ اس رسالہ المہند میں لکھا ہے حق اور صحیح ہے اور کتابوں میں نص صحیح کے ساتھ موجود ہے۔ یہی میرا عقیدہ ہے اور یہی میرے مشائخ کا عقیدہ تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس عقیدے کے ساتھ زندہ رکھے۔ اور اسی عقیدے پر ہمیں موت دے۔ میں ہوں بندہ ضعیف عبدالرحیم عفی عنہ رائے پوری

(المہند ص ۴۸)

۶۔ امام کبیر محدث شہیر حضرت علامہ شیخ انور شاہ کشمیری شارح بخاری فرماتے ہیں۔

"یرید بقولہ الانبیاء احیاء مجموع الاشخاص لا

الارواح فقط" (محبۃ الاسلام ص۳۶)
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کہ انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہوتے ہیں اس کا مطلب یہ نہیں کہ فقط ان کی ارواح زندہ ہیں۔ بلکہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام روح و بدن کے مجموعے کے ساتھ زندہ ہیں۔
۷۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں
"حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسد کو کھا سکے" پس خدا کے پیغمبر زندہ ہوتے ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔
ف: پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ رہنا بھی قبر شریف میں ثابت ہوا اور یہ رزق اس عالم کے مناسب ہوتا ہے۔ گو شہداء کے لئے بھی حیات اور مرزوقیت وارد ہے۔ مگر انبیاء علیہم السلام میں ان سے اکمل و اقویٰ ہے۔
بیہقی وغیرہ نے حدیث انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔ اور نماز پڑھتے ہیں۔ اور یہ نماز تکلیفی نہیں بلکہ تلذذ کے لئے ہے۔ اور اس حیات سے یہ نہ سمجھا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر جگہ سے پکارنا جائز ہے۔ (نشر الطیب ص۲۵۰ شائع کردہ ادارہ اشرفیہ لاہور)
مزید فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنص حدیث قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ (التکشف ص۴۴۶)
مدینہ منورہ جانے والا .... یوں کہے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں۔
(وعظ التبلیغ نمبر۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۷ھ)
۸۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانیؒ شارح صحیح مسلم فرماتے ہیں: "**الانبیاء احیاء عند ربھم یرزقون**"
(فتح الملہم ص۳۳۰ ج۱)
کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اور انہیں ان کے رب کے ہاں سے رزق ملتا ہے۔
پھر فرماتے ہیں کہ "**ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حی کما تقرر وانه یصلیٰ فی قبرہ باذان و اقامة**(فتح الملہم ص۴۱۹ ج۳)
بے شک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں اذان اور اقامت کے ساتھ نمازیں پڑھتے ہیں۔
۹۔ حضرت مولانا احمد علی سہارنپوریؒ الحنفی المتوفی ۱۲۹۷ھ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خطبہ کی شرح میں فرماتے ہیں۔
"**ان حیاته صلی اللہ علیه وسلم لا یتعقبها موت بل یستمر حیا و الانبیاء احیاء فی قبورھم**" (حاشیہ بخاری ص۵۱۷ ج۱)
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ایسی ہے کہ اس کے بعد موت وارد نہیں ہوتی۔ بلکہ دوامی حیات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ اور باقی حضرات انبیاء کرام علیہم السلام بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں
۱۰۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ فرماتے ہیں۔
"مدینہ منورہ کی حاضری محض جناب سرور کائنات علیہ السلام کی زیارت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل کی غرض سے ہونی چاہئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات نہ صرف روحانی ہے۔ جو کہ عام مومنین کو حاصل ہے بلکہ جسمانی بھی ہے اور از قبیل حیات دنیوی بلکہ بہت سی وجوہ سے اس سے قوی تر ہے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ص۱۱۹ ج۱)
۱۱۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ فرماتے ہیں۔
"انبیاء علیہم السلام کی حیات فی القبر کے بارے میں میرا وہی عقیدہ ہے جو اکابر علماء دیوبند کا ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں اسی جسد عنصری سے زندہ ہیں جو اس دنیا میں تھا۔ وہ حیات باعتبار ابدان دنیوی ، دنیوی بھی ہے۔ اور باعتبار عالم برزخ برزخی بھی ہے۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا ابدان دنیوی کے ساتھ اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہونا اہل سنت والجماعت کا متفقہ اور اجماعی عقیدہ ہے۔ ہمارے اکابر دیوبند نے اس پر مفصل اور مدلل اشارات ثبت فرمائے ہیں۔
جہاں تک مجھے علم ہے یہ مسئلہ اکابر دیوبند میں بھی کبھی مختلف فیہ نہیں رہا۔ میرے خیال میں ہر صاحب بصیرت اس عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر نہیں ہو سکتا۔ جن کی باطن کی آنکھیں کھلی ہیں۔ ان کے نزدیک تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روضہ اطہر کی حیات بدیہات میں سے ہے۔ احقر الانام احمد علی عفی عنہ
(بحوالہ مقام حیات ص۲۷۰ از علامہ خالد محمود صاحب مدظلہم العالیہ)
۱۲۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ فرماتے ہیں۔
تمام اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز اور عبادات میں مشغول ہیں اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ برزخی حیات اگرچہ ہم کو محسوس نہیں ہوتی لیکن بلاشبہ یہ حیات حسی اور جسمانی ہے۔ اس لئے کہ روحانی اور معنوی حیات تو عام مؤمنین بلکہ ارواح کفار کو بھی حاصل ہے"۔
(سیرۃ المصطفیٰ ص۳۸۸ ج۳، حیات نبوی کس ۲ مصنفہ مولانا کاندھلویؒ)
۱۳۔ شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خانؒ فرماتے ہیں۔
"وفات کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو برزخ (قبر

شریف) میں بعلق روح حیات حاصل ہے اور اسی حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں''۔
(بحوالہ ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی بابت ماہ اگست ۱۹۶۲ء)

اس عبارت صحیحہ وحقہ پر حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دارالعلوم دیوبند، شیخ القران حضرت مولانا غلام اللہ خان حضرت مولانا محمد علی جالندھری اور حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب کے دستخط ہیں۔

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مولانا غلام اللہ خان صاحب کا فتویٰ

''کتب فقہ حنفی اور احادیث سے یہ ثابت ہے کہ عندالقبر بذات خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم درود وسلام سنتے ہیں سلف اہلسنت والجماعت میں اس کے اندر کوئی اختلاف نہیں ہے ایسے عقیدہ والے کو کافر ومشرک کہنا بہت بڑی دلیری ہے۔ العیاذ باللہ۔ اللہ تعالیٰ ایسی جسارت سے ہر ایک کو محفوظ رکھے اور سلف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرماوے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

عبدالرشید مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی ۲۲ صفر ۱۳۹۶ھ الجواب صحیح لاشیٔ غلام اللہ...... جواب درست ہے
(ناکارۂ خلائق غلام ربانی)

۱۵۔ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہم العالیہ فیصلہ کن بیان فرماتے ہیں۔

''بلاخوف وتردید یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ تقریباً ۱۳۷۴ھ تک اہل سنت والجماعت کا کوئی فرد کسی بھی فقہی مسلک سے وابستہ دنیا کے کسی خطے میں اس کا قائل نہیں رہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (اور اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام) کی روح مبارک کا جسم اطہر سے قبر شریف میں کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم عندالقبر صلوٰۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے کسی اسلامی کتاب میں عام اس سے کہ وہ کتاب حدیث وتفسیر کی ہو یا شرح حدیث اور فقہ کی علم کلام کی ہو یا علم تصوّف وسلوک کی سیرت کی ہو یا تاریخ کی کہیں صراحت کے ساتھ اس کا ذکر نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کا جسم اطہر کے ساتھ کوئی تعلق اور اتصال نہیں۔ اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عندالقبر صلوٰۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے۔ **من ادعی خلافه فعلیه البیان ولا یمکنه ان شاء الله تعالیٰ الی یوم البعث والجزاء والمیزان**۔ (تسکین الصدور ص ۲۸۲)

(جس کو اس کے خلاف دعویٰ ہو وہ دلیل لائے اور ان شاء اللہ وقوع قیامت تک اس کے لئے اسکے خلاف دلیل لانا ناممکن ہے)

آخری فیصلہ

۱۶۔ فخر المحدثین والفقہا حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں **من ینکر حیاته صلی الله علیه وعلی اله وسلم فی قبره کان فواء ده ها فارغا من حبه و عقله خالیا من لبة**. (اعلاء السنن ص ۳۳۹ ج ۱)

جو شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی قبر شریف میں زندہ ہونے کا انکار کرتا ہے اس کا دل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے فارغ ہے اور اس کی عقل بصیرت سے خالی ہے۔

باب ۲۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

ختم نبوت

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ

سرور دو عالم فخر بنی آدم آقائے دوجہاں نبی عالمین امام النبیین شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین حضرت سیدنا ومولانا وشفیعنا محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ و اصحابہ وازواجہ وذریاتہ وسلم محض نبی ہی نہیں بلکہ خاتم النبیین ہیں اور ختم کے معنی انتہا کر دینے اور کسی چیز کو انتہا تک پہنچا دینے کے ہیں اس لئے خاتم النبیین کے معنی نبوت کو انتہا تک پہنچا دینے کے ہوئے۔ اور کسی چیز کے انتہا تک پہنچ جانیکی حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنی آخری حد پر آجائے۔ کہ اس کے بعد کوئی اور درجہ اور حد باقی نہ رہے۔ جس تک وہ پہنچے اس لئے ختم نبوت کے معنی یہ ہوئے کہ نبوت اپنے تمام درجات ومراتب کی آخری حد تک آگئی اور نبوت کا کوئی درجہ اور مرتبہ باقی نہیں رہا۔ کہ جس تک وہ آئے اور اس کے لئے حرکت کر کے آگے بڑھے۔ اس سے ''خاتم النبیین'' کے حقیقی معنی یہ نکلے کہ خاتم پر نبوت اور کمالات نبوت تمام مراتب پورے ہو گئے اور نبوت اپنے علمی اور اخلاقی کمالات مکمل کر کے ایسے انتہائی مقام پر آ گئی کہ بشریت کے دائرے میں نہ علمی کمال کا کوئی حصہ باقی رہا نہ اخلاقی قدروں کا کوئی مرتبہ کہ جس کے لئے نبوت خاتمیت لے کر آگے بڑھے اور اس درجہ یا قدر تک پہنچے۔

اس سے واضح ہو گیا کہ ختم نبوت کے معنی قطع نبوت وقطع رسالت کے نہیں کہ نبوت کی نعمت باقی نہ رہی۔ یا اس کی ضرورت کا وقت زائل ہو گیا۔ بلکہ تکمیل نبوت کے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہوا کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر تمام کمالات نبوت اپنی انتہا کو پہنچ کر مکمل ہو گئے جو اب تک نہ ہوئے تھے۔ اور اب جو نبوت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں قائم ہے وہ خاتم کی انتہاء ہے۔ اس کامل نبوت کے بعد کسی نئی نبوت کی ضرورت باقی نہیں رہی نہ یہ کہ نبوت دنیا سے منقطع ہو گئی اور چھین لی گئی۔ معاذ اللہ اس کا قدرتی ثمرہ یہ نکتہ ہے کہ نبوت جب سے شروع ہوئی اور جن کمالات کو لے کر شروع ہوئی اور آخر کار جس حد پر آ کر رکی اور ختم ہوئی اس کے اول سے لیکر آخر تک جسقدر بھی کمالات نبوت دنیا میں وقتاً فوقتاً آئے اور طبقہ انبیاء میں سے کسی کو ملے وہ سب کے سب خاتم النبیین میں آ کر جمع ہو گئے۔ جو خاتم سے پہلے اس کمال جامعیت کے ساتھ کسی میں جمع نہیں ہوئے تھے۔ ورنہ جہاں بھی یہ اجتماع ہوتا وہیں پر نبوت ختم ہو جاتی اور آگے بڑھ کر یہاں تک نہ پہنچتی۔ اس لئے خاتم النبیین کا جامع علوم نبوت جامع اخلاق نبوت، جامع احوال نبوت اور جامع جمیع شئون نبوت ہونا ضروری ٹھہرا جو غیر خاتم کے لئے نہیں ہو سکتا ورنہ وہی خاتم بن جاتا۔

اور ظاہر ہے کہ جب انہی کمالات علم وعمل پر شریعتوں کی بنیاد ہے جو اپنی انتہائی حدود کے ساتھ خاتم النبیین میں جمع ہو کر اپنے آخری کنارے پر پہنچ گئے جن کا کوئی درجہ باقی نہ رہا کہ اسے پہنچانے کے لئے خدا کا کوئی اور نبی آئے تو اس کا صاف مطلب یہ نکلا کہ شریعت ودین بھی آ کر خاتم پر ختم یعنی مکمل ہو گیا۔ اور شریعت دین کا بھی کوئی تکمیل طلب حصہ باقی نہیں رہا کہ اسے پہنچانے اور مکمل کرنے کے لئے کسی اور نبی کو دنیا میں بھیجا جائے۔ اس لئے خاتم النبیین کے لئے خاتم الشرائع خاتم الادیان اور خاتم الکتب یا بالفاظ دیگر وکامل الشریعت کامل الدین اور کامل الکتاب ہونا بھی ضروری اور قدرتی نکلا ورنہ ختم نبوت کے کوئی معنی ہی نہیں ہو سکتے تھے اور ظاہر ہے کہ کامل ہی ناقص کے لئے ناسخ بن سکتا ہے نہ کہ برعکس۔ اس لئے شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم بوجہ اپنے انتہائی کمال اور ناقابل تغیر ہونے کے سابقہ شرائع کو منسوخ کرنے کی حقدار ٹھہرتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ناسخ آخر میں آتا ہے اور منسوخ اس سے مقدم ہوتا ہے۔ اس لئے اس شریعت کا آخر میں آنا اور اس کے لانے والے کا سب کے آخر میں مبعوث ہونا بھی ضروری تھا۔ اس لئے خاتم النبیین ہونے کے ساتھ آخر النبیین بھی ثابت ہوئے کہ آپ کا زمانہ سارے انبیاء کے زمانوں کے بعد میں ہو کیونکہ آخری عدالت جو ابتدائی عدالت کے فیصلوں کو منسوخ کرتی ہے آخر ہی میں رکھی جاتی ہے۔

پھر ساتھ ہی جب خاتم النبیین کے معنی منتہائے کمالات نبوت کے ہوئے کہ آپ ہی پر آ کر ہر کمال ختم ہو جاتا ہے تو یہ ایک طبعی اصول ہے جو وصف کسی پر ختم ہو جاتا ہے تو اسی سے شروع بھی ہوتا ہے جو کسی چیز کا منتہا ہوتا ہے وہی اس کا مبدا بھی ہوتا ہے اور جو کسی شے کے حق میں خاتم یعنی

مکمل ہوتا ہے وہی اس کے حق میں فاتح اور سرچشمہ بھی ہوتا ہے۔ ہم سورج کو کہیں کہ وہ خاتم الانوار ہے جس پر نور کے تمام مراتب ختم ہو جاتے ہیں۔ تو قدرتاً اسی کو سرچشمہ انوار بھی ماننا پڑے گا۔

اس لئے روشنی کے حق میں سورج کو خاتم کہہ کر فاتح بھی کہنا پڑے گا یا جیسے کسی بستی کے واٹر ورکس کو ہم خاتم المیاہ (پانیوں کی آخری حد) کہیں جس پر شہر کے سارے نلوں اور ٹنکیوں کے پانیوں کی انتہا ہو جاتی ہے۔ تو اسی کو ان پانیوں کا سرچشمہ بھی ماننا پڑے گا۔ کہ پانی چلا بھی یہیں سے ہے جو نلوں اور ٹنکیوں میں پانی آیا اور جس پر اس کاگ کو بھی پانی ملا اس کے فیض سے ملا۔

پس وجود کے حق میں ذات خداوندی ہی اول و آخر اور مبتداء و منتہا ثابت ہوئی ہے۔ ٹھیک اسی طرح جبکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ''خاتم النبیین'' ہونا دلائل قطعیہ سے ثابت ہوا اور اس کے معنی بھی واضح ہو گئے کہ نبوت اور کمالات نبوت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہنچ کر ختم ہو گئے اور آپ ہی کمالات علم و عمل کے منتہاء ہوئے تو اصول مذکورہ کی رو سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو ان کمالات بشری کا مبداء اور سرچشمہ بھی ماننا پڑے گا کہ آپ ہی سے ان کمالات کا افتتاح اور آغاز بھی ہوا اور جسے بھی نبوت یا کمالات نبوت کو کوئی کرشمہ ملا وہ آپ ہی کے واسطہ اور فیض سے ملا۔

اصول مذکورہ کی رو سے دائرہ نبوت میں جب آپ خاتم نبوت ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی فاتح نبوت ہوئے۔ اگر نبوت آپ پر رکی اور منتہی ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے یقیناً چلی بھی اور شروع بھی ہوئی اس لئے آپ نبوت کے خاتم بھی ہیں اور فاتح بھی ہیں۔ اخیر بھی ہیں اور اول بھی ہیں۔ اِنِّی عَبْدُاللّٰہِ وَخَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ (البیہقی والحاکم عن عرباض بن ساریہ)

اور میں اللہ کا بندہ اور خاتم النبیین ہوں جہاں آپ نے نبوت کو ایک قصر سے تشبیہ دے کر اپنے کو اس کی آخری اینٹ بتایا جس پر اس عظیم الشان قصر کی تکمیل ہو گئی۔ فَاَنَا سَدَدْتُ مَوْضِعَ اللَّبِنَۃِ وَ خُتِمَ بِیَ اللَّبِنَاتُ وَ خُتِمَ بِیَ الرُّسُلُ (کنز العمال)

پس میں نے ہی قصر نبوت کی آخری اینٹ کی جگہ کو پر کیا اور مجھ پر ہی یہ قصر مکمل کر دیا گیا اور مجھ ہی پر رسول ختم کر دیئے گئے۔ کہ میرے بعد اب کوئی رسول آنے والا نہیں۔

وہیں آپ نے اپنے کو قصر نبوت کی اولین خشت اور سب سے پہلی اینٹ بھی بتلایا۔ فرمایا:

کُنْتُ نَبِیاً وَّ اٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ ''میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ آدم ابھی روح اور بدن ہی کے درمیان تھے''۔

چنانچہ ایک روایت میں اس فاتحیت اور خاتمیت کو ایک جگہ جمع فرماتے ہوئے ارشاد ہوا۔ (جو حدیث قتادہ کا ایک ٹکڑا ہے) کہ:

جَعَلَنِیْ فَاتِحًا وَّ خَاتِمًا (خصائص کبریٰ) ص ۱۹۷/۳۴

''اور مجھے اللہ تعالیٰ نے فاتح بھی بنایا اور خاتم بھی''۔

پھر چونکہ خاتم ہونے کے لئے اول و آخر ہونا بھی لازم تھا تو حدیث ذیل میں اسے بھی واضح فرما دیا گیا اور آدم علیہ السلام کو حضور کا نور دکھلاتے ہوئے بطور تعارف کہا گیا کہ:

ھٰذَا اِبْنُکَ اَحْمَدُ ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ (کنز العمال)

''یہ تمہارا بیٹا احمد ہے جو (نبوت میں) اول بھی ہے اور آخر بھی ہے''۔

پھر حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں اس اولیت و آخریت جیسی اضداد کے جمع ہونے کی نوعیت پر روشنی ڈالی گئی کہ:

کُنْتُ اَوَّلُ النَّبِیِّیْنَ فِی الْخَلْقِ وَ اٰخِرُھُمْ فِی الْبَعْثِ (ابو نعیم فی الدلائل)

''میں نبیوں میں سب سے پہلا ہوں بلحاظ پیدائش کے اور سب سے پچھلا ہوں بلحاظ بعثت کے''۔

اندریں صورت یہاں یہ ماننا پڑے گا جو کمال بھی کسی نبی میں تھا وہ بلاشبہ آپ میں بھی تھا۔ وہیں یہ بھی ماننا پڑے گا کہ آپ میں وہ کمال سب سے پہلے تھا اور سب سے بڑھ چڑھ کر تھا۔ اور امتیاز و فضیلت کی انتہائی شان لئے ہوئے تھا اور یہ کہ کمال آپ میں اصلی تھا اور اوروں میں آپ کے واسطہ سے تھا پس آپ جامع کمالات ہی نہیں بلکہ خاتم کمالات اور خاتم کمالات ہی نہیں بلکہ فاتح کمالات اور سرچشمہ کمالات اور فاتح کمالات ہی نہیں بلکہ منتہائے کمالات اور منتہائے کمالات ہی نہیں بلکہ اعلیٰ الکمالات اور افضل الکمالات ثابت ہوئے کہ آپ میں کمال ہی نہیں بلکہ کمال کا آخری اور انتہائی نقطہ ہے۔ جس کے فیض سے اگلے اور پچھلے باکمال بنے۔

پس اول مخلوق یعنی اول ما خلق اللہ نوری کا مصداق، نور الٰہی کا جو نقش کامل اپنی استعداد کامل سے قبول کر سکتا ہے اس کی توقع بالواسطہ اور ثانوی نقوش سے اثر لینے والوں سے نہیں کی جا سکتی۔ چنانچہ آپ کی سیرت مبارکہ پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح سامنے آ جاتی ہے۔ جو کہ کمالات انبیاء سابقین کو الگ الگ دیئے گئے۔ وہ سب کے سب اکٹھے کر کے اور ساتھ ہی اپنے انتہائی اور فائق مقام کے ساتھ آپ کو عطا کئے گئے اور جو آپ میں مخصوص کمالات ہیں وہ الگ ہیں۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اُمت کی خصوصیتیں

خضر علیہ السلام نے صرف باطن شریعت یعنی حقیقت پر حکم کیا جیسے کشتی

توڑ دی۔ ناکردہ گناہ لڑکے کو قتل کر دیا یا بخیل گاؤں کی دیوار سیدھی کر دی۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے صرف ظاہر شریعت پر حکم کیا۔ ان تینوں امور میں حضرت خضر علیہ السلام سے مواخذہ کیا۔ جب انہوں نے حقیقت حال ظاہر کی تب مطمئن ہوئے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر شریعت پر بھی حکم فرمایا جیسا کہ عام احکام شریعہ ظاہر ہی پر ہیں۔ اور کبھی کبھی باطن اور حقیقت پر بھی حکم فرمایا جیسا کہ حدیث میں اس کی نظیر یہ ہے کہ حارث بن حاطب ایک چور کو لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے قتل کر دو۔ حالانکہ چوری کی ابتدائی سزا قتل نہیں۔ تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے موسیٰ صفت بن کر عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے تو چوری کی ہے کسی کو قتل نہیں کیا جو قتل کا حکم فرمایا جاوے۔ فرمایا اچھا اس کا ہاتھ کاٹ دو۔ اس نے پھر چوری کی تو اس کا بایاں پیر کاٹ دیا گیا۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اس نے پھر چوری کی اس کا بایاں ہاتھ کاٹ دیا۔ چوتھی بار اس نے پھر چوری کی تو دایاں پیر بھی کاٹ دیا گیا۔ لیکن چاروں ہاتھ پیر کاٹ دیئے جانے کے باوجود جب اس نے پانچویں دفعہ پھر چوری کی تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کے بارہ میں علم حقیقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی تھا۔ کہ آپ نے پہلی ہی بار ابتداء ہی میں جان لیا تھا کہ چوری اس کا جزو نفس ہے یہ چوری سے باز آنے والا نہیں۔ اور ابتداء ہی میں اس کے باطن پر حکم لگا کر قتل کا حکم دے دیا تھا۔ ہمیں اب خبر ہوئی۔ جب کہ وہ ظاہر میں ضابطہ سے قتل کے قابل بنا۔ لہٰذا اسے قتل کر دو۔ تب وہ قتل کیا گیا۔ اس قسم کے بہت سے واقعات احادیث میں جا بجا ملتے ہیں۔

محمد بن عائشہ کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کی توبہ جس دن فجر کے وقت قبول ہوئی تو انہوں نے دو رکعت پڑھی تو صبح کی نماز کا وجود ہوا۔ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا جب ظہر کے وقت فدیہ دیا گیا اور انہیں ذبح سے محفوظ رکھا گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چار رکعتیں بطور شکر نعمت پڑھیں تو ظہر ہو گئی۔ اور حضرت عزیر علیہ السلام کو زندہ کیا گیا اور کہا گیا کہ تم کتنے وقت مردہ رہے؟ کہا ایک دن۔ پھر جو سورج دیکھا تو کہا کچھ حصہ دن۔ (جو عصر کا وقت ہوتا ہے) اور چار رکعت پڑھی تو عصر ہو گئی۔ اور مغفرت کی گئی۔ حضرت داؤد علیہ السلام غروب کے وقت کھڑے ہوئے چار رکعت پڑھنے کے لئے تین پڑھی تھیں کہ تھک گئے تو تیسری ہی میں بیٹھ گئے تو مغرب ہو گئی۔ اور سب سے پہلے جس نے عشاء کی نماز پڑھی وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور مذکورہ چاروں نمازیں بھی آپ کو دی گئیں۔

شب معراج میں آپ کو پچاس نمازیں دی گئیں۔ جن میں موسیٰ علیہ السلام کے مشورے سے آپ کمی کی درخواستیں کرتے رہے اور پانچ پانچ ہر دفعہ کم ہوتی گئیں۔ جب پانچ رہ گئیں اور آپ نے حیاء ان میں کمی کی درخواست نہیں فرمائی اور ارشاد ہوا کہ بس یہ پانچ نمازیں ہی آپ پر اور آپ کی امت پر فرض ہیں۔ مگر یہ پانچ پچاس کے برابر رہیں گی اجر و ثواب میں۔

انبیاء میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا کہ اپنی محراب مسجد میں آئے بغیر نماز ادا کرتا ہو۔ یعنی بغیر مسجد کے دوسری جگہ نماز ہی ادا نہ ہوتی تھی۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پانچ چیزیں دی گئیں جو سابقہ انبیاء کو نہیں دی گئیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ میرے لئے ساری زمین کو مسجد اور ذریعہ پاکی بنا دیا گیا ہے۔ کہ اس سے تیمم کر لوں۔ جو حکم میں وضو کے ہو جائے۔ یا تیمم جنابت کر لوں۔ جو حکم میں غسل جنابت کے ہو جائے جبکہ پانی موجود نہ ہو یا اس پر قدرت نہ ہو۔

اور ہم نے اے پیغمبر تمہارا ذکر اونچا کیا۔ حدیث میں ہے کہ مجھے جبرئیل نے کہا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا۔ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ کا ذکر کیا جائے گا تو میرے ساتھ کیا جائے گا اور جب میرا ذکر ہو گا تو میرے ساتھ آپ کا بھی ذکر ہو گا۔ جیسا کہ اذانوں، تکبیروں، خطبوں اور دعاؤں کے افتتاحوں و اختتام کے درود شریف سے واضح ہے اور امت میں معمول یہ ہے جیسے فرمایا گیا:

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۔ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۔ بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۔ وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۔ اِسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ ۔ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۔ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا ۔ وَ شَاقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۔ وَمَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۔ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۔ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۔ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ ۔ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ ۔ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۔ مَااٰتَاهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗ ۔ اَغْنَاهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۔ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۔ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ ۔ اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۔ لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۔

اگر اور انبیاء کو عملی معجزات (عصاء موسیٰ، ید بیضاء، احیائے عیسیٰ، نار خلیل، ناقہ صالح، ظلہ شعیب، قمیص یوسف وغیرہ) دیئے گئے جو آنکھوں کو مطمئن کر سکے تو آپ کو ایسے سینکڑوں معجزات کے ساتھ علمی معجزہ (قرآن) بھی دیا گیا جس نے عقل، قلب، اور ضمیر کو مطمئن کیا۔

اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (القرآن الکریم)

اگر اور انبیاء کو ہنگامی معجزات ملے جو ان کی ذات کے ساتھ ختم ہو گئے

کیونکہ وہ انہیں کے اوصاف تھے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دوامی معجزہ قرآن کا دیا گیا۔ جو تا قیامت اور بعد القیامت باقی رہنے والا ہے۔ کیونکہ وہ خدا کا وصف ہے جو لازوال ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ.

اگر اور حضرات کو وہ کتابیں ملیں جن کی حفاظت کا کوئی وعدہ نہیں تھا اس لئے وہ بدل سدل گئیں۔ تو آپ کو وہ کتاب دی گئی جس کے لئے وعدہ حفاظت فرمایا۔

اسلام میں رہبانیت (گوشہ گیری، انقطاع) نہیں۔ اور میری امت کی سیاحت وسیر جہاد ہے۔ کہہ دیجئے اے پیغمبر! کہ چلو پھرو زمین میں اور اسلام جماعتی اور اجتماعی چیز ہے۔

اگر اور انبیاء اور سابقین کی کتابیں ایک ہی مضمون مثلاً صرف تہذیب نفس یا صرف معاشرت یا صرف سیاست مدن یا وعظ وغیرہ اور ایک ہی لغت پر نازل شدہ دی گئیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سات اصولی مضامین پر مشتمل کتاب دی گئی جو سات لغات پر اتری۔

اگر اور حضرات کو صرف ادائے مطلب کے کلمات دیئے گئے تو آپکو جوامع الکلم و جامع اور فصیح و بلیغ ترین تعبیرات دی گئیں۔ جس سے اوروں کی پوری پوری کتابیں آپ کی کتاب کے چھوٹے چھوٹے جملوں میں ادا ہو گئیں۔ اور ان میں سما گئیں۔

مجھے جوامع الکلم دیئے گئے ہیں یعنی مختصر اور جامع تین جملے جس میں تہہ کی بات کہہ دی گئی ہو اور ارشاد حدیث ہے مجھے دیئے گئے ہیں تورات کی جگہ سبع طوال (ابتداء کی سات سورتیں)

اُعْطِیْتُ جَوَامِعَ الْکَلِمِ (مسند احمد عن جابر خصائص ص ۱۹۳/۲)

پہلی کتابیں ایک ایک خاص مضمون اور ایک ایک لغت میں اترتی تھیں۔ اور قرآن سات مضامین میں سات لغت کے ساتھ اترا ہے۔ زجر، امر، حلال، حرام، محکم، متشابہ اور امثال

اگر قرآن میں حق تعالیٰ نے اور انبیاء کی ذوات کا ذکر فرمایا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک عضو اور ایک ایک ادا کو پیار و محبت سے ذکر کیا ہے۔ چہرے کا ذکر فرمایا:

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِکَ فِی السَّمَاءِ.

آنکھ کا ذکر فرمایا: وَلَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْکَ

زبان کا ذکر فرمایا: فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِکَ

ہاتھ اور گردن کا ذکر فرمایا: وَلَا تَجْعَلْ یَدَکَ مَغْلُوْلَةً اِلٰی عُنُقِکَ

سینہ کا ذکر فرمایا: اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ

پیٹھ کا ذکر فرمایا: وَوَضَعْنَا عَنْکَ وِزْرَکَ الَّذِیْ اَنْقَضَ ظَهْرَکَ

قلب کا ذکر فرمایا: نَزَّلَهٗ عَلٰی قَلْبِکَ

آپ کی پوری زندگی کا ذکر فرمایا جس میں تمام ادائیں اور احوال بھی آ جاتے ہیں۔

لَعَمْرُکَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَکْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ

اگر اوروں کو انفرادی عبادتیں ملیں تو آپ کو ملائکہ کی طرف صف بندی کی اجتماعی عبادت دی گئی۔ جس سے یہ دین اجتماعی ثابت ہوا۔

فضلت علی الناس بثلاث الی قوله وجعلت صفوفنا کصفوف الملئکة (بیہقی عن حذیفہؓ)

اگر اور انبیاء کے عملی معجزات اپنی اپنی قوموں کی اقلیتوں کو جھکا کر رام کر سکے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تنہا ایک معجزے قرآن حکیم نے عالم کی اکثریت کو جھکا کر مطیع بنالیا۔ کروڑوں ایمان لے آئے۔ اور جو نہیں لائے وہ اسلام کے اصول ماننے پر مجبور ہو گئے۔ پھر بعض نے انہیں اسلامی اصول کہہ کر تسلیم کیا اور بعض نے عملاً قبول کر لیا تو ان کی زبانیں ساکت رہیں۔

اگر اور انبیاء کو عبادات الٰہی میں اس جہت سے بھی مخاطب نہیں بنایا گیا تو حضور کو عین نماز میں تحیت وسلام میں مخاطب بنایا گیا۔ **السلام علیک ایها النبی و رحمة الله و بر کاته**

اگر محشر میں اور انبیاء کے محدود جھنڈے ہوں گے جن کے نیچے صرف انہی کی قومیں اور قبیلے ہوں گے تو آپ کے عالمگیر جھنڈے کے نیچے جس کا نام لواء الحمد ہوگا آدم اور ان کی ساری ذریت ہوگی۔

اٰدَمُ وَمَنْ دُوْنَهٗ تَحْتَ لِوَائِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا فَخْرَ (مسند احمد)

اگر انبیاء و امم سب کے سب قیامت کے دن سامع ہوں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دن اولین و آخرین کے خطیب ہوں گے۔

(خصائص کبریٰ)

اگر قیامت کے دن تمام انبیاء کی امتیں اپنے انبیاء کے نام اور انتساب سے پہچانی جاویں گی۔ تو آپ کی امت مستقلاً خود اپنی ذات علامت اعضاء وضو کی چمک اور نورانیت سے پہچانی جائے گی۔

اگر اور انبیاء کو حق تعالیٰ نے نام لے لے کر خطاب فرمایا کہ

یٰاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّةَ یٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَکٰتٍ یٰاِبْرٰهِیْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا . یٰمُوْسٰی اِنِّی اصْطَفَیْتُکَ عَلَی النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ. یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ......

یٰزَکَرِیَّا اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمِ اِسْمُهٗ یَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّةٍ یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ.

تو حضور کو تکریماً نام کے بجائے آپ کے منصبی القاب سے خطاب فرمایا جس سے آپ کی کامل محبوبیت عنداللہ نمایاں ہوتی ہے۔

يَاَيُّهَا النَّبِىُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِداً يَاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا المدثر ۔ قُمْ فَاَنْذِرْ (القرآن الحکیم)

اگر اور انبیاء کو ان کی امتیں اور ملائکہ نام لے لے کر پکارتے تھے کہ:

يٰمُوْسىٰ اجْعَلْ لَنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ. يٰعِيْسىٰ ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ؟

اے لوط! ہم تیرے پروردگار کے فرستادہ ہیں تو اس امت کو یہ حکم ہوا کہ مت پکارو رسول کو اپنے درمیان مثل آپس میں ایک دوسرے کے پکارنے کے کہ بے تکلف نام لے لے کر خطاب کرنے لگو۔ بلکہ ادب و تعظیم کے ساتھ منصبی خطابات یا رسول اللہ یا نبی اللہ یا حبیب اللہ وغیرہ کہہ کر پکارو۔

ابراہیم علیہ السلام پر قوم نے شکست اصنام کا الزام لگا کر ایذا دینی چاہی تو خود ہی توریہ کے ساتھ مدافعت فرمائی۔ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا

حضرت لوط علیہ السلام کے مہمان صورت فرشتوں کو قوم نے قبضانے کی کوشش کی تو خود ہی اپنے لیے قوت مدافعت کی آرزو ظاہر فرمائی۔

لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ

تو حضور کی طرف سے ایسے مواقع پر مدافعت خود حق تعالیٰ نے فرمائی۔ اور کفار کے طعنوں کی جواب دہی خود ہی کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی براءت بیان فرمائی۔ کفار مکہ نے آپ پر ضلالت و گمراہی کا الزام لگایا تو فرمایا

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى.

کفار نے آپ کو بے عقل اور مجنوں کہا تو فرمایا:

مَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ. اور وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ.

کفار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ باتوں کو ہوائے نفسانی کی باتیں بتلایا۔ تو فرمایا وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى

کفار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کو شاعری کہا تو فرمایا:

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ

اور فرمایا: وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهٗ

کفار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایتوں کو کہانت کہا تو فرمایا:

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ كَاهِنٍ. کفار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشقت زدہ اور معاذ اللہ شقاوت زدہ کہا تو فرمایا:

مَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰى. اگر حضرت آدم کی تحیت کے لیے فرشتوں کو سجدہ کا حکم دیا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تحیت بصورت درود و سلام خود حق تعالیٰ نے کی جس میں ملائکہ بھی شامل رہے اور قیامت تک امت کو اس کے کرتے رہنے کا حکم دیا اور اسے عبادت بنا دیا

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (القرآن الکریم)

اور اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ

اگر حضرت آدم کا شیطان کافر تھا اور کافر ہی رہا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شیطان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت تاثیر سے کافر سے مسلم ہو گیا۔

"کوئی نبی بھی ایسا نہیں گذرا کہ اسے کوئی ایسا اعجازی نشان نہ دیا گیا ہو جس پر آدمی ایمان لا سکے۔ اور مجھ سے خدا نے وہ اعجازی نشان وحی کا دیا ہے۔ (یعنی قرآن حکیم) جس سے مجھے امید ہے کہ میرے ماننے والے اکثریت میں ہوں گے۔ (خصائص کبریٰ ص ۱۸۵/۲)

صحابہ نے عرض کیا جبکہ آپ حوض کوثر کا ذکر فرما رہے تھے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ ہمیں اس دن پہچان لیں گے؟ (جبکہ اولین و آخرین کا ہجوم ہوگا) فرمایا ہاں تمہاری ایک علامت ہوگی جو امتوں میں سے کسی اور میں نہ ہوگی۔ اور وہ یہ کہ تم میرے پاس (حوض کوثر پر) اس شان سے آؤ گے کہ تمہارے چہرے روشن اور پاؤں نورانی اور چمکدار ہوں گے وضو کے اثر سے (یعنی اعضائے وضو کی چمک دمک سے میں تمہیں پہچان لوں گا۔

اگر حضرت آدم علیہ السلام کو حجر جنت (حجر اسود) دیا گیا جو بیت المقدس میں لگا دیا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو روضہ جنت عطاء ہوا۔ جو آپ کی قبر مبارک اور منبر شریف کے درمیان رکھا گیا۔

اگر حضرت نوح علیہ السلام نے مساجد اللہ میں سے پانچ بت نکلوانے چاہے مگر نہ نکلے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ سے تین سو ساٹھ بت نکالے۔ اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نکل گئے۔ اور نہ صرف بیت اللہ سے بلکہ اس کے حوالی اور مضافات سے بھی نکل گئے۔

اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مقام ابراہیم دیا گیا جس سے بیت اللہ کی دیواریں اونچی ہو گئیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محمود عطاء ہوا جس سے رب البیت کی اونچائی نمایاں ہوئی۔ اور عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (القرآن الحکیم) اور ساتھ ہی مقام ابراہیم کی تمام برکات سے پوری امت کو مستفید کیا گیا۔ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى

اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حقائق ارض و سماء دکھلائی گئیں

وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان آیات کے ساتھ حقائق الٰہیہ دکھلائی گئیں

لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا (القرآن الحکیم)

اگر حضرت خلیل اللہ کو آیات کونیہ زمین پر دکھلائی گئیں تو حضور کو آیات الٰہیہ (آیات کبریٰ کا مشاہدہ آسمانوں میں کرایا گیا)

لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى (القرآن الحکیم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام لا پھر جہاد کر (قبل از اسلام جہاد کا ثواب نہیں ملتا) (ترغیب)

اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نار نمرود اثر نہ کر سکی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی صحابہ کو آگ نہ جلا سکی جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ فِیْ اُمَّتِنَا مِثْلَ اِبْرَاھِیْمَ الْخَلِیْلَ

(ابن رجب عن ابن لہیعہ خصائص کبریٰ ص ۲/۷۹)

کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہماری امت میں ابراہیم علیہ السلام کی مثالیں پیدا فرمائیں۔ایک خولانی شخص کو (جو قبیلہ خولان کا فرد تھا) اسلام لانے پر اس کی قوم نے اسے آگ میں ڈال دیا تو آگ اسے نہ جلا سکی

(ابن عساکر عن جعفر ابی وحشیہ) وغیرہ

سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو روز محشر لباس پہنایا جائے گا۔فرمائیں گے حق تعالیٰ میرے خلیل کو لباس پہناؤ۔تو دو سفید براق چادریں جنت سے لائی جاویں گی اور پہنائی جاویں گی۔پھر ان کے بعد مجھے بھی لباس پہنایا جاوے گا۔پھر میں کھڑا ہوں گا۔اللہ کی جانب یمین ایک ایسے مقام پر کہ اولین و آخرین مجھ پر غبطہ کریں گے یعنی میری کرامت سب پر فائق ہو جائیگی۔جن میں ابراہیم علیہ السلام بھی شامل ہیں۔

اگر حضرت یوسف علیہ السلام کو شطر حسن یعنی حسن جزئی عطاء ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حسن کل یعنی حسن جامع عطاء کر دیا گیا۔جس کی حقیقت جمال ہے جو سر چشمہ حسن اور صفت خداوندی ہے۔

وَلَمَّا رَاَیْنَهٗ اَكْبَرْنَهٗ وَ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ

جس کی شرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمائی کہ زنان مصر نے یوسف کو دیکھا تو ہاتھ قلم کر لئے۔اگر میرے محبوب کو دیکھ لیتیں تو دلوں کے ٹکڑے کر ڈالتیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کی افضلیت اور کلیت کی طرف اشارہ ہے۔ (مشکوٰۃ)

اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصاء سے بارہ چشمے جاری ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشتان مبارک سے شیریں پانی کے کتنے ہی چشمے پھوٹ پڑے۔

اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سوال دیدار پر بھی انہیں لَنْ تَرَانِیْ تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے کا جواب دے دیا گیا۔تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا سوال آسمانوں پر بلا کر دیدار کرایا گیا۔

موسیٰ زہوش رفت بیک پر تو صفات
تو عین ذات می نگری در تبسمی

اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ارض مقدس (فلسطین) دی گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مفاتیح ارض (زمین کی کنجیاں) عنایت کی گئیں۔ اُوْتِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ

اگر عصاء موسوی کے معجزے کے مقابلے میں ساحران فرعون نے بھی اپنی اپنی لاٹھیوں کو سانپ بنا کر دکھلایا یا صورۃً معجزے کی نظیر لے آئے گو حقیقتاً وہ تخیل اور نقشبندی خیال تھی: فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَ عِصِیُّهُمْ یُخَیَّلُ اِلَیْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰی تو معجزہ نبوی قرآن حکیم کے مقابلہ میں اللہ کے بار بار چیلنجوں کے باوجود آج تک جن وانس ساحر وغیر ساحر، کاہن وغیر کاہن اور شاعر وغیرہ مل کر بھی اسکی کوئی نظیر ظاہری صورت کی بھی نہ لا سکے۔

اگر حضرت یوشع ابن نون صاحب (حضرت موسیٰ علیہ السلام) کے لئے آفتاب کی حرکت روک دی گئی۔کہ وہ کچھ دیر غروب ہونے سے رکا رہے۔تو حضرت علی ﷺ صاحب نبوی کے لئے غروب شدہ آفتاب کو لوٹا کر دن کو واپس کر دیا گیا۔

اگر حضرت یوشع ابن نون کے لئے سورج روک کر اس کی روانی اور حرکت کے دو ٹکڑے کر دیئے گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ سے چاند کے دو ٹکڑے کر ڈالے گئے۔

اگر حضرت داؤد علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے ہوائے نفس کی پیروی سے روکا کہ لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰی فَیُضِلَّكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ کہا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس ہوائے نفس کی پیروی کی نفی فرمائی اور خود ہی بریت ظاہر کی۔

اگر انگشتری سلیمانی میں تسخیر جنات کی تاثیر تھی کہ وہ کسی وقت گم ہوئی تو جنات پر قبضہ نہ رہا۔تو انگشتری محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں تسخیر قلوب وارواح کی تاثیر تھی۔کہ جس دن وہ عہد عثمانی میں گم ہوئی اسی دن سے قلوب و ارواح کی وحدت میں فرق آ گیا اور فتنہ اختلاف شروع ہو گیا۔بِئْرُ اَرِیْسٍ ؟ وَمَا بِئْرُ اَرِیْسٍ؟ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ.

اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کو منطق الطیر کا علم دیا گیا جس سے وہ پرندوں کی بولیاں سمجھتے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عام جانوروں کی بولیاں سمجھنے کا علم دیا گیا۔جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی فریادیں سنتے اور فیصلے فرماتے تھے۔اونٹ کی فریاد سنی اور فیصلہ فرمایا (بیہقی عن حماد بن مسلمہ) بکری کی فریاد سنی اور اسے تسلی دی (مصنف عبدالرزاق) ہرنی کی فریاد سنی اور حکم فرمایا (طبرانی عن ام سلمہؓ) چڑیا کی بات سنی اور معالجہ فرمایا (بیہقی وابونعیم عن ابن مسعود) سیاہ گدھے سے آپ نے کلام فرمایا اور اس کا مقصد سنا (ابن عساکر عن ابن مسعودؓ)

اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا مسخر ہوئی کہ اپنے قلمرو میں جہاں چاہیں اڑ کر پہنچ جائیں۔تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے براق مسخر ہوا کہ زمینوں سے آسمانوں اور آسمانوں سے جنتوں اور جنتوں سے عرش تک پل بھر میں پہنچ جائیں۔

اگر سلاطین انبیاء کے وزراء زمین تک محدود تھے۔جو ان کے ملک

کے بھی زمین تک محدود ہونے کی علامت ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو وزیر زمین کے تھے ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ اور دو وزیر آسمانوں کے تھے جبرئیل ومیکائیل۔ جو آپ کے ملک کے زمین وآسمان دونوں تک پھیلے ہونے کی علامت ہے۔

وَلِيْ وَزِيْرَایَ فِی الْاَرْضِ وَزِيْرَایَ فِی السَّمَاءِ اَمَّا وَزِيْرَایَ فِی الْاَرْضِ فَاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَاَمَّا وَزِيْرَایَ فِی السَّمَاءِ فَجِبْرَئِيْلُ وَ مِيْكَائِيْلُ (الریاض النضرۃ)

اگر حضرت مسیح علیہ السلام کو احیائے موتی کا معجزہ دیا گیا جس سے مردے زندہ ہو جاتے تھے۔تو آپ کو احیائے موتی کے ساتھ احیائے قلوب وارواح کا معجزہ بھی دیا گیا۔ جس سے مردہ دل جی اٹھے اور صدیوں کی جاہل قومیں عالم وعارف بن گئیں۔

اگر حضرت روح اللہ کے ہاتھ پر قابل حیات پیکروں مثلاً پرندوں کی ہیئت یا انسانوں کی مردہ نعش میں جان ڈالی گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر نا قابل حیات کھجور کے سوکھے تنے میں حیات آفرینی کی گئی۔

فَصَاحَتِ النَّخْلَةُ صِيَاحَ الصَّبِيِّ (بخاری عن جابر)

نیز آپ کے اعجاز سے دروازہ کے کواڑوں نے تسبیح پڑھی اور دست مبارک میں کنکریوں کی تسبیح کی آوازیں سنائی دیں۔(خصائص کبریٰ)

اگر مسیح کے ہاتھ پر زندہ ہونے والے پرندوں میں پرندوں ہی کی سی حیات کھجور کے سوکھے تنے میں انسانوں بلکہ کامل انسانوں کی سی حیات آئی کہ وہ عازمانہ گریہ وبکا اور عشق الٰہی میں فنائیت کی باتیں کرتا ہوا اٹھا وہاں حیوان کو حیوان ہی نمایاں کیا گیا۔اور یہاں سوکھی لکڑی کو کامل انسان بنادیا گیا۔(کمافی الحدیث السابق)

استن حنانہ از ہجر رسول
نالہ ہا می زد چو ارباب عقول

اگر حضرت مسیح علیہ السلام کو آسمانوں میں رکھ کر کھانے پینے سے مستغنی بنایا گیا تو حضرت خاتم الانبیاء کی امت کے لوگوں کو زمین پر رہتے ہوئے کھانے پینے سے مستغنی کر دیا گیا۔

یاجوج ماجوج کے خروج اوران کے پوری زمین پر قابض ہو جانے کے وقت مسلمین ایک محدود طبقہ زمین میں پناہ گزیں ہوں اور اسماء بنت عمیس کی روایت میں ہے کہ مسلمانوں کے لئے کھانے پینے کی حد تک وہی چیز کفایت کرے گی جو آسمان والوں (ملائکہ) کی کفایت کرتی ہے یعنی تسبیح وتقدیس۔

اگر حضرت مسیح علیہ السلام کی حفاظت کے لئے روح القدس (جبرئیل) مقرر تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت خود حق تعالیٰ فرماتے تھے۔

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ.

اور اللہ بچاؤ فرمائے گا تمہارا (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں (کے شر) سے

ہو کیوں نہ جبرئیل دربان محمد
خدا خود ہے نگہبان محمد

(حضرت شیخ الہندؒ)

اگر اور انبیاء کی امتیں پابند رسوم وجزئیات اور بندھی جڑی رسموں کے اتباع میں مقلد جامد بنائی گئیں کہ نہ ان کے یہاں ہمہ گیر اصول تھے کہ ان سے ہنگامی احکام کا استخراج کریں اور نہ انہیں تفقہ کے ساتھ ہمہ گیر دین دیا گیا تھا۔ کہ قیامت تک دنیا کا شرعی نظام اس سے قائم ہو جائے تو امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مفکر، فقیہ اور مجتہد امت بنائی گئی تا کہ اصول وکلیات سے حسب حوادث و واقعات احکام کا استخراج کر کے قیامت تک کا نظم اسی شریعت سے قائم کرے جس سے اس کے فتاویٰ اور کتب فتاویٰ کی تعداد ہزاروں اور لاکھوں تک پہنچی۔

اسی لئے اگر انبیاء سابقین مفروض الطاعۃ تھے تو اللہ اور رسول کے بعد اس امت کے راسخین فی العلم ہی مفروض الطاعۃ بنائے گئے۔يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ (القرآن الحکیم)

اگر علماء بنی اسرائیل کو احبار ورہبان کا لقب دیا:

بفحوائے اتخذو ا احبارهم و رهبانهم ارباباً من دون الله

تو اس امت کے راسخین فی العلم کو كَاَنْبِيَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِيْلَ کا لقب دیا گیا عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ كَاَنْبِيَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِيْلَ اور انہیں انبیاء کی طرح دعوت عام اور تبلیغ عمومی کا منصب دیا گیا اس لئے ایک حدیث میں علماء امت کے انوار کو انوار انبیاء سے تشبیہ دی گئی۔ وَنُوْرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِثْلُ نُوْرِ الْاَنْبِيَاءِ یعنی خصوصیات انبیاء سے صرف یہ امت سرفراز ہوئی۔

چنانچہ ارشاد نبوی ہے کہ: هٰذَا وُضُوْئِیْ وَوُضُوْءُ الْاَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلُ جس سے تین تین بار اعضائے وضو کا دھونا امت کے لئے سنت قرار دیا گیا جو اصل میں انبیاء کا وضو ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انبیاء کے اعضاء وضو بھی اسی طرح چمکتے ہوں گے مگر یہ وضو اور امتوں کو نہیں دیا گیا۔ بجز امت مرحومہ کے تو اسی کا نور مشابہ ہو گیا انبیاء کے نور کے۔اور میں نے اس امت کو امر کیا ہے غسل جنابت کا جیسا کہ انبیاء کو دیا تھا اور امت کو امر کیا حج کا جیسا کہ انبیاء کو کیا تھا چنانچہ کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے حج نہ کیا ہو اور امر کیا امت کو جہاد کا جیسا کہ رسولوں کو امر کیا۔

اگر امم سابقہ (جیسے یہود) میں توبہ قتل سے ہوتی تھی۔(القرآن الحکیم) تو اس امت کی توبہ قلبی ندامت رکھی گئی۔ اَلنَّدَمُ تَوْبَةٌ

اگر امت موسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام کا صرف ایک قبلہ (بیت المقدس) اور اگر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب عبادتوں سے جلدی ثواب والی عبادت صلہ رحمی ہے۔(الکشاف)

اہل عرب کا صرف ایک قبلہ (کعبہ معظمہ) تھا تو امت محمدیہ کو یکے بعد دیگرے یہ دونوں قبلے عطاء کئے گئے۔ جس سے یہ امت جامع امم ثابت ہوئی۔

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا (القرآن الحکیم)

اگر اور امتوں کی سیئات کا کفارہ دنیا یا آخرت کی رسوائی بغیر نہ ہوتا تھا کہ وہ سیئہ درودیوار پر مع صورت کفارہ لکھ دی جاتی تھی تو اس امت کے معاصی کا کفارہ توبہ و استغفار اور ستاری و مسامحت کے ساتھ نمازوں کے ساتھ ہو جاتا ہے۔

اگر امت موسوی علیہ السلام نے دعوت جہاد کے جواب میں اپنے پیغمبر کو یہ کہہ کر صاف جواب دے دیا کہ اے موسیٰ علیہ السلام تو اور تیرا پروردگار لڑلو ہم تو یہیں بیٹھے ہوئے ہیں۔ تو امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال اطاعت کا ثبوت پیش کرتے ہوئے نہ صرف ارض وحجاز بلکہ شرق وغرب میں دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو سربلند کیا اور اعظم درجۃ عند اللہ کا بلند مرتبہ حاصل کیا۔

اگر اور انبیاء کی امتیں محشر میں اپنی شہادت میں اپنے انبیاء علیہم السلام کو پیش کریں گی تو انبیاء علیہم السلام اپنی شہادت میں اس امت کو اور یہ امت اپنی شہادت میں حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کرے گی۔

اگر موسوی امت کو اپنے دور کے جہانوں پر فضیلت دی گئی وَاَنِّي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ۔ تو امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو علی الاطلاق اولین و آخرین پر فضیلت دی گئی۔

یا رب تو کریمی و رسول تو کریم
صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم

اگر صحابہ موسیٰ علیہ السلام باوجود معیت موسیٰ علیہ السلام کے بیت المقدس یعنی خود اپنے قبلے کو اپنے ہی وطن (یعنی فلسطین کو بھی فتح کرنے سے جی چھوڑ بیٹھے اور صاف کہہ دیا: موسیٰ علیہ السلام تو اور تیرا پروردگار لڑلو ہم تو یہیں بیٹھے ہوئے ہیں۔ (ہم سے یہ قتال و جہاد کی مصیبت نہیں سہی جاتی تو صحابہ رضی اللہ عنہم محمدی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیغمبر کی اطاعت کرتے ہوئے اپنے وطن (حجاز) کے ساتھ عالم کو فتح کر ڈالا۔ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا کا ظہور ہوا اور يَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ کا وعدہ خداوندی پورا کر دیا گیا۔ (القرآن الحکیم)

اگر جنت میں ساری امتیں چالیس صفوں میں ہوں گی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تنہا امت اسی صفیں پائے گی۔ (ترمذی و دارمی بیہقی عن بریدۃ)

اگر اور امتوں کے صدقات اور انبیاء کے خمس نذر آتش کئے جانے سے قبول ہوتے تھے جس سے امتیں مستفید نہیں ہو سکتی تھیں تو امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقات وخمس خود امت کے غرباء پر خرچ کرنے سے قبول ہوتے ہیں جس سے پوری امت مستفید ہوتی ہے۔ (بخاری فی تاریخہ عن ابن عباس)

اگر اور انبیاء علیہم السلام پر وحی آتی تھی جس سے اصلی تشریع کا تعلق تھا تو اس امت کے ربانیوں پر الہام اترا جس سے اجتہادی شریعتیں کھلیں۔

وَاِذَا جَاءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ

اگر اور انبیاء علیہم السلام کی امتوں کا مل کر کسی چیز کو جمع ہو جانا عند اللہ حجت شرعیہ نہیں تھا کہ وہ گمراہی عامہ سے محفوظ نہ تھیں۔ تو امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اجماع حجت شرعیہ قرار دیا گیا کہ وہ عام گمراہی سے محفوظ کی گئی ہے۔

مَارَاٰهُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ اور حدیث تم اللہ کے سرکاری گواہ ہو زمین میں اور آیت کریمہ ہم نے تمہیں اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم درمیانی درجہ کی امت بنایا ہے (تمہیں بھی اس کا دھیان چاہیئے)

اگر اور انبیاء کی امتیں گمراہی عامہ کی وجہ سے معذب ہو ہو کر ختم ہوتی رہی ہیں تو امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عذاب عام اور استیصال عام سے دائمی طور پر بچا لیا گیا۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ (القرآن الحکیم)

اگر اور انبیاء کی امتوں کو جنت میں نفس مقامات سے نوازا جائے گا۔ تو امت محمدیہ کو ہر مقام کا دگنا درجہ دیا جائے گا۔ تا آنکہ اس امت کے ادنی سے ادنی جنتی کا ملک بنص حدیث دس دنیا کے برابر ہو گا۔

اگر امم سابقہ کی شفاعت صرف ان کے انبیاء ہی کریں گے تو اس امت کی شفاعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس امت کے صلحاء بھی کریں گے۔ اور ان کی شفاعت سے جماعتیں کی جماعتیں نجات پا کر داخل ہوں گی۔ (ترمذی عن ابی سعید)

یہ سارے امتیازی فضائل و کمالات جو جماعت انبیاء میں آپ کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت غلامی سے امتوں میں اس امت کو دیئے گئے تو اس کی بناء ہی یہ ہے کہ اور انبیاء نبی ہیں اور یہ خاتم الانبیاء ہیں اور امتیں امم واقوام ہیں۔ اور یہ امت خاتم الامم ہے اور خاتم الاقوام ہے۔ اور انبیاء کی کتب آسمانی کتب ہیں۔ اور آپ کی لائی ہوئی کتاب خاتم الکتب ہے۔ اور ادیان ہیں اور یہ دین خاتم الادیان ہے۔ اور شرائع شریعتیں ہیں اور یہ شریعت خاتم الشرائع ہے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کا اثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے ہی کمالات و آثار میں رچا ہوا ہے۔

حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں آپ نے جہاں اپنی چھ امتیازی خصوصیات

جوامع الکلم اور غیر معمولی رعب وغیرہ ارشاد فرمائی وہیں ان میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ارشاد فرمائی کہ وَ خُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ "مجھ سے نبی ختم کر دیئے گئے"۔ (بخاری ومسلم)

اس کا قدرتی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خصوصیات اور ممتاز سیرت ختم نبوت کے تسلیم کئے بغیر زیر تسلیم نہیں آ سکتی۔ ان خصوصی فضائل کو وہی مان سکے گا جو ختم نبوت کو مان رہا ہو ورنہ ختم نبوت کا منکر درحقیقت ان تمام فضائل وکمالات اور خصوصیات نبوی کا منکر ہے۔

تو قدرتی طور پر خاتمیت کے لئے جامعیت لازم نکلی۔ ٹھیک اسی طرح حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جبکہ خاتم الکمالات ہیں۔ جن پر نبوت کے تمام علمی، عملی اور اخلاقی واحوالی مراتب ختم ہو جاتے ہیں۔ تو آپ ہی ان سارے کمالات کے جامع بھی ثابت ہوتے ہیں اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ نبوت کا ہر کمال جس جس رنگ میں جہاں جہاں اور جس جس پاک شخصیت میں موجود تھا وہ آپ ہی سے نکلا اور آخر کار آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر آ کر منتہی ہوا۔ تو یقیناً وہ آپ ہی میں جمع بھی تھا۔

اس لئے وہ تمام امتیازی کمالات علم و اخلاق اور کمالات و احوال و مقامات جو مذکورہ بالا دفعات میں پیش کئے گئے ہیں۔ اور جو آپ کے لئے وجہ امتیاز وفضیلت ہیں جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر پہنچ کر ختم ہوئے تو وہ بلاشبہ آپ ہی میں جمع شدہ بھی تھے ورنہ آپ پر پہنچ کر ختم نہ ہوتے۔ اور جو آپ کی ذات بابرکات جامع الکمالات بلکہ منبع کمالات ثابت ہوئی اور آپ کے سارے کمالات انتہائی ہو کر جامع مراتب کمالات ثابت ہوئے۔

مصحفے گشت جامع آیات ہستیش غایت ہمہ غایات

تو یقیناً آپ کی شریعت جامع الشرائع، آپ کا دین جامع الادیان، آپ کا لایا ہوا علم جامع علوم اولین و آخرین، آپ کا خلق خلق عظیم یعنی جامع اخلاق سابقین و لاحقین اور آپ کی لائی ہوئی کتاب جامع کتب سابقین ہے۔ جو آپ کی خاتمیت کی واضح دلیل ہے۔ اس لئے آپ کی خاتمیت کی شان سے آپ کی جامعیت ثابت ہوگئی۔

مجھے دو باتوں میں آدم علیہ السلام پر فضیلت دی گئی ہے۔ میرا شیطان کافر تھا جس کے مقابلے میں اللہ نے میری مدد فرمائی یہاں تک کہ وہ اسلام لے آیا اور میری بیویاں میرے دین کے لئے مددگار بنیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے احوال نبوت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سہارا دیا۔ ورقہ ابن نوفل کے پاس لے گئیں۔ وقتاً فوقتاً آپ کی تسلی وتشفی کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نصف نبوت کی حامل ہوئیں۔ اور دوسری ازواج مطہرات قرآن کی حافظہ اور حدیث کی راوی ہوئیں۔ درحالانکہ آدم کا شیطان کافر ہی تھا اور کافر ہی رہا۔ اور ان کی زوجہ ان کی خطیہ میں ان کی معین ہوئیں کہ شجرہ ممنوعہ کھانے کی ترغیب دی جس کو خطائے آدم کہا گیا۔

میری قبر اور منبر کے درمیان ایک باغ ہے جنت کے باغوں میں سے۔

اسی اثناء میں حضرت سیدنا حسن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ کہ اچانک انہیں پیاس لگی اور شدید ہوگئی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے پانی طلب فرمایا مگر نہ مل سکا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان ان کے منہ میں دے دی جسے وہ چوسنے لگے اور چوستے رہے۔ یہاں تک کہ سیراب ہوگئے۔

میں دیکھتا ہوں کہ پانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے درمیان میں سے جوش مار کر نکل رہا ہے یہاں تک کہ پوری قوم نے اس سے وضو کر لیا۔ تو میں نے جو وضو کرنے والوں کو شمار کیا تو وہ ستر اور اسی کے درمیان تھے۔

اللہ نے منتخب کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنانے کے لئے اور منتخب کیا موسیٰ علیہ السلام کو کلام کے لئے اور منتخب کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدار کے لئے۔ قرآن نے فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل نے جو کچھ دیکھا غلط نہیں دیکھا۔

دل نے جو کچھ دیکھا غلط نہیں دیکھا اس کی تفسیر میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ کو ایک بار آنکھوں سے دیکھا اور ایک بار دل سے دیکھا۔

فتح مدائن کے موقعہ پر مسلمانوں نے دریائے دجلہ کو عبور کیا اور اس میں لوگوں نے ہجوم کیا تو صحابہ رضی اللہ عنہم کی کرامتوں کا ظہور ہوا۔ اس روایت کی بقدر ضرورت تفصیل یہ ہے کہ جب بغداد وعراق پر مسلمانوں نے فوج کشی کی تو بغداد کے کنارہ پر اسی ملک کا سب سے بڑا دریا دجلہ ہے جو بیچ میں حائل ہوا۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس نہ کشتیاں تھیں اور نہ پیدل چل کر یہ گہرا پانی عبور کیا جا سکتا تھا۔ اس موقع پر بظاہر اسباب ان حضرات کو فکر دامن گیر ہوا تو حضرت علاء بن الحضرمی نے دعا کا مشورہ دیا۔ خود دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور سارے صحابہ رضی اللہ عنہم نے مل کر دعا کی۔ ختم دعا پر حکم دیا کہ سب ملکر ایک دم گھوڑے دریا میں ڈالدیں۔ تو ان حضرات نے جوش ایمانی میں خدا پر بھروسہ کر کے گھوڑے دریا میں ڈال دیئے۔ گھوڑے ہانپ ہانپ گئے۔ پانی بہت زیادہ تھا تو حق تعالیٰ نے ان کے دم لینے کے لئے مختلف سامان فرمائے۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے گھوڑوں کے لئے جابجا پانی کی گہرائیوں میں خشکی نمایاں کر دی گئی۔ بعض کے گھوڑے پانی ہی میں رک کر اور کھڑے ہو کر دم لینے لگے اور پانی انہیں ڈبو نہ سکا۔ بعض کے گھوڑوں کو پانی کی سطح کے اوپر سے اس طرح گذارا گیا

جیسے وہ زمین پر چل رہے ہوں۔ جس پر اہل فارس نے ان مقدسین کی نسبت یہ کہا تھا کہ یہ انسان نہیں جنات معلوم ہوتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ صحابہ موسوی (بنی اسرائیل کو) بحر قلزم میں بمعیت موسوی راستے بنا کر قلزم سے گزارا گیا تھا۔ تو اس امت میں اس کی نظیر یہ واقعہ ہے۔ جس میں صحابہ نبوی رضی اللہ عنہم کے لئے دجلہ میں راستے بنائے گئے اور ایک انداز کے نہیں مختلف اندازوں سے۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم بھی شکر نعمت کے طور پر اس کو واقعہ موسوی کی نظیر ہی کے طور پر دیکھتے تھے۔ پس جو معاملہ بنی اسرائیل کے ساتھ نبی کی موجودگی میں کیا تو وہ معجزہ تھا اور یہاں وہی معاملہ بلکہ اس سے بھی بڑھ چڑھ کر نبی خاتم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ نبی کی وفات کے بعد کیا گیا۔ جس سے ان کی کرامت نمایاں ہوئی۔ اور امت محمدیہ کی فضیلت امت موسوی پر اس واقعہ خاص میں بھی نمایاں رہی۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوائے نفس سے نہیں بولتے وہ وحی ہوتی ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی انتقال کے بعد جب کہ ان کا جنازہ رکھا ہوا تھا تو اچانک ان کے ہونٹوں میں حرکت ہوئی یہ کلمات نکلے۔ اریس کا کنواں؟ کیا ہے وہ اریس کا کنواں؟ تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم حیران تھے کہ ان جملوں کا کیا مطلب ہے۔ کسی کی کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ دور عثمانی میں ایک دن ذی النورین رضی اللہ عنہ اریس کے کنویں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ انگلی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشتری تھی۔ جسے آپ طبعی حرکت کے ساتھ ہلا رہے تھے۔ اچانک انگشتری طشتری میں سے نکل کر کنویں میں جا پڑی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے قلوب میں اضطراب و بے چینی پیدا ہوئی۔ کنویں میں آدمی اترے۔ سارے کنویں کو کنگھال ڈالا مگر انگشتری نہ ملنا تھی نہ ملی۔ آخر صبر کر کے سب بیٹھ گئے۔ اسی دن سے فتنوں کا آغاز ہو گیا۔ اور بندھے ہوئے قلوب میں انتشار کی کیفیات آنے لگیں۔ جو بعد کے فتنہ تخریب و اختلاف کا پیش خیمہ ثابت ہوئیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی پوری ہوگئی۔ کہ اِذَا وُضِعَ السَّيْفُ فِیْ اُمَّتِیْ لَمْ يُرْفَعْ عَنْهَا اِلٰی يَوْمِ الْقِيَامَةِ

(میری امت میں جب تلوار نکل آئی پھر وہ قیامت تک میان میں نہ جائے گی۔ چنانچہ اس فتنے کے سلسلے میں سب سے پہلا مظلمہ اور ہولناک ظلم حضرت ذی النورین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی صورت میں نمایاں ہوا۔ اب سب کی سمجھ میں آیا کہ بیر اریس کا کیا مطلب تھا۔ یہ در حقیقت اشارہ تھا کہ قلوب کی وحدت انگشتری محمد کی برکت سے قائم تھی۔ اس کا بیر اریس میں گم ہونا تھا کہ قلوب کی وحدت اور امت کی یگانگت پارہ پارہ ہوگئی جو آج تک واپس نہیں ہوئی۔ پس جنات کا مسخر ہونا آسان ہے جو آج تک بھی ہوتا رہتا ہے لیکن انسانوں کے دلوں کی تالیف مشکل ہے۔ جو گم ہو کر آج تک نہیں مل سکی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنگل میں تھے کہ اچانک یا رسول اللہ کی آواز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا۔ ایک جانب دیکھا تو ایک ہرنی بندھی ہوئی دیکھی۔ جس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذرا میرے قریب آیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کیا بات ہے۔ اس نے کہا میرے دو بچے اس پہاڑی میں ہیں ذرا مجھے کھول دیجئے میں انہیں دودھ پلا دوں اور میں ابھی لوٹ آؤں گی۔ فرمایا تو ایسا کرے گی کہ لوٹ آئے؟ کہا اگر ایسا نہ کروں تو خدا مجھے عذاب دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھول دیا اور وہ حسب وعدہ دودھ پلا کر لوٹ آئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے وہیں باندھ دیا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ کہ ایک درخت پر چڑیا کے دو بچے گھونسلے میں دیکھے ہم نے انہیں پکڑ لیا تو ان کی ماں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور سامنے آ کر فریادی کی سی صورت اختیار کرتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے بچوں کو کس نے پکڑ کر اسے درد میں مبتلا کیا ہے؟ عرض کیا گیا ہم نے۔ فرمایا جہاں سے بچے پکڑے تھے وہیں چھوڑ آؤ تو ہم نے چھوڑ دیئے۔

بھیڑیئے نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی شہادت دی۔ اور لوگوں کو اسلام لانے کی دعوت بھی دی۔ لوگ حیران تھے کہ بھیڑیا آدمیوں کی طرح بول رہا ہے۔ نیز ایک بھیڑیا بطور وفد کے خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ اور اپنے رزق کے بارے میں کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ یا تو ان بھیڑیوں کے لئے اپنی بکریوں میں سے خود کوئی حصہ مقرر کر دو یا انہیں ان کے حال پر رہنے دو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر چھوڑ دی۔ آپ نے رئیس الوفد بھیڑیئے کو کچھ اشارہ فرمایا اور وہ سمجھ کر دوڑتا ہوا چلا گیا۔

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تورات میں یہ فرمائی گئی ہے۔ کہ حق تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت تک دنیا سے نہیں اٹھائے گا۔ جبتک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے ٹیڑھی قوم (عرب) کو سیدھا نہ کر دے۔ کہ وہ توحید پر نہ آ جائیں اور کھولے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ان کی اندھی آنکھیں اور بہرے کان۔ اور اندھے دل۔

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کھجور کا ایک سوکھا تنا جس پر ٹیک لگا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ جب منبر بن گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر خطبہ دینے کے لئے چڑھے تو وہ سوکھا ستون اس طرح رونے

چلانے لگا اور بسکنے لگا جیسے بچے بسکتے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شفقت و پیار سے اس پر ہاتھ رکھا تب وہ چپ ہوا۔ (خصائص ص ۲/۷۵)

بنی اسرائیل جب گناہ کرتے تو ان کے دروازوں پر وہ گناہ اور اس کا کفارہ لکھ کر انہیں رسوا کر دیا جاتا تھا اگر کفارہ ادا کرتے تو دنیا کی اور نہ کرتے تو آخرت کی رسوائی ہوتی۔ لیکن تمہیں اے امت محمدیہ اس سے بہتر صورت دی گئی۔ اللہ نے فرمایا کہ جو بری حرکت کرے اور اپنے نفس پر ظلم کرے اور پھر اللہ سے مغفرت چاہے تو اللہ کو غفور و رحیم پائے گا (عام رسوائی اور فضیحتی نہ ہوگی) اور پھر پانچ نمازیں اور جمعہ کے دوسرے جمعہ تک درمیانی گناہوں کا کفارہ ہوں گے۔

قیامت کے دن نوح علیہ السلام لائے جائیں گے اور پوچھا جائے گا کہ تم نے اپنی امت کو تبلیغ کی؟ کہیں گے کی ہے اے میرے رب تو ان کی امت سے پوچھا جائے گا۔ کیا نوح نے تمہیں تبلیغ کی؟ وہ کہیں گے ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا آیا نہیں۔ نوح علیہ السلام سے پوچھا جائے گا کہ تمہارا گواہ کون ہے؟۔

عرض کریں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت تم (اے امت والو) بلائے جاؤ گے اور تم گواہی دو گے کہ نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔ اور ہم نے تمہیں اے امت محمدیہ درمیانی اور معتدل امت بنایا ہے تاکہ تم اقوام عالم پر گواہ بنو۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تم پر گواہ ہوں۔

حدیث ہے، ہم آخر ہیں دنیا میں اور اول ہیں آخر میں۔ کہ سب خلائق سے پہلے ہمارا فیصلہ سنایا جاوے گا۔

(ابونعیم عن انس) آخر دنیا میں اور اول قیامت میں حساب و کتاب میں بھی اول اور داخلہ جنت میں بھی اول۔

تم بہترین امت ہو جو انسانوں کے لئے کھڑی کی گئی ہے۔ اور حدیث میں ہے میری امت بہترین امم بنائی گئی ہے۔ اور حدیث میں ہے زبور میں حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے داؤد علیہ السلام میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو علی الاطلاق فضیلت دی اور اس کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی۔

بادشاہ حبش (نجاشی) شاہ مصر و اسکندریہ مقوقس، شاہان عمان، وغیرہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قاصد بھیج کر اپنی فرمانبرداری اور نیازمندی کا ثبوت دیا۔ پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جزیرہ عرب پورا کا پورا لے لیا۔ فارس پر فوج کشی کی شام کے اہم علاقے بصرہ وغیرہ فتح ہوئے۔ پھر فاروق اعظم کے زمانہ میں پورا شام، پورا مصر، فارس و ایران اور پورا روم اور قسطنطنیہ فتح ہوا۔ پھر عہد عثمانی میں اندلس، طبرس، بلاد قیران، دسعبہ اقصائے چین و عراق و خراسان و اہواز اور ترکستان کا ایک بڑا علاقہ فتح ہوا اور پھر امت کے ہاتھ پر ہندو، سندھ یورپ، ایشیا کے بڑے بڑے علاقے فتح ہوئے جن پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا اور بالآخر زمانہ آخر میں پوری دنیا پر بیک وقت اسلام کا جھنڈا لہرانے لگا۔ وعدہ امت کو دیا گیا جو پورا ہو کر رہے گا۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔

اے یہود! اللہ نے اپنے دو نام رکھے اور پھر ان دو ناموں میں سے میری امت کا نام رکھا۔ اللہ تعالیٰ سلام ہے تو اس نام پر اس نے میری امت کو مسلمین کہا اور وہ مومن ہے اور اپنے اس نام پر اس نے میری امت کو مؤمنین فرمایا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ عن مکحول)

مُصَدِّقِیَّتْ

اب اس جامعیت سے آپ کی افضلیت کا ایک اور مقام نمایاں ہوتا ہے۔ اور وہ شان مصدقیت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سابقین کی ساری شریعتوں اور ان کی لائی ہوئی ساری کتابوں کے تصدیق کنندہ ثابت ہوئے ہیں۔ جس کا دعویٰ قرآن حکیم نے فرمایا ہے۔

ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ.

"پھر تمہارے پاس (اے پیغمبران الٰہی) وہ عظیم رسول (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) آ جائیں۔ جو تمہارے ساتھ کی ہر چیز (سماوی کتب نبوت معجزات تعلیمات وغیرہ کے تصدیق کنندہ ہوں تو تم ان پر ایمان لانا اور ان کی نصرت کرنا۔"

اور فرمایا: بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِينَ.

بلکہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آئے اور رسولوں کی تصدیق کرتے ہوئے۔"

اس لیے سارے پچھلے ادیان کے حق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصدق ہونے کی شان نمایاں تر ہو جاتی ہے۔ اور واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام اقرار شرائع کا نام ہے انکار شرائع کا نام نہیں۔ تصدیق مذاہب کا نام ہے۔ تکذیب مذاہب کا نہیں۔ توقیر ادیان کا نام ہے تحقیر ادیان کا نہیں تعظیم مقتدایان مذاہب کا نام ہے توہین مقتدایان کا نام نہیں۔ اس کا قدرتی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اسلام کا ماننا درحقیقت ساری شریعتوں کا ماننا اور اس کا انکار کرنا ساری شریعتوں کا انکار ہے اور اسلام آ جانے کے بعد اس سے منکر درحقیقت کسی بھی دین و شریعت کے مقر تسلیم نہیں کیے جا سکتے۔

اسی بناء پر اگر ہم دنیا کے سارے مسلم اور غیر مسلم افراد سے یہ امید رکھیں کہ وہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی اس جامع و خاتم سیرت کے مقامات کو سامنے رکھ کر اس آخری دین کو پوری طرح سے اپنائیں اور اس کی قدر و عظمت کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں تو یہ بے جا آرزو نہ ہوگی

۔مسلمانوں سے تو اس لیے کہ حق تعالیٰ نے انہیں اسلام دے کر دین ہی نہیں دیا بلکہ سرچشمہ ادیان دے دیا ہے اور ایک جامع شریعت دے کر دنیا کی ساری شریعتیں ان کے حوالہ کر دیں۔ جبکہ وہ سب کی سب شاخ در شاخ ہو کر اسی آخری شریعت سے نکل رہی ہیں۔ جس سے مسلمان بیک وقت گویا سارے ادیان و شریعت پر عمل کرنے کے قابل اور اس جامع عمل سے اپنے لئے جامعیت کا مقام حاصل کرنے کے قابل بنے ہوئے ہیں اور اس طرح وہ ایک دین نہیں بلکہ تمام ادیان عالم پر مرتب ہونے والے سارے ہی اجر و ثواب اور درجات و مقامات کے مستحق ٹھہر جاتے ہیں۔

اندریں صورت اگر ہم یوں کہیں تو خلاف حقیقت نہ ہوگا اگر وہ صحیح معنی میں عیسائی موسائی ابراہیمی اور نوحی بھی ہیں کہ آج انہیں کے دم سے سچی نوحیت، ابراہیمیت، موسائیت، اور عیسائیت دنیا میں زندہ ہے۔ جب کہ بلا استثناء ان سب کے ماننے اور ان کی لائی ہوئی شرائع کو سچا تسلیم کرنے کی روح انہوں نے ہی پھونک رکھی ہے۔

بلکہ اپنی جامع شریعت کے ضمن میں ان سب شریعتوں پر عمل پیرا بھی ہیں۔ ورنہ آج ابراہیم علیہ السلام کے ماننے والے براہمہ اپنے کو اس وقت تک براہمہ نہیں سمجھتے جب تک کہ وہ حضرت موسیٰ و عیسیٰ و محمد علیہم السلام کی تکذیب و توہین نہ کرلیں۔ اسی طرح آج کی عیسائیت کو ماننے والے بزعم خود اپنی عیسائیت کو اس وقت تک برقرار نہیں رکھ سکتے جب تک کہ وہ محمدیت کی تکذیب نہ کرلیں۔ گویا ان کے مذہب کی بنیاد ہی تکذیب پر ہے تصدیق پر نہیں۔ انکار پر ہے اقرار پر نہیں۔ توہین پر ہے توقیر پر نہیں۔ جہالت پر ہے معرفت پر نہیں۔ حالانکہ مذہب نام اقرار کا نے انکار کا نہیں۔ ایمان نام معرفت کا ہے جہالت کا نہیں دین نام محبت کا ہے عداوت کا نہیں۔ پس تسلیم و اقرار تعظیم و توقیر علم و معرفت اور ایمان و دین کا کارخانہ سنبھلا ہوا ہے تو صرف اسلام ہی سے سنبھلا ہوا ہے۔

اور اسی کی تسلیم عام اور تصدیق عام کی بدولت تمام مذاہب کی اصلیت اور توقیر محفوظ ہے ورنہ اقوام دنیا نے مل کر تعصبات کی راہوں سے اس کارخانہ کو درہم برہم کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ بنا بریں اسلام کے ماننے والے تو اس لیے اسلام کی قدر پہچانیں اور اسے دستور زندگی بنائیں کہ اللہ نے انہیں تعصبات کی دلدل سے دور رکھ کر دنیا کی تمام قوموں امتوں اور ان کے تمام مذاہب کا رکھوالا اور محافظ بنایا اور ان میں سے غل و غش کو الگ دکھا کر اصلیت کا راز داں تجویز کیا۔ دوسرے ان کا اقرار و تسلیم صرف ان ہی کی شریعت تک محدود نہیں بلکہ شاخ در شاخ بنا کر دنیا کی تمام شریعتوں تک پھیلا دیا ہے۔ جس سے اگر ایک طرف ان کے دین کی وسعت و عمومیت اور جامعیت نمایاں کی جو خود دین والوں کی جامعیت اور وسعت کی دلیل ہے۔ تو دوسری طرف اسلامی دین کا غلبہ بھی تمام ادیان پر پورا کر دیا جس کی قرآن نے: لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ''تاکہ اسلامی دین کو اللہ تمام دینوں پر غالب فرمائے'' خبر دی تھی۔

کیونکہ غلبہ دین کی اس سے زیادہ نمایاں اور واضح دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ دین اسلام تمام ادیان کا مصدق بن کر ان میں روح کی طرح دوڑا ہوا انہیں تھامے ہوئے ہے۔ ان کا قیوم اور سنبھالنے والا ہے۔ اور اسی کے دم سے ان کی تصدیق و توثیق باقی ہے ورنہ اقوام عالم تو مذاہب کی تردید و تکذیب کر کے انہیں محض لاشے بنا چکی تھیں۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصَارٰى عَلٰى شَيْئٍ.
وَقَالَتِ النَّصَارٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْئٍ.

''یہود نے کہا کہ نصاریٰ محض لاشئے ہیں اور نصاریٰ نے کہا کہ یہود لاشئے محض ہیں۔'' اور اس طرح ہر قوم اپنے سوا دوسرے مذاہب کو تردید و تکذیب سے دفن کر چکی تھی۔

مصدق عام اور قیوم عمومی بن کر تو اسلام ہی آیا جس نے ہر مذہب کی اصلیت کو نمایاں کر کے اس کی تصدیق کی اور اسے باقی رکھا۔ جس سے مذاہب سابقہ اپنا دور پورا کر دینے کے بعد بھی دلوں اور ایمانوں میں محفوظ رہے اور کون نہیں جانتا کہ کسی چیز کا سنبھلنے والا اور تھامنے والا ہی اس چیز پر غالب ہوتا ہے جسے وہ تھام رہا ہے ورنہ بلا غلبہ کے تھامتا کیسے؟ اور تھمی شے تھامنے والے کے ساتھ مغلوب اور ضعیف ہوتی ہے ورنہ اسے تھامنے والے کے سہارے کی ضرورت کیوں پڑتی؟ پس جب کہ ادیان سابقہ کی اصلیت اسلام کے سہارے تھمی ہوئی ہے تو ادیان سابقہ اس کے محتاج ثابت ہوئے۔ اور وہ ان کے لحاظ سے غنی رہا۔ اور ظاہر ہے کہ محتاج غنی پر غالب نہیں ہوسکتا۔ بلکہ غنی محتاج پر غالب ہوتا ہے اس لیے کہ اسلام کا غلبہ اس قومیت کے سلسلے سے تمام ادیان پر نمایاں ہو جاتا ہے۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ.

''اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس اسلامی دین کو تمام دینوں پر غالب فرمائے۔''

پس اسلام کا غلبہ جہاں حجت و برہان سے اس نے دکھلایا جہاں تیغ و سنان سے اس نے دکھلایا جو باہر کی چیزیں ہیں وہ خود دین کی ذات ہی سے دکھلایا۔ اور وہ اس کی عمومیت قبولیت اور مصدقیت عام سے جس سے اس نے روح بن کر ادیان کو سنبھال رکھا ہے۔ جس سے دین کا بین الاقوامی

دین ہونا بھی واضح ہو جاتا ہے۔ بہر حال اسلام والے تو اس لیے اسلام کی قدر کرتے ہیں کہ وہ کامل جامع مصدق عالمگیر دین اور روح ادیان عالم ہے جوانہیں پشتینی طور پر ہاتھ لگ گیا ہے۔

اور غیر مسلم اس لیے اس کی طرف بڑھیں اور اس کی قدر پہچانیں کہ آج کی ہمہ گیر دنیا میں اول تو جزوی اور مقامی ادیان چل نہیں سکتے جیسا کہ مشاہدے میں آرہا ہے۔ کہ ہر ایک مذہب گویا منظر عام سے ہٹ کر چھپنے کے لیے پہاڑوں یا غاروں کی پناہ لینی پڑتی ہے اور یا باہر آ کر زمانہ کے تقاضوں کے مطابق اپنے اندر ترمیمیں کرنی پڑ رہی ہیں۔ اور وہ بھی اسلام ہی سے لے کرتا کہ دنیا میں اس کے گاہک باقی رہیں۔ مگر ان میں سے کوئی چیز بھی ان ادیان کے محدود اور مقامی اور محض قومی ہونے کو چھپا نہیں سکتیں۔ ان کے پیوندوں سے خود ہی پتہ چل جاتا ہے کہ لباس کو نمائش کی حد تک صحیح دکھانے اور جاذب نظر بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اسی لیے ان قومیتوں کی حد بندیوں کے مذاہب سے دلوں کی توجہ ہٹتی جا رہی ہے جیسا کہ مشاہدہ میں آ رہا ہے اندریں صورت تقاضا دانش و بینش اور مقتضائے فطرت صرف یہ ہے کہ اجزاء سے ہٹ کر کل اور مجموعہ کو اپنایا جائے۔ جس کے ضمن میں یہ جزوی دین خود بخود آ جائیں۔ اور ظاہر ہے کہ جب اصلیت کی حد تک اسلام نے تمام شرائع اور ادیان کو اپنے ضمن میں رکھا ہے تو اسلام قبول کرنے والے ان ادیان سے محروم نہیں رہ سکتے۔

بلکہ اگر وہ اپنے ادیان کی حفاظت چاہتے ہیں تو اب بھی انہیں اسلام ہی کا دامن سنبھالنا چاہئے کیونکہ اسلام ہی نے ان ادیان کو تا بحد اساسیت اپنے ضمن میں سنبھال رکھا ہے اگر وہ اپنے ادیان کی موجودہ صورتوں پر جمے رہتے ہیں تو اول تو وہ بے سند ہیں ان کی کوئی حجت سامنے نہیں۔ اسلام ان کی سند تھا۔ تو اسے انہوں نے اختیار نہیں کیا۔ اسلام سے ہٹ کر دوسرے مذاہب میں دین کی سند و استناد کا کوئی سسٹم ہی نہیں جس سے انکی اصلیت کا پتہ نشان لگ سکے۔ اور ظاہر ہے کہ بے سند بات بحث نہیں ہو سکتی اور اگر کسی حد تک کوئی اپنی سلائی فطرت سے اصلیت کا سراغ لگا بھی لے تو زیادہ سے زیادہ وہ ایک جزئی قومی اور مقامی دین کا پیرو رہا جو آج کے بین الاقوامی دین بین الاوطانی اور عمومیت و کلیت کے دور میں نہیں چل سکتا۔ اسی لیے ارباب ادیان ایسے دینوں میں ترمیمات کے مسودے لا رہے ہیں اور آئے دن اس قسم کی خبروں سے اخبارات کے کالم بھرے رہتے ہیں۔ البتہ اگر وہ اسلام سنبھال لیں تو اس پر چلنا درحقیقت تمام ادیان پر چلنا ہے۔ اور ہر دین کی جتنی واقعی اصلیت ہے اسے تھامے رہنا ہے اس لیے نفس دین کا تھامنا ضروری ہو تب اور اپنے اپنے ادیان کا تھامنا ضروری ہو تب بہر دو صورت اسلام ہی کا تھامنا عقلاً اور نقلاً ضروری نکلتا ہے۔

بہر حال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے سے آپ کی لائی ہر چیز شریعت، کتاب، قوم، امت، اصول، قواعد اور احکام وغیرہ ساری چیزیں خاتم ٹھہرتی ہیں۔ اسی لیے جس طرح آپ کو خاتم النبیین فرمایا گیا ہے اسی طرح آپ کے دین کو خاتم الادیان بتایا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ .

''آج کے دن میں نے تمہارے لیے دین کو کامل کر دیا۔''

اور ظاہر ہے کہ اکمال اور تکمیل کے بعد نئے دین کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ اسلیے یہ کامل دین ہی خاتم الادیان ہوگا۔ کہ کوئی تکمیل طلب نہیں ایسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو خاتم الامم کہا گیا۔ جس کے بعد کوئی امت نہیں۔ حدیث قتادہؓ میں ہے:

نَحْنُ اٰخِرُهَا وَخَيْرُهَا (درمنثور)

''ہم (امتوں) میں سب سے آخر ہیں اور سب سے بہتر ہیں۔''

حدیث ابی امامہ ہے:

يَا اَيُّهَا النَّاسُ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَلَا اُمَّةَ بَعْدَكُمْ (مسند احمد)

''اے لوگو! میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں۔''

(یعنی میں آخری نبی ہوں۔ اور تم آخری امت ہو یہی وہ خاتمیت ہے)

آپ نے اپنی مسجد کے بارے میں فرمایا جو حدیث عبداللہ بن ابراہیم میں ہے کہ:

فَاِنِّيْ اٰخِرُ الْاَنْبِيَاءِ مَسْجِدِيْ اٰخِرُ الْمَسَاجِدِ (مسلم)

میں آخر الانبیاء ہوں اور میری مسجد آخر المساجد ہے (وہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت مسجد میں آئی۔

حدیث عائشہ میں یہ دعوی خاتمیت کے الفاظ کے ساتھ ہے۔

اَنَا خَاتِمُ الْاَنْبِيَاءِ وَمَسْجِدِيْ خَاتِمُ مَسَاجِدِ الْاَنْبِيَاءِ. (کنز العمال)

''میں خاتم الانبیاء ہوں اور میری مسجد مساجد الانبیاء میں خاتم المساجد ہے''۔

اور جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آوردہ کتاب قرآن ناسخ الادیان اور ناسخ الکتب ہے تو یہی معنی اس کے خاتم الکتب ہونے کے ہیں۔ کیونکہ ناسخ ہمیشہ آخر میں اور ختم ہونے پر آتا ہے اور اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت عامہ دی گئی کہ دنیا کی ساری اقوام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی طرف بلائیں۔ کہ اس دین کے بعد کوئی اور دین کسی خاص قوم کے پاس آنے والا نہیں جس کی دعوت آنے والی ہو تو اسی ایک دین کی دعوت عام ہوگئی۔ کہ وہ خاتم ادیان اور آخر ادیان ہیں۔

خلاصہ یہ کہ یہ ساری خاتمیتیں درحقیقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتم نبوت کے آثار ہیں خاتمیت سے جامعیت نکلی تو یہ ساری چیزیں جامع بن

گئیں۔اور جامعیت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصدقیت کی شان پیدا ہوئی جو ان سب چیزوں میں آتی چلی گئی۔قرآن کو مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ کہا گیا امت کو بھی مصدق انبیاء بنایا گیا کہ سب اگلے پچھلے پیغمبروں پر ایمان لاؤ۔دین بھی مصدق ادیان ہوا۔

یہی وہ سیرت نبوی ہے جامع اور انتہائی نکات ہیں جن سے یہ سیرت مبارک تمام سیر انبیاء پر حاوی و غالب اور خاتم السیر ثابت ہوئی اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا بیان محض کمال کا بیان نہیں بلکہ امتیازی کمالات اور ان کے بھی انتہائی نکات کا بیان ہے جو اسی وقت ممکن ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو مانا جائے کہ یہ امتیازات اور امتیاز کی مدت مطلق نبوت کے آثار نہیں بلکہ ختم نبوت خود ہی نفس نبوت سے ممتاز اور افضل ہے کہ سر چشمہ نبوات ہیں۔اس لیے اس کے امتیازی آثار بھی مطلق آثار نبوت سے فائق اور افضل ہونے ناگزیر تھے۔پس سیرت خاتمیت کے چند نمونے ہیں جو اس مختصر سی فہرست میں پیش کیے گئے ہیں۔جن کا عدد () ہوتا ہے۔

ان میں اولاً چند دفعات میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا تفوق و امتیاز دوسرے ادیان پر دکھلایا گیا ہے۔

پھر چند نمبروں پر طبقہ انبیاء علیہم السلام کے کمالات و کرامات اور معجزات کی فوقیت دکھلائی گئی ہے۔

پھر چند نمبروں میں خصوصی طور پر نام بنام حضرات انبیاء علیہم السلام کے خصوصی احوال و آثار اور مقامات پر حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال و آثار اور مقامات کی عظمت واضح کی گئی ہے۔

پھر چند شماروں میں اور انبیاء کی امتوں پر امت خاتم کی عظمت و برگزیدگی واضح کی گئی ہے۔جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر جہتی عظمت و فوقیت کاملیت و جامعیت اولیت و آخریت روز روشن کی طرح کھل کر سامنے آجاتی ہے۔جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کے آثار ولوازم ہیں۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کے اثبات میں کس درجہ اہتمام ہے کہ ختم نبوت کا دعویٰ قرآن کریم میں کر کے سینکڑوں سے متجاوز احادیث میں ختم نبوت و آثار اور شواہد و نظائر شمار کرائے گئے ہیں۔جن میں سے چند کا انتخاب ان مختصر اوراق میں پیش کیا گیا۔پس ختم نبوت سے متعلق پہلی قسم کی آیات و روایات پر مشتمل کتابیں دعوائے ختم نبوت کی کتابیں لکھی جائیں گی۔اور یہ رسالہ جس میں آثار ولوازم ختم نبوت کے نمونے اور خصوصیات ختم نبوت کے شواہد و نظائر پیش کیے گئے ہیں دلائل ختم نبوت کی کتاب کہی جائے گی۔جس سے صاف روشن ہو جاتا ہے کہ ختم نبوت کا مسئلہ اسلام میں سب سے زیادہ اہم سب سے زیادہ بنیادی اور اساسی مسئلہ ہے جس پر اسلامی شریعت کی خصوصیت کی بنیاد قائم ہے۔اگر اس مسئلہ کو تسلیم نہ کیا جائے یا اس میں رخنہ ڈال دیا جائے تو اسلامی خصوصیات کی ساری عمارت نیچے آپڑے گی۔اور مسلم کے ہاتھ میں کوئی خصوصی خرمہرہ باقی نہ رہے گا۔جس سے وہ اسلام کو دنیا کی ساری اقوام کے سامنے پیش کرنے کا حق دار بنا تھا۔

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بغیر قابل تسلیم ہی نہیں بن سکتے کہ ختم نبوت کو تسلیم کیا جائے کہ اس پر خصوصیات نبوی کی عمارت کھڑی ہوئی ہے۔پس اس مسئلہ کا منکر درحقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کا منکر اور اس مسئلہ کو مٹا دینے کا ساعی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیازی فضائل کو مٹا دینے کی سعی میں لگا ہوا ہے۔

اس لیے جو طبقات بھی ختم نبوت کے منکر ہیں خواہ صراحتاً اس کے منکر ہوں یا تاویل کے راستہ سے دین کے اس بدیہی اور ضروری مسئلہ کے انکار پر آئیں۔ان کا شریعت اسلام اور پیغمبر اسلام سے کوئی تعلق نہیں مانا جاسکتا۔اور نہ وہ اسلامی برادری میں شامل سمجھے جاسکتے ہیں۔جس طرح توحید کا منکر قولی ہو یا مصرح اسلام سے خارج اور اس سے بے واسطہ ہے۔اسی طرح ختم رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر خواہ انکار سے ہو یا تاویل سے اسلام سے خارج مانا جاوے گا۔کیونکہ وہ صرف ایک مسئلہ کا منکر نہیں بلکہ اسلام کے سارے امتیازات سارے ممتاز فضائل ساری ہی خصوصیات اور صدہا دینی روایات کا منکر ہے جن کا قدر مشترک تواتر کی حد سے نیچے نہیں رہتا۔

بہر حال ختم نبوت درخشاں آثار اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی شمائل و فضائل بالفاظ دیگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہزاروں وجوہ و دلائل میں یہ چند نمونہ ہیں جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر اور تشریح کے طور پر پیش کیا گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اندھے کو چالیس یا پچاس ہاتھ چلائے اس کیلئے ایک غلام آزاد کرنے کی طرح ثواب ہوگا۔'' (بیہقی)

باب۲۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نبوت کے جھوٹے دعویدار

اسود عنسی مدعی نبوت

اسود نے حضور سید کون و مکان علیہ التحیۃ والسلام کے آخری ایام سعادت میں یمن کے اندر دعوائے نبوت کیا۔ اہل نجار اور قبیلہ مذحج نے اس کی متابعت اختیار کی۔ اسود کا قبیلہ عنس قبیلہ مذحج ہی کی ایک شاخ تھا۔ جب اسود کی جمعیت بڑھی تو اس نے تھوڑے ہی دنوں میں پہلے نجران اور پھر یمن کے اکثر دوسرے حصوں پر قبضہ کر لیا۔ انجام کار یمن کے دارالحکومت صنعاء کا رخ کیا۔ وہاں کے عامل شہر بن باذان رضی اللہ عنہ نے اس کا مقابلہ کیا لیکن مغلوب ہو کر جرعہ شہادت لے لیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو آپ نے مسلمانان یمن کو لکھ بھیجا کہ جس طرح بن پڑے اسودی فتنہ کا استیصال کریں۔

اہل یمن اس فرمان سے بڑے قوی دل ہوئے اور یمن کے مختلف علاقوں میں در پردہ حربی تیاریاں ہونے لگیں۔ لیکن دارالحکومت صنعاء کے مسلمان اسود کے مقابلہ میں اپنی حربی کمزوری محسوس کر رہے تھے۔ اس لئے انہوں نے مصالحت و صوابدید اس میں دیکھی کہ عسکری اجتماع کی بجائے مخفی سرگرمیوں سے اس کی جان لیں۔ اسود نے شہر بن باذان رضی اللہ عنہ کے واقعہ شہادت کے بعد ان کی بیوی آزاد کو جبراً گھر میں ڈال لیا تھا۔ اور آزاد کے عم زاد بھائی حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ جو شاہ حبشہ کے خواہر زادہ تھے آزاد کو اسود کے پنجۂ بیداد سے آزاد کرانے کے لئے سخت فکرمند تھے۔

مسلمانوں نے آزاد کو اپنا رازدار بنایا اور اس کے مشورہ کے بموجب ایک رات چند مسلمان نقب لگا کر اسود کے محل میں گھس گئے۔ فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ نے جو ایک قوی الجثہ جوان تھے اچانک اسود کی گردن اور منڈی جا پکڑی اور بڑی پھرتی سے مروڑ کر اس کی گردن توڑ دی۔ اور اسے آناً فاناً بستر ہلاکت پر ڈال دیا۔

اسود کی ہلاکت کے بعد اہل ایمان نے اس کے پیروؤں اور ہواخواہوں کو مغلوب کر کے چند ہی روز میں یمن کی حکومت بحال کر لی۔ شہر بن باذان رضی اللہ عنہ کی جگہ حضرت معاذ بن جبل انصاری رضی اللہ عنہ صنعاء کے حاکم قرار پائے۔ سید دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی الٰہی سے اطلاع پا کر فرمایا تھا کہ اسود فلاں رات اور فلاں وقت مارا جائے گا۔ چنانچہ جس وقت وہ قعر عدم میں پہنچا اس صبح کو مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ آج رات اسود مارا گیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم عرض پیرا ہوئے یا رسول اللہ! کس کے ہاتھ سے ہلاک ہوا۔ فرمایا ایک مسلمان کے ہاتھ سے جو ایک بابرکت خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ پوچھا گیا کہ اس کا نام کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فیروز دیلمی رحمہ اللہ۔

چند روز بعد جب یمن کا قاصد اسود کے مارے جانے اور اسلامی فرمانروائی کے بحال ہونے کی خبر لے کر مدینۃ الرسول پہنچا تو اس وقت حضرت سرور عالم و عالمیان علیہ الصلوٰۃ والسلام رحمت الٰہی کی آغوش میں استراحت فرما چکے تھے۔ اور امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت کو اپنے مبارک قدموں سے زینت بخشی تھی۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنے عہد خلافت میں سب سے پہلی جو بشارت ملی وہ اسود ہی کے قتل کا مژدہ تھا۔ اسودی فتنہ کے تفصیلی حالات معلوم کرنے کے لئے راقم السطور کی کتاب "ائمہ تلبیس" (۸-۱۶) کی طرف رجوع فرمائیے۔

مسیلمہ کذاب

جب فخر بنی آدم حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا غلغلہ اقصائے عالم میں بلند ہوا تو قبیلہ بنو حنیفہ نے قبول اسلام کے بعد ایک وفد مدینہ منورہ بھیجا مسیلمہ بھی اس وفد میں شریک تھا۔ وفد کے دوسرے ارکان کی طرح مسیلمہ نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ مسیلمہ ذاتی وجاہت اور قابلیت کے لحاظ سے اپنے قبیلہ میں ممتاز اور طاقت لسانی اور فصاحت و انشاء پردازی میں اقران و اماثل میں ضرب المثل تھا۔ اس لئے اس نے بیعت کرنے کے بعد بارگاہ نبوت میں درخواست کی۔ کہ حضور مجھے اپنا خلیفہ و جانشین مقرر فرمادیں۔ یہ درخواست آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر شاق گذری۔ اس وقت کھجور کی ایک ٹہنی آپ کے سامنے پڑی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو مسیلمہ اگر تم خلافت کے بارہ میں یہ شاخ خرما بھی مجھ سے طلب کرو تو میں تمہاری خواہش پوری نہیں کروں گا۔ مسیلمہ متمنی تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنی نبوت میں شریک بنالیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حق پژدہانہ جواب نے اس کے نخل امید کو بالکل خشک کر دیا۔

جب مسیلمہ ادھر سے مایوس ہوا تو بوقت مراجعت اس کے دل میں خود نبی

بننے کے خیالات موجزن ہوئے۔ اور اپنے قبیلہ میں پہنچ کر لوگوں سے کہنے لگا۔ کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت میں اسے شریک کر لیا ہے۔ اور اپنی من گھڑت وحی والہام کے افسانے سنا سنا کر لوگوں کو راہ حق سے منحرف کرنے لگا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بعض زود اعتقاد لوگ سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ساتھ ساتھ مسیلمہ کی نبوت کے بھی قائل ہو گئے۔

جب مسیلمی اغواء کوشیوں کی اطلاع آستان نبوت میں پہنچی تو حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنوحنیفہ کے ایک ممتاز رکن رحال بن عنفوہ کو جونہار کے لقب سے مشہور تھا۔ اس غرض سے یمامہ روانہ فرمایا کہ مسیلمہ کو سمجھا بجھا کر راہ راست پر لائے۔ مسیلمہ بڑا لسان اور خوش بیان تھا۔ رحال نے مسیلمہ کو راہ راست پر لانے کی بجائے اُلٹا اثر قبول کر لیا۔ اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ مسیلمہ کی بھی نبوت کا اقرار کر کے اپنی قوم سے بیان کیا کہ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ مسیلمہ نبوت میں میرا شریک ہے۔ بنوحنیفہ نے اس کی شہادت پر وثوق کر کے مسیلمہ کی نبوت تسلیم کر لی اور سارا قبیلہ اس کے دام ارادت میں پھنس کر مرتد ہو گیا۔

کچھ دنوں کے بعد بنوحنیفہ کا ایک اور وفد مدینۃ الرسول گیا ان لوگوں کو مسیلمہ کی تقدیس وطہارت میں بڑا غلو تھا۔ یہ لوگ مسیلمہ کے شیطانی الہامات کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے سامنے بڑے فخر سے وحی الٰہی کی حیثیت سے پیش کر رہے تھے۔ جب حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کو ارکان وفد کی اس ماؤف ذہنیت کا علم ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا کہ بنوحنیفہ نے اسلام سے منحرف ہو کر مسیلمہ کا نیا طریقہ اختیار کر لیا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ دیا جس میں حمد اور ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا کہ ”مسیلمہ ان تیس مشہور کذابوں میں سے ایک کذاب ہے جو دجال اعور سے پہلے ظاہر ہونے والے ہیں“۔ اس دن سے اہل ایمان مسیلمہ کو مسیلمہ کذاب کہنے لگے۔

مسیلمہ نے کمال جسارت و بے باکی کے ساتھ حضرت فخر الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے نام ایک خط روانہ کیا جس میں لکھا تھا۔ مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ کے نام۔ معلوم ہوا کہ امر نبوت میں مَیں آپ کا شریک کار ہوں۔ عرب کی سرزمین نصف ہماری (یعنی بنوحنیفہ) کی اور نصف قریش کی ہے۔ لیکن قوم قریش زیادتی اور بے انصافی کر رہی ہے۔ اور یہ مکتوب اپنی قوم کے دو شخصوں کے ہاتھ مدینہ منورہ روانہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو قاصدوں سے پوچھا کہ مسیلمہ کے بارے میں تمہارا کیا عقیدہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم بھی وہی کہتے ہیں جو ہمارے مسیلمہ کا ارشاد ہے۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر قاصد کا قتل جائز ہوتا تو میں تم دونوں کی گردن مارنے کا حکم دیتا۔ اس روز سے دنیا میں یہ اصول مسلّم اور زبان زد خاص و عام ہو گیا کہ قاصد کا قتل جائز نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی سے یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ جس طرح جھوٹے نبی واجب القتل ہیں اسی طرح ان کو سچا نبی ماننے والے بھی گردن زنی ہوتے ہیں۔ حضرت سید موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چٹھی کا یہ جواب لکھوایا۔ منجانب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنام مسیلمہ کذاب۔ سلام اس شخص پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اس کے بعد معلوم ہو کہ زمین اللہ کی ہے۔ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا مالک بنا دیتا ہے۔ اور عاقبت کی کامرانی متقیوں کے لئے ہے۔ اس کے چند ہی روز بعد آفتاب رسالت رحمت الٰہی کے شفق میں مستور ہو گیا۔

اب امیر المؤمنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سیف اللہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر گراں کے ساتھ مسیلمہ کے مقابلہ میں جانے کا حکم دیا۔ اور وہ دار الخلافت سے باد و برق کی سی تیزی کے ساتھ یمامہ کو روانہ ہوئے۔ اسی اثناء میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی طرح شرجیل نے شتاب زدگی سے کام لیکر حضرت سیف اللہ کی آمد سے پہلے ہی مسیلمہ کی حربی قوت کا اندازہ کئے بغیر مرتدین بنوحنیفہ سے مقابلہ شروع کر دیا۔ جس میں انہیں بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کی مقرر ہزیمت کا علم ہوا تو شرجیل کو سخت ملامت کی اور فرمایا ہماری آمد کا انتظار کئے بغیر کیوں پیش دستی کی۔ تمہاری عجلت پسندی کا نتیجہ یہ ہے کہ دشمن کی جمعیت پہلے سے بھی فزوں تر ہو گئی ہے اور اس کے حوصلے بڑھ گئے ہیں۔

حضرت خالد اور رئیس المرتدین مسیلمہ میں معرکہ آرائی شروع ہوئی۔ اس محاربہ میں مسیلمہ کے ہمراہ چالیس ہزار فوج تھی اور اسلامی لشکر صرف تیرہ ہزار شمار میں آیا تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے پہلے اتمام حجت کے لئے مسیلمہ اور اس کے پیروؤں کو از سر نو دین اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ مگر انہوں نے اس دعوت کو مسترد کر دیا۔ دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی پند و نصیحت کی بہتیری تدبیریں چلائیں۔ لیکن مسیلمی گم کردگان راہ کی والہانہ یقین و اعتقاد کی گرم جوشی میں کچھ فرق نہ آیا۔ اس مصاف میں امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بھائی زید بن خطاب، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عالی قدر صاحبزادہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادہ جناب عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے۔ کہ لڑائی بڑی خوفناک تھی۔ یہ اسلام اور کفر کی ایسی زبردست آویزش تھی کہ اس سے پہلے مسلمانوں کو ایسے شدید معرکہ سے کبھی سابقہ نہ پڑا تھا۔ کئی دن کی مصاف آرائی کے بعد نسیم فتح مسلمانوں کے رایت اقبال پر چلی۔ مسیلمہ مارا گیا۔ اکیس ہزار مرتدین قصر ہلاکت میں پڑے اور حسب بیان ابن خلدون ایک ہزار اسی مسلمان شہید ہوئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمرہ میں تیرا ثواب بقدر تیرے خرچ کرنے کے ہے۔ (الترغیب)

مختار بن ابوعبید ثقفی

مختار ایک جلیل القدر صحابی حضرت ابوعبید بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ کا فرزند تھا۔ لیکن خوارج کے ہتھے چڑھ کر خارجی ہوگیا۔ وہ اہل بیت سے سخت عناد رکھتا تھا۔ لیکن سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعہ ہائلہ کے بعد جب اس نے دیکھا کہ مسلمان کربلا کے قیامت خیز واقعات سے سخت سینہ ریش ہورہے ہیں۔ اور استمالت قلوب کا یہ بہترین موقع ہے۔ اور اس نے یہ بھی اندازہ لگایا کہ اہل بیت کا بغض اس کے بام ترقی پر پہنچنے میں سخت حائل ہے۔ تو اس نے خارجی مذہب چھوڑ کر حب اہل بیت کا دم بھرنا شروع کردیا۔

۶۴ھ میں جب یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ مرا تو اہل کوفہ نے یزید کے عامل عمرو بن حریث کو کوفہ کی حکومت سے برطرف کرکے حضرت عبداللہ بن زبیر سے بیعت کرلی۔ جنہوں نے یزید کے بعد حجاز اور عراق کی عنان فرمانروائی اپنے ہاتھ میں لی تھی۔ مرگ یزید کے چھ مہینے بعد مختار کوفہ پہنچا اور اہل کوفہ کو قاتلین حسین رضی اللہ عنہ سے جنگ آزما ہونے کی دعوت دینی شروع کی اور بولا میں (حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سوتیلے بھائی) محمد بن حنیفہ کی طرف سے وزیر اور امین ہوکر تمہارے پاس آیا ہوں۔ مختار کوفہ کے گلی کوچوں اور مسجدوں میں جاتا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور دوسرے اہل بیت اطہار کا ذکر کرکے آنسو بہانے لگتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ تحریک جڑ پکڑنے لگی اور رجوع خلائق شروع ہوا۔ یہاں تک کہ ہزاروں آدمی اس کے جھنڈے تلے جان دینے پر آمادہ ہوگئے۔

مختار کا دعوی نبوت:

جب مختار نے قاتلین اہل بیت کے تہس ونہس کا بازار گرم کررکھا تھا۔ اور اس قسم کی بہجت افزا خبریں فضائے عالم میں گونج رہی تھی۔ کہ مختار نے دشمنان اہل بیت کے گلے پر چھری رکھ کر محبان اہل بیت کے زخم ہائے دل پر ہمدردی وتسکین کا مرہم رکھا ہے۔ تو پیروان ابن سبا اور غلاۃ شیعہ نے اطراف واکناف ملک سے سمٹ کر کوفہ کا رخ کیا اور مختار کی حاشیہ نشینی اختیار کرکے تملق وچاپلوسی کے انبار لگا دیئے۔ ہر شخص مختار کو آسمان تعلّی پر چڑھاتا۔ بعض خوشامدیوں نے تو اس سے یہاں تک کہنا شروع کیا کہ اتنا بڑا کار عظیم وخطیر جو اعلیٰ حضرت کی ذات قدسی صفات سے ظہور میں آیا۔ نبی یا وصی کے بغیر کسی سے ممکن الوقوع نہیں۔

اس تملق وخوشامد کا لازمی نتیجہ جو ہوسکتا تھا وہی ظاہر ہوا۔ مختار کے دل ودماغ پر انانیت وپندار کے جراثیم پیدا ہوئے جو دن بدن بڑھتے گئے۔ اور انجام کار اس نے بساط جراءت پر قدم رکھ کر نبوت کا دعوی کردیا (الفرق بین الفرق مطبوعہ مصر ص ۳۲)

اس دن سے اس نے مکاتبات ومراسلات میں اپنے آپ کو مختار رسول اللہ لکھنا شروع کردیا۔ دعوی نبوت کے ساتھ یہ بھی کہا کرتا تھا کہ خدائے بزرگ وبرتر کی ذات نے مجھ میں حلول کیا ہے۔ اور جبرئیل امین ہر وقت میرے پاس آتے ہیں۔ مختار نے احنف بن قیس نامی ایک رئیس کو یہ خط لکھا تھا۔

السلام علیکم۔ بنو مضر اور بنو ربیعہ کا برا ہو احنف! تم اپنی قوم کو اس طرح دوزخ کی طرف لے جارہے ہو کہ وہاں سے واپسی ممکن نہیں۔ ہاں تقدیر کو میں بدل نہیں سکتا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم مجھے کذاب کہتے ہو۔ مجھ سے پہلے انبیاء کو بھی اسی طرح جھٹلایا گیا تھا۔ میں ان میں سے اکثر سے فائق وبرتر نہیں ہوں۔ اس لئے اگر مجھے کاذب سمجھا گیا تو کچھ مضائقہ نہیں۔

(تاریخ ابن جریر طبری)

مختار کی اکاذیب کے متعلق مخبر صادق کی پیشین گوئی

چنانچہ ترمذی نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''فِیْ ثَقِیْفٍ کَذَّابٌ وَ مُبِیْرٌ'' (قوم بنو ثقیف میں ایک کذاب ظاہر ہوگا اور ایک ہلاکو)۔ اس حدیث میں کذاب سے مختار اور ہلاکو سے حجاج بن یوسف مراد ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں مروی ہے کہ حضرت اسماء ذات النطاقین رضی اللہ عنہما نے حجاج بن یوسف سے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا تھا کہ قبیلہ ثقیف میں ایک کذاب ظاہر ہوگا اور ایک ہلاکو۔ کذاب کو تو ہم نے دیکھ لیا۔ یعنی مختار کو۔ اور ہلاکو تو ہے۔

مصعب ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو مختار پر فوج کشی کرنے کی تحریک

ابراہیم بن اشتر کوفی مختار کا دست راست تھا۔ مختار کو جس قدر عروج نصیب ہوا وہ سب ابراہیم بن اشتر کی شجاعت اولوالعزمی اور حسن تدبیر ہی کا رہین منت تھا۔ ابراہیم ہر میدان میں مختار کے دشمنوں سے لڑا۔ اور اس کے علم اقبال کو ثریا تک بلند کردیا۔ لیکن جب ابراہیم کو معلوم ہوا کہ مختار نے علی الاعلان نبوت اور نزول وحی کا دعوی کیا ہے۔ تو وہ نہ صرف اس کی اعانت سے دست کش ہوگیا بلکہ بلاد جزیرہ پر قبضہ کرکے اپنی خودمختاری کا بھی اعلان کردیا۔ یہ دیکھ کر کوفہ کے ان اہل ایمان نے جو مختار کی مارقانہ حرکتوں سے نالاں تھے بصرہ جاکر مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کو مختار پر حملہ آور ہونے کی تحریک کی۔ مختار نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے کوفہ اور اس کے ملحقات کی حکومت چھین لی تھی۔ اور اس کے علاوہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی مخالفت میں بہت سی دوسری خون آشامیوں کا بھی مرتکب رہ چکا تھا۔ اس لئے ان کے بھائی مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ بہت دنوں سے انتقام کے لئے دانت پیس رہے تھے۔

جب روساء کوفہ نے حملہ آور ہونے کی تحریک کی تو مصعب رضی اللہ عنہ ایک لشکر جرار لیکر کوفہ کی طرف بڑھے۔ جب مختار کو معلوم ہوا تو اس نے اپنے دو سپہ سالاروں کے ماتحت اپنی فوج روانہ کی۔ جب لشکروں کی مڈبھیڑ ہوئی تو مختار کے دونوں سپہ سالار احمر بن شمیط اور عبداللہ بن کامل میدان جانستان کی نذر ہوگئے۔ اور بصریوں نے مختار کی فوج کو مار مار کر اس کے دھوئیں

بکھیر دیئے۔ جب مختار کو اپنے سپہ سالار کی ہلاکت اور اپنے لشکر کی بربادی کا علم ہوا تو کہنے لگا کہ موت کا آنا لازمی امر ہے اور میں جس موت میں مرنا چاہتا ہوں وہ وہی موت ہے جس پر ابن شمیط کا خاتمہ ہوا۔

جب مصعب ؓ کی فوج نے خشکی اور تری کے دونوں راستے عبور کر کے پیش قدمی شروع کی تو مختار نے بنفس نفیس کوفہ سے جنبش کی۔ مختار نے سلحین کے سنگم پر ایک بند بندھوا کر دریائے فرات کا پانی روک دیا۔ اس طرح فرات کا تمام پانی معاون دریاؤں میں چڑھ گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بصری فوج جو کشتیوں پر سوار ہو کر چلی آ رہی تھی اس کی کشتیاں کیچڑ میں پھنس گئیں۔ یہ حالت دیکھ کر بصریوں نے کشتیاں چھوڑ دیں اور پاپیادہ پیش قدمی شروع کر دی۔ جب مختار کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے آگے بڑھ کر حروراء کے مقام پر مورچہ بندی کی۔ اتنے میں مصعب ؓ بھی حروراء پہنچ گئے۔ جو ولایت بصرہ اور کوفہ کی حد فاصل ہے۔ اب آتش حرب شعلہ زن ہوئی۔ اس لڑائی میں مختار کی فوج کو بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑا اور وہ مقابلہ کی تاب نہ لا کر سخت بدحالی کے ساتھ بھاگ کھڑی ہوئی۔ جتنی دیر تک فوج برسر مقابلہ رہی۔ مختار نہایت بے جگری سے لڑتا رہا۔ آخر فوج کی ہزیمت پر وہ بھی پسپائی پر مجبور ہوا۔ اور کوفہ پہنچ کر قصر عمارت میں متحصن ہو گیا۔

مختار کی ہلاکت:

جب محاصرہ کی سختی ناقابل برداشت ہوگئی تو مختار اپنے دام افتادوں سے کہنے لگا۔ "یاد رکھو کہ محاصرہ جس قدر طویل ہوگا تمہاری طاقت جواب دیتی جائے گی۔ اس لئے بہتر ہے کہ باہر میدان میں داد شجاعت دیں۔ اور لڑتے لڑتے عزت سے جانیں دے دیں۔ اور اگر تم بہادری سے لڑو تو میں اب بھی فتح کی طرف سے مایوس نہیں ہوں" لیکن انہوں نے باہر نکل کر مقابلہ کرنے سے انکار کر دیا۔ البتہ اٹھارہ آدمیوں نے رفاقت اور جانبازی پر آمادگی ظاہر کی۔ اب مختار خوشبو اور عطر لگا کر باہر نکلا۔ اور اٹھارہ آدمیوں کی رفاقت میں مقابلہ شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر میں تمام ساتھی لقمہ اجل ہو گئے۔ آخر مختار خود بھی ان مقتولوں کے ڈھیر پر ڈھیر ہو رہا۔

حارث کذاب دمشقی

حارث بن عبدالرحمان دمشقی ایک قرشی غلام تھا۔ حصول آزادی کے بعد یاد الٰہی کی طرف مائل ہوا اور بعض اہل اللہ کی دیکھا دیکھی رات دن عبادت الٰہی میں مصروف رہنے لگا۔ سدرمق سے زیادہ غذا نہ کھاتا، کم سوتا، کم بولتا، اور اس قدر پوشش پر اکتفا کرتا جو ستر پوشی کے لئے ضروری تھی۔ اگر یہ زہد و ورع ریاضتیں اور مجاہدے کسی مرشد کامل کے زیر ہدایت عمل میں لائے جاتے تو اسے قال سے حال تک پہنچا دیتے اور معرفت الٰہی کا نور کشور دل کو جگمگا دیتا۔ لیکن چونکہ احمد قادیانی کی طرح بے مرشد تھا شیطان اس کا راہنما بن گیا۔

حارث کے استدراجی تصرفات:

چونکہ حارث بڑا عابد ریاضت کش تھا اور نفس کشی کا شیوہ اختیار کر کے اپنے اندر ملکوتی صفات پیدا کر لئے تھے۔ اس سے عادت مستمرہ کے خلاف بعض محیر العقول افعال صادر ہوتے تھے۔ مگر یہ افعال جو محض نفس کشی کا ثمرہ تھے ان کو تعلق باللہ سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ مسجد میں ایک پتھر پر انگلی مارتا تو وہ تسبیح پڑھنے لگتا۔ موسم گرما میں لوگوں کو موسم سرما کے پھل اور میوے اور جاڑے میں تابستان کے پھل پیش کرتا۔ بعض اوقات کہتا آؤ میں تمہیں موضع دیر مراں (ضلع دمشق) سے فرشتے نکلتے دکھاؤں۔ چنانچہ حاضرین برای العین دیکھتے کہ نہایت حسین وجمیل فرشتے بصورت انسان گھوڑوں پر سوار جا رہے ہیں۔

یہ وہ وقت تھا جبکہ شیاطین ہر روز کسی نہ کسی نوری شکل میں ظاہر ہو کر حارث کو یقین دلا رہے تھے کہ تو خدا کا نبی ہے۔ ایک دن شہر کا ایک رئیس قاسم نامی اس کے پاس آیا اور پوچھا تم کس بات کے مدعی ہو؟ کہنے لگا میں تو نبی اللہ ہوں۔ قاسم نے کہا اے خدا کے دشمن! تو جھوٹا ہے۔ نبوت تو خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر ختم ہوگئی اب کوئی شخص منصب نبوت پر سرفراز نہیں ہو سکتا۔

دمشق جہاں حارث کذاب مدعی نبوت تھا خلفاء بنوامیہ کا دارالحکومت تھا۔ ان ایام میں خلیفہ عبدالملک دمشق کے تخت سلطنت پر متمکن تھا۔ قاسم نے جھٹ قصر خلافت میں جا کر خلیفہ عبدالملک کو بتایا کہ یہاں ایک شخص نبوت کا دعویدار ہے۔ خلیفہ نے حکم دیا کہ اس کو گرفتار کر کے میرے سامنے پیش کیا جائے۔ لیکن حارث اس سے پیشتر دمشق سے بھاگ کر بیت المقدس چلا گیا تھا اور وہاں نہایت خاموشی اور رازداری کے ساتھ لوگوں کو اپنی نبوت کی دعوت دے رہا تھا۔

وقت کے خلیفہ نے ایک قوی ہیکل محافظ کو حکم دیا کہ "اس کو نیزہ مار کر ہلاک کر دو"۔ نیزہ مارا گیا لیکن کچھ اثر انداز نہ ہوا۔ یہ دیکھ کر حارث کے پیروؤ کہنے لگے کہ انبیاء اللہ کے جسم پر ہتھیار اثر نہیں کرتے۔ خلیفہ نے محافظ سے کہا شاید تم نے بسم اللہ پڑھ کر نیزہ نہیں مارا؟ اب کی مرتبہ اس نے بسم اللہ پڑھ کر وار کیا تو وہ بری طرح زخم کھا کر گرا اور جان دے دی۔ یہ ۶۹ھ کا واقعہ ہے۔ (دائرۃ المعارف ج۶ ص ۶۴۴ الدعاۃ ۷۳-۷۶)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے کتاب الفرقان بین اولیاء الرحمٰن و اولیاء الشیطان میں لکھا ہے کہ حارث کی ہتھکڑیاں اتارنے والا اس کا کوئی شیطان دوست تھا۔ اور اس نے گھوڑوں کے جو سوار دکھائے تھے وہ ملائکہ نہیں بلکہ جنات تھے۔

قاضی عیاضؒ "شفاء فی حقوق دار المصطفےٰ" میں لکھتے ہیں کہ خلیفہ عبدالملک بن مروان نے حارث کو قتل کرا کے سولی پر لٹکوا دیا۔ خلفاء و سلاطین اسلام نے ہر زمانہ میں مدعیان نبوت کے ساتھ یہی سلوک کیا

ہے۔اور علماء معاصرین ان کے اس عمل خیر کی تائید و تحسین کرتے رہے ہیں۔ کیونکہ یہ جھوٹے مدعیان نبوت مفتری علی اللہ ہیں۔ خدائے برتر پر بہتان باندھتے ہیں کہ اس نے ان کو منصب نبوت سے نوازا ہے۔ یہ لوگ حضرت خیرالانام صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین اور لا نبی بعدی ہونے کے منکر ہیں۔ علماء امت اس مسئلے پر بھی متفق اللفظ ہیں کہ مدعیان نبوت کے کفر سے اختلاف رکھنے والا بھی دائرہ ملت سے خارج ہے۔ کیونکہ وہ مدعیان نبوت کے کفر اور تکذیب علی اللہ پر خوش ہے۔

(نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض ج ۴ ص ۵۷۵)

مغیرہ بن سعید بن عجلی

مغیرہ بن سعید بن عجلی پہلے امامت کا پھر نبوت کا مدعی ہوا۔ کہا کرتا تھا کہ میں اسم اعظم جانتا ہوں۔ اور اس کی مدد سے مردوں کو زندہ اور لشکروں کو منہزم کر سکتا ہوں۔ جب خالد بن عبداللہ قسری کو جو خلیفہ ہشام بن عبدالملک کی طرف سے حاکم عراق تھا۔ مغیرہ کے دعوئ نبوت کا علم ہوا تو ۱۱۹ ھ میں اس کی گرفتاری کا حکم دیا۔ اس کے چھ مرید بھی پکڑے گئے۔ خالد نے مغیرہ سے دریافت کیا کہ کیا تو نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟ اس نے اثبات میں جواب دیا۔ پھر اس کے مریدوں سے پوچھا کیا تم اس کو نبی یقین کرتے ہو۔ انہوں نے بھی اس کا اقرار کیا۔

زندہ نذر آتش:

خالد نے مغیرہ کو دعوائے نبوت کی وہ بڑی سے بڑی سزا دی جو اس کے مخلیہ دماغ میں نہ سما سکی۔ اس کے لئے سرکنڈوں کے گٹھے اور نفط منگوایا۔ خالد نے مغیرہ کو حکم دیا کہ ایک گٹھے کو اٹھالے۔ مغیرہ اس سے رکا اور ہچکچایا۔ خالد نے حکم دیا کہ اس کو مارو۔ معاً مار پڑنے لگی۔ مغیرہ نے گھبرا کر ایک گٹھا اٹھالیا۔ اب اس کو اس گٹھے سے باندھ دیا گیا۔ اب اس پر اور گٹھے پر روغن نفط ڈال کر اس کو آگ دکھا دی گئی۔ اور مغیرہ تھوڑی دیر میں جل کر راکھ کا ڈھیر ہو گیا۔ (الفرق بین الفرق مطبوعہ مصر ص ۲۴۲)

بیان بن سمعان تمیمی

بیان بن سمعان تمیمی مغیرہ بن سعید عجلی کا معاصر تھا۔ دونوں ایک ہی تھیلے کے چٹے بٹے تھے۔ فرقہ بیانیہ جو غلاۃ روافض کی ایک شاخ ہے۔ اسی بیان کا پیرو ہے۔ نبوت کا مدعی تھا۔ کہا کرتا تھا کہ میں اسم اعظم جانتا ہوں۔ اور اس کے ذریعہ زہرہ کو بلا لیتا ہوں اور لشکروں کو منہزم کر سکتا ہوں۔ ہزاروں انسان نما ڈھور خوش اعتقادی کے سنہری جال میں پھنس کر اس کی نبوت کے قائل ہو گئے۔ اس نے امام محمد باقر جیسی جلیل القدر ہستی کو بھی اپنی نبوت کی دعوت دی تھی۔ اور اپنے خط میں جو عمر بن عفیف کے ہاتھ امام ممدوح کو بھیجا لکھا تھا۔ کہ میری نبوت پر ایمان لاؤ تو سلامت رہو گے اور ترقی کرو گے۔ تم نہیں جانتے کہ خدا کس کو نبوت پر سرفراز فرماتا ہے۔

بیان کو اس کے دعوے کی وجہ سے بیان کہتے تھے۔ کہ مجھے قرآن کا صحیح بیان سمجھایا گیا ہے۔ اور آیات قرآنی کا وہ مطلب و مفہوم نہیں جو عوام سمجھتے ہیں۔ عوام سے اس کی مراد علمائے اسلام تھے۔ اس قسم کا دعویٰ کچھ بیان پر موقوف نہیں تھا۔ بلکہ ہر جھوٹا مدعی خود مصیب و حق پرست بنتا اور حاملین شریعت کو خطا کار بتایا کرتا ہے۔

اوپر لکھا گیا ہے کہ خالد بن عبداللہ قسری عامل کوفہ نے مغیرہ عجلی کو نذر آتش کر دیا تھا۔ بیان بھی اسی وقت گرفتار کر کے کوفہ لایا گیا تھا جب مغیرہ جل کر خاک سیاہ ہو گیا تو خالد نے بیان کو بھی حکم دیا کہ سرکنڈوں کا ایک گٹھا تھام لے۔ چونکہ وہ دیکھ چکا تھا کہ مغیرہ کو گٹھا نہ اٹھانے پر مار پڑی تھی۔ فوراً لپک کر ایک گٹھا تھام لیا۔ خالد نے کہا تمہیں دعویٰ ہے کہ تم اپنے اسم اعظم کے ساتھ لشکروں کو ہزیمت دیتے ہو۔ اب یہ کام کرو کہ مجھے اور میرے عملہ کو جو تیرے درپے قتل ہیں ہزیمت دے کر اپنے آپ کو بچالو۔ مگر جھوٹا تھا۔ لب کشائی نہ کر سکا۔ آخر مغیرہ کی طرح اس کو بھی جلا کر بے نشان کر دیا گیا۔

(تاریخ طبری جلد ۸ ص ۲۴۱ اور کتاب الفرق ص ۲۲۸)

ابو منصور عجلی

ابتداء میں حضرت امام جعفر صادقؒ کا معتقد اور اہل غلو میں سے تھا۔ جب امام ہمامؒ نے اسے مارقانہ عقائد کی بناء پر اپنے ہاں سے خارج کر دیا تو اس نے دعوئ امامت کی ٹھان لی۔ چنانچہ اخراج کے چند روز بعد یہ کہنا شروع کیا کہ میں امام محمد باقر کا خلیفہ و جانشین ہوں۔ ان کا درجہ امامت میری طرف منتقل ہو گیا ہے۔ یہ شخص اپنے تئیں خالق بے چوں کا ہم شکل بتاتا تھا۔ اس کا بیان تھا کہ امام محمد باقرؒ کی رحلت کے بعد آسمان پر بلایا گیا اور معبود برحق نے میرے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا بیٹا! لوگوں کے پاس میرا پیغام پہنچا دے۔

ابو منصور اس امر کا بھی قائل تھا کہ نبوت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر ختم نہیں ہوئی۔ بلکہ رسول اور نبی قیامت تک مبعوث ہوتے رہیں گے۔ ابو منصور کی یہ بھی تعلیم تھی کہ جو کوئی امام تک پہنچ جاتا ہے۔ اس سے تمام تکلیفات شرعیہ اٹھ جاتے ہیں۔ اور اس کے لئے شریعت کی پابندی لازم نہیں رہتی۔ اس کا بیان تھا کہ جبرئیل امین نے پیغام رسانی میں خطا کی بھیجا تو انہیں حضرت علی کے پاس تھا لیکن غلطی سے محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والسلام کو پیغام الٰہی پہنچا گئے۔ (غنیۃ الطالبین) اس فرقے کے کسی شاعر نے کہا ہے۔

جبرئیل کہ آمد زبر خالق بے چوں
درپیش محمد شد و مقصود علی بود

کہا کرتا تھا کہ قیامت، اور جنت و دوزخ کچھ بھی نہیں یہ محض ملانوں

کے ڈھکوسلے ہیں جب یوسف بن عمر ثقفی کو جو خلیفہ ہشام بن عبدالملک کی طرف سے عراق کا والی تھا ابو منصور کی تعلیمات کفریہ کا علم ہوا اور دیکھا کہ اس کی وجہ سے ہزار ہا بندگان خدا تباہ ہو رہے ہیں تو اس کو گرفتار کر کے کوفہ میں سولی پر چڑھا دیا (الفرق بین الفرق، الملل والنحل شہرستانی)

بہافرید نیشاپوری

ابو مسلم خراسانی کے عہد دولت میں جو خلافت آل عباس ؓ کا بانی تھا۔ بہافرید نام کا ایک شخص سیراوند نامی ایک قصبہ میں جو ضلع نیشاپور میں سے ظاہر ہوا۔ نبوت و وحی کا مدعی تھا۔ دعویٰ نبوت کے تھوڑی مدت بعد چین گیا وہاں سات سال تک مقیم رہا۔ مراجعت کے وقت دوسرے چینی تحائف کے علاوہ سبز رنگ کی ایک نہایت باریک قمیص بھی ساتھ لایا۔ اس قمیص کا کپڑا اس قدر باریک تھا کہ قمیص آدمی کی مٹھی میں آ جاتی تھی۔ چونکہ اس زمانہ تک لوگ زیادہ باریک کپڑوں سے روشناس نہ ہوئے تھے۔ بہافرید نے اس قمیص سے معجزہ کا کام لینا چاہا۔

چین سے واپس آ کر رات کو وطن پہنچا۔ کسی سے ملاقات کئے بغیر رات کی تاریکی میں سیدھا مجوس کے مندر کا رخ کیا۔ اور مندر پر چڑھ کر بیٹھ رہا۔ جب صبح کے وقت پجاریوں کی آمد و رفت شروع ہوئی تو آہستہ آہستہ لوگوں کے سامنے نیچے اترنا شروع کیا۔ لوگ یہ دیکھ کر حیرت زدہ ہوئے کہ سات سال غائب رہنے کے بعد اب یہ بلندی کی طرف سے کیوں آ رہا ہے۔

لوگوں کو متعجب دیکھ کر کہنے لگا حیرت کی کوئی بات نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ خداوند عالم نے مجھے آسمان پر بلایا تھا۔ میں برابر سات سال تک آسمانوں کی سیر و سیاحت میں مصروف رہا۔ وہاں مجھے جنت کی خوب سیر کرائی۔ میں نے دوزخ کا بھی معائنہ کیا۔ آخر رب کردگار نے مجھے شرف نبوت سے سرفراز فرمایا۔ اور یہ قمیص پہنا کر زمین پر اترنے کا حکم دیا۔ چنانچہ میں ابھی آسمانوں سے نازل ہو رہا ہوں۔

اس وقت مندر کے پاس ہی ایک کسان ہل چلا رہا تھا اس نے کہا میں نے خود اسے آسمان کی طرف سے اترتے دیکھا ہے۔ پجاریوں نے بھی اس کے اترنے کی شہادت دی۔ بہافرید کہنے لگا کہ خلعت جو مجھے آسمان سے نازل ہوا زیب تن ہے۔ غور سے دیکھو کہیں دنیا میں ایسا باریک اور نفیس کپڑا تیار ہو سکتا ہے۔ لوگ اس قمیص کو دیکھ کر محو حیرت تھے۔ الغرض آسمانی نزول اور عالم بالا کے معجزۂ خلعت پر یقین کر کے ہزار ہا لوگ اس کے پیرو ہو گئے۔ اس کے دین کے احکام بڑے مضحکہ خیز تھے۔

بہافرید کا قتل:

بہافرید مدت تک اغوائے خلق میں بلا مزاحمت مصروف رہا۔ آخر جب ابو مسلم خراسانی نیشاپور آیا تو مسلمانوں اور مجوسیوں کا ایک مشترکہ وفد اس کے پاس پہنچا اور شکایت کی کہ بہافرید نے دین اسلام اور دین مجوس میں رخنہ اندازیاں کر رکھی ہیں۔ ابو مسلم نے عبداللہ بن شعبہ کو اس کے حاضر کرنے کا حکم دیا۔ بہافرید کو اطلاع مل گئی کہ اس کی گرفتاری کا حکم ہوا ہے۔ فوراً نیشاپور سے راہ فرار اختیار کی۔ عبداللہ بن شعبہ نے تعاقب کر کے اسے کوہ بادغیس پر جا لیا۔ اور گرفتار کر کے ابو مسلم کے سامنے لا حاضر کیا۔ ابو مسلم نے دیکھتے ہی اس کو خنجر خونخوار کا وار کیا اور سر قلم کر کے اس کی نبوت کا خاتمہ کر دیا۔

ابو مسلم نے حکم دیا کہ اس کے گم کردگان راہ پیرو بھی گرفتار کر لئے جائیں۔ وہ بہافرید کی گرفتاری سے پہلے ہی وفد کے جانے کی خبر سن کر بھاگ چکے تھے۔ اس لئے بہت تھوڑے افراد ابو مسلم کی فوج کے ہاتھ آئے۔ اس کے پیرو بہافرید کہلاتے ہیں۔ ان کا بیان ہے بہافرید ایک مشکیں گھوڑے پر سوار ہو کر آسمان پر چڑھ گیا تھا اور کسی مستقبل زمانہ میں آسمان سے نازل ہو کر اپنے اعداء سے انتقام لے گا۔

(الآثار الباقیہ عن القرون الخالیہ بیرونی)

اسحٰق اخرس مغربی مدعی نبوت

اسحٰق ملک مغرب کا رہنے والا تھا۔ اہل عرب کی اصطلاح میں مغرب شمالی افریقہ کے اس حصہ کا نام ہے جو مراکش، تیونس، الجزائر وغیرہ ممالک پر مشتمل ہے۔ اسحٰق ۱۳۵ھ میں اصفہان میں ظاہر ہوا۔ ان ایام میں ممالک اسلامیہ پر خلیفہ سفاح عباسی حکمران تھا۔ اہل سیر نے اس کی دکان آرائی کی جو کیفیت لکھی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے اس نے صحف آسمانی قرآن، تورات، انجیل، اور زبور کی تعلیم حاصل کی۔ پھر جمیع علوم رسمیہ کی تکمیل کے بعد زمانہ دراز تک زبانیں سیکھتا رہا۔ مختلف قسم کی صناعیوں اور شعبدہ بازیوں میں مہارت پیدا کی۔ اور ہر طرح سے باکمال اور بالغ نظر ہو کر اصفہان آیا۔

دس سال تک گونگا بنا رہا

اصفہان پہنچ کر ایک عربی مدرسہ میں قیام کیا اور دس سال تک کی مدت ایک تنگ و تاریک کوٹھری میں گذار دی یہاں اس نے اپنی زبان پر ایسی مہر سکوت لگائے رکھی کہ ہر شخص اسے گونگا یقین کرتا رہا۔ اس مدت میں کسی کو کبھی وہم و گمان بھی نہ ہوا کہ یہ شخص بھی قوت گویائی سے بہرہ ور ہے۔ یا یہ شخص علامہ دھر اور یکتائے روزگار ہے اسی بناء پر یہ اخرس یعنی گونگے کے لقب سے مشہور ہو گیا۔ دس سال تک ہمیشہ اشاروں کنایوں سے اظہار مدعا کرتا رہا ہر شخص سے اس کا رابطہ مودت قائم تھا۔ کوئی چھوٹا بڑا شخص ایسا نہیں تھا جو اس کے ساتھ اشاروں کنایوں سے تھوڑا بہت مذاق کر کے تفریح طبع نہ کر لیتا ہو۔

اتنی صبر آزما مدت کے بعد آخر وہ مدت آ گئی جبکہ وہ اپنی مہر سکوت

توڑنے اور کشور قلوب پر اپنی قابلیت اور نطق و گویائی کا سکہ بٹھا دے۔ اس نے نہایت راز داری کے ساتھ ایک نہایت نفیس قسم کا روغن تیار کیا اس روغن میں یہ صفت تھی۔ کہ اگر کوئی شخص اسے چہرے پر مل لے تو اس درجہ حسن و تجلی پیدا ہو کہ شدت انوار سے اس کے نورانی چہرے کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا مشکل ہو۔ اسی طرح خاص قسم کی دو رنگ دار شمعیں بھی تیار کر لیں۔ اس کے بعد ایک رات جب کہ تمام لوگ محو خواب تھے۔ اس نے وہ روغن اپنے چہرے پر ملا اور شمعیں جلا کر سامنے رکھ دیں۔ ان کی روشنی میں ایسی چمک دمک اور رعنائی و دلفریبی پیدا ہوئی۔ کہ آنکھیں خیرہ ہوتی تھیں۔ اب اس نے زور سے چیخنا شروع کیا کہ مدرسہ کے تمام مکین جاگ اٹھے۔ اب وہ نماز پڑھنے لگا۔ اور ایسی خوش الحانی اور تجوید کے ساتھ قرآن پڑھنے لگا کہ بڑے بڑے قاری عش عش کرا ٹھے۔

جب مدرسے کے معلمین اور طلبہ نے دیکھا کہ گونگا با آواز بلند قراءت کر رہا ہے اور قوت گویائی کے ساتھ اسے اعلیٰ درجے کی فضیلت اور فن تجوید کا کمال بھی بخشا گیا ہے۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ اس کا چہرہ ایسا درخشاں ہے کہ نگاہ بھی ٹھہر نہیں سکتی تو لوگ سخت حیرت زدہ ہوئے۔ اس کا ہر طرف چرچا ہونے لگا۔ اور شہر میں ہلڑ مچ گیا۔ لوگ رات کی تاریکی میں جوق در جوق آرہے تھے۔ خوش اعتقادوں نے ایک ہنگامہ برپا کر رکھا تھا۔ دن نکلنے پر شہر کے قاضی صاحب چند روساے شہر کو لے کر اس "بزرگ ہستی" کا جمال مبارک دیکھنے کو آئے۔ قاضی صاحب نے نہایت نیاز مندانہ لہجے میں التماس کی کہ حضور والا! سارا شہر اس قدرت خداوندی پر متحیر ہے اگر حقیقت حال کا چہرہ بے نقاب فرمایا جائے تو بڑی نوازش ہوگی۔

اسحٰق جو اس وقت کا پہلے سے منتظر تھا۔ نہایت ریاکارانہ لہجے میں بولا کہ آج سے کوئی چالیس دن پہلے فیضان الٰہی کے کچھ آثار نظر آنے لگے تھے۔ دن بدن القائے ربانی سرچشمہ میرے باطن میں موجزن ہوا۔ حتیٰ کہ آج رات خدائے قدوس نے اپنے فضل مخصوص سے اس عاجز پر علم و عمل کی وہ راہیں کھول دیں۔ کہ مجھ سے پہلے لاکھوں رہروان منزل اس کے تصور سے بھی محروم تھے۔ اور وہ اسرار و حقائق منکشف فرمائے۔ کہ جن کا زبان پر لانا مذہب طریقت میں ممنوع ہے۔

البتہ مختصر اتنا کہنے کا مجاز ہوں۔ کہ آج رات دو فرشتے حوض کوثر کا پانی لے کر میرے پاس آئے مجھے اپنے ہاتھ سے غسل دیا اور پھر کہنے لگے

السلام علیک یا نبی اللہ

یہ سن کر گھبرایا کہ واللہ اعلم یہ کیا ابتلا ہے ایک فرشتہ بزبان فصیح یوں گویا ہوا: یا نبی اللہ افتح فاک باسم اللہ الازلی

(اے اللہ کے نبی بسم اللہ پڑھ کر ذرا منہ تو کھولئے) میں نے منہ کھول دیا۔ اور دل میں بسم اللہ الازلی کا ورد کرتا رہا۔ فرشتہ نے ایک سفید سی چیز میرے منہ میں رکھ دی یہ تو معلوم نہیں کہ وہ کیا چیز تھی البتہ اتنا جانتا ہوں کہ شہد سے زیادہ شیریں، کستوری سے زیادہ خوشبودار اور برف سے زیادہ ٹھنڈی تھی۔ اس نعمت خداوندی کا حلق سے نیچے اترنا تھا کہ میری زبان گویا ہوگئی۔ اور میں بے اختیار کلمہ شہادت پڑھنے لگا۔

یہ سن کر فرشتوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح تم بھی رسول ہو۔ میں نے کہا میرے دوستو! یہ کیسی بات کہہ رہے ہو۔ مجھے اسی سے سخت حیرت ہے بلکہ میں تو عرق انفعال میں ڈوبا جاتا ہوں۔ فرشتے کہنے لگے خدائے قدوس نے تمہیں اس قوم کے لیے مبعوث فرمایا ہے۔ میں نے کہا باری تعالیٰ نے سیدنا محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام روحی فداہ کو خاتم الانبیاء قرار دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر نبوت کا سلسلہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا ہے اب میری نبوت کیا معنی رکھتی ہے؟ کہنے لگے "وہ درست ہے مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت مستقل حیثیت رکھتی ہے۔ اور تمہاری بالتبع اور ظلی ہے" معلوم ہوتا ہے کہ مرزائیوں نے انقطاع نبوت کے بعد ظلی بروزی نبوت کا ڈھکوسلہ اسی اسحٰق سے اڑایا ہے ورنہ قرآن و حدیث اور اقوال سلف صالحین میں اس مضحکہ خیز نبوت کا کہیں وجود ہی نہیں۔

اسحٰق کے معجزات:

اس کے بعد اسحٰق نے حاضرین سے بیان کیا کہ جب ملائکہ نے مجھے ظلی نبوت کا منصب تفویض فرمایا تو میں نے اس سے معذرت کی اور کہا میرے دوستو! میرے لیے نبوت کا دعویٰ بہت سی مشکلات میں گھرا ہوا ہے کیونکہ بوجہ معجزہ نہ رکھنے کے کوئی شخص میری تصدیق نہ کرے گا۔ فرشتے کہنے لگے تمہارے معجزے یہ ہیں کہ جتنی آسمانی کتابیں انبیاء پر نازل ہوئیں تمہیں ان سب کا علم دیا گیا ہے مزید برآں کئی زبانیں اور متعدد رسم الخط تمہیں عطاء کیے۔ اس کے بعد فرشتے کہنے لگے کہ قرآن پڑھو میں نے قرآن اسی ترتیب سے پڑھ کر سنا دیا جس ترتیب سے نازل ہوا تھا۔ پھر انجیل پڑھوائی وہ بھی سنا دی تورات زبور اور دوسرے آسمانی صحیفے پڑھنے کو کہا تو وہ بھی سنا دیئے ملائکہ نے صحف آسمانی کی قراءت سن کر فرمایا

قم فانذر الناس (اب کمر ہمت باندھ لو اور غضب الٰہی سے ڈراؤ) یہ کہہ کر فرشتے رخصت ہوگئے اور میں جھٹ نماز اور ذکر الٰہی میں مصروف ہوگیا۔

عساکر خلافت سے معرکہ آرائیاں:

تھوڑی مدت میں اسحٰق کی قوت و جمعیت یہاں تک ترقی کر گئی کہ اس کے دل میں ملک گیری کی ہوس پیدا ہوئی چنانچہ اس نے خلیفہ ابوجعفر منصور عباسی کے عمال کو مقہور و مغلوب کر کے بصرہ، عمان اور ان کے توابع پر قبضہ کر

لیا۔ یہ معلوم کر کے خلیفہ منصور نے لشکر کشی کا حکم دیا۔ عساکر خلافت یلغار کرتی ہوئی پہنچیں۔ اور رزم و پیکاری کا سلسلہ شروع کیا بڑے بڑے معرکے ہوئے آخر سپاہ خلافت مظفر و منصور ہوئی۔ اور اسحٰق مارا گیا کہتے ہیں کہ اس کے پیرو اب تک عمان میں پائے جاتے ہیں۔ (کتاب الاذکیاء لابن جوزی و کتاب المختار و کشف الاسرار للعلامہ عبدالرحمٰن ابن ابوبکر الدمشقی المعروف بالجوبریؒ)

استاد سیس خراسانی

جن ایام میں اسلامی سلطنت کی باگ ڈور خلیفہ ابوجعفر منصور عباسی کے ہاتھ میں تھی استاد سیس نامی ایک مدعی نبوت اطراف خراساں میں ظاہر ہوا دعویٰ نبوت کے بعد عامۃ الناس اس کثرت سے اس کے دام تزویر میں پھنسے کہ چند ہی سال میں اس کے پیروؤں کی تعداد تین لاکھ تک پہنچ گئی اتنی بڑی جمعیت دیکھ کر اس کے دل میں استعمار اور ملک گیری کی ہوس پیدا ہوئی اور وہ خراسان کے اکثر علاقے دبا بیٹھا۔

عساکر خلافت نے طاغوتیوں کو مار مار کر پرخچے اڑا دیئے۔ اور اتنی تلوار چلائی کہ میدان جنت میں ہر طرف مرتدین کی لاشوں کے انبار لگ گئے۔ ان محاربات میں سیس کے تقریباً ستر ہزار آدمی کام آئے۔ اور چودہ ہزار قید کر لیے گئے۔ سیس بقیۃ السیف تیس ہزار فوج کو لے کر پہاڑ کی طرف لے بھاگا اور وہاں اس طرح جا چھپا جس طرح خرگوش شکاریوں کے خوف سے کھیتوں میں جا چھپتا ہے۔ خازم نے جا کر پہاڑ کا محاصرہ کر لیا اتنے میں شاہزادہ مہدی نے ابوعون کی قیادت میں بہت سی کمک بھیج دی ابوعون اپنی فوج لے کر اس وقت پہنچا جب استاد سیس محصور ہو چکا تھا۔

سیس کا قتل:

سیس نے محاصرہ کی شدت سے تنگ آ کر ہتھیار ڈال دیئے۔ اور اپنے تئیں بلا شرط خازم کے سپرد کر دیا۔ استاد سیس اپنے بیٹوں سمیت گرفتار ہو گیا سیس تو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا معلوم نہیں اس کے بیٹوں کا کیا حشر ہوا۔ خازم نے فی الفور مہدی کے پاس مژدہ فتح لکھ بھیجا۔ جوں ہی یہ بہجت افزا خبر مہدی کے پاس پہنچی اس نے اپنے باپ خلیفہ منصور کے پاس فتح و نصرت کا تہنیت نامہ لکھا یاد رہے کہ یہی مہدی خلیفہ ہارون رشید کا باپ تھا۔ جو منصور کی رحلت پر خلیفۃ المسلمین ہوا۔ کہتے ہیں کہ استاد سیس خلیفہ مامون کا نانا یعنی مراجل مادر ماموں کا باپ تھا۔ اور اس کا بیٹا غالب جس نے فضل بن سہل برمکی کو قتل کیا تھا۔ خلیفہ مامون (بن ہارون رشید) کا ماموں تھا۔

(تاریخ ابن خلدون، تاریخ ابن جریر طبری، تاریخ کامل ابن اثیر)

حکیم مقنع خراسانی:

حکیم مقنع کے نام میں اختلاف ہے اکثر مورخین نے عطاء لکھا ہے بعض نے ہشام یا ہاشم لکھا ہے حکیم کے لقب سے مشہور تھا۔ مرو کے پاس ایک گاؤں میں جس کو کازہ کیمن وات کہتے ہیں ایک غریب دھوبی کے گھر میں پیدا ہوا۔

مقنع نے اپنی تمام بے سروسامانیوں کے باوجود علوم نظریہ میں وہ درجہ حاصل کیا کہ نواح خراساں میں کوئی شخص اس کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا تھا۔ خصوصاً علم بلاغت حکمت و فلسفہ، شعبدہ و حیل، طلسمات و سحر اور نیرنجات میں سرآمد روزگار تھا۔ اس نے اپنی جودت طبع سے عجیب و غریب ایجاد کیں۔ اور صنائع و بدائع کے ذریعہ سے بہت جلد آسمان شہرت پر چمکنے لگا لیکن اس کی خلقت میں ایک ایسا عیب تھا۔ جس کی وجہ سے اس کی مقبولیت میں گونہ فرق پڑتا تھا۔ وہ یہ کہ نہایت کریہ المنظر، پست قامت، حقیر اور کم رو شخص تھا۔ اور اس پر طرہ یہ کہ واحد العین تھا۔ یعنی اس کی ایک آنکھ کانی تھی۔ جسے دیکھ کر دلوں میں اس کی طرف سے وحشت و نفرت ہوتی تھی۔

مقنع اس عیب کو چھپانے کے لیے ایک چمک دار مصنوعی چہرہ اپنے منہ پر چڑھائے رکھتا تھا۔ اور بغیر اس نقاب کے کسی کو اپنی شکل نہیں دکھاتا تھا۔ اس تدبیر سے اس نے لوگوں کی نفرت کو گرویدگی سے بدل دیا۔ اور اسی نقاب کی وجہ سے لوگوں میں مقنع (نقاب پوش) مشہور ہو گیا۔ چہرہ چھپائے رکھنے کی اصلی بنا تو یہ تھی لیکن جب کوئی شخص اس سے نقاب پوشی کی وجہ دریافت کرتا تو کہہ دیتا کہ میں نے اپنی شکل و صورت اس لیے تبدیل کر رکھی ہے کہ لوگ میری رویئت ضیاء پاش کی تاب نہ لا سکتے۔ اور اگر میں اپنا چہرہ کھول دوں تو میرا انور دنیا و مافیا کو جلا کر خاکستر کر دے۔

دعوائے خدائی:

چونکہ دینی تعلیم سے بالکل بے بہرہ تھا اور علوم نظری میں کمال حاصل تھا۔ اس لیے اس کے ہفوات کی بنیادیں فلسفیوں کے خیالات پر مبنی تھیں۔ اس کا بدترین مذہبی اصول مسئلہ تناسخ تھا۔ جس کی بنا پر الوہیت کا دعویٰ کیا اور کہا کہ حق تعالیٰ میرے پیکر میں ظاہر ہوا ہے۔ لیکن مقنع نے خدائی مسند صرف اپنے لیے خالی نہ رکھی بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کو مظہر خداوندی قرار دیا۔ اور کہا کہ خدائے قدوس سب سے پہلے آدم کی صورت میں جلوہ گر ہوا۔ اور یہی وجہ تھی کہ ملائکہ کو ان کے سجدہ کرنے کا حکم ہوا۔ ورنہ کیوں کر جائز اور ممکن تھا کہ ملائکہ غیر اللہ کے سجدے کے مامور ہوتے اور ابلیس انکار کی وجہ سے مستوجب عذاب اور مردود ابدی ہو جاتا۔

لیکن یہ زعم بالکل باطل ہے۔ کیونکہ بنابر تحقیق آدم علیہ السلام فی الحقیقت مسجود نہیں تھے۔ بلکہ محض جہت سجدہ تھے۔ مقنع کہتا تھا۔ کہ آدم علیہ السلام کے بعد حق تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کے جسد میں حلول کیا۔ پھر یکے بعد دیگرے ذات خداوندی تمام انبیاء کی صورتوں میں ظاہر ہوتی رہی۔ انجام کار خدائے بزرگ و برتر صاحب الدولۃ ابومسلم خراسانی کی صورت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کہ تم جو کچھ اپنے خادم کے کام میں تخفیف کرو گے وہ تمہارے لیے تمہارے ترازوئے اعمال میں اجر ہوگا۔'' (بیہقی)

میں جلوہ گر ہوا۔ اور اب رب العزت اسی شان سے میرے پیکر میں جلوہ فرما ہے۔ میں اس زمانہ کا اوتار ہوں اسلیے ہر فرد بشر پر لازم ہے کہ مجھے سجدہ کرے اور میری پرستش کیا کرے۔ تاکہ فلاح ابدی کا مستحق ہو۔ ہزار ہا ضلالت پسند حرماں نصیب اس کے دعوی الوہیت کو صحیح جان کر اس کے سامنے سربسجود ہونے لگے۔ یہ شخص ابومسلم خراسانی کو جسے خلیفہ ابوجعفر منصور عباسی نے اس کی غداریوں کی بناء پر موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ حضرت سیدالاولین والاخرین صلی اللہ علیہ وسلم سے (معاذ اللہ) افضل بتاتا تھا۔

یہ تو اس کی زندقہ نوازی کا حال تھا۔ اب اس کی تعلیمات کا اخلاقی پہلو بھی ملاحظہ ہو اس نے تمام محرمات کو مباح کر دیا اس کے پیرو بے تکلف پرائی عورتوں سے ناجائز تمتع حاصل کرتے تھے اس کے مذہب میں مردار اور خنزیر حلال تھا۔ مقنع نے انجام کار صوم وصلوۃ اور تمام دوسری عبادتیں برطرف کر دیں۔ اس کے پیرو مسجدیں بنواتے اور ان میں مؤذن نوکر رکھتے لیکن کوئی شخص وہاں نماز نہیں پڑھتا۔ لیکن یہاں تک بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی بھولا بھٹکا پردیسی مسلمان ان کی مسجد میں چلا جائے مسجد کا مؤذن اور مقنع کے دوسرے سیاہ دل پیرو موقع ملنے پر اس کے خون سے ہاتھ رنگین کر کے اسکی نعش کو مستور کر دیتے ہیں۔ لیکن چونکہ مسلم حکمرانوں کی طرف سے ان پر بڑی بڑی سختیاں ہوئیں اس لیے اب وہ ایسا کرنے کی جراءت نہیں کرتے۔

مقنع کی خدائی کا خاتمہ:

جب سعید نے محاصرہ میں زیادہ سختی کی تو مقنع نے اپنی ہلاکت کا یقین کر کے اپنے اہل وعیال کو جمع کیا اور بقول بعض مؤرخین جام زہر پلا پلا کر سب کو نذر اجل کر دیا۔ اور انجام کار خود بھی جام زہر پی لیا۔ مرتے وقت اپنے عقیدت مندوں سے کہنے لگا کہ بعد از مرگ مجھے آگ میں جلا دینا تا کہ میری لاش دشمن کے ہاتھ نہ جائے لشکر اسلام نے قلعہ میں داخل ہو کر مقنع کا سر کاٹ لیا اور خلیفہ کے پاس بھیج دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جھوٹے مدعیان نبوت مسیحیت مہدویت کی آج تک کی تعداد

نمبر شمار	نام وکنیت	شہر یا ملک	سن	دعوی
۱	صاف بن صیاد	مدینہ منورہ	۲ھ	نبوت
۲	اسود بن کعب	یمن	۶ھ	نبوت
۳	طلیحہ بن خویلد اسدی	خیبر (مدینہ)	۸ھ	نبوت
۴	مسیلمہ بن کبیر	یمامہ	۱۰ھ	نبوت
۵	سجاح بنت حارث	الجزیرہ	۱۴ھ	نبوت
۶	مختار بن ابوعبید ثقفی	کوفہ	۶۴ھ	نبوت
۷	بیان بن سمعان تمیمی	کوفہ	۹۶ھ	نبوت
۸	ابومنصور عجلی	کوفہ	۱۲۰ھ	نبوت
۹	مغیرہ بن سعد عجلی	کوفہ	۱۲۹ھ	نبوت
۱۰	صالح بن طریف	اندلس	۱۳۰ھ	نبوت
۱۱	محمد بن فضلاس الخطاب	کوفہ	۱۳۴ھ	نبوت
۱۲	اسحاق اخرس	مراکش	۱۳۵ھ	نبوت
۱۳	حرب بن عبداللہ	بغداد	۱۳۸ھ	مسیح موعود
۱۴	حکیم مقنع	بغداد	۱۴۸ھ	نبوت
۱۵	استاد سیس	ایران	۱۵۴ھ	نبوت
۱۶	بابک خرامی	بغداد	۲۰۰ھ	خدا
۱۷	ابوعیسیٰ بن یعقوب	اصفہان	۲۱۸ھ	نبوت
۱۸	علی بن محمد عبدالرحیم	بحرین	۲۴۹ھ	نبوت
۱۹	یہود بن ابان	بحرین	۲۶۰ھ	نبوت
۲۰	ابوالعباس	قاہرہ	۲۹۸ھ	نبوت
۲۱	ابوجعفر محمد بن علی ہلغانی		۳۰۰ھ	مسیح موعود
۲۲	عبداللہ بن احمد زکرویہ	مصر	۳۰۱ھ	مسیح موعود
۲۳	ماوطی	سوڈان	۳۱۲ھ	مسیح موعود
۲۴	ابومحمد حامیم	افریقہ	۳۱۳ھ	مسیح موعود
۲۵	احمد بن کیال	افغانستان	۳۱۶ھ	مسیح موعود
۲۶	تجیت (عورت)	افریقہ	۳۱۸ھ	مسیح موعود
۲۷	جوع (عورت)	افریقہ	۳۲۲ھ	مسیح موعود
۲۸	الحاکم فاطمی خلیفہ	قاہرہ	۴۱۰ھ	خدا
۲۹	حمزہ زوزنی	مصر	۴۱۱ھ	نبوت
۳۰	سکون بن ناطق	قاہرہ	۴۲۶ھ	مظہر خدا
۳۱	اصغر بن ابوالحسن تغلبی	خران	۴۴۹ھ	مسیح موعود
۳۲	بہافرید بن ماہ فرودین	نیشاپور	۴۴۲ھ	نبوت
۳۳	ابوعبداللہ بن شباس	صمیرہ	۴۵۰ھ	خدا
۳۴	ابن تومرت	مراکش	۴۵۰ھ	مہدی موعود
۳۵	محمد بن عبداللہ عاضد	قاہرہ	۴۵۰ھ	مہدی موعود
۳۶	حسین بن ہمران	عراق	۴۸۳ھ	نبوت
۳۷	ابوالحسن علی عنبر شمیم	بغداد	۴۸۰ھ	خدا
۳۸	محمود واحد گیلانی	عراق	۶۰۰ھ	نبوت
۳۹	قطب الدین احمد	افریقہ	۶۵۵ھ	نبوت
۴۰	رشید الدین ابوالحشر سنان	شام	۶۵۷ھ	مظہر خدا

۴۱	احمد بن ہلال	دمشق	۷۸۰ھ	نبوت
۴۲	سید محمد جونپوری	ہندوستان	۸۴۰ھ	مہدی موعود
۴۳	بایزید عبداللہ انصاری	ہندوستان	۹۵۵ھ	نبوت
۴۴	جان محمد فرہی	سندھ	۸۸۷ھ	مسیح موعود
۴۵	شیخ محمد فرہی	سندھ	۸۹۵ھ	مسیح موعود
۴۶	احمد بن عبداللہ عباسی	مراکش	۹۷۰ھ	مہدی موعود
۴۷	میر محمد نوربخش	گجرات	۹۸۰ھ	مہدی موعود
۴۸	احمد بن علی مجیرتی	یمن	۱۰۴۰ھ	مہدی موعود
۴۹	محمد بن عاصم لزمک	کردستان	۱۰۷۰ھ	مہدی موعود
۵۰	محمد بن عبداللہ	ترکی	۱۰۷۵ھ	مہدی موعود
۵۱	سبوی یا سباتائی	ترکی	۱۱۶۷ء	مسیح موعود
۵۲	میر محمد حسین مشہدی	ایران	۱۱۶۷ء	مسیح موعود
۵۳	علی محمد باب	ایران	۱۱۷۸ھ	مامور من اللہ
۵۴	قرۃ العین (عورت)	ایران	۱۲۵۰ھ	مظہر فاطمہ
۵۵	صبح ازل	ایران	۱۲۵۰ھ	مامور من اللہ
۵۶	بہاء اللہ	ایران	۱۲۷۰ھ	مامور من اللہ
۵۷	ملا محمد علی بارفروشی	ایران	۱۲۷۲ھ	مامور من اللہ
۵۸	مومن شاہ بخاری	ایران	۱۲۸۰ھ	من مظہر اللہ
۵۹	محمد احمد سوڈانی	سوڈان	۱۸۸۰ھ	مہدی موعود
۶۰	مرزا غلام احمد قادیانی	قادیان	۱۹۰۱ء	ستر دعاوی
۶۱	چراغ دین	جموں کشمیر	۱۹۰۳ء	نبوت
۶۲	عبداللہ تیماپوری	حیدرآباد	۱۹۰۴ء	نبوت
۶۳	عبداللہ پٹواری	چیچہ وطنی	۱۹۰۷ء	نبوت
۶۴	احمد سعید قادیانی	سمبڑیال	۱۹۷۷ء	نبوت
۶۵	احمد نور سرمہ فروش	قادیان	۱۹۱۸ء	نبوت
۶۶	یحییٰ عین اللہ	صوبہ بہار	۱۹۲۰ء	نبوت
۶۷	خواجہ اسمٰعیل	لندن	۱۹۳۰ء	نبوت
۶۸	منشی ظہیر الدین اروپی	گوجرانوالہ	۱۹۰۶ء	مظہر یوسف
۶۹	عبداللطیف گناچوری	گجرات	۱۹۱۰ء	مہدی موعود
۷۰	نبی بخش قادیانی	معراجکے	۱۹۱۱ء	مامور من اللہ
۷۱	فضل احمد چنگا	راولپنڈی	۱۹۲۴ء	مسیح موعود
۷۲	تموتھی عرف کارڈیوھی	لاطینی امریکہ	۱۹۲۶ء	نبوت
۷۳	صدیق دیندار	حیدرآباد	۱۹۱۰ء	متعدد دعاوی
۷۴	عالی جاہ محمد	امریکہ	۱۹۵۲ء	مہدی موعود
۷۵	بشارت احمد	مالوکے سیالکوٹ	۱۹۷۷ء	مہدویت
۷۶	محمد ومروا	نائجیریا	۱۹۸۱ء	نبوت
۷۷	محمد علی غازی	شیخوپورہ	۱۹۸۳ء	نبوت
۷۸	غلام فرید	کشکہ ہزارہ	۱۹۸۳ء	نبوت
۷۹	بشیر احمد	خیرپور سندھ	۱۹۸۴ء	مہدویت

آئینہ مرزائیت

خدا کے دشمن، خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن، علمۃ المسلمین کے دشمن، ننگ دین وننگ وطن مرزائی ٹولے کی ناپاک و مکروہ سازشوں سے پردہ اٹھتا ہے۔

دعویٰ خدائی:

۱۔ میں نے اپنے تئیں خدا کے طور پر دیکھا ہے۔ اور میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ میں وہی ہوں اور میں نے آسمان کو تخلیق کیا ہے۔ (آئینہ کمالات صفحہ ۵۶۴ مرزا غلام احمد قادیانی)

۲۔ ''خدا نمائی کا آئینہ ہوں''۔ (نزول المسیح صفحہ ۸۴)

۳۔ ''ہم تجھے ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جو حق اور بلندی کا مظہر ہوگا۔ گویا خدا آسمان سے اترے گا'' (تذکرہ ۱۳۹ص ۶۴۶ انجام آتھم ص ۶۲)

۴۔ ''مجھ سے میرے رب نے بیعت کی''۔ (دافع البلاء ص ۶)

نبوت کے دعوے:

۱۔ ''پس مسیح موعود (مرزا غلام احمد) خود محمد رسول اللہ ہے جو اشاعت اسلام کے لئے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے۔ اس لئے ہم کو کسی نئے کلمہ کی ضرورت نہیں ہاں! اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کوئی اور آتا تو ضرورت پیش آتی''۔ (کلمۃ الفصل ص ۱۵۸ مصنفہ مرزا بشیر احمد ایڈیشن اول)

۲۔ ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تین ہزار معجزات ہیں''

(تحفہ گولڑویہ ص ۶۷ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

''میرے معجزات کی تعداد دس لاکھ ہے''۔

(براہین احمدیہ ص ۵۷ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

۳۔ یہ بات بالکل روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔

(حقیقت النبوت مصنفہ مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفہ قادیان ص ۲۲۸)

نبوت مرزا غلام احمد قادیانی پر ختم:

''اس امت میں نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں ہیں''۔

(حقیقت الوحی مرزا غلام احمد قادیانی ص ۳۹۱)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین:

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیسائیوں کے ہاتھ کا پنیر کھا لیتے تھے۔ حالانکہ مشہور تھا کہ سؤر کی چربی اس میں پڑتی ہے۔

(مکتوب مرزا غلام احمد قادیانی مندرجہ اخبار الفضل قادیان ۲۲ فروری ۱۹۲۴)

۲۔ منم مسیح زمان و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبی باشد

ترجمہ: مسیح ہوں موسیٰ کلیم اللہ ہوں اور محمد اور احمد مجتبی صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ (تریاق القلوب ص ۵ مصنفہ غلام احمد قادیانی)

۳۔ محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

(قاضی محمد ظہور الدین اکمل اخبار "بدر" نمبر ۴۳ جلد ۲ قادیان ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء)

۴۔ دنیا میں کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا۔

(حقیقت الوحی صفحہ ۸۹ از مرزا غلام احمد قادیانی)

۵۔ اس صورت میں کیا اس بات میں کوئی شک رہ جاتا ہے کہ قادیان میں اللہ تعالیٰ نے پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اتارا تا کہ اپنے وعدہ کو پورا کرے۔ (کلمۃ الفصل صفحہ ۱۰۵ از مرزا بشیر احمد)

۶۔ سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔

(دافع البلاء کلاں صفحہ ۱۱، تختی خورد صفحہ ۲۳ انجام آتھم ص ۶۲)

۷۔ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

(دافع البلاء ص ۲۰)

"عیسیٰ کو گالی دینے، بدزبانی کرنے اور جھوٹ بولنے کی عادت تھی اور چور بھی تھے (ضمیمہ انجام آتھم ص ۵/۶)

حضرت علیؓ کی توہین:

پرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑو اب نئی خلافت لو۔ ایک زندہ علی (مرزا صاحب) تم میں موجود ہے۔ اس کو چھوڑتے ہو اور مردہ علی (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کو تلاش کرتے ہو۔ (ملفوظات احمدیہ ص ۱۳۱ جلد اول)

مکہ اور مدینہ کی توہین:

حضرت مسیح موعود نے اس کے متعلق بڑا زور دیا ہے اور فرمایا ہے جو بار بار یہاں نہ آئے مجھے ان کے ایمان کا خطرہ ہے۔ پس جو قادیان سے تعلق نہیں رکھے گا وہ کاٹا جائے گا۔ تم ڈرو کہ تم میں سے کوئی نہ کوئی کاٹا جائے۔ پھر یہ تازہ دودھ کب تک رہے گا۔ آخر ماؤں کا دودھ بھی سوکھ جایا کرتا ہے۔ کیا مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں سے یہ دودھ سوکھ گیا کہ نہیں۔

(مرزا بشیر الدین محمود احمد مندرجہ حقیقت الرویا ص ۴۶)

۲۔ قرآن شریف میں تین شہروں کا ذکر ہے۔ یعنی مکہ اور مدینہ اور قادیان کا۔ (خطبہ الہامیہ ص ۲۰ حاشیہ)

مسلمانوں کی توہین

کل مسلمانوں نے مجھے قبول کر لیا ہے اور میری دعوت کی تصدیق کر لی ہے مگر کنجریوں اور بدکاروں کی اولاد نے مجھے نہیں مانا۔ (آئینہ کمالات صفحہ ۵۴۷)

۲۔ جو دشمن میرا مخالف ہے وہ عیسائی، یہودی، مشرک اور جہنمی ہے۔

(نزول المسیح صفحہ ۴ تذکرہ ۲۲۷)

۳۔ میرے مخالف جنگلوں کے سؤر ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئیں۔ (نجم الہدیٰ صفحہ ۳۵ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

۴۔ جو ہماری فتح کا قائل نہ ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے۔ اور حلال زادہ نہیں ہے۔ (انوار الاسلام ص ۳۰ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

تمام مسلمان کافر ہیں:

۱۔ جو شخص مجھ پر ایمان نہیں رکھتا وہ کافر ہے۔

(حقیقت الوحی ص ۱۶۳ از مرزا غلام احمد قادیانی)

۲۔ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

(آئینہ صداقت صفحہ ۳۵ مصنفہ مرزا بشیر الدین محمود خلیفہ قادیان)

کافرانہ دعوے:

۱۔ "مجھے مسیح اور مہدی بنایا گیا"۔ (نجم الہدیٰ حاشیہ ص ۷۸)

نوٹ: یہ دعویٰ مرزا صاحب کی اکثر کتب میں موجود ہے۔

۲۔ "خدا نے اپنے الہامات میں میرا نام بیت اللہ رکھا ہے"۔

(تذکرہ ط۲ ص ۳۵ حاشیہ اربعین ص ۴ ص ۱۶)

۳۔ "خدا تعالیٰ نے اپنے الہام اور کلام سے مجھے مشرف فرمایا"

قادیانیوں کا مسلمانوں سے جدا مذہب:

۱۔ "ورنہ حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد) نے فرمایا کہ ان کا (یعنی مسلمانوں کا) اسلام اور ہے اور ہمارا اور۔ ان کا خدا اور ہے ہمارا اور۔ ہمارا حج اور ہے ان کا حج اور۔ اور اسی طرح ان سے ہر بات میں اختلاف ہے۔

(اخبار الفضل ۲۱ اگست ۱۹۱۷ء تقریر بنام طلباء (طلباء کو نصائح)

مسلمانوں سے شادی بیاہ کی ممانعت:

حضرت مسیح موعود کا حکم اور زبردست حکم ہے کہ کوئی احمدی، غیر احمدی کو

اپنی لڑکی نہ دے۔اس کی تعمیل کرنا بھی ہر احمدی کا فرض ہے۔

(برکات خلافت، مجموعہ تقاریر محمود ص ۲۵)

سلطنت برطانیہ کا خود کاشتہ پودا:

میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید وحمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارہ میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہارات طبع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔(تریاق القلوب ص ۲۵ مصنفہ مرزا غلام احمد)

۲۔ نیز تبلیغ رسالت جلد ہفتم صفحہ ۱۹ پر اپنے بارے میں لکھتے ہیں کہ" انگریز کا خود کاشتہ پودا ہوں"۔

۳۔ میں اپنے کام کو نہ مکہ میں اچھی طرح چلا سکتا ہوں نہ مدینہ میں نہ روم میں نہ ایران میں۔ نہ کابل میں مگر اس گورنمنٹ میں جس کے اقبال کے لئے دعا کرتا ہوں۔(تبلیغ رسالت مرزا غلام احمد جلد ۶ صفحہ ۶۹)

قرآن مجید کی توہین:

قرآن شریف میں گندی گالیاں بھری ہیں اور قرآن عظیم سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے۔(ازالۃ الاوہام ص ۲۹،۲۸)

۲۔"میں قرآن کی غلطیاں نکالنے آیا ہوں جو تفسیروں کی وجہ سے واقع ہو گئی ہیں"(ازالۃ الاوہام ص ۳۷۱)

۳۔"قرآن زمین پر سے اٹھ گیا تھا میں قرآن کو آسمان پر سے لایا ہوں"(ایضاً حاشیہ ص ۳۸۰)

مرزا قادیانی کی دعا جو بارگاہ الٰہی میں قبول ہوئی

مرزا قادیان نے اپنے اشتہار مورخہ ۲۶ اکتوبر ۱۸۹۴ء کے آخر میں لکھا۔" اور میں بالآخر دعا کرتا ہوں کہ اے خدائے قادر علیم اگر آتھم کا عذاب مہلک میں گرفتار ہونا اور احمد بیگ کی دختر کلاں کا آکر اس عاجز کے نکاح میں آنا یہ پیشین گوئیاں تیری طرف سے ہیں تو ان کو ایسے طور سے ظاہر فرما جو خلق اللہ پر حجت ہو۔اور کور باطن حاسدوں کا منہ بند ہو جائے۔ اور اگر اے خداوند یہ پیشین گوئیاں تیری طرف سے نہیں ہیں تو مجھے نامرادی اور ذلت کے ساتھ ہلاک کر۔ اگر میں تیری نظر میں مردود اور ملعون اور دجال ہی ہوں جیسا کہ مخالفوں نے سمجھا ہے اور تیری وہ رحمت میرے ساتھ نہیں جو تیرے بندہ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ اور اسحٰق علیہ السلام کے ساتھ اور اسمٰعیل علیہ السلام کے ساتھ اور یعقوب علیہ السلام کے ساتھ اور موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اور داؤد علیہ السلام کے ساتھ اور مسیح ابن مریم علیہ السلام کے ساتھ اور خیر الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور اس امت کے اولیاء کرام کے ساتھ تھی تو مجھے فنا کر ڈال اور ذلتوں کے ساتھ مجھے ہلاک کر دے اور ہمیشہ کی لعنتوں کا نشانہ بنا اور تمام دشمنوں کو خوش کر اور ان کی دعائیں قبول فرما۔(مجموعہ اشتہارات ص ۱۱۵، ۱۱۶ جلد ۲)

نتیجہ: قارئین کرام! نہ احمد بیگ کی بڑی لڑکی محمدی بیگم مرزا کے نکاح میں آئی نہ آتھم مرزا کی مقرر کردہ معیاد کے اندر عذاب مہلک میں گرفتار ہوا۔ معلوم ہوا کہ یہ پیشین گوئیاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں تھیں۔لہٰذا مرزا کی یہ دعا قبول ہوئی کہ اگر یہ پیشین گوئیاں تیری طرف سے نہیں تو مجھے نامرادی اور ذلت کے ساتھ ہلاک کر۔ جس سے ثابت ہوا کہ مرزا اللہ تعالیٰ کی نظر میں واقعی مردود وملعون اور دجال تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو ہمیشہ کی لعنتوں کا نشانہ بنا دیا۔

مرزا کی پیش گوئی جو سچی نکلی

مولانا ثناءاللہ امرتسری مرحوم کو مخاطب کرتے ہوئے مرزا قادیانی نے لکھا۔

"آپ اپنے پرچے میں......میری نسبت شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور کذاب اور دجال ہے۔ اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں۔ جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی ہی میں ہلاک ہو جاؤں گا۔(مجموعہ اشتہارات ص ۵۷۸ جلد ۳)

نتیجہ: مرزا قادیانی کی یہ پیش گوئی حرف بہ حرف سچی نکلی۔ وہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مولانا مرحوم کی زندگی میں ہلاک ہو گیا اور مولانا مرحوم ۱۹۴۹ء تک سلامت با کرامت رہے۔ ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی بقول خود اللہ تعالیٰ کی نظر میں مفتری اور کذاب ودجال تھا۔

پیشین گوئی نمبر ۲

"ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں"(تذکرہ طبع دوم ص ۵۸۴)

مرزا صاحب کا یہ الہام یا پیش گوئی اردو زبان میں ہے۔ اور اس کا صاف اور سیدھا مطلب یہ ہے کہ مرزا صاحب کی موت مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ میں ہوگی۔ مگر دیکھئے مرزا صاحب کا انتقال لاہور میں بمرض ہیضہ ہوا۔ اور مرزا صاحب کے مرید ان کی لاش کو بذریعہ ریل گاڑی جو مرزا صاحب کے نزدیک دجال کا گدھا ہے لاد کر قادیان لے گئے۔ تو یہ پیش گوئی بھی غلط ثابت ہوئی۔

بزرگان محترم! مرزا غلام احمد نے خود ہی ایک معیار مقرر کیا اور اس معیار پر خود ہی پورا نہ اتر سکا۔ اب انہیں کا فیصلہ ملاحظہ فرماویں۔ تحریر کرتے ہیں۔ "جو شخص اپنے دعوے میں کاذب ہو اس کی پیش گوئی ہرگز پوری نہیں ہو سکتی"۔

قادیانیوں اور دوسرے کافروں کے درمیان فرق

قادیانیوں میں اور دوسرے غیر مسلموں میں کیا فرق ہے؟ اس کا جواب عرض کرنے سے پہلے ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ آپ کو معلوم ہے کہ

شریعت میں شراب ممنوع ہے۔ شراب کا پینا، اس کا بنانا، اس کا بیچنا تینوں حرام ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ شریعت میں خنزیر حرام اور نجس العین ہے۔ اس کا گوشت فروخت کرنا، لینا، دینا، یا کھانا پینا قطعی حرام ہے۔ یہ مسئلہ سب کو معلوم ہے۔ اب ایک آدمی وہ ہے جو شراب فروخت کرتا ہے یہ بھی مجرم ہے اور ایک دوسرا آدمی جو شراب فروخت کرتا ہے اور مزید ستم یہ کرتا ہے کہ شراب پر زمزم کا لیبل چپکاتا ہے یعنی شراب بیچتا ہے اس کو زم زم کہہ کر۔ مجرم دونوں ہیں لیکن ان دونوں مجرموں کے درمیان کیا فرق ہے۔

قادیانیوں کو مسلمان کہلانے کا کیا حق ہے؟

قادیانیوں کو یہ حق آخر کس نے دیا ہے کہ وہ غلام احمد قادیانی کو نبی اور رسول سمجھیں اور پھر اسلام کا دعویٰ بھی کریں؟ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمے کو منسوخ کر کے اس کی جگہ مرزا غلام احمد قادیانی کو محمد رسول اللہ کی حیثیت سے دنیا کے سامنے پیش کریں اس کا کلمہ جاری کرائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی قرآن کریم کی بجائے مرزا کی وحی کو واجب الاتباع اور مدار نجات قرار دیں اور پھر ڈھٹائی کے ساتھ یہ بھی کہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور غیر احمدی کافر ہیں۔ مرزا بشیر احمد لکھتا ہے

''ہر ایک شخص جو موسیٰ علیہ السلام کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد کو نہیں مانتا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتا ہے پھر مسیح موعود (مرزا قادیانی کو نہیں مانتا) وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ (کلمۃ الفصل ص ۱۱۰)

زندیق مرزائی کی نسل کا حکم:

لیکن قادیانیوں کی سو نسلیں بھی بدل جائیں تو ان کا حکم زندیق اور مرتد کا رہے گا۔ سادہ کافر کا حکم نہیں ہوگا کیوں؟ اس لئے کہ ان کا جو جرم ہے یعنی کفر کو اسلام اور اسلام کو کفر کہنا۔ یہ جرم ان کی آئندہ نسلوں میں بھی پایا جاتا ہے۔

الغرض قادیانی جتنے بھی ہیں خواہ وہ اسلام کو چھوڑ کر مرتد ہوئے ہوں قادیانی زندیق بنے ہوں۔ یا وہ ان کے بقول پیدائشی احمدی ہوں۔ قادیانیوں کے گھر میں پیدا ہوئے ہوں اور یہ کفران کو ورثے میں ملا ہو ان سب کا ایک ہی حکم ہے یعنی مرتد اور زندیق کا۔ کیونکہ ان کا جرم صرف یہ نہیں کہ وہ اسلام کو چھوڑ کر کافر بنے ہیں۔ بلکہ ان کا جرم یہ ہے کہ دین اسلام کو کفر کہتے ہیں۔ اور اپنے دین کفر کو اسلام کا نام دیتے ہیں۔ اور یہ جرم ہر قادیانی میں پایا جاتا ہے۔ خواہ وہ اسلام کو چھوڑ کر قادیانی بنا ہو یا پیدائشی قادیانی ہو۔ اس مسئلے کو خوب سمجھ لیجئے بہت سے لوگوں کو قادیانیوں کی صحیح حقیقت معلوم نہیں۔

میرا اور آپ کا ہر مسلمان کا کیا فرض ہونا چاہئے؟ قادیانیت نے ہمارا رشتہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کاٹنے کی کوشش کی ہے۔ وہ ہمیں کافر کہتے ہیں۔ حالانکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو مانتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دین جس کو ہم مانتے ہیں وہ تو کفر نہیں ہوسکتا۔ جو شخص ہمیں کافر کہتا ہے وہ ہمارے دین کو کفر کہتا ہے۔ وہ ہمارا رشتہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے کاٹتا ہے۔ وہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ سب ناجائز اولاد ہیں۔

اب مسلمانوں کی غیرت کا تقاضا کیا ہونا چاہئے؟ ہماری غیرت کا اصل تقاضا تو یہ ہے کہ دنیا میں ایک قادیانی زندہ نہ بچے۔ پکڑ پکڑ کر خبیثوں کو ماردیں۔ یہ میں جذباتی بات نہیں کررہا ہوں بلکہ حقیقت یہی ہے اسلام کا فتویٰ یہی ہے مرتد اور زندیق کے بارے میں اسلام کا قانون یہی ہے۔ مگر یہ داروگیر حکومت کا کام ہے۔ ہم انفرادی طور پر اس پر قادر نہیں۔ اس لئے کم از کم اتنا تو ہونا چاہئے کہ ہم قادیانیوں سے مکمل قطع تعلق کریں ان کو اپنی کسی مجلس میں کسی محفل میں برداشت نہ کریں۔ ہر سطح پر ان کا مقابلہ کریں اور جھوٹے کو اس کی ماں کے گھر تک پہنچا آئیں۔

الحمدللہ ہم نے جھوٹے کو اس کی ماں کے گھر تک پہنچا دیا۔ برطانیہ قادیانیوں کی ماں ہے۔ جس نے اس کو جنم دیا اب ان کا گرو مرزا طاہر اپنی ماں کی گود میں جا بیٹھا اور وہاں سے دنیا بھر کے مسلمانوں کو للکار رہا ہے۔ یورپ، امریکہ، افریقہ کے بھولے بھالے مسلمان جو نہ پوری طرح اسلام کو سمجھتے ہیں نہ ان کو قادیانیت کی حقیقت کا علم ہے۔ وہ قادیانیت کو نہیں جانتے کہ وہ کیا ہے۔ ان کو اہل علم کے پاس بیٹھنے کا بھی موقع نہیں ملتا۔ ہمارے ان بھولے بھالے بھائیوں کو قادیانی مرتد بنانے کا فیصلہ کرچکے ہیں اور وہ ان کا اعلان کررہے ہیں ان کے لئے اربوں کھربوں کے میزانیے بنارہے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ''عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت'' نے بھی حضرت ختمی مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا پوری دنیا میں بلند کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر لوگ اذان کے ثواب کو جانتے تو اس کے لئے تلواروں سے لڑتے۔ (مجمع)

باب ۲۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجاہدین ختم نبوت

تحریک تحفظ ختم نبوت

قادیانی اپنے عقائد ونظریات کی رو سے پیمانہء اسلام پر پورے نہ اترتے تھے۔ اور اپنے عقائد کفریہ کی بناء پر مسلمان تصور نہ ہوتے تھے۔ اس لئے سب سے پہلے علامہ اقبال نے انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا۔ جسے مجلس احرار نے اپنا مقصد حیات بنالیا۔ مسٹر جسٹس منیر اپنی تحقیقاتی رپورٹ میں احراری لیڈر قاضی احسان احمد شجاعبادی کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

''پہلا شخص جس نے خواجہ ناظم الدین وزیر اعظم کی توجہ قادیانی تحریک کی سنگینی کی طرف مبذول کرائی۔ وہ قاضی احسان احمد شجاعبادی تھا''۔ (تحقیقاتی رپورٹ ص ۱۳۷)

حریم نبوت کی پاسبانی کے لئے زعماء احرار نے حسین اگاہی ملتان کی معروف مگر چھوٹی سی مسجد سراجاں میں ایک مجلس مشاورت کی۔ جس میں امیر شریعت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا قاضی احسان احمد شجاعبادی، مولانا عبدالرحمٰن میانوی، مولانا تاج محمود لائلپوری، اور مولانا محمد شریف جالندھری شریک ہوئے۔ پورے غور وخوض کے بعد ایک سیاسی تبلیغی تنظیم ''مجلس تحفظ ختم نبوت'' کی بنیاد رکھی اور اسی مسجد کے حجرہ میں اس تنظیم کا مرکزی دفتر قائم کیا گیا۔

انگریزوں نے اپنے پروردہ فرقہ کی حفاظت کے لئے مرزا غلام احمد کے مرید خاص سر ظفر اللہ خان کو پاکستان کا وزیر خارجہ مقرر کر رکھا تھا۔ اور برطانوی سامراج کے کل پرزے اور افسر شاہی مرزائیت کے تحفظ کے فرائض سر انجام دے رہے تھے۔ جس کی وجہ سے خلیفہ ربوہ نے پاکستان میں اپنی سیاسی قوت کی بناء پر اعلان کر دیا کہ ۱۹۵۲ء کے اختتام تک اس کی جماعت کا بلوچستان پر قبضہ ہو جائے گا۔ ان حالات میں مجلس تحفظ ختم نبوت نے مطالبہ کیا کہ سر ظفر اللہ خان کو وزارت خارجہ کے عہدے سے ہٹایا جائے۔ اور مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دیا جائے۔ اس غرض کے لئے مجلس مذکور نے تحریک تحفظ ختم نبوت ۱۹۵۳ء چلائی۔ جس میں دس ہزار فدایان ختم نبوت نے جام شہادت نوش کیا۔ لاکھوں فرزندگان اسلام کو قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑیں۔ اور حکومت پاکستان نے مسلمانوں کے یہ مطالبات ماننے سے انکار کر دیا اور ۵۵-۱۹۵۴ء میں مجلس کے زعماء و مبلغین پر حضرت امیر شریعت سے لیکر چھوٹے مبلغین تک پر بیسیوں مقدمات قائم کر دیئے۔ تاکہ یہ تحریک پھر سر نہ اٹھا سکے۔

ان نامساعد حالات کے باوجود شمع نبوت کے پروانوں نے اپنا کام جاری رکھا اور مندرجہ ذیل طریق پر موثر عملی اقدامات کئے:

۱۔ مجلس کی طرف سے اعلان عام کیا گیا کہ جہاں قادیانی جراثیم متحرک نظر آئیں ایک کارڈ لکھ کر اس کی فوراً ملتان کے مرکزی دفتر میں اطلاع بھیجی جائے۔ جس پر تبلیغی ارکان فوراً موقع پر پہنچ کر اس فتنہ کی روک تھام کریں گے۔

۲۔ مجلس نے ایسے حضرات کے مقدمات کی پیروی اور مالی اعانت اپنے ذمہ لے لی۔ جنہیں ناحق اور جھوٹے مقدمات میں ملک کے طول و عرض میں پھنسایا جا رہا تھا۔

۳۔ مجلس نے دیہاتوں میں دینی مدارس قائم کرانے شروع کر دیے۔ تاکہ کفر والحاد کے جراثیم نہ پھیل سکیں۔

۴۔ نیز مجلس نے فتنہ قادیانیت کے استیصال کے لئے اپنے دار المبلغین قائم کئے جن سے ہر سال مبلغین کی ایسی جماعت تیار ہو جاتی جو اپنی اپنی جگہ تبلیغ ختم نبوت اور رد قادیانیت کے فرائض انجام دیتی۔

۵۔ ماہر مبلغین کی ایسی جماعتیں بھی تیار کی گئیں جو بیرون ملک جا کر رد قادیانیت کی کامیاب مہم چلائیں۔ انہوں نے انگلینڈ، امریکہ، افریقہ، عرب امارات اور انڈونیشیا تک دورے کر کے لاکھوں انسانوں کو مرزائیوں کے چنگل سے بچایا اور مسلمان بنایا۔ اس طرح دیکھتے دیکھتے ملتان کی یہ تحریک عالمگیر حیثیت اختیار کر گئی۔ عرب امارات اور سعودی عرب میں مرزائیوں کا اثر ورسوخ ختم ہو گیا۔ حکومت پاکستان نے بالآخر مجلس تحفظ نبوت کے مطالبہ کو تسلیم کرتے ہوئے مرزائیوں کو سکھوں، ہندوں اور ہریجنوں کی صف میں کھڑا کر کے غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ اور شعار اسلام اختیار کرنے کی ممانعت کر دی۔

اس تحریک کے مبلغین نے انگلستان، جرمن، آسٹریلیا، جزائر فجی، افریقہ اور عرب امارات میں اپنے مستقل دفتر قائم کر رکھے ہیں۔ جہاں سے تبلیغی وفود مختلف اطراف واکناف کو باقاعدہ بھیجے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ عربی، انگریزی، اردو، سندھی، پشتو، بنگلہ میں لاکھوں کی تعداد میں اشتہارات، پمفلٹ

اور کتابیں ردمرزائیت میں تقسیم کیے۔ یہ سلسلہ اب تک جاری ہے اور ملتان سے اٹھی ہوئی ختم نبوت کی یہ تحریک اب پوری دنیا میں پھیل چکی ہے۔ اور کم و بیش ہر جگہ قادیانیوں سے وہی معرکہ گرم ہے جو یہاں ہمارے ملک میں رہا۔

مجلس کا صدر دفتر تغلق روڈ ملتان پر ڈیڑھ لاکھ کی لاگت سے تیار ہو چکا ہے۔ جس کے ذیلی دفاتر کراچی، ڈھاکہ، چاٹگام اور انگلینڈ میں کام کر رہے ہیں۔

جنوبی افریقہ کی سپریم کورٹ میں مرزائیوں کے خلاف مقدمہ جھگڑنے کے لئے پاکستان کے رئیس المبلغین مولانا عبدالرحیم اشعر عنائت پوری نے کی اور اس وفد کے وکلاء کو مقدمہ کی تیاری میں مدد دی اور کامیاب لوٹے۔

مجلس کے صدر دفتر میں قادیان کے گمراہ فرقے، اس کے قائدین، انصار اور اسے ترویج دینے والوں کے متعلق مکمل مواد اور لٹریچر موجود ہے۔ اس مرکز نے ان کے ہر ہفویات، مولفات اور رسائل کو محفوظ کر رکھا ہے۔ نیز اس مرکز میں باطل کے خلاف اہل حق کے کارناموں کا مکمل ریکارڈ موجود ہے۔ مالی وسائل اور مادی ذرائع کی قلت کے باوجود اس سلسلہ میں اس مجلس نے جو عظیم کارنامے انجام دیئے ہیں وہ بڑے بڑے مالی وسائل و ذرائع رکھنے والے ادارے بھی سرانجام نہیں دے سکے۔

ختم نبوت کے پروانے حضرت ابومسلم خولانی رحمہ اللہ

مسیلمہ کذاب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں دعوی نبوت کر رکھا تھا۔ ایک دن مشہور تابعی حضرت ابو مسلم خولانیؒ کو گرفتار کرا کر مسیلمہ نے اپنے سامنے پیش کرایا اور ان سے پوچھا کہ تم اس کی شہادت دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ حضرت ابو مسلم نے فرمایا کہ میں سنتا نہیں ہوں۔ اس نے پھر کہا کہ تم اس کی شہادت دیتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں؟ ابو مسلم نے فوراً کہا کہ بیشک اس سے پوچھا گیا کہ تم اس کی گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ ابو مسلم نے فوراً کہا کہ میں سنتا نہیں۔ پھر پوچھا کہ کیا تم اس کی شہادت دیتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ تو فرمایا کہ ہاں اس طرح پھر تیسری مرتبہ دونوں جملے دریافت کیے اور یہی دونوں جواب۔ سنے۔ غصے میں آ کر حکم دیا کہ ایک عظیم الشان انبار سوختہ کا جمع کر کے آگ روشن کرو اور ابو مسلم کو اس میں ڈال دو۔ اس کی حزب شیطان نے حکم پاتے ہی جہنم کا یہ نمونہ تیار کر دیا اور ابو مسلم کو بیدردی کے ساتھ اس میں ڈال دیا گیا مگر جس قادر مطلق نے حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوۃ کے لئے دہکتی آگ کو ایک پرفضا باغ اور برد اور سلام بنا دیا تھا وہ حیّ و قیوم آج بھی اپنے رسول کی محبت میں جان نثاری کرنے والے ابو مسلم کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے اس وقت پھر معجزہ ابراہیمی کی ایک جھلک دنیا کو دکھلا دی اور پیروایان نمرود کی ساری کوششیں خاک میں ملا دیں۔

حضرت ابو مسلمؒ صحیح سالم اس آگ سے برآمد ہوئے تو مسیلمہ کذاب کے ساتھی خود مذبذب ہونے لگے اور مسیلمہ نے اس کو غنیمت سمجھا کہ کسی طرح یہ یمن سے چلے جائیں۔ حضرت ابو مسلمؒ نے اس کو قبول کیا اور یمن کو چھوڑ کر مدینۃ الرسول کی راہ لی۔ مدینہ طیبہ پہنچے تو مسجد نبوی میں داخل ہو کر ایک ستون کے پیچھے نماز پڑھنا شروع کی اچانک حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نظر ان پر پڑی تو بعد فراغت نماز دریافت کیا کہ آپ کہاں سے آئے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ یمن سے!

مسیلمہ کذاب کا یہ واقعہ کہ کسی مسلمان کو اس نے آگ میں جلا دیا ہے، بہت مشہور ہو چکا تھا۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی اس سے متاثر اور حقیقت دریافت کرنے کے مشتاق تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنا پورا واقعہ سنایا۔ (ابن عساکر، تاریخ ابن کثیر)

حبیب بن ام عمارہؓ

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے حبیب کا واقعہ ہے کہ ان کو مسیلمہ کذاب مدعی نبوت نے قید کر لیا اور طرح طرح کے عذاب میں مبتلا کر کے نہایت بے دردی سے قتل کر دیا۔ یہ ظالم ان سے دریافت کرتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں تو یہ فرماتے: "بے شک" پھر پوچھتا کہ اس کی بھی گواہی دیتے ہو کہ میں بھی اللہ کا رسول ہوں تو یہ فرماتے: "ہرگز نہیں"۔ اس پر ان کا ایک عضو کاٹ دیتا پھر اسی طرح دریافت کرتا۔ اور جب وہ اس جھوٹے نبی کی نبوت سے انکار کرتے تو یہ بدبخت ایک عضو کاٹ دیتا۔ اس طرح ایک ایک کر کے سارا بدن کاٹ ڈالا۔ الغرض شہید ہو گئے۔ مگر یہ گوارا نہ کیا کہ عقیدہ کے خلاف ایک لفظ بھی نکالیں۔

حضرت زید بن خارجہؓ

نعمان بشری فرماتے ہیں کہ زید بن خارجہ انصار کے سرداروں میں سے تھے۔ ایک روز وہ مدینہ طیبہ کے کسی راستے پر چل رہے تھے کہ یکایک زمین پر گرے اور فوراً وفات ہو گئی۔ انصار کو خبر ہوئی تو وہاں جا کر ان کو اٹھایا اور گھر لائے اور چاروں طرف سے ڈھانپ دیا۔ گھر میں کچھ انصاری عورتیں تھیں جوان کی وفات پر گریہ وزاری میں مبتلا تھیں۔ اور کچھ مرد جمع تھے۔ اسی طرح جب مغرب وعشاء کا درمیانی وقت قریب آیا تو اچانک ایک آواز سنی کہ "چپ رہو۔ چپ رہو" لوگ متحیر ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ آواز اسی چادر کے نیچے سے آ رہی ہے۔ جس میں میت ہے۔ یہ دیکھ کر لوگوں نے ان کا منہ کھول دیا اس وقت یہ دیکھا گیا کہ زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ کی زبان سے یہ آواز نکل رہی ہے کہ: "

محمد رسول الله النبی الامی خاتم النبیین لا نبی بعده الخ'' یعنی محمد اللہ کے رسول ہیں اور نبی امی ہیں۔ جو انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ یہی مضمون کتاب اول یعنی تورات وانجیل وغیرہ میں موجود ہے سچ کہا سچ کہا۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ

حضرت حاجی صاحب فرماتے تھے کہ: ''ہر عارف کو اس کے علوم و معارف کی ترجمانی کے لئے ایک لسان عطاء کی جاتی ہے جیسا کہ حضرت شمس تبریزؒ کی لسان مولانا رومی تھے۔ پھر فرماتے تھے کہ ''میری لسان مولانا محمد قاسم نانوتوی ہیں۔ جو علوم میرے قلب پر وارد ہوئے ہیں مولانا محمد قاسم ان کو کھول کھول کر بیان فرما دیتے ہیں''۔ اس لئے کہنا چاہئے کہ ''حضرت نانوتوی کا یہ فتویٰ حضرت حاجی صاحبؒ کے قلب صافی کا پرتو تھا''۔ اس طرح ''فتنہ قادیانیت'' کی تردید کی تحریک کا آغاز حضرت حاجی صاحب اور ان کی ''لسان علوم و معارف'' حضرت نانوتوی کے مبارک ہاتھوں سے ہوا اور ان کے بعد ان کے جانشینوں نے اس تحریک کو مسلسل جاری رکھا۔ اس فتنہ کے استیصال کے لئے یوں تو بہت سے اکابر نے زرین خدمات انجام دیں۔ لیکن جس شخصیت کو اس دور کی قیادت و امامت تجویز ہوئی اور جسے حضرت بنوری کے الفاظ میں ''واسطۃ العقد'' کہنا چاہئے وہ امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ کی ذات گرامی تھی۔

حضرت حاجی صاحبؒ نے پیر مہر علی شاہ گولڑوی کو بیعت وخلافت سے مکہ مکرمہ میں نوازا تھا اور مرزائیت کے فتنہ کے خروج سے پہلے ہی اس فتنہ کے استیصال کے لئے حکم فرمایا تھا۔ آپ کا یہ فرمان ''اتقوا فراسة المؤمن فانه ینظر بنور الله'' کا عملی نمونہ تھا۔

مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ

مولانا محمد صاحب نے مزید فرمایا کہ مقدمہ بہاولپور میں شمس مرزائی نے علماء پر یہ اعتراض کیا تھا کہ دیوبندی بریلویوں کو اور بریلوی دیوبندیوں کو کافر کہتے ہیں۔ مولانا محمد انور شاہ نے جواب دیا جج صاحب لکھو'' میں تمام علماء دیوبند کی طرف سے اور جو حضرات یہاں موجود ہیں ان سب کی طرف سے وکیل ہو کر کہتا ہوں کہ ہم بریلویوں کی تکفیر نہیں کرتے اور فرمایا کہ بریلوی حضرات جو علم غیب کے بارے میں تاویلات کرتے ہیں۔ کچھ نصوص ایسے ہیں جو ان معانی کی موہم ہیں۔ نیز ان معنی کی طرف سلف صالحین میں سے بھی بعض حضرات گئے ہیں۔ لیکن مرزائی جو تاویل کرتے ہیں اس معنی کی موید کوئی نص نہیں ملتی۔ اور نہ سلف میں سے اس معنی کی طرف کوئی گیا ہے۔

شمس مرزائی نے اعتراض کیا کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کسی کے کلام میں ننانوے احتمال کفر کے ہوں اور ایک احتمال ایمان کا ہو تو اس کے کفر پر فتویٰ نہ دیا جائے۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا جج صاحب نوٹ کریں، یہ دھوکا دے رہے ہیں۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کا تقویٰ طہارت اور اس کی صالحیت معلوم ہو اور مسلم ہو تو وہ مر جائے اور اس کے کلام میں کوئی ایسا کلام ہو جس میں ننانوے احتمال کفر کے اور ایک احتمال ایمان کا ہو تو اس پر کفر کا فتویٰ دینے میں احتیاط کی جائے۔ لیکن اگر کسی شخص کا فاجر و فاسق ہونا معلوم ہو اس کے عقائد کفریہ سینکڑوں جگہ تصریح کے ساتھ موجود ہوں تو وہاں اس کا وہی معنی لیا جائے گا جو اس کی دوسری کلام تشریح کر رہی ہے۔

فتنہ قادیانیت کے ہی سلسلہ میں ایک واقعہ حضرت شاہ صاحب کے جلال کا بھی سن لیجئے۔ دورہ حدیث کے ہمارے ہم سبق طلبہ ضلع اعظم گڑھ کے بھی چند حضرات تھے۔ اسی زمانہ میں ضلع اعظم گڑھ کے ایک صاحب جو قادیانی تھے۔ سہارنپور حکومت کے کسی بڑے عہدے پر آ گئے۔ وہ ایک دن اپنے ہم ضلع اعظم گڑھی طلبہ سے ملنے کے لئے (لیکن فی الحقیقت ان کو جال میں پھانسنے کے لئے) دارالعلوم آئے۔ ان طلباء نے ان کی اچھی خاطر مدارات کی۔ وہ شکار کے بہانے ان میں سے بعض کو اپنے ساتھ بھی لے گئے جورات کو دارالعلوم واپس آئے۔ حضرت شاہ صاحب کو کسی طرح اس واقعہ کی اطلاع ہو گئی۔ حضرت کو ان طلبہ کی اس دینی بے حمیتی سے سخت قلبی اذیت ہوئی۔ ان طلبہ کو اس کا علم ہوا تو ان میں سے ایک سعادت مند طالب علم غالباً معافی مانگنے کے لئے حضرت کی خدمت میں پہنچ گیا۔ حضرت پر جلال کی کیفیت طاری تھی۔ قریب میں چھڑی رکھی تھی۔ اس سے اس کی خوب پٹائی کی۔ (یہ فاروقی شدت فی امر اللہ کا ظہور تھا) ہمارے وہ ہم سبق طالب علم بڑے خوش اور مسرور تھے اور اس پر فخر کرتے تھے کہ ایک غلطی پر شاہ صاحب سے پٹنے کی سعادت ان کو نصیب ہوئی۔ جو حضرت کے ہزاروں شاگردوں میں سے غالباً کسی کو نصیب نہ ہوئی۔ کیونکہ حضرت فطری طور پر بہت ہی نرم مزاج تھے۔ ہم نے کبھی ان کو غصہ کی حالت میں نہیں دیکھا۔

مقدمہ بہاولپور میں شمس مرزائی نے یہ بات اٹھائی کہ خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑوی نے مرزا صاحب کی تعریف کی ہے اور ان کی وہ عبارت پیش کی جہاں خواجہ صاحب نے لکھا ہے کہ صالح اور متقی اور دین کا خدمت گزار ہے۔ میں چونکہ مختار تھا میں نے کہا جج صاحب عدالت کا وقت ختم ہو گیا ہے چنانچہ عدالت برخاست ہوئی۔ دوسرے دن ہم کتابوں سے خود مرزا صاحب کی عبارت تلاش کر لائے۔ اس نے لکھا تھا کہ مجھے فلاں فلاں آدمی کافر اور مرتد کہتے تھے۔ اور ان میں چوتھے نمبر پر خواجہ غلام فرید کا نام

تھا۔ ہم نے جب یہ عبارت پیش کی جج صاحب خوشی سے اچھل پڑے۔ پہلے روز شمس کے حوالے سے سارے شہر میں کہرام مچ گیا۔ کیونکہ وہ لوگ خواجہ صاحب کے بہت معتقد تھے اور نواب صاحب بہاولپور بھی ان کے مرید تھے۔ اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ خواجہ صاحب نے تعریفی کلمات پہلے بھی فرمائے ہوں گے (یعنی مرزا کے دعوی نبوت سے پہلے) مولانا محمد علی صاحب جالندھری نے عرض کیا کہ اُچ شریف میں مرزا صاحب کا ایک مرید غلام احمد نام کا تھا۔ وہ خواجہ صاحب کے سامنے مرزا کی ہمیشہ تعریفیں کیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ وہ شخص آریہ ہندو، سکھوں، عیسائیوں سے مناظرے کرتا ہے اور اسلام کا بڑا خدمت گزار ہے۔ اس پر خواجہ صاحب چونکہ خالی الذہن تھے بعض تعریفی کلمات کہہ دیتے تھے۔

شمس مرزائی نے سرور شاہ کشمیری کو خط لکھا تھا کہ شاہ صاحب (یعنی مولانا محمد انور شاہ) سے مقابلہ ہے تم یہاں آ جاؤ۔ حضرت شاہ صاحب کو جب معلوم ہوا تو فرمایا وہ لعین نہیں آئے گا۔ شاہ صاحب اس پر بہت ناراض تھے اور فرماتے تھے کہ اس نے اپنے والد کو بھی مرتد کیا۔ اس کے والدین نے مرتے وقت اس کو کہا کہ سرور تو نے مجھے بھی مرتد کیا دین تو وہی حق ہے جو دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ بعد میں معلوم نہیں توبہ کی یا نہیں کی۔ چنانچہ جیسا شاہ صاحب نے فرمایا تھا ایسا ہی ہوا کہ سرور شاہ نے آنے سے انکار کر دیا۔

فیروز پور میں مرزائیوں کے ساتھ ایک مناظرہ طے پایا اور عام مسلمانوں میں جو فن مناظرہ سے ناواقف تھے۔ مرزائیوں کے ساتھ بعض ایسی شرائط پر مناظرہ طے کر لیا جو مسلمان ناظرین کے لئے خاصی پریشان کن ہو سکتی تھیں۔ دارالعلوم دیوبند کے اس وقت کے صدر مہتمم حضرت مولانا حبیب الرحمنؒ اور حضرت شاہ صاحب کے مشورے سے مناظرہ کے لئے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ تجویز ہوئے۔ یہ حضرات جب فیروز پور پہنچے تو شرائط کا علم ہوا۔ کہ انہوں نے کس طرح دجل سے من مانی شرائط سے مسلمانوں کو جکڑ لیا ہے۔ اب دو ہی صورتیں مصر تھیں۔ اور دوسری صورت مسلمانان فیروز پور کے لئے سبکی کا باعث ہو سکتی تھی کہ دیکھو تمہارے مناظر بھاگ گئے۔ انجام کار انہیں شرائط پر مناظرہ کرنا منظور کر لیا اور حضرت شاہ صاحب کو تار دے دیا گیا۔ اگلے روز وقت مقررہ پر مناظرہ شروع ہو گیا۔ اور عین اسی وقت دیکھا گیا کہ حضرت شاہ صاحب بنفس نفیس حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں۔ انہوں نے آتے ہی اعلان فرمایا کہ جائیے ان لوگوں سے کہہ دیجئے۔ تم نے جتنی شرائط مسلمانوں سے منوالی ہیں اتنی شرائط اور من مانی لکھوا لو۔ ہماری طرف سے کوئی شرط نہیں۔ مناظرہ کرو اور خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھو۔ چنانچہ اسی بات کا اعلان کر دیا گیا اور مفتی صاحب مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ اور مولانا سید بدر عالم صاحبؒ نے مناظرہ کیا۔ ان میں مرزائیوں کی جو درگت بنی اس کی گواہی آج بھی فیروز پور کے در و دیوار دے سکتے ہیں۔ مناظرے کے بعد شہر میں جلسہ عام ہوا جس میں حضرت شاہ صاحب اور شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے تقریریں کیں۔ یہ تقریریں فیروز پور کی تاریخ میں یادگار خاص کی نوعیت رکھتی ہیں۔ بہت سے لوگ جو قادیانی دجل کا شکار ہو چکے تھے۔ اس مناظرہ اور جلسہ کے بعد اسلام پر واپس لوٹ آئے۔

حضرت مولانا سید انور شاہ صاحبؒ کی زندگی کا اہم ترین مقصد تحفظ ختم نبوت تھا۔ آپ کے شاگرد رشید حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کراچوی فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ آپ قادیان تشریف لے گئے۔ مسجد میں مغموم بیٹھے تھے درد دل کے ساتھ آہ بھری اور فرمایا شفیع ہماری تو زندگی ضائع ہو گئی۔ قیامت کے دن خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھلائیں گے۔ مفتی صاحب فرماتے ہیں میں نے عرض کیا حضرت دنیا کا کوئی کونہ نہیں جہاں آپ کے شاگرد نہ ہوں۔ دنیا آپ کے علم سے سیر ہو رہی ہے۔ صبح و شام بخاری مسلم کا سبق پڑھاتے ہیں۔ بے شمار آپ نے کتابیں تصنیف فرمائی ہیں اب آپ فرمائیں کہ ہماری زندگی ضائع ہو گئی۔ تو پھر ہمارے جیسوں کا کیا حال ہو گا۔ حضرت نے فرمایا کہ ساری زندگی، ہم وجوہ ترجیح مذہب احناف بیان کرتے رہے حالانکہ امام شافعیؒ بھی حق پر ہیں۔ مسئلہ فاتحہ خلف الامام کو چھیڑے رکھا حالانکہ ان سے کہیں زیادہ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی ضرورت ہے۔

مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کی عادت تھی کہ جب بھی گفتگو یا درس کے دوران مرزا قادیانی کا نام آتا تو طبعیت میں جلال آ جاتا۔ کذاب، لعین، مردود، شقی، بدبخت، ازلی محروم القسمت، دجال، کذاب شیطان کہہ کر مرزا کا نام لیتے۔ اور اس کے بعد بددعائیہ جملے ارشاد فرما کر اس کے قول کو نقل کرتے۔ کسی خادم نے پوچھا شیخ آپ جیسا نفیس الطبع آدمی اور جب مرزا قادیانی کا نام آتا ہے تو اس طرح سیخ پا ہو جاتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا میاں میرا ایمان ہے کہ جس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت رکھنی ایمان ہے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں سے بغض رکھنا بھی ایمان ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا دشمن مرزا بدبخت تھا اس لئے اس مردود کو گالی دے کر اس سے جتنا بغض ہو گا اتنا زیادہ حضور علیہ السلام کا قرب نصیب ہو گا۔ میں یہ اس لئے کرتا ہوں بھلا تم اپنے باپ کے دشمن کو اور حکومت اپنے باغیوں کو برداشت نہیں کرتی تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کو کس طرح برداشت کر لوں۔

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ

کتب عالم زبدۃ العارفین حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے تحریر و تقریر اور فتاویٰ کے ذریعہ اس فتنہ عظیم کی مقدور بھر تردید فرمائی اور اپنے شاگردان رشید و متوسلین حضرات کو اس استیصال کی وصیت فرمائی۔

(روئیداد مجلس ۸۲ھ ص ۷)

حضرت مولانا خواجہ ابوالسعد احمد خانؒ

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی صدر مجلس احرار نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ تحریک مسجد شہید گنج کے سلسلہ میں پورے ملک سے دو اکابر اولیاء اللہ ایک حضرت اقدس مولانا ابوالسعد احمد خان اور دوسرے حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری نے ہماری راہنمائی کی اور تحریک سے کنارہ کش رہنے کا حکم فرمایا۔ حضرت اقدس ابوسعد احمد خانؒ بانی خانقاہ سراجیہ نے یہ پیغام بھجوایا تھا کہ مجلس احرار تحریک مسجد شہید گنج سے علیحدہ رہے اور مرزائیت کی تردید کا کام رکنے نہ پائے اسے جاری رکھا جائے اس لئے کہ اگر اسلام باقی رہے گا تو مسجدیں باقی رہیں گی اور اگر اسلام باقی نہ رہا تو مسجدوں کو کون باقی رہنے دے گا۔

حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ

مولانا محمد انور لائکپوری اپنی تالیف ''کمالات انوری'' میں رقم طراز ہیں کہ ایک بار صبح کا اجالا پھیلنے سے پہلے وزیر آباد کے اسٹیشن پر گاڑی کے انتظار میں آپ تشریف رکھتے تھے۔ تلامذہ اور معتقدین کا ہجوم ارد گرد جمع تھا۔ وزیر آباد اسٹیشن کا ہندو اسٹیشن ماسٹر ہاتھ میں بڑا لیمپ لئے ہوئے ادھر سے گزرا۔ حضرت پر نظر پڑی تو رک گیا۔ اور غور سے دیکھتا رہا پھر بولا کہ جس مذہب کے یہ عالم ہیں وہ مذہب جھوٹا نہیں ہو سکتا اور اسی وقت آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔

اسی طرح کا ایک واقعہ پنجاب میں بھی پیش آیا۔ جب آپ کی نورانی صورت دیکھ کر ایک غیر مسلم کو ایمان کی دولت نصیب ہوئی۔

غیر مسلم آپ کا چہرہ دیکھتے ہی پکار اٹھتے کہ اگر چودھویں صدی کے ایک عالم دین کا چہرہ اتنا منور ہے تو پھر ان کا نبی کتنا خوبصورت اور منور چہرہ والا ہوگا۔

حضرت تھانویؒ کی خدمت میں مولانا خیر محمد جالندھری کے ہمراہ السید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ حاضر ہوئے۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ حضرت! شعبہ تبلیغ احرار اسلام قادیان میں تبلیغی و تدریسی خدمت سرانجام دے رہا ہے۔ مبلغین نے ختم نبوت کی ایک جماعت قادیان اور اس کے مضافات میں تحفظ ختم نبوت اور تردید قادیانیت کا فریضہ سرانجام دے رہی ہے۔ اس کا ملکی سیاست سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ ختم نبوت کے شعبہ میں شمولیت کے لئے فیس رکنیت کا کیا ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ سالانہ ایک روپیہ۔ اس پر حضرت تھانویؒ نے پچیس روپے عنایت فرمائے کہ میری طرف سے شعبہ ختم نبوت میں شمولیت کے لئے پچیس سال کی فیس رکنیت ہے۔ اگر اس عرصہ میں فوت ہو گیا تو ختم نبوت کے رضا کاروں میں میرا بھی شمار ہوگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی شان کہ آپ اسی عرصہ میں فوت ہوئے۔ (روایت حضرت مولانا محمد عبداللہ شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ)

حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ

حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے متعلق علمائے امت کہتے ہیں کہ آپ مولانا انور شاہ کشمیری کے بعد ختم نبوت کے محاذ کے تکوینی طور پر انچارج تھے۔ ہر وقت اس فتنہ عمیاء قادیانیت کے خلاف پروگرام بناتے رہتے تھے۔ حضرت بخاری صاحبؒ مولانا قاضیؒ، حضرت جالندھریؒ، مولانا لال حسینؒ، مولانا محمد حیاتؒ، سب آپ کے مرید تھے اور آپ ہی نے ان حضرات کو اس کام پر لگایا۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی سے کتاب لکھوائی۔ ساری عرب دنیا میں تقسیم کرنے کا مجلس تحفظ ختم نبوت کو حکم فرمادیا۔ شہادۃ القرآن کی طبع ثانی بھی آپ کی توجہ خاص کا نتیجہ ہے اس سلسلے میں ایک واقعہ سنئے۔ آپ کے وصال سے پندرہ دن پہلے مولانا لال حسین اختر سے فرمایا کہ مجھے آپ سے مولانا محمد علی، مولانا محمد حیات سے بہت زیادہ پیار ہے۔ اس لئے کہ آپ ختم نبوت کا کام کرتے ہیں۔ مولانا لال حسین اختر نے عرض کیا پڑھنے کے لئے کوئی وظیفہ ارشاد فرمائیں۔ حضرت والا نے فرمایا مولوی صاحب آپ روزانہ کچھ درود شریف پڑھ لیا کریں باقی آپ کا وظیفہ یہ ہے کہ ختم نبوت پر وعظ کیا کریں۔ یہ چھوٹا وظیفہ نہیں بہت بڑا وظیفہ ہے۔ پورے دین کا دارومدار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ہے۔

(روئیداد مجلس ص ۱۴، ۸۲ھ)

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

مجلس تحفظ ختم نبوت کے پہلے امیر اور سربراہ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری منتخب ہوئے۔ حق یہ ہے کہ وہ اس جماعت کے بانی بھی تھے اور سربراہ بھی۔ شاہ جی کے آباؤ اجداد سرزمین بخارا سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے بڑے بزرگوں میں سے کوئی صاحب کشمیر آکر آباد ہو گئے تھے۔ شاہ جی کے والد اور والدہ کے دونوں گھرانے حافظ اور عالم تھے۔ شاہ جی کے والد حافظ سید ضیاء الدین ناگڑیاں ضلع گجرات میں رہنے لگے۔ آپ کی والدہ بزرگوار پٹنہ کے ایک سید خاندان سے تھیں۔ شاہ جی کا بچپن اپنے ننھیال

پٹنہ میں گزرا تھا۔ حق تعالیٰ نے زبان بیان کے جوہر بچپن ہی میں عطاء کر دیئے تھے۔ تعلیم کے سلسلہ میں امرتسر میں رہے پھر وہیں قیام اختیار کر لیا۔ ابتداء میں اصلاحی مضامین پر تقریریں کرتے تھے۔ حق تعالیٰ نے بے پناہ مقبولیت بخشی تو مولانا سید محمد داؤد غزنوی کی دعوت پر قومی تحریکوں اور جلسوں میں حصہ لینے لگے۔ پنجاب کے حریت فکر رکھنے والے مسلمان راہنماؤں نے کانگرس سے علیحدہ اپنی جماعت مجلس احرار اسلام بنائی۔ تو اس کے بانی ممبر کی حیثیت سے اس میں شامل ہو گئے۔ جن ہندوستانی راہنماؤں نے برصغیر کی تحریک آزادی کے لئے کام کیا قربانیاں دیں اور لوگوں میں بیداری پیدا کی۔ شاہ جی ان میں ہر لحاظ سے سرفہرست تھے۔ زندگی کا ایک چوتھائی حصہ جیلوں میں بسر ہوا۔ خود ان کے بقول ''میری زندگی جیل، ریل اور تمہارے اس کھیل میں گزر گئی'' مسلمانوں میں سیاسی سماجی اور اقتصادی بیداری پیدا کرنے کے سلسلے میں شاہ جی نے بڑی خدمات سرانجام دی ہیں۔ شاہ جی ہی واحد رہنما تھے جو مسلمانوں کو اخبار پڑھنے اور ملکی حالات میں دلچسپی لینے کی ترغیب دیتے تھے۔ دیہات اور قصبات میں مسلمانوں کو کہہ کر دکانیں کھلواتے جبکہ مسلمان اس وقت دکانداری کرنا عیب سمجھتے تھے۔ مسلمانوں کی معاشرتی اور سماجی طور پر بڑی خدمت کی۔ آزادی وطن کے بعد کا جو نقشہ ان کے ذہن میں تھا اس پر اب بحث عبث ہے۔ لیکن انہیں اس بات کا بہت دکھ تھا کہ انگریزوں نے ہندوستان مسلمانوں سے چھینا تھا۔ پھر انگریزوں کو نکالنے کے لئے سب سے زیادہ قربانیاں بھی مسلمانوں نے ہی دی تھیں۔ سراج الدولہ اور سلطان ٹیپو سے لے کر ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء تک لاکھوں مسلمان آزادی کے لئے قربان ہوئے جیلیں کاٹیں، گولیاں کھائیں، پھانسی کے پھندے چومتے رہے لیکن اب جب ملک آزاد ہو گا تو وہ مسلمانوں کا ملک کس کو ملے گا۔

درمیان میں ایک عظیم تر خطہ اور بہت بڑی سلطنت بکرماجیت کا تخت بچھا کر ہندو کے حوالے کی جائے گی۔ دائیں بائیں دو بکھرے ہوئے اور ایک دوسرے سے ایک ہزار میل دو ٹکڑے مسلمانوں کے حوالے ہوں گے جو ایک دوسرے کے دکھ اور مصیبت میں شریک نہیں رہ سکیں گے انہیں خواجہ اجمیری، خواجہ نظام الدین اولیاء، حضرت مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ اور ان کے نورانی گھرانے اور دوسرے ہزار ہا صلحاء کے مزاروں کا کفرستان میں رہ جانا سمجھ میں نہ آتا تھا۔ وہ اس کے لئے بھی تڑپ جایا کرتے تھے کہ دہلی کی جامع مسجد مسلمانوں کی عظمت کا نشان، لال قلعہ، آگرے کا تاج اور ایسی ہزاروں عظمتیں ہندو کے سپرد ہوں گی۔ دیوبندیوں کا دیوبند بریلویوں کا بریلی، علی گڑھیوں کا علی گڑھ، جامعیوں کا جامعہ، ندویوں کا ندوہ فرنگی محلیوں، بدایونیوں کے علمی اور روحانی مراکز کفرستان میں چلے جائیں گے۔ لیکن جب پاکستان معرض وجود میں آ گیا تو ان کی عظمت دیکھئے۔ تمام معتقدین، متعلقین ساتھیوں اور محبت رکھنے والوں کو کھل کر فرما دیا۔ جناب محمد علی جناح اور ہمارے درمیان سیاسی رائے کا اختلاف تھا۔ ایک ان کی رائے تھی ایک ہماری رائے۔ دونوں دیانت پر مبنیٰ تھیں۔ ان کی بات کو قوم کی اکثریت نے قبول کیا۔ ہماری بات کو ماننے سے اکثریت نے انکار کر دیا۔ اب تحریک آزادی کی ابتداء سے لیکر آخر تک کی مسلمانوں کی تمام محنتوں، قربانیوں اور کاوشوں کا صلہ پاکستان ہے۔ اس ملک کا حکم ایک مسجد کا ہے جو اب بن گئی ہے اب اس کا آباد کرنا باعث اجر و ثواب اور اس کا گرانا یا اسے نقصان پہنچانا حرام اور باعث عذاب ہے۔ شاہ جی انتہائی خود دار غیرت مند بہادر، جری انسان تھے۔ حق تعالیٰ نے انہیں پیغمبرانہ وجاہت عطاء فرمائی تھی۔ ان کا وجود اور سراپا قدرت کا شاہکار تھا۔ زبان سے بولتے نہیں موتی رولتے تھے۔ آواز میں قدرت نے جادو بھر دیا تھا۔ حافظہ خدا کی عطاء تھی۔ ان کے بیان کی اثر آفرینی مالک کی دین تھی۔ وہ تقریر کیا کرتے لوگوں کے ہوش و خرد کو شکار کر لیتے۔ ان کے عواس پر شاہ جی کا قبضہ ہو جاتا چاہتے تو مجمع کو رلا دیتے اور چاہتے تو انہیں ہنسا دیتے۔ عموماً ان کی تقریرات دس گیارہ بجے شروع ہوتی۔ وہ خود اور ان کے تمام سامعین رات بھر خدا جانے کہاں چلے جاتے صبح اذان ہوتی تو فرماتے او وہ صبح ہو گئی۔ مؤذن بڑی آواز مکے اور مدینے۔

اور پھر تقریر کے ختم کرنے کا اعلان کرتے تو ایک کہرام بپا ہو جاتا۔ شاہ جی تھوڑی دیر اور بیان کر دیں اور شاہ جی کہتے نہیں۔ زندہ رہا تو ان شاء اللہ پھر کبھی آؤں گا۔ اور تقریر سناؤں گا۔ شاہ جی کی دیانت، امانت مثالی تھی، وہ حضور کے ارشاد الفقر فخری کی تصویر تھے۔ عظیم شخصیت ہوتے ہوئے بھی غریب کارکنوں، ساتھیوں اور رضا کاروں سے گھل مل کر رہتے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق ان کے رونگٹے رونگٹے میں رچا بسا ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اتنے ادب سے لیتے کہ سامع کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مقام و احترام پیدا ہوتا۔

انگریز کے دشمن تھے اور انگریزوں کے دشمنوں کو سر آنکھوں پر بٹھانے والے تھے۔ جھوٹ اور چوری ان کے ہاں ناقابل معافی گناہ تھا۔ جھوٹے اور چور کو قریب نہ پھٹکنے دیتے تھے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کے حصے میں ان کے بڑھاپے، بیماری، اور معذوری کا زمانہ آیا لیکن انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق اور محبت کے جذبے کے تحت جماعت کے لئے دن رات کام کیا۔ ملک کے کونے کونے میں جماعتیں قائم ہوئیں۔ دفاتر کھولے گئے۔ رضا کار بھرتی کئے گئے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت انہی کی قیادت میں لڑی گئی۔ اس میں شک نہیں کہ وہ تحریک کامیاب نہ ہو سکی۔ لیکن ۱۹۷۴ء کی کامیابی کی بنیاد اسی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنی اولاد سے تین دفن کئے اور ثواب کی نیت کی اس کے لئے جنت واجب ہو گئی ہے۔ (احمد)

تحریک میں پیش کی جانے والی قربانیاں ہی ثابت ہوئیں۔

مجلس احرار اسلام کے چمن کی آبیاری بھی زندگی بھرانہوں نے ہی کی تھی۔ اور آخری عمر میں مجلس تحفظ ختم نبوت کا گلستان سدا بہار بھی وہ ہی اپنے ہاتھوں سے آباد کر گئے۔ ویسے تو شاہ جی مجلس کی روح رواں تھے۔ ۱۳۷۱ھ سے جو قافلہ حبیبہ ہال لاہور میں مرتب اور منظم ہوا تھا اس گلدستہ کے گل سرسبز ہمیشہ وہی رہے تھے۔ تاہم ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کی قید و بند کی ابتلاء سے رہائی کے بعد جب ہم دوبارہ اکٹھے ہوئے اور بے پناہ قربانی کرنے کے باوجود جب ہم نے مل کر عہد کیا کہ جب تک مسئلہ ختم نبوت کو حل نہیں کیا جائے گا اس وقت تک ہم چین سے نہیں بیٹھیں گے۔

۱۳ دسمبر ۱۹۵۴ء کو ملتان میں ایک اجلاس ہوا مجلس تحفظ ختم نبوت کی باقاعدہ تشکیل اور ترتیب درست کی گئی۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو جماعت کا باقاعدہ امیر منتخب کیا گیا۔ ۲۱ اگست ۱۹۶۱ء کو شاہ جی کی وفات کا سانحہ پیش آیا۔ اس لحاظ سے شاہ جی ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۷۴ھ، ۱۲ دسمبر ۱۹۵۴ء سے ۹ ربیع الاول ۱۳۸۱ھ، مطابق ۲۱ اگست ۱۹۶۱ء تک مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے چھ سال آٹھ ماہ نو دن باقاعدہ امیر اور سربراہ رہے۔

غازی علم الدین شہیدؒ

۱۹۲۷ء میں مہاشے راجپال نے رسول اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی۔ جس سے پورے ہندوستان کے مسلمانوں پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ پورا ہندوستان ایک شعلہ جوالہ کی طرح بھڑک اٹھا۔ عدالت عالیہ کے جسٹس دلیپ سنگھ نے مہاشے راجپال کو قانون کے اصطلاحی سقم پر رہا کر دیا۔ حالات نے خطرناک صورت اختیار کر لی۔ لاہور میں حضرت امیر شریعتؒ کے احتجاجی جلسہ کا اعلان کر دیا گیا۔ حکومت نے شہر میں دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ کر کے جلسہ کو بند کرنا چاہا۔ مگر حضرت امیر شریعتؒ نے پورے وقت مقررہ پر جلسہ کیا۔ اسی جلسہ میں حضرت مفتی کفایت اللہؒ، مولانا احمد سعید دہلویؒ بھی شریک تھے۔ جلسہ ایک احاطہ میں کیا گیا۔ احاطہ کے دروازہ پر مسلح پولیس کا پہرہ تھا۔ حضرت امیر شریعتؒ نے تقریر شروع کی آپ نے فرمایا آج آپ لوگ جناب فخر رسل خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کو برقرار رکھنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ آج جنس انسان کو عزت بخشنے والے کی عزت خطرے میں ہے۔ جس کی دی ہوئی عزت پر تمام موجودات کو ناز ہے۔ آج مفتی کفایت اللہ اور مولانا احمد سعید کے دروازے پر ام المؤمنین بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا آئیں اور فرمایا کہ ہم تمہاری مائیں ہیں کیا تمہیں معلوم نہیں کفار نے ہمیں گالیاں دی ہیں پھر اس زبردست کروٹ کے ساتھ لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ ارے دیکھو تو اماں عائشہ رضی اللہ عنہا دروازہ پر تو نہیں کھڑی۔ جلسہ ہل گیا کہرام مچ گیا۔ اور لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ اور لوگوں کی نگاہیں بے ساختہ دروازہ کی جانب اٹھ گئیں۔ فرمایا دیکھو دیکھو سبز گنبد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تڑپ اٹھے ہیں۔ خدیجہ و عائشہ رضی اللہ عنہا پریشان ہیں۔ امہات المؤمنین آج تم سے اپنے حق کا مطالبہ کرتی ہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا پکارتی ہیں وہی عائشہ رضی اللہ عنہا جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیار سے حمیرہ کہہ کر پکارتے تھے جنہوں نے حبیب پاک کو وصال کے وقت مسواک چبا کر دی تھی۔ ان کے ناموں پر قربان ہو جاؤ سچے بیٹے ماں کی ناموس پر کٹ مرا کرتے ہیں۔ وہ دیکھو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہے کوئی باغیرت مسلمان جو میرے ابا کا انتقام لے۔

فرمایا "مسلمانو! یا تو ہین سننے والے کان نہ رہیں یا لکھنے والا ہاتھ نہ رہے یا بکنے والی زبان نہ رہے۔"

صبح ترکھان کا بیٹا غازی علم الدین اٹھا۔ جا کر راجپال کا کام تمام کر دیا۔ غازی عبدالرحمٰن منتظم، مولانا حبیب الرحمٰن صدر، سید عطاء اللہ شاہ بخاری مقرر پر کیس چلا ایک ایک سال کے لئے ہر سہ حضرات حوالہ زنداں کر دیئے گئے۔

غازی علم الدین پر قتل کا مقدمہ چلا، پھانسی کا حکم ہوا اور تختہ دار پر حضور علیہ السلام کی عزت و ناموس کے تحفظ میں لٹکا دیئے گئے۔ بعد میں حضرت قاضی احسان احمد صاحب اسی جیل میں گرفتار ہو کر گئے۔ اتفاق سے آپ کو اسی کوٹھڑی میں بند کیا گیا جس میں پہلے غازی علم الدین شہید رہ چکا تھا۔ جیل وارڈن نے کہا قاضی صاحب تم بہت خوش نصیب ہو یہ بہت ہی برکت والی کوٹھڑی ہے۔ قاضی صاحب کے استفسار پر اس نے بتایا کہ صاحب غازی علم الدین اس کوٹھڑی میں تھا تو ایک رات کوٹھڑی روشن ہو گئی۔ بقعہ نور بن گئی۔ میں پہرا پر تھا میں حیران و پریشان دوڑا ہوا آیا کہ کہیں ملزم اپنے آپ کو آگ تو نہیں لگا رہا۔ مگر وہ تو بڑے آرام سے و اطمینان سے اس دنیا سے گم سم تشریف رکھتے تھے۔ میں حیران کھڑا رہا کافی دیر بعد جگایا پوچھا تو میرے اصرار منت سماجت پر غازی مرحوم نے کہا خواب میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تھے فرمایا علم الدین ڈٹ جاؤ میں حوض کوثر پر آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔

(ہفت روزہ لولاک فیصل آباد (۳ جنوری ۸۳ء)

شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ

حضرت مولانا قاضی احسان احمد صاحب شجاع آبادیؒ فرماتے ہیں۔ ۲۲ سال ہوئے میرا بایاں بازو ٹوٹ گیا تھا۔ جوڑنے کے بعد وہ تقریباً سیدھا رہتا

تھا اس میں لچک بھی تھی۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں حضرت لاہوریؒ کے ساتھ میں بھی ملتان جیل میں تھا ایک روز حضرت نے فرمایا "قاضی صاحب نماز آپ پڑھایا کریں"۔ میں نے معذرت کی کہ حضرت میرا یہ بازو خم نہیں کھاتا۔ وضو میں بھی مشکل پڑتی ہے اور ہاتھ باندھنے سے بھی۔ حضرت نے میرا بازو تھام کر ٹوٹی ہوئی جگہ پر دست مبارک پھیر کر دو تین مرتبہ یہ جملہ فرمایا "اچھا یہ ٹھیک نہیں ہوتا؟"۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ بہتر کریں گے ٹھیک ہو جائے گا اس کے بعد نماز کا وقت آیا میں وضو کرنے بیٹھا تو بالکل بے دھیانی میں ناک صاف کرنے کے لئے میرا بایاں ہاتھ بے تکلف ناک تک پہنچ گیا۔ یکدم میرے ذہن میں آیا کہ آج میرا بازو صحیح کام کرنے لگ گیا ہے۔ میں نے ہلا جلا کر دیکھا تو وہ صحیح کام کر رہا تھا۔ یقین ہو گیا کہ یہ حضرت کی توجہ کی برکت اور کرامت کا نتیجہ ہے۔

مولانا تاج محمودؒ اور مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین صاحب اخترؒ قطب دوراں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ کی خدمت میں حاضر تھے کچھ ختم نبوت کے ساتھیوں کا تذکرہ آ گیا۔ حضرت لاہوریؒ نے فرمایا کہ: "میں ختم نبوت کے ساتھیوں سے محبت کرتا ہوں"

اور پھر فرمایا کہ: "میں کیا ان سے تو خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم محبت فرماتے ہیں۔"

مولانا مجاہد الحسینی بیان کرتے ہیں کہ ۱۹۵۳ء میں مجھے چند دنوں کے بعد لاہور کے سیاست خانہ سے نکال کر "بم کیس وارڈ" میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ ایک روز اخبارات میں خبر پڑھی کہ ملتان سنٹرل جیل میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ اور اس کے دیگر ساتھیوں کی حالت یکایک سخت خراب ہو گئی ہے:

تحریک تحفظ ختم نبوت میں حصہ لینے والے ان ممتاز رہنماؤں کو مسلسل قے اور اسہال کی تکلیف تھی۔ ڈاکٹر ان حضرات کی جان بچانے کی کوشش کر رہے تھے۔ چند روز بعد اطلاع ملی کہ حضرت لاہوریؒ کو لاہور جیل میں منتقل کیا جا رہا ہے۔

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ یثرب کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایمان نہیں ہو سکتا!

شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ تقریباً ایک ماہ بم کیس وارڈ میں رونق افروز رہے۔ بعد ازاں وزیر اعلیٰ پنجاب ملک فیروز خان نے خرابی صحت کی بناء پر حضرت کی رہائی کے احکام جاری کر دیئے۔ اور پھر زندگی بھر آپ کو صحت و تندرستی کی وہ پہلی حالت نصیب نہ ہو سکی۔ اسی طرح قاضی احسان احمد شجاع آبادی بھی مسلسل بیمار رہ کر اللہ کو پیارے ہو گئے۔

؏ خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

بارہا احباب سے سنا حضرت لاہوری فرمایا کرتے تھے کہ:

"حضرت امیر شریعتؒ اور آپ کے ساتھی ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والے قیامت کے دن بغیر حساب کتاب کے جنت میں جائیں گے۔"

خان عبدالرحمٰن خان والیٔ افغانستان

والیٔ افغانستان کو مرزا قادیانی نے اپنی نبوت و مسیحیت کا خط لکھا جس کے جواب میں آپ نے صرف اتنا تحریر کیا۔

"اینجا بیا"۔ جس کا پنجابی میں ترجمہ یہ ہے کہ "ایتھے آ"۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ فرمایا کرتے تھے کہ مرزا چلا جاتا تو اس کی گردن اتار کر فرماتے آن جابر و جہنم میں دفن ہو جاؤ۔

استاذ العلماء مولانا حکیم محمد عالم آسی امرتسری

حضرت مولانا محمد آسی امرتسری حضرت مولانا مفتی غلام قادر بھیروی سے شرف تلمذ رکھتے تھے۔ تبلیغ سنت اور ردمرزائیت میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ تردید مرزائیت میں آپ نے دو ضخیم جلدوں میں (۱۳۵۲ھ ربیع الاول مطابق ۱۹۳۳ء جولائی) وہ عظیم الشان تاریخی تصنیف "الکاویہ علی الغاویہ" (چودھویں صدی کے مدعیان نبوت عربی اور اردو علیحدہ علیحدہ شائع فرمائی۔

حضرت مولانا غلام قادر بھیرویؒ

ردمرزائیت میں پنجاب میں سب سے پہلے آپ نے ہی فتویٰ یہ جاری فرمایا کہ قادیانوں کے ساتھ مسلمان مرد یا عورت کا نکاح حرام و ناجائز ہے۔ بعد میں علماء دین و مفتیانِ شرح متین نے اسی فتویٰ مبارکہ سے استفادہ کرتے ہوئے مرزائیوں سے مناکحت تزویج کو ناجائز اور ان سے میل جول اور ذبیحہ تک کو حرام قرار دیا۔ مرزا نے جب نبوت کا دعویٰ کیا اور حکیم نورالدین نے اس کی تائید کی تو آپ نے حکیم نورالدین کا ایسا ناطقہ بند کیا کہ آپ کی موجودگی میں اسے کبھی بھیرہ میں داخل ہونے کی جراءت نہ ہوئی۔

علامہ اقبال

علامہ اقبال نور اللہ مرقدہ نے مرزائیوں کی دونوں شاخوں کو خارج از اسلام قرار دے کر انجمن حمایت اسلام کے دروازے ان پر بند کر دیئے تھے۔ مرزائی لاہوری ہو یا قادیانی انجمن کا ممبر نہیں ہو سکتا تھا۔ اس واقعہ کی پوری تفصیلات انجمن کے تحریری ریکارڈ میں موجود ہیں۔ اس کے ایک عینی گواہ لاہور کے سب سے بڑے شہری میاں امیر الدین بفضل تعالیٰ بقید حیات ہیں یونیورسٹی کی بیت انتظامیہ کے بھی رکن ہیں ان سے یہ معلوم کیا جا سکتا ہے۔ کہ علامہ اقبال انجمن کی جنرل کونسل کے اجلاس عام کی صدارت فرمانے لگے۔ تو آپ نے سب سے پہلے کھڑے ہو کر اعلان فرمایا کہ مسلمانوں کی اس انجمن کا کوئی مرزائی (لاہوری یا قادیانی) ممبر نہیں ہو سکتا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے قبر پر تین مٹھی مٹی ڈالی وہ قیامت میں اس کے ترازوئے اعمال میں (ثواب کیلئے) وزن کی جائے گی۔ (الکنز)

ہے۔ مرزا غلام احمد کے متبعین کی یہ دونوں جماعتیں خارج از اسلام ہیں۔ اس وقت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ کرسی صدارت کے عین سامنے بیٹھے تھے۔ ان کے ساتھ ہی میاں امیر الدین فروکش تھے۔ حضرت علامہ نے ڈاکٹر صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ مجھے صدر رکھنا ہے تو اس شخص کو نکال دو...... مرزا صاحب کانپ اٹھے جز بز ہوئے کچھ کہنا چاہا تھی کہ رنگ فق ہوگیا۔ حضرت علامہ مصر رہے کہ اس شخص کو یہاں سے جانا ہوگا۔ چنانچہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ، بیک بینی دو گوش نکال دیئے گئے۔ ان کی طبیعت پر اس اخراج کا یہ اثر ہوا کہ بے حواس ہوگئے دو چار دن ہی میں مرض الموت نے آلیا اور اس صدمے کی تاب نہ لا کر انتقال کر گئے۔

جناب خورشید احمد منیجنگ ایڈیٹر میڈیکل نیوز، کراچی اور اسلام آباد نے ایک مرتبہ اپنے والد صاحب کا واقعہ مولانا کو سنایا کہ میرے والد گرامی جناب ڈاکٹر جلال الدین صاحب ڈینٹل سرجن لاہور حضرت تھانویؒ، حضرت مدنیؒ، حضرت انور شاہ کشمیریؒ اور دیگر دوست اکابر علماء اور ان کے ہاں ٹھہرا کرتے تھے۔ انہوں نے واقعہ سنایا کہ ایک دفعہ حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیریؒ دیوبند سے لاہور تشریف لائے ہیں (ڈاکٹر جلال الدین) ان کو اسٹیشن پر لینے کے لئے گیا۔ میں نے کہا حضرت گھر تشریف لائیں۔

مولانا نے کہا کہ آج میں نے صرف ڈاکٹر محمد اقبال سے ملنا ہے۔ اور ابھی سیدھا واپس جانا ہے۔ لہٰذا مجھے وہاں چھوڑ دیجئے۔ والد صاحب نے مولانا کو ڈاکٹر محمد اقبال کے گھر پہنچادیا اور والد صاحب باہر موجود رہے۔ حضرت انور شاہ کشمیری اور علامہ محمد اقبال بند کمرے میں کافی دیر تک گفتگو کرتے رہے۔ جب دروازہ کھلا تو میں نے دیکھا کہ ڈاکٹر محمد اقبال بچوں کی طرح آنسو بہا رہے تھے اور زار و قطار رو رہے تھے۔ حضرت نے اسی وقت مجھے فرمایا کہ مجھے اسٹیشن پر چھوڑ دیجئے۔ میں آپ کو اسٹیشن پر لے چلا۔ راستے میں اپنے گھر لے جانے پر اصرار کیا تو فرمایا "آج میں مسئلہ قادیانیت علامہ اقبال کو سمجھانے کے لئے آیا تھا اس لئے اس کام میں اور کسی کو شریک نہیں کرتا۔ اب سیدھے واپس جانا ہے" اسٹیشن سے اسی وقت دیوبند روانہ ہوگئے۔

حضرت مولانا علامہ ابوالحسنات محمد احمد قادریؒ

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں مولانا محمد علی جالندھریؒ، غلام اللہ غوث ہزارویؒ ہر دو حضرات امیر شریعتؒ کا پیغام لیکر مولانا ابوالحسناتؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ آپ تحریک ختم نبوت میں ہمارا ساتھ دیں۔ آپ نے معذرت کردی۔ اس پر مولانا محمد علی جالندھریؒ اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا: "مولانا ہم آپ کو سواد اعظم کا نمائندہ سمجھ کر آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کا مسئلہ آپ کے پاس لائے تھے۔ آپ ہمیں اس طرح خالی واپس کر رہے ہیں۔ تحریک شروع ہے۔ ہم جاتے ہی نہ معلوم کن کن مصائب کا شکار ہوں گے۔ مگر آپ اپنے طور پر سوچ رکھیں کہ کل قیامت کے دن آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھلائیں گے"۔

یہ سن کر عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دیوانہ مولانا ابوالحسنات رو پڑا اور مولانا محمد علیؒ کو فرمایا کہ مولانا میں آپ کے ساتھ ہوں۔ آپ قیامت کے دن آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے میری شکایت نہ کریں۔

آپ کو حضرت امیر شریعت نے ۵۳ء کی تحریک میں مجلس عمل کا سربراہ بنایا۔ آپ نے بڑی بہادری اور جرأت سے تحریک کی قیادت کی۔ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ جیل میں آپ جب طہارت کے لئے جاتے تو امیر شریعت ان کے لئے لوٹا پانی کا بھر لاتے۔ مولانا ابوالحسنات آبدیدہ ہوجاتے۔ ایسی محبت و اخلاص بھری تصویریں تھے کہ اس پر آسمانی فرشتے بھی رشک کرتے ہوں گے۔

شیخ حسام الدینؒ

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے باعث حکومت نے مجلس احرار اسلام کو خلاف قانون قرار دے دیا۔ تو شیخ صاحبؒ معہ ماسٹر تاج الدین صاحب انصاری و سہروردیؒ کی دعوت پر کام کرنے کے لئے تیار ہوگئے۔ مگر تھے اول و آخر احرار۔

بروایت محترم آغا شورش کاشمیری مدیر و بانی ہفت روزہ چٹان لاہور، حسین شہید سہروردی جب کہ وہ پاکستان کے وزیر اعظم تھے۔ محترم شیخ صاحبؒ کی دعوت کر کے سکندر مرزا سابق صدر پاکستان کو تبادلہ خیالات کرنے کی غرض سے اپنے ہمراہ لے گئے۔ تا کہ سکندر مرزا کو مجلس احرار اسلام سے جو غلط فہمیاں ہیں وہ دور ہوسکیں۔ الغرض شیخ صاحبؒ اور ماسٹر صاحبؒ سکندر مرزا سے ملنے کے لئے گورنمنٹ ہاؤس لاہور پہنچے۔ سکندر مرزا اپنے صدارتی جاہ و جلال کے ساتھ برآمد ہوا اور شاہانہ بے نیازی کے ساتھ فروکش ہوگیا۔ ڈاکٹر خان صاحب صوبہ کے وزیر اعلیٰ (غفار خان کے بھائی) کے ساتھ تھے۔ سہروردی صاحبؒ نے مرزا صاحب سے کہا کہ یہ دونوں احرار رہنما شیخ صاحبؒ اور ماسٹر تاج الدین انصاریؒ ملنے کی غرض سے آئے ہیں۔ مگر مرزا نے حقارت سے کہا احرار پاکستان کے غدار ہیں۔ ماسٹر جی جو بہت ٹھنڈی طبیعت کے مالک تھے نے فرمایا کہ اگر غدار ہیں تو پھانسی پر کھنچوا دیجئے۔ لیکن اس جرم کا ثبوت ہونا چاہئے۔ سکندر مرزا نے پھر اسی رعونیت سے جواب دیا بس میں نے کہہ دیا ہے کہ احرار غدار ہیں۔ ماسٹر جی نے تحمل کا رشتہ نہ چھوڑا لیکن سکندر مرزا نے گھوڑے کی طرح پٹھے پر ہاتھ نہ دھرنے دیا۔ وہی پھر ڑا اڑا خاکی۔

اتنے میں شیخ صاحبؒ نے غصے میں کروٹ لی اور مرزا صاحب سے

پوچھا۔ کیا کہا تم نے؟ میں نے؟

جی ہاں تو میں نے؟ یہی کہا ہے کہ احرار پاکستان کے غدار ہیں۔ یہ الفاظ مرزا صاحب نے مٹھی بھینچتے ہوئے کہا۔

شیخ صاحب مرحوم نے فوراً گرج کر جواب دیا۔ احرار غدار ہیں کہ نہیں اس کا فیصلہ ابھی تاریخ کرے گی۔ مگر تیرا فیصلہ تاریخ کر چکی ہے۔ تو غدار ابن غدار ہے۔ تیرے جدامجد میر جعفر ملعون نے سراج الدولہ سے غداری کی تھی۔ واللہ العظیم تو اسلام اور پاکستان کا غدار ہے۔ اللہ اکبر! تب ڈاکٹر خان صاحب نے شیخ صاحبؒ کو بڑی قوت سے اپنی آغوش میں لے لیا اور سکندر مرزا سے پشتو زبان میں کہا میں نے تم سے پہلے نہیں کہا تھا کہ ان لوگوں کے ساتھ شریفانہ لہجے میں گفتگو کرنا یہ بڑے بے ڈھب لوگ ہیں۔ تب یکا یک اس کا لہجہ بدل گیا اور شیخ صاحب سے عاجزانہ معذرت کرنے لگا۔

شہ سواروں میں ہیں ہم کو حقارت سے نہ دیکھو
گو بظاہر نظر آتے ہیں قلندر کی طرح

حضرت خواجہ اللہ بخش تونسویؒ

پون صدی کی احیاء اسلام کی کامیاب جدوجہد کے بعد ۱۲۶۷ھ میں جب آپ نے وصال فرمایا تو آپ کے نامور پوتے حجۃ الاسلام حضرت خواجہ اللہ بخش کریم تونسوی نے مسند ارشاد سنبھالی اور اپنے جدامجد کی چلائی ہوئی تحریک کو آگے بڑھانےمیں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اس وقت اپنے عقائد کی ترویج شروع کی اور اکثر علماء کو مباحثہ کی دعوت دی۔ خواجہ اللہ بخش صاحب نے اپنی جگہ بیٹھ کر نہایت سختی کے ساتھ ان فتنوں کی تردید کی اور کوشش کی کہ مسلمانوں کا مذہبی احساس اور وجدان ان گمراہ تحریکوں سے متاثر نہ ہو۔ (تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۷۲۲)

پیران تونسہ شریفؒ

حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی کے جانشین خواجہ اللہ بخش تونسوی کے زمانہ میں مرزا قادیانی نے سر اٹھایا۔ آپ نے پورے ملک کے مریدوں کو مراسلے جاری کئے۔ خصوصاً متحدہ پنجاب میں مرزا کی ایسی تردید کی کہ مرزا قادیانی کا گھیرا تنگ کر دیا۔ مرزا قادیانی کی طوفان بدتمیزی کے سامنے آپ نے اپنی جراءت سے ایسا بند تعمیر کیا جس سے پوری ملت اسلامیہ محفوظ ہوگئی۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ جب مرزا قادیانی نے دعویٰ نبوت کیا۔ آپ بیماری کے باعث صاحب فراش تھے۔ مگر یہ منحوس خبر سن کر بستر مرگ سے یوں اٹھے جیسے سویا ہوا شیر انگڑائی لیتا ہے۔ پھر عمر بھر اس فتنہ کی تردید میں نبرد آزما رہے۔

خواجہ نظام الدین تونسوی نے ۱۹۵۳ء کی تحریک مقدس میں بھرپور حصہ لیا۔

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری سے آپ کے قابل رشک مراسم تھے۔

مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجلس کے دوسرے امیر مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی تھے۔ شجاع آباد ضلع ملتان کا ایک قصبہ ہے۔ قاضی احسان احمد اسی قصبہ میں قاضی محمد امین کے ہاں پیدا ہوئے۔ تعلیم اپنے ہی بزرگوں سے حاصل کی۔ عربی فارسی اور اردو زبان کے جید عالم تھے۔ قاضی صاحب اپنی خطابت، ایثار اور قربانی کی بدولت ملک گیر شہرت کے مالک بن گئے۔ تو ان کی بدولت شجاع آباد کے بھی بھاگ جاگ گئے۔ اور شجاع آباد کا گمنام قصبہ بھی ملک گیر شہرت کا حامل ہو گیا۔

شجاع آباد بادشاہوں کے وقتوں کے کسی نواب کے نام پر ہے۔ قلعہ نما شہر اور درمیان میں شاہی مسجد ہے۔ قاضی صاحب مرحوم کے کوئی جدامجد قاضی جسٹس یا جج کے عہدے پر فائز تھے۔ ان کی اولاد قاضی کہلائی۔ منصب مکان جائیداد جدی چلی آرہی ہے۔ قاضی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بڑی خوبیوں سے نوازا ہوا تھا۔ ان کا وجیہہ چہرہ مہرہ خطیبانہ تھا۔ بلا کے ذہین انسان تھے۔ عالم باعمل قسام ازل ہے۔ غضب کا حافظہ پایا جاتا تھا۔ شاہ جی کا ظل اور عکس شمار ہوتے تھے۔ پہلے احرار میں اور تقسیم ملک کے بعد مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی ممبران میں شامل تھے۔ شعلہ نوا خطیب، لاکھوں کے مجمع پر چھا جانے والے، مشکل سے مشکل مسائل کو اپنے آسان طرز بیان سے عوام کے ذہن نشین کرنے کا خاص ملکہ رکھتے تھے۔ ضرورت کی کتابوں، اخباروں، رسالوں، اور دستاویزات کا حوالہ ان کے پاس موجود ہوتا۔ جسٹس منیر کے بقول ان کے ساتھ ایک بہت بڑا صندوق لازماً ہوا کرتا تھا جسے ایک مضبوط زنجیر اور تالا کے ذریعہ محفوظ رکھا جاتا۔ وہ صندوق دراصل قاضی صاحب کا اسلحہ خانہ تھا۔ جس میں وہ تمام دستاویزی ثبوت اور حوالہ جات محفوظ رکھتے تھے۔ قاضی صاحب نے اونچے حلقوں میں اور اسی طرح تعلیم یافتہ طبقہ میں جماعت کے سفارت اور ترجمان کا حق ادا کیا۔ قاضی صاحب مرحوم بظاہر امیرانہ ٹھاٹھ باٹھ رکھتے تھے۔ لیکن در حقیقت وہ صحیح معنوں میں درویش منش انسان تھے۔

قاضی صاحب نے جب مرزائیت کے متعلق حوالہ جات پہلی دفعہ نارووال کے ریلوے اسٹیشن پر سیلون میں ٹھہرے ہوئے خان لیاقت علی خان وزیراعظم پاکستان کو دکھائے تو خان صاحب کی حیرت گم ہوگئی۔ قاضی صاحب نے خان لیاقت علی خان کو جب عربوں کا مرزا بشیر الدین محمود ہیڈ آف دی جماعت ربوہ کے نام خط دکھلایا۔ جس میں عربوں نے مرزا صاحب کا اس بات پر شکریہ ادا کیا کہ آپ کی ہدایت پر چوہدری ظفر اللہ خان

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے محرم کا ایک روزہ رکھا اس کے لئے تیس روزوں کا ثواب ہے (طبرانی)

نے ہماری یو این او میں حمایت کی ہے تو خان صاحب کی آنکھیں کھل گئیں۔

قاضی صاحب نے فرمایا خان صاحب سر ظفر اللہ وزیر خارجہ پاکستان کا ہو تنخواہ پاکستان کے خزانے سے لیتا ہو آپ کی کابینہ کا ممبر ہو۔ نمائندہ آپ کا ہو اور عرب شکریہ مرزا محمود کا ادا کریں۔ حالانکہ عربوں کی یو این او میں حمایت مرزا محمود کی نہیں بلکہ پاکستان کی پالیسی ہے۔ عربوں کو شکریہ مرزا محمود کا نہیں بلکہ حکومت پاکستان اور آپ کا ادا کرنا چاہئے تھا۔

قاضی صاحب ایک دفعہ مرزائیوں کی ان سرگرمیوں کا احتساب کرنے کے لئے کوئٹہ تشریف لے گئے۔ جو مرزائیوں نے بلوچستان کو احمدی صوبہ بنانے کے لے بپا کر رکھی تھیں۔ اور جن کے پیچھے ایک گہری سازش کار فرما تھی۔

میاں امین الدین وہاں حکومت کے انچارج اعلیٰ تھے۔ اُن کا مزاج افسرانہ اور متکبرانہ تھا۔ قاضی صاحب نے ملاقات کے لئے وقت مانگا تو اس نے معذرت کر لی۔ قاضی صاحب نے دوبارہ کہلوایا کہ ملکی نوعیت کے مسائل پر گفتگو مقصود ہے۔ اس نے پندرہ منٹ عنایت فرما دیئے۔ قاضی صاحب اندر گئے ملاقات شروع ہوئی۔ مرزائیت کے متعلق بات شروع کی تو اس نے بڑے غرور سے کہا کہ اس کے متعلق ہم نے سرکلر کر دیا ہے چھوڑیئے اس بات کو کوئی اور بات ہے تو کیجئے۔ قاضی صاحب نے فرمایا وہ سرکلر آپ نے نہیں کیا میں مرکزی حکومت سے جاری کروا کر آیا ہوں۔ میاں صاحب کی اکڑی ہوئی گردن کچھ ڈھیلی ہوئی۔ دریافت کیا آپ مرکز میں کس سے ملے تھے۔ قاضی صاحب نے مرکزی وزراء اور وزیر اعظم کا نام لیا اور سرکاری محکموں میں مرزائیوں کی ریشہ دوانیوں کے متعلق سرکلر کے جاری کیے جانے کی تفصیل بتائی۔ میاں صاحب کی گردن میں مزید خم پیدا ہو گیا۔ اب قاضی صاحب نے اپنا صندوق اندر منگوایا اور مرزائیوں کے متعلق وہ تمام حوالے نکال نکال کر دکھانے شروع کیے۔ جن میں مرزائیوں کے سیاسی عزائم اور بلوچستان پر قبضہ کرنے کی باتیں درج تھیں۔ مرزائی لٹریچر سے جب میاں صاحب نے وہ حوالے دیکھے تو قاضی صاحب نے فرمایا میاں صاحب بلوچستان کے متعلق یہ خطرات آپ کے علم میں ہیں۔ میاں صاحب نے جواب دیا مجھے تو ان باتوں کا علم نہیں۔ تو آپ نے مرکز کو بھی قادیانی سرگرمیوں کی کوئی اطلاع نہیں بھجوائی ہو گی۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ آپ کے زیر انتظام علاقہ میں ملکی سالمیت کے خلاف یہ سازشیں پروان چڑھ رہی ہیں اور آپ فرماتے ہیں کہ مجھے کوئی علم نہیں۔ یہ سن کر میاں صاحب بالکل جھک کر بیٹھ گئے۔ اب وہ سب اکڑفوں ختم ہو گئی۔ گفتگو شروع ہوئی جو اڑھائی گھنٹے تک جاری رہی۔ قاضی صاحب نے معلومات کا ذخیرہ جمع کر دیا۔ وہ حیران سے حیران تر اور پریشان سے پریشان تر ہوتا چلا گیا۔

اب قاضی صاحب نے اسے گریبان سے پکڑ لیا اور محبت سے کبھی اپنی طرف کھینچتے اور پھر کبھی ڈھیلا کر کے اسے پیچھے لے جاتے اور اپنی خاص ادا میں فرماتے۔ میاں صاحب! ابھی تو آپ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی جا کر اپنے فرائض کے متعلق جواب دینا ہے کہ آپ نے اسلامی حکومت کے ایک بہت بڑے صوبہ کی ذمہ داریوں کو کیوں نہیں ادا کیا تھا۔

قاضی صاحب ایک دفعہ قلات گئے۔ تو نواب احمد یار نے انہیں اپنے ہاں مہمان ٹھہرایا۔ قاضی صاحب نے انہیں بھی ان تمام خطرات سے آگاہ کیا جو ملک اور اسلام کو مرزائیوں سے لاحق ہیں۔ نواب صاحب قاضی صاحب سے اس قدر متاثر ہوئے کہ ایک موقع پر قاضی صاحب کے جوتے اٹھا کر ان کے سامنے سیدھے کر کے رکھ دیئے۔ اور اس طرح اپنی نیاز مندی کا اظہار کیا۔ قاضی صاحب مرحوم یہ واقعہ سناتے وقت فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ جب کہ میں نے اپنی والدہ بزرگوار کی خدمت کرتے ہوئے ان کے سامنے عجز اور محبت سے جوتے سیدھے کر کے رکھے تھے تو میری والدہ نے دعا دیتے ہوئے فرمایا تھا۔ بیٹا ایک وقت آئے گا کوئی بادشاہ تیرے سامنے جوتا نیاز مندی سے سیدھا کر کے رکھے گا۔ غرضیکہ قاضی صاحب مرحوم ایک عظیم شخصیت کے مالک تھے۔ انہوں نے بھرپور زندگی بسر کی۔ جیلیں کاٹیں، قربانیاں دیں۔ ایک تحریک کے دوران پولیس کی لاٹھی چارج میں ان کے بازو کی ہڈیاں توڑ دی گئی تھیں۔ ملت اسلامیہ کے لئے بے مثال خدمات سرانجام دیں اور مطمئن ضمیر لے کر اللہ کے پاس چلے گئے۔ خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ۱۲ شوال ۱۳۸۲ھ بمطابق ۹ مارچ ۱۹۶۳ء سے ۹ شعبان ۱۳۸۴ھ مطابق ۲۳ نومبر ۱۹۶۶ء تک تین سال آٹھ ماہ ستائیس دن باقاعدہ امیر اور سربراہ رہے۔

مولانا محمد علی جالندھری

مجلس کے تیسرے امیر اور سربراہ مولانا محمد علی جالندھری تھے۔ وہ مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی کے بعد امیر منتخب ہوئے۔ اور اس سے قبل شاہ صاحب اور قاضی صاحب کے ساتھ بطور ناظم اعلیٰ کام کرتے رہے۔

درحقیقت مولانا محمد علی جالندھری جماعت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے تھے۔

مولانا محمد علی جالندھری آرائیں برادری سے تعلق رکھتے تھے اپنا اچھا خاصا زمیندارہ تھا۔ نکودر ضلع جالندھر کے ایک گاؤں یکو کے رہنے والے تھے۔ علامہ عصر مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگردوں میں شامل اور مدرسہ دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل عالم تھے مولانا جید عالم منطقی اور زبردست مناظر تھے۔ وہ شکل وصورت رہن سہن اور وضع قطع میں ٹھیٹھ پنجابی اور دیہاتی معلوم ہوتے

تھے۔ان جتنی مدلل تقریر احرار کے سارے گروہ میں کوئی مقرر نہیں کرسکتا تھا۔وہ تقریر کرنے کے لیے کھڑے ہوتے چند جملے اردو زبان میں بولتے تو مجمع سے آوازیں آنا شروع ہو جاتیں۔ مولانا تقریر پنجابی زبان میں کریں۔ اور مولانا ٹھیٹھ پنجابی زبان میں تقریر کرنا شروع کر دیتے۔ پنجابی کے محاورے بولتے۔ دیہات کی روزمرہ استعمال کرتے لوگ عش عش کر کے رہ جاتے۔ وہ کھیتوں کی روشوں، ہل چلانے والے کسانوں، ان کی ہل پنجالی، روٹی بھتہ لانے والی کسان کی بیوی، کھیتوں کے سبزے فصلوں کی لہلہاہٹ سے اپنا مضمون پیدا کرتے۔ دیہاتی زندگی کے سادہ اور فطری مناظر اپنی روانی کا ساتھ بناتے سنوارتے چلے جاتے۔

احرار کے زمانے میں انہیں پرولتاری مقرر سمجھا جاتا تھا۔ کسانوں مزدوروں، غریبوں اور پسماندہ طبقوں کی زندگی کے مسائل کے متعلق بولتے۔ سرمایہ دارانہ اور جاگیردارانہ نظام پر سخت تنقید کرتے۔ تو ان کی تقریر دور دور تک پہنچتی۔ اس زمانہ میں معلوم ہوا تھا کہ روسی سفارتخانے میں مولانا کی تقریروں کے متعلق خاص طور پر دلچسپی لی جاتی ہے۔ مولانا بعض باتیں عجیب و غریب کہا کرتے تھے۔ مثلاً وہ فرمایا کرتے کہ جس طرح جسم میں جوئیں باہر سے نہیں آتیں۔ بلکہ انسان کی اپنی میل کچیل سے پیدا ہوتی ہیں۔ اسی طرح کمیونزم بھی باہر سے نہیں آیا کرتا۔ بلکہ ملکوں اور قوموں کے اندر ہی سے غربت، معاشی ناہمواری، ظلم اور جہالت کی بدولت پیدا ہو جاتا ہے۔ مولانا نے برصغیر کے چپے چپے پر بے شمار تقریریں کیں۔ آخری عمر میں ان کی تقریریں اصلاحی اور تبلیغی ہوا کرتی تھیں انہوں نے اپنی زندگی میں بڑی بڑی معرکۃ الآرا تقریریں کی ہوں گی۔ لیکن ان کی ایک تقریر فروری ۱۹۵۳ء میں نسبت روڈ لاہور پر ہوئی تھی۔ جس ایک تقریر نے لاہور میں آگ لگادی تھی۔ اور دوسرے دن لاہور سراپا تحریک ختم نبوت بن چکا تھا۔ ایک مثالی اور یادگار تقریر تھی۔ ایک دفعہ اسلامیان سرگودھا نے شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ سے جلسے کے لیے وقت لیا۔ سرگودھا والوں نے جلسے کا اہتمام کر لیا اشتہار چھپ گئے۔ تاریخ آ گئی۔ سرگودھا اور شمال مغربی پنجاب کے دور دراز کے دیہات سے دنیا پہنچ گئی لیکن شاہ جی بیماری کے باعث جلسہ میں نہ پہنچ سکے۔ مولانا محمد علی جالندھری کا بھی وعدہ تھا وہ پہنچ گئے۔ لوگوں کو ابھی تک یہ معلوم نہ ہو سکا تھا کہ شاہ جی نہیں آ رہے ہے۔ عشاء کی نماز کے بعد جلسہ شروع ہوا لاکھوں کا اجتماع تحریک ختم نبوت کی بحرانی کیفیت، مولانا محمد علی جالندھری کا بیان شروع ہوا خدا کی قدرت مولانا کی تقریر میں ایسا جوش و خروش اور نظم و تسلسل پیدا ہوا کہ پوری کانفرس سراپا گوش بن گئی۔ مولانا نے ختم نبوت کی اہمیت، اتحاد امت، شان رسالت، رد مرزائیت، ملک کے استحکام و بقاء کی ضرورت اور مرزائیوں کی سازشی سرگرمیوں پر اتنی معرکۃ الآرا تقریر کی کہ ایک سماں بندھ گیا۔ ساری رات تقریر جاری رہی۔

صبح کی اذان نے تقریر کا سلسلہ منقطع کیا۔ لوگ ششدر اور مولانا خود حیران کہ آج یہ کیسی رات اور کس زور کی تقریر ہو گئی۔ اگلے روز مولانا جالندھری ملتان پہنچے شاہ جی کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا ماجرا سنایا۔ شاہ جی نے فرمایا محمد علی مجھے سرگودھا کے جلسہ کی بڑی فکر اور پریشانی تھی۔ میں بھی رات عشاء کی نماز پڑھ کر مصلے پر بیٹھا ہوں تو صبح تک مصلے پر یہی دعاء کی حالت میں رہا۔ کہ اے اللہ آج وہاں محمد علی اکیلا ہے تو ہماری سب کی لاج رکھیو۔

مولانا محمد علی کی سب سے بڑی خوبی ان کا جماعت اور تحریکوں کے لیے فنڈز کا انتظام کرنا۔ دیانت امانت سے ان کا حساب رکھنا، کفایت شعاری سے خرچ کرنا اور تحریک کو یا جماعت کے کام کو باقاعدہ اور ہمیشگی سے جاری رکھنے کا اہتمام کرنا تھا۔ مولانا جالندھری نے مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے قیام کے بعد اس کے مالیاتی نظام کی مضبوطی کی طرف خصوصی توجہ دی اور جماعت کے لیے مضبوط فنڈز کا اہتمام کیا۔ مجلس نے فیصلہ کیا کہ چونکہ جماعت نے حفاظت واشاعت اسلام کا کام کرنا ہے۔ تردید مرزائیت جیسا کٹھن کام اس کے ذمہ ہے، مرزائی سازشوں کو بے نقاب کرنے اور قوم و ملک کو اس فتنہ سے بچانے کے لیے ایک منظم جماعت کی ضرورت ہے۔ اس لیے جماعت میں مستقل ہمہ وقتی کام کرنے والے کارکن باتنخواہ رکھے جائیں۔ جو ہر طرف سے بے فکر اور آزاد ہو کر یکسوئی کے ساتھ جماعتی مقاصد کیلئے کام کریں۔

جب اس فیصلے کے مطابق جماعت کے علماء کرام سے باتنخواہ کام کرنے اور ہمہ وقت ڈیوٹی دینے کے لیے کہا گیا۔ تو وہ لوگ جو ساری عمر ملک کی آزادی اور اسلام کی سربلندی کے لیے لوجہ اللہ تعالیٰ ماریں کھاتے رہے تھے۔ ان کی خودداری نے تنخواہ لے کر جماعت کا کام کرنا مناسب نہ سمجھا اور سب اس بات سے ہچکچانے لگے۔

مولانا مرحوم نے یہ محسوس کر کے کہ یہ لوگ اس چیز کو اپنے لیے عار سمجھتے ہیں۔ اپنے آپ کو پیش کیا کہ میں خود بھی تنخواہ لوں گا۔ اور ہمہ وقتی ملازم کی حیثیت سے جماعت کا کام کروں گا۔ اس کے بعد مولانا لال حسین اخترؒ، مولانا محمد حیاتؒ، مولانا عبدالرحیم اشعر عنایت پوریؒ، مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ، مولانا محمد شریف جالندھریؒ، مولانا غلام محمد بہاولپوریؒ غرضیکہ تمام مبلغین نے وظیفہ لینا اور ہمہ وقتی کام سرانجام دینا قبول کر لیا۔ قاضی احسان احمد شجاع آبادی اور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس سے مستثنیٰ رہے۔

تمام مبلغین جب جلسوں اور دوروں پر جاتے۔ لوگ ان کی خادم اسلام سمجھ کر جو خدمت کرتے تھے تو وہ اس کی بھی رسید کاٹ دیتے تھے۔ وہ ہدیہ، نذرانہ خدمت سب جماعت کے بیت المال میں جمع ہو جاتا۔ مولانا کے اخلاص، ایثار، دیانت اور امانت کا اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ

جب مولانا کی وفات ہو گئی اور ہم لوگ ان کی تجہیز وتکفین سے فارغ ہوئے۔

اگلے روز جب جماعت کے بیت المال جولوہے کی بہت بڑے سیف کی صورت میں ہے اسے کھولا تو تمام رقوم حساب کے مطابق موجود تھیں۔ البتہ ایک پوٹلی الگ رکھی ہوئی ملی جس میں بائیس ہزار روپیہ تھا۔ اور ساتھ یہ چٹ مولانا نے لکھ کر رکھی ہوئی تھی کہ جب جماعت کے دوسرے مبلغین اور علمائے کرام تنخواہ لینا عار سمجھتے تھے تو میں نے ان کی دلجوئی اور جھجک دور کرنے کے لیے تین صد روپیہ مشاہرہ قبول کر لیا تھا۔ الحمد للہ میں صاحب جائیداد اور گھر سے کھاتا پیتا ہوں اور اللہ نے مجھ کو مال، اولاد، زمین، رزق سب کچھ دے رکھا ہے۔ وہ تین صد روپیہ میں الگ رکھتا رہا ہوں۔ اور یہ بائیس ہزار روپیہ وہ ہے میرے مرنے کے بعد اس رقم کو جماعت کے خزانے میں جمع کر دیا جائے۔

یہ مولانا کی محنت دیانت اور امانت کا ثمرہ ہے۔ کہ جماعت کا لاکھوں روپیہ مالیت کا اپنا مرکزی دفتر ملتان میں ہے انگلستان میں مجلس کا اپنا ملکیتی عظیم دفتر موجود ہے۔ اسلام آباد کا دفتر جماعت کا خریدا ہوا ملکیتی ہے۔ گوجرانوالہ کا دفتر جماعت کا خریدا ہوا ملکیتی مکان ہے۔

اس کے علاوہ کراچی، لاہور، پشاور، کوئٹہ بہاولپور، سیالکوٹ گجرات، فیصل آباد اور ملک کے تقریباً ہر ضلع اور بڑے شہروں میں جماعت کے کرایہ پر لیے ہوئے دفاتر موجود ہیں۔ اکثر دفاتر میں ٹیلی فون لگے ہوئے ہیں اور ان میں مستقل ملازمین کارکن ہیں۔ پھر لاکھوں روپیہ کی زرعی اور سکنی وقف جائیداد جماعت کے نام موجود ہے۔ اور اب الحمد للہ جماعت دینی مقاصد، تحفظ ختم رسالت حفاظت واشاعت اسلام پر تقریباً تیس لاکھ روپیہ سالانہ خرچ کر رہی ہے۔

مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری ۹ شعبان ۱۳۸۶ھ مطابق ۲۳ نومبر ۱۹۶۶ء سے ۲۴ صفر ۱۳۹۱ھ مطابق ۲۱ اپریل ۱۹۷۱ء ۴ سال ۴ ماہ ۲۹ دن تک جماعت کے باقاعدہ امیر اور سربراہ رہے۔

مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ

مولانا محمد علی جالندھری کی وفات کے بعد مجلس کے تمام ساتھیوں نے حضرت مولانا لال حسین اختر کو جماعت کا امیر منتخب کیا اور ان کے ساتھ مولانا محمد شریف جالندھری جماعت کے جنرل سیکرٹری بنائے گئے۔ مولانا جماعت کے چوتھے امیر تھے۔ مولانا لال حسین اختر جید عالم، مناظر اور انتہائی درویش منش عالم دین تھے اخلاص کی دولت سے مالا مال تھے۔ پوری زندگی دین کی خدمت میں بسر کر دی۔

ان کی قومی اور ملی زندگی کا آغاز شدھی اور سنگھٹن کے خلاف تحریکوں میں حصہ لینے سے ہوا۔ وہ ابھی کالج میں زیر تعلیم تھے۔ کہ ہندوؤں نے ہندوستان کے مسلمانوں کو ہندو بنانے کی تحریک کا آغاز کیا۔ ہندوؤں کی اس تحریک کو شدھی کی تحریک کہا جاتا ہے۔

مولانا کا دل اس اسلام دشمن تحریک سے تڑپ گیا۔ آپ نے تعلیم کو خیر باد کہا اور جو وفود دیہات میں تبلیغ کے لیے جاتے تھے۔ ان کے ہمراہ ہو لیے۔ اسی طرح مولانا لال حسین اختر، مولانا ظفر علی خان کے ہمراہ بھی ایک عرصہ تک تبلیغی دوروں میں شامل رہے۔ اور بالآخر حکومت نے مولانا ظفر علی خان اور مولانا لال حسین اختر دونوں کو قابل اعتراض تقریروں کے سلسلے میں گرفتار کر لیا اور مقدمہ کی ساعت کے بعد قید کر دیا۔

یہ قید ان دونوں حضرات نے لاہور سنٹرل جیل میں گزاری۔ اسی قید کے دوران جبکہ دونوں صاحبان کے چکی پیستے پیستے ہاتھوں پر چھالے پڑ گئے تھے۔ مولانا نے یہ اشعار مولانا لال حسین اختر کی فرمائش پر کہے تھے۔

یہ کہہ کر حق جتاؤں گا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت پر
کہ میں نے تیری خاطر آقا چکی جیل میں پیسی

اور جس نظم کے قافیے بتیسی اور سائنسی وغیرہ ہیں۔ رہائی کے بعد مولانا مستقل قومی تحریکوں اور سماجی کاموں میں حصہ لینے لگے۔ لیکن بدقسمتی یہ ہوئی کہ کہیں مرزائیوں کے ہتھے چڑھ گئے۔ اور مرزائیوں کی لاہوری جماعت کے امیر مولوی محمد علی جنہوں نے قرآن مجید کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے اور جو بہر حال مرزائیوں میں ایک بڑے پڑھے لکھے اور قابل شخص تھے۔ علم اور قابلیت ایک الگ بات ہے اور ایمانی توفیق نہ ہونا ایک دوسری بات ہے۔ مولانا لال حسین اختر ان سے متاثر ہوئے اور مرزائیت قبول کر لی۔ ہر کام میں میرے اللہ کی حکمت ہوتی ہے۔ بعض دفعہ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی پرورش میں دے کر فرعون کی حقیقت سے آشنا کر کے پھر موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں ہی اس کا بیڑہ غرق کیا کرتے ہیں۔ مولانا لال حسین اختر پڑھے لکھے ذہین فطین نوجوان مرزائیوں نے ان کی اعلیٰ تعلیم وتربیت کا انتظام کیا اور مولانا ہی کی روایت کے مطابق جس گروپ میں مجھے رکھا گیا۔ اس گروپ کی تعلیم و تربیت پر مرزائی جماعت کا اس زمانہ میں پچاس ہزار روپے خرچ ہوا تھا۔

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد مولانا مرزائی مبلغ بنا دیئے گئے۔ برصغیر میں مرزائیت کی تبلیغ کے علاوہ مولانا کو جماعت احمدیہ کی طرف سے افریقی ممالک میں مرزائیت کی تبلیغ کے لیے بھیجا گیا۔ مولانا کے سپرد ہوا کہ وہ اپنے مدلل طرز کلام اور بیان سے سینکڑوں مسلمانوں کے ایمان خراب کرنے کی سعی میں حصہ لیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مولانا لال حسین اختر کو مرزائیت کی حمایت کے لیے نہیں بلکہ اس شجرہ خبیثہ کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے پیدا فرمایا تھا۔ وہ کچھ عرصہ افریقی ممالک کے دورے کے بعد ہندوستان واپس آئے۔

مولانا کے اپنے بیان کے مطابق احمدیہ بلڈنگ لاہور جہاں مرزا غلام احمد قادیانی کی ہیضہ سے موت ہوئی تھی۔ مولانا نے رات کو سوتے ہوئے خواب دیکھا کہ لوگ جمع ہیں۔ اور گویا کوئی خوفناک منظر دیکھ کر پریشان ہیں۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ یہاں کھڑے ہو جاؤ۔ ابھی تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ اتنے میں ایک شخص نے چند انسانوں کو ایک رسی جو چمڑے کی تھی۔ اور جسے تانت کہتے ہیں کے ساتھ باندھا ہوا تھا۔ اور انہیں ایک وسیع میدان کے ایک طرف سے لا کر دوسری طرف لے جا رہا تھے۔ جہاں زبردست آگ کے الاؤ جل رہے تھے۔ وہ شخص ان لوگوں کو اس آگ میں پھینک کر پھر واپس دوسری طرف جاتا ہے پھر اور لوگوں کو باندھ کر لاتا اور آگ میں ڈالنے کا سلسلہ شروع کیے ہوئے ہے۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کیا قصہ ہے۔ انہوں نے بتایا کہ یہ مرزا غلام احمد قادیانی ہے سادہ لوح لوگوں کو مذہب کے نام پر شکار کرتا ہے خوشنما پھندوں میں پھانس کر نامعلوم طرف لے جاتا ہے یہاں تک کہ یہ شخص ہزاروں آدمیوں کو دوزخ کی آگ کے سپرد کر چکا ہے۔ یہ خواب دیکھنے کے بعد میری آنکھ کھلی تو میں سخت پریشان ہو لیا۔ مرزائیت کے متعلق میرے دل میں وساوس شکوک اور خطرات پیدا ہو گئے۔ میں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں کو لے کر پھر دوبارہ پڑھنا شروع کیا جوں جوں میں کتابیں پڑھتا گیا میرے شکوک بڑھتے گئے۔ انہی ایام میں جبکہ میں مرزا صاحب کے متعلق سخت تذبذب اور پریشانی میں مبتلا تھا۔ مجھے ایک اور دوسرا خواب دکھائی دیا۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک مکان میں ایک شخص منہ پر چادر اوڑھ کر سو رہا ہے میں نے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب سو رہے ہیں مجھے بتایا گیا کہ یہ مرزا غلام احمد قادیانی سو رہے ہیں۔ میں نے ان کے چہرے سے چادر اٹھائی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ انسان نہیں خنزیر ہے۔ میری آنکھ کھل گئی اور میں نے جان لیا کہ حق تعالیٰ نے مجھے مرزائیت کے جھوٹ اور باطل ہونے سے آگاہ فرمایا ہے میرا تذبذب اور پریشانی ختم ہو چکی تھی۔ میں نے توبہ کی استغفار کیا اور از سر نو کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت پڑھا۔ مرزائیت ترک کر دی۔ مولوی محمد علی کو استعفیٰ لکھ کر دیا۔ اور اللہ سے عہد کیا کہ اس گناہ عظیم کی تلافی کے لیے ساری عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم رسالت کا خادم رہوں گا۔ واقعی مولانا نے یہ عہد نبھایا۔

قیام پاکستان سے پہلے مولانا مجلس احرار اسلام کے علماء اور مجاہدین کے ساتھ رہے۔ کچھ عرصہ آگرہ میں قیام رہا مجلس احرار اسلام سیاسی جماعت تھی۔ تو اس کے ساتھ ایک غیر سیاسی شعبہ، شعبہ ختم نبوت بھی بنایا گیا تھا۔ اس شعبہ کے سربراہ میاں قمر الدین اچھروی اور انچارج تبلیغ پہلے مولانا عنایت اللہ صاحب تھے جو غالباً کالا باغ کے رہنے والے تھے۔ اور بعد میں مولانا محمد حیات مدظلہ کو بھیجا گیا۔ جنہوں نے کئی سال وہاں رہ کر مرزائیوں کو ناک چنے چبوائے اور ان کی جعلی نبوت کا سارا پول ان کے مثل مسیح کے سامنے کھول کر رکھ دیا۔ جس پر انہیں فاتح قادیان کا خطاب برصغیر کے اہل حق کی طرف سے دیا گیا تھا۔

مولانا لال حسین اختر اگرچہ احرار کی ہر جدوجہد میں اور قید و بند کے ابتلاء میں شریک رہے۔ تاہم ان کی خدمات کا زیادہ تر تعلق مرزائیوں کے تعاقب اور احتساب سے تھا۔ اور وہ بھی گویا ایک طرح کے شعبہ ختم نبوت سے متعلق رہے۔ البتہ قیام پاکستان کے بعد مجلس احرار اسلام واضح طور پر دو دھڑوں میں بٹ گئی۔ شاہ صاحبؒ، مولانا محمد علی جالندھری اور قاضی احسان احمد شجاع آبادی اس سیاست سے بالکل بیزار ہو گئے جس کا رواج پاکستان میں فروغ پانے لگ گیا تھا۔ اور ماسٹر تاج الدین انصاری، شیخ حسام الدین ابھی سیاسیات میں مزید تجربے اور ملک و ملت کی خدمت کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ لیکن مسلم لیگ اور عوامی لیگ دونوں میں شامل ہو کر انہوں نے دیکھ لیا کہ ان کا فیصلہ محل نظر تھا۔

اور شاہ جی کی کہی ہوئی بات بالکل صحیح تھی یہی وجہ کہ ان بزرگوں نے مسلم لیگ کی برباد سیاست سے علیحدگی اختیار کر لی اور مجلس تحفظ ختم نبوت کو باقاعدہ الگ حیثیت سے جماعت کی شکل دی۔ اور یکسوئی سے اشاعت و حفاظت اسلام کا کام کیا۔ اور اس طرح مرزائیت کے حصار میں زبردست شگاف ڈالنے میں کامیاب ہو گئے یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے مولانا لال حسینؒ کے بعد آنے والے امیر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کے دور میں اور ان ہی کی زیر قیادت ہماری آنکھوں کے سامنے انگریزوں کے بنائے ہوئے مرزائیت کے گھروندے کو برباد کر دیا۔ ہر چند کہ یہاں یہ ذکر بے ربط اور غیر ضروری ہے۔ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ اس سارے سلسلہ میں احرار کے ان مخلص بہادر اور جری کارکنوں اور رضاکاروں کو بیحد پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا وہ شمع حریت کے پروانے تھے۔ برصغیر کی پچھلے پچاس سال کی سیاسی اور دینی تاریخ میں انہوں نے بڑا اہم اور شاندار کردار ادا کیا تھا۔ ان کی محبت وفا اور جذبہ خدمت ناقابل تقسیم تھا۔ لیکن ہر تقسیم کے صدمے کی طرح انہیں اس تقسیم کا صدمہ بھی سہنا پڑا۔

بہر حال الحمدللہ ان کارکنوں نے بھی ہمت نہیں ہاری ان کے ملک بھر میں دفاتر موجود ہیں۔ تنظیم موجود ہے۔ رضاکار موجود ہیں۔ اور پاکستان میں کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نظام کے اجراء کا مشن ان کے سامنے موجود ہے۔ وہ اپنے اکابر کی اس روح کو سمجھتے ہیں کہ اسلام میں امراء کی نہیں غرباء کی زیادہ دل جوئی موجود ہے۔ اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ دین نام ہے بقول علامہ اقبال:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے خدا نے کسی عمل کا ثواب دینے کا وعدہ کیا خدا اسے ضرور پورا کریگا (مجمع)

بمصطفٰی برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
کہ اگر با و نہ رسیدی تمام بولہبی ست

انہوں نے سینہ سپر ہو کر فرنگی کو یہاں سے نکالا تھا اور بے پناہ قربانیاں دی تھیں۔ وہ انگریز کے خود کاشتہ پودے کی پوری تاریخ سے آگاہ ہیں اس کے مقابلہ میں انہوں نے ہمیشہ قربانیاں دی ہیں دے رہے ہیں۔ اور جب تک یہ شجرہ خبیثہ دنیا میں موجود رہے گا۔ وہ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور وفا کا حق ادا کرتے رہیں گے اور مرزا محمود کی ان کے متعلق پیش گوئی ان شاء اللہ کبھی پوری نہ ہو گی۔ ان کی یکجہتی کو کیوں نقصان پہنچا وہ زیادہ سیاسی طاقت ہونے کے باوجود قوت فیصلہ کی کمزوری کے باعث ملکی سیاسیات میں کوئی ستارہ کیوں نہ بن سکے میں اس تلخ نوائی میں نہ پڑنا چاہتا ہوں نہ ہی غالباً یہ میرے قلم کی ذمہ داری ہے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کا قیام عمل میں لایا گیا تو مولانا لال حسین اختر نے اپنے آپ کو اس جماعت کے لیے ہمہ تن اور ہمہ وقت وقف کر دیا۔ اور بالآخر جماعت کی خدمت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم رسالت کی پاسبانی کی ڈیوٹی کرتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گئے۔

مولانا لال حسین اختر کا وجود مرزائیت کے لیے برق بے اماں تھا۔ کسی مرزائی مبلغ اور مناظر کو مولانا کے مقابلہ میں گفتگو کرنے کی جراءت نہ ہوا کرتی تھی۔ بعض دفعہ مرزائیوں نے مناظرے کے چیلنج دیئے لیکن مختلف حیلوں بہانوں سے راہ فرار اختیار کر جاتے تھے اگر کہیں سامنے آ گئے۔ تو مولانا نے انہیں عبرت آموز شکست دی مرزائی ان کے نام سے بدک جایا کرتے تھے۔

وہ مرزائیت کی چلتی پھرتی انسائیکلوپیڈیا تھے۔ مرزائیوں کی تمام کتابیں اور ان کے حوالے انہیں ازبر تھے۔

مولانا کی زندگی ایک مستقل کتاب کی متقاضی ہے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں خدمت دین کے بڑے بڑے کارنامے سرانجام دیئے۔ آخر عمر میں مجلس نے انہیں یورپ امریکہ فجی آئی لینڈ کے دورے پر بھیجا وہ کئی سال تک ان ملکوں میں قیام پذیر رہے۔ انہوں نے قیام انگلستان کے دوران ووکنگ مسجد جو بیگم نواب بھوپالی نے مسلمانوں کے لیے بنوائی تھی۔ اور جس پر انگریزوں نے اپنے مرزائی جاسوسوں کو بٹھایا ہوا تھا۔ تاکہ انگلستان میں آنے والے مسلمان ملکوں کے طلبہ سفراء تاجر اور دوسرے نمائندگان مذہبی رسوم کی ادائیگی اس مسجد میں کریں۔ اور یہاں ان کو اسلام سے آشنا کیا جائے جو برطانوی سامراج نے خود کاشتہ پودے کے طور پر دنیا میں بنا رکھا تھا۔ اور جو برطانوی سامراج کی مصلحتوں کے تحت قال اللہ قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح بتاتا تھا۔

مولانا لال حسین اختر نے انگلستان کے مسلمانوں کو بیدار کیا منظم کیا۔ اور مسجد کو مرزائیوں کے قبضہ سے آزاد کرانے کی تحریک شروع کی۔ وہ تحریک خدا کے فضل وکرم سے کامیاب ہوئی۔ اور مسجد پر مرزائیوں کا نوے سالہ پرانا قبضہ ختم ہوا۔ اور اب وہ مسجد مسلمانوں کی رشد وہدایت کا مرکز بن گئی ہے۔ اس مسجد کا اہتمام اور انتظام اب پاکستان کے سفیر اور اس کی بنائی ہوئی ایک کمیٹی کے سپرد ہے۔

اس کے علاوہ مولانا نے ہڈرسفلیڈ میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے لیے ایک عظیم بلڈنگ خرید کر اسے مجلس کا مرکز بنایا جو الحمدللہ اب قائم ہے۔ اور مجلس کی لاکھوں روپیہ کی جائیداد ہے۔ اور جہاں سے یورپ اور دوسرے تمام ملکوں کے مشنوں اور کام کو کنٹرول کیا جا رہا ہے۔ اسی دورے میں آپ فجی آئی لینڈ تشریف لے گئے۔ وہاں چھ ماہ قیام کیا وہاں کے مسلمانوں کو منظم کیا قرآن مجید اور عربی علوم کی درسگاہوں کا اہتمام کیا اور وہاں سے طلبہ کو باہر بھجوا کر دینی تعلیم حاصل کرنے کا شوق پیدا کیا۔ الحمدللہ فجی آئی لینڈ کے فاضل طالبعلم قادر بخش صاحب جو فیصل آباد کی زرعی یونیورسٹی میں زیر تعلیم ہیں کے توسط اور کوشش سے اب درجنوں طلبہ پاکستان میں دینی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

مولانا لال حسین اختر مجلس تحفظ نبوت پاکستان کے ۱۲ اپریل ۱۹۷۱ء سے ۱۱ جولائی ۱۹۷۳ء تک امیر رہے۔

فاتح قادیان مولانا محمد حیات صاحبؒ

مولانا نے تعلیم سے فراغت پاتے ہی ردقادیانیت کا کام شروع کر دیا تھا۔ جو زندگی کے آخری لمحہ تک جاری رہا۔ قادیان میں دفتر ختم نبوت کے انچارج رہے۔ تاآنکہ ملک تقسیم ہوا۔ مرزا بشیر کے قادیان سے فرار کے بعد قادیان کو چھوڑ کر پاکستان تشریف لائے۔ پاکستان میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی رکن اور سب سے پہلے مبلغ تھے۔ قادیان میں قیام کے دوران مرزائیوں کو ناکوں چنے چبوائے۔ اس طرح امت کی طرف سے ''فاتح قادیان'' کا لقب حاصل کیا۔

ربوہ میں عالمی مجلس ختم نبوت کے لیے مسلم کالونی میں پلاٹ حاصل ہوا۔ تو آپ خبر سنتے ہی ملتان سے ربوہ منتقل ہونے کے لیے آمادہ ہو گئے۔ کھانا چھوڑ دیا چنے چبانے شروع کر دیئے۔ مولانا محمد شریف جالندھری کے پوچھنے پر جواب دیا۔ کہ میں ریہرسل کر رہا تھا۔ کہ اگر ربوہ میں روٹی نہ ملے تو آیا چنے چبانے کے لائق دانت ہیں یا نہیں۔ اس جذبہ ایثار سے آپ مسلم کالونی ربوہ تشریف لائے۔ گرم سرد، دکھ سکھ، عسر ویسر میں ربوہ کے اس محاذ کو آخری وقت تک سنبھالے رکھا۔ امت محمدیہ کی طرف سے واحد شخص ہیں۔ جنہوں نے قادیان سے لے کر ربوہ تک مرزائیت کا تعاقب ان کے گھر پہنچ کر کیا۔

ایک دفعہ مرزائیوں نے مناظرہ میں شرط رکھ دی کہ مناظر مولوی فاضل ہوگا۔ مولانا مناظرہ کے لیے تشریف لے گئے۔ تو مرزائی مناظر نے مولوی فاضل کی سند مانگی۔

مولانا نے فرمایا افسوس کہ آج ہم سے وہ لوگ سند مانگتے ہیں جن کا نبی پٹوار گیری کے امتحان میں فیل ہوگیا تھا۔ مولانا نے کچھ اس انداز سے اسے بیان کیا کہ مرزائی مناظر مناظرہ کئے بغیر ہی بھاگ گئے۔

مولانا محمد شریف صاحب جالندھریؒ

ایک تبحر عالم زیرک اور فہیم انسان تھے۔ قدرت نے ان کے وجود کو خوبیوں کا مجموعہ بنایا تھا۔ آپ نے دارالعلوم دیوبند سے شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ سے سند حدیث حاصل کی تھی۔

تعلیم سے فراغت کے بعد مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم سے تحریک آزادی کے لیے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ تقسیم کے وقت کے نازک حالات میں اپنے علاقہ کے مسلمانوں کی ایسی شاندار خدمات کا ریکارڈ قائم کیا۔ جس سے عام وخاص متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

مولانا محمد شریفؒ بہاولپوری

آپ حضرت بخاریؒ کے ساتھی اور مجلس ختم نبوت کے مبلغ تھے۔ سرائیکی زبان کے بہترین خطیب تھے۔ ساری زندگی ختم نبوت کے محاذ پر کام کرتے رہے۔ جنازہ ختم نبوت دفتر ملتان سے اٹھا تدفین کے بعد آپ کی قبر مبارک سے تین دن خوشبو آتی رہی۔

مولانا سید شمس الدین شہیدؒ

مرزائیوں نے فورٹ سنڈیمن میں محرف قرآن مجید تقسیم کیا۔ جس کے خلاف احتجاجی جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے مولاناؒ نے فرمایا:

’’آج آپ دیکھتے ہیں کہ آپ کے قرآن کے ساتھ کھیل کھیلا جارہا ہے اور ختم نبوت کو پارہ پارہ کر چکے ہیں۔ اور اس کا مذاق اڑایا جارہا ہے تو میرے ساتھیو! اگر ہمارا یہی حشر رہا تو لامحالہ ہم یہی کہیں گے کہ اگر قیامت کے روز محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں گے تو لامحالہ وہ یہی کہیں گے کہ میری ناموس لٹ رہی تھی اور قرآن پر ظلم ہو رہا تھا۔ ذرا یہ تو بتاؤ کہ آپ حضرات کہاں تھے؟

مولانا خلیل احمد قادری صاحب

روایت کرتے ہیں۔ کہ میں تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے سلسلہ میں حضرت مولانا مفتی محمد حسن (نیلا گنبد) کے پاس گیا۔ اور ان سے تحریک میں باقاعدہ شمولیت کے لیے درخواست کی تو انہوں نے میرے ہاتھوں کو پکڑ کر چوما اور پھر کہنے لگے کہ میں ٹانگوں سے معذور ہوں۔ مگر آپ مجھے جب چاہیں گرفتار کروادیں۔ اگر آپ ابھی چاہیں تو میں اسی وقت آپ کے ساتھ چلنے کو تیار ہوں۔

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ

مولانا اسلام الدین صاحب ایڈیٹر ’’ظہور اسلام‘‘ سری نگر کشمیر نے خواب میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی زیارت کی حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ برصغیر کے مسلمانوں کے حالات قابل رحم ہیں۔ آپ مولانا خواجہ خان محمد صاحب پاکستانی کو کہیں کہ وہ برصغیر کے مسلمانوں کے لیے اللہ رب العزت سے دعا کیا کریں۔ مولانا اسلام الدین نے سری نگر سے خط کے ذریعہ کراچی دفتر لکھا۔ کہ شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد خواجہ خان صاحب تک حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا پیغام پہنچادیں۔ (حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ معروف جلیل القدر صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔)

مولانا غلام غوث ہزارویؒ

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں مولانا نے نہایت ہمت تندہی اور جانفشانی سے اس کی قیادت کی جبکہ دیگر رہنما پہلے ہی گرفتار ہو چکے تھے۔ اس وقت کی حکومت نے مولانا کی گرفتاری کے لیے دس ہزار روپیہ انعام مقرر کیا۔ ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت کے دوران ہی مولاناؒ کے بارے میں یہ فیصلہ کیا گیا۔ کہ مولانا جہاں ملیں انہیں گولی ماردی جائے۔ اس مجلس میں مشہور مسلم لیگی رہنما جناب سردار بہادر خان صاحبؒ (صدر پاکستان محمد ایوب خان صاحب کے بھائی) بھی شریک تھے۔ سردار بہادر خانؒ صاحب نے مولانا قاضی شمس الدین کو بلا کر کہا کہ مولانا کی حفاظت کریں انہیں کہیں روپوش کردیں۔ یا ملک سے باہر بھیج دیں۔ ان کی جان کو خطرہ ہے۔ چنانچہ مولانا خفیہ طور پر تحریک کی قیادت کرتے رہے۔ اور خداوند قدوس نے مولانا کی حفاظت کی لیکن گولی مروانے والوں کو خدا نے قاہرہ کے قریب ہوائی حادثے میں جلا کر بھسم کردیا۔ اور وہ اپنے انجام کو پہنچ گئے۔

یہ پریشانی تین دن تک رہی اور تیسرے دن مجھے کچھ نیند اور کچھ بیداری کی حالت میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مبارک نصیب ہوئی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری پیشانی پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:

’’مولوی غلام غوثؒ تم نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کے لیے قربانی دی ہے۔ پریشان مت ہو۔ کوئی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔‘‘

جب میری آنکھ کھلی تو طبیعت میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ اور کامل اطمینان پیدا ہوگیا۔ بعد میں بہت سی تکالیف بھی آئیں لیکن مجھے قطعاً پریشانی نہیں ہوئی اور اس کے بعد ہی میں فوج اور پولیس کو جل دے کر نکل گیا۔ اور ایسے اوقات بھی آئے کہ میرے پیچھے فوج اور پولیس والے نماز پڑھتے رہے لیکن

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا نرمی کو پسند کرتا ہے اور نرمی پر جو ثواب عطا کرتا ہے وہ سختی پر کبھی عطا نہیں کرتا (مسند احمد بن حنبلؒ)

پہچان نہ سکے۔ یہ سب حفاظت الٰہی اور بشارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا نتیجہ تھا۔

مولانا ہزارویؒ ایک دفعہ جنرل محمد ایوب خان سے ملنے گئے۔ مشہور احرار رہنما شیخ حسام الدین مرحوم بھی مولاناؒ کے ساتھ تھے۔ بات چیت کے دوران ایوب خان نے کہا مولانا! جہاں تک اسلام کو سمجھا ہوں وہ تو اس طرح ہے۔ مولانا ہزارویؒ نے فرمایا ہاں خان صاحب کرسٹائن کیلر کے ساتھ ننگا غسل کرنے والے جو اسلام کو سمجھے بھلا ہم کب اس طرح سمجھ سکتے ہیں۔ ایوب خان نہایت شرمندہ ہوئے۔

مولانا محمد شریفؒ جالندھری اور مولانا تاج محمودؒ مرحوم دونوں حضرات کانفرنس کے منتظمین تھے۔ ملنے کے لئے قیام پر گئے ان حضرات کو دیکھ کر اٹھ بیٹھے۔ فرمایا آپ کے حکم پر ربوہ میں جمعہ پر تقریر کے لئے حاضر ہوا کہ:

۱۔ آخری عوامی تقریر ختم نبوت پر ہو۔

۲۔ آپ کے کام کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں۔ آگے چل کر (عالم برزخ کی طرف اشارہ) بزرگوں کو آنکھوں دیکھی رپورٹ دوں گا۔

۳۔ دوستوں سے ملاقات ہو جائے گی۔ کہا سنا معاف کرا لوں گا۔ میرے اللہ کی شان بے نیازی کہ مولانا کا گھر سے یہ آخری سفر تھا۔ واپس پہنچے تو آپ کا انتقال ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے۔

مرزائیوں کو شاہ فہد کا جواب

بون، ۲۸/اگست (نمائندہ خصوصی) سوئٹزرلینڈ کی قادیانی ایسوسی ایشن نے سعودی عرب کے شاہ فہد سے تحریری طور پر یہ مضحکہ خیز درخواست کی کہ وہ ان کے مذہب کے سربراہ کو حج کے لئے سعودی عرب آنے کی دعوت دیں۔ ایک خط میں جو شاہ فہد سمیت سعودی عرب کے چند اعلیٰ حکام کو بھیجا گیا ہے سوئٹزرلینڈ میں قائم قادیانوں کی تحریک نے درخواست کی ہے کہ ان کے مذہب کے رہنما کو جو اس وقت ربوہ میں رہتے ہیں سعودی فرمانروا کے سرکاری مہمان کی حیثیت سے دعوت دی جائے۔ سوئٹزرلینڈ کے مسلم سفارتکاروں نے اس کے متن پر غصہ و ناراضگی کا اظہار کیا ہے۔ (روزنامہ جنگ کراچی ۲۹ اگست ۱۹۸۲ء)

جب یہ درخواست شاہ فہد کے پاس گئی تو آپ نے جواب دیا کہ مرزا قادیانی ملعون کا طوق غلامی اتار کر مسلمان بن کر آئیں تو دل و جان سے مہمانداری کریں گے۔ اگر مرزا قادیانی کا طوق غلامی پہن کر آنا چاہتے ہو تو یاد رکھو کہ یہ سرزمین حجاز ہے جو کچھ ہمارے پیشرو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کذاب اور اس کی پارٹی کا حشر کیا تھا وہی حشر ہم تمہارا کریں گے۔ اس جواب پر مرزائیوں کے اوسان خطا ہو گئے۔

زاده الله شرفا و عظمة. وخلد دولة العالية وجزاه الله عنا وعن جميع المسلمين خير الجزاء

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

مولانا ابوالحسن علی ندوی نے حضرت بنوری کے نام اپنے ایک مکتوب میں مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے پر مبارکبادی کے سلسلہ میں لکھا۔ اس کی بھی امید ہے کہ روح مبارک نبوی علیہا الف الف سلام کو بھی مسرت حاصل ہوئی ہوگی۔

حضرت بنوری نے لکھا ہے کہ: ''اس (قادیانی فتنہ) سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک بھی بے تاب تھی۔ (قادیانی مسئلہ کے حل پر) منامات و مبشرات کے ذریعہ عالم ارواح میں اکابر امت اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسرت بھی محسوس ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبشرات کے ذکر کرنے کی ہمت نہیں۔

حضرت فرماتے ہیں کہ تحریک کے بعد رمضان المبارک میں میں نے خواب دیکھا کہ چاندی کی ایک تختی مجھے عطاء کی گئی اور اس پر سنہری حروف سے یہ آیت لکھی ہے: اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ میں نے محسوس کیا کہ یہ تحریک ختم نبوت کی کامیابی پر مجھے انعام دیا جا رہا ہے''۔

نفحۃ العنبر ص ۳۰۴ پر حضرت بنوری مرحوم خود لکھتے ہیں:

میں نے خواب میں دیکھا کہ ''ایک مصلیٰ پر ایک طرف حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام اور دوسری طرف سید انور شاہ کشمیریؒ تشریف فرما ہیں۔ میں کبھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے روح پرور چہرہ اقدس کی طرف دیکھتا اور کبھی چہرہ انور کی طرف دیکھتا۔ یہ کیفیت مجھ پر طاری تھی کہ ہر دو حضرات کے مبارک چہروں سے استفادہ و مشرف زیارت سے مستفید ہو رہا تھا کہ بیدار ہو گیا''

سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

استاذی المکرم حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی رحمۃ اللہ علیہ حج کے لئے حجاز مقدس تشریف لے گئے۔ آپ کا ارادہ تھا کہ اب پاکستان واپس نہیں جاؤں گا۔ مدینہ طیبہ قیام کے دوران آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہاں دین کا کام خوب ہو رہا ہے۔ پاکستان میں آپ کی ضرورت ہے۔ پاکستان جا کر میرے بیٹے عطاء اللہ شاہ بخاری کو میرا سلام کہنا اور ختم نبوت کے محاذ پر تمہارے کام سے گنبد خضراء میں خوش ہوں۔ ڈٹے رہو۔ اس کام کو خوب کرو میں تمہارے لئے دعا کرتا ہوں۔

حضرت خواجہ درخواستی حج سے واپسی پر سیدھے ملتان آئے۔ شاہ جی چارپائی پر تھے خواب سنایا شاہ جی تڑپ کر نیچے گر گئے کافی دیر بعد ہوش آیا بار بار پوچھتے درخواستی صاحب میرے آقا اور مولیٰ نے میرا نام بھی لیا تھا۔ حضرت درخواستی صاحب کے اثبات میں جواب دینے پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی۔

حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ وفات کے بعد خواب میں مجھے حضرت بخاریؒ صاحب کی زیارت ہوئی۔ میں نے پوچھا شاہ صاحب فرمائیے قبر کا معاملہ کیسا رہا۔ شاہ

صاحب نے فرمایا کہ بھائی یہ منزل بہت ہی مشکل ہے۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کی برکت سے معافی مل گئی۔

حضرت مولانا محمد علیؒ جالندھری نے فرمایا کہ حضرت مولانا رسول خان جو پاکستان کے بہت بڑے محدث اور استاذ الکل ہیں نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تشریف فرما ہیں۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں (ایک سفید طشت میں آسمانوں سے) ایک دستار مبارک لائی گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اٹھو اور میرے بیٹے عطاء اللہ شاہ کے سر پر باندھ دو۔ میں اس سے بہت خوش ہوں اس نے میری ختم نبوت کے لئے بہت سارا کام کیا ہے۔ (تقاریر مجاہد ملت ص ۷)

ایک بار آپ نے وجد میں فرمایا کہ اگر میری قبر پر کان لگا کر سننے کی قدرت تمہیں طاقت بخشے تو سن لینا کہ میری قبر کا ذرہ ذرہ پکار رہا ہوگا کہ "مرزا قادیانی اور اس کے ماننے والے کافر ہیں"۔

ادھر تحریک کی اندوہناک پسپائی سے لوگوں میں مایوسی کا پیدا ہونا ایک قدرتی امر تھا۔ کئی لوگ ان شہداء کے متعلق جو اس تحریک ناموس ختم نبوت پر قربان ہو چکے تھے۔ یہ سوال کرتے کہ ان کے خون کا ذمہ دار کون ہے؟ شاہ جی نے لاہور کے ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے جواب دیا کہ:

"جو لوگ تحریک ختم نبوت میں جہاں تہاں شہید ہوئے ان کے خون کا جوابدہ میں ہوں۔ وہ عشق رسالت میں مارے گئے۔ اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ ان میں جذبہ شہادت میں نے پھونکا تھا۔ جو لوگ ان کے خون سے دامن بچانا چاہتے اور ہمارے ساتھ رہ کر اب کنی کترا رہے ہیں۔ ان سے کہتا ہوں کہ میں حشر کے دن بھی ان کے خون کا ذمہ دار ہوں گا۔ وہ عشق نبوت میں اسلامی سلطنت کے ہلاکو خانوں کی بھینٹ ہو گئے لیکن ختم نبوت سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی سات ہزار حافظ قرآن اسی مسئلہ کی خاطر شہید کر دیئے گئے"۔

شاہ جی تحریک کی پسپائی سے غایت درجہ ملول تھے۔ ان کا دل بجھ چکا تھا۔ فرماتے غلام احمد کی نبوت کے لئے تحفظ ہے۔ لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے لئے تحفظ نہیں۔ عموماً اشکبار ہو جاتے۔ اسی زمانہ میں ایک دن تقریر کرنے کیلئے اٹھے تو عمر بھر کی روایت کے برعکس نہ خطبہ مسنونہ پڑھا نہ زیر لب ورد کیا۔

ترکی میں ایک عالم دین نے خواب میں دیکھا کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم بمع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے گھوڑوں پر سوار سفر پر تشریف لے جا رہے ہیں۔ میں نے عرض کی کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کہاں کا ارادہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا بیٹا عطاء اللہ بخاریؒ پاکستان سے آ رہا ہے اسے لینے جا رہے ہیں۔ "ترکی کے یہ عالم دین سید عطاء اللہ بخاریؒ کو نہ جانتے تھے۔ پاکستان میں وہ صرف مولانا محمد اکرم سلطان فونڈری لاہور کو جانتے تھے۔ ان کو خط لکھا کہ فلاں رات خواب میں اس طرح دیکھا آپ فرمائیں تو یہ عطاء اللہ بخاری کون ہیں اور اس رات کیا واقعہ پیش آیا۔ خط پڑھا تو معلوم ہوا کہ خواب کی وہی رات تھی۔ جس رات سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا وصال ہوا۔

مجاہد ختم نبوت آغا شورش کاشمیریؒ

خود فرمایا "میں نے حکومت کی دھاندلی سے تنگ آ کر کراچی کے ایام نظر بندی میں ۴۵ روز بھوک ہڑتال کی۔ اس دوران میں حالت خستہ سے خستہ ہوتی گئی۔ نوبت بہ اینجا رسید کہ صبح و شام کا معاملہ ہو گیا۔ کسی بھی وقت سناونی آ جانے کا احتمال تھا۔ ایوب خان اور موسیٰ خان راقم کو موت کی نیند سلا دینا چاہتے تھے۔ پینتالیسویں روز حالت تشویش ناک ہو گئی۔ مولانا تاج محمود مدیر لولاک نے اکابر کو اطلاع دی۔ ملک کے طول و عرض سے راقم کے نام تاروں کا تانتا بندھ گیا۔ "بھوک ہڑتال چھوڑ دو" اس روز دس بجے شب کے لگ بھگ حافظ عزیز الرحمٰن تشریف لائے اور فرمایا کہ انہیں لاہور سے مختلف رہنماؤں کا پیغام آیا اور دین پور شریف سے حضرت مولانا عبدالہادی نے تار دیا ہے ایک اور تار حضرت عبداللہ درخواستی کا ہے کہ بھوک ہڑتال چھوڑ دو۔ تمہاری زندگی ضروری ہے۔ راقم نے حافظ جی کو ٹال دیا۔ کہ صبح سوچیں گے۔ وہ چلے گئے راقم تین بجے سو گیا۔ اذان کے وقت خواب دیکھا کہ جنت الفردوس کی ایک روش پر سیدنا مہر علی شاہ قدس سرہٗ العزیز، علامہ انور شاہ نور اللہ مرقدہ، اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری کھڑے ہیں۔ راقم کے شانہ کو ان کے مقدس ہاتھ نے تھپکی دیتے ہوئے کہا۔ "شورش گھبرانا نہیں آخری فتح تمہاری ہے"

ذوق جنوں کے واقعات

تحریک مقدس ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں جناب سید مظفر علی شمسی کی روایت کے مطابق سکھر جیل میں جب حضرت امیر شریعت مولانا ابوالحسناتؒ، مولانا لال حسین اخترؒ اور دوسرے رہنماؤں کو لایا گیا تو ایسی گرمی پڑتی تھی کہ برتن میں پانی اتنا گرم ہو جاتا تھا کہ اس میں انڈا ڈال دیتے تھے وہ نیم برشت ہو جاتا اور اگر اس پانی کو باہر رکھ کر انڈا اس میں رکھ دیتے تو انڈا پک جاتا تھا۔

شمسی صاحب کی روایت ہے کہ اس تحریک میں ایک عورت اپنے بیٹے کی برات لے کر دہلی دروازہ کی جانب آ رہی تھی سامنے سے تڑ تڑ کی آواز آئی۔ معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کیلئے لوگ سینہ تانے بٹن کھول کر گولیاں کھا رہے ہیں۔ تو برات کو معذرت کر کے رخصت کر دیا۔ بیٹے کو بلا کر کہا کہ بیٹا آج کے دن کے لئے میں نے تمہیں جنا تھا۔ جاؤ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت پر قربان ہو کر دودھ بخشوا جاؤ۔ میں تمہاری شادی اس دنیا میں نہیں بلکہ آخرت میں کروں

گی۔اورتمہاری برات میں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کومدعو کروں گی۔ جاؤ پروانہ وار شہید ہو جاؤ۔ تا کہ میں فخر کرسکوں کہ میں بھی شہید کی ماں ہوں۔ بیٹا ایسا سعادت مند تھا کہ تحریک میں ماں کے حکم پر آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کے لئے شہید ہوگیا۔ جب لاش لائی گئی تو گولی کا کوئی نشان پشت پر نہ تھا۔ سب سینہ پر گولیاں کھائیں۔ فرحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ

تحریک ختم نبوت میں ایک طالب کتابیں ہاتھ میں لئے کالج جارہا تھا۔ سامنے تحریک کے لوگوں پر گولیاں چل رہی تھیں۔ کتابیں رکھ کر جلوس کی طرف بڑھا۔ کسی نے پوچھا یہ کیا؟۔ جواب دیا کہ آج تک پڑھتا رہا ہوں آج عمل کرنے جا رہا ہوں۔ جاتے ہی ران پر گولی لگی۔ گر گیا۔ پولیس والے نے آکر اٹھایا تو شیر کی طرح گرجدار آواز میں کہا۔ ظالم گولی ران پر کیوں ماری ہے۔ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تو دل میں ہے یہاں دل پر گولی مارو تا کہ قلب وجگر کو سکون ملے۔

معلوم ہوا کہ اسی تحریک میں کرفیو لگ گیا۔ اذان کے وقت ایک مسلمان کرفیو کی خلاف ورزی کرکے آگے بڑھا مسجد میں پہنچ کر اذان دی۔ ابھی اللہ اکبر کہہ پایا تھا کہ گولی لگی۔ ڈھیر ہوگیا۔ دوسرا مسلمان آگے بڑھا۔ اس نے اشہدان لاالہ الا اللہ کہا تھا کہ گولی لگی ڈھیر ہوگیا۔ تیسرا مسلمان آگے بڑھا۔ ان کی لاشوں پر کھڑے ہو کر اشہدان محمد رسول اللہ کہا کہ گولی لگی ڈھیر ہوگیا۔ چوتھا آدمی بڑھا۔ تین کی لاشوں پر کھڑے ہوکر حی علی الصلوٰۃ کہا کہ گولی لگی ڈھیر ہوگیا۔ پانچواں مسلمان بڑھا۔ غرضیکہ باری باری نو مسلمان شہید ہوگئے۔ مگر اذان پوری کر کے چھوڑی۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

تحریک ختم نبوت میں ایک مسلمان دیوانہ وار ختم نبوت زندہ باد کے لاہور کی سڑکوں پر نعرے لگا رہا تھا۔ پولیس نے پکڑ کر تھپڑ مارا۔ اس پر اس نے پھر ختم نبوت زندہ باد کا نعرہ لگایا۔ پولیس والے نے بندوق کا بٹ مارا۔ اس نے پھر نعرہ لگایا۔ وہ مارتے رہے یہ نعرہ لگاتا رہا۔ اسے اٹھا کر گاڑی میں ڈالا۔ یہ زخموں سے چور چور پھر بھی ختم نبوت زندہ باد کے نعرے لگاتا رہا۔ اسے گاڑی سے اتارا گیا تو بھی وہ نعرہ لگاتا رہا اسے فوجی عدالت میں لایا گیا۔ اس نے عدالت میں آتے ہی ختم نبوت کا نعرہ لگایا۔ فوجی نے کہا ایک سال سزا۔ اس نے سال کی سزا سن کر پھر ختم نبوت کا نعرہ لگایا۔ اس نے سزا دو سال کر دی۔ اس نے پھر نعرہ لگا دیا۔ غرضیکہ فوجی سزا بڑھاتا رہا اور یہ مسلمان نعرہ ختم نبوت بلند کرتا رہا۔ فوجی عدالت جب بیس سال پر پہنچی دیکھا کہ بیس سال کی سزا سن کر یہ پھر نعرے سے باز نہیں آ رہا۔ تو فوجی عدالت نے کہا باہر لے جا کر گولی مار دو۔ اس نے گولی کا سن کر دیوانہ وار رقص شروع کر دیا اور ساتھ ختم نبوت زندہ باد ختم نبوت زندہ باد کے فلک شگاف ترانہ سے ایمان پرور وجد آفرین کیفیت طاری کر دی۔ یہ حالت دیکھ کر عدالت نے کہا کہ رہا کردو۔ کہ یہ دیوانہ ہے۔ اس نے رہائی کا سن کر پھر نعرہ لگایا۔ ختم نبوت زندہ باد۔

قارئین کرام! میں لکھتے ہوئے نعرہ لگاتا ہوں اور آپ پڑھتے ہوئے نعرہ لگائیں۔ ختم نبوت زندہ باد۔

ختم نبوت زندہ باد

تحریک ختم نبوت ۵۳ء میں دہلی دروازہ لاہور کے باہر صبح سے عصر تک جلوس نکالتے رہے۔ دیوانہ وار سینہ پر گولیاں کھا کر آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس پر قربان کرتے رہے۔ عصر کے بعد جب جلوس نکلنے بند ہوگئے۔ تو ایک اسی سالہ بوڑھا اپنے معصوم ۵ سالہ بچے کو کندھے پر اٹھا لایا۔ باپ نے ختم نبوت کا نعرہ لگایا۔ معصوم بچے نے جو باپ سے سبق پڑھا تھا اس کے مطابق زندہ باد کہا۔ دو گولیاں آئیں۔ اسی سالہ بوڑھا باپ اور ۵ سالہ معصوم بچے کے سینے سے شائیں کر کے گزر گئیں۔ دونوں شہید ہو گئے مگر تاریخ میں اس نئے باب کا اضافہ کر گئے۔ کہ اگر آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس پر مشکل وقت آئے تو مسلمان قوم کے اسی سالہ بوڑھے خمیدہ کمر سے لے کر ۵ سالہ معصوم بچے تک سب جان دیکر اپنے پیارے آقا کی عزت وناموس کا تحفظ کرتے ہیں۔

مولانا مفتی محمودؒ

حضرت مولانا مفتی محمود جامعہ قاسم العلوم کی انتظامیہ کی دعوت پر ملتان تشریف لائے۔ جامعہ ھذا سے منسلک ہوگئے۔ آپ بے پناہ صلاحیتوں کے مالک رہے۔ ایک مفسر اور محدث ہونے کے ساتھ ساتھ آپ قراءت سبعہ وعشرہ کے قاری بھی تھے۔ ۱۹۵۸ء میں آپ جامعہ ھذا کے شیخ الحدیث اور مفتی بنے اور آپ جامع قاسم العلوم کے مہتمم بنا دیئے گئے۔

۱۹۷۲ء صوبہ سرحد کی وزارت اعلیٰ کا حلف اٹھاتے ہی مولانا مفتی محمود نے اپنے صوبہ میں شراب پر پابندی لگا دی۔ بھٹو صاحب نے اس کی شدید مخالفت کی۔ کہ اس سے چالیس لاکھ روپیہ سالانہ ایکسائز ڈیوٹی کا ناقابل برداشت خسارہ ہوگا۔ مگر خوف خدا رکھنے والے وزیر اعلیٰ مفتی محمود نے اس کی پرکاہ جتنی بھی پرواہ نہ کی۔ اور صوبہ سرحد میں ۱۴ سو سالہ اسلامی قانون نافذ کر کے دنیا کو بتلا دیا کہ اس گئے گذرے دور میں مولوی حکومت کرسکتا ہے۔ چٹائی پر بیٹھ کر احکام جاری کرنے والے وزیر اعلیٰ سیاسی درویش مولانا مفتی محمود نے قومی اتحاد کے بتیس مطالبات میں سے اکتیس مطالبات منوا کر آکسفورڈ یونیورسٹی میں پڑھے ہوئے اور ہر رخ سانچے میں ڈھلے ہوئے زیرک وزیر اعظم مسٹر بھٹو کو میز پر بیٹھ کر وہ شکست دی جسے کوئی مؤرخ نظر انداز نہیں کرسکتا۔

وزیر اعلیٰ سرحد کی حیثیت سے شیخ الحدیث مفتی مولانا محمود نے حسب

ذیل اصلاحی اقدامات سرانجام دیئے۔
۱۔شراب کے استعمال پر مکمل پابندی لگادی۔
۲۔اردو زبان کو صوبہ سرحد کی سرکاری زبان قرار دیا۔
۳۔جہیز پر پابندی لگانے کے لئے جہیز آرڈیننس نافذ کیا۔
۴۔سرکاری لباس قمیص اور شلوار قرار دیا۔
۵۔غریب زمینداروں کو تقاوی قرضوں کے سلسلے میں سود کے لین دین پر پابندی لگادی۔
۶۔عربی مدارس کے فارغ التحصیل طلباء کے لئے یونیورسٹیوں میں داخلے کی اجازت دے دی۔
۷۔قماربازی پر سخت پابندی لگادی۔
۸۔اتوار کی ہفتہ وار تعطیل کی بجائے جمعہ تعطیل کردی۔
۹۔اسلامی قوانین کے نفاذ کے لئے ملک کے معتبر علماء ماہرین پر مشتمل بورڈ قائم کیا۔
۱۰۔غریب طلباء کے لئے وظائف اور احترام رمضان کا آرڈیننس نافذ کیا۔
۱۱۔قرآنی تعلیمات عام کرنے کے لئے مدرسوں میں خصوصی انتظامات کئے گئے۔
۱۲۔صوبہ سرحد میں ترقیاتی کاموں کے لئے بھی خصوصی انتظامات کئے گئے۔
۱۳۔چشمہ رائٹ بنک کینال کی منظوری دی گئی۔

مولانا مفتی محمود جابر حاکم کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر باتیں کرنے کے عادی تھے۔قومی اتحاد کے بتیس نکات کا مسئلہ طے کرنے کے لئے مسٹر بھٹو نے معاملہ طے کرنے کی بڑی کوشش کی۔ بلکہ ایک مرحلہ پر دو لاکھ کے ہدیہ تک کی پیشکش کی گئی تو مفتی صاحب نے کھلے بندوں جواب دیا کہ میں وزارت اعلیٰ کے لئے ملک اور قوم کا سودا نہیں کروں گا۔ میں سودا کرنے نہیں آیا۔قوم کے حقوق لینے آیا ہوں۔

موصوف کا وجود ملت اسلامیہ کے لئے قدرت کا عطیہ تھا۔آپ کو قدرت نے بے شمار خوبیوں سے سرفراز فرمایا تھا۔اور آپ کی تمام تر خوبیاں وصلاحیتیں خدمت اسلام کے لئے وقف تھیں۔۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ ملتان سے گرفتار ہوئے۔۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ نے قائدانہ کردار ادا کیا۔اسمبلی سے باہر ملت اسلامیہ کی رہنمائی شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی قیادت میں جلیل القدر علماء ورہنماؤں نے کی۔ اور قومی اسمبلی میں ختم نبوت کی وکالت آپ نے کی۔اسمبلی کے معزز ممبران وعلماء کرام کی حمایت وتعاون آپ کو حاصل تھا۔مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے مرزا ناصر قادیانی اور صدرالدین لاہوری مرزائیوں کے جواب میں جو محضرنامہ تیار کیا تھا۔جس کا نام ملت اسلامیہ کا موقف ہے۔جس کے عربی اردو، انگلش میں مجلس نے کئی ایڈیشن شائع کئے ہیں۔اسی محضرنامہ کو اسمبلی میں پڑھنے کا شرف اللہ رب العزت نے حضرت مولانا مفتی محمود کو بخشا۔آپ اسمبلی میں ملت اسلامیہ کی متفقہ آواز تھے۔

آپ کی وفات کے بعد آپ کے ایک عقیدت مند نے آپ کو خواب میں دیکھا۔ ''اور پوچھا فرمایئے حضرت کیسے گذری۔اس پر آپ نے فرمایا کہ ساری زندگی قرآن وحدیث کی تعلیم میں گزری۔اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے کوشش وکاوش کی۔وہ سب اللہ رب العزت کے ہاں بحمدہ تعالیٰ قبول ہوئیں۔مگر نجات اس محنت کی وجہ سے ہوئی جو قومی اسمبلی میں مسئلہ ختم نبوت کے لئے کی تھی۔ختم نبوت کی خدمت کے صدقہ اللہ تعالیٰ نے بخشش فرمادی''۔

باب ۲۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

صحابی کی تعریف:

س: صحابی کسے کہتے ہیں؟

پہلی حدیث: ج: ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو جس جس مسلمان نے دیکھا اس کو صحابی کہتے ہیں۔ ان کی بڑی بڑی بزرگیاں آئی ہیں۔ ان سب سے محبت اور اچھا گمان رکھنا چاہئے۔ اگر کوئی جھگڑا آپس میں ان کا سننے میں آئے تو اس کو بھول چوک سمجھے۔ ان کی برائی ہرگز نہ کرے۔

فضائل صحابہ

س: صحابہ کے مشترک فضائل جن میں کسی کی خصوصیت نہ ہو بیان کی جائے؟

ج: سنیئے۔ (۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں میں بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے۔ پھر وہ لوگ جو ان کے متصل ہوں گے۔ اور پھر وہ لوگ جو ان کے متصل ہوں گے۔ عمران بن حصین (روایت بیان کرنے والے) فرماتے ہیں کہ یہ ٹھیک یاد نہیں رہا کہ دو زمانے فرمائے یا تین اس کے بعد وہ لوگ آئیں گے جو گواہیاں دیں گے۔ حالانکہ ان سے گواہی طلب نہ کی جائے گی اور خیانت کریں گے اور امین قرار نہ دیئے جائیں گے۔ اور منتیں مانیں گے۔ مگر پوری نہ کریں گے۔ اور ان میں موٹاپا ظاہر ہوگا۔

جس مدت میں اہل زمانہ ختم ہو جاویں وہ قرن کہلاتا ہے۔ زمانہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر قیامت تک جتنے بھی قرن سطح زمین پر ہوئے ان میں بہترین قرن (زمانہ) حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہے کہ وجود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سطح زمین پر جلوہ فرما ہوا اور یہ مبارک قرن ۱۰۰ ھ میں ختم ہوا۔ جبکہ آخری صحابہ حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ نے بعمر ۹۸ سال وفات پائی۔ اور چونکہ مجموعہ قرن (زمانہ) کا کہ اس میں سید الانبیاء بھی شامل ہیں۔ تمامی قرون سے افضل ہونا مراد ہے۔ نہ کہ ہر ہر فرد کا افضل ہونا۔ لہٰذا حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی گزشتہ انبیاء علیہم السلام پر فضیلت لازم نہ آئی۔

اور قرن صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد افضل ترین قرن تابعین کا ہے۔ اور پھر تبع تابعین کا۔ کہ افضلیت محمدیہ کی وجہ سے آپ کی امت کو دیگر امم پر افضلیت کلیہ حاصل ہے۔ اور جتنا قرب کسی کو نور آفتاب سے ہوگا اسی قدر اس میں روشنی زیادہ ہوگی۔ پھر چوتھے قرن میں وہ نورانیت نہ رہی اسی وجہ سے گواہی میں بیباکی اور جراءت پیدا ہوگئی۔

دوسری حدیث: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "آگ نہ چھوئے گی۔ اس مسلمان کو جس نے مجھ کو دیکھا یا اس کو جس نے میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا"۔

اس میں صحابہ اور تابعین کے مغفور اور جنتی ہونے کی بشارت ہے کہ حسن خاتمہ کے ساتھ نوازے جائیں گے۔ اس لئے کہ محبت کے ساتھ سید الانبیاء کے چہرے انور پر ایک نظر ڈالنے سے ایمان میں جو حلاوت اور مشاہدہ کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے وہ دوسروں کو برسوں کے مجاہدے سے بھی نصیب نہیں ہو سکتی۔

تیسری حدیث: فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلامی لشکر جہاد میں جائے گا۔ پس کہا جائے گا کیا تم میں سے کوئی ہے جس کو صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیب ہوئی ہو؟ وہ جواب دیں گے ہاں ہے۔ پس ان کو (صحابی کی برکت سے) فتح نصیب ہوگی۔ پھر دوسرا زمانہ آئے گا کہ لشکر جہاد میں جائیں گے۔ پس کہا جائے گا کہ تم میں کوئی ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی صحبت حاصل ہوئی ہو؟ وہ جواب دیں گے ہاں ہے۔ پس ان کو (تابعی کی برکت سے فتح نصیب ہوگی) پھر تیسرا زمانہ آئے گا کہ اسلامی لشکر جہاد میں جائے گا۔ پس کہا جائے گا کہ کیا تم میں کوئی ہے جس کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے اصحاب (تابعی) کی صحبت نصیب ہوئی ہو؟ وہ جواب دیں گے ہاں ہے۔ پس ان کو (تبع تابعی کی برکت سے) فتح نصیب ہوگی۔ اور ایک روایت میں اتنا اور اضافہ ہے کہ پھر چوتھا لشکر روانہ ہوگا اور کہا جائے گا۔ دیکھو ان میں کوئی ہے جس نے دیکھا ہو کسی (تبع تابعی) کو پس اس کی برکت سے فتح نصیب ہوگی۔

یہ سوال ملائکہ آسمان کی طرف سے ہوگا، ان ملائکہ سے جو لشکر کیساتھ ہوں گے۔ یا مراد سوال حالی ہے نہ کہ مقالی...... اور برکت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار ہے۔ کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی برکات کا اثر فتوحات ملکی و راحت دنیوی پر بھی کئی نسل تک متواتر قائم رہے گا۔

چوتھی حدیث: حدیث میں آتا ہے کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے درمیان کچھ قصہ ہوا۔ جس میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے انکو سخت سست کہا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلع ہو کر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طاعون سے بھاگنے والا جہاد سے بھاگنے والے کی طرح ہے اور طاعون میں صبر کرنیوالے کو ایک شہید کا ثواب ملتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

(خالد سے) فرمایا کہ میرے صحابہ کو سب وشتم نہ کرو۔ کہ تم میں کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا بھی (راہ خدا میں) صرف کرے گا تو ان کے ایک مد بلکہ آدھے کو بھی نہ پہنچ سکے گا۔

س: صحابہ میں جو افضل صحابی گذرے ہیں ان کے نام بتاؤ؟

ج: چار صحابی سب سے افضل ہیں۔

۱۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ۲۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ

۳۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ۴۔حضرت علی رضی اللہ عنہ

خلافت

س: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کون کون خلیفہ ہوا۔

ج: اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ انکے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ۔

س: حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے انتقال کے وقت یعنی شہید ہونے کے وقت کہاں تک حکومت اسلام پھیل چکی تھی؟

ج: خراساں، نیشا پور، طوس، سرخس، طرابلس، رے، قوس، کرمان، بجستان اور اصبہان تک پہنچ چکی تھی۔ اور بزمانہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سوڈان ،قیقان، کوہستان فتح ہوا۔

س: ان پانچوں صحابہ کی خلافت کتنی مدت تک رہی؟

ج: کل مدت ان اصحاب کی خلافت کے تیس سال تین ماہ چودہ دن ہیں۔

خلیفہ اول: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ۲ سال ۳ ماہ دس دن خلیفہ رہے۔

خلیفہ دوم: حضرت عمر رضی اللہ عنہ دس سال ۶ ماہ چار دن خلیفہ رہے۔

خلیفہ سوم: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بارہ سال خلیفہ رہے۔

خلیفہ چہارم: حضرت علی رضی اللہ عنہ پانچ سال تک خلیفہ رہے۔

س: خلفاء بنوامیہ کون کون سے گزرے ہیں اور آخر خلافت عباسیہ میں اسلامی حکومت کہاں تک پہنچ گئی تھی؟

ج: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بنو امیہ کی خلافت ۴۱ھ میں قائم اور شروع ہوئی۔ اور آخری بادشاہ بنوامیہ کا مروان الحمار تھا جو کہ ۱۲۷ھ میں تخت نشین ہوا اور ۱۳۲ھ تک بادشاہت قائم رہی۔ کل مدت خلافت بنوامیہ اکیانوے سال ہے۔ خلفائے بنی امیہ کے نام یہ ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ، یزید بن معاویہ، معاویہ بن یزید، عبداللہ بن زبیر، عبدالملک بن مروان، ولید بن عبدالملک ،سلیمان بن عبدالملک، عمر بن عبدالعزیز، یزید بن عبدالملک بن مروان، ولید بن یزید بن عبدالملک ، یزید ناقص ابو خالد بن ولید، ابراہیم بن ولید بن عبدالملک ،مروان الحمار۔ بالآخر مروان الحمار کو عبداللہ بن علی سفاح کے چچا نے فوج کشی کر کے موصل شہر کے قریب شکست دی۔ مروان شام کو لوٹا۔ عبداللہ نے تعاقب کیا۔ ملک شام سے مروان مصر کی جانب بھاگا۔ وہاں صالح عبداللہ کے بھائی نے قصبہ بوصبر کے قریب مقابلہ کر کے مروان کو ذی الحجہ ۱۳۲ھ میں قتل کر دیا۔

اور اس کے بعد خلافت بنی عباس کا دور شروع ہو گیا۔ اول خلیفہ عباس کا سفاح ہے۔ ۱۳۲ھ میں خلافت قائم ہوئی اور آخری بادشاہ بنی عباس کا المتوکل علی اللہ ابوالعز ہے۔ جو کہ ۸۸۴ھ میں تخت نشین ہوا اور ۹۰۳ھ میں انتقال کر لیا۔ المتوکل علی اللہ ابوالعز نے اپنے بیٹے یعقوب کو المتمسک باللہ کا لقب دے کر ولی عہد بنا دیا۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ بعد خلافت بنوعباس بھی ختم ہو گئی۔ اور قریب آٹھ سو سال خلافت عباسیہ رہی۔ خلفائے بنی عباس کے نام یہ ہیں۔ سفاح، المنصور، مہدی، ہادی، ہارون رشید، امین، مامون، معتصم باللہ، واثق باللہ، متوکل علی اللہ، المنتصر، المستعین باللہ، المعز باللہ، المہتدی باللہ، المعتمد باللہ، المعتضد باللہ، المکتفی باللہ المقتدر، القاہر باللہ، الراضی باللہ، المتقی باللہ، المکتفی باللہ، المطیع باللہ، الطائع باللہ، القادر باللہ، القائم بامر اللہ، المقتدی بامر اللہ، المستظہر باللہ، المسترشد باللہ، الراشد باللہ، المقتفی باللہ، المستنجد باللہ، المستضی بامر اللہ، الناصر الدین باللہ، الظاہر بامر اللہ، المستنصر باللہ، المعتصم باللہ، المستنصر باللہ، الحاکم بامر اللہ، المعتضد باللہ، المتوکل علی اللہ، الواثق باللہ، المعتصم باللہ، المستعین باللہ، المستکفی باللہ، المستنجد بامر اللہ، المعتضد باللہ، المتوکل علی اللہ ابو العز، المستمسک باللہ، ابراہیم، زکریا، ابوالفضل، ابوالفتح، ابوالربیع، ابوانبقاء

صحابہ کی خوبیاں

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ. اِلٰى اٰخر اٰية

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں۔ کافروں پر سخت اور آپس میں رحم دل ہیں۔ آپ انہیں رکوع اور سجدہ کرتے ہوئے دیکھیں گے۔ اللہ کے فضل و رضا کی تلاش میں ہیں۔ ان کے چہروں پر انکا نشان سجدوں کے اثر سے ہے۔ ان کی یہی صفت تورات میں ہے۔ اور یہی صفت انجیل میں ہے۔ اس کھیتی کی مانند جس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے مضبوط بنایا۔ پھر موٹا ہو گیا پھر اپنی جڑ پر سیدھا ہو گیا اور کسانوں کو اچھا معلوم ہونے لگا تا کہ ان کی وجہ سے کافروں کو چڑائے۔ ان ایمان والوں اور نیک اعمال والوں سے اللہ نے بخشش کا اور بہت بڑے ثواب کا وعدہ فرمایا ہے۔ (سورۃ الفتح)

ابوبکر رضی اللہ عنہ کے احسان کو کیا پوچھتے ہو۔ اس سلسلے میں کسی سے وہ کام نہ ہو سکا جو انہوں نے کر کے دکھایا۔ انہوں نے سارا مال دین کے کاموں میں میری مرضی کے موافق خرچ کر ڈالا اس لئے جس قدر ان کے مال سے مجھے فائدہ پہنچا کسی اور کے مال سے نہیں پہنچا۔ خلت اس محبت کو کہا جاتا ہے جس کی جڑیں دل کے رگ و ریشہ میں پھیلی ہوئی ہوں۔ فرمایا ایسی محبت مجھے اللہ ہی سے ہے۔ جس میں کسی اور کی محبت کی گنجائش نہیں۔ اگر کچھ بھی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بوڑھے آدمی کا دل دو چیزوں کے بارے میں ہمیشہ جوان رہتا ہے ایک تو دنیا کی محبت اور دوسری لمبی لمبی تمنائیں۔ (مسلم)

گنجائش ہوتی تو میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیل بناتا۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے بعد آپ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس قدر محبت تھی۔ جو کسی اور سے نہ تھی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمارے سردار ہیں۔ ہم سب میں بہتر ہیں اور سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیارے ہیں۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلی امتوں میں ایسے لوگ بھی ہوتے تھے جن کو اللہ کی طرف سے الہام ہوتا تھا۔ اگر میری امت میں ایسا کوئی ہے تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ (متفق علیہ)

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ مرتبہ ہے کہ ان کے دل میں اللہ کی طرف سے نیک اور صحیح بات پیدا ہو جاتی ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے بعد کوئی پیغمبر ہوتا تو خطاب کا بیٹا عمر ہوتا۔ (ترمذی)

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی آستین میں ڈال کر آپ کے پاس ایک ہزار اشرفیاں لائے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے لشکر کا سامان درست کر رہے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ اشرفیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں لاڈالیں۔ میں نے دیکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مارے مسرت کے ان اشرفیوں کو الٹ پلٹ کرتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ آج کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ جو عمل کریں معاف ہے۔ (عمل سے مراد گناہ ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دفعہ یہ جملہ فرمایا۔ (مسند احمد)

حضرت مرہ بن کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جب آپ فتنہ کا ذکر فرما رہے تھے اور انہیں نزدیک ہی بتا رہے تھے۔ کہ اتنے میں کپڑا اوڑھے ہوئے ایک شخص گزرا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ شخص اس دن حق پر ہوگا۔ میں نے اٹھ کر معلوم کیا تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے ان کے سامنے آ کر آپ سے پوچھا کہ یہ شخص حق پر ہوگا فرمایا ہاں۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ احد پہاڑ پر چڑھے۔ وہ ہلنے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا پاؤں مار کر اس سے فرمایا۔ احد ٹھہر جا، حرکت بند کر دے۔ تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ (بخاری)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج کی رات خواب میں ایک نیک شخص کو دکھلایا گیا۔ گویا ابوبکر رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لپٹے ہیں۔ اور عمر رضی اللہ عنہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اور عثمان رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ کو۔ جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب ہم آپ کے پاس سے اٹھ گئے تو ہم نے کہا وہ نیک شخص خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور جن لوگوں کو ایک دوسرے سے لپٹا ہوا دیکھا۔ وہ یکے بعد دیگرے خلفاء ہیں۔ (ابوداؤد)

حضرت ام سلمٰی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے علی رضی اللہ عنہ کو برا کہا اس نے مجھے برا کہا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہاری کچھ عیسیٰ علیہ السلام کی سی مثال ہے۔ ان سے یہودیوں نے دشمنی کی۔ یہاں تک کہ ان کی والدہ پر بہتان باندھا۔ اور عیسائیوں نے محبت کی تو ایسی کہ ان کے مقام سے اتار کر دوسرا مقام دے دیا۔ پھر فرمایا کہ میرے بارے میں دو شخص برباد ہوں گے ایک تو مجھ سے حد سے زیادہ محبت رکھنے والا۔ جو میری ایسی مداح کریگا جس کے میں لائق نہیں۔ اور دوسرا مجھ سے عداوت رکھنے والا۔ جو اسے اس بات پر آمادہ کرے گی کہ مجھ پر بہتان باندھے۔ (مسند احمد)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ جنت میں.........

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھے چار شخصوں سے محبت رکھنے کا حکم فرمایا اور مجھے خبر دی کہ وہ بھی ان سے محبت رکھتا ہے۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا نام کیا ہے۔ فرمایا ان میں علی رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ (تین دفعہ یہی جملہ فرمایا) اور ابوذر رضی اللہ عنہ مقداد رضی اللہ عنہ اور سلمان رضی اللہ عنہ بھی ان کی دوستی کا مجھ کو حکم دیا اور خبر دی کہ وہ ان کو دوست رکھتا ہے۔ (ترمذی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے ساتھ شرفا نگہبان ہوتے ہیں۔ لیکن میرے نگہبان چودہ ہیں۔ ہم نے پوچھا وہ کون ہیں۔ فرمایا (۱) علیؓ (۲) حسنؓ۔ (۳) حسینؓ۔ (۴) جعفرؓ۔ (۵) حمزہؓ۔ (۶) ابوبکرؓ۔ (۷) عمرؓ۔ (۸) مصعب بن عمیرؓ (۹) بلالؓ۔ (۱۰) سلمانؓ (۱۱) عمارؓ۔ (۱۲) ابن مسعودؓ۔ (۱۳) مقدادؓ۔ (۱۴) ابوذرؓ۔ (ترمذی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ سعد بن معاذ کی موت سے رحمٰن کا عرش ہل گیا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ انصار سے محبت مومن ہی رکھے گا اور ان سے عداوت منافق ہی رکھے گا۔ پھر جس نے ان سے محبت رکھی اللہ پاک بھی اس سے محبت رکھے گا۔ اور جس نے ان سے بغض کیا اللہ پاک بھی اس سے بغض رکھے گا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصاری ہوتا اگر تمام لوگ ایک راہ پر یا ایک گھاٹی پر چلیں اور انصار دوسری گھاٹی پر تو میں انصار ہی کی راہ اور گھاٹی پر چلوں گا انصار بدن سے لگا ہوا کپڑا ہیں اور دیگر مسلمان بالائی کپڑا ہیں۔ (بخاری)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا میں گزارہ کی روزی پر راضی ہو جا کیونکہ مرنے والے کیلئے گزارے کی روزی کافی ہے۔ (ابن عساکر)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ میں نے اللہ کی اور تمہاری طرف ہجرت کی۔ اب میری زندگی تمہاری زندگی اور میری موت تمہاری موت ہے۔ (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ آپ اس وقت چادر کا ایک حصہ سر سے باندھے ہوئے تھے۔ آپ منبر پر چڑھ گئے۔ پھر آپ کو منبر پر چڑھنے کا موقع نہ مل سکا۔ پھر حمد وثناء کے بعد فرمایا کہ میں انصار کے بارے میں وصیت کرتا ہوں ان کا خیال رکھنا۔ کیونکہ میرے پیٹ اور پوٹلی ہیں۔ (میرے راز دار اور بھیدی ہیں) ان پر جو حق تھا ادا کر چکے۔ اور ان کا حق ہنوز ادا نہ ہو سکا۔ لہٰذا ان کے نیکوں کی نیکیوں کی قدر کرو۔ اور بروں کی برائی سے درگزر کرو۔ (بخاری)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! انصار کو ان کے بیٹوں کو اور ان کے پوتوں کو بخش دے۔ (مسلم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدر والوں کو اللہ پاک نے جھانک کر فرمایا: جو چاہو کرو۔ تمہارے لئے بہشت واجب ہو ہی چکی۔ (بخاری ومسلم)

حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جبرئیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر پوچھا تم بدر والوں کو کیا سمجھتے ہو۔ فرمایا سب مسلمانوں سے افضل یا اسی جیسا کوئی کلمہ فرمایا: جبرئیل نے کہا اسی طرح وہ فرشتے تمام فرشتوں سے افضل شمار کئے جاتے ہیں جو بدر میں حاضر ہوئے تھے۔ (بخاری)

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے امید ہے کہ بدر و حدیبیہ والوں میں سے کوئی بھی ان شاء اللہ دوزخ میں نہ ہو۔ (مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حدیبیہ والے دن چودہ سو اصحاب تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آج تم تمام انسانوں سے بہتر ہو۔ (بخاری ومسلم)

اہل بیت کی فضیلت

حضرت مسور رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فاطمہ رضی اللہ عنہا میرا ٹکڑا ہے جس نے ان کو غصہ دلایا مجھے غصہ دلایا اور جو بات انہیں بری معلوم ہوگی وہی بات مجھے بھی بری معلوم ہوگی۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فاطمہ! کیا تم جنتی عورتوں کی سرداری سے خوش نہیں ہو۔ (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ کو فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سب سے زیادہ محبت تھی۔ (ترمذی)

حضرت براء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو کندھے پر اٹھائے ہوئے دیکھا اور آپ یہ دعا فرما رہے تھے کہ اے اللہ مجھے اس سے محبت ہے تو بھی اس سے محبت فرما۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تھوڑا سا دن تھا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے خیمے کے پاس آ کر فرمایا کیا یہاں بچہ ہے۔ کیا یہاں بچہ ہے۔ یعنی حسن رضی اللہ عنہ۔ ابھی آپ فرما ہی رہے تھے۔ کہ حسن رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ مجھے اس سے محبت ہے تو بھی اس سے اور اس کے محب سے محبت رکھ۔ (بخاری ومسلم)

حضرت حسنؓ کی فضیلت

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر دیکھا۔ حسن رضی اللہ عنہ آپ کے پاس تھے۔ کبھی آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی حسن کی طرف دیکھ کر فرماتے میرا یہ بیٹا سردار ہے امید ہے کہ اللہ پاک اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرا دے گا۔ (بخاری)

حضرات حسن و حسینؓ کی فضیلت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھے پر سوار کئے ہوئے تھے۔ ایک شخص نے کہا اے بچے جس پر تو سوار ہے کتنی بہترین سواری ہے۔ فرمایا اور کتنا بہترین سوار بھی تو ہے۔ (ترمذی)

حضرت حسینؓ کی شہادت:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوپہر کے وقت خواب میں دیکھا۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال بکھرے ہوئے ہیں۔ چہرہ غبار آلود ہے۔ آپ کے ہاتھ میں ایک شیشی ہے جس میں خون بھرا ہوا ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نثار ہوں یہ کیا ہے۔ فرمایا یہ حسین رضی اللہ عنہ کا اور ان کے ساتھیوں کا خون ہے۔ جس کو آج دن نکلتے ہی میں نے اٹھایا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں اس وقت کے خیال میں تھا کہ اسے پالوں۔ (مسند احمد)

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ یہ دونوں میرے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ! میں ان سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت رکھ۔ اور ان کو بھی دوست رکھ جو ان دونوں سے محبت کریں۔ (ترمذی)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ فرشتہ اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا۔ اس نے اپنے رب سے اجازت مانگی کہ مجھے آ کر سلام کرے۔ اور یہ خوشخبری سنائے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تمام جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔ اور حسن رضی اللہ عنہ حسین رضی اللہ عنہ بہشت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ (ترمذی)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ، فاطمہؓ، حسنؓ، حسینؓ کے بارے میں فرمایا کہ میں ان سے لڑوں گا جو ان سے لڑتا ہوگا اور اس سے صلح کروں گا جوان سے صلح کرے گا۔ (ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک روز صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سیاہ کمبل اوڑھ کر جس پر کجاووں کے نقش تھے۔ باہر تشریف لائے۔ پھر حسن رضی اللہ عنہ آئے آپ نے ان کو بھی گود میں لے لیا۔ پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں۔ ان کو بھی اپنے پاس بٹھالیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے آپ نے انہیں بھی بٹھالیا اور سب کو کمبل کے اندر لیکر فرمایا۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ اے اہل بیت تم سے گندگی دور کردے اور تم کو اچھی طرح سے پاک کردے۔ (مسلم)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب آیت نَدْعُ اَبْنَآءَ نَا وَاَبْنَآءَ كُمْ الخ

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ہم زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ زید بن محمد کہا کرتے تھے۔ آخر کار یہ آیت ادعو هم لا بائهم (انہیں ان کے باپوں کے نام سے پکارو) اتری۔

زید کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹا بنالیا تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم ان کو زید بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ جب آیت سے یہ معلوم ہوا کہ جس کا بیٹا ہو اسی کا بیٹا کہو تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے زید بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہنا موقوف کردیا۔ معلوم ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم زید رضی اللہ عنہ کو اہل بیت میں شمار کرتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ رضی اللہ عنہ کی ناک پونچھنے کا ارادہ فرمایا۔ میں نے کہا مجھے پونچھنے دیجئے۔ فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا تم بھی اس سے محبت رکھو کیونکہ مجھے اس سے محبت ہے۔ (ترمذی)

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ عباس رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اس لئے حاضر خدمت ہوئے ہیں کہ آپ سے پوچھیں کہ آپ کے گھر والوں میں آپ کو کس سے زیادہ محبت ہے۔ فرمایا مجھے گھر والوں میں سب سے زیادہ محبت اس سے ہے جس پر اللہ نے اپنا فضل فرمایا اور میں نے احسان کیا یعنی اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے۔ پوچھا ان کے بعد فرمایا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے۔ (ترمذی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ اس امت میں سب عورتوں سے افضل مریم بن عمران ہیں۔ اور اس امت میں سب سے افضل خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضرت جبرئیلؑ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شبیہ کو سبز ریشمی رومال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور فرمایا یہ دنیا اور آخرت دونوں جہانوں میں آپ کی زوجہ ہیں۔ (ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والے دن اپنے اپنے تحفے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجنے کا قصد کرتے تھے تاکہ آپ خوش ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے درخواست کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے فرمادیں کہ جو آپ کے پاس ہدیہ بھیجنا چاہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں کہیں بھی ہوں ہدیہ بھیج دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ مجھے عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نہ ستاؤ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ سے اس وجہ سے محبت کرو کہ وہ تمہیں اپنی نعمتیں کھلاتا پلاتا ہے اور اللہ کی محبت کی وجہ سے مجھ سے محبت کرو۔ اور میری محبت کی وجہ سے میرے گھر والوں سے محبت کرو۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے دیکھو تمہارے اندر میرے گھر والوں کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی کی سی ہے۔ جو کشتی پر سوار ہوگیا طوفان سے بچ گیا اور جو سوار نہ ہوا وہ ڈوب کر ختم ہوگیا۔ (مسند احمد)

ابو بردہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آسمان کے امن کی نشانی تارے ہیں۔ جب تارے جھڑ جائیں گے تو آسمان کا وقت آجائے گا۔ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی امن کی نشانی ہوں۔ میرے جانے کے بعد صحابہ فتنوں میں پڑجائیں گے اور صحابہ رضی اللہ عنہم میری امت کے امن کی نشانی ہیں جب وہ نہ رہیں گے تو میری امت پر وہ بلائیں آجائیں گی جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کی مثال اس طرح ہے جس طرح کھانے میں نمک ہوتا ہے۔ کھانا نمک ہی سے درست ہوتا ہے۔ حضرت عبیداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا میرا جو بھی صحابی کسی ملک میں فوت ہوگا۔ قیامت کے دن جب وہ زندہ ہوگا تو وہ لوگوں کے لئے جنت کا رہنما ہوگا اور ان کے لئے نور ہوگا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ کی آگ اس مسلمان کو نہ چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا اس کو جس نے مجھے دیکھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کی عزت کرو کیونکہ وہ تم میں سے بہترین ہیں۔ پھر ان کے نزدیک والوں کی۔ پھر ان کے نزدیک والوں کے نزدیک والوں کی۔ (نسائی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے قیامت تک کے تمام لوگوں میں صحابہ رضی اللہ عنہم بہتر تھے ان کے بعد تابعین کا درجہ ہے۔ پھر تبع تابعین کا۔ صحابہ کا زمانہ ۱۱۰ھ تک رہا۔ پھر تابعین کا دور آیا یہ دور ۱۷۰ھ تک رہا۔ پھر تبع تابعین کا زمانہ آیا ان کا زمانہ ۲۶۰ھ تک رہا۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ کو برا نہ کہو۔ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرے تو ان کے ایک مد یا آدھے مد کے ثواب کو نہ پہنچے گا۔ (بخاری مسلم)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں اللہ سے ڈر جاؤ۔ (تین بار فرمایا)۔ میرے بعد انہیں طعن و تشنیع کا نشانہ نہ بناؤ۔ جس نے ان سے محبت کی میری محبت کی وجہ سے محبت کی اور جس نے ان سے دشمنی کی میری دشمنی کی وجہ سے دشمنی کی۔ جس نے انہیں ستایا اس نے مجھے ستایا۔ اور جس نے مجھے ستایا اس نے اللہ کو ستایا۔ اور جس نے اللہ کو ستایا قریب ہے کہ اللہ اس کو پکڑے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا کہہ رہے ہوں تو کہو ان برا کہنے والوں کی شرارت پر خدا کی لعنت ہو۔

معلوم ہوا صحابہ رضی اللہ عنہم کو کسی طرح کا برا کہنا یا ان کی کسی بات پر اعتراض کرنا جائز نہیں۔ اگر چہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے کوئی کام ایسا ہوا ہو کہ اگر کسی اور سے ہوتا تو اس کو برا کہا جاتا۔

خلفائے راشدین کی یگانگت

اعلان علی المرتضیٰ: چونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت و فضیلت کا قضیہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں شروع ہوا تھا۔ اس لئے انہوں نے اس ضمن میں دوسرا اعلان یہ فرمایا کہ:

''جو لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ساتھیوں، وزیروں، قریش کے سرداروں اور مسلمانوں کے اکابر کو برائی کے ساتھ یاد کرتے ہیں اور جوان کو برائی کے ساتھ یاد کرے گا میں ایسے شخص سے بری اور بیزار ہوں اور اس پر دنیا اور آخرت کی سزائیں لازم وملزوم ہیں۔ (حلیۃ الاولیاء، لابی نعیم اصفہانی جلد ۷ ص ۲۰۱)

چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایسے فتنہ پردازوں کے لئے اسی درے سزا مقرر فرمادی۔ ان کو ساقط الشہادت یعنی ناقابل اعتبار قرار دیا اور بعض کو اس جرم میں شہر بدر کر دیا۔ معروف شیعہ کتاب اطواق الحمامۃ از امام موید باللہ یحییٰ بن حمزۃ الزیدی میں اعلان بالاتفصیل کے ساتھ مزید درج ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کی تنقیص کی خبر پا کر اسی وقت اٹھے مسجد میں تشریف لے گئے اور:

''اپنی سفید داڑھی مبارک پر ہاتھ رکھا۔ آپ کے آنسو بہنے لگے۔ ریش چشم گریاں سے تر ہو رہی تھی۔ پھر آپ نے خطبہ دیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کرنے کے بعد فرمایا۔ اس ذات کی قسم جس نے دانہ اور روح کو پیدا کیا۔ بلند درجہ کا مومن ہی اللہ کے ساتھ محبت رکھتا ہے اور بے نصیب اور دین سے بے بہرہ شخص ہی ان کے ساتھ بغض وعداوت رکھتا ہے۔ ان کے ساتھ دوستی، نیکی، خدا کی نزدیکی ہے۔ اور ان کے ساتھ عداوت و بدگمانی دین سے خارج ہونا ہے''۔ (منقول از تحفہ اثناعشریہ باب سوم)

تنبیہ ائمہ کرام

امام باقر نے بھی اس طبقہ کو یہی درس دیا کہ: ''جو چیز تمہارے سامنے آئے وہ اگر قرآن کے موافق پائی جائے تو اس کو اخذ کرو اگر وہ قرآن کے موافق نہیں ہے تو اسے رد کردو''۔ (امالی شیخ طوسی شیعی جلد ا ص ۲۳۷ طبع نجف اشرف)

حضرت امام جعفر صادق نے ایسے کذابوں کو سختی سے ڈانٹتے ہوئے فرمایا:

''خدا سے ڈرو! جو چیز کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ علیہ السلام کے برخلاف ہو اس کو ہماری طرف منسوب کر کے مت قبول کرو۔''

(شیعی کتاب رجال کشی ص ۱۹۵ طبع جدید تہران ایران)

ثالثی علی المرتضیٰ: ''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک روز روم کے بادشاہ کی طرف ایک ایلچی روانہ کرنے لگے تو ان کی بیوی ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے چند دینار کی خوشبو خرید کر دو شیشیوں میں ڈالی اور شاہ روم کی عورت کی طرف پیغام رساں کے ہاتھ تحفۃً ارسال کر دی۔ جب پیغام رساں واپس آیا تو اس خوشبو کے عوض میں دونوں شیشیاں جواہر سے بھری ہوئی لا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچا دیں۔

جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ گھر میں داخل ہوئے تو ان کی زوجہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا جواہر کو گود میں لئے بیٹھی تھیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہ جواہر کہاں سے حاصل کئے۔ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے تمام قصہ بیان کر دیا۔ جس پر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ جواہر قبضہ میں لے لئے اور فرمایا یہ تو تمام مسلمانوں کے ہیں۔

ام کلثوم نے کہا وہ کس طرح؟ یہ تو میرے ہدیہ کے عوض میں آئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے اور تیرے درمیان جو تیرا باپ علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ فیصلہ کر دے وہ معتبر ہوگا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ فرمایا۔ کہ اے ام کلثوم! اس تحفہ کی خریداری میں جس قدر تیرے درہم یا دینار صرف ہوئے تھے۔ جواہر سے اتنی مقدار لے سکتی ہو۔ باقی جواہر تمام مسلمانوں یعنی بیت المال کے لئے ہیں۔ اس لئے کہ عامۃ المسلمین کا ایلچی ان کو اٹھا کر لایا ہے۔

۱۔ (شرح نہج البلاغہ حدیدی شیعی جلد ۳ ص ۵۷۶، ۵۷۵ طبع بیروت)

۲۔ (شرح نہج البلاغہ حدیدی شیعی جلد ۹ ص ۵۰ طبع قدیم ایران)

محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ میں اپنی بہن ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھا تھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ گھر تشریف لائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (ازراہ شفقت) مجھے گلے لگا لیا اور ام کلثوم سے فرمانے لگے کہ اے ام کلثوم اس عزیز کے ساتھ لطف اور مہربانی سے پیش آنا۔ (کنز العمال جلد ۷ ص ۹۸ طبع دکن)

ایک مرتبہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ملنے ان کے گھر گئے۔ وہ اندر کسی کام میں مصروف تھے جس پر وہ واپس آ گئے۔ بعدہٗ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی وجہ پوچھی۔ تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں آپ سے ملنے کے لئے گیا تھا لیکن آپ کے پسر عبدالرحمٰن بن عمر رضی اللہ عنہ کو بھی اس وقت اجازت نہ ملی تھی اس وجہ سے میں واپس چلا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا کہ آپ ابن عمر کے درجہ میں نہیں۔ اسکا اور مقام ہے۔ آپ کا اور مرتبہ ہے۔ یہ جو کچھ ہمیں عزت نصیب ہے یہ سب آپ حضرات کی وجہ سے حاصل ہے۔ (شرح نہج البلاغۃ حدیدی شیعی جلد ۳ ص ۱۶۱، ۱۶۲ طبع بیروتی)

اقدام ابوبکرؓ وعمرؓ

''اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سعد رضی اللہ عنہ کو کہا کہ اٹھو! علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس چلیں اور ان کو خواستگاری فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے تیار کریں۔ اگر ان کی تنگدستی مانع ہو تو ان کی مدد کریں۔ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابو بکر رضی اللہ عنہ! آپ نے بالکل ٹھیک تجویز کی ہے وہ اسی وقت اٹھ کھڑے ہوئے اور امیر المؤمنین کے گھر چلے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت گھر میں موجود نہ تھے۔ بلکہ اپنا اونٹ لیکر ایک انصاری کے باغ میں اجرت پر آب کشی کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ یہ تینوں حضرات اسی باغ میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کہ کیسے آنا ہوا؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ نیک خصلتوں میں دوسرے لوگوں سے سبقت لئے ہوئے ہیں اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کا نسبی رشتہ بھی قریب تر ہے۔ ہمنشینی بھی دائمی نصیب ہے۔ آپ کو خواستگاری فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کون سے امر مانع ہے؟ میرا گمان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ رشتہ آپ کے لئے رکھا ہوا ہے۔ دوسروں کو اس سے منع کر دیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب یہ بات سنی تو آپ کے آنسو جاری ہو گئے۔ فرمانے لگے اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! تم نے میرے غم کو تازہ کر دیا۔ میرے سینہ کی پوشیدہ آرزو کو برانگیختہ کر دیا۔ فرمایا کون شخص ہے جو اس خواستگاری کے لئے خواہاں نہ ہو۔ لیکن تنگدستی کی وجہ سے میں اس چیز کے اظہار میں شرم محسوس کرتا ہوں''۔

پس ان تینوں (ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، سعد رضی اللہ عنہ) نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کام کے لئے آمادہ کیا۔ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خواستگاری کی خاطر جانے کے لئے رضامند کر لیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا اونٹ کھولا اور باغ سے گھر تشریف لے گئے۔ اونٹ باندھ دیا اور پاپوش پہن کر حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر تشریف لے گئے''۔

(جلاء العیون مصنفہ ملا باقر مجلسی شیعی صفحہ ۱۲۱، ۱۲۲ باب تزویج فاطمہ با امیر المؤمنین طبع تہران مطبوعہ ۱۳۳۴ھ)

اس ضمن میں دوسری روایت امالی طوسی شیعی میں ضحاک بن مزاحم کی زبانی منقول ہے کہ: ''میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میرے پاس ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ آئے اور کہنے لگے یہ بڑی عمدہ بات تھی کہ آپ خواستگاری فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے رسول خدا کے پاس تشریف لے جاتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کے بعد میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا تو ہنس کر فرمایا علی! کیسے آنا ہوا؟ میں نے اپنی قرابت نسبی اور دیرینہ قبولیت اسلام اور نصرت دینی اور جہاد میں مساعی کا ذکر کیا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو کچھ تو نے کہا ہے تو اس سے بھی بہتر ہے۔ پھر میں نے عرض کیا۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح میرے ساتھ کر دیں تو بہتر ہوگا''۔ (کتاب الامالی الشیخ ابی جعفر طوسی جلد اص ۳۸)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تحریک نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمراہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ نہ صرف بڑے بڑے شیعہ مورخین و مصنفین اور علماء کی کتابوں میں موجود ہے بلکہ اسے شیعہ شعراء نے نظم بھی کیا ہے۔ اس ضمن میں مرزا رفیع بازلی ایرانی نے اپنی کتاب ''حملہ حیدری'' جلد اول ص ۶۱ مطبوعہ قدیم ۱۲۷۶ھ میں محرکین نکاح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کا نام بنام تذکرہ اپنی طویل نظم میں کیا ہے اور ان کو یاران علی رضی اللہ عنہ قرار دیا ہے۔

بہ ترغیب یاران علی ولی
بروز دگر رفتہ نزد نبی

غرض کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی خواہش نکاح پر سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم انہیں وہیں بٹھا کر گھر تشریف لے گئے۔ حضرت فاطمہ رضی

اللہ عنہا سے فرمایا۔ علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے تیرے نکاح کے متعلق ذکر کیا ہے تیرا کیا خیال ہے؟ تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی پسندیدگی یا بے رخی کا اظہار کئے بغیر خاموش رہیں اور سرکار دو جہاں نے اپنی صاحبزادی کی خاموشی کو اقرار اور رضامندی کی علامت تصور کرتے ہوئے اس کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کر دینے کا فیصلہ فرمایا۔

صدیقی خدمات

اعلان نکاح کے بعد جہیز اور نکاح کی تیاری کا مسئلہ شروع ہوا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا کہ اٹھو اور مصارف شادی کے لئے اپنی زرہ بیچ ڈالو۔ میں نے جا کر زرہ بیچ دی اور اس کی قیمت لا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن میں ڈال دی۔ نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ کتنے درہم ہیں اور نہ میں نے خود بتلایا کہ یہ اتنے درہم ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو بلا کر ایک مٹھی بھر کر دی۔ کہ فاطمہ کے لئے خوشبو خرید کر لائے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ بھر کر ابو بکر رضی اللہ عنہ کو دیئے کہ فاطمہ کے لئے مناسب کپڑے اور دیگر سامان جو درکار ہے وہ خرید لائیں۔ اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور دیگر احباب کو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ روانہ کیا۔ پھر سب حضرات بازار پہنچے۔ وہ جس چیز کے خریدنے کا ارادہ کرتے تھے۔ پہلے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کرتے اگر وہ اس چیز کا خریدنا درست خیال کرتے تو اسے خرید لیتے۔ چنانچہ انہوں نے سات درہم کا ایک قمیص چار درہم کی ایک اوڑھنی ایک خیبری سیاہ چادر، ایک بنی ہوئی چارپائی، بستر کے دو گدے۔ ایک کھجور کی چھال کا بھرا ہوا، دوسرا بھیڑ کی اون سے بھرا ہوا، گھاس کی بھری ہوئی ایک بالین ایک صوف کا کپڑا۔ ایک چمڑے کا مشکیزہ، دودھ کے لئے لکڑی کا پیالہ۔ سبز قسم کا ایک گھڑا اور مٹی کے کوزے خرید کئے۔ جب یہ تمام سامان خریدا گیا۔ تو اس میں سے کچھ سامان خود ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اٹھایا باقی چیزیں دوسروں نے اٹھائیں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لا کر پیش کیا۔ جسے ملاحظہ کرنے کے بعد آپ نے دعا فرمائی۔ کہ اللہ تعالیٰ اس میں اہل بیت کے لئے برکت عطاء فرمائے۔ (کتاب الامالی الشیخ ابی جعفر الطوسی شیعی جلد اول ص ۳۹ مطبوعہ جدید نجف اشرف)

اس طرح اس مبارک شادی کا اہتمام تمام تر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں انجام پذیر ہوا۔

عثمانی عطیہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ تنگدستی کی وجہ سے اس رشتہ کی درخواست نہ کر رہے تھے۔ جب ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کی تحریک پر یہ مرحلہ طے ہو گیا تو شادی کے لئے ضروری سامان خریدنے کا سوال پیدا ہوا۔ شیعہ کتب کشف الغمہ اور ملا باقر مجلسی کی بحار الانوار میں اس کی تفصیل یوں درج ہے۔

"حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف متوجہ ہو کر مجھے حکم فرمایا کہ جا کر اپنی زرہ بیچ ڈالیے اور وہ دام میرے پاس لائیے۔ تا کہ تمہارے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے ضرورت کی جو چیزیں ہوں ان کی تیاری کی جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے زرہ اٹھائی اور بازار مدینہ میں چلا گیا۔ یہ زرہ میں نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ چار سو درہم میں فروخت کر دی۔ جب میں نے یہ دام لے لئے اور عثمان رضی اللہ عنہ نے زرہ اپنے قبضے میں کر لی تو عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا کہ اب زرہ ہذا کا میں آپ سے زیادہ حقدار ہوں اور ان دراہم کے آپ مجھ سے زیادہ حقدار ہو گئے ہیں۔ میں نے کہا بالکل ٹھیک ہے۔ اس پر عثمان رضی اللہ عنہ بولے۔ تو لیجئے یہ زرہ میری طرف سے آپ کے لئے ہدیہ ہے"۔ (یہ آپ لے جائیں)

"حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے زرہ اور دراہم دونوں چیزیں لے لیں اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر زرہ اور دراہم دونوں چیزیں آپ کے سامنے رکھ دیں اور سارا واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیان کر دیا جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں دعائے خیر کے کلمات فرمائے"

(کشف الغمہ جلد اول ص ۴۸۵، ۶۷ طبع جدید تہران و بحار الانوار جلد عاشر ص ۳۹ طبع قدیم ایران)

نکاح علی المرتضیٰ

شیعہ کتب المناقب للخوارزمی۔ کشف الغمہ اور بحار الانوار ملا باقر مجلسی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ بیان درج ہے کہ: "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نکاح فاطمہ کی گفتگو کرنے کے بعد جب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے باہر آیا تو فرحت و مسرت سے میں مسرور تھا۔ سامنے سے ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ آرہے تھے۔ انہوں نے دریافت کیا کہ کیا بات ہے تو میں نے بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاع دی ہے۔ کہ آسمانوں پر اللہ نے میرا نکاح فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کر دیا ہے۔ اور اب حضور گھر سے باہر تشریف لا کر تمام لوگوں کے سامنے اس نکاح کا اعلان فرمانے والے ہیں"

یہ خبر سن کر ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے اور میرے ساتھ ہو کر اسی وقت مسجد نبوی میں آ گئے۔ ابھی درمیان مسجد میں نہ پہنچے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرط و انبساط کی حالت میں پیچھے سے آ پہنچے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا۔ پھر بلال رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ مہاجرین و انصار کو جمع کر لاؤ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے بارے میں جس چیز کا میں سب سے زیادہ خوف کرتا ہوں دنیا کی رعنائیوں کا عام ہو جانا ہے۔ (مسلم)

مذکورۃ الصدر واقعہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی زبانی بالفاظ ذیل شیعہ کتاب المناقب للخوارزمی میں موجود ہے۔

''حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی۔ نزول وحی کے بعد حضور علیہ السلام نے مجھے ارشاد فرمایا کہ اے انس رضی اللہ عنہ تو جانتا ہے کہ صاحب العرش کی طرف سے جبرئیل کیا پیغام لایا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا مجھے حکم ہوا ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ تزویج کردوں۔ بس جاؤ ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر رضی اللہ عنہم کو بلاؤ اور اتنی ہی تعداد میں انصار کو بلاؤ ان کے آنے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے۔ حمد وثناء کے بعد جبرئیل کے آنے اور خبر تزویج سنانے سے سب حاضرین کو آگاہ فرمایا۔ نکاح کی اہمیت بیان کرنے کے بعد اعلان فرمایا کہ میں سب حاضرین مجلس کو اس چیز کا گواہ اور شاہد قرار دیتا ہوں کہ میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا علی ابن ابی طالب کے ساتھ چار صد مثقال مہر کے عوض نکاح کر دیا ہے۔

(کشف الغمہ اربلی جلد اول ص ۳۶۷، ۳۷۱ طبع جدید تہران) (کتاب بحار الانوار ملا باقر مجلسی جلد عاشر ص ۳۸، ۳۷) (مناقب خوارزمی ص ۲۴۲)

اس ضمن میں محب الدین طبری کی کتاب میں مزید یہ مدرج ہے کہ:

''اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کا تھال منگا کر سب کے سامنے رکھ دیا اور فرمایا اس کو لوٹ لو۔ آپس میں جھپٹ کر کھاؤ۔ تو ہم جھپٹ چھین کر کھانے لگے۔ (ریاض النضرۃ جلد ثانی ص ۲۴۱)

اہتمام رخصتی

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے سلسلہ میں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جو والہانہ کردار ادا کیا اس کی تفصیل گزشتہ اوراق میں گزر چکی ہے۔ اب یہ دیکھئے کہ اس باپ کی بیٹی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اس معاملہ میں کیا کردار رہا۔ اس کی تفصیل خود شیعہ کتب امالی، شیخ طوسی جلد ثانی اور مناقب خوارزمی میں موجود ہے۔ شیعہ خوارزمی کی روایت میں ام ایمن رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ

''میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں علی رضی اللہ عنہ کو بلا لائی۔ وہ تشریف لائے پھر فرمایا۔ میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں تشریف فرما تھے۔ میرے آنے پر ازواج مطہرات اٹھ کر دوسرے کمرہ میں چلی گئیں۔ میں حضور علیہ السلام کے سامنے حیاء کی وجہ سے سرنگوں بیٹھ گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمہیں پسند ہے کہ تمہاری اہلیہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تمہارے ہاں رخصت کر دیں۔ تو میں نے عرض کیا میرے باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں۔ درست ہے۔ بڑی مہربانی اور نوازش ہوگی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ آج رات کو ہی یا کل رات ہم رخصتی کر دیں گے۔ اس فرحت وسرور میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے میں واپس آنے لگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو ارشاد فرمایا کہ رخصتی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تیاری کریں۔ عمدہ لباس زیب تن کرائیں۔ خوشبو لگائیں۔ فاطمہ کے لئے ان کے رخصتی کے مکان میں بستر بنائیں۔ پس ازواج مطہرات نے اس فرمان نبوی کے مطابق عمل درآمد کر دیا (مناقب خوارزمی ص ۲۵۴)

اس واقعہ کی مزید تفصیل شیخ ابوجعفر طوسی شیعی کی امالی میں یوں درج ہے۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کون کون یہاں موجود ہیں؟ تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا موجود ہوں۔ یہ زینب رضی اللہ عنہا ہیں۔ یہ فلاں فلاں بیٹھی ہیں۔ فرمایا کہ میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا اور چچا زاد برادر علی رضی اللہ عنہ کے لئے تیاری کریں۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کونسے حجرہ میں؟ فرمایا تیرے مکان میں۔ پھر ازواج مطہرات کو حکم دیا کہ جگہ مزین کریں اور ٹھیک طرح دیدہ زیب بنائیں۔

(امالی، شیخ ابی جعفر طوسی ص ۴۰ جلد ۱ مطبوعہ عراق)

روابط فاطمہ و عائشہ رضی اللہ عنہا

مسند ابوداؤد کی ایک روایت کے مطابق: ''ابن ابی لیلیٰ کا بیان ہے کہ مجھے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو چکی پیستے پیستے ہاتھ پر آبلے پڑ گئے ہیں۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی تکلیف بیان کرنے گئیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسوقت گھر پر موجود نہ تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملکر اپنی ضرورت بیان کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر میں تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتایا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اس ضرورت کے لئے آئی تھیں۔ جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ جس چیز کا تم نے مطالبہ کیا ہے اس سے بہتر چیز تم کو تعلیم کرتا ہوں۔ جس وقت اپنے بستر پر آرام کرنے لگو اس وقت ۳۴ بار اللہ اکبر ۳۳ بار سبحان اللہ اور ۳۳ بار الحمد للہ پڑھا کرو۔ یہ تمہارے لئے خادم سے بہتر چیز ہے۔ (احادیث علی ابن ابی طالب مسند ابی داؤد جلد اول ص ۱۶)

بیعت صدیق اکبرؓ

صہیب بن ابی ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں تشریف رکھتے تھے۔ اطلاع ملی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیعت خلافت کے لئے مسجد میں تشریف فرما ہوئے ہیں۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بلا تاخیر فی الفور ضروری لباس میں گھر سے باہر تشریف لائے اور مجلس بیعت میں پہنچ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور اسی جگہ ان کی خدمت میں بیٹھ گئے۔ وہاں سے آدمی بھیج کر اوپر اوڑھنے والی چادر وغیرہ گھر سے منگوائی اور مجلس میں حاضر رہے''۔ (تاریخ ابن جریر طبری جلد ۳ ص ۲۰۱)

مستند شیعہ کتاب نہج البلاغہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فرمان ان الفاظ میں موجود ہے کہ: ''اللہ کی تقدیر وقضاء پر ہم اللہ کے لئے راضی ہو گئے اور ہم نے اللہ کے لئے اس کے امر کو تسلیم کر لیا میں نے اپنے معاملہ میں فکرو نظر کی۔ تو اس مسئلہ (خلافت) میں میرا تابعداری کرنا میرے بیعت کرنے سے سبقت کر چکا ہے۔ اور میرے غیر یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حق میں میری گردن میں عہد و پیمان لازم ہو چکا تھا'' (شرح نہج البلاغہ طبع مصری جلد ا ص ۸۹)

''ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے جب اہل دین نے نماز کے لئے صف باندھی تو اس صف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ شیر خدا بھی شریک ہو کر کھڑے ہوئے''

(حملہ حیدری۔ مرزا رفیع باذل ایرانی جلد دوم ص ۲۵۶ طبع قدیم ایران)

گیارھویں صدی کے مجتہد ملا محمد باقر مجلسی اصفہانی نے بھی اپنی تصنیف میں اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ:

''حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں تشریف لائے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز ادا کی'' (مراۃ العقول شرح اصول ص ۳۸۸ طبع قدیم ایران)

مخلصانہ مشورہ

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنے دور خلافت کے آغاز میں سب سے پہلے مرتدین اور مانعین زکوٰۃ سے واسطہ پڑا۔ ابن السمان کے حوالہ سے حافظ محب الدین طبری لکھتے ہیں کہ: ''ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مرتدین کے قتال کے بارے میں دیگر صحابہ سے مشورہ کرنے کے بعد علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے رائے لینے کے لئے سوال کیا اے ابوالحسن! آپ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ (مرتدین و مانعین زکوٰۃ سے) جو کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وصول فرمایا کرتے تھے اس سے اگر آپ نے کچھ بھی چھوڑ دیا تو آپ نے پیغمبر خدا کے خلاف کر ڈالا۔ یہ سن کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ آپ نے چونکہ یہ مشورہ دیا ہے تو اگر ہم سے وہ اونٹ کی ایک رسی بھی روکیں گے تو میں ضرور ان سے قتال اور جنگ کروں گا'' (ذخائر العقبیٰ المحب الطبری ص ۹۷)

عملی تعاون:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مرتدین سے قتال کرنے کا صرف مشورہ ہی نہ دیا اس جہاد میں بنفس نفیس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک بھی رہے۔ جس کا نہج البلاغہ ابن میثم بحرانی شیعی اور درہ نجفیہ میں ذکر ہے کہ صدیقی دور خلافت کے اوائل میں پیش آمدہ اہم واقعات میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے معین و معاون رہے۔ خود حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''رسول اللہ کے بعد مرتدین عرب کی سرکوبی کے لئے میں اٹھ کھڑا ہوا یہاں تک کہ یہ فتنے ختم ہو گئے اور دین اسلام آرام کرنے لگا''۔ (نہج البلاغہ جلد ۲ ص ۱۱۹ طبع مصری)

سفارت علی المرتضیٰؓ

امام ابن سیرینؒ سے کنز العمال میں یہ واقعہ منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو نجران کا حاکم اور والی بنا کر بھیجا اور انہیں مندرجہ ذیل خط لکھ دیا: ''امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے اہل نجران کی طرف تحریر کیا کہ میں علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو آپ لوگوں کی طرف خاص وصیت کر کے روانہ کرتا ہوں کہ جو شخص تم میں سے اسلام لائے اس کے ساتھ بہتر و خوش تر معاملہ کیا جائے۔ اور ان کو میں حکم دیتا ہوں کہ زمین کی کاشت و کارکردگی کی صورت میں اس کی آمد کا نصف دیا کریں۔ اور اس زمین سے میں تمہارے اخراج کا ارادہ نہیں رکھتا۔ جب تک کہ تم معاملہ کو درست رکھو گے۔ تمہاری کارکردگی پسندیدہ رہے گی۔ (کنز العمال جلد ۲ ص ۳۱۳ طبع قدیم)

اعتراف علی المرتضیٰؓ

حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہتے ہیں کہ جب آپ دشمن (رومی) کی طرف جائیں گے اور بذات خود اس سے مقابلہ و مقاتلہ کریں گے تو ممکن ہے آپ پر کوئی مصیبت یعنی موت آ جائے۔ تو پھر مسلمانوں کو اپنے آخری شہروں تک جائے پناہ نہ ملے گی۔ کیونکہ آپ کے بعد کوئی شخصیت ایسی نہیں ہے جس کی طرف مسلمان رجوع کریں۔ لہٰذا آپ کسی تجربہ کار شخص کو ان کی جانب بھیجیں اور اس کے ساتھ پختہ عمل آزمودہ کار اور لوگوں کے خیر خواہ کو روانہ کیجئے۔ اللہ تعالیٰ ان کو غلبہ دے گا۔ یہی آپ کا مقصود و مطلوب ہے۔ اور اگر کوئی صورت شکست پیش آ گئی تو آپ مسلمانوں کے لئے جائے پناہ اور جائے رجوع موجود ہیں''۔ (کچھ فکر نہ ہوگا) (نہج البلاغہ مع حواشی شیخ عبدہ جلد ا ص ۱۵۳)

حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا

''تم اس نیک طریقہ کو مت توڑو جس پر اس امت کے اگلے لوگوں نے عمل کیا ہے۔ جس کے سبب سے الفت اور محبت جمع ہوئی اور جس کے

سبب رعیت کی اصلاح ہوئی''۔ (نہج البلاغہ اردو ص ۴۳۹ عربی ۲/۹۲)

ادب واحترام

شارح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید شیعی لکھتے ہیں کہ ''حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس وقت سے جب سے وہ خلیفہ ہوئے ان کی کنیت سے مخاطب نہ کرتے تھے بلکہ امیر المؤمنین کہہ کر خطاب کرتے تھے اور یہ بات اسی طرح کتب حدیث وکتب سیر وتاریخ میں بیان ہوئی ہے۔

(شرح نہج البلاغہ حدیدی جلد ۲ ص ۱۲۵ مطبوعہ ایران)

مزاح و بے تکلفی

یہ ان ہی خوشگوار تعلقات کا نتیجہ تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ۱۲ھ میں مسماۃ عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کی اور دعوت ولیمہ میں دیگر دوست احباب کے ہمراہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھی مدعو کیا جو شریک ولیمہ ہوئے اور خورد ونوش سے فارغ ہونے کے بعد ازراہ مزاح و بے تکلفی:

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ عاتکہ (یعنی آپ کی اہلیہ) سے کلام وتکلم کی اجازت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ٹھیک ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خانگی پردہ سے باہر رہتے ہوئے عاتکہ کو اس کے چند اشعار یاد دلائے۔ جو اس نے اپنے سابقہ خاوند عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی وفات پر ازراہ غم کہے تھے۔ ان کے پہلے شعر کا یہ مطلب تھا کہ اے زوج میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ ''میری آنکھ تجھ پر ہمیشہ غمناک رہے گی اور میرا جسم ہمیشہ غبار آلود رہے گا'' تو عاتکہ اس یاد دہانی پر رونے لگیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا اے ابوالحسن عورتیں تو اسی طرح کیا کرتی ہیں۔ (یعنی سابقہ چیز کو فراموش کرکے نیا معاملہ کرلیتی ہیں) (کتاب نسب قریش مصعب زبیری جلد ا ص ۳۶۵ وغیرہ)

حسن ویقین

جنگ جمل کے وقتی سانحہ کے باوجود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے دل میں بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ویسا ہی ادب واحترام رہا۔ جیسا کہ ان کے والد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ:

''شریح نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مسح خفین کا مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جاکر پوچھئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہ سفر کیا کرتے تھے۔ اس مسئلہ میں وہ مجھ سے زیادہ واقف ہیں۔ پھر میں نے یہی مسئلہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسافر کے لئے تین دن تین راتیں موزوں پر مسح کرنا درست ہے اور مقیم (گھر میں رہنے والے) کے لئے ایک دن رات صحیح ہے۔ (الاستیعاب جلد ۳ ص ۴۰)

تردید تقیہ

جو لوگ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو شیخین کے خلاف اکساتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ انہیں دشمن اسلام گردانتے تھے۔ ایک مرتبہ ابو معاویہ رضی اللہ عنہ کے والد ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عار دلاتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مخالفت پر آمادہ کرنے کی کوشش کی۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ برہم ہوئے اور بگڑ کر فرمایا اے ابوسفیان! تم اسلام اور مسلمانوں کے پرانے دشمن ہو۔ تم ایسی باتوں سے اسلام کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے۔ ہم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلافت کا اہل پایا ہے۔ (ابن جریر طبری جلد ۲ ص ۴۴۹)

ایک دوسرے موقع پر جب ابوسفیان نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے خلافت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تسلیم کرنے پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اگر ہم ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اہل نہ سمجھتے تو خلیفہ نہ بناتے۔ اے ابوسفیان! مسلمان آپس میں خیرخواہ اور معین ومددگار رہتے ہیں۔ اگرچہ ان کے جسم اور وطن دور دور ہوں۔ اور منافق ایک ساتھ رہ کر بھی ایک دوسرے کو فریب دیتے ہیں۔ اگر ہم ظاہر میں ابوبکر سے بیعت کرلیں اور دل سے ناپسند کریں تو یہ اسلام کی تعلیم اور مسلمان قوم کی خصوصیات کے بالکل منافی ہے۔ یہ تو کھلا ہوا نفاق ہے۔ (موافقہ بین اہل بیت والصحابہ از علامہ زمخشری)

خوف حساب:

خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے عہد خلافت میں ایک روز گھوڑے پر سوار اسے دوڑائے جا رہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس طرح برق رفتاری سے جانے کی وجہ پوچھی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ''بیت المال کے اموال سے صدقہ کا ایک اونٹ فرار ہوگیا ہے۔ اس کی تلاش کرنے جا رہا ہوں۔ (یہ سن کر) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے۔ آپ نے اپنے بعد کے خلفاء اور قائم مقام لوگوں کو مذلت اور مشقت میں ڈال دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابوالحسن یہ چیز قابل ملامت نہیں ہے۔ اس ذات کی قسم جس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رسالت ونبوت عطاء کی۔ اگر بکری کا ایک بچہ بھی فرات کے کنارے جاکر گم ہو جائے تو بروز قیامت اس کی بھی عمر رضی اللہ عنہ سے باز پرس ہوگی۔ (البدایہ ابن کثیر جلد ۷ صفحہ ۱۳۶)

اجرائے حدود:

شیعہ علماء اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ خلفاء ثلاثہ کے دور میں حدود اللہ جاری کرنے کا کام حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سپرد تھا۔ کتاب قرب الاسناد میں حضرت جعفر صادق کی یہ روایت بسند درج ہے کہ:

''حضرت جعفر صادق اپنے آباؤ اجداد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابو

بکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ حدیں جاری کرنے کے مقدمات حضرت علی المرتضیٰؓ کے سپرد کردیتے تھے''۔ (قرب الاسناد عبداللہ بن جعفر الحمیری ص ۴۳ طبع تہران)

حضرت علی المرتضیٰؓ نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا:

''لوگ فتنوں کے دریا میں غرق ہوگئے ہیں۔ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے آنکھ بند کرلی ہے۔ اور بدعتوں کو اختیار کرلیا ہے۔ اہل ایمان نے سکوت اختیار کرلیا ہے۔ دروغ گو اور گمراہ بولنے لگے ہیں۔''

فقیہ ومفتی:

طبقات ابن سعد میں لکھا ہے کہ: ''عبدالرحمان بن القاسم نے اپنے والد قاسم سے روایت کی ہے کہ ابوبکر صدیقؓ کو جب صاحب الرائے اور صاحب فہم لوگوں کے مشورہ کی ضرورت پڑتی تو مہاجرین وانصار اور بالخصوص عمر بن الخطابؓ، عثمان بن عفانؓ، علی ابن ابی طالبؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ، معاذ بن جبلؓ، ابی بن کعبؓ، اور زید بن ثابتؓ کو بلاتے تھے۔ یہ تمام حضرات دور خلافت کے مفتیوں میں سے تھے۔ فتویٰ حاصل کرنے کے لئے لوگ ان حضرات کی طرف رجوع کرتے تھے۔ ابوبکر صدیقؓ نے اپنے دور خلافت میں یہ طریقہ جاری رکھا۔ پھر عمر بن الخطابؓ خلیفہ بنائے گئے۔ وہ بھی مشوروں کی خاطر ان ہی بزرگوں کو مدعو کرتے تھے''۔

(طبقات ابن سعد جلد ۳ ص ۱۰۹ طبع لندن یورپ)

شعبی نے حضرت علیؓ سے نقل کیا ہے کہ:

''حضرت علیؓ جب کوفہ تشریف لائے تو فرمایا کہ جو گرہ عمرؓ نے لگادی ہے میں اس کو نہیں کھولوں گا یعنی اس کے نظام کار کو نہیں بدلوں گا''۔

(بحوالہ صدر وکتاب الاموال لابی عبید قاسم بن سلام ص ۲۳۲ طبع مصر)

تصدیق ''صدیق'':

خود حضرت علی المرتضیٰؓ کا یہ ارشاد ہے کہ: ''ابوبکرؓ وہ شخص ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جبریل اور رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان پر ان کا نام ''صدیق'' رکھا ہے وہ نماز میں رسول خدا کے خلیفہ و قائم مقام ٹھہرے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو ہمارے دین کے لیے پسند کیا تو ہم اپنے دنیاوی معاملات کے لیے بھی ان پر رضامند ہوگئے''

(اسد الغابہ لابن اثیر الجزری جلد ۳ ص ۳۱۶ مطبوعہ ایران)

اعتراف افضلیت:

شیعی شارحین نہج البلاغہ نے اپنی کتابوں میں امیر معاویہؓ کے نام حضرت علی المرتضیٰؓ کا ایک خط نقل کیا ہے اس میں علی المرتضیٰؓ لکھتے ہیں کہ:

اسلام میں سب سے افضل جیسا کہ تم نے لکھا ہے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ اخلاص رکھنے والے خلیفہ صدیقؓ تھے اور خلیفہ کے خلیفہ فاروقؓ تھے۔ مجھے اپنی زندگی کی قسم! یقیناً اسلام میں ان دونوں کا مقام عظیم ہے انکو موت کی مصیبت پہنچ جانا اسلام کے لیے شدید زخم تھا۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں پر رحم فرمائے اور ان دونوں کو ان کے بہترین اعمال کے موافق جزائے خیر عطا فرمائے

(شرح نہج البلاغہ لابن میثم البحرانی ص ۴۸۶ طبع قدیم ایران)

مسندات علی میں حضرت علی المرتضیٰؓ کا یہ ارشاد گرامی درج ہے کہ:

''حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس طرح جنت میں جوانان جنت کے سردار حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ ہوں گے اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے ماسوا پختہ عمر یا عمر رسیدہ لوگوں کے سردار جنت میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ فاروق ہوں گے'' (مسند امام احمد مسندات علی)

اعزاز ابوبکر وعمر فاروق:

''ایک شخص نے زین العابدین (علی بن الحسینؓ) کے پاس حاضر ہوکر کہا کہ ابوبکرؓ وعمرؓ کو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا قرب حاصل تھا؟ تو زین العابدین نے فرمایا کہ جو نزدیکی اور قرب ان کی قبروں کو حاصل ہے بحالت حیات بھی ان کو یہی قرب نصیب تھا۔

(تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانی جلد ۷ ص ۳۰۶ و مسند امام احمد جلد ۴ ص ۷۷)

اعتراف علی المرتضیٰ:

حضرت عمر فاروقؓ پر قاتلانہ حملہ کے بعد حضرت عبداللہ بن عباسؓ ان کی طبع پرسی کے لیے پہنچے تو حضرت علی المرتضیٰؓ پہلے سے وہاں موجود تھے حضرت ابن عباسؓ نے ازراہ تسلی کے لیے حضرت عمر فاروقؓ سے فرمایا:

آپ کو خوشخبری ہو۔ اللہ کی قسم!

۱۔ آپ کا اسلام لانا مسلمانوں کے لیے باعث عزت ہوا۔

۲۔ آپ کا ہجرت کرنا وجہ کشائش ہوا۔

۳۔ آپ کی خلافت سراسر عدل تھی۔

۴۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور ہم نشین تھے۔

۵۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے رضامندی کی حالت میں انتقال فرمایا۔

۶۔ پھر آپ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہم نشین تھے وہ بھی رضامند ہوکر آپ سے رخصت ہوئے۔

۷۔ آپ کی خلافت پر دو شخصوں نے بھی اختلاف نہیں کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دنیا کی محبت ہر گناہ کی اصل ہے۔'' (بیہقی)

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابن عباس رضی اللہ عنہ! تو اس چیز کی گواہی دیتا ہے؟ تو ابن عباس رضی اللہ عنہ ابھی...... کہہ ہی رہے تھے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جو پاس بیٹھے تھے فرمایا ہاں، ہم اس بات کے گواہ ہیں۔ (آپ تردد نہ فرمائیں) (شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید شیعی جلد ۳ ص ۵۱۲۔۶۱۲ طبع بیروت)

رشک علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

امام محمد بن حسن کتاب الآثار میں لکھتے ہیں۔

''امام ابوحنیفہ نے امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ حضرت علی المرتضیٰ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نعش پر حاضر ہوئے تو فرمایا کہ میرے نزدیک اس کفن پوش سے بہتر کوئی شخص نہیں (میں چاہتا ہوں) کہ جب میں اللہ تعالیٰ کی جناب میں حاضر ہوں تو میرا بھی اعمال نامہ ایسا ہو جیسا کہ اس کا اعمال نامہ ہے'' (کتاب الآثار امام محمد باقر ص ۱۴۶)

تمنائے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

حضرت جعفر صادق اپنے والد محترم امام باقر سے روایت کرتے ہیں کہ:

''منبر نبوی اور قبر شریف کے درمیان بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تشریف رکھا کرتے تھے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ پر جب قاتلانہ حملہ ہوا تو انہوں نے ان حضرات کی طرف آدمی بھیج کر کہلا بھیجا کہ تمہیں قسم دے کر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ دریافت کرتے ہیں۔ کہ تم ایسے واقعہ پر رضامند ہو؟ یا یہ تمہاری رضامندی سے ہوا ہے؟ تو وہاں پر موجود تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر گریہ طاری ہوگیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے کہ ہرگز نہیں! ہم تو ان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دوست رکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہماری زندگیوں میں سے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو زندگی دے دی جائے اور ان کی عمر دراز ہو'' (حلیۃ الاولیاء لابی نعیم اصفہانی جلد ۳ ص ۱۹۹ تذکرہ امام جعفر صادق طبع مصر)

خصوصی رعایت:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بنی ہاشم اور اہل بیت نبوت کا خصوصی خیال رکھتے تھے جیسا کہ ان کی مندرجہ ذیل عبارت سے ظاہر ہے کہ:

''جب ہمارے پاس عراق فتح ہونے پر خمس آئے گا تو ہم ہر غیر شادی شدہ ہاشمی کی شادی کر دیں گے۔ اور جس ہاشمی کے پاس بھی خادمہ نہ ہوگی اس کو خدمت کے لیے خادمہ دیں گے۔ (الریاض النضرۃ جلد ۲ ص ۲۸)

نیز حضرت فاروق اعظم حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو خمس وغیر خمس سے بھی عطیات دیا کرتے تھے۔ (کتاب الاموال ص ۳۲۵ طبع مصر)

فاروقی عطیہ:

سولہ ہجری میں جب کسریٰ کا پایہ تخت مدائن فتح ہوا تو وہاں سے کافی اشیاء از قسم ملبوسات زیورات و زیب و زینت کا سامان سعد بن ابی وقاص نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانہ کیا جو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا گیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس مال میں سے بیش قیمت بچھونے (فرش پوش) کا ایک ٹکڑا حصہ میں ملا۔ جس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیس ہزار درہم میں فروخت کیا۔ (البدایہ لابن کثیر جلد ۷ ص ۶۷)

حسن احترام:

جنگ جمل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف لڑنے والی فوج کی سربراہ تھیں ان کا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بطریق ذیل ادب و احترام فرمایا: جنگ ہارنے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے وہ سلوک نہ کیا جس کا دشمن مستحق ہوتا ہے بلکہ خاتمہ جنگ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ بنفس نفیس حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کی ضرورت کا ہر سامان جوان کی شان کے شایان تھا اسی وقت مہیا کر دیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو مدینہ جانے کی اجازت دے دی یہاں تک کہ ان کے جو آدمی لقمہ اجل ہونے سے بچ گئے تھے ان کو قیدی بنانے کی بجائے اذن عام دے دی کہ جو یہاں ٹھہرنا چاہیں وہ یہاں ٹھہر جائیں اور جو جانا چاہیں وہ بے شک چلے جائیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اکیلا جانا برداشت نہ ہو سکا۔ اس لئے آپ نے بصرہ کی مشہور چالیس عورتوں کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جانے کے لئے تیار کیا تا کہ ان کا دل لگا رہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روانگی کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو الوداع کہنے آئے تو اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''اے میرے فرزندو! دیکھو!! ایک دوسرے پر کوئی ملامت نہ کرے۔ میرے اور علی رضی اللہ عنہ کے درمیان صرف اتنی سی چشمک رہی جتنی کہ ایک عورت اور سسرال والوں میں ہوا کرتی ہے۔ میری اس چشمک کے باوجود ان (علی رضی اللہ عنہ) کا شمار اخیار (اچھے لوگوں) میں ہوتا ہے''۔

اس کے جواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ''بخدا! انہوں نے سچ کہا میرے اور ان کے درمیان بس اتنی سی چشمک تھی اور وہ دنیا و آخرت دونوں میں تمہارے نبی کی زوجہ ہیں''۔

وسعت قلبی:

یہ اسی بھائی چارہ کا نتیجہ تھا کہ جنگ صفین کے موقع پر دن میں تو فریقین میں جنگ ہوتی اور رات کے وقت ایک لشکر کے لوگ دوسرے لشکر میں جا کر مقتولین کی تجہیز و تکفین میں حصہ لیا کرتے تھے۔ اس تاریخی اور

سنہری واقعہ کو متعدد مؤرخین نے نقل کیا ہے۔ جس سے ثابت ہے کہ بدوران جنگ نہ صرف قائدین بلکہ ان کی پیروی کرنے والے لشکریوں کے دل بھی ایک دوسرے سے صاف تھے۔ اور ان میں وہ بغض وعناد نظر نہ آتا تھا جوان کے محبین کے دل میں پایا جاتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں ایسے لوگ بھی تھے جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے لڑنا نہیں چاہتے تھے اور انہیں یہ جنگ ناگوار تھی۔ آپ نے نہ ان کا کورٹ مارشل کیا نہ کوئی ان پر جبر کیا بلکہ فرمایا:

''تم میں جو شخص ہمارے ساتھ ہو کر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ قتال پسند نہیں کرتا وہ اپنی عطا لے لے اور دیلمیوں کی طرف جاکر ان سے جنگ کرے''۔

مرہ ہمدانی کا بیان ہے کہ میں انہی میں تھا جنہوں نے دوسری صورت پسند کی۔ ہم نے عطائیں لے لیں اور الدیلم کی جانب روانہ ہوگئے۔ ہماری تعداد ۵ ہزار تھی۔ (فتوح البلدان بلاذری جلد ۱ ص ۴۵۸)

اس سلسلے میں حضرت امام زین العابدین کی روایت میں مزید درج ہے کہ:

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ کے لئے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہا کہ آگے تشریف لائیے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اے ابوالحسن! آپ کی موجودگی میں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ آپ آگے تشریف لائے اللہ کی قسم آپ کے بغیر کوئی دوسرا شخص فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ نہیں پڑھائے گا۔ پس ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی اور رات کو دفن کردی گئیں۔ (ریاض النضر جلد ۱ ص ۱۵۶)

گریہ علی المرتضیٰؓ بروفات صدیق اکبرؓ:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت یافتہ اسید بن صفوان کہتے ہیں کہ:

''جب ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اہل مدینہ گریہ وزاری سے مضطرب ہو گئے اور اس طرح متحیر اور پریشان ہوئے۔ جس طرح وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے روز لوگ مدہوش ہو گئے تھے۔ اس وقت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ بہ عجلت گریہ کی حالت میں انا للہ و انا الیہ راجعون کہتے ہوئے پہنچے اور فرمانے لگے۔ آج روز نبوت کی (بلافصل) خلافت ونیابت ختم ہو گئی۔ جس مکان میں ابوبکر رضی اللہ عنہ رکھے گئے تھے اس کے دروازے پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے ابوبکر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم وکرم فرمائے۔ آپ تمام قوم سے اسلام لانے میں سابق تھے۔ اور ایمان میں مخلص تھے اور یقین میں زیادہ تھے۔ (ریاض النضر محب الطبری جلد اول صفحہ ۹۱، ۹۰ طبع تہران)

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خطاب کرتے ہوئے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اللہ جل شانہ کی قسم! آپ دین کے لئے ابتدائی مراحل میں سبقت کرنے والے اور پیشرو تھے۔ جس دور میں لوگ دین سے متنفر تھے اور آخر دور میں بھی آپ پیش رو رہے۔ جبکہ لوگ ضعیف اور بزدل ہو رہے تھے۔ آپ دین کے معاملات میں بھی اس پہاڑ کی طرح مضبوط رہے جس کو سخت تر ہوائیں متحرک نہ کرسکیں اور توڑ ڈالنے والی آندھیاں اپنی جگہ سے زائل نہ کرسکیں'' (کتاب الفائق جاراللہ زمخشری جلد اول ص ۲۸۴) انتقال نبوی کے بعد فتنہ ارتداد کے دوران حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جو استقامت اور ثابت قدمی دکھائی اس سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اتنے متاثر تھے کہ ان کی وفات پر اس کا اظہار کئے بغیر نہ رہ سکے۔

تعزیت عمر فاروقؓ

خلیفہ اول کے انتقال کے بعد جب خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس دنیا سے رخصت ہوئے تو یہ خبر وفات سنتے ہی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اظہار تعزیت کے لئے پہنچے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''وفات کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ چارپائی پر رکھے گئے تو لوگ گردوپیش جمع ہوگئے وہ ان کے حق میں دعائیہ کلمات کہہ رہے تھے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خطاب کر کے فرمانے لگے کہ میرا گمان یہی تھا کہ اللہ تعالیٰ تجھے اپنے دونوں دوستوں یعنی نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہمنشین اور ساتھی بنائے گا۔ اس لئے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اکثر سنا کرتا تھا آپ فرماتے تھے کہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ فلاں کام کے لئے چلے گئے اور میں، ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ فلاں مقام میں داخل ہوئے۔ میں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ فلاں جگہ سے رخصت ہوئے۔ اس چیز سے میں یہی خیال کرتا تھا کہ ان دونوں حضرات کے ساتھ آپ کو معیت وصحبت ہمیشہ نصیب رہے گی''۔ (المستدرک للحاکم جلد ۳ ص ۶۸۰)

شہادت حضرت عثمانؓ:

خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے محاصرہ کے دوران حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ حویلی کے باہر دروازہ پر بغرض حفاظت موجود تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر سن کر اضطراب کی حالت میں:

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں کو فرمایا کہ امیر المؤمنین کیسے قتل ہو گئے؟ حالانکہ تم حویلی کے دروازے پر موجود تھے۔ اور ان کو ضرب وشتم کیا۔ حسن رضی اللہ عنہ کو طمانچہ مارا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سینے پہ مارا۔ ابن طلحہ رضی اللہ عنہ وابن زبیر رضی اللہ عنہ کو سخت سست کہا۔'' (انساب الاشراف احمد بن یحییٰ جلد ۵ ص ۶۹، ۷۰ طبع یوروشلم عقیدۃ السفارینی جلد دوم ص ۳۶۲ طبع مصر)

گریہ علی المرتضیٰؓ:

جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ جام شہادت پی چکے تو ''حضرت

علی رضی اللہ عنہ ان کے ہاں پہنچے اور روتے ہوئے ان پر بے ساختہ گر گئے (ان کی وارفتگی کی حالت دیکھ کر) دیکھنے والے گمان کرنے لگے کہ علی رضی اللہ عنہ بھی عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ لاحق ہوتے ہیں یعنی ان کا بھی دم یہیں نکلتا ہے۔ (البدایہ جلد ۷ ص ۱۹۳)

گریہ دختران علی المرتضیٰؓ:

"ایک روز حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنی بیٹیوں کے ہاں تشریف لے گئے۔ تو وہ رو رہی تھیں اور اپنے آنسوؤں کو صاف کر رہی تھیں۔ آپ نے ان سے دریافت فرمایا کیوں رو رہی ہو؟ صاحبزادیوں نے فرمایا مظلومیت عثمان رضی اللہ عنہ پر رو رہی تھیں۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ خود رو پڑے اور فرمایا کہ ان پر رو سکتی ہو۔ (انساب الاشراف بلاذری جلد ۵ ص ۱۰۳)

نماز جنازہ حضرت عثمانؓ:

شیعی مؤرخ ابن ابی حدید نے مزید یہ لکھا ہے کہ: "حضرت عثمان کے گھر والے چند آدمی ان کو دفن کرنے کے لئے گھر سے باہر لائے۔ ان لوگوں کے ساتھ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور ابوجہم رضی اللہ عنہ وغیرہ بھی تھے۔ مغرب وعشاء کے درمیان جنت البقیع کے باہر "حش کوکب" نامی مقام پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی"۔

(شرح نہج البلاغہ لابن ابن الحدید الشیعی جلد ا صفحہ ۹۷ طبع قدیم ایران)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا اس شخص پر رحم کرے جس نے حکمت کا کوئی کلمہ سنا تو اسے گرہ میں باندھ لیا۔ ہدایت کی طرف اسے بلایا گیا تو دوڑ کر قریب ہوا۔ صحیح راہبر کا دامن تھام کر نجات پائی۔ اللہ کو ہر وقت نظروں میں رکھا۔ گناہوں سے خوف کھایا۔ عمل بے ریا پیش کیا۔ نیک کام کئے۔ ثواب کا ذخیرہ کیا۔ بری باتوں سے اجتناب برتا۔ صحیح مقصد کو پا لیا اپنا اجر سمیٹ لیا۔ خواہشوں کا مقابلہ کیا۔ امیدوں کو جھٹلایا۔ صبر کو نجات کی سواری بنایا۔ موت کے لئے تقویٰ کا ساز و سامان کیا۔ روشن راہ پر سوار ہوا۔ حق کی شاہراہ پر قدم جمائے۔ زندگی کی مہلت کو غنیمت جانا۔ موت کی طرف قدم بڑھائے اور عمل کا سرمایہ ساتھ لیا۔ (نہج البلاغہ ۲۲۱ مطبوعہ امامیہ کتب خانہ لاہور)

ذلت وخواری:

ابوحکیمہ کا بیان ہے کہ: "ہم مسجد میں بیٹھے تھے ایک شخص آیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کی شان میں تنقیص کرنے لگا اور عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں گالیاں بکنے لگا۔ میں اٹھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں چلا گیا اور عرض کیا کہ مسجد میں ایک شخص نے اس طرح کہا ہے۔ آپ نے فرمایا اس شخص کو میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ وہ لایا گیا۔ آپ نے پوچھا کہ اس امر کا کون گواہ ہے کہ اس شخص نے اس طرح کہا ہے۔ تو میں نے بھی گواہی دی اور میرے ساتھیوں نے بھی شہادت دی۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اس کو پاؤں میں مسل دیا جائے یعنی زدوکوب کیا جائے۔ ذلیل وخوار کیا جائے۔ پھر اس کو بازار میں لے جاؤ۔ تاکہ عام لوگ اس کی حالت کو دیکھ لیں۔ نیز حکم دیا کہ اس کو شہر سے نکال دو۔ یہ میرے شہر میں نہ رہے" (کتاب الکنی دولابی جلد ا ص ۵۵ طبع دکن)

سزائے غلط بیانی:

"جو شخص مجھے ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتا ہے اس پر مفتری اور کذاب کی سزا جیسی ہوگی۔ اس کی شہادت ساقط کر دی جائے گی اور گواہی غیر معتبر ہوگی" (کنز العمال جلد ۶ ص ۳۶۶)

اللہ کے دشمن:

حضرت امام باقرؒ نے جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ "مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ عراق میں ایک قوم ہے وہ لوگ ہماری محبت اور دوستی کے دعوے دار ہیں۔ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق کمی بیشی (طعن وتشنیع) کرتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ میں نے ان کو اس چیز کا امر کیا ہے لہٰذا ان کو اطلاع کر دو کہ اللہ تعالیٰ شاہد و گواہ ہیں کہ میں ان سے بری اور بیزار ہوں۔ جس ذات کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس کی قسم ہے کہ اگر مجھے اس قوم پر حکومت حاصل ہو جائے تو ان کی خون ریزی وقتل کر کے اس کے ہاں تقرب ونزدیکی حاصل کروں۔ مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہی نصیب نہ ہو اگر میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے استغفار نہ کروں۔ اور ان کے حق میں ترحم ودعا کے کلمات نہ کہوں۔ اللہ کے دشمن ان دونوں کے مقام سے غافل ہیں۔" (حلیۃ الاولیاء اصفہانی جلد ۳ ص ۱۸۵)

دعا علی المرتضیٰؓ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دل میں شیخین کی کتنی محبت اور رغبت تھی اس کا اندازہ ان کے حسب ذیل فرمان سے باسانی لگایا جا سکتا ہے۔

حضرت علی شیر خدا فرماتے ہیں کہ:

"نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسلمانوں نے اپنی جماعت سے اپنے دو امیر (ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ یکے بعد دیگرے) تجویز کئے۔

جو نیک اور صالح افراد تھے۔ پس ان دونوں نے کتاب وسنت پر عمل کیا اور ان کی سیرت وکردار بہت عمدہ تھا۔ سنت نبوی سے انہوں نے تجاوز نہیں کیا۔ پھر وہ اسی حالت میں فوت ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں پر اپنی رحمت فرمائے"۔

(شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید شیعی جلد اول ص ۲۹۵ جز ششم طبع ایران قدیم)

بیزاری امام جعفر صادقؒ:

سالم ابن ابی حفصہؒ سے روایت ہے کہ: "سیدنا جعفر صادقؒ نے فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے جد اور نانا ہیں۔ کوئی شخص اپنے آبا و اجداد کو گالی دیتا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے تعجب انتہائی تعجب ہے اس شخص کے لیے جو زندگی کے دار کی تصدیق کرتا ہے اور وہ دار غرور کے لیے سعی کرتا ہے۔" (بیہقی)

ہے؟ نبی اقدس کی شفاعت ہی مجھے نصیب نہ ہو اگر میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے تولی اور دوستی نہ رکھوں اور میں ان کے دشمنوں سے بیزاری اختیار نہ کروں۔ (ع سیرۃ عمر بن الخطاب لابن جوزی ص ۲۴۳ طبع مصر)

مسخ الاشکال

ا۔ بغض صحابہؓ کی معنوی صورت:

حضرت ابن عربی اپنی مشہور کتاب "فتوحات مکیہ" کے باب ۲۷ میں لکھتے ہیں شافعی مذہب کے دو ثقہ آدمی تھے۔ جن پر عداوت صحابہ رضی اللہ عنہم کا کسی کو گمان تک نہ تھا۔ وہ اس کو بہت مخفی رکھتے تھے۔ وہ ایک بزرگ کی خدمت میں رہا کرتے تھے وہ بزرگ میرے دوست تھے۔ ایک دن میں ان بزرگ کے پاس بیٹھا تھا اور اس مجلس میں وہ دو آدمی بھی موجود تھے۔ میں نے ان کو دیکھ کر کہا کہ مجھے تمہاری باطنی شکل خنزیر کی نظر آتی ہے۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مقام حاصل ہے۔ کہ جس سے میں دشمن صحابہ رضی اللہ عنہم کی باطنی شکل خنزیر کی صورت میں دیکھتا ہوں۔ انہوں نے فوراً توبہ کر لی۔ اس کے بعد مجھے ان کی شکل اصلی صورت میں نظر آنے لگی۔ (فتوحات مکیہ باب ۲۷ مطبوعہ مصر)

۲۔ بغض صحابہؓ کی وجہ سے آنکھیں باہر نکل آنا:

علامہ ابن قیم اپنی کتاب "کتاب الروح" میں حضرت ابوالحسن مطلبی خطیب مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ طیبہ میں ایک عجیب واقعہ دیکھا۔ کہ ایک شخص مدینہ شریف میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ ہم ایک دن صبح کی نماز پڑھ کر بیٹھے تھے کہ وہ شخص ہمارے سامنے ظاہر ہوا جسکی دونوں آنکھیں باہر نکل کر اس کے گالوں تک لٹک رہی تھیں۔ ہم نے اس سے بڑے تعجب سے کہا کہ یہ تیری کیا حالت ہے؟ وہ کہنے لگا آج رات کو خواب میں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے مجھے دیکھ کر کہا کہ یا رسول اللہ! یہی شخص ہے جو ہمیں ایذاء اور گالیاں دیا کرتا ہے۔ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے کس نے کہا ہے جو تو ان کو گالیاں دیا کرتا ہے۔ میں نے حضرت علیؓ کی طرف اشارہ کیا۔ بس یہ سنتے ہی حضرت علیؓ میری طرف غصے سے لپکے اور اپنی دونوں انگلیوں سے میری طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ اگر تو نے جھوٹ بولا ہے تو خدا تعالیٰ تیری دونوں آنکھیں نکال ڈالے۔ بس یہ کہہ کر اپنی دونوں انگلیوں کو میری آنکھوں میں چبھو دیا۔ جس سے میں بیدار ہو گیا اور یہ حالت ہو گئی جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ حضرت خطیب فرماتے ہیں بس وہ شخص رو رو کر اس واقعہ کو لوگوں کو سناتا تھا اور اپنی توبہ کا اعلان کرتا تھا۔ (کتاب الروح مطبوعہ دکن ص ۲۳۶)

۳۔ بغض صحابہؓ کی وجہ سے چہرہ سیاہ ہونا:

حضرت امام ابن ابی الدنیا حضرت محمد بن علیؓ سے نقل فرماتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ ہم مکہ میں کعبہ شریف کے نزدیک بیٹھے تھے کہ ایک شخص ہمارے سامنے آیا اس کا آدھا چہرہ سیاہ تھا اور آدھا سفید۔ کہنے لگا اے لوگو! میری شکل دیکھ کر عبرت حاصل کرو۔ میں حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کو گالیاں دیا کرتا تھا ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کسی نے میرے منہ پر تھپڑ مارا اور کہا او اللہ کے دشمن او فاسق! کیا تو ہی حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کو گالیاں دیا کرتا ہے۔ پس جب میں بیدار ہوا تو یہ میری حالت ہو گئی جو آپ لوگ مشاہدہ کر رہے ہیں۔ (کتاب الروح لابن قیم ص ۲۳۴)

۴۔ ایک رافضی کا خنزیر بن جانا:

حضرت امام شعرانی اپنی کتاب المنن الکبریٰ میں حضرت علامہ عبدالغفار قوصی سے نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ایک شخص حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ اس کی عورت اور اس کا بیٹا اس کو منع کیا کرتے تھے لیکن وہ اپنی اس شرارت سے باز نہ آتا تھا بلکہ انہیں بھی اس پر مجبور کرتا تھا۔ خدا کے غضب سے اس کی صورت خنزیر کی صورت میں بدل گئی۔ اس کے لڑکے نے اس کے گلے میں زنجیر ڈال کر اس کو اپنی دکان میں باندھ رکھا تھا وہ خنزیر کی طرح چنگھاڑتا تھا۔ ہمسائیہ لوگ اس کی آواز کو سنا کرتے تھے۔ کئی دنوں کے بعد وہ مر گیا اس کے بیٹے نے اس کو ایک گندے گڑھے میں پھینک دیا۔ علامہ شیخ محب الدین طبری فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک شخص نے ذکر کیا تو میں اس کے بیٹے سے ملا اس نے اپنے والد کا یہ حیرت انگیز واقعہ سنایا۔ اس نے کہا کہ میرا والد مجھے بھی اس چیز پر مجبور کرتا تھا اور مارتا تھا۔ لیکن میں نے اس کا کہا نہ مانا۔ (لطائف المنن والاخلاق للشعرانی ص ۸۰ جلد ۲)

۵۔ نماز کی توہین سے خنزیر بن جانا:

اسی حکایت کے مطابق ایک دوسری صحیح حکایت درج کرتا ہوں جو نماز کی اہانت کی وجہ سے خنزیر کی شکل میں بدل گیا۔ امام شعرانی تاریخ ملک منصور بن سلطان سے نقل کرتے ہیں کہ ۷۸۲ھ میں حلب کے گورنر نے والیٔ مصر کو خط کے ذریعہ اطلاع دی کہ یہاں حلب میں ایک عجیب واقعہ صادر ہوا ہے۔ کہ جامع مسجد میں ایک امام نماز پڑھا رہا تھا ایک شرارتی آدمی نے امام سے حالت نماز میں اس کے ساتھ مذاق اور استہزاء سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی اور اپنی شرارت دیر تک کرتا رہا۔ لیکن امام نے اپنی

نماز نہ توڑی۔ جس وقت امام نے سلام پھیرا اس مذاق کرنے والے کا چہرہ خنزیر کی صورت میں بدل گیا۔ جس سے وہ جنگل کی طرف دوڑ گیا۔ اس واقعہ کی گورنر حلب نے شاہی خط کے ذریعہ والیء مصر کو اطلاع دی۔

(سعادۃ الدارین للنبہانی ص ۱۵۶)

۶۔ نسبی ترجیح سے ایک عالم کو عذاب:

جو شخص کسی صحابی کی اولاد ہو اور اس صحابی کو محض نسب اور ہوائے نفس کی وجہ سے دوسرے اکابر صحابہ پر ترجیح دیتا ہو اگر چہ اپنے آپ کو اہل سنت کہلاتا ہو۔ وہ بھی غلط طریقہ پر ہے۔ ایسے ایک بڑے عالم کا واقعہ درج کرتا ہوں۔ کہ اسے قبر میں اس عقیدہ کی وجہ سے کیا عذاب ملا۔ علامہ شعرانی حضرت علامہ قوصی سے نقل کرتے ہیں کہ ایک عالم جو اکابر علماء سے تھا فوت ہوگیا۔ اس کو میں نے خواب میں دیکھا اور اس سے اسلام کے بارے میں پوچھا تو اس کی زبان بند ہوگئی۔ اور اس کا چہرہ کوئلے کی طرح سیاہ تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ تو ایک بڑا عالم تھا اب یہ تیرا کیا حال ہے؟ کہنے لگا۔ کہ میں ایسے عذاب میں اس لئے گرفتار ہوا ہوں کہ میں بعض کو بعض پر محض عصبیت اور ہوائے نفس کی وجہ سے ترجیح دیا کرتا تھا۔

(لطائف المنن الکبریٰ ص ۸۱ جلد ۲)

حضرت خواجہ غلام فرید اپنے شیخ حضرت خواجہ فخر الدین سے نقل کرتے ہیں۔ کہ وہ فرماتے ہیں: ''ہر کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ راز سائر صحابہ ازیں وجہ زیادہ تر دوست مے دارد کہ آن پیر پیران اوسط یا جدا دوست و پیدا است کہ ہر کس آباؤ اجداد خود را دوست ترمے دارد۔ یا آں کہ آں شخص بہادری پیشہ مے کند و حضرت علی رضی اللہ عنہ نیز شجاع می بودند ازیں باعث اوشاں را دوست ترمے دارد۔ این تمام اقسام موہم اوبند۔ ازیں ہا اجتناب باید کرد۔

(منقول از مقابیس المجالس مقدمہ دیوان فرید ص ۴۳)

ترجمہ: جو شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس وجہ سے محبت رکھتا ہے کہ وہ تمام پیروں کے پیر ہیں یا اس کے جد میں ہیں ظاہر ہے کہ ہر شخص اپنے آباؤ اجداد کے ساتھ زیادہ محبت رکھتا ہے یا وہ شخص بہادری وغیرہ مثل کشتی گیری کرتا ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بڑے بہادر تھے اس وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ محبت رکھتا ہے۔ یہ تمام محبت کی قسمیں...... غلو کی طرف لے جانے والی ہیں۔ ان تمام سے بچنا چاہئے۔

۷۔ ایک سبی رافضی کا بندر بن جانا:

امام بیہقی اپنی کتاب ''دلائل النبوۃ'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک معتبر آدمی نے بیان کیا کہ ہم تین آدمی یمن کو جا رہے تھے اور ہمارے ساتھ ایک شخص کوفہ کا بھی تھا۔ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتا تھا۔ ہم ہر چند اسے منع کرتے تھے لیکن وہ باز نہ آتا تھا۔ جب ہم یمن کے نزدیک پہنچے۔ ایک جگہ اتر کر سو رہے۔ جب روانگی کا وقت آیا تو ہم سب نے اٹھ کر وضو کیا اور اس کوفی کو بھی جگا دیا۔ وہ اٹھ کر کہنے لگا افسوس کہ میں تم سے جدا ہو کر اسی منزل پر رہ جاؤں گا کیونکہ ابھی ابھی میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے۔ کہ اے فاسق تو اس منزل پر مسخ ہو جائے گا۔ اسی اثناء میں اس نے پاؤں اکٹھے کر لئے۔ ہم نے دیکھا کہ انگلیوں سے مسخ ہونا شروع ہوا اور اس کے دونوں پاؤں بندر جیسے ہوگئے۔ پھر گھٹنوں تک پھر کمر تک پھر منہ تک حالت مسخ پہنچ گئی اور حتی کہ وہ بالکل ہی بندر کی شکل میں تبدیل ہوگیا۔ ہم نے اسے پکڑ کر اونٹ پر باندھ دیا اور وہاں سے روانہ ہوگئے۔ غروب آفتاب کے وقت ہمارا گذر ایک جنگل سے ہوا۔ وہاں دیکھا کہ چند بندر جمع ہیں۔ اس نے جب ان بندروں کو دیکھا اپنی رسیاں توڑ کر ان میں جا ملا۔ اسی طرح کا واقعہ امام علامہ تلمسانی نے بھی ذکر کیا ہے۔ لیکن اس واقعہ میں بندر کی بجائے خنزیر کا ذکر ہے۔ (سعادۃ الدارین للنبہانی ص ۱۵۳)

۸۔ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی لاشیں نکالنے کا مشہور واقعہ:

یہ ایک ایسا مشہور واقعہ ہے جس کو بڑے بڑے علماء امت نے نقل کیا ہے۔ علامہ امام قرطبی و علامہ مرجانی نے تاریخ مدینہ میں اور علامہ امام محب الدین طبری نے اپنی کتاب ریاض النضرۃ میں اور علامہ سمہودی اپنی مشہور کتاب تاریخ مدینہ عرف خلاصۃ الوفاء فی الاخبار دار المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت شمس الدین اللمطی شیخ خدام روضہء نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ ایک جماعت نے حاکم مدینہ کو جو کہ ایک نیم مسلمان حاکم تھا بہت سی دولت کا لالچ دے کر یہ بات منوائی۔ کہ ہمیں روضہء نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کی لاشیں نکالنے کی اجازت دی جائے۔ وہ لالچ میں آ کر یہ بات مان گیا۔ تو انہوں نے چالیس آدمی اوزاروں کے ساتھ بھیج دیئے۔ شیخ شمس الدین جو اس وقت روضہء نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے۔ ان کو حاکم مدینہ نے بلا کر کہا۔ کہ رات کو چالیس آدمی روضہء نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہوں گے۔ وہ جو کچھ کریں ان کو مت روکنا۔ شیخ نے اس ظالم حاکم کی ہیبت کی وجہ سے دبی زبان سے کہا۔ جیسے آپ حکم دیں حاضر ہوں۔ پھر آ کر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں روتا رہا اور دعائیں مانگتا رہا۔ وہ کہتے ہیں کہ جب میں نے عشاء کی نماز پڑھ لی۔ تو یکایک چالیس آدمیوں کی جماعت اوزاروں سمیت مسجد نبوی میں داخل ہوئی۔ پس جب وہ روضہ کے قریب گئے۔ تو اچانک زمین پھٹ گئی اور وہ سارے کے سارے اوزاروں سمیت زمین میں غرق ہوگئے۔ صبح کو اس بے دین حاکم نے خادم روضہء نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا کر پوچھا کہ رات کو جو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر جہنمیوں کی پیپ کا ایک ڈول دنیا میں ڈال دیا جائے تمام اہل دنیا میں بدبو ہو جائے (احمد)

اتنے آدمی مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آئے تھے وہ کہاں گئے؟ خادم نے کہا حضور وہ سارے کے سارے غرق ہو گئے۔ اس حاکم نے آ کر اس جگہ کو دیکھا جہاں زمین پھٹنے کا نشان تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ اس جگہ کو کھودا بھی گیا لیکن ان کا نشان تک نہ ملا۔ پھر علامہ محب الدین طبری لکھتے ہیں کہ حاکم مدینہ کو کوڑھ کے مرض نے آ گھیرا۔ جس سے اس کا گوشت بدن سے گرتا تھا حتی کہ وہ بہت بری حالت میں مر گیا۔ یہ روایت مختلف الفاظ سے مروی تھی میں نے مختصر طور پر سب کا خلاصہ جمع کر دیا ہے۔

(المنن الکبریٰ للشعرانی ص ۸۱ ج ۲ کتاب سعادۃ الدارین ص ۱۵۵)

۹۔ بغض صدیقؓ کی وجہ سے خنزیر بن جانا:

حضرت علامہ امام ابن حجرؒ مکی اپنی مشہور کتاب الزواجر میں علامہ کمال سے نقل کرتے ہیں۔ وہ حضرت شیخ الصالح عمرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ میں مدینہ شریف میں رہا کرتا تھا۔ عاشورہ کے موقع پر جہاں کچھ اعدائے صحابہ رضی اللہ عنہم جمع ہو جایا کرتے۔ میں ان کے پاس گیا۔ میں نے ان سے کہا کہ مجھے محبت صدیقؓ کے بدلے کچھ چیز عطاء کرو۔ تو ان میں سے ایک آدمی نے جواب دیا تھوڑی دیر یہاں بیٹھ جا۔ چیز مل جائے گی۔ جب وہ فارغ ہو گئے۔ تو ایک آدمی مجھے اپنے گھر میں لے گیا جب میں ان کے گھر میں گیا تو اس نے اندر سے دروازے بند کر دیئے اور مجھ پر دو نوکر مقرر کر دیئے کہ اس کو خوب مارو۔ تو انہوں نے مجھے باندھ کر خوب مارا اور میری زبان کاٹ کر مجھے دروازے سے باہر نکال دیا اور کہا جس کی محبت کے بدلے چیز مانگتا تھا۔ اب ان سے اپنی زبان درست کرانا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں تکلیف کی وجہ سے روتا ہوا مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچا اور روضہ مبارک کے سامنے روتا رہا۔ حتی کہ روتے روتے مجھے نیند آ گئی۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ میری زبان درست ہو گئی ہے۔ جب میں جاگا تو اللہ کے فضل سے میری زبان بالکل درست تھی۔

اس واقعہ سے میری محبت حضرت صدیقؓ سے زیادہ بڑھ گئی۔ جب دوسرا عاشورہ آیا تو میں پھر ان کی مجلس میں گیا اور وہی بات کہی جو پچھلے سال کہی تھی۔ ان میں سے ایک جوان نکلا میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گیا اور میری بہت عزت کی اور کھانا کھلایا پھر اسی مکان کا دروازہ کھول کر مجھے اندر لے گیا اور پھر وہ جوان رونے لگا۔ میں نے اندر دیکھا کہ ایک خنزیر بندھا ہوا ہے۔ میں نے اس سے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے بڑی مشکل سے بتلایا اور قسم دلوائی کہ کسی کو یہ راز نہ بتلانا۔ پھر اس نے یہ کہا کہ پچھلے عاشورہ کو ایک سائل آیا تھا اس نے محبت صدیقؓ کے بدلے کوئی چیز مانگی تھی اور اس نے وہ سارا واقعہ مارنے کا سنایا۔ اس نے کہا جب میں نے اس کو نکال دیا تو جس وقت رات ہوئی ہم سو گئے یکا یک ہم نے رات کو ایک ایسی ہولناک چیخ سنی کہ سب ڈر کر اٹھ بیٹھے اور ہم نے دیکھا کہ یہ میرا والد خنزیر کی شکل میں مسخ ہو چکا ہے۔ ہم نے اس کو مکان میں بند کر دیا اور لوگوں میں اس کی موت کا اعلان کر دیا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا میں وہی ہوں جس کے بدلے یہ عذاب میں گرفتار ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میری زبان کو محبت صدیقؓ کی برکت سے صحیح سالم کر دیا ہے۔ پس اس نوجوان نے مجھے کچھ چیزیں دے کر رخصت کر دیا۔ (زواجر لابن حجر مکی ص ۱۹۳ ج ۲)

۱۰۔ ایک رافضی کا خواب میں قتل ہو جانا:

علامہ امام ابن قیم حضرت علامہ قیروانی سے نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ بعض اسلاف سے مروی ہے کہ میرا ایک ہمسائیہ تھا وہ ہمیشہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کو برا بھلا کہتا تھا۔ ایک دن میری اس سے سخت چھیڑ چھاڑ ہو گئی۔ آخر میں اس بات سے بہت مغموم ہوا۔ اسی غم کی حالت میں رات کو سو گیا۔ رات کو میں نے خواب میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت! فلاں آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو سخت برا بھلا کہتا ہے۔ آپ نے فرمایا کون سے اصحاب کو؟ میں نے عرض کیا۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ چھری لے لے اور اس کو جا کر ذبح کر دے۔ میں نے جا کر اس کو پکڑا اور لٹا کر اس کی گردن پر چھری پھیر دی۔ میں نے دیکھا کہ اس کے خون سے میرے ہاتھ بھر گئے ہیں۔ میں نے چھری پھینک دی اور ارادہ کیا کہ اپنے ہاتھوں کو مٹی سے پونچھ کر صاف کر دوں پس میں جاگ پڑا۔ کیا سنتا ہوں کہ اس کے گھر سے رونے کی آواز آ رہی ہے۔ میں نے پوچھا یہ کیسا رونا ہے؟ انہوں نے کہا کہ فلاں آدمی اچانک موت سے مر گیا ہے۔ جب صبح ہوئی تو میں نے جا کر دیکھا اس کی گردن کے اوپر ایک دھاری سی پڑی ہوئی ہے۔ جس سے ذبح کا نشان ظاہر ہوتا ہے۔ (کتاب الروح لابن قیم ص ۲۳۰)

اس واقعہ پر ایک شبہ پڑتا ہے کہ خواب میں قتل کرنے سے وہ گھر میں کیسے قتل ہو گیا؟ جواب یہ ہے کہ ایک تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہے جو معجزات بعد وفات بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہوتے رہیں گے۔ دوسرا جواب: امام ابن قیم فرماتے ہیں سونے والے کی روح خواب میں ایسی ایسی چیزیں دیکھتی ہے کہ بیدار ہونے پر بعض دفعہ اس کے آثار بدن پر محسوس ہوتے ہیں۔ یہ اس روح کی قوت کا دوسری روح میں تاثر کہلاتا ہے۔

(کتاب الروح ص ۲۳۰)

اسی قسم کے بہت سے واقعات ہیں جن کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔ اسی قسم کا ایک دوسرا واقعہ بھی امام ابن قیم حضرت علامہ محمد بن عباد سے نقل کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے حکم سے ایک دشمن صحابہ کو قتل کر دیا تھا۔ (کتاب الروح ص ۲۲۳)

اسی قسم کا واقعہ حضرت امام علامہ تلمسانی نے بھی اپنی کتاب مصباح الظلام میں نقل کیا ہے) یہاں تک ایسے واقعات نقل کئے ہیں جو بغض دشمن صحابہ رضی اللہ عنہم کو دنیا میں پیش آئے۔ اب ایسے واقعات درج کرتا ہوں جو انہیں مرتے وقت اور قبر میں پیش آئے۔

۱۱۔ بغض صحابہؓ کی وجہ سے گلے میں سانپ کا چمٹ جانا:

حضرت امام ابن ابی الدنیا ابو اسحاق سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں ایک میت کے نہلانے کے لئے بلایا گیا۔ پس جب میں نے اس کے منہ سے کپڑا اٹھایا تو ناگہاں اس کے گلے میں ایک کالا سانپ چمٹا ہوا تھا۔ حاضرین نے ذکر کیا کہ یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالیاں دیا کرتا تھا۔

(کتاب الروح لابن قیم ص ۸۶ شرح الصدور للسیوطی ص ۲۶۸)

۱۲۔ قبر میں خنزیر بن جانا:

حضرت علامہ ابن حجر مکی اپنی کتاب زواجر میں تاریخ حلب سے ایک واقعہ نقل کرتے ہیں۔ حلب میں ایک شخص ابن منیر جو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو گالیاں دیا کرتا تھا مر گیا۔ حلب کے چند نوجوان سیر و سیاحت کے لئے نکلے۔ کسی نے کہا یہ جو کہتے ہیں کہ جو شیخین کو گالیاں دیا کرتا ہے قبر میں اس کی صورت خنزیر کی ہو جاتی ہے۔ آؤ آج ابن منیر کی قبر کھود کر تماشہ دیکھیں۔ پس سب جوان اس بات پر متفق ہو کر اس قبرستان میں گئے۔ اور جا کر ابن منیر کی قبر کو کھودا۔ دیکھا تو قبر میں ایک خنزیر پڑا ہوا ہے جس کا رخ قبلے سے پھرا ہوا ہے۔ پس انہوں نے اس کو مار کر قبر میں دفن کر دیا اور گھر چلے آئے۔ (کتاب الزواجر لابن حجر مکی ص ۱۹۳ جلد ۲)

اس حکایت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ بہت سے دشمنان صحابہ کو قبروں میں دیکھا گیا لیکن ان کی صورت خنزیر کی نہ تھی۔ جواب یہ ہے کہ عالم برزخ کے حالات کا مشاہدہ ہم ان ظاہری آنکھوں سے نہیں کر سکتے۔ ہوسکتا ہے کہ ہر دشمن صحابہ قبر میں خنزیر کی صورت میں ہو لیکن ہم اس صورت کو جو برزخی عذاب کی صورت ہے ادراک نہیں کر سکتے۔ اور کبھی کبھی کسی برزخی عذاب کو اس دنیا میں نظر آ جانا بطور عبرت کے ہوتا ہے۔

۱۳۔ بغض صحابہ سے قبر میں آنکھ نکل جانا:

امام ابن عساکر ایک شیخ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میرا ایک ہمسائیہ مر گیا۔ اس کو میں نے خواب میں دیکھا اس کی ایک آنکھ نہیں ہے۔ میں نے پوچھا کہ اے فلانے! تیری آنکھ کہاں گئی۔ اس نے جوابدیا کہ میں نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کی تھی۔ اسی وجہ سے اس عذاب میں گرفتار کیا گیا ہوں۔ جو تو میری حالت دیکھ رہا ہے۔

(شرح الصدور للسیوطی ص ۲۲۵)

۱۴۔ بغض صحابہؓ سے نصرانیوں کے ساتھ:

امام ابن ابی الدنیا نے حضرت ابو بکر صیرنی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ ایک شخص مر گیا جو ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ اور مذہب جہمیہ کو اچھا سمجھتا تھا۔ اس کو کسی نے خواب میں دیکھا کہ گویا وہ ننگا ہے۔ اور اس کے سر پر ایک سیاہ چیتھڑا ہے اور اس کے ستر پر ایک دوسرا چیتھڑا ہے۔ اس نے کہا تیرے ساتھ خدا تعالیٰ نے کیا کیا؟ اس نے کہا مجھے بکر بن قیس اور عون بن اعسر کے ساتھ کر دیا اور یہ دونوں نصرانی تھے۔ (شرح الصدور للسیوطی ص ۲۲۴)

۱۵۔ حضرت عثمانؓ کے قتل کی محبت کا عذاب:

امام ابن عساکر اپنی تاریخ میں حضرت حذیفہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ کہ جو آدمی اس حالت میں مرے گا جس کے دل میں رتی برابر بھی حضرت عثمانؓ کے قتل کی محبت ہو وہ ضرور دجال کی پیروی کرے گا۔ اگر اس کا زمانہ نہ پایا تو قبر میں دجال پر ایمان لائے گا۔ یعنی ایسی حالت میں مرے گا جیسے کوئی دجال پر ایمان رکھتا ہو۔

(شرح الصدور للسیوطی ص ۲۴۸)

۱۶۔ بغض شیخینؓ سے گلے میں طوق بن جانا:

حضرت علامہ تلمسانی اپنی کتاب مصباح الظلام میں علامہ ابو محمد عبداللہ فقیہ حنبلی سے روایت نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ایک جماعت مکہ شریف حج کے لئے روانہ ہوئی ان میں ایک آدمی تھا جو نوافل نماز بہت پڑھتا تھا وہ راستے میں فوت ہو گیا اس کے دفن کے لئے ان کے پاس کوئی کدال وغیرہ نہ تھا جس سے اس کی قبر کھود کر دفن کریں۔ انہوں نے اس جنگل میں گھومنا شروع کیا۔ ایک بڑھیا عورت کی جھونپڑی دیکھی۔ اس کے پاس گئے دیکھا اس کی جھونپڑی میں لوہے کا ایک بڑا سا کدال پڑا ہے۔ انہوں نے اس سے طلب کیا اس نے کہا کہ تم حلفیہ عہد کرو کہ ہم اسے ضرور واپس کر دیں گے۔ انہوں نے واپس کرنے کا حلف اٹھایا اور اس سے کدال لے کر آ گئے پس اس کدال سے قبر کھودی اور اس کو دفن کر دیا۔ جب فارغ ہوئے تو دیکھا کہ کدال غلطی سے قبر میں رہ گئی ہے اور اس بڑھیا کا عہد بھی یاد آیا۔ کدال نکالنے کے۔ لئے اس قبر کو کھودا تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ کدال اس مردہ کی گردن میں طوق بنی ہوئی ہے۔ اور ہاتھ بھی اس

میں بند ہیں۔ وہ حیران رہ گئے۔ انہوں نے اسے ویسے ہی بند کر دیا اور اس واقعہ کو بڑھیا کے پاس جا کر بیان کر دیا۔ بڑھیا نے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا اور کہا کہ یہ کدال میرے پاس تھی مجھے خواب میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اس کدال کو محفوظ رکھنا یہ ایک ایسے شخص کی قبر میں طوق بنے گی جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتا ہے۔ (سعادۃ الدارین للنبہانی ص ۱۵۲)

۱۷۔ بغض صحابہؓ سے قبر میں سانپ:

علامہ تلمسانی فرماتے ہیں کہ ایک بوڑھے شیخ نے بیان کیا کہ میں جامع مسجد حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ میں موجود تھا کہ ایک شور سنا پتہ چلا کہ کسی نے ایک دشمن صحابہ کو مار ڈالا ہے۔ اس کے قاتل کو گرفتار کر کے بادشاہ کے پاس لے گئے۔ اس قاتل کو سزا دی گئی۔ اور دشمن صحابہ کی لاش کے متعلق بادشاہ نے حکم دیا کہ جاؤ اسے دفن کر دو۔ پس جب انہوں نے اس کے لئے قبر کھودی تو اس میں ایک بڑا سانپ ظاہر ہوا۔ پھر انہوں نے دوسری جگہ قبر کھودی وہاں بھی وہی سانپ ظاہر ہوا۔ غرضیکہ جہاں قبر کھودتے وہاں وہی سانپ نکل آتا۔ آخر انہوں نے تنگ آ کر اسی سانپ کے ساتھ اسے دفن کر دیا۔ (سعادۃ الدارین للنبہانی ص ۱۵۳)

۱۸۔ بغض صحابہؓ کی وجہ سے قبر میں سے غائب ہو جانا:

علامہ حق نازلی اپنی مشہور تفسیر روح البیان میں لکھتے ہیں کہ مدینہ شریف میں ابن ہیلان نامی ایک شخص رہا کرتا تھا۔ جو صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہا کرتا تھا۔ جب وہ فوت ہوا تو اس کو جنت البقیع کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ کسی وجہ سے دوسرے دن اس کی قبر کھودی تو دیکھا کہ اسکی لاش غائب تھی۔ اس واقعہ میں حضرت قاضی جمال الدین بھی موجود تھے۔ اس واقعہ کو اس زمانہ کے لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی سمجھا۔ (تفسیر روح البیان ص ۳۴۷ ج ۱)

۱۹۔ دشمنان صحابہؓ پر کتے کا مسلط ہونا

حضرت امام سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے بصرہ میں ایک کتا دیکھا جس نے لوگوں کا راستہ چلنا بند کر دیا تھا۔ میں جب اس راستہ سے گذرا تو دل میں خوف پیدا ہوا کتا مجھے دیکھ کر کہنے لگا تم ہرگز نہ ڈرو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو برا کہنے والوں پر مسلط کیا ہے۔ (سیرۃ فاروق لابن جوزی نزہۃ المجالس ص ۲۹۸ ج ۲)

اس کتے کو اللہ تعالیٰ نے بطور عبرت مقرر کر دیا ہوگا شاید اس وقت بصرہ میں دشمن شیخین بہت ہوں گے دوسرے کتا کا بولنا یہ بھی بطور عبرت کے تھا۔ اولیاء کرام سے جانوروں کا بات کرنا خرق عادات سے ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کے ساتھ ایک کتے کا کلام کرنا بہت علماء کرام نے نقل کیا ہے۔

۲۰۔ حضرت علیؓ کی توہین کرنیوالے کا چہرہ خنزیر کی شکل میں

علامہ بارزی حضرت منصور سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے شام میں ایک آدمی کو دیکھا کہ اس کا بدن آدمی جیسا ہے لیکن اس کا چہرہ خنزیر کی شکل میں ہے اس کی وجہ پوچھی گئی تو معلوم ہوا کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر روزانہ ایک ہزار مرتبہ لعنت کیا کرتا تھا۔ اور جمعہ کے دن چار ہزار مرتبہ۔ کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور اس مردود کی شکایت کی آپ نے اس کے چہرہ کی طرف تھوک دیا جس کی وجہ سے اس کا چہرہ خنزیر کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔ (صواعق المحرقہ ۱۹۴)

۲۱۔ حضرت حسینؓ کی توہین کرنیوالے کا اندھا ہو جانا

حضرت امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو فاسق ابن فاسق کہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر دو چھوٹے ستارے چنگاریوں کی مانند اتار کر اسے اندھا کر دیا۔ (صواعق المحرقہ ص ۱۹۴)

۲۲۔ حضرت معاویہؓ کی توہین کرنیوالے کی حیرت انگیز موت

حضرت علامہ مفسر و مورخ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ کسی نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ عثمان رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یہ پانچوں صحابی بیٹھے ہیں۔ اتنے میں ایک آدمی آ گیا جس کا نام راشد الکندی تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے دیکھ کر کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آدمی ہمیں برا بھلا کہتا رہتا ہے۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سختی سے ڈانٹا وہ کہنے لگا یا حضرت! میں انہیں تو کچھ نہیں کہتا بلکہ میں تو معاویہ رضی اللہ عنہ کو کم و بیش کہا کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بربادی ہو تیرے لیے کیا یہ میرے صحابی نہیں ہیں؟ آپ نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لوہے کا ڈنڈا اٹھا کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دیا اور فرمایا کہ اسے پیچھے کی طرف سے مار۔ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے مارا۔ میری نیند سے آنکھ کھل گئی جب صبح ہوئی تو میں نے سنا کہ وہ آدمی رات کو کسی اچانک موت سے مر گیا۔ (البدایہ والنہایہ ص ۱۳۹ ج ۸)

محبت صحابہ رضی اللہ عنہم کا وجوب:

محدث و مفتی مدینہ علامہ محمد خضر اپنی کتاب کوثر المانی الداری شرح صحیح بخاری ص ۱۲ ج ۱ میں حدیث نقل کرتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے دنیاوی مقصد میں صبح کی اس کا معاملہ اللہ متفرق کر دیگا (ابن ماجہ)

''حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے میری امت! تم پر ابوبکر رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ عثمان رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کی محبت فرض کی گئی ہے جوان صحابہ رضی اللہ عنہم کی فضیلت سے انکار کرے گا اس کی نماز اور زکوٰۃ اور روزہ اور حج قبول نہ کیا جائے گا''۔

اس حدیث کو علامہ طبرانی نے ریاض النضرہ میں بھی نقل کیا ہے۔

اے مسلمانو! اس حدیث کو پڑھ کر غور کرو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی محبت کے بغیر جب فرضی عبادتیں مقبول نہیں ہوتیں تو ان کا ایمان کیسے مقبول ہو گا۔ اسی کتاب میں ایک دوسری حدیث لکھی ہے۔ جس سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی محبت کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی محبت میری امت پر واجب ہے (کوثر المعانی ص ۱۴۱ ج ۱)

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ ان حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہم پر کتنا حق ہے اور ہمارے مسلمان اتنے غافل ہیں کہ ان کے نام تک نہیں جانتے۔ اور نہ ان کے حالات پڑھتے ہیں جب یہ حال ہے تو ان سے محبت کیسے ہوگی؟

عبرت آموز حکایات

حضرت مولانا امیر علی ملیح آبادی حاشیہ اشعۃ اللمعات پر تحریر فرماتے ہیں۔

''تقریباً دس سال کی بات ہے کہ عظیم آباد میں ایک سنی اور ایک شیعہ میں گہری دوستی تھی۔ سنی نے حج کا ارادہ کیا اور شیعہ دوست سے ملنے گیا۔ اس نے ایک درخواست کی اور کہا کہ تم سے کہنے کی ہمت نہیں پڑ رہی۔ سنی کے اصرار پر پوشیدہ رکھنے کا وعدہ لے کر کہا کہ میری جانب سے دربار رسالت میں عرض کرنا کہ یا حضرت فلاں شخص عرض کرتا ہے کہ میری دلی تمنا ہے کہ زیارت کے لیے حاضر ہوں۔ مگر ایک وجہ سے حاضر نہیں ہو سکتا۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو دشمن (معاذ اللہ) آپ کے پہلو میں مدفون ہیں۔ سنی کو ذرا تامل ہوا تو اس نے کہا کہ اس میں تمہارا کیا حرج ہے۔ یہ پیغام تو میری جانب سے ہے۔ بہر حال اس کو راضی کیا۔ حج کے بعد جب روضہ اقدس کی زیارت سے فارغ ہو چکا تو دوست کا پیغام یاد آیا۔ مگر موقعہ نہ ملا۔ آخر قافلہ کی روانگی کا وقت قریب آیا تو ایک رات بڑی ہمت کر کے لرزتے ہوئے معذرت کے ساتھ دوست کا پیغام عرض کیا۔ وہ پیغام جس کو زبان پر لانا کیا اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ دل پر ایسا خوف ولرزہ طاری ہوا کہ بے ہوش ہو گیا۔

اسی حالت میں دیکھتا ہے کہ جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ تشریف فرما ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی داہنی جانب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ حمائل بگردن کھڑے ہیں۔ اور بائیں طرف سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ شمشیر بکف استادہ (کھڑے) ہیں اور دور (پرے) ایک جانب وہی شیعہ دوست موجود ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنی کو بلا کر فرمایا کہ اسی شخص نے تم سے وہ پیغام کہلایا تھا۔ اس نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ وہی شخص ہے حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اشارہ فرمایا انہوں نے حکم پاتے ہی اس کا سرتن سے جدا کر دیا۔ سر لڑھک کر ایک پرنالہ میں پہنچ گیا۔ ہوش آیا تو اس کی عجیب حالت تھی۔ کسی طرح قیام گاہ پر پہنچا۔ اور تاریخ یاد کر لی۔

وطن پہنچنے کے بعد اس واقعہ کا تذکرہ مولانا خدا بخش مرحوم سے کیا اور اطمینان ہونے پر دوست کے مکان پر ملنے گیا۔ اس کو دیکھتے ہی بیوی بچے روتے ہوئے آئے اور واقعہ بیان کیا کہ تمہارے دوست کا عجیب حال ہوا۔ ایک دن بیت الخلا میں گئے ہوئے تھے۔ کوئی دشمن موری کے راستے اندر پہنچ کر ان کو قتل کر گیا اور سر حوض میں اور بدن قدمچہ میں ڈال گیا۔ صبح لوگوں کو اطلاع ہوئی۔ مگر آج تک قاتل کا سراغ نہ ملا۔ دونوں واقعات کی تاریخوں کے موازنہ سے ایک ہی تاریخ معلوم ہوتی ہے۔

(اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۲۲۵)

حکایت ۲: علامہ ابن حجر مکی کمال ابن القدیم کی تاریخ حلب سے نقل کرتے ہیں کہ ''جب حلب میں ابن المنیر کا انتقال ہوا تو حلب کے چند نوجوان ایک دن بغرض تفریح نکلے۔ آپس میں گفتگو کرنے لگے کہ سنا گیا ہے کہ جو شخص حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً سیدنا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ وعمر فاروق رضی اللہ عنہ کو برا کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو قبر میں مسخ کر کے خنزیر بنا دیتا ہے اور بے شک ابن المنیر اس فعل قبیح کا مرتکب ہوتا تھا۔ آؤ دیکھا جائے کہ کیا یہ سچی بات ہے؟ تمام نے متفق الرائے ہو کر قبر کھودی تو سچ مچ ابن المنیر خنزیر کی شکل میں قبلہ کی طرف سے پھر کر پڑا ہوا ہے۔ ان لوگوں نے عبرت کے لیے اس کی لاش باہر نکالی پھر اس کو جلایا۔ اور قبر میں ڈال کر مٹی سے ڈھک دیا۔ (الزواجر ج ۲ ص ۱۹۳)

حکایت ۳: کمال ابن القدیم ہی کی ایک روایت ہے کہ شیخ صالح عمر رعینی فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ مدینہ منورہ کے قریب ٹھہرا ہوا تھا۔ عاشورہ کے دن قبہ عباس کے پاس پہنچا جس میں شیعہ امامیہ جمع تھے۔ میں دروازہ کے پاس کھڑا ہو گیا اور کہا کہ مجھے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی محبت میں کوئی نشانی چاہیے۔ ان میں سے ایک بوڑھا آدمی باہر نکلا اور کہا بیٹھ جاؤ ہم نشانی دیں گے۔ میں بیٹھا رہا۔ یہاں تک کہ وہ سب فارغ ہو گئے۔ تو وہی شخص آیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے مکان پر لے گیا۔ اور ایک جگہ بند کر دیا۔ اور میرے اوپر دو غلاموں کو مسلط کر دیا۔ انہوں نے مجھے باندھ کر خوب

پیٹا۔ پھر بوڑھے نے حکم دیا کہ اس کی زبان کاٹ لو۔ چنانچہ میری زبان کاٹ کر مجھے چھوڑ دیا گیا۔ اور کہا جاؤ۔ جس کی محبت میں علامت (نشانی) مانگنے آئے تھے اس سے کہو کہ میری زبان درست کر دو۔

میرا یہ حال تھا کہ درد کی شدت سے سخت بے چین تھا۔ روتا ہوا حجرہ شریف کے پاس حاضر ہوا۔ دل میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ میری حالت پر نظر فرمائیے۔ اگر ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے دوست ہیں تو دعا فرمائیے کہ میری زبان درست ہو جائے۔ اتنا کہتے ہی مجھے نیند آ گئی۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ میری زبان درست ہو چکی ہے۔ مارے خوشی کے آنکھ کھل گئی۔ تو زبان کو بالکل درست پایا۔

عظیم مجاہد

امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے پوتے اور حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اور حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید باصفا شہید فی سبیل اللہ حضرت مولانا محمد اسماعیل شہید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ جنہوں نے دین کی خدمت اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے ہزاروں صعوبتیں جھیلیں۔ پورے ہندوستان کا دورہ فرما کر مجاہدین کی جماعت تیار کی اور سرحد بالاکوٹ میں سکھوں سے جہاد کرتے ہوئے اپنے بہت سے رفقاء کے ساتھ جام شہادت نوش فرمایا۔ زندگی بھر توحید و سنت کی اشاعت میں تن من دھن سب کچھ قربان کر دیا۔

ایک شہید کے سر نے آیات قرآنی تلاوت کی

ضد اور ہٹ دھرمی ایک عادت ہے جو زیادہ تر بچوں عورتوں اور جابر بادشاہوں میں پائی جاتی ہے۔ اسی وجہ سے راج ہٹ تریا ہٹ اور بال ہٹ ایک مشہور مقولہ ہی کیا ہے۔ دنیا نے ہزار ہا مرتبہ راج ہٹ کا تماشہ دیکھا ہے۔

اکثر ظالم و جابر حاکموں نے اپنے وقت میں حکومت کے بل بوتے پر ظلم و استبداد کے نشہ میں قہرمانی طاقتوں کے ذریعہ دنیا والوں سے اپنی بے جا ہٹ منوانے کی کوشش کی ہے۔ کمزور لوگوں نے قید و بند کی مصیبتوں سے بچنے کی خاطر ان کی بات مانی ہے۔ مگر بہت سے اللہ کے نیک بندے ایسے گذرے ہیں کہ جنہوں نے غلط اور ناحق بات کے سامنے گردن جھکانے سے صاف انکار کر دیا ہے۔ اور ان کی طرف سے ہونے والی تمام سختیوں کا مردانہ وار اور عزم و حوصلہ کے ساتھ مقابلہ کیا ہے۔ اور گھبرائے نہیں۔ کوڑے لگائے گئے۔ قید و تنہائی میں رکھے گئے۔ بھاری بھاری زنجیروں میں جکڑے گئے۔ مگر کلمہ حق کی سربلندی سے کبھی غافل نہ رہے۔ اور جان گسل حالات میں بھی حق بات کہتے رہے۔ اور دنیا کی کسی طاقت کی پرواہ نہ کی اور سب کچھ ہنسی خوشی برداشت کیا اسی راج ہٹ کے واقعات کو بہت ہی اختصار کے ساتھ لکھا جا رہا ہے۔

بغداد کے عباسی خلفاء میں ہارون رشید کے بعد اس کا بیٹا مامون رشید ۱۹۸ھ میں سریر آرائے خلافت ہوا۔ آدمی بہت ذہین تھا۔ بہادر تھا اور ذی علم تھا۔ فقہ وغیرہ علوم اسلامیہ میں مہارت نامہ حاصل کیا۔ اور یونانی فلسفہ کا مطالعہ کیا۔

مگر گمراہ عالموں کے نرغے میں پھنس کر بہت سے غلط عقائد کا بھی قائل ہو گیا۔ جو بالکل اہل سنت والجماعت کے عقائد کے خلاف تھے۔ اور ان غلط عقائد کی دھن میں لگ گیا اس کے دست راست گمراہ کن معتزلی عالم بشیر بن غیاث اعریسی تھے۔ (متوفی ۲۱۸) انہی کی صحبت میں اس نے بہت سی باتیں سیکھیں۔ چونکہ وہ خود یونانی فلسفہ سے متاثر تھا۔ گمراہ علماء کی صحبت نے کریلا نیم چڑھا بنا دیا۔

ایک عجیب وغریب چشمہ

نیشاپور میں پہاڑ کے قریب قریہ دبیر میں پانی کا ایک چشمہ ہے۔ جس کی صفت عجیب وغریب ہے کہ زبردست گرمی میں اس کا پانی ٹھنڈا ہو کر برف ہو جاتا ہے۔ اور سخت سردی میں اس کے برعکس گرم ہو جاتا ہے۔

سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ کے عجائبات بھی بے شمار ہیں۔ اور ایسے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ (روضات الجنات ج۱ص ۲۷۶)

حضرت بایزید بسطامی کا دلچسپ جواب

کسی نے حضرت بایزید بسطامی کو خواب میں دیکھا اور دریافت کیا کہ حضرت بتائیے کیا حال رہا؟ کہا کہ سوال ہوا اے بڈھے کیا لایا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ جب درویش سلطان کے دربار میں جاتا ہے تو اس سے یہ سوال نہیں کرتے کہ کیا لائے ہو۔ بلکہ کہا جاتا ہے کہ کیا لو گے! (روضات الجنات ج۱ص ۳۰۴)

حضرت عائشہ صدیقہؓ پر بہتان کی سزا قتل اور اس پر بہترین استدلال

عبداللہ ہمدانی فرماتے ہیں کہ ایک دن حسن بن یزید کے متعلق لکھا۔ جو طبرستان میں دعوت حق کا کام کر رہے تھے۔ اور کمبل اوڑھتے اور پہنتے تھے۔ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں سرگرم رہتے تھے۔ اور ہر سال بیس ہزار دینار بغداد میں بھیجتے تھے۔ جو اولاد اصحاب رضوان اللہ علیہم میں تقسیم کر دیئے جاتے تھے۔

ایک شخص انہیں حسن بن یزید کے پاس آیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں گندے اور قبیح الفاظ استعمال کیئے۔

حضرت حسن نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ اس کی گردن اڑا دو۔ یہ سن کر کچھ علوی حضرات نے آگے بڑھ کر کہا کہ جناب یہ تو ہماری جماعت کا آدمی ہے۔ حضرت حسن نے فرمایا کہ معاذ اللہ اس شخص نے رسول اکرم صلی اللہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اپنے خطبہ میں یہ بھی فرماتے تھے کہ) دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے (رزین بیہقی عن الحسن مرسلاً)

علیہ وسلم پر طعن کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ

اگر پناہ بخدا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خبیث تھیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خبیث ہونا لازم آتا ہے۔ معاذ اللہ

کیونکہ زبان خداوندی ہے کہ خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے ہیں۔ حالانکہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اکرم الخلق واطیب الخلق ہیں اور ان کی زوجہ مطہرہ بھی طیبہ وطاہرہ ہیں۔ عیب سے پاک ہیں۔

پھر دوبارہ غلام کو حکم دیا کہ اس کافر کی گردن اڑا دو۔ چنانچہ اس کی گردن اڑا دی گئی۔ (الزواجر لابن حجر مکی ج ۲ ص ۱۹۵) عبود حبشی غلام (۸)

سات سال تک نیند سے بیدار نہ ہوا

صاحب قاموس علامہ نور الدین فیروز آبادی مادہ عبد کے تحت اپنی مایہ ناز لغت میں تحریر فرماتے ہیں۔

ایک حدیث معضل میں ہے کہ جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والا ایک حبشی غلام ہوگا۔

کسی قریہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک نبی بھیجا۔ پوری قوم نے انکار کیا۔ اور ایک شخص بھی اس قریہ کا ایمان نہ لایا۔ صرف عبود نامی ایک حبشی غلام ایمان لایا۔ قریہ والوں نے ایمان لانے کے بجائے اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے نبی کو ایک گڑھے میں ڈال کر ایک بھاری چٹان سے ڈھک دیا۔ حبشی مرد مومن کا کام یہ تھا کہ وہ روزانہ جنگل سے لکڑیاں لاتا۔ اور اسے بیچ کر کھانا مہیا کرتا اور اس گڑھے کے پاس آتا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ پتھر اپنے ہاتھ سے اٹھاتا اور پیغمبر علیہ السلام کو کھانا پانی دے کر پتھر ڈھک دیتا۔

ایک روز لکڑیاں لا کر آرام کرنے کی غرض سے بائیں پہلو لیٹ گیا۔ اسے ایسی نیند طاری ہوئی کہ سات برس تک سوتا رہا۔ جب بیدار ہوا تو ایسا معلوم ہوا کہ صرف تھوڑی دیر سویا ہے۔ بیدار ہوتے ہی اپنی لکڑیوں کا گٹھا اٹھایا اور قریہ میں جا کر اسے بیچا۔ اور حسب دستور پیغمبر اسلام کے پاس پہنچا تو ان کو وہاں نہ پایا معلوم ہوا کہ قریہ والوں نے ان کو پہچانا اور اس گڑھے میں سے نکال کر مقام عزت تک پہنچایا۔ پیغمبر صاحب اس اجنبی کے متعلق لوگوں سے پوچھتے تھے لوگوں نے بتایا کہ اس کا پتہ نہیں ہے۔ (قاموس ج ۱ ص ۳۱۱)

طویس المغنی

ان کا نام عیسیٰ ابن عبد اللہ تھا۔ طویس لقب پہلے طاؤس تھا۔ جب مخنث ہو گئے اور مخنثین کی جماعت میں شامل ہو گئے۔ اور گانے بجانے لگے۔ تو ان کی پارٹی نے ان کا لقب طاؤس سے طویس کر دیا۔

تذکرہ نگاروں نے ان کی ہیئت کذائی کا بھی ذکر کیا ہے۔ کہ وہ عجیب الخلقت آدمی تھے۔ اور آنکھوں میں بھینگا پن تھا۔ فن غنا میں اپنے وقت کے مشاہیر تھے۔

منحوسی اور بدبختی میں ضرب المثل تھے۔ لوگ کسی کی نحوست کا ذکر کرتے تھے۔ تو کہتے اشئم عن طویس. یعنی طویس سے زیادہ منحوس اور عجیب اتفاق ہے کہ ان کی پیدائش اس دن ہوئی جس دن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی۔

ان کو دودھ اس دن چھڑایا گیا۔ جس دن سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔

اور سیدنا حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن ان کا نکاح ہوا۔

اور پہلا بچہ جس دن پیدا ہوا۔ اس دن حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی۔ یا حضرت حسن ابن علی رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔

بہر حال طویس کے متعلق کوئی اہم بات اس دن ہوئی جس دن کسی بڑے آدمی کی وفات ہوئی یا شہادت۔ ان وجوہات کے باعث ان کی نحوست زبان پر چڑھ کر ضرب المثل ہو گئی۔

ابو الفرج اصفہانی نے کتاب الاغانی میں ان کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔ ۸۲ سال کی عمر میں ۹۲ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قرآن پڑھ کر بھلا دے تو اللہ کے سامنے اس طرح آئے گا جیسے اس کے اعضا ہاتھ (ہاتھ پیر وغیرہ) کٹے ہوں۔ (مشکوٰۃ)

باب ۲۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مشاہیر عالم اور اُن کا سفرِ آخرت

آنحضرت ﷺ (۵۷۱-۶۳۲ء)

بانی اسلام، ہادی برحق، خاتم الانبیاء مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، والدہ محترمہ کا نام حضرت آمنہ، والد بزرگوار کا نام حضرت عبداللہ، چچا کا نام ابو طالب اور دادا کا نام عبدالمطلب تھا، اعلان نبوت سے قبل ہی غار حرا میں تشریف لے جاتے جب عمر چالیس سال کو پہنچی تو آپ پر پہلی وحی آئی۔ اس کے بعد دعوت وارشاد کا سلسلہ شروع کیا مکی زندگی میں آپ ﷺ کی دعوت وتبلیغ کو تین حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں، پہلا مرحلہ تو بعثت کے بعد سے تین برس تک کا ہے، جو آپ نے بڑی خاموشی اور رازداری کے ساتھ گزارا، اس خاموش دور میں حکیمانہ طرز تبلیغ کے نتیجہ میں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا مشرف بہ اسلام ہوئے، اس کے بعد یہ سلسلہ پھیلتا چلا گیا اور پوری دنیا میں اسلام کی دھاک بیٹھ گئی کفار ومشرکین کا رویہ حضور ﷺ کے ساتھ ہمیشہ معاندانہ ہی رہا، مگر آپ ﷺ کے حسن سلوک سے دشمنان اسلام بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے، آپ کی شفقت اور ستانے والوں کی شقاوت انتہاء کو پہنچ گئی، مگر آپ ﷺ نے یہ سب کچھ برداشت کیا اور کسی کے لئے بددعا نہ کی اسی بناء پر رحمت اللعالمین ﷺ کا لقب پایا آپ ﷺ سب کو ایک نگاہ سے دیکھتے چھوٹے بڑے اور بوڑھے سبھی آپ کے افعال واقوال سے خوش تھے جب آپ ﷺ کے وصال کا وقت آیا تو آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ تین بار نکلے اَللّٰھُمَّ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی اور تیسری مرتبہ روح پاک نے جسم اطہر سے اعلیٰ علیین کی طرف پرواز کی۔

حضرت آدم علیہ السلام

ابوالبشر، خلیفۃ اللہ فی الارض، مسجود ملائکہ، آپ کے وجود باجود سے زمین پر انسانیت کی ابتداء ہوئی۔ ۹۶۰ سال عمر پائی۔ ایک قول کے مطابق مکہ مکرمہ کے مشہور پہاڑ جبل ابی قبیس میں مدفون ہوئے آپ نے اپنی وفات سے قبل اپنے صاحبزادے حضرت شیث علیہ السلام کو اپنا جانشین نامزد فرمایا اور انہیں پانچ وصیتیں فرمائیں:

(۱) دنیا اور اس کی زندگی پر کبھی مطمئن نہ ہونا، میرا جنت پر مطمئن ہونا اللہ کو پسند نہ آیا، بالآخر مجھے وہاں سے نکلنا پڑا۔

(۲) عورتوں کی خواہشات پر کبھی عمل نہ کرنا، میں نے اپنی بیوی کی خواہش پر ممنوعہ درخت کا پھل کھالیا، جس پر مجھے شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا۔

(۳) کام کرنے سے پہلے انجام کو خوب سوچ لو، اگر میں ایسا کرتا تو ندامت نہ اٹھاتا۔

(۴) جس کام سے دل میں کھٹک پیدا ہو، وہ نہ کرو، جنت کا درخت کھاتے وقت میرے دل میں کھٹک پیدا ہوئی لیکن میں نے اس کی پروا نہ کی۔

(۵) ہر کام سے پہلے صاحب الرائے لوگوں سے مشورہ کرلو، اگر میں فرشتوں سے مشورہ لے لیتا تو شرمندہ نہ ہونا پڑتا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام:

ابوالانبیاء' آنحضرت ﷺ کے سوا تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں، آپ کا زمانہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ سے ۲۵۸۵ سال قبل ہے۔ قرآن مجید کی ۲۵ سورتوں میں ۶۳ جگہ آپ کا تذکرہ آیا ہے۔ آپ کو خدا تعالیٰ کے راستے میں جو تکلیفیں پہنچیں ان کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ ہر امتحان میں سرخرو ہوئے اللہ تعالیٰ نے مقام خلّت عطا فرمایا اور "خلیل اللہ" کے لقب سے ملقب ہوئے۔ آپ نے ایک سو پچھتر یا ایک قول کے مطابق دو سو سال کی عمر میں وفات پائی۔ وفات سے پہلے آپ نے اپنے بیٹوں کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ "میرے بیٹو! اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو تمہارے لئے منتخب فرمایا ہے۔ سو تم دم مرگ تک اس کو مت چھوڑنا اور بجز اسلام کے اور کسی حالت پر جان مت دینا۔"

حضرت ادریس علیہ السلام:

آپ حضرت آدم علیہ السلام کے پوتے اور قابیل کے بیٹے ہیں۔ قلم سے لکھنا، سینا پرونا، ناپ تول اور اسلحہ سازی آپ کی ایجادات ہیں۔ قرآن پاک میں دو جگہ آپ کا ذکر آیا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام سے ایک ہزار سال پہلے ہوئے۔ آپ کی جو نصائح منقول ہو کر بعد میں آنے والوں تک پہنچیں ان میں چند یہ ہیں:

(۱) خدا کی بے شمار نعمتوں کا شکر ادا کرنا انسان کی طاقت سے باہر ہے۔

(۲) یاد خدا اور عمل صالح کے لئے نیت میں اخلاص شرط ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آیۃ کرسی قرآن شریف کا چوتھا حصہ ہے (ثواب کے اعتبار سے)۔ (الجامع)

(۳) دوسروں کو عیش میں دیکھ کر ان پر حسد نہ کرو، اس لئے کہ یہ چند روزہ عیش وعشرت ہے۔

(۴) اپنی ضرورت کی چیزوں سے زیادہ کا طالب حریص ہوتا ہے۔

آپؑ نے آخری عمر میں بحکم خداوندی بابل سے مصر کی طرف ہجرت فرمائی۔ دریائے نیل کے کنارے اپنا مسکن بنایا اور یہیں ۸۲ سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کی انگوٹھی پر یہ عبارت کندہ تھی: الصبر مع الایمان با للہ یورث الظفر۔ "اللہ پر ایمان کے ساتھ ساتھ صبر، فتح مندی کا باعث ہوتا ہے۔"

حضرت اسحٰق علیہ السلام:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے چھوٹے بھائی ہیں آپ کی پیدائش کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۱۰۰ سال اور سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۹۰ سال سے متجاوز تھی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام آپ علیہ السلام کے فرزند ارجمند ہیں، جن کی اولاد میں ساڑھے تین ہزار انبیاء کرام ہوئے۔ آپؑ نے ایک سو ساٹھ یا ایک سو اسی سال کی عمر میں وفات پائی۔ اور اپنے والد ماجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلو میں "مدینۃ الخلیل" میں دفن ہوئے۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ لقب "ذبیح اللہ" ہے، کیونکہ آپؑ کے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حکم الٰہی کی تعمیل و امتثال میں مذبوح جانور کی طرح ہاتھ پیر باندھ کر آپ کی گردن پر چھری چلائی تھی ایک سو چھتیس سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ انتقال سے قبل آپؑ نے خانہ کعبہ کی خدمت اور متعلقہ امور اپنے بڑے صاحبزادے نبیت کے سپرد کئے اپنے چھوٹے سوتیلے بھائی حضرت اسحٰق علیہ السلام کو وصیت کی کہ میری لڑکی کا نکاح اپنے لڑکے عیص سے کر دینا۔ عرب مورخین کے مطابق وہ اور ان کی والدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا بیت اللہ کے قریب حرم میں مدفون ہیں۔

حضرت الیاس علیہ السلام (۸۵۴ ق م)

حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ قرآن کریم نے دو مقامات پر آپؑ کا تذکرہ کیا ہے حضرت الیاس کی قوم مشہور بت بعل کی پرستار اور توحید سے بیزار شرک میں مبتلا تھی۔ آپ علیہ السلام نے انہیں توحید خالص کی طرف دعوت دی۔ آپ کی زندگی زاہدانہ اور فقیرانہ معیشت کی حامل تھی۔ دن بھر تبلیغ حق میں مصروف رہتے اور شب کو یاد الٰہی کے بعد جہاں جگہ میسر آ جاتی ہاتھ کا تکیہ سر کے نیچے رکھ کر سو رہتے۔ بعض مؤرخین حضرت خضر علیہ السلام کی طرح حضرت الیاس علیہ السلام کی بھی زندگی کے قائل ہیں، کہ وہ قرب قیامت تک زندہ رہیں گے۔ حاکم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی ملاقات اور اکٹھے کھانا کھانے کا ذکر بھی کیا۔ علامہ ذہبیؒ نے اس طرح کی روایات کو موضوع قرار دیا ہے تاہم آپؑ کی وفات کے بارے میں تاریخ میں کوئی تفصیل نہیں ملتی۔

حضرت ایوب علیہ السلام (۱۳۰۰ ق م تقریباً)

حضرت اسحٰق علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ دولت و ثروت اور کثرت اہل وعیال کے لحاظ سے بہت خوش بخت اور فیروز مند تھے۔ اپنے بلند مقام کی نسبت سے بڑی آزمائش و ابتلاء سے گزرے اور صابر و شاکر رہے یہاں تک کہ "صبر ایوب" ضرب المثل بن گیا۔ تیرہ سال تک مصائب کے ابتلاء کے بعد اللہ تعالیٰ نے پہلے سے زیادہ انعامات و اکرامات سے نوازا۔ اپنے عدیم النظیر مجاہدہ سے صبر و استقلال، ہمت و برداشت اور رضا بالقضاء کا درس دے کر ۱۴۰ سال کی عمر میں عالم دنیا سے عالم آخرت کی طرف کوچ فرمایا۔

حضرت داؤد علیہ السلام (وفات ۱۰۱۵ ق م)

بنی اسرائیل نے انہیں بالاتفاق اپنا بادشاہ تسلیم کیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد میں اسرائیلیوں کو متعدد فتوحات حاصل ہوئیں ابتداء میں جبرون اسرائیلیوں کا دارالحکومت تھا، جسے اب "الخلیل" کہتے ہیں۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے یبوسیوں کا شہر فتح کیا، جس کا نام یروشلم رکھا گیا وفات کے وقت اپنے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام سے فرمایا:

"طاقتور بن جاؤ اور جراٴت مند بنو اور خوف نہ کھاؤ اور نہ ہی دہشت زدگی کا شکار ہو جاؤ خدا کے لئے کام کرو جو میرا بھی خدا ہے، اور تمہارا بھی وہ تمہارا ساتھ دے گا، وہ تمہیں کبھی ناکام نہیں ہونے دے گا خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے تمام امور جلد انجام دو۔"

حضرت زکریا علیہ السلام:

حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ اپنے ہاتھ سے محنت مزدوری کر کے اپنے اور اہل وعیال کے لئے روزی کماتے تھے مشہور قول کے مطابق آپ کو یہود بے بہبود نے شہید کیا کس طرح اور کس مقام پر شہید کیا؟ اس میں اختلاف ہے۔ ابن کثیرؒ نے اپنی تاریخ میں وہب بن منبہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ یہود آپ کے صاحبزادے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو شہید کرنے کے بعد آپ کو قتل کرنے کی طرف متوجہ ہوئے تو آپ علیہ السلام وہاں سے بھاگے، تا کہ ان کے ہاتھ نہ لگ سکیں سامنے ایک درخت آ گیا وہ اس کے شگاف میں گھس گئے یہودی تعاقب کر رہے تھے انہوں نے جب یہ دیکھا تو ان کو نکلنے پر مجبور کرنے کی بجائے درخت پر آرہ چلا دیا جب آرہ زکریا علیہ السلام پر پہنچا تو خدا کی وحی آئی اور زکریا علیہ السلام سے کہا گیا کہ اگر تم نے کچھ بھی آہ و زاری کی تو ہم یہ سب زمین تہہ و بالا کر دیں گے اور اگر تم نے صبر سے کام لیا تو ہم بھی یہود پر فوراً اپنا غضب نازل کریں گے چنانچہ زکریا علیہ السلام نے صبر سے کام لیا اور اف تک نہیں کی۔ یہود نے درخت کے ساتھ ان کے بھی دو ٹکڑے کر دیئے شہادت کے وقت

عمر ایک سو سال سے زائد تھی بیت المقدس میں دفن کئے گئے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام:

نبوت و بادشاہت کے جامع تھے، جنات، حیوانات اور ہوا آپؑ کے تابع تھے چرند و پرند کی بولیاں سمجھ لیتے تھے۔قوت فیصلہ کی محیر العقول استعداد تھی۔آپؑ نے ترپن سال کی عمر میں اس حالت میں انتقال فرمایا کہ آپ کے حکم سے جنوں کی ایک بہت بڑی جماعت عظیم الشان عمارات بنانے میں مصروف تھی کہ سلیمان علیہ السلام کو پیغام اجل آپہنچا۔انہوں نے یہ سوچ کر کہ کہیں ''جن'' تعمیر کو ناقص نہ چھوڑ دیں، آبگینہ کا ایک حجرہ بنوایا اور اس کے اندر لاٹھی کے سہارے کھڑے ہو کر عبادت میں مشغول ہو گئے اسی حالت میں موت کے فرشتے نے اپنا کام پورا کر لیا تقریباً ایک سال تک حضرت سلیمان علیہ السلام اسی طرح کھڑے رہے اور جن مشغول تعمیر رہے لیکن جب وہ تعمیر مکمل کر کے فارغ ہوئے تو حضرت سلیمان علیہ السلام کی لاٹھی میں دیمک پیدا ہو گئی، اور اس لاٹھی کو چاٹ کر بے جان کر دیا اور وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا بوجھ برداشت نہ کر سکی اور آپؑ زمین پر گر گئے۔

حضرت شعیب علیہ السلام:

حضرت شعیب علیہ السلام کا سلسلہ نسب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے ''مدین'' سے ملتا ہے جس کی اولاد آگے چل کر بہت بڑا قبیلہ بن گئی۔ آپؑ اسی قبیلہ کی اصلاح کے لئے مبعوث فرمائے گئے حضرت شعیب بڑے فصیح و بلیغ مقرر تھے۔شیریں کلامی، حسن خطابت اور طرز بیان میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔قوم شعیبؑ شرک و بت پرستی کے علاوہ ناپ تول میں کمی اور خیانت جیسی سماجی برائیوں میں مبتلا تھی۔حضرت شعیب علیہ السلام کی دلسوزی، خیر خواہی اور اتمام حجت کے بعد بھی ایمان نہ لانے کی وجہ سے قوم مدین کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا عذاب کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام اہل ایمان افراد کو لے کر بحکم خداوندی مدین سے چلے گئے اور یمن کے علاقے ''حضر موت'' میں جا کر آباد ہوئے۔یہیں ایک سو بیس برس کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی۔حضر موت کے مشہور شہر ''شیون'' کی مغربی جانب ''شبام'' کے قریب آپ کی قبر ہے، جو زیارت گاہ عوام و خواص ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے درمیان تقریباً ڈھائی سو سال کا عرصہ ہے فرعون، قوم فرعون اور بنی اسرائیل کے ہاتھوں جو تکالیف حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اٹھائیں اور ان کی اصلاح حال کے لئے جس قسم کی ایذائیں اور مصیبتیں برداشت کیں ان کی نظیر باستثنائے نبی اکرم ﷺ و حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور کسی نبی اور رسول کی زندگی میں نہیں ملتی ایک سو بیس سال کی عمر میں وفات پائی۔آپ کی وفات کے وقت حق تعالیٰ کی طرف سے آپ کو پیشکش ہوئی کہ کسی بیل کی کمر پر اپنا ہاتھ رکھیں جتنے بال آپ کے ہاتھ کے نیچے آئیں گے اتنے سال آپ کی عمر بڑھا دی جائے گی۔حضرت موسیٰ نے دریافت کیا کہ بارالٰہی! اس کے بعد کیا انجام ہوگا؟ حضرت حق سے جواب ملا کہ آخر کار پھر موت ہے۔تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ ''اگر طویل سے طویل زندگی کا آخری نتیجہ موت ہی ہے تو پھر وہ آج ہی کیوں نہ آ جائے۔اور دعا کی کہ ''الٰہ العالمین! اس آخری وقت میں مجھے ارض مقدس کے قریب کر دے۔'' میدان تیہ کے سب سے قریب وادی مقدس کی بستی ''اریحا'' ہے اس میں کثیب احمر (سرخ ٹیلہ) کے پاس آپ کی قبر واقع ہے۔

حضرت ہارون علیہ السلام:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حقیقی بڑے بھائی ہیں۔آپؑ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تین سال بڑے ہیں اور تین سال ہی پہلے وفات پائی، حضرت ہارون اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کو بنی اسرائیل کی اصلاح و تربیت اور نگرانی کے لئے میدان تیہ میں ایک عرصہ تک رہے اسی دوران حضرت ہارون علیہ السلام کا آخری وقت آپہنچا میدان تیہ میں ایک پہاڑ ''ہود'' مشہور تھا موسیٰ علیہ السلام بحکم خداوندی اپنے بھائی ہارون علیہ السلام اور ان کے بیٹے کو لے کر اس پہاڑ کی چوٹی پر چلے گئے اور وہاں عبادت خداوندی میں یکسوئی کے ساتھ مصروف رہے پہاڑ کی چوٹی پر ایک تخت جیسا چبوترہ بنا ہوا تھا اس پر ایک درخت کا سایہ تھا۔حضرت ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ میرا دل اس جگہ آرام کرنے کو چاہ رہا ہے، بشرطیکہ تم بھی میرے ساتھ آرام کرو، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بڑے بھائی کی خواہش کا احترام فرمایا، حضرت ہارون علیہ السلام نے آرام کرنے کے لئے سر زمین پر رکھا، سر رکھتے ہی وقت اجل آ گیا اور آپؑ نے جان جاں آفریں کے سپرد کر دی۔تب حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کی تجہیز و تکفین کے بعد نیچے اترے اور بنی اسرائیل کو ہارون علیہ السلام کی وفات سے مطلع کیا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام:

حضرت اسحٰق علیہ السلام کے بیٹے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے والد ماجد ہیں۔آپؑ نے اپنی وفات کے وقت اپنی اولاد کو دین حق پر قائم رہنے کی تلقین کرتے ہوئے بطور تاکید کے پوچھا کہ ''تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟'' اولاد نے جواب دیا: ''ہم سب اس کی عبادت کریں گے جو آپ کا معبود ہے۔آپ کے باپ دادا ابراہیمؑ اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ کا معبود ہے۔وہی معبود جو یکتا ہے اور ہم سب اسی کی اطاعت گزار ہیں۔'' آپؑ نے ایک سو چوہتر سال کی عمر میں مصر میں وفات پائی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صفا مروہ میں دوڑو کہ یہ دوڑنا تم پر لازم ہے۔(طبرانی)

حضرت یحیٰی علیہ السلام:

حضرت زکریا علیہ السلام کے بیٹے اور ان کی پیغمبرانہ دعاؤں کا حاصل تھے۔ آپؑ پر فکر آخرت کا غلبہ تھا۔ پاکیزہ رو، پاکیزہ خو، مبارک وسعید عابد و زاہد تھے حدیث میں ہے کہ یحیٰی علیہ السلام نے نہ کبھی گناہ کیا، نہ گناہ کا ارادہ کیا۔ پھر بھی خدا کے خوف سے روتے روتے رخساروں پر آنسوؤں کی وجہ سے نالیاں سی بن گئی تھیں۔

آپ علیہ السلام بنی اسرائیل کو توریت پر عمل کرانے کے لئے وعظ وتذکیر فرمایا کرتے تھے یہودی آپ کی برگزیدگی و مقبولیت اور دعوت الی اللہ کو برداشت نہ کر سکے اور آخر کار انہیں شہید کر ڈالا۔ آپؑ کی شہادت کا سانحہ بیت المقدس میں ہیکل اور قربان گاہ کے درمیان ہوا اس جگہ ستر انبیاء شہید کئے گئے۔ آپؑ کا سانحہ شہادت ولادت نبوی ﷺ سے ۵۴۱ سال پہلے پیش آیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام:

زندگی بھر مصر کے حکمران اور مختار رہے جب ان کا آخری وقت آیا تو اپنے بھائیوں اور اولاد سے کہا: ''ایک وقت آئے گا جب خدا تمہیں پھر اسی زمین کنعان میں لے جائے گا'' جس کا ابراہیمؑ، اسحاقؑ اور یعقوبؑ سے اس نے وعدہ کیا تو جب بھی وہ وقت آئے تم میری نعش اپنے ساتھ لے جانا اور میرے بزرگوں کے پاس دفن کر دینا۔'' چنانچہ ان کے خاندان کے لوگوں نے نعش میں خوشبو بھری اور ایک صندوق میں محفوظ کر دی۔ (پیدائش ۵۰، ۲۴۰)

حضرت یونس علیہ السلام (۷۸۱ ق م)

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی بنیامین کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ بطور ابتلاء ایک قول کے مطابق چالیس دن بحکم خداوندی مچھلی کے پیٹ میں زندہ سلامت رہے۔ اور اسی کے باعث ''ذوالنون'' اور ''صاحب الحوت'' (مچھلی والے) کہلائے زندگی کے آخری ایام میں اپنے کچھ ساتھیوں کو لے کر ''نینویٰ'' میں واقع ایک پہاڑ ''صیہون'' پر تشریف لے گئے یہاں عبادت و یادالٰہی میں مصروف رہتے۔ یہیں آپ کا وقت موعود آیا اور داعی اجل کو لبیک کہا۔ حضرت شاہ عبدالقادرؒ کی تحقیق کے مطابق آپ کی قبر ''نینویٰ'' میں ہے۔

حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت

خلیفہ اول اور جلیل القدر صحابی، نوجوانوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا زندگی بھر حضور نبی کریم ﷺ کے دکھ سکھ میں ساتھ دیا اپنے عہد میں جھوٹے مدعیان نبوت کا خاتمہ کیا، عراق اور شام فتح کیے زندگی کے آخری ایام میں جب مرض نے غلبہ پالیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آئندہ نماز آپ پڑھا دیا کریں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اگر آپ اجازت دیں تو طبیب کو بلائیں تو آپ نے فرمایا:

انی فعال لما یرید ترجمہ: وہ کہتا ہے میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ اس کے بعد جب زندگی کا آخری لمحہ آن پہنچا تو فرمایا رَبِّ تَوَفَّنِیْ مُسلِمًا و الحِقْنِیْ بالصّالِحِیْن ترجمہ: اے اللہ مجھے مسلمان اٹھا اور اپنے نیک بندوں میں شامل کر ان الفاظ کے خاتمے کے ساتھ ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

ابو درداء رضی اللہ عنہ

۲ھ میں اسلام قبول کیا موت کے وقت فرمایا یہ میرا آخری وقت ہے مجھے کلمہ پڑھاؤ چنانچہ لوگ کلمہ کی تلقین کرتے رہے اور پھر آپ اس کا ورد کرتے ہوئے خالق حقیقی سے جا ملے۔

ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ حضرت:

(وفات بہ عہد حضرت عثمان) صحابی رضی اللہ عنہ، اصل نام جندب کنیت ابوذر، اسلام قبول کرنے کے بعد حضور ﷺ کے حکم پر اپنے گھر پہنچے اور اپنی والدہ اور بھائی کو مسلمان بنایا جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو بیوی نے کہا کہ کفن کے لیے کوئی کپڑا نہیں کیسے کفن دوں گی فرمایا حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ تم میں ایک شخص صحرا میں فوت ہو گا اور آخری وقت میں مسلمانوں کی ایک جماعت اس کے پاس پہنچے گی انہوں نے کہا ماسوائے میرے سب انتقال کر چکے ہیں تھوڑی دیر بعد چند سوار وہاں پہنچ گئے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مہمانوں کیلئے بکری ذبح کی جائے پھر ان لوگوں کو وصیت فرمائی کہ تم لوگوں میں جو شخص حکومت کا معمولی بھی عہدے دار ہے وہ میری میت کو ہاتھ نہ لگائے اس کے بعد انتقال کیا نماز جنازہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔

ابوالسفیان بن الحارثؓ:

(وفات ۲۰ھ) شاعر اسلام اور حضور ﷺ کے رضاعی بھائی قبول اسلام سے پہلے حضور ﷺ کے اصحاب کی ہجو کہا کرتے تھے اسلام میں اگر کوئی داخل ہوتا تو اس سے دوری اختیار کرتے بیس سال تک حضور ﷺ کے بھی دشمن رہے فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کیا جب وفات کا وقت آیا تو اپنے گھر والوں سے کہا کہ مجھ کو رونا نہیں کیوں کہ جب سے میں اسلام لایا ہوں کسی گناہ میں آلودہ نہیں ہوا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت:

صحابی رسول اللہ ﷺ آپ کا شمار اکابر صحابہ میں ہوتا ہے، بہت بڑے عالم، حافظ حدیث، مفتی اور فقیہ تھے پانچ ہزار تین سو چوہتر احادیث کے راوی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ سے کچھ فاصلہ پر مقام عقیق میں اپنا گھر بنایا تھا وہیں انتقال فرمایا جب وفات کا وقت قریب آیا تو رونے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ حجر اسود کو روز قیامت لائے گا اس کی دو آنکھیں بھی ہوں گی۔ (الدارمی)

لگے لوگوں نے کہا آپ کیوں روتے ہیں فرمایا: **اما انی لا ابکی علی دنیا کم ھذہ و لکنی ابکی علی سفری و قلۃ زادی**، لوگو! میں تمہاری اس دنیا سے چھوٹ جانے پر نہیں رو رہا ہوں بلکہ اس لئے رو رہا ہوں کہ میرا سفر بہت لمبا ہے اور سامانِ سفر بہت کم ہے اور اب میں ایسے موقع پر ہوں کہ روح نکلتے ہی یا تو جنت میں جانے والا ہوں یا دوزخ میں، میں نہیں سمجھتا کہ مجھے پکڑ کر کس میں لے جایا جائے گا۔

وفات سے قبل یہ وصیت بھی کی کہ میری قبر پر خیمہ نہ لگانا اور جنازے کے ساتھ انگیٹھی نہ لے جانا اور مجھ پر آواز سے نہ رونا اور جنازہ لے جانے میں جلدی کرنا اگر میں صالح ہوں گا تو جلد اپنے رب سے ملوں گا اور بد قسمت ہوں گا تو ایک بوجھ تمہاری گردن سے دور ہوگا (ابن سعد)

امام حسین رضی اللہ عنہ حضرت (۶۲۶ـ۶۸۰ء)

آنحضور نبی کریم ﷺ کے نواسے، اثنا عشریہ کے تیسرے امام ۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ کو میدان کربلا میں جب آپ کا جسم مبارک زخموں سے چور ہو گیا اور آپ لڑکھڑا کر زمین پر گر پڑے تو اس وقت بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گود میں پرورش پانے والے، رسول اللہ ﷺ کے کندھے پر سواری کرنے والے، نوجوانانِ جنت کے سردار حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے منہ سے اگر کچھ کلمات نکلے تو یہی نکلے:

صبرا علی قضائک یا رب لا الہ سواک، ترجمہ: تیرے فیصلے پر میں صابر اور راضی ہوں اے میرے رب تیرے سوا میرا کوئی معبود نہیں۔

بلال رضی اللہ عنہ حضرت:

صحابی آنحضور ﷺ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب تھا ان کی بیوی کہہ رہی تھی "**واحزناہ**" ہائے افسوس تم جا رہے ہو اور وہ کہہ رہے تھے "**واطرباہ غداً نلقی الاحبہ محمداً**" کیسے مزے کی بات ہے کل کو دوستوں سے ملیں گے۔ حضور اقدس ﷺ سے ملیں گے ان کے ساتھیوں سے ملیں گے۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ حضرت:

صحابی رضی اللہ عنہ، جب حضرت کی وفات کا وقت قریب آیا تو فرمانے لگے "محبوب (موت) احتیاج کے وقت آیا جو نادم ہو وہ کامیاب نہیں ہوتا یا اللہ! تجھے معلوم ہے کہ ہمیشہ مجھے فقر غنا سے زیادہ محبوب رہا اور بیماری صحت سے زیادہ پسندیدہ رہی اور موت زندگی سے زیادہ مرغوب رہی مجھے جلدی سے موت عطا کر دے کہ تجھ سے ملوں۔" ان الفاظ کے ساتھ رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ حضرت (۲۱ھ)

اسلام کے نامور جرنیل اور صحابی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے انہیں سیف اللہ کا لقب مرحمت فرمایا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے تقریباً تمام اسلامی جنگوں میں شرکت فرمائی اور ہر جنگ میں سرخرو لوٹے سپہ سالارِ اعظم کا جب آخری وقت قریب آیا تو وہ اپنے جسم پر زخموں کے نشانات دکھاتے تھے اور جب وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو گئے اور بچنے کی کوئی امید باقی نہ رہی تو فرمایا "افسوس میری ساری زندگی میدان جنگ میں گذری اور آج میں بستر مرگ پر جانوروں کی طرح ایڑیاں رگڑ کر جان دے رہا ہوں"

خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ حضرت:

اسلام کے وہ بطلِ جلیل جو حق کی خاطر تختۂ دار کی منزل سے گزرے۔ شار قدیم السلام صحابہ میں ہوتا ہے مقام رجیع پر دو سو مسلح نوجوانوں نے ان پر اور ان کے ساتھیوں پر حملہ کر دیا بدعہدی اور اچانک حملے میں چھ سے چار صحابہ شہید اور دو گرفتار ہوئے۔ گرفتار ہونے والوں میں آپ بھی شامل تھے۔ عقبہ بن حارث نے رقم دے کر حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو اس لیے خرید لیا تا کہ اپنے باپ حارث بن عامر کے بدلے میں انہیں تہ تیغ کر دے چنانچہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو پھانسی دینے کا فیصلہ کیا گیا جب حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو تختہ دار پر لائے تو آپ نے فرمایا، "**اللھم انا قد بلغنا رسالۃ رسولک فبلغہٗ ما یصنع بنا**. یعنی "اے باری تعالیٰ ہم نے تیرے رسول ﷺ کا پیغام پہنچا دیا ہے اب تو اپنے رسول کو اس ساری تفصیل سے آگاہ کر جس سے ہم دوچار ہو کر دنیا سے جا رہے ہیں" تختہ دار پر کھڑے ہو کر انہوں نے اپنی آخری خواہش کا اظہار اپنے آخری کلمات میں کیا وہ کلمات یہ تھے۔

"مجھے قبلہ رُخ کر کے تختہ دار پر کھڑا کیا جائے تا کہ جان نکلنے پر زمین پر گروں تو اس حال میں کہ میرا منہ قبلہ رخ ہو اور میں سجدہ ریز ہوں" دشمن نے ان کی یہ آرزو پوری نہ ہونے دی اور اُن کا رخ قبلہ کی مخالفت سمت میں کر دیا گیا اور پھر انہیں پھانسی دے دی گئی جس وقت آپ کا رُخ قبلہ سے ہٹا کر دوسری طرف کیا گیا آپ رضی اللہ عنہ نے یہ قرآنی آیت پڑھی **اینما تولوا فثم وجہ اللہ** . اور آخری وقت میں چہرہ خود بخود کعبہ کی طرف مڑ گیا۔

سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ حضرت:

صحابی، جنگ احد میں جب حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ سعد رضی اللہ عنہ کا حال معلوم نہیں ہوا چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک صحابی کو تلاش کے لئے بھیجا وہ شہداء کی جماعت میں تلاش کر رہے تھے آوازیں بھی دے رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ مجھے حضور ﷺ نے بھیجا ہے کہ سعد رضی اللہ عنہ کی خبر لاؤں تو ایک نحیف آواز آئی اور دیکھا کہ وہ سات مقتولین کے درمیان نزع کی حالت میں ہیں جب وہ صحابی قریب پہنچے تو فرمایا "محبوب خدا ﷺ سے میرا اسلام عرض کرنا اور کہہ دینا کہ اللہ تعالیٰ میری جانب سے آپ ﷺ کو اس سے بہتر اور افضل بدلہ عطا فرمائیں جو کسی نبی کو اس کے اُمتی کی طرف سے بہتر سے

بہتر عطا کیا ہو اور مسلمانوں کو میرا یہ پیام پہنچا دینا کہ اگر کافر محبوب خدا ﷺ تک پہنچ گئے اور تم میں سے کوئی آنکھ بھی چمکتی رہے یعنی زندہ رہا تو اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی عذر بھی تمہارا نہ چلے گا۔" اور یہ کہہ کر جاں بحق ہو گئے۔

سعد بن جبیر رضی اللہ عنہ حضرت (شہادت ۹۴ھ)

جب حجاج بن یوسف کے حکم پر آپ کو قتل کیا جانے لگا تو آپ نے بارگاہِ الٰہی میں دعا مانگی "یا اللہ میرے قتل کے بعد اس ظالم کو کسی دوسرے کے قتل پر قادر نہ رکھنا۔"

پھر کلمہ شہادت پڑھا۔

ابھی کلمہ زبان پر جاری تھا کہ جلاّد نے سرتن سے جدا کر دیا۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت (وفات ۵۸ھ عمر ۶۷ سال)

ام المومنین رضی اللہ عنہا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی آخری زمانہ میں بیمار ہوگئیں چند روز بیماری کا سلسلہ جاری رہا جب آپ سے کوئی خیریت پوچھتا تو فرماتیں ٹھیک ہوں وفات سے قبل آپ نے وصیت فرمائی کہ مجھے حجرہ مبارک میں حضور ﷺ کے برابر دفن نہ کیا جائے کیونکہ وہاں ایک نامحرم (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) بھی دفن ہیں مجھے جنت البقیع میں دوسری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ دفن کیا جائے۔

عبادہ بن صامت انصاری رضی اللہ عنہ حضرت (وفات ۳۴ھ)

صحابی نزع کے وقت اُن کا شاگرد حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا اس نے آپ کی اس حالت کو دیکھ کر رونا شروع کر دیا حضرت نے رونے سے منع فرمایا اور کہا "جتنی حدیثیں بیان کی تھیں ان میں ایک رہ گئی ہے اور جب وہ حدیث بیان کی تو روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی خلیفہ ثالث رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں انتقال ہوا۔

عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ حضرت:

صحابی رسول اللہ ﷺ۔ پیدائش مدینہ منورہ۔ آٹھ برس کی عمر میں حضور ﷺ سے بیعت کی سعادت نصیب ہوئی ۲۱ برس کی عمر میں جنگ یرموک میں شریک ہوئے۔ ۲۶ھ میں فتح طرابلس ان ہی کا کارنامہ ہے۔ ۷۲ھ میں جب حجاج بن یوسف فوج ظفر موج لے کر مکہ معظمہ پر حملہ آور ہوا تو آپ وہیں پناہ گزین تھے حجاج بن یوسف مکہ معظمہ پر گولے برساتا رہا جس کے نتیجے میں ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھی فاقہ کشی سے تنگ آ کر حجاج کی صفوں میں شامل ہو جاتے حتیٰ کہ اُن کے دولڑکے بھی اُن کے ساتھ مل گئے آخری وقت پر اُن کی فوج کا علمبردار قتل ہو گیا تو ابن زبیر رضی اللہ عنہ دس ہزار کے لشکر میں گھس گئے اور تلوار چلانے لگے سامنے سے ایک تیر آیا اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے سر میں لگا خون جاری ہو گیا لیکن زبان پر یہ رجز جاری تھا۔

وَلَسْنَا علی الاعقاب قَدَمِی کُلُومنَاوَلکن اَقْدَامِنا تَقطرُ دَمَنَا

یعنی ہم وہ نہیں ہیں کہ پیٹھ پھیرنے سے ہماری ایڑیوں سے خون گرے بلکہ ہم وہ ہیں جو سینہ سپر رہتے ہیں اور ہمارے پنجوں پر خون گرتا ہے اس رجز کا ورد کرتے ہوئے شہادت پائی۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (وفات ۷۴ھ)

صحابی، نزول وحی سے ایک سال قبل پیدا ہوئے غزوہ خندق، تبوک، موتہ، خیبر اور فتح مکہ میں شریک ہوئے۔ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے اور عرب وعجم کے مابین مضبوط رابطہ کی حیثیت رکھتے تھے وفات سے قبل کسی کوفی نے حرم میں مکھی مارنے کا کفارہ پوچھا آپ نے چونک کر اتنا باریک مسئلہ پوچھنے والے سے پوچھا تو کہاں کا باشندہ ہے؟ اس نے کہا کوفہ (عراق) کا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ غضبناک ہو گئے اور فرمایا "تو مکھی کے خون کا کفارہ پوچھنے آیا ہے حالانکہ جگر گوشۂ رسول حضرت حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کو شہید کر ڈالا۔" یہ بات کوفی کو سخت ناگوار گزری اور اس نے زہر بجھی تلوار سے آپ پر حملہ کر دیا زخم اتنا کاری تھا کہ افاقہ نہ ہو سکا تو آپ نے اپنے بیٹے سالم کو وصیت فرمائی، "مجھے حدودِ حرم میں دفن نہ کرنا کہ جس زمین سے ہجرت کی پھر اسی میں دفن ہوتے اچھا معلوم نہیں ہوتا" لیکن وفات کے بعد حجاج بن یوسف نے ان کی یہ آرزو پوری نہ ہونے دی اور انہیں فخ میں دفن کیا گیا۔

عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضرت (وصال ۶۵۶ء)

خلیفہ ثالث اور جلیل القدر صحابی، بڑے نرم دل اور سخی تھے اسلام کے ابتدائی زمانہ میں مسلمانوں کی قوت بڑھانے کے لئے بے دریغ دولت خرچ کی، حضور کی دو صاحبزادیاں ان کے نکاح میں آئیں زندگی کے آخری ایام میں کنانہ بن بشر نے پیشانی مبارک پر لوہے کی سلاخ سے ایک دردناک ضرب لگائی تو آپ زمین پر گر پڑے اور فرمایا "بسم اللہ توکلت علی اللہ،" دوسری سلاخ سودان بن حمران نے ماری جس سے خون کا فوارہ بہنے لگا عمرو بن حمق کو یہ سفا کی ناکافی معلوم ہوئی تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سینے پر کھڑا ہو گیا اور جسم مبارک مطہر کو نیزے سے چھیدنے لگا۔ اسی وقت ایک بے رحم نے تلوار چلائی، وفادار بیوی حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا نے ہاتھ سے وار کو روکا، جس سے ان کی تین انگلیاں کٹ گئیں اسی کشمکش کے دوران حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

علی رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا امیر المومنین (شہادت ۴۰ھ)

صحابی رسول ﷺ، خلیفہ چہارم اور حضور کے چچازاد بھائی اور داماد، نوجوانوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا ہجرت کے موقع پر آپ ہی نے لوگوں کی امانتیں واپس کیں ان کے عہد خلافت میں مسلمان خانہ جنگی کا شکار

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سوار حاجیوں سے فرشتے مصافحہ کرتے اور پیادوں سے گلے ملتے ہیں۔ (الدر)

ہو گئے بہادری، شجاعت اور علم میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے ۲۰ رمضان المبارک ۴۰ھ کو مسجد کی طرف جاتے ہوئے راستے میں ابن ملجم نے آپ رضی اللہ عنہ پر تلوار کا وار کیا تلوار کا زخم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کنپٹی تک پہنچا تھا اور تلوار کی دھار دماغ تک اتر گئی تھی مگر اس کے باوجود آپ تین روز تک زندہ رہے اس دوران کلمہ طیبہ ہی زبان پر جاری رہا اور اسی حالت میں اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔

عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ حضرت (وفات بعمر ۹۱ سال)

صحابی، جنگ صفین زوروں پر تھی، حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے دودھ کے چند گھونٹ پی کر فرمایا "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ دودھ کا گھونٹ تیرے لیے دنیا کا آخری توشہ ہوگا۔" یہ کہتے ہوئے شامی فوجوں کے کشتوں کے پشتے لگاتے ہوئے شہید ہو گئے۔

عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا:

خلیفہ دوم، امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے دس سالہ دورِ حکومت میں ذمیوں اور غیر مسلموں کے ساتھ جو سلوک کیا آج کے دور میں مسلمان مسلمان سے نہیں کرتے اس کا اندازہ اس امر سے لگایئے کہ زندگی کے آخری لمحے تک انہیں ذمیوں کا خیال رہا وصال کے وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا۔

"غیر مسلم رعایا کے لیے اللہ اور اُس کا رسول کی ذمہ داری یاد رکھیں میں نے ان سے جو اقرار کیے ہیں ہمیشہ پورے کیے جائیں ان کے دشمنوں سے ان کی حفاظت کی جائے اور ان پر کبھی سختی نہ کی جائے۔"

آپ صبح کی نماز پڑھاتے ہوئے ایک پارسی غلام فیروز کاشانی کے خنجر کے چھ وار سہہ کر تین دن تک بیمار رہنے کے بعد یکم محرم ۲۴ھ کو واصل باللہ ہوئے۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ حضرت:

صحابی، اسلام کے نامور جرنیل، مصر فلسطین کے چپے چپے پر اسلام کا جھنڈا لہرانے والے اس عظیم جرنیل کی موت کا وقت جب قریب آیا تو اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھائے، مٹھیاں کس لیں اور بارگاہ ایزدی میں دعا کرنے لگے۔

"الٰہی تو نے حکم دیا اور ہم نے حکم عدولی کی، الٰہی تو نے منع کیا اور ہم نے نافرمانی کی الٰہی میں بے قصور نہیں ہوں کہ معذرت نہ کروں، طاقت ور نہیں ہوں کہ غالب آجاؤں، اگر تیری رحمت شامل حال نہ ہوگی تو ہلاک ہو جاؤں گا، اس کے بعد تین مرتبہ لا الٰہ الا اللہ کہا اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی، یکم شوال ۴۳ھ بعد نماز عید الفطر آپ کے صاحبزادے نے نماز جنازہ پڑھائی اور مقطم میں سپرد خاک کیے گئے۔

فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا حضرت:

حضور کی صاحبزادی، ان کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر راست گو کوئی نہیں دیکھا۔

جب آپ رضی اللہ عنہا کے وصال کا وقت قریب آیا تو اپنے جگر گوشوں کو لے کر خاتم الانبیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر حاضر ہوئیں اور دو رکعت نماز ادا کی غسل فرمایا دونوں جہاں کے تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کا بچا ہوا کفن پہنا اور کہا "میں اپنے باپ کی چادر اوڑھ کر لیٹتی ہوں، کچھ دیر بعد مجھے آواز دینا اگر میں جواب نہ دوں تو سمجھ لینا کہ ساقی کوثر شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہنچ چکی ہوں۔" حسب ہدایت ایک گھڑی کے بعد حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے آواز دی لیکن کوئی جواب نہ ملا پاس آکر دیکھا تو لاڈلی بیٹی شفیق باپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لے جا چکی تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد چھ ماہ بعد انتیس برس کی عمر میں وصال فرمایا۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ (انتقال ۱۸ھ)

صحابی رضی اللہ عنہ، انصار میں ایمان لانے والوں میں اولین فہرست میں شامل تھے متعدد جنگوں میں حصہ لیا۔

جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آپہنچا تو آپ رضی اللہ عنہ نے رونا شروع کر دیا لوگوں نے کہا آپ صحابی ہیں اور علم وفضل میں ممتاز ہیں آپ کو رونے کی کیا ضرورت ہے، آپ نے فرمایا: "مجھے نہ موت کی گھبراہٹ ہے اور نہ دنیا چھوڑنے کا غم، مجھے صرف عذاب وثواب کا خیال ہے۔"

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ

صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "یہ زمین پر چلتے پھرتے زندہ شہید ہیں"

جنگ جمل میں شدید زخمی ہونے کے بعد آخری سانسیں لے رہے تھے کہ ثور بن مجزاۃ کا ان پر گذر ہوا حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے سر اٹھا کر پوچھا کون؟ ثور نے جواب دیا کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپاہیوں میں سے ہوں، فرمایا ہاتھ بڑھاؤ تمہارے ہاتھ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تجدید کرنا چاہتا ہوں، انہوں نے ہاتھ آگے کیا حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے بیعت کے الفاظ دہرائے اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی تو فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ "طلحہ رضی اللہ عنہ تمہاری بیعت کا عہد لیے جنت میں داخل ہوں گے۔"

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

جلیل القدر صحابی، غزوہ خندق کے موقع پر ان ہی کے مشورہ سے خندق کھودنے کا فیصلہ ہوا رومی النسل تھے عربوں میں ان کا کوئی خاندان نہ تھا زبان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے "سلمان منا اھل البیت" کا شرف حاصل ہوا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعزازاً ان کو اپنے اہل بیت میں داخل کر لیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبریل نے مجھے آکر کہا کہ میں تلبیہ زور سے کہوں۔ (مجمع)

حضرت عثمان کے عہد خلافت میں بیمار ہوئے سعد بن ابی وقاصؓ عیادت کو گئے تو آپؓ رونے لگے سعدؓ نے کہا یہ رونے کا کونسا مقام ہے آنحضرت ﷺ آپ سے خوش تشریف لے گئے حوض کوثر پر ملاقات ہو گی، فرمایا خدا کی قسم میں موت سے نہیں گھبراتا اور نہ دنیا کی حرص باقی ہے رونا یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عہد کیا تھا کہ ہمارا دنیاوی ساز و سامان ایک مسافر کے زادِ راہ سے زیادہ نہ ہو گا حالانکہ میرے اردگرد اس قدر سانپ (اسباب) جمع ہیں سعدؓ کہتے ہیں کہ کل سامان جسے سانپ سے تعبیر کیا تھا ایک بڑا پیالہ ایک لگن اور ایک تسلہ تھا اس کے بعد سعدؓ نے خواہش کی کہ مجھے وصیت کیجئے، فرمایا کسی کام کا قصد کرتے وقت، فیصلہ کرتے وقت تقسیم کرتے وقت خدا کو یاد رکھا کرو، اسی بیماری کے دوران دیگر احباب کو وصیت فرمائی کہ جس سے ہو سکے اس کی کوشش کرے کہ وہ حج، عمرہ، جہاد یا قرآن پڑھتے ہوئے جان دے اور فسق و فجور اور خیانت کی حالت میں نہ مرے آخری وقت آیا تو بیوی سے مشک کی تھیلی منگوائی اور اپنے ہاتھ سے پانی میں گھول کر اپنے چاروں طرف چھڑک دیا اور سب کو اپنے پاس سے ہٹا دیا لوگ تنہا چھوڑ کر ہٹ گئے تھوڑی دیر بعد واپس ہوئے تو دیکھا کہ روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی ہے۔ (ابن سعد)

حضرت خالد بن سعید ابن العاصؓ

آنحضرت ﷺ کے اعلانِ نبوت کی ابتداء ہی میں حلقہ بگوش اسلام ہونے کا شرف حاصل ہوا حبشہ اور مدینہ منورہ کی ہجرتوں کے باعث ''ذوالہجرتین'' کہلائے حضرت صدیق اکبرؓ کے دور خلافت میں فحل کی مہم پر روانہ ہوئے اسی سفر میں ام حکیم نامی خاتون سے نکاح کیا اور مرج صفر پہنچ کر بیوی سے ملنے کی تیاریاں شروع کیں بیوی نے کہا بہتر ہوتا کہ اس معرکہ کے بعد اطمینان سے ملنا ہوتا کہا میرا دل کہتا ہے کہ اس لڑائی میں جام شہادت پیوں گا اس لیے لڑائی سے پہلے تمہیں مل لینا چاہتا ہوں چنانچہ میدان جنگ میں رات بیوی کے پاس ٹھہرے، صبح احباب کی دعوت کی دن چڑھے رومیوں نے حملہ کیا حضرت خالدؓ میدان میں نکلے اور اپنی پیشینگوئی کے مطابق اسی لڑائی میں بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

حضرت خبّاب بن الارتؓ (۳۷ھ)

اسلام لانے والوں میں چھٹے نمبر پر ہونے کی وجہ سے ''سادس الاسلام'' کہلائے اس وقت تمام اسلام لانے والے معاندین کے جور و ستم اور ظلم و بربریت کا کھلا ہوا نشانہ تھے حضرت خبابؓ تو غلام تھے ان پر شقاوت و درندگی کی حد کر دی گئی ننگی پیٹھ، دھکتے ہوئے انگاروں پر لٹا کر سینے پر بھاری پتھر رکھ دیا جاتا یہاں تک زخموں کی رطوبت سے انگارے بجھ جاتے مرض الموت میں لوگوں نے تشفی دیتے ہوئے کہا کہ جلد ہی آپ اپنے ساتھیوں سے ملنے والے ہیں یہ سن کر رقت طاری ہو گئی فرمایا کہ ''میں موت سے نہیں گھبراتا تم لوگوں نے ایسے ساتھیوں کی یاد دلا دی جو دنیا سے اجر کے مستحق بن کر رخصت ہوئے مجھے خوف ہے کہ کہیں ثواب آخرت کے عوض یہ دنیا نہ مل گئی ہو'' یہ وصیت بھی فرمائی کہ مجھے شہر سے باہر دفن کیا جائے چنانچہ آپ پہلے صحابیؓ ہیں جن کی قبر کوفہ سے باہر ویرانہ میں بنی۔

سعد بن ابی وقاصؓ

عشرہ مبشرہ میں سے ہیں رشتہ میں آنحضرت ﷺ کے ماموں لگتے ہیں آپ ﷺ کے ماموں لگتے ہیں آپ ﷺ نے ایک مرتبہ ان کے بارے میں فرمایا تھا ''یہ میرے ماموں ہیں کوئی مجھے ان جیسا اپنا ماموں تو دکھائے'' غزوہ احد میں زبانِ رسالت ﷺ سے ان کے بارے میں یہ تاریخی الفاظ سرمایۂ سعادت ہیں ''سعد تم تیر چلاؤ میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں'' جب آپؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپؓ نے ایک پرانا اُونی جبہ طلب فرمایا اور کہا ''مجھے اس میں کفن دینا بدر کے روز میں نے اسی کو پہن کر لڑائی میں حصہ لیا تھا اور آج ہی کیلئے میں نے اسے چھپا رکھا تھا۔''

حضرت انسؓ بن مالکؓ

رسول اکرم ﷺ کے خادم خاص، سو سال کے قریب عمر پائی وفات کا وقت قریب آیا تو اپنے شاگرد ثابت بنانی سے فرمایا کہ ''میرے پاس رسول اللہ ﷺ کا بال مبارک ہے وہ لے آؤ اور اسے میری زبان کے نیچے رکھ دو'' انہوں نے تعمیل ارشاد کی اور اسی حالت میں آپ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

حضرت انس بن النضرؓ

حضرت انس بن مالکؓ کے چچا ہیں، غزوہ احد میں جب بھگدڑ مچی تو چند ایک افراد کے سوا صحابہ کرامؓ میدان چھوڑ کر چلے گئے ان چند افراد میں حضرت انس بن النضرؓ بھی ہیں اسی حال میں حضرت سعد بن معاذؓ سے ملاقات ہوئی، انہوں نے پوچھا کہاں جا رہے ہو، حضرت انسؓ نے جواب دیا ''مجھے احد کی جانب سے جنت کی خوشبو آ رہی ہے'' یہ کہہ کر مشرکین کے مجمع میں گھس گئے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے بدن پر ۸۰ سے زیادہ زخم آئے تھے کافروں نے ان کا بھی مثلہ کیا تھا بہن نے انگلی کے پور سے اپنے بھائی کی لاش پہچانی۔

حضرت عمیر بن حمامؓ

بدری صحابہؓ، بلکہ غزوہ بدر میں سب سے پہلے شہید ہونے کا اعزاز پایا زبانِ رسالت مآب ﷺ سے شہدا کیلئے جنت کی خوشخبری سنی تو عرض کیا ''یا رسول اللہ میں امید کرتا ہوں کہ میں بھی اہل جنت میں ہوں گا'' ارشاد فرمایا ''فانک من اھلھا'' بے شک تو اہل جنت میں سے ہے۔

ان کے پاس کچھ کھجوریں تھیں نکال کر کھانے لگے مگر معاً کہنے لگے کہ ان

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ادائیگی حج میں جلدی کرو کیونکہ تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ کیا پیش آئے گا۔ (الکنز)

کھجوروں کو ختم کرنے تک تو بہت دیر ہو جائے گی کھجوریں پھینک دیں اور کفار کی صفوں میں گھس گئے اور تھوڑی ہی دیر میں شہادت کے شرف سے مشرف ہو گئے۔

حضرت زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ

غزوہ احد میں حضور ﷺ کی حفاظت کرتے ہوئے شدید زخمی ہوئے زندگی کی کچھ رمق باقی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے انہیں لاکر حضور ﷺ کے سامنے ڈال دیا انہوں نے اپنا سر حضور ﷺ کے قدموں پر رکھ دیا اور اس کے ساتھ ہی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

حضرت سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ

احد کے روز آنحضرت ﷺ نے زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کو ڈھونڈ لاؤ اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اگر وہ تمہیں مل جائے تو میری طرف سے سلام کہنا اور اس سے کہنا کہ رسول اللہ ﷺ پوچھ رہے ہیں تم اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو؟ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے انہیں تلاش کیا، دیکھا تو جسم پر نیزوں اور تیروں کے ستر سے زائد زخم ہیں رسول اللہ ﷺ کا سلام پہنچایا اور پوچھا کہ تم اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو؟ انہوں نے حضور ﷺ کے سلام کا جواب دیا اور کہا کہ حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کرنا "انی اجد ریح الجنة" میں جنت کی خوشبو سونگھ رہا ہوں" اور میری قوم انصار سے کہنا کہ اگر تمہارے جیتے جی دشمن رسول اللہ ﷺ تک پہنچ گئے تو تم اللہ کے سامنے کوئی عذر نہ پیش کر سکو گے۔"...... یہ کہہ کر اللہ کو پیارے ہو گئے۔

حضرت عمرو بن ثابت عرف اصیرم انصاری رضی اللہ عنہ

احد کی لڑائی سے کچھ دیر پہلے ایمان لائے حتی کہ ان کے خاندان کے مسلمانوں کو بھی ان کے ایمان کی خبر نہ تھی شہیدوں کو جمع کیا جا رہا تھا تو ان میں زخموں سے چور عمرو بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی نظر آئے دیکھنے والے حیران ہوئے کہ یہ کہاں؟ پوچھا کہ تمہیں کیا چیز یہاں لے آئی؟ قومی غیرت اس کا موجب بنی یا اسلام کی رغبت؟ جواب دیا اسلام کی رغبت، میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لے آیا پھر میں آپ ﷺ کے ساتھ مل کر لڑتا رہا یہاں تک کہ میرا یہ حال ہو گیا جو تم دیکھ رہے ہو یہ کہتے ہی جاں بحق ہو گئے، لوگوں نے یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچائی تو ارشاد فرمایا، "هو من اهل الجنة" وہ اہل جنت میں سے ہے۔

اسود حبشی رضی اللہ عنہ

ان کا شمار ان خوش بخت صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے، جن کی وفات پر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی رشک کیا آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا "یا رسول اللہ! آپ ﷺ کو ہم پر صورت، رنگ اور نبوۃ کے اعتبار سے فضیلت دی گئی ہے اگر میں بھی اس ذات پر ایمان لاؤں جس پر آپ ﷺ ایمان لائے اور میں اس طرح کے اعمال کروں جیسے آپ ﷺ کرتے ہیں تو کیا مجھے جنت میں آپ ﷺ کی معیت نصیب ہوگی" آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں! آپ ﷺ کا ارشاد سن کر وہ فوراً ایمان لے آئے پھر نبی ﷺ نے فرمایا "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اسود رضی اللہ عنہ کے چہرے کی چمک جنت میں ہزار سال کی مسافت سے معلوم ہوگی۔"

یہ سن کر اسود رضی اللہ عنہ پر گریہ طاری ہو گیا اور وہ فرط مسرت سے روتے روتے اسی وقت جاں بحق ہو گئے پھر رسول اکرم ﷺ نے ان کی تدفین کی اور آپ ﷺ نے انہیں خود قبر میں رکھا۔

خیثمہ بن حارث رضی اللہ عنہ انصاری:

ہجرت نبوی ﷺ سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے، غزوہ بدر کے موقع پر حضرت خیثمہ رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم گھر پر رہو میں جہاد کیلئے جاتا ہوں، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اگر جنت کے علاوہ کوئی اور معاملہ ہوتا تو میں آپ ﷺ کو اپنے پر ترجیح دیتا مگر اب یہی عرض کروں گا کہ آپ گھر پر ٹھہریئے اور مجھے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جانے دیجئے، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے رتبہ شہادت پر فائز کریں گے۔ لیکن حضرت خیثمہ رضی اللہ عنہ نے جہاد پر جانے کیلئے اصرار کیا، آخر اس بات پر فیصلہ ہوا کہ قرعہ ڈالا جائے جس کا نام نکل آئے وہی جائے، قرعہ ڈالا گیا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا نام نکلا چنانچہ اس غزوہ میں انہیں ہم رکابی رسول اکرم ﷺ کے شرف کے ساتھ ساتھ شرف شہادت بھی نصیب ہوا۔

اگلے سال غزوہ احد کیلئے رسول اکرم ﷺ کے ہم رکاب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے والد حضرت خیثمہ رضی اللہ عنہ تھے جو بہادری سے لڑے اور جام شہادت پی کر شہید بیٹے کے پاس جنت الفردوس میں پہنچ گئے۔

حرام بن ملحان انصاری رضی اللہ عنہ

ہجرت نبوی ﷺ سے پہلے ایمان قبول کرنے کی سعادت ملی بدر و احد میں شرکت کا شرف حاصل ہوا آنحضرت ﷺ نے تبلیغ دین کیلئے نجد کی طرف ستر (۷۰) قراء کی جو جماعت روانہ فرمائی تھی ان میں حضرت حرام بن ملحان انصاری رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، حضرت حرام رضی اللہ عنہ کے پاس عامر بن طفیل کے نام آنحضرت ﷺ کا ایک والا نامہ بھی تھا۔ جب آپ نے وہ والا نامہ اسے دیا تو اس بدبخت نے پڑھنا تک گوارا نہ کیا اور ایک آدمی کو اشارہ کیا اس نے پیچھے سے آکر حضرت حرام رضی اللہ عنہ کو نیزہ مارا جو ان کے جسم کو چیرتا ہوا دوسری طرف نکل گیا حضرت حرام رضی اللہ عنہ نے خون کا چلو بھر کر اپنے چہرے اور سر پر چھڑکا اس وقت ان کی زبان پر یہ الفاظ تھے فُزْتُ و ربّ الكعبة (رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا) ساتھ ہی زمین پر گر پڑے اور جام

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: احکام حج کے سیکھو کیونکہ یہ تمہارے دین سے ہیں۔ (ابن عساکر)

شہادت پی کر اللہ تعالیٰ کے جوارِ رحمت میں پہنچ گئے۔

عبداللہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ

ہجرت سے کچھ عرصہ قبل مشرف بہ اسلام ہوئے کسی غزوہ کیلئے عازم سفر تھے کہ سخت بیمار ہو گئے رسول اکرم ﷺ عیادت کیلئے تشریف لائے تو حضرت عبداللہ بن ثابت رضی اللہ عنہ بے ہوش پڑے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے بلند آواز سے پکارا، مگر وہ بے ہوشی کی وجہ سے کوئی جواب نہ دے سکے آپ ﷺ نے انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا ''اے ابوالربیع تم ہم سے جدا کر لیے گئے'' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی نے عرض کیا یا رسول اللہ! خدا کی قسم ہمیں امید تھی کہ یہ شہید ہوں گے کیونکہ انہوں نے اپنے جہاد کا سامان بالکل تیار کر لیا تھا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان کی نیت کے مطابق ان کو ثواب دے دیا'' حضرت عبداللہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اسی بیماری میں وفات پائی، ان کے کفن کیلئے آنحضرت ﷺ نے اپنا کرتہ مبارک عطا فرمایا اُسی میں کفنائے گئے۔

عبداللہ بن حنظلہ انصاری رضی اللہ عنہ

آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت ان کی عمر سات برس تھی اس لیے ان کا شمار صغار صحابہ میں ہوتا ہے عبادت و ریاضت اور خشیت الٰہی کا غلبہ تھا دنیا سے بے رغبتی کا یہ عالم تھا کہ سونے کیلئے کوئی بستر نہ بنایا تھا نماز پڑھتے پڑھتے تھک جاتے تو اپنے آپ کو زمین پر ڈال دیتے اور اپنی چادر اور ہاتھ کا تکیہ بنا کر کچھ دیر سو لیتے ایک مرتبہ کسی کو یہ آیت پڑھتے سنا **لھم من جھنم مھاد ومن فوقھم غواش وکذلک نجزی الظلمین** (ان کیلئے بچھونا بھی آتش جہنم کا ہوگا اور اوڑھنا بھی اور ظالم کو ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں) تو بے اختیار رونے لگے اور اس قدر روئے کہ لوگوں کو خیال ہوا کہ ان کی جان نکل جائے گی، پھر کھڑے ہوئے لوگوں نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن بیٹھ جایئے انہوں نے جواب دیا ''دوزخ کے ڈر سے میرے لیے بیٹھنا محال ہو گیا ہے شاید میں بھی ان لوگوں میں سے ہو (جن کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے)۔

یزید نے اپنے دورِ حکومت میں مدینہ منورہ پر اقتدار مستحکم کرنے کیلئے فوج بھیجی تو مدینہ کے انصار نے حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں شامی فوجوں کا مقابلہ کیا حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کے آٹھ بیٹے تھے۔ انہوں نے ایک ایک کر کے سارے بیٹوں کو آگے بڑھایا اور وہ سب مردانہ وار لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ آخر میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار کی میان توڑ ڈالی اور تلوار چلاتے ہوئے شامی فوجوں میں گھس گئے دیر تک لڑتے رہے بالآخر جام شہادت نوش کیا۔

عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ

مشہور صحابی حضرت وہب بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی ہیں فتح مکہ سے کچھ پہلے مسلمان ہوئے کچھ عرصہ کتابت وحی کا شرف بھی حاصل رہا بعد میں ایک غلطی کی وجہ سے مدینہ منورہ سے بھاگ کر مشرکین کے ساتھ مل گئے رحمت خداوندی نے دستگیری کی اور فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے ان کی معافی قبول فرمائی بعد ازاں اسلام کیلئے مخلصانہ خدمات انجام دیں اور ۵۹ھ تک بے شمار لڑائیوں میں حصہ لیا زندگی کے آخری دنوں میں عسقلان (مصر) میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے ''**اللھم اجعل خاتمتی علی الصلوۃ**'' الٰہی میرا خاتمہ نماز کی حالت میں فرما۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی ایک دن انہوں نے فجر کی نماز پڑھی دوسری رکعت تمام کر کے بائیں طرف سلام پھیر رہے تھے کہ پیغام اجل آ پہنچا اور اسی حالت میں انتقال کر گئے۔

عبداللہ بن یاسر رضی اللہ عنہ

دعوت اسلام کے آغاز میں ایمان لانے کا شرف حاصل ہوا آپ رضی اللہ عنہ کے پورے خاندان کو اسلام لانے کی پاداش میں بے رحمانہ جبر و ستم کا سامنا کرنا پڑا آپ رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت یاسر رضی اللہ عنہ اور والدہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مشرکین کا ظلم و ستم سہتے سہتے خلعت شہادت سے سرفراز ہوئے روایات کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو ابو جہل قبول حق کے جرم میں سخت اذیتیں پہنچاتا رہتا تھا ایک دن اس ظالم نے حالتِ غضب میں ان کو برچھا مارا جو جسم کے نازک حصہ پر لگا جس سے وہ جاں بحق ہو گئیں اس طرح انہیں اسلام کی پہلی شہید بننے کا شرف حاصل ہوا پھر ایک دن ظالم ابو جہل نے حضرت عبداللہ بن یاسر رضی اللہ عنہما کو بھی تیر مار کر شہید کر دیا کچھ عرصہ بعد بوڑھے اور ناتوان یاسر رضی اللہ عنہ بھی اذیتیں سہتے سہتے وفات پا گئے ایک روایت میں ہے کہ کفار نے انہیں بھی برچھی مار کر شہید کیا ہر صورت ان تینوں مظلوموں نے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ سے وفا کی لاج رکھتے ہوئے اپنی جانیں قربان کر دیں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے دوسرے بھائی عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے بھی راہ حق میں بے شمار مصائب جھیلے تاہم ان کی شہادت جنگ صفین میں ہوئی۔

مالک بن سنان حذری رضی اللہ عنہ

حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ ان انصار صحابہ میں سے ہیں جو ہجرت نبوی ﷺ سے پہلے مدینہ منورہ میں اسلام قبول کر چکے تھے حضرت مالک رضی اللہ عنہ کسی وجہ سے غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے چنانچہ اگلے سال ۳ھ میں غزوہ احد میں بڑے جوش و جذبہ کے ساتھ شریک ہوئے لڑائی کا آغاز ہوا تو حضرت مالک رضی اللہ عنہ سربکف ہو کر لڑے رسول اکرم ﷺ کے چہرہ مبارک پر زخم آیا تو حضرت مالک رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر خون پونچھا اور ادب کے خیال سے زمین پر پھینکنے کی بجائے اسے چوس کر نگل لیا یہ دیکھ کر حضور

ﷺ نے فرمایا "جو شخص ایسے آدمی کو دیکھنا چاہے جس کے خون میں میرا خون شامل ہو گیا ہے تو وہ مالک بن سنان کو دیکھ لے۔" اس کے بعد دشمن کی صفوں میں گھس گئے اور مردانہ وار لڑتے ہوئے شہادت پائی مشہور صحابی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند ہیں۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ (۵۶ھ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا شمار ان عظیم المرتبت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے جنہیں بارگاہِ رسالت میں خاص مقام حاصل تھا۔ علوم قرآن وسنت سے خوب بہرہ یاب ہونے کے علاوہ توراۃ وانجیل پر بھی گہری نظر رکھتے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان اختلافات نے جب جنگ کی شکل اختیار کر لی تو آپ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے لڑائی میں شریک ہوئے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اس خانہ جنگی کے سخت خلاف تھے لیکن والد گرامی کے حکم سے مجبور ہو کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہو گئے تاہم وہ قسم اُٹھا کر فرماتے تھے کہ میں نے لڑائی میں نہ تو تلوار اٹھائی نہ کوئی تیر چلایا اور نہ برچھی سے کسی کو زخمی کیا، ۶۵ھ حضرت عبداللہ مصر کے شہر "فسطاط" میں مقیم تھے کہ وقت آخر آ پہنچا جس وقت آپ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا مروان بن الحکم اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی فوجیں مصر پر قبضہ کیلئے برسر پیکار تھیں لڑائی اس قدر شدید تھی کہ جنازہ کو قبرستان پہنچانا مشکل تھا اس لیے لوگوں نے انہیں گھر کے اندر ہی قبر کھود کر دفن کر دیا۔ حدیث کی کتابوں جو "عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ" الخ کی سند آتی ہے اس سے مراد آپ رضی اللہ عنہ کے مجموعہ حدیث "الصادقۃ" کی احادیث ہیں، جو آپ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت شعیب اور ان کے بعد ان کے صاحبزادے عمروؒ کو ملا انہوں نے اپنے والد کے واسطے سے اسی صحیفے کی حدیثیں روایت کی ہیں۔

ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ

کبار صحابہ رضی اللہ عنہم میں شمار ہوتے ہیں بیعت رضوان کی سعادت حاصل کرنے والوں میں حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں نہایت عابد وزاہد حق گو اور دنیا کے ہنگاموں سے نفور تھے خشیتِ الٰہی کا غلبہ تھا زندگی میں اکثر کہا کرتے تھے کہ "اللہ سے امید ہے کہ وہ مجھے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر دنیا سے نہیں اٹھائے گا۔" اُن کی یہ امید پوری ہوئی حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن آدھی رات گئے نماز میں مشغول تھے قریب ہی ان کی بیٹی سو رہی تھیں انہوں نے خواب میں دیکھا کہ والد گرامی فوت ہو گئے ہیں گھبرا کر اٹھیں اور آواز دی "ابا جان ابا جان" انہوں نے جواب دیا "بیٹی نماز پڑھ رہا ہوں" تھوڑی دیر بعد پھر آواز دی تو کوئی جواب نہ ملا پاس جا کر دیکھا تو سجدے میں پڑے ہوئے تھے لیکن روح عالم بالا کو پرواز کر چکی تھی انا للہ و انا الیہ راجعون.

معقل بن یسار مزنی رضی اللہ عنہ

صلح حدیبیہ سے پہلے مسلمان ہوئے علم وفضل کے بلند مقام پر فائز تھے آنحضرت ﷺ نے کمال عقل ودانش کی بناء پر انہیں قبیلہ مزینہ کا قاضی مقرر فرمایا، حضرت معقل رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں انتہائی بیمار ہو گئے اور جانبر ہونے کی امید نہ رہی اسی حالت میں عبیداللہ بن زیاد آپ رضی اللہ عنہ کی عیادت کیلئے آیا دوران گفتگو اس سے فرمایا میرا آخری وقت ہے میرے سینے میں آنحضرت ﷺ کی ایک حدیث مبارک محفوظ ہے وہ اچھی طرح سُن لو، میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ "جو شخص رعایا کی گلہ بانی کرتا ہے اگر اس نے گلہ بانی میں خیانت کی (رعایا کے حقوق ادا نہ کیے یا ان پر ظلم کیا) تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دیں گے۔" اسی بیماری میں آپ رضی اللہ عنہ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ

حضرت عبیدہ بن الحارث غزوہ بدر میں شدید زخمی ہوئے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ انہیں اٹھا کر حضور ﷺ کے پاس عریش میں لائے حضور ﷺ نے ان کے چہرے سے غبار صاف کیا اور زخم کی پٹی کی انہوں نے اپنے زخموں کی شدت کے باعث آنے والے وقت کا ادراک کرتے ہوئے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! کیا میں شہید نہیں ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا بے شک تم شہید ہو اور میں تمہاری شہادت پر گواہ ہوں اس کے بعد ان کی وفات ہو گئی آنحضرت ﷺ نے ان کو وادی صفرا میں دفن فرمایا اور آپ ﷺ خود قبر میں اترے ان کے علاوہ آپ ﷺ کسی کی قبر میں نہیں اُترے۔

علماء کرامؒ

احمد رضا خاں بریلوی مولانا (۱۸۵۶ـ۱۹۲۱ء)

عالم دین اور مفسر قرآن چودہ پندرہ برس کی عمر میں تحصیلِ علوم سے فراغت حاصل کی اور حضرت شاہ آل رسول کے دست حق پر بیعت کی۔ بے شمار کتابیں لکھیں جن میں قرآنِ پاک کا ترجمہ بھی شامل ہے۔ وفات سے ۲ گھنٹے ۱۷ منٹ قبل وصیت نامہ لکھوایا جس میں یہ باتیں بھی شامل تھیں: رضا حسین، حسنین اور تم (صاحبزادوں سے خطاب) سب محبت و اتفاق سے رہو اور حتی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو اور میرا دین ومذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے اللہ توفیق دے۔ والسلام۔

ابن تیمیہ امام (۶۶۱ـ۷۲۸ھ)

عالم حدیثِ رسول ﷺ وہ نہ صرف قلم وزبان کے مرد میدان تھے بلکہ تلوار کے بھی دھنی تھے آخری ایام میں انہیں قید میں ڈال دیا گیا۔ (جس کا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حج کرو غنی ہو جاؤ گے اور سفر کرو تندرست ہو جاؤ گے۔ (تلخیص)

عرصہ چار ماہ اور کچھ دن ہے) ان اسیری کے ایام کے دوران انہوں نے ۸۱ بار قرآن پاک ختم کیا اور بیاسی ویں کی تلاوت میں جب ستائیسویں پارے کی اس آیت پر پہنچے۔

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ (القمر ۵۴۔۵۵)

ترجمہ: (بے شک نیک لوگ اللہ کے قریب نہروں اور باغوں میں رہ کر مقام عزت حاصل کریں گے۔) ان الفاظ کی ادائیگی کے فوراً بعد آپ پر غشی طاری ہوگئی اور رُوح قفسِ عنصری میں پھڑ پھڑانے لگے اور ہونٹ ہلنے لگے پھر ایک ہچکی لی اور رُوح اپنے مرکز کی جانب پرواز کرگئی۔

ابوالحسن خرقانیؒ حضرت

جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو فرمانے لگے، کاش میرا دل لوگوں کو چیر کر دکھا دیا جاتا تا کہ وہ جان لیتے کہ اللہ کے ساتھ بُت پرستی ٹھیک نہیں ہے، عین رحلت وصیت فرمائی کہ ''میری قبر تیس گز نیچے کھودنا کیوں کہ یہ زمین بسطام کی زمین سے نیچی ہے تا کہ حضرت بایزید بسطامیؒ کی قبر سے میری قبر اُونچی نہ ہو اور بے ادبی نہ سمجھی جائے۔''

ابوالحسن نوریؒ:

حضرت سری سقطیؒ کے مرید، زبردست عبادت گزار تھے ایک روز جنگل میں جا رہے تھے کہ جنگل میں ایک نابینا شخص دیکھا جو اللہ اللہ کر رہا تھا فرمایا ''تو اللہ کو کیا جانتا ہے، اگر جانتا ہے تو بتا کہ تو زندگی کیونکر بسر کرتا ہے۔'' یہ کہتے ہی بے ہوش ہو کر گر پڑے اور جب ہوش آیا تو نعرے مارتے ہوئے جنگل میں گھستے چلے گئے، جنگل کانٹوں سے بھرا ہوا تھا جنہوں نے آپ کے جسم کو زخمی کر دیا جو قطرہ زمین پر گرتا وہ کلمہ شریف کا نقش بن جاتا کچھ دیر بعد گھر آئے تو وقت قریب آچکا تھا، حضرت ابونصرؒ نے فرمایا، کلمہ پڑھو! فرمایا ''وہیں تو جا رہا ہوں۔'' یہ کہا اور جاں بحق ہوگئے۔

ابوالحسنات سید محمد احمد قادری حضرت مولانا (۱۸۹۶۔۱۹۶۱)

عالمِ دین، تحریکِ آزادی میں بھرپور حصہ لیا، مسجد وزیر خان میں خطابت کے منصب پر فائز رہے وفات سے چند ثانیے قبل یہ شعر پڑھا:

حافظ رند زندہ باش مرگ کجا و تو کجا
تو شد فنائے حمد، حمد بود بقائے تو

ابوالرضا محمد شیخ (وفات ۱۱۰۰ھ)

حضرت شاہ ولی اللہ کے تایا اور عالمِ دین، وفات سے دو تین روز قبل کھانا کھانے سے طبیعت اُکتا گئی اور دل میں حد درجہ کی بے تعلقی پیدا ہوگئی، عصر کی نماز کا وقت ہوا تو مسجد میں جا کر نماز پڑھی، واپس آ کر رسالہ مقامات حضرت خواجہ نقشبندؒ طلب فرمایا اور اس میں سے کچھ پڑھا، اس حالت میں ایک صاحب نے پان پیش کیا آپ نے اس میں سے ایک دو ٹکڑے لے کر تناول فرمائے اور سرہانے پر تکیہ لگایا، اسی گھڑی رُوح آپ کے بدن سے مفارقت کرگئی۔

ابوالوفاء بن عقیلؒ:

حضرتؒ کا جب انتقال ہونے لگا تو گھر والوں نے رونا شروع کردیا کہنے لگے کہ پچاس سال سے تو اس کو ہٹا رہا ہوں اب کہاں تک ہٹاتا جاؤں اب تم مجھے چھوڑ دو اب میں اس کی آمد پر اس کو مبارک باد دیتا ہوں۔

ابوبکر شبلیؒ حضرت:

صوفی بزرگ، منصور حلاج کے دوست اور حضرت جنید بغدادیؒ کے رشتہ دار، موت کا وقت قریب آیا تو لوگوں نے کہا لا اِلٰہ اللہ پڑھیے، فرمایا جب غیر اللہ ہے ہی نہیں تو میں نفی کس کی کروں حاضرین نے کہا کلمہ پڑھنے کے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں۔ پھر ایک شخص نے باآواز بلند کلمہ شہادت کی تلقین کی تو فرمایا، ایک مُردہ شخص زندہ کو تلقین نصیحت کرنے آیا ہے ذرا دیر بعد لوگوں نے پوچھا کہ حضرتؒ آپ کا کیا حال ہے فرمایا، ''میں اپنے محبوب حقیقی تک پہنچ چکا ہوں'' یہ کہتے ہوئے رُوح پرواز کرگئی۔

ابوسلیمانؒ دارائی حضرت

شام کے قصبہ دار کے باشندے تھے اس لیے دارائی کہلائے، تمام زندگی فقر و فاقے میں بسر کی، جب انتقال کا وقت قریب آیا تو مریدوں نے عرض کیا کہ ہمیں بشارت دیجئے اس لیے کہ آپ تو رب قدیر کے دربار میں تشریف لے جا رہے ہیں، ارشاد فرمایا کہ ''یہ کیوں نہیں کہتے کہ اُس کی بارگاہ میں جا رہے ہو جو گناہِ کبیرہ پر عذاب کرتا ہے اور گناہِ صغیرہ کا حساب لیتا ہے'' یہ کہا اور جان جان آفرین کے سپرد کردی۔

ابویعقوبؒ نہر جوری

ابوالحسن مزنیؒ کہتے ہیں کہ ابو یعقوبؒ نہر جوری کا جب انتقال ہونے لگا نزع کے وقت میں لا اِلٰہ اِلَّا اللہ تلقین کیا تو میری طرف دیکھ کر ہنسنے لگے، ''تلقین کرتے ہو اُس ذات کی عزت کی قسم جس کو کبھی موت نہیں آئے گی، میرے اور اس کے درمیان صرف اُس کی بڑائی اور عزت کا پردہ ہے اور بس'' یہ کہتے ہی رُوح پرواز کرگئی۔

ابو یوسفؒ امام حضرت (۱۱۳۔۱۸۲ھ)

امام اعظمؒ کے ممتاز شاگرد، وہ تین عباسی خلفاء مہدی، ہادی اور ہارون کے قاضی رہے اور ہارون الرشید نے تو انہیں قاضی القضاۃ اور اور وزیر عدل بھی مقرر کیا تھا لیکن انہوں نے عدل کے معاملے میں کسی جانبداری کو کبھی

قبول نہ کیا اور متعدد فیصلے ہادی اور ہارون کے خلاف بھی دیئے جب اُن کی موت کا وقت قریب آیا تو فرمایا: ''یا الٰہی! تو جانتا ہے کہ میں نے کسی فیصلے میں جو تیرے بندوں کے درمیان تھا، خود رائی سے کام نہیں لیا اور نہ خلاف واقعہ فیصلہ دیا ہمیشہ یہی کوشش رہی کہ جو فیصلہ دوں وہ تیری کتاب اور تیرے رسول ﷺ کی سنت کے مطابق ہو اللہ تو جانتا ہے کہ میں ہمیشہ پاکدامن رہا اور کبھی ایک درہم بھی جان بوجھ کر حرام نہیں کھایا۔''

احسان احمد شجاع آبادی قاضی:

مجلس احرار اسلام اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے سر برآوردہ رہنما، حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے تلمیذ خاص اور خطیب، اور مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری کے مرید باصفا، قاری نورالحق قریشی کا بیان ہے: وقتِ آخر فرمایا ''دیکھو مجھے جنت نظر آ رہی ہے، خوشبو محسوس کر رہا ہوں دُور دراز تک باغات ہی باغات ہیں۔'' پھر کلمہ شریف پڑھا اس کے بعد کہا ''مجھے سیدھا کر کے لٹا دو اور میری ٹانگیں بھی سیدھی کر دو۔'' ان کی بند آنکھیں اچانک کھلیں اور متحرک ہو کر بند ہو گئیں سانس کے رُک رُک کر چلنے کی آواز اچانک ختم ہو گئی، چہرہ جو ضعف و نقاہت کی وجہ سے سوکھ چکا تھا ایک دم کھِل گیا اور آنکھیں جو ضعف کی وجہ سے اندر دھنس چکی تھیں سُرمیلی ہو کر پھیل گئیں میں ان اچانک تبدیلیوں کی وجہ سے سکتہ میں آ گیا اور اسی حالت میں وہ خالقِ حقیقی سے جا ملے۔''

احمد بن ابوالحسن رفاعی حضرت شیخ (وفات ۵۷۰ھ)

وفات کے وقت زبان مبارک پر کلمہ شہادت جاری تھا۔

احمد حسن امروہیؒ مولانا سیّد (۱۲۶۷۔۱۳۳۰ھ)

حجۃ الاسلام حضرت مولانا شیخ محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے شاگرد شیخ المشائخ سید امداد اللہ مہاجر مکی کے مُرید اور خلیفہ، طبیب کی حیثیت سے بھی مشہور تھے مرض طاعون میں انتقال کیا، انتقال سے کچھ دیر پہلے لیٹے لیٹے وعظ کیا جب رُوح نے قفس عنصری سے پرواز کی تو یہ کلمات زبان پر جاری تھے۔ سبحان اللّٰہ و بحمدہ سبحان اللّٰہ العظیم۔

احمد حسینؒ قاری (۱۹۱۴۔۱۹۶۰ء)

عالم دین، قیام پاکستان کے بعد گجرات تشریف لائے اور پھر وفات تک وہیں رہے، تحریکِ آزادی میں حصہ لیا وفات کے وقت اُن کی زبان پر آخری کلمہ اَفِرْ کَنِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ جاری تھا کہ رُوح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

احمد علی لاہوری، حضرت مولانا (۱۸۸۷۔۱۹۶۲ء)

امام انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھی قدس سرہٗ کے شاگرد رشید اور حضرت مولانا سید تاج محمود امروٹی کے خلیفہ اعظم، سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ کے بلند پایہ شیخ، شیرانولہ گیٹ کی مسجد میں چالیس سال تک درس قرآن حکیم دیا اور لوگوں کے عقائد و اعمال کی اصلاح کا فریضہ انجام دیا، برصغیر کی جدوجہد آزادی میں مردانہ وار حصہ لیا، کئی مرتبہ قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ اکثر فرمایا کرتے تھے: میں نے اللہ تعالیٰ سے جو مانگا وہ مجھے دیا میں اُس سے راضی ہوں جب بلائے میں حاضر ہوں، آخری ایام میں جو خطبات دیے ان سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ چند دنوں کے مہمان ہیں ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ کو مغرب تک کی نمازیں ہوش کی حالت میں ادا کیں اگرچہ بے ہوشی طاری ہوتی رہی تاہم نماز کے وقت ہوش میں آ جاتے، اسی دن رات کے ۹:۴۰ بجے عشاء کی نیت اور سجدہ ریزی کی حالت میں سبحان ربی الاعلیٰ کا ورد کرتے ہوئے وصال ہو گیا۔

اسمٰعیل شاہ شہید (۱۷۸۱۔۱۸۳۱ء)

شہید بالاکوٹ سید احمد شہیدؒ کے مرید باصفا، اور حضرت شاہ عبدالعزیز کے بھتیجے تھے اُن کے ذہن میں ایک ہی بات تھی کہ مسلمانانِ ہند دوسرے ممالک کے مسلمانوں سے بہت پیچھے ہیں اس سے ان کے جوش مِلّی کو انگیخت ہوئی اور انہوں نے ہندوستان بھر کا دورہ کیا اور انہیں یکجہتی کا پیغام دیا، جس کے نتیجے میں دو سال کے قلیل عرصہ میں معزز مسلمانوں کی اکثریت ان کے ساتھ ہو گئی، ۱۸۲۶ء میں انہوں نے سکھوں کے خلاف اعلان جنگ کیا، جنگ کے آخری ایام میں وہ گھوڑے پر سوار تھے اور اُن کا جسم گولیوں سے چھلنی تھا انہیں ناس سُونگھنے کی عادت تھی شہادت سے تھوڑی دیر پہلے ناس سونگھ کر ڈبیا پھینک دی اور کہا کہ بس یہ آخری سونگھنا ہے۔ اس کے بعد شہید ہو گئے۔

الف ثانیؒ حضرت مجدد (۱۷۹۱۔۱۰۳۱ء)

برصغیر کے ممتاز صوفی بزرگ، سلسلہ نسب ۲۷ واسطوں سے امیر المومنین حضرت فاروق اعظمؓ سے جا ملتا ہے۔ نامور اساتذہ سے تعلیم حاصل کی جن میں مولانا کمال الدین کشمیریؒ، مولانا محمد یعقوبؒ، مولانا عبدالرحمٰنؒ شامل ہیں، خواجہ باقی باللہ سے بیعت ہوئے اکبر نے نظر بند رکھا جہانگیر نے آپ کو سجدہ کا حکم دیا لیکن انہوں نے انکار کیا وصال سے تھوڑی دیر پہلے آپ کے سانس کی رفتار تیز ہو گئی تو خازن الرحمۃ خواجہ محمد سعیدؒ نے گھبرا کر حال پوچھا فرمایا، میری حالت خوب ہے، عرض گزار ہوئے حضور کونسی خوبی نظر آ رہی ہے، فرمایا ''دو رکعت نماز کہ کردیم کافیست'' یعنی جو دو رکعت نماز میں نے ادا کی کافی ہے، اس کے بعد کسی سے گفتگو نہ کی اور رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

اشرف علی تھانوی حکیم الامت حضرت مولانا (م ۱۳۶۲ھ۔۱۹۴۳ء)

شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے خلیفہ برحق،

تصانیف کی تعداد ایک ہزار تک پہنچتی ہے۔ حالت نزع میں مولانا ظفر احمد صاحب خواہرزادہ حضرت اقدسؒ برابر یٰسین شریف وغیرہ پڑھتے رہے اور زمزم شریف چمچہ سے دہن مبارک میں ڈالتے رہے بوقتِ نزع یہ دیکھا گیا کہ جب سانس زور سے اُوپر کو ذکر اللہ کے ساتھ آتا تھا تو داہنے ہاتھ کی انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی کے درمیان پشت کی طرف گھائی میں ایک تیز چمک جگنو کی سی پیدا ہو جاتی تھی کہ باوجود اس کے کہ بجلی کے دو قمقمے روشن تھے پھر بھی اس کی چمک غالب ہو جاتی تھی پھر دوسرے سانس میں وہ چمک غائب ہو جاتی تھی۔ آخری غشی سے پہلے چھوٹی پیرانی صاحبہ سے فرمایا کہ "آج تو ہم جا رہے ہیں" انہوں نے پوچھا کہاں؟ فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتی؟"

الٰہی بخش مولانا حافظ (۱۷۶۸۔۱۸۳۷ء)

عالمِ دین اور ممتاز طبیب خلافت کبریٰ اپنے والد مکرم سید حافظ نور اللہ سے حاصل کی صاحب کرامت تھے بعمرا کہتر برس تلاوت قرآن مجید میں مصروف تھے جب یہ آیت پڑھی کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله و الله مع الصابرين، تو جاں بحق تسلیم کی مزار ساہن پال گجرات میں ہے۔

اورنگ زیب عالمگیر (۱۶۱۸۔۱۷۰۷ء)

مغل بادشاہ، کلام مجید لکھ کر اور ٹوپیاں بنا کر اپنی روزی پیدا کرتا تھا بادشاہی مسجد لاہور کی تعمیر ان کا اہم کارنامہ ہے۔ اورنگ زیب عالمگیر نے جب اپنی زندگی کا چراغ ٹمٹماتا ہوا دیکھا تو انہوں نے فوراً کام بخش کو طلب کیا اور اُسے بے جاپور کا صوبہ مرحمت فرما کر حکم دیا کہ وہ اسی وقت دولت سرائے شاہی سے بیجاپور کا قصد کرے تین دن کے بعد عالمگیر نے اپنے منجھلے لڑکے محمد اعظم شاہ کو مالوہ کا صوبہ عطا کیا ابھی شہزادہ اعظم شاہ تھوڑی ہی دُور گیا تھا کہ شہنشاہ موت کی دست بُرد میں آ گیا انہوں نے عالم بے ہوشی میں اَللّٰھُمَّ لَبَّیک کہا اور ہمیشہ کے لیے ابدیت کی راہ لی، یہ جمعہ کا دن تھا اورنگ آباد حیدر آباد دکن میں ہے۔

آدم بن ابی حضرت ایاسؒ:

جب آخری وقت قریب آیا تو چادر میں لپٹے پڑے تھے اور قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے، جب قرآن پاک ختم کر لیا تو کہنے لگے کہ "مجھے جو آپ سے محبت ہے اُس کا واسطہ دے کر عرض ہے کہ میرے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا جائے، آج ہی کے دن کے لیے آپ سے امیدیں وابستہ تھیں" اس کے بعد لا الٰہ الّا اللّٰہ کہا اور رُوح پرواز کر گئی۔

الیشاںؒ حضرت (۹۶۵۔۱۰۵۲ھ)

صوفی بزرگ، حاکم بخارا عبداللہ خاں اور اُس کا بیٹا عبدالمومن حاضر خدمت ہو کر پند و نصائح سے سعادت حاصل کرتے تھے۔ ۱۲ شعبان کو آپ نے نماز مغرب ادا کرنے کے بعد کے چند بار مولانا جامیؒ کا یہ شعر پڑھا:

الٰہی غنچہ اُمید بکشا گلے از روضۂ جاوید بنما

پھر عشاء سے قبل سجدہ میں سر رکھ کر جان جاں آفرین کے سپرد کر دی۔

بایزید بسطامیؒ حضرت (۱۳۱۔۲۶۱ھ)

صوفی بزرگ، مخلوق خدا کو مستفیض کرنے میں اہم کردار ادا کیا صاحب کرامت تھے، موت کے وقت اللہ اللہ فرمانے لگے اور پھر کہا، "یا رب! میں نے آج تک غفلت سے اللہ اللہ کیا ہے اب تو وقت آخر ہے نہ معلوم کہ مجھے کب تیری حضوری حاصل ہو گی۔" یہ کلمات طیبات آپ کی زبان پر ہی تھے کہ جان بحق تسلیم ہوئی۔

نوٹ: تاریخ پیدائش اور وفات کے بارے میں بڑا اختلاف پایا جاتا ہے۔

بختیار کاکیؒ حضرت قطب الدین:

حضرتؒ فرغانہ کے باشندے تھے کمسنی میں یتیم ہو گئے، خواجہ معین الدین چشتی کے دست مبارک پر بیعت کی پیرو مرشد کے ساتھ ہندوستان چلے آئے اور دہلی میں رہائش اختیار کی، اُن کی وفات کا واقعہ یوں ہے کہ ایک مجلس میں حضرت احمد جام کا یہ شعر پڑھا گیا:

کشتگانِ خنجر تسلیم را
ہر زمانے از غیب جانے دیگر است

آپ پر اس شعر کا ایسا گہرا اثر ہوا کہ کئی دن کیفیت طاری رہی، بار بار یہ شعر پڑھتے، اسی حالت میں داعی اجل کو لبیک کہا، اس سے قبل آخری وصیت کرتے ہوئے فرمایا، "میری نماز جنازہ وہ پڑھائے جس نے کبھی حرام کاری نہ کی ہو، عصر کی سنتیں قضا نہ کی ہوں ہمیشہ با جماعت نماز میں پہلی تکبیر سے شریک رہا ہو،" یہ خوبیاں سلطان شمس الدین التمش میں بدرجۂ اتم موجود تھیں، چنانچہ انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی۔

بشر حافیؒ:

صوفی بزرگ، وفات کے وقت طبیعت میں سخت اضطراب تھا لوگوں نے پوچھا، "کیا آپ زندگی کو عزیز رکھتے ہیں۔" آپ نے فرمایا، "نہیں مجھے اپنی زندگی سے کوئی محبت نہیں لیکن تمام بادشاہوں کے بادشاہ اللہ جل جلالہٗ کے دربار کی پیشی بھی تو کوئی معمولی بات نہیں۔"

تلمسانی، عفیف الدین سلیمان:

صوفی بزرگ، تلمسان میں پیدا ہوئے، پھر شام آ گئے، انہوں نے چالیس چالیس دن کی چالیس صوفیانہ خلوتیں مکمل کیں انہوں نے موت کے وقت یہ الفاظ کہے تھے، "جسے معرفت الٰہی حاصل ہے وہ اللہ سے کیوں کر خوفزدہ ہو سکتا ہے اور چونکہ مجھے یہ معرفت حاصل ہے اس لیے مجھے اس سے

خوف نہیں بلکہ خوش ہوں اس کی خدمت میں شرف حضوری حاصل ہوگا۔"

تیتو میر شہید حضرت (۱۷۷۲-۱۸۳۲ء)

بنگلہ دیش میں اسلام اور آزادی کی شمع روشن کرنے والے عظیم درویش اور مجاہد، اصلی نام میر نثار علی تھا انہوں نے ہندوستان کی جدو جہد آزادی میں بھر پور حصہ لیا جس کی پاداش میں گرفتار ہوئے ۱۴ مارچ ۱۸۳۲ء کو خدا کی عبادت میں مصروف تھے، کمپنی کی فوجوں نے اب گولہ بارود کا استعمال شروع کردیا تھا یہاں تک کہ یکے بعد دیگرے دو گولے حضرت کو لگے اور وہ کلمہ پڑھتے ہوئے شہادت سے ہمکنار ہوئے۔

جانجاناں مرزا مظہر (۱۱۱۱-۱۱۹۵ھ)

اصلی نام شمس الدین حبیب اللہ، حضرت سید نور محمد بدایونیؒ کے فیض یافتہ، اورنگ زیب عالمگیر کے پیر شیخ محمد معصوم کے فرزند جلیل شیخ سیف الدین مجددیؒ کے باکمال خلیفہ تھے ۷ محرم ۱۱۹۵ھ کو چند اشخاص ان کے گھر آئے اور دستک دی خادم نے بتایا کہ چند آدمی آپ سے ملنا چاہتے ہیں فرمایا، بُلا لو تین اشخاص اندر چلے آئے ایک نے پوچھا مرزا جان جانان کون سے ہیں دونوں نے اشارہ کیا وہ جو سامنے بیٹھے ہیں یہ سنتے ہی اُس نے گولی ماردی گولی قلب میں لگی لیکن پھر بھی تین دن تک زندہ رہے جمعہ کی نماز کے بعد دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر سُورۃ فاتحہ پڑھی اور الحمد الحمد کہتے ہوئے جان جان آفرین کے سپرد کی۔

جلال گجراتی شاہ:

شیخ پیارا، خلیفہ شاہ یداللہ گلبر گویؒ کے مرید، کاملانِ وقت میں سے تھے قتل کیے گئے قاتل نے جب اُن پر تلوار ماری تو کہنے لگے۔

"یا رحمٰن، یا رحمٰن" اور اسی کلمہ کے ساتھ جاں بحق تسلیم کی مزار مبارک ڈھاکہ (بنگلہ دیش) میں ہے۔

جماعت علی شاہ امیر ملت پیر (وفات ۱۹۵۱ء)

صوفی بزرگ، وفات کے دن حضرت نے باجماعت نماز ادا کرنے کے بعد کہا مجھے نیچے لے چلو انہیں نیچے لاکر لٹا دیا گیا غنودگی میں انہوں نے فرمائش کی میری تسبیح دو، تسبیح دے دی گئی انہوں نے معمول کے مطابق اور ادو وظائف پورے کیے اور تسبیح واپس کرتے ہوئے پوچھا ساتھ والے کمرے میں کون ہے بتایا گیا گھر کی خواتین ہیں، امیر ملت بولے ان سے کہا جائے اطمینان سے زنان خانے میں جائیں اب مجھے آرام ہے آرام ہی آرام، وہ خاموش ہوگئے لوگوں نے جھک کر ان کا چہرہ دیکھا پھر نبض دیکھی سوا سو سال کی بے قراری کو قرار آچکا تھا مزار علی پور سیداں میں مرجع انام ہے۔

جمال الدین افغانی سید (۱۸۳۸-۱۸۹۷ء)

عالم اسلام کے اتحاد اور آزادی کے داعی انہوں نے اپنی پوری زندگی عالم اسلام کو متحد کرنے کی کوششوں میں گزار دی انتقال سے پیشتر ان کے الفاظ تھے۔ "مشرق کی آزادی اور ممالک اسلامیہ کے اتحاد کے متعلق اگرچہ میرا خواب میری زندگی میں شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکا لیکن مجھے یقین ہے کہ میری وفات کے بعد مستقبل قریب میں میری یہ آرزو عملی جامہ پہنے گی۔ صاحب نیت کے معدوم ہوجانے سے نیت ہرگز معدوم نہیں ہوسکتی اور اس کا عمل بالاستقلال جاری رہے گا۔"

جنید بغدادیؒ حضرت (وفات ۹۱۰ء)

بغداد کے نامور صوفی، آخری وقت پر آپ نے سورۃ بقر کی ستر آیات تلاوت فرمائیں پھر انگلیوں پر وظیفہ پڑھنا شروع کردیا اور جب داہنے ہاتھ کی انگشت شہادت پر پہنچے تو انگلی اٹھا کر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھا اور آنکھیں بند کرتے ہی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔

حالی الطاف حسین (۱۸۳۷-۱۹۱۴ء)

سعدیٔ ہند، مسدس، مدو جزرِ اسلام، کے خالق اور جدید نقطۂ نظر کے پیغمبر جب بہارِ زندگی کو الوداع کہنے لگے تو یہ اشعار اُن کی زبان پر تھے:

اے بہارِ زندگانی الوداع اے شباب شادمانی الوداع
اے طلوع صبح پیری السلام اے شبِ قدرِ جوانی الوداع
السلام اے قاصدِ ملکِ بقا الوداع اے عمرِ فانی الوداع
آلگا حالی کنارے پر جہاز الوداع اے زندگانی الوداع

حبیب اللہ لاہوری، حافظ (۱۹۱۶-۱۹۷۲ء)

عالم دین، دہلی میں پیدا ہوئے، ۱۹۳۷ء میں دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہوئے، اس کے بعد مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ میں مدرس رہے والد ماجد حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علیؒ سے بیعت تھے۔ ۱۹۴۸ء میں دیار حبیب ﷺ کا رُخ کیا سال کے ۹ ماہ مدینہ منورہ اور تین ماہ مکہ میں گزارتے، عمر بھر شادی نہ کی بعارضہ قلب انتقال فرمایا، بوقتِ رحلت قرآن پاک کی تلاوت فرما رہے تھے آخر میں فرمایا، "میرا کام بن گیا" اور اسی عالم میں ابدی نیند سو گئے۔

حبیب عجمی (وفات ۷۷۲ء)

حضرت خواجہ امام حسن بصریؒ کے مرید، خلیفہ اکبر، صاحب کرامت تھے زندگی کے آخری ایام میں اختلاج قلب کا مرض لاحق ہوا چار پانچ گھڑی تک بے چینی محسوس کی شام کے وقت نزع کی حالت طاری ہوئی، "اللہ ربی"، صدا بلند تھی اس موقع پر ایک کو اشارے سے قریب بلایا اور فرمایا طالبین سے کہہ دو

کہ جب رات کو بستر پر لیٹا کریں تو اس بات پر غور کیا کریں کہ آج کتنی نیکیاں ہوئی اور کتنی بدیاں، اُس کے بعد کلمہ طیبہ پڑھ کر واصل الی اللہ ہوئے۔

حسین احمد مدنی ؒ مولانا

شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنی، قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہی (۱۹۰۵ء) کے مرید وخلیفہ اجل، شیخ الاسلام حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی (۱۹۲۰ء) کے شاگرد اور ممتاز عالم دین۔ "دنیا امتحان کی جگہ ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا امتحان لیتے ہیں جن پر نعمتوں کی بارش ہوتی ہے ان پر مصیبتیں بھی آتی ہیں بندہ کا کام ہے صبر وشکر سے کام لے، ہر حالت میں راضی برضا رہے یہی امتحان کی کامیابی ہے۔" اہلیہ محترمہ یہ الفاظ سنتی ہیں تو بے اختیار آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگتے ہیں، فوراً انہیں تسلی دی اور فرمایا "فکر کی کوئی بات نہیں میرا مرض بہت جلد جاتا رہے گا، ان شاء اللہ صحت ہو جائے گی، گھبرانے کی کوئی بات نہیں یہ نصیحت تو اس لیے ہے کہ اسلام کی تعلیم ہے جو ہمیشہ یاد رہنی چاہئے۔" اس کے بعد چادر تان کر آرام فرمانے لگے تھوڑی دیر بعد نماز ظہر کا وقت ہو گیا، دیکھا گیا تو حالت نیند ہی میں رُوح پرواز کر چکی تھی۔

خلیل احمد سہارنپوری ؒ حضرت مولانا

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہی کے خلیفہ ارشد، وفات سے پیشتر بالکل دنیا سے قطع تعلق ہو چکا تھا اور سوائے پاس انفاس کے نہ کوئی حرکت تھی، نہ کسی بات کا جواب نہ سوال، شب میں دو مرتبہ آب زمزم پلایا گیا پورے چوبیس گھنٹے عالم خاموشی میں گزار کر چہار شنبہ کو سعودی عرب میں ۱۶ اور ہندوستان میں ۱۵ ربیع الثانی (۱۳۴۶ھ) تھی بعد عصر منزل مقصود پر پہنچ کر با آواز بلند اللہ اللہ کہنا شروع کیا اور دفعۃً آنکھیں بند کر کے خاموش ہو گئے اور رُوحِ مبارک قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی جنت البقیع میں مزارات اہل بیت کرام ﷺ کے متصل سپرد خاک ہوئے۔

داتا گنج بخش ؒ حضرت سید علی بن عثمان ہجویری (وفات ۴۶۵ھ)

برصغیر ہندوپاک کے ممتاز صوفی بزرگ ۴۳۱ھ میں لاہور تشریف لائے اور یہاں ایک مسجد اور مدرسہ کی بنیاد رکھی پوری زندگی اسلام کی تبلیغ میں گزاری۔ کہا جاتا ہے کہ جب آپ کا آخری وقت قریب آیا تو چہرہ ہشاش بشاش تھا اور لب مبارک یَا حَیُّ یا قَیُّوم برحمتکَ استغیث میں جنباں تھے کہ متبسم ہو کر جان جان آفرین کے سپرد کر دی مزار لاہور میں ہے۔

داؤد غزنوی مولانا (۱۸۹۵ـ۱۹۶۳ء)

ممتاز عالم دین، امرتسر میں پیدا ہوئے، قیام پاکستان کے بعد پاکستان چلے آئے اور تنظیم اہل حدیث کو از سر نو منظم کیا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں اہم کردار ادا کیا۔ آخری روز اُن کی طبیعت میں بڑی تازگی اور بشاشت تھی صبح کی نماز بالجہر پڑھی پھر وظیفہ پڑھا اتنے میں صاحبزادی نے ٹیلی فون پر حال پوچھا تو کہنے لگے۔ "اللہ کا شکر ہے طبیعت اچھی ہے رات نیند ٹھیک آئی صبح ناشتہ کرنے کو جی چاہا، طبیعت الحمد للہ پہلے سے بہتر رہی ہے تم کراچی جانا چاہتی ہو تو چلی جاؤ۔" انہوں نے رسیور رکھا ہی تھا کہ اچانک دل کا دورہ پڑا اس دورے کی مدت دو چار لمحوں سے زیادہ نہ تھی اور اس دوران ہی ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

ذوالنون مصری ؒ حضرت (وفات ۲۴۵ھ)

مرض الموت میں آپ سے سوال کیا گیا آپ کی خواہش کیا ہے، فرمایا "قبل اس کے کہ مروں خواہ ایک ہی لمحہ کے لیے کیوں نہ ہو مگر اس کو جان لوں۔" اس کے بعد ایک عربی شعر پڑھا جس کا مطلب یہ ہے کہ "خوف نے مجھ کو بیمار بنا دیا اور شوق نے جلا دیا، محبت نے دبلا کر دیا" اور خدا نے زندہ کر دیا شعر پڑھنے کے بعد آپ بے ہوش ہو گئے اور ایک دن بے ہوش رہے جب ہوش میں آئے تو یوسف بن حسین نے وصیت چاہی، فرمایا۔ "اس وقت کسی دوسری طرف مجھ کو مشغول نہ کرو، میں اللہ تعالیٰ کے احسانات دیکھ کر متعجب ہو رہا ہوں۔" ان الفاظ کے بعد انتقال فرما گئے۔

رابعہ بصریہ ؒ حضرت (۹۷ـ۱۸۵ھ)

وفات سے تھوڑی دیر قبل بصرہ کے کچھ لوگ بیمار پرسی کے لیے آئے وہ لوگ دروازے کے پاس راستہ روک کر کھڑے تھے حضرت رابعہ بصری ؒ نے ان سے فرمایا۔ "فرشتوں کے لیے راستہ چھوڑ دو۔" چنانچہ وہ لوگ دروازے سے باہر ہو گئے اور دروازہ بند کر دیا تھوڑی دیر بعد دروازہ کھولا گیا تو حضرت رابعہ ؒ داعی اجل کو لبیک کہہ چکی تھیں۔

رودباری حضرت خواجہ ابوعلی ؒ (وفات ۳۲۱ھ)

نزع کے عالم میں یہ عربی شعر پڑھ رہے تھے جس کا مطلب ہے۔ "تیرے حق کی قسم جب تک میں تجھے دیکھتا رہوں گا تیرے سوا میں کسی پر محبت کی نظر نہ ڈالوں گا یعنی تجھے دیکھتے دیکھتے مر جاؤں گا۔" اس کے بعد انتقال فرما گئے۔

زین العابدین ؒ حضرت امام:

وفات مبارک سے قبل اپنے بیٹے سے فرمایا: "اے فرزند پانچ اشخاص کو ہرگز دوست نہ بنا، (۱) فاسق کو کیونکہ وہ تمہیں بڑی بڑی چیزوں کا لالچ دے گا اور پھر ایک لقمہ پر تمہیں فروخت کر دے گا۔ (۲) بخیل کو کیوں کہ وہ اسی مال کو اپنے پاس دبائے گا جس کی تم کو زیادہ ضرورت ہو گی اور پھر تم کو ذلیل ورسوا کرے گا۔ (۳) جھوٹے کو کیوں کہ اس کی مثال ریت کی ہے۔ (۴) بے وقوف کو کیوں کہ تم کو نفع پہنچانے کی کوشش کرے گا مگر اس کی بے

وقوفی سے نقصان پہنچے گا۔ (۵) اس شخص کو جو اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں سے قطع تعلق کرتا ہے کیوں کہ ایسا انسان خدا کی کتاب میں ملعون ہے۔

سری سقطیؒ حضرت:

با کمال بزرگ، حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ میں بیماری کی حالت میں آپ کی عیادت کے لیے گیا تو میں نے قریب رکھا ہوا پنکھا اٹھایا اور حضرتؒ کو ہوا دینے لگا، فرمایا، ''جنید رہنے دو کیوں کہ آگ ہوا سے زیادہ تیز تر اور روشن ہوتی ہے''۔ آخر حضرت جنیدؒ نے کہا کہ اچھا مجھے کوئی وصیت تو کیجیے، فرمایا، ''دیکھ ایسا نہ ہو کہ صحبت خلق تجھے اللہ سے غافل کر دے۔'' یہ کہا اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

سعدیؒ شیخ (۱۱۸۴ـ۱۲۹۱ء)

فارسی شاعر اور ممتاز صوفی، شیراز میں پیدا ہوئے انہوں نے دور دراز علاقوں کا سفر کیا بوستان اور گلستان ان کی مایہ ناز کتابیں ہیں وفات کے وقت فرمایا، ''وہ گنہگار جو خدا تعالیٰ کے بارے میں اچھے خیالات رکھتا ہے اس صوفی سے بہتر ہے جو ظاہریت سے کام لیتا ہے۔''

سفیان ثوریؒ حضرت:

بزرگان کبار میں سے ہیں لوگ عموماً انہیں امیر المومنین کہا کرتے تھے، عبداللہ مہدی کہتے ہیں کہ موت کے وقت انہوں نے فرمایا کہ میرا منہ زمین کی طرف رکھو چنانچہ تعمیل کے بعد میں باہر نکلا اور لوگوں کو خبر کی اس پر سب لوگ جمع ہو گئے انہوں نے سرہانے سے روپوں کی تھیلی نکالی اور فرمایا، ''صدقہ کرو'' لوگوں نے کہا آپ نے تو فرمایا تھا کہ دنیا جمع نہیں کرنی چاہئے اور خود اس قدر مال جمع کر رکھا ہے، فرمایا، ''یہ میرے ایمان کا نگہبان تھا اس سے میں اپنے ایمان کو سلامت رکھتا کیوں کہ اس کی موجودگی میں شیطان مجھ پر غلبہ نہ پا سکا کیوں کہ اگر وہ کہتا کہ آج کیا کھاؤ گے اور کیا پہنو گے تو میں کہتا کہ میرے پاس زر ہے اگر کہتا تیرے پاس کفن نہیں تو میں اس کو یہ روپے دکھا دیا کرتا تھا اور اس کے وسواس کو رفع کر دیتا تھا اگر چہ مجھے اس کی ضرورت نہ تھی۔'' یہ کہہ کر کلمہ شہادت پڑھا اور رحلت فرما گئے۔

سیدن شاہ صابریؒ پیر (۱۸۸۵ـ۱۹۷۳ء)

سلسلہ چشتیہ صابریہ کے روشن چراغ، سلسلہ بیعت مختلف واسطوں سے علاء الدین علی احمد صابری کلیریؒ سے جا ملتا ہے۔ ۲۵ نومبر ۱۹۷۳ء کو پی اے ایف ہسپتال سرگودھا میں صبح کی نماز کے وقت سورہ یٰسین کی تلاوت فرماتے ہوئے خالق حقیقی سے جا ملے۔

شافعیؒ امام (۱۵۰ھ ـ ۲۰۴ھ)

دُوسری صدی ہجری کے عظیم امام اور مجتہد، علمی وجاہت اور فقہی متانت کے باوجود عبادت و ریاضت اور زہد و تقویٰ میں قدم راسخ رکھتے تھے مزنیؒ بیان کرتے ہیں، امام شافعیؒ جب مرض موت میں مبتلا تھے تو فرمایا، ''دنیا سے کوچ اور احباب سے جدائی کا وقت ہے، موت کا پیالہ پیش ہوا چاہتا ہے اور نتیجہ اعمال نکلنے والا ہے عنقریب اللہ کے دربار میں حاضری ہو گی جس پر میں اس کو مبارک باد دوں یا نار کی طرف جس پر میں اس سے تعزیت کروں۔'' پھر آپ پر گریہ طاری ہو گیا اور یہ پڑھنے لگے اور اسی حالت میں انتقال ہوا۔

تعاظمنی ذنبی فلما قرنته، بعفوک ربی کان عفوک عظیما. یعنی میرے گناہ بہت بڑے ہیں لیکن میں تیری رحمت کی طرف نظر کرتا ہوں تو وہ میرے گناہوں کی نسبت کہیں زیادہ معلوم ہوتی ہے۔

شبلی نعمانی (۱۸۵۷ـ۱۹۱۴ء)

مشہور مورخ، معلم، شاعر، محدث اور ادیب، سید سلیمان ندوی نے حیات شبلی میں مولانا شبلی نعمانی کے آخری لمحات یوں قلم بند کیے ہیں۔

''۵ انومبر ۱۹۱۴ کو میں سرہانے کھڑا تھا میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے مولانا نے آنکھیں کھول کر حسرت سے میری طرف دیکھا اور دونوں ہاتھوں سے اشارہ کیا کہ اب کیا ہو رہا ہے پھر زبان سے یہی فرمایا اب کیا.........لوگوں نے پانی میں جواہر مہرہ گھول کر ایک چمچہ پلایا تو جسم میں طاقت محسوس ہوئی معاہدہ کے طور پر میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا،'' سیرت ﷺ میری تمام عمر کی کمائی ہے سب کام چھوڑ کر سیرت تیار کر دو۔'' میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا ''ضرور، ضرور، اگلے روز شام کو حمید الدین بھی آ گئے جن کے لیے مولانا ابتداء سے منتظر تھے'' ۱۷ نومبر کو صبح کو انہیں اور سید سلیمان ندوی کو بلا کر کہا۔ ''سیرت۔ سیرت۔ سیرت اور انگلی سے لکھنے کا اشارہ کر کے کہا۔ ''سب کام چھوڑ کے'' مولانا کی طاقت اُس وقت جواب دے چکی تھی حالانکہ علاج بھی جاری تھا لیکن مولانا نے دوا استعمال کرنے سے انکار کر دیا اور آخری تین روز کوئی دوا انہیں پی سترہ نومبر کی شام کو ڈاکٹر محمد نعیم جو انصاری وفد میں شامل تھے نے مولانا کا معائنہ کیا دماغ کے سوا تمام اعضاء معطل ہو چکے تھے، تدبیر بے سود تھی اس کے بارہ گھنٹے بعد انہوں نے آخری سانس لیا اور ۱۸ نومبر ۱۹۱۴ کو صبح آٹھ بجے خالق حقیقی سے جا ملے۔

شیر محمد دیوان چاوَلی حضرت حاجی (۳۰ـ۱۳۱ھ)

صوفی بزرگ، خاندانی نام رائے چاولہ تھا قبول اسلام کے بعد شیر محمد کہلائے، ایک روایت ہے کہ والیٔ سندھ اور اہل اسلام کے مابین محاذ آرائی میں قلعہ کھوتوال کی فوج والیٔ سندھ کا ساتھ دیا جس میں راجکمار رائے چاولہ بھی شامل تھے معرکہ میں اہل اسلام کو فتح ہوئی اور انہیں قیدی بنا کر مدینہ بھیج دیا گیا قیام عرب کے دوران انہوں نے ملک عرب اور گرد و نواح کے علاقوں

کی سیاحت کی حضرت اویس قرنی کے مزار پر بھی حاضری دی اور ۷۱۲ء میں محمد بن قاسم کی فوج میں شامل ہو کر برصغیر واپس آئے ان کا اسلام قبول کرنا بھائیوں اور برادری والوں کو ناگوار گزرا اور وہ ان کی جان لینے کے موقع کی تلاش میں رہنے لگے ایک روز انہوں نے حربی عصاز مین میں گاڑا اور نماز پڑھنے لگے اور حالت نماز میں شہید کر دیے گئے۔

شیر محمد صاحب شرقپوری میاں (۱۸۶۵ء۔۱۹۲۸ء)

صوفی بزرگ، زندگی کے آخری ایام میں تپ محرقہ میں مبتلا ہو گئے اطباء نے آب وہوا کی تبدیلی کا مشورہ دیا اور کشمیر لے جانے کی تجویز پیش کی مگر کشمیر جا کر بھی جب طبیعت نہ سنبھلی تو انہیں لاہور لایا گیا۔ آخری دم تک آپ کے لب مبارک پر ذکر اللہ جاری رہا وفات کے وقت چہرے پر تبسم تھا گویا علامہ اقبال کے اس شعر پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔

نشان مردِ مومن باتو گویم چو مرگ آید تبسم برلب اوست

صلاح الدین ایوبی سلطان (۱۱۳۸ء۔۱۱۹۳ء)

فاتح بیت المقدس، تعلق کرد قبیلے سے تھا، اصلی نام یوسف تھا، بہادری اور جواں مردی کی وجہ سے عالمی شہرت حاصل کی، کئی صلیبی جنگیں لڑیں اور دشمنانِ اسلام کو عبرت ناک شکستیں دیں، اپنی اعلیٰ جنگی حکمت عملی کے سبب مصر اور شام اور عرب کی حکومتیں حاصل کیں۔ ستائیسویں صفر ۵۸۹ھ (۱۱۹۳ء) صبح جس وقت قاری صاحب قرآن کریمہ کی آیہ انہ لا الٰہ الاّ ھو علیہ توکلت پر پہنچے تو سلطان صلاح الدین ایوبی نے بھی ان کلمات کا ورد شروع کر دیا اور اسی حالت میں انتقال کیا۔

عباس علمدار رضی اللہ عنہ حضرت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے، کربلا معلّیٰ میں انہوں نے گھوڑے کی پشت پر جھک کر علم کو سینے سے روکنا چاہا تو ایک شخص نے گرز کا وار کیا جس سے وہ زمین پر گر گئے اور انہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو پکارا لیکن جب تک حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ان تک پہنچے ان کے دونوں بازو کٹ چکے تھے ایک آنکھ میں تیر پیوست تھا اور وہ زمین پر پڑے آخری سانس لے رہے تھے امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے بھائی کے سرہانے بیٹھ گئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جو آخری الفاظ کہے وہ یہ تھے۔ ''خدا خود آزادی اور حریت ہے، اے حریت اے خدا میں تیرے ہی پاس آتا ہوں۔'' ان الفاظ کے ساتھ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زبان خاموش ہو گئی اور وہ خالق حقیقی سے جا ملے۔

عبد الرحمان شاہ گیلانیؒ پیر (وفات ۱۳۴۰ھ)

صوفی بزرگ، دوشنبہ بروز پیر جمادی الاولیٰ بوقت عشاء بخار شروع ہوا حسب المرض علاج کی طرف رجوع کیا حکیم محمد اکرم بلائے گئے ۲۴ جمادی الاولیٰ تک علاج جاری رہا مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی حاضرین کو آخری ہدایات دیں پیر کی رات ختم ہونے کے قریب آئی تو فرمایا۔ ''اذان پڑھی جائے آخری بار دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے رسول کریم ﷺ کی اذان سن لوں۔'' چنانچہ اذان کہی گئی اس دوران اُن کی زبان پر کلمہ طیبہ جاری تھا تب حکم ہوا کہ سات آدمیوں کے سوا باقی تمام باہر چلے جائیں مگر کوئی بھی جانے کو تیار نہ ہوا تو فرمایا ''رہنے دو'' اس کے بعد چند دعائیں پڑھیں اور رُوح پرواز کر گئی۔

عبد الرحیم سہارنپوریؒ شاہ حضرت (۱۷۹۹ء۔۱۸۸۶ء)

صوفی بزرگ، اُن کے ابتدائی حالات پر پردہ پڑا ہوا ہے صرف اتنا معلوم ہے کہ انہوں نے حضرت اخوند صاحب سوات کے دست حق پرست پر بیعت کی، وصال کے روز خوش دامن نے آواز دی، ''میاں صاحب رقیہ (چھوٹی بچی) رو رہی ہے اُس کو مناؤ۔'' فرمایا۔ ''کیسی رقیہ اور کس کی رقیہ، ہم نے اپنے روٹھے کو منالیا۔'' یہ فرما کر ایک مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھا اور کروٹ لی اور سفر آخرت پر روانہ ہو گئے۔ مزار مبارک انبالہ سرساوا روڈ پر ضلع سہانپور میں ہے۔

عبد الرحیمؒ مولانا شاہ (وفات ۱۱۳۱ھ)

والد بزرگوار شاہ ولی اللہؒ، آپ نے بڑی عمر پائی، آخر عمر میں اشتہا جاتی رہی اور ضعف آ گیا انتقال کے وقت زیر لب اسم ذات کا ورد جاری تھا کہ آپ نے زندگی کی امانت سپرد کر دی یہ واقعہ بدھ کو پیش آیا فرخ سیر بادشاہ کی حکومت تھی۔

عبد الرسول قصوری مولانا (۱۸۱۹ء۔۱۸۷۷ء)

مولانا غلام محی الدین قصوری کے صاحبزادے اور عالم دین، والد بزرگوار کے دست حق پرست پر بیعت کی وصال سے قبل انہوں نے اپنے تمام احباب کو الوداع کہا، آخری وقت اشھد ان محمدا عبدہٗ و رسولہ' پڑھا۔ مراقبہ کیا اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

عبد الغفور ہزاروی مولانا (۱۹۱۰ء۔۱۹۷۰ء)

شیخ القرآن، حضرت کا باقاعدگی سے روزانہ یہ معمول تھا کہ صبح سویرے سیر کو جاتے حسب عادت بروز جمعۃ المبارک ۱۹ اکتوبر ۱۹۷۰ء کو فجر کی نماز کے بعد سیر کے لیے گئے تو جی۔ٹی روڈ پر نالہ پلکھو (وزیر آباد) کے قریب ایک ٹرک کی زد میں آ کر شدید زخمی ہوئے، فوراً ہسپتال پہنچایا گیا لیکن کوئی کوشش کارگر ثابت نہ ہوئی۔ حضرت کا ضبط و تحمل دیکھئے کہ زندگی کے آخری لمحات میں آنکھیں کھول کر فرمایا۔ ''میں نے مجرم کو معاف کر دیا ہے'' اور پھر کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے خالق حقیقی سے جا ملے۔

عبد القادر جیلانیؒ حضرت شیخ (۴۷۰ھ،۱۰۷۷ء۔۵۶۱ھ)

حضرت کے صاحبزادے حضرت سید عبد الوہاب کا بیان ہے کہ مرض

موت میں ہم لوگوں نے آپ سے وصیت کی درخواست کی تو ارشاد فرمایا۔ ''تقویٰ اور خدا کی اطاعت کو اختیار کرلو کسی سے مت ڈرو اور نہ کسی غیر خدا سے کچھ توقع رکھو، سوائے خدا کے کسی پر بھروسا نہ کرو اور سوائے توحید کے کسی پر اعتماد نہ رکھو کہ توحید ہی وہ چیز ہے جس پر سب کو اتفاق ہے۔'' پھر فرمایا'' ہم کو خدا کے سوا نہ ملک الموت کی پرواہ ہے نہ کسی اور چیز کی۔'' اس کے بعد جب آخری حالت ہوگئی تو یہ کلمات زبانِ مبارک پر آئے۔ ''مدد مانگتا ہوں اُس خدا سے جس کا شریک کوئی نہیں، جو زندہ ہے اور کبھی نہیں مرتا اور نہ کسی سے ڈرتا ہے پاک ہے وہ جس کو بندوں پر موت طاری کرنے میں قدرت و غلبہ حاصل ہے۔ لہذا گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی معبود مگر ایک اللہ کی ذات اور محمد ﷺ بلاشک اس کے رسول ہیں۔'' اس آخری کلمہ پر روح مبارک نے جسم سے مفارقت کی، مزار بغداد شریف میں ہے۔

عبدالقدوس گنگوہیؒ حضرت شیخ:

ممتاز، صوفی بزرگ، پوری عمر ریاضت و عبادت میں گزاری حتیٰ کہ علالت میں بھی نماز ترک نہ کی، آخر وقت نماز پڑھی، حق حق کہا اور ۸۴ برس کی عمر میں وصال فرمایا۔

عبدالقادر رائپوریؒ، قطب الارشاد حضرت مولانا (وفات ۱۹۶۲ء)

قطب العالم حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائپوری قدس سرہٗ (۱۹۱۹ء) کے جانشین اور خلیفہ اعظم، امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور مفکر اسلام ابوالحسن علی ندوی جیسے مشاہیر علماء اسلام آپ کے حلقہ بیعت میں شامل ہیں۔ وفات سے آٹھ روز قبل مکمل سکوت وانقطاع کی کیفیت طاری تھی آخری کلام ڈاکٹر ریاض قدیر سے فرمایا، ڈاکٹر صاحب نے با آواز بلند السلام علیکم کہا، حضرت نے جواباً فرمایا، وعلیکم السلام پھر ڈاکٹر صاحب نے حال دریافت کیا، فرمایا ''الحمدللہ'' اس کے بعد کوئی گفتگو نہ کی مشاہدات ذات میں مستغرق تھے آنکھیں بالکل بند تھیں ۱۶ اگست ۱۹۶۲ء کو ۱۱ بجے قبل دوپہر حالت نزع شروع ہوئی مولانا عبدالمنان نے زمزم شریف دہن میں ڈالا اور سورہ یٰسین شریف کی تلاوت شروع کی۔ فبشرهُ بمغفرةٍ وَّاجرٍ كريم پر پہنچے تو یکا یک آنکھیں کھولیں اور پھر بند کرلیں اسی وقت رُوح مبارک نے اعلیٰ علیین کی راہ لی۔

عبدالکریم حسینیؒ، عارف باللہ حضرت شاہ (م ۱۳۵۲ھ۔ ۱۹۳۳ء)

خواجہ دکن حضرت سید محمد گیسو دراز کی اولاد میں سے تھے اردو، فارسی اور پنجابی کے شاعر بھی تھے، گلدستہ کریم کے نام سے ان کا ایک مجموعۂ کلام موجود ہے۔ وفات سے تین روز قبل یکا یک اُٹھ بیٹھے فرمایا مجھے حکم آ گیا میرے پاس ابھی ابھی دو فرشتے آئے ایک نے مجھے کاغذ کا ایک ورق دیا جس پر سورہ الفجر کی آخری آیت مبارکہ تحریر تھی۔ يٰاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ وَ ادْخُلِيْ جَنَّتِيْ اور ساتھ ہی فرمایا آپ کو آپ کے مالک اللہ تعالیٰ نے یاد فرمایا ہے آپ تیار رہ جائیں ہم جمعہ کے روز آپ کو لینے آئیں گے آپ نے فرمایا کہ جمعہ کے روز کی میری کوئی نماز ضائع نہ ہو انہوں نے فرمایا کہ ہم جمعہ کی نماز کے بعد آئیں گے جمعہ کے روز شام کے بعد ضعف اوج کمال کو پہنچ گیا پھر یکا یک زبان پر ذکر اسم ذات اللہ بالجہر جاری ہوا جو رفتہ رفتہ بلند ہوتا چلا گیا ذکر بالجہر کی آواز دور دور تک سنائی دے رہی تھی ذکر اللہ اپنے عروج کو پہنچ کر پھر آہستہ آہستہ مدھم ہوتا چلا گیا آخر میں ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے کنویں میں سے آواز آ رہی ہو آخر کار ۱۸ منٹ ذکر جلی میں مشغول رہ کر اس مرد خدا نے جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

عبدالاوّلؒ:

امام محمد اسماعیل بخاری کے شاگرد جب انتقال کا وقت آیا تو آخری کلمہ جو ان کی زبان سے نکلا یہ تھا۔ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ☆ بِمَا غَفَرَلِيْ رَبِّيْ وَ جَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ (یہ سورہ یٰسین شریف کے دوسرے رکوع کی آیت ہے) جس کا مطلب یہ ہے۔'' کاش میری قوم کو یہ بات معلوم ہو جاتی کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا اور مجھے معزز اور مکرم لوگوں میں شامل کر دیا۔''

عبدالماجد بدایونیؒ مولانا (۱۸۸۷ء۔۱۹۳۱ء)

مولانا عبدالحامد بدایونی آپ کے چھوٹے بھائی تھے تحریک آزادی اور اور انگریز دشمنی میں نمایاں کردار ادا کیا تحریک خلافت، مسجد کانپور، مجلس خدام کعبہ اور فتنہ ارتداد میں مذہب وملت کی بھرپور خدمت کی جب انگریزی حکومت نے پہلی جنگ عظیم کے بعد جشن صلح منانے کا اعلان کیا تو انہوں نے فرمایا، جشن صلح دراصل صلح کا نہیں بلکہ ترکوں پر فتح پانے کی خوشی ہے۔ جمعیت العلمائے ہند کے مقابلے میں جمعیت العلماء اسلام کلکتہ کی بنیاد رکھی۔ ۱۴ دسمبر ۱۹۳۱ء شب دو شنبہ ۳ بجے یا غفور یا رحمٰن کہتے ہوئے واصل بحق ہوئے۔

عبدالماجد دریا آبادی حضرت مولانا

ممتاز عالم دین، ۱۴ مارچ ۱۹۷۴ء کو ان پر فالج کا حملہ ہوا وسط اکتوبر ۱۹۷۶ء میں گر پڑے اور کولھے کی ہڈی ٹوٹنے کا حادثہ پیش آیا۔ دسمبر ۱۹۷۶ء میں پھر فالج گرا اور اس کا اثر زبان پر خاص طور سے پڑا اور ساتھ ہی دماغی قوتیں بھی ضعیف تر ہوگئیں زبان سے جو کچھ فرماتے وہ سمجھ میں نہ آتا اس زمانے میں ذات الجنب (نمونیہ) کا اثر بھی خاصا ہو گیا تھا غفلت کے عالم میں بار بار ہاتھ کانوں تک اُٹھاتے اور اس کے بعد نیچے لے جاتے جیسے نماز ادا کر رہے ہوں یہ کیفیت وفات سے کچھ دیر قبل تک رہی اور پھر انتقال کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پیادہ حج کرنے والے کیلئے ستر حج کا ثواب ہے اور سوار کیلئے ایک حج کا (الدیلمی)

عثمان الخیریؒ حضرت:

اکابر مشائخ خراسان میں سے، خراسان میں تصوف کا اظہار ان ہی کی بدولت ہوا جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو علاماتِ موت ظاہر ہوئیں آپ کا صاحبزادہ بیقراری اور اضطراب ظاہر کرنے لگا آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا۔ "بیٹا سنتِ نبوی کے خلاف مت کرو تاکہ منافق نہ قرار دیے جاؤ" اس کے بعد جان جان آفریں کے سپرد کردی۔

عطاء اللہ شاہ بخاریؒ مولانا (۱۸۹۲ء۔۱۹۶۱ء)

بطل حریت، عالم دین، پہلی بیعت حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑیؒ کے دست حق پرست پر اور دوسری حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری کے ہاتھ پر کی زندگی میں گیارہ بار جیل گئے اور تقریباً ساڑھے نو سال قید کاٹی۔ ۱۶ نومبر ۱۹۵۴ء کو حضرت مولانا شاہ جیؒ اپنے گھر میں وضو کر رہے تھے کہ جسم کے دائیں جانب فالج کا ہلکا سا حملہ ہوا مگر اس کا اثر جلد ہی زائل ہو گیا اواخر ۱۹۵۶ء میں جسمانی عوارض یکایک عود کر آئے اور پھر ایسے گرے کہ چار برس تک چارپائی سے لگے رہے کبھی برائے نام صحت ہو جاتی ۱۶ مارچ ۱۹۶۱ء کو فالج کا شدید حملہ ہوا اور ۲۱ اگست ۱۹۶۱ء کی شام کو یہ نابغہ روزگار اور تحریک ختم نبوت کا سپہ سالار کلمہ طیبہ کا ورد کرتا ہوا خالقِ حقیقی سے جا ملا مدفن ملتان میں ہے۔

علی بن سہل اصفہانیؒ:

مشائخ کرام میں سے ہیں حقائق میں آپ کا کلام نہایت بصیرت افروز تھا حضرت جنید بغدادیؒ کے ہمعصر تھے ایک دن کہیں جا رہے تھے چلتے چلتے کہنے لگے "لبیک" (حاضر ہوں) اور اس کے ساتھ ہی روح پرواز کر گئی۔

علی ہمدانیؒ حضرت سید (۷۱۴ھ۔۷۸۶ھ)

کشمیر کے ممتاز صوفی بزرگ، وادی کشمیر میں جن بزرگوں نے اسلامی تعلیمات کو رواج دیا ان میں حضرتؒ کا نام لائق ذکر ہے سہروردی سلسلہ میں بیعت ہوئے متعدد حج کیے وفات سے چند روز قبل علیل ہو گئے پانچ روز تک کچھ نہ کھایا نہ پیا چھٹے روز چند بار پانی پیا اصحاب کو نماز کے لیے طلب کر کے وصیت کی اور "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کا ورد کرتے ہوئے خالق حقیقی سے جا ملے۔

عمر بن عبدالعزیزؒ حضرت:

اموی خلیفہ، ولید بن عبدالملک کے بھتیجے: ۶۲ھ میں عبدالعزیز بن مروان بن عبدالملک کے ہاں پیدا ہوئے والدہ حضرت عمر فاروق اعظم کے بیٹے عاصم کی بیٹی تھیں۔ ۹۹ھ میں خلیفہ مقرر ہوئے انہوں نے جمہوریت کی رُوح پھر سے مسلمانوں میں پھونک دی اور خلافت راشدہ کے بعد ایک بار پھر اسلامی تعلیم کا دور دورہ ہوا۔ اسی بناء پر علماء امت انہیں دوسری صدی کا مجدد کہتے ہیں۔ ان کے عہد میں آذر بائیجان پر دشمنوں نے حملہ کر کے مسلمانوں کو قتل کیا اور لوٹا انہوں نے ابن حاتم باہلی کو فوج دے کر اس طرح روانہ کیا اس نے جا کر غنیم کو سزا دی۔ ۲۵ رجب ۱۰۱ھ میں انتقال سے کچھ لمحے پہلے قرآن پاک کی یہ آیت **تلک الدار الاخرة نجعلها للذين لا يريدون علوا فی الارض ولا فسادا والعاقبة للمتقين** تلاوت کی۔

ترجمہ: "یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لیے بناتے ہیں جو زمین میں نہ تو تفوق چاہتے نہ فساد کرتے ہیں عاقبت صرف پرہیزگاروں کیلئے ہے۔"

غلام رسول مہر مولانا (۱۸۹۶ء۔۱۹۷۱ء)

بزرگ صحافی، ادیب، مورخ اور شاعر، پیدائش جالندھر، تحریک خلافت اور تحریک عدم تعاون میں بھرپور حصہ لیا روزنامہ انقلاب جاری کیا آزادی کے بعد جب انقلاب بند ہو گیا تو مولانا صحافت سے ریٹائر ہو گئے "سرگزشت مجاہدین"، "سیرت سید احمد شہید"، "ابوالکلام کے خطوط" اہم کتابیں ہیں مولانا کے دیرینہ خادم ننکورام نے بتایا کہ مولانا مرحوم نے گزشتہ رات اچانک آوازیں دیں میں اور باقی گھر کے افراد بھی ان کے پاس آ گئے مولانا نے صرف اتنا کہا۔ "اچھا اللہ کے حوالے" اور اس کے ساتھ ہی اُن کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

غلام حسن شہید نقشیؒ:

صوفی بزرگ، حضرت خواجہ محمد جمال ملتانی کے دست حق پرست پر بیعت کی ایک انگریز نے جب فتح ملتان کے وقت انہیں اپنی بندوق کا نشانہ بنایا تو رفیق اعلیٰ سے ملنے سے قبل ان کی زبان پر فارسی کا یہ شعر تھا۔

سردر قدم یار فدا شد چہ بجا شد
ایں بارگراں بود ادا شد چہ بجا شد

غزالیؒ امام (وفات ۵۰۵ھ)

امام صاحب صبح کے وقت بستر خواب سے اٹھے، وضو کر کے نماز ادا کی پھر کفن منگوایا اور آنکھوں سے لگا کر کہا۔ "آقا کا حکم سر آنکھوں پر" یہ کہہ کر پاؤں پھیلا دیے اور روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

غلام فریدؒ خواجہ حضرت (وفات ۱۹۰۱ء)

بزرگ صوفی، شاعر، حضرت کمالات ظاہری و باطنی کے سبب دنیا میں مشہور تھے کسی سائل کو اپنے دروازے سے محروم نہ بھیجتے تھے انتقال سے کچھ عرصہ قبل مرض دبل میں مبتلا ہو گئے جو بالآخر جان لیوا ثابت ہوا مولانا عزیز الرحمٰن کا بیان ہے حضرت خواجہ غلام فرید بوقت سحر چارشنبہ ۶ ربیع الثانی ۱۳۱۹ھ پلنگ پر سوئے ہوئے تھے دایاں ہاتھ سینے پر تھا کمال استغراق کی حالت تھی اور شغل اسم ذات میں مصروف تھے حضرت کی اس حالت کو دیکھ کر حاضرین روتے رہے صبح کی نماز کے وقت خادم خاص دلاور خاں نے

دوا پلانے کیلئے عرض کیا آپ نے اس کی طرف دیکھ کر اشارہ فرمایا اس نے دوا پلائی اشراق کے وقت برکت علی ربابی نے چند شعر پڑھنے کی اجازت چاہی لیکن آپ نے انکار فرمایا حتی کے دوپہر کے وقت مایوسی کے آثار پیدا ہوئے اور مغرب کے وقت رحلت ہوگئی۔

غلام غوث ہزاروی مولانا (م۔۱۹۸۱ء)

عالم دین اور سیاست داں، دارالعلوم دیوبند سے دینی تعلیم مکمل کی۔ قادیانیت کے خلاف سرگرمی سے کام کیا قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں ۳ اور ۴ فروری کو درمیانی رات کے ایک بجے مولانا نے اپنے سینے میں درد محسوس کیا اور اپنے پاس احباب بٹھا لیے محلہ کی جامع مسجد کے خطیب مولانا قاری نذیر احمد بھی وہاں موجود تھے ڈاکٹر بلانے کی تجویز پر مولانا نے آسمان کی طرف اُنگلی اٹھاتے ہوئے فرمایا۔ ''اللہ کافی ہے۔'' موت کے قریب آپ نے فرمایا، ''میں بھی خدا کے حوالے'' اچانک حضرت نے کلمہ طیبہ کا ورد شروع کر دیا اور پھر بلند آواز سے لا الٰہ الاّ اللہ، فرماتے ہوئے جھٹکے سے اپنا منہ قبلہ کی جانب کرتے ہوئے محمد رسول اللہ، فرمایا اور اسی لمحہ آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

غلام محمد مولانا حافظ (۱۸۹۷۔۱۹۷۸ء)

ممتاز عالم دین اور قاری، پیدائش میانوالی، نو برس کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا حضرت چن پیر المعروف پیر پشاورؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی، عربی، فارسی اردو، پنجابی، سرائیکی اور سندھی پر مکمل دستگاہ تھی وصال سے قبل قرآن پاک سننے کی خواہش کی اور قرآنی آیات مبارکہ سنتے رہے پھر انتہائی شدت سے رونے لگے اچانک سانس کی رفتار غیر معمولی تیز ہوگئی اور لیٹنے کا ارادہ فرمایا ابھی بستر پر لیٹے ہی تھے کہ فرمایا۔'' خدا حافظ'' اس جملے کے ساتھ ہی وصال فرمایا۔ مزار میانوالی شہر میں ہے۔

غلام محی الدین قصوری مولانا (۱۲۰۲۔۱۲۷۰ھ)

پیدائش قصور، حضرت شاہ غلام علی دہلوی کی نظر کیمیا اثر نے ان کے دل میں ایک کیفیت پیدا کر دی تھی جو آپ کی زندگی کا سرمایہ بن گئی متعدد کتابیں تصنیف کیں وفات سے قبل حضرت خواجہ غلام نبی للّٰہی کو درس مثنوی مولانا روم دے رہے تھے دوران درس اولیاء کی موت وحیات بعد المماۃ کا دیر تک ذکر کرتے رہے درس ختم ہونے کے بعد انتقال کیا۔

فتح محمد بھورویؒ حضرت مولانا (۱۸۴۵۔۱۹۴۸ء)

عالم باعمل، پیدائش بھور شریف (میانوالی) آخر عمر تک شجر اسلام کی آبیاری فرمائی اور پانے علوم دین اور فیض روحانی سے عالم اسلام کو منور کیا ۳۱ دسمبر ۱۹۴۸ء کو بروز جمعۃ المبارک جب آپ نے انتقال فرمایا تو زبان پر کلمہ طیبہ جاری تھا۔

فخر الدین عراقیؒ حضرت شیخ:

ممتاز صوفی بزرگ، پیدائش نواح ہمدان ۶۰۰، وفات دمشق ۶۸۸ھ، انہوں نے موت کے وقت اپنے بیٹے شیخ کبیر الدین کو پاس بلایا اور یہ آیت پڑھی:

یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ الٰی قوله شَاْنٌ یُّغْنِیْهِ (سورۂ عبس ۱)

ترجمہ: جس روز ایسا آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنی اولاد سے بھاگے گا ان میں ہر شخص کو ایسا مشغلہ ہوگا جو اس کو اور طرف متوجہ نہ ہونے دے گا اس کے بعد کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے عالم جاودانی کو سدھارے۔

فرید الدین مسعود گنج شکرؒ حضرت شیخ (۵۸۶۔۶۶۶ھ)

صوفی بزرگ، آپ بڑھاپے میں بے حد کمزور ہوگئے تھے ایک روز بخار چڑھا، کمزوری زیادہ ہوگئی، عشاء کی نماز کے بعد بے ہوشی طاری ہو گئی، اس خیال سے کہ شاید میں نے نماز نہیں پڑھی دوبارہ نماز کے لیے کھڑے ہوئے مگر حالت بہت زیادہ خراب ہوگئی یا حی یا قیوم کا ورد کرتے ہوئے جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

فضل گجراتی پیر (۱۸۹۶۔۱۹۷۲ء)

پنجابی کے معروف غزل گو شاعر، وہ حضرت شاہ دولہ دریائی کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے، مذہب و تصوف و فقر کی دولت وراثت میں پائی، مرزا نثار حسین مبصر کی توجہ نے فضل حسین کو پیر فضل گجراتی بنا دیا۔ وفات کے دن بے حد نحیف و ناتواں ہو چکے تھے مگر آہستہ آہستہ کہنے لگے کہ کھانے کا جلدی جلدی بندوبست کرو، چند حجاج حضرات سفید براق لباس پہنے میرے ہاں مہمان ٹھہریں گے، ان کے لیے صاف ستھرے بستر ے بچھاؤ، میرا بستر کسی مسکین کو دے دو اور برتن توڑ دو، آواز بہت نحیف ہوتی چلی گئی اور بالآخر انہوں نے کلمہ شہادت کا ورد کیا اور پھر راہی ملک بقا ہوئے۔

فضیل بن عیاضؒ (وفات ۸۰۳ء)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے شاگرد اور صوفی، وصال کا سبب یہ ہوا کہ ایک قاری نے سورہ فاتحہ پڑھی، آپ نے ایک دل دوز نعرہ لگایا اور جاں بحق ہوگئے۔

کاکا صاحب حضرت شیخ رحمکار (۹۸۳۔۱۰۶۳ھ)

صوبہ سرحد کے ولی کامل، پیٹ بھر کھانا پسند نہ فرماتے اور عمر کا بیشتر حصہ روزہ میں گزارا آخری ایام میں بیماری کے باوجود وضو اور قیام کے ساتھ باقاعدہ نماز ادا کرتے رہے وفات سے پہلے مصاحبین سے فرمایا،'' صبح ملک الملکوت نے آ کر بتایا تھا کہ حق تعالیٰ نے آپ کو بلایا ہے۔'' میں

نے عرض کیا کہ ہاں میں بھی یہی چاہتا ہوں، اچھا اب ظہر کا وقت داخل ہو جائے آخری نماز ادا کر دوں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے جمعہ کی نماز کا تحفہ لے جاؤں، جمعہ تمام دنوں سے افضل ہے۔'' اور جب مسجد میں خطیب نے خطبہ پڑھا۔ خطبہ کے دوران جب یہ الفاظ آئے:

الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب

یعنی موت ایک پل ہے جو ایک دوست کو دوسرے دوست تک پہنچاتی ہے، تو بس اسی وقت واصل بحق ہوئے اور روح مطہر عالم اقدس کی طرف پرواز کر گئی مزار نوشہرہ اسٹیشن سے جانب جنوب ۶ میل کی دوری پر پہاڑیوں میں واقع ہے۔

گیسو دراز سید محمدؒ خواجہ (۷۶۰۔۸۲۵ھ)

حضرت خواجہ بندہ نواز تاریخ اسلام کے ان متکلم عوارف نواز اہل اللہ میں سے ایک ہیں جن کے اسمائے مبارک ان کے علم لدنی اور علوم ظاہری کی عظمتوں کے لحاظ سے انگلیوں پر شمار کیے جاسکتے ہیں حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ کے مرید اور خلیفہ اعظم تھے جب حضرت کے وصال کا وقت قریب آیا تو اپنے بستر پر پاؤں دراز کیے دونوں ہاتھ سینے پر رکھ کر چشم حق بین کھلی رکھی اور وقت کے منتظر تھے زبان پر اللہ اللہ جاری تھا کہ اسی حالت میں بعمر ۱۰۵ برس چار ماہ بارہ دن وصال ہوا۔

مالک امام (۹۳۔۱۷۹ھ)

محدّث اور رفیقہ من حدیث میں سب سے پہلے انہوں نے باقاعدہ ایک کتاب لکھی اپنے ہاتھ سے ایک لاکھ احادیث تحریر کیں سترہ سال کی عمر میں درس حدیث دینا شروع کیا آخری لمحات میں انہوں نے فرمایا ''کسی کو دینی مشورہ دینا سو غزوات میں شرکت سے بہتر ہے۔''

محمد اسماعیل بخاری امام (۱۹۴۔۲۵۶ھ)

سید المحدثین، علم حدیث پڑھنے کا خیال دس سال کی عمر میں آیا ایک سال میں اتنی مہارت حاصل کر لی کہ استادوں کی غلطیاں نکالنے لگے سولہ سال کی عمر تک کئی کتابیں حفظ کر لیں مشہور زمانہ کتاب بخاری شریف لکھی، زندگی کے آخری ایام میں امام صاحب خرتنک میں بیمار ہوئے تو اہل سمرقند نے سواری کا انتظام کیا لیکن کمزوری کے باعث سوار نہ ہو سکے اور چارپائی پر لیٹ گئے اللہ سے دعا کی اور اتنی سی بات اپنے ساتھیوں سے کہی۔ ''میرا کفن دفن سنت نبوی کے مطابق ہونا چاہئے۔''

محمد اشرف خواجہ (۱۰۴۸۔۱۱۱۷ھ)

فرزند چہارم حضرت مجدد الف ثانیؒ تفسیر، حدیث، کلام اور معقولات کی بہت سی کتابوں پر حواشی تحریر کیے، آپ کا آخری کلام تھا۔

''حسبی اللّٰہ و نعم الوکیل''

محمد بن حسن ختلیؒ:

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ کے مرشد، کشف المحجوب میں حضرت گنج داتا بخشؒ فرماتے ہیں کہ جس روز حضرتؒ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ کا سر مبارک میری گود میں تھا اور مجھے ایک پیر بھائی سے دل میں رنج تھا جیسا کہ عام لوگوں کی عادت ہے تو سرکار نے مجھ سے فرمایا۔ ''بیٹا میں تمہیں ایک عقیدہ بتاتا ہوں اگر تم اس پر قائم ہو گئے تو تمام جہان کے غموں سے آزاد ہو جاؤ گے یاد رکھو ہر جگہ اور ہر حال اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا ہے خواہ نیک ہو یا بد ہمیں چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی کسی چیز سے خصومت نہ رکھیں اور کسی کی طرف سے دل میں رنج نہ رکھیں'' بس اس وصیت کے بعد کچھ نہ فرمایا اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

محمد الیاس، رئیس المبلغین حضرت مولانا (۱۸۸۶۔۱۹۴۴ء)

حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہی کے مرید باصفا اور مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے خلیفہ ارشد، مشہور عالم تبلیغی جماعت کے بانی و موسس۔ آخری شب وضو کر کے نماز پڑھنے کی خواہش ظاہر کی۔ نماز حجرہ میں ادا کی اور فرمایا کہ آج کی رات دعا اور دم کثرت سے کراؤ یہ بھی فرمایا کہ آج میرے پاس ایسے لوگ رہنے چاہئیں جو شیاطین اور ملائکہ کے اثرات میں امتیاز کر سکیں مولوی انعام الحسن سے پوچھا کہ وہ دعا کس طرح ہے۔

اَللّٰھُمَّ ان مغفرتک۔ انہوں نے پوری دعا یاد دلائی اَللّٰھُمَّ ان مغفرتک اوسع من ذنوبی و رحمتک ارجی عندی من عملی۔ ترجمہ: اے اللہ تیری مغفرت میرے گناہوں سے زیادہ وسیع ہے اور مجھے عمل سے زیادہ تیری رحمت کا آسرا ہے یہ دعا ورد زبان رہی فرمایا آج یوں جی چاہتا ہے کہ مجھے غسل کرا دو اور چارپائی سے نیچے اتار دو کہ دو رکعت نماز پڑھ لوں دیکھو پھر نماز کیا رنگ لاتی ہے۔

رات کو بار بار اللہ اکبر کی آواز آتی رہی پچھلے پہر صاحبزادہ مولوی یوسف صاحب سے فرمایا ''یوسف آمل ہم تو چلے''، انہیں سینے سے لگایا اور ذکر اللہ میں مشغول رہ کر صبح کی اذان سے پہلے جان جان آفرین کے سپرد کی۔

محمد تقی عرف عزیز میاں شاہ (۱۸۹۹۔۱۹۶۸ء)

ہندوستان کے صوفی بزرگ، لقب امام السالکین محبوب حق اور تخلص راز تھا، تاج الاولیا حضرت شاہ نظام الدین حسینؒ کے ہاتھ پر بیعت کی، وفات کے دن صبح ہندی کے دو مصرعے کہے

یالا جو بنا نجریا لاگے ری
میری دھیرے بنسریا باجے ری

دن بھر انہی مصرعوں کو گنگناتے رہے دو بجے شب تک حلقہ ذکر میں مشغول رہے اور سب سے ملاقات ختم کرنے کا اعلان کر کے تہجد کی نماز اندر جا کر ادا کی اور پھر وہی مصرعے گنگنانا شروع کر دیے تھوڑی دیر بعد ایک گھونٹ پانی پیا اور لڑکی سے خدا حافظ کہا اور گنگناتے ہوئے لیٹ کر ایک مرتبہ زبان سے لفظ ''ھو'' فرماتے ہوئے داعی اجل کو لبیک کہا۔

محمد عبداللہ حافظ (۱۲۸۳۔۱۳۴۶ھ)

حضرت مولانا محمد صدیقؒ کے جانشین، بھر چونڈی شریف میں پیدا ہوئے وفات سے چند لمحے قبل حضرت امیر خسروؒ کی غزل کا ایک شعر بار بار دہراتے تھے مگر دہرانے کی کیفیت یہ تھی کہ پہلی بار پورا شعر،

شاد باش اے دل کہ فردا برسرِ بازارِ عشق
وعدہ قتل است گرچہ وعدۂ دیدار نیست

پڑھا، پھر پہلا مصرعہ دو چار بار پڑھا، تین بار لفظ شاباش کی تکرار فرمائی پھر شاد کا لفظ منہ سے نکلا ہی تھا کہ جان جاں آفریں کے سپرد کر دی۔

محمد عبید اللہ حضرت خواجہ (۱۰۳۷۔۱۰۸۳ھ)

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے فرزند سوم وخلیفہ، والدین کو ساری اولاد میں آپ سے بہت زیادہ انس تھا، حافظے کا یہ عالم تھا کہ ایک ماہ میں پورا قرآن حکیم حفظ کر لیا سلوک باطن والد ماجد سے حاصل کیا درجہ قطبیت پر فائز ہوئے اصلاح وتلقین پابندی شریعت کے باعث مروج الشریعت کا خطاب پایا۔ ۱۹ ربیع الاول ۱۰۸۳ھ کو دہلی سے سرہند واپس ہوتے ہوئے بمقام سنہالکر آپ نے دریافت کیا کیا نماز کا وقت باقی ہے؟ وقت باقی تھا علالت کے باعث وضو کی قدرت نہ تھی، تیمم فرمایا پھر پیشانی پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ ''السلام علیکم یا رسول اللہ'' اس کے بعد نماز کی نیت باندھی اور جب پیشانی فرش پر تھی روح القدس نے عرش بریں کی جانب پرواز کی۔

محمد علی جوہر مولانا (۱۸۷۳۔۱۹۳۱ء)

مسلمانوں کے عظیم رہنما انہیں رئیس الاحرار بھی کہا جاتا ہے، مولانا نے اپنی موت سے قبل جو شعر کہا تھا وہ تھا:

ہے رشک ایک خلق کو جوہر کی موت پر
یہ اُس کی دین ہے جسے پروردگار دے

آپ نے ہندوستانی مسلمانوں کیلئے جو جدوجہد کی وہ تاریخ کا ناقابل فراموش باب ہے ۱۹۳۱ء میں جب آپ نے گول میز کانفرنس میں شرکت کی تو اس وقت آپ سخت علیل تھے اس کانفرنس کی کارروائی کے دوران آپ نے انگریزوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ''میں یہاں آزادی لینے آیا ہوں، آزادی ہمارا حق ہے، یا میں آزادی لے کر جاؤں گا یا غلام ہندوستان میں میری لاش جائے گی۔'' یہ آخری الفاظ کہتے ہوئے آپ فرش پر گر پڑے اور اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

محمد قاسم نانوتوی حجۃ الاسلام حضرت مولانا (۱۲۴۸۔۱۲۹۷ھ)

نانوتہ (ضلع سہارنپور) میں پیدا ہوئے حضرت مولانا شاہ عبدالغنی محدث دہلوی، حضرت مولانا مفتی صدر الدین آزردہ، حضرت مولانا مملوک العلیؒ جیسے یگانہ روزگار علماء وصلحاء سے علوم دینیہ حاصل کیے پھر حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رو کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مردانہ وار حصہ لیا تھانہ بھون اور شاملی کے میدانوں میں انگریزی فوج کے مقابلے داد شجاعت دی دار العلوم دیوبند کے بانیوں میں سے تھے جو ۱۲۸۲ھ میں قائم کیا گیا۔ ۳ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۷ھ کو بدھ اور جمعرات کی درمیانی شب حضرت دنیا سے بے ہوش اور عالم بالا کے جلووں میں مدہوش ہو گئے زبان بند، ہوش مطلقاً مفقود البتہ سانس کے ساتھ پاس انفاس جاری، یعنی سانس کے ساتھ دل چل رہا تھا اور اللہ اللہ دل سے سانس کے ذریعے نکل رہا تھا اسی عالم میں حضرت مولانا کا سانس لمبا ہو کر منقطع ہو گیا۔

محمد معصومؒ خواجہ (۱۰۰۷۔۱۰۷۹ھ)

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے فرزند ثالث، زندگی کے آخری لمحات سے قبل انہوں نے مراقبہ سے فراغت پا کر نوافل اشراق ادا کیے پھر بستر پر تشریف لائے سانس اکھڑ گیا، مگر لب متحرک تھے کان لگا کر سنا گیا تو سورہ یٰسین تلاوت فرما رہے تھے۔

محمد نجم احسن نگرامیؒ مولانا (وفات ۱۹۷۶ء)

المعروف بہ بابا صاحب نور اللہ مرقدہٗ، مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلیفہ اور ممتاز شاعر، شاعری میں عشق الٰہی کی وہ گوہر افشانیاں ملتی ہیں کہ جہاں تک سب منتہیین اہل سلوک کی ذہن کی رسائی بھی مشکل سے ہوتی ہے انتقال سے پہلے پست آواز میں فرمایا۔ ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ. اس کے بعد کوئی بات زبان سے نہ نکلی اور وہ خالق حقیقی سے جا ملے۔

محمد نعیم الدین مراد آبادی حضرت مولانا مفتی (۱۸۸۳۔۱۹۴۸ء)

اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی کے خلیفہ اعظم، مراد آباد میں دار العلوم جامعہ نعیمیہ قائم کیا۔ ۱۹۲۴ء میں ماہنامہ ''سوادِ اعظم'' جاری کیا ۱۹۲۸ میں آل انڈیا سنی کانفرنس کی صدارت کی ۱۹۴۶ء کی آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کے ناظم اعلیٰ تھے متعدد کتابیں بھی لکھیں جو یادگار ہیں۔ انتقال کے روز اپنے ایک مصاحب سے فرمایا میرا بازو دباؤ، چنانچہ وہ مصاحب چارپائی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اونٹنی کو حج کا قلادہ پہنایا وہ محرم ہو گیا۔ (العصب)

کی داہنی جانب بیٹھ کر بازو اور کمر دبانے لگے انہوں نے دیکھا حضرت زبان سے کچھ فرما رہے ہیں اور چہرۂ اقدس پر بے حد پسینہ ہے انہوں نے چہرے سے پسینہ خشک کیا پھر بلند آواز سے کلمہ پڑھنا شروع کیا لیکن آواز پست سے پست تر ہوتی چلی گئی حتی کہ ٹھیک بارہ بج کر ۱۵ منٹ پر پھیپھڑوں کی حرکت بند ہوتی معلوم ہوئی خود روبقبلہ ہو کر ہاتھ پاؤں سیدھے کر لیے۔ کلمہ شریف پڑھتے ہوئے جان جان آفرین کے سپرد کی۔

محمد یوسف کاندھلویؒ مولانا (۱۹۱۷ـ۱۹۶۵ء)

رئیس التبلیغ مولانا محمد الیاس دہلویؒ کے فرزند مولانا نے اپنی ساری عمر تبلیغ اسلام میں گزاری آخری دنوں میں جب بیماری نے غلبہ پالیا چنانچہ ہسپتال لے جانے کے لیے جب مولانا کو موٹر میں سوار کرایا گیا تو مولانا نے کلمہ طیبہ کا ورد شروع کر دیا جب ہسپتال قریب آ گیا تو آپ نے فرمایا ''اچھا پھر ہم تو چلے'' یہ آخری جملہ تھا، جو احباب نے سنا اس کے بعد ہونٹ ہلتے رہے اور محسوس ہو رہا تھا کہ آپ دعائیں پڑھ رہے ہیں چند لمحوں میں مولانا نے کلمہ شریف پڑھتے ہوئے متبسم چہرے کے ساتھ جان جان آفرین کے سپرد کر دی جسد مبارک لاہور سے دہلی لے جایا گیا بستی حضرت نظام الدینؒ میں بنگلہ والی مسجد میں آسودۂ خاک ہیں۔

محمود حسن شیخ الہند حضرت مولانا (وفات ۱۹۲۰ء)

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے تلمیذ ارشد اور مولانا رشید احمد محدث گنگوہیؒ کے خلیفہ اجل مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے بھی استفادہ کیا آزادی ہند کی جدوجہد میں تحریک ریشمی رومال کے قائد اور امیر تھے۔ وفات کے دن تنفس طویل اور غیر طبعی ہو گیا اور توجہ الی الرفیق الاعلیٰ کا گمان غالب ہونے لگا حضرت نے تین مرتبہ اللہ اللہ فرمایا، مولانا کفایت اللہ صاحب نے سورہ یٰسین کی تلاوت شروع کی مگر آہستہ آہستہ سورۃ قریب الختم ہوئی تو حضرت نے خود بخود حرکت کر کے اپنا بدن سیدھا اور درست کر لیا ہاتھوں کی انگلیاں کھول کر سیدھی کر لیں اور آٹھ بجے جب کہ مولانا صاحب بالکل اخیر سورہ پر پہنچے تو حضرت نے ذرا آنکھ کھولی اور تصدیق قلبی کی تائید کے لیے زبان کو حرکت دی اور خاص الیہ ترجعون کی آواز پر قبلہ رُخ ہو کر ہمیشہ کیلئے آنکھ بند کر لی دیوبند میں مولانا قاسم نانوتویؒ کے پائیں میں دفن ہیں۔

محمد یوسف بنوری حضرت مولانا (۱۹۰۸ـ۱۹۷۷ء)

ممتاز عالم دین، تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں اہم کردار ادا کیا، ۱۹۷۷ کی تحریک میں بھی حصہ لیا، متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ اپنے آخری لمحات میں فرمایا: ''ہمارا عالم بالا سے رابطہ قائم ہو چکا ہے۔ بس دوائی کی ضرورت نہیں بلاوا آ چکا ہے اور ہم تو چلے۔''

یہ کہہ کر ذرا بلند آواز سے کلمہ شریف پڑھا اور السلام علیکم کہہ کر قبلہ کی طرف منہ کر لیا اور اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے جسد مبارک راولپنڈی سے کراچی لے جایا گیا اور اپنے قائم کردہ مدرسے میں سپرد خاک ہوئے۔

مغفور القادری سیّد (۱۳۲۶ـ۱۳۹۰ھ)

سلسلہ نسب حضرت سید لعل شہباز قلندر سے جا ملتا ہے حضرت پیر عبد الرحمٰن بھرچونڈی شریف کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ تحریک آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جماعت احیاء الاسلام کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس میں شرکت کی مستند کتابیں لکھیں جن میں عباد الرحمٰن، الرسول (غیر مطبوعہ) کلام مغفور (غیر مطبوعہ) شامل ہیں آخری وقت چہرہ اقدس پر خاص قسم کی نورانیت تھی، تمام ضروری وصیتیں پہلے ہی فرما دی تھیں زبان پر کلمہ طیبہ اور قرآنی آیات کا ورد تھا۔

مُلّا شور بازار (۱۳۰۲ـ۱۳۷۶ھ)

عالم دین، خاندان مجددیہ کے چشم و چراغ، جب انگریزوں کے خلاف افغانستان کی خودمختاری کے سلسلے میں جہاد کا اعلان کیا گیا تو انہوں نے جنوبی افغانستان میں جہاد میں بھرپور حصہ لیا۔ شاہ امان اللہ نے انہیں نور المشائخ کا خطاب دیا نادرشاہ کے عہد میں وزیر عدلیہ بھی رہے۔ ۱۹۴۸ء میں پاکستان آئے۔
وصال کے روز بعد نماز فجر بلند آواز سے ''اللہ اکبر'' کہتے ہوئے اس دارفانی سے ہجرت فرمائی۔ ۱۹ اپریل ۱۹۷۳ء کو میت کابل پہنچائی گئی۔

منصور حلاج (۲۴۴ـ۳۰۹ھ)

تیسری صدی ہجری کا جلیل القدر صوفی، پیدائش شیراز کے قریب قصبہ طاور میں ہوئی اس کی زندگی میں ہی اس کی شخصیت مجوث فیہ بن گئی تھی بعض علماء اور صوفیاء اسے قرمطی کہتے تھے بعض مسلمان سمجھتے تھے وہ صوفیاء کے رنگ میں شعر کہتا تھا اس کے مرنے کے بعد صوفیاء میں اس کے متعلق اختلاف رونما ہوا۔ ۲۴ ذی الحجہ کو جب اسے دار کی طرف لے چلے تو اس کے پیروں میں تیرہ بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں اس وقت اس نے یہ اشعار پڑھے جن کا مطلب ہے:
میرا دوست ظلم وستم کی طرف منسوب نہیں ہے اس نے مجھے اس طرح جام شراب پلایا جیسے کوئی مہمان کو پلاتا ہے اور جب پیالہ گردش میں آیا اس نے نطع اور سیف منگوائیں یہ نتیجہ ہے اس شخص کا جو موسم بہار میں اژدہے کے ساتھ شراب پیتا ہے قتل سے پہلے آخری کلمہ جو اس کی زبان سے نکلا وہ یہ تھا۔ ''حسب الواحد افراد الواحد لہ'' یعنی الواحد کے لیے یہ بات کافی ہے کہ اس کے لیے الواحد کی فردیت کا اثبات کر دیا جائے۔

مہر علی شاہ گولڑیؒ حضرت پیر (۱۸۵۴ـ۱۹۳۷ء)

ممتاز صوفی بزرگ، پوری زندگی تبلیغ دین کے لیے وقف کر دی حضرت

شمس الدین سیالویؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی مرزائیوں سے متعدد مناظرے کیے ۱۱مئی ۱۹۳۷ء کو بوقت عصر اسمِ ذات کہتے ہوئے قبلہ رخ ہو کر خداوند حقیقی سے جاملے مزار گولڑہ شریف (راولپنڈی) میں ہے۔

نظامی:

فارسی زبان کے بہت بڑے شاعر تھے مرنے سے پہلے آپ نے اپنے ساتھیوں کو نصیحت کی، ''اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے میں پُر امید ہوں، دیکھنا ہمیشہ دوسروں سے شفقت کا برتاؤ کرنا۔''

نوشہ گنج بخش حضرت:

آخری وقت پر آپ نے اپنا کھیس اتار کر شاہ صدر دیوان کو دیا اور فرمایا، ''جا کر سید عبداللہ کو پہنا دو'' کھیس عطا کرنے کے بعد ذکر الٰہی میں مشغول ہوگئے اور حاضرین کو بھی ذکر کا حکم فرمایا اثنائے ذکر باآواز بلند کلمہ طیبہ پڑھ کر قبلہ رخ ہوئے اور سکوت فرما گئے جب حاضرین نے دیکھا تو روح مبارک پرواز کر چکی تھی۔

نظام الدین اولیاؒ حضرت (۶۳۴۔۷۳۵ھ)

برصغیر ہند و پاک کے ممتاز صوفی بزرگ، زندگی بھر عبادت و ریاضت میں مصروف رہے حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی، حیات ظاہری کے آخری دنوں میں جب مرض کی شدت ہوئی تو لوگوں نے دوا پینے کے لیے کہا تو فرمایا:

''دردِ مندِ عشق را دارو بجز دیدار نیست''

وصال کے روز لنگر خانہ اور تمام اشیاء غربا میں تقسیم کر دیں تا کہ خدا کے ہاں کسی چیز کا مواخذہ نہ ہو خادم نے کچھ غلہ درویشوں کے لیے رکھ لیا آپ کو خبر ہوئی تو فرمایا۔ ''اسے بھی لُٹا دو، اور توشہ خانہ میں جھاڑو دے دو۔'' نماز کئی کئی مرتبہ ادا فرماتے لیکن پھر بھی تسکین نہ ہوتی اور فرماتے۔

''می رویم می رویم می رویم''

ہم جاتے ہیں، ہم جاتے ہیں، ہم جاتے ہیں، وقت رخصت جب بالکل قریب آگیا تو ایک مصلی خاص، دستار اور پیرہن مولانا برہان الدین غریب کو دے کر دکن کی طرف، ایک دستار اور پیرہن اور مصلی شیخ یعقوب کو عطا فرما کر گجرات کی طرف جانے کی اجازت دی اور حضرت نصیر الدین چراغ کو عصا، مصلّیٰ، تسبیح، نعلین چوبی اور خرقہ اور حضرت بابا فرید الدینؒ گنج شکر کے دیگر تبرکات اُن کے سپرد کیے اور فرمایا۔ ''تم کو دہلی میں رہ کر لوگوں کی جفا و قضا اٹھانی چاہیے۔''

یوسف بن حسینؒ حضرت

اے اللہ میں ظاہر میں لوگوں کو نصیحت کرتا اور باطن میں اپنے نفس کے ساتھ کھوٹ کیا اس کے بدلہ میں کہ تیری مخلوق کو نصیحت کرتا رہا معاف کر دے۔'' یہی کہتے کہتے روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

ابراہیم بن یزید تیمیؒ

تابعی جلیل، عابد و زاہد، دنیا میں ایثار و قربانی کی ایسی مثال قائم کر گئے جو بہت کم دیکھنے میں آئے گی ممتاز عالم و تابعی حضرت ابراہیم نخعیؒ آپؒ کے ہم عصر ہیں حجاج بن یوسف امام نخعیؒ کا سخت دشمن تھا ایک مرتبہ ان کی گرفتاری کے احکام جاری کیے ابراہیم تیمیؒ کو علم ہوا تو یہ سوچ کر کہ ایک عالم محدث و فقیہ کو حجاج کے ظلم سے بچانا چاہئے اپنے آپ کو پیش کر دیا کہ ''ابراہیم میں ہوں'' تلاش کرنے والے ابراہیم نخعیؒ کو پہچانتے نہ تھے اس لیے ان کے اقرار پر انہی کو پکڑ کر لے گئے۔ حجاج نے زنجیروں میں جکڑوا کر دیماس کے قید خانے میں، جس کو اس نے سنگین مجرموں کیلئے خاص طور پر بنوایا تھا ڈلوا دیا یہ قید خانہ کیا تھا موت کا گھر تھا جس میں راحت و آرام نام کی کوئی چیز نہ تھی ابراہیم تیمیؒ صبر و استقلال کے ساتھ ان مصائب کو جھیلتے رہے اور بالآخر اسی قید خانے میں انتقال کر گئے ان کی شب وفات کو حجاج نے خواب میں دیکھا کہ شہر میں ایک جنتی مر گیا ہے صبح اس نے پوچھا تو معلوم ہوا کہ ابراہیمؒ قید خانے میں انتقال کر گئے ہیں۔ (ابن سعد ج ۶ ص ۱۹۹)

ابراہیم بن یزید نخعیؒ:

جلیل القدر تابعی، عابد و زاہد متورع و متقی ہونے کے ساتھ ساتھ فقہ و حدیث میں نہایت بلند پایہ رکھتے تھے آخری وقت میں نہایت مضطرب اور بے قرار تھے لوگوں نے اس کا سبب پوچھا فرمایا اس سے زیادہ خطرہ کا وقت کون کا سا ہوگا کہ خدا کا قائد جنت یا دوزخ کا پیام لے کر آنے والا ہے اس پیام کے مقابلہ میں قیامت تک موجودہ صورت کا قائم رہنا پسند کرتا ہوں اسی علالت میں ۹۶ھ کے شروع میں انتقال فرمایا، انتقال کے وقت عمر مبارک انچاس یا پچاس سال تھی۔

اسود بن یزید (۷۵ھ)

حدیث کے ممتاز حفاظ میں سے ہیں، حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ، حذیفہؓ، ابو محذورہؓ، اور ابو موسیٰؓ جیسے اکابر کی صحبت اور ان سے استفادہ کا موقع ملا۔

قائم اللیل اور صائم الدہر تھے سات سو نوافل روزانہ پڑھتے تھے قرآن کی تلاوت کا ہمیشہ معمول تھا لیکن رمضان کے مہینے میں صرف مغرب و عشاء کے درمیان سوتے تھے اس کے بعد اٹھ کر ساری رات قرآن پڑھتے تھے اور دو راتوں میں ایک قرآن ختم کر دیتے تھے مرض

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اس جہاد کی طرف آ جا جس میں کانٹا نہیں اور وہ حج ہے۔ (مجمع)

الموت میں بھی تلاوت قرآن میں فرق نہ آیا چنانچہ اس وقت بھی جب جنبش کرنے کی سکت باقی نہ تھی اپنے بھانجے ابراہیم نخعیؒ کا سہارا لے کر قرآن پڑھتے رہتے تھے آخری وقت ہدایت کی کہ مجھے کلمہ طیبہ کی تلقین کرنا تا کہ میری زبان سے آخری کلمہ لا الہ الا اللہ نکلے۔

حسن بصریؒ (۱۱۰ھ)

علمی کمالات اور روحانی واخلاقی فضائل میں بلند ترین مقام رکھتے تھے صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی تعداد کی صحبت میسر آئی آپؒ کے حکیمانہ اقوال میں سے ہے کہ "میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جس نے دنیا چاہی ہو اور اسے آخرت ملی ہو اس کے برخلاف جو آخرت چاہتا ہے اسے دنیا بھی مل جاتی ہے۔"

فرماتے تھے "انسان کا علانیہ اپنے نفس کی مذمت کرنا در حقیقت اس کی مدح ہے۔"

آپ کی وفات سے چند دن پیشتر ایک شخص نے خواب دیکھا کہ ایک پرندے نے مسجد کی سب سے خوبصورت کنکری اٹھالی مشہور معبّر حضرت ابن سیرینؒ نے اس کی یہ تعبیر دی کہ حسنؒ کا انتقال ہو جائے گا۔ اس خواب کے چند ہی دنوں بعد حضرت حسنؒ مرض الموت میں مبتلا ہو گئے دوران علالت فرماتے تھے کاش انسان نے اپنی صحت وتندرستی کے زمانہ میں بیماری کیلئے کچھ رکھ چھوڑا ہوتا آخری وقت میں اپنی تمام تحریریں جلا دینے کا حکم فرمایا، کاتب کو بلا کر لکھوایا کہ "حسن شہادت دیتا ہے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، جس نے موت کے وقت صدق دل سے اس کی شہادت دی وہ جنت میں داخل ہوگا ان تیاریوں سے فراغت کے بعد ۱۱۰ھ میں شب جمعہ کو سفر آخرت کیا، دوسرے دن نماز جمعہ کے بعد جنازہ اٹھا تو ساری خلقت جنازہ پر ٹوٹ پڑی شہر اتنا خالی ہو گیا کہ اس دن جامع مسجد بصرہ میں کوئی عصر کی نماز پڑھنے والا نہ تھا۔

خارجہ بن زیدؒ (۱۰۰ھ)

مشہور صحابی زید بن ثابتؓ کے صاحبزادے مدینہ کے سات مشہور فقہاء میں ان کا نام بھی ہے عمر مبارک جب ستر سال کے قریب ہوئی تو خواب دیکھا کہ ستر سیڑھیاں بنائی ہیں انہیں بنانے کے بعد گر پڑے کچھ عرصہ بعد جب عمر پورے ستر سال ہو گئی تو انتقال فرمایا۔

ربیع بن خثیمؒ:

کبار صحابہؓ کا زمانہ پایا عبداللہ بن مسعودؓ اور ابو ایوب انصاریؓ سے فیض اٹھایا آپؓ کے زہد وورع اور عبادت وریاضت پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے نماز باجماعت کبھی ناغہ نہ ہوئی تھی آخر عمر میں فالج کے اثر سے چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تھے لیکن اس وقت بھی نماز باجماعت قضا نہ ہوتی تھی دوسروں کے سہارے گھسٹتے ہوئے مسجد پہنچتے تھے لوگ کہتے ابو یزید اس مجبوری کی حالت میں تو آپ کو گھر پر نماز پڑھنے کی اجازت ہے جواب دیتے حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح سننے کے بعد جہاں تک ہو سکے اس کا جواب دینا چاہئے خواہ گھٹنے کے بل چلنا پڑے وفات سے چند لمحات قبل فرمایا کہ "میں اپنے نفس پر اللہ کو گواہ بناتا ہوں وہ اپنے نیک بندوں کو بدلہ اور ثواب دینے کیلئے کافی ہے میں خدا کی ربوبیت، محمد ﷺ کی رسالت اور قرآن کی امامت سے راضی ہوں" ان کلمات کے بعد واصل بحق ہوئے۔

سعید بن جبیرؒ:

علم وعمل کے مرج البحرین تھے کبار ائمہ اور سرگروہ تابعین میں سے تھے حجاج کے ہاتھوں ظلماً شہید ہونے سے پہلے حجاج اور آپؒ کے درمیان جو مکالمہ ہوا نہایت پر تاثیر اور حق گوئی کا شاہکار ہے۔

قتل کے لیے چمڑا بچھائے جانے کے بعد جب حجاج نے قتل کا اشارہ کیا تو حضرت سعیدؒ نے کہا کہ اتنی مہلت دو کہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں حجاج نے کہا کہ اگر مشرق کی طرف رخ کر دو تو اجازت مل سکتی ہے فرمایا کچھ حرج نہیں اینما تولو افثم وجه الله پھر یہ آیت پڑھی اِنّی وجهتُ وجهی للذی فطر السمٰوٰتِ والارض حنیفا و ما انا من المشر کین (میں نے ایک ہو کر اپنا رخ اس ذات کی طرف کیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں مشرکوں میں نہیں ہوں) حجاج نے یہ سن کر حکم دیا کہ اوندھے منہ گرا دیئے جائیں یہ حکم سن کر حضرت سعیدؒ نے سر جھکاتے ہوئے یہ آیت پڑھی، منها خلقنکم و فیها نعیدکم و منها نخرجکم تارة اُخریٰ (اسی زمین سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور اسی میں تم کو لوٹائیں گے پھر اسی میں سے تم کو دوبارہ نکالیں گے) اور کلمہ شہادت پڑھ کر بارگاہ ایزدی میں دعا کی کہ "خدایا میرے قتل کے بعد پھر اس (حجاج) کو کسی کے قتل پر قادر نہ کرنا، جلاد شمشیر برہنہ موجود تھا حجاج کے حکم سے دفعۃً تلوار چمکی اور آپؒ کا سر زمین پر تڑپنے لگا، زمین پر گرنے کے بعد زبان سے آخری کلمہ لا الہ الا اللہ نکلا۔

سعید بن المسیبؒ (۹۴ھ)

آپؒ کے والد مسیبؓ اور دادا حزنؓ دونوں صحابی ہیں، ابن حبان لکھتے ہیں کہ سعید بن المسیبؒ فقہ، دیانتداری، زہد وورع، عبادت وریاضت اور جملہ فضائل میں سادات تابعین میں تھے چالیس سال اور ایک روایت کے مطابق پچیس سال تک ایک وقت کی بھی نماز باجماعت ناغہ نہیں ہوئی۔

ولید کے عہد ۹۴ھ میں بیمار ہوئے اسی بیماری نے مرض الموت کی شکل اختیار کر لی۔ دم آخر اپنے صاحبزادے محمد کو بلا کر تجہیز وتکفین کے متعلق وصیت کی کہ "مرنے کے بعد جنازہ پر سرخ چادر نہ اڑھائی جائے جنازہ کے پیچھے آگ نہ لے جائی جائے بین کرنے والے ساتھ نہ ہوں میرے ایسے اوصاف بیان نہ کیے جائیں جو مجھ میں نہیں ہیں کسی کو جنازہ اٹھانے کی اطلاع

نہ دی جائے صرف چار آدمی اٹھانے کیلئے کافی ہیں قبر پر خیمہ نہ لگایا جائے۔"

شریح بن حارث قاضیؒ (۷۶ھ)

دنیائے اسلام کے جلیل القدر قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) حضرت عمرؓ کے زمانے سے لے کر عبدالملک کے زمانہ تک، مسلسل ساٹھ برس قاضی رہے انصاف اور عدل گستری میں بے نظیر تھے۔ آخر عمر میں ضعف پیری کی وجہ سے عہدہ قضا سے مستعفی ہو گئے تھے استعفاء کے بعد بیمار ہوئے تو زندگی کی امید باقی نہ رہی دم آخر لوگوں کو ہدایت کی کہ "قبر بغلی کھو دی جائے جنازہ کی اطلاع کسی کو نہ دی جائے، جنازہ کے ساتھ نوحہ نہ کیا جائے جنازہ کو آہستہ آہستہ لے جایا جائے قبر پر چادر نہ ڈالی جائے" ان وصایا کے بعد انتقال فرمایا سن وفات میں اختلاف ہے۔

صفوان بن سلیم زہریؒ (۱۳۲ھ)

مدینۃ الرسول ﷺ کے فقہاء میں سے شمار ہوتے تھے عبادت و ریاضت اور زہد و ورع ان کا امتیازی وصف تھا آرام و آسائش سے بچنے کیلئے عہد کر لیا تھا کہ تاعمر بستر استراحت پر آرام نہ کریں گے اس عہد کے بعد تیس یا چالیس سال زندہ رہے اور آخر وقت تک برابر اس عہد پر قائم رہے مرض الموت میں لوگوں نے عرض کیا خدا آپ پر رحم کرے کیا اب بھی نہ لیٹیے گا، فرمایا اگر لیٹ گیا تو پھر عہد پورا نہ ہوگا لیکن پھر لوگوں کے زیادہ اصرار پر ذرا سی ٹیک لگا لی اور اسی حالت میں بیٹھے بیٹھے انتقال ہوا۔

صفوان بن محرزؒ:

بصرہ کے عابد و زاہد تابعین میں تھے دنیا اور اس کی نعمتوں سے کبھی دامن آلودہ نہ کیا فرماتے تھے اگر مجھے کھانے کیلئے روٹی کا ایک ٹکڑا، جس سے توانائی قائم رہ سکے اور پینے کیلئے پانی کا ایک کوزہ مل جائے تو پھر مجھے دنیا اور اہل دنیا کی ضرورت نہیں دنیا کو ایک سرائے سے زیادہ نہ سمجھتے تھے اس لیے مستقل گھر نہیں بنایا، رہنے کیلئے ایک چھپر تھا اس کی مرمت تک نہ کراتے تھے ایک مرتبہ اس کی ایک کڑی ٹوٹ گئی لوگوں نے کہا اس کو درست کر لیجئے فرمایا کل مرنا ہے اگر گھر کا حقیقی مالک اس سے زیادہ ٹھہرنے کا موقع دیتا تو درست کر لیتا۔

ارشادات رسول ﷺ کا مرتے دم تک پاس رہا مرض الموت میں گھر والوں سے فرمایا رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان پیش نظر رہے کہ چلا کر بین کرنے والا، سر نوچنے والا اور کپڑے پھاڑنے والا ہماری جماعت میں نہیں ہے اسی مرض میں وفات پائی سن وفات علی الاختلاف ۷۴ھ ہے۔

طاؤس بن کیسانؒ (۱۰۶ھ)

فضل و کمال کے لحاظ سے کبار تابعین میں شمار ہوتے تھے جس درجہ کا علم تھا اسی نسبت سے عمل تھا کثرت عبادت سے پیشانی پر نشان پڑ گیا تھا بستر مرگ پر بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے چالیس حج کیے طواف میں خاموش رہتے تھے کسی بات کا جواب نہ دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ طواف نماز ہے، دنیا اور اس کی تمام خواہشوں سے بالکل بے نیاز تھے کبھی دنیاوی نعمتوں کی خواہش نہیں کی ہمیشہ یہی دعا کرتے تھے کہ "خدایا مجھے مال اور اولاد سے محروم رکھ اور اس کے بدلہ میں ایمان و عمل کی دولت عطا فرما۔" ۱۰۶ھ کے موسم حج میں مکہ میں ترویہ سے ایک دن پہلے انتقال فرمایا اور ہمیشہ کیلئے ارض مکہ میں مقیم ہو گئے جنازہ میں اتنا ہجوم تھا کہ جنازہ لے جانا دشوار ہو گیا پولیس کا انتظام کیا گیا پھر بھی مجمع اس قدر زیادہ تھا کہ جنازہ اٹھانے والوں کے کپڑے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے

عبداللہ بن عونؒ (۱۵۱ھ)

کوفہ کے اکابر علماء میں شمار ہوتا ہے عبادت و ریاضت کا خصوصی اہتمام فرماتے ذات نبوی ﷺ کے ساتھ والہانہ محبت تھی چنانچہ ان کی سب سے بڑی تمنا یہ تھی کہ ایک مرتبہ خواب ہی میں رخ انور کی زیارت ہو جاتی خدا نے ان کی یہ تمنا پوری کی۔ وفات سے کچھ دن پہلے خواب میں دیدار جمال نبوی ﷺ سے مشرف ہوئے اس شرف پر ایسے بے خود ہوئے کہ بالا خانہ سے اتر کر فوراً مسجد میں آئے اور انتہائی مسرت میں گر پڑے پیروں میں چوٹ آئی لیکن ایک بابرکت یادگار کی حیثیت سے اس چوٹ کا علاج نہیں کیا بالآخر یہی چوٹ مرض الموت کا سبب بن گئی دوران علالت مطلق حرف شکایت زبان پر نہ لائے ہوش و حواس آخر تک قائم رہے جب تک آخری سانس آتی رہی اس وقت تک قبلہ رو خدا کا ذکر کرتے رہے رجب ۱۵۱ھ میں واصل بحق ہوئے۔

عمرو بن شرحبیلؒ (۶۳ھ)

فضلاء تابعین میں شمار ہوتے تھے جلیل القدر صحابہ کرام سے سماع حدیث کیا مرض الموت میں لوگوں سے فرمایا میں مرنے کیلئے بالکل آمادہ ہوں پیش آنے والے مرحلہ کے علاوہ اور کسی شے کا خوف دل میں نہیں ہے نہ مرے پاس مال و دولت ہے (کہ اس کا افسوس ہو) اور نہ مجھ پر کسی کا قرض ہے (کہ اس کی فکر ہو) میرے مرنے کی خبر کسی کو نہ دیجائے جنازہ لے چلنے میں جلدی کرنا، قبر پر ہری شاخ رکھنا مہاجرین اس کو مستحب سمجھتے تھے، قبر اونچی نہ کرنا کہ وہ اس کو ناپسند کرتے۔ تم آخر وقت لا الہ الا اللہ کی تلقین کرنا' ان ہدایات کے بعد وفات پائی۔

علقمہ بن قیسؒ (وفات ۶۲ھ)

علقمہ بن قیسؒ دور نبوت میں پیدا ہوئے فضل و کمال اور زہد و تقوی کے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "البتہ ایک حج کرنا افضل ہے دس غزوات سے اور ایک غزوہ افضل ہے دس حجوں سے" (بیہقی)

لحاظ سے ممتاز تابعین میں شمار ہوتے ہیں قرآن، حدیث اور فقہ میں فقیہ الامت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرد ہیں تلاوت قرآن کریم کے ساتھ غیر معمولی شغف اور انہماک تھا عام طور پر چھ دن میں قرآن کریم ختم کرتے تھے کبھی ایک ہی رات میں پورا قرآن کریم پڑھ لیتے تھے ایک مرتبہ بیت اللہ شریف کے چار طوافوں میں قرآن کریم ختم کیا۔مرض الموت میں وصیت کی کہ "دم آخر کلمہ طیبہ کی تلقین کی جائے تا کہ میری زبان سے آخری کلمہ لا الہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ نکلے، کسی کو موت کی خبر نہ دی جائے ورنہ وہ زمانہ جاہلیت کا اشتہار بن جائے گی دفن کرنے میں جلدی کی جائے، بین کرنے والی عورتیں ساتھ نہ ہوں"

قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ (وفات ۱۰۷ھ)

حضرت صدیق اکبرؓ کے پوتے جنہیں اپنی پھوپھی حضرت عائشہ صدیقہؓ کے دامن تربیت و آغوش شفقت میں رہنے کا شرف حاصل ہوا فقہ میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے مدینہ کے فقہاء سبعہ میں شمار ہوتے ہے۔مرض الموت میں کاتب کو بلا کر وصیت لکھنے کو کہا اس نے بغیر بتائے ہوئے لکھ دیا کہ "قاسم بن محمد وصیت کرتے ہیں کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں" آپؒ نے سنا تو کہا کہ اگر آج کے دن سے پہلے ہم نے اس کی شہادت نہیں دی تو کتنے بد قسمت ہیں اس کے بعد کفن کے متعلق وصیت کی کہ میں جن کپڑوں میں نماز پڑھتا ہوں انہی میں کفنایا جاؤں اس میں قمیص، ازار اور چادر وغیرہ کفن کے تمام کپڑے ہیں، صاحبزادے نے کہا آپ اور دو نئے کپڑے پسند نہیں کرتے فرمایا ابوبکرؓ بھی تین کپڑوں میں کفنائے گئے تھے، مردوں کے مقابلہ میں زندوں کو نئے کپڑوں کی زیادہ ضرورت ہے۔"ان وصایا کے بعد انتقال فرمایا۔

مجاہد بن جبیرؒ (وفات ۱۰۳ھ)

حبر الامۃ حضرت ابن عباسؓ کے ممتاز شاگرد، جنہوں نے تیس مرتبہ حضرت ابن عباسؓ سے پورے قرآن کریم کی تفسیر پڑھی، دنیا سے لاتعلق اور آخرت کے بارے میں متفکر رہتے تھے کسی نے اس غم کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ ابن عباسؓ نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ "عبداللہ دنیا میں اس طرح رہو کہ معلوم ہو کہ مسافر ہو یا راہ گزر ہو" (کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل) بڑے بڑے صحابہؓ ان کی عظمت کے قائل تھے حضرت عبداللہ بن عمرؓ جیسے بزرگ ان کی سواری کی رکاب تھام لیتے تھے ۱۰۲ھ یا ۱۰۳ھ میں عین سجدہ کی حالت میں جان جان آفرین کے سپرد کی۔رحمہ اللہ تعالیٰ۔

محمد بن سیرینؒ (وفات ۱۱۰)

محمد بن سیرینؒ نے حضرت انس بن مالکؓ کے دامن علم میں خصوصی تربیت پائی ان کی ذات علم وعمل کی جامع تھی۔حافظ ذھبیؒ جیسے ناقد نے انہیں "رأس التورّعین" لکھا ہے تقریباً ساری رات عبادت میں صرف ہوتی تھی ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھتے تھے کسب حلال میں غلو کی حد تک احتیاط کرتے تھے ان کے زہد وتقویٰ کیلئے یہ سب سے بڑی سند ہے کہ حضرت انسؓ جیسے جلیل القدر صحابی نے وصیت کی کہ مجھے ابن سیرین غسل دیں اور میری نماز جنازہ پڑھائیں۔۱۱۰ھ میں مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو صاحبزادگان کو وصیت فرمائی "تم لوگ خدا کا خوف کرتے رہنا آپس میں صلح ومسالمت سے رہنا، اگر مؤمن ہونے کا دعوی ہے تو خدا اور رسول ﷺ کی اطاعت کرنا، خدا نے تمہارے لیے ایک دین منتخب کیا ہے اسی پر مرنا، اس کا دعوی نہ کرنا کہ تم دین میں انصار کے بھائی اور موالی ہو (محمد بن سیرینؒ حضرت انسؓ کے آزاد کردہ غلام سیرین کی اولاد ہیں) صدق اور عفاف زنا اور جھوٹ سے زیادہ بہتر اور پائیدار ہیں" ان وصایا کے بعد جمعہ کے دن انتقال فرمایا۔

محمد بن منکدر (وفات ۱۳۰ھ)

صحابہؓ اور تابعین کی ایک بڑی جماعت سے فیض پایا، علم قرأت، حدیث اور فقہ میں ممتاز مقام رکھتے تھے اس کے ساتھ زہد وتقویٰ اور خشیت الٰہی کا رنگ نہایت گہرا تھا، کلام اللہ کی آیات پڑھ کر بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ایک شب کو تہجد میں بہت روئے صبح کو ان کے بھائیوں نے سبب پوچھا تو معلوم ہوا کہ اس آیت پر گریہ طاری ہوا تھا۔بدا لھم من اللہ مالم یکونوا یحتسبون (ان لوگوں کیلئے خدا کی جانب سے ایسی چیز ظاہر ہوگی جس کا وہ وہم وگمان بھی نہ کرتے تھے۔)

کسی نے ان سے پوچھا آپ کے نزدیک سب سے افضل عمل کونسا ہے؟ فرمایا مسلمانوں کو خوش کرنا، نزع کی حالت میں سخت رقت طاری ہوئی فرمایا "مجھے اس آیت بدا لھم من اللہ مالم یکونوا یحتسبون سے خوف ہے کہ مبادا میرے لیے بھی خدا کی جانب سے ایسی شے ظاہر ہو جو میرے وہم وگمان میں نہ ہو"۔

مسروق بن اجدعؒ (وفات ۶۳ھ)

تابعین کی صف میں ممتاز مقام رکھتے تھے حضرت عائشہ صدیقہؓ اور ابن مسعودؓ سے بطور خاص کسب فیض کیا قرآن وحدیث اور فقہ کے علوم سے آراستہ ہونے کے ساتھ ساتھ عبادت وریاضت خلوت اور دنیا سے بے نیازی میں بھی ممتاز تھے مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو متوکلانہ زندگی کے باعث گھر میں کفن تک کا سامان نہ تھا اس لیے کفن کیلئے قرض کی وصیت کی مگر یہ ہدایت کر دی کہ زراعت پیشہ اور چرواہے سے نہ لیا جائے بلکہ مویشی رکھنے والے یا تجارت پیشہ سے لیا جائے دم آخر بارگاہ ایزدی میں عرض کیا"

خدایا میں رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر و عمر کے طریقے پر جان دے رہا ہوں خدا کی قسم میں نے اپنی تلوار کے علاوہ کسی انسان کے پاس کوئی سونا اور چاندی نہیں چھوڑا ہے اسی کے ذریعے مجھے کفنانا" (غالباً اس سے تلوار بیچ کر روپیہ حاصل کرنے کی طرف اشارہ تھا) ان وصایا کے بعد وفات پائی۔

مطرف بن عبداللہؒ

عہد نبوی ﷺ میں پیدا ہوئے مگر صغرسنی کی وجہ سے شرف لقاء سے محروم رہے البتہ صحابہ کرام کے فیوض و برکات سے خوب مستفید ہوئے۔ آخری دنوں میں احتباس بول کے مرض میں مبتلا ہوئے جو جان لیوا ثابت ہوا آخری وقت میں طبیب کو مخاطب ہو کر فرمایا "میں سختی سے منع کرتا ہوں کہ مجھے جھاڑ پھونک نہ کرنا اور نہ گنڈا تعویذ لٹکانا، اور اپنے صاحبزادوں کو قبر کی تیاری کا حکم دیا انہوں نے حکم کی تعمیل کی قبر تیار ہونے کے بعد فرمایا، مجھے قبر کے پاس لے چلو، چنانچہ اپنی آخری آرام گاہ کے پاس جا کر اس میں دعا کی، دعا کے بعد گھر واپس پہنچے ہی تھے کہ پیغام اجل آ گیا سن وفات باختلاف روایت ۸۷ھ یا ۹۵ھ ہے۔

ہرم بن حیان عبدیؒ:

زہد و عبادت اور فنائیت میں بلند مقام تھے مرض الموت میں جب وصیت کرنے کی درخواست کی گئی تو فرمایا "کیا وصیت کروں بس صرف یہ وصیت ہے کہ میری زرہ بیچ کر میرا قرض ادا کرنا، اگر زرہ ناکافی ہو تو گھوڑی بھی بیچ دینا اگر یہ بھی ناکافی ہو تو غلام بھی فروخت کر دینا سورۃ نحل کی ان آخری آیات کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا ادع الی سبیل ربک بالحکمة و الموعظة الحسنة الخ خدا کے راستہ پر حکمت اور موعظمۂ حسنہ کے ساتھ لوگوں کو بلاؤ، تجہیز و تکفین کے بعد آسمان نے قبر پر ابر رحمت کے موتی برسائے۔

ابوبکر بن عبدالرحمٰنؒ (۹۴ھ)

صحابی رسول عبدالرحمٰن بن حارث کے صاحبزادے ہیں مدینہ کے فقہائے سبعہ میں شمار ہوتا ہے ایک دن عصر کی نماز پڑھ کر غسل خانے گئے وہاں گر پڑے فوراً زبان سے نکلا "خدا کی قسم میں نے آج شروع دن میں کوئی نئی بات نہیں کی تھی" اسی دن غروب آفتاب سے پہلے انتقال کر گئے۔

ابوعبدالرحمٰن السلمیؒ (۷۳ھ)

علوم قرآن کریم میں خصوصی دستگاہ رکھتے تھے چالیس سال تک مسجد میں کسی معاوضہ کے بغیر درس قرآن کریم دیا مسجد ان کا اوڑھنا بچھونا تھی۔ مرض الموت میں بھی مسجد میں ہی تھے۔ عطاء بن سائب نے جا کر عرض کیا خدا آپ پر رحم کرے آپ اپنے بستر پر منتقل ہو جاتے تو اچھا تھا فرمایا "میں نے ایک شخص سے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ بندہ جب تک مسجد میں نماز کے انتظار میں رہتا ہے گویا وہ نماز ہی کی حالت میں رہتا ہے اور ملائکہ اس کیلئے دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں اس لیے میں چاہتا ہوں کہ مسجد ہی میں مروں۔" اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ تمنا پوری فرمائی اور مسجد ہی میں انتقال کیا۔

امام احمد بن حنبل (۱۶۴ھ)

فقہ و حدیث کے ساتھ صبر و ہمت اور استقامت و عزیمت میں بھی مقام امامت پر فائز تھے مسئلہ خلق قرآن میں آپ جس ابتلاء و امتحان سے گزرے وہ ایک داستان خونچکان ہے جب آپ کو رقہ سے بغداد لایا گیا تو چار چار بیڑیاں پاؤں میں پڑی ہوئی تھیں تین دن تک ان سے اس مسئلہ پر مناظرہ کیا گیا لیکن وہ اپنے عقیدے سے نہیں ہٹے چوتھے دن والئی بغداد کے پاس ان کو لایا گیا اس نے کہا احمد! تم کو اپنی زندگی ایسی دوبھر ہے خلیفہ تم کو اپنی تلوار سے قتل نہیں کرے گا لیکن اس نے قسم کھائی ہے اگر تم نے اس کی بات قبول نہ کی تو مار پر مار پڑے گی اور تم کو ایسی جگہ ڈال دیا جائے گا جہاں کبھی سورج نہیں آئے گا اس کے بعد امامؒ کو معتصم کے سامنے پیش کیا گیا اور ان کو اس انکار و اصرار پر ۲۸ کوڑے لگائے گئے ایک تازہ جلاد صرف دو کوڑے لگاتا تھا پھر دوسرا جلاد بلایا جاتا تھا امام احمدؒ ہر کوڑے پر فرماتے تھے اعطونی شیئا من کتب اللّٰہ او سنة رسول اللّٰہ حتی اقول به میرے سامنے اللہ کی کتاب یا اس کے رسول کی سنت سے کچھ پیش کرو تو میں اس کو مان لوں۔

عامۃ المسلمین

فقیر محمد فقیر ڈاکٹر (وفات ۱۹۷۴ء)

پنجابی زبان کے مشہور شاعر، بابائے پنجابی، انہوں نے اپنی وفات سے دو منٹ پہلے یہ شعر کہا:

کرماں دا ، مہراں، فضلاں ، پناہواں دا شکریہ
ساہواں دے نال تیرے دساہواں دا شکریہ

ابوالحسن اصفہانی (۱۹۰۲-۱۹۸۱ء)

تحریک آزادی کے ممتاز رہنما اور محمد علی جناح کے قریبی ساتھی، ۱۹۳۶ء میں پہلی بار جناح صاحب کی دعوت پر مسلم لیگ کے اجلاس میں شریک ہوئے اقوام متحدہ، امریکا اور برطانیہ میں پاکستان کے سفیر رہے۔ ۱۹۵۴-۵۵ء میں مرکزی وزیر تجارت کے عہدے پر خدمات انجام دیں آخری دن معمول کے مطابق ناشتہ کیا اور پھر سونے کی خواہش ظاہر کی، اس دوران حالت اچانک بگڑ گئی اور سات بج کر پچیس منٹ پر نہایت پرسکون انداز میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

ابومسلم خراسانی

اسے دھوکے سے ایک درویش صالح نے خلیفہ منصور کے حکم سے قتل

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تو نے زکوٰۃ ادا کر دی تو تیرا مال (ایسا) خزانہ نہیں ہے (جس پر آخرت میں سزا دی جائے)۔ (الحاکم)

کرایا جب وہ خون سے لت پت فرش پر پڑا تھا تو ایک عورت ابومسلم کے سامنے پہنچ گئی، اُس نے ہاتھ ٹیک کر اُٹھنے کی کوشش کی وہ عورت ابومسلم کی اس حالت کو دیکھ کر بے اختیار چیخ اٹھی ابومسلم نے اُسے پہچان کر اُکھڑی ہوئی آواز میں کہا، گلنار......آہ......تم......میری خطا معاف......پھر زبان رُک گئی اور ابومسلم دم توڑ گیا۔

ابراہیم ذوق (۱۷۹۰۔۱۸۵۴ء)

اردو کے ممتاز شاعر، شاعر عموماً مرتے وقت شعر ہی کہتے ہیں، ابراہیم ذوق نے بھی دوسرے شاعروں کی تقلید کرتے ہوئے شعر ہی کہا، اُن کا آخری شعر یہ تھا:

کہتے ہیں آج ذوق جہاں سے گذر گیا
کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کرے

اختر شیرانی (۱۹۰۵۔۱۹۴۸ء)

مشہور رُومانی شاعر، محمد داؤد خان اختر، اُردو زبان کے نامور محقق پروفیسر محمود خاں شیرانی کے فرزند تھے ریاست ٹونک میں پیدا ہوئے بہارستان، خیالستان اور رُومان ادبی رسالے نکالے۔ ۱۹۳۷ء میں اُردو میں معروف لغت جامع اللغات کی ادارت کی، کلام عشق مجازی کے لطیف جذبات اور وجد انگیز غنائیت سے معمور ہے لاہور میں وفات کے وقت کہا:

''ہوگئی بزم میکدہ خاموش''

اقبال علامہ ڈاکٹر سر محمد (۱۸۷۷۔۱۹۳۸ء)

مشرق کے عظیم مفکر اور برصغیر کے قومی شاعر، حضرت علامہ اقبال نے وفات سے چند ثانیے قبل یہ قطعہ ارشاد فرمایا:

سرودے رفتہ باز آید کہ ناید نسیمے از حجاز آید کہ ناید
سر آمد روزگارے ایں فقیرے دگر دانائے راز آید کہ ناید

اس وقت علامہ کے پاس راجہ حسن اختر بیٹھے ہوئے تھے۔ علامہ اقبال نے فرمایا کہ پلنگ اندر لے چلو جب پلنگ اندر لے جایا گیا تو فرمایا کندھا دبایا جائے ملازم علی بخش نے کندھا دبایا پھر اچانک لیٹے لیٹے پاؤں پھیلا دیے اوپر کی طرف آنکھیں اٹھائیں، بایاں ہاتھ دل پر رکھا اور دائیں ہاتھ سے سر کو تھامتے ہوئے کہا۔ ''یا اللہ میرے یہاں درد ہے۔'' اس کے ساتھ سر پیچھے کو ڈھلک گیا اور قبلہ رُخ ہو کر اپنی آنکھیں بند کر لیں پانچ بجکر چودہ منٹ پر خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

اکبر اعظم (۱۵۴۲۔۱۶۰۵ء)

مغل شہنشاہ، دین الٰہی رائج کیا، تیرہ برس کی عمر میں ہمایوں کا جانشین بنا اور بتدریج پورے ہندوستان پر اپنی حکومت قائم کر لی۔ وہ بڑا دانا تھا اور اپنی دانائی کی وجہ سے لوگوں کے دل موہ لیے اسی بناء پر اسے ''بنی نوع انسان کا محافظ'' کہا گیا ہے ایک روایت کے مطابق وفات سے قبل اپنے گناہوں کی معافی مانگ لی اور دوبارہ اسلام کا دامن تھام لیا بقول شہنشاہ جہانگیر: مرنے کے وقت والد ماجد اور میرے مرشد نے فرمایا، میراں صدر جہاں کو بُلاؤ کہ وہ کلمہ شہادت پڑھے میراں صدر جہاں حاضر ہوئے اور دوزانوں بیٹھ کر کلمہ شہادت پڑھنا شروع کیا۔ بادشاہ نے خود اپنی زبان سے کلمہ شہادت پڑھا اور میراں صدر جہاں سے کہا کہ سرہانے بیٹھ کر سورہ یٰسین اور دعا عدیلہ پڑھیں جب میراں صدر جہاں نے سورہ یٰسین پڑھ کر دعا عدیلہ ختم کی تو بادشاہ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور جان جان آفرین کے سپرد کی آگرہ کے نزدیک سکندرہ میں دفن ہوا۔

الپ ارسلان (وفات ۴۶۵ھ)

خراسان کے سلجوقی خاندان کا چشم و چراغ، اس کی حکومت دریائے جیحون سے فرات تک پھیلی ہوئی تھی رومیوں کو شکست فاش دی لیکن خود ایک معمولی شورش میں مارا گیا ہوا یوں کہ دریائے جیحوں کے پار یوسف نامی قلعدار نے بغاوت کر دی اور شاہی فوجوں کے خلاف ڈٹ گیا سلطان الپ ارسلان نے اسے گرفتار کر کے قتل کرنے کا حکم دیا یوسف نے یہ سن کر خنجر نکال لیا اور سلطان کی طرف بڑھنا چاہا، درباری اسے روکنے کو جھپٹے لیکن سلطان نے کہا'' آنے دو میں فوراً ایسے تیر کا نشانہ بنادوں گا۔'' لیکن خدا کو اس کی یہ بات منظور نہ تھی اور تیر کمان سے چھوڑتے ہی اس کا پاؤں پھسل گیا اور تیر کا نشانہ خطا ہو گیا جب تک وہ سنبھلتا یوسف نے بادشاہ کا کام تمام کر دیا۔

امیر تیمور (۱۳۳۶۔۱۴۰۵ء)

فاتح ایشیاء ۱۳۸۰ء میں ایران کی فتح کا عزم کیا اور اس کی ابتداء خراسان سے کی۔ خراسان کے بعد گرگان، مازندران اور سیستان اور پھر ہرات فتح کیا ازاں بعد فارس، عراق آذر بائیجان وغیرہ فتح کیے۔

مرنے سے پہلے اُس نے جہانگیر کے بیٹے پیر محمد کو اپنا جانشین مقرر کیا پھر اس نے یہ وصیت کی کہ فوج کو دیوارِ چین کی طرف بڑھایا جائے اور مرتے وقت کہا کہ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ شاہ رُخ کو دوبارہ دیکھ سکوں لیکن یہ ناممکن ہے اس کے ساتھ ہی رُوح پرواز کر گئی۔

انور سادات (۱۹۱۸۔۱۹۸۱ء)

مصر کے صدر نیل ڈیلٹا کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے عباسیہ ملٹری اکیڈمی میں داخلہ لیا جمال عبدالناصر کی وفات کے بعد ۱۹۷۰ء میں مصر کے صدر بنے ''میں اب ملک کی سیاست سے ریٹائر ہو جانا چاہتا ہوں کیونکہ جو مشن میرے سامنے تھا وہ پورا ہو گیا اسرائیل کے ساتھ ہمیشہ کیلئے معاہدہ صلح کیا جائے اور تمام چھنا ہوا علاقہ واپس لیا جائے۔'' انہوں نے یہ بات پریڈ میں سلامی کے لیے جانے سے پہلے ایک امریکی نامہ نگار کو ایک انٹرویو میں کہی ان کی زندگی

کے آخری لمحات کے ڈیڑھ گھنٹہ تک موجودہ مصر کے صدر حسنی مبارک ان کے ساتھ رہے ان کے مطابق صدر سادات کے آخری الفاظ یہ تھے:

''میں نے جنگِ اکتوبر میں شریک بعض فوجی افسروں کو ترقی دینے کا فیصلہ کیا ہے۔'' ان الفاظ کے چند لمحوں بعد واقعہ یہ ہوا کہ میں طیاروں کا خلائی پاسٹ دیکھنے کیلئے آسمان پر نظریں جمائے بیٹھا تھا کہ اچانک شور سا بلند ہوا اور معمولی دھماکے کی آواز آئی میں نے صدر کو کرسی سے اٹھتے دیکھا اور ساتھ ہی ایک شخص کو سٹیج پر کچھ پھینکتے پایا، صدر کو گولیاں لگیں جب انہیں ہسپتال لے جایا جانے لگا تو انہوں نے کہا: ''IT is impossible'' اس کے بعد انہوں نے دم توڑ دیا۔

بابر ظہیر الدین (وفات ۱۵۳۰ء)

ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کے بانی، وفات سے قبل امراء کو طلب کیا اور انہیں یہ وصیت کی۔ ''میرے دل میں تھا کہ سلطنت ہمایوں مرزا کے حوالے کر کے خود باغ زرافشاں میں گوشہ نشین رہوں خدائے کریم کے فضل سے میرے دل کی بہت مرادیں پوری ہوئیں سوائے اس خواہش کے لیکن اب مجھے مرض نے دبا لیا ہے میں تم سب کو وصیت کرتا ہوں کہ میرے بعد ہمایوں کو بادشاہ تسلیم کرو اس کے وفادار اور آپس میں متحد رہو مجھے خدا سے امید ہے کہ ہمایوں بھی حسب دلخواہ کام کرے گا۔'' پھر اس نے علیحدہ ہمایوں سے یہ بات کہی، ''تمہارے بھائیوں کو میں تمہاری حفاظت میں چھوڑتا ہوں، ان سے اخلاص و محبت اور ساری رعایا سے شفقت کا برتاؤ کرنا۔'' اس کے تیسرے روز ۲۵ دسمبر ۱۵۳۰ء کو انتقال کیا۔

بوعلی سینا حکیم:

ممتاز طبیب، زندگی کے آخری ایام تک بالکل تندرست رہے لیکن جس سال علاء الدولہ نے میر تاش سے جنگ کی وہ قولنج کے شدید درد میں مبتلا ہو گئے اور علاج کے طور ایک دن میں آٹھ بار معجون استعمال کرنے لگے جس کی وجہ سے آنتوں میں زخم ہو گئے اور شدید اسہال لاحق ہو گیا اس کے باوجود وہ جنگ سے کنارہ کشی بھی نہ چاہتے تھے۔ اور اسی حالت میں میدان جنگ کی طرف روانہ ہو گئے نتیجہ یہ ہوا کہ حالت سخت خراب ہو گئی تین دن کے بعد قولنج پر ایک اور بیماری صرح کا اضافہ ہو گیا دوسرے دن ایک خدمت گار کو معجون میں اجمود کا انڈا شامل کرنے کی ہدایت کی، لیکن شیخ کے خدمت گاروں نے اُن کے ایک دشمن فوجی سردار کی دھمکیوں اور لالچ میں آ کر مقررہ مقدار سے زیادہ اجمود کے انڈے معجون میں شامل کر دیے اس طرح حالت مزید خراب ہو گئی اسی حالت میں انہیں اصفہان پہنچایا گیا جہاں وہ اپنے علاج میں مصروف رہے لیکن جب انہیں یقین ہو گیا کہ علاج بے فائدہ ہے تو انہوں نے بہت سا سامان محتاجوں میں تقسیم کر دیا دوستوں کے لیے گراں قیمت تحائف بھجوائے جب طبیب ان کے سرہانے پہنچا تو اسے نسخہ تجویز کرنے کی اجازت نہ دی بلکہ یہ کہہ دیا ''وقت گزر چکا ہے بدن کے مدبّر نے اب اصلاح کا کام ترک کر دیا ہے'' اتنا کہنے کے بعد اُن پر غشی طاری ہو گئی اور دو روز تک اسی حالت میں رہنے کے بعد انتقال کیا۔

حجاج بن یوسف:

''اللہ تعالیٰ تو غفار ہے تو اپنی غفاری مجھ ایسے گنہگار پر بھی ظاہر کر دے پورا عالم کہتا ہے کہ میری بخشش نہیں ہو سکتی لیکن اگر میری مغفرت فرما دے تو سب کو یقین ہو جائے گا کہ تو واقعی غفار ہے۔'' اس امت کے ظالم ترین شخص حجاج بن یوسف نے موت سے قبل یہ الفاظ کہے اور اپنے آخرت سفر پر روانہ ہو گیا۔

خوشحال خاں:

پشتو شاعر، تلوار اور قلم کے دھنی تھے، مغلیہ حکومت نے انہیں نظر بند رکھا، مرنے سے قبل انہوں نے احباب سے یہ وصیت فرمائیں۔ ''میری قبر ایسی جگہ بنانا جہاں مغلوب کا سایہ نہ پڑے اور مغل گھوڑسواروں کی گرد میری قبر تک نہ پہنچنے پائے نیز میری قبر پوشیدہ رکھی جائے تاکہ مغل اس کی بے حرمتی نہ کریں۔

خیر الدین باربروسا (وفات ۱۵۴۶ء)

ترکی کا امیر البحر، مرتے وقت اس نے یہ وصیت کی کہ اس کے روپیہ سے اعلیٰ علوم کے لیے اعلیٰ درجہ کا مدرسہ یا کالج قائم کیا جائے۔ اس کی قبر باسفورس کے کنارے واقع ہے تاکہ مرنے کے بعد بھی اس کا جسم سمندر سے قریب رہے۔

داغ دہلوی نواب مرزا خاں (۱۸۳۱ـ۱۹۰۵ء)

اُردو کے صاحب طرز شاعر، انہوں نے اپنی وفات سے تھوڑی دیر قبل یہ شعر موزوں کیا۔

آج راہی جہاں سے داغ ہوا خانۂ عشق بے چراغ ہوا

ذوالفقار علی بھٹو، مسٹر (۱۹۲۸ـ۱۹۷۹ء)

سابق وزیر اعظم پاکستان، انہوں نے ۲۰ دسمبر ۱۹۷۱ء تا ۵ جولائی ۱۹۷۷ء حکومت کی ۱۱ نومبر ۱۹۷۴ء سابق رکن قومی اسمبلی مسٹر احمد رضا قصوری نے تھانہ اچھرہ لاہور میں اپنے والد نواب محمد احمد خاں کے مقدمہ قتل کی ابتدائی رپورٹ درج کرائی۔ ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کو جب حکومت پاکستان نے فیڈرل سیکورٹی فورس کے معاملات کی جانچ پڑتال کی تو اس مقدمہ قتل کے بارے میں بھی کچھ حقائق سامنے آئے جن میں ایک یہ بھی تھا کہ مسٹر بھٹو نواب محمد احمد خاں کے قتل میں ملوث ہیں چنانچہ اس بناء پر لاہور ہائی کورٹ میں مقدمہ چلا، اور انہیں اُن کے چار دیگر ساتھیوں سمیت موت کی سزا کا حکم سنایا ۶ فروری ۱۹۷۹ء کو سپریم کورٹ نے بھی اس کی توثیق کر دی ۳ اور ۴ اپریل ۱۹۷۹ء کی درمیانی رات کو جب انہیں اسٹریچر پر

پھانسی کے چبوترے کے پاس لایا گیا تو مسٹر بھٹو بڑی مشکل سے اٹھ کر اپنے قدموں پر کھڑے ہوئے اس وقت انہوں نے اپنی بیوی کو یاد کیا اور مدھم آواز میں یہ الفاظ کہے۔

"I am Sorry for my wife ....
She will be left alone"

جب مسٹر بھٹو کو تختوں پر کھڑا کیا جا چکا تھا تو انہوں نے دھیرے سے کہا۔ "یہ ذرا تکلیف دیتا ہے۔" ان کا اشارہ رسی کی طرف تھا جس سے ان کے ہاتھ پشت پر بندھے تھے تارا مسیح لپک کر آگے بڑھا اور اس نے رسی ڈھیلی کر دی گھڑی کی سوئی دو بجا کر آگے بڑھ چکی تھی۔ تارا مسیح نے اُن کے چہرے پر سیاہ نقاب چڑھانے کے بعد پھندا ان کے گلے میں ڈال دیا اور دونوں پیروں کو ملا کر تسلی بھی باندھ دی تارا مسیح تختوں سے اُتر آیا تختہ دار کھینچنے میں صرف چند ساعتیں باقی تھیں کہ مسٹر بھٹو نے انتہائی کمزور آواز میں کہا۔ "Finish it" ان الفاظ کے ساتھ ہی تارا مسیح نے لیور کھینچ دیا اور مسٹر بھٹو موت کی آغوش میں چلے گئے۔ (بحوالہ قومی ڈائجسٹ، سالنامہ مئی ۱۹۷۹ء)

سید احمد خاں سر (۱۸۱۷ء۔۱۸۹۸ء)

برصغیر کے دو عظیم رہنما جنہوں نے مغلیہ سلطنت کے خاتمے کے بعد مسلمانان ہند کو ترقی و خوش حالی کا راستہ دکھایا مسلمانوں کے لیے ۱۸۷۵ء میں علی گڑھ کالج قائم کیا جو بعد میں یونیورسٹی بن گیا وہ بے شمار کتابوں کے مصنف تھے جن میں آثار الصنادید قابل ذکر ہے سائنٹفک سوسائٹی بھی قائم کی۔

۲۸ مارچ ۱۸۹۸ء کو سر درد کی شکایت ہوئی جو اس بات کی علامت تھی کہ یورک ایسڈ دوران خون میں شامل ہو کر جلد جلد دماغ پر اپنا اثر کر رہا ہے اسی روز شام کو شدید لرزہ کے ساتھ تپ چڑھی اور تھوڑی دیر میں ہذیان کی صورت پیدا ہو گئی چنانچہ ہذیان کی حالت سے پہلے قرآن پاک کی دو آیتیں برابر ان کی زبان پر جاری رہیں حسبنا اللّٰه و نعم الوكيل نعم المولىٰ و نعم النصير. ان اللّٰه و ملائكتهٗ يصلون على النبى يا ايها الذين اٰمنوا صلوا عليه و سلّموا تسليماً ۔ مگر تپ کی شدت اور ہذیان کی حالت میں کوئی بات سمجھ میں آئے ان کی زبان سے نہیں نکلی تین گھنٹے سخت کرب اور بے چینی کے بعد رات دس بجے حاجی اسمٰعیل خاں کی کوٹھی میں انتقال کیا۔

شاہجہان (۱۵۹۲ء۔۱۶۶۶ء)

عہد مغلیہ کا انجینئر بادشاہ، اُس نے اپنی ملکہ ممتاز محل کی یاد میں تاج محل آگرہ تعمیر کرایا، شاہجہان کے زمانے میں ملک میں امن و امان کی فضا قائم تھی اور ہر مکتب فکر کو اپنی فقہ کے مطابق عبادت کرنے کی مکمل آزادی حاصل تھی یعنی مذہبی تعصب نہ تھا البتہ سیاسی مہمات اور فوج کو بعض ناگوار واقعات ضرور پیش آئے وفات سے تقریباً پندرہ روز قبل پیشاب رُک گیا اور پیچش کا عارضہ لاحق ہوا اور وفات تک بستر سے اٹھ نہ سکے البتہ بندرابن جراح کے علاج سے کسی قدر افاقہ ہوا یعنی نو دن کے بعد پیشاب آنے لگا اور دیگر تکلیفیں بھی کم ہوئیں مرنے سے قبل شہزادی جہاں آرا بیگم کے دل پر غم و اندوہ طاری تھا ان کی دل جوئی کرنے لگے اور کہا۔ "قرآن پاک کی سورتیں پڑھو۔" خود بھی کلمہ شہادت ادا کیا اور ربنا اٰتنا فى الدنيا حسنة و فى الأخره حسنة وقنا عذاب النار کی آیت کا ورد کرنے لگے اور اسی حالت میں انتقال کیا۔

شرف النساء:

پنجاب کے مغل گورنر نواب زکریا خان کی بیٹی، اُس نے اپنے محلات میں ایک بلند چبوترا بنوا رکھا تھا جس پر سیڑھی لگا کر چڑھتی اور وہاں ہی نماز اور قرآن کی تلاوت کرتی، جب تلاوت کر لیتی تو قرآن کو بند کر کے اس کے اوپر ایک جڑاؤ تلوار رکھ دیتی اور نیچے اتر آتی۔

موت کا وقت قریب آیا تو وصیت کی کہ میری قبر سادہ بنانا اور اس پر ایک قرآن اور ایک تلوار رکھنا جو ساری عمر میرے ساتھ رہیں۔

شیر شاہ سوری:

دور حکومت ۱۵۴۰ء، ۲۲ مئی ۱۵۴۵ء برصغیر کا مشہور بادشاہ اصل نام فرید خاں تھا افغانوں کے قبیلہ سور سے تعلق رکھتا تھا اپنی زندگی کا آغاز انتہائی نامساعد حالات میں ایک معمولی سپاہی کی حیثیت سے کیا قابل جرنیل ہونے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ انتظامی صلاحیتوں کا مالک تھا اس نے چار سڑکیں تعمیر کروائیں، پہلی سڑک سنارگاؤں سے لے کر اٹک تک دو ہزار میل دوسری آگرہ سے برہان پور تک تیسری آگرہ سے جودھپور تک اور چوتھی لاہور سے ملتان تک اس نے اپنی سلطنت کو وسعت دینے کیلئے فتوحات کا سلسلہ بھی شروع کیا۔ راجپوتانہ کی فتح کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے اس نے کالنجر پر فوج کشی کی یہ قلعہ بڑا مضبوط تھا چنانچہ شیر شاہ سوری نے سات ماہ تک اس کا محاصرہ کیے رکھا آخر تنگ آ کر اس نے گولہ باری کا حکم دیا اس دوران میگزین نے کسی وجہ سے آگ پکڑ لی جو یکا یک ہر طرف پھیل گئی کئی افراد کے ساتھ شیر شاہ سوری بھی بری طرح جھلس گیا مگر اس عالم میں اپنی فوجوں کو قلعہ فتح کرنے کی ترغیب دیتا رہا بالآخر قلعہ فتح ہو گیا جونہی اس نے فتح کی خبر سنی تو اس نے کہا۔ "الحمد للہ" اور اس کے بعد روح پرواز کر گئی۔

ضیاء الرحمٰن جنرل (۱۸۳۶ء۔۱۹۸۱ء)

بنگلہ دیش کے صدر ۳۰ مئی ۱۹۸۱ء کو صدر ضیاء الرحمٰن چٹا گانگ کے دورہ پر تھے اور ان کا قیام ریسٹ ہاؤس میں تھا باغیوں نے ریسٹ ہاؤس کی حفاظت کا بہانہ بنا کر اس کا محاصرہ کر لیا اس کا چوکیدار تہجد کی نماز ادا کر رہا تھا صرف ریسٹ ہاؤس کے ایک قریبی کوارٹر سے ایک بیمار کے کراہنے کی آوازیں آ رہی تھیں اچانک سکوت ٹوٹ گیا اور محافظ چوکنا ہو گیا ریسٹ

ہاؤس کے اردگرد فوجی بوٹوں کی آوازیں بلند ہونا شروع ہوگئیں محافظ نے نئے آنے والے کو روکا تو اس نے کہا کہ وہ بیس کمانڈر ہے اور وہ صدر کی حفاظت کے لیے یہاں آیا ہے کیونکہ اس کی جان خطرے میں ہے چنانچہ اس نے اپنے ساتھیوں کو ریسٹ ہاؤس کو گھیرے میں لے کر ہتھیار نصب کرنے کا حکم دیا۔ پھر اس نے حکم دیا کہ صدر کا کمرہ دکھایا جائے اسی دوران گارڈ کمانڈر نے بھی چھلانگ لگا دی اور اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ بیس کمانڈر کو روکیں لیکن اس وقت تک بہت تاخیر ہو چکی تھی اسی اثناء میں گارڈ کمانڈر اور دوسرے محافظوں کو ہلاک کر دیا گیا تھا محافظوں کو ہلاک کرنے کے بعد بیس کمانڈر اس کے کمرے کی طرف بڑھا جہاں صدر سوئے ہوئے تھے اس وقت تک صدر شور اور گولیوں کی آوازیں سن کر بیدار ہو چکے تھے انہوں نے اپنے محافظوں کو صورت حال معلوم کرنے کیلئے کہا لیکن اس کا جواب ملنے سے پہلے لیفٹیننٹ کرنل مطیع الرحمٰن نے اُن پر پہلی گولی چلائی اور جب وہ زمین پر گر پڑے تو انہوں نے کہا: ''تم کیا چاہتے ہو؟''

اس کے بعد دوسرے باغیوں نے ان کو گولیوں سے چھلنی کر دیا اور وہ ہلاک ہوگئے۔

عبدالرحمٰن خان (وفات ۱۹۰۱ء)

امیر افغانستان، وفات سے قبل کہا ''میری روح افغانستان میں رہے گی اگرچہ میری جان خدا کے پاس چلی جائے گی میرے بیٹے اور جانشین تمہیں میری یہ آخری وصیت ہے کہ روسیوں کا ہرگز اعتبار نہ کرنا۔''

عبدالکریم قاسم (۱۹۱۴ـ۱۹۶۳ء)

عراق کے صدر ۱۹۴۸ء کی عرب اسرائیل جنگ میں نمایاں حصہ لیا ۱۹۵۸ء میں امیر فیصل اور شہزادہ عبداللہ کو قتل کرنے کے بعد برسر اقتدار آئے۔ انقلاب کے روز جب اُن کے ہاتھ اُن کی پیٹھ کے ساتھ باندھ دیے گئے تو انہوں نے آنکھوں پر پٹی بندھوانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں خود کو مرتے دیکھنا چاہتا ہوں قتل سے چند ثانیے قبل کہا۔ ''آپ لوگ مجھے تو ہلاک کر سکتے ہیں مگر تاریخ سے میرا نام نہیں مٹا سکتے، میرا نام عراق کی تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔''

عثمان خان اوّل (۱۲۵۸ـ۱۳۲۵ء)

سلطنت عثمانیہ کا بانی ۱۲۸۸ء میں تخت نشین ہوا۔ ۱۳۰۱ء میں اس نامور حکمران نے فتوحات کا سلسلہ شروع کیا بازنطینی قلعے فتح کیے اس کے لڑکے اور خاں نے تاتاریوں کو شکست دی اس طرح چھ سال کی مدت میں اس کی فتوحات کا دائرہ بحر اسود تک پہنچ گیا۔ ۱۳۱۷ء میں عثمان خاں نے اپنے لڑکے اور خاں کو بروصہ کی تسخیر کے لیے بھیجا۔ تقریباً دس سال کے بعد بروصہ فتح ہو گیا اور خاں جب فتح کی خوشخبری لے کر اپنے باپ کے پاس آیا تو وہ بستر مرگ پر تھا اس موقع پر اُس نے اُسے اپنا جانشین مقرر کیا اور اسے وصیت کرتے ہوئے کہا۔

''حکومت کرتے وقت انصاف اور رحم کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا اور اسلام کے قوانین کو سربلند رکھنا۔'' اس کے بعد اس کا انتقال ہو گیا۔

علاء الدین صدیقی علامہ (وفات ۱۹۷۷ء)

عالم دین اور ماہر تعلیم، عمر کے آخری چار برس فالج کے موذی مرض میں گزارے لیکن اس کے باوجود ذہنی توانائی محفوظ رہی اور کلمہ طیبہ اور درود پاک کا ورد کرتے ہوئے خندہ پیشانی سے ہدیہ جان جان آفرین کے سپرد کر دیا۔

علم الدین شہید غازی (۱۹۰۸ـ۱۹۲۹ء)

عاشق رسول مقبول ﷺ غازی علم الدین شہید کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے ناموسِ رسول مقبول ﷺ کی خاطر اپنی جان کی قربانی پیش کی ۱۳۱ اکتوبر ۱۹۲۹ء کو جب آپ نے تختہ دار پر قدم رکھا تو فرمایا۔

''حاضرین میں نے عشق رسول ﷺ سے سرشار ہو کر آپ ﷺ کے ناموس کی حفاظت کرتے ہوئے دشمن اسلام اور دشمنِ رسول مقبول ﷺ کو قتل کیا ہے اب سب میرے کلمے کے گواہ رہو اور اجازت دو کہ میں کلمہ شہادت پڑھتا ہوا رخصت ہو جاؤں یہ کہہ کر آپ نے کلمہ شہادت پڑھنا شروع کر دیا اس دوران جیل حکام نے قواعد کے مطابق آپ کے ہاتھ پاؤں رسی سے باندھ دیے سر پر ٹوپ چڑھا دیا گیا اور آنکھوں پر پٹی چڑھا دی گئی مگر آپ نے کہا۔ ''اے نادانو! تم یہ کیا کر رہے ہو وہ دیکھو میری روح کے استقبال کے لیے تو سینکڑوں فرشتے آئے ہوئے ہیں۔'' یہ کہہ کر آپ نے آسمان کی طرف سر اٹھایا تو آپ کی رُوح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

عمر خیام (۱۰۵۰ـ۱۱۲۳ء)

فارسی شاعر اور ہیئت دان، نیشا پور میں پیدا ہوئے، علم ہیئت کی تحقیق کے لیے ایک اسکول قائم کیا دوران تحقیق انہوں نے ستاروں کی پیمائش کا طریقہ دریافت کیا نیز ایک الجبرا بھی مرتب کیا جس کا علم بادشاہ (سلطان ملک شاہ جلال الدین) کو بھی ہوا اس نے آٹھ ممتاز عالموں کے ہمراہ انہیں بھی اسلامی کیلنڈر کی تصحیح کے لیے منتخب کیا جس کے نتیجے میں ایران میں ۱۰۷۹ء میں جلالی سال کا آغاز ہوا علاوہ ازیں انہوں نے علم ہیئت پر بہت سی اشکال بھی بنائیں جو زیجی ملک شاہی کے نام سے مشہور تھیں۔

مغرب میں انہیں ایک شاعر کی حیثیت سے ہی تسلیم کیا جاتا ہے رباعیات ان کی بہترین تصنیف ہے جس کا انگریزی ترجمہ ۱۸۵۹ء میں فٹز جیرالڈ نے اور ۱۹۶۷ء میں رابرٹ گریوز نے کیا۔ اپنے آخری لمحات میں کہا۔

''الٰہی تو جانتا ہے کہ میں نے اپنے امکان بھر تجھ کو جانا تو مجھ کو بخش دے کہ یہی پہچان تیرے حضور میں میرا وسیلہ ہے۔''

غالب اسد اللہ خاں (۱۷۹۷۔۱۸۶۹ء)

اُردو کے مایہ ناز شاعر اور ادیب، ان کا کلام کلیات کی شکل میں محفوظ ہے۔ ۱۹۶۹ء میں ہندوستان اور دنیا بھر کے ممالک میں صد سالہ جشن منایا گیا انتقال سے کچھ دیر پہلے یہ آخری شعر اُن کی زبان پر تھا۔

دم واپسیں بر سر راہ ہے عزیز و اب اللہ ہی اللہ ہے

غلام عباس چوہدری (۱۹۰۴۔۱۹۶۷ء)

ممتاز کشمیری رہنما، جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کے بانیوں میں شمار کیے جاتے تھے کئی بار مسلم کانفرنس کے صدر منتخب ہوئے آخری عمر میں کینسر کے موذی مرض نے آن لیا بغرض علاج لندن بھی گئے مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی، مرنے سے قبل کہا "میں نہ رہوں لیکن جد وجہد جاری رہے۔"

غیاث الدین بلبن (دورِ حکومت ۱۲۶۶ تا ۱۲۸۶ء)

اپنے عہد حکومت میں ترک سرداروں کو زیر کیا منگولوں کی بغاوتوں کو فرو کیا جب بڑھاپے میں ان کی صحت خراب ہوگئی تو اپنے بیٹے بغرا خان کو بنگال سے بلایا اور دہلی کی تخت نشینی پیش کی بغرا خاں نے اس ذمہ داری کو قبول کرنے سے انکار کر دیا سلطان کو بڑی مایوسی ہوئی مرنے سے پہلے انہوں نے خان شہید کے فرزند کی خسرو کو اپنا جانشین بنانے کی وصیت کی لیکن کوتوال دہلی فخر الدین اور بعض دوسرے امراء نے بغرا خان کے فرزند معز الدین کیقباد کو تخت پر بٹھا دیا۔

گلبدین بیگم (وفات ۱۶۰۳ء)

شہنشاہ بابر کی دختر، وہ ایک فیاض اور سخی خاتون تھی حج بھی کیا وفات کے وقت اکبر کی ماں حمیدہ بانو اس کے پاس بیٹھی تھی جب موت کی گھڑی قریب آئی تو آنکھیں بند کر لیں آخری بار حمیدہ بانو نے بڑے پیار سے پکارا تو اس نے کوئی جواب نہ دیا تھوڑی دیر بعد آنکھیں کھولیں کلمہ پڑھا اور پھر کہا۔ "میں مر رہی ہوں اور تم جگ جگ جیو۔" اور ہمیشہ کے لیے آنکھیں بند کر لیں۔

لق لق، حاجی (وفات ۱۹۶۱ء)

ممتاز شاعر اور صحافی نے وفات سے چند ثانیے پہلے یہ شعر کہا۔

؎ دار فانی سے چل دیا لق لق لو یہ قصہ بھی آج ختم ہوا

لیاقت علی خاں نوابزادہ (۱۸۹۵۔۱۹۵۱ء)

بانی پاکستان محمد علی جناح کے دستِ راست، پاکستان کے پہلے وزیر اعظم، ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو جب آپ لیاقت باغ راولپنڈی میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرنے کے لیے اٹھے تو ابھی آپ نے کلمہ طیبہ کا ورد کیا ہی تھا کہ سید اکبر نامی ایک شخص نے آپ پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی گولی لگنے کے بعد آپ نے کلمہ پڑھا اور کہا۔ "خدا پاکستان کی حفاظت کرے۔" اور واصل باللہ ہوئے۔

مامون الرشید خلیفہ (۱۲۷۔۲۱۸ھ)

ہارون الرشید کے صاحبزادہ، اس کے عہد میں بڑی بغاوتیں ہوئیں، اُس کی حکومت بغداد سے لے کر شام، افریقہ، خراسان، ایران، سندھ اور ایشیائے کوچک تک پھیلی ہوئی تھی انتقال سے کچھ دیر پہلے قرآن پاک کی چند آیات تلاوت کیں حاضرین میں سے کسی نے کلمہ توحید کی تلقین کی، ایک نصرانی حکیم ابن ماسویہ نے کہا اس کی کیا ضرورت ہے۔ مامون اس آواز سے چونک پڑا اور اس قدر غضبناک ہوا کہ تمام اعضاء تھرانے لگے چہرہ اور آنکھیں سرخ ہوگئیں ہاتھ اُٹھایا تا کہ ابن ماسویہ کو پکڑا جائے لیکن سکت نہ تھی زبان نے یاری نہ دی نہایت حسرت سے آسمان کی طرف دیکھا آنکھوں میں آنسو بھر آئے اسی حالت میں خدا نے زبان کھول دی وہ خدا سے مخاطب ہوا۔ "اے وہ کہ جس کی سلطنت کبھی زائل نہ ہوگی اس پر رحم کر جس کی سلطنت زائل ہو رہی ہے اے وہ جو کبھی نہیں مرے گا اس پر رحم فرما جو مر رہا ہے۔" اسی فقرہ پر اس کے نفسِ واپسی نے دنیا کو الوداع کیا۔

ماہر القادری (۱۹۰۷۔۱۹۷۸ء)

ممتاز نعت گو شاعر، ادیب اور صحافی، پورا نام منظور حسین ماہر القادری تھا، بلند شہر یو۔ پی میں پیدا ہوئے۔ ۱۰ نومبر ۱۹۴۷ء میں فاران کا اجرا کیا وہ سعودی عرب میں مقیم پاکستانیوں کی دعوت پر سات دیگر شعرا کے ساتھ ۱۰ مئی ۱۹۷۸ء کو پاکستان سے سعودی عرب پہنچے ۱۱ مئی کی شب کو مشاعرہ تھا اسی دو پہر کو عمرہ ادا کر کے حرم شریف سے جدہ واپس آئے انہوں نے اپنا کلام مشاعرے کی دوسری نشست میں سنایا ان کے پڑھنے کے بعد احسان دانش نے اپنا کلام سُنایا، ان کے ایک شعر پر مولانا بڑے روئے۔ شعر تھا

قبر کے چوکھٹے خالی ہیں انہیں مت بھولو
جانے کب کون سی تصویر لگا دی جائے

اس شعر کے بعد حفیظ جالندھری نے اُن کی طرف اشارہ کر کے یہ شعر پڑھا

بہشت میں بھی ملا مجھے عذاب شدید
یہاں بھی مولوی صاحب ہیں میرے ہمسائے

ماہر صاحب فوراً اٹھ کر مائیک پر تشریف لائے اور جواب دیا "حفیظ صاحب غلط جگہ پہنچ گئے" یہ کہہ کر اپنی جگہ واپس آگئے اس کے چند لمحے بعد ہی ان پر دل کا دورہ پڑ گیا سامعین میں سے تین چار مشہور ڈاکٹر فوراً اسٹیج پر پہنچے معائنہ کیا مگر ماہر صاحب اس وقت تک انتقال کر چکے تھے انہیں مکہ مکرمہ میں جنت المعلیٰ میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

مجیب الرحمٰن شیخ (وفات ۱۹۷۵ء)

بنگلہ دیش کے بانی، وزیر اعظم اور صدر جس روز انہیں ان کی رہائش گاہ

پر قتل کیا گیا تو صبح ہی کو فوج نے ایوان صدر کو اپنے گھیرے میں لے لیا، شیخ مجیب الرحمٰن کے صاحبزادے نے ایک کھڑکی سے مشین گن سے فوج پر فائرنگ کر دی تو وہ فائرنگ کی آواز سن کر اپنی قیام گاہ سے باہر آئے اور برآمدے میں فوجی افسروں سے ان الفاظ میں خطاب کیا۔

''تم مجھے قتل کرنے کے لیے کیوں آئے ہو تم تو میرے بچوں کی مانند ہو۔'' لیکن نوجوانوں نے اُن کے الفاظ پر کوئی توجہ نہ دی اور فائرنگ کر دی چار گولیاں اُن کے جسم میں لگیں اور وہ وہیں ڈھیر ہو گئے۔

محمد تغلق (وفات ۱۳۵۱ء)

ہندوستان کا حکمران، دس محرم ۷۵۲ھ کو سلطان ٹھٹھہ سے تین کوس پر تھا کہ اُس کی طبیعت خراب ہو گئی دس محرم کو اس نے روزہ رکھا، شام کو افطار کے بعد مچھلی کھائی رات کو بخار نے آ دبایا لیکن پرواہ نہ کی۔ بخار کی حالت میں سفر جاری رکھا، پھر جب طبیعت زیادہ خراب ہو گئی اور پھر آگے بڑھنا نصیب نہ ہوا، حالت بگڑنے لگی، مرتے وقت بڑی بے چینی اور بے قراری تھی اسی کرب میں سلطان نے یہ شعر کہے:

بسے دریں جہاں چیدیم بسیار نعم و ناز دیدیم
اسپاں بلند بر نشستیم تر کان گراں بہار خریدیم
کردیم بسے نشاط آخر چوں قامت ماہ نو خمیدیم

یعنی، ہم نے اس جہاں کی خوب سیر کی اور باغ عالم کی بہت سی نعمتیں بھی دیکھیں اور تکلیفیں بھی اُٹھائیں۔

اونچے اونچے گھوڑوں پر ہم بیٹھے اور قیمتی قیمتی غلام ہم نے خریدے زندگی کے لطف بھی حاصل کیے آخر پہلی رات کے چاند کی طرح ہماری کمر جھک گئی۔

محمد رضا شاہ پہلوی (۱۹۱۹ء۔۱۹۸۰ء)

شہنشاہ ایران، انہوں نے اپنے والد کے دست بردار ہونے پر ایران کا تخت سنبھالا اپنے دور اقتدار میں ایران کو ترقی یافتہ ممالک کی صف میں کھڑا کرنے کے سلسلہ میں اُن کی خدمات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ ۱۹۷۸ء میں ایران ہنگاموں کی لپیٹ میں آ گیا۔ تو انہوں نے ۱۶ جنوری ۱۹۷۹ء کو ایران چھوڑ دیا پہلے مصر، پھر امریکا، پانامہ اور میکسیکو میں رہنے کے بعد قاہرہ میں سکونت اختیار کی۔ ۵ سال کینسر میں مبتلا رہے اور اسی مرض سے انتقال کیا۔ قاہرہ کے معادی ہسپتال میں دم توڑتے ہوئے معزول شاہ ایران کے آخری الفاظ جو انہوں نے اپنے گرد گھیرا ڈالے ہوئے ۱۸ ڈاکٹروں کی ٹیم سے یہ کہے تھے:

''خدارا کسی ایک فیصلے پر پہنچ جاؤ کہ مجھے کس علاج کی ضرورت ہے اور پھر جلد از جلد مجھے بھی بتا دو۔''

محمد علی بوگرہ (وفات ۱۹۶۳ء)

سابق وزیر اعظم اور وزیر خارجہ پاکستان، آزادی سے قبل کلکتہ میں ایک ہسپتال، ڈھاکہ میں میڈیکل کالج اور ہندوستان میں پہلا ٹی بی سینی ٹوریم قائم کیا، قیام پاکستان کے بعد دستور ساز اسمبلی کے رکن بنے پھر مختلف ممالک میں سفیر رہے اپریل ۱۹۵۲ء تا وسط ۱۹۵۵ء وزیر اعظم اور ۱۹۶۲ء تا وفات تک وزیر خارجہ رہے۔ مرتے وقت کہا ''اگر مجھے موت آ جائے تو مجھے اپنے والد کے پہلو میں دفن کر دیا جائے۔''

محمد علی جناح بانی پاکستان (۱۸۷۶۔۱۹۴۸ء)

پاکستان کے پہلے گورنر جنرل اور بانی پاکستان۔ ۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء کو جب محمد علی جناح کو گورنمنٹ ہاؤس لایا گیا اس وقت آپ بے ہوش تھے کرنل الٰہی بخش جو محمد علی جناح کے ذاتی معالج تھے، نے ٹیکے لگائے تو آپ کی حالت قدرے سنبھلی لیکن چند منٹ بعد سانس رُک رُک کر آنے لگا اسی بے ہوشی کے عالم میں آپ نے کہا۔ ''اللہ...... پاکستان......''

صرف یہی الفاظ سمجھ میں آ سکے اس کے چند ثانیے بعد دس بج کر ۲۵ منٹ پر آپ نے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

محمود غزنوی سُلطان (۹۷۱۔۱۰۳۰ء)

امیر سبکتگین کا بڑا لڑکا۔ ۹۹۷ء میں غزنی کے بادشاہ بنے خلیفہ بغداد نے انہیں یمین الدولہ امین الملت کا خطاب دیا انہوں نے ہندوستان پر سترہ حملے کیے جن میں سومنات کی فتح سب سے اہم ہے۔ آخری مہم سندھ کے جاٹوں کی سرکوبی کے لیے تھی۔ آخری مہم کے بعد جب وہ غزنی پہنچے تو ملیریا بخار میں مبتلا ہو گئے شاہی طبیبوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر کوئی دوا کارگر نہ ہوئی بالآخر بیماری تپ دق کی صورت اختیار کر گئی اور چار سال کی طویل بیماری کے بعد راہی ملک بقا ہوئے وفات سے پہلے حکم دیا کہ تمام زر و مال اور جواہرات کو سجا کر انہیں دکھایا جائے یہ تمام دولت دیکھ کر پاک باز سلطان کی آنکھوں میں دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ گھوم گیا اور رقت طاری ہو جانے کی وجہ سے آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اس کے بعد انتقال فرمایا۔

مصطفےٰ کمال پاشا (۱۸۸۱۔۱۹۳۸ء)

جمہوریہ ترکیہ کے پہلے صدر، ترکیہ کو جمہوریت کے راستے پر گامزن کرنے میں اہم کردار ادا کیا وفات کے وقت اُن کے آخری الفاظ یہ تھے:

''میرے عزیز دوست موت اٹل ہے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔''

معز الدین کیقباد سلطان (۶۸۹ھ)

غیاث الدین بلبن کا بیٹا، سلطان معز الدین کیقباد کو معزولی کے بعد

جب گرفتار کر لیا گیا تو وہ اسی گرفتاری کی حالت میں بھوک اور پیاس سے ہلاک ہو گیا مرتے وقت اُس نے یہ اشعار کہے:

اسپ ہزم بربرِ میدان مانده است
دستِ کرم درتہ سندان مانده است
چشم کہ صد کان گہر کم دیدی
امروز بیابین چہ حیران مانده است

یعنی میرا اسپ ہنر میدان کارزار میں تھک کر رہ گیا ہے اور میرا دست کرم سندان (اہرن) کے نیچے پھنس کر رہ گیا ہے میری آنکھ جو کہ جواہرات کی سو کانوں کو بھی حقیر پاتی تھی اور دیکھ کر آج کیسے حیرت زدہ ہو کر رہ گئی ہے۔

مومن خاں مومن (۱۸۰۰ـ۱۸۵۲ء)

اُردو کے مشہور صاحبِ دیوان شاعر، پیش گوئی اور تاریخ کہنے میں خاص ملکہ رکھتے تھے ایک بار جب دکان کی چھت سے گر پڑے تو کہا کہ ۵ دن یا ۵ مہینے بعد مر جاؤں گا چنانچہ ۵ ماہ بعد وفات پا گئے۔ آخری وقت پر اُن کے الفاظ یہ تھے: ''دست و بازو بشکست''

مونس (انتقال ۱۲۹۲ھ)

ممتاز مرثیہ گو شاعر اور خاندان انیس کے چشم و چراغ، موت سے قبل انہوں نے یہ شعر کہا:

دعائے خیر سے روحِ حزیں کو شاد کریں
ہمارے بعد بھی احباب ہم کو یاد کریں

میر انیس (۱۸۰۱ء۔۱۸۷۴ء)

اُردو کے ممتاز مرثیہ گو شاعر، انہوں نے وفات سے قبل یہ شعر کہا:

آخر ہے عمر زیست سے دل اپنا سیر ہے
پیمانہ بھر چکا ہے چھلکنے کی دیر ہے

ہارون الرشید عباسی خلیفہ (عہد حکومت ۷۸۶ـ۸۰۹ء)

مشہور عباسی خلیفہ، اس نے اپنی سلطنت میں مغربی ایشیاء اور شمالی افریقہ کے بہت سے علاقے شامل کیے، بیوی بڑی پاکدامن تھی، اُس نے دجلہ سے مکہ تک نہر کھدوائی۔

وفات سے قبل تمام بنی ہاشم کے لوگوں کو بلایا اور انہیں وصیت فرمائی۔ ''ہر مخلوق کو بالآخر موت کا شکار ہونا ہے، اس وقت جو میری حالت ہے تم سب پر عیاں ہے میں تمہیں تین باتوں کی وصیت کرتا ہوں۔

''(۱) اپنی امانتوں کی حفاظت کرنا (۲) اپنے حاکموں کی ہر وقت خیر خواہی کرنا (۳) ہمیشہ متحد رہنا، تم لوگ محمد، امین اور عبداللہ (مامون) پر ہمیشہ نظر رکھنا اگر ان میں سے کوئی اپنے بھائی کے خلاف بغاوت کرنا چاہے تو اُسے بغاوت سے باز رکھنا۔''

ہمایوں (۱۵۰۸ـ۱۵۵۶ء)

مغل شہنشاہ۔ ۳۰ دسمبر ۱۵۳۰ء کو ہندوستان کا بادشاہ بنا، دہلی کے تخت کے حصول نو کے بعد ہمایوں کو زیادہ عرصہ تک حکومت کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ ۲۴ جنوری ۱۵۵۶ء کو جمعہ کے روز لائبریری کی سیڑھیوں سے گرا اور اس کے سر اور بازو پر چوٹیں آئیں، موت سے پہلے یہ اشعار پڑھتا رہا:

ترجمہ ''اے خدا، تو اپنی لامحدود پاکیزگی کے باعث مجھے اپنی رحمت کے سایہ تلے جگہ دے۔ اپنی صفات بابرکات سے مجھے آگہی عطا کر، میں دنیاوی دکھوں اور غموں سے دل شکستہ ہو گیا ہوں تو اب اس بے خانماں دیوانے کو اپنی پاس بلا لے اور مجھے آزادی نصیب کر۔''

غیر مسلم معروف شخصیات

آئزک نیوٹن سر (۱۶۴۲ـ۱۷۶۷ء)

اس عظیم ماہر طبیعات نے ۱۶۶۵ـ۱۶۶۶ء میں کشش ثقل کے مسئلہ پر تحقیق کی اور بطلیموس کے قدیم نظام کو غلط ثابت کر دکھایا علاوہ ازیں اس نے روشنی اور رنگوں کے بارے میں بھی اپنا ایک نظریہ پیش کیا مرتے وقت اس کے آخری الفاظ یہ تھے: ''مجھے پتہ نہیں کہ دنیا میرے متعلق کیا سوچتی ہے، مگر میرا ذاتی خیال ہے کہ میری حالت اس بچے کی حالت سے مشابہ ہے جو سمندر کے کنارے گھونگھوں اور سیپیوں سے اپنا جی بہلا رہا ہو، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ قدرت کا ایک اتھاہ سمندر عجائبات عالم سے اٹا پڑا ہے۔'' یہ جملے کہنے کے بعد وہ دم توڑ گیا۔

آئزن ہاورڈ وائٹ ڈی (۱۸۹۵ـ۱۹۶۹ء)

امریکہ کے ۳۴ ویں صدر اور جنگ عظیم دوم کے ممتاز فوجی جرنیل، دوسری جنگ عظیم میں انہوں نے اتحادی فوجوں کے کمانڈر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں مرتے وقت اپنے اہلیہ سے کہا کہ ''میں نے ہمیشہ تم سے محبت کی ہے، اپنے بچوں سے محبت کی ہے، اپنے پوتوں سے محبت کی ہے اور اپنے ملک سے محبت کی ہے۔'' ان الفاظ کے خاتمے کے ساتھ روح پرواز کر گئی۔

ابراہام لنکن (۱۸۰۹ـ۱۸۶۵ء)

امریکہ کے ۱۶ ویں صدر، موت سے چند گھنٹے قبل وہ تھیٹر دیکھنے کے لئے گئے اور اس دوران انہوں نے بیوی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا بیوی نے شرماتے ہوئے کہا دیکھنے والے آپ کی اس حرکت سے کیا اثر لیتے ہوں گے انہوں نے ہنس کر جواب دیا: ''کچھ بھی نہیں کہتے ہوں گے'' ابھی یہ جملہ ختم ہی ہونے پایا تھا کہ جان ویلکو نے انہیں گولی کا نشانہ بنایا اور وہ گولی لگتے ہی ڈھیر ہو گئے۔

ابوجہل:

حضور ﷺ کا چچا، حضور ﷺ نے اسے امت مسلمہ کے لئے فرعون قرار دیا وہ اسلام کا سب سے بڑا دشمن تھا جنگ بدر میں جب عبداللہ بن مسعود ؓ اس کی چھاتی پر سوار ہوگئے تو آپ نے فرمایا: او دشمن خدا! دیکھ اللہ نے تجھے کتنا ذلیل کیا" مگر یہ ظالم نشہ حکومت و سرداری اور نخوت و غرور کے ہاتھوں اتنا مجبور تھا کہ جب ابن مسعود ؓ اس کا سر کاٹنے لگے تو کہنے لگا ذرا نیچے سے کاٹنا تاکہ سردار کے سر کی شناخت ہوسکے پھر کہا کہ افسوس مجھے کسانوں نے مار ڈالا۔ کاش میرا قاتل کوئی اور ہوتا، اور کہا کہ میرا یہ پیغام پہنچا دینا کہ میرے دل میں آج کے دن تمہاری عداوت و بغض پہلے سے کہیں زیادہ ہوگیا ہے، ان الفاظ کے بعد حضرت عبداللہ ؓ نے اس کا سر تن سے جدا کردیا۔

ابوطالب جناب (۵۴۰-۶۲۰)

حضرت علی ؓ کے والد اور حضور ﷺ کے چچا، اپنے والد حضرت عبدالمطلب کے بعد خانہ کعبہ کی تولیت کا حق ادا کرتے رہے وہ آنحضور ﷺ پر جان چھڑکتے تھے بعثت نبوی کے بعد اگرچہ انہوں نے اسلام قبول نہ کیا، تاہم حضور ﷺ کی حمایت کرتے اور ان کی حفاظت کے لئے آمادہ رہتے حضور ﷺ کا ساتھ دینے کی وجہ سے قریش نے ان کے سماجی مقاطعے کا اعلان کیا اور پورے تین برس تک ایک درے میں محصور رہے۔ انتقال کے وقت بروایت حضرت مسیب ؓ حضور ﷺ نے فرمایا کہ چچا کلمہ پڑھ لیجئے۔ مگر ابوطالب نے کہا "عبدالمطلب کے مذہب پر" ان الفاظ کے ساتھ ہی انتقال کیا۔

ارشمیدس (۲۸۷-۲۱۲ق م)

یونانی ریاضی دان اور حکیم، اس عظیم ریاضی دان کی زندگی سے بہت کچھ سیکھا جاسکتا ہے وہ اپنے خیالات میں اس قدر محو ہوجاتا کہ اس کو اپنے گرد و پیش کا کچھ ہوش نہ رہتا رومی فوجوں نے جب سارکیس شہر فتح کرلیا اور رومی فوج قتل و غارت کی غرض سے پورے شہر میں پھیل گئے رومی فوجوں کے جرنیل مرسلیس نے اس سے ملنا چاہا اور ایک سپاہی اسے بلانے کے لئے بھیجا جب سپاہی ارشمیدس کے گھر پہنچا تو اس نے دیکھا کہ وہ (ارشمیدس) زمین پر جیومیٹری کی کچھ شکلیں بنا کر انہیں حل کرنے میں مصروف تھا۔ لیکن ارشمیدس کو سپاہی کی آمد کا بالکل پتہ نہ چلا چنانچہ سپاہی نے اسے آن دبوچا، ارشمیدس نے اسے دیکھتے ہی کہا کہ ذرا اس شکل سے ہٹ کر کھڑے رہو اور مجھے قتل کرنے سے پہلے یہ دائرہ مکمل کرنے دو، ابھی یہ جملہ اس کے منہ سے ختم بھی نہ ہونے پایا تھا کہ سپاہی نے اسے ہلاک کردیا۔

امرؤ القیس:

زمانہ جاہلیت کا نہایت مشہور اور رنگین مزاج شاعر، اس کا زمانہ عہد اسلام سے قریب ہے، اپنے والد حجر کندی کے قتل کا انتقام لینے کی ناکام کوششوں میں مدتوں ادھر ادھر پھرتا رہا اور الملک الفلئیل کہلایا، زبان کی سلاست، الفاظ کی بلاغت نے اس کے کلام کو درجہ کمال تک پہنچا دیا زندگی کے آخری ایام میں جلدی بیماری میں مبتلا ہوگیا، جس کی وجہ سے اس کے بدن میں زخم ہوگئے اور گوشت گل گیا موت کی مدہوشی میں اس کی زبان پر یہ کلمات رواں تھے: "کتنے لبریز پیالے، نیزوں کے تیز طعنے اور فصیح و بلیغ خطبے کل انقرہ رہ جائیں گے۔" ان الفاظ کے ساتھ اس کا انتقال ہوگیا۔

او ہنری:

مغربی ادیب، اصلی نام سڈنی پورٹر تھا، اس نے اپنی موت سے چند ثانیے قبل یہ الفاظ کہے: "مجھے اندھیرے میں اپنے گھر جاتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔"

انسلا بیلا:

اسپین کی ملکہ، ملکہ کی حیثیت سے اس نے عظیم مہم جو کرسٹوفر کولمبس کی بڑی امداد کی جب ملکہ کی موت کا وقت قریب آیا تو اس کے بستر مرگ کے گرد لوگوں کا ایک جم غفیر تھا اور ملکہ کی حالت دیکھ کر سب آنسو بہانے لگے ملکہ نے ان کی جانب دیکھنے کے بعد کہا: "تم میرے لئے آنسو نہ بہاؤ اور نہ وہ بات زبان پر لاؤ۔ جس کی قبولیت نہ ہوسکے تمہارے لئے سب سے بہتر یہ ہے کہ تم میری روح کی نجات کے لئے دعا کرو۔" ان جملوں کو پورا کرنے کے بعد انتقال کرگئی۔

اپی کیورس (۳۴۱-۲۷۰ق م)

یونانی فلسفی۔ ۳۰۶ق م میں ایتھنز میں تعلیم حاصل کی، اس نے بنی نوع انسان کی خوشی کو دنیا کی سب سے اعلیٰ شے سے تعبیر کیا مرنے سے چند ثانیے قبل یہ الفاظ کہے: اب الوداع...... میرے تمام کاموں کو یاد رکھنا۔"

ایڈم اسمتھ (۱۷۲۳-۱۷۹۰ء)

برطانوی ماہر اقتصادیات، وفات سے چند لمحے قبل اپنے لواحقین سے کہا کہ "مجھے یقین ہے کہ ہم کسی دوسری جگہ پھر ملیں گے۔"

ایڈمز جان (۱۸۳۵-۱۷۹۰ء)

امریکہ کے دوسرے صدر، امریکہ کے اعلان آزادی پر دستخط کئے۔ ۱۷۷۹ء میں فرانس گئے اور امریکہ کی جنگ آزادی کے خاتمے کے معاہدے پر دستخط کئے ۱۷۹۷ء میں امریکہ کے صدر کا عہدہ سنبھالا اور ۱۸۰۱ء تک اسی عہدے پر فائز رہے انہوں نے وفات کے وقت کہا: "ٹامس جیفرسن اب بھی زندہ ہے۔"

ایڈمنڈ کین (۱۷۸۹-۱۸۳۳ء)

انگریز اداکار، آخری وقت کہا "مجھے ایک دوسرا گھوڑا دو...... ہاورڈ" اور دم توڑ گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زکوٰۃ کے کارندہ نے اپنی تنخواہ کے سوا جو کچھ جمع کیا وہ خیانت ہے۔ (طبرانی)

اگری پینا (۱۵۔۵۹ء)

شہنشاہ نیرو کی ماں۔ وہ اپنے بیٹے کو برسر اقتدار لائی اور اسی بیٹے کے ہاتھوں قتل ہوئی، اس نے اپنی موت سے چند ثانیے قبل یہ کہا: "میری کوکھ اجاڑ دو۔"

ایلزبتھ اول (۱۵۳۳۔۱۶۰۳ء)

ملکہ برطانیہ، ہنری ہشتم کی بیٹی، اس کے عہد میں برطانیہ اور اسپین کے مابین جنگ بھی ہوئی، مذہبی بحران بھی پیدا ہوا، ۱۶۰۱ء میں ایسکس کے بحران پر قابو نہ پاسکی، جب اس کے مرنے کا وقت قریب آیا تو اس نے بڑی کرب ناک حالت میں یہ کہا: "میری تمام جائیداد اور اثاثے ایک ہی لمحہ کے لئے ہیں۔"

الیگزنڈر اول (۱۷۷۷۔۱۸۲۵ء)

زار روس پال اول کا بیٹا۔ ۱۸۰۱ء میں اپنے والد کے قتل کے بعد تخت نشین ہوا۔ ۱۸۰۵ء میں نپولین کے خلاف قائم کئے گئے اتحاد میں شامل ہوا۔ آسٹرلٹس، فریڈلینڈ پر شکست کھائی۔ ٹلزٹ میں صلح نامے پر دستخط کئے۔ آخری عمر میں راہب بن گیا، نزع کے عالم میں کہا: "کتنا خوبصورت دن ہے۔"

الیگزنڈر پوپ (۱۶۸۸۔۱۷۴۴ء)

انگریز شاعر، "اس دنیا میں پارسائی اور دوستی کے سوا کچھ بھی قابل ستائش نہیں، اور بلاشبہ دوستی خود پارسائی ہی کا ایک حصہ ہے۔" جب ان سے پوچھا گیا کہ کوئی پادری بلایا جائے تو کہا "میں اسے ضروری نہیں سمجھتا۔ لیکن یہ بہت اچھا ہوگا میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ میں اس کے دل میں جاگزیں ہوا۔"

ایمپی ڈاکلس (۴۹۰۔۴۳۰ ق م)

یونانی فلسفی اور سائنس دان، وہ سسلی میں رہا، اس نے کائنات کا تجزیہ چار عناصر میں پیش کیا، یعنی آگ، ہوا، مٹی اور پانی، کہا جاتا ہے کہ اس نے کوہ ایٹنا کے دہانہ میں گر کر خودکشی کر لی اور آخری الفاظ کے طور پر کہا: "میں تمہارا لافانی دیوتا ہوں، ایک فانی جو مزید نہیں رہے گا۔"

این بولین (۱۵۰۷۔۱۵۳۶ء)

برطانیہ کے شاہ ہنری ہشتم کی دوسری ملکہ، ۱۵۳۳ء میں شاہ سے اس کی شادی ہوئی، اسی سال وہ مستقبل کی ملکہ ایلزبتھ کی ماں بنی، بدکاری اور غیر مردوں سے جنسی تعلقات کی بناء پر اس کا سر قلم کرا دیا گیا اپنی موت سے چند ثانیے قبل کہا: "مجھے یقین ہے کہ جلاد ایک ماہر آدمی ہے اور میری گردن بہت لمبی ہے، او خدا میری روح پر رحم کر، او خدا میری روح پر رحم کر۔"

اینڈریو جیکسن (۱۷۶۷۔۱۸۴۵ء)

امریکہ کے ساتویں صدر۔ ۱۸۲۹ء میں وہ امریکہ کے صدر بنے، انہوں نے ۱۸۱۵ء میں برطانیہ کو نیو اورلینز کے مقامات پر شکست دی۔ ۱۸۲۹ء میں امریکہ کے صدر منتخب ہوئے، انہوں نے آخری لمحات میں جو کلمات کہے وہ یہ تھے: "میرے واسطے آہ و پکار نہ کرو، اچھے انسان بنو، ہم سب پھر جنت میں ملیں گے۔"

بابا مہر (وفات ۱۹۶۹ء)

گرو، اس نے اپنی زندگی کے آخری الفاظ ۱۹۲۵ء میں کہے۔ کیونکہ وہ زندگی کے آخری ۴۴ سال بالکل خاموش رہا: "غم مت کرو، خوش رہو۔"

بارتھولوئی (۱۸۶۲۔۱۹۳۴ء)

فرانسیسی سیاست دان۔ ۱۸۹۴ء سے انہوں نے کابینہ میں متعدد اہم عہدوں پر کام کیا، جن میں وزارت عظمیٰ (۱۹۱۳ء) بھی شامل ہے۔ ۱۹۳۴ء میں جب وہ وزیر خارجہ تھے، یوگوسلاویہ کے شاہ الیگزینڈر اول کے ہمراہ مارسلز میں قتل کر دئے گئے۔ اپنے انتقال سے چند لمحے قبل کہا: "میں کچھ نہیں کہہ سکتا کہ چند لمحوں تک کیا ہونے والا ہے۔ میری عینک، میری عینک کہاں ہے۔" اس کے ساتھ ہی روح پرواز کر گئی۔

بائر میکس (۱۹۰۹۔۱۹۵۹ء)

عالمی ہیوی ویٹ باکسنگ چیمپئن، اپنی موت سے چند ثانیے قبل کہا "او خدا میں یہاں سے جاتا ہوں۔"

بائرن جارج (۱۷۸۸۔۱۸۲۴ء)

ممتاز برطانوی شاعر۔ اسے لارڈ بائرن بھی کہا جاتا ہے۔ آخری وقت میں شدید بخار میں مبتلا تھے اور جب اسے مرض سے نجات پانے کی کوئی امید باقی نہ رہی تو اس نے عالم مایوسی میں یہ کہا: "اب میں سوؤں گا۔"

براؤن جان (۱۸۰۰۔۱۸۵۹ء)

امریکہ کی غلامی کا مخالف رہنما۔ ۱۸۵۵ء میں اس نے کنساس میں کسان کی حیثیت سے رہائش اختیار کی۔ ۱۸۵۸ء میں اس نے غلاموں کو بھگا لے جانے کا منصوبہ بنایا۔ چنانچہ ۱۶ اکتوبر ۱۸۵۹ء کو وہ ہارپر کے اسلحہ خانہ سے ۱۸ آدمیوں کو بھگا لے جانے میں کامیاب ہوا۔ ۱۸ اکتوبر کو امریکی بحریہ نے اس کے ٹھکانوں پر حملہ کیا، جس میں وہ خود بھی زخمی ہو گیا اسی حالت میں اسے گرفتار کر لیا گیا اور اس پر مقدمہ چلایا گیا، اور پھانسی کی سزا دی گئی، پھانسی کے پھندے پر لٹکتے ہوئے اس نے کہا: "میں نہیں چاہتا کہ تم مجھے غیر ضروری طور پر انتظار کراؤ۔"

براؤننگ ایلزبتھ بیریٹ (۱۸۰۶۔۱۸۶۱ء)

برطانوی شاعرہ، ڈرہم میں پیدا ہوئی۔ ۱۸۴۴ء میں اس کی نظموں کی اشاعت ہوئی۔ جن میں "بچوں کی چیخ و پکار" بھی شامل ہے یہ نظم رابرٹ براؤننگ کی دوستی کا سبب بنی، جو بالآخر دونوں کی شادی پر منتج ہوئی، اپنے

والد کے دباؤ سے آزاد ہونے کے بعد اس کی صحت اچھی ہوگئی۔ قیام اٹلی کے دوران اس نے متعدد کتابیں لکھیں۔

زندگی کے آخری ایام میں بیماری نے غلبہ پالیا وفات کے روز جب اس سے پوچھا گیا کہ اس کے احساسات وجذبات کیا ہیں؟ تو اس نے کہا: ''خوبصورت۔''

برنارڈ شا (۱۸۵۶۔۱۹۵۰ء)

آئیر لینڈ کا ڈرامہ نویس، ناول نگار اور تنقید نگار، نوبل انعام یافتہ، ۱۸۷۶ء میں وہ لندن آیا اس نے ناولوں کی تصنیف کا سلسلہ شروع کیا۔ جب وہ زندگی کے آخری سانس لے رہا تھا تو اس نے نرس سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا: ''میڈم! تم مجھے زمانہ قدیم کی عجوبہ شے بنا کر مزید زندہ رکھنے کی کوشش میں ہو، مگر میں ختم ہو چکا ہوں، تمام ہو چکا ہوں۔''

برنیٹو بارنی (۱۸۵۲۔۱۸۹۷ء)

جنوبی افریقہ کا کروڑ پتی، جہاز کے عرشہ پر سے اچھلتے ہوئے کہا: ''کیا وقت ہے۔'' اس جملہ کے ختم پر انتقال کیا۔

بسمارک شہزادہ آٹو فان (۱۸۱۵۔۱۸۹۸ء)

جرمن سیاست دان، ۱۸۶۲ء میں وزیر خارجہ، ۱۸۶۳.....۱۸۶۴ کی ڈنمارک کے ساتھ جنگ میں آسٹریا کی حمایت حاصل کی، لیکن ۱۸۶۶ء میں آسٹریا اور اس کے اتحادیوں سے جنگ میں شریک ہوا۔ ۱۸۷۱ء میں جرمنی کا چانسلر بنا، ولیم دوم نے اسے ۱۸۹۰ء میں سبکدوش کر دیا وفات سے قبل اپنی بیٹی سے کہا: ''میری بچی تمہارا شکریہ، پیارے خدا! مجھے یقین ہے کہ میرے غیر عقیدے کے باوجود تو میری مدد کرے گا اور مجھے جنت میں داخل کرے گا۔''

بولیور سائمن (۱۷۸۳۔۱۸۳۰ء)

جنوبی امریکہ کی آزادی کا محرک، وینزویلا کی تحریک آزادی میں شریک ہوا، ۱۸۱۰ء میں حکومت کے نمائندے کی حیثیت سے اسے برطانیہ بھیجا گیا۔ ۱۸۱۲ء میں اسے کولمبیا جانے پر مجبور کیا گیا ۱۸۱۷ء میں وینزویلا واپس آیا اور وہاں عبوری حکومت قائم کی۔ ۱۸۲۵ء میں پیرو کا بالائی علاقہ آزاد ہو گیا اور اس کا نام اس کے نام پر بولیویا رکھا گیا۔ کولمبیا میں انتقال کرتے ہوئے کہا: ''آؤ ہم چلیں۔ آؤ ہم چلیں، آؤ ہم چلیں یہ لوگ ہمیں اس سرزمین پر نہیں دیکھ سکتے لڑکو! آؤ ہم چلیں میرا سامان جہاز پر لادنے کے لئے لے لو۔'' ان الفاظ کے ساتھ ہی اس کی روح پرواز کر گئی۔

بوئیلیو نکولس (۱۶۳۶۔۱۷۱۱ء)

فرانسیسی نقاد، موت سے چند ثانیے قبل اس نے ایک تمثیل نگار سے جو اسے اپنی تازہ ترین تصنیف کے سلسلہ میں قائل کر رہا تھا، : کہا: ''کیا تم چاہتے ہو کہ میرے آخری لمحات جلد واقع ہوں۔''

بیتھون لڈوگ وان (۱۷۷۰۔۱۸۲۷ء)

جرمن کمپوزر، بون میں پیدا ہوئی، ایک موسیقار کی حیثیت سے مشہور ہوئی، نزع کے عالم میں کہا: ''دوستو! تالیاں بجاؤ، یہ مزاح بھی ختم ہوتا ہے۔''

بیکن فرانسس (۱۵۶۱۔۱۶۲۶ء)

برطانوی سیاست دان اور مفکر، ۱۶۰۳ء میں سر کا خطاب ملا، اس نے متعدد کتابیں بھی لکھیں، جن میں ہسٹری آف ہنری ہفتم قابل ذکر ہے۔ مرتے وقت کہا: ''میں اپنی روح کو مالک حقیقی کے سپرد کرتا ہوں، میری میت کو وہاں دفن کرنا جہاں کوئی نہ آئے جائے، مگر میرا نام تو آنے والے لوگوں کے لئے ہمیشہ یادگار رہے گا۔''

بیل، الیگزنڈر گراہم (۱۸۴۷ء۔۱۹۲۲ء)

برطانوی موجد، ایڈنبرگ میں پیدا ہوئے، یونیورسٹی آف ایڈنبرگ اور لندن میں تعلیم حاصل کی۔ ۱۸۷۰ء میں پہلے کینیڈا اور پھر امریکہ کا قصد کیا، جہاں انہوں نے ۱۸۷۲ء میں بوسٹن میں بہروں کے لئے اسکول کھولا ۱۸۷۳ء میں وہیں پروفیسر مقرر ہوئے۔ ۱۸۷۶ء میں انہوں نے ٹیلی فون پیٹنٹ کرایا وفات کے وقت جب انہوں نے وصیت کے لئے تحریر لکھوائی تو انہیں کہا گیا کہ تحریر لکھواتے وقت جلدی نہ کریں، تو کہا: ''مجھے جلدی ہے، ابھی کچھ بھی نہیں ہوا اور بہت کچھ کرنا باقی ہے۔'' ان الفاظ کے ساتھ ہی دم توڑ گئے۔

بینیٹ آرنلڈ (۱۸۶۷۔۱۹۳۱ء)

انگریز ناول نگار، وفات سے چند ثانیے قبل اپنی لڑکی سے کہا: ''ہر چیز غلط ہوگئی ہے۔''

پاسچر لوئی (۱۸۲۲۔۱۸۹۵ء)

سائنس دان، الکحل اور دودھ میں خمیر کا سبب دریافت کیا۔ ۱۸۸۸ء میں پاسچر انسٹی ٹیوٹ قائم کیا، وفات کے وقت جب اسے دودھ کا گلاس پیش کیا گیا تو اس نے کہا: ''میں نہیں پی سکتا۔''

پاسکل بلیز (۱۶۲۳۔۱۶۶۲ء)

فرانسیسی ریاضی دان اور عالم، مرنے سے چند ثانیے قبل کہا: ''او میرے خدا! مجھے تنہا نہ چھوڑیو۔''

پیسٹرنک بورس (۱۸۹۰۔۱۹۶۰ء)

روسی ناول نگار مرتے دم کہا: ''الوداع.....میں کیوں عراق شکیراں لوں۔''

پال ڈومر (۱۸۵۷۔۱۳۲ء)

فرانس کے صدر، انہیں جب قاتل نے گولی ماری تو انہوں نے یہ محسوس کیا کہ جیسے انہیں کار کا حادثہ پیش آیا ہے، چنانچہ انہوں نے کہا: ''آہ!

سڑک کا حادثہ۔ ایک سڑک کا حادثہ......'' اس کے ساتھ ہی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

پٹ مین سر آئزک (۱۸۱۴ـ۱۸۹۷ء)

برطانوی فوٹو گرافر، شارٹ ہینڈ رائٹنگ کا موجد، بنیادی طور پر وہ ایک استاد تھا، اور اس نے سیموئیل ٹیلر کی اسکیم سے شارٹ ہینڈ رائٹنگ کی اپنی اسکیم بنائی، جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے کہا تھا: ''جو لوگ یہ پوچھیں کہ آئزک اس دنیا سے کس حالت میں رخصت ہوا تو کہہ دینا کہ بڑے آرام سے، بالکل اسی طرح جس طرح کہ کوئی شخص کسی غرض کے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ ہجرت کر جائے کہ شاید وہاں جا کر اسے کوئی نیا کام مل سکے۔''

پرسیول سپنسر (۱۷۶۲ـ۱۸۱۲ء)

برطانوی سیاست دان، ۱۸۰۹ء میں وزیر اعظم کا عہدہ سنبھالا، وزارت عظمی کے دوران دارالعلوم کی لابی میں اسے گولی ماردی گئی، مرتے وقت منہ سے نکلا: ''قتل''

پکاسو پیلو (۱۸۸۱ـ۱۸۴۹ء)

ہسپانوی مصور اور مجسمہ ساز، مصوری ورثے میں پائی۔ ۱۹۰۰ء میں پیرس میں رہائش اختیار کی، اس کی مصوری کے نمونے دنیا بھر کے عجائب گھروں میں محفوظ ہیں، وفات کے وقت اس نے کہا: ''مجھے پینے دو۔''

پوایڈ گرایلن (۱۸۰۹ـ۱۸۴۹ء)

امریکی مصنف، ۱۸۱۱ء میں یتیم ہو گئے اور انہیں مسٹر اینڈ مسز ایلن نے پروان چڑھایا، ۱۸۲۷ء تا ۱۸۳۱ء فوجی ملازمت کی۔ کثرت سے مے نوشی اور بیوی کی وفات پر دماغی توازن خراب ہو گیا، اس کی تمام تر شہرت مختصر کہانیوں کے سبب ہے، مرتے وقت کہا: ''خدا میری کمزور روح کی مدد کرے۔''

تیج بہادر سپرو:

بھارتی سیاست دان، مرنے سے قبل انہوں نے کہا: ''میں وہیں جانا چاہتا ہوں جہاں مہاتما گاندھی گئے، اس لئے کہ وہاں کوئی دکھ نہیں۔''

ٹیگور، رابندر ناتھ (۱۸۶۱ـ۱۹۴۱ء)

بنگلہ زبان کے مشہور شاعر اور برصغیر کے پہلے نوبل انعام یافتہ، انہوں نے مرتے وقت دائیں ہاتھ کی انگلی سے فضا میں لکیریں کھینچتے ہوئے کہا تھا: ''میں نہیں جانتا کیا ہو گا...... کیا ہو گا۔''

ٹیلرز یچر (۱۷۸۴ـ۱۸۵۰ء)

امریکہ کے ۱۲ویں صدر، ۱۸۴۶ـ۱۸۴۷ء میں میکسیکو پر حملے کی سفارش کی۔ ۴ مارچ ۱۸۴۹ء تا ۹ جولائی ۱۸۵۰ء امریکہ کے صدر رہے، ٹائیفائڈ ان کے لئے مہلک ثابت ہوا، وفات سے قبل کہا: ''میں قریب المرگ ہوں، مجھے جلد بلاوا آنے والا ہے، میں نے اپنے دورِ حکومت میں دیانتداری سے اپنے فرائض انجام دینے کی انتھک سعی کی، مجھے کوئی افسوس نہیں، لیکن مجھے اس بات کا افسوس ضرور ہے کہ میں اپنے دوستوں سے بچھڑنے والا ہوں۔''

جارج پنجم (۱۸۵۶ـ۱۹۳۶ء)

شہنشاہ برطانیہ ایڈورڈ ہفتم کا دوسرا بیٹا، ۱۸۹۲ء تک برطانوی بحریہ میں کام کرتا رہا۔ ۱۹۱۱ء میں تخت نشین ہوا۔ پہلی جنگ عظیم میں اس نے کئی بار سرحدی علاقوں کا دورہ کیا۔ وہ ایک باہوش اور عقلمند بادشاہ تھا، اس نے ۱۹۱۰ء، ۱۹۰۴ء اور ۱۹۳۱ء کے بحرانوں پر بڑی کامیابی کے ساتھ قابو پایا، جب اس کے مرنے کا وقت قریب آیا تو پریوی کونسل کے اراکین اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور اس انتظار میں تھے کہ اس کی حالت سنبھلے تو بعض اہم سرکاری کاغذات پر دستخط کرالیں۔ دفعتاً جارج پنجم نے ان پر ایک طائرانہ نظر ڈالی اور کہا: ''حضرات مجھے سخت افسوس ہے کہ میں نے اتنی دیر تک اپنے آپ کو سنبھالا دیئے رکھا اور اس وقت میری حالت یہ ہے کہ میں اپنے آپ کو قائم نہیں رکھ سکتا۔'' یہ کہتے ہوئے دم توڑ دیا۔

جارج واشنگٹن (۱۷۳۲ـ۱۷۹۹ء)

امریکہ کے پہلے صدر، انہیں شہنشاہ کا لقب اختیار کرنے کی پیش کش کی گئی تھی لیکن انہوں نے ٹھکرا دی، امریکہ کی جنگ آزادی میں اہم کردار ادا کیا۔ آخری روز انہیں اپنی موت کا یقین ہو گیا تھا اور وہ مرنے کے لئے تیار تھے موت سے چند ثانیے قبل اپنے کرنل لیر کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا: ''میں جا رہا ہوں اور میری زندگی چند لمحات میں آخر کار ختم ہونے والی ہے، مجھے پہلے ہی سے یقین تھا کہ بیماری جان لیوا ثابت ہو گی۔'' اس کے بعد یہی الفاظ ڈاکٹر کریک سے کہے: ''ڈاکٹر مجھے موت سے کوئی خوف نہیں۔'' پھر جب ڈاکٹر براؤن کمرے میں آئے تو کہا: ''میں محسوس کرتا ہوں کہ میں جا رہا ہوں، میں آپ کی توجہ کا ممنون ہوں، میں دعاء کرتا ہوں کہ میری وجہ سے آپ کو مزید کوئی تکلیف نہ ہو، مجھے خاموشی سے جانے دو، میں زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہ سکتا۔''

جان ٹائیلر (۱۷۹۰ـ۱۸۶۲ء)

امریکہ کا ۱۰واں صدر، ۱۸۴۰ء میں نائب صدر اور ۱۸۴۱ء میں صدر منتخب ہوا۔ ۱۸۴۵ء میں ٹیکساس پر قبضہ کیا۔ خانہ جنگی کے دوران اتحادیوں کو ہدایات دیتا رہا، مرتے وقت کہا: ''میں مر رہا ہوں...... شاید یہی بہتر ہے۔''

جان اسٹوارٹ مل (۱۸۲۶ـ۱۸۷۳ء)

برطانوی فلسفی اور ماہر معاشیات، متعدد سرکاری عہدوں پر کام کیا، متعدد کتابیں بھی لکھیں، جن میں منطق کا ایک نظام، اور ''آزادی پر'' مشہور ہیں،

جب اسے پتہ چلا کہ وہ صحت یاب نہیں ہوگا تو کہا: ''میرا کام ختم ہو گیا ہے۔''

جان گالزوردی (۱۸۶۷ـ۱۹۳۲ء)

انگریز ناول نگار اور ڈرامہ نویس، کنگسٹن میں پیدا ہوا، متعدد ناول لکھے، اس کے ناولوں میں معاشرتی مسائل اور مالک اور مزدور کے مابین تنازعات پر بحث کی گئی ہے اس نے مرنے سے پہلے کہا: ''میں نے انتہائی خوشگوار حالات سے فائدہ اٹھایا۔''

جان مارش (وفات ۱۸۶۸ء)

پائنیر، اس نے مرنے سے قبل لٹیروں سے کہا: ''کیا تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو۔'' ان الفاظ کے خاتمے پر اسے قتل کر دیا گیا۔

جان ملٹن (۱۶۰۸ـ۱۶۷۴ء)

برطانوی شاعر، لندن میں پیدا ہوا، اس نے فرانس اور اٹلی کی سیاحت کی اور اس دوران اس کی ملاقات گیلی گلیلیو سے ہوئی تحریک احیائے علوم میں قید بھی کاٹی، مرتے وقت اپنی بیوی سے کہا: ''جب تک میں زندہ رہوں مجھ سے فائدہ اٹھاؤ، میں تمہارے لئے زندہ ہوں یہ جان رکھو کہ میں نے سب کچھ تمہارے حوالے کیا۔''

جان ولکز بوتھ (۱۸۳۸ـ۱۸۶۵ء)

ابراہام لنکن کا قاتل، مرتے وقت کہا: ''میری ماں کو بتا دیجئے، میں نے اپنے ملک کے لئے موت کو قبول کیا، میں نے سمجھا کہ میں نے اچھا کیا ہے۔ لیکن...... بے سود! بے سود!''

جمشید نسروانجی (۱۸۸۶ـ۱۹۵۲ء)

کراچی کے میئر، نومبر ۱۹۳۳ء کو کراچی شہر کے پہلے میئر بنے، جب یکم اپریل ۱۹۳۰ء کو سندھ مکمل طور پر بمبئی سے علیحدہ ہو گیا تو نئے گورنر نے بھی ان کی خدمات کا اعتراف کیا۔ جب ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر رہی تھی تو ان کے فیملی ڈاکٹر مسٹر بارجر کا کہنا ہے کہ ان کے منہ سے یہ آخری الفاظ نکلے: ''میں مر رہا ہوں، تم لوگ غریبوں کی دیکھ بھال کرنا۔''

جوزف ایڈیسن (۱۶۷۲ـ۱۷۱۹ء)

انگریز مضمون نگار اور شاعر۔ ۱۷۱۶ء میں کمشنر برائے تجارت اور ۱۷۱۷ء میں سیکرٹری آف اسٹیٹ کے عہدے پر فائز ہوئے۔ ۱۷۱۸ء میں مرض نے اس قدر غلبہ پالیا کہ تمام نجی سرگرمیاں چھوڑ دیں، وفات سے قبل کہا: ''دیکھئے کس وقت عیسائیت کا جنازہ نکلتا ہے۔''

جوزف پریسطلے (۱۷۳۳ـ۱۸۰۴ء)

انگریز ماہر کیمیا، اپنے کام میں غلطیاں نکالنے اور تبدیلیاں کرنے کے بعد کہا: ''جو کچھ میں نے کر دیا ہے وہ درست ہے۔''

جون آف آرک (۱۴۱۲ـ۱۴۳۱ء)

فرانسیسی ہیروئن، جس کی کمان میں فرانسیسی فوجوں نے انگریزوں کو شکست دی، مگر وہ پیرس پر قبضہ کرنے میں ناکام رہی۔ چنانچہ انگریزوں نے اسے زندہ جلا دیا، اس کے آخری الفاظ یہ تھے: ''آہ رائن! مجھے افسوس ہے کہ تجھے میری وجہ سے مصیبت برداشت کرنی پڑے گی۔''

جیمز گارفیلڈ (۱۸۳۱ـ۱۸۸۱ء)

امریکہ کا بائیسواں صدر، اوہایو میں پیدا ہوا، ری پبلکن پارٹی کے رکن کی حیثیت سے میدان سیاست میں قدم رکھا، خانہ جنگی کے دوران شمالی علاقہ میں اہم کردار ادا کیا۔ ۱۸۸۱ء میں امریکہ کے صدر کی حیثیت سے اپنے عہدے کا حلف اٹھایا، لیکن چند ماہ بعد اسے ایک پاگل شخص نے واشنگٹن میں گولی ماردی۔

''لوگ میرا اعتماد.........'' اس کے بعد روح پرواز کر گئی۔

جیمز ناکس پوک (۱۷۹۵ـ۱۸۴۹ء)

امریکہ کے گیارہویں صدر، ڈیموکریٹک پارٹی کے رکن، ۱۸۴۵ء تا ۱۸۴۹ء امریکہ کے صدر رہے ان کے زمانے میں ٹیکساس ریاست ہائے متحدہ میں شامل ہوئی۔ کیلی فورنیا اور نیو میکسیکو انہی کے دور میں امریکہ میں شامل ہوئے۔ وفات سے چند لمحے قبل اپنی بیوی سے کہا: ''سارہ! مجھے تم سے محبت ہے، میں......تم سے......محبت کرتا ہوں۔''

جیفرسن ٹامس (۱۸۰۸ـ۱۸۸۹ء)

امریکی سیاست دان اور وفاقی ریاستوں کا صدر۔ ۱۸۵۳ء تا ۱۸۵۷ء سیکرٹری جنگ کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ ۱۸۶۱ء میں امریکی ریاستوں کے وفاق کا صدر بنا، خانہ جنگی کے دوران پکڑا گیا اور جیل کاٹی، وفات سے قبل جب اسے دوا کی خوراک پیش کی گئی تو اس نے کہا: ''معذرت قبول کیجئے، میں نہیں پی سکتا۔'' اس کے ساتھ ہی وفات پائی۔

جیفرسن ٹامس (۱۷۴۳ـ۱۸۲۶ء)

امریکا کا تیسرا صدر، ورجینیا میں پیدا ہوا۔ اعلان آزادی کا مسودہ تیار کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ ۱۷۷۹ء تا ۱۷۸۱ء ورجینیا کا گورنر رہا اور ۱۸۰۱ء تا ۱۸۰۹ء امریکا کا صدر۔

''میں اپنی جان جان آفرین کے سپرد کرتا ہوں اور اپنی بیٹی کو اپنے ملک کے۔''

جیکسن ٹامس جوناتھن (۱۸۲۴ـ۱۸۶۳ء)

امریکی وفاق کا جنرل۔ ۱۸۴۶ء تا ۱۸۴۸ء جنگ میکسیکو میں خدمات انجام

دینے کے بعد ورجینا ملٹری انسٹی ٹیوٹ میں جنگی تکنیک کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ امریکی خانہ جنگی میں بھرپور حصہ لیا میری لینڈ پر حملے کی قیادت بھی کی۔ اتفاقیہ حادثہ میں اپنے ہی آدمیوں کے ہاتھوں مارے گئے۔ مرنے سے پہلے کہا: ''آؤ ہم دریا عبور کر لیں اور سایہ دار درختوں کے نیچے بیٹھ جائیں۔''

جین آسٹن (۱۷۷۵ء۔۱۸۱۷ء)

انگریز ناول نویس خاتون، پادری کی بیٹی، طربیہ معاشرتی ناولوں کا میدان اگرچہ محدود ہے، لیکن اس کے گہرے مشاہدے، نکتہ آفرینی کردار نگاری اور صاف ستھرے اسلوب نگارش نے شاہکار بنا دیا۔ زندگی میں غیر معروف رہی، موت کے وقت اس سے پوچھا گیا تو اس نے کہا: ''مرنے کے سوا کچھ نہیں۔''

مرنے کے بعد اس کا شمار معروف ترین اور مقبول ترین ناول نویسوں میں ہونے لگا۔

چارلس پیگوی (۱۸۷۳ء۔۱۹۱۴ء)

فرانسیسی ادیب اور شاعر، پیرس میں سوشلسٹ پبلشنگ ہاؤس قائم کیا۔ ۱۹۰۰ء میں کتابوں کی اشاعت کا سلسلہ شروع کیا۔ مرتے وقت کہا: ''فائرنگ جاری رکھو۔''

چارلس ڈکنس (۱۸۱۲ء۔۱۸۷۰ء)

انگلستان کے مشہور ناول نگار، جب اس عظیم ناول نگار کی موت کا وقت قریب آیا تو چند ثانیے قبل لڑکھڑا کر زمین پر گر پڑا جب عزیز و اقارب کی جانب سے اسے پلنگ پر آرام کرنے کی ہدایت کی گئی تو اس نے اپنی آخری سانس میں کہا: ''نہیں...... زمین پر۔''

بلاشبہ ڈکنس کے یہ الفاظ سمجھنے سے متعلق ہیں اور یہ عام آدمی کی سمجھ سے بالاتر بھی ہیں۔

چرچل سر ونسٹن (۱۸۷۴ء۔۱۹۶۵ء)

برطانوی سیاست دان، سپاہی اور ادیب، بلنہم میں پیدا ہوئے، پہلی اور دوسری جنگ عظیم میں خدمات انجام دیں، مرنے سے چند روز قبل انہیں ہسپتال میں داخل کیا گیا تھا جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو ضعف کی وجہ سے ان کی آواز نہیں نکل رہی تھی انہوں نے بڑی دھیمی آواز میں اپنے پاس بیٹھے ہوئے اپنے داماد سے عالم مایوسی میں کہا: ''اب میں اس حالت سے تنگ آ چکا ہوں۔''

چیخوف آنتوں پاؤلووچ (۱۸۶۰ء۔۱۹۰۴ء)

روسی ڈرامہ نویس، بیماری کے دوران اس نے شراب کا ایک گلاس طلب کیا، ڈاکٹر نے ایک گلاس شراب پینے کی اجازت دے دی تو اس نے کہا: ''میں مر رہا ہوں، میں نے عرصہ دراز سے شمپین نہیں پی تھی۔''

ڈارون چارلس رابرٹ (۱۸۰۹ء۔۱۸۸۲ء)

برطانوی سائنس دان، برطانیہ کے اس ماہر طبعیات نے انسان کو بندر کی ترقی یافتہ شکل ہونے کا نظریہ پیش کیا، وفات کے وقت اس نے انتہائی دھیمی آواز میں یہ الفاظ کہے: ''مجھے موت سے کوئی خوف نہیں۔'' اسے ویسٹ منسٹر ایبے میں دفن کیا گیا۔

ڈزرائیلی بنزمن (۱۸۰۴ء۔۱۸۸۱ء)

برطانوی وزیر اعظم اور ادیب، ۱۸۶۸ء میں لارڈ ڈربی کے ریٹائر ہونے پر برطانیہ کا وزیر اعظم بنا لیکن چھ ماہ بعد ہی عام انتخابات میں ہار گیا۔ ۱۸۷۴ء میں پھر یہ عہدہ سنبھالا، یہ ڈزرائیلی ہی تھا جس کی کوششوں سے نہر سویز کے حصص خریدے گئے، وہ جدید کنزرویٹو پارٹی کا بانی تھا مرتے وقت کہا: ''بہتر تھا کہ میں زندہ رہتا، لیکن میں موت سے بھی نہیں ڈرتا۔''

ڈکنسن ایمیلی (۱۸۳۰ء۔۱۸۸۶ء)

امریکی شاعرہ، اس نے متعدد مختصر کہانیاں لکھیں جن میں سے چند ایک شائع ہوئیں، وفات سے چند لمحے پہلے کہا: ''مجھے جانا چاہئے، دھند اٹھ رہی ہے۔'' جب اسے پانی کا ایک گلاس پیش کیا گیا تو اس نے کہا: ''آہ! کیا یہی سب کچھ ہے۔''

ڈیڈرائٹ ڈینس (۱۷۱۳ء۔۱۷۸۴ء)

فرانسیسی مفکر، فرانس میں اس کے نظریات کی شدید مخالفت کی گئی۔ فرانسیسی پارلیمنٹ نے اس کی پہلی کتاب "Les Pensees Philosophiques" کو جلانے کا حکم دیا۔ اور دوسری کتاب کی مذمت کی گئی۔ اور مصنف کو کئی ماہ تک قید کاٹنا پڑی۔ ۱۷۴۹ء میں اسے ضخیم انسائیکلو پیڈیا مرتب کرنے کی دعوت دی گئی۔ وفات سے چند ثانیے قبل جب اس کی بیوی نے اسے خوبانی پیش کی تو وہ آخری سانس لے رہا تھا، اس نے کہا: ''تمہارا کیا خیال ہے کہ مجھے شیطان کیا کہہ سکتا ہے۔''

ڈیفو ڈینیل (۱۶۶۰ء۔۱۷۳۱ء)

برطانوی ادیب، رابنسن کروسو کا خالق۔ مرتے وقت اس نے کہا: ''یہ کوئی نہیں جانتا کہ کونسی چیز ایک عیسائی کی زندگی میں زیادہ مشکل ہے، بہتر زندگی گزارنا یا بہتر طریقے سے مرنا۔''

رابرٹ کینیڈی (۱۹۲۵ء۔۱۹۶۸ء)

امریکہ کے مقتول صدر، جان ایف کینیڈی کے بھائی اور صدارتی انتخاب کے لئے ڈیموکریٹک پارٹی کے نامزد امیدوار، ۵ جون ۱۹۶۷ء کو جب سرہان نامی ایک شخص نے لاس اینجلس میں ان پر قاتلانہ حملہ کیا تو ان کی حالت انتہائی نازک ہوگئی۔ قاتل نے ان پر آٹھ گولیاں چلائیں۔ خون میں لت پت جب انہیں ہسپتال لے جایا گیا تو وہاں موجود لوگ دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے، اور کہہ رہے تھے کہ قاتل کو پھانسی دے دو، اس وقت انہوں نے لوگوں

سے پوچھا: ''باقی سب لوگ تو ٹھیک ہیں ناں''۔اس کے بعد بے ہوش ہو گئے اور اگلے روز زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے انتقال کر گئے۔

رچرڈ ہوکر (۱۵۵۴ـ۱۶۰۰ء)

انگریز مذہبی رہنما، ''میری زندگی ایسی گزر رہی ہے جیسا کہ سایہ، جو پھر کبھی پلٹ کر نہیں آتا۔''

زندگی کے آخری ایام کنٹر بری میں گزارے اور وہیں انتقال کیا۔

روز ویلٹ فرینکلن ڈی (۱۸۸۲ـ۱۹۴۵ء)

امریکہ کے اکتیسویں صدر، انہیں تین بار صدارت کے لئے منتخب کیا گیا۔ مرنے سے قبل انہوں نے بڑے کرب سے کہا: ''اف میرے سر میں درد۔''

روز ویلٹ تھیوڈر (۱۸۵۸ـ۱۹۱۹ء)

امریکہ کے چھبیسویں صدر، ۱۹۰۰ء میں امریکہ کے نائب صدر اور ۱۹۰۱ء میں صدر میکنلے کے قتل پر صدر بنے۔۱۹۰۴ء میں انہیں دوبارہ امریکہ کا صدر منتخب کرلیا گیا۔قومی وسائل کے تحفظ کے لئے اہم کردار ادا کیا اس نے متعدد تاریخی کتابیں لکھیں۔مرنے سے چند ثانیے قبل اپنے نوکر سے کہا: ''مہربانی کر کے بتیاں بجھا دیں۔''

رولینڈ، مادام (۱۷۵۴ـ۱۷۹۳ء)

فرانسیسی سیاست دان، اس نے جین میری رولینڈ سے شادی کی، انقلاب فرانس کے دوران اپنی سیاسی جماعت بنائی، اس کا حمام سیاسی سرگرمیوں کا مرکز بن گیا۔۱۷۹۳ء میں حکومت نے اس پر فرد جرم عائد کر دی، اس کے خاوند نے جب اس کی موت کی خبر سنی تو پیرس میں خودکشی کر لی ،انتقال کے وقت اس خاتون نے کہا تھا: ''او آزادی، تمہارے نام پر کتنے جرائم سرزد ہوتے ہیں۔''

رومیل اروِن (۱۸۹۱ـ۱۹۴۴ء)

جرمن فیلڈ مارشل، پہلی جنگ عظیم میں حصہ لیا۔وسطی یورپ پر قبضہ سقوط فرانس، شمالی افریقی جنگ اور ۱۹۴۴ء کے آپریشن کے لئے مشہور تھا شمالی افریقہ کی جنگ (۱۹۴۲ء) میں اس نے اہم کردار ادا کیا وہاں وہ صحرائی لومڑی کے نام سے مشہور ہوا، ہٹلر نے اسے خودکشی کرنے کا حکم دیا اس نے اپنے لڑکے کو وضاحت کرتے ہوئے کہا: ''اپنے آدمیوں کے ہاتھوں مرنا سخت کام ہے۔''

رینی ڈیکارتے (۱۵۹۶ـ۱۶۶۰ء)

سویڈن کا مشہور فلسفی، اسے جدید فلسفے کا باوا آدم بھی کہا جاتا ہے اسے فلسفے کے علاوہ ریاضی سے بھی شغف تھا، فلسفے پر اس کی کتاب ''اختراجی طریقے پر مذاکرات'' ۱۹۳۷ء میں شائع ہوئی، اس نے آخری لمحات میں یہ کہا کہ: ''روح کے اٹھنے کا وقت آ گیا ہے۔''

زالکس لیون (وفات ۱۹۰۱ء)

امریکہ کے صدر میکنلے کا قاتل، میں نے صدر کو قتل کیا، کیونکہ وہ اچھے لوگوں کا دشمن تھا......محنتی لوگوں کا...... مجھے اس بات کا افسوس نہیں کہ میں نے کوئی؟ کیا ہے۔''

سرت تھنارٹ، مارشل:

تھائی لینڈ کا وزیر اعظم، ۱۹۵۸ء میں مارشل لاء کے ذریعے برسر اقتدار آیا، اس کی ایک سو بیویاں تھیں، بستر مرگ پر تھنارٹ نے اپنی ایک بیوی پویا نگ و چترا کا ہاتھ پکڑ کر تھائی لینڈ کے ایک بڑے پرانے لوک گیت کا مصرعہ کہا: ''بہادر آدمی کی ایک سو داشتائیں کیوں نہ ہوں۔اسے محبت اپنی بیوی سے ہوتی ہے۔''

سروجنی نائیڈو، مسز:

برصغیر کی ممتاز مقرر، سیاسی رہنما اور شاعرہ، محمد علی جناح اور دیگر بڑے لوگوں کے حالات بھی قلمبند کئے، تعلق حیدر آباد دکن سے تھا، بہترین مقرر کی حیثیت سے مقبول ہوئی، ان کے آخری الفاظ تھے: ''مجھے گانا سنا دو۔''

سقراط (۴۶۹ـ۳۹۹ ق م)

یونان کا ممتاز مفکر، مجسمہ ساز اور سپاہی، لیکن اس نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ فلسفہ کی تعلیم میں گزار دیا، آخری ایام میں اس پر مقدمہ چلا اور اسے موت کی سزا دی گئی اس نے موت سے قبل اپنے ساتھی سے کہا تھا: ''کریٹو! ہمیں الیسکولاپس کا مرغا بھینٹ کرنا چاہئے تھا۔''

سکاٹ ون فیل (۱۷۸۶ـ۱۸۶۶ء)

امریکی جرنیل، ''پیٹر! میرے گھوڑے کا خاص خیال رکھنا۔'' اس کے بعد انتقال کیا۔

سکندر اعظم (۳۵۶ـ۳۲۳ ق م)

مقدونیہ کا بادشاہ اور عظیم فاتح، وہ جب ہندوستان سے اپنا مشن مکمل کرنے کے بعد واپس جانے لگا تو راستے میں شدید بخار ہو گیا اور اسی حالت میں اس نے بابل (عراق) کے مقام پر انتقال کیا، انتقال سے کچھ دیر پہلے اس کے دوستوں نے اس سے پوچھا اتنی بڑی سلطنت کس کے لئے چھوڑے جا رہے ہیں، سکندر نے جو جواب دیا وہ قابل غور ہے: ''میں اپنی سلطنت اس کے لئے چھوڑے جا رہا ہوں جو سب سے زیادہ طاقتور ہے۔''

سیموئل بٹلر (۱۸۳۵ـ۱۹۰۲ء)

انگریز ادیب، وفات کے وقت کہا: ''الفریڈ! کیا تم چیک بک لے آئے ہو۔''

سیزر آگسٹس (۶۳ ق م ـ ۱۴ء)

روم کا پہلا بادشاہ، اس نے ملک کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کے

لئے اصلاحات نافذ کیں، اس ضمن میں اسے اپنے دوستوں کی زبردست حمایت بھی حاصل تھی۔ ۱۲اق م میں ملک میں قحط پڑا اور اس کی بیٹی جس کی شادی اس کے سوتیلے لڑکے سے ہوئی، تباہ کن ثابت ہوئی۔

مرتے وقت کہا: ''چالیس نوجوان مجھے اٹھا کر لے جا رہے ہیں۔''

شاستری لال بہادر (۱۹۰۵ء۔۱۹۶۶ء)

بھارتی وزیر اعظم۔ ۱۹۶۴ء میں پنڈت جواہر لال نہرو کے انتقال پر بھارت کے وزیر اعظم بنے۔ اس سے قبل ریلوے کے وزیر تھے۔ ۱۱ جنوری ۱۹۶۶ء کو معاہدۂ تاشقند طے پانے کے بعد بارہ بجے اپنے کمرے میں گئے، ایک بج کر بیس منٹ پر مسٹر ساہی، مسٹر کپور اور مسٹر شرما وزیر اعظم کی آواز سن کر برابر والے کمرے سے جاگ اٹھے اور فوراً ان کے ذاتی معالج ڈاکٹر آر این چگ کو بلا لائے۔ اس وقت وزیر اعظم بستر پر بیٹھے کھانس رہے تھے انہیں سانس لینے میں دشواری پیش آ رہی تھی اور انہوں نے دونوں ہاتھوں سے سینے کو دبا رکھا تھا اور ڈاکٹر ڈاکٹر پکار رہے تھے، چنانچہ جب ان کے ذاتی معالج نے ان کا معائنہ کیا تو نبض کی رفتار تیز اور حرکت قلب سست تھی، ڈاکٹر نے تین افراد کی مدد سے انہیں پلنگ پر بٹھایا اور انجکشن لگائے اس وقت ان کے وفادار ملازم رام ناتھ ان کے سرہانے بیٹھے تھے انہوں نے بتایا کہ جب شاستری جی پر دل کا شدید دورہ پڑا تو ان کے منہ سے تکلیف کے باعث صرف دو الفاظ نکلے: ''میرے باپ اور ہائے رام۔'' یہ کہہ کر وہ بے ہوش ہو گئے اور تین منٹ اسی عالم میں گزار کر وفات پائی۔

شیکلٹن سرارنسٹ ہینری (۱۸۷۴ء۔۱۹۲۲ء)

برطانوی مہم جو، انٹارکٹیکا کی دریافت کی مہم میں حصہ لیا، اس نے جہاز (کوسٹ) پر ہی انتقال کیا، انتقال سے چند لمحے قبل اپنے ڈاکٹر سے کہا: ''تم مجھے ہمیشہ کچھ نہ کچھ چھوڑنے کی ہدایت کرتے رہے ہو، اب تم کیا چاہتے ہو کہ میں کیا چھوڑ دوں۔''

فرعون موسیٰ علیہ السلام:

اس کا نام منفتاح تھا، یہ اپنے باپ کا تیرھواں بیٹا تھا اور اس نے مصر پر ۲۵ سال تک حکومت کی، جب حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کے ہمراہ بحفاظت نکل گئے اور فرعون نے اپنی فوج کے ہمراہ حضرت موسیٰ کا پیچھا کیا تو اس وقت تک حضرت موسیٰ اپنے ساتھیوں سمیت بحیرہ قلزم عبور کر چکے تھے۔ جب فرعون اپنی فوج کے ساتھ بحیرہ قلزم میں ڈوبنے لگا تو بولا: ''میں نے یقین کر لیا کہ کوئی معبود نہیں سوائے اس کے جس پر بنو اسرائیل ایمان لائے، اور میں بھی فرمانبرداروں میں سے ہوں۔'' (سورہ یونس، آیت ۹۰) لیکن اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت، اگرچہ غرق ہونے کے وقت ایمان لانے کی یہ صورت فرعون کے کسی کام نہ آسکی، تاہم اللہ تعالیٰ نے اس کے بدن کو ڈوبنے سے بچایا، تاکہ آنے والوں کے لئے عبرت کی نشانی رہے، چنانچہ لاش سمندر کے کنارے لگ گئی، جسے حنوط کر کے بعد میں محفوظ کر لیا گیا، آج کل یہ لاش قاہرہ کے عجائب گھر میں ہے۔ اسے فرانسیسی ماہرین نے سائنسی طریقوں سے بچانے کے لئے ۱۹۷۷ء میں اقدامات کئے تھے۔

فرانز کافکا (۱۸۸۳ء۔۱۹۲۴ء)

آسٹروی ناول نگار، مرنے سے قبل اس نے میکس براڈ سے کہا کہ ''اس کی تمام تخلیقات کو نذر آتش کر دیا جائے، تاکہ اس بات کا کوئی ثبوت نہ رہے کہ میں بھی ایک مصنف تھا۔''

فریڈرک اعظم (۱۷۱۲ء۔۱۷۸۶ء)

پرشیا کا بادشاہ، مرتے وقت سورج کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: ''شاید میں جلد ہی تمہارے نزدیک پہنچ جاؤں گا، ہم پہاڑی کے اوپر ہیں، ہم اب بہتر طور پر جائیں گے۔''

فرنکلن بنزمن (۱۷۰۶ء۔۱۷۸۶ء)

امریکہ کا مشہور سائنس دان، ادیب اور سیاست دان، مرنے سے قبل کہا: ''ایک مرتا ہوا شخص آسانی سے کچھ بھی نہیں کر سکتا۔''

فلاطینس (۲۰۴ء۔۲۷۰ء)

یونانی مفکر، مصر کے شہر لائیکا پولس میں پیدا ہوا۔ ۲۴۴ء میں روم میں مستقل سکونت اختیار کی اور فلسفے کا ایک دبستان کھولا، اس کے شاگرد رشید فرفریوس نے اس کے لیکچر لکھے اور سوانح حیات قلمبند کی اس نے ۵۴ رسالے لکھے فرفریوس کہتا ہے کہ استاد کی وفات کے وقت میں صقلیہ میں تھا، یوں کیس کی زبانی مجھے معلوم ہوا کہ فلاطینس کی وفات گلے میں تکلیف کی وجہ سے ہوئی۔ اس نے بتایا کہ جب میں اس کی عیادت کے لئے گیا تو وہ میرا انتظار کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے میری طرف دیکھا اور کہا: ''میں اپنی الوہیت مقیدہ کو الوہیت مطلقہ کے حوالے کر رہا ہوں۔'' یہ کہہ کر اس نے آنکھیں بند کر لیں اور وفات پائی۔

فلبی سینٹ جان (وفات ۱۹۶۰ء)

عرب عالم، مرتے وقت کہا: ''خدا...... میں بہت تنگ ہوں۔''

فلپ سڈنی سر (۱۵۵۴ء۔۱۹۶۰ء)

برطانوی شاعر اور سپاہی۔ ۱۵۸۵ء میں اے فلشنگ کا گورنر مقرر کیا گیا سپینرڈ کے ساتھ لڑائی کے دوران زٹفن کے مقام پر ایک فصیل کے نیچے آکر سخت زخمی ہو گیا اور جب وہ اپنی آخری سانسیں لے رہا تھا تو اس نے کہا: ''میں دنیا بھر کی زمین کے

عوض اپنی خوشی دینا پسند نہیں کرتا۔" ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ دم توڑ گیا۔

کارڈینل ولزلے (۱۷۹۸ـ۱۸۰۵ء)

ہندوستان کا گورنر جنرل، اس نے مرتے وقت کہا: "جتنی خدمت میں نے اپنے بادشاہ کی کی، اگر اس سے آدھی اپنے خدا کی کرتا تو وہ اس بڑھاپے میں کس مپرسی کی حالت میں میرا ساتھ نہ چھوڑتا۔"

کارل مارکس (۱۸۱۸ـ۱۸۸۳ء)

جرمن سوشلسٹ رہنما۔۱۴ مارچ کو وفات سے قبل ان کے گھریلو ملازم نے پوچھا: "کیا آپ دنیا کو اپنا آخری پیغام دیں گے" تو انہوں نے کہا: "چلے جاؤ، دفع ہو جاؤ۔ آخری الفاظ بیوقوفوں کے لئے ہوتے ہیں جنہوں نے اپنی زندگی میں کچھ نہ کیا ہو۔"

کارلائل ٹامس (۱۷۹۵ـ۱۸۸۱ء)

برطانوی مورخ، متعدد کتابیں لکھیں، وفات کے وقت کہا:
"یہی موت ہے......اچھا۔"

کارنیگی اینڈریو (۱۸۳۵ـ۱۹۱۹ء)

انسان دوست رہنما، اس نے اپنی زندگی کا آغاز ایک مزدور کی حیثیت سے کیا، اسکاٹ لینڈ کا باشندہ تھا لیکن والدین امریکہ منتقل ہو گئے چنانچہ اس نے بھی وہیں زندگی گزار دی، ریٹائر ہوا تو اس کے پاس پچیس کروڑ ڈالر کی خطیر رقم تھی جو اس نے خیراتی اور تعمیراتی کاموں پر خرچ کی، مرتے وقت اپنی بیوی سے جو اس کے ساتھ خوشگوار رات گزارنا چاہتی تھی کہا: "مجھے بھی یہی امید تھی۔"

کالون کولج (۱۸۷۲ـ۱۹۳۳ء)

امریکہ کے ۳۰ویں صدر، کسان اور اسٹور کیپر کے بیٹے تھے، وکالت پاس کرنے کے بعد میساچوسٹس کے گورنر بنے۔۱۹۱۹ء میں بوسٹن پولیس کی ہڑتال کو ناکام بنایا اور شہرت پائی، ۱۹۲۱ء میں نائب صدر اور ۱۹۲۳ء میں ہارڈنگ کے انتقال پر صدر بنے۔۱۹۲۴ء میں دوبارہ منتخب ہوئے، انتقال کے وقت کہا: "صبح کا سلام......رابرٹ۔"

کانٹ عمانیول (۱۷۲۴ـ۱۸۰۴ء)

ممتاز جرمن مفکر، زندگی کس قدر عزیز ہے اور کوئی شخص خواہ وہ کتنی ہی طویل عمر کیوں نہ پائے وہ مرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ اس کا اندازہ جرمنی کے ممتاز مفکر کانٹ کے ان الفاظ سے لگایا جا سکتا ہے جو اس نے مرتے وقت کہے۔ اس نے اسی برس کی عمر پائی، مگر وہ پھر بھی کچھ عرصہ اور زندہ رہنے کا خواہش مند تھا۔ اس لئے عالم مایوسی میں اس نے آخری وقت کہا تھا: "یہی کافی ہے۔"

کانگ بین سوک (۱۸۹۲ـ۱۹۳۲ء)

مادر انقلاب کوریا۔ وہ اپنے شوہر مسٹر کم ہیانگ جک کی مددگار اور قریبی رفیق تھیں۔ انہوں نے مادر وطن کے لئے اپنے شوہر کی انقلابی سرگرمیوں میں حتی المقدوران کا ہاتھ بٹایا، وہ ایک ایسی ماں تھیں جنہوں نے اپنی تربیت سے کوریا کے صدر مارشل کم ال سنگ کو کوریا کی قوم کا ایک عظیم اور ممتاز رہنما بنا دیا۔ جب وہ زندگی کی آخری سانس لے رہی تھیں تو انہوں نے اپنی ہمسایہ عورت سے کہا: "جب میری موت کے بعد میرا بیٹا سونگ گھر واپس آ جائے تو اس کے ساتھ وہی سلوک کرنا جیسا کہ میں خود کرتی۔ اگر کوریا پر جاپانی سامراجیوں کا تصرف رہا اور گھر واپس آنے سے قبل کوریا آزاد نہ ہوا تو اسے کہنا کہ میری لاش کو کسی اور جگہ لے جانے کی ضرورت نہیں لیکن......"

کاورڈ نوئیل (۱۸۹۹ـ۱۹۷۳ء)

انگریز اداکار اور ڈرامہ نویس۔۱۹۱۰ء میں سٹیج ڈراموں میں حصہ لینا شروع کیا اور ایک اداکار کی حیثیت سے خود کو روشناس کرایا فلموں میں بھی کام کیا۔ "We Serve" جو ۱۹۴۲ء میں نمائش کے لئے پیش کی گئی۔ اس کی کہانی بھی خود لکھی اور اداکاری کے فرائض بھی انجام دیئے۔
وفات کے وقت کہا: "رات کا سلام میرے دوستو! میں تمہیں صبح پھر ملوں گا۔"

کرین ہارٹ (۱۸۹۹ـ۱۹۳۲ء)

امریکی شاعر، اوہیو میں پیدا ہوئے، واجبی تعلیم حاصل کی اور ۱۵ سال کی عمر میں اپنے والد کی مٹھائیوں کے کارخانے میں کام کرنے لگے۔ دی برج (۱۹۳۰ء) میں ان کی طویل ترین نظم ہے وفات سے قبل میکسیکو گئے، واپسی پر سٹیمر سے چھلانگ لگا دی اور انتقال کیا، انتقال سے چند لمحے قبل کہا: "الوداع......ہر ایک کو۔"

کلارا بارٹن:

امریکی ریڈ کراس کا بانی، مرتے وقت کہا: "مجھے کوچ کرنے دو، مجھے کوچ کرنے دو۔"

کلائیو لارڈ (۱۷۲۵ـ۱۷۷۴ء)

اس کا پورا نام رابرٹ بیرن تھا ۱۷۶۵ء میں ہندوستان کا گورنر جنرل بنایا گیا تھا اپنے دور حکومت میں اس نے لوگوں پر بے پناہ ظلم وستم کئے اور بہت سے لوگوں سے دشمنی مول لی۔ ۱۷۶۶ء میں اس پر کسی نے بڑا سخت حملہ کیا۔ ۱۷۷۲ء۔۱۷۷۳ء میں اس پر لگائے گئے الزامات کی تحقیق کا سلسلہ شروع ہوا، جو بالآخر درست ثابت ہوئے، ان الزامات کی وجہ سے اس کے دماغ پر بہت برا اثر پڑا، چنانچہ اس نے چاقو سے اپنا گلا کاٹ کر اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیا، خودکشی کے ارادے سے جب اس نے چاقو اٹھایا تو قریب بیٹھی ہوئی خاتون نے اس سے مخاطب ہو کر کہا کیا آپ قلم بنانا چاہتے ہیں؟ اس نے کہا: "بے شک۔" اور جونہی یہ جملہ ختم کیا اپنا گلا کاٹ لیا۔

کلیمنسو جارجز (۱۸۴۱ـ۱۹۲۹ء)

فرانسیسی سیاست دان۔ ۱۸۷۱ء میں قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ اور ۱۸۷۶ء میں ڈپٹی اور اپنے مخالفین کے خلاف تشدد آمیز تقاریر کرنے کے سبب ''دی ٹائیگر'' کا لقب پایا۔ ۱۹۰۶ء تا ۱۹۰۹ء اور پھر ۱۹۱۲ء میں وزیر اعظم بنے۔ پہلی جنگ عظیم میں انہیں پھر وزارت عظمیٰ کے منصب پر فائز کر دیا گیا۔ پیرس کی امن کانفرنس کی صدارت کی۔ لیکن فرانس کے لئے دریائے رائن بطور سرحد حاصل نہ کر سکے۔ ۱۹۲۰ء میں مستعفی ہو گئے اور صدارتی امیدوار کی حیثیت سے نامزدگی سے دست بردار ہو گئے صحافت کے پیشے سے بھی منسلک رہے۔ ناول اور دیگر نظریاتی کتابیں لکھیں۔ انتقال کے وقت کہا: ''میں ایستادہ دفن ہونا چاہتا ہوں اور میرا منہ جرمنی کی طرف ہو۔'' پہلی جنگ عظیم میں ان کا شمار چار بڑوں میں کیا گیا۔

کم ہیا نگ جک (وفات ۱۹۲۶ء)

کوریا کے سابق صدر، کم ال سنگ کے والد، وہ کوریا میں قومی تحریک آزادی کے بانی اور سرکردہ قائد تھے ان میں جاپان دشمن حب الوطنی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ اس ضمن میں کوریا کی نیشنل ایسوسی ایشن کی بنیاد رکھی۔ (مارچ ۱۹۱۷ء) وفات سے چند لمحے پہلے اپنے بیٹے کم ال سنگ کو وصیت کی: ''وطن کو ہر قیمت پر آزاد کرایا جائے، خواہ اس جدوجہد میں تمہارا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے اور تمہاری ہڈیاں چکنا چور کر دی جائیں۔''

کنفیوشس (۵۵۱۔۴۷۸ ق م)

چین کا نامور حکیم اور سیاسی رہنما، موجودہ چینی مذہب بڑی حد تک اسی حکیم کے اقوال اور ملفوظات کے مجموعہ سے عبارت ہے۔ اس نے مرتے وقت کہا ''گزشتہ رات میں نے خواب دیکھا کہ میں دوستوں کے سامنے بیٹھا ہوں۔ کوئی عقلمند بادشاہ نہیں اٹھتا۔ پوری بادشاہت میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں جو مجھے اپنا آقا بنائے، میرے مرنے کا وقت قریب آ گیا ہے۔''

کوروش اعظم (۶۰۱۔۵۳۸ ق م)

اپنے الوداعی خطبے میں جسے زینوفن نے قلم بند کیا، کہا: مجھے اس بات پر کبھی قائل نہیں کیا جا سکا کہ روح زیادہ عرصہ تک زندہ رہتی ہے، سوائے اس کے کہ وہ فانی جسم میں رہے اور وہ علیحدہ ہی مرتی ہے۔ میرے مرتے وقت کے یہ آخری الفاظ یاد رکھو۔''

''اگر تم اپنے دوستوں پر مہربانی کرو گے تو تم اپنے دشمنوں کو نقصان پہنچا سکو گے...... الوداع۔''

کرسٹوفر کولمبس

نئی دنیا دریافت کرنے والا مہم جو، ۱۴۷۸ء میں پرتگال میں مستقل سکونت اختیار کی شاہ اسپین کی مدد سے اس نے مہم جوئی کا آغاز کیا اور بہت سے ملک دریافت کئے لیکن اتنے بڑے مہم جو کی زندگی کے آخری ایام بڑی تنگ دستی اور کس مپرسی میں گزرے۔ یہی وجہ تھی کہ اسپین کی ملکہ آنسابیلا اسے گاہے گاہے مالی امداد دیتی رہتی تھی۔ اس نے مرتے وقت جو کلمات کہے وہ سبق آموز ہیں۔ یعنی ''اے خدا! میں اپنی روح کو تیرے سپرد کرتا ہوں۔''

کیخسرو (۵۶۸۔۵۲۹ ق م)

شہنشاہ ایران، موت سے چند روز قبل بحیرہ کیسپین کے مشرقی طرف بسنے والی وحشی اقوام سے اس کی جنگ چھڑ گئی اور دوران جنگ ہی موت نے اسے آن لیا جب وہ آخری سانسیں لے رہا تھا تو اس نے کہا تھا: ''میری یہ آخری بات ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یاد رکھنا۔'' دوستوں سے بہتر سلوک کرنا، تاکہ دشمنوں پر فتح حاصل کر سکو۔''

کیلی گولا (۱۲۔۴۱ء)

رومن شہنشاہ، جرمنیکس کا فرزند، آخری وقت میں پاگل کی حیثیت سے مشہور ہوا اس کے حفاظتی دستے میں سے ایک گارڈ نے اسے قتل کیا، جب اس سے اس کی حالت پوچھی گئی تو اس نے کہا کہ: ''میں ابھی زندہ ہوں۔''

گاگل نکولائی (۱۸۰۹۔۱۸۵۲ء)

روسی ناول نگار، اس کی پہلی کتاب ''ڈیکانکا کے ایک کھیت پر شام'' اس کی شہرت کا باعث بنی، اس نے مرتے وقت یہ کہا: ''اور مجھے ہنسنا ہو گا...... ایک سنجیدہ ہنسی۔''

گاندھی جی (۱۸۶۸۔۱۹۴۸ء)

۳۹ جنوری ۱۹۴۸ء کو جب آپ برلا ہاؤس کی جانب جا رہے تھے تو پانچ بجے گاڈسے نامی ایک شخص نے انہیں تین گولیاں ماریں۔ گولیاں لگنے سے وہ بے ہوش ہو گئے۔ اور عالم بے ہوشی میں ان کے منہ سے جو الفاظ نکلے وہ یہ تھے: ''ہے رام...... ہے رام۔''

گرانٹ یولی سس ایس (۱۸۲۲۔۱۸۸۵ء)

امریکہ کے اٹھارہویں صدر، ۱۸۳۹ء تا ۱۸۵۴ء میں امریکی فوج میں خدمات انجام دیں خانہ جنگی شروع ہونے پر فوج میں مس سس پی کے محاذ پر کمیشن ملا۔ ۱۸۶۹ء تا ۱۸۷۲ء امریکہ کے صدر رہے۔ وفات کے روز کہا کہ ''میں زندگی بھر تکلیفیں جھیلتا رہا ہوں میں دعا ہی کر سکتا ہوں کیونکہ اچھے لوگوں کی دعا سے، ہم جلد ہی اس سے بہتر دنیا میں ملیں گے۔ میں تو اب سرگوشی بھی نہیں کر سکتا۔''

گروور کلیولینڈ (۱۸۳۷۔۱۹۰۸ء)

امریکہ کے بائیسویں صدر، ڈیموکریٹک پارٹی کے پہلے منتخب صدر، انہوں نے اپنے دور میں ملک سے رشوت ستانی اور دیگر سماجی برائیوں کا قلع قمع کرنے کی سعی کی۔ ۱۸۹۵ء میں برطانیہ کے ساتھ وینزویلا کا جھگڑا چکایا، دو مرتبہ صدر بنے۔ ۲۴ جون ۱۹۰۸ کو وفات سے چند ثانیے قبل کہا: ''میں نے اپنے دور اقتدار میں درست فیصلے کرنے کے لئے سخت محنت کی۔''

گریگوری ہفتم پوپ (۱۰۲۰-۱۰۸۵ء)

مذہبی رہنما، پوپ کی حیثیت سے انہوں نے مذہب پر شاہی اقتدار کی سخت مخالفت کی تھی چنانچہ اس پاداش میں جرمنی کے شہنشاہ ہنری چہارم نے انہیں روم سے جلاوطن کر دیا، جلاوطنی کی زندگی ہی میں ان کی موت واقع ہوگئی۔ انہوں کے مرنے سے پہلے یہ الفاظ کہے: ''مجھے سچی باتوں سے محبت اور ناانصافی سے نفرت تھی۔ اس لئے میں جلاوطنی کی موت مر رہا ہوں۔''

گوتم بدھ (۵۰۰-۴۲۰ ق م)

بدھ مت کا بانی، مرتے وقت کہا: ''اونندا، مت رو، کیا میں نے تمہیں بتایا نہیں کہ ہمیں ان چیزوں سے جدا ہونا ہے جنہیں ہم عزیز اور پیارا رکھتے ہیں۔'' ''یاد رکھو کہ تمہیں بھی زندگی کی اس پیاس سے آزاد ہونا ہے، جہالت کا یہ سلسلہ..... محنت کرو اور اپنے بچنے کی صورت نکالو۔''

گورڈن چارلس (۱۸۳۳-۱۸۸۵ء)

برطانوی جرنیل، جنگ کریمیا اور ۱۸۶۰ء میں چینی جنگ میں حصہ لیا۔ ۱۸۷۴ء تا ۱۸۷۹ء میں سوڈان کا گورنر رہا۔ ۱۸۸۴ء میں اسے پھر سوڈان بھیجا گیا۔ تاکہ انگریز فوجیوں کو مقامی لوگوں سے بچایا جا سکے۔ لیکن وہ خود مصری فوج کے نرغے میں آ گیا۔ ۲۸ جون ۱۸۸۵ء میں ولزلے کو بھیجا گیا لیکن وہ دو روز قبل ہی مارا جا چکا تھا۔

گوئٹے (۱۷۴۹-۱۸۳۲ء)

جرمن شاعر اور ڈرامہ نویس، اسے ''مفکر فطرت'' بھی کہتے ہیں۔ موت سے بیس برس پہلے وہ بہرہ ہو چکا تھا اور جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے بڑے ہی تعجب خیز الفاظ کہے جو رہتی دنیا تک یادگار رہیں گے اور جو انسان کو نئی سوچ مہیا کرتے ہیں۔ یعنی ''اب میں جنت میں سن سکوں گا۔''

گیٹی جے پال (۱۸۹۲-۱۹۶۰ء)

امریکہ کا ارب پتی اور صدر گیٹی آئل کمپنی، کیلی فورنیا میں جے پال گیٹی عجائب گھر قائم کیا۔ مرتے وقت کہا: ''مجھے کھانا دیجئے۔''

گیلیلیو گیلیلی (۱۵۶۴-۱۶۴۲ء)

اطالوی ماہر نجوم، اس نے یہ نظریہ پیش کیا کہ سورج دنیا کے گرد نہیں گھومتا، بلکہ دنیا سورج کے گرد گھومتی ہے۔ چرچ اور حکومت کو اس کے نظریئے سے کوئی دلچسپی نہ تھی کہ کون کس کے گرد گھومتا ہے اس نے اقتدار وقت کے پسندیدہ خیال کے مقابلے میں اپنا خیال پیش کیا۔ اور تجسس، تحقیق اور تفتیش کے ذریعے انہیں حقیقت تک پہنچانا چاہا، لیکن انہیں یہ گوارا نہ تھا۔ چنانچہ اسے موت کی سزا سنا دی گئی۔ آخری وقت پر بھی جب اس کے نظریئے کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا: ''اب بھی دنیا سورج کے گرد گھومتی ہے۔''

لوئی چہاردہم (۱۶۳۸-۱۷۱۸ء)

فرانس کا بادشاہ موت کے وقت اس کے پاس بہت سے لوگ بیٹھے تھے، جن میں سے کچھ رو رہے تھے۔ چنانچہ اس نے کہا: ''تم کیوں رو رہے ہو۔ کیا تمہارا خیال ہے میں لافانی ہوں؟''

لیوس سنکلیئر (۱۸۸۵-۱۹۵۱ء)

امریکی ناول نگار، منی سوٹا میں پیدا ہوا، صحافی کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دیں۔ متعدد ناول لکھے، لیکن مین اسٹریٹ (۱۹۲۰ء) اس کی شہرت کا باعث بنا۔ ۱۹۳۰ء میں پہلے امریکی حیثیت سے نوبل انعام پایا۔ مرتے وقت کہا: ''میں خوش ہوں، خدا تمہیں خوش رکھے۔''

لیوپولڈ دوم (۱۸۳۵-۱۹۰۹ء)

شاہ بلجیم، ۱۸۶۵ء میں بلجیم کا بادشاہ بنا، اس کے عہد میں کانگو نو آبادی بنا، اس نے مرتے وقت یہ کہا کہ ''میں گرم ہوں یعنی میں قائم ہوں یا میری رگوں میں خون گرم ہے۔''

لیونارڈو ڈاونچی (۱۴۵۲-۱۵۱۹ء)

اطالوی مصور، مجسمہ ساز، ماہر تعمیرات، موسیقار، انجینئر اور سائنس دان، مونالیزا کا مجسمہ اس کا بہترین شاہکار ہے، دنیا میں آج تک ایسا کوئی بھی انسان پیدا نہیں ہوا جو کئی میدانوں میں یکتا حیثیت رکھتا ہو، اس نے مرنے سے قبل کہا: ''میں نے خدا کے بنائے ہوئے قانون کو توڑا ہے اور بنی نوع انسان کے بھی، کیونکہ میرا کام اتنا معیاری نہ تھا جتنا اسے ہونا چاہئے تھا۔''

لیلنتھل آٹو (وفات ۱۸۹۶ء)

جرمن انجینئر، جس نے ہوا کے دوش پر تیرنے کے تجربات کئے، اپنی خداداد قابلیت کے مالک اس انجینئر نے کئی بادبانی طیارے اپنے بھائی گسٹے کی مدد سے بنائے، پانچ سال کے عرصہ میں اس نے ایک ہزار سے زائد اڑانیں کیں، اگست ۱۸۹۶ء کی صبح کو ہوا کے تیز تھپیڑے کی لپیٹ میں آ کر اس کا گلائیڈر تباہ ہو گیا اور اسے مہلک زخم آئے۔ مرتے وقت اس کے آخری الفاظ یہ تھے: ''ہمیں قربانیاں بھی دینی پڑ جاتی ہیں۔''

مارٹن لوتھر (۱۴۸۳-۱۵۴۶ء)

جرمن مصلح، پروٹسٹنٹ مسلک کا بانی، اس کی تقاریر، خطوط، خطبے اور تبصرے اب بھی پڑھے جاتے ہیں اس کے پیروکار دنیا بھر کے ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ انتقال سے چند ثانیے قبل جب اس سے پوچھا گیا کہ کیا وہ اب بھی اپنے عقیدے پر قائم ہے؟ اس نے کہا: ''ہاں''۔

مارس میٹرلنک (۱۸۶۲-۱۹۴۹ء)

بلجیمی شاعر، وفات کے وقت اپنی بیوی سے کہا: ''میرے لئے مرنا بالکل فطری بات ہے، تمہیں اس لئے محسوس ہو رہا ہے کہ تمہارا میرے ساتھ واسطہ تھا۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم کو نماز کی پابندی کا اور زکوٰۃ دینے کا حکم کیا گیا ہے اور جو شخص زکوٰۃ نہ دے اس کی نماز بھی (مقبول) نہیں ہوتی۔ (طبرانی واصبہانی)

ماؤزے تنگ (۱۸۹۳ـ۱۹۷۶ء)

چین کے عظیم رہنما، انہوں نے عوامی جمہوریہ چین کو آزاد کرانے اور اسے دنیا کی مشرقی ممالک کی صف میں لا کھڑا کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ ان ہی کے عہد میں چین ایٹمی اور خلائی طاقت بنا، ان کے آخری الفاظ کی دو صورتیں ہیں: (۱) موجودہ اصولوں پر عمل کرو (۲) ماضی کے اصولوں پر عمل کرو

مائیکل اینجلو (۱۴۷۵ـ۱۵۶۴ء)

اطالوی مصور اور مجسمہ ساز، موت سے قبل کہا: ''میں اپنی روح خدا کے سپرد، اپنا جسم مٹی کے سپرد اور دنیاوی اشیاء اپنے رشتہ داروں کے سپرد کرتا ہوں۔''

مسولینی بنیٹو (۱۸۸۳ـ۱۹۴۵ء)

اٹلی کا ڈکٹیٹر۔ ۱۹۲۲ء میں اٹلی کا وزیر اعظم بنا۔ ۱۹۳۵ء میں اس نے آمرانہ اختیارات استعمال کیے مرتے وقت اس نے کہا: ''لیکن..... لیکن..... مسٹر کرنل۔''

میری انیٹانیٹی (۱۷۵۵ـ۱۷۹۳ء)

فرانس کی ملکہ اور شہنشاہ فرانس کی بیٹی، اس کا خاوند مر چکا تھا، اور جب اس کے مرنے کا وقت قریب آیا تو اپنے بچوں سے مخاطب ہوتے ہوئے اس نے کہا: ''ہمیشہ کے لئے خدا حافظ، میں تمہارے باپ کے پاس جا رہی ہوں۔''

میری کیوری (۱۸۶۷ـ۱۹۳۴ء)

نوبل انعام یافتہ سائنس دان، بیماری کی حالت میں جب اسے درد کو دور کرنے کا انجکشن لگانے کے لئے کہا گیا تو اس نے کہا: ''مجھے اس کی ضرورت نہیں۔'' ان الفاظ کے خاتمے کے ساتھ ہی انتقال کر گئی۔

میکسمیلین (۱۸۳۲ـ۱۸۶۷ء)

میکسیکو کا بادشاہ، آسٹریا کے شہنشاہ فرانس جوزف کا بھائی۔ ۱۸۶۴ء میں میکسیکو کا بادشاہ بنا، لیکن جلد ہی اس نے اپنے آپ کو فرانسیسیوں کا کٹھ پتلی پایا۔ ۱۸۶۶ء میں جب امریکہ کے مطالبے پر فرانسیسی فوجی دستے یہاں سے چلے گئے تو پکڑ کر قتل کر دیا گیا جب اسے گولی کا نشانہ بنایا گیا تو اس کی زبان پر یہ الفاظ تھے: ''میں ایک صحیح مقصد کے لئے مارا جا رہا ہوں۔ میں سب کو معاف کرتا ہوں۔ سب مجھے معاف کر دیں۔ کاش میرا خون ملک کی بہتری کا موجب بنے۔ میکسیکو زندہ باد.....'' اندازہ لگایا جائے کہ مرنے والا کتنی بڑی بات کہہ گیا؟

میکاولی نکولو (۱۴۶۹ـ۱۵۲۷ء)

اطالوی سیاست دان اور مصنف، فلورنس میں پیدا ہوئے۔ ۱۴۹۸ء تا ۱۵۱۲ء اٹلی کے دوسرے چانسلر رہے۔ غداری کے الزام میں مقدمہ چلایا گیا۔ لیکن ۱۵۱۳ء میں رہا کر دیئے گئے۔ مرتے وقت کہا: ''میری خواہش ہے کہ میں جنت کی بجائے جہنم میں جاؤں، کیونکہ جہنم میں مجھے پوپوں، بادشاہوں اور شہزادوں کی رفاقت حاصل ہوگی۔ جبکہ جنت میں مجھے صرف فقیر، راہب اور حضرت عیسیٰ کے حواری ملیں گے۔''

میکنلے ولیم (۱۸۴۳ـ۱۹۰۱ء)

امریکہ کا پچیسواں صدر، وہ دوبارہ امریکہ کا صدر منتخب ہوا۔ پہلی بار ۱۸۹۶ء میں اور پھر ۱۹۰۰ء میں۔ اسے ۶ ستمبر ۱۹۰۱ء کو لیون زولوگوس نے بفیلو میں گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ اس نے مرتے وقت کہا: ''کوئی قاتل کو نقصان نہ پہنچائے۔''

میتھیو چارلس:

مزاح نگار، مرنے سے قبل کہا: ''میں مرنے کے لئے تیار ہوں۔''

میلکم ایکس:

مسلمان حبشی رہنما۔ جب انہیں ۲۱ فروری ۱۹۶۵ء کو قتل کیا گیا تو انہوں نے اس سے قبل کہا: ''ہمیں نرم رویہ اختیار کرنا چاہئے بھائیو۔''

نپولیس بونا پارٹ (۱۷۶۹ـ۱۸۲۱ء)

فرانس کا بادشاہ اور دنیا کا عظیم ترین سپاہی، اس نے اپنے عہد میں بہت سی جنگیں لڑیں اور اسے ہمیشہ فوج کا خیال رہا جب اس بہادر جرنیل کی موت کا وقت قریب آیا تو اس کے لب یوں گویا ہوئے: ''فرانس..... فوج..... فوج کا سپہ سالار..... جوزیفائن۔''

نیلسن ہوریشیو (۱۷۵۸ـ۱۸۰۵ء)

برطانوی امیر البحر، ۱۷۹۳ـ۱۸۰۵ء کے درمیان اس نے بحیرۂ روم کے علاقے میں بحری لڑائیوں میں بھرپور حصہ لیا، جن کے نتیجہ میں ۱۷۹۴ء میں اس کی آنکھ ضائع ہوگئی۔ ۱۷۹۷ء میں اس کا دایاں بازو بھی جنگ میں کام آیا۔ راس سینٹ ونسٹن کی فتح نے اسے قومی ہیرو کے طور پر پیش کیا۔ ۲۱ اکتوبر ۱۸۰۵ء کو جب ٹریفلگیر کے مقام پر شدید زخمی ہوا۔ اور زخموں کی تاب نہ لا کر زندگی کی آخری سانسیں لے رہا تھا تو اس نے یہ الفاظ کہے: ''میں مطمئن ہوں۔ خدا کا شکر ہے کہ میں نے اپنا فرض پورا کر دیا۔'' اسے انگلستان کے سینٹ ہال میں دفن کیا گیا۔

نیرو (۳۷ـ۶۸ء)

رومن شہنشاہ۔ وہ شاعر تھا اور اسے مصوری سے بھی شغف تھا۔ وفات سے چند ثانیے قبل کہا: ''کیسا مصور فنا ہو رہا ہے۔''

وارن ہیسٹنگز (۱۷۳۲ـ۱۸۱۸ء)

ہندوستان کا برطانوی گورنر جنرل، اس نے ۱۷۷۴ء۔۸۵ء ہندوستان پر حکومت کی، وہ کلرک کی حیثیت سے ۱۷۵۰ء میں ہندوستان آیا

تھا۔ بنگال کی جنگ کے دوران وہ کلائیو کی توجہ کا مرکز بنا۔۱۷۷۲ء میں اسے بنگال کا گورنر بنایا گیا۔ وہ بڑا ہی ظالم حکمران تھا۔ ولی بنارس مہاراجہ چیت سنگھ اور اودھ کی بیگمات پر اس نے جو ظلم وستم ڈھائے وہ لارڈ کلائیو سے بھی بڑھ چڑھ کر تھے۔ مرتے وقت اس نے کہا: ''تم میرے لئے زندگی اس لئے مانگ رہے ہو کہ میں اسی طرح تکلیف میں مبتلا رہوں جو تکلیف میں برداشت کر رہا ہوں۔ تم میں سے کوئی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔''

واشنگٹن ارونگ (۱۷۸۳ء۔۱۸۵۹ء)

امریکی ادیب، ۱۸۰۹ء میں ہسٹری آف نیویارک لکھ کر شہرت دوام حاصل کی۔ ۱۸۱۵ء میں انگلستان کا قصد کیا۔ جہاں ان کی متعدد کتابیں شائع ہوئیں۔ جن میں ''سکیچ بک آف جیوفری کریون جینٹ'' بھی شامل ہے۔ ۱۸۴۲ء تا ۱۸۴۶ء اسپین میں امریکہ کے سفیر رہے۔ زندگی کے آخری ایام میں شخصیات کی سوانح عمریاں لکھیں، جن میں گولڈ اسمتھ (۱۸۴۹ء) اور جارج واشنگٹن خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ موت سے قبل اپنی بھتیجی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: ''اچھا مجھے دوسری رات کے لئے تکیوں کا بندوبست ضرور کرنا چاہئے، یہ رات کب ختم ہوگی۔''

والٹیئر (۱۶۹۴ء۔۱۷۷۸ء)

فرانسیسی معلم اخلاق، والٹیئر کا دور ہٹ دھرمی اور تنگ نظری کا دور تھا، اس نے اس دور کو استدراک واستدلال کے دور میں تبدیل کیا اس نے بار بار یہ نعرہ لگایا ''اپنے آپ سوچئے۔''

اس نے اپنی موت سے چند ثانیے قبل جو آخری الفاظ اپنے سیکریٹری کو لکھوائے وہ یہ تھے: ''میں خدا کی عظمت کا اقرار کرتے ہوئے، اپنے دوستوں کی محبت دل میں لئے، اپنے دشمنوں سے نفرت نہ کرتے ہوئے اور توہمات کو ناپسند کرتے ہوئے مر رہا ہوں۔''

ولفریڈ اوون (۱۸۹۳ء۔۱۹۱۸ء)

برطانوی شاعر، استاد کی حیثیت سے فرانس چلا گیا۔ ۱۹۱۵ء میں برطانیہ واپس آ کر فوج میں بھرتی ہو گیا، اسے جنگ سے شدید نفرت تھی، جس کا اظہار اس نے اپنی نظموں میں بھی کیا ہے۔ جنگ عظیم اول میں جب وہ مارا گیا تو مرنے سے قبل اپنے ایک ساتھی سے کہا: ''تم نے بہت اچھا کردار ادا کیا ہے۔۔۔۔تم بہت اچھا کام کر رہے ہو۔ میرے لڑکے!۔''

ولیم پٹ دی ینگر (۱۷۵۹ء۔۱۸۰۶ء)

برطانوی وزیر اعظم، وفات سے چند ثانیے قبل کہا: ''میرے مالک! میں نے اپنے ملک سے کس طرح محبت کی ہے، میں نے اپنے ملکہ کے بچھڑے کے گوشت سے بھی محبت کی ہے۔''

ولیم ورڈز ورتھ (۱۷۷۰ء۔۱۸۵۰ء)

انگریز شاعر، وفات سے قبل ان سے پوچھا گیا کہ کیا وہ عشائے ربانی سننا چاہتے ہیں تو انہوں نے کہا: ''ہاں ...... میں یہی چاہتا تھا۔ کیا تم بھی یہی چاہتی ہو؟...... ڈور۔''

ولیسپاسنین (۹ء۔۷۹ء)

رومی شہنشاہ، اس نے مرنے سے قبل کہا: ''ایک شہنشاہ کو کھڑے کھڑے مرنا چاہئے۔ میرا خیال ہے کہ میں خدا بننے والا ہوں۔''

ہالبس ٹامس (۱۵۸۸ء۔۱۶۷۹ء)

برطانوی سیاست داں اور مفکر، جلاوطن شہزادہ چارلس کا اتالیق رہا، اس نے متعدد سائنس اور ریاضی کی کتابیں لکھیں جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے کہا: ''اب میں آخری سفر کرنے والا ہوں۔''

ہاپکنز جیرالڈ مینلے (۱۸۴۴ء۔۱۸۸۹ء)

برطانوی شاعر بوفات کے روز کہا: ''میں بہت خوش ہوں...... بہت خوش۔''

ہیزک ہملر (۱۹۰۰ء۔۱۹۴۵ء)

جرمن نازی رہنما، ۱۹۳۶ء میں جرمنی کی تمام پولیس فورسز کا سربراہ بنا۔ اپریل ۱۹۴۵ء میں اسی نے اتحادیوں کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ جرمنی، برطانیہ اور امریکہ کے سامنے ہتھیار ڈال دے، لیکن روس کے سامنے نہیں۔ اس کی یہ تجویز مسترد کر دی گئی۔ مئی ۱۹۴۵ء میں وہ گرفتار ہوا اور اس نے خودکشی کر لی۔ خودکشی سے قبل خود کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: ''میں ہیزک ہملر ہوں۔''

ہینری ایگبرٹ کرنل (وفات ۱۸۹۹ء)

منیلا کے حملہ کے دوران ہلاک ہوا۔ مرنے سے قبل کہا: ''آخری سلام جنرل ...... میں نے کر دکھایا جو کر سکتا تھا...... اب میں بہت بوڑھا ہو چکا ہوں۔''

ہینری کلے (۱۷۷۷ء۔۱۸۵۲ء)

سیاست دان اور مقرر، اس کا شمار ری پبلکن پارٹی کے بانیوں میں ہوتا تھا غلام اور غیر غلام جماعتوں میں مصالحت کرانے میں اہم کردار ادا کیا۔ وفات کے وقت یہ کہا: ''مجھے یقین ہے میرے بیٹے کہ میں مر رہا ہوں۔ اب مجھے سونے دو۔'' اس کے بعد روح پرواز کر گئی۔

ہینری ہشتم (۱۴۹۱ء۔۱۵۴۷ء)

انگلستان کا بادشاہ۔ ۱۵۰۹ء میں والد کا جانشین بنا، چھ بیویاں تھیں۔ ۱۵۴۲ء میں اس کی پانچویں بیوی کیتھرین ہاورڈ قتل ہو گئی تو اس نے کیتھرین پار سے شادی کر لی۔ انتقال سے چند لمحے قبل جو آخری کلمات کہے وہ یہ تھے: ''راہبو، راہبو، راہبو۔''

باب ۲۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چودہ سوسالہ مفسرین قرآن اوران کی تفاسیر کا تعارف

پہلی اور دوسری صدی ہجری کے مفسرین قرآن عزیز:

تاج وسراج المفسرین سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن عزیز کا نزول ہوا اور آپ ہی نے پہنچایا اور سمجھایا بھی ہے اس لئے قرآن عزیز کے سب سے پہلے مفسر خود سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور پھر آپ کے تمام صحابہ بھی مفسرین قرآن کریم ہیں مگر چند صحابہ خصوصی طور پر مفسر تھے اس لئے علماء تفسیر نے طبقات المفسرین میں سے پہلا طبقہ مندرجہ ذیل صحابہ کرام کو بتایا ہے۔

سیدنا ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی، علی مرتضیٰ، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن مسعود، زید بن ثابت، ابوموسی اشعری، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم (مناہل ۱۲۱/۳۲)

۱: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ:

کاتب وحی ہونے کے علاوہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں فتوی بھی دیا کرتے تھے، سید القرا کہلائے آپ سے ۱۶۴ احادیث مروی ہیں فرمایا اے ابی! اللہ نے تیرا نام لے کر فرمایا ہے کہ میں قرآن پڑھوں اور تو سنے آپ کو سید الانصار کا لقب دیا تھا حضرت عمر فاروقؓ آپ کو سید المسلمین کہا کرتے تھے آپ سے قرآنی تفسیر کا ایک عظیم نسخہ روایت ہے خلیفہ چلپی نے لکھا، ’’ابی ابن کعبؓ نے تفسیر قرآن عزیز میں ایک بڑی کتاب لکھی جس کی اسناد صحیح ہیں، ابن جریر نے اپنی تفسیر میں اور حاکم نے مستدرک میں تفسیر ابی ابن کعبؓ کو نقل کیا ہے۔ (مفتاح السعادۃ ج ۱ ص ۴۰۴)

مدینہ منورہ میں ۲۰ھ کو آپ کی وفات ہوئی۔

۲: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ:

حبشہ اور مدینہ منورہ کے مہاجر ہیں تمام غزوات اور جنگ یرموک میں بھی شرکت فرمائی فرمایا تو قرآن پڑھ تا کہ میں سنوں ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم دس آیات قرآنی پڑھ کر ان کے معانی سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کے بعد آگے پڑھا کرتے تھے، شاگردوں کی تعداد چار ہزار ہے ۳۲ھ کو رحلت فرمائی اور جنت البقیع میں دفن کردیئے گئے۔

۳: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ:

اسلام کیلئے بڑی تکالیف اٹھائیں فرمایا: سلمان من اهل البيت دو سو پچاس سال عمر پائی مدائن میں ۳۵ھ کو انتقال فرمایا۔

’’ایران کے نومسلموں نے حضرت سلمان فارسیؓ کی خدمت میں لکھا کہ وہ اسلام لانے کے فوراً بعد عربی زبان میں نماز نہیں پڑھ سکتے چنانچہ آپ نے ان کیلئے سورۃ فاتحہ کا ترجمہ فارسی زبان میں کر کے بھیج دیا عربی زبان سیکھنے تک اپنی نمازوں میں پڑھا کرتے تھے‘‘ (مبسوط مطبوعہ مصر ج ۱ ص ۳۷)

آپ پہلے مترجم اور مفسر ہوئے۔

۴: حضرت علی کرم اللہ وجہہ:

قرآن عزیز کا سننا اور پھر اس کا سمجھنا آپ کو زیادہ نصیب ہوا، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے تفسیر قرآن آپ سے نقل فرمائی آپ اکثر اوقات قرآن عزیز کی تفسیر فرمایا کرتے جس کو ابوحمزہ ثمالیؒ لکھ لیا کرتے تھے جس کو فہم القرآن کا نام دیا ہے آپ سے پوچھا گیا ما فی هذه الصحيفه تو آپ نے فرمایا فهم القرآن آپ کی شہادت ۲۱ رمضان ۴۰ھ کو ہوئی۔

۵: ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

اجلہ صحابہ کرام کو آپ کی شاگردی کا شرف حاصل تھا باقاعدہ درس قرآن حدیث دیا کرتی تھیں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب بھی ہم کو فہم آیات قرآنی میں کوئی مشکل پیش آتی تو آپ نے راہ نمائی فرمائی وفات ۱۷ رمضان ۵۷ھ جنت البقیع میں آرام فرما ہیں۔

۶: حضرت مسروق بن اجدح رحمہ اللہ:

عہد صدیقی میں اسلام لائے کارہائے نمایاں انجام دیئے عائشہ صدیقہؓ اور ابن مسعود سے اکتساب فیض کیا، ارض حرم میں پاؤں پھیلا کر نہ سوتے تھے ۶۳ھ میں وفات ہوئی۔

۷: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما:

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے ہیں دو موقع پر سید دو عالم صلی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے سونا چاندی (بغیر زکوٰۃ کے یا حرام مال سے جمع کر کے) پیچھے چھوڑا اس کو اس سے داغ دیا جائے گا۔ (احمد)

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ اس کو دین کی سمجھ اور قرآن فہمی کی دولت عطا فرما، قرآن عزیز کے اچھے ترجمان علمی مجلس منعقد فرماتے غیر عرب طلباء کیلئے ترجمان مقرر کیے ہوئے تھے اور طلباء کو تفسیری نوٹ لکھواتے تھے ابن ابی ملیکہ نے مجاہدؒ کے پاس دو تختیاں دیکھی جن پر ابن عباسؓ نے ان کو قرآنی آیات کی تفاسیر لکھائی اصول التفسیر از ابن تیمیہ ص ۶۲ ایک سورۃ کی تلاوت فرماتے اور پھر خود ہی اس کی تفسیر بھی فرماتے تھے۔ ابو وائل فرماتے ہیں: سورۂ بقرہ یا سورۂ نور کی تلاوت فرمائی اور پھر اس کی ایسی جامع تفسیر فرمائی کہ اگر اس کو ترک روم اور دیلمی سن لیتے مسلمان ہو جاتے حضرت مجاہد نے ابن عباسؓ سے تیس مرتبہ قرآن عزیز پڑھا آپ کے شاگرد سعید بن جبیر عکرمہ طاؤس عطا ہیں آپ سے جو تفسیر نقل کی گئی ہے وہ علی بن طلحہ ہاشمی (م ۱۴۳ھ کی سند سے منقول ہے یہ تفسیر لیث بن سعد م ۱۷۵ھ کے کاتب ابو صالح کے پاس مصر میں موجود تھی اور یہی تفسیر امام بخاری نے اپنی صحیح میں اسی سند کے ساتھ روایت کی ہے۔ تفسیر ابن عباسؓ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے فوراً بعد مرتب ہو چکی تھی" قلمی نسخہ ہرن کی جھلی پر لکھا ہوا مکتبہ ملک عبد العزیز کے کتب خانہ مدینہ منورہ میں موجود ہے۔ جس پر سال کتابت ۳۱۶ھ درج ہے تنویر المقیاس فی تفسیر ابن عباس کا ایک قلمی نسخہ پبلک لائبیری لاہور میں موجود ہے ۱۲۱۰ھ درج ہے تفسیر ابن عباسؓ کا اردو ترجمہ کلام کمپنی کراچی نے شائع کیا تفسیری ارشادات ایک مجموعہ مکہ یونیورسٹی نے بھی شائع کیا ہے علاوہ آپ کے چند مسائل نافع بن الازرق بھی ہے قرآن عزیز کے لئے جو اشعار بطور شہادت جن کا ماخذ سیوطی کی اتقان ابن الانباری کی کتاب الوقف اور طبرانی کی معجم کبیر ہے۔ مسائل ابن الازرق میں

جزی اللّٰه الاكان بيني وبينهم

جزاء ظلوم لا يؤخذ عاجلاً

مکہ مکرمہ سے طائف منتقل ہو گئے تھے اور وہیں ۶۸ھ کو وصال ہوا۔

۸: ربیع بن مہران بصری:

خود فرماتے ہیں "مجھے ابن عباسؓ اپنے پاس تخت پر بٹھایا کرتے تھے آپ کے شاگردوں میں سے حضرت قتادہ جیسے مفسر قرآن پیدا ہوئے صحابہ کرامؓ کے بعد تفسیر جاننے والا ابو العالیہ سے بہتر کوئی نہیں۔"

۹: سعید بن جبیر بن ہشام الاشدی:

(۱۳) حضرت قتادہ نے فرمایا: تابعین میں سے سب سے زیادہ تفسیر قرآن عزیز جاننے والے سعید بن جبیر ہیں طبری هو ثقة امام المسلمين حجة ابن حبان كان عبداً فاضلاً ورعاً علامہ ذهبی هو احدالاعلام خلیفه وقت عبد الملک بن مروان (م ۸۶ھ) نے آپ سے تفسیر قرآن عزیز مرتب کرنے کی درخواست کی جس پر تفسیر لکھی پھر اس قلمی نسخہ کو خلیفہ نے شاہی کتب خانہ کی زینت بنا دیا عطاء بن دینار الہلامی مصری نے شاہی کتب خانہ سے حاصل کر کے روایت کیا حجاج بن یوسف کے ظلم کا نشانہ بنے ۹۵ھ میں جام شہادت نوش فرمایا (۱۴) زید بن ثابت رضی اللہ عنہ (۱۵) ابو موسیٰ اشعری رضا (۱۶) عبداللہ بن زبیرؓ۔

۱۰: ابو الاسود بن عمرو بن سفیان رحمہ اللہ:

(۱۷) جلیل القدر تابعی تھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے شاگرد علم نحو کا ابتدائی جملہ الکلمۃ ثلثۃ اضرب اسم وفعل حرف سکھایا تفسیر بھی ابو الاسود نے حضرت علی سے روایت کی وفات ۹۹ھ یا ۱۰۱ھ بھی لکھی ہے۔

۱۱: ضحاک بن مزاحم ہلالی رحمہ اللہ:

خراسان کے بہت بڑے عالم اور مفسر القرآن، آپ کا مدرسہ اس قدر وسیع تھا کہ آپ حمار پر سوار ہو کر طلباء کی نگرانی فرمایا کرتے طلباء کی تعداد تین ہزار تک پہنچ جاتی ۱۰۲ھ میں وفات پائی۔

۱۲: حضرت عکرمہ افریقی رحمہ اللہ

ولادت مدینہ منورہ حضرت ابن عباسؓ کے غلام آزاد علم کی اشاعت کیلئے خراسان، اصبہان، مصر وغیرہ کا سفر کئی بار کیا چنانچہ ابن خلکان رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ كان عكرمة الطواف والجولان في البلاد ۱۰۴ھ کو وفات ہوئی۔

۱۳: مجاہد بن جبیر رحمہ اللہ:

ولادت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوئی حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے ممتاز شاگرد تھے ابن عباسؓ سے تین دفعہ قرآن عزیز پڑھا مکہ مکرمہ میں بحالت سجدہ وفات ۱۰۲ھ میں پائی عبداللہ بن عمرؓ ان کی سواری کی رکاب تھام لیتے تھے (مقدمہ کسالہ تفسیر از ابن تیمیہ رحمہ اللہ تفسیر مجاہد رحمہ اللہ حکومت قطر سے طبع ہو چکی ہے۔

۱۴: طاؤس بن کیسان رحمہ اللہ:

یمن کی بستی جند میں پیدا ہوئے، ابن عباسؓ کے علاوہ انچاس صحابہ کرامؓ کی زیارت کی ابن عباسؓ نے فرمایا: انی لا ظن طاؤس من اهل الجنته "۱۰۶ھ کو مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔

۱۵: حافظ ابو الخطاب قتادہ بن دعامہ رحمہ اللہ:

عربی النسل اور مادرزاد نابینا تھے اجلہ علماء محدثین و مفسرین سے استفادہ کیا آپ کے استاد ابن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں، "قتادہ احفظ الناس تھے۔" امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ "قتادہ تفسیر القرآن اور اختلاف العلماء میں سب سے مقدم تھے کہتے کہ مجھے ہر آیت کے متعلق تفسیر کا کچھ نہ کچھ حصہ معلوم ہے عراقی علماء نے آپ کو عالم اهل البصرة کا لقب دیا ۱۱۷ھ میں انتقال فرمایا۔

۱۶: محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ:

ابن مسعودؓ سے شرف تلمذ تفسیر القرآن میں بلند مقام ۱۱۸ھ میں وفات ہوئی۔

۱۷: اسمٰعیل بن عبد الرحمٰن رحمہ اللہ السدی الکبیر:

سدی انس بنؓ مالک اور ابن عباسؓ سے تفسیر امام بخاری کے علاوہ دوسرے محدثین نے آپ سے روایات لی ہیں آپ کی وفات ۱۲۷ھ کو ہوئی کوفہ کے نامور مفسر سمجھے گئے ثقہ ہونے میں اختلاف ہے۔

۱۸: زید بن اسلم رحمہ اللہ:

حضرت عمر فاروقؓ کے غلام تھے حضرت حسینؓ بن علیؓ آپ کے درس میں بیٹھتے امام مالکؒ جیسے اجلہ علماء کرام آپ کے شاگرد ہوئے ۱۳۶ھ کو وفات ہوئی۔

۱۹: علی بن طلحہ رحمہ اللہ:

ابوالحسن تفسیر حضرت ابن عباسؓ سے نقل فرمائی اور پھر اس کو ایک صحیفہ کی شکل میں جمع کر دیا امام احمد رحمہ اللہ کا ارشاد: ''مصر میں تفسیر کا وہ صحیفہ محفوظ ہے جسے علی بن ابی طلحہؓ نے روایت کیا ہے اگر کوئی آدمی اس کیلئے مصر کا سفر کرے تو یہ کوئی مشقت کی بات نہ ہوگی کچھ اقتباسات محمد فواد مصری رحمہ اللہ معجم غریب القرآن کے نام سے شائع کر دیئے وفات ۱۴۳ھ کو ہوئی۔

۲۰: ابو عمرو بن العلاء رحمہ اللہ:

امام حسن بصری کے ساتھ خادمانہ تعلق قرآن کریم کے ساتھ عشق قراء سبعہ میں سے ایک آپ بھی ہیں کتاب بہ نام مرسوم المصحف لکھی کوفہ میں ۱۴۵ھ کو انتقال فرمایا۔

۲۱: مقاتل بن حیان رحمہ اللہ:

تہذیب میں ابن حبان نے لکھا ابن کثیر رحمہ اللہ اور مفسر بغوی رحمہ اللہ نے اپنی اسناد میں اس مفسر کا ذکر بھی کیا ہے بلخ سے کابل آ کر مقیم ہو گئے، ایک تفسیر بہ نام نوادر التفسیر مرتب کی انتقال ۱۵۰ھ کو ہوا۔

۲۲: عبد الملک بن عبد العزیز:

تین سو سے زائد شیوخ جن میں سے امام احمد رحمہ اللہ بھی بصرہ میں تدریس آپ کے حلقہ درس میں سے سفیان ثوری رحمہ اللہ ابوداؤد رحمہ اللہ، عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ ہوئے امام المتقین کہا جاتا تھا خلیفہ حلبی رحمہ اللہ ان کی مرتبہ تفسیر کو تفسیر شعبہ کہا جاتا تھا ۱۶۰ھ میں بصرہ میں انتقال ہوا۔

۲۳: سفیان ثوری رحمہ اللہ:

کوفہ میں خلیفہ سلیمان بن عبد الملک رحمہ اللہ کے زمانہ میں پیدا ہوئے علم و معرفت تقوی پر اہل زمانہ متفق تھے معمر اوزاعی فضیل بن عیاض رحمہ اللہ آپ کے شاگرد ہیں آپ کی قرآن عزیز کی تفسیر رضا لائبریری رام پور (بھارت) میں محفوظ ہے امتیاز عرشی کی ترتیب سے سورۃ بقرہ تا سورۃ و الطور شائع ہو چکا ہے بصرہ میں ۱۶۱ھ میں فوت ہوئے۔

۲۴: زائدہ بن قدامہ کوفی رحمہ اللہ:

ابواسحاق رحمہ اللہ و دیگر جلیل القدر علماء سے علوم حاصل کیے سنت نبوی کے اس قدر دلدادہ تھے کہ کسی بدعتی اور تقدیر کے منکر کو اپنے مدرسہ میں داخل نہ کرتے تھے جہاد بالسیف بھی کیا حدیث اور تفسیر میں کتابیں لکھی ۱۶۱ھ کو شہید ہوئے۔

۲۵: امام مالک بن انس رحمہ اللہ:

ستر صحابہ کرامؓ کی زیارت کی سترہ سال کی عمر میں آپ مدرس، مفتی اور قاضی مشہور ہو چکے لقب امام اہل مدینہ آپ کی کتاب موطا امام مالک ہے ایک قرآن عزیز کی تفسیر بھی ہے تراجم مالکیہ کتابه فی التفسیر وهذه سبعون الف مسلعله ساتویں صدی ہجری محقق عالم ابوالحسن علی الاشبیلی رحمہ اللہ م ۶۶۲ھ نے اپنے استاد امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی مرتبہ تفسیر قرآن کریم پڑھی ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۱۷۹ھ مزار مبارک جنت البقیع مدینہ منورہ میں ہے۔

۲۶: عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے جلیل القدر شاگرد وں علم و عمل تقوی مجاہد فی سبیل اللہ بھی مصنف کتاب الزہد جامع کتاب ہے احیاء المعارف (انڈیا) سے ۱۹۶۶ء کو شائع ہو چکی ہے، قرآن عزیز کی ایک تفسیر بھی مرتب فرمائی ۱۸۱ھ کو انتقال فرمایا۔ حضرت فضیل کو ایک منظوم خط لکھا جس کے دو اشعار:

یا عابد الحرمین لوا بصرتنا
لعلمت انک فی العبادة تلعب
من کان یخضب خده بدموعه
فنحور نا بدما تتخضب

۲۷: یونس بن حبیب نحوی:

بصرہ میں ابو عمرو بن العلاء اور حماد بن مسلمہ سے عربی ادب حاصل کیا کتاب معانی القرآن الکریم ۱۸۶ھ کو فوت ہوئے۔

۲۸: محمد بن مروان سدی صغیر:

وکیع بن الجراح رحمہ اللہ آپ کو نیشاپوری کہا سندھی الاصل صحاح ستہ کے جامعین محدثین عظام، امام احمد و امام شافعی آپ کے شاگردوں میں

سے ہیں دن کو روزہ اور رات کو تلاوت قرآن کی تفسیر بھی لکھی جس کا نام تفسیر دکیع ہے نفیس ترین تفسیر ہے ۱۹۷ھ کو وفات ہوئی۔

۲۹: ابو محمد سفیان بن عینیہ الہلالی رحمہ اللہ :

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر حجاز میں امام مالک رحمہ اللہ اور سفیان بن عینیہ رحمہ اللہ نہ ہوتے تو حجاز کا علم دنیا میں باقی نہ رہتا، آپ بلند پایہ مفسر تھے ابن ندیم نے لکھا ہے لہ تفسیر معروف وفات ۱۹۸ھ کو ہوئی، آپ کی تفسیر تیسری صدی تک اہل علم میں متداول تھی۔

۳۰: ابوزکریا یحیٰی بن سلام رحمہ اللہ :

تبلیغ اسلام کے لئے اپنی زندگی افریقہ میں گزار دی قرآن عزیز کی ایک تفسیر مرتب فرمائی ۲۰۰ھ کو انتقال فرمایا۔

تیسری صدی ہجری کے مفسرین قرآن مجید

(۱) الامام الشافعی رحمہ اللہ :

۱۳ سال کی عمر میں مؤطا امام مالک حفظ کر کے مدینہ منورہ امام مالک کی خدمت میں پہنچے آٹھ ماہ رہ کر پھر مکہ مکرمہ اور پھر عراق آ کر امام محمد کی شاگردی اختیار کر لی احکام القرآن کے موضوع پر تفسیر مرتب فرمائی قاہرہ میں طبع ہوئی کتب خانہ تحقیقات اسلامیہ اسلام آباد میں موجود ہے وفات ۲۰۴ کو ہوئی۔

(۲) ابوعبیدۃ رحمہ اللہ :

دو کتابیں ان کی مشہور ہیں تفسیر غریب القرآن اور کتاب مجاز القرآن، دونوں کتابیں مصر سے شائع ہو چکی ہیں وفات ۲۰۷ھ کو ہوئی۔

(۳) ابوزکریا یحیٰی بن زیاد رحمہ اللہ :

یہ فراء کے لقب سے مشہور ہیں، آپ کے درس میں اس وقت کے قضاۃ اور علماء بھی بیٹھا کرتے تھے، فراء نے اپنے شاگردوں کو تفسیر املاء کرائی جس کا حجم ایک ہزار ورق تھا، آپ کی مرتبہ کتاب معانی القرآن طبع ہو چکی ہے، ۲۰۷ھ کو وفات ہوئی، المامون نے بیٹوں کی تعلیم و تربیت کیلئے آپ کی خدمات حاصل کی تھیں، فراء باہر جانے لگے تو استاد کی جوتیاں اٹھانے کیلئے دونوں شہزادے جھگڑنے لگے آخر فراء کے فیصلے پر دونوں نے ایک ایک جوتی اٹھائی، المامون خوش ہوا استاذ کے اس قدر ادب و احترام پر دس دس ہزار دینار انعام دیا اور اتنی ہی رقم فراء کی خدمت میں پیش کی۔

(۴) محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم رحمہ اللہ :

استنباط احکام اور تنقید و تنقیح میں ید طولیٰ قرآن عزیز کی ایک تفسیر بنام احکام القرآن لکھی۔

۵: الامام حافظ عبدالرزاق ابن ہمام رحمہ اللہ :

کئی کتابیں لکھیں، قرآن کریم کی ایک تفسیر عبدالرزاق ہے، مصر کے قلمی کتب خانہ میں ہے اور یہ ۷۲۴ھ کا مکتوبہ ہے، وفات ۲۱۱ھ کو ہوئی، اس تفسیر کا عکس کتب خانہ تحقیقات اسلامیہ اسلام آباد میں موجود ہے جس کا نمبر ۲۹ ہے، تحقیق و تعلیق وطبع شدہ۔

۶: ابوالحسن سعید بن مسعدۃ النحوی رحمہ اللہ :

یہ نقش اوسط کے نام سے معروف ہیں، تفسیر معانی القرآن لکھی ۲۱۵ کو وفات ہوئی۔

۷: امام عبداللہ بن زبیر حمیدی رحمہ اللہ :

ولادت مکہ مکرمہ میں ہوئی سفیان ابن عینیہ اور امام شافعی سے اکتساب فیض کیا، دس ہزار احادیث زبانی یاد تھیں، آپ کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ایک بھی صحابیؓ کو برا کہے تو وہ جادہ سنت سے منحرف ہے، آپ کی مشہور کتاب حدیث مسند حمیدی اج تک متداول ہے، قرآن عزیز کی ایک تفسیر بھی لکھی، مکہ مکرمہ میں ۲۱۹ کو وفات پائی۔

۸: قاسم بن سلام ابوعبیدہ رحمہ اللہ :

علماء حدیث و تفسیر فقہ ادب اور دیگر علوم کے جامع مانے گئے ہیں، اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں ابوعبیدہ مجھ سے اور امام احمد، امام شافعی سے زیادہ فائق ہیں ہم لوگ تو ان کے محتاج ہیں، مفید کتابیں کتاب الاموال طبع ہو چکی ہے، کتاب معانی القرآن بھی ہے جو آثار اسانید صحابہ و تابعین اور فقہاء کی تفاسیر کا مجموعہ ہے۔ ۲۲۴ھ میں مکہ مکرمہ میں فوت ہوئے۔

۹: الحافظ سنید بن داؤد رحمہ اللہ :

ابوعلی المصیصی ایک تفسیر مرتب کی جو اپنے استاد وکیع سے روایت کی، امام عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ م ۹۷۳ھ نے اس تفسیر میں مندرجہ احادیث و آثار کی علیحدہ تخریج بھی مرتب فرمائی۔ وفات ۲۲۶ھ کو ہوئی۔

۱۰: عبدالرحمٰن بن موسیٰ ہواری:

اندلس کے مشہور عالم اور مفتی تھے، ایک تفسیر لکھی ہے ۲۲۸ھ کو وفات ہوئی۔

۱۱: ابوبکر عبداللہ (ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ)

ابن ماجہ رحمہ اللہ جیسے جلیل القدر ائمہ حدیث آپ کے شاگرد ہیں، علم حدیث میں مسند اور مصنف آپ کی مشہور تصانیف ہیں قرآن کریم کی ایک تفسیر لکھی ہے۔ ۲۳۵ کو فوت ہوئے، مصنف ۱۲ جلدوں میں مجلس علمی

کراچی کی توجہ سے طبع ہو چکی ہے۔

۱۲: محمد بن حاتم المروزی رحمہ اللہ:

السمین کے لقب سے مشہور ہوئے امام مسلم، ابو داؤد رحمہ اللہ اور ابن ماجہ رحمہ اللہ آپ کے شاگرد ہیں۔ بغداد میں با قاعدہ درس تفسیر القرآن دیا کرتے تھے قرآن عزیز کی ایک تفسیر لکھی ۲۳۵ھ کو فوت ہوئے۔

۱۳: اسحٰق ابن راہویہ رحمہ اللہ:

علم تفسیر میں آپ کا ممتاز مقام ہے، زبانی یادداشت سے تفسیر قرآن عزیز لکھوایا کرتے تھے مگر تفسیر کا با سند الفاظ کے ساتھ لکھوانا مشکل کام ہے۔ تابعین رحمہ اللہ کے بعد تفسیر کو زندہ کیا، قرآن عزیز کی تفسیر بھی لکھی۔ ۲۳۸ھ کو فوت ہوئے۔

۱۴: عبد الملک بن حبیب السلمی رحمہ اللہ:

ابو مروان فقہ مالکی تقریباً پوری حفظ تھی، تفسیر اور دیگر معارف قرآنی کے متعلق قان کی ساٹھ کتابیں ہیں، ۲۳۸ھ کو وفات ہوئی۔

۱۵: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ:

امام شافعی رحمہ اللہ امام یوسف رحمہ اللہ، سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ جیسے نادر روزگار ائمہ ہدیٰ سے استفادہ کیا، بلند پایہ محدث، مفسر اور فقیہ تھے، لاکھوں احادیث یاد تھیں، فتنہ خلق قرآن کا استیصال آپ ہی کی قربانیوں کا ثمرہ ہے، ۲۴۱ھ کو فوت ہوئے، تقریباً ۲۲ کتب تصنیف فرمائیں جن میں سے ایک تو قرآن کریم کی تفسیر ہے۔

۱۶: علی بن حجر رحمہ اللہ:

سعدی رحمہ اللہ کے نام سے شہرت پائی، سب ائمۃ الحدیث ان کے شاگرد تھے، آپ کی تصنیف احکام القرآن بھی ہے، ۲۴۴ھ کو وفات ہوئی، سعدی کا مقولہ ہے کہ عصر کے بعد کتب بینی سے نظر کمزور ہو جاتی ہے۔

۱۷: پاکستان کا مفسر القرآن، عبد بن حمید بن نصر رحمہ اللہ:

کچھ میں پیدا ہوئے، ارض عرب کا سفر کیا، امام مسلم رحمہ اللہ اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے آپ سے علم حاصل کیا ۲۴۹ھ کو وفات ہوئی، نام عبد الحمید ہے، مسند صغیر اور دوسری مسند کبیر، قرآن عزیز کی ایک تفسیر بھی لکھی جس کو ہر زمانہ میں قبولیت حاصل رہی، امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اس تفسیر کو دیکھا، من تفسیر عبد، قال حدثنا ابراھیم بن حزیم بن خاقان (م ۵۲) ثنا ابو محمد عبد الحمید بن حمید فذکر (تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۴۵۶) تفسیر ابن جریر رحمہ اللہ کی طرح تفسیر بالماثور ہے، شاہ عبد العزیز دہلوی نے فرمایا کہ یہ تفسیر مشہور ہے، عرب میں اس کو پڑھا جاتا ہے، عبد بن حمید رحمہ اللہ کے شاگردوں میں سے ابن جریر طبری رحمہ اللہ، ابن المنذر رحمہ اللہ، ابن ابی حاتم رحمہ اللہ جیسے جلیل القدر علماء حدیث و تفسیر تھے (درمنثور ج ۲۲۶ھ) کتاب التفسیر (ترمذی) ہیں ایک سو آیات کی تفسیر عبد بن حمید رحمہ اللہ سے روایت ہے۔

۱۸: محمد بن احمد السعدی رحمہ اللہ:

امام سیوطی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ سعدی نے قرآن عزیز کی ایک تفسیر بھی لکھی تھی۔ وفات ۲۵۵ھ کو ہوئی۔

۱۹: ابو محمد امام الدارمی رحمہ اللہ:

حرمین، حجاز، شام، عراق کا علمی سفر کیا، مفسر و محدث ہوئے، مسند دارمی، امام مسلم رحمہ اللہ، ترمذی رحمہ اللہ اور ابو داؤد رحمہ اللہ آپ کے شاگردوں میں سے ہیں، ایک تفسیر بھی لکھی، ابن حجر نے فرمایا باکمال مفسر اور صاحب علم فقیہ تھے آپ کی ولادت ۱۸۱ھ اور وفات ۲۵۵ھ کو ہوئی، امام احمد نے فرمایا دارمی پر دنیا پیش کی گئی مگر آپ نے قبول نہ کی، امام بخاری رحمہ اللہ نے آپ کی وفات کا سنا تو آنکھوں سے آنسو ڈھلک کر چہرے پر آگئے، اور پھر بے ساختہ یہ شعر پڑھا:

ان تبق تفجع بالا حبته کلھم وفناء نفسک لا ابالک افجع

۲۰: محمد بن سحنون قیروانی رحمہ اللہ:

امام زہری رحمہ اللہ اور سلمہ بن سیب رحمہ اللہ سے اکتساب فیض کیا، مؤطاء امام مالک کی شرح چار جلدوں میں لکھی تفسیر احکام القرآن بھی لکھی، ۲۵۶ھ کو فوت ہو کر قیروان میں دفن ہوئے۔

۲۱: ابو عبد اللہ محمد بخاری رحمہ اللہ:

امام بخاری رحمہ اللہ ہیں جن کی جمع کردہ صحیح بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کا درجہ حاصل ہے، ولادت بروز جمعۃ المبارک سنہ ۱۹۴ھ کو بخارا میں ہوئی، اسحٰق بن راہویہ، علی ابن المدینی، احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے علم حاصل کیا۔ طلب علم کیلئے مصر، شام، بصرہ، کوفہ، بغداد کے کئی سفر کیے، صحیح بخاری کو سولہ سال کی محنت شاقہ کے بعد مرتب فرمایا، صحیح بخاری میں کتاب التفسیر کے عنوان سے تفسیر قرآن عزیز کو جمع فرمایا، اور مستقل طور پر بھی قرآن عزیز کی تفسیر کبیر لکھی ہے۔ وفات سنہ ۲۵۶ھ کو عید الفطر کی رات ہوئی۔

۲۲: شیخ الاسلام عبد اللہ بن سعید اسکندری رحمہ اللہ:

ابو حاتم رحمہ اللہ نے لکھا ہے ھو امام اھل زمانہ قرآن کریم کی ایک تفسیر لکھی سنہ ۲۵۷ھ کو وفات پائی۔

۲۳: احمد بن الفرات رحمہ اللہ:

ابومسعودالرازی رحمہ اللہ صاحب قلم بھی تھے، پانچ لاکھ سے زیادہ احادیث اپنے قلم سے لکھیں، قرآن عزیز کی ایک تفسیر بھی لکھی، سنہ ۲۵۸ھ کو وفات پائی۔

۲۴: محمد بن عبداللہ بن الحکم رحمہ اللہ:

امام شافعی رحمہ اللہ کی صحبت میں رہے، فقہ شافعی میں مہارت، امام طبری رحمہ اللہ جیسے آپ کے شاگردوں میں سے ہیں، احکام القرآن نام کی تفسیر لکھی سنہ ۲۶۸ھ کو فوت ہوئے۔

۲۵: امام ابن ماجہ رحمہ اللہ صاحب:

''سنن ابن ماجہ'' قرآن عزیز کی ایک تفسیر بھی لکھی، ابن جوزی نے اس تفسیر کا ذکر المستظم میں کیا ہے ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا لا بن ماجة تفسير حافل ابن خلکان نے فرمایا تفسیر القرآن الکریم علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے الاتقان میں اس کو ابن جریر کے طرفہ کی تفسیر بتایا ہے۔

۲۶: امام ابوداؤد سجستانی رحمہ اللہ:

مشہور کتاب سنن ابی داؤد کتاب التفسیر، نظم القرآن، کتاب فضل القرآن کا تعلق تفسیر سے ہے، وفات ۲۷۵ھ کو ہوئی۔

۲۷: بیہقی بن مخلد رحمہ اللہ:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ دیگر علماء عظام سے اکتساب علم کیا، علم وفضل کے علاوہ مجاہد تھے، فرمایا ''میں نے اندلس میں ایسا پودا لگا دیا ہے جو خروج دجال کے بغیر نہ اکھڑ سکے گا۔'' ایک مسند مرتب کی جس میں تیرہ سو سے زائد صحابہ کرامؓ کی روایات جمع کر دی ہیں اور قرآن عزیز کی ایک تفسیر بھی لکھی ابن حزم اندلسی نے کہا ہے لم یولف فی الاسلام مثل تفسیرہ اور بروکلمن نے ابن عساکر رحمہ اللہ کی یہ رائے ذکر کی ہے کہ بیہقی رحمہ اللہ کی تفسیر ابن جریر رحمہ اللہ کی تفسیر سے فائق ہے آپ کی وفات ۲۷۶ھ کو ہوئی۔

۲۸: مسلم بن قتیبہ رحمہ اللہ:

ابن راہویہ رحمہ اللہ یحیی ابن اکثم رحمہ اللہ سے اکتساب فیض کیا، اس موضوع پر کتابیں تحریر کیں۔ (۱) تفسیر غریب القرآن (۲) کتاب معانی القرآن (۳) تاویل مشکل القرآن (۴) مستقل علیحدہ تفسیر القرآن کا ذکر بھی قاضی عیاض نے کیا ہے۔ وفات ۲۷۶ھ میں ہوئی۔

۲۹: امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ:

امام بخاری رحمہ اللہ کے خصوصی تلمیذ ہیں، حافظ، تقوی اور تفقہ لاثانی تھا، سنن ترمذی مشہور ہے ابواب التفسیر میں ۹۲ سورتوں کے ضروری مقامات کی تفسیر بیان فرمائی ہے، تفسیر ترمذی کے نام سے مشہور ہے، یہ تفسیر قلمی پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود ہے۔ (۱۔۳۵۹)

۳۰: اسمٰعیل بن اسحٰق رحمہ اللہ:

مالکی فقہ کے شیخ مانے گئے، ایک تفسیر احکام القرآن بھی ہے جو پچیس جلدوں پر مشتمل ہے۔ ۲۸۲ھ کو فوت ہوئے۔

۳۱: سہل بن عبداللہ تستری رحمہ اللہ:

علوم شریعت وطریقت کے آپ جامع تھے مکہ مکرمہ میں ذوالنون مصری سے شرف ہوا، ایک جامع تفسیر عربی زبان میں لکھی جس کو ابویوسف سنجری رحمہ اللہ نے مصنف رحمہ اللہ سے ۲۷۵ھ میں سنا اور روایت بھی کیا یہ تفسیر طبع ہو چکی ہے۔ وفات ۲۸۳ھ کو ہوئی۔

۳۲: ابوالعباس محمد بن یزید مشہور بہ مبرد رحمہ اللہ:

اعراب القرآن کے نام سے دو مستقل کتابیں ما اتفق لفظه واختلف معناه من القرن المجيد اور کتب خانہ تحقیقات اسلامیہ اسلام آباد میں موجود ہے، وفات ۲۸۵ھ کو ہوئی۔

۳۳: احمد بن داؤد دینوری رحمہ اللہ:

اصمعی رحمہ اللہ سے اکتساب فیض کیا۔ علوم اسلامیہ، تاریخ اور حکمت وفلسفہ میں یکتائے روزگار تھے، امام سیوطی رحمہ اللہ نے فرمایا: کان من نوادر الرجال ممن جمع بين اداب العربية وحكم الفلاسفة ابتداء آفرینش انسانی سے لے کر مؤلف کے دور تک تاریخ کے واقعات کو مختصر طور پر جمع کیا ان کی کتاب اخبار الطوال ہے، قاہرہ سے شائع ہو چکی ہے ایک تفسیر کا نام تفسیر الدینوری ہے، جو تیرہ جلدوں میں ہے اور بغداد میں اس کا مخطوطہ موجود ہے، آپ کی وفات ۲۸۲ھ کو ہوئی۔

۳۴: امام احمد بن محمد بن حنبل رحمہ اللہ:

گرامی قدر والد اور دوسرے علماء سے علم حاصل کیا، آپ نے اپنے والد ماجد سے تیس ہزار مسند احادیث اور ایک لاکھ بائیس ہزار تفسیری ارشادات سنے۔ ۲۹۰ھ کو وفات ہوئی۔

۳۵: احمد بن یحیٰی ایشبانی رحمہ اللہ:

ثعلب جو امام وقت مانے گئے، قرآنی موضوع کے متعلق کتاب معانی القرآن، کتاب اعراب القرآن اور غریب القرآن لکھیں، وفات ۲۹۱ھ کو ہوئی۔

چوتھی صدی ہجری کے مفسرین قرآن مجید

(۱) موسیٰ بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ قطان رحمہ اللہ:

امام محمد رحمہ اللہ اور ابن سخون رحمہ اللہ کے شاگرد رشید تھے علم نبوت میں

کامل دسترس حاصل تھی، احکام القرآن کے نام سے ایک تفسیر بارہ جلدوں میں مرتب فرمائی، ۳۰۶ھ کو فوت ہوئے، طرابلس کا قاضی مقرر کیا گیا آپ نے ہر مظلوم کی مدد کی اور ہر ظالم کو سزا دی۔

(۲) ابوعبداللہ بن محمد بن وہب رحمہ اللہ:

ابن وہب رحمہ اللہ نے ایک تفسیر لکھی، فیروز آبادی نے تنویر المقیاس فی تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ میں اس سے استفادہ کیا انتقال ۳۰۸ھ میں ہوا، اس تفسیر کا ایک مخطوطہ خزانہ اباصوفیہ میں محفوظ ہے جس کا نمبر ۲۲۱، ۲۰۲ ہے ایک نسخہ سورۃ اخلاص تک خزانہ آصفیہ حیدر آباد دکن میں موجود ہے، چھٹی صدی ہجری کا مخطوطہ ہے۔

۳: محمد بن المفضل بن سلمہ بغدادی رحمہ اللہ:

معانی القرآن کے عنوان پر ایک کتاب لکھی جس کا نام ضیاء القلوب ہے۔ ۳۰۸ھ کو فوت ہوئے۔

۴: امام ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر رحمہ اللہ:

ولادت تونیشار پور اقامت مکہ مکرمہ میں محمد بن میمون رحمہ اللہ، محمد بن اسمعیل الصائغ رحمہ اللہ سے اکتساب علم کیا، زمانہ کے امام مجتہد مشہور ہوئے، قرآن عزیز کی ایک تفسیر لکھی، امام ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ۳۱۶ میں ابن المنذر سے ان کی ملاقات ہوئی تھی۔

۵: محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ:

طلب علم کیلئے مصر، شام، عراق تک سفر کیا، قرآن عزیز کی تفسیر احادیث، آثار صحابہ رضی اللہ عنہم سے قرآن عزیز کی تفسیر کی گئی جس کا نام جامع البیان فی تفسیر القرآن ہے مگر مشہور ابن جریر رحمہ اللہ اور طبری رحمہ اللہ ہے، امراء اور سلاطین سے لاتعلق رہے، یہ تفسیر ساری تفسیر بالماثور ہے، مصر کے مطبع میمنہ سے ۱۳۲۱ھ شائع ہوئی۔ نسخہ مدینہ منورہ کے کتب خانہ میں موجود تھا، دارالعلوم دیوبند کتب خانہ اس کا اُردو میں بھی ترجمہ کر رہا ہے، منصور بن نوح رحمہ اللہ کا فارسی ترجمہ ے جلدوں میں ۱۳۴۲ھ میں تہران سے شائع ہو چکا ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ نے کہا ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے یہ تفسیر سات سالوں ۲۸۳ھ تا ۹۰ھ) میں نقل کی، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سند کے اعتبار سے بھی دوسری تفاسیر سے افضل ہے، امام نووی رحمہ اللہ آج تک ایسی جامع تفسیر کوئی نہیں لکھی گئی، ابو حامد اسفرائنی رحمہ اللہ اس تفسیر کو حاصل کرنے کے لئے چین تک سفر کرنا مہنگا نہیں، دور حاضر مفتی عبدہ رحمہ اللہ ابن جریر رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں صرف حدیث مرفوع ہی نقل کرتے ہیں، دور حاضر کے مستشرقوں نے بھی اعتراف کیا ہے کہ یہ تفسیر دوسری تفسیر سے بے نیاز کر دیتی ہے۔

۶: حافظ کبیر عمر بن بجیر رحمہ اللہ:

سمرقند کے قصبہ ہمدان میں ۲۲۳ھ کو پیدا ہوئے، علم حدیث میں حافظ کا مقام حاصل کیا اور صحیح احادیث کا ایک عظیم مجموعہ مرتب فرمایا، قرآن عزیز کی ایک تفسیر بھی مرتب فرمائی اور ۳۱۱ھ کو فوت ہوئے۔

۷: ابواسحٰق ابراہیم زجاج محمد بن السری رحمہ اللہ:

معانی القرآن کے نام سے ایک جامع کتاب مرتب فرمائی۔ ۳۱۶ھ کو بغداد میں فوت ہوئے، مفسرین رحمہ اللہ نے بھی استفادہ کیا ہے، پہلی جلد مصر میں طبع ہو چکی ہے۔

۸: ابوبکر سلیمان بن الاشعث امام ابوداؤد السجستانی رحمہ اللہ:

فن تفسیر اور علم عقائد پر بھی مفید کتابیں لکھیں طبری رحمہ اللہ کے ہم زمان ہیں، ایک تفسیر لکھی جس کا نام کتاب التفسیر رکھا۔ ۳۱۶ کو وفات ہوئی۔ فرمایا جس دن میں کوفہ میں طلب علم کیلئے پہنچا ایک درہم تھا، لوبیا خرید لیا، جس دن تیس ہزار احادیث لکھ چکا اسی دن لوبیا بھی ختم ہو گیا۔

۹: عبداللہ بن محمد رحمہ اللہ:

احناف کے بلند پایہ عالم تھے، قرآن کریم کی ایک تفسیر بارہ جلدوں میں مرتب کی، ۳۱۹ھ کو وفات پائی۔

۱۰: محمد بن ابراہیم النحوی رحمہ اللہ:

علماء کرام مشکلات علمیہ کیلئے دور دراز سے آیا کرتے تھے مصنف غریب الحدیث اور معانی القرآن لکھی۔ ۳۲۰ھ کو فوت ہوئے۔

۱۱: احمد بن عبداللہ دینوری رحمہ اللہ:

علم و حافظ بے مثال فقہ مالکی کے مقلد تھے، معانی القرآن کے موضوع سے خاص شغف تھا، عراق میں آپ کے حلقہ درس بہت وسیع تھا، معانی القرآن مستند کتاب ہے، مفسرین رحمہ اللہ نے علمی استشہاد کیا ہے، ربیع الاول ۳۲۲ھ کو فوت ہوئے۔

۱۲: احمد بن محمد امام طحاوی رحمہ اللہ:

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی کتابوں اور ان کی فقہ کے مطالعہ کا شوق تھا، درس و تدریس میں شہرت حاصل کی، امام طبرانی رحمہ اللہ محدث اور ابوبکر بن المقری رحمہ اللہ جیسے جلیل القدر علماء آپ کے شاگرد تھے، علم حدیث کی دو کتابیں معانی الآثار اور مشکل الآثار مشہور ہیں، تفسیر کے ضمن میں آپ نے احکام القرآن مرتب فرمائی بعض علماء تذکرہ نے آپ کی ایک اور تفسیر کا ذکر بھی تفسیر القرآن کے نام سے کیا ہے وہ ایک ہزار اوراق پر مشتمل ہے۔ وفات ۳۲۱ھ کو ہوئی۔

۱۳: احمد بن سہل بلخی رحمہ اللہ:

کتاب نظم القرآن، کتاب قوارع القرآن، کتاب مااغلق من غریب القرآن تفسیر کی قابل قدر کتابیں ہیں، ۳۲۲ھ کو فوت ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی مال خشکی میں یا دریا میں تلف ہوتا ہے زکوٰۃ نہ دینے سے ہوتا ہے (طبرانی اوسط)

۱۴: عبدالرحمٰن بن ابی حاتم التمیمی الحنظلی رحمہ اللہ :

علم کا سمندر کہلائے گئے، ابدال زمانہ تھے جرح وتعدیل میں تالیف فرمائی، فرقہ جہمیہ کے رد میں قرآن کریم کی ایک تفسیر بھی لکھی جو بقول امام سکی چار جلدوں میں ہے اور آثار مسندہ پر مشتمل ہے یہ تفسیر قلمی تفسیر ابن ابی حاتم رحمہ اللہ کے نام سے مدینہ منورہ کے کتب خانہ محمودیہ میں موجود ہے، انتقال ۳۲۷ھ کو ہوا، اس تفسیر کا ابتدائی حصہ ڈاکٹر زہران اور ڈاکٹر بشیر حکمت رحمہ اللہ کی تحقیق اور تعلیق کے ساتھ شائع ہو چکا ہے۔

۱۵: ابوبکر محمد بن القاسم :

۲۷۱ھ میں پیدا ہوئے، انباری رحمہ اللہ کہلائے۔ تین لاکھ اشعار یاد تھے، امام ذہبی رحمہ اللہ نے کہا ایک سو بیس کتب تفسیر یاد تھیں، امام جوزی رحمہ اللہ نے فرمایا تفاسیر پوری سند کے ساتھ یاد تھیں، محمد بن جعفر تمیمی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ انباری کو تیرہ صندوق کتابوں کے یاد تھے، ایک کتاب اضداد القرآن کے موضوع پر لکھی، کویت نے طبع کرائی ہے، معانی باہم مخالف ہیں مگر کلمات ایک ہی طرز پر ہیں، انتقال ۳۲۸ھ کو ہوا۔

۱۶: ابوبکر محمد بن عزیز السجستانی رحمہ اللہ :

ایک کتاب بنام غریب القرآن لکھی جو نزہۃ القلوب کے نام سے مشہور ہے، تفسیر تبصیر الرحمٰن کے حاشیہ پر طبع ہوئی مستقل کتاب بھی طبع ہوئی۔ وفات ۳۳۰ھ کو ہوئی۔

۱۷: محمد بن محمد بن محمود ابو منصور الماتریدی:

امام الھدیٰ رحمہ اللہ کا لقب دیا گیا، کئی کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں سے قرآن عزیز کی ایک تفسیر بھی ہے جو فقہ حنفی کے نقطہ نظر سے لکھی گئی ہے، خلیفہ چلپی نے اس کا نام تاویلات اہل السنۃ رکھا مگر مشہور نام تاویلات قرآن ہے اس کے متعلق الشیخ عبدالقادر نے فرمایا کہ کتاب لا یوازیہ کتاب من سبقتہ فی ھذا الفن اس تفسیر کے کئی قلمی نسخے پائے جاتے ہیں، مکتبہ حرم مکہ کتب خانہ بانکی پور کتب خانہ خدا بخش پٹنہ میں ۶۳۱ھ کا مخطوطہ ہے، اس کا ایک کامل نسخہ عکسی پبلک لائبریری لاہور میں موجود ہے۔ وفات ۳۳۳ھ کو ہوئی۔

۱۸: امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ :

اول آپ عقیدۃً معتزلی تھے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلک اہلسنت و الجماعۃ کو اختیار کر، چنانچہ خواب سے بیدار ہوتے ہی مسلک اہل السنۃ و الجماعۃ اختیار کر لیا اور معتزلہ سے کئی مناظرے کئے، قرآن عزیز کی ایک تفسیر بہ نام المخزن فی علوم القرآن لکھی وفات ۳۳۴ھ کو ہوئی، علامہ محمد زاہد کوثری رحمہ اللہ نے فرمایا پورے قرآن عزیز کی تفسیر ستر جلدوں میں ہے۔

۱۹: احمد بن جعفر المعروف ابن المناوی رحمہ اللہ :

علوم قرآنیہ پر چار سو سے زیادہ کتابیں علاوہ ابن الجوزی رحمہ اللہ (م ۵۹۷ھ) نے اکیس کتابوں کا خود مطالعہ کیا۔ **ولا نجد فی کلامہ شیئا من الحشوبل ھو نقی الکلام و جمع بین الروایتہ و الدرایتہ** ابن الجوزی رحمہ اللہ نے ان مخطوطات کا مطالعہ بھی کیا ہے جو ابن المناوی رحمہ اللہ نے اپنے قلم سے تحریر کئے ہیں۔ ۳۳۶ھ کو فوت ہوئے۔

۲۰: احمد بن محمد نحوی مصری رحمہ اللہ :

ابن نحاس رحمہ اللہ کے نام سے مشہور تھے، کتاب الناسخ والمنسوخ مشہور ہے مگر بروکلمن نے لکھا ہے کہ ان کی ایک کتاب بہ نام اعراب القرآن بھی ہے سیوطی رحمہ اللہ نے ایک معانی القرآن کا ذکر بھی کیا ہے ابن خلکان رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ابن نحاس رحمہ اللہ نے قرآن عزیز کی ایک تفسیر بھی مرتب کی ہے آپ کی وفات ۳۳۷ھ میں ہوئی۔

۲۱: علی بن حمشاذ رحمہ اللہ :

نیشاپور کا نام روشن کیا، شب بیدار علم حدیث میں ایک عظیم مسند جمع کی، تفسیر بھی لکھی جو دو سو تیس اجزاء پر مشتمل ہے وفات ۳۳۸ھ کو ہوئی۔

۲۲: قاسم ابن اصبغ رحمہ اللہ

بیانی کہلائے، بقی بن مخلد رحمہ اللہ سے علم حاصل کیا حدیث بلاد اسلامیہ کا سفر کیا، مکہ مکرمہ میں محمد بن اسمٰعیل الصائغ رحمہ اللہ سے اکتساب علم کے بعد قرطبہ تدریس وتعلیم امیر عبدالرحمٰن رحمہ اللہ اور ولی عہد رحمہ اللہ دونوں نے آپ کی شاگردی کا شرف حاصل کیا، احکام القرآن کے نام سے ایک تفسیر بھی لکھی۔ ۳۴۰ھ کو وفات پائی۔

۲۳: ابوبکر محمد عبداللہ بن جعفر بن درستویہ رحمہ اللہ فارسی نحوی

امام دارقطنی جیسے امام الحدیث آپ کے شاگردوں میں سے تھے۔ ثعلب رحمہ اللہ اور اخفش رحمہ اللہ کی مرتب کردہ تفاسیر پر ایک محاکمہ لکھا جس کا نام "کتاب المتوسط بین الاخفش وثعلب فی تفسیر القرآن" ہے وفات ۳۴۳ھ کو ہوئی۔

۲۴: ابوعبداللہ محمد بن حبان بن احمد البستی رحمہ اللہ

تفسیر میں کامل رسوخ حاصل تھا، جو سات جلدوں میں ہے قرآن عزیز کی ایک تفسیر بھی لکھی جو طبع ہو چکی ہے قلمی نسخہ مدینہ منورہ کے کتب خانہ محمودیہ میں ہے۔ ۳۵۴ کو وفات پائی۔

۲۵: احمد بن محمد بن سعید الحیری رحمہ اللہ

نیشاپور کے امام حاکم آپ کے شاگرد ہیں، احادیث کی کتابت فرمایا کرتے تھے، صحیح مسلم کی شرح الصحیح المخرج قرآن کریم کی ایک بہت بڑی

تفسیر لکھی، طرطوس میں ۳۵۳ھ کو شہید کر دیئے گئے۔

۲۶: شیخ امام ابو نصر منصور بن سعید رحمہ اللہ

تاج المعانی ایک تفسیر مرتب فرمائی جملہ تفاسیر مروجہ کا انتخاب ہے یہ تفسیر ۳۵۳ھ کو لکھی گئی۔

۲۷: محمد بن القاسم رحمہ اللہ

ابن قرطبی رحمہ اللہ مصر کے مفتی اعظم تھے، احکام القرآن کے نام سے ایک تفسیر لکھی ۳۵۵ھ کو فوت ہوئے۔

۲۸: عبد العزیز بن احمد بن جعفر بن یزداد رحمہ اللہ

غلام حلال رحمہ اللہ کے نام سے مشہور تھے امام بغوی رحمہ اللہ اور ابن ساعد رحمہ اللہ وغیرہ سے سماع حدیث کیا فقہ حنبلی، میں امام وقت مانے جاتے تھے علم تفسیر اور اصول میں بہترین تصانیف کیں اور قرآن کریم کی بھی ایک بہترین تفسیر لکھی ۳۶۳ھ کو فوت ہوئے۔

۲۹: ابو القاسم بن احمد بن ایوب شامی طبرانی رحمہ اللہ

دور دراز کے سفر کئے اور ایک ہزار اساتذہ سے سماع کیا، اپنے زمانہ میں مسند الدین کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے حدیث پر معجم کے عنوان سے کتابیں لکھی ہیں، قرآن عزیز کی ایک تفسیر بھی لکھی، ۲۸ ذیقعدہ ۳۶۵ھ کو وفات پائی۔

۳۰: محمد بن احمد بن علی ابو بکر رازی رحمہ اللہ

چونہ ساز تھے جصاص مشہور ہوئے، محقق حنفی ہونے کی وجہ سے رئیس الاحناف تھے۔ احکام القرآن کے موضوع پر ایک مبسوط تفسیر لکھی جو اس موضوع پر درجہ اسناد رکھتی ہے، دستیاب ہے۔ ۳۷۰ھ میں رحلت فرمائی۔

۳۱: ابو منصور الہروی رحمہ اللہ:

ازہری لغت میں ایک جامع کتاب التہذیب ایک تفسیر بھی بہ نام التقریب فی التفسیر لکھی ۳۷۰ھ کو وفات پائی۔

۳۲: حسین بن احمد رحمہ اللہ:

ابن خالویہ حلب میں سکونت اختیار کر لی تھی، بکر جامع رسالہ مالیس فی کلام العرب کے عنوان سے لکھا اور پارہ عم کے اعرابات پر ایک تفسیر بنام اعراب القرآن لکھی جو حیدر آباد دکن سے شائع ہو چکی ہے۔ ۳۷۰ھ کو وفات ہوئی۔

۳۳: ابو محمد عبد اللہ بن عطیہ رحمہ اللہ:

دمشق کے مشہور عالم تھے۔ آپ کی تفسیر ابن عطیہ ہے، ۳۸۲ھ کو وفات ہوئی، پچاس ہزار اشعار یاد تھے جن میں سے کلمات قرآنیہ کی تفسیر سے استشہاد کرتے تھے اس تفسیر کا ایک کامل نسخہ اباصوفیہ کے قلمی کتب خانہ میں موجود ہے۔ جس کا نمبر ۱۱۹، ۱۲۱ ہے نسخہ ناقص ایک نسخہ عاشر آفندی کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

۳۴: ابو محمد سہل بن عبد اللہ رحمہ اللہ:

ایک تفسیر لکھی جو ان آیات پر مشتمل ہے جن سے سلوک اور تصوف کے مسائل کا استنباط کیا جا سکتا ہے انتقال ۳۸۳ھ کو ہوا، کتاب تفسیر تستری دستیاب ہے۔

۳۵: محمد بن عباس ابو الحسن البغدادی رحمہ اللہ

ابن جوزی رحمہ اللہ نے لکھا ہے صرف تفسیر قرآن عزیز کے متعلق ان کی کتابیں ایک سو ہیں، علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے ہو حجۃ ثقۃ کہا ہے ۳۸۴ھ کو فوت ہوئے، اٹھارہ صندوق کتابوں کے چھوڑے۔

۳۶: ابو حفص بن شاہین رحمہ اللہ

مؤثر انداز میں وعظ فرمایا کرتے تھے امام دارقطنی رحمہ اللہ سے عمر میں نو سال بڑے تھے۔ حدیث میں حافظ کا درجہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ تصانیف کی تعداد تین سو تیس ہے جن میں سے قرآن کریم کی ایک تفسیر بھی ہے جو کہ ایک ہزار اجزاء پر مشتمل ہے۔ علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا مجھ سے شیخ عماد الدین حزالی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ابن شاہین رحمہ اللہ کی تفسیر تیس جلدوں میں واسط (عراق) میں موجود ہے۔

۳۷: محمد بن علی بن احمد المصری رحمہ اللہ:

ادفوی قرآن کریم کی ایک تفسیر بہ نام الاستغناء فی علوم القرآن لکھی امام سیوطی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ تفسیر سو جلدوں میں ہے امام ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اس تفسیر کا ایک کامل نسخہ مصر میں قاضی عبد الرحیم کے وقف کتب خانہ میں موجود ہے۔ وفات ۳۸۸ھ میں ہوئی۔

۳۸: المعافا بن زکریا بن یحییٰ رحمہ اللہ:

مسلک میں ابن جریر طبری رحمہ اللہ کے پیروکار تھے قرآن عزیز کی ایک بڑی تفسیر لکھی، ۳۹۰ھ کو وفات پائی۔

۳۹: ابو اللیث سمرقندی رحمہ اللہ:

امام وقت تھے، احناف میں علمی اور عملی لحاظ سے ممتاز حیثیت کے مالک تھے، کئی کتابیں تصنیف کیں، کتاب النوازل فقہ میں اور تنبیہ الغافلین پر مطبوعہ ہے ایک تفسیر بھی لکھی جو چار جلدوں میں ہے نویں صدی ہجری تک متداول رہی، ابن عرب شاہ حنفی رحمہ اللہ نے اس کا ترجمہ ترکی میں بھی کیا، تفسیر ابو اللیث رحمہ اللہ کا ایک قلمی نسخہ اباصوفیہ کے کتب خانہ میں ایک حصہ از سورۃ المجادلہ پبلک لائبریری لاہور میں موجود ہے۔ مصر کے قلمی ذخائر میں ایک کامل نسخہ تین جلدوں میں موجود ہے۔

ایک نسخہ ناقص از سورۂ یونس تا الم السجدہ رامپور میں ہے۔

ایک نسخہ اباصوفیہ کے کتب خانہ میں موجود ہے نمبر ۱۴۸، ۴۹ ہے۔
ایک نسخہ مکتبہ حمیدیہ میں ہے نمبر ۵۲
ایک نسخہ مکتبہ آغا بشریہ میں ہے نمبر ۱۹، ۲۰
ایک نسخہ آستانہ کے کتب خانہ کوپریلی میں ہے نمبر ۲۷ ہے۔
وفات ۳۹۳ھ میں ہوئی۔

۴۰: حسن بن عبداللہ بن سہل عسکری رحمہ اللہ:

اپنے دور کے بہترین ادیب اور مفسر قرار دیئے گئے، تصانیف جمھرة الامثال، شرح دیوان حماسہ اور کتاب الاوائل ایک تفسیر بھی بہ نام کتاب المحاسن فی تفسیر القرآن لکھی جو پانچ جلدوں میں اور نٹیل کالج لاہور کی لائبریری میں موجود ہے۔ وفات ۳۹۵ھ کو ہوئی۔

۴۱: محمد ابوعبداللہ بن عبداللہ رحمہ اللہ:

ابن زمینین تفسیر ابن سلام رحمہ اللہ کا اختصار کرنے کے علاوہ ایک مستقل تفسیر بھی لکھی ہے، بہرہ کے مقام پر ۳۹۹ھ کو وفات پائی، تفسیر کا کامل نسخہ جو کہ ۳۹۵ھ میں لکھا گیا تھا فاس کی جامع قرویتین کے کتب خانہ میں ہے۔

۴۲: خلف ابن احمد سیستانی رحمہ اللہ:

اپنے دور حکومت میں علماء اسلام کو جمع کر کے ان سے قرآن کریم کی ایک جامع تفسیر لکھوائی جس پر بیس ہزار دینار خرچ ہوئے تاریخ یمینی و قد کان جمع العلماء علی تصنیف کتاب فی تفسیر کتاب اللّٰہ وشحہا بما رواہ الثقات من الحدیث (ص ۱۶۳ مطبوعہ لاہور) تاریخ ادبیات ایران میں ہے کہ یہ تفسیر سو جلدوں میں تھی، تاریخ یمینی میں ہے کہ اس کا ایک نسخہ نیشا پور کے مدرسہ صابونی رحمہ اللہ میں ہے، خلیفہ چلپی رحمہ اللہ نے لکھا ہے ھو من اکبر التفاسیر علامہ ذھبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے مات شھیدا بالحبس فی بلاد الھند ۳۹۹ھ۔

پانچویں صدی ہجری کے مفسرین قرآن مجید

۱: احمد بن علی بن احمد باغانی رحمہ اللہ:

علماء تاریخ نے ان کے متعلق لکھا ہے کان بحرا من بحارا العلوم خصوصا علوم قرآنیہ میں اپنے دور کے بے نظیر عالم تھے۔ قرآن عزیز کی ایک تفسیر احکام القرآن کے موضوع پر لکھی ہے، ۴۰۱ھ کو وفات پائی۔ اندلس سے تعلق تھا۔

۲: ابوعبید احمد بن ابی عبید قاشانی ہراتی رحمہ اللہ:

کلمات قرآن و حدیث پر وسیع نظر رکھتے تھے۔ غریب القرآن اور غریب الحدیث کے نام سے علیحدہ علیحدہ کتابیں لکھیں، نام جامع العربین رکھا جو کہ قلمی دار الکتب المصریہ میں موجود ہے، وفات ۴۰۱ھ کو ہوئی، ایک قلمی نسخہ مخطوطہ ۲۶۷ھ خدا بخش لائبریری پٹنہ میں موجود ہے۔

۳: ابوعبداللہ الحاکم رحمہ اللہ:

آپ کے شاگردوں میں امام بیہقی رحمہ اللہ بھی ہیں، مستدرک حاکم حدیث کی مشہور و معروف کتاب ہے آپ نے قرآن عزیز کی تفسیر بھی لکھی جو کہ آپ کی کتاب مستدرک میں موجود ہے۔ ۴۰۵ھ کو وفات پائی۔ نیشا پور میں ۳۲۱ھ میں پیدا ہوئے۔

۴: محمد بن الحسن بن فورک رحمہ اللہ:

علمائے فقہ و تفسیر نے اپنی تصانیف میں ان کے حوالے دیئے ہیں تصانیف کی تعداد ایک سو تک پہنچتی ہے، معانی القرآن پر ایک مبسوط کتاب لکھی ۴۰۶ھ کو فوت ہوئے۔

۵: امام ابوبکر محمد بن الحسین رحمہ اللہ:

نیشا پور کے ممتاز عالم تھے آپ کے شاگردوں میں امام ثعلبی رحمہ اللہ جیسے عالم پیدا ہوئے قرآن کریم کا با قاعدہ درس با تفسیر دیا کرتے تھے اور طلباء کو تفسیر لکھوایا بھی کرتے تھے چنانچہ مکمل تفسیر مرتب کی اور شاگردوں کو بھی لکھوائی۔ ۴۰۶ھ کو وفات ہوئی۔

۶: احمد بن موسیٰ بن مردویہ رحمہ اللہ:

اصفہان کے تھے، قرآن کریم کی ایک بڑی تفسیر لکھی ۴۱۰ھ کو وفات ہوئی۔

۷: ہبۃ اللہ بن سلامہ رحمہ اللہ:

اصفہان سے تعلق تھا نظر سے محروم تھے مگر حافظہ کمال کا تھا، تفسیر القرآن کے بہترین عالم تھے، علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے احفظ الائمۃ للتفسیر ناسخ اور منسوخ کے موضوع پر ایک کتاب بھی مرتب کرائی ۴۱۸ھ کو وفات ہوئی۔

۸: ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب الاسکانی رحمہ اللہ:

آپ کی تفسیر درۃ التنزیل وغیرۃ التاویل ہے قاہرہ سے طبع ہو چکی ہے ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد میں موجود ہے، آپ کی وفات ۴۲۱ھ کو ہوئی۔

۹: عبدالقاہر بن محمد بن طاہر بن محمد التیمی:

ولادت تو بغداد میں ہوئی، آپ کے والد آپ کو نیشا پور لے آئے جہاں استاد ابو اسحٰق اسفرائی رحمہ اللہ جیسے فاضل یگانہ سے علوم و فنون حاصل کرنے کے بعد ان ہی کے جانشین ہو گئے، امام عبدالقاہر سترہ علوم کا درس دیتے تھے، آپ کی ایک کتاب التفسیر بھی ہے ۴۲۹ھ کو انتقال ہوا۔

۱۰: شیخ ابوالحسن علی بن ابراہیم بن سعید الحوفی رحمہ اللہ:

قرآن کریم کی ایک تفسیر بنام البرہان فی تفسیر القرآن لکھی جس سے اہل

مصر نے بڑا فائدہ اٹھایا یہ تفسیر دس بڑی جلدوں میں ہے۔ ۴۳۰ھ کو انتقال فرمایا۔

۱۱: ابو عبد الرحمان اسمٰعیل بن احمد رحمہ اللہ :

آپ نے قرآن عزیز کی ایک تفسیر بھی قلمبند کرائی جس کا نام کفایۃ فی التفسیر ہے (اس کا کچھ حصہ ادارہ تحقیقات اسلامیہ اسلام آباد کی لائبریری میں موجود ہے) اور وجوہ القرآن کے نام سے ایک نسخہ کیمرج لائبریری میں موجود ہے ۴۳۰ھ کو انتقال فرمایا۔ استنبول یونیورسٹی کی لائبریری میں نمبر ۱۷۸۷ے ۳۵۰ بہ تفسیر "تفسیر النیساپوری" اور کفایۃ التفسیر کے نام سے موجود ہے۔

۱۲: الشیخ ابو محمد مکی بن ابی طالب حموش رحمہ اللہ :

آپ کی تالیف "مشکل اعراب القرآن" ایک ممتاز کتاب ہے، جس کو خلیفہ چلپی رحمہ اللہ نے مطالعہ کیا، وفات ۴۳۷ھ کو ہوئی۔ ۵۸۹ھ کا مخطوطہ بمبئی کی جامع مسجد میں ہے، ایک عکسی نسخہ ادارہ تحقیقات اسلامیہ اسلام آباد میں ہے۔

۱۳: ابو محمد عبد اللہ بن یوسف الشافعی رحمہ اللہ :

نیشاپور کے قریب حوین نامی بستی میں پیدا ہوئے اور جوینی کہلائے اکابر علماء سے تفسیر و حدیث و فقہ حاصل کئے، صاحب قلم بھی تھے، کتاب المحیط مشہور ہے، قرآن کریم کی تفسیر بھی لکھی، جو حدائق ذات بھجہ ہے، خلیفہ چلپی رحمہ اللہ نے فرمایا تین سو جلد ابن ابخارا پانچ سو جلد ہے، امام سیوطی رحمہ اللہ کے شاگرد وداؤدی رحمہ اللہ نے لکھا، میں نے یہ تفسیر دیکھی ہے، فنی اور علمی اعتبار سے قابل استناد نہیں، وفات ۴۳۷ھ کو نیشاپور میں ہوئی۔

۱۴: مکی بن ابی طالب القیسی رحمہ اللہ :

۳۹۳ھ کو جامع مسجد قرطبہ میں تدریس کرتے تھے اور متواضع بزرگ تھے، قرآنیات کے موضوع پر الھدایہ الیٰ بلوغ النہایۃ فی معانی القرآن و تفسیرہ ۷۰ اجزاء، کتاب الماثور فی احکام القرآن عن مالک ۱۰ اجزاء۔ کتاب اختصار احکام القرآن ۱۴ اجزاء۔ کتاب مشکل المعانی و تفسیر ۱۵ اجزاء۔ ۴۳۷ھ کو وفات ہوئی۔ سلطان اندلس آپ کا معتقد تھا۔

۱۵: احمد بن محمد رحمہ اللہ :

اندلس کے جلیل القدر علماء میں سے تھے، قرآن کریم کی تفسیر بہ نام التفصیل الجامع لعلوم التنزیل بالتفسیر لکھی، خود اس کا اختصار بہ نام التحصیل لکھا۔ ۴۴۰ھ کو وفات پائی۔

۱۶: ابو عمرو عثمان بن سعید الدانی رحمہ اللہ :

۳۷۱ھ قرطبہ میں پیدا ہوئے، قرآنی علوم کے ساتھ آپ کو خاص شغف تھا، ایک کتاب جس کا نام المحکم ہے صرف قرآن عزیز کے نقاط کے متعلق ہے، دمشق سے شائع ہو چکی ہے۔ انتقال ۴۴۴ھ کو ہوا۔

۱۷: ابو الفتح رازی رحمہ اللہ :

ایک تفسیر لکھی جس کا نام "ضیاء القلوب فی التفسیر" ہے وفات ۴۴۸ھ کو ہوئی۔

۱۸: اسمٰعیل بن عبد الرحمان رحمہ اللہ :

تفسیر اور اس کی تاویل سے پوری طرح باخبر تھے، تفسیر لکھی جس کا نام تفسیر صابونی ہے ۴۴۹ھ کو فوت ہوئے، نیشاپور میں صابونی رحمہ اللہ کے نام پر ایک مدرسہ بھی جاری تھا جس کے آثار آج بھی موجود ہیں۔

۱۹: محمد بن احمد بن مطرف الکنانی رحمہ اللہ :

۳۸۸ھ قرطبہ میں پیدا ہوئے، ابن قتیبہ کی دو کتابیں "تفسیر غریب القرآن" اور "تاویل مشکل القرآن" کو یک جا کر کے بہ نام القرطین مرتب کیا جو کہ مصر سے ۱۳۵۵ھ کو شائع ہو چکی ہے آپ کی وفات ۴۵۴ھ کو ہوئی۔

۲۰: احمد بن الحسین رحمہ اللہ :

حافظ کبیر امام بیہقی رحمہ اللہ کے نام سے مشہور تھے ساری زندگی درس و تدریس میں صرف کر دی، تحریر کردہ اوراق کی تعداد دو لاکھ ہے۔ حدیث کی "السنن الکبریٰ" اور تفسیر میں کتاب "احکام القرآن" مطبوعہ ہیں، امام الحرمین فرماتے ہیں: "ہر شافعی المذہب پر امام شافعی رحمہ اللہ کا احسان ہے"۔ خود امام شافعی رحمہ اللہ کی گردن میں امام بیہقی رحمہ اللہ کا احسان ہے۔" ۴۵۸ھ کو نیشاپور میں وفات ہوئی۔

۲۱: ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری رحمہ اللہ :

امام بیہقی رحمہ اللہ آپ کے ہم سبق ہیں، علوم شریعت اور علوم طریقت رکھنے کے ساتھ مجاہد فی سبیل اللہ بھی تھے، دو تفسیریں لکھیں ایک کا نام التیسیر ا فی علم التفسیر ہے اور دوسری کا نام التفسیر الکبیر ہے۔ ۴۶۵ھ کو وفات پائی۔ آپ کی تفسیر کے متعلق علامہ سبکی اور ابن خلکان رحمہ اللہ نے کہا ہے من اجود التفاسیر و اوضحھا ابن جوزی لکھتے ہیں آپ کی ایک تفسیر کا نام لطائف الاشارات ہے، ہر سورۃ کی ابتداء میں بسم اللہ کا معنی اس طرح کیا کہ اس سورۃ کے معانی سے تعلق ہو، ایک نسخہ کامل مکتوبہ قدیم مکتبہ حبیبہ میں ہے، ایک نسخہ کامل مکتبہ آصفیہ میں ہے۔ ۲۶۷ھ کا مکتوبہ کامل نسخہ جامع عثمانیہ حیدر آباد دکن میں ہے، ایک نسخہ مکتبہ محمد پاشا رحمہ اللہ میں نمبر ۱۷۱ ہے۔

۲۲: علی بن احمد الواحدی رحمہ اللہ :

آپ نے تین تفسیریں لکھی جن کے نام "البسیط" یعنی مفصل اور "الوسیط" ایک تفسیر ایسی مرتب فرمائی جس میں سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام تفسیری ارشادات کو جمع کر دیا اس تفسیر کا نام "تفسیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم"

رکھا۔۴۶۸ھ کو انتقال فرمایا، تفسیر وسیط جلد دوم کا مخطوطہ ۸۷۶ھ اسلامیہ کالج پشاور کی لائبریری میں ہے، اسباب النزول بھی لکھی ہے جس کا ایک نسخہ مطبوعہ قاہرہ ادارہ تحقیقات اسلامیہ اسلام آباد کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

۲۳: شہفور بن طاہر محمد الاسفرائنی رحمہ اللہ:

آپ نے علم کلام، علم تفسیر اور دوسرے علوم پر تصانیف فرمائی ہیں۔ علم کلام وعلم عقائد پر آپ کی تصنیف "التبصیر فی الدین" شائع ہو چکی ہے۔ ایک تفسیر لکھی اور اس کے تعارف میں بتلایا کہ میں نے ایسی تفسیر کا مرتب کرنا ضروری سمجھا جس میں فرقہ ناجیہ اہل السنۃ والجماعۃ کے علماء کے اقوال ہوں تفسیر کا نام تاج التراجم رکھا پہلے ہر آیت کا لفظی ترجمہ پھر اس کا معنی اور متعلقہ قصہ اور شان نزول انتقال ۴۷۱ھ کو ہوا، اس تفسیر کا نام تاج التراجم فی تفسیر القرآن الاعاجم ہے اور تفسیر اسفرائنی کے نام سے بھی مشہور ہے یہ فارسی زبان کی پہلی جامع تفسیر ہے، ایران سے شائع ہو چکی ہے، دوسری جلد قلمی جامع مسجد برہان پور (بھارت) کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ الخزائن الحمیدی ۵۲۳ھ۔

۲۴: عبدالقاہر بن الطاہر التمیمی رحمہ اللہ:

آپ کے حلقہ درس سے امام ناصر مروزی رحمہ اللہ اور ابوالقاسم قشیری رحمہ اللہ جیسے علماء پیدا ہوئے، سترہ فنون میں درس دیا کرتے تھے، ۴۵۷ھ کو وفات پائی، ایک تو کامل تفسیر قرآن عزیز ہے اور ایک کتاب نفی خلق القرآن اور ایک کتاب تاویل المتشابہات ہے۔

۲۵: عبدالکریم بن عبدالصمد ابومعشر طبری رحمہ اللہ:

آپ اپنے زمانہ میں امام الشوافع تھے، ایک تفسیر لکھی جس کا نام "عیون المسائل فی التفسیر" ہے مکہ مکرمہ میں ۴۷۸ھ کو فوت ہوئے، کتب خانہ تحقیقات اسلامیہ اسلام آباد میں اس کا عکسی نسخہ نمبر: ۶۷ موجود ہے۔

۲۶: علی بن فضال بن علی رحمہ اللہ:

فقہ حنبلی میں مقام عظیم کے مالک تھے، قرآن عزیز کی دو تفسیریں لکھی ایک کا نام "برہان الحمیدی" ہے بقول نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ ۳۵ جلدوں میں ہے اور دوسری کا نام "الاکسیر فی علم التفسیر" ہے ۴۷۹ھ کو وفات پائی۔

۲۷: عبداللہ بن محمد انصاری الہروی رحمہ اللہ:

طریقت کے امام زمانہ فقہ حنبلی کے مقلد تھے، مناظرہ میں اکثر وقت صرف ہوتا تھا، آپ کی تفسیر فارسی "کشف الاستار وعدۃ الابرار" ایک سو ستائیس تفاسیر کا خلاصہ ہے، وفات ۴۸۰ھ کو ہوئی۔

۲۸: علی بن محمد بن موسی معروف بہ بزدوی رحمہ اللہ:

سمرقند کے علماء کا مرجع تھے، لقب "امام الدنیا فی الفروع والاصول" تھا۔ فقہ حنفی کے مفتی اعظم تھے، تفسیر قرآن عزیز پر بھی پورا عبور حاصل تھا، مفصل تفسیر لکھی جو ایک سو بیس جلدوں میں ہے ۴۸۲ھ وفات ہوئی سمرقند دفن کیا۔

۲۹: علی بن الحسن بن علی رحمہ اللہ:

نیشاپور کے حنفی علماء میں سے تھے۔ معتزلہ کے ساتھ کامیاب مناظرے کیے۔ ۴۸۴ھ میں انتقال ہوا۔ آپ کی تفسیر "تفسیر نیشاپوری" مطبوعہ ہے۔

۳۰: عبداللہ بن محمد بن باقیا:

حنفی مسلک کے امام وقت تھے، فاضل بزاز کا لقب پایا صاحب قلم تھے آپ کی تصنیف متشابہات پر "الجمان فی متشابہات القرآن" ہے۔ ۴۸۵ھ کو فوت ہوئے، یہ کتاب کویت کی وزارت نشر واشاعت نے ۱۹۶۸ء میں شائع کی تھی۔

۳۱: عبدالواحد بن محمد رحمہ اللہ:

ابوالفرج رحمہ اللہ انصاری کے نام سے مشہور ہوئے اور شام کے شیخ مانے گئے آپ کی تفسیر قرآن تفسیر تیس جلد میں ہے، جس کا نام الجواہر ہے شیخ کی صاحبزادی رحمہا اللہ اس تفسیر کی حافظہ تھی، دمشق ہی میں ۴۸۶ھ کو فوت ہوئے۔

۳۲: محمد بن عبدالحمید بن حسن رحمہ اللہ:

سمرقند کے جلیل القدر حنفی عالم تھے۔ فقہ، اصول فقہ اور تفسیر قرآن عزیز میں مہارت تامہ رکھتے تھے، عمدہ تفسیر لکھی، ۴۸۸ھ کو فوت ہوئے۔

۳۳: منصور بن محمد السمعانی رحمہ اللہ:

احناف کے بلند پایہ صاحب علم اور صاحب قلم عالم تھے ایک تفسیر بھی ہے مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ نے فرمایا آپ کی تفسیر سے کافی زمانہ تک لوگ فائدہ اٹھاتے رہے، جس کا نام تفسیر الحسن ہے ۴۸۹ھ کو فوت ہوئے، کتب خانہ تحقیقات اسلامیہ اسلام آباد میں عکسی نسخہ نمبر: ۳۳ موجود ہے۔

۳۴: الامام ابوالقاسم عبدالکریم رحمہ اللہ:

شافعی علماء محققین میں سے تھے ایک تفسیر "لطائف الاشارات" لکھی ۴۸۹ھ کو وفات پائی۔

۳۵: علی بن سہل بن عباس رحمہ اللہ:

نیشاپور کے عالم باعمل تھے، ایک تفسیر لکھی جس کا نام "زاد الحاضر والبادی" ہے۔ ۴۹۱ھ کو وفات پائی۔

۳۶: ابوسعد محسن البیہقی رحمہ اللہ:

ان جلیل القدر علماء سے تھے جن کو لغت، عربی ادب اور قرات اور احکام کے ساتھ تعلق تھا، جامع تفسیر مرتب کی جس کا نام "التھذیب فی

التفسیر" ہے خلیفہ چلپی نے قلمی نسخہ ۶۵۲ھ کا لکھا ہوا خود دیکھا کئی جلدوں میں ہے، کامل قلمی نسخہ مخطوطہ ۱۱۰۰ھ ۹ جلدوں میں اور ٹیل لائبریری بانکی پور (بھارت) میں ہے۔ وفات ۴۹۴ھ کو ہوئی۔

۳۷: عبدالوہاب بن محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ:

شیراز کے قصبہ فاس میں پیدا ہوئے، تصانیف کی تعداد ۷۰ ہے، ایک جامع تفسیر ہے اس میں ترجمہ اور تفسیر کی شہادت کے طور پر ایک ہزار اشعار پیش کئے۔ ۵۰۰ھ کو شیراز میں فوت ہوئے۔ اس تفسیر کا پورا نام "غرۃ التنزیل" ہے کامل نسخہ استنبول کی مسجد "ایاصوفیہ" کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ امام راغب کی وفات ۵۰۲ھ کو ہوئی۔

چھٹی صدی ہجری کے مفسرین قرآن مجید

۱: امام ابوالقاسم حسین بن محمد المعروف بالراغب الاصفہانی رحمہ اللہ

آپ کی کتاب مفردات القرآن سند کا درجہ رکھتی ہے امام رازی رحمہ اللہ نے امام راغب رحمہ اللہ کو فہم قرآن اور اسلامیات کی روح سمجھنے میں "امام غزالی رحمہ اللہ" کا ہم پلہ قرار دیا۔ تفسیر الراغب ایک جلد میں ہے، امام بیضاوی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں اس سے استفادہ کیا ہے۔

۲: ابوزکریا یحییٰ الخطیب تبریزی رحمہ اللہ:

اعراب القرآن کی تشریح میں الملخص لکھی اور ایک جامعہ تفسیر بھی لکھی ہے، وفات ۵۰۲ھ کو ہوئی۔

۳: عمادالدین محمد طبری رحمہ اللہ:

فقہ شافعی کے عظیم مفتی تھے۔ آپ کی تالیفات میں "احکام القرآن" مشہور ہے۔ بغداد میں ۵۰۴ھ کو فوت ہوئے۔

۴: محمد بن محمد بن احمد ابوحامد غزالی رحمہ اللہ:

آپ کے وعظ وارشاد میں سوز وگداز تھا، سامعین متاثر ہو جاتے تھے، تصانیف میں المستصفیٰ، احیاء العلوم، کیمیائے سعادت تفسیر قرآن عزیز جواہر القرآن مختصر ہے۔ مصر سے ۱۳۲۹ھ کو شائع ہو چکی ہے۔ تفسیر سورۃ یوسف کا مخطوطہ محررہ ۱۱۶۱ھ پنجاب یونیورسٹی (لاہور) کی لائبریری میں محفوظ ہے۔ ۵۰۵ھ کا سال وفات ہے۔ آپ کی ایک تفسیر صوفیانہ طرز پر "مشکوٰۃ الانوار" کے نام سے ۱۹۶۴ء کو قاہرہ سے طبع ہو چکی ہے۔

۵: ابوشجاع شیرویہ دیلمی رحمہ اللہ:

آپ نے حدیث میں ایک مسند جمع کی ہے جس میں دس ہزار احادیث ہیں، ایک تفسیر بھی مرتب فرمائی جس کا ذکر علامہ سید سلیمان ندوی نے فرمایا ہے۔ ۵۰۹ھ کو وفات پائی۔

۶: استاذ ابونصر بن ابی القاسم رحمہ اللہ:

قشیری مشہور ہوئے قرآن عزیز کی ایک تفسیر لکھی ہے۔ امام سبکی رحمہ اللہ نے لکھا ہے میں نے وہ تفسیر دیکھی ہے۔ وفات ۵۱۴ھ کو نیشاپور میں ہوئی۔

۷: محی السنۃ ابومحمد حسین الفراء بغوی رحمہ اللہ:

زاہد اور شب بیدار تھے، خشک روٹی پر گزارہ کیا، تفسیر معالم التنزیل لکھی جو تفسیر بغوی کے نام سے مشہور ہے، آپ نے اپنی تفاسیری اسناد کو باقاعدہ ذکر فرمایا ہے۔ دستیاب ہے۔ دیوبند کے ایک ادارہ نے اردو ترجمہ بھی کیا ہے۔ وفات ۵۱۶ھ کو ہوئی امام ابن تیمیہ نے کہا "تفسیر البغوی اسلم من البدعۃ والاحادیث الضعیفۃ"۔

۸: محمد بن عبدالملک الکرجی رحمہ اللہ:

علم حدیث، فقہ، ادب اور تفسیر میں کمال حاصل تھا، شافعی المسلک تھے، قرآن کریم کی ایک تفسیر لکھی ہے۔ ۵۳۲ھ میں فوت ہوئے۔

۹: اسمٰعیل بن محمد القرشی رحمہ اللہ:

قوام السنۃ کے لقب سے مشہور ہوئے، ابن السمعانی وغیرہ علماء آپ کے شاگرد ہیں، درس تفسیر وحدیث کیلئے تین ہزار مجالس منعقد کیں قرآن کریم کی تین تفسیریں لکھیں ہیں۔ الجامع فی التفسیر۔ تین جلد۔ المعتمد فی التفسیر دس جلد۔ الموضح فی التفسیر فارسی تین جلد۔ عبدالاضحیٰ کے دن ۵۳۵ھ کو وفات پائی۔

۱۰: عالی بن ابراہیم غزنوی رحمہ اللہ:

جلیل القدر علماء میں سے تھے۔ ایک تفسیر بھی لکھی جس میں قرآنی رموز اور معارف کو بہ انداز عجیب بیان فرمایا ہے۔ ۵۳۷ھ کو وفات پائی۔ حدائق حنفیہ میں ان کی مرتبہ تفسیر کا نام "تفسیر التفسیر" بتایا گیا ہے۔

۱۱: عمر بن محمد بن احمد نسفی رحمہ اللہ:

سمرقند کے قریب نسف قصبہ میں پیدا ہوئے اپنی ایک کتاب تطویل الاسفار لتحصیل الاسفار میں اپنے پانچسو اساتذہ کرام کا تذکرہ فرمایا، جنات رحمہ اللہ بھی آکر آپ کے پاس علم حاصل کرتے تھے۔ انہیں مفتی الثقلین کہا گیا، آپ کی کتاب القندفی تذکرۃ علماء سمرقند بیس جلد میں ہے جامع صغیر کو نظم میں بیان کیا ہے ایک تفسیر التیسیر فی علم التفسیر لکھی ہے۔ جس کا ایک حصہ مکتوبہ ۱۱۸۵ھ پبلک لائبریری لاہور میں موجود ہے وفات ۵۳۸ھ کو ہوئی۔

۱۲: محمد بن عبداللہ رحمہ اللہ:

لقب ابن العربی رحمہ اللہ تھا۔ امام غزالی رحمہ اللہ سے اکتساب فیض کیا۔ تفسیر قرآن کریم پر کامل عبور تھا۔ قرآنیات پر کئی کتابیں تصنیف فرمائیں۔ آپ کی کتاب احکام القرآن مشہور ہے جو فقہ مالکی میں دو جلدوں میں طبع ہوئی اور

مکتبہ مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ لاہور میں موجود ہے اور آپ کی تصنیف انوار الفجر جامع اور مفصل تفسیر ہے بیس سال کی محنت کے بعد اس کو مرتب فرمایا جو اسی ہزار اوراق ہے۔ سکندریہ میں سلطان ابو عنان رحمہ اللہ فارس کے کتب خانہ میں موجود ہے جو اسی جلدوں میں ہے۔ ۵۴۳ھ کو فوت ہوئے۔

۱۳: ابوالمحاسن مسعود بن علی بیہقی رحمہ اللہ:

فخر الزمان تھے آپ نے تفسیر بیہقی لکھی ۵۴۴ھ کو وفات پائی۔

۱۴: احمد بن علی بن محمد رحمہ اللہ:

ابو جعفرک کے لقب سے مشہور تھے۔ مقبول تفاسیر لکھیں جو آپ کی زندگی ہی میں مقبولیت حاصل کر گئیں۔ آپ کی ایک تصنیف المحیط بلغات القرآن بھی ہے۔ ۵۴۴ھ کو فوت ہوئے۔

۱۵: محمد بن عبدالرحمٰن الزاھد رحمہ اللہ:

علامہ مرغینانی رحمہ اللہ آپ کے شاگرد تھے آپ سلوک اور تصوف میں ممتاز مقام کے مالک تھے آپ کا لقب زاہد تھا ایک تفسیر لکھی ایک ہزار سے زائد اجزاء پر مشتمل ہے ۵۴۶ھ میں وفات پائی۔ علامہ کوثری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ تفسیر ایک سو مجلدات میں ہے۔ آپ احناف کے بڑے عالم تھے۔

۱۶: محمد بن طیفور سجاوندی غزنوی رحمہ اللہ:

داؤدی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ کان له تفسیر حسن قرآن حکیم کی ایک تفسیر عید المعانی ہے۔ اس کی جلد دوم سورۃ ابراہیم سے آخر قرآن تک مخطوطہ ۶۲۵ھ مصر کے کتب خانہ تیموریہ رحمہ اللہ میں ہے۔

۱۷: امام امین الدین طبری رحمہ اللہ:

مشہد کے ان مشہور علماء میں سے تھے جن کو تفسیر قرآنی کے ساتھ خاص شغف تھا چنانچہ قرآن عزیز کی ایک تفسیر بہ نام مجمع البیان مرتب کی۔ ۵۴۸ھ میں شہید ہوئے۔ تفسیر طبع ہو چکی ہے۔ اس کا ترجمہ فارسی زبان میں محمد بن احمد خواجگی شیرازی رحمہ اللہ نے کیا ہے۔

۱۸: ابو نصر احمد ارزاقی رحمہ اللہ:

زاہدی کے لقب سے مشہور ہوئے قرآن عزیز کی ایک تفسیر فارسی میں بہ نام زاہدی رحمہ اللہ مرتب کی اس تفسیر کا بخارا اور اس کے قرب و جوار میں کافی چرچا تھا۔ بقول سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ، امام زاہدی رحمہ اللہ کی تفسیر کے ترجمہ نے سب سے زیادہ ہر دلعزیزی حاصل کی، اس تفسیر کے حوالے سے اکثر تفاسیر میں درج ہیں۔ احمد یحییٰ منیری رحمہ اللہ نے اس تفسیر کو معتبر سمجھا علامہ زاہدی نے ۵۴۹ھ کو وفات پائی۔ ادارہ تحقیقات پاکستان دانش گاہ لاہور، تفسیر زاہدی جلد اول و دوم ۶۲۲۱ بار چہار مہر از سعد الدین محمد یہ سال ۱۷۵۰-۱۱۶۴ھ نصف اول اسلامیہ کالج پشاور کی لائبریری میں قلمی موجود ہے۔ (۵۱۹ھ) کل صفحات ۱۵۰۶ ہیں۔

۱۹: ابو عبداللہ الحسین المروزی رحمہ اللہ:

لغت، ادب، فقہ پر کئی کتابیں لکھیں، جن کی تعداد علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے چار سو سے زائد لکھی ہے۔ قرآن عزیز کی ایک تفسیر بھی لکھی ہے۔ ۵۵۹ھ کو وفات پائی۔

۲۰: ابوالفضل خوارزمی:

زین المشائخ بقالی کے لقب سے مشہور ہوئے۔ تفسیر مفتاح التنزیل لکھی، وفات ۵۶۲ھ قلمی نسخہ دمشق میں موجود ہے۔

۲۱: ابوالعباس خضر بن نصر رحمہ اللہ:

داؤدی رحمہ اللہ نے کہا ہے کان من الائمۃ آپ کی تصنیفات میں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبات کا مجموعہ بھی ہے۔ قرآن عزیز کی ایک تفسیر بھی لکھی ہے۔ ۵۶۷ھ کو انتقال فرمایا۔

۲۲: ابو عبداللہ بن ظفر بن محمد رحمہ اللہ:

حجۃ الدین رحمہ اللہ کے لقب سے مشہور ہوئے، ولادت صقلیہ میں ہوئی تربیت مکہ مکرمہ میں علماء حرم سے استفادہ کیا، ایک تفسیر لکھی جس کا نام ینبوع الحیات ہے۔ الینبوع فی علوم القرآن لکھا ہے تفسیر حلب میں شیعہ سنی فسادات میں ضائع ہوگئی متفرق اجزاء دار الکتب المصریہ کے قلمی ذخیرہ میں موجود ہیں۔ ۵۶۷ھ کو فوت ہوئے۔

۲۳: ابوبکر محمد عبدالغنی بن قاسم رحمہ اللہ:

فقہ شافعی کے ممتاز علماء میں سے تھے۔ تفسیر ضیاء القلوب کا اختصار کیا، مصر میں ۵۷۲ھ کو وفات پائی۔

۲۴: شیخ ظہیر الدین نیشاپوری رحمہ اللہ:

قرآن عزیز کی ایک تفسیر بہ نام البصائر فی التفسیر لکھی جو کئی جلد فارسی میں ہے وفات ۵۷۷ھ کو ہوئی۔ قدیم نسخہ مخطوطہ ۶۸۲ھ بنگال ایشاٹک سوسائٹی کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

۲۵: علی بن عبداللہ رحمہ اللہ:

ابن النعمہ کے نام سے مشہور ہوئے کئی کتابیں جن میں سے ایک قرآن عزیز کی تفسیر ری الظمان ہے جو کئی جلدوں میں ہے۔ ۵۷۷ھ کو وفات پائی۔

۲۶: ابوالقاسم عبدالرحمٰن سہیلی رحمہ اللہ

مراکش کے مشہور سیرت و تفسیر کے عالم تھے تفسیر کلمات مبہمہ پر ایک کتاب لکھی جس کا نام التعریف والاعلام ہے ۵۸۴ھ کو مراکش میں وفات پائی۔ سہیلی مناجات جو اشعار میں ہے اور علماء میں مستجاب سمجھی جاتی ہے انہیں کا کلام ہے:

یا من یرجی للشدائد کلھا یامن الیه المشتکی والمفزع

یامن خزائن رزقه فی قول کن امنن فان الخیر عندک اجمع
حاشا لجودک ان تقنط عاصیا الفضل اجزل والمواهب اوسع

۲۷: ناصر الدین عالی غزنوی رحمہ اللہ:

احناف میں سے مشہور مفسر گزرے ہیں، ایک تفسیر کا نام تفسیر التفسیر ہے اور دو جلدوں میں ہے آپ کی وفات ۵۸۲ھ کو ہوئی۔

۲۸: علی بن ابی العز الباجسرانی رحمہ اللہ:

حنبلی المذہب اور متقی و پرہیزگار عالم تھے۔ تفسیر چار جلدوں میں لکھی ۵۸۸ھ کو فوت ہوئے۔

۲۹: احمد بن اسمٰعیل قزوینی رحمہ اللہ:

عابد اور شب بیدار تھے۔ آخر عمر میں ہر رات ایک بار ختم کرلیا کرتے تھے، تفسیر بھی لکھی جس کی خصوصیت یہ کہ جو کلمہ ایک دفعہ ذکر کیا ہے اس کو دوبارہ نہیں لائے۔ ۵۹۰ھ کو وفات ہوئی۔

۳۰: ابوالفرج عبدالرحمٰن ابن الجوزی رحمہ اللہ:

بغداد کے مشہور حنبلی عالم تھے، مصنف، واعظ اور مناظر بھی تھے۔ وعظ میں ہزاروں کا مجمع ہوتا تھا۔ سیاح ابن جبیر ۵۸۰ کا اپنا مشاہدہ لکھتا ہے کرسی پر آ کر بیٹھ گئے تو چند قاریوں نے مختلف مقامات سے آیات قرآنی تلاوت کیں، اس قدر جامع اور مؤثر تفسیر فرمائی سب کی آنکھیں پرنم ہو گئیں اور ہزاروں انسانوں نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی تصانیف کی تعداد دوسو پچاس بتائی گئی ہے۔ (۱) زاد المسیر فی علم التفسیر چار جلدوں میں۔ قلمی نسخہ مدینہ منورہ کے کتب خانہ محمودیہ میں ہے۔ نسخہ محررہ ۶۵۶ھ کتب خانہ ٹونک میں آج کل یہ تفسیر آٹھ جلدوں میں چھپ کر دستیاب ہے۔ (۲) المغنی فی التفسیر۔ (۳) فنون فی علوم القرآن اس کا قلمی نسخہ دارالکتب المصریہ میں موجود ہے۔ (۴) الدهش قرآنی آیات کا باہمی ربط اور چند قواعد ترجمہ وتفسیر پاکستان میں بھی طبع ہو چکی ہے۔ رمضان المبارک ۵۹۷ھ کو فوت ہوئے۔

۳۱: الحسن بن الخطیر نعمانی رحمہ اللہ:

تفسیر حدیث، لغت، حساب، طب میں اپنے وقت کے مشہور عالم تھے، ایک تفسیر لکھی جو کئی جلد ہے۔ ۵۹۸ھ کو فوت ہوئے۔

۳۲: عبدالمنعم بن محمد الخزرجی رحمہ اللہ:

ابن الفرس کے نام سے شہرت پائی احکام القرآن پر ایک تفسیر لکھی۔ ۵۹۹ھ کو نماز پڑھتے ہوئے وفات پائی۔

ساتویں صدی ہجری کے مفسرین قرآن مجید

۱: شیخ ابو محمد روزبہان بقلی رحمہ اللہ:

شیراز کے مشہور واعظ اور عالم دین تھے، تفسیر بہ نام عرائس البیان فی حقائق القران لکھی جو صوفیانہ مشرب پر بطرز وعظ ہے۔ اس میں رطب و یابس کو جمع کر دیا ہے علماء کے ہاں ناقابل استناد ہے۔ وفات ۶۰۶ھ کو ہوئی، یہ تفسیر مطبوعہ اور دستیاب ہے۔ ایک دوسری تفسیر لطائف البیان فی تفسیر القران میں صرف مفسرین کے اقوال جمع کر دیئے ہیں۔

۲: مبارک بن محمد عبدالکریم شیبانی:

ابن الاثیر کی کنیت سے مشہور ہیں، ابن کلیب سے استماع حدیث و تفسیر کیا، تصانیف شرح مسند الامام شافعی رحمہ اللہ اور تفسیر القرآن الکریم جو دستیاب ہے۔ وفات ذی الحجہ ۶۰۶ھ کو ہوئی۔

۳: عبدالجلیل بن موسیٰ انصاری رحمہ اللہ:

شعب الایمان اور قرآن کریم کی ایک تفسیر بھی ہے۔ ۶۰۸ھ کو فوت ہوئے۔

۴: تاج الاسلام المروزی سمعانی رحمہ اللہ:

نیشاپور میں پیدا ہوئے طلب علم کیلئے دور دراز کا سفر کیا حتیٰ کہ آپ کے اساتذہ کی تعداد چار ہزار ہے۔ تصانیف میں ایک تفسیر بھی ہے جس کے متعلق قاضی ابن خلکان رحمہ اللہ نے فرمایا کتاب نفیس۔ ۶۱۴ھ کو وفات پائی۔

۵: عبداللہ بن الحسین العکبری:

قرآن کریم کے اعراب و قرأت پر ایک کتاب لکھی جو اعراب ابی البقاء کے نام سے مشہور ہوئی ایک کتاب البیان فی اعراب القرآن بھی ہے منسوب ہے۔ وفات ۶۱۶ھ کو ہوئی۔ اعراب ابی البقاء ۱۳۰۶ھ کو پہلی بار مصر سے شائع ہوئی۔

۶: ابو محمد عبدالکبیر بن غافقی رحمہ اللہ:

نامور علماء میں سے تھے۔ تصنیفات میں ایک قرآن حکیم کی تفسیر بھی ہے جس میں کشاف کی تفسیر اور تفسیر ابن عطیہ کو جمع کر کے اضافہ بھی کیا ہے۔ وفات ۶۱۷ھ کو ہوئی۔

۷: نجم الدین خیوقی رحمہ اللہ:

آپ عالم باعمل تھے امام رازی رحمہ اللہ نے آپ کے ہاتھ پر بیعت توبہ کی تھی۔ قرآن عزیز کی ایک جامع تفسیر لکھی جو بارہ جلدوں میں ہے۔ ۶۱۸ھ کو فتنہ تاتار میں شہید کر دیئے گئے۔

۸: الشیخ فخر الدین محمد الحرانی رحمہ اللہ:

ابن الجوزی رحمہ اللہ کے حلقہ خواص میں شامل تھے۔ ایک تفسیر مرتب کی جو کئی مجلدات میں ہے۔ ۶۲۲ھ کو حران میں وفات پائی۔

۹: یحییٰ بن احمد بن خلیل رحمہ اللہ:

علم اصول اور تفسیر کے ممتاز مدرس تھے۔ اشبیلیہ میں آپ کا حلقہ درس دوسرے تمام دینی مدارس سے زیادہ وسیع تھا تصنیف کا کام بھی کرتے تھے۔ تفسیر کشاف پر تنقیدی تبصرہ کیا جو بہ نام الحسنات والنجات ہے وفات

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین صدقہ خفیہ طور پر صدقہ دینا اور تنگدست پر صدقہ کرنا ہے۔ (الاتحاف)

۶۲۶ھ کو ہوئی۔

۱۰: امام عبدالسلام بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ:

ابن برجان کے نام سے مشہور ہوئے الارشاد فی تفسیر القرآن لکھی جو کئی جلدوں میں ہے اس کا ایک عکسی نسخہ جامع الاول العربیہ قاہرہ کے علمی ذخائر میں موجود ہے ۶۲۷ کو وفات پائی۔

۱۱: علی بن احمد بن الحسن حرالی رحمہ اللہ:

تفسیر قرآن عزیز میں منفرد شان کے مالک تھے نہایت محققانہ طور پر باربط درس قرآن عزیز دیا کرتے تھے تفسیر قرآن کریم کے قواعد پر ایک کتاب لکھی جس کا نام "مفتاح اللب المقفل علی انھم القرآن المنزل" ہے امام بقاعی نے اپنی تفسیر "بقائی" کی بنیاد اسی کتاب پر رکھی ہے۔ ایک تفسیر بھی لکھی ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا "وله تفسير عجيب" قصبہ حرالی ملک شام میں اچانک وفات ۶۲۷ھ کو ہوئی۔

۱۲: حسام الدین محمد سمرقندی رحمہ اللہ:

فقہ اور فتاویٰ میں آپ کا مرتبہ کامل الفتاوی مستند ہے۔ قرآن کریم کی ایک تفسیر بنام "مطلع المعانی ومنبع المبانی" لکھی جو کئی جلدوں میں ہے آپ کی وفات ۶۲۸ھ کو ہوئی۔

۱۳: معافی بن اسمٰعیل ابی سفیان رحمہ اللہ:

ممتاز شافعی علماء میں سے تھے۔ "نہایۃ البیان فی تفسیر القرآن" لکھی اور اپنی زندگی میں ہی اس کا درس بھی دیتے، چھ جلدوں میں ہے، آپ کی وفات ۶۳۰ھ میں ہوئی۔

۱۴: شہاب الدین عمر سہروردی رحمہ اللہ:

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے، بابا فرید الدین شکر گنج رحمہ اللہ اور حضرت بہاؤ الدین زکریا رحمہ اللہ ملتانی بھی آپ سے اکتساب فیض کیلئے بغداد پہنچے، تصوف میں آپ کی بلند پایہ کتاب "عوارف المعارف" مشہور ہے۔ قرآن کریم کی ایک تفسیر بھی لکھی جس کا نام "بغیۃ البیان فی تفسیر القرآن" ہے اس کا قلمی نسخہ مصر کے کتب خانہ فریویہ میں محفوظ ہے۔ وفات ۶۳۲ھ کو ہوئی۔ مزار عالی بغداد ہی میں ہے۔ بعض علماء نے فرمایا "نجتہ البیان فی تفسیر القرآن" ہے۔

۱۵: عبدالغنی بن محمد القاسم رحمہ اللہ:

مفسر قرآن محمد بن القاسم الحرانی رحمہ اللہ کے صاحبزادے ہیں۔ قرآن حکیم کی تفسیر لکھی جس کا نام "الزائد علی تفسیر الوالد" رکھا ۶۳۹ھ کو وفات پائی۔

۱۶: امام بکر فضل رحمہ اللہ:

بخارا کے حنفی علماء میں سے ہیں۔ فقہ اور تفسیر میں قابل قدر خدمات سر انجام دی ہیں تفسیر فارسی لکھی جس کا نام "لطائف التفسیر ہے۔ وفات ۶۴۰ھ میں ہوئی۔ "لطائف التفسیر" کا قلمی نسخہ امداد العلماء حضرت امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ العزیز کے ذاتی کتب میں تھا۔ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کو دے دیا گیا۔

۱۷: علم الدین علی:

آپ کا لقب امام سخاوی رحمہ اللہ ہے۔ استاذ القراء تھے دمشق میں درس قرآن مجید و درس حدیث دیتے تھے۔ شاطبیہ کی ایک شرح اور قرآن مجید کی ایک تفسیر بھی لکھی۔ وفات ۶۴۳ھ کو ہوئی۔

۱۸: عبدالرحمٰن بن محمد اللخمی رحمہ اللہ:

احناف کے بلند پایہ عالم مدرس، مناظر اور مصنف تھے۔ مفید ترین کتابیں لکھیں اربعہ قرآن مجید کی جامع تفسیر بھی لکھی۔ ۶۴۳ھ کو وفات ہوئی۔

۱۹: نجم الدین بشیر الزمینی رحمہ اللہ:

تبریز کے شافعی عالم تھے۔ قرآن مجید کی تفسیر کئی جلدوں میں لکھی مکہ مکرمہ میں ۶۴۶ھ کو فوت ہوئے۔

۲۰: شیخ عبدالواحد زملکانی رحمہ اللہ:

ایک تفسیر "نہایۃ التامیل فی علوم الترمیل" ہے اس کے دو نسخے دار الکتب المصریہ میں موجود ہیں۔ ۶۵۱ھ کو فوت ہوئے۔

۲۱: یوسف بن قزاغلی الجوزی رحمہ اللہ:

علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ کے پوتے ہیں جد امجد سے پڑھا مشہور حنفی محقق، عالم ربانی جمال حصیری رحمہ اللہ کے حلقہ درس میں تکمیل کی، باپ دادا اگرچہ حنبلی تھے مگر آپ نے حنفی مسلک اختیار کیا اور مناقب ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر ایک کتاب لکھی، تاریخ کے موضوع پر "مراۃ الزمان" اور فقہ حنفی میں "جامع کبیر" قرآن کریم کی ایک تفسیر انتیس جلدوں میں لکھی ۶۵۴ھ کو فوت ہوئے۔

۲۲: محمد بن عبداللہ المرسی رحمہ اللہ:

مکہ مکرمہ خراسان اور دیگر اسلامی ممالک کا سفر طلب علم کیلئے کیا، قرآن کریم کی تین تفسیریں لکھیں۔ التفسیر الکبیر، التفسیر الاوسط، التفسیر الصغیر ۶۵۵ھ کو فوت ہوئے۔

۲۳: الامام شیخ عز الدین رحمہ اللہ:

اپنے قصبہ راس عین کی نسبت سے الراسعی حنبلی کہلاتے تھے قرآن کریم کی ایک تفسیر بہ نام رموز الکنوز لکھی جو آٹھ جلدوں میں ہے۔ کافی مقبول رہی، قاضی جمال الدین رحمہ اللہ اس کے حافظ تھے۔ انتقال ۶۶۰ھ کو ہوا۔

۲۴: عبدالعزیز بن عبدالسلام السلمی رحمہ اللہ:

سیف الدین آمدی رحمہ اللہ وغیرہما نے آپ کو سلطان العلماء کا لقب دیا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین صدقہ اپنی زبان کو (برے الفاظ سے) محفوظ رکھنا ہے۔ (الدیلمی)

تھا، دمشق میں افتاء اور تدریس کا کام کرتے تھے بدعات اور منکرات کے سخت مخالف تھے۔ سہروردی قدس سرہ العزیز کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ مستجاب الدعاء بھی تھے۔ جب فرنگیوں نے دمیاط پر حملہ کیا آپ نے ان کی ناکامی کی دُعاء کی تو ایسی ہوا چلی کہ ان کی کشتیاں اور جہاز غرق ہو گئے مجازاۃ القرآن کے نام سے مختصر جامع تفسیر لکھی جو مصر سے شائع ہو چکی ہے۔ ایک بڑی تفسیر بھی لکھی ہے۔ ۶۶۰ھ کو وفات پائی قرافہ کبری قاہرہ میں دفن ہوئے۔

۲۵: عبدالرزاق بن رزق الحنبلی رحمہ اللہ:

ایک تفسیر لکھی جس کا نام مطلع انوار التنزیل ومفاتح اسرار التاویل ہے۔ چار جلد ہے امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس کا خلاصہ بھی لکھا ہے وفات ۶۶۱ھ کو ہوئی۔

۲۶: عبدالعزیز بن ابراہیم القرشی رحمہ اللہ:

ابن سریرہ کے نام سے مشہور ہوئے ایک تفسیر لکھی جو تفسیر کشاف اور تفسیر ابن عطیہ دونوں کا مجموعہ ہے۔ وفات ۶۶۲ھ کو ہوئی۔

۲۷: محمد بن سلیمان رحمہ اللہ:

ولی کامل تھے۔ احناف میں ممتاز درجہ کے مالک تھے۔ ایک تفسیر لکھی جو تفسیر ابن نقیب کے نام سے مشہور ہے یہ تفسیر ۹۹ مجلدات میں ہے مفصل ہونے کے باوجود یہ تفسیر قابل استناد سمجھی گئی شعرانی رحمہ اللہ نے فرمایا "میں نے اس سے بڑی کوئی تفسیر نہیں دیکھی" یہ تفسیر دراصل پچاس تفاسیر کا مجموعہ ہے اور اس کا نام التحریر والتحبیر ہے۔ ۶۶۸ھ کو فوت ہوئے۔

۲۸: محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرح رحمہ اللہ:

قرطبہ کے عظیم مفسر تھے۔ ایک تفسیر احکام القرآن صرف آیات احکام ہی کی تفسیر لکھی جو بارہ جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔ زاہدانہ اور درویشانہ زندگی بسر کی۔ شوال ۶۷۱ھ کو وفات پائی۔ یہ تفسیر قرطبی کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔

۲۹: عبدالعزیز بن احمد دبیری رحمہ اللہ:

اپنے زمانہ کے جامع المعقول والمنقول تھے ایک تفسیر لکھی جس کا نام تفسیر دبیری ہے آپ کی وفات ۶۷۳ھ کو ہوئی۔

۳۰: موفق الدین احمد کواشی رحمہ اللہ:

فقہ شافعی کے مستند اور محقق عالم تھے۔ ایک تفسیر لکھی جس کا نام کشف الحقائق فی التفسیر ہے۔ مرتب کر کے اس کے نسخے اس دور کے علمی مراکز مکہ مکرمہ مدینہ طیبہ اور بیت المقدس کو بھی بھیجے۔ یہ تفسیر مفسرین کرام کے ہاں قابل استناد ہے۔ امام شعرانی رحمہ اللہ نے تفسیر کواشی کو دس بار مطالعہ کیا ہے۔ سیوطی رحمہ اللہ نے اس پر اعتماد کیا۔ یعقوب چرخی رحمہ اللہ نے استفادہ کیا ہے۔ کواشی ۶۸۰ھ کو فوت ہوئے۔ آپ کی تفسیر کے ایک حصہ کا نسخہ ٹونک کے کتب خانہ میں موجود ہے دوسرا حصہ "التبصرۃ" کا ایک نسخہ مکتوبہ ۱۰۷۱ھ کتب خانہ جامع پاشا موصل میں ہے۔ اسی "التبصرۃ" ایک نسخہ جو ایک ہی جلد میں ہے مکتوبہ ۱۰۷۱ھ میں "حلب" کے کتب خانہ عثمانیہ میں موجود ہے۔

۳۱: عبدالجبار بن عبدالخالق رحمہ اللہ:

وعظ بھی فرمایا کرتے تھے۔ ایک تفسیر لکھی جو آٹھ جلدوں میں ہے۔ بغداد میں شعبان ۶۸۱ھ کو فوت ہوئے۔

۳۲: احمد بن محمد بن منصور:

ابن المنیر کے نام سے مشہور ہوئے آپ کی ولادت اسکندریہ میں ہوئی۔ قرآن کریم کی تفسیر لکھی جو ہر دور میں قابل اعتماد سمجھی گئی ۶۸۳ھ کو وفات پائی۔

۳۳: احمد بن عمر الانصاری رحمہ اللہ:

زندگی قرآن وسنت کی روشنی میں گزری خرقہ خلافت ابوالحسن شاذلی رحمہ اللہ سے عطا ہوا تھا۔ آپ کی تصانیف فقہ میں "تہذیب" عقائد میں "ارشاد" حدیث میں "مصابیح" اور تفسیر میں "مہدوی" مشہور ہیں جو دس جلدوں میں ہے۔ آپ کی وفات ۶۸۵ھ کو ہوئی۔

۳۴: قاضی ناصر الدین بیضاوی رحمہ اللہ:

بڑے عالم دین اور مصنف تھے۔ آپ کی تفسیر انوار التنزیل تفسیر بیضاوی کے نام سے مشہور ہے اس تفسیر میں علمی ادبی فوائد کا بیش بہا ذخیرہ جمع ہے عقائد اہل سنت کی تائید اور معتزلہ کی مدلل تردید بھی کی گئی ہے اس تفسیر کو قبولیت حاصل ہوئی۔ انتقال ۶۸۵ھ کو ہوا۔ قلمی نسخہ محررہ ۹۵۷ھ مولانا منظور الحسینی رحمہ اللہ اٹک ضلع جہلم کے پاس ہے۔ ایک قلمی نسخہ محررہ ۱۰۰۷ھ اسلامیہ کالج پشاور کی لائبریری میں ہے۔ ایک قلمی نسخہ محررہ ۹۹۱ھ ندوۃ المصنفین اعظم گڑھ میں ہے۔ نواب ضابطہ خان کے ملازم حافظ محمد یوسف رحمہ اللہ کاندھلوی تفسیر بیضاوی کے حافظ تھے "امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس تفسیر کی بہت تعریف کی۔ سیوطی رحمہ اللہ (م ۹۱۱ھ) کا مرتبہ حاشیہ بہ نام نواھد الابکار و شواھد الافکار طبع ہو چکا ہے۔ ایک نسخہ ضلع اٹک (کیمبلپور) کے مشہور صوفی عالم مولوی صاحب مرحوم مکھڈ کے ذاتی کتاب خانہ میں موجود ہے۔ اس تفسیر پر تنقیدی مواخذات شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ، بہاؤ الدین آملی نے کئے اور ان مقامات کی نشاندہی بھی کر دی ہے جو باہمی متضادات اور متناقض ہیں۔

۳۵: محمد بن محمد رحمہ اللہ:

برہان نسفی کے نام سے مشہور تھے ممتاز عالم تھے۔ امام رازی رحمہ اللہ کی مرتبہ تفسیر کا انتخاب لکھا۔ ۶۸۷ھ کو فوت ہوئے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے پہلو میں دفن کر دیئے گئے۔

۳۶: شیخ نجم الدین رحمہ اللہ المعروف بہ دایہ:

ممتاز صوفیاء کرام میں سے تھے نجم الدین ابوالجناب سے اکتساب علم کیا، کچھ پاروں کی تفسیر بہ نام تاویل النجمیہ لکھی، جو بحر الحقائق کے نام سے

مشہور تھی۔ اس تفسیر کو احمد بن محمد رحمہ اللہ البیابانکی ۷۳۶ھ نے مکمل فرمایا پانچ بڑی جلدوں میں ہے۔ مخطوطہ دار الکتب مصریہ میں محفوظ ہے۔ ناقص نسخہ کتب خانہ فاضلیہ گڑھی افغاناں میں ہے۔ واللہ اعلم۔

آٹھویں صدی ہجری کے مفسرین قرآن مجید

۱: ابوالبرکات عبداللہ رحمہ اللہ:

نسفی مشہور تھے فقہ حنفی اور علم کلام کے بہت بڑے عالم تھے۔ قرآن کریم کی ایک تفسیر بنام مدارک التنزیل لکھی جو تفسیر مدارک کے نام سے مشہور ہے۔ اہل السنۃ والجماعت اور فقہ حنفی کو مدلل ثابت فرمایا ہے۔ یہ تفسیر مطبوعہ اور عام دستیاب ہے۔ مفید اور جامع شرح مولانا عبدالحق مہاجر مکی رحمہ اللہ نے بہ نام الاکلیل علی مدارک التنزیل لکھی ہے۔ علامہ نسفی رحمہ اللہ نے ۷۰۱ھ کو وفات پائی۔

۲: امام بدرالدین:

حلبی رحمہ اللہ مشہور ہوئے۔ تفسیر کشاف پر محاکمہ کرتے ہوئے ایک کتاب بنام مختصر الراشف عن زلل الکاشف لکھی۔ ۷۰۵ھ کو فوت ہوئے۔

۳: علامہ قطب الدین محمود بن مسعود رحمہ اللہ:

شیراز کے جلیل القدر عالم حنفی تھے تفسیر پر عبور حاصل تھا۔ تفسیر لکھی جس کا نام علامی ہے۔ چالیس جلدوں میں ہے وفات تبریز میں ۷۱۰ھ کو ہوئی۔ بعض نے اس کا نام مفتاح السنان فی تفسیر القرآن لکھا ہے، اس تفسیر کی پہلی جلد قلمی دار الکتب المصریہ میں ہے۔ استنبول میں محمد اسعد رحمہ اللہ کے کتب خانہ میں کامل نسخہ بھی ہے۔

۴: خواجہ رشید الدین فضل رحمہ اللہ:

ہمدان کے ان علماء میں سے تھے جو علم و فضل کے ساتھ ملکی امور کا بھی وسیع تجربہ رکھتے تھے۔ چنانچہ سلطان ابوسعید رحمہ اللہ نے آپ کو وزیر مقرر کر لیا تھا۔ مبسوط اور جامع تفسیر مرتب فرمائی جس پر علماء نے تقاریظ لکھی ہیں وفات ۷۱۸ھ کو ہوئی۔

۵: عماد الکندی:

اسکندریہ کے قاضی تھے۔ غرناطہ میں سکونت اختیار کر لی تھی، علم تفسیر کتاب بہ نام تکفیل لمعانی التنزیل لکھی جو ۲۳ جلدوں میں ہے۔ یہ تفسیر کشاف کی شرح ہے اور اس پر مناقشات کی توجیہات پر مشتمل ہے۔ وفات ۷۲۰ھ کو ہوئی۔

۶: احمد بن محمد بن عثمان رحمہ اللہ:

البناء رحمہ اللہ کے نام سے مشہور تھے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی باء کی تفسیر میں مستقل کتاب لکھی۔ سورۃ العصر اور سورۃ الکوثر کی مستقل تفاسیر بھی لکھیں۔ قرآن کریم کے رسم الخط کی امتیازی شان پر ایک کتاب بہ نام ''عنوان الدلیل مرسوم خط التنزیل'' لکھی تفسیر کشاف کا بہترین حاشیہ مرتب فرمایا۔ ۷۲۴ھ کو وفات ہوئی۔

۷: احمد بن محمد مکی رحمہ اللہ:

قمولی کے لقب سے مشہور تھے۔ تدریس، تصنیف اور افتاء کے ماہر تھے آپ کی تصانیف میں البحر المحیط اور جواہر البحر مشہور ہیں تفسیر کبیر کا تکملہ لکھا۔ ۷۲۷ھ کو انتقال ہوا۔

۸: احمد بن محمد بن عبدالولی رحمہ اللہ:

المقدسی بن جبارہ کے نام سے مشہور تھے ایک تفسیر بہ نام فتح القدیر لکھی، بیت المقدس میں ۷۲۷ھ کو فوت ہوئے۔

۹: نظام الدین قمی نیشاپوری:

مشہور نام نظام الاعرج ہے فلسفہ، تصوف اور جغرافیہ کے ماہر تھے۔ ایک تفسیر بھی لکھی۔ اس کا نام غرائب القرآن و رغائب الفرقان ہے۔ دوسری تفسیر لب التاویل فی تفسیر القرآن ہے۔ ایک جلد میں ہے۔ غرائب القرآن کا قلمی نسخہ مخطوطہ ۷۸۲ھ کتب خانہ درگاہ حضرت پیر محمد شاہ صاحب احمد آباد میں ہے ایک مخطوطہ کتب خانہ دار المصنفین اعظم گڑھ میں موجود ہے۔ سال وفات ۷۲۸ھ۔ ۷۱۰ھ لکھی ہے۔

۱۰: السید محمد بن ادریس رحمہ اللہ:

بڑے مفسر تھے۔ آپ کی تفاسیر کے نام التیسیر، الاکسیر الابریز فی تفسیر القرآن العزیز، اور النہج القویم فی تفسیر القرآن الکریم مشہور ہیں ۷۳۰ھ کو وفات پائی۔

۱۱: امام برہان الدین الجعبری رحمہ اللہ:

نزول قرآن عزیز کو ایک بلیغ قصیدہ میں مدون کر دیا۔ جس کا نام ''تقریب المامول فی ترتیب النزول'' ہے۔ یہ قصیدہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ کی مولفہ الاتقان میں نقل ہے آپ کی وفات ۷۳۲ھ کو ہوئی۔

۱۲: عبدالواحد ابن المنیر رحمہ اللہ:

خاندان علمی تھا۔ علماء زمانہ نے عز القضاۃ کا خطاب دیا تھا۔ قرآن عزیز کی ایک تفسیر دس جلدوں میں لکھی جو تفسیر ابن المنیر کے نام سے مشہور اور دستیاب ہے ۷۳۶ھ کو وفات ہوئی۔

۱۳: احمد بن محمد السمنانی:

قرآن عزیز کے ساتھ آپ کا عشق تھا۔ قابل قدر تھے۔ ابن عربی کے نظریات کے شدید مخالف تھے۔ آپ نے ایک تفسیر مرتب کی جو تیرہ جلدوں میں ہے۔ ایک کتاب ''تکملۃ التاویلات النجمیہ'' بھی لکھی۔ بغداد میں ۷۳۶ھ کو وفات ہوئی۔

۱۴: ھبۃ اللہ رحمۃ اللہ:

شرف الدین البارزی کے نام سے شہرت پائی آپ کا فتوی آخری فتوی سمجھا جاتا تھا۔ ایک تفسیر ''روضات الجنان فی تفسیر القرآن'' دس جلدوں میں ہے۔ آپ کا انتقال ۷۳۷ھ کو ہوا۔ عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام پر مدلل فتوی تحریر فرمایا۔

۱۵: علی بن عثمان بن حسان رحمہ اللہ:

دمشق تقی واسطی رحمہ اللہ، علامہ نووی رحمہ اللہ سے اکتساب فیض کیا۔ جلیل القدر عالم تھے۔ تفسیر طبری کا اختصار کیا۔ ۷۳۹ھ کو وفات پائی۔

۱۶: الشیخ علاؤ الدین علی بن محمد رحمہ اللہ:

مزاج تصوف کی طرف مائل تھا، دمشق کی خانقاہ السمساطیہ کے عظیم کتب خانہ کے ناظم مقرر ہوئے۔ علامہ بغوی رحمہ اللہ کی مرتبہ تفسیر معالم التنزیل کا اختصار بنام لباب التاویل کیا جو تفسیر خازن کے نام سے مشہور اور عام دستیاب ہے۔ وفات ۷۴۱ھ کو حلب میں ہوئی۔

۱۷: ابوالحسین بن ابی بکر:

اسکندریہ کی نسبت سے اسکندری کہلائے، تفسیر لکھی جو ''تفسیر الاسکندری'' کے نام سے دس جلدوں میں ہے۔ ۷۴۱ھ کو وفات پائی۔

۱۸: الحسین بن محمد:

قصبہ طیب میں پیدا ہوئے اسی لئے طیبی رحمہ اللہ کہلائے۔ علم حدیث اور تفسیر پر بالغ نظر رکھتے تھے۔ مشکوۃ شریف کا حاشیہ طیبی کے نام سے مشہور ہے۔ اس کا ایک مخطوطہ گڑھی افغانان متصل حسن ابدال رحمہ اللہ کی خانقاہ فاضلیہ میں موجود ہے۔ علم تفسیر میں تفسیر کشاف کا حاشیہ ''فتوح الغیب فی الکشف عن قناع الریب'' لکھا جو آٹھ جلدوں میں طبع ہو چکا ہے۔ جب یہ حاشیہ لکھنے کا ارادہ کیا تو خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طیبی کو دودھ کا بھرا ہوا پیالہ عنایت فرمایا۔ اس حاشیہ کے متعلق ابن خلدون نے لکھا کہ علامہ طیبی نے یہ ثابت کیا کہ صحیح بلاغت وہی ہے جو اہل السنۃ کے اختیار کردہ طریقہ تعبیر سے ادا ہوتی ہے۔ معتزلہ کے اعتراضات اور تنقیدات کے دندان شکن جوابات بھی دیئے۔ مفسر نے تمام علوم بلاغت کو بالاستیعاب لکھ کر معانی کا حق ادا کیا ہے۔ درس تفسیر کو مکمل فرما چکے۔ روبقبلہ بیٹھے ہوئے تھے کہ روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا۔ ۷۴۳ھ کا دن تھا۔ حاشیہ طیبی رحمہ اللہ قلمی نسخہ محررہ ۷۲۷ھ خدا بخش لائبریری پٹنہ میں موجود ہے۔

۱۹: محمد بن یوسف ابن حیان اثیر الدین رحمہ اللہ:

آپ کے اساتذہ کی تعداد چار سو پچاس ہے۔ سلف صالحین کے پورے متبع اور مقلد تھے، قرآن کریم کی تفسیر البحر المحیط مشہور ہے۔ بقول علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ''ابن حیان رحمہ اللہ ان علماء کرام میں سے ہیں جن کی تصانیف ان کی زندگی میں قبول ہو چکی تھیں۔'' ایک غریب القرآن بھی ہے۔ البحر المحیط ۱۳۲۸ھ کو طبع ہو چکی ہے۔ وفات ۷۴۵ھ کو قاہرہ میں دفن ہوئے۔

۲۰: احمد بن الحسن جار بردی رحمہ اللہ:

فخر الدین لقب تھا علم صرف ونحو میں واقعی امام تھے۔ امام بیضاوی رحمہ اللہ کے شاگرد تھے۔ تفسیر کشاف پر مفید اور جامع حاشیہ لکھا۔ تبریز میں رمضان ۷۴۶ھ کو فوت ہوئے۔

۲۱: احمد بن عبد القادر القیسی رحمہ اللہ:

محقق حنفی عالم تھے۔ البحر المحیط کا انتخاب الدار اللقیط لکھا جو البحر المحیط کے حاشیہ پر طبع ہو چکا ہے ۷۴۷ھ کو وفات پائی۔

۲۲: محمد بن احمد اللبان رحمہ اللہ:

آپ کی کتاب تفسیر الایات المتشابہات الی الآیات المحکمات مطبوعہ اور دستیاب ہے ۷۴۹ھ کو وفات ہوئی۔

۲۳: علامہ شمس الدین ابن القیم رحمہ اللہ:

علماء مصر سے اکتساب علوم کیا۔ ابن تیمیہ کی شاگردی ایسی اختیار کی کہ سایہ کی طرح زندگی بھران کے ساتھ رہے، مگر بعض عقائد میں اسی طرح مسلک علماء حق سے انحراف تھا۔ آپ کے ہمعصر علامہ سبکی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب السیف الصقیل فی الرد علی ابن الزفیل میں آپ پر تنقید فرمائی ہے۔ جامع کتاب زاد المعاد مرتب کی ہے اور کتاب الروح جیسی مایہ ناز کتاب بھی علمی شاہکار ہے قرآن کریم کی قسموں پر ایک جامع کتاب ''التبیان'' لکھی جو چھپ کر تفسیر ابن القیم کے نام سے دستیاب ہے۔ وفات ۷۵۱ھ کو ہوئی۔

۲۴: شہاب الدین مسعود السمین:

الحلبی المصری رحمہ اللہ کہلائے۔ تفسیر میں احکام القرآن نامی ایک کتاب لکھی ایک تفسیر بھی لکھی جس کا نام ''الدار المصون فی علم الکتب المکنون'' ہے اس میں صحابہ کرامؓ اور تابعین رحمہ اللہ کے اقوال تفسیر یہ بہ نشان نام جمع فرما دیئے ہیں اور یہ مختصر تفسیر ہے۔ مفصل تفسیر بھی لکھی ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے ''میں نے السمین رحمہ اللہ کی مرتبہ تفسیر دیکھی جو مفسر کے اپنے قلم سے ہے اور بیس جلدوں میں ہے۔'' ایک نسخہ مدینہ منورہ میں مکتبہ شیخ الاسلام رحمہ اللہ میں موجود ہے۔ وفات ۷۵۶ھ کو ہوئی۔

۲۵: علی بن عبد الکافی السبکی رحمہ اللہ:

قاضی جلال الدین قزوینی رحمہ اللہ کی وفات پر دمشق کے قاضی مقرر ہوئے، ایک تفسیر بنام الدر النظیم فی تفسیر القرآن الکریم لکھی۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ''آپ کی سب تصانیف آب زر سے لکھنے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذیت کی چیز راستہ سے ہٹا دے یہ بھی تیرے لئے صدقہ ہے۔ (احمد)

کے قابل ہیں" ۷۵۶ھ کو فوت ہوئے اور قاہرہ کے باب النصر میں دفن ہوئے۔

۲۶: محمد بن علی بن عابد الانصاری:

آپ کو امام الکتابت رحمۃ اللہ کا لقب دیا گیا۔ تفسیر کشاف کا کامیاب حاشیہ لکھا۔ ۷۶۲ھ کو فوت ہوئے۔

۲۷: علامہ مخلص الہندی رحمۃ اللہ:

دہلی کے جلیل القدر عالم تھے۔ ایک تفسیر بنام کشف الکشاف لکھی جس میں زیادہ کشاف پر علمی تنقید ہے ۷۶۴ھ کو فوت ہوئے۔

۲۸: محمد بن محمد الرازی رحمۃ اللہ:

تحتانی کے لقب سے مشہور تھے، دمشق میں مقیم تھے اور زندگی کا آخری دور علم تفسیر، معانی اور بیان کی تدریس میں گزارا اہل دمشق آپ کے گرویدہ تھے۔ تفسیر کشاف کا حاشیہ لکھا، دمشق ہی میں ۷۶۶ھ کو فوت ہوئے۔

۲۹: محمد بن محمد بن محمد الاقصرائی رحمۃ اللہ:

محقق اور نکتہ شناس عارف تھے، درس حدیث و تفسیر دیتے رہے، اقصرائی نے تفسیر کشاف پر حاشیہ لکھا۔ ۷۷۰ھ کو انتقال ہوا۔

۳۰: محمود بن احمد قنوی رحمۃ اللہ:

فقہ و تفسیر میں خصوصاً محقق تھے۔ کتاب المعتمد اختصار مسند ابی حنیفہ رحمۃ اللہ، کتاب مشارق الانوار لحل مشکل الاثار تفسیر بنام تہذیب احکام القرآن لکھی۔ ۷۷۱ھ کو انتقال ہوا۔

۳۱: سراج الدین (سراج الہندی رحمۃ اللہ)

آباؤ اجداد غزنی سے تھے۔ حجاز اور مصر کا سفر کیا پھر مصر ہی میں مقیم ہو گئے۔ مصر میں احناف کے مقتداء تھے تاریخ اور اسماء الرجال کی کتابوں میں آپ کو سراج الہندی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ امام ابن تیمیہ کے ساتھ کئی مناظرے کئے۔ قرآن عزیز کی ایک تفسیر تفسیر السراج لکھی ہے۔ ۷۷۳ھ کو قاہرہ میں انتقال ہوا۔

۳۲: خضر بن عبدالرحمٰن زردی رحمۃ اللہ:

قرآن کریم کی ایک تفسیر بنان بتبیان لکھی۔ مفسر کی وفات ۷۷۳ھ کو ہوئی۔ اس تفسیر کا ایک مخطوطہ محررہ ۱۰۴۷ھ ٹونک کے کتب خانہ عرفانیہ میں محفوظ ہے۔

۳۳: اسمٰعیل بن عمر بن کثیر القیسی رحمۃ اللہ:

۷۰۰ھ میں دمشق میں پیدا ہوئے، ابن عساکر رحمۃ اللہ وغیرہم سے اکتساب فیض کیا۔ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ کا یہ جامع ارشاد ہے:

"الامام المفتی المحدث البارع الفقیہ المفسر" تصنیف تفسیر ابن کثیر مشہور متداول اور مستند تفسیر ہے۔ آپ کے تمام تصانیف نے آپ کی زندگی ہی میں قبولیت حاصل کر لی تھی۔ ۷۷۴ھ کو فوت ہوئے۔

تفسیر ابن کثیر کا اختصار علامہ محمد علی صابونی رحمۃ اللہ استاذ دراسات اسلامیہ مکہ مکرمہ نے مرتب کیا۔ اس کا اُردو زبان میں ترجمہ کراچی کے مطبع اصح المطابع نے شائع کیا ہے۔

۳۴: محمد بن محمد بن محمود رحمۃ اللہ:

بغداد کے قریب ایک بستی کی نسبت سے بابرتی کہلائے، حنفی مسلک کے محقق اور جلیل القدر عالم ھدایہ کی ایک شرح لکھی اور تفسیر کشاف کا جامع حاشیہ لکھا اور ایک مستقل تفسیر بھی لکھی۔ شب جمعہ ۷۸۶ھ کو انتقال ہوا۔ ۷۸۶ھ سلطان وقت بھی حاضر تھا۔

۳۵: ابراہیم بن عبدالرحیم بن جماعۃ:

مصر میں پیدا ہوئے، گھرانہ علمی تھا۔ القدس میں قیام کیا آخر عمر میں شام کے قاضی مقرر ہوئے۔ تفسیر میں مہارت تھی۔ ایک تفسیر دس جلدوں میں لکھی جس کو تفسیر ابن جماعۃ کہا جاتا ہے۔ عسقلانی رحمۃ اللہ نے خود ان کے قلم سے لکھی ہوئی دیکھی ہے۔ ۷۹۰ھ کو وفات ہوئی۔

۳۶: مسعود بن عمر الامام سعد الدین رحمۃ اللہ:

خراسان تفتازان میں پیدا ہوئے۔ قرآن حکیم کی ایک تفسیر فارسی میں بنام کشف الاسرار وعدۃ الابرار لکھی، کشاف پر حاشیہ کی تلخیص لکھی۔ ۷۹۲ھ کو فوت ہوئے۔ یہ قلمی حاشیہ طلائی جدول سے مزین اسلامیہ کالج پشاور کی لائبریری میں موجود ہے۔

۳۷: امام بدر الدین محمد زرکشی رحمۃ اللہ:

قاہرہ میں ولادت ہوئی۔ شیخ جمال الدین رحمۃ اللہ السنوی سے اکتساب فیض کیا۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ، شیخ شہاب الدین الاوزاعی سے علوم حاصل کئے، تصانیف علوم قرآن اور قواعد تفسیر القرآن کے نام کی لکھی۔ جو چار جلد میں طبع ہو چکی ہے جس کا نام البرھان ہے علامہ سیوطی رحمۃ اللہ نے بھی اس سے استفادہ کیا ہے۔ ۷۹۴ھ کو فوت ہوئے۔

۳۸: امیر کبیر تاتار خان دہلوی رحمۃ اللہ:

تفسیر تاتار خانی مرتب کرائی، سلطان فیروز رحمۃ اللہ شاہ تغلق کے زمانہ میں ۷۹۹ھ کو انتقال ہوا۔ آپ نے علماء کے ایک گروہ کو جمع کیا اور تمام تفاسیر کو اکٹھا کیا اور آئمہ تفسیر کے ہر آیت کے متعلق تمام اقوال اس تفسیر میں جمع کرا دیئے تاتار خان رحمۃ اللہ نے دل و جان سے کوشش کی کہ اس دور کی تمام تفاسیر اس کی ایک کتاب میں جمع کر دی جائیں۔ (تاریخ فیروز شاہی ص ۲۶۶)

۳۹: فضل اللہ بن ابی الخیر رحمۃ اللہ:

ایک یہودی کے گھر ولادت ہوئی ہمدانی کے نام سے مشہور ہوئے۔ ہمدانی نے قرآن حکیم کی ایک تفسیر تفسیر طنطاوی رحمۃ اللہ کی طرز پر لکھی

۸۰۰ھ میں آپ کو شہید کر دیا گیا۔

۴۰: علی بن محمد قوشجی رحمۃ اللہ:

سمرقند میں پیدا ہوئے، علم تفسیر میں محققانہ بصیرت رکھتے تھے، تفسیر کشاف کا جو حاشیہ علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ نے لکھا۔ قوشجی نے اس حاشیہ کا حاشیہ لکھا ہے۔ ۸۰۷ھ میں وفات پائی۔

نویں صدی ہجری کے مفسرین قرآن مجید

۱: محمد بن محمد بن عرفہ الورغمی رحمۃ اللہ:

آباؤ اجداد تونس کے تھے۔ مگر آپ کے والد ماجد رحمۃ اللہ جو کہ باعالم باعمل تھے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آگئے۔ آپ کی ولادت مدینہ منورہ میں ہوئی۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ نے آپ کو آٹھویں صدی کا مجدد تسلیم کیا ہے۔ فقہ میں آپ نے ایک کتاب بنام المبسوط لکھی جس پر علماء نے حواشی تحریر کئے۔ تفسیر دو جلدوں میں لکھی۔ جو تفسیری فوائد کا مجموعہ ہے۔ ۸۰۳ھ کو فوت ہوئے۔

۲: شیخ شہاب الدین احمد بن محمود سیواسی رحمۃ اللہ:

تمام تفاسیر کا مطالعہ کیا۔ سب کا خلاصہ بطور حاصل مطالعہ لکھا۔ جس کا نام التفاسیر للفضلاء والمشاہیر رکھا۔ یہ کتاب مختصر ہونے کے باوجود جامع ہے۔ ۸۰۳ھ کو وفات پائی۔ ناقص نسخہ خدا بخش لائبریری ''پٹنہ'' میں موجود ہے ایک کامل نسخہ مکہ مکرمہ کے کتب خانہ حرم میں موجود ہے نمبر ۱۷۳ ہے۔

۳: زین بن ابراہیم رحمۃ اللہ:

آپ نے امام ابوزرعہ رحمۃ اللہ عراقی کے نام سے شہرت پائی، ابوحیان رحمۃ اللہ اندلسی نے قرآن کریم کے الفاظ غریبہ کو ایک کتاب میں جمع کر دیا جس کا نام اتحاف الاریب بما فی القران من الغریب ہے۔ ابو زرعہ رحمۃ اللہ نے اس ساری کتاب کو منظوم کر دیا جس کا نام الفیہ فی غریب القران ہے۔ قلمی نسخہ جامع ازہر کے مخطوطات میں ہے۔ از۔ ۱۳۷۴ھ جلالین کے حاشیہ پر شائع ہو چکی ہے۔ وفات ۸۰۶ھ کو ہوئی۔

۴: شیخ اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ:

سلطان ابراہیم سمنانی رحمۃ اللہ کے بیٹے ہیں۔ انیس سال کی عمر میں تخت نشینی ہوئی مگر تیس سال کی عمر میں تخت سے دستبردار ہو کر اوچ شریف میں شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ سے اکتساب فیض کیا۔ ایک تفسیر لکھی جس کا نام نور بخشیہ ہے۔ ۸۰۸ھ کو کچھوچھ میں انتقال ہوا۔

۵: علی بن محمد المعروف سید سند رحمۃ اللہ

جرجانی مشہور ہوئے۔ علماء احناف میں سے بے نظیر محقق عالم تھے۔ شیراز آ کر درس و تدریس میں مصروف ہو گئے۔ تیمور رحمۃ اللہ نے جب شیراز کو تاراج کیا تو سید صاحب کو سمرقند لے گیا۔ آپ کی تصانیف تقریباً پچاس ہیں۔ تفسیر کشاف پر بہترین حواشی مرتب فرمائے۔ آپ نے قرآن عزیز کا فارسی میں ترجمہ بھی کیا جس کو ناواقف شیخ سعدی رحمۃ اللہ کی طرف منسوب کرتے تھے۔ آپ نے شیراز میں ۸۱۶ھ کو وفات پائی۔

۶: مجد الدین ابوطاہر فیروز آبادی رحمۃ اللہ

امام ابن القیم رحمۃ اللہ اور امام التقی السبکی رحمۃ اللہ سے اکتساب فیض کیا۔ حنفی علماء میں شانِ امامت رکھتے تھے۔ سلطان روم مراد خان رحمۃ اللہ نے آپ کو علوم کی اشاعت کے مواقع مہیا کر دیئے۔ مشارق الانوار کی شرح لکھی۔ کتاب ''الامع الملباب'' ساٹھ جلدوں میں لکھی۔ کشاف کے خطبہ کی شرح لکھی اور جو بنام ''تفسیر مجاہد'' کتب خانہ تحقیقات اسلامیہ میں عکس موجود ہے نمبر ۱۲۶ ہے۔ مستقل تفسیر لطائف فی التمیز فی لطائف الکتاب العزیز لکھی جو پانچ جلدوں میں قاہرہ سے طبع ہو چکی ہے۔ ۸۱۶ھ کو وفات ہوئی۔

۷: سید محمد بن سید یوسف

دہلی میں ولادت ہوئی۔ شاہ نصیر الدین چراغ دہلی رحمۃ اللہ سے علوم ظاہریہ اور فیوضات باطنیہ کا اکتساب کیا۔ ایک دن مرشد رحمۃ اللہ کی پالکی اٹھا کر جا رہے تھے سر کے بال الجھ گئے۔ تکلیف کے باوجود اسی طرح رہنے دیا حضرت الشیخ رحمۃ اللہ نے برجستہ یہ شعر پڑھا:

ہر کہ غلام سید گیسودراز شد
واللہ خلاف نیست کہ اوعشق باز شد

آپ کی تصانیف ایک سو پانچ ہیں۔ اسی سے گیسودراز کے نام سے مشہور ہوئے جن میں اردو نثر کی پہلی کتاب ''معراج العاشقین'' ہے۔ تفسیر کشاف پر حاشیہ لکھا ایک مستقل تفسیر بھی لکھی جس کا نام ''درر ملتقط'' ہے۔ اس میں زیادہ بحث علم معرفت کے متعلق ہے۔ ۸۲۵ھ کو وصال فرمایا درر ملتقط کا پہلا حصہ کتب خانہ ناصریہ لکھنؤ میں موجود ہے۔ ضلع ہزارہ میں تشریف لانا بھی ثابت ہے اور ''مشوانی سادات'' کا سلسلہ نسب آپ سے ملتا ہے اور حضرت مولانا زاہد الحسینی رحمۃ اللہ مرتب تذکرۃ المفسرین کا سلسلہ نسب بھی آپ تک پہنچتا ہے۔

۸: محمد بن خلفۃ الوشتانی رحمۃ اللہ

امام ابن عرفہ رحمۃ اللہ کے جانشین تھے۔ آپ کے حلقہ درس سے ثعالبی رحمۃ اللہ جیسے مفسر قرآن پیدا ہوئے۔ ایک تفسیر آٹھ جلدوں میں لکھی ہے۔ ۸۲۸ھ کو وفات ہوئی۔

۹: یوسف بن احمد بن محمد

اجداد کا مسکن تو حرم مکہ مکرمہ تھا۔ مگر یہ خود یمن آباد ہو گئے۔ دیگر

تصانیف کے علاوہ آپ کی مرتبہ تفسیر ''الثمرات فی تفسیر آیات الاحکام ہے۔۸۳۲ھ کو وفات ہوئی۔

۱۰: عبد اللہ بن مقداد

قاضی جمال الدین لقب تھا۔ قرآن عزیز کی ایک تفسیر تین جلدوں میں ہے جو کہ ابھی تک غیر مطبوع ہے۔۸۳۲ھ کو وفات ہوئی۔

۱۱: شیخ علی بن احمد مہائمی رحمہ اللہ:

بمبئی کے قریب قصبہ مہائم میں پیدا ہوئے۔ علوم اسلامیہ میں یکتائے روزگار تھے۔ ادراک مطالب میں شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی سی شان رکھتے تھے۔ عربی زبان میں ایک تفسیر بھی لکھی جس کا نام تفسیر رحمانی ہے۔ دو جلدیں مصر سے شائع ہو چکی ہے۔ ہر سورۃ کی ابتداء بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تفسیر اس انداز سے کی کہ اس میں ساری سورۃ کا مضمون اجمالی طور پر سمو دیا ہے۔ اعجازی اور ادبی نکات پر بے مثل بحث کی۔ وفات ۸۳۵ھ کو ہوئی ایک کتاب حجۃ اللہ البالغہ کی طرز پر لکھی ہے جس کا نام انعام الملک العلام ہے۔

۱۲: السید علی بن محمد بن ابی القاسم رحمہ اللہ:

ایک مستقل تفسیر آٹھ جلدوں میں لکھی اور تفسیر کشاف کا حاشیہ تجرید الکشاف بھی لکھا۔۸۳۷ھ کو وفات ہوئی۔

۱۳: السید محمد بن ابراہیم

ابن الوزیر کے نام سے مشہور تھے۔ قرآن عزیز کی نظم بیان کو یونانی زبان کے طرز ادا پر فضیلت ثابت کرنے کیلئے ایک کتاب ترجیح اسالیب القرآن علی اسالیب الیونان لکھی۔ ایک تفسیر بہ نام التفسیر النبوی صلی اللہ علیہ وسلم لکھی۔ جس میں ان ارشادات امام الاولیاء سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جمع فرما دیا جو قرآن کریم کی تفسیر میں روایت کئے گئے تھے۔۸۴۰ھ کو وفات ہوئی۔ ترجیح اسلوب القرآن قاہرہ سے شائع ہوگئی ایک مطبوعہ نسخہ کتب خانہ ادارہ تحقیقات اسلامیہ میں موجود ہے۔

۱۴: محمد بن محمد بن محمد بن احمد

ابویاسر کے نام سے مشہور تھے۔ مفسر وقت ابن عرفہ رحمہ اللہ سے بھی اکتساب کیا، علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ کے شاگرد رشید تھے۔ محقق مصنف تھے۔ عمدۃ الاحکام کی شرح غایۃ الالہام تین جلدوں میں لکھی۔ المغنی کی شرح بھی چار جلدوں میں لکھی۔ ایک مستقل تفسیر لکھی اور تفسیر کشاف میں مندرجہ احادیث کی تخریج بھی لکھی جس کا نام الفتح الشافی رکھا مگر مکمل نہ ہو سکی۔۸۴۴ھ کو وفات پائی۔

۱۵: محمد بن یحیٰی الطرابلسی ابن زہرہ رحمہ اللہ

طرابلس میں پیدا ہوئے قاہرہ آئے اور امام بلقینی رحمہ اللہ سے استفادہ کے بعد وطن لوٹ گئے ایک تفسیر بہ نام فتح المنان فی تفسیر القرآن لکھی۔ ۸۴۸ھ کو فوت ہوئے۔

۱۶: قاضی شہاب الدین دولت آبادی ثم الدہلوی رحمہ اللہ

خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمہ اللہ کے شاگرد رشید تھے۔ فتاوی ابراہیم شاہی آپ کے دور کا مرتبہ ہے۔ ایک کتاب متن الارشاد لکھی جس کے اکثر اقتباسات شرح ملا جامی میں منقول ہیں۔ قرآن حکیم کی فارسی تفسیر بہ نام بحر مواج لکھی۔ لکھنؤ سے طبع ہو چکی ہے۔ قلمی نسخہ بھی کتب خانہ فاضلیہ متصل گڑھی افغانان میں موجود ہے۔ وفات ۸۴۹ھ کو ہوئی۔ مرض الموت میں سلطان ابراہیم آیا اور پانی کا ایک پیالہ بھر کر ان کے سر پر پھیرتے ہوئے کہا یا اللہ! ان کے بدلے میں میری جان لے لے اور ان کو زندگی عطا کرتا کہ یہ دین کی خدمت کرتے رہیں۔

۱۷: خواجہ یعقوب چرخی رحمہ اللہ

غزنی کے قصبہ چراخ میں پیدا ہوئے ہرات اور پھر مصر جا کر اکتساب علم کیا، علوم ظاہر کے ساتھ علوم باطنیہ سے بھی حصہ وافر ملا تھا۔ خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی رحمہ اللہ سے خلافت کا شرف حاصل ہوا۔ آخری دو پاروں کی تفسیر فارسی میں لکھی جو مطبوعہ ہے اور آج تک متداول ہے ۸۵۱ھ کو وفات پائی۔ قصبہ یلغو میں دفن ہوئے۔

۱۸: تقی الدین ابوبکر بن شہبہ رحمہ اللہ

شافعی فقہ کے علاوہ تاریخ اور تفسیر پر بھی عبور حاصل تھا۔ قرآن عزیز کی ایک تفسیر لکھی جو تفسیر ابن شہبہ کے نام سے مشہور ہے ۸۵۱ھ کو فوت ہوئے۔

۱۹: شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی رحمہ اللہ

ابن حجر عسقلانی کے نام سے مشہور ہیں، سراج بلقینی، حافظ ابن الملقن اور حافظ عراقی سے شرف تلمذ حاصل کیا، علل الحدیث اور علم اسماء الرجال میں سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔ منصب قضاء پر بھی فائز رہے۔ پھر مستعفی ہو کر تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے۔ آپ کی مشہور تصانیف میں بخاری شریف کی جامع اور مستند شرح فتح الباری، تہذیب، تقریب التہذیب، الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ، طبقات الحفاظ اور دکامنہ ہیں۔ قرآن عزیز کی تفسیر ایک تو تجرید التفسیر من صحیح البخاری ہے دوسری تفسیر الاحکام لبیان ما ابہم فی القرآن بھی لکھی ہے جو برلن کے قلمی کتب خانہ میں موجود ہے ۸۵۲ھ کو فوت ہوئے۔

۲۰: احمد بن محمد بن عبد اللہ الرومی الحنفی رحمہ اللہ

دمشق میں پیدا ہوئے۔ فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمہ اللہ کی تفسیر کا ترجمہ ترکی نظم میں کیا۔۸۵۴ھ کو فوت ہوئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرض دینا صدقہ کے قائم مقام ہے۔ (الکنز)

۲۱: الامام بدر الدین عینی محمود بن احمد حنفی رحمہ اللہ

جلیل القدر علماء سے اکتساب علم کیلئے دور دراز کے سفر کئے۔ محدث ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ آپ سے عمر میں ۱۲ سال چھوٹے تھے اور امام عینی رحمہ اللہ سے استفادہ کیا ہے آپ کے شاگردوں میں علامہ ابن الہمام حنفی رحمہ اللہ، حافظ سخاوی رحمہ اللہ، شیخ کمال الدین رحمہ اللہ مالکی جیسے علماء یگانہ تھے۔ زود نوشی کا یہ عالم تھا کہ پوری قدوری ایک رات میں لکھ لی تھی۔ بخاری کی شرح ہدایہ کی شرح، تفسیر کشاف کا حاشیہ معالم التنزیل بغوی کا حاشیہ، تفسیر ابی اللیث سمرقندی کا حاشیہ لکھا آپ کے تصنیفی شاہکار ہیں۔ ۸۵۵ھ کو قاہرہ میں فوت ہوئے۔

۲۲: السید علاؤ الدین سمرقندی رحمہ اللہ

اکثر تفاسیر کا انتخاب کر کے ایک تفسیر بہ نام بحر العلوم لکھی، چار جلدوں میں ہے۔ ڈیڑھ سو سال عمر پائی ۸۶۰ھ کو فوت ہوئے۔

۲۳: امام علاؤ الدین احمد بن محمد ابن اقیرس

قاہرہ کے مشہور عالم اور مفسر قرآن عزیز مسلکاً شافعی تھے۔ قرآن مجید کی ایک تفسیر بہ نام کنز الرحمن فی احکام القرآن دس جلدوں میں لکھی، ۸۶۲ھ کو فوت ہوئے۔

۲۴: جلال الدین محلی الشافعی رحمہ اللہ

تفسیر جلالین کی سورۃ فاتحہ اور سورۃ الکہف تا آخر ان ہی کی تفسیر ہے، تکمیل جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے کی۔ ۸۶۴ھ کو انتقال ہوا۔

۲۵: محمد بن حسن بن محمد بن علی شمنی رحمہ اللہ

قسطنطنیہ سے باہر علاقہ شمنی میں پیدا ہوئے، ابتداءً مالکی تھے پھر حنفی مسلک اختیار کر لیا، محقق مفسر تھے، تصانیف میں قرآن عزیز کی ایک تفسیر بھی ہے، جس کے متعلق علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے کہا ہے اما التفسیر فھو بحرۃ المحیط و کشاف دقائقہ اس سے تفسیر کا عظیم المرتبت ہونا معلوم ہوتا ہے۔ ۸۷۲ھ کو انتقال ہوا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ تفسیر آپ کے والد ماجد رحمہ اللہ نے مرتب کی۔

۲۶: علی بن محمد البسطامی مصنفک رحمہ اللہ

جلیل القدر علماء میں سے تھے۔ بغوی رحمہ اللہ کی مرتبہ مصابیح کی شرح لکھی، سلطان روم محمد خان رحمہ اللہ کی درخواست پر فارسی زبان میں قرآن کریم کی تفسیر بہ نام تفسیر محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھی، خلیفہ چلپی رحمہ اللہ نے ایک جلد دیکھی ہے جو کہ صرف پارہ ۳۰ عم کی تفسیر ہے۔ مفسر کی وفات ۸۷۵ھ کو ہوئی، قسطنطنیہ میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے احاطہ مزار میں دفن کر دیئے گئے۔

۲۷: عبد الرحمٰن بن محمد بن مخلوف ثعالبی رحمہ اللہ

الجزائر کے عالم باعمل نہایت ہی متقی تھے۔ علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے فرمایا "کان اماماً علامۃ مصنفا" کئی مرتبہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف عطا ہوا تفسیر میں دو کتابیں لکھیں ایک کتاب الذھب الابریز فی غوائب القرآن العزیز ہے اور دوسری کا نام تفسیر الجواہر ہے یہ دیگر تفاسیر کا انتخاب ہے خلیفہ چلپی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اس تفسیر کا نصف اس کے پاس ہے۔ وفات ۸۷۵ھ کو ہوئی۔

۲۸: شیخ ابو العدل ابن قطلو بغا رحمہ اللہ

متبحر حنفی عالم دین تھے۔ احناف کے حالات پر ایک کتاب تاج التراجم لکھی، تفسیر ابو اللیث سمرقندی رحمہ اللہ کی احادیث کی تخریج لکھی ہے۔ ۸۷۹ھ کو وفات ہوئی۔

۲۹: محمد بن سلیمان الرومی

حنفی جلیل القدر عالم تھے۔ مولوی محی الدین کافیجی کے نام سے مشہور تھے کیونکہ کافیہ کا مطالعہ بہت کرتے تھے۔ مسلک حنفی تھا مگر ہر مکتب فکر کے علماء آپ کا احترام اور آپ سے استفادہ کرتے تھے۔ ایک دن اپنے شاگرد رشید جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ سے پوچھا کہ زید قائم کی ترکیب کریں، عرض کیا (جملہ اسمیہ ہے) اس میں اشکال کی کیا بات ہے کافیجی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس جملہ میں ایک سو تیرہ ابحاث ہیں۔ آپ کی تصانیف میں مختصر فی علوم التفسیر ہے۔ ۸۷۹ھ کو شب جمعہ میں شہید کر دیئے گئے۔

۳۰: عمر بن علی بن عادل رحمہ اللہ

حنابلہ میں مشہور عالم تھے، قرآن کریم کی تفسیر چھ جلدوں میں لکھی جس کا نام مشہور تفسیر عادل ہے۔ علامہ شعرانی رحمہ اللہ نے یہ تفسیر سات مرتبہ مطالعہ کی ہے وفات دمشق میں ۸۸۰ھ کو ہوئی۔ آپ کی تفسیر کا ایک کامل نسخہ کتب خانہ سلطانیہ مصر میں ہے۔ ایک کامل نسخہ اسپین میں اسکوریال میں ہے جو کہ ایک قلعہ ہے جس میں بادشاہوں کی قبریں ہیں اور ایک قدیمی کتب خانہ بھی ہے۔ ایک کامل نسخہ چھ جلدوں میں دمشق کے کتب خانہ ظاہریہ میں ہے جو کہ ۱۱۶۵ھ کا مخطوطہ ہے۔

۳۱: محمد بن عبد اللہ قرماس رحمہ اللہ

ایک منظوم تفسیر بہ نام فتح الرحمٰن فی تفسیر القرآن لکھی اور پھر اس کا خلاصہ نثر میں لکھا جس کا نام نشر الجمان من فتح الرحمٰن ہے۔ ۸۸۲ھ کو فوت ہوئے۔

۳۲: ملا خسرو محمد بن فراموزر رحمہ اللہ

یہ روم کے بلند پایہ حنفی علماء میں سے تھے۔ سلطان محمد فاتح رحمہ اللہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ اللہ کی بارگاہ میں پہنچتا ہے۔ (المغنی)

قسطنطنیہ آپ کو اپنے زمانہ کا ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہا کرتا تھا آپ نے تفسیر بیضاوی کا کامیاب حاشیہ لکھا۔ جس کا قلمی نسخہ کتب خانہ مکھڈ ضلع اٹک میں موجود ہے۔ وفات ۸۸۳ھ کو ہوئی۔

۳۳: برہان الدین ابن عمر البقاعی رحمہ اللہ

محقق مفسر تھے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ سے اکتساب فیض کیا ربط آیات اور ربط سور پر قلم اٹھایا تو اس کا حق ادا کر دیا تفسیر کا نام نظم الدرر فی تناسب السور ہے۔ بقاعی کی وفات ۸۸۵ھ کو ہوئی۔ قلمی نسخے مکتبہ شیخ الاسلام مکہ مکرمہ، مکتبہ محمودیہ مدینہ منورہ، خزانہ مصریہ، جرمنی کے سرکاری کتب خانہ میں، مکتبہ آغا بشیر میں کامل نسخہ موجود ہے۔ جس کا نمبر ۷۶ ہے۔

۳۴: حسن بن محمد شاہ چلپی المعروف اخی زادہ رحمہ اللہ

تفسیر بیضاوی کا حاشیہ لکھا۔ ناقص نسخہ (از سورۂ ہود تا آخر) اسلامیہ کالج پشاور کی لائبریری میں موجود ہے۔ وفات ۸۸۶ھ کو ہوئی۔

۳۵: ابراہیم بن محمد الکنانی رحمہ اللہ

ابن جماعۃ کے نام سے شہرت پائی، ابن شہبہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ابن جماعۃ رحمہ اللہ نے قرآن کریم کی ایک تفسیر لکھی ہے جو دس جلدوں میں ہے اور اس میں بہت ہی عجیب و غریب مسائل ذکر کیے وفات ۸۹۰ھ کو ہوئی۔

۳۶: مولیٰ احمد بن اسمٰعیل کورانی رحمہ اللہ

علوم اسلامیہ میں نادر روزگار تھے، مراد خان رحمہ اللہ سلطان نے آپ کو مدرس مقرر کر دیا اور اپنے بیٹے محمد خان رحمہ اللہ کو ان کی شاگردی میں دے دیا، محمد خان رحمہ اللہ تخت نشین ہوا، استاذ کو مملکت روم کا مفتی اعظم مقرر کر دیا آپ کے اس منصب کی مصروفیات کے باوجود الکوثر الجاری علی ریاض البخاری لکھی، اور ایک تفسیر غایۃ الامانی فی تفسیر الکلام الربانی لکھی اس تفسیر میں دلائل اعتزالی کارد کر کے اہل السنۃ والجماعۃ کی تائید میں دلائل پیش کیے ہیں۔ اسی طرح فقہ حنفی کی تائید کی ہے، ہر رات کو قرآن عزیز ایک بار ختم کیا کرتے تھے آپ کا انتقال ۸۹۳ھ کو ہوا۔ محمد خان رحمہ اللہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

۳۷: معین الدین بن نبی سید صفی الدین رحمہ اللہ

مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور مکہ مکرمہ ہی میں خدمت علوم اسلامیہ کی ایک تفسیر لکھی جس کا نام جامع البیان فی تفسیر القرآن ہے ۸۹۴ھ کو مکہ مکرمہ میں وفات پائی، اس تفسیر کا قلمی نسخہ اسلامیہ کالج پشاور کی لائبریری میں ہے۔ دہلی سے طبع ہو چکی ہے۔

۳۸: عبدالرحمٰن بن احمد المعروف بہ مولانا جامی رحمہ اللہ

آپ علوم اسلامیہ اور تفسیر میں اپنے وقت کے امام مانے گئے، فارسی نظم میں آپ کی کتاب یوسف زلیخا بے نظیر ہے۔ شرح ملا جامی آپ کی مقبول ترین اور بے مثل یادگار ہے ایک تفسیر بھی لکھی جس کا تذکرہ ''شقائق النعمانیہ'' میں بھی ہے۔ وفات ۸۹۸ھ کو ہوئی۔ آپ کی تفسیر کا ایک نسخہ بایزید لائبریری استنبول میں موجود ہے۔ مخطوطہ ۱۳۲ فولیو ۱۵ اے اور ایک ناقص نسخہ پارہ اول آیت فارھبون تک مصر کے کتب خانہ تیموریہ میں موجود ہے جلد اول نمبر ۲۳۴ ہے۔

دسویں صدی ہجری کے مفسرین قرآن مجید

ا: محی الدین محمد رحمہ اللہ

آپ ابن خطیب کے نام سے مشہور تھے آپ نے تفسیر کشاف پر میر سید شریف رحمہ اللہ کے حاشیہ کا حاشیہ لکھا جو نہایت ہی جامع اور مفید مسائل علوم معانی، ادب اور تفسیر پر مشتمل ہے ۹۰۱ھ کو وفات ہوئی۔

۲: محمد بن ابراہیم النکساری رحمہ اللہ

آپ کی تصانیف میں شرح وقایہ کا حاشیہ اور تفسیر بیضاوی کا حاشیہ بھی ہے جو کہ اپنی جامعیت کے لحاظ سے مستقل تفسیر سمجھی جاتی ہے مگر سورہ دخان تک ہے۔ تفسیر بھی مرتب کی۔ ۹۰۱ھ کو انتقال ہوا۔

۳: محمد بن عبدالرحمٰن الایجوی رحمہ اللہ

آپ کے والد نے تفسیر لکھنی شروع کی جب والد ماجد عبدالرحمٰن رحمہ اللہ سورۃ الانعام تک پہنچے تو اپنے بیٹے سے فرمایا کہ باقی تفسیر کی تکمیل تو نے کرنی ہے، چنانچہ محمد رحمہ اللہ نے باقی تفسیر مدینہ منورہ میں روضۃ من ریاض الجنۃ میں بیٹھ کر مکمل کی، یہ تفسیر تفسیر بالماثور ہے۔ آیات کی تفسیر کو براہ راست صحاح ستہ سے استفادہ کیا ہے۔ تفسیر کا نام جامع البیان ہے وفات ۹۰۵ھ کے بعد ہوئی۔

۴: محمد بن محمد بن ابی بکر بن علی رحمہ اللہ

قادری سلسلہ کے عظیم روحانی پیشوا سمجھے جاتے تھے، امام بقاعی رحمہ اللہ نے آپ کو ذہن ثاقب اور سخن فہم کا خطاب دیا تھا۔ آپ کی تصانیف میں جمع الجوامع اور تفسیر بیضاوی کا مفید حاشیہ بھی ہے۔ ۹۰۶ھ کو وفات پائی۔

۵: مولانا حسین بن علی کاشفی رحمہ اللہ

قرآن عزیز کی ایک تفسیر فارسی زبان میں لکھی جس کا نام جواہر التفسیر تحفۃ الامیر رکھا اس کے علاوہ ایک اور تفسیر بھی بہ نام تفسیر حسینی لکھی آپ کی وفات ۹۰۶ھ کو ہوئی۔ جواہر التفسیر کا قلمی نسخہ جو کہ ۹۸۰ھ کا مخطوطہ ہے اور تفسیر حسینی کا قلمی نسخہ مخطوطہ ۹۶۷ھ دونوں اسلامیہ کالج پشاور کی لائبریری میں موجود ہے تفسیر حسینی کا اردو زبان میں ترجمہ فخر الدین حنفی نے کیا۔ ۱۳۰۰ھ مطبع فرنگی محل لکھنؤ سے شائع ہوا جس کا نام تفسیر قادری مشہور ہے،

دوسرا ترجمہ اُردو زبان میں جو بہ نام تفسیر سعیدی دو جلدوں میں طبع ہو چکا ہے جہانگیر رحمہ اللہ جب صوبہ گجرات پہنچا تو اس نے علماء و مشائخ کو تفسیر حسینی کاشفی اور روضۃ الاحباب ہدیہ کیں۔

۶: جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ

اصلی نام عبدالرحمٰن تھا ایک ہزار تک تفسیری مولفات ہیں، تفسیر جمان القرآن، یہ تفسیر تفسیر بالماثور تھی اور بہت زیادہ مفصل پھر خود ہی اس کا خلاصہ بہ نام درمنثور کر دیا، درمنثور کا مشہور قلمی نسخہ پانچ جلدوں میں کتب خانہ احمدیہ حلب میں موجود ہے، مصر کے مطبع میمنہ سے شائع ہو چکی ہے اس کا اختصار ایک ترکی عالم نے ایک جلد میں کر دیا جس کا قلمی نسخہ قاہرہ کے کتب خانہ تیموریہ میں ہے اسی کتب خانہ میں سیوطی رحمہ اللہ کی مرتبہ تفسیر الاکلیل کا مخطوطہ ۸۸۴ھ موجود ہے۔ اکیل شیخ جامع البیان کے ہامش پر دہلی سے طبع ہو چکی ہے۔ تفسیر جلالین آپ کا لافانی شاہکار ہے، سورۃ الکہف سے تا آخر کی تکمیل جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے فرمائی چونکہ اس تفسیر کے مرتب دو جلال الدین ہیں اس لئے یہ تفسیر جلالین کے نام مشہور ہوئی۔ جامع اور مختصر ہے، آپ کی کتاب الاتقان فی علوم القرآن سے آج تک استفادہ ہو رہا ہے۔ سیوطی رحمہ اللہ نے ۹۱۱ھ کو قاہرہ میں وصال فرمایا، جلالین کا قلمی نسخہ جو جامی رحمہ اللہ م ۸۹۸ھ کے زیر مطالعہ رہا ہے ٹونک میں موجود ہے ایک نسخہ قلمی مکتوبہ ۹۹۴ھ رضا لائبریری رامپور بھارت میں موجود ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ حنفی نے اس کا حاشیہ بنام جمالین لکھا۔ یہ تفسیر دینی مدارس میں داخل نصاب ہے شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ قرآن عزیز کرتے وقت اس تفسیر کو پیش نظر رکھا۔

۷: شیخ بہاؤ الدین باجن رحمہ اللہ

آپ کا تعلق برصغیر کے مشہور شہر برہان پور سے تھا اکابر علماء کاملین و مشاہیر اولیاء میں سے تھے اکیس سال حرمین شریفین میں گزارے۔ ایک منظوم تفسیر لکھی۔ شیخ کی وفات ۹۱۲ھ میں ہوئی۔ سورۃ اخلاص کی منظوم تفسیر درج ہے۔

نہ اُنہ جنیا نہ وہ جایا نہ اُنا مائی باپ کلایا
نہ اُنہ کوئی گود چڑھایا باجن سب اُنہ آپ پتایا (بخشا)
پرگٹ ہوا پر کھیں دیٹھا آپ لکایا

۸: قاضی زکریا بن محمد بن احمد الانصاری رحمہ اللہ

آپ نے تفسیر بیضاوی کا حاشیہ بہ نام فتح الجلیل بہ بیان ماخفی انوار التنزیل لکھا متشابہات القرآن پر "فتح الرحمٰن بکشف مایلتبس من القرآن" لکھی ناقص نسخہ پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں ہے۔ انتقال ۹۲۶ھ کو ہوا۔

۹: سید عبدالوہاب بخاری رحمہ اللہ

آپ سید جلال بخاری دہلوی رحمہ اللہ کی اولاد میں سے تھے۔ آپ نے سورۃ الملک کی تفسیر لکھی، اور قرآن عزیز کی ایک مستقل تفسیر بھی لکھی جس کے متعلق علامہ عبدالحئی لکھنوی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"اکملها فی ستته اشهر ویضعة ایام"

اخبار الاخیار میں اس تفسیر کے اکتباسات منقول ہیں۔ ۹۳۲ھ کو دہلی میں وفات پائی، مقبرہ شاہ عبداللہ رحمہ اللہ میں سپرد خاک کیا گیا۔

۱۰: محی الدین محمد بن عمر بن حمزہ رحمہ اللہ

محقق عالم باعمل تھے۔ فقہ حنفی میں مہارت کاملہ کی بناء پر سلطان قاتبائی رحمہ اللہ جان کی درخواست پر فقہ حنفی میں ایک کتاب بہ نام نہایۃ لکھی۔ آپ نے کوئی مستقل تفسیر نہیں لکھی مگر ان کے دور کے علماء کا اتفاق ہے کہ آپ اپنے زمانہ کے امام التفسیر ہیں۔ ۹۳۸ھ کو وفات ہوئی۔

۱۱: شمس الدین احمد بن سلیمان رحمہ اللہ

ابن کمال کے نام سے مشہور تھے جلیل القدر علماء سے اکتساب فیض کیا۔ سلطنت عثمانیہ کے مفتی اعظم مقرر ہوئے، تصانیف میں سے قرآن عزیز کی ایک مکمل تفسیر بہ نام تفسیر ابن کمال ہے اور "تفسیر کشاف" کا حاشیہ بھی ہے ۹۴۰ھ کو وفات ہوئی۔ تفسیر کا قلمی نسخہ حرم شریف مکہ مکرمہ کے کتب خانہ میں موجود ہے جس کا نمبر ۱۹۸ ہے۔ تصانیف تین سو سے زیادہ تھیں۔ آپ نے اپنا کفن تیار رکھا تھا جس پر یہ عبارت لکھی تھی ھی اخو اللباس اس عبارت کے اعداد ابجد کے حساب سے ۹۴۰ بنتے ہیں جو کہ آپ کا سال وفات ہے۔

۱۲: محی الدین محمد قراباغی رحمہ اللہ

علمائے عجم سے علوم حاصل کرنے کے بعد بلاد روم میں اکتساب فیض کیا، دینی کتب پر حواشی و تعلیقات لکھیں، تلویح اور ہدایہ کا حاشیہ لکھا اور تفسیر بیضاوی کا حاشیہ لکھا جبکہ تفسیر کشاف پر جامع تعلیقات مرتب کیں۔ ۹۴۳ھ کو وفات پائی۔

۱۳: اسلام الدین ملا عصام رحمہ اللہ

ہرات کے بلند پایہ عالم تھے۔ شاہ بخارا سے تعلقات تھے۔ تفسیر بیضاوی اور تفسیر مولانا جامی رحمہ اللہ کا حاشیہ لکھا، ۹۴۳ھ میں وفات پائی۔

۱۴: سعد اللہ بن عیسیٰ رحمہ اللہ

سعدی حلبی کے نام سے مشہور تھے ہدایہ کی شرح اور تفسیر بیضاوی کا حاشیہ بھی لکھا، ۹۴۵ھ کو وفات ہوئی۔

۱۵: خیر الدین خضر العطوفی رحمہ اللہ

ہر جمعہ کو قسطنطنیہ کی مختلف جامع مساجد میں درس تفسیر دیا کرتے تھے، مشارق الانوار کی شرح لکھی اور تفسیر کشاف کا حاشیہ بھی لکھا، ۹۸۴ھ کو وفات ہوئی۔

۱۶: محمد بن عبد الرحمٰن البکری شافعی رحمہ اللہ

بچپن ہی سے پڑھنے اور پڑھانے کا شوق تھا، تفسیر قرآن عزیز پر کامل عبور تھا، آپ نے اٹھارہ سال کی عمر میں بہ نام تفسیر الواضح الوجیز فی تفسیر القرآن العزیز لکھی، ۹۵۰ھ کو وفات ہوئی۔

۱۷: محمد بن مصلح الدین الحنفی معروف بہ شیخ زادہ رحمہ اللہ

تفسیر بیضاوی کا کامیاب اور مفصل حاشیہ لکھا، ۹۵۱ھ کو وفات ہوئی۔ حکومت نے آپ کو قاضی مقرر کیا۔ مگر آپ نے بہت جلدی استعفیٰ دے دیا۔ اس وجہ سے کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوتا تھا کہیں اس عہدہ قضاء کی وجہ سے اس شرف سے محروم نہ ہو جائیں مگر استعفاء کے ساتھ ہی زیارت کا شرف ختم ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں ارشاد فرمایا کہ "عہدہ قضاء کے وقت تو اللہ تعالیٰ کے بندوں کی خدمت زیادہ کرتا تھا (صحیح فیصلے کیا کرتا تھا) جس سے مجھے بہت خوشی ہوتی تھی۔" چنانچہ آپ نے دوبارہ عہدہ قضاء قبول کر لیا۔ تفسیر بیضاوی پر آپ کا حاشیہ مستقل چار جلدوں میں اور چھ جلدوں میں چھوٹی تقطیع کے ساتھ مطبوعہ دستیاب ہے۔

۱۸: عصام الدین اسفرائنی رحمہ اللہ

آپ کو اصول فقہ اور تفسیر پر عبور حاصل تھا۔ تفسیر بیضاوی کا حاشیہ بھی بہ نام عصام ہے۔ وفات ۹۴۳ھ یا ۹۵۱ھ یا ۹۴۵ھ میں ہے۔ واللہ اعلم۔ عصام کے قلمی نسخے بانکی پور (بھارت) برلن میں اس کے کامل نسخے موجود ہیں پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں ناقص مخطوطہ ایک نسخہ اعراف تا آخر دار الکتب الظاہریہ دمشق میں بھی ہے۔ ایک قلمی نسخہ مولانا عبد الغفار ڈاکخانہ پیر بخش براستہ شاہنواز بھٹو ضلع لاڑکانہ سندھ کے پاس بھی ہے۔

۱۹: مولانا معین المعروف بہ معین المسکین رحمہ اللہ

ہرات کے جلیل القدر عالم تھے آپ کی تصانیف میں حدائق الحقائق فی کشف الحقائق بھی ہے جو کہ قرآن کریم کی تفسیر ہے، تفسیر کا کچھ حصہ گڑھی افغاناں کے کتب خانہ فاضلیہ کے قلمی حصہ میں موجود ہے۔ مسکین کی وفات ۹۵۴ھ کو ہوئی۔ یہ تفسیر فارسی ہے۔

۲۰: سید رفیع الدین صفوی رحمہ اللہ

اصلی وطن شیراز تھا مگر آپ کے بعض بزرگ حجاز سے آ کر گجرات میں قیام کر کے پھر دلی آ گئے، آپ نے تفسیر معینی لکھی، شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "یہ تفسیر نہایت مختصر موثر اور جامع ہے۔ وفات ۹۵۴ھ کو ہوئی۔

۲۱: شیخ بدر الدین محمد العامری رحمہ اللہ

شافعی علماء میں سے تھے تین تفسیریں لکھی ایک نظم اور دو نثر میں تفسیر منظوم ایک لاکھ اسی ہزار اشعار پر مشتمل ہے خلیفہ چلپی رحمہ اللہ نے منظوم تفسیر کی تین جلدیں دیکھیں ہیں۔ انتقال ۹۶۰ھ کو ہوا۔

۲۲: عبد المعطی بن احمد بن محمد السخاوی رحمہ اللہ

فقہ مالکی کے بڑے عالم تھے۔ آپ کی تصانیف میں قرآن کریم کی تفسیر بھی ہے۔ جس کا نام "فتح الحمید" ہے اور چھ اسفار میں ہے۔ ۹۶۰ھ تک زندہ تھے۔ تاریخ وفات کا علم نہیں ہو سکا۔

۲۳: شمس الدین محمد رحمہ اللہ

سمرقند کے جلیل القدر علماء میں سے تھے۔ جامع تفسیر بہ نام صحائف فی التفسیر شروع کی جس کی تکمیل شیخ احمد بن محمود قرامانی رحمہ اللہ نے کی جن کا لقب اصم تھا۔ وفات ۹۷۱ھ کو ہوئی۔

۲۴: الامام شمس الدین محمد بن محمد الشربینی رحمہ اللہ

قرآن کریم کی ایک تفسیر بہ نام السراج المنیر لکھی جو مصر سے چار جلدوں میں طبع ہو چکی ہے اور نولکشور لکھنؤ سے بھی طبع ہو چکی ہے۔ وفات ۹۷۷ھ کو ہوئی۔

۲۵: محمد مصلح الدین لاری رحمہ اللہ

شافعی مذہب کے جلیل القدر عالم تھے، تفسیر بیضاوی کا حاشیہ لکھا جو کہ لاری کے نام سے مشہور ہے۔ ۹۷۹ھ کو فوت ہوئے۔

۲۶: ابو السعود محمد بن محمد بن مصطفیٰ رحمہ اللہ

ولادت قسطنطنیہ کے قریب قصبہ آمد میں ہوئی۔ فقہ حنفی اور تفسیر قرآن عزیز میں یکتا روزگار تھے خطیب المفسرین کا لقب ملا تھا سلطان سلیم رحمہ اللہ نے تخت نشینی پر اپنی دستار خلافت کو آپ کے ہاتھ سے مشرف کرایا تھا۔ قرآن عزیز کی ایک تفسیر لکھی جس کا نام ارشاد العقل السلیم الی مزایا القرآن الکریم ہے۔ یہ تفسیر کشاف اور بیضاوی کی روشنی میں مرتب کی گئی ہے اور سند اور تفسیر کے باب میں معتمد سمجھی جاتی ہے۔ تفسیر کی تکمیل پر سلطان اعیان مملکت کو ساتھ لے کر دیوان خاص کے دروازہ تک آیا اور مفسر کا روزانہ اکرامیہ ۷۰۰ آقچہ (ترکی سکہ) مقرر کیا۔ انتقال ۹۸۲ھ میں ہوا۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن کر دیئے گئے۔ آپ کی تفسیر عام طور پر ملتی ہے۔

۲۷: شیخ حسن بن محمد گجراتی رحمہ اللہ

تفسیر قرآن کریم میں مہارت تامہ حاصل تھی، ایک تفسیر بہ نام تفسیر محمدی

لکھی اور تفسیر بیضاوی کا حاشیہ بھی لکھا، احمد آباد میں ۹۸۲ھ کو وفات پائی۔

۲۸: شیخ بدرالدین محمد المقری رحمہ اللہ

ایک منظوم تفسیر لکھی اور اس کیلئے جامع اموریہ دمشق میں تنقیدی مجلس کا اہتمام کیا۔ سلطان رحمہ اللہ نے ملک کے نامور علماء کے سامنے تفسیر کو پیش کیا سب نے تصدیق فرمائی سلطان نے مفسر کو خلعت اور اعزاز واکرام کیا۔ وفات ۹۸۵ھ کو ہوئی۔

۲۹: محمد بن الشیخ ابی الحسن محمد بن عمر رحمہ اللہ

انسبا صدیقی تھے مسجد حرام، مسجد نبوی اور بیت المقدس میں درس تفسیر اور درس حدیث دیا۔ تصانیف کی تعداد چار سو سے زیادہ ہے۔ تفسیر بہ نام تسہیل السبیل فی فہم معانی التنزیل لکھی اور ۹۹۴ھ کو وفات پائی۔

۳۰: مولانا وجیہ الدین گجراتی رحمہ اللہ

احمد آباد میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا، تفسیر بیضاوی کا حاشیہ اور مہائمی کی تفسیر پر حاشیہ لکھا، ۹۹۷ھ کو احمد آباد میں فوت ہوئے آپ کے حاشیہ بیضاوی کے دو قلمی نسخوں کا پتہ چلا ایک آصفیہ لائبریری حیدر آباد دکن میں اور ایک نواب صدر یار جنگ کی ذاتی لائبریری میں ہے۔

۳۱: مولانا محمد بن بدرالدین صاروخانی رحمہ اللہ

ترکی کے باذوق علماء میں سے تھے قرآن کریم کی ایک مختصر تفسیر جلالین کی طرز پر لکھی سلطان روم مراد خان رحمہ اللہ کے سامنے پیش کی جس کی سلطان نے قدر افزائی کی تفسیر کا نام تفسیر منثی رکھا آپ کی وفات ۱۰۰۰ھ کو ہوئی۔ واللہ اعلم۔

گیارہویں صدی ہجری کے مفسرین قرآن مجید

۱: شیخ مبارک ناگوری رحمہ اللہ

اس دور کے علمی مرکز صوبہ گجرات سے فراغت علوم مروجہ کے بعد بھی دینی کتب کا محققانہ مطالعہ جاری رکھا آخر عمر میں نظر کمزور ہوگئی، اپنی یادداشت پر تفسیر مرتب کروائی جس کا نام منبع نفائس العیون یہ چار جلدوں میں ہے۔ ۱۰۰۱ھ کو آگرہ میں وفات پائی۔

۲: محمد بن بدرالدین رحمہ اللہ

حنفی مسلک کے محقق عالم تھے۔ ایک تفسیر جلالین کے طرز پر لکھی جس کا نام تنزیل التنزیل ہے۔ مدینہ منورہ میں ۱۰۰۱ھ کو وفات پائی۔

۳: ابوالفضل فیضی بن مبارک ناگوری رحمہ اللہ

آپ کو کتابیں جمع کرنے کا بہت شوق تھا، ذاتی کتب خانے میں ۴۳۰۰ کتابیں تھیں، ایک تفسیر حروف بے نقاط میں لکھی جس کا نام سواطع الالہام رکھا، یہ کام اس لحاظ سے قابل قدر ہے کہ بے نقاط حروف میں سارے قرآن عزیز کی تفسیر کرنے کا شرف برصغیر کو ہی حاصل ہوا، ترتیب اور تالیف میں حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ سے بھی اصلاح کرائی۔ ۱۰۰۴ھ کو وفات پائی، یہ تفسیر عام ملتی ہے۔ آپ پر اعتراض کیا گیا کہ بے نقاط حروف میں تفسیر لکھنا بدعت ہے تو آپ نے جواب دیا کلمہ طیبہ کے بھی سب حروف بے نقاط ہیں۔

۴: طاہر بن یوسف سندھی رحمہ اللہ

قصبہ پاتری میں ولادت ہوئی، علمی مرکز گجرات میں تحصیل علم کیلئے گئے غوث محمد گوالیاری رحمہ اللہ سے بیعت ہوئے، برہان پور اقامت اختیار فرمائی تفسیر مدارک کا اختصار لکھا اور تصوف کے رنگ میں تفسیر بھی لکھی جس کا نام مجمع البحرین ہے۔ ۱۰۰۴ھ کو برہان پور میں ہی وفات پائی۔

۵: مولانا عثمان سندھی رحمہ اللہ

قصبہ سیوستان میں پیدا ہوئے متواتر ۴۱ سال بہت کم غذا پر گزارہ کیا، بخاری شریف کی شرح لکھی اور بیضاوی کا کامیاب حاشیہ لکھا۔ ۱۰۰۸ھ کو شہید ہوگئے۔

۶: شیخ منورالدین بن عبدالحمید رحمہ اللہ

شہر لاہور میں تجوید وقرأت کا کاملین میں شمار ہوتے تھے قرأت سبعہ میں تلاوت فرمایا کرتے تھے، اکبر کی مخالفت کی اور حق کی سزا گوئی میں گوالیار کے قلعہ میں پانچ سال تک نظر بند رہے، ایک تفسیر لکھی جس کا نام تفسیر الدرالنظیم فی ترتیب الآی وسور القرآن الکریم ہے علامہ دولت آبادی کی تفسیر فارسی، بحرمواج کا عربی زبان میں ترجمہ فرمایا۔ ۱۰۱۱ھ کو لاہور وفات پائی وہی دفن ہوئے۔

۷: علی بن سلطان ملا علی قاری رحمہ اللہ

ہرات میں پیدا ہوئے بعد میں مکہ مکرمہ تشریف لے گئے وہیں اقامت اختیار کرلی، صوفی کامل عظیم محدث اور مفسر تھے فقہ حنفی کے ممتاز علماء میں سے تھے مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ جلالین کا حاشیہ بہ نام جمالین لکھا تفسیر بھی بہ نام انوار القرآن لکھی جس کا مخطوطہ کتب خانہ حرم مکہ مکرمہ میں موجود ہے، اس کا نمبر ۲۵۲ ہے۔ ۱۰۱۴ھ کو مکہ مکرمہ میں انتقال فرمایا۔

۸: مولانا صبغۃ اللہ بن روح اللہ الحسینی رحمہ اللہ

گجرات سے تحصیل علم کو مکہ مدینہ منورہ گئے ساری زندگی احد پہاڑ پر مقیم رہے ہزار ہا علماء نے آپ سے استفادہ کیا، تفسیر بیضاوی کا حاشیہ لکھا جو بلا دروم تک مقبول ہوا ۱۰۱۵ھ کو وفات پائی جنت البقیع میں خلد آشیان ہوگئے۔

۹: نظام الدین بن عبدالشکور رحمہ اللہ

اپنے چچا جلال الدین تھانیسری رحمہ اللہ سے علوم دینیہ حاصل کئے پھر حجاز گئے تیرہ سال بعد لوٹے جہانگیر کو آپ سے عقیدت تھی، بعد میں جب

آپ یہاں سے ملک بدر ہو کر بلخ پہنچے تو سلطان بلخ امام قلی از بک کو آپ سے عقیدت ہوگئی، آپ کی تصانیف میں عراقی کی لمعات کی شرح اور جامع تفسیر بنام تفسیر نظامی ہے۔۱۰۲۴ھ یا ۱۰۳۶ھ کو بلخ میں انتقال ہوا۔

۱۰: نواب مرتضیٰ احمد بخاری رحمہ اللہ

اکبر اور جہانگیر رحمہ اللہ کے گورنر رہے، علماء کے قدر دان اور سخی تھے شیخ زین الدین شیرازی رحمہ اللہ سے قرآن مجید کی ایک تفسیر لکھوائی جو فارسی زبان میں بنام تفسیر مرتضوی ہے، وفات ۱۰۲۵ھ ہوئی۔

۱۱: شیخ عیسیٰ بن قاسم سندی رحمہ اللہ

سیہون میں ۹۶۲ھ کو پیدا ہوئے، ہجرت کر کے گجرات کے مرکز احمد آباد میں مقیم ہو گئے وہاں کے علماء سے اکتساب فیض کیا، غوث محمد گوالیاری رحمہ اللہ سے شرف بیعت ہوا، قواعد تفسیر کے متعلق الفتح الاحمدی لکھی مبسوط تفسیر بھی بنام انوار الاسرار فی حقائق القرآن لکھی۔۱۰۳۱ھ کو برہان پور میں فوت ہوئے۔

۱۲: شیخ علی بن محمد رحمہ اللہ

یمن میں ۹۵۰ھ کو پیدا ہوئے، شیخ یمن الشیخ الامین رحمہ اللہ سے استفادہ علوم کیا، ان کے دادا ابراہیم بن ابی القاسم رحمہ اللہ نے قرآن مجید کی ایک تفسیر لکھنی شروع کی تھی، شیخ علی رحمہ اللہ نے اس تفسیر کی تکمیل فرمائی، ۱۰۴۱ھ کو فوت ہوئے۔

۱۳: قاضی مظہر بن النعمان رحمہ اللہ

یمن کے قصبہ کی وجہ سے ضمدی کہلائے شافعی تھے علوم اسلامیہ میں اچھی مہارت تھی، ایک تفسیر لکھی جس کا نام القرات النمیر فی تفسیر القرآن المنیر ہے۔ وفات ۱۰۴۹ھ کو ہوئی۔

۱۴: شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ

ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی پھر علمائے وراء النہر سے استفادہ کیا، پھر حجاز گئے وہاں کنز العمال کے مؤلف اور دوسرے علماء حجاز سے اکتساب فیض کے بعد وطن لوٹے اور خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ نقشبندی کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور درس حدیث میں مشغول ہو گئے محدث دہلوی رحمہ اللہ کا لقب پایا، بخاری شریف کے حواشی اور شروح مدارج النبوۃ آپ کے علمی کمالات کا مظہر ہیں، تصانیف سو سے زیادہ ہے، تعلیق الحادی علی تفسیر البیضاوی کی خامیوں پر عالمانہ تبصرہ فرمایا ہے، اردو زبان میں ترجمہ بھی کیا یہ ترجمہ کلکتہ سے ۱۲۴۵ھ مطابق ۱۸۸۳ء طبع ہو چکا ہے۔ انتقال ۱۰۵۲ھ کو ہوا اور دہلی میں دفن کر دیئے گئے۔

۱۵: مولانا سید محمد رضوی رحمہ اللہ

شاہ عالم بخاری کی اولاد سے تھے۔ فضل و کمال اسلاف کی اچھی یادگار تھے، شاہی ملازمت حاصل نہ کی، جہانگیر رحمہ اللہ جب گجرات آیا تو آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا، درخواست کی کہ قرآن عزیز کا ترجمہ فارسی زبان میں کریں، فارسی میں نہایت عمدہ ترجمہ کیا، وفات ۱۰۵۴ھ کو ہوئی، گڑھی افغانان متصل واہ آرڈیننس فیکٹریز میں کتب خانہ سید محمد فاضل رحمہ اللہ فارسی ترجمہ کا ایک حصہ موجود ہے، دو مہریں ثبت ہیں، ایک مہر سید علی کے نام کی اور ایک جہانگیر کی۔

۱۶: شیخ محمد علی بن محمد البکری الشافعی رحمہ اللہ

ولادت مکہ مکرمہ میں ہوئی، وہاں کے علماء کرام سے استفادہ کیا، آپ کو امام سیوطی رحمہ اللہ کا ہم پلہ سمجھا جاتا تھا۔ ۱۰۳۹ھ میں بیت اللہ کی تعمیر کو نقصان پہنچا، اور دوبارہ تعمیر شروع ہوئی تو دوران تعمیر بیت اللہ کے اندر بخاری شریف کا ختم فرمایا، زیارت سے مشرف ہوئے، آپ نے ریاض الصالحین کی بہترین شرح دلیل الفالحین لکھی جو چار جلد میں طبع ہو چکی ہے، ایک تفسیر بھی بنام ضیاء السبیل الی معالم التنزیل لکھی۔ ۱۰۵۷ھ کو مکہ مکرمہ فوت ہوئے، ابن حجر مکی کے پہلو میں دفن ہوئے رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

۱۷: شیخ محب اللہ الہ آبادی رحمہ اللہ

سلسلہ چشتیہ قادریہ میں شیخ ابوسعید گنگوہی رحمہ اللہ سے خلافت حاصل تھی، قرآن مجید کی تفسیر بھی بہ نام ترجمۃ الکتاب لکھی اور حاشیہ بھی بہ نام ترجمۃ القرآن لکھا ۱۰۵۸ھ میں الہ آباد میں انتقال ہوا۔

۱۸: میر محمد ہاشم بن محمد قاسم گیلانی رحمہ اللہ

ولادت اسفرائن میں ہوئی مگر آپ ہندوستان آکر احمد آباد میں مقیم ہو گئے شاہ جہان رحمہ اللہ نے آپ کو اورنگ زیب رحمہ اللہ کا استاد مقرر کر دیا، بیضاوی کا حاشیہ لکھا اور اسے شاہ جہان رحمہ اللہ کے نام سے معنون کیا، ۱۰۶۱ھ میں انتقال ہوا۔

۱۹: عبدالحکیم بن مولانا شمس الدین سیال کوٹی رحمہ اللہ

شاہ جہان رحمہ اللہ نے آپ کو دو دفعہ چاندی میں تولا اور وہ چاندی اور کئی قصبات آپ کے نام بطور جاگیر کر دیئے، حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز نے آپ کو آفتاب پنجاب کا خطاب دیا تھا، آپ کے علوم کی قدر و منزلت دیار عرب میں بھی کی جاتی ہے، بیضاوی کا حاشیہ دستیاب ہے اس کا قلمی نسخہ مکتوبہ ۱۰۹۴ھ کتب خانہ فاضلیہ گڑھی افغاناں میں موجود ہے، وفات ۱۰۶۷ھ کو سیالکوٹ میں ہوئی۔

۲۰: سید محمد بن الحسین رحمہ اللہ

آپ کے دادا رحمہ اللہ نے قرآن کریم کی تفسیر آیات الاحکام لکھی تھی سید محمد رحمہ اللہ نے اس کی شرح بہ نام منتہی المرام شرح آیات الاحکام لکھی،

وفات صنعاء یمن میں ۱۰۶۷ھ کو ہوئی۔

۲۱: شہاب الدین احمد خفاجی رحمہ اللہ

قسطنطنیہ کے علماء کرام سے اکتساب فیض کیا، مصر کی حکومت نے آپ کو لشکر کا قاضی مقرر کیا، جملہ علوم و فنون اسلامیہ میں یکتا تھے، بیضاوی کا مفصل حاشیہ بیضاوی کی پینتیس شروح کو پیش نظر رکھ کر کیا، جواب بھی دستیاب ہے، وفات ۱۰۷۰ھ کو قاہرہ میں ہوئی۔

۲۲: شیخ نعمت اللہ فیروز پوری رحمہ اللہ

ایک تفسیر جلالین کی طرز پر لکھی اور قرآن عزیز کا فارسی زبان میں ترجمہ بھی لکھا جس کا نام تفسیر جہانگیری رکھا اورنگ زیب رحمہ اللہ بھی آپ کا قدردان تھا ۱۰۷۲ھ میں فیروز پور میں وفات ہوئی۔

۲۳: خواجہ معین الدین کشمیری رحمہ اللہ

آپ کے والد مشائخ نقشبندیہ رحمہ اللہ میں سے تھے، بخارا سے کشمیر پھر شاہ جہان رحمہ اللہ کی درخواست پر لاہور میں اقامت اختیار کر لی تھی اور یہیں ۱۰۵۲ھ کو وفات پائی، آپ نے ابتدائی علوم والد صاحب سے پڑھے مگر تکمیل حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ سے کی دین کی اشاعت اور تدریس علمی اور دینی مسائل میں مرجع خلائق تھے آپ کے فتاوی کا مجموعہ بہ نام فتاویٰ نقشبندیہ ہے، آپ کی ایک تفسیر زبدۃ التفاسیر ہے جس کا ایک قلمی نسخہ سعیدی لائبریری تونک (بھارت) ہے۔ قلمی نسخہ ۱۰۶۹ھ کا محررہ ہے کتب خانہ پنجاب یونیورسٹی میں ہے۔ دوسری تفسیر بہ نام شرح القرآن بھی ہے جو فارسی میں ہے اس کا ایک نسخہ سعیدیہ لائبریری ٹونک میں ہے، کرم خوردہ نسخہ حضرت محمد زاہد الحسینی کی ذاتی لائبریری اٹک میں موجود ہے، وفات ۱۰۸۵ھ میں ہوئی۔

۲۴: شیخ جعفر بن جلال گجراتی رحمہ اللہ

آپ نے علم تفسیر میں کئی رسائل لکھے اور آپ پورا قرآن مجید صرف ۵۴ ساعات میں لکھ لیا کرتے تھے ۱۰۸۵ھ کو وفات ہوئی۔

۲۵: شیخ یعقوب صرفی رحمہ اللہ

آپ کی لکھی ہوئی قرآن حکیم کی تفسیر عربی میں ہے، مخطوطہ ۱۰۷۱ مخطوطات شیرانی میں موجود ہے ۱۰۸۵ھ میں وفات ہوئی۔

۲۶: مولانا یعقوب بنانی

شاہ جہان دَور میں لاہور میں پیدا ہوئے بخاری شریف کی شرح بہ نام خیر جاری لکھی اور تفسیر بیضاوی کا مفصل حاشیہ لکھا، جس کا مکمل نسخہ دو جلدوں میں محررہ ۱۲۷۵ھ کتب خانہ فاضلیہ گڑھی افغاناں میں موجود ہے، وفات ۱۰۹۰ھ کو ہوئی۔

۲۷: اسمٰعیل بن محمد بن قونوی رحمہ اللہ

ترکی کے مشہور شہر قونیہ میں پیدا ہوئے تفسیر بیضاوی کا عظیم حاشیہ لکھا جو سات جلدوں میں مطبع عامرہ سے شائع ہو چکا ہے قلمی نسخہ مکتوبہ ۱۱۹۴ھ کتب خانہ فاضلیہ میں موجود ہے، وفات ۱۰۹۵ھ میں ہوئی۔

۲۸: شیخ عبدالواحد بن کمال الدین رحمہ اللہ

بھارت کے شہر سنبھل میں پیدا ہوئے کافی عرصہ حجاز میں علوم اسلامیہ کی خدمت کی، پھر وطن لوٹ آئے قرآن عزیز کی فارسی میں ایک تفسیر لکھی سنبھل ہی میں وفات پائی۔

۲۹: سید عبداللہ بن احمد اشرفی رحمہ اللہ

آپ کو علم و عمل کی دولت عطاء ہوئی تھی، تفسیر بہ نام المصابیح الساطعۃ الانوار المجموعۃ من تفسیر الائمۃ الکبار لکھی اس میں یہ جدّت کی کہ تفسیر کی ابتداء آخری پارہ سے کی، گیارہویں صدی ہجری میں وفات پائی۔

بارہویں صدی ہجری کے مفسرین قرآن مجید

۱: خضر بن عطاء رحمہ اللہ

موصل سے مکہ مکرمہ میں آ کر تدریس کی علوم اسلامیہ اصول و تفسیر میں مہارت رکھتے تھے، تفسیر کشاف اور تفسیر بیضاوی میں ذکر شدہ علمی و لغوی مسائل کے شواہد کی شرح لکھی ۱۱۰۷ھ کو فوت ہوئے۔

۲: شیخ محمد بن جعفر رحمہ اللہ

گجرات میں ۱۰۴۷ھ میں پیدا ہوئے، احمد آباد میں اقامت اختیار کی، قرآن مجید کی ایک تفسیر فارسی بروایت اہل بیت لکھی اور ایک مختصر تفسیر بزبان عربی جلالین کی طرز پر لکھی احمد آباد ہی میں ۱۱۱۱ھ کو فوت ہوئے۔

۳: نعمت خان رحمہ اللہ

دور عالمگیری کے محقق عالم تھے، قرآن عزیز کی ایک تفسیر فارسی میں لکھی جس کا نام نعمت عظمیٰ رکھا، وفات ۱۱۲۱ھ کو ہوئی، مشکوٰۃ شریف کی ایک شرح بہ نام زینۃ المشکوٰۃ بھی لکھی ہے۔

۴: شیخ جمال الدین ولد رکن الدین رحمہ اللہ

احمد آباد میں پیدا ہوئے آپ کی تصانیف کی تعداد ۱۴۲ ہے، حاشیہ تفسیر مدارک، حاشیہ بیضاوی، حاشیہ تفسیر محمدی، حاشیہ تفسیر حسینی اور دو تفاسیر خود بھی لکھی ہیں ایک مختصر اور ایک مفصل جس کا نام تفسیر نصیری ہے، ۱۱۳۲ھ میں وفات ہوئی۔

۵: علامہ غلام نقشبندی عطاء اللہ رحمہ اللہ

قرآن کریم کے ربع اول کی تفسیر بہ نام تفسیر الانوار لکھی، سورۃ الاعراف کی مستقل تفسیر بھی لکھی، ۱۱۲۶ھ کو وفات ہوئی۔

۶: ملا جیون

اصلی نام شیخ احمد رحمہ اللہ تھا، المعروف صالحی جی اورنگ زیب عالمگیر نے آپ سے کئی دینی کتابیں پڑھیں، دہلی میں وفات ہوئی، تفسیر احمدی کا

اُردو میں ترجمہ کتب خانہ سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ حیدر آباد دکن مخطوطہ ہے، اس کا نمبر کتب خانہ نمبر ۱۵۸ ہے اور اب طبع بھی ہو گیا ہے۔

۷: امان اللہ بن نور اللہ حنفی رحمہ اللہ

اورنگ زیب رحمہ اللہ نے آپ کو حلقہ لکھنؤ کا صدر مقرر کر دیا تھا، تفسیر بیضاوی کا حاشیہ لکھا ۱۱۳۳ھ میں انتقال فرمایا۔

۸: مفتی شرف الدین رحمہ اللہ

زمانہ عالمگیری میں دربار سلطانی کے مقرب تھے تفسیر بیضاوی کا کامیاب حاشیہ لکھا، ۱۱۳۳ھ کو وفات ہوئی۔

۹: شیخ عارف اسمٰعیل حنفی بروسی رحمہ اللہ

مستقل مفصل تفسیر بہ نام روح البیان لکھی جو دس جلدوں میں کئی بار طبع ہو چکی ہے، واعظانہ اور ناصحانہ طرز اختیار فرمائی ہے، انتقال ۱۱۳۷ھ کو ہوا۔

۱۰: شیخ فتح محمد رحمہ اللہ

الٰہ آباد کے قریب بستی سیدانہ میں پیدا ہوئے، تفسیر محمدی لکھی اور ایک تفسیر تصوف کے مسائل پر بھی لکھی ۱۱۴۳ھ کو فوت ہوئے۔

۱۱: شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی رحمہ اللہ

دہلی میں ولادت ہوئی، طلب علم کیلئے حجاز مقدس میں رہے پھر دہلی میں مصروف درس ہو گئے، تفسیر القرآن بالقرآن لکھی ۱۱۲۵ھ کو تکمیل ہوئی، اس کے آخر میں تحریر فرمایا "کنت استمد من البیضاوی والمدارک والجلالین والحسینی" اس تفسیر کا قلمی کامل نسخہ محررہ ۱۲۶۸ھ کتب خانہ فاضلیہ گڑھی افغاناں میں موجود ہے، وفات دہلی ہی میں ۱۱۴۲ھ کو ہوئی۔

۱۲: سید عبد الغنی نابلسی حنفی رحمہ اللہ

آپ نے عراق اور مصر کے علماء کرام سے استفادہ کیا، آپ کا درس تفسیر بیضاوی مشہور تھا آپ نے اس تفسیر کی ایک شرح لکھی جس کا نام التحریر الحاوی شرح تفسیر البیضاوی ہے، دمشق میں ۱۱۴۳ھ کو انتقال فرمایا آپ کی تصانیف میں مفید ترین معلوماتی کتاب بہ نام ذخائر المواریث فی الدلالۃ علی مواضع الحدیث چار جلدوں میں ہے جو کہ مطبوعہ ہے۔

۱۳: شیخ محمد طاہر رحمہ اللہ

آپ کا حافظہ بے نظیر تھا، تفسیر بیضاوی کا کامیاب حاشیہ لکھا ۱۱۴۳ھ میں وفات پائی، ایک تفسیر بہ نام ثواقب التنزیل لکھی جو حجم اور طرز تفسیر میں جلالین کی طرح ہے۔ وفات ۱۱۴۶ھ کو ہوئی۔

۱۴: مولانا محمد حکم بریلوی رحمہ اللہ

ولادت بریلی میں ہوئی، محقق عالم باعمل اور مدرس تھے، قرآن عزیز کی دو تفسیریں لکھیں ایک عربی زبان میں ہے جس کا نام محکم التنزیل ہے ایک فارسی زبان میں ہے جسکا نام الحسنیٰ ہے وفات ۱۱۵۰ھ کو ہوئی۔

۱۵: شاہ محمد غوث پشاوری ثم لاہوری رحمہ اللہ

آپ جامع شریعت و طریقت عالم تھے، قرآن مجید کا فارسی زبان میں ترجمہ اور حاشیہ بھی ہے آپ کی وفات ۱۱۵۲ھ کو لاہور میں ہوئی، قلمی ترجمہ اور حاشیہ مولوی نور محمد سرحدی رحمہ اللہ کے کتب خانہ پشاور میں موجود ہے۔

۱۶: مولانا نور الدین احمد آبادی رحمہ اللہ

گجرات کے صدر اکرم الدین رحمہ اللہ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار روپیہ سے آپ کیلئے ایک عالی شان مدرسہ تعمیر کرایا تھا، آپ کی تصانیف کی تعداد ڈیڑھ سو ہے قرآن مجید کی ایک تفسیر بھی ہے ۱۱۵۵ھ کو احمد آباد میں فوت ہوئے۔

۱۷: مولانا عابد لاہوری رحمہ اللہ

آپ محمد شاہ کے دَور حکومت کے عالم باعمل زاہد اور متقی تھے، تفسیر کا باقاعدہ درس دیا کرتے تھے آپ کی تصانیف میں تفسیر بیضاوی کا حاشیہ ہے اور ایک مستقل تفسیر بھی لکھی۔ ۱۱۶۰ھ کو فوت ہو گئے۔

۱۸: شیخ محمد ناصر الٰہ آبادی رحمہ اللہ

آپ نے کئی کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں ایک تفسیر احکام القرآن ہے آپ کی وفات ۱۱۶۳ھ کو ہوئی۔

۱۹: شیخ ولی اللہ مجددی رحمہ اللہ

حضرت محمد سعید مجددی سرہندی رحمہ اللہ کے پوتے تھے اور کوٹلہ فیروز شاہ میں مقیم تھے، تصوف میں راسخ قدم ہونے کے علاوہ صاحب علم تھے قرآن عزیز کی ایک تفسیر بھی لکھی۔ کوٹلہ ہی میں ۱۱۶۶ھ کو وفات پائی۔

۲۰: سید محمد وارث بنارسی رحمہ اللہ

عالمگیر رحمہ اللہ کے زمانہ میں بنارس کے قاضی تھے، داہنی ہتھیلی پر چھلی کے نیچے سبز کلمات سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی لکھا ہوا تھا ہر شخص بہ آسانی پڑھ سکتا تھا بدن سے ہر وقت خوشبو آتی تھی لقب رسول نما تھا، شرح وقایہ کا حاشیہ اور قرآن مجید کی ایک تفسیر لکھی، وفات ۱۱۶۶ھ کو ہوئی۔

۲۱: مخدوم عبد اللہ رحمہ اللہ

مرجع خلائق تھے وعظ و بیان بھی فرماتے تھے صاحب قلم بھی تھے تصانیف کی تعداد ڈیڑھ سو تک ہے، قرآن مجید کی تفسیر سندھی زبان میں کی جس کا نام تفسیر ہاشمی ہے۔ بمبئی سے ۱۳۴۰ھ کو طبع ہو چکی ہے وفات ۱۱۷۴ھ کو ہوئی۔

۲۲: شاہ ولی اللہ بن شاہ عبد الرحیم دہلوی رحمہ اللہ

آپ گوہر یکتا حجۃ اللہ فی الارض ہیں، اسم گرامی قطب الدین رکھا گیا،

حجاز مقدس میں قیام رہا شیخ ابوطاہر محمد بن ابراہیم الکروی رحمہ اللہ المدنی سے سند حدیث حاصل کی، وطن تشریف لا کر تدریس اور اشاعت علوم اسلامیہ فرمائی حضرت مظہر جانجاناں نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام کرۂ ارض کی سیر مثل کف دست کرائی میں نے اپنے زمانہ میں شاہ ولی اللہ جیسا کوئی نہیں پایا''۔ حضوری کا شرف حاصل تھا جس کا ذکر آپ کی کتاب فیوض الحرمین اور الدر الثمین میں موجود ہے، قرآن مجید کا فارسی زبان میں ترجمہ لکھا اور حاشیہ پر تفسیری نوٹ بھی فارسی میں لکھے سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران کی مستقل تفاسیر بھی لکھیں آپ کا وصال ۱۱۷۶ھ کو ہوا مزار پر انوار دہلی میں ہے۔

۲۳: مولانا رستم علی قنوجی رحمہ اللہ

علوم قرآن سے خاص شغف تھا، جلالین کی طرز پر قرآن عزیز کی ایک تفسیر بنام تفسیر صغیر لکھی بریلی میں ۱۱۷۸ھ کو انتقال ہوا۔

۲۴: شاہ مراد اللہ انصاری سنبھلی رحمہ اللہ

صرف پارہ عم کی تفسیر لکھی ہے زیادہ قبولیت حاصل ہوئی، اُردو میں قرآن کریم کا یہ ترجمہ سب سے زیادہ قدیم ہے کلکتہ میں طبع ہوا جس کا ایک نسخہ ادارہ ادبیات اُردو حیدر آباد دکن میں موجود ہے۔ ۱۲۶۰ھ میں کلکتہ سے طبع ہوا۔ وفات ۱۱۸۴ھ کو ہوئی۔

۲۵: الشیخ الکبیر اہل اللہ بن شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ

آپ نے علوم اسلامیہ اپنے بڑے بھائی شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ سے پڑھے، قرآنی علوم کے ساتھ خاص لگاؤ تھا، طب میں مہارت تھی، آپ کی چند تصانیف میں سے ایک کی قرآن عزیز کی ایک مختصر مگر جامع تفسیر بھی ہے ۱۱۸۷ھ کو انتقال فرمایا۔

۲۶: قاضی احمد بن صالح صنعانی رحمہ اللہ

آپ کو تفسیر قرآن عزیز میں مہارت حاصل تھی، تفسیر کشاف کا کامیاب حاشیہ لکھا ۱۱۹۱ھ کو وفات پائی۔

۲۷: سید علی بن صلاح الدین الحسینی رحمہ اللہ

آپ کی کئی تصانیف ہیں جن میں سے درر الاصداف المنتقاة من سلک جواهر الاسعاف بھی ہے جو کہ بیضوی اور کشاف میں ذکر شدہ عربی محاورات اور استدلالی اشعار کی شرح ہے، مفسر کی وفات صنعاء یمن میں ۱۱۹۱ھ کو ہوئی۔

۲۸: شاہ غلام مرتضیٰ بن شاہ محمد تیمور الہ آبادی رحمہ اللہ

آپ نے قرآن مجید کا منظوم ترجمہ کیا، مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لاہور موجود ہے، اس کی تالیف ۱۱۹۴ھ میں ہوئی، تفسیر مرتضوی بھی واللہ اعلم۔

جیسا کہ مؤلف کے شعر سے واضح ہے

دل لگا کہنے بوقت اختتام　　اس کا رکھ تفسیر مرتضوی تو نام

۲۹: علی بن محمد دمشقی رحمہ اللہ

سلیمی کے نام سے مشہور تھے شیخ عمر رومی نے تفسیر بیضاوی کی شرح لکھنی شروع کی اسراء تک پہنچی تکمیل سلیمی نے کی ۱۲۰۰ھ میں وفات پائی رحمۃ اللہ علیہم۔

تیرہویں صدی ہجری کے مفسرین قرآن مجید

۱: منعم خان رحمہ اللہ

مراد آباد کے عالم دین تھے، فارسی میں تفسیر لکھی ۱۲۰۱ھ کو وفات ہوئی۔

۲: مولانا وحید الحق پھلواری رحمہ اللہ

آپ تحریک آزادی کے مجاہدین علماء میں سے تھے آپ نے تفسیر میں بیضاوی شریف کی تعلیقات لکھیں۔ ۱۲۰۱ھ کو وفات پائی۔

۳: سلیمان بن عمر بن منصور الازہری رحمہ اللہ

آپ جمل کے لقب سے مشہور تھے۔ جلیل القدر علماء میں سے تھے، تفسیر جلالین کا جامع حاشیہ لکھا جو جمل ہی کے نام سے طبع ہو چکا ہے۔ وفات ۱۲۰۴ھ کو ہوئی۔

۴: محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ

حنبلی مذہب کے مشہور عالم تھے۔ ۱۲۰۶ھ کو وفات پائی، قرآنیات پر آپ کی تصانیف میں استنباط القرآن اور تفسیر القرآن ہے۔

۵: شاہ حقانی رحمہ اللہ

مارہرہ سے آپ کا تعلق تھا اشاعت علوم قرآن کا خاص شوق تھا، تفسیر بنام تفسیر حقانی لکھی ۱۲۰۶ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

۶: ملا محمد سعید گند سودویم رحمہ اللہ

کشمیر کے مشہور علماء میں سے ہیں آپ کو حدیث اور تفسیر کے ساتھ خصوصی تعلق تھا صحیح بخاری پوری یاد تھی، قرآن عزیز کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا جس کا نام مفاتیح البرکات ہے ۱۲۰۸ھ میں وفات پائی۔

۷: عبدالصمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ

ارکاٹ شاہی خاندان میں ہونے کے باوجود قرآن کے ساتھ تعلق تھا، دکھنی زبان میں قرآن عزیز کی تفسیر چار جلدوں میں لکھی، نام اپنے باپ کی نسبت سے تفسیر وہابی رکھا، مقدمہ میں وجہ تالیف یوں بیان فرمائی، عربی اور فارسی میں بہت ساری تفسیریں ہیں لیکن دکھنی میں نہیں، تفسیر کا اختتام ۱۱۸۷ھ کو ہوا۔

۸: شیخ اسلم بن یحییٰ بن معین کشمیری رحمہ اللہ

ملا محب اللہ اور شیخ عبدالغنی جیسے جلیل القدر علماء آپ کے حلقۂ درس سے پیدا ہوئے فقہ کی مشہور کتاب جامع صغیر اور الاشباہ والنظائر پر تعلیقات لکھیں، تفسیر جلالین پر جامع تعلیقات مرتب کیں، ۱۲۱۲ھ کو فوت ہوئے۔

۹: السید علی بن ابراہیم بن محمد رحمہ اللہ

آپ کی تصانیف میں مفاتیح الرضوان فی تفسیر القرآن بالقرآن ہے ضخیم جلد میں ہے وفات ۱۲۱۳ھ کو ہوئی۔

۱۰: حکیم محمد شریف خان دہلوی رحمہ اللہ

حکمت وطب کے علاوہ علوم عقلیہ اور نقلیہ میں بھی ممتاز مقام رکھتے تھے منطق کی بلند پایہ کتاب حمد اللہ کا حاشیہ لکھا، قرآن کریم کی ایک تفسیر بھی اُردو اور فارسی زبان میں لکھی دہلی میں ۱۲۲۲ھ کو وفات پائی۔

۱۱: قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ

مرزا مظہر جانجانان دہلوی قدس سرہ العزیز سے مجاز طریقت ہوئے، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے آپ کو بیہقی وقت کا خطاب دیا تھا، ایک جامع تفسیر عربی زبان میں لکھی جس کا نام اپنے شیخ کی نسبت سے تفسیر مظہری رکھا جو سات جلدوں میں کئی بار طبع ہو چکی ہے، ندوۃ المصنفین دہلی نے اس تفسیر کا اُردو زبان میں ترجمہ کر دیا۔ وفات ۱۲۲۵ھ کو ہوئی۔

۱۲: مولانا سلام الدین فخر الدین دہلوی رحمہ اللہ

حضرت عبدالحق محدث دہلوی کی اولاد تھے جلالین کا حاشیہ کمالین ہے ۱۲۲۹ھ کو فوت ہوئے۔

۱۳: شاہ عبدالقادر بن شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہما

آپ کی تربیت حضرت شاہ عبدالعزیز نے فرمائی، خواب دیکھا کہ آپ پر قرآن عزیز کا نزول ہو رہا ہے، تعبیر یہ ظاہر ہوئی کہ قرآن عزیز کی بے نظیر خدمت کی اور تفسیر موضح قرآن لکھی، انور شاہ صاحب کشمیری فرماتے ہیں تمام تفاسیر کی موجودگی میں بھی ہم تفسیر موضح قرآن سے مستغنی نہیں، سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے فرمایا یہ ترجمہ اور تفسیر بے مثل ہے وفات ۱۲۳۰ھ کو دہلی میں ہوئی، ایک قلمی نسخہ پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری کے شیرانی سیکشن میں موجود ہے، جو کہ ۱۲۴۹ھ کا مخطوطہ نمبر ۱۹۰۱ھ ہے۔

۱۴: سراج الہند شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ

آپ نے پورے قرآن مجید کی تفسیر لکھی مگر اکثر جنگ آزادی میں تلف ہوگئی، مولوی حیدر علی آپ کے آخری عمر کے مستفیضوں میں سے تھے، انہوں نے تفسیر مذکور کا تکملہ ستائیس جلدوں میں کیا جو کہ بہت خوب لکھا ہے۔

حضرت شاہ صاحب کے نعتیہ اشعار ملاحظہ فرمائیں:

فمن لی بعد ماوھنت عظامی
اذا اشتد البلاء سواک حامی
وان اک ظالما عظمت ذنوبی
فحبک سیدی ماحی الا ثام
فقد اعطیت مالم یعط احد
علیک صلوٰۃ ربک بالسلام

۱۲۳۹ھ کو وصال فرمایا، شیخ فرید الدین مراد آبادی رحمہ اللہ م ۱۲۲۳ھ نے شاہ صاحب کے تفسیری ارشادات کو ایک کتاب میں جمع کر دیا جس کا نام الافادات العزیزیہ ہے۔

۱۵: احمد بن محمد صادی مالکی رحمہ اللہ

''تفسیر جلالین'' کا کامیاب حاشیہ لکھا جو چاروں جلدوں میں مطبوعہ ہے، پہلی دفعہ مصر سے طبع ہوا۔ انتقال ۱۲۴۱ھ کو ہوا۔

۱۶: مولانا محمد اشرف لکھنوی

حضرت سید احمد بریلوی رحمہ اللہ کے مرید خاص تھے قرآن کریم کی ایک تفسیر بھی لکھی ۱۲۴۴ھ کو فوت ہوئے۔

۱۷: شاہ عزیز الدین قادری نقشبندی رحمہ اللہ

وطن اورنگ آباد تھا، قرآن کریم کی ایک تفسیر بہ نام چراغ ابدی لکھی جو صرف پارہ عم اور سورۂ فاتحہ پر مشتمل ہے اس کے تین نسخے حیدر آباد دکن کے کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہیں، تفسیر کی تکمیل ۱۲۴۶ھ ہے۔

۱۸: مولوی ولی اللہ بن مفتی سید احمد علی حسینی رحمہ اللہ

جامع معقولات والمنقولات عالم تھے شعر وشاعری بھی فرمایا کرتے تھے قرآن عزیز کی ایک تفسیر فارسی نظم میں لکھی ہے جس کا نام نظم الجواہر ہے اس کے آخر میں طبقات المفسرین کا ذکر بھی فرمایا تین جلد ہیں۔ وفات ۱۲۴۹ھ میں ہوئی۔

۱۹: حضرت شاہ رفیع الدین قدس سرہٗ

دینی علوم میں یکتائے روزگار تھے، جامع اور مکمل ترجمہ سب سے پہلے آپ ہی نے فرمایا جو ۱۲۰۰ھ میں تکمیل ہوا، مقبول اور مستند ایک تفسیر بھی لکھی ہے جو کہ تفسیر رفیعی کے نام سے ہے، انتقال ۱۲۴۹ھ کو ہوا، ۱۲۷۲ھ۔ ۱۸۵۵ء میں طبع ہوئی، جس کا نسخہ پشاور یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود ہے۔

۲۰: ابو علی محمد ابن علی بن عبداللہ شوکانی رحمہ اللہ

آپ کے والد ماجد یمن کے قاضی تھے، اللہ تعالیٰ نے ذہن ثاقب

عطاء فرمایا تھا، بیس سال کی عمر میں فتویٰ نویسی قاضی القضاۃ مقرر ہو گئے امام منصور باللہ رحمہ اللہ آپ کا بے حد احترام کرتا تھا، سلسلہ نقشبندیہ کے بلند پایہ سالک تھے۔ ۱۲۷ کتابیں تصنیف فرمائیں، نیل الاوطار جیسی مفید کتاب بھی لکھی، قرآن عزیز کی ایک تفسیر بہ نام فتح القدیر لکھی جو چار جلدوں میں مطبوعہ ہے۔ وفات ۱۲۵۰ھ کو ہوئی۔

۲۱: شاہ رؤف احمد نقشبندی رامپوری رحمہ اللہ

حضرت شاہ غلام علی نقشبندی رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز تھے، اُردو زبان میں بہ نام تفسیر رؤفی لکھی ۱۲۵۳ھ میں سفر حج کے دوران میں وفات ہوئی۔

۲۲: قاضی عبد السلام بن عطاء الحق رحمہ اللہ

آپ بدایوں کے گرامی قدر عالم تھے، قرآن عزیز کی تفسیر اُردو نظم میں لکھی جس میں دو لاکھ اشعار ہیں تفسیر کا نام زاد الآخرۃ ہے، وفات ۱۲۵۷ھ۔ ۱۲۹۸ھ کو ہوئی، واللہ اعلم۔

۲۳: مفتی محمد قلی کنشوری بن محمد حسین رحمہ اللہ

لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ علماء شہر سے اکتساب فیض کیا میرٹھ میں مفتی مقرر ہوئے، آیات احکام کی ایک تفسیر بہ نام تقریب الافہام فی آیات الاحکام لکھی۔ ۱۲۶۰ھ میں انتقال ہوا۔

۲۴: سید محمد عثمان میر غنی رحمہ اللہ

مکہ مکرمہ کے علماء کرام میں سے تھے قرآنی علوم سے کافی واقفیت تھی، تفسیر بہ نام تاج التفاسیر لکھی جو کہ ۱۳۱۱ھ میں دو جلدوں میں طبع ہو چکی ہے، وفات ۱۲۶۸ھ کو ہوئی۔

۲۵: مفتی محمد یوسف بن مفتی اصغر علی رحمہ اللہ

لکھنؤ میں پیدا ہوئے، مدرسہ جون پور میں مدرس مقرر ہوئے، کتابوں کی تصنیف کے علاوہ تفسیر بیضاوی پر تعلیقات لکھیں، ۱۲۶۸ھ کو انتقال ہوا۔

۲۶: مولانا جان محمد لاہوری رحمہ اللہ

اپنے زمانہ کے جلیل القدر علماء کرام سے اکتساب فیض کیا، لاہور ہی میں تدریس علوم کا مبارک کام شروع کر دیا، آپ کا وعظ پر تاثیر ہوتا تھا۔ قرآن عزیز کی تفسیر زبدۃ التفاسیر والتذکیر لکھی۔ ۱۲۶۸ھ کو انتقال ہوا۔

۲۷: مولانا ولی اللہ بن حبیب اللہ انصاری رحمہ اللہ

آپ لکھنؤ میں پیدا ہوئے قرآن کریم کی تفسیر بہ نام معدن الجواہر ہے۔ ۱۲۷۰ھ کو انتقال ہوا۔

۲۸: ابو الثناء شہاب الدین بغدادی

آباؤ اجداد کے قصبہ آلوس کی وجہ سے آلوسی کہلائے، آپ بڑے محنتی اور ذہین تھے فراغت علوم کے بعد مسند تدریس پر فائز ہوئے پھر احناف کے مفتی اعظم مقرر ہوئے، آپ کی تصانیف میں تفسیر بھی بہ نام "روح المعانی" ہے۔ جو متداول اور مطبوعہ ہے۔ ۱۲۷۰ھ میں فوت ہوئے، شب جمعہ کو خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسمانوں کے دروازے بند کر دینے اور پھر کھول دینے کا حکم فرمایا، جس کی آپ نے تعمیل کر دی، پھر اس کی تعبیر یہ فرمائی کہ قرآن عزیز کی تفسیر لکھائی جائے گی چنانچہ آپ نے تفسیر لکھی اور وزیر اعظم علی رضا نے میرے ہاتھ سے اس تفسیر کا نام روح المعانی رکھا۔ علامہ آلوسی رحمہ اللہ کے ہاتھ سے لکھا ہوا نسخہ استانبول راغب پاشا کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

۲۹: مولانا محمد سعید مدارسی رحمہ اللہ

اپنے وطن میں اکتساب علم کے بعد حجاز تشریف لے گئے کافی زمانہ رہ کر علماء عرب سے اکتساب علم کیا، قرآن کریم کی فارسی زبان میں ایک تفسیر لکھی جو چار جلدوں میں ہے۔ ۱۲۷۲ھ کو وفات پائی، سعید آباد میں دفن ہیں۔

۳۰: ظہور علی بن حیدر رحمہ اللہ

لکھنؤ کے جلیل القدر علماء میں سے تھے، آخر عمر میں حیدر آباد دکن چلے گئے اور وہاں بھی علوم اسلامیہ کی خدمت کرتے رہے قرآن کریم کی ایک تفسیر بھی لکھی حیدر آباد ہی میں ۱۲۷۵ھ کو فوت ہوئے۔

۳۱: مولانا تراب علی بن شجاعت علی رحمہ اللہ

مفتی ظہور اللہ انصاری سے اکتساب علم کیا، ملا حسن، حمد اللہ، قاضی مبارک کے حواشی لکھے، تفسیر جلالین کا حاشیہ بنام ہلالین لکھا ۱۲۸۱ھ میں فوت ہوئے۔

۳۲: مولانا عبد الحلیم بن امین اللہ لکھنوی رحمہ اللہ

اپنے چچا سے اکتساب فیض کے بعد مکہ مکرمہ میں مشائخ سے علوم حدیث و تفسیر پڑھے، ان کی ایک کتاب تعلیقات علی البیضاوی بھی ہے۔ ۱۲۸۶ھ کو انتقال ہوا۔

۳۳: سید حافظ محمد شریف معروف بہ ابی زادہ رحمہ اللہ

ترکی میں شہرستان کے قاضی تھے اور تفسیر قرآن میں کافی مہارت اور عشق تھا، ایک کتاب بہ نام الایات الجلیہ الفرقانیہ ومفتاح التفاسیر الجمیلۃ الفرقانیہ لکھی، جس میں بیضاوی، شیخ زادہ، روح البیان، تفسیر کبیر اور تفسیر ابی السعود کا انتخاب جمع کر دیا۔ ۱۲۸۶ھ تک تو زندہ تھے۔

۳۴: مولوی عبد اللہ بن صبغۃ اللہ مدارسی رحمہ اللہ

آپ کی تصانیف میں احادیث بیضاوی کی تخریج بھی کی ہے۔ ۱۲۸۸ھ کو فوت ہوئے۔

۳۵: مولانا قطب الدین خان بن محی الدین دہلوی رحمہ اللہ

ممتاز عالم تھے تقویٰ اور فتویٰ دونوں میں مشہور تھے، قرآن عزیز کی

ایک تفسیر بھی بہ نام جامع التفاسیر اردو میں لکھی جو مطبوعہ اور دستیاب ہے ۱۲۸۹ھ کو وفات پائی۔

۳۶: مولانا نصیر الدین بن جلال الدین رحمہ اللہ

برہان پور میں پیدا ہوئے خاندانی عالم ہیں، قرآن عزیز کی ایک تفسیر بنام التعبیر فی مہمات التفسیر ہے۔۱۲۹۳ھ کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

۳۷: مولانا عبد العلی بن پیر علی نگرامی رحمہ اللہ

آپ امام الاحناف کہلاتے تھے متقی اور متوکل عالم دین تھے۔ آپ کی تصانیف میں تفسیر آیات القرآن ہے۔ ۱۲۹۶ھ کو وفات پائی۔

۳۸: شیخ محمد بن عبد اللہ غزنوی رحمہ اللہ

آپ نے غزنی سے ہجرت کر کے امرتسر کو اپنا مستقر بنالیا، حق گوئی کے سلسلہ میں بے شمار تکالیف اٹھائیں تفسیر جامع البیان کا حاشیہ لکھا جو مقبول بین العلماء ہے۔۱۲۹۶ھ میں وفات پائی۔

۳۹: مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ

کامل وقت امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ دیوبند کے قصبہ میں دار العلوم کا انعقاد کرایا جو آج عالم اسلام کی عظیم ترین درسگاہ ہے۔ آپ نے کئی کتابیں تصنیف کیں جن میں ''اسرار قرآنی'' نامی ایک مختصر سا رسالہ بھی ہے جس میں استعاذہ اور معوذتین کی تفسیر ہے، بہ نام ''تفسیر المعوذتین'' دیوبند سے شائع ہو چکا ہے۔ حضرت نانوتوی قدس سرہٗ کی وفات ۱۲۹۷ھ کو ہوئی، مزار دیوبند میں ہے۔

۴۰: منشی جمال الدین بن وحید الدین رحمہ اللہ

حضرت غلام علی نقشبندی سے اکتساب فیض کے ساتھ ساتھ شیخ محمد آفاق نقشبندی رحمہ اللہ سے مجاز طریقت ہوئے تیس سال کی عمر میں بھوپال چلے گئے وہاں الیہ بھوپال پال سکندر بیگم سے آپ کا نکاح ہو گیا، شہنشاہانہ شوکت حاصل ہو جانے کے باوجود علمی خدمات نہ چھوڑیں علامہ کی تفسیر رحمانی اور شاہ ولی اللہ کی اکثر تصانیف طبع کرائیں۔ ترکی اور پشتو کی تفاسیر طبع کرائیں ترکی زبان کا ترجمہ احمد داغستانی نزیل مکہ مکرمہ سے کرایا تھا جو کہ بھوپال کے سرکاری کتب خانہ میں موجود ہے۔ وفات ۱۲۹۹ھ میں ہوئی۔

۴۱: سید حاجی محمد فوزی ترکی رحمہ اللہ

آپ جلیل القدر عالم تھے قرآن کریم کی ایک تفسیر لکھنی شروع کی سفر حج میں اس کو مکمل کیا، اس تفسیر میں ہر سورۃ کی ابتداء میں تین اشعار فارسی کے ایسے لائے جن میں سورۃ کے مضمون کا خلاصہ ہے، اس تفسیر کا نام الانس المعنوی ہے جو کہ ۱۲۹۹ھ کو طبع ہو چکی ہے۔

۴۲: سید بابا قادری ابن شاہ محمد یوسف رحمہ اللہ

حیدرآباد دکن کے بلند پایہ عالم اور پیر طریقت تھے، آپ کی تصانیف میں قرآن کریم کی تفسیر التنزیل اور تفسیر فوائد بدیہیہ بھی ہے جو کہ پانچ جلدوں میں ہے ابھی تک طبع نہیں ہو سکی، کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن میں اس کا مخطوطہ موجود ہے۔

۴۳: مراد علی ولد حضرت مولانا شیخ عبد الرحمٰن السیلانی رحمہ اللہ

آپ بہت بڑے عالم اور مشہور صوفی تھے، آپ نے پشتو زبان میں تفسیر لکھی جو دو جلدوں میں مطبوعہ ہے۔ اپنی تفسیر کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ:

زیرا کہ در جہانست تفاسیر بے شمار لیکن نہ بازبان سلیمانی اندآن

تفسیر کی تکمیل ۵ شوال ۱۲۸۲ھ ہے۔

۴۴: خواجہ محمد عبید اللہ ملتانی رحمہ اللہ

آپ کا خاندان عراقی الاصل ہے اور حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کے خدام کا خاندان تھا حتیٰ کہ اس خاندان کی قومیت ہی فقیر قادری مشہور ہو گئی۔

آپ کی پیدائش تقریباً ۱۲۱۹ھ میں ملتان میں ہوئی ابتدائی علوم اپنے والد ماجد سے حاصل کیے پھر حضرت خواجہ خدا بخش ملتانی ثم الخیر پوری سے کافی عرصہ پڑھا اس کے بعد خواجہ قاضی عاقل محمد کوٹوی کے خلیفہ خواجہ گل محمد احمد پوری سے علم حدیث حاصل کیا، بیعت کا شرف حضرت خواجہ خدا بخش رحمہ اللہ سے حاصل ہوا اور خلافت سے سرفراز ہوئے۔

آپ علم و تصوف اور خدمتِ خلق میں اپنے دَور کے مشہور ترین بزرگ تھے اور آپ کی اولاد میں بھی اسی طرح علم و خدمتِ خلق کا چرچا رہا، ملتان محلہ قدیر آباد میں مدرسہ عبیدی اور خانقاہ عبیدیہ آپ کی یادگار ہے۔

آپ نے ایک تفسیر قرآن عربی میں لکھی جو ابھی تک غیر مطبوعہ ہے، اس تفسیر کی خصوصیت یہ ہے کہ انتہائی مختصر اور جامع ہے۔ آپ کی وفات ۱۳۰۵ھ میں ہوئی۔

چودھویں صدی ہجری کے مفسرین قرآن مجید

۱: شاہ عبد الحی احقر بنگلوری رحمہ اللہ

سید احمد شہید قدس سرہٗ العزیز کے خلیفہ سید محمد علی رامپوری سے بیعت کی، وعظ و تذکیر اور تصنیف کا کام بھی کرتے تھے۔ آپ نے تیسیر القاری کا اُردو زبان میں ترجمہ کیا جو فیض الباری کے نام سے آٹھ جلدوں میں شائع ہو چکا ہے جنان السیر فی احوال سید البشر بھی لکھی جو کہ چوبیس ہزار اشعار پر مشتمل ہے، قرآن کریم کی ایک تفسیر بہ نام جواہر التفسیر فی السیر والتذکیر لکھی جو عجیب اور دلکش تفسیر ہے، مدینہ منورہ میں ۱۳۰۱ھ میں وفات پائی۔

۲: مولانا فیض الحسن سہارنپوری رحمہ اللہ

آپ نے مولانا فضل حق رحمہ اللہ بن فضل امام خیرآبادی سے اکتساب فیض

کیا، تفسیر بیضاوی کا حاشیہ اور تفسیر جلالین کا حاشیہ لکھا۔ ۱۳۰۴ھ کو فوت ہوئے۔

۳: عمار علی رحمہ اللہ

آپ سونی پت رئیس تھے مگر علوم دینیہ کے ساتھ تعلق اور شغف تھا، ایک تفسیر بنام تفسیر عمدۃ البیان لکھی ۱۳۰۴ھ کو وفات ہوئی۔

۴: محمود آفندی رحمہ اللہ

آپ دمشق کے مشہور علماء میں سے تھے تفسیر کے ساتھ خاص لگاؤ تھا، دار الاسرار نامی ایک تفسیر لکھی، جو فیضی کی سواطع الالہام کی طرح حروف بے نقاط میں ہے کتاب مطبوعہ ہے۔ وفات ۱۳۰۵ھ کو ہوئی۔

۵: مولانا نواب سید صدیق حسن رحمہ اللہ

آپ صاحب العلم والقلم تھے، آپ نے زیادہ استفادہ یمنی علماء سے کیا، والیہ بھوپال نے ان سے نکاح کیا، ہر فن اور علم میں کئی تصانیف کیں، قرآن مجید کی تفسیر آیات الاحکام پر نیل المرام نامی لکھی اور مکمل تفسیر قرآن مجید فتح البیان ہے، جو بھوپال اور مصر سے دس جلدوں میں شائع ہو چکی ہے وفات ۱۳۰۷ھ کو ہوئی، فتح البیان کا اُردو ترجمہ طبع ہو گیا ہے۔

۶: حافظ مولوی محمد بن بارک اللہ رحمہ اللہ

فیروز کے قصبہ لکھو میں پیدا ہوئے۔ فقہ حنفی میں مدلل اور مفصل ایک کتاب بنام انواع بارک اللہ نظم میں لکھی، ایک تفسیر بھی پنجابی نظم میں لکھی، جو تفسیر محمدی کے نام سے سات جلدوں میں مطبوعہ ہے۔ وفات ۱۳۱۱ھ کو ہوئی۔

۷: قاضی احتشام الدین مراد آبادی رحمہ اللہ

آپ جید علماء کرام میں سے تھے، تفسیر اُردو زبان میں لکھی جس کا نام الاکسیر الاعظم ہے اور وہ ۹ جلدوں میں ہے ۱۳۱۳ھ کو وفات ہوئی۔

۸: حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی رحمہ اللہ

آپ برصغیر کے معروف علماء اور صلحاء کرام میں سے تھے، شریعت اور طریقت سے وافر ملا تھا آپ اپنے متوسلین کی تربیت درس قرآن دے کر کرتے تھے ان درسوں کا مولوی تجمل حسین بہاری رحمہ اللہ نے ترجمہ کیا، جسے مولانا عبد الباری فرنگی محل نے شائع کیا، ہندی میں کچھ سورتوں کا ترجمہ فرمایا تھا، جو شائع ہو چکا ہے وفات ۱۳۱۳ھ کو ہوئی۔

۹: سید محمد نواوی الجنتنی رحمہ اللہ

تبتن نامی قصبہ میں ۱۲۳۰ھ کو پیدا ہوئے مکہ مکرمہ میں شیخ عبد الستار دہلوی سے اکتساب فیض کیا پھر مدینہ منورہ، مصر کے اسفار کئے اور پھر آ کر حرم مکہ مکرمہ میں تدریس کا کام شروع کیا، آپ تصانیف کی تعداد ایک سو تک ہے، قرآن عزیز کی ایک تفسیر بنام التفسیر التیسیر لمعالم التنزیل ہے جو کہ آپ کی زندگی میں ہی طبع ہو چکی تھی وفات مکہ مکرمہ میں ۱۳۱۴ھ میں ہوئی۔

۱۰: مولانا ناصر الدین ابو المنصور رحمہ اللہ

علوم اسلامیہ میں کافی مہارت تھی، یہود و نصاریٰ کے ساتھ مناظرہ میں بھی یکتا تھے، عقائد اسلامیہ میں راسخ تھے سر سید نے قرآن حکیم کی جو (تحریف معنوی) لکھی ہے اس کے رد میں ایک مستقل تفسیر بہ نام تنقیح البیان فی الرد علی تفسیر القرآن لکھی، وفات ۱۳۲۰ھ کو ہوئی۔

۱۱: شیخ محمد حسن بن کرامت علی امروہی رحمہ اللہ

مولانا فضل خیر آبادی رحمہ اللہ اور مولانا صدر الدین دہلوی سے علوم کی تکمیل کی، آخر عمر میں خانقاہ اجمیری میں معتکف ہو گئے، آپ کو کتب سماویہ تورات، انجیل، زبور وغیرہ پر بھی عبور حاصل تھا، فارسی میں تفسیر لکھی جس کا نام معالم الاسرار ہے، حضرت شاہی کے نام سے بھی مشہور ہے، اُردو تفسیر "غایۃ البرہان" لکھی۔ ۱۳۲۳ھ کو وفات پائی۔

۱۲: مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ

حضرت حاجی امداد اللہ قدس سرہٗ سے بیعت و خلافت سے مشرف ہوئے علوم ظاہریہ اور روحانیہ میں بلند مقام پر تھے، درس و تدریس، تبلیغ و ارشاد آپ مجاہد جلیل بھی تھے، دار العلوم دیوبند کے سرپرست تھے، اکثر مشہور محدثین آپ کے شاگرد ہیں، علم حدیث میں بخاری اور ترمذی کی شرح، فقہ میں آپ کا مجموعہ فتاویٰ "فتاویٰ رشیدیہ" دینی یادگار ہیں، کئی سورتوں کی تفسیر بھی فرمائی حیات مبارکہ میں ۱۳۰۴ھ میں طبع ہوئی اور اب دوسری بار طبع کیا گیا۔

۱۳: فتح محمد تائب لکھنوی رحمہ اللہ

آپ نے لکھنؤ جید علماء سے اکتساب فیض کیا، مدرسہ "رفاہ المسلمین" کھولا، قرآن عزیز کی تفسیر لکھنے کا شوق پیدا ہوا تو کئی مستند تفاسیر کا خلاصہ کیا جو بنام خلاصۃ التفاسیر چار جلدوں میں مطبوعہ ہے، وفات ۱۳۲۷ھ کو ہوئی۔

۱۴: جمال الدین قاسمی الحلاق رحمہ اللہ

دمشق میں علماء عصر سے استفادہ علوم اسلامیہ کیا، کافی عرصہ سرکاری مدرس رہے مصر اور مدینہ منورہ کے سفر کئے بالآخر تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے، احیاء العلوم کا اختصار لکھا، قرآن عزیز کی تفسیر محاسن التاویل لکھی جو تفسیر قاسمی مشہور ۱۷ جلدوں میں دستیاب ہے، وفات دمشق میں ۱۳۳۲ھ کو ہوئی۔

۱۵: مولانا عبد الحق مہاجر مکی رحمہ اللہ

شارح مشکوٰۃ قطب الدین خان رحمہ اللہ سے تحصیل علوم کے بعد مکہ مکرمہ جا کر شاہ عبد الغنی قدس سرہٗ کے حلقہ درس میں شامل ہوئے ساتھ ہی منازل سلوک طے کرنے پر خلافت سے سرفراز ہوئے، تراویح کی نماز حطیم کعبہ میں

بیس رکعات میں پورا قرآن مجید ختم کر لیا کرتے تھے، ۱۳۳۲ھ کو وصال ہوا۔ تفسیر مدارک کی شرح اکلیل لکھی جو سات جلدوں میں طبع ہو چکی ہے۔

۱۶: سردار محمد عباس خان رحمہ اللہ

۱۲۵۲ھ کابل میں ولادت ہوئی آپ کو فن حرب و سپہ گری میں کافی واقفیت تھی، علوم دینیہ اور ادبیہ میں کافی دسترس تھی، قرآن مجید کی تفسیر فارسی تفسیر عباسی لکھی قلمی نسخہ کابل میں ہے۔ وفات ۱۳۳۴ کو کابل میں ہوئی۔

۱۷: مولانا عبدالحق رحمہ اللہ

۱۲۶۵ھ میں گمتھلہ میں پیدا ہوئے مفتی محمد لطف اللہ رحمہ اللہ، مولانا عبدالحق مہاجر مکی رحمہ اللہ سے اکتساب علوم کیا اور سلوک میں شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی رحمہ اللہ سے بیعت کی، آپ نے ایک سکول اور ایک یتیم خانہ بھی قائم کیا اور کتاب عقائد اسلام اور ایک کتاب البیان بھی لکھی جس کا ترجمہ انگریزی میں بھی ہو چکا ہے۔ تفسیر بنام فتح المنان بہ تفسیر القرآن مشہور تفسیر حقانی لکھی، وجہ تصنیف میں یہ لکھا کہ ایک قوم عیسائی دانشمند، آزادی پسند ہندوستان میں آئی تو اپنے ساتھ صدہا جہاز الحاد اور شراب خوری وغیرہ کے بھی بھر کر لائی اول تو یوں ہی مسلمانوں کی حالت خراب تھی اس لئے آزادی اور الحاد کی برانڈی نے تو وہ آفت ڈھائی کہ:

ازاں افیون کہ ساقی در مے افگند　　حرفیاں را نہ سر ماند نہ دستار

حمیت اسلامی اور اہل اسلام کی نفع رسانی نے مجھ جیسے بے لیاقت کو مجبوراً اُردو میں ایسی تفسیر لکھنے پر مامور کیا، یہ تفسیر آٹھ جلدوں میں ہے، کئی دفعہ طبع ہو چکی ہے حقانی کی وفات ۱۳۳۵ھ کو ہوئی۔

۱۸: سید امیر علی بن معظم علی حسینی ملیح آبادی رحمہ اللہ

ولادت ۱۲۷۴ھ کو ملیح آباد میں ہوئی۔ آپ نے فیضی کی تفسیر بے نقاط کا مقدمہ اور بخاری شریف، ہدایہ، فتاویٰ عالمگیری کا ترجمہ اُردو زبان میں کیا، قرآن حکیم کی ایک تفسیر تیس جلدوں میں مرتب فرمائی جس کا نام مواہب الرحمن ہے کئی مرتبہ طبع ہو چکی ہے ۱۳۳۷ھ کو وفات پائی۔

۱۹: سید احمد حسن دہلوی رحمہ اللہ

۱۲۵۸ھ میں دہلی میں ولادت ہوئی۔ مولانا نذیر حسین کے پاس تفسیر و حدیث کی تکمیل کی اور طب قدیم بھی پڑھ لی پھر آپ ڈپٹی کلکٹر لگا دیئے گئے احسن التفاسیر لکھی جو سات جلدوں میں ۱۳۲۵ھ کو طبع ہو چکی ہے اس تفسیر کا ایک جامع مقدمہ لکھا جو علم تفسیر کے متعلق ۵۶ مفید عنوانات پر مشتمل ہے۔ ۱۳۲۰ھ میں طبع ہوا۔ "تفسیر آیات الاحکام من کلام رب الانام" اردو ۱۹۳۱ء میں طبع ہوئی۔ ۱۳۳۸ھ کو دہلی میں وفات پائی۔

۲۰: مولانا وحید الزمان بن مسیح الزمان رحمہ اللہ

مولانا عبدالحئی لکھنوی رحمہ اللہ سے اور مولانا عبدالغنی مجددی مہاجر مدینہ منورہ رحمہ اللہ سے اکتساب کیا، آپ جلیل القدر صاحب قلم عالم تھے۔ آپ کی تفسیر وحیدی اُردو زبان میں ہے اور مضامین قرآن پر کتاب لکھی جس کا نام تبویب القرآن ہے۔ ۱۳۳۸ھ کو فوت ہوئے وقار آباد میں دفن ہیں۔ تفسیر وحیدی قرآن عزیز مترجم کے حاشیہ پر ۱۳۲۴ھ کو طبع ہو چکی ہے۔

۲۱: مولانا محمود حسن شیخ الہند رحمہ اللہ

آپ کا خاندان دیوبند کے قدیمی شیوخ میں سے ہے، ہمعصر علماء میں شیخ الہند کا لقب آپ ہی کے لئے مخصوص رہا۔ قرآن مجید کا ترجمہ تیس سال میں بکوشش والتزام صرف دس پارے غیر مکمل تیار ہوئے تھے، مالٹا کی یکسوئی اور گوشہ نشینی میں دو ہی سال میں کامل ہو گیا۔ کئی مرتبہ طبع ہوا، شاہ فہد سلمہ اللہ مدظلہ العالی کے مطبع مدینہ منورہ میں بھی کافی چھپ کر عالم اسلام میں تقسیم ہوا اور سراہا گیا جزاھم اللہ خیرا آمین۔ افغانستان حکومت نے اس کا فارسی میں ترجمہ شائع کرایا ہے۔ ربیع الاوّل ۱۳۳۹ھ میں وفات ہوئی۔ آپ کا ترجمہ و تفسیر نہایت مفید ہے۔

۲۲: مولانا تاج محمود امروٹی رحمہ اللہ

اجداد عرب سے آ کر سندھ آباد ہوئے بھر چونڈی شریف کے حضرت حافظ محمد صدیق رحمہ اللہ نے خلافت سے نوازا دینی مدرسہ ایک پریس بھی قائم کیا روحانی کمالات کے ساتھ شیخ المشائخ بہترین ادیب اور شاعر بھی تھے ایک کتاب "پریت نامو" یوسف زلیخا کے قصے میں مولانا جامی رحمہ اللہ کی مرتبہ یوسف زلیخا کا عکس جمیل ہے قرآن مجید کا ترجمہ سندھی میں لکھا۔ کئی مرتبہ طبع شدہ ہے۔ ۱۳۴۸ھ کو وصال فرمایا۔

۲۳: شیخ ریاست علی حنفی رحمہ اللہ

شاہجہانپور میں پیدا ہوئے، رام پور میں شیخ وقت ارشاد حسین نقشبندی رحمہ اللہ کے حلقہ میں داخل ہوئے فراغت کے بعد اپنے وطن میں تدریس و تعلیم میں مصروف ہو گئے آپ کی تالیفات میں "جلالین" کی شرح "زلالین" اور لباب التنزیل فی مشکلات القرآن ہے۔ ۱۳۴۹ھ کو فوت ہوئے۔

۲۴: مولانا سید محمد انور شاہ

۱۳۱۴ھ میں دیوبند سے فارغ ہوئے اور گنگوہ شریف حضرت امام ربانی کی خدمت میں حاضر ہوئے، پھر آپ نے بجنور، مدرسہ امینیہ دہلی وغیرہ میں تدریس کرنے کے بعد دیوبند میں تدریس کی۔ آپ ہی کو شیخ الہند رحمہ اللہ جانشین مقرر فرما کر حجاز تشریف لے گئے۔ بے نظیر عالم اور محقق تھے، تقریر ترمذی شریف اور بخاری شریف عربی میں مطبوعہ اور مقبول عند العلماء ہے، تفسیر قرآن کے سلسلے میں آپ کی مرتبہ کتاب "مشکلات القرآن" مفید ترین اور جامع کتاب ہے علامہ محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کے حاشیہ سے مزین طبع ہو چکی ہے۔

۲۵: فتح الدین اذبر بن حکیم میاں غلام محمد رحمہ اللہ

ولادت خوشاب میں ہوئی مولوی فاضل کے بعد دیوبند میں حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ سے اکتساب فیض کیا، حج کے بعد بغداد وغیرہ کا علمی سفر کر کے حیدر آباد میں قیام فرمایا، ''خزینۃ المیراث'' آپ کی علمی یادگار ہے ایک تفسیر ''روح الایمان'' لکھی جو دکن سے شائع ہوئی۔ مقدمہ تفسیر القرآن لکھا جو شائع شدہ ہے، وفات ۱۳۵۶ھ کو خوشاب میں ہوئی۔

۲۶: حافظ محمد ادریس رحمہ اللہ

خاندان علمی تھا، امروہہ اور ڈابھیل کے علاوہ دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث پڑھا کمال ذہانت کے مالک تھے پشاور یونیورسٹی شعبہ عربی کے صدر رہے قرآن عزیز کی پشتو زبان میں تفسیر لکھی جس کا نام ''کشاف القرآن'' ہے اور وہ مطبوعہ ہے۔ ۱۳۵۸ھ حادثہ میں شہید ہو گئے۔

۲۷: مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمہ اللہ

آپ ندوۃ العلماء میں رہے مدرس رہے پھر ایک مطبع قائم کیا دینی کتب کی اشاعت فرمائی، آپ کا روحانی تعلق حضرت گنگوہی رحمہ اللہ سے تھا، آپ نے حضرت کے حالات مبارکہ پر مشتمل ''تذکرۃ الرشید'' لکھا آپ نے قرآن عزیز کا ترجمہ اور حاشیہ لکھا، جس کا ایک ایک کلمہ شیخ الہند رحمہ اللہ کی نظر سے گزرا۔ ۱۳۶۰ھ میں انتقال فرمایا۔

۲۸: مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

آپ کی تصانیف کی تعداد ایک ہزار تک ہے قرآن کریم کی ایک مبسوط اور مدلل تفسیر بہ نام ''بیان القرآن'' لکھی جو متداول اور معتبر ہے بقول قاری محمد طیب رحمہ اللہ ایسی جامع تفسیر ہے کہ قرآنی حقائق کا لب لباب سامنے آ گیا، آپ نے قرآن عزیز کا ترجمہ اور تفسیری حاشیہ بھی لکھا، شائع ہوتا رہا ہے وفات ۱۳۶۲ھ تھانہ بھون میں ہوئی، نور اللہ مرقدہ ورحمۃ اللہ وعلی ابویہ۔

آپ کے قرآنی افادات کا ایک مجموعہ اشرف التفاسیر ہے چار جلدوں میں یہ دراصل حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ کی کاوش سے آپ کے ملفوظات خطبات و مکتوبات میں قرآنی آیات کی تشریحات کو یکجا کر کے ترتیب دی گئی ہے۔ بیان القرآن تو خالص علمی اور دقیق تفسیر ہے مگر اشرف التفاسیر عوام و خواص سب کیلئے یکساں مفید ہے یہ نہایت آسان اور عام فہم ہے۔

۲۹: محمد مصطفیٰ مراغی رحمہ اللہ

آپ نے مفتی عبدہ رحمہ اللہ سے اکتساب علم مصر میں قاضی مقرر ہوئے پھر سوڈان کے قاضی القضاۃ مقرر ہوئے بعد میں جامعہ ازہر کے صدر مقرر کیے گئے، قرآن عزیز کی ایک مفصل تفسیر لکھی جو کہ تفسیر مراغی کے نام سے عام دستیاب ہے۔

۳۰: مولانا عبدالرحمٰن امروہی

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ سے تفسیر و حدیث کے اسباق پڑھے جامعہ اسلامیہ امروہہ کے شیخ الحدیث والتفسیر رہے ۱۳۶۷ھ کو وفات پائی، تفسیر بیضاوی پر آپ کا جامع اور کامیاب حاشیہ ہے۔

۳۱: مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ

دارالعلوم دیوبند کے مقتدر اور مشہور علماء میں سے تھے، تحریک پاکستان کو فروغ دیا۔ ۱۳۶۹ھ کو فوت ہوئے، مزار کراچی میں ہے، صحیح مسلم کی شرح بہ نام ''فتح الملہم'' عربی زبان میں تحریر فرمائی اور آپ ہی کے نام سے مشہور ہے۔ ''تفسیر عثمانی'' کیلئے جس کا ترجمہ تو حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے مکمل فرما لیا مگر فوائد اور حواشی صرف سورۃ بقرہ اور سورۃ نساء ہی کے مرتب کر سکے تھے چنانچہ اس کے باقی فوائد آپ نے مرتب فرمایا۔

۳۲: خواجہ حسن نظام دہلوی رحمہ اللہ

۱۲۹۶ھ میں پیدا ہوئے آپ کا روحانی سلسلہ نظام الدین اولیاء سے ملتا ہے، بیعت تو نسہ شریف کے شاہ اللہ بخش رحمہ اللہ سے تھی مصر، عراق، شام وغیرہ کا علمی اور تبلیغی سفر کیا، آپ کو شمس العلماء کا خطاب بھی ملا، اُردو میں ایک تفسیر لکھی جو ''تفسیر نظامی'' کے نام سے مشہور اور دستیاب ہے، وصال ۱۳۷۲ھ کو ہوا، ایک تفسیر ہندی لکھی جو اس قرآن عزیز کے حاشیہ پر ہے اور اورنگزیب رحمہ اللہ کے قلم سے ہے یہ تفسیر ۱۹۲۸ء کو طبع ہوئی اس کا ایک نسخہ پشاور یونیورسٹی کی لائبریری میں ہے۔

۳۳: محمد ابراہیم سیالکوٹی رحمہ اللہ

مسلکاً اہلحدیث تھے اپنے مکتب فکر کے علاوہ دوسرے مکاتیب فکر کے ہاں بھی آپ کا احترام تھا آپ کا محبوب مضمون قرآنیات تھا، اعجاز القرآن، تفسیر القرآن اور عبداللہ چکڑالوی کا رد بھی لکھا، تین پاروں کی مستقل تفسیر بھی بہ نام ''تبصیر الرحمان'' لکھی جو مطبوعہ ہے۔ ۱۳۷۵ھ کو وفات پائی۔

۳۴: مولانا محمد اکرم رحمہ اللہ

آپ دینی و عصری تعلیم سے لیس تھے قرآن کریم کا بنگلہ زبان میں ترجمہ کیا اور حواشی بھی تحریر کیے، وفات ۱۳۵۷ھ میں ہوئی، اسلام بنگال میں آٹھویں صدی میں پہنچا ہے، مگر کلام الٰہی کو غیر عربی میں تعبیر کرنا مسلمانوں کے ہاں گناہ سمجھا جاتا تھا، اسی خوش اعتقادی کا شکار بنگالی مسلمان بھی تھے، سید سلطان (م ۱۰۵۶ھ) اپنی بنگلہ کتاب ''وفات رسول'' میں لکھا، علماء مجھے منافق کہتے ہیں کہ میں نے ہندوانی زبان میں لکھ کر دین کو ناپاک کر دیا ہے، تذکرہ صوفیائے بنگال ص ۲۳۵۔ سب سے پہلے ایک ہندو نے قرآن مجید کا ترجمہ بنگلہ زبان میں کیا، مولانا لکھتے ہیں قرآن کریم کا بنگلہ زبان میں ترجمہ

کر رہا ہوں، کوئی مسلمان پڑھا لکھا اس کام کیلئے ملتا ہی نہیں۔

۳۵: شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

۱۲۹۶ھ میں پیدا ہوئے آپ کے والد سید حبیب اللہ مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی کے خلیفہ تھے، آپ نے مسجد نبوی میں درس حدیث دیا تحریک آزادی ہند مالٹا میں اسیر کر دیئے گئے، تفسیر قرآن عزیز میں بھی آپ ممتاز تھے، ترمذی اور بخاری شریف کے درس میں اسلامی علوم کے دریا بہا دیتے تھے، مدینہ اور اسارت مالٹا میں تفسیر قرآن عزیز کی طرف پوری توجہ فرمائی، حق گوئی کے جرم میں مرادآباد اسیر فرنگ تھے تو وہاں درس قرآن دیا کرتے تھے، آپ کا یہ درس کتابی شکل میں بہ نام ''مجالس سبعہ'' طبع ہو چکا ہے ایک دروس القرآن بھی شائع ہو چکا ہے جس کی جمع و حواشی مولانا سید محمد میاں رحمہ اللہ نے فرمائی، آپ کا وصال ۱۳۷۷ھ کو دیو بند میں ہوا۔

۳۶: مولانا عبداللطیف بن اسحٰق سنبھلی رحمہ اللہ

آپ نے علی گڑھ اور حیدر آباد میں خدمت علوم کی ترمذی شریف کی شرح لکھی اور تفسیری موضوع پر مشکلات القرآن اور تاریخ القرآن لکھی، ۱۳۷۹ھ میں علی گڑھ میں وفات پائی۔

۳۷: مولانا احمد سعید دہلوی رحمہ اللہ

دہلی کے علمی خاندان کے ممتاز فرد تھے، سحبان الہند لقب ہے، جمعیت علماء ہند کے صدر رہے، جنت کی کنجی، دوزخ کا کھٹکا مشہور ہیں، قرآن عزیز کا ترجمہ بہ نام کشف القرآن اور تفسیر لکھی ہے جس کا نام تسہیل القرآن اور تیسیر القرآن ہے یہ تفسیر دو جلدوں میں ہند پاکستان میں بھی شائع ہو چکی ہے، ۴ دسمبر ۱۹۶۰ء کو واصل باللہ ہو گئے۔

۳۸: مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمہ اللہ

۱۲۹۳ھ روحانی سلسلہ میں ابو احمد مجددی بھوپالی سے بیعت تھے، آپ کی عظیم دینی درسگاہ دارالمبلغین لکھنؤ میں ہے جہاں علماء کو فرق باطلہ کے دفاع کیلئے تعلیمی طور پر تیار کیا جاتا ہے۔ ۱۳۸۱ھ کو وفات ہوئی، قرآن کریم کا ترجمہ لکھا اور کئی سورتوں کی تفسیر بھی لکھی۔

۳۹: السید عبدالحمید خطیب رحمہ اللہ

پاکستان میں سعودی عرب کے پہلے سفیر بنے پہلے مکہ مکرمہ میں شیخ الحرم تھے، سلطان عبدالعزیز رحمہ اللہ کی سوانح ''الامام العادل'' ۲ جلد میں لکھی، قرآن کریم کی ایک مختصر مگر جامع تفسیر لکھی جس کی چند جلدیں بہ نام ''تفسیر الخطیب'' شائع ہو چکی ہیں۔ ۱۳۸۱ھ کو انتقال فرمایا۔

۴۰: شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ

حضرت دین پوری سے بیعت کا شرف حاصل ہوا، انجمن خدام الدین کی داغ بیل ڈالی اور ۱۹۲۴ء میں مدرسہ قاسم العلوم جاری فرمایا، قرآن کریم کا ایک ایسا جامع ترجمہ ہے جس کو تمام علماء نے مفید قرار دیا ہے۔ ۱۳۸۱ھ لاہور ہی میں وصال فرمایا، آپ کے مزار پر انوار سے عرصہ تک خوشبو آتی رہی۔

۴۱: عبدالقدیر صدیقی بن فضل اللہ حیدر آبادی رحمہ اللہ

آپ نے تفسیر قرآن عزیز بہ نام ''تفسیر صدیقی'' تحریر فرمائی جو مطبوعہ اور مقبول عام ہے۔ وفات ۱۳۸۲ھ کو ہوئی۔

۴۲: مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمہ اللہ

آپ نے انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ سے دورہ حدیث پڑھا، آپ نے جامع کتاب ''قصص القرآن'' لکھی جو چار جلدوں میں مطبوعہ ہے، وصال ۱۳۸۲ھ کو ہوا۔

۴۳: علامہ سلیمان ندوی رحمہ اللہ

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز تھے، جغرافیہ قرآن عزیز پر ''ارض القرآن'' نامی وہ کتاب ہے جو اس موضوع پر اُردو زبان میں پہلی جامع کتاب ہے، بڑی محنت سے عربی زبان سیکھی ''ارض القرآن'' قرآنی جغرافیہ پر وہ کامیاب کتاب ہے جس سے مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اور دوسرے مفسرین نے فائدہ اٹھایا۔

۴۴: مرحومہ اہلیہ رحمہا اللہ مولانا عزیز گل رحمہ اللہ

مرحومہ انگلستان کے شاہی خاندان سے تھیں عیسائی مذہب کا گہرا مطالعہ کیا مگر روحانی تسکین نہ پاتے ہوئے ہندوستان چلی آئیں، اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا، حضرت کی اہلیہ کی وفات کے بعد ان کے عقد نکاح میں آ گئیں۔ ۱۳۸۷ھ کو انتقال ہوا، قرآن عزیز کا ترجمہ انگریزی زبان میں کیا، کئی وجوہ سے ممتاز ہے، ان شاء اللہ طباعت ہو جائے گی۔

۴۵: محمد امین بن مختار الشنقیطی رحمہ اللہ

آپ علوم اسلامیہ کی تعلیم سے فارغ ہو کر اپنے علاقہ کے قاضی مقرر ہوئے، مدینہ منورہ کی زیارت کی، تو یہیں کے ہو گئے ان کا شمار مدینہ منورہ کے بڑے علماء کرام میں ہوتا ہے ان کے بیٹے مدینہ یونیورسٹی میں استاذ ہیں، اور ان کے مشہور تلامذہ میں شیخ عطیہ عالم ہیں جو مسجد نبوی شریف میں درس دیتے ہیں اور محکمہ شرعیہ کے قاضی بھی ہیں، سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں درس حدیث و تفسیر دینا شروع کیا، تفسیر بہ نام ''اضواء البیان'' لکھنی شروع کی۔ سورۃ المجادلہ (اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ المفلحون) ۱۳۹۳ھ کو مکہ مکرمہ میں وفات پا گئے، تکمیل آپ کے تلامذہ نے فرمادی جواب ۹ جلدوں میں طبع ہو چکی ہے۔ رحمہ اللہ

۴۶: مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ

تمام علوم کی تعلیم اور تکمیل دارالعلوم دیو بند میں کی، ایک عظیم دارالعلوم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے مسلمان بھائی کے چہرہ پر مسکرانا بھی صدقہ ہے۔ (مشکوٰۃ)

کراچی کی بنیاد ڈالی پاکستان کے مفتی اعظم قرار دیئے گئے، تفسیر "معارف القرآن" تحریر فرمائی جو آٹھ جلدوں میں مطبوعہ ہے، وفات ۱۳۹۶ھ میں ہوئی، آپ کی تفسیر کا ترجمہ بنگلہ زبان میں بھی رہا ہے اور انگلش میں بھی۔

۴۷: مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ

محدث کبیر حضرت انور شاہ سے دورہ حدیث پڑھا اپنے شیخ کے نقش ثانی تسلیم کیے گئے تحریک ختم نبوت کے امیر مقرر ہوئے اور رابطہ عالم اسلامی کے ممبر بھی تھے آپ کے دور امارت میں قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار دیئے گئے، طریقت میں حضرت حسین احمد مدنی رحمہ اللہ سے بیعت فرمائی۔ ۱۳۹۷ھ کو وفات ہوئی۔ "معارف السنن" شرح ترمذی شریف چھ جلد میں لکھی اور ایک نافع جامع مختصر کتاب تتمۃ "البیان" لکھی جو مشکلات القرآن کے حاشیہ پر اور مستقل بھی طبع ہو چکی ہے۔

۴۸: بادشاہ گل صاحب رحمہ اللہ:

(اکوڑہ خٹک) دارالعلوم دیوبند میں سے سند فراغت پائی، حضرت مدنی قدس سرہٗ کو اپنا روحانی پیشوا سمجھتے تھے، ایک دینی مدرسہ جامعہ اسلامیہ کے شیخ الحدیث رہے، قرآن حکیم کی پشتو تفسیر بہ نام "تفسیر البخاری" لکھی جس کا پہلا پارہ طبع ہو چکا ہے۔ وفات ۱۳۹۸ھ کو ہوئی۔

۴۹: مولانا فضل الرحمٰن پشاوری رحمہ اللہ

حضرت علامہ محمد انور شاہ صاحب رحمہ اللہ کشمیری سے دورہ حدیث دو مرتبہ پڑھا، دہلی میں شیخ التفسیر کے عہدہ پر فائز رہے، تقسیم کے بعد خیبر یونیورسٹی میں استاذ اسلامیات مقرر ہوئے سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران کا ترجمہ اور تفسیر لکھی اور پھر پشتو زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ تحریر فرمایا، انتقال ۱۴۰۱ھ کو ہوا۔

۵۰: مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری رحمہ اللہ

آپ دورِ حاضر کے ممتاز علماء میں سے آپ صاحب تصانیف ہیں جو عوام وخواص میں مقبول ہیں۔ ہندوستان و پاکستان میں درس و تدریس میں مشغول رہے۔ ۱۳۹۶ھ میں مدینہ منورہ ہجرت کی اور تفسیر قرآن بنام انوار البیان فی کشف اسرار القرآن لکھ رہے ہیں جس کی پانچ جلدیں ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان سے دستیاب ہیں۔ اور اب الحمدللہ مکمل تفسیر (آٹھ جلد) کا کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن دستیاب ہے۔

۵۱: شیخ عبدالہادی رحمہ اللہ

اصل باشندے بخارا کے تھے عرصہ دراز سے مکہ مکرمہ میں قیام رہا، شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ مہاجر مدنی کے مرید اور شاہ محمد یعقوب رحمہ اللہ مکی کی طرف سے مجاز بیعت بھی تھے ۱۲۴۸ھ میں حیدرآباد دکن تشریف لائے تھے جبکہ ۸۷ سال کی عمر تھی، قرآن عزیز کی ایک تفسیر لکھی جس کا نام "تحقیق البیان" ہے سال رحلت تاحال معلوم نہیں۔

۵۲: شیخ قاسم افندی قیسی رحمہ اللہ

بغداد میں ۱۲۹۳ھ کو ولادت ہوئی، صاحب ذہن وفکر تھے صرف تین ماہ میں قرآن مجید حفظ کر لیا، علوم ظاہریہ اور باطنیہ میں اپنے دور کے گوہر یکتا تھے، کئی کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں سے "مشکلات القرآن" بھی ہے جس میں الفاظ اور معانی قرآن کریم پر وارد ہونے والے اشکالات کے جوابات ہیں صرف سورہ بقرہ کی تشریح میں آٹھ سو سوالات اور جوابات کو ذکر کیا ہے۔ (تاحال وفات اور تاریخ وفات معلوم نہ ہو سکی)۔

۵۳: مولانا عبدالرحیم صادق رحمہ اللہ

آپ اعلیٰ حضرت الحاج امداد اللہ مہاجر مکی نور اللہ مرقدہٗ کے مسترشد مولانا حافظ غلام محمد راندیری (ضلع سورت، بھارت) کے فرزندِ ارجمند ہیں علوم اسلامیہ سے فراغت کے بعد دینی خدمت سرانجام دی اور اپنے والد ماجد کی دلی تمنا کی تکمیل میں قرآن عزیز کا گجراتی زبان میں ترجمہ اور تفسیری فوائد اس طرح مرتب فرمائے کہ آدھے صفحہ میں ایک طرف قرآن عزیز کا عربی متن اور اس کے بالمقابل گجراتی زبان میں ترجمہ فرمایا اور آدھے صفحے میں تفسیری فوائد مرتب فرمائے، یہ قرآن عزیز اس تفسیر کے ساتھ کئی مرتبہ طبع ہو چکا ہے اور گجراتی زبان کے تراجم میں سب سے زیادہ مقبول ہے، مفسر کا تفصیلی حال معلوم نہیں ہو سکا۔

۵۴: مولانا سید محمد عبدالحکیم دہلوی رحمہ اللہ

آپ شیخ شہید مولانا محمد ابراہیم رحمہ اللہ کے صاحبزادے تھے، دہلی میں ولادت ہوئی اور وہیں ایام حیات گذارے علماء احناف میں سے مشہور عالم تھے اور سلوک میں طریقہ قادریہ کے مجاز تھے آپ نے بڑی بڑی تفاسیر قرآن عزیز کا انتخاب کر کے فارسی زبان میں ایک تفسیر بہ نام "تفسیر الوجیز" لکھی ہے جس سے فراغت ۱۲۹۳ھ کو ہوئی اور دہلی ہی میں اس کی طباعت ۱۲۹۵ھ کو ہوئی، مفسر کا سال وفات نامعلوم ہے، تفسیر اسلامیہ کالج پشاور کی لائبریری میں موجود ہے۔

۵۵: مولانا عبیداللہ انور

شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب لاہوری قدس سرہٗ العزیز کے فرزندِ ارجمند اور ان کے جانشین ہیں، اگرچہ کوئی تفسیر تو مرتب نہیں فرمائی مگر اپنے گرامی قدر والد کے جاری کردہ درس تفسیر خواص وعوام کو اسی طرح جاری رکھے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ دوام بخشے آمین۔

۵۶: حافظ الحدیث مولانا عبداللہ درخواستی

پاکستان کے ممتاز علماء میں سے تھے آپ نے اگرچہ کوئی تفسیر مرتب

نہیں فرمائی مگر دورۂ تفسیر وسیع پیمانے پر ہوتا ہے جو سند یافتہ علماء پر مشتمل ہوتا ہے، آپ کا قیام خانپور بہاولپور (ڈویژن) میں تھا۔

۵۷: مولانا شمس الحق افغانی

حضرت انور شاہ قدس سرہٗ کے تلمیذ رشید ہیں، دارالعلوم دیوبند کے سابق مدرس وزیر معارف قلات، شیخ التفسیر جامعہ اسلامیہ بہاولپور، ممتاز رکن مشاورتی کونسل وغیرہا اعزازات سے مشرف رہے، آپ نے تفسیر میں مندرجہ ذیل خدمات سرانجام دی ہیں۔علوم القرآن: یہ کتاب پشاور یونیورسٹی کے نصاب میں شامل کرلی گئی ہے۔ آپ نے مندرجہ ذیل تین کتب تفسیر کے متعلق ہیں جو تاحال طبع نہ ہوسکیں۔احکام القرآن، مفردات القرآن، مشکلات القرآن۔

۵۸: مولانا محمد علی صاحب صدیقی

آپ مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی کے خواہرزادہ ہیں سیالکوٹ میں ایک دینی ادارہ کے بانی اور متولی ہیں آپ کی زیرنگرانی ماہنامہ ''الرشاد'' شائع ہوتا ہے آپ نے قرآن عزیز کی ایک تفسیر بہ نام معالم التنزیل تحریر فرمائی ہے جو تیس (۳۰) جلدوں میں ہے اس کی چند جلدیں شائع ہوچکی ہیں۔

۵۹: محمد علی صابونی

آپ مکہ مکرمہ میں ''کلیۃ الشرعیۃ والدراسات الاسلامیۃ'' کے استاذ ہیں آپ نے ''احکام القرآن'' کے طرز پر قرآنِ عزیز کی ایک جامع تفسیر بہ نام ''روائع البیان'' تالیف فرمائی ہے جو''تفسیر صابونی'' کے نام سے مشہور ہے اور دو ضخیم جلدوں میں شائع ہوچکی ہے۔کتاب اس قابل ہے کہ دورۂ تفسیر اور درجہ تخصیص تفسیر میں داخل نصاب کی جائے۔

۶۰: ڈاکٹر عدنان زرزور

آپ نے اگرچہ خود تو کوئی تفسیر مرتب نہیں کی لیکن آپ کو قرآن عزیز کی تفسیر کے درجہ علیا کے درس وتدریس کے دوران تفسیر ابن جریر طبری کے اس اختصار کا علم ہوا جس کی تلاش میں آپ کئی سال سے تھے جو شیخ ابو یحیٰی محمد بن حمادح التمیمی (م ۴۰۹ھ) کی مرتبہ ہے آپ نے اس کی تصحیح اور تحقیق کے بعد اس کو مصحفِ عزیز کے حاشیہ پر تحریر فرمایا جسے ابوظہبی کے سلطان زاید کے نام ادارہ طباعت ونشر مشروع ''زاید لتحفیظ القرآن الکریم'' نے طبع فرمادیا ہے یہ مصحف شریف بڑی سائز میں جلی حروف کے ساتھ اور متوسط سائز میں بھی طبع ہوچکا ہے۔

۶۱: حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی رحمہ اللہ

آپ کی ولادت یکم فروری ۱۹۱۳ء بمطابق یکم ربیع الاوّل ۱۳۳۱ھ کو ہوئی درسِ نظامی اپنے والد محترم اور عم محترم رحمۃ اللہ علیہما سے پڑھا والد صاحب کی وفات کے بعد اپنے علاقہ کے جید علماء کرام مولانا عبدالرحمٰن صاحب شاگردِ رشید حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ اور مولانا سعد الدین صاحب شاگردِ رشید مولانا عبدالحئی لکھنوی سے علوم کی وسطانی کتابیں پڑھیں پھر مدرسہ عالیہ مظاہر علوم اور جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے جلیل القدر اساتذہ سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد دورۂ حدیث دارالعلوم دیوبند میں پڑھا ۱۳۵۴ھ میں سند فراغت عطا ہوئی، علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کے مشورہ سے گورنمنٹ کالجز میں بطور استاذ اسلامیات اور عربی ادب کے کام کیا ۱۹۷۲ء میں سبکدوش ہوا، ایک تصنیفی ادارہ پہلے ہی سے قائم کیا تھا جس میں اپنی تالیفات اور تصنیفات کی اشاعت ہورہی ہے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ساٹھ تصانیف مطبوعہ ہیں جن میں سے قرآنیات کے موضوع پر مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) ضرورۃ القرآن (۲) احکام القرآن ۱ جلد (۳) معارف القرآن ایک جلد (۴) قواعد ترجمۃ القرآن ۱ جلد (۵) آسان تفسیر جس کی سورۂ بقرہ، سورۂ آل عمران اور سورۃ النساء طبع ہوچکی ہے۔(۶) تذکرۃ المفسرین۔

۶۲: محمد اسد نو مسلم

۱۹۰۰ء میں ایک یہودی عالم کے گھر پیدا ہوئے اور نام لیو پولو ویس (LEOPOL WEISS) رکھا گیا زندگی کے مختلف منازل طے کرنے کے بعد ۱۹۲۲ء میں بیت المقدس کا سفر کیا اس سفر میں وہ اسلامی تہذیب اور اسلامی اخلاق سے بہت متاثر ہوئے اس کے بعد ایران اور افغانستان کا سفر بھی کیا، قرآن عزیز اور سیرت رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ جاری رکھا حتی کہ برلن میں ایک ہندوستان مسلمان دوست کے پاس جاکر کلمہ شہادت پڑھ کر باقاعدہ مسلمان ہوگئے اور اسلامی نام محمد اسد رکھا گیا عربی ممالک میں ان کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے کہ سلطان ابن سعود امام کے معتمد اور امام سنوسی کے قاصد کی حیثیت سے بعض نازک مہمیں انجام دیں قیام پاکستان سے پہلے ہندوستان آگئے تھے اور ایک کتاب ''اسلام آف دی کراس روڈ'' انگریزی میں لکھی تھی، بخاری شریف کے چند پاروں کا ترجمہ بھی انگریزی میں کیا تھا، اور ایک ماہنامہ ''عرفات'' کے نام سے اُردو اور انگریزی میں جاری کیا ممدوٹ وزارت کے زمانہ میں ایک محکمہ تعمیر ملت کے نام سے قائم کیا، پھر یورپ اور امریکہ چلے گئے اب بھی دیار فرنگ ہی میں ہیں، آپ کی تصانیف میں سے ''روڈ ٹو مکہ'' مشہور کتاب ہے جس کا اُردو زبان میں ترجمہ مولانا سید ابو الحسن علی ندوی نے ''طوفان سے ساحل تک'' کے نام سے فرمایا ہے۔

حال ہی میں قرآن کریم کی ایک تفسیر انگریزی زبان میں لکھی جو انگلستان سے طبع ہوچکی ہے، اس پر ڈاکٹر مولانا عبداللہ ندوی، پروفیسر ملک عبدالعزیز یونیورسٹی مکہ مکرمہ نے تبصرہ فرمایا ہے جو لندن کے ''عربیا'' نامی انگریزی ماہنامہ میں شائع ہوچکا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تسبیح وتکبیر کہنا صدقہ کرنے سے افضل ہے۔ (الکنز)

۶۳: محمد علی خان رحمہ اللہ

آپ صوبہ سرحد کے ایک ایسے متمول خاندان سے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے دین و دنیا دونوں سے نوازا ہے آپ نے مولانا عبداللطیف خان صاحب سے قرآن عزیز کا ترجمہ اور تفسیر پڑھی اپنے استاذ محترم کی تقاریر کو قلمبند کرتے رہے، جن کو ترتیب دے کر تفسیر مکمل کر لی آپ کی مرتبہ تفسیر کا نام "کاشف البیان" ہے اور یہ اُردو زبان میں ۶ جلدوں پر مشتمل ہے۔

۶۴: حضرت مولانا حبیب احمد کیرانوی رحمہ اللہ

آپ بہت بڑے عالم تھے حکیم الامت مجدد الملت نے علمی تعاون کے حصول کیلئے آپ کو اپنی خانقاہ میں مقرر فرمایا اور حضرت کو آپ کے علم اور تنقید وتبصرہ پر بہت ہی اعتماد تھا چنانچہ مولانا بھی بے لاگ تبصرہ کیا کرتے تھے کسی نے ان کے ان علمی تبصروں پر نکیر کی تو حضرت حکیم الامت نے فرمایا میں ان کے منشا کو سمجھتا ہوں۔

آپ کی علمی بلند پردازی کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ کسی نے پوچھا کہ حضرت اب کوئی صاحبِ علم ہے تو آپ نے حضرت حکیم الامت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ہاں اس بڈھے میں علم کی کچھ رمق ہے۔

آپ نے ایک تفسیر لکھی جو اب ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان نے شائع کی ہے۔ انتہائی جامع علمی تفسیر ہے، اس تفسیر کا نام "حل القرآن" ہے اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں باطل فرقوں کے اعتراضات کے مدلل اور مستحکم جوابات دیئے گئے ہیں۔ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ نے اس تفسیر کو حرفاً حرفاً پڑھا اور اس پر تقریظ لکھ کر اس کی خصوصیات واضح کیں۔

۶۵: حضرت محمد عبداللہ بہلوی رحمہ اللہ

تفسیر بہلوی ملتان سے شائع ہو رہی ہیں۔

۶۶: حضرت مولانا محمد موسیٰ جلالپوری رحمہ اللہ

آپ حضرت مولانا فضل علی قریشی مسکین پوری رحمہ اللہ کے خلیفہ تھے۔ آپ نے بھی قرآن پاک کی ایک منفرد تفسیر لکھی تھی جو ابھی تک غیر مطبوعہ ہے۔

پندرھویں صدی ہجری کے مفسرین قرآن مجید

۱: حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی رحمہ اللہ

آپ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے اور نہ ہی آپ کی خدمات کوئی ایسی چیز ہے جو ہمارے تعارف کرانے کی محتاج ہو آپ کو اللہ تعالیٰ نے بڑی جامع صلاحیتوں سے نوازا تھا آپ نے عالمی سطح پر اجتماعی خدمات سرانجام دیں عالمی تعلیمی اداروں اور تنظیموں و جماعتوں کی سرپرستی فرمائی، تاریخ، تفسیر، سیاسیات وغیرہ ہر موضوع پر آپ نے زبان وقلم سے امت کی راہنمائی فرمائی اس لئے بجا طور پر آپ اپنی صدی کے داعی قرآن تھے۔ آپ کے قرآنی افادات بھی الگ مرتب ہو چکے ہیں جن کا مطالعہ از حد ضروری ہے۔

۲: حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی مدظلہ العالیٰ

آپ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے شاگرد خاص ہیں، آپ نے گوجرانوالہ میں ایک مدرسہ قائم کیا جس نے اپنی اعلیٰ کارکردگی اور آپ کے برادر محترم حضرت مولانا ابو الزاہد سرفراز خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ کیوجہ سے بہت شہرت ومقبولیت پائی، آپ نے جامع مسجد نور گوجرانوالہ میں ایک عرصہ سے خطابت و دروس القرآن کا سلسلہ شروع کیا، آپ کے دروس القرآن نہایت مفید ہیں، قرآنی آیات کے تحت اس کے متعلقات کو خوب اچھی طرح بیان فرماتے ہیں آپ کے ایک متعلق الحاج لعل دین نے ان دروس کو مرتب کیا جو معالم العرفان فی دروس القرآن کے نام سے معروف اور دستیاب ہیں اس کے علاوہ بھی آپ صاحب تصانیف ہیں، نماز مسنون کلاں بہترین کتاب لکھی، امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کئی کتب کی شروح بھی لکھیں۔

۳: اشرف التفاسیر

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے جملہ خطبات ملفوظات اور تقریباً جملہ تصانیف سے منتخب سینکڑوں الہامی تفسیری نکات۔
تقدیم وکاوش: شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی

۴: حضرت الحاج عبدالقیوم مہاجر مدنی

آپ حضرت مولانا عبدالغفور مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خاص مسترشد ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو متقیانہ طبیعت عطاء فرمائی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ بڑی بات یہ ہے کہ آپ کے دل میں امت مسلمہ کی اصلاح وتربیت کا درد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے اس لئے آپ ہر وقت علمائے حق کی زیر سرپرستی مسلمانوں کیلئے تعلیمی واصلاحی کتابوں کی ترتیب کی فکر میں رہتے ہیں چنانچہ آپ کی فکر ودرد کے نتیجہ میں چند مفید وشاہکار تالیفات وجود پذیر ہوئی ہیں جن کا ہم مختصراً تعارف کراتے ہیں۔

گلدستہ تفاسیر

چھ مستند تفاسیر، تفسیر عزیزی، تفسیر مظہری، تفسیر ابن کثیر، معارف القرآن حضرت مولانا مفتی اعظم محمد شفیع صاحب، معارف القرآن مولانا محمد ادریس کاندھلوی کے اقتباسات اور مکمل تفسیر عثمانی کا مجموعہ ہے، تمام تفاسیر سے ضروری

ضروری مضامین نہایت آسان انداز میں پیش کئے گئے ہیں ساتھ ساتھ مزید بصیرت افروز کام یہ بھی کیا کہ مختلف مقامات پر ان مقامات کی تصویریں بھی دیدی گئی ہیں جن کا قرآن میں تذکرہ ہے، آخر میں چودہ سوسالہ مفسرین اوران کی تفسیری خدمات کے تعارف پر مبنی رسالہ تاریخ تفسید ومفسرین بھی ہے سات جلدیں اعلیٰ طباعت کے ساتھ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان نے شائع کی ہیں۔

درس قرآن (تعلیمی)

یہ بھی مسلمان عوام وخواص کیلئے ایک نہایت مفید تفسیری تالیف ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ عوام کو قرآن کے معنی ومطلب کی تعلیم دی جاسکے قرآنی آیات کے چھوٹے چھوٹے حصوں کا لفظی اور بامحاورہ ترجمہ کرنے کے بعد اس کے مشکل الفاظ کے معنی ووضاحت اور پھر آیت کی تفسیر نہایت آسان اور مختصر انداز میں دی گئی ہے اسی طرح پھر پورے قرآن مجید کو متعدد درسوں میں تقسیم کردیا گیا ہے ہر درس زیادہ سے زیادہ بیس منٹ کا ہے، اس طرح اگر آپ اپنے گھر میں گھر والوں کے سامنے، یا اپنے احباب کو جمع کر کے ان کے سامنے یا مسجد میں یہ درس قرآن سامنے رکھ کر دس پندرہ منٹ روزانہ ان کو درس دیں تو ان شاء اللہ روزانہ دس پندرہ منٹ صرف کر کے آپ اپنے احباب واقارب کو مکمل قرآن کریم کے معنی ومطلب کی تعلیم دے سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ آپ کی کتاب دینی دسترخوان تین جلدوں میں اور تعمیر انسانیت دو جلدوں میں مقبول عام ہو چکی ہیں۔ آپ کی تمام تالیفات کی اعلیٰ طباعت کا اہتمام ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان نے کیا ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم
الله أكبر
محمد رسول الله

وہ پتھر جس کے نیچے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک رکھا اور چشمہ پھوٹ پڑا
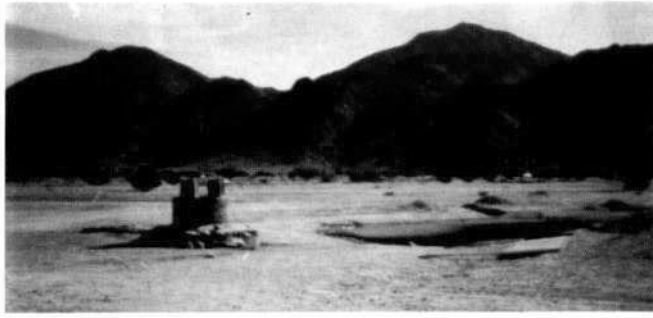
وہ مقام جہاں پر غزوہ تبوک سے واپسی کے سفر میں رسول اللہ ﷺ کی انگلیوں سے پانی پھوٹنے کا معجزہ ظاہر ہوا

بئر روحا: ایک روایت کے مطابق ستر انبیاء کرام نے اس کنویں کا پانی پیا ہے

اس چشمہ کا پانی رک رک کر بہہ رہا تھا۔ آپ نے منہ اور ہاتھوں کو دھویا تو چشمہ سے پانی جوش کھا کر ابلنے لگا
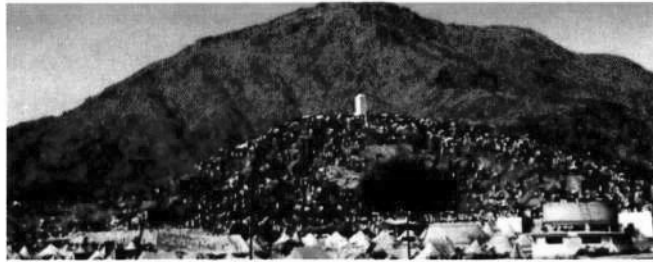
جبل رحمۃ: حجۃ الوداع کے موقع پر اسی مقام پر تکمیل دین اور اتمام نعمت کا مژدہ ملا

خندق کی کھدائی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے صحابی
حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا قادسیہ (عراق) میں مزار

عثمانؓ کا کنواں۔ حضرت عثمان غنی نے یہ کنواں
یہودی سے خرید کر مسلمانوں کو دے دیا

یروشلم میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنوں کے
ذریعہ جو شہر تعمیر کروایا تھا اسے کھود کر برآمد کیا جا رہا ہے

طوی کا کنواں: حضور فتح مکہ کی رات یہاں رہے اور صبح
اس کنویں کے پانی سے غسل فرما کر مکہ شہر میں داخل ہوئے

وادئ منیٰ میں ''مسجد البیعۃ'' جہاں بیعت اولیٰ وثانیہ ہوئی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اور صاحبزادیوں رضی اللہ عنہن کے مقابر

ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ کی قبر دکھائی دے رہی ہے۔ پہلو میں صاحبزادوں کے مزار ہیں

وہ مکان جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد محترم کی قبر ہے

سید عبداللہ بن الامام زین العابدین کا مزار

مقام شریف حضرت عبداللہ ابن جعفر طیار

1
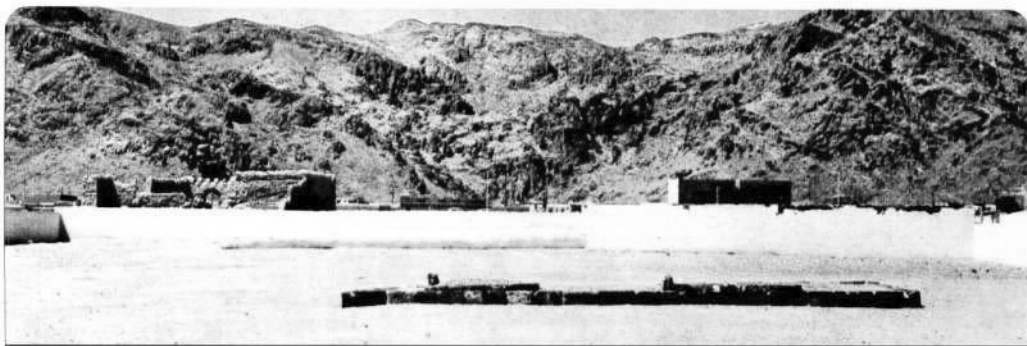
حضرت امیر حمزہ، حضرت مصعب بن عمیر اور عبداللہ ابن جحش رضی اللہ عنہم کے مزاروں کی موجودہ شکل

الخلیل میں مسجد ابراہیمی جہاں حضرت ابراہیم حضرت اسحٰق حضرت یعقوب اوران کی بیویاں دفن ہیں

حجرہ مبارکہ: باب حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

مسکن و مدفن ام ابراہیم سیدنا ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مقفل دروازہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک

حکومت اردن نے حضرت شعیب کا شاندار مقبرہ اور متصل مسجد تعمیر کروائی
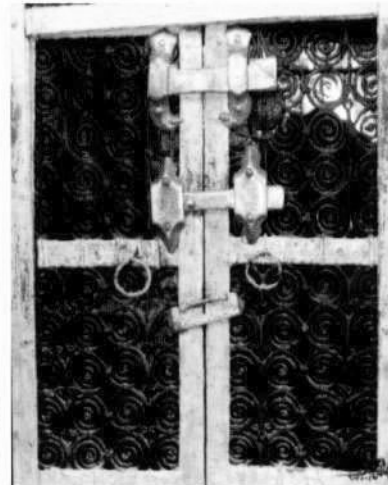
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا وہ گھر جس میں آنکی شادی ہوئی' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے پیچھے واقع تھا' مسجد نبوی میں دروازہ کی یہ تصویر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اسی گھر کی جگہ پر باب جبریل کی طرف واقع ہے۔

قصر دیوان: بادشاہ کی نشست گاہ جو پہاڑ کو کھود کر مہارت سے تعمیر کی گئی

قصر فرید مدائن صالح میں موجود ایک مشہور عمارت
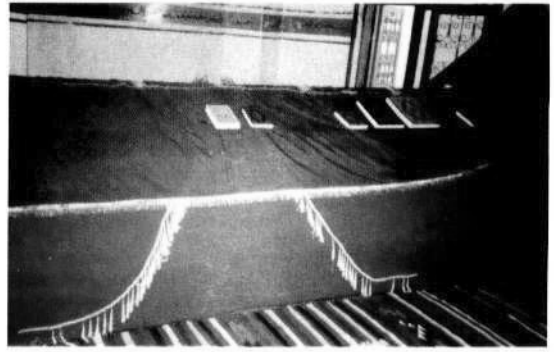
حضرت شعیب علیہ السلام کا مزار جو موجودہ اردن میں ہے۔ دیواروں پر آیات قرآنی کی خطاطی کے خوبصورت نمونے ہیں

بیت لحم کے غار میں حضرت داؤد علیہ السلام کا مزار
جو بیت المقدس سے دس کیلومیٹر پر فلسطین کا بہت بڑا گاؤں ہے

اردن میں حضرت ہارون علیہ السلام کی قبر پر گنبد جو ایک پہاڑ کی چوٹی پر ہے

غزوۂ خندق میں نمایاں خدمات انجام دینے والے صحابی
حضرت حذیفہ ابن یمان کی مدائن (عراق میں) قبر مبارک
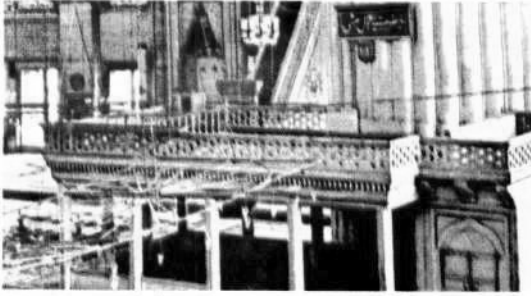
دمشق کی مسجد میں باب صغیر کے قریب حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کا مزار

دمشق میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کا مزار
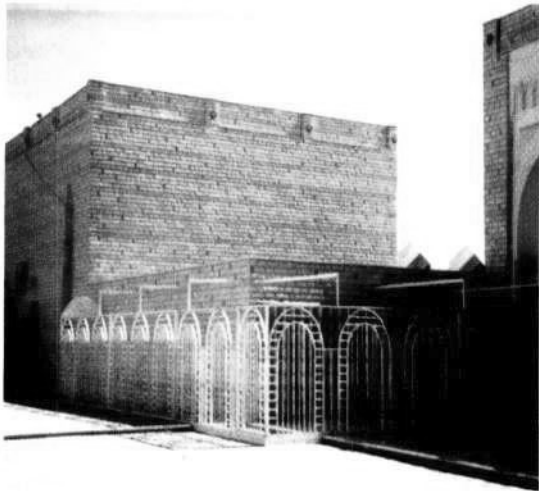
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مرقد مبارک

مسجد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑ کے دامن میں یہ مسجد اس مقام پر تعمیر کی گئی ہے جہاں روایات کے مطابق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم طائف والوں کی ایذا رسانی کے بعد کچھ دیر ستانے کے لئے ٹھہرے تھے۔

طائف میں واقع مسجد بلال جہاں روایات کے مطابق محاصرے کے دنوں میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور باجماعت نماز ادا کی جاتی رہی

جبل کعبہ جس سے پتھر تراش کر قریش نے بیت اللہ کی تعمیر کی تھی

جبل اُحد کا وہ غار جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زخمی ہونے کے بعد آرام فرمایا

دیوار گریہ جہاں یہودی رو رو کر اپنی عظمت گزشتہ کی واپسی کی دعا کرتے ہیں

اس باغ کا ایک منظر جہاں محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف سے واپسی پر ذرا دیر کو آرام فرمایا

بدر کا قبرستان: دائرے میں دکھائی گئی چار دیواری میں شہداء بدر مدفون ہیں اوپر والے دائرے میں مسجد العریش نظر آ رہی ہے

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا وہ مبارک گھر جہاں
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اول مدینہ منورہ تشریف آوری پر قیام کا شرف بخشا

جبل رحمت کی چوٹی پر وہ مقام جہاں ایک روایت کے بموجب زمین پر حضرت آدمؑ و حواؑ کی ملاقات ہوئی۔ اس کے قریب قیام افضل ہے
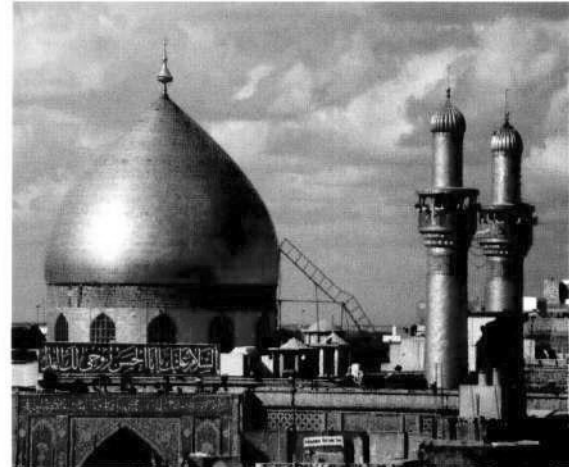
حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مدفن

حضرت عبداللہؓ ابن رواحہ صاحب قلم اور صاحب سیف
دونوں حیثیتوں میں ممتاز ہیں۔ یہ ان کا مزار ہے

نہر زبیدہ

بدوؤں کا بیان ہے کہ اسی پہاڑ سے حضرت صالحؑ کی دعا سے اونٹنی برآمد ہوئی تھی۔ سامنے وہ پیالہ ہے
جس میں اونٹنی کا دودھ دھویا جاتا تھا۔ اتنا دودھ ہوتا کہ ساری قوم سیر ہو کر پیتی

قلعہ اسلامیہ کا اندرونی منظر۔ بیچ میں وہ کنواں نظر آ رہا ہے جہاں سے
حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی اپنی باری پر پانی پیتی تھی